بحر الفصاحت

مؤلفہ

مولوی نجم الغنی رام پوری

اردو قواعد، معانی و بیان، عروض و قوافی اور نظم و نثر کی
سب سے بڑی اور مستند کتاب

ناشر

راجہ رام کمار بکڈپو وارث نولکشور بکڈپو لکھنؤ

قیمت مجلد دس روپے

بحرالفصاحت ـــ مؤلّفہ ـــ نجم الغنی رامپوری

ضخامت :۔ .. .. ۱۲۵۰ صفحات

قیمت مجلّد :۔ .. .. دسؔ روپے

ناشر

راجہ رام کمار بکڈپو

وارث

نولکشور بکڈپو لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ رشحۂ قلم مولوی رشید احمد صاحب تحویلدار کتبخانہ ریاست رامپور خلف میان فضل احمد صاحب مجددی نقشبندی

یہ وہ شیرین ہے کہ فرہاد ہین جس کے صدہا
جسکا دیوانہ ہے ہر ایک وہ لیلےٰ یہ ہے

گو دنیا مین مختلف علوم و فنون کی ہزارہا کتابین ہر زبان مین لکھی گئین اور لکھی جائینگی۔ مگر اردو مین ایسی جامع اور مفید کتاب آج تک کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی۔ اس دعوے کی تصدیق کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہین۔ صرف ایک نظر اس کتاب کو دیکھ لینا اسکے عدیم النظیر ہونے کی کافی شہادت ہے ہر دیکھنے والا خود بخود کہہ اٹھےگا ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب

جن خصوصیات کے لحاظ سے اس اعجوبۂ روزگار کو قدردان ہاتھون نے یکتائی کا تاج اور مقبولیت کا خلعت پہنایا ہے وہ علمی اسرار و غوامض اور ادبی نکات و دقائق تو ارباب فضل و کمالات ہی کی باریک بین نظرین دیکھ سکتی ہین لیکن سرسری طور پر دیکھنے سے جو منظر ظاہربین نگاہون کو نظر آتا ہے وہ بھی اس بحر فصاحت پر تحسین و آفرین کے بادل برسانے کے لیے کچھ کم نہین ہے۔ اگر اس کے رنگارنگ مضامین کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک شگفتہ چمن ہے جسکے پھولون کی بہار دیکھکر چمن کے پھول بھی خجالت سے عرق عرق ہین اگر الفاظ کی آب و تاب پر نظر کی جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک کان گہر ہے جسکے دُر شاہوار کی چمک کے آگے دریا کے موتی بھی شرم سے پانی پانی ہین۔ اگر عبارت کی سلاست و روانی کی طرف خیال کیا جائے تو یہ نظر آتا ہے کہ ایک دریاے فصاحت موج زن ہے جسکی ہر لہر سلک مروارید سے زیادہ خوشنما ہے۔ غرض مجموعی حیثیت سے دیکھا جاے تو ہمین شک نہین کہ اردو زبان اس مایۂ ناز پر جتنا فخر کرے بجا ہے اور اہل زبان جس قدر اسکی تعریف مین رطب اللسان ہون زیبا ہے۔ فوائد و منافع کے لحاظ سے یہ نسخہ کسی طرح نسخۂ کیمیا سے کم نہین بلکہ بدرجہا بہتر ہے۔ فاضل مصنف نے ان اہم اور معرکۃ الآرا مباحث کا جنکی تحقیق مین ایک زمانہ صرف ہونے کے علاوہ بیش بہا کتب کا سرمایہ ہونے ہوئے علمی قابلیت

اور محنت شاقہ برداشت کرنے کی بھی ضرورت تھی ولائل و براہین سے سلیس عبارت مین نہایت شرح و بسط کے ساتھ تصفیہ کیا ہے اور ہر قسم کے شکوک و شبہات کو رفع کر کے راستہ ایسا صاف کردیا کہ اب ہر شخص مہینون کی مسافت منٹون مین طے کرسکتا ہے۔ فارسی و عربی مین تو قواعد صرف و نحو کی بہت سی کتابین لکھی گئی ہین مگر اردو مین ابتک کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس سے اردو زبان کی نحوی ترکیب کرنے کا طریقہ معلوم ہو سکے اس عقدہ مشکل کو بھی مصنف نے اپنی بےنظیر قابلیت و کوشش سے اس طرح حل کیا ہے جسکی اسوقت کوئی دوسری مثال نظر نہین آتی۔ ہزار آفرین اور لاکھ تحسین مصنف کی اس عالی ہمتی پر کہ دوسرون کے نفع کی خاطر اپنی جان کو، مال کو، وقت کو محض تصنیف و تالیف کے لیے وقف کردیا۔ اور اس عظیم الشان کام مین گو کیسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر کسی حالت مین ہمت کو پست نہ ہونے دیا اور اپنے ارادے سے منھ نہ موڑا بلکہ جس تنگ اور دشوار گذار راستے مین قدم رکھا تھا اسکو موجودہ اور آئندہ نسلون کے لیے صاف و وسیع شاہراہ بنا کر چھوڑا ؎

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

قطعہ تاریخ طبع بحر الفصاحت از مولوی رشید احمد صاحب مجددی تحویلدار کتبخانہ ریاست رامپور

اے چشم شوق مژدہ ہوئی طبع وہ کتاب
ہر صفحہ جس کا تختۂ گلہائے رنگ رنگ
ہر سطر جس کی بحر فصاحت کی لہر ہے
شاید کہ دیکھ پائی ہے اسکی جھلک کبھی

ہے جس پہ قدر دانی اہل زمن نثار
جن کی مہک پہ نافۂ مشک ختن نثار
جسکے ہر ایک قطرے پہ دُرِّ عدن نثار
ہوتا ہے یون زمین پہ چرخ کہن نثار

ہے فکر سال طبع تو کہدو یہ اے رشید
کیا گل کھلا کہ جس پہ ہزارون چمن نثار

۱۳۴۵ ہجری

فہرست مضامین بحر الفصاحت

نمبر باب	عنوانات	صفحہ
۱	اشارات :- از امیر حسن نورانی	
۲	دیباچہ مصنف	۴
۳	ایجاد شعر عربی و فارسی مع بحث جواز و عدم جواز شعر گوئی	۵
۴	زبان عربی اور ایجاد شعر عربی	۶
۵	شعر زبان فارسی	۷
۶	جواز و عدم جواز شعر	۹
۷	شعر محمود و مذموم	۲۳
۸	تحقیقت اُردو اور شاعری ریختہ	۲۴
۹	طرز قدیم و جدید	۴۱
۱۰	شعراء کا کلام اور شعر فہمی کے وجوہ	۴۴
۱۱	تذکرہ نویسوں کے نقائص	۴۶
۱۲	تعریف شعر	۵۰
۱۳	اقسام شعر باعتبار اوصاف	۵۸
۱۴	تفصیل شعر باعتبار اقسام نظم	۶۸
۱۵	بیان غزل	۶۹
۱۶	بیان قصیدہ	۸۰
۱۷	بیان قصیدۂ تمہیدیہ	۸۲
۱۸	بیان قصیدۂ خطابیہ	۹۱
۱۹	بیان مسمط	۹۲
۲۰	بیان مثلث	۹۲
۲۱	بیان مربع	۹۵
۲۲	بیان مخمس	۹۶
۲۳	بیان مسدس	۹۸
۲۴	بیان مسبع، مثمن، متسع اور معشر	۹۹
۲۵	بیان ترکیب بند	۹۹
۲۶	بیان ترجیع بند	۱۰۱
۲۷	ترکیب بند و ترجیع بند باختراع جدید	۱۰۲
۲۸	بیان مثنوی	۱۰۴
۲۹	بحر متقارب مثمن محذوف الآخر یا مقصور الآخر	۱۰۵
۳۰	بحر ہزج مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر	۱۰۶
۳۱	بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف الآخر یا مقصور الآخر	۱۰۷
۳۲	بحر خفیف مسدس مخبون محذوف الآخر یا مقصور الآخر	۱۰۸
۳۳	بحر رمل مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر	۱۰۹
۳۴	بحر رمل مسدس مخبون محذوف الآخر یا مقصور الآخر	۱۱۰
۳۵	بحر سریع مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر	۱۱۱
۳۶	بیان قطعہ	۱۱۲
۳۷	بیان رباعی	۱۱۳
۳۸	بیان مستزاد	۱۱۵
۳۹	بیان فرد	۱۱۸
۴۰	اقسام نظم باعتبار مضمون	۱۱۹
۴۱	بیان واسوخت	۱۱۵
۴۲	بیان مرثیہ	۱۲۰
۴۳	بیان سلام	۱۲۱
۴۴	بیان نوحہ	۱۲۱
۴۵	بیان نعتیہ	۱۲۲
۴۶	بیان شہر آشوب	۱۲۲
۴۷	علم عروض	۱۲۳
۴۸	بحروں کی ایجاد	۱۲۳
۴۹	ارکان افاعیل بحروں کی ترکیب اور دائرے	۱۲۸
۵۰	دائروں کا بیان	۱۳۳
۵۱	بیان زحافات	۱۴۲
۵۲	زحافات مفاعیلن	۱۴۳
۵۳	زحافات فاعلاتن	۱۴۶

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۵۴	زحافات فاعلاتن (منفصل)	۱۵۰	۸۳	بحر بسیط	۲۵۶
۵۵	زحافات مستفعلن	۱۵۰	۸۴	بحر سریع	۲۵۷
۵۶	زحافات مُسْتَفْعِ لن (منفصل)	۱۵۲	۸۵	بحر خفیف	۲۶۱
۵۷	زحافات مفعولات	۱۵۳	۸۶	بحر جدید	۲۶۵
۵۸	زحافات مفاعلتن	۱۵۵	۸۷	بحر غریب	۲۶۷
۵۹	زحافات متفاعلن	۱۵۶	۸۸	بحر شاکل	۲۶۸
۶۰	زحافات فعولن	۱۵۸	۸۹	تتمہ عیوب عروض	۲۷۰
۶۱	زحافات فاعلن	۱۵۹	۹۰	بیان رباعی	۱۷۳
۶۲	بیان معاقبہ ومراقبہ ومکانفہ	۱۶۰	۹۱	تفصیل اوزان دائرہ اخرب الصدور والابتدار	۲۷۵
۶۳	کون کون زحاف کس کس رکن اور بحر سے خصوصیت رکھتا ہے؟	۱۶۳	۹۲	تفصیل اوزان دائرہ اخرم الصدور والابتدار	۲۷۹
۶۴	بیان تقطیع وحروف ملفوظی ومکتوبی	۱۶۶	۹۳	علم قافیہ	۲۸۲
۶۵	بیان حروف مکتوبی غیر ملفوظی	۱۶۸	۹۴	بیان حروف قافیہ	۲۸۳
۶۶	بیان حروف ملفوظی غیر مکتوبی	۱۷۵	۹۵	بیان روی	۲۸۳
۶۷	تشریح بحور	۱۷۹	۹۶	بیان حروف ماقبل روی	۲۸۵
۶۸	بیان بحور مفردہ	۱۸۰	۹۷	بیان ردف	۲۸۵
۶۹	بیان ہزج	۱۸۰	۹۸	واؤ اور یا معروف مجہول کا قافیہ میں باہم جمع کرنا	۲۰۸
۷۰	بحر رمل	۱۸۵	۹۹	بیان قید	۲۹۴
۷۱	بحر رجز	۲۱۰	۱۰۰	بیان تاسیس	۲۹۹
۷۲	بحر کامل	۲۱۵	۱۰۱	بیان دخیل	۳۰۰
۷۳	بحر وافر	۲۱۷	۱۰۲	بیان حروف زائدہ مابعد روی	۳۰۱
۷۴	بحر متقارب	۲۱۷	۱۰۳	اقسام روی	۳۰۷
۷۵	بحر متدارک	۲۲۹	۱۰۴	استعمال قافیہ کی صورتیں	۳۱۴
۷۶	بیان بحور مرکبہ	۲۳۳	۱۰۵	بیان حرکات حروف قافیہ	۳۲۰
۷۷	بحر منسرح	۲۳۳	۱۰۶	بیان توجیہ	۳۲۰
۷۸	بحر مقتضب	۲۳۸	۱۰۷	بیان مجریٰ	۳۲۱
۷۹	بحر مضارع	۲۳۹	۱۰۸	بیان اشباع	۳۲۳
۸۰	بحر مجتث	۲۱۹	۱۰۹	بیان حذو	۳۲۳
۸۱	بحر طویل	۲۵۳	۱۱۰	بیان نفاذ	۳۲۶
۸۲	بحر مدید	۲۵۴	۱۱۱	بیان عیوب قافیہ	۳۲۷

نمبر	عنوانات	صفحہ
۱۱۲	بیان اقواء	۳۲۸
۱۱۳	بیان اکفاء	۳۳۲
۱۱۴	بیان تحریف روی	۳۳۵
۱۱۵	بیان اسناد	۳۳۶
۱۱۶	بیان ایطاء	۳۴۰
۱۱۷	بیان معمول	۳۵۰
۱۱۸	بیان غلو	۳۵۳
۱۱۹	بیان تضمین	۳۵۷
۱۲۰	بیان تغییر	۳۵۹
۱۲۱	اقسام قافیہ باعتبار وزن	۳۶۲
۱۲۲	بیان ردیف	۳۷۳
۱۲۳	بیان فصاحت و بلاغت	۳۸۱
۱۲۴	بیان علم معانی	۳۸۵
۱۲۵	بیان اسناد خبری	۳۸۸
۱۲۶	اسناد حقیقی عقلی و مجازی عقلی	۳۹۷
۱۲۷	قرینہ مجاز عقلی	۴۰۷
۱۲۸	فرق مجاز عقلی و استعارہ بالکنایہ	۴۱۱
۱۲۹	حالات مسند الیہ	۴۱۲
۱۳۰	وہ امور جو مقتضائے ظاہر حال کے موافق ہیں	۴۱۳
۱۳۱	مسند الیہ کی تعریف	۴۱۷
۱۳۲	تعریف مسند الیہ باضمیر	۴۱۸
۱۳۳	تعریف مسند الیہ علمیت کے ساتھ	۴۱۹
۱۳۴	تعریف مسند الیہ باخطاب لقب وکنیت	۴۲۵
۱۳۵	تعریف مسند الیہ باسمائے اشارہ	۴۲۷
۱۳۶	تعریف مسند الیہ بحالت موصول	۴۳۳
۱۳۷	اضافت مسند الیہ	۴۳۹
۱۳۸	مسند الیہ بحالت نکرہ	۴۴۳
۱۳۹	توصیف مسند الیہ	۴۴۷
۱۴۰	تاکید مسند الیہ	۴۵۳
۱۴۱	بیان عطف	۴۵۶
۱۴۲	مبدل منہ و بدل	۴۵۸
۱۴۳	عطف حقیقی	۴۶۲
۱۴۴	مسند الیہ کی ضمیر منفصل سے تاخیر	۴۷۰
۱۴۵	تقدیم مسند الیہ	۴۷۱
۱۴۶	حذف مسند الیہ	۴۷۶
۱۴۷	تاخیر مسند الیہ	۴۸۳
۱۴۸	مقتضائے ظاہر حال کے خلاف ہیں	۴۸۳
۱۴۹	احوال مسند	۵۰۴
۱۵۰	مسند فعلی کی تقیید شرط کے ساتھ	۵۰۸
۱۵۱	مسند کا فعلی اور سببی ہونا	۵۳۱
۱۵۲	ترک مسند	۵۳۱
۱۵۳	تنکیر مسند	۵۳۸
۱۵۴	تعریف مسند	۵۴۳
۱۵۵	عطف مسند	۵۴۵
۱۵۶	تاخیر مسند	۵۴۵
۱۵۷	تقدیم مسند	۵۴۶
۱۵۸	بیان متعلقات فعل	۵۵۲
۱۵۹	تقدیم معمولات فعل	۵۶۶
۱۶۰	بیان قصر	۵۷۵
۱۶۱	اقسام قصر حقیقی	۵۷۶
۱۶۲	اقسام قصر غیر حقیقی	۵۷۷
۱۶۳	شرائط قصر	۵۷۹
۱۶۴	طرق استعمال قصر	۵۸۰
۱۶۵	بیان انشاء	۵۹۰
۱۶۶	بیان تمنا	۵۹۶
۱۶۷	بیان استفہام	۵۹۸
۱۶۸	بیان امر	۶۱۳
۱۶۹	بیان دعا	۶۲۶

نمبر	عنوانات	صفحہ
۲۸۶	بیان صنعت تاکید الذم بما یشبہ المدح	۱۰۴۳
۲۸۷	بیان صنعت الحاق الجزئی بالکلی	۱۰۴۶
۲۸۸	بیان صنعت تجرید	۱۰۴۷
۲۸۹	بیان صنعت مقابلہ	۱۰۵۳
۲۹۰	بیان صنعت توجیہ	۱۰۵۵
۲۹۱	بیان صنعت ہجو ملیح	۱۰۵۷
۲۹۲	بیان صنعت تدارک و استدراک	۱۰۵۷
۲۹۳	بیان صنعت تسبیع و تلمیع	۱۰۵۸
۲۹۴	بیان صنعت تجاہل عارف	۱۰۵۹
۲۹۵	بیان صنعت لف نشر	۱۰۶۱
۲۹۶	بیان صنعت جمع	۱۰۶۳
۲۹۷	بیان صنعت تفریق	۱۰۶۵
۲۹۸	بیان صنعت تقسیم	۱۰۶۷
۲۹۹	بیان صنعت جمع و تفریق	۱۰۷۱
۳۰۰	بیان صنعت جمع و تقسیم	۱۰۷۲
۳۰۱	بیان صنعت جمع و تفریق و تقسیم	۱۰۷۳
۳۰۲	بیان صنعت رجوع	۱۰۷۵
۳۰۳	بیان صنعت حسن التعلیل	۱۰۷۶
۳۰۴	بیان صنعت مشاکلہ	۱۰۸۲
۳۰۵	بیان صنعت مزاوجہ	۱۰۸۳
۳۰۶	بیان صنعت عکس	۱۰۸۳
۳۰۷	بیان صنعت القول بالموجب	۱۰۸۷
۳۰۸	بیان صنعت احتجاج بدلیل	۱۰۸۸
۳۰۹	بیان صنعت استتباع	۱۰۹۳
۳۱۰	بیان صنعت ادماج	۱۰۹۳
۳۱۱	بیان صنعت مبالغہ	۱۰۹۵
۳۱۲	بیان صنعت تعجب	۱۰۹۸
۳۱۳	بیان صنعت جامع اللسانین	۱۰۹۹
۳۱۴	بیان صنعت ذو رویتین	۱۱۰۰
۳۱۵	بیان صنعت ذو ثلثہ	۱۱۰۰
۳۱۶	بیان صنعت ترجمۃ اللفظ	۱۱۰۱
۳۱۷	بیان صنعت مسلسل	۱۱۰۲
۳۱۸	بیان صنعت تقسیم مسلسل	۱۱۰۳
۳۱۹	بیان صنعت ایداع	۱۱۰۴
۳۲۰	بیان صنعت موقوف	۱۱۰۵
۳۲۱	بیان صنعت تطلیف	۱۱۰۶
۳۲۲	بیان صنعت سلب و ایجاب	۱۱۰۷
۳۲۳	بیان صنعت کلام جامع	۱۱۰۷
۳۲۴	بیان صنعت ایراد المثل	۱۱۱۰
۳۲۵	بیان صنعت استخدام	۱۱۱۱
۳۲۶	بیان صنعت الہزل الذی یراد بہ الجد	۱۱۱۲
۳۲۷	بیان صنعت تلمیح	۱۱۱۳
۳۲۸	بیان صنعت دو بحر	۱۱۱۸
۳۲۹	اقسام نثر و عیوب کلام و سرقات شعر	۱۱۱۹
۳۳۰	اقسام نثر باعتبار الفاظ	۱۱۱۹
۳۳۱	بیان مرجز	۱۱۱۹
۳۳۲	بیان نثر مقفی	۱۱۲۰
۳۳۳	بیان نثر مسجع	۱۱۲۱
۳۳۴	بیان نثر عاری	۱۱۲۲
۳۳۵	اقسام نثر باعتبار معنی	۱۱۲۶
۳۳۶	بیان سلیس سادہ	۱۱۲۷
۳۳۷	بیان رقیق سادہ	۱۱۲۸
۳۳۸	بیان سلیس رنگین	۱۱۲۸
۳۳۹	بیان رقیق رنگین	۱۱۳۰
۳۴۰	بیان عیوب کلام	۱۱۳۱
۳۴۱	تتمہ	۱۱۶۳
۳۴۲	بیان سرقات شعری	۱۱۶۴
۳۴۳	بیان سرقہ ظاہر	۱۱۷۷
۳۴۴	بیان سرقہ غیر ظاہر	۱۲۰۰
۳۴۵	بیان توارد	۱۲۱۶
۳۴۶	بیان تغا	۱۲۱۸
۳۴۷	بیان ملحقات سرقہ	۱۲۲۳
۳۴۸	بیان تضمین	۱۲۲۳
۳۴۹	بیان اقتباس	۱۲۲۶
۳۵۰	بیان عقد	۱۲۲۷
۳۵۱	بیان حل	۱۲۲۸
۳۵۲	بیان تصرف	۱۲۲۹
	خاتمہ	

مولانا محمد نجم الغنی صاحب مصنف کتاب ھذا

اشارات

از: ـــــــ امیر حسن نورانی

اُردو زبان میں ایک ایسی جامع کتاب کی ضرورت مسلّم ہے جسمیں ادب، انشاء، قواعد و بلاغت، معانی و بیان عروض و قوافی اور تمام دیگر ضروری معلومات یکجا ہوں، انگریزی کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی ایسی متعدد کتابیں موجود ہیں اُردو میں بعض رسائل ضرور مرتب کئے گئے ہیں لیکن کوئی جامع کتاب نظر سے نہیں گزری۔

پیش نظر کتاب "بحر الفصاحت" یقیناً مذکورہ ضرورت کو بڑی حد تک پورا کرتی ہو اور بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ اُردو زبان میں اس سے جامع کتاب اب تک کوئی شائع نہیں ہوئی، اس کتاب کے فاضل مولف مولانا نجم الغنی رامپوری نے اب سے چالیس سال قبل اس ضرورت کو محسوس کرکے اس دور کے ماحول و مذاق کے مطابق یہ گرانبہا کتاب تالیف کی تھی جس کی اہمیت اور افادیت اس دور میں بھی مسلّم ہے

کتاب کے لائق مولف علمی دنیا میں اچھی خاصی شہرت حاصل کرچکے ہیں، ایک طرف انھوں نے فن طب میں "خزینۃ الادویہ" جیسی بہترین اور ضخیم تصنیف پیش کی اور دوسری طرف فن تاریخ میں "تاریخ اودھ" اور "مذاہب الاسلام" جیسی عظیم الشان اور بے بہا کتابیں لکھیں پھر اسکے ساتھ ساتھ انھوں نے زبان و ادب کی خدمت بھی اس طرح انجام دی کہ اسکی نظیر ملنا مشکل ہے، فارسی میں "نہج الادب" کے نام سے مولانا موصوف نے بحر الفصاحت کے طرز میں ایک ہزار صفحات پر مشتمل ایک نادر کتاب تالیف فرمائی جس کو ہندستان سے زیادہ ایران و افغانستان میں مقبولیت حاصل ہوئی اور باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہو کہ اس کتاب کا ایران میں بھی ایک اڈیشن شائع ہوچکا ہے جسے راقم الحروف نے خود تو اب تک نہیں دیکھا، لیکن ایران میں اس کتاب کی مقبولیت کا حال بعض ایرانی احباب کی زبانی سُنا ہے۔

"بحر الفصاحت" کو اُردو زبان کی انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا، اگر اسکی ترتیب جدید طریقہ پر کردی جائے اور بعض ضروری باتوں کا اضافہ کردیا جائے تو یہ مکمل و جامع انسائیکلوپیڈیا بن سکتی ہے۔

کتاب کی ابتدا شعر کے جواز و عدم جواز کی بحث سے کی گئی ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے اس پر روشنی ڈالی ہے اسکے ضمن میں عربی، فارسی شاعری کی تاریخ و خصوصیات پر بھی روشنی ڈالی ہے، اس کے بعد اقسام نظم و نثر کا ذکر کرکے معانی و بیان، فصاحت و بلاغت، عروض و قوافی، قواعد و انشاء اور ان کے متعلقات کا ذکر بڑی شرح و بسط سے

کیا ہے، شامل ہیں اُردو کے باکمال شعراء کے کلام سے دی گئی ہیں، کئی ہزار اشعار مختلف عنوانات کے تحت اس میں درج ہیں، جن کو علیحدہ جمع کیا جائے تو ایک اچھا انتخاب ہو سکتا ہے۔

فاضل مؤلف لائق صد تحسین ہیں کہ انھوں نے بڑی محنت و عرق ریزی سے اُردو زبان و ادب میں ایک گراں قدر اضافہ کیا۔

"بحر الفصاحت" پہلی بار ۱۳۰۳ھ ہجری میں مطبع منشی نولکشور سے شائع ہوئی تھی جہاں رہ کر مولوی نجم الغنی نے اسکی تکمیل کی تھی، دوبارہ ۱۹۲۶ء میں اسی مطبع سے شائع ہوئی تھی، تیسری بار اسکی اشاعت کا اہتمام کیا گیا تھا مگر مکمل نہ ہو سکی، کچھ مطبوعہ اجزا رکھے تھے کچھ سابقہ ایڈیشن کے ناقص نسخے موجود تھے، ان سب کو یکجا کر سکا اور جو اجزا کم تھے ان کو دوبارہ طبع کرا کے پانچ سو نسخے مکمل کئے گئے۔

اس کتاب کی ضخامت بارہ سو صفحات سے زیادہ ہو لیکن اس میں فہرست مضامین موجود نہ تھی جسکی وجہ سے مختلف عنوانات کی تلاش میں بڑی زحمت ہوتی تھی، مطبع منشی نول کشور کے وارث و مالک راجہ رام کمار صاحب بھارگو نے مجھے اس اہم ضرورت کی طرف توجہ دلائی تو میں نے اسکی اہمیت کے پیش نظر فہرست مضامین مرتب کر دی لیکن چھوٹے چھوٹے ضمنی عنوانات کو پھر بھی طوالت کے خیال سے چھوڑنا پڑا، آخر میں ایک اشاریہ کا اضافہ بھی کر دیا ہے جس میں ان تمام شعراء کے نام حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کر دئے گئے ہیں جن کے اشعار کا انتخاب بحر الفصاحت میں موجود ہو اور ان کتابوں کے نام بھی درج ہیں جن کے حوالے جا بجا آئے ہیں، ان اضافوں سے کتاب کی افادیت میں کچھ نہ کچھ اضافہ ضرور اضافہ ضرور ہو گیا اور مجھے امید ہے کہ اہل ذوق اس کو پسند کریں گے۔

اس سلسلہ میں راجہ رام کمار بھارگو صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اُردو کی ایک ضخیم اور مفید کتاب کو ایسے شاندار طریقہ پر اہل ذوق کے سامنے پیش کرنے کا اہتمام کیا۔

امیر حسن نورانی

یکم فروری ۱۹۵۶ء

————

بحر الفصاحت

از

نجم الغنی رامپوری

ناشر

راجہ رام کمار بکڈپو لکھنؤ

وارث

نول کشور بکڈپو لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

حمد و ثنا شار بارگاہ ناظم مجموعۂ کن فکان شیرازہ بند اوراق زمین و آسمان ہے جس نے معشوق سخن کو بے خال و خط آراستہ و پیراستہ فرمایا اور شعرائے نو کہن کو مشاطگی عروس نظم میں ہمہ تن مصروف کیا شان اُس کی لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ہے (جل جلالہٗ) اور ہدیۂ نا محدود صلوٰۃ و درود اُس مطلع قصائد ایجاد و تکوین مخزن انوار صمدی معدن اسرار احدی کو سزاوار ہے جس کے پرتو نبوت نے رباعی دنیا کو نور ایمان سے بیت المعمور بنایا اور صفحۂ شش جہات عالم سے ظلمات کفر و شرک کو مثل حرف غلط کے مٹایا نام اُن کا محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور گوہر شاہوار تحیت اور لآلی آبدار منقبت تحفۂ آستان مقدس و جناب اقدس حضرات اہل بیت اطہار اور اصحاب کبار اور ائمہ عالی مقام اور اولیائے کرام رضی اللہ عنہم ہے جو ہنگام جواب ہر سوال کے جان فصاحت قالب تقریر میں ڈالتے اور وقت تفسیر آیۂ آسمانی کے قند و گلاب کے باہم ملاتے اُن کا ہر کلمہ رحمت کا باب ہے اور ہر فقرہ کلام مغفرت انتساب ہے ؎

سلطانِ کلام فصحا ہے سخن اُن کا	ہے ترجمۂ قرآن مبیں کا دہن اُن کا

بعد اس کے فقیر حقیر بندۂ ناچیز ابجد خوان دبستانِ نادانی محمد نجم الغنی خاں طلبگار افضال شجاعی المتخلص بہ نجم و نجمی ساکن رام پور ملک روہیلکھنڈ ابن مولوی محمد عبد الغنی ابن مولوی محمد عبد العلی خاں ابن مولوی محمد عبد الرحمن خاں ابن مولانا حاجی محمد سعید خاں برد اللہ مضجعہم عرض رسا ہے کہ اس مجموعۂ لطافت موج خیز دریائے بلاغت کو جس کا عرف **بحر الفصاحت** ہے اور تاریخی نام اس کا مقاصد البلغا (۱۲۹۹) ہے سنہ بارہ سو ننانوے ہجری میں تالیف کر کے سنہ ۱۳۰۳ ہجری میں چھپوایا تھا اب کہ تیرہ سو

بیتالیس ہین اسپر نظر ثالث کر کے بقدر ضرورت کمی و بیشی کی گئی ہے اس مین طالبین کے فائدے اور اور
اہل بصیرت کیلیے جواز و عدم جواز شعر اور حقیقت شعر عربی و فارسی و ریختہ (اُردو) و علم عروض و قافیہ و
علم معانی و بیان و بدیع وغیرہ کی چند باتین ضروری ایک صدف اور چار جزیرون مین لکھی گئی ہین صدف
حقیقت شاعری عربی و فارسی و اُردو و کیفیت زبان ریختہ و جواز و عدم جواز شعر و اقسام شعر کے بیان مین ہے
اور اس مین چھہ موتی ہین پہلا موتی شعر عربی و فارسی کی ایجاد اور شعر گوئی کے جواز و عدم جواز کے
بیان مین دوسرا موتی حقیقت اُردو اور شاعری ریختہ کے بیان مین تیسرا موتی شعر کی تعریف مین
چوتھا موتی شعر کی قسمون مین باعتبار اوصاف کے پانچوان موتی شعر کی تفصیل مین باعتبار
اقسام نظم کے چھٹا موتی اقسام نظم مین باعتبار مضمون کے پہلا جزیرہ عروض کے بیان مین اور اس
فن کو ہم چھہ فصلون مین لکھین گے اور ہر فصل کا نام جزیرے کی مناسبت سے شہر ہے پہلا شہر بحرون کی
ایجاد کے ذکر مین دوسرا شہر ارکان افاعیل اور بحرون کی ترکیب اور دائرون کے بیان مین تیسرا شہر
زحافون کے بیان مین چوتھا شہر تقطیع کے بیان مین اور حروف ملفوظی و مکتوبی کے ذکر مین پانچوان شہر
بحر دن کی تفصیل مین چھٹا شہر رباعی کے بیان مین دوسرا جزیرہ قافیے کے بیان مین اس کا حال پانچ شہرون
مین ذکر کیا جائے گا پہلا شہر حروف قافیہ کے بیان مین دوسرا شہر حروف قافیہ کی حرکتون کے ذکر مین
تیسرا شہر قافیے کے عیبون کے بیان مین - چوتھا شہر اقسام قافیہ مین باعتبار وزن کے -
پانچوان شہر ردیف کے بیان مین تیسرا جزیرہ فصاحت و بلاغت مین اس مین تین شہر ہین پہلا شہر
علم معانی کے بیان مین اور یہ شہر آٹھ باغ رکھتا ہے پہلا باغ اسناد خبری کے بیان مین دوسرا باغ
مسند الیہ کے حالات مین اس مین دو چمن ہین چمن اول مقتضاے ظاہر حال کے موافق مین چمن دوم
مقتضاے ظاہر حال کے خلاف مین تیسرا باغ مسند کے احوال مین چوتھا باغ متعلقات فعل کے بیان مین
پانچوان باغ قصر کے بیان مین چھٹا باغ - انشا کے حال مین ساتوان باغ فصل و وصل کے
حال مین آٹھوان باغ ایجاز و اطناب و مساوات کے بیان مین دوسرا شہر علم بیان کے ذکر مین اس مین
چار باغ ہین پہلا باغ تشبیہ کے بیان مین اس باغ مین چھہ چمن ہین پہلا چمن طرفین تشبیہ کے بیان
مین دوسرا چمن وجہ تشبیہ کے بیان مین تیسرا چمن غرض تشبیہ کے بیان مین چوتھا چمن اداۃ تشبیہ کے
بیان مین پانچوان چمن اقسام تشبیہ کے بیان مین چھٹا چمن بیان مراتب تشبیہ مین باعتبار قوت و ضعف
کے مبالغے مین دوسرا باغ استعارے کے ذکر مین اس مین پانچ چمن ہین پہلا چمن طرفین استعارہ
کے بیان مین دوسرا چمن وجہ جامع کے بیان مین تیسرا چمن استعارے کے بیان مین باعتبار مستعار منہ اور

مستعار لہ اور وجہ جامع کے چوتھا چمن استعارے کی قسمون کے بیان مین پانچوان چمن استعارے کے حُسن وخوبی کی شرائط مین تیسرا باغ مجاز مرسل کے بیان مین چوتھا باغ کنایے کی تصریح مین۔ تیسرا شہر علم بدیع کے احوال مین اس مین دو باغ ہین پہلا باغ صنائع لفظی کے بیان مین دوسرا باغ صنائع معنوی کے ذکر مین چوتھے جزیرے مین ایک شہر لطافت خیز اور دو صحراے وحشت انگیز ہین شہر اقسام نثر مین اور اس شہر مین دو باغ ہین پہلا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار الفاظ کے دوسرا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار معنے کے صحراے اول عیوب کلام مین صحراے دوم سرقات شعری کے بیان مین۔

اُمید ناظرین پر تمکین سے یہ ہے کہ ؎

جہان پائین طرز بیان کچھ خلاف ۔ مجھے رکھیں طعن زبان سے معاف
کہ شاعر نہین مین سخنور نہین ۔ زبان دان نہین نکتہ پرور نہین
نہ دعواے شیوا بیانی مجھے ۔ نہ لاف کمال معانی مجھے
نہ مین قابل اعتبار سخن ۔ نہ خواہان جاہ ووقار سخن

گو اپنے نزدیک غور وتامل کو کسی موقع پر معاف نہین رکھا لیکن بمقتضاے الانسان مرکب من الخطاء والنسیان سہو وخطا ہر شخص کی آب وگل مین سرشتہ ہے جس سے خطا نہو وہ آدمی نہین فرشتہ ہے اگر غلطی وسہو پائین تو اصحاب مروت کیش وارباب دور اندیش عیب پوشی کرین اور نگاہ لطف کی اصلاح سے محو فرمائین ؎

یہ زیر چرخ دیکھا مین نے اکثر ۔ ہزارون عیب جو ہین اک ہنرور
اگرچہ لالہ ہو غیرت وہ باغ ۔ ہزارون ہی نکالین عیب جو داغ
جواہر مین ہنر ہون گرچہ وافی ۔ جو دیکھین مو کرین بس موشگافی
ہمیشہ عیب جویون کا ہے یہ ڈھنگ ۔ کہ لعل بے بہا کو کہتے ہین سنگ

یہ تو یقین ہے کہ جو دانا اور دور اندیش ہین وہ بسبب اپنی بلند حوصلگی کے میرے کلام کی پستی کو اپنی طرف کھینچینگے اور بہ لحاظ من ضحک ضحک کے حاسدانہ مجھپر نہ ہنسین گے کہ اصل وماخذ میرے مقالات اساتذہ سلف وخلف ہے پس عیاذاً باللہ جس کسی نے نکتہ چینی اور اظہار عیب مین سعی کی تو اُسنے گویا دست گستاخ بدامن تحقیق اساتذہ مین مارا کہ مین اُنکا مقلد اور پیرو ہون۔
جب کبھی اس روضۂ ریاحین کی سیر ونظارہ سے حظ اُٹھائین مؤلف ہیچ میرز کو بدعاے فلاح دارین

یاد فرمائین کہ اسکے تالیف کرنے سے فقیر سراپا تقصیر کے یہی خاطر نشین ہے نہ غرض تحصیل تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مطبوع طبائع بلغاے آفاق کرے اور صاف درونان بے نفاق کی دستاویز بناے اور کور سودان ذی الشقاق زادہم اللہ مرض النفاق کی زہر بھری آنکھون سے محفوظ رکھے مصرع

اللہ نہ ڈالے کام کبھی نکتہ گیر سے

صدف بیان حقیقت شاعری عربی وفارسی واُردو وکیفیت زبان ریختہ وجواز وعدم جواز شعر واقسام شعر مین

اس مین تین موتی ہین۔

پہلا موتی شعر عربی وفارسی کی ایجاد اور شعر گوئی کے جواز وعدم جواز کے بیان مین

مرآت آفتاب نما۔ روضۃ الاحباب۔ تذکرۂ دولت شاہی۔ زین القصص۔ روضۃ الصفا کامل التواریخ اور تفسیر معالم التنزیل مین آیا ہے کہ شعر کی ابتدا آدم علیہ السلام سے ہے جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو حضرت آدم صفی اللہ نے اُسکے ماتم مین مرثیہ اشعار مین کہا تھا امیر خسرو دہلوی اسی معنی مین کہتے ہین ؎

ما ہمہ در اصل شاعر زادہ ایم	دل باین محنت نہ از خود دادہ ایم

مرزا صائب کا قول ؎

آنکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود	طبع موزون حجت فرزندی آدم بود

لیکن بعض اس امر کے منکر ہین وہ کہتے ہین کہ پیغمبر شعر گوئی سے مبرا ہین اور زمخشری بھی کہتا ہے کہ یہ روایت محض غلط ہے انبیا علیہم السلام اس بات سے معصوم ہین یہی قول امام فخر الدین رازی کا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس غم وریخ کے مرثیے کو زبان سُریانی مین نثر کے اندر ادا کیا تھا کیونکہ اُنکی زبان سُریانی تھی پھر اُس کا ترجمہ زبان سریانی سے زبان عربی مین شعر مین موزون ہوا چنانچہ یہ شعر ترجمہ کیے ہوے یعرب بن قحطان کے کتاب روضۃ الصفا تاریخ طبری اور روضۃ الاحباب وغیرہ مین منقول ہین ؎

تغیرت البلاد ومن علیہا	یعنی افسوس ہے میرے بیٹے ہابیل پر	ووجہ الارض مغبر قبیح	جو مقتول ہوا اور قبر نے اسکو اپنی آغوش مین لے لیا ہو
یعنی متغیر ہو گئے شہر اور اُنکے رہنے والے		اور روے زمین خراب اور گرد آلود ہے	
تغیر کل ذی طعم ولون		وقل بشاشۃ الوجہ الملیح	
یعنی بدل گئی ہر مزہ دار اور رنگ والی چیز		اور کم ہوگئی تازگی خوبصورت چہرے کی	
نواسفا علی ہابیل ابنی		قتیلا قد تضمنہ الضریح	

وجاورنا عدا ولیس یغنی	بعین لا یموت فنستریح
اور ہمسایہ ہوگیا ہے ہمارا وہ دشمن جو تھا نہیں	تا کہ ہم راحت پائین

زبانِ عربی اور ایجاد شعر عربی۔

قاسم بن سلام بغدادی نے لکھا ہے کہ شعر عربی کا موجد یعرب بن قحطان ہے چنانچہ یہ اُس کا کلام ہے

من الناس من اب وام	خلیف جهل وطیف علم
یعنی بعض لوگ اپنے ماں باپ کے یعنی پیدائشی طور پر	جہالت پسند ہین اور بعض علم دوست

اور بعض کہتے ہین کہ اشعر بن سبا یمنی اکثر کلام موزون بولا کرتا تھا اور لوگ اُسکے سخنہاے موزون کو شعر کہا کرتے تھے پھر شدہ شدہ لفظ شعر نے کلام موزون مقفی پر یہان تک اطلاق پایا کہ جس کسی نے ایسا کلام کہا وہ شاعر کہلایا۔ صاحب نزہتہ الناظرین کہتا ہے کہ بعض کے نزدیک عرب کا پہلا شاعر خلیجان بن ادہم کاتب ہود علیہ السلام ہے۔ بلحاظ زبان عرب کے دو طبقے مشہور ہین ایک عرب عاربہ دوسرا عرب مستعربہ اور تاریخی حالات کے اعتبار سے عرب چار طبقون پر اس طور سے تقسیم کیا گیا ہے (۱) عرب عاربہ یہ نام اُنکا اسلیے ہوا ہے کہ انکو عربیت مین بہت دخل تھا یا اس وجہ سے کہ یہی گروہ عربیت کا فاعل و موجد ہے اب اس گروہ کی نسل کا کوئی شخص جہان مین باقی نہین رہا (۲) عرب مستعربہ اس طبقے کو اس نام سے اسلیے موسوم کرتے ہین کہ کل اسما و لغات عربیہ اُن مین عرب کے طبقۂ اولے سے منقول ہوکر آئے ہین گویا یہ ایسے حال مین ہوگئے ہین کہ اس سے پیشتر اس حال پر اُنکے اہل نسب نہ تھے اور چونکہ عرب کا طبقہ اولے بہ نسبت انکے مقدم ترین گروہ سے تھا بایں لحاظ لغت عربیہ اُنکی اصلی زبان مانی گئی۔ اس طبقے کا مورث اعلیٰ قحطان ہے جسکے نسب مین اختلاف ہے بعض تو یہ کہتے ہین کہ یہ عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے اور کچھ لوگون کا خیال ہے کہ وہ یمن بن قیذار کا لڑکا ہے اور بعض کے نزدیک جناب اسماعیلؑ کی اولاد سے ہے بنو قحطان عرب عاربہ کے معاصر تھے اور یعرب بن قحطان اُنکے نامی اور عظیم الشان بادشاہون مین سے ہے اسی گروہ نے عرب عاربہ کا نام و نشان عالم ہستی کے صفحہ سے ایسا مٹایا کہ حشر تک نام کے سوا اُن کا نشان کہین ڈھونڈھنے سے بھی نہ مل سکے گا۔ بنی جرہم اسی طبقے مین شمار کیے جاتے ہین جن مین حضرت اسماعیلؑ نے پرورش پائی اور انھین سے عربی زبان سیکھی تھی ورنہ نہ وہ عرب کے رہنے والے تھے نہ انکی عربی زبان تھی (۳) عرب المتعرب اس گروہ کے مورث اعلیٰ حضرت اسماعیل ہین یہ طبقہ دوسرے طبقے سے نسبًا اور زمانًا بہت ہی قریب ہے (۴) عرب مستعجم وجہ تسمیہ اس گروہ کی یہ ہے کہ جب اسلام کی عالمگیر روشنی نے عرب کو شرک و الحاد کی تاریکی سے نکالکر ایک

طرز کی دولت و حکومت کی بنا ڈالی تو عجمیون کی مخالطت و مجالست نے اُنکی اُس زبان کو جو کہ اصلی مادری زبان کی قائم مقام ہو رہی تھی ایسا کچھ تغیر و تبدل کر دیا کہ بظاہر بالکل مخالف ہو گئی یہ طبقہ درحقیقت طبقۂ ثالثہ کی اولاد ہے۔

متقدمین مین عمدہ ترین شعراے عرب جریر اور ابو النواس فرزدق وغیرہ ہین اور متاخرین مین ابو الطیب متنبی۔ ابو نواس۔ اصمعی۔ ابو دلامہ ثعلب اور دعبل وغیرہ ہین۔ مگر جاہلیت کے کلام مثلاً سبعہ معلقہ اور دیوان حماسہ کے مرثیون کی بہ نسبت دیوان متنبی یا دوسرے مولدین کا کلام شکل پسند ہے نازک خیالیون اور بلند پروازیون سے بھرا ہوا ہے۔ زبان عربی کی سند اہل دیہات سے لی جاتی ہے اس لیے کہ شہرہاے مشہور مثل کعبۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ کی زبان غیر فصیح ہے سند کے لائق نہین کیونکہ ہر سال ملکون سے مختلف زبانون کے آدمی جمع ہوتے ہین اور اب وہان اکثر ہند بخارا افغانستان اور دیگر ممالک کے آدمی آباد ہین جو بسبب گذرنے ایک دو پشت کے عرب کی شکلون مین ہو گئے ہین ورنہ شیبی کلید بردار خانۂ کعبہ اور سقاے زمزم (یعنی بنی عباس) اور شریف مکہ یا خال خال اور دو چار گھر کے سوا کوئی عربی الاصل نہین مگر اہل بادیہ کہ محض عربی النسل ہین زبان اُن کی صحیح ہے اور عربیت مین جاہلون اور بدوُن کی گفتگو کی سند لیجاتی ہے۔

شعر زبان فارسی

شعر فارسی کی ابتدا بہرام گور سے ہے کہ ایک روز شکارگاہ مین شیر کو مار کر بے ساختہ یہ مصرع بول اُٹھا۔ مصرع منم آن پیل دمان و منم آن شیر یلہ ؎ دہین اُسکے وزیر نے جو نہایت ذکی ذہین حاضر جواب اور اُسکے ہمرکاب تھا مصرعہ ثانی سے جواب دیا مصرع نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ ؎ بعض کہتے ہین کہ مصرعۂ ثانی اُسکی معشوقہ دلارام نام نے جواب مین کہا تھا۔ صاحب نزہۃ الناظرین کہتا ہے کہ شعر فارسی کی ابتدا فرائرخ حکیم معاصر ضحاک سے ہے اور یہی قول معتبر معلوم ہوتا ہے صاحب فرہنگ انجمن آراے ناصری نے جو معتبر اہل زبان فارس سے ہے یہ دو شعر اُسکے اپنی کتاب مین نقل کیے ہین۔

جہان دانی ہمہ سمراد باشد
زسمر اوست گفتن نام سمراد

ترا گر فر یزدان داد باشد ؎
ہمہ سمراو ہم سمراو باشد

سابق مین اہل ایران شاعری سے بخوبی واقف نہ تھے جب ملک ایران اہل اسلام کے قبضے مین آیا تو اختلاط اہل عرب سے ایرانیون نے بھی مذاق شعر حاصل کیا اور اول دل مُلّا عباس مروزی نے خلیفہ مامون عباسی کی مدح مین دوسری صدی کے آخر مین زبان فارسی مین قصیدہ کہا جسکا مطلع یہ ہے۔ ؎

اے رسانیدہ بدولت فرق خود تا فرقدین — گسترانیدہ بجود و فضل در عالم یدین

اور بعض کہتے ہین کہ شعر فارسی کی ابتدا مسلمانون مین یعقوب بن لیث صفار سے ہے جسکا عہد سنہ دو سو اکاون مین تھا اور ایک گروہ کے نزدیک شعر فارسی کی ابتدا حکیم ابو حفص سغدی سے ہوئی جو تیسری صدی ہجری مین گذرا ہے شعر اول اُس کا یہ ہے ؎

آہوے کوہی در دشت چگونہ دودا — پا ندارد و بے یارے چگونہ رودا

ابتدا مین شعر گوئی خال خال اور بے مزہ تھی عہد سلاطین سامانیہ مین استاد رودکی سمرقندی پیدا ہوا اور زبان فارسی مین اول اُس نے دیوان جمع کیا اور طرح مدح گوئی کی بھی اُسی نے ڈالی پھر فردوسی وغیرہ ظاہر ہوے اور اسی زمانہ مین شعر عربی کا بھی بہت چرچا ہو گیا یہانتک کہ متنبی کوفی نے جو عمدہ ترین شعراے متاخرین سے تھا خوب داد سخنوری دی۔ سلطان محمود غزنوی کے عہد مین شاعری فارسی کی خوب پھیلی چنانچہ اُسکی سرکار مین تین سو شاعر نوکر تھے سرآمد اور منتخب اُنکے عنصری اور فردوسی تھے پھر رفتہ رفتہ رواج اُسکا زیادہ ہو گیا اور خاقانی۔ ثنائی۔ انوری۔ نظامی۔ سعدی۔ خسرو۔ فیضی۔ حافظ۔ جامی۔ ہلالی۔ فغانی۔ ظہوری۔ نظیری۔ عرفی۔ صائب۔ کلیم۔ سلیم۔ اور قدسی وغیرہ نے اپنے اپنے عہد مین حق سخنوری بخوبی ادا کیا اور اس فن کو کمال عروج پر پہونچایا اور ان مین سے ہر شاعر خاص ایک طرز مین ید طولےٰ رکھتا تھا مثلاً فردوسی رزم کا دھنی تھا اور اگرچہ وہ اس خاص صنف مین اسدی اور دقیقی کا پیرو ہے مگر دونون سے گوے سبقت لے گیا ہے نظامی بزم مین کمال رکھتا تھا اور سعدی موعظت مین جس طرح عرب کے شعرا مین امرءالقیس گھوڑے اور عورت کی تعریف اور عیش کے بیان مین مشہور تھا اور اعشےٰ حسن طلب اور وصف شراب مین ضرب المثل تھا اور اسی طرح ہر شاعر کی شہرت کسی خاص بیان کے ساتھ مخصوص تھی۔ رودکی فردوسی اور اسدی سے لیکر خاقانی و ثنائی و انوری وغیرہ تک دیکھا جاتا ہے تو ان کا کلام کسی قدر تفاوت سے ایک ہی ڈھنگ پر ہے ان مین کوئی فرق نہ تھا اگر تھا تو اُسیقدر جسقدر ہر شاعر مین اپنے خاص طبعی جذبات کے لحاظ سے اور دوسرے شاعر مین ہوتا ہے پھر سعدی شیرازی طرز خاص کے موجد ہوے اور غزل سرائی اگرچہ پہلے سے جاری تھی لیکن اُنکی غزلون مین جو فصاحت و سلاست و متانت پائی جاتی ہے کسی کی غزلون مین نہین خواجہ حافظ بھی اس صنف مین سعدی کے قدم بہ قدم چلے مگر سعدی سے بہت آگے نکل گئے جامی اور ہلالی وغیرہ نے انھین کی طرز اختیار کی امیر خسرو دہلوی اور مرزا اشرف جہان کی بھی وہی طرز ہے پھر فغانی کی نازک خیالی و شیوہ بیانی لوگون کو پسند آئی اور اُس کا تتبع ہوا ظہوری نظیری۔ عرفی وغیرہ کی یہی طرز ہے پھر صائب و کلیم و سلیم و قدسی وغیرہ نے اپنے اپنے عہد مین فن سخنوری کو رونق بخشی۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شعراے ایران کا کلام تین طرز پر ہے خاقانی اور انوری وغیرہ کا ایک طرز ہے ظہوری اور نظیری اور عرفی وغیرہ کا دوسرا طرز ہے صائب اور اُنکے امثال کا اور ڈھنگ ہے آخر مین دو طرزون کا زیادہ رواج ہوگیا تھا ایک نظیری و عرفی وغیرہ کی طرز جو اکبر کے زمانے سے شروع ہوئی تھی اور دوسرے مرزا بیدل کی طرز جو عالمگیر کے عہد مین شائع ہوئی اور علوی و صہبائی پر آکر ختم ہوگئی جو لوگ شعر فارسی مین کمال بہم پہونچانا چاہتے تھے وہ انھین دونون مین سے کوئی طرز اختیار کرتے تھے اگرچہ حافظ اور خسرو کی غزل اُن سے بہت زیادہ مقبول خاص و عام تھی مگر متاخرین کے یانون کو طرز جدید لگ گئی تھی جس مین قوت متخیلہ کی بلند پروازی کا وسیع میدان تھا۔ اہل زبان مرزا بیدل کی طرز کو ٹکسال باہر خیال کرتے ہین بلکہ آجکل تو نظیری و عرفی و ظہوری وغیرہ کی طرز کو بھی اہل زبان نام رکھتے ہین اور تسلیم نہین کرتے جیسا کہ رضا قلی خان ہدایت نے اپنے تذکرہ مجمع الفصحا مین تصریح کے ساتھ لکھا ہے سب قدما کی روش کو پسند کرتے ہین اور انھین کی تتبع کا دم بھرتے ہین حالانکہ اُنکے طبقے مین بڑے بڑے نامور شعرا گذرے ہین۔ جنکے کمال اور اُستادی کا انکار نہین ہوسکتا اسی وجہ سے آجکل کے شعراے ایران کے کلام مین بمقابلے اُن شعرا کے جنھون نے صفویہ اور مغلیہ کے عہد حکومت مین ایران یا ہندوستان مین علم امتیاز بلند کیا تھا روانی اور بے ساختہ پن زیادہ ہے۔

مقلد شعراے فارسی کے واسطے ایران اور توران دونون جگہ کی زبان سند ہے مگر تورانیون سے آذربائیجانیونکی زبان بہتر ہے اور اہل خراسان اہل آذربائیجان سے فصیح تر ہین اور شیراز کے لوگ فصیح ہین خراسان کے لوگون سے اور اہل صفاہان و طہران فصاحت مین مستند ہین تمام جہان کے فارسی دانون سے اشراف و اجلاف شہری و کوہی ایران کے سب صاحب زبان ہین بول چال مین ایک عامی اور مرزا صائب و قاآنی تینون برابر ہین کہ زبان دونون کی صحیح اور محاورہ فصیح ہے مگر اکثر اہل زبان بعض ہندیون کی طرح بعض حروف کے مخرج نہین پہچانتے چنانچہ ہر فرقے اور ہر قسم مین ایسے لوگ ہین کہ بعض مخرج نہین پہچانتے جیسے مخرج قاف کہ اسکو بہت سے لوگ ادا نہین کرسکتے پس ایسے لوگون کی زبان لائق سند نہین اور اگر شعراے ایران سے بحر و قافیہ مین کوئی خطا واقع ہو تو وہ بھی سند نہین البتہ تصرف کرنا اُن کا الفاظ عربی مین عجمی طور پر اور الفاظ عجمی مین عربی طور پر سند مانا جائیگا جس لفظ کو چار شعراے مشاہیر نے استعمال کیا ہو یا ایران کے دس موزون طبع شاعر باتفاق کرین یا علی العموم تلفظ کرتے ہون وہ سند ہے اگرچہ دراصل غلط ہو۔

جواز و عدم جواز شعر

نظم کی قدر و منزلت و فضیلت مین کسی کو کلام نہین ہے تقاضا بر احادیث مین اُسکی صفت آئی ہے

بسم اللہ فرقان فصاحت عنوان رسالۂ بلاغت محبوب خاص حکیم سخن آفرین حضرت رسول رب العالمین نے شعرا کی تعریف کرکے اُنکو عز و امتیاز بخشا ہے اور اُنکے نتائج طبع اور چکیدۂ قلم کو بلاحظہ کرکے خزانہ فیض سے صرۂ تحسین مرحمت فرمایا ہے یہ چند شعر کتاب منظر الحق کے شاہد مدعا ہین۔

در شرف شعر رسولؐ خدا — گفت بسے قول بمدح و ثنا
شعر کہ اصحاب نبیؐ گفتہ اند — چون در و یاقوت گہر سفتہ اند
شعر علیؓ گفت حسینؓ و حسنؓ — گفت انسؓ گفت اویس قرنؓ
شعر کہ حسان عرب گفتہ است — سید کونین پذیرفتہ است
منع ز اشعار نکردش نبیؐ — نہی از ان کار نکردش نبیؐ
بلکہ برد کرد ہزار آفرین — سید کونین رسولؐ امین

حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی بعثت سے قبل شعرا لوگ حکما کہلاتے تھے اور حدیث مین بھی شعر پر حکمت کا اطلاق ہوا ہے چنانچہ ابی بن کعب سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ جناب سرور کائناتؐ نے فرمایا ان من الشعر حکمۃ یعنے بعض شعر حکمت ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ عموماً سب شعر برے نہین بلکہ انمین سے فائدے کے بھی ہوتے ہین شعرا کی قدر تمام دنیا مین ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے سلطنتون نے ہمیشہ اُنکی عزت کی ہے اور قومون نے اُنکے دل بڑھائے ہین رودکی نے عہد دولت ملوک بنی ساسان مین اور عنصری نے عصر غزنویان مین اور معزی نے زمان سلجوقیان مین اور فیضی نے عہد اکبر مین اعلیٰ اعلیٰ رتبے پائے اور عہدہا جلیلہ اور مرتبت خاص سے سرفراز ہوئے میر حسن کہتا ہے۔

سخن کے طلبگار ہین عقلمند — سخن سے ہے نام نکویان بلند
سخن سے وہی شخص رکھتے ہین کام — جنھین چاہیے ساتھ نیکی کے نام
کہان رستم و گیو و افراسیاب — سخن سے رہی یاد یہ نقل خواب
رہے جب تلک داستان سخن — الٰہی رہین قدردان سخن

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے شعر کو داخل شریعت نہین کیا یعنی صاحب شریعت علیہ السلام کو شعر کہنا نہین سکھایا چنانچہ فرمایا ہے وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ان ہو الا ذکر و قرآن مبین جواب اسکا یہ ہے کہ یہ ارشاد فقط واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلیے ہے کہ کفار قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت دیکھکر حضورؐ کو شاعر گمان کرتے تھے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے بل قالوا اضغاث احلام بل افتراہ بل ہو شاعر (ترجمہ) بلکہ کہا انھون نے یہ قرآن پریشان خیال ہین بلکہ باندھ لیا ہے اسکو بلکہ وہ شاعر ہے حال آنکہ آپ شاعر

نہ کتے اگر فی الحقیقت شعر کہنا یا شاعرون کو اچھا جاننا معیوب ونا جائز ہوتا تو جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قصیدے پر صلہ تحسین عنایت نہ فرماتے اور اُنکی تعریف نکرتے۔ صاحب تذکرہ دولت شاہی کتاب شرف النبی سے نقل کرتا ہے کہ ایک روز حسان بن ثابت مداح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک بیت حضور کی مدح مین کہکر لائے جس سے نام نامی بطور تعمیہ کے نکلتا تھا اُس وقت دو کنیزین قبطیہ مجلس حضور مین حاضر تھین کہ مقوقس بادشاہ مصر و اسکندریہ نے برسم نذر و ہدیہ بھیجی تھین آپنے انمین سے ایک کنیز جسکا نام شیرین تھا اُس شعر معما کے صلے مین اُنکو بخشدی اور دوسری کنیز جس کا نام ماریہ ہے آپ کے تصرف مین رہی اور اُس سے ابراہیم پسر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے۔

صاحب مخزن الشعرا شعر کے سنت ہونیکی دلیل لاتا ہے اور بڑی تحقیق کے ساتھ لکھتا ہے کہ سنت کے لغوی معنی راہ و روش و عادت کے ہین اور اصطلاح مین وہ فعل ہے جسے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکی آل کرام اور صحابہ عظام نے عمل کیا ہو مگر کبھی قصداً ترک بھی کیا ہو پس یہ صفت شعر پر صادق آتی ہے اور مسنون ہونا اُس کا ثابت ہوتا ہے قطع نظر اسکے تمام علماے دین کا اسپر اتفاق ہے کہ جو بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کی ہو اور اُس کے کرنے کے واسطے بھی نہ فرمایا ہو اُسکا کرنا ممنوع نہین ہان اگر منع فرمایا ہو تو ممنوع ہے پس درصورتیکہ حضور نے شعر گوئی سے منع نہ فرمایا بلکہ خود فی البدیہ شعر کہا گو قصداً نہ کہا تو وہ کیونکر منع ہے صحیح بخاری و مسلم مین ابو اسحاق تابعی سے مروی ہے کہ اُنھون نے کہا کہ براء بن عازب صحابی کہتے تھے کہ حضرت نے جنگ حنین مین دلدل سے اُترکر اللہ تعالےٰ سے فتح اور مدد کی دعا مانگی اور یہ کہا ع

انا النبی لا کذب		انا بن عبد المطلب	

یعنے مین پیغمبر ہون کچھ جھوٹ نہین اس مین مین بیٹا ہون عبد المطلب کا لفظ کذب اور مطلب مین بائے موحدہ کو جزم ہے جیسے سجع اور نظم مین پڑھنے کا معمول ہے۔ اور بخاری و مسلم نے جندب سے روایت کی ہے کہ ایک لڑائی مین (اور وہ غزوہ احد ہے) جناب سرور کائنات کی اُنگلی زخمی ہوئی تو آپنے اُسوقت فرمایا ع

ھل انتِ الا اصبعٌ دمیتِ		و فی سبیل اللہ ما لقیتِ	

یعنی نہین ہے تو مگر اُنگلی کہ خون آلودہ ہوئی اور راہ خدا مین ہے وہ چیز کہ تو نے دیکھی اور جو کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے وما علمناہ الشعر جواب اسکا یہ ہے کہ شعر اصطلاح مین اُسے کہتے ہین جس کی موزونیت کا قصد کہنے والے نے کیا ہو اور یہ کلام آنحضرت سے وزن شعر پر طبیعت موزون کے اقتضاے صادر ہوا ہے مقصود بالذات نہین اور بعض نے کہا ہے کہ یہ رجز کے قبیل سے ہے اسکو داخل شعر نہین کر سکتے اور طیبی نے کہا کہ جو کوئی بطریق ندرت کے کبھی کبھی شعر کہے وہ شاعر نہین ہے اور اللہ تعالے کے اس قول

سے وعلمناہ الشعر مراد یہ ہے کہ آنحضرت شاعر نہیں ہیں اور برا اسے بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ غزوۂ خندق میں آنحضرت مٹی اُٹھا اُٹھا کر پھینکتے تھے یہانتک کہ حضرت کا شکم غبار آلودہ ہوا اس وقت آپ یہ اشعار پڑھنے لگے ۔ ؎

اشعار

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا	ولا تصدقنا ولا صلینا

یعنی خدا کی قسم اگر اللہ ہدایت نہ فرماتا تو ہم راہ راست نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے ؎

فانزلن سکینۃ علینا	وثبت الاقدام ان لاقینا

پس اے اللہ ہم پر آرام و آسایش اُتار اور جبکہ ہم کفار سے ملیں تو ہمارے قدم ثابت رکھ ؎

ان الاولی قد بغوا علینا	اذا ارادوا فتنۃ ابینا

تحقیق ان کفار مکہ نے ہم پر زیادتی کی ہے بسبب اسکے کہ جب وہ فتنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں ۔ آنحضرت نے کبھی کبھی اصلاح شعر بھی دی ہے چنانچہ قصیدۂ بانت سعاد مصنفہ کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کی اس بیت میں ؎

ان الرسول لسیف یستضاء بہ	مھند من سیف الھند مسلول

لسیف کی جگہ لنور اور سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ بدل دیا حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلاح دینے کی یہ وجہ ہے کہ کلام میں لفظ زائد نہ رہے کیونکہ ہند کے لوہے کی بنی ہوئی تلوار کو مہند کہتے ہیں پھر ہند کا ذکر زائد تھا پس یوں بہتر ہوا مصرع مہند من سیوف اللہ مسلول ۔ اور مروی ہے کہ جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو کعب بن زہیر نے دریافت حال کے لیے اپنے بھائی کو بھیجا وہ بسبب سابقہ معرفت کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور انکی ہدایت سے حضور اقدس میں حاضر ہوکر مسلمان ہوگیا کعب بن زہیر کو یہ بات ناگوار گذری کہ بغیر میرے مشورے کے کیوں مسلمان ہوا اور اپنے بھائی کو کچھ اشعار لکھ بھیجے انمیں سے ایک یہ ہے ؎

سقاک ابوبکر بکاس رویۃ	فانھلک المامور منھا وعلک

پلایا تجھے ابوبکر نے بڑا پیالہ پھر سیر کیا تجھکو مامور نے اُس سے اور مکرر کردیا مامور محاورے میں اُس شخص کو کہتے ہیں جس سے جن سے رابطہ ہو اور جن کا امر اسکو پہونچے یہ کنایہ کیا تھا اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور سوا سکے ہجویں بھی اُسنے کہی تھیں اس لیے خون اُس کا حضرت نے ہدر فرمایا تھا یعنی جہاں پائیں مار ڈالیں مگر وہ ہاتھ نہ آیا بعد فتح مکۂ معظمہ کے جب آپ مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو کعب بن زہیر بھی

بہ قصد حصول ملازمت روانہ ہوا رات کو چلتا اور دن کو چھپ رہتا ایک روز آپ مسجد مین تشریف رکھتے تھے ایکبارگی دروازۂ مسجد پر اونٹنی کو بٹھاکر آواز دی کہ مین کعب بن زہیر حاضر ہون اور کلمہ طیبہ پڑھکر شرف باسلام ہوا اور قصیدۂ بانت سعاد جو نعت مین لکھا تھا سنایا آپ بہت خوش ہوے اور ردائے مبارک صلہ مین عنایت فرمائی اور قصیدے کے شعر مذکورۂ بالا مین لسیف کی جگہ لنور اور سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ بدل دیا پھر آپنے کعب سے پوچھا کہ یہ شعر تراہی ہے۔ ؎

سقاك ابو بكر بكاس ردیه	فانهلك المامور منها وعلك

اُسی وقت کعب نے براہ ذہانت دو حرف اس شعر کے ایسے بدل دیے جس سے یہ شعر ہجو کا نرہا بلکہ مدح کا ہوگیا کہا مین نے ردیہ دال سے نہین کہا بلکہ رویہ واو سے کہا ہے جسکے معنی خوشگوار ہین اور ماموریے سے نہین کہا بلکہ نون سے کہا ہے مامون یعنی وہ شخص کہ امانت دار ہے خدا کی وحی مین آپ کعب کی حاضر جوابی اور جودت ذہن سے بہت راضی ہوے۔ صحیح بخاری و مسلم مین حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضہ مسجد مین حضرت حسان پر ایسی حالت مین گذرے کہ وہ شعر پڑھ رہے تھے آپ نے حسان کیطرف ترچھی نظرون سے دیکھا اُسوقت حضرت حسان بولے مین مسجد مین شعر پڑھتا تھا جبکہ وہ شخص ہوتا تھا جو تم سے بہتر ہے یعنی حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام مین لکھا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ مسجد مین شعر پڑھنا جائز ہے اور بعض حدیثون مین جو وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین شعر پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو اُن مین شعر سے وہ اشعار مراد ہین جن مین لغو مضمون اور لات و منات کی تعریف اور شرک کی باتین یا ہجو بزرگان دین ہو ورنہ مطلق اشعار کا پڑھنا ممنوع نہین ہے بجہ اور مزید توضیح ایک اور حدیث کا مضمون یہان لکھا جاتا ہے چنانچہ بخاری اور ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین ایک ممبر حسان کیواسطے رکھتے تھے کہ وہ اُسپر کھڑے ہوکر اشعار پڑھا کرتے تھے اور حضرت اُنکی تعریف کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ حسان کی تائید جبرئیل کے ساتھ کرتا ہے۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ جب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکے مین پہونچے تو ہنگام قضائے عمرہ حضرت ابن رواحہ آگے آگے اشعار متضمن عظمت و شوکت و نعت و صفت حضور پر نور پڑھتے جاتے تھے اور مضمون اُن اشعار کا یہ تھا کہ اے کفار مکہ راستہ خالی کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہین وہ آج تمکو بحکم خدا قتل کرینگے اور خوب سزا دینگے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو منع کیا کہ یہ موقع شعرخوانی کا نہین ہے تو حضور نے فرمایا منع نہ کر شعر اُسکے کفار کے واسطے تیر سے زیادہ کارگر ہین۔ اور عمر بن شرید سے مسلم نے روایت کی ہے کہ اُنکے باپ کہتے تھے کہ مین ایک روز حضرت کے

پیچھے سوار تھا آپنے فرمایا کہ تجھکو کوئی شعر امیہ بن صلت کا یاد ہے مین نے کہا ہان کہا پڑھو مین نے ایک شعر
پڑھا فرمایا اور پڑھو مین نے اور پڑھا فرمایا اور پڑھو مین نے اور پڑھا یہانتک کہ سو شعر پڑھے فرمایا اُسکی زبان
ایمان لائی اور دل کافر رہا یعنی زبان سے تو مضمون اچھے نکلے لیکن دل سے کفر اور حب دنیا نہ گئی۔
فائدہ اُمیہ ایک شخص تھا شاعر زمانۂ کفر وجاہلیت مین اُسکے اشعار مین حمد الٓہی اور مذمت دنیا کا مضمون
تھا۔ ابوہریرہؓ سے بخاری ومسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت نے لبید کا یہ مصرعہ مصرع الاکل شئے
ماخلا اللہ باطل ؎ (یعنی خبردار ہو ہر چیز اللہ کے سوا فانی ہے) سُنکر فرمایا کہ یہ نہایت سچا کلام ہے براؔ سے
بخاری ومسلم نے روایت کی ہے کہ جب بنی قریظہ کا آنحضرتؐ نے محاصرہ کیا تو حسان بن ثابت کو حکم دیا
کہ تم مشرکین کی ہجو کرو کہ تمھارے ساتھ جبریلؑ ہے۔ اور آنحضرتؐ حسان کو فرمایا کرتے تھے کہ کافرون کو میری
طرف سے جواب دو اور آپنے حسان کے حق مین دعا کی کہ بارخدایا تو حسان کو جبریلؑ کے ساتھ قوت دے
اور حضرت عائشہؓ سے مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت نے شعرا کو فرمایا تھا کہ تم کفار قریش کی ہجو کرو کیونکہ
وہ اُنپر تیر مارنے سے سخت تر ہے۔ اور آنحضرتؐ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حسان نے کفار کی ہجو کرکے
مسلمانون کو شفا دی اور خود بھی شفا پائی۔ احیاء العلوم مین لکھا ہے قالت عایشۃ رضی اللہ عنہا کان
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتناشدون عندہ الاشعار وھو یتبسم یعنی حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے اشعار پڑھتے تھے
اور آپ مُسکراتے تھے۔ بہرصورت شعر کے جواز مین کسی طرح کا شک نہین احادیث معتبرہ وروایات صحیحہ
مین اُسکے مسنون ومستحسن ہونیکے دلائل قویہ وارد ہین۔ اور ظاہر ہے کہ مبالغہ مقبول اور تشبیہ واستعارہ
معقول مثلاً معشوق کے مُنھ کو چاند سے مشابہ کرنا یا ممدوح کے گھوڑے کو ہوا سے تشبیہ دینا داخل کفر اور
جھوٹ نہین ایسے کلام کو سُنکر ہر آدمی جانتا ہے کہ معنی حقیقی مراد نہین تعریف منظور ہے اس طرح کی عبارتین
حدیث مین بھی آئی ہین جیسا کہ صحیح بخاری مین روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے
ابوطلحہ کے گھوڑے کو دریا فرمایا ہے اور جو مضمون ناروا ہے وہ نظم ونثر دونون مین لکھنا بُرا ہے۔ نظم ہی کی
خصوصیت نہین۔ حضرت عائشہؓ سے دار قطنی نے اور عروہ سے شافعی نے روایت کی ہے کہ جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کی نسبت فرمایا ہو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح یعنی وہ کلام
ہے کہ اچھا اُس مین سے اچھا ہے اور بُرا اُس مین سے بُرا ہے اور ابوداؤد نے صخر بن عبداللہ سے روایت
کی ہے کہ جناب سرور کائنات نے فرمایا ان من الشعر حکماً یعنی بعض شعر فائدہ مند ہے امام حجۃ الاسلام
شمس المفاخر والمعالی ابوحامد محمد غزالی احیاء العلوم مین فرماتے ہین الموزون المفہوم وزن دار کلام بامعنی۔

وهو الشعر اور اسی کا نام شعر ہے وذلك لا يخرج الا من حنجرة الانسان اور یہ نہیں نکلتا مگر گلوے انسان سے

فيقطع بإباحته پس اُسکے مباح ہونیکا حکم قطعی کیا جاتا ہے ذلك لانه ما زاد الا كونه مفهوماً یہ اسواسطے

کہ نہیں زیادہ ہوا اگر ہونا اُسکا بامعنی والكلام المفهوم غير حرام اور کلام بامعنی حرام نہیں ہے والصوت الطيب

الموزون غير حرام اور آواز خوش وزن دار بھی حرام نہیں ہے فاذا لم يحرم الآحاد فمن أين يحرم المجموع

پس جبکہ حرام نہیں رہی ایک ایک بات پس کہانسے حرام ہوگا مجموعہ نعم ينظر فيما يفهم منه ہاں اُسکے مضمون

مین دیکھا جائے گا فان كان فيه امر محظور حرم نثره ونظمه پس اگر اُس مین کوئی ممنوع بات ہے

حرام ہے نثر اور نظم دونون وحرم التصويت به سواء كان بالحان او لم يكن اور حرام ہے اس کا بولنا

خواہ نغمے اور خوش آوازی سے ہو یا بے نغمے کے والحق فيه ما قاله الشافعي رحمه الله تعالى

اذ قال الشعر كلام فحسنه حسن وقبيحه قبيح اور حق اس بارے مین وہ ہے جو شافعی رحمۃ اللہ نے

کہا ہے کہ شعر کلام ہے سو اچھا اُسکا اچھا ہے اور بُرا اُسکا بُرا ہے ومهما جاز انشاد الشعر بغير صوت والحان جاز

انشاده مع الالحان اور جبکہ شعر کا پڑھنا بغیر خوش آوازی اور نغمے کے جائز ہے تو اُس کا پڑھنا

خوش آوازی اور نغمے کے ساتھ بھی جائز ہوگا۔ فان افراد المباحات اذا اجتمعت كان ذلك المجموع

مباحاً اسلیے کہ جب ایک ایک چیز مباح جمع ہوئی تو مجموع بھی مباح ہوگا ومهما انضم مباح الى مباح لم يحرم

الا اذا تضمن المجموع محظوراً لا يتضمنه الآحاد اور جب ایک مباح دوسرے مباح کے ساتھ ملے تو حرام

نہیں مگر جبکہ مجموعہ ایسے امر ممنوع کا متضمن ہو جو آحاد مین نہو ولا محظور ههنا اور اس جگہ کوئی امر ممنوع نہین

وكيف ينكر انشاد الشعر وقد انشد بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم اور کیسے انکار

کیا جائے شعر کے پڑھنے سے درحالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا گیا وقال عليه السلام

ان من الشعر لحكمة اور آپنے فرمایا کہ بعض شعر مفید ہے وانشدت عائشة رضي الله عنها اور حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی شعر پڑھا ہے ان سب احادیث اور اقوال سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شعر کہنا

جائز بلکہ مسنون ہے مگر خلاف شرع اور واہیات مضامین باندھنا بالکل منع اور قطعاً ناجائز ہے اور شعرائے

یہ جو مشہور کر رکھا ہے کہ شعر مین جائز ہے جو کچھ چاہین کہین اور کہتے ہین يجوز للشاعر ما لا يجوز لغيره

یہ بات محض غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ مطلب اسکا یہ ہے کہ شاعر قادر سخن کو الفاظ مین بعض تصرف کرنا

قدرت کی رو سے جائز ہے نہ عجز کی رو سے جیسے کسی لفظ مین سے کوئی حرف گرا دینا یا زیادہ کر دینا یا

متحرک کو ساکن کر دینا یا ساکن کو متحرک وغیرہ وغیرہ۔

یہ بھی مخفی نرہے کہ جن لوگون نے اس حدیث مین حسنه حسن وقبيحه قبيح قبیح کے معنے مبالغے کے لیے

ہین اور مبالغے کو ناجائز قرار دیا ہے اُنکی غلط فہمی ہے قبیح سے مراد خلاف قرآن و حدیث کے مضمون باندھنا ہے۔ یہ مبالغے کا استعمال کرنا بس قبیح وہ شعر ہے کہ جس مین کوئی مضمون خلاف شرع باندھا جائے یا کسی آیت و حدیث کا مضمون غلط لکھا جائے یا بتون کی تعریف کی جائے یا کسی بزرگ اور پیشواے دین کی نسبت اُس مین بے ادبی ہو جیسے اس حدیث کا مضمون ولدت فی زمان الملک العادل منوچہر نے اس شعر مین غلط باندھا ہے۔

جہان نازد بعدل شاہ مسعود ۔۔۔ چو پیغمبر بنوشروان عادل

نعوذ باللہ ہادی سبل محبوب جزو کل مالک کون و مکان شہنشاہ زمین و زمان ختم المرسلین شفیع المذنبین کافر پر ناز کرتے ہان شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس مضمون کو صحیح باندھا ہے۔ ؎

سزد گر بدورانش نازم چنان ۔۔۔ کہ سید بدوران نوشیروان

حضور نے زمانہ نوشیروان پر ناز کیا تھا نہ ذات نوشیروان پر اسی طرح اپنی طرف سے بنا کر کہنا کہ حضرت نے یون فرمایا ہے یہ بھی منع اور داخل گناہ ہے جیسے یہ شعر۔ ؎

اکثر محمد مصطفےٰ محبوب و مطلوب خدا ۔۔۔ گفتے ورلغا حسرتا اے ماہ رمضان الوداع

قبیح ہے حضرت نے ایسا نہین فرمایا بس کسی قول و فعل کو بے سند حضرت کی طرف منسوب کرنا سب جھوٹ باندھنے مین داخل ہے اور کتب حدیث مین حضرت پر جھوٹ باندھنے کو کفر لکھا ہے اسی قبیل سے ہے یہ شعر ابوالفیض فیضی کی مثنوی نلدمن کا بارگاہ ابوالمظفر جلال الدین محمد اکبر کی تعریف مین۔ ؎

بر روے زمین و آسمان باز ۔۔۔ با درگہ کبریا ہم آواز

یعنے شاہ کی درگاہ زمین پر ہے اور باعتبار رفعت کے آسمان کے ساتھ بازی کرتی ہے اور درگاہ کبریا سے ہم آواز و مقابل ہے انہایت قبیح و خلاف ادب ہے۔ اسی عالم سے ہے یہ شعر انشا کا۔ ؎

اُس سے خلوت کی ٹھہر جاتی تو مین اللہ سے ۔۔۔ واسطے دو دن کے عرش کبریائی مانگتا

میر تقی

پارسا ہین جو جوان پیر ہدے کہتے ہین ۔۔۔ جو ولایت رکھے ہین شاہ ولا کہتے ہین
سالک مسلک ال راہ نما کہتے ہین ۔۔۔ ایک مولا کہے ہین ایک خدا کہتے ہین

یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

آفتاب فلک عز و علا تو ہی تھا ۔۔۔ چہرہ آرائے زمین اور سما تو ہی تھا
جانشینی پیمبر کے سزا تو ہی تھا ۔۔۔ قاب خاکی کے پردے مین خدا تو ہی تھا

یا علیؑ جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

اسی طرح میر صاحب حضرت علیؑ کی تعریف میں کہتے ہیں۔

کاڑھے طوفان بلاے تری ہمت نے پار	نوحؑ ممنون ہے یونس ہے ترا شکر گذار

ایضاً

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہے ہیں	سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہے ہیں

ایضاً

جانتے ہیں تجھی کو سب معبود	تھا زمین و زمان سے تو مقصود

مصحفی

دشوار ہے رتبے کو پیمبر کے پہونچنا	ہے موسی عمران بھی ہارون مرے آگے

حسرت در مدح امام موسی رضا

مرتبہ دربان کا ترے رکھتے ہیں عیسی و کلیم	قصر شاہی کا ترے کنگرہ ہے عرش عظیم

منت

گر اُس لب جان بخش کی اک بات سناؤن	عیسی بھی جو کچھ بولے تو صلوات سناؤن

ناسخ حضرت امام حسین کی تعریف مین کہتے ہین۔

تعریف کرون کیا مین شہ والا کی	موسے کی ہے کچھ قدر نہ یان عیسی کی

حسام الدین حیدر خان حیدر

ملک خصال پری وش فرشتہ خو کستا	مجال تھی کہ سگ یار کو مین تو کہتا

علی حزین منقبت امیر المومنین علی مین لکھتے ہین

سومنات محبت تو بود	فارغ از رسم محفل آرائی

ان اشعار مین کمال گستاخی جناب کبریا مین اور اہانت پیغمبران جلیل القدر اور ملائکہ کی اور بے ادبی جناب ولایت مآب مین نکلتی ہے اسی قبیل کے ہے یہ شعر امیر مینائی کا

جب وہ بُت ہی نہین جنت مین تو جنت کیسی	ایسی جنت سے تو دوزخ مین خدا رہنے دے

مہدی حسین خان آباد

کر دیا مُردون کو زندہ اے وصی مصطفےٰ	آپکے اعجاز نے عیسے کو حیران کر دیا

ایسے ہی شعرون کی نسبت کہا گیا ہے الشعر من مزامیر ابلیس شاعر کو چاہیے کہ حق بات کو ہاتھ

سے ندے اور پابندی شرع کی لازم سمجھے اور ظالم و فاسق کی جھوٹی باتون کی تعریف و تصدیق نہ کرے اور ایسا وصف بیان نہ کرے جس کو خوب نہ جانتا ہو اور اگر کسی کی جھوٹی تعریف کی تو سامعین اشعار بلکہ خود ممدوح خوشامدی و دروغ گو تصور کرینگے اور خدا کے ہان جھوٹون کے دفتر مین لکھا جائیگا اور جھوٹ کی برائی ہر شخص پر ظاہر ہے اگر ممدوح اس جھوٹی تعریف کو اپنی نسبت صحیح سمجھ کر مداح سے خوش ہوگا تو لوگون کی نظرون مین دونون احمق دکھلائین گے اور مداح پر ممدوح کے حمق کا گناہ لازم آئے اور ادھر اسکی طبیعت سے راستی دور ہوتی جائے گی اور اُدھر جھوٹی اور بے سر و پا باتین وزن و قافیہ کے دلکش پیرایے مین سنتے سنتے سوسائٹی کے مذاق مین زہر گھلتا جائے گا حقائق و واقعات سے لوگون کو روز بروز مناسبت کم ہوتی جائے گی جھوٹی تعریف کرنے والا اپنے دل مین خود بھی جانتا ہے کہ ممدوح مین یہ صفت نہین ہے جو مین بیان کرتا ہون پس یہ ظاہر داری و مکاری بلکہ ٹھیک علامت نفاق کی ہے اور یہ بات عقلاً ناروا اور شرعاً گناہ ہے قطع نظر ان سب باتون کے جھوٹی تعریف کرنا کمال درجہ کی چاپلوسی ہے اور شاعرون کو جس طرح فحش اور بے تہذیبی سے احتراز واجب ہے ایسے ہی خوشامد و چاپلوسی اور حد سے زیادہ مدح کرنا بھی نازیبا ہے الشعراء کذاب ایسے ہی شعرا کے حق مین آیا ہے۔

تفسیر تیسیر مین لکھا ہے کہ دو شاعر حضرت خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام کی اہانت اور اسلام کی مذمت مین شعر کہا کرتے تھے اور مشرک انکے شعر پڑھتے پھرتے تھے انکے حق مین آیۂ والشعراء یتبعہم الغاوون الخ نازل ہوئی پس جو شاعر اپنے شعر مین ایسا مضمون لکھے جس مین اہانت کسی پیغمبر یا دین اسلام کی یا کچھ بے ادبی خدا تعالیٰ کی جناب مین ظاہر ہو وہ مصداق اس آیت کا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابن رواحہ وغیرہ شعرا و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم بھی تو شاعر ہین اور حق سبحانہ تعالےٰ ہمین شاعر جانتا ہے بلکہ ابن رواحہ نے کہا کہ مین اس وصف مین مرنا نہین چاہتا آپنے فرمایا تم اُن شاعرون مین نہین جو غاوی ہین بلکہ تم غازی ہو اسلیے کہ مومن شمشیر کے ساتھ جہاد کرتا ہے یا زبان کے ساتھ پس جو شعر تم مذمت کفار مین کہتے ہو وہ انکو تیر و سنان سے سخت تر ہین اُسی وقت آیہ کریمہ الا الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیراً نازل ہوئی رسالۂ شان نزول آیات قرآنی مین مذکور ہے کہ یہ آیت ناسخ ہے آیت والشعراء الخ کی ؎

شاعران را گرچہ غاوی خواند در قرآن خدا	ہست از ایشان بقرآن ظاہرا استثنا ما

ہمارے واجب الرحم علما مذمت شعر و شاعری مین آیۂ کریمہ والشعراء یتبعہم الغاوون الم تر انہم فی کل واد یہیمون و انہم یقولون ما لا یفعلون بطور دلیل تو لے آتے ہین مگر استثنا یعنی آیۂ آخر سے تجاہل عارفانہ کرتے

ہین اور وہ یہ ہے اِلّا الذین امنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من بعد ما ظلموا و
سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (ترجمہ پوری آیت کا) اور شاعر پیروی کرتے ہین اُنکی گمراہ تو نے
نہین دیکھا کہ وہ ہر میدان مین سر مارتے پھرتے ہین اور کہتے ہین جو کچھ نہین کرتے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور
نیکیان کین اور یاد کیا اللہ کو بہت اور بدلا لیا بعد اُسکے کہ انپر ظلم ہوا اور جلد معلوم کرینگے ظلم کرنے والے کو کس
کروٹ اُلٹتے ہین۔ کافر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی کاہن بتاتے تھے کبھی شاعر کہتے تے اور نبوت کے منکر تھے
سو اس سے پہلی آیت مین اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کاہن مین فرق بیان فرمایا اور
اس آیت مین درمیان حضور کے اور شعراے عرب کے جو بیہودہ باتین بکا کرتے تھے اور لات ومنات وغیرہ
کی تعریف لکھا کرتے تھے فرق بتلایا کہ شعرا گمراہی کی پیروی کرتے ہین اور یہ دو طرح سے ایک یہ کہ ہر جنگل مین
پھرتے ہین یعنی طرح طرح کے بیہودہ مضامین لکھتے ہین کبھی کچھ کہتے ہین کبھی کچھ ایک بات پر قائم نہین تھے اور ان باتون سے
کوئی شخص ہدایت نہین پاتا بخلاف آنحضرت ؐ کے کہ وہ اول سے آخر تک ایک ہی بات ہے کہ دعوت الی اللہ
فرماتے ہین اور اس سے لوگ راہ راست پر آتے ہین دوسرے یہ کہ وہ جو کچھ کہتے ہین وہ نہین کرتے یہ بھی علامت
گمراہی کی ہے بخلاف آنحضرت ؐ کے کہ وہ خود بھی وہی کرتے ہین جو اورون سے کہتے ہین یعنی توحید باری تعالیٰ
اور عبادت معبود برحق اور ترک شرک ومعاصی وغیرہ اور باز رہنا افعال واوصاف ذمیمہ سے تعلیم فرماتے ہین
اور خود بھی ان اوصاف حمیدہ سے متصف ہین مگر یہ بُرائیان جو اوپر بیان کی گئین اُنسے وہ شعرا مستثنیٰ ہین
جو ایمان دار ہون اور افعال اُنکے صالح ہون اور شعر اون کے توحید ونبوت ودعوت خلق الی اللہ اور
ایسی باتون سے مملو ہون جو سچی ہون اور یاد الٰہی سے غافل رکھنے والے نہون اور کسی کی ہجو نہ کرتے ہون
مگر کوئی ہجو کرے تو اُسکو جواب دینے مین مضائقہ نہین ہے اور اس مین بھی شرط یہ ہے کہ زیادتی نہ ہو۔
ھکذا استفاد من مفاتیح الغیب۔

صاحب مرآۃ الخیال کہتا ہے کہ کلام ملک العلام اکثر جگہ وزن شعر پر ہے اور اُس مین صنعت شعری
پائی جاتی ہے پس یہ قول بعض کا کہ کلام الٰہی مین نظم مفقود ہے مردود ہے (۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
بحر سریع مین ایک مصرع موزون ہے بروزن مفتعلن مفتعلن فاعلان ؎

بسم اللہ ایکہ منکر شعری بگو جواب	موزون چراست انچہ بقرآن مقدم است

اور اسی کے بحر و وزن مین سورۂ طٰہٰ کی یہ آیت ہے قال فما خطبک یا سامری بروزن مفتعلن
مفتعلن فاعلن (۲) انا اعطیناک الکوثر بحر متدارک مین ایک مصرع موزون ہے بروزن فعلن
فعلن فعلن فعلن بسکون عین (۳) یہ آیات بحر رمل کے وزن پر ہین لن تنالوا البر حتی تنفقوا بروزن فاعلاتن

فاعلاتن فاعلن اسی طرح ثم اقررتم وانتم تشہدون اسی طرح ثم انتم ھؤلاء تقتلون اور سورۂ
سبا کی یہ آیت بھی اسی بحر کے وزن مین ہے وجفان کالجواب وقدور راسیات بروزن فعلاتن
فاعلان دو بار (۴) سورۂ کہف کی یہ آیت بحر طویل مین ہے فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر
بروزن فعولن مفاعیل فعولن مفاعیل (۵) بحر متقارب مین سورۂ اعراف کی آیت ہے واملی لھم ان کیدی
متین بروزن فعولن فعولن فعولن فعول (ایضاً) ویرزقہ من حیث لا یحتسب (۶) بحر ہزج مین سورۂ یوسف کی
یہ آیت ہے تاللہ لقد آثرک اللہ علینا بروزن مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن (۷) بحر منسرح مین سورۂ دہر
کی یہ آیت ہے انا خلقنا الانسان من نطفۃ بروزن مستفعلن مفعولات مستفعلن (۸) بحر مضارع مین سورۂ
مومن کی یہ آیت ہے یوم التناد یوم تولون مدبرین بروزن مفعول فاعلات مفاعیل فاع لان (۹)
بحر مدید مین سورۂ مومنون کی یہ آیت ہے اصنع الفلک باعیننا بروزن فاعلاتن فعلن فعلن بعین متحرک
(۱۰) بحر بسیط مین سورۂ انفال کی یہ آیت ہے لیقضی اللہ امرا کان مفعولا بروزن مفاعلن فاعلن
مستفعلن فعلن بسکون عین (۱۱) بحر وافر مین سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے ویخزھم وینصرکم علیھم ویشف
صدور قوم مومنین مفاعلتن مفاعلتن فعولن ٭ مفاعلتن مفاعیلن فعولن (۱۲) اور بحر کامل مین یہ
آیت ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم بروزن متفاعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلان ۔
(۱۳) بحر خفیف مین یہ آیت ہے ارایت الذی یکذب بالدین فذلک الذی یدع الیتیم (۱۴)
اور بحر مقتضب مین یہ آیت ہے فی قلوبھم مرض (۱۵) بحر مجتث مین سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے
مطوعین من المومنین فی الصدقات (۱۶) بحر رجز مین یہ آیت سورۂ دہر کی ہے ودانیۃ
علیھم ظلالھا وذللت قطوفھا تذلیلا ۔

مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ جو آیتین کلام الٰہی کی یا حدیثین موزون ہین وہ شعر نہین اسلیے کہ شعر وہ
کلام مقفے ہے جو بقصد شعر موزون کیا جائے پس جو آیات موزون ہین اگرچہ بلا قصد موزون ہونا ذات
باری تعالیٰ کی طرف منسوب نہین ہو سکتا اور نہین کہہ سکتے کہ اُس جناب اقدس سے بلا قصد موزون ہو گئے
ہون اور اُسپر اطلاع نہوئی ہو معاذ اللہ لیکن بقصد شعر موزون نہین فرمایا پس شعر نہوئین اور اگر بقصد
شعر موزون کرنے کی قید نہ لگائی جائے تو اصطلاحاً شعر کہنا جائز ہے لیکن چونکہ اکثر شعر مین مبالغہ و کذب ہوتا
ہے اور کلام الٰہی ان اُمور سے پاک ہے لہذا شعر کا اطلاق ادب کی رو سے منع ہوا انتہیٰ بعض کا قول ہے
کہ قصد متکلم شعر مین لازم نہین لیکن میر شمس الدین فقیر مصنف حدائق البلاغت کہتے ہین کہ یہ قول مردود
ہے اسلیے کہ جہان مین کوئی ایسا متکلم نہوگا کہ کبھی نہ کبھی اُسکی زبان سے بے قصد کلام موزون سرزد

نہوجاے پس جب قید قصد کی موزون کرنے مین نہوئی تو ہر متکلم کو شاعر کہنے لگین حالانکہ ایسا نہین -
آب حیات مین لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص کی پگڑی بے ڈھنگی بندھی تھی نواب سعادت علی خان
والی اودھ کی زبان سے اُسکی نسبت یہ مصرع نکل گیا ۔ پگڑی تو نہین ہے یہ فرانسیس کی ٹوپی ہے
حالانکہ نواب سعادت علی خان کو کوئی شاعر نہین کہتا اور نہ اُنکو خود شاعر ہونے کا دعوی تھا مرزا رحیم بیگ
مخزن الشعرا مین لکھتے ہین کہ ذات شعر مین قصد کو دخل نہین اگر بلا قصد شعر موزون ہوجائیگا تو فی البدیہ
سمجھا جائےگا مگر میرے نزدیک یہ آیات شعر مین داخل نہین نثر مرجز کے قبیل سے ہین جس مین شعر کا وزن
ہوتا ہے اور قافیہ نہین ہوتا - پس اب یہ کہین گے کہ یہ آیات رب العزت نے قصداً نثر مرجز مین فرمائی
ہین نہ فی البدیہ شعر ہین نہ بالقصد شعر ہین اگر شعر ہوتین تو کسی جگہ تو ایسی موزون آیات کے دو دو
مصرع برابر واقع ہوتے بلکہ جہان ہے موزون ایک فقرہ ہے - مولانا غلام علی آزاد خزانہ عامرہ مین لکھتے ہین
کہ اگرچہ کلام موزون کا صدور اول متکلم قدیم یعنی جناب باری عزاسمہٗ سے ہے لیکن چونکہ اسماے الٰہی توقیفی
ہین اسلیے شاعر کا اطلاق اُس ذات متعالی پر نہین ہوسکتا - یاد رکھو کہ اسماے الٰہی کے توقیفی ہونے سے
یہ مراد ہے کہ اُس ذات پاک پر کسی نام کا اطلاق حقیقۃً اور مجازاً بغیر اذن شارع کے درست نہین مولوی عبدالحق
محدث دہلوی اور ملا علی قاری شروح مشکوٰۃ مین کہتے ہین کہ جو کچھ قرآن مجید و حدیث مین موزون واقع ہوا
ہے مقصود بالذات نہین -

بالجملہ شعر کا وجود و جواز قبل زمانۂ حضور پُرنور سے اور خاص عہد بابرکت مین بہ تشریح متذکرۂ بالا ثابت
ہوگیا اور بعد مین بھی شعر کہنا صحابۂ کرام اور اہل بیت عظام کا ظاہر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بسبب
نہ آگاہ ہونے فن شعر سے تاسف ظاہر فرمایا ہے ابن جوزی سے مروی ہے سمع عمر بن الخطاب متمما اخا
مالک بن نویرۃ یندب اخاہ و یقول الشعر فقال یالیتنی اقول الشعر فاندب اخی زیدا (ترجمہ)
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سُنا کہ متمم برادر مالک بن نویرۃ اشعار کہتا ہے اور اُس مین اپنے بھائی کے
محاسن و خوبیان بیان کرکے روتا ہے فرمایا کاشکے مین بھی شعر کہتا ہوتا کہ اپنے بھائی زید پر روتا اور اُس کی
خوبیان بیان کرتا صاحب مخزن الشعرا نے ایک شعر حضرت ابوہریرہ کا نقل کرکے لکھا ہے کہ یہ بیت حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماتم مین کہی تھی بڑے تعجب کی بات ہے یہ نہ خیال کیا کہ آپ وقت شہادت حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عالم مین کب تشریف رکھتے تھے بلکہ حضرت عمر فاروق بھی رونق افروز
خلد برین ہوچکے تھے دراصل وہ شعر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے اور کیفیت مفصل اُس شعر کی یہ ہے
کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے سے چھوارے دن مین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سپلے

دعاے برکت فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ ان چھوارون کو اپنے توشہ دان مین ڈال رکھیو اُن چھوارون مین ایسی برکت ہوئی کہ قریب تیس برس کے خرچ ہوتے رہے اور منون چھوارے اللہ کی راہ مین دیے مگر گم ہوے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن وہ توشہ دان کھو گیا اور ابوہریرہ کو نہایت رنج ہوا اور یہ شعر کہا۔

للناس ھمٌّ ولی ھمّان … فقد الجراب وقتل الشیخ عثمان

یعنی لوگون کو ایک غم ہے اور مجکو دو غم ہین ایک گم جانے توشہ دان کا دوسرا شہادت حضرت عثمان کا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دیوان مشہور ہے جسکی شرح بڑے طول و بسط کے ساتھ قاضی حسین بن معین الدین میبذی صاحب شرح ہدایت الحکمۃ نے لکھی ہے یہان پر چند شعر تیمناً و تبرکاً لکھے جاتے ہین۔

دع ذکرھن فما لھن وفاءٌ … ریح الصبا وعھودھن سواءٌ
یکسرن قلبک ثم لا یجبرنہ … وقلوبھن من الوفاء خلاءٌ

(ترجمہ) چھوڑ ذکر اُنکا یعنی عورتونکا اسلیے کہ اُن مین وفا نہین ہوا کا جھونکا اور اُنکا عہد و پیمان برابر ہے تیرے دل کو توڑینگی پھر نہ جوڑینگی اُنکا دل وفا سے خالی ہے۔

قال المنجم والطبیب کلاھما … لن تحشر الاموات قلت الیکما
ان صح قولکما فلست بخاسرٍ … وان صح قولی فالخسار علیکما

(ترجمہ) کہا منجم اور طبیب دونون نے کہ مردے ہرگز نہ اٹھین گے۔ کہا مین نے دُور ہو اگر تمھاری بات سچی نکلے تو مجھے نقصان نہین ہو سکتا اور اگر میری بات سچ ہوئی تو تمکو نقصان ہوگا۔ امام غزالی نے یہ دو شعر ابوالعلاے معری کی طرف منسوب کیے ہین لیکن شیخ العارفین امام محی الدین قدس سرہ فتوحات مین فرماتے ہین کہ امیر المومنین علی کے ہین چنانچہ شرح مذکور مین بھی مندرج ہین۔

اور کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ جناب سیدۃ النسا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اشعار کہے ہین چنانچہ روایت ہے کہ جب روح مطہر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خاکدان ظلمانی سے عالم نورانی کی طرف تشریف فرما ہو کر رونق افزاے اعلی علیین ہوئی تو حضرت سیدۃ النسا کو ایسا الم ہوا کہ حیطہ تحریر و تقریر سے باہر ہے بعد دفن کے قبر مبارک پر تشریف لائین اور تھوڑی سی مٹی وہان کی اُٹھا کر سونگھی اور یہ اشعار پڑھے۔

ماذا علی من شم تربۃ احمدا … ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انھا … صبت علی الایام صرن لیالیا

(ترجمہ) کیا چاہیے اُسے جو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت کو سونگھے اسکو یہ چاہیے کہ عمر بھر کوئی خوشبو نہ سونگھے

بھیر وہ مصیبتین پڑین کہ جو دنون پر پڑتین تو دنون کی راتین ہوجاتین۔

اور حضرت سید الشہدا علیہ السلام مقام رجز مین فرماتے ہین۔

ثم امی فانا ابن الخیرتین	خیر اللہ من الخلق ابی

یعنی میرا باپ بہترین مخلوق خدا ہے اور ماں بھی اِس مین دو اچھون کا بیٹا ہون۔

حضرت عباس بن امیر المومنین علیؑ فرماتے ہین۔

لاحمین صابرا عن دینی	واللہ لو قطعتم یمینی

یعنی قسم خدا کی اگرچہ میرا ہاتھ تمنے کاٹ ڈالا لیکن مین لوگون کو اپنے دین سے بچاؤنگا یعنی دین پر جو حملات ہین مین اُسپر کمی نہین کرونگا۔

حضرت علیؑ اکبر فرماتے ہین۔ ؎

نحن و بیت اللہ اولی بالنبی	انا علی بن حسین بن علی

یعنی مین بیٹا حسین بن علی کا ہون قسم ہے بیت اللہ کی ہم نبی سے بہت قربت رکھتے ہین۔ ؎

امام زین العابدینؑ فرماتے ہین۔

ماذا فعلتم و انتم خیر الامم	ماذا تقولون اذ قال النبی لکم

یعنی کیا جواب دوگے جب نبی تمسے فرمائین گے کہ تمنے کیا کیا حالانکہ تم خیر الامم تھے۔

روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے لشکر واسطے جہاد نوشیروانیون کے روانہ کیا تو جو لوگ شعر کے فن مین مہارت رکھتے تھے اُنسے فرمایا کہ ایسے اشعار جو غازیون کی طبیعت کو تیز اور مستعد تجویز کرین شعراء چنانچہ شعراء اور غازیون نے ایسا ہی کیا۔ تذکرۃ الاولیا مین لکھا ہے کہ حضرت ابو العباس اساری مرید حضرت ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے تھے کہ اگر نماز بے قرآن کے روا ہوتی تو اس شعر سے روا ہوتی۔ ؎

ان یُریٰ فی الحیوۃ طلعت حُر	اتمنے علی الزمان محالا

یعنی زمانے سے توفیق چاہتا ہون یہ کہ دیکھی جاے زندگی مین صورت آزاد مرد کی۔

شعر محمود و مذموم

اس حدیث سے کہ الشعر ہو کلام فحسنہ حسن و قبیحہ قبیح یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ بعض شعر محمود ہے اور بعض مذموم ہے۔ محمود وہ ہے جس مین کوئی امر خلاف شرع نہو اور واہیات مضامین اور لاطائل و بے فائدہ باتون سے خالی ہو اور غلو سے پاک ہو اور اُس مین ظالمون اور فاسقون کی خوشامد نہو اور مذموم وہ شعر ہے جس مین اس قسم کی باتین ہون اور جسطرح شعر کی دو قسمین ہوئین شعرا کی بھی دو قسمین ہونگی ایک فرقہ محمودہ

اور اس مین وہ شعرا داخل ہین جنکے شعرون مین مضمون احسن و پاکیزہ اور نہایت عمدہ ہو جسکے سُننے سے بے اختیار کلمات تحسین و آفرین زبان سے نکلین اور اُنکے کلام مین کوئی بے تہذیبی اور خلاف شرع بات نہ ہو دوسرا **فرقۂ مذمومہ** اس مین وہ لوگ ہین جنکے شعر قبیح بزرگون کی ہجو اور کلمات تہتک اسلام اور استہزاے شریعت اور مزخرفات و واہیات سے پُر ہون اور ہزلیات سے مملو ہون۔

ہر شاعر کو اس بات کا لحاظ رکھنا ضرور ہے کہ بیہودہ کلمات اور مجری بات زبان سے نہ نکالے اور دشنام و ہجو و ملامت سے پرہیز کرے ترمذی نے ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا حیا اور بات لحاظ کرکے کہنا دو شاخین ہین ایمان کی اور فحش و بدزبانی اور بے دھڑک بات کہنا دو شاخین ہین نفاق کی بعض شعراے متقدمین نے جو کلمات پند و نصائح ظرافت و ہزل بازی مین دانستہ مشتہر کیے ہین وہ صاحب دلون کے واسطے انتباہ کامل ہے۔ عقلا خوب جانتے ہین چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اپنے کلام مین فرماتے ہین۔

بہ راحت نگفتم این گفتار		ہزل بگذار و جد از و بردار

شاعرون کو یہ بھی ضرور ہے کہ شعر گوئی مین ایسے مشغول و مبہوت نہ رہین کہ بیشتر اوقات شعر ہی کا شغل رکھین ذکر الٰہی اور دوسرے اُمور سے غافل رہین بلکہ چاہیے کہ فکر معاد و معاش و سرشتہ حفظ مراتب بزرگان اور تمیز حق و باطل ہاتھ سے نہ دین جو شاعر ایسا خیال نہ کرے اور شب و روز اسی شغل مین رہے اور اوقات ضائع کرے اُسکو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان فرمایا ہے جیسا کہ مسلم نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ ایک روز مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا جاتا تھا ایکبارگی ایک شاعر آگے آیا کہ اشعار پڑھتا جاتا تھا یعنی اُس راہ مین مدہوشانہ اشعار پڑھتا چلا جاتا تھا آپ نے فرمایا کہ پکڑو شیطان کو اور یہ بھی فرمایا کہ آدمی کے پیٹ کا پیپ سے بھرنا بہتر ہے اس بات سے کہ وہ شعر سے بھرے اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت شعر کی فکر مین جھمک رہنا اور اوقات ضائع کرنا اور فکر معاد و معاش سے غافل رہنا ممنوع ہے۔

دوسرا موتی حقیقت اُردو اور شاعری ریختہ کے بیان مین

ریختہ مصدر ریختن سے مفعول کا صیغہ ہے یعنی بنا ہوا یا گری پڑی پریشان چیز چونکہ زبان اُردو کئی زبانون سے ملکر بنی ہے اسلیے اسکو ریختہ کہتے ہین اور اس زبان مین ہر طرح کے الفاظ پریشان جمع ہین مثلاً عربی فارسی ترکی پنجابی پوربی بنگالی مارواڑی برجی بندیل کھنڈی دکھنی انگریزی سُریانی یونانی فرانسیسی جرمنی پشتو وغیرہ مثال کل مرزا آغا فرماتے تھے کہ احمد کی زبانی دریافت ہوا کہ روم روس کی لڑائی جو ہو رہی تھی اُس مین ایک مورچے پر عثمان پاشا کو ہزیمت ہوئی روسی غالب آئے مین نے کہا آپ اُس جبلی کی بات کاہے کو یقین کرتے ہین عثمان پاشا

بقول افواج روم بڑے شجاع وبہادر ہین بغیر فتح کیے ہوے میدان جنگ سے مُنھ نہ پھیرینگے اس مثال مین زبانی اور دریافت اور بہادر اور میدان جنگ الفاظ فارسی ہین اور ہزیمت اور غالب اور یقین اور افواج وشجاع وفتح وغیرہ الفاظ عربی اور جبلی یعنی نادان وزبان دراز پنجابی اور پاشاک اور جنرل انگریزی اور کاسے جسکے ساتھ لفظ کو ملا ہے زبان برج کا لفظ ہے۔

دریاے ستلج سے اُس طرف زبان پنجابی ہے اور جس قدر دریاے ستلج سے اسطرف دہلی تک نظر کرین تو اُردو زیادہ تر فصیح ہوتی جاتی ہے دہلی دارالسلطنت اور اُسکے گردو نواح سے جسقدر آگے بڑھین برج بھاشا اور پوربی داخل ہوتے ہوتے بنگالی بن جاتی ہے اور جس قدر جنوب کو چلے جائین مارواڑی داخل ہوتے ہوتے دکنی اور گجراتی ہوجاتی ہے۔

حال کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندی کا پہلا شاعر جس کا تخلص پنڈت تھا سمت ۷۰۰ بکری مین گذرا ہے اسلیے ہندی شاعری کی پیدایش ابھی تک سمت سات سو مین جمہور نے مانی ہے سمت ۸۹۰ مین بھی ایک شاعر کا کلام ملا ہے مگر ابھی تک شاعر کا صحیح نام معلوم نہین ہوا سمت ایک ہزار سے باترتیب حالات ملنے لگے اس سمت مین ایک مشہور شاعر بھوآل کے نام سے گذرا ہے اور سمت ۱۱۸۰ کے لگ بھگ دو مسلمان شاعر بھی گذرے ہین چند بردائی ایک بڑا زبردست شاعر مہاراجہ پرتھی راج کے دربار مین تھا اور اس کا زمانہ سمت ۱۲۲۵ سے سمت ۱۲۴۹ تک مانا گیا ہے چند کے زمانے سے پہلے صرف آٹھ ہندی شعرا کا وجود اس وقت تک دریافت ہوا ہے ان آٹھ مین پانچ ہندو اور اور تین مسلمان ہین۔

اصل زبان اُردو کی بھاشا ہے اور حلاوت ونمکینی فارسی وعربی سے ملی ہے قدیم شعراے ہند اشلوک اور دوہے اور گیت مین مضامین شعری کو ادا کرتے تھے ابتدا مین ہندوستان مین وید کی زبان رائج تھی گیارھوین صدی عیسوی سے پہلے زبان بھاشا ایجاد ہوئی جسکی عمر نوسو برس سے زیادہ نہین۔ اور یہی زبان رائج رہی مگر گیارھوین صدی عیسوی تک کوئی کتاب زبان بھاشا مین تصنیف نہین ہوئی سنہ گیارہ سو اکیانوے مین سلطان محمد شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر چڑھائی کی اور یہان کے آخری راجہ پرتھی راج کو شکست دے کر اپنا تسلط کیا اور رفتہ رفتہ بخوبی قبضہ سلاطین اسلامیہ کا ہوگیا تو شعراے نامدار اور ادیبان بلاغت شعار فارس سے ہندوستان مین آئے اور کچھ عرصے تک اپنی اصلی زبان مین شعر کہتے رہے رفتہ رفتہ ہندوستان کی زبان قدیم مین الفاظ عربی وفارسی اور ترکی ملتے گئے یہانتک کہ تیرھوین صدی عیسوی مطابق ساتوین صدی ہجری مین حضرت ابوالحسن امیر خسرو دہلوی جو طبع خداداد اور قوت ایجاد

ریختے بھی سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد مین اس عالم مین رونق بخش ہوئے اور داد شاعری دی اور حق سخنوری ادا کیا اور طرز جدید کے موجد ہوکر وہ نیا ڈھنگ اختیار کیا کہ تا قیام قیامت نام اُنکا صفحۂ ہستی پر قائم رہے گا اکثر گیت اور پہیلیان زبان بھاشا مین اُسی طرز و ترکیب پر کہی ہین اور بہت اشعار و غزلین زبان مروجہ وقت اور بحر فارسی مین موزون کی ہین اور مکرنیان زبان بھاشا مین خاص اُنکی مخترعات سے ہین اسی طرح انمل اور ڈھکوسلے اور دو سخنے بھی کبھی کبھی کہا کرتے تھے کہ وہ بھی انہی کی ایجاد مین ہیں چنانچہ کچھ اشعار اُس قسم کی غزلون کے اور تھوڑی سی مکرنیان وغیرہ بطور مثال کے لکھی جاتی ہین تاکہ ناظرین کو اُسوقت کی شاعری کا ڈھنگ معلوم ہو۔

اشعار غزل

شبان ہجران دراز چون زلف روز وصلش چو عمر کوتاہ ۔ سکھی پیا کو جو مین نہ دیکھون تو کیسے کاٹون اندھیری بتیان
یکایک از دل دو چشم جادو بصد فریبم ببرد تسکین ۔ کسے پڑی ہے جو جا سناوے پیارے پیو کو ہماری بتیان
بحق روز وصال محشر کہ داد ما را فریب خسرو ۔ لبھائے راکھون تو سن اے ساجن جو کہنے پاؤن دیون تمیان

مکرنی

اونچی اٹاری پلنگ بچھایا ۔ مین سوئی میرے سر پر آیا
کھل گئین انکھیان بھئی آنند ۔ سکھی کوئی ساجن نا سکھی چندا

ایضاً

ایک سجن مورا من للچاوے ۔ مکھ چومے اور بات بناوے
ہونٹن لاگ بھی رس کھینچا ۔ سکھی کوئی ساجن نا سکھی ونیچا

ایضاً

سگری رین چھتین پر راکھا ۔ رنگ رس سب واکا چاکھا
بھور بھئی تب دیا ڈار ۔ سکھی کوئی ساجن نا سکھی ہار

ایضاً

مکھ مورا چومت دن رات ۔ ہونٹن لاگت کہت نہ بات
جاسے میری جگ مین پت ۔ سکھی کوئی ساجن نا سکھی نتھ

ایضاً

اُس بن مجکو چین نہ آوے ۔ وہ میری تس اگن بجھاوے

ہے وہ سب گن بارہ بانی ۔ سکھی کوئی ساجن نا سکھی پانی ؎

انمل

کھیر پکائی جتن سے - چرخہ دیا جلا - آیا کتا کھا گیا - تو بیٹھی ڈھول بجا - لا پانی لا -

ڈھکوسلا

بھادون کی پکی پہیلی - چوچو پڑی کپاس - بی مہترانی دال پکاؤگی - یا ننگا ہی سو رہون -

بنولی کی پہیلی

زور سے ایک تریا اتری اُسنے بہت رجھایا ۔ باپ کا اُسکے نام جو پوچھا آدھا نام بتایا

آدھا نام پتا پر پیارا بوجھ پہیلی موری ۔ امیر خسرو یون کہین اپنے نام بنولی

ناخن کی پہیلی

بیسون کا سر کاٹ لایا ۔ نا مارا نا خون کیا

لال کی پہیلی

اندھا گونگا بہرا بولے گونگا آپ کہائے ۔ دیکھ سفیدی ہوت انگارا گونگے سے بھڑ جائے

بانس کا مندروا کا باسا باشنے کا وہ کھاجا ۔ سنگ ملے تو سر پر راکھین واکو را درا جا

سی سی کرکے نام بتایا - تا مین بیٹھا ایک ۔ اُلٹا سیدھا ہر پھر دیکھو وہی ایک کا ایک

بھید پہیلی مین کہے تو سُن لے میرے لال ۔ عربی فارسی ہندی تینون کر و خیال

خالق باری بھی انھی کی مخلوقات فکر سے ہے اس مین فارسی کی بحر دون نے اول اثر کیا ہے اور
اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کا اُسوقت کون کون سے الفاظ مستعمل تھے جواب متروک ہین۔

ولہ

اورون کی چوپہری باجے چتو کی آٹھ پہری ۔ باہر کا کوئی آئے ناہین آئین سب شہری

صاف صاف کر آگے راکھے جس مین ناہین توسل ۔ اورون کے جہان سینگ سماوے چتو کے موسل

ایسے ہی اور شعراے وقت نے غزل سرائی کی ہے چنانچہ حامد کوئی شخص ہوا ہے اُسکا زمانہ معلوم نہین
کہتے ہین کہ حامد باری اسی کی تصنیف ہے اسکے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید کوئی پنجابی ہے یہ اُسکا
کلام ہے۔ ؎

عزم سفر جون کردی ساجن نینو نیند نہ آئے جی ۔ قدر وصالت نادانستم تم بن ویرہ ستائے جی

میر غلام حسن دہلوی نے تذکرۂ شعرا مین لکھا ہے کہ جہانگیر کے عہد مین ایک شخص تھا جو خاکی تخلص

کرتا تھا اُس کا یہ شعر ہے۔ ؎

ٹھانی ہے اپنے من مین اب تو یہی سریجن
تجھ پیم کی گلی مین خاکی کو خاک ہونا ہے

مولف خمخانہ جاوید لکھتے ہین کہ ایک پرانی بیاض مین جو اسوقت میرے پاس موجود ہے منشی پیارے لال شوقی تخلص کی ایک غزل مندرج ہے جو عہد جہانگیر مین فارسی شاعر تھا اور اُردو بھی کہنے لگا تھا مین اُسکے چند شعر یہان لکھتا ہون ؎

جن پیم رس چاکھا نہیں امرت پیا تو کیا ہوا
جن عشق مین مرنا دیا جو جگ جیا تو کیا ہوا

تعویذ اور طومار مین ساری عمر ضائع کیتی
سیکھے مگر چیلے گھنے ملا ہوا تو کیا ہوا

جوگی و جنگم سیوڑا رنگ لال کپڑے پہر کے
واقف نہیں اس حال مین کپڑا رنگا تو کیا ہوا

جیو مین نہین پی کا درد بیٹھا مشائخ ہوے گر
من کا رہٹ پھرتا نہین سمرن کیا تو کیا ہوا

جب عشق کے دریاے مین ہوتا نہیں غرقاب تن
گنگا بنارس دوارکا پنگھٹ پھرا تو کیا ہوا

ہرگز لبسی سب چھوڑ کر دل تن سے تین خلوت پکڑ
شوقی پیارے لال بن سب مین ملا تو کیا ہوا

پھر رفتہ رفتہ دکن مین بھی شاعری شروع ہوئی اور وہان کے دکنی الفاظ ریختہ کی زبان مین ملتے گئے اور سبب اسکا یہ ہوا کہ محمد شاہ بن تغلق نے اپنے عہد مین ایک مرتبہ تمام اہل دہلی کو نکال کر دولت آباد دکن مین بھیجدیا تھا اس نقل وحرکت کے سبب سے دکنی الفاظ ریختہ مین بہت مل گئے دوسرا سبب یہ تھا کہ جو لوگ سلاطین یا امراء کے ہمرکاب دکن کو جلتے تھے اشعار شعراے دکن کے لاتے تھے اور دکن کے شعرا یہ ہین۔ احسن۔ اشرف۔ جعفر۔ خوشنودی۔ عزیز اللہ۔ احمد۔ فضلی۔ لطفی۔ ہاتفی۔ ہاشم۔ سعدی وغیرہ یہان پر تھوڑا سا کلام بھی بعض شعراے دکن کا درج کیا جاتا ہے۔

سعدی

تشقہ چو دیدم بر رخت گفتم کہ یہ کیا دید یت ہے
گفتا کہ در ہو یادرے اس شہر کی یہ ریت ہے

ہمنا تمن کو دل دیا تم دل لیا اور دکھہ دیا
تم یہ کیا ہم وہ کیا یہ بھی جگت کی ریت ہے

سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ
در ریختہ دُر ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے

احمد

گر بیضۂ زاغ کسے در زیر مرغے نہد
از اصل خود ناید بروں آخر گلیلا ہوے پر

گر طفلکے بازی گرے خوانندۂ و عالم شود
اصلیکہ دارد کے رود آخر زنبوطا ہوسے پر

گر بچۂ شیرے کسے باشیر رد بہ پرورد
مردی کہ دارد کے رود آخر بگیلا ہوسے پر

ولہ

بھوون دودین کی چھگلان جھوری ساتھرے توشہ | کر ہمت کی باندھی اور بپت کی باٹ پر نکلے

خوشنودی

سب رین جاگے سیج پر تو بھی سجن آیا نہین | چپ چپ کے دیکھی باٹ مین درشن کو دکھلایا نہین

فضلی

مکھون ہون نیم جان جانان تصدق تجھپہ کرنے کو | آیا سب تن کو مین در بن اجھون درشن نپلنے ہونا

ہاشم

دکھن اور ہند کے دلبر ہمن سے بے حجاب اچھے | کر گھڑے چاند سے پرجن کے خط کے بیچ تاب اچھے

احسن

جب تے سفر پی نے کیا تب تے غریب آوارہ ہونا | یا بیگ پی آیا گرین یا مجکو لے بولے کر

جعفر

غمزان سے دیکھو خونخ مجھے مار کر چلے | مجروح تسپہ راہ منی تھار کر چلے

اشرف

پیا من میرے تئین بیراگ بھایا ہی جو ہونی ہو سو ہوجائے | بھبوت اب جوگیون کا رنگ لایا ہی جو ہونی ہو سو ہوجائے

عزیز اللہ

مجھ نیم جان مین کیا سکت بولون جو دلیان کی صفت | عاجز عزیز اللہ اپر دکھن کے سب پیران مدد

لطفی

مین عشق کی گلی مین گھائل پڑا تھا تسپر | جو بن کا ماتا آکر مجھکو کھندل گیا ہے

ہاتفی

تیری انکھان وزلف سے کافر ہوا سارا جہان | اسلام اور تقوے کہان زہد اور مسلمانی کدھر

اُس عہد کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مصری کو دودھ مین گھولے تو اول اُسکی ڈلیان جُدی جُدی ہین اور پینے والے کو کبھی پھیکے دودھ کا گھونٹ اور کبھی کچھ میٹھا اور کبھی ساری مصری مُنھ مین آجاتی ہے مگر آخر کو گھل کر دونون ایک ہوجاتے ہین جب سنہ ۱۰۵۰ ہجری مین نسل تیموریہ کے پانچوین تاجدار ہند شاہجہان نے نیا شہر شاہجہان آباد آباد کیا اور قلعہ معلے اور جامع مسجد اور شہر پناہ کو تعمیر کرایا اور نواب علی مردان خان نہر لایا اور بادشاہ نے جشن فرمایا اور شہر کو دار الخلافت قرار دیا تب اطراف ہر جانب سے اہل کمال اور صاحب ہنر

قدردانی وفیض رسانی اس صاحب قرآن ثانی کی سنکر حضور مین جمع ہوے اور ہر ملک کے لوگون کا مجمع ہوا رفتہ رفتہ پرانی بولی متروک ہونے لگی اور محاورہ صاف ہوتا چلا مختلف ملکون کے آدمی باہم جمع ہوے سودا سلف لین دین نشست برخاست سوال وجواب مین ایک دوسرے سے گفتگو ضرور پڑی چونکہ اصلی زبان ہر ایک کی جدا تھی اس لیے ضرورت ہوئی کہ کچھ الفاظ دوسری زبان کے ملا کر مخاطب کو سمجھائین اسی طرح یہان کے اصلی باشندونکو بھی واجب ہوا کہ اپنے کلام مین کچھ الفاظ ومحاورات اہل فارس کے ملا کر مطلب کو انکے ذہن نشین کرین چند روز کے بعد ایک نئی زبان جسکو اب اُردو کہتے ہین ہوگئی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ترکی مین اُردو بازار لشکر کو کہتے ہین اور یہ زبان اُردوے شاہی سے نکلی ہے پس کثرت استعمال سے خود زبان کو بھی اُردو کہنے لگے اور اُردو روزمرہ شہر دہلی کا نام ہوگیا۔

یہ صرف شاہجہان کا اقبال ہے کہ یہ زبان اُسکے اُردو کی طرف منسوب ہوگئی ورنہ اوپر کے بیان سے معلوم ہوا ہوگا کہ بنا اُسکی اُسی زمانے مین پڑگئی تھی جبکہ مسلمانون کا قدم پہلے پہل ہندوستان مین آیا شاہجہان کے عہد سے تو صرف زبان اُردو کے ایک ممتاز صورت اختیار کرنے کی بنیاد قائم ہوئی تھی اُس عہد سے اب تک اس زبان مین تبدیلی جاری ہے۔ پیشتر جو لوگ اُردو دان ہوتے تھے نہ تو وہ شاعر ہوتے تھے نہ بسبب عدم رواج کے اُردو مین شعر کہتے تھے اور نہ کسی دوسری علمی اہم ضرورتون مین اس گھریلو زبان سے کچھ کام لیتے تھے کیونکہ اسکی انشا پردازی فخر نہ سمجھتے تھے پس علمی کتابی اور درباری زبان تو فارسی تھی اور معاملات مین عوام کے ساتھ اُردو بولنی پڑتی تھی اور جو لوگ شاعر تھے وہ بسبب اہل فارس ہونیکے اُردو سے ناواقف ہوتے تھے اس سبب سے شعر فارسی کہتے رہے اور اگر فکر بھی کی تو اُسوقت کی ٹوٹی پھوٹی بولی اُنسے پوری پوری خوبی کے ساتھ ادا نہو سکی چنانچہ میرزا معز فطرت کہ بڑا عالم ایران کا تھا اور شاعر کامل عہد عالمگیر مین ہوا ہے اور مدت تک ہندوستان مین رہا ہے اُس نے زبان اُردو مین یہ شعر کہا۔ ؎

از زلف سیاہ تو بدل دوم پری ہے
در گلشن آئینہ گھٹا جوم پری ہے

ایسے ہی قزلباش خان اُمید نے کہ بڑا صاحب کمالات تھا اور اہل ہند سے اُسکی خوب صحبت رہی ہے اور علم موسیقی مین بھی مہارت تھی اُردو مین یہ مطلع لکھا ہے۔ ؎

بامن کی جیتی ایک مری آنکھ مون پری
گالی دیا و غصہ کیا اور دگر لری

آخر عہد عالمگیر سے شعرا اس زبان مین شعر کہنے لگے چنانچہ مرزا عبد القادر بیدلؔ جو شاعر کامل اور فقر و تصوف مین بے مثال تھے اور سنہ گیارہ سو تینتیس ہجری مین انتقال کیا کہتے ہین۔ ؎

مت پوچھ دل کی باتین وہ دل کہان ہے ہم مین
اِس تخم بے نشان کا حاصل کہان ہے ہم مین

جب دل کے آستان پر عشق آنکر پکارا
پردے سے یار بولا بیدلؔ کہان ہے ہم مین

مرزا عبدالغنی بیگ قبول کہتے ہین۔

دل یون خیال زلف مین پھرتا ہے نعرہ زن	تاریک شب مین جیسے کوئی پاسبان پھرے

مگرایک عرصے تک شاعری اُردو نے بہت سا رواج نپایا اور نہ کوئی نثر زبان اُردو مین تصنیف ہوئی محمد شاہ کے عہد سے پہلی کوئی تصنیف نثر اُردو کی دیکھنے مین نہین آئی محمد شاہ کے عہد مین ۱۱۴۵ھ ہجری مین ایک شخص نے کتاب وہ مجلس اُردو مین لکھی ہے جس مین وہ خود کہتا ہے" اہلا کوئی اس صنعت کا نہین ہوا مخترع اور اب تک ترجمہ فارسی بعبارت ہندی نثر نہین ہوا تھا پس اس اندیشۂ عمیق مین غوطہ کھایا اور بیابان تامل و تدبر مین سرگشتہ ہوا" یہ عبارت اوپر کے بیان کی تصدیق کرتی ہے اور اس سے اُسوقت کی زبان کتابی بھی معلوم ہوتی ہے۔ پھر بعض بعض تصانیف اُردو مین ہونے لگین اور شاعری کا چرچا بھی زیادہ ہوگیا یہانتک کہ سرحلقۂ شعراے ریختہ بسم اللہ دیوان شاعری عنوان رسالۂ سخنوری حاجی ولی تخلص بہ **ولی** نے دہلی مین آکر اس فن کو رونق بخشی اور ہندوستان مین تخم شاعری کا بو یا اسے نظم اُردو مین وہی رتبہ حاصل ہے جو انگریزی نظم مین چاسر کو اور فارسی مین رودکی کو اور عربی مین مہلہل کو یہ شخص احمد آباد گجرات کا رہنے والا عالمگیر کے عہد مین پیدا ہوا محمد شاہ بادشاہ ہندوستان کے وقت مین دہلی مین آیا اور آخر عمر اپنی یہین گذاری اور اردو شاعری کو پھیلایا اور فارسی کے طور پر دیوان کو مرتب کیا اگرچہ اس سے پہلے اور اُسکے عہد مین اس زبان مین حکیم یار علی **شفا** اور **غازی** اور **غواص** اور **شاہ تجلی** اور **سراج** اور **جولان** اور **طالب** وغیرہ اکثر شعرا نے فارسی بحرون مین اُردو کے اشعار کہے ہین لیکن کوئی شاعر اُسوقت تک زبان ریختہ مین اُسکے رتبے کو نہین پہونچا ہر چند کلام اُس کا بہ نسبت کلام زمانہ حال کے ایسا ہے جیسے ہندوستانی گزی بمقابلے انگریزی ململ کے لیکن وہ اپنی طبع خداداد کی مدد سے نظم اُردو کا دیوان جمع کر کے پچھلون کو اس امر کا شوق دلا گیا اور اردو شاعری کو فارسی شاعری کے ڈھنگ پر لانے کے لیے رہنما ہوگیا گو اُسکے نقش قدم آنے والے ہجوم خلائق کے پیرون نے مٹا کر رکھدیے مگر نہین اُسنے اپنا نقش قدم نظم اُردو کی تواریخ کے صفحون پر ایسا جما دیا ہے کہ قیامت تک حق اُستادی اُسکا کسیطرح باطل نہین ہوسکتا اُسکے کلام مین اکثر مضمون مناسب بھی ہین اور فصاحت بھی بہ نسبت دوسرے شعراے معاصر کے زیادہ ہے اور مذاق بھی اچھا ہے یہانپر بطور نمونہ کچھ اُسکے اشعار لکھے جاتے ہین۔ ؎

طاقت نہین کسی کو کہ اک حرف سن سکے	احوال گر کہون مین دل بے قرار کا
آئے ولی ہماری طرف تیغ ناز سے	اُس شوخ کو خیال اگر ہے شکار کا
خط کے آنے نے خبردار کیا گردون کو	نشۂ ہوش ہے اس بادۂ ریحانی مین
سن ولی رہنے کو دُنیا مین مقام عاشق	کوچۂ زلف ہے یا گوشۂ تنہائی ہے

تجھ لب کی صفت لعل بدخشان سے کہونگا　　جادو ہین تری نین غزالان سے کہونگا

مین جب سے دکھا خواب ہوا ای مایۂ خوبی　　اس خواب کو مین یوسف کنعان سے کہونگا

تعریف ترے قد کی الف وار اے ساجن　　جا سرو گلستان کو خوش الحان سے کہونگا

بے وفائی نہ کر خدا سون ڈر　　جگ ہنسائی نہ کر خدا سون ڈر

آرسی دیکھ کر نہ ہو مغرور　　خود نمائی نہ کر خدا سون ڈر

یہ تل تجھ مکھ کے کعبے مین مجھے اسود حجر دستا　　زنخدان مین ترے مجھ چاہ زمزم کا اثر دستا

چونکہ اسوقت تک زبان ریختہ شستہ اور صاف نہین ہونے پائی تھی بندش کی چستی ترکیب کی درستی لفظون کا دروبست کم تھا اور نہ خیالات مین آجکل کی سی نزاکت تھی ورنہ تشبیہ و استعارہ تھا اور نہ فارسی محاورون کا زور حاصل تھا اسلیے بہت سے الفاظ بھاشا اور گجراتی وغیرہ کے ایسے تھے کہ اب سُننے مین بھی نہین آتے اور محاورات مین بھی فرق تھا مثلاً سون اور سین اور سیتی بجاے سے اور کون بجاے کو اور ہمن کو بجاے ہم کو اور جگ منے بجاے دنیا مَن اور برمنے بجاے برہمن میان آبرو کا قول ہے مصرع جامہ نہ تھا اک جھول تھی ؏ اور تجھ لب کی صفت بجاے تیرے لب کی صفت اور نمن بجاے طرح یا صفت اور بچن بجاے کلام اور نت بجاے ہمیشہ اور مکھ بجاے مُنھ اور بھیتر بجاے اندر اور مجھ دل بجاے میرے دل اور موہن۔ سریجن۔ پی۔ پتیم بجاے معشوق اور انجھوان آنسوؤنکی جمع کے لیے اور بھوان پلکان بھوون پلکونکی جگہ اور نین آنکھونکی جگہ اور مرا بجاے میرا اور یوہ بجاے یہ اسی طرح در اور بر اور راز وغیرہ اکثر بلکہ بالکل حروف روابط موجود تھے۔ جسطرح مردون مین ولی دکنی اُردو زبان مین سب سے پہلے صاحب دیوان ہوا ہے اسیطرح تذکرۂ حکیم قاسم سے ثابت ہوا کہ عورتون مین سب سے پہلے مہ لقا نام چندا تخلص ایک حیدر آبادی عورت بازاری کا شاگرد شیر محمد خان تخلص بہ ایمانے اُردو زبان کا دیوان فراہم کیا مزید بران یہ کہ ولی دکنی عالمگیر اول کے وقت مین موجود تھا تو چندا رنڈی دکنی نے عالمگیر ثانی کے عہد مین یہ فخر پایا کہ عورات مین سب سے پہلے صاحب دیوان کہلائی یعنی اس فن مین جسکا چرچا عالمگیر ہوا وہ عالمگیر ہی کے زمانے مین دکن مین پیدا ہوا۔ اختر تابان سے ظاہر ہوا کہ چندا اسکا نام اور مہ لقا تخلص تھا اور طبقات الشعرا سے دریافت ہوا کہ ۱۷۹۹ء مین اس شاعرہ نے اپنا دیوان کسی مجرگاہ مین ایکے عالیشان انگریز کو نذر دیا تھا جو سرکار کمپنی کے کتب خانۂ موجودہ شہر لندن مین رکھا گیا اسکے کلام سے صرف یہی ایک شعر اکثر تذکرون مین دیکھا گیا۔ ؎

اخلاق سے تو اپنے واقف جہان ہے گا　　پر آپ کو غلط کچھ اب تک گمان ہے گا

مگر یہ ثابت نہین کہ زبان اُردو مین پہلے پہل کس عورت نے شعر کہا کیونکہ بعض لوگون نے لکھا ہے کہ نور جہان زوجۂ جہانگیر شہنشاہ ہندوستان نے اُردو شعر کہا بلکہ یہ شعر اُسکی طرف منسوب کرتے ہین۔ ؎

کل تم جو یہ کہتے تھے شمشیر ہے اور مین ہون
یہ طشت ہے یہ سر ہے تقصیر ہے اور مین ہون

چمن مین ہے جو یہ ننھی سی بوٹی
نگہ کے بوجھ سے جاتی ہے ٹوٹی

ظاہر مین مرے حال کو سرسبز نہ جانو
پوشیدہ جگر رکھتی ہون مانند حنا کے

مگر یہ قول پایۂ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ نورجہان ایاز تاتاری کی بیٹی قندھار کے جنگل مین پیدا ہوئی اپنے والدین کے ہمراہ اکبر اعظم کے زمانے مین وارد ہند ہوکر شیرافگن خان ترکمان سے بیاہی گئی جو اسکو اپنی جاگیر اضلاع پورب مین لیگیا اور جہانگیر نے تخت نشین ہوکر سنہ جلوسی چھٹے یا سات مین شیرافگن کو روباہ گری سے مروا کر اُسے اپنے محل مین داخل کیا پس اُسکی زبان کس طرح اُردو ہو سکتی ہے کیونکہ گو خلجیون کے زمانے مین حضرت امیر خسرو دہلوی نے کچھ کچھ چھیڑ چھاڑ ہندی بولی مین شروع کی تھی اور اشعار اُردو کی اکثر صنف کے موجد ہوے تھے اور اس کے بعد بھی بعض بعض نے اُردو کی شعرگوئی پر مبادرت کی مگر اسکو اکثر نے تسلیم کیا ہے کہ زبان اُردو نے ایک تمام صورت شاہجہان کے وقت سے اختیار کی ہے بلکہ شعرگوئی تو اُسکے زمانے مین بھی بخوبی نہوئی تھی پھر نورجہان کیونکر اُردو کے شعر کہتی شاید ایسا ہو کہ اُس شاعرہ فاضلہ نے وہ مضامین فارسی مین ادا کیے ہون اور متاخرین نے اپنی زبان مین ترجمہ کر لیے ہون البتہ اس قدر ثابت ہے کہ مردون کے ساتھ ہی ساتھ عورتون کی شعرگوئی بھی شروع ہوئی ہے۔

پھر روز بروز اُردو کی شاعری ترقی پاتی گئی اور بہت سے اساتذہ فارسی گو نے بھی اس مین طبع آزمائی کی اور باعث فصاحت و بلاغت و موجب شستگی الفاظ اور درستی زبان ہوے چنانچہ **حشمت** تخلص میر محتشم **علی خان** کہ اُستاد فارسی گو ہین اور میر افضل ثابت اور شیخ عبدالرضا متین سے انکی صحبت اور مطارحات رہے ہین اور شاعر بامذاق ہین سخن ور خوش بیان مضامین عاشقانہ باندھنے مین طاق ہین اور ۱۱۶۳ہجری مین حیات ابدی کا شربت نوش کر کے زندگی جاوید پائی ہے کہتے ہین۔ ع

گور کے سوتے دوانون کو جگاتی ہے بہار
شور ہے غل ہے قیامت مست آتی ہے بہار

میر **شمس الدین فقیر** دہلوی کہ علم عروض و قافیہ و معانی و بیان و بدیع مین ید طولےٰ رکھتے تھے اور ۱۱۸۳ہجری مین دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی ہے کہتے ہین۔ ع

خال اُسکی بیاض گردن کا
نقطۂ انتخاب ہے گویا

بے غرض دید سے یان کام تکلف سے نہین
خواہ ادھر بیٹھ گئے خواہ اُدھر بیٹھ گئے

کم ہے آواز ترے کوچے کے باشندون کی
نالہ کرنے سے مگر اُنکے گلے بیٹھ گئے

سراج الدین علی خان آرزو جو زبان فارسی کے اُستاد تھے بڑے ذی استعداد تھے اور جنکے دامن تربیت سے ایسے ایسے باکمال شعراے ریختہ پرورش پاکر اُٹھے جو زبان اُردو کی اصلاح دینے والے کہلائے اور

جس شاعری کی بنیاد جگت اور ذو معنی لفظون پر تھی اُسے کھینچکر فارسی کی طرز اور ادائے مطالب پر لے آئے یعنے مرزا جان جانان مظہر مرزا رفیع سودا میر تقی میر خواجہ میر درد وغیرہ اور سنہ ۱۱۶۹ہجری مین رحلت کی ہے کہتے ہین ؎

اُس تند خو صنم سے ملنے لگا ہون جب سے
ہر کوئی مانتا ہے میری دلاوری کو

جان تجھ پر کچھ اعتماد نہین
زندگانی کا کیا بھروسا ہے

بتخانے بیچ جا کر شیشے تمام توڑے
زاہد نے آج اپنے دل کے پھپولے پھوڑے

آتا ہے صبح اُٹھکر تیری برابری کو
کیا دن لگے ہین دیکھو خورشید خاوری کو

بدھ سنگھ نام قلندر تخلص انہی کا ہم عصر یون نغمہ سرائی کرتا ہے۔

جی کو سر زندگی نہین ہے
کیا جی لگے کرین کہ جی نہین ہے

تھمتے ہی تھمے گا اشک ناصح
رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہین ہے

نظام الدین احمد بلگرامی۔ صانع تخلص جنہون نے شیخ علی حزین اور والہ داغستانی کی صحبت سے لطف اُٹھایا ہے اور اقسام شعر کی ہر زمین مین رنگ طبیعت دکھایا ہے کہتے ہین۔

صنم کی اُس محبت پر دیا تھا جان و دل صانع
نہ تھا معلوم ہو جائے گا یون نامہربان اپنا

حسان الہند مولانا سید غلام علی آزاد بلگرامی نے بھی زبان اُردو مین طبع آزمائی کی ہے یہ شخص وہ ہے جسنے علمائے ہندوستان مین سب سے پہلے دیوان عربی اشعار کا مرتب کیا ہے اور سنہ ۱۲۰۰ہجری مین سب سے پہلے اول ہندوستان کے اُن عالمون اور ادیبون کا تذکرہ جو تصانیف سے باقیات صالحات رکھتے ہین کتاب سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان کی دوسری فصل مین لکھا ہے۔

گیا دھوان دھار اس مسی سے اُسکی ہو تحریر لب
دل جلون کا ہے یہ دود آہ دامن گیر لب

جسکی ٹھوکر سے مسیحائی ہو اُسکے لب کو مین
گر لب عیسیٰ سے دون تشبیہ تو ہی تحقیر لب

دانۂ خال لب سے اُسنے دام مین با تو نکے آہ
کل دکھا کر مرغ دل میرا کیا تسخیر لب

تیری تحریر مسی نے قتل اک عالم کیا
ہے بجا اُس کو میان کیجیے اگر شمشیر لب

اُنھون نے ایک قصہ دلچسپ نثر اُردو مین بھی لکھا ہے جو تجلی نامے کے نام سے مشہور ہے۔ انکے سوا دوسرے شعرائے ریختہ گو مثل نجم الدین آبرو معروف بہ شاہ مبارک اور حسن خان شوق اور شیخ شرف الدین مضمون اور مصطفےٰ خان یکرنگ اور شرف الدین علی خان پیام اور شیخ ظہور الدین شاہ حاتم اور شاہ غلام محمد خان غلامی اور میر سجاد اور میر محمد شاکر ناجی اور شیخ احسن اللہ احسن وغیرہ نے اس زبان کو تھوڑا سا صاف کیا ان سب مین فصیح تر ظہور الدین شاہ حاتم تھا اُسنے اوائل مین جو غزلین اور قصائد

اور رباعیات و مثنوی وغیرہ لکھیں وہ شاہ مبارک آبرو اور ناجی کی طرز میں ہیں اور اکثر زبان قدیم کا استعمال ہے
لیکن آخر عمر میں بہت سی باتیں غیر مانوس چھوڑ دیں چنانچہ اپنے کلیات سے ایک چھوٹا سا دیوان خود انتخاب کرکے
اسکا نام دیوان زادہ رکھا جس میں پانچ ہزار سے زیادہ ابیات ہیں دیوان زادہ کے دیباچے میں لکھتا ہے کہ میں
نے بہت سے محاورات و الفاظ قدیم جیسے دِدہ بروا زدیسی بجائے تسبیح و صحی بجائے صحیح و بگانہ بجائے بیگانہ و
دوانہ بجائے دیوانہ و نین و جگ و نت و مرا بجائے میرا اور ستی بجائے سے اور ادِدھر بجائے اُدھر اور کیدھر بجائے کدھر
اور پہ بجائے پر اور یان اور وان بجائے یہان اور وہان کو ترک کردیا اور رائے مہملہ کا قافیہ رای ہندی کے ساتھ
مثل گھوڑا و بورا و ہڑ و سر بھی موقوف کردیا اسلیے شاہ حاتم کا کلام بہ نسبت دیگر شعرائے سابق کے صاف ہے اور
اسنے صنعت ایہام وغیرہ کا بھی بہت کم استعمال کیا ہے مگر پھر بھی ایہام کا طریقہ بہت جاری رہا بلکہ اس کے
بعض ہمعصروں نے اس صنعت کو اپنا شیوہ اختیار کرلیا تھا چنانچہ ناجی دہلوی بھی اُنھی میں سے ہے اور یہ
طوفان قباحت زیادہ تر اکبرآبادی شاعروں کا حصہ ہے چنانچہ شاہ مبارک آبرو اور اُنکے ہمعصر شرف الدین مضمون
کو اسکا بہت خیال تھا اور میر سجاد ایہام گو اکبرآبادی بھی اپنے اُستاد آبرو کے شیوے کا تبع ہے چنانچہ سید آشنا
کہتے ہیں۔ ؎

جھمکا چمکا ترے اس نمک کا
نہ لیتا جو مکا تو تھا بن کمک کا

یہ ہے میر سجاد کا طور انشا
دوانہ ہون مین تو غرض اس چمک کا

ایک بڑا نامی شاعر اُس عہد کا کہتا ہے۔ ؎

پوست کھینچے اُن رقیبون کا خدا
جن مرے لالے کو نافرمان کیا

کافر بچہ لب شکری دودھ ملائی
تک آن گلے لاگ تجھے رام دہائی

سونا پڑا تھا کیاری نازک بدن اکیلا
دل آم ہوکے ٹپکا جامن اسے اُٹھا لا

کیون نہ ہم سے ہو وہ سجن باغی
قد ہو جس کا نہال کی مانند

غور کیا گیا تو اُسکی وجہ یہ دریافت ہوئی کہ زبان اُردو کا ماخذ زبان عربی و فارسی و ہندی ہے اور ان
تینون زبانون مین اس قسم کی صنعتون کو نہایت حُسن و خوبی سمجھتے ہین۔ شعر عربی کی مثال۔

اَصَحُّ واقوی ما سمعناہ فی النّدیٰ
من الخبر الماثورِ مُنذُ قدیم

احادیثُ یرویہا السیولُ عن الحیا
عن البحر عن کفِّ الامیر تمیم

ان اشعار مین شاعر ممدوح کے جود و سخا کی تعریف بیان کرتا ہے اور صنعت مراعات النظیر مین کہتا ہے کہ صحیح
ترین اور قوی ترین اخبار ماثورہ سے جو ہمنے جود و بخشش کے بارے مین سُنے ہین وہ خبرین ہین کہ سیل نے زبان باران

اور باران نے دریا سے اور دریا نے ممدوح کے ہاتھ سے سُنی ہین اور جنعن چلی آتی ہین پس یہ بات ثابت ہوئی کہ ناقد اخبار صحیحہ جود وسخا کا ممدوح ہے اور رتبے مین بحر وسیل وابر سے بڑھ گیا ہے۔ فارسی کی مثال۔

مولوی جامی

مرا فراق تو روزے ہزار بار کشد ۔۔۔ فراق چون تو کلے این چنین ہزار کشد
خنجر عشق خون من ریخت بخاک پائے تو ۔۔۔ رائے تو بود کشتنم کشتہ شدم برائے تو

انوری

ساقیا خیز کہ گل رشک رُخ حورا شد ۔۔۔ بوستان جنت وے کوثر طوبے لست چنار

سلمان ساوجی

چو از زاغ کمان گردد عقاب تیر او پران ۔۔۔ شود بوم وجود شوم دشمن جفت با عنقا

علیٰ ہذا القیاس ہندی وسنسکرت کی کتابین استعارات وکنایات سے بھری ہوئی ہین ہماری شاعری مین چونکہ فقط احتمالی اور وہمی مضامین ہوتے ہین اس باعث سے جو تاریخ کی کتابین نظم مین ہین وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہین اور ایک راست مطلب کو صاف صاف ادا کرنا ہمارے شاعرون کو نہایت مشکل ہوجاتا ہے اور عبارت سے مطلب اصلی مفہوم نہین ہوتا اس امر کی شکایت مین مرزا رفیع السودا نے کیا مزے کا ایک مخمس لکھا ہے۔

کامل فن سخن کہتے ہین اُس کو اکمل ۔۔۔ پرورش لفظ کی منظور ہو جس کو اول
یہ نہ یان تک کہ عبارت ہی کو کردین مہمل ۔۔۔ اعتقاد اُن کا ہے یون وہ جو کوئی ہین اجہل
مو نہ ہو پرورش شانہ مین تو ہو موسل

شعر مربوط برابر یہ کرے نہ ڈرین ۔۔۔ اپنے دیوان مین اُس شعر کو پڑھ پڑھکے مرین
لفظ بے ربط تلازم کے لیے جس مین بھرین ۔۔۔ چشم کو آہوے بن شاخ یہ نسبت نہ کرین
ابرو کو تیغ سے تشبیہ نہ دین بے صیقل

ریش بابا جو سُنی ہے کوئی قسم انگور ۔۔۔ شانۂ وسمہ بن اُسکا وہ نہ لادین مذکور
ربط الفاظ کو معنی سے نہ دین تا مقدور ۔۔۔ لف ونشر اُن کو مرتب جو ہو کرنا منظور
رام پور کی یہ کٹاری لکھین اور سیتا پھل

یان تلک باک نہین یاد کے گر ساتھ ہو شہر ۔۔۔ زلف کے واسطے بندھ جائے کہین سانپ کی لہر
چشم کے وصف مین گو ہووے تو ہو گردش دہر ۔۔۔ نہ تلاش انکے سخن کا ساکہ جس مین یہ قہر
باندھین لب کو جو یہ اخگر تو دہن کو منقل

ایک قصیدے مین بھی اسی بات کی شکایت کی ہے۔

اُستاد کی اُن کے ہے اُنھون کو یہ نصیحت	لفظی نہ تناسب ہو تو کچھ مت کرو تحریر
اتنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ	بے پنجہ و ناخن نہ لکھو دودھ کو تم شیر
جب تک کہ نہ منظوم ہو پاسنگ ترازو	باندھو نہ کبھو شعر مین تم لفظ شکم سیر
تم شعر و سخن اپنے کی بندش مین کمان بن	بولو نگہ یار کو یارو نہ کبھو تیر
چہرے کو نہ معشوق کے دو شمع سے تشبیہ	تا زلفون کو باندھو نہ کسو شکل سے گلگیر
مضمون جو قد و زلف کا معشوق کے باندھو	لکھو الف و لام کے سیپارے کی تفسیر
ملحوظ قراین رکھو ہر آن نظر مین	مرجع ہو مؤنث تو ضمیر اُسکی ہو تذکیر

آغا حسن **امانت** اور منشی اسماعیل حسین **منیر** کہ بڑے ذی استعداد تھے وہ بھی رعایت لفظی مین صاحب ایجاد تھے غرض یہ قباحت اسقدر شائع ہوئی کہ آج اگر کوئی چاہے تو اصلاح اسکی ممکن نہین بہر حال الفاظ مصنوعی خلاف محاورہ نہ لانا چاہیے کیونکہ جب تصنع اور بطلان اصل مطلب کا سامع کے دل پر ثابت ہوگا تو اُسکی طبع پر ایسے جھوٹ اور خیالی باتون کا کچھ اثر نہوگا اور اُسکے دلچسپ ہونیکا تو کیا ذکر زیادہ تر باعث رمیدگی اور باعث استہزا ہوگا اور جو معاملہ بندی و بیان واقعی اور راست مقالی ہو تو اس صورت مین اُس کا فائدہ نکلے گا اور تاثیر و توجہ اور شغف خاطر سامع ضرور ظاہر ہوگا ایسے ہی نثر کی جو کتابین مشتمل قصص عجیبہ و حکایات غریبہ دروغ سے خالی و صحت سے مملو ہین بہت مفید ہین لیکن اس تقریر سے یہ غرض نہین کہ زبان کے کپڑے اُتار کر ننگا کردین استعارہ و تشبیہ کا نام نہ لین نہین بلکہ ایسے کپڑے پہنانا چاہیے جو لطافت و نازک خیالی کے رنگ مین رنگے ہوے ہون اور اُسکے اصلی حسن کو روشن کرین اور خوبی تمہید و رعایت مناسبت الفاظ و معانی پیدا ہو اور کوئی بات نکلتی ہو۔

ولی کے بعد اکثر محاورات اور الفاظ جو اُنکے عہد مین کھٹکتے تھے ترک ہوگئے اور سجن اور پیان اور نور نخان اور لالہ بمعنی معشوق قائم رہے اور تنک بمعنی تھوڑا اور نپٹ بمعنی بہت اور ٹک بمعنی ذرا اور ٹک بروزن زحل اور تس اپر بمعنی اسپر اور دس بجاے اُس اور اودھر اور کیدھر اور جیدھر اور سون اور ستین اور سیتی بجاے سے وغیرہ الفاظ بھی مستعمل رہے۔ انکی بانین **انتظار** اور **داؤد**۔ اور اشرف علی خان **فغان** اور میر محمد علی **حشمت** اور میر فقیر اللہ **آزاد** اور **عبد السبحان** اور خلیفہ **محمد علی** مرثیہ گو شاگرد ناجی اور نجم الدین علی خان **سلام** بن شرف الدین علی خان **سلیم** اور محمد شفیع **شفیع** اور **شیفتہ** اور **مزمل** اور جلال الدین **عاشق** اور **عشاق** اور محمد حسن لاہوری **فدوی** تخلص شاگرد شاہ مبارک آبرو اور میر نجف علی **نجف** اور مرزا مغل **ندرت** اور **بیتاب** اور شاہ شمس الدین **تاقب** شاگرد آبرو اور آفتاب راے **رسوا** اور میر محمد ناصر **سامان** اور **حزین** ریختہ گو اور **سعادت علی سعادت**۔

شعر کہتے رہے۔

جب خواجہ میر درد اور میر تقی میر اور مرزا رفیع سودا شاگرد شاہ حاتم اور میر سوز اور مرزا جان جانان۔ مظہر کا دور آیا تو اُنھون نے زبان اُردو کو بہت درست کیا اور اکثر الفاظ غیر مانوس و قبیح مثل پی و پیتم (بمعنے معشوق) و درشن (بمعنی دیدار) و پاتی (خط) اور رین (رات) اور سانجھ (شام) اور برہ (فراق) اور اگن (آگ) اور منے بفتح میم و نون مکسور و یاے مجہول (بمعنی مین) وغیرہ الفاظ ترک کر دیے تاہم لفظ ریت بمعنی رسم اور سجن بمعنی معشوق اور نت بمعنی ہمیشہ اور تک اور تیرا اور جیدھر اور کیدھر اور ادھر اور تنک اور اور بر و ذن کور بمعنی طرف اور دکھو بغیر یاے تحتانی بجاے دیکھو اور لگ بمعنی تک اور ستی اور سیتی بجاے سے اور بابان و دیران اور طبلبان وغیرہ علامت جمع بالف نون اور جیو (بمعنی جی) اور مجھ دل کی بجاے میرے دل کی اور تجھ رُخ کی صفت بجاے تیرے رُخ کی صفت اور مجھ ساتھ بجاے میرے ساتھ اور بچن بمعنی کلام یا باتین اور جان اور جیون بمعنی مثل اور نکسے بمعنی نکلے اور سون بمعنی قسم اور دوانہ بجاے دیوانہ اور لوہو بجاے لہو و بیچ بمعنی درمیان اور الفاظ جمع بے اضافت اور اکثر جگہ علامت فاعل کا نہ ظاہر کرنا جیسے مین دیکھا بجاے مین نے دیکھا وغیرہ استعمال مین رہے سودا کہتے ہین۔

گرہ لاکھون ہی غنچون کی صبا اک دم مین کھولے ہے
نہ سلجھین تجھ سے اے آہ سحر مجھ دل کی گُتھیان

ولہ

یا الٰہی مین کہون کس ستی اپنا احوال
زلفین خوبان کی مرے دل کی ہوئی ہین جنجال

اسی واسوخت مین ایک جگہ سیتی بزیادتی یاے تحتانی آیا ہے اور لفظ سیر جواب مونث بولا جاتا ہے سودا نے اسکو مذکر باندھا ہے۔

ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا
موسےٰ نہین جو سیر کرون کوہ طور کا

قلندر

ہمنے عالم کا سیر کر دیکھا
اُس پری رو سا کم بشر دیکھا

سوز

قضا را وہ قاتل ادھر آن نکلا
کہ لینے کو جس کے مرا جان نکلا

میر

اگرچہ جہان مین نے سب چھان مارا
دلے اُس کی نایابی نے جان مارا

ولہ

نہین نکسے ہے مرے دل کی آیا ہے گاہے
اے فلک بہر خدا رخصت آہے گاہے

اور بھیچک بزیادتی یاے تحتانی بجاے بھچک میر کے کلام مین آیا ہے اور انھون نے برخلاف جمہور جنگ کو موَنث موزون کیا ہے میر سوز کو (علامت مفعول) واو سے استعمال کرتے تھے اور بعض شعرا کون باضافۂ نون غنہ لکھتے تھے اور مرزا جان جانان مظہر بجاے کو تکون بولتے تھے چنانچہ جب میر انشاء اللہ خان انکی ملاقات کو گئے اور وقت ملاقات کے کہا "بدو تحیات سے تا عنفوان اور عنفوان سے الی الآن اشتیاق مالا یطاق تقبیل عتبۂ عالیہ نہ بحدے تھا کہ سلک تحریر و تقریر مین منتظم ہو سکے الحمد للہ کہ اب باحسن وجوہ شاہد مراد جلوہ گر ہوا" تو مرزا صاحب نے اسکے جواب مین فرمایا "اپنے تکون بھی بدو طفلی سے تھین ایسے اشخاص کے ساتھ موانست و مجالست رہا کی ہے" اور لفظ وسا بمعنی دیکھا گیا خواجہ محمد میر اثر تخلص چھوٹے بھائی اور سجادہ نشین خواجہ میر درد کی مثنوی مین آیا یہ مثنوی نری محاورات مین تصنیف فرمائی ہے کوئی مثنوی اس تعریف کے ساتھ زبان اردو عام فہم مین کم نظر آئی ہے۔

انشاء اللہ خان نے دریاے لطافت مین لکھا ہے کہ خواجہ میر درد تلوار کی جگہ تروار بولتے تھے۔ تکلفات صنائع اور فضول استعارات اور ایہام کا ترک اور صفائی کلام کی خواجہ میر درد کی ذات سے ہوئی ہے۔

اسی زمانے کی آخری سرحد مین میر حیدر علی حیران اور مرزا جعفر علی حسرت شاگرد راے سرب سنگھ دیوانہ اور انشاء اللہ خان انشا ابن میر ماشاء اللہ خان مصدر تخلص اور غلام حسین شکیبا دہلوی اور غلام ہمدانی مصحفی شاگرد امانی اور میر حسن دہلوی ابن میر غلام حسین ضاحک اور قلندر بخش جرأت شاگرد حسرت وغیرہ شعراے دہلی و لکھنؤ شعر کہتے رہے اور زبان اردو مین بہت سے تصرفات کیے اور الفاظ ایدھر اور جیدھر اور کیدھر اور بھیتی بمعنی باز سے حرف یا اور اودھر اور آونا اور جیونا وغیرہ سے حرف واو اور ستی سے حرف تا کو نکال ڈالا اور باتان در اتان وغیرہ الفاظ کی علامت جمع کو واو اور نون سے بدل دیا اور بھیتر اور ریت اور سجن اور ٹک و نیٹ وغیرہ سب الفاظ ترک کر دیے اور جہان علامت فاعل کا ذکر ناضرور ہے وہان اُسے ذکر کرنے لگے مگر انہین سے مصحفی کے کلام مین میر و سودا کے وقت کے محاورے باقی تھے چنانچہ اُنکے کلام مین ٹک اور میان اور مین بجاے مین نے اور جنھون کو بجاے جنکو اور انھون کو بجاے اُن کو اور ایدھر اور کیدھر اور پوچھو ہو بجاے پوچھتے ہو اور رقیبان اور شرمانیان اور رہجاتیان اور رنت اور بولیان اور کھولیان مستعمل ہوے ہین۔

سید انشا اور جرأت نے بہت صاف کلام کہا اور بمقابلے دوسرے ہمعصرون کے بہت کچھ چھوڑ دیا مگر نت اور ٹک اور انکھڑیان اور زور بمعنی بہت اور کنے بمعنی پاس اور جنھون کے بجاے جن نے اور تسپہ بمعنی اس پر اور میان بے تکلف بولتے رہے اور واچھڑے۔ بھلا آرے۔ جھگڑا۔ اجی۔ سید انشا کا انداز خاص ہے اور کہین کہین جرأت کے کلام مین ہین نے کی جگہ مین اور بھیر اور جیدھر یاے تحتانی کے اضافے

کے ساتھ آیا ہے اور مین کی جگہ بیچ بھی بول جاتے ہین۔

جب زمانہ شیخ امام بخش ناسخ اور خواجہ حیدر علی آتش شاگرد مصحفی اور حکیم مومن خان مومن اور شیخ محمد ابراہیم ذوق اور شاہ نصیر دہلوی شاگرد میر محمدی مائل اور مرزا اسداللہ خان غالب اور میر مستحسن خلیق اور میر سلامت علی دبیر اور میر ببر علی انیس کی شاعری کے عروج کا آیا تو ان حضرات نے قدما کی ناہموار روش کو ایسا صاف کیا کہ طرز جدید پیدا ہوگئی اور اس زبان کو نہایت صفائی اور شستگی حاصل ہوئی ٹئین اور ہیگا تک کو استعمال سے خارج کیا اور بہت سے قدیمی الفاظ جو سید انشا اور جرأت کے یہان مستعمل تھے وہ چھوڑ دیے۔

اساتذۂ دہلی کے کلام مین آگے ہے اور جائے ہے اکثر ہے مگر اخیر کی غزلون مین انھون نے بھی بچاؤ کیا ہے شاہ نصیر اپنی ابتدائی غزلون مین کہین کہین ٹک بول جاتے ہین اور جس طرح جمع مؤنث کے لفظون کو الف و نون کے ساتھ مصحفی کے زمانے تک بے تکلف بولتے تھے ان کی ابتدائی غزلون مین کہین کہین ہے چنانچہ میر کی غزل کا مطلع ہے۔

جفائین دیکھ لیان بے وفائیان دیکھین	بھلا ہوا کہ تری سب برائیان دیکھین

شاہ نصیر کا مطلع ہے۔

کبھی نہ اُس رُخ روشن پہ چھائیان دیکھین	گھٹائین چاند پہ سو بار چھائیان دیکھین

اسی زبان مین ظفر۔ خواجہ وزیر علی وزیر۔ میرزا علی صبا۔ رند۔ رشک۔ قلق۔ اسیر امیر اللہ تسلیم حکیم ضامن علی۔ جلال۔ بحر۔ منیر۔ امانت منشی امیر احمد مینائی امیر نواب مرزا خان داغ شعر کہتے رہے ان لوگون کی زبان آج ہمارے واسطے سند ہے اور یہ لوگ زبان اُردو کو ایسی حالت مین کر گئے ہین کہ جب تک کوئی اور طرز جدید نہ پیدا ہو تب تک یہ زبان کچھ حاجت اصلاح و مداخلت کی نہین رکھتی لیکن اس عہد مین دہلی و لکھنؤ کی زبان مین بڑا فرق پڑ گیا یعنے شعرائے دہلی کے بہت سے متروک الفاظ و تراکیب کو شعرائے لکھنؤ نے جائز رکھا ہے اور بہت سے الفاظ و محاورات جو شعرائے دہلی کے نزدیک درست تھے انکو ترک کر دیا ہے کیونکہ زبان دانان لکھنؤ کو الفاظ کی تراش و خراش کا بڑا خیال رہتا ہے اور رات دن اسی فکر مین رہتے ہین اور حضرات دہلی ایسی باتون کو فضول سمجھتے ہین فائدہ جن الفاظ و محاورات کا ترک کرنا ہر ایک طبقے کے شعرا کی نسبت بیان کیا گیا ہو وہ بر سبیل اکثریت کے ہے اگر کوئی محاورہ متروک انھین سے کسی کے کلام مین پایا جائے تو اس سے ہمارے بیان کی تکذیب نہین ہو سکتی اسلیے کہ فصحائے متاخرین جو متفق علیہ اور مستند تمامی شعرا کے ہین بعض بعض موقع پر انکے کلام مین اس قسم کے الفاظ موجود ہین چنانچہ ناسخ اور امیر کے کلام مین ایک جگہ زور کا لفظ بہت کے معنی مین آیا ہے۔

ناسخ

عابد و زاہد چلے جاتے ہین پیتا ہے شراب — اب تو ناسخ نو ور رند لا اُبالی ہو گیا

امیر

لطف برسات کا ہے زور گھٹا چھائی ہے — صحن گلزار مین گھنگور گھٹا چھائی ہے

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لے کے رہ گئے — صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

یعنے آئینہ دیکھکر۔

جمال حور و پری پر ہے طعنہ زن مٹی — **آتش** — بلائے جان ہوئی سُرخ و سفید بن مٹی

یعنے بن کے یا بنکر۔

موصوف جمع ہو اور صفت لفظ ہندی ہو تو اب موصوف کی مطابقت کے لیے صفت کو جمع بولنا خلاف سمجھتے ہین مگر خواجہ حیدر علی آتش فرماتے ہین۔

عہد طفلی مین بھی تھا مین بسکہ سودائی مزاج — بیڑیان منت کی بھی پہنین تو مین نے بھاریان

انیس جلدی مین گو جوانون نے جوشین بجا ئیان ؎ آتش خفتگان مجھکو نظر آتے ہین مردون سے پڑے ؎ غالب ستم کش مصلحت سے ہون کہ خوبان تجھپہ عاشق ہین ؎ ولہ کیون ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے ؎ یان تو کوئی سُنتا نہین فریاد کسو کی ؎ غالب اپنے دیوان کے خاتمے مین کہتے ہین کہ کسو فصیح نہین تا قافیہ کی رعایت سے اگر لکھا جائے تو عیب نہین ورنہ فصیح بلکہ افصح کسے ہے واؤ کی جگہ یاے تحتانی سے۔ میرے دیوان مین ایک جگہ قافیہ کسو بواو ہے۔ ناسخ کے کلام مین جو باتین رہ گئی تھین وہ رشک کے یہان درست ہوئین اور منیر پر خاتمہ ہو گیا۔

طرز قدیم و جدید

شعراے ریختہ کی طبع آزمائی اکثر فقط انھی چند مطالب مین محصور ہے مضامین عاشقانہ گلگشت مستانہ نصیبون کا رونا اُمید موہوم پر خوش ہونا اُمرا کی ثنا خوانی جب پر خفا ہوے اُنکی خاک اڑائی اور اب تو صرف اسقدر رہ گیا ہے کہ چند معمولی ژولیدہ خیالون اور پامال مضمونون کو بار بار غزل کے چند شعر و نمین جو سیدھی سادھی متعارف بحرون مین ہوتے ہین جمع کر دیتے ہین پیش پا افتادہ تشبیہون اور مبتذل استعارون کا ذخیرہ اُنکے لیے موجود ہے جسکو متعدد صدیون سے لوگ دوہراتے چلے آتے ہین ایسے ہی کارنامون کے طفیل ان مین سے بعض کے آوازہ کمال کے ڈنکے بجے ہوے ہین اور جہان استاد کہلاتے ہین۔ زمانہ کہان سے کہان تک ہو پہنچا دنیا کہین سے کہین گئی۔ سگر گیا

ان شعرا کو یہ معلوم ہے کہ وہ کیا کر رہے ہین۔ انکی نظمون مین سوائے زلف و رخ خط و خال اور معمولی چوما چاٹی اور بے مزہ مبالغون کی دھوم دھام اور قافیون کے سلسلۂ کشکون کے کوئی اور ایسا مضمون نہین ہوتا جس سے قومون کے دل ہل جائین اور جس کام پر انکو آمادہ کرنا چاہین آمادہ ہوجائین سخت سے سخت جگر انسان کے دل مین جوش پیدا ہوجائے گریبان چاک ہوجائین در و دیوار سے صدائے آفرین بلند ہو۔ ایسی شاعری کسی کام کی نہین جس مین زلف اتنی دراز ہو کہ سراہی نہ ملے معشوق کی کمر غلارد ہ

دیوان مین سادہ ہی جگہ چھوڑدی ہم نے ‖ مضمون یہ باندھا تری نازک کمری کا

البتہ اب اہل کمال کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی ہے جو ایشیائی طرز قدیم کی انشا پردازی مین کامل دستگاہ رکھنے کے علاوہ زبان انگریزی کی تھوڑی قابلیت مین ماہر ہے اسلیے مغربی خیالات کو نرالے استعارون نئی تشبیہون انوکھی ترکیبون اور لفظون کی عمدہ تراشون سے ایشائی لباس پہنانے مین ساعی رہتی ہے ان لوگون نے کہنہ طرز سخن کو بدل کر فن شاعری کو سہل کیا اور ایشیائی تخشقانہ خیالات کو قدرتی مضامین کے سانچے مین ڈھالا جس سے ایشیائی طرز قدیم مین مغربی انشاپردازی کا رنگ ملا ایک طرز جدید پیدا ہوگئی جو حد درجہ دلچسپ اور دلکش ہے اسکی اشاعت اخبارات کے ذریعہ سے روز افزون ہونے لگی فارسی کی تقلید سے اُردو نظم مین جسقدر سختی کی گئی تھی اور صدہا قسم کی قیدین اور ہزارہا قسم کی پابندیان مقرر ہوئی تھین وہ ان اہل قلم نے کم کرنا شروع کردین اب وہ بے لطف مضمون آفرینی اور خیالی معرکہ آرائیون کو چھوڑتے جاتے ہین اور دلی جذبات کے اُبھارنے اور نیچر کا سمان دکھانے کی طرف متوجہ ہین جس سے ہماری زبان کا فیشن نہایت خوبصورتی سے بدل رہا ہے اب یہ طرز ایسی مقبول خلائق ہوئی ہے کہ وہ پُرانے اور نامی شاعر جنکی طبیعتون پر پُرانی روشنی اپنا سکہ جما چکی تھی اُس سے متنفر ہوتے جاتے ہین اور بمصداق کل جدید لذیذ اس نئی مفید طرز پر ایسے فریفتہ و دلدادہ ہوے کہ یہی رستہ اختیار کرنے لگے ہین اس نئی طرز مین نہایت سہولت سے کام لے رہے ہین یہان تک کہ اب انگریزی کی تقلید سے قافیہ کی قید کو بھی اُڑانا چاہتے ہین انکی دلیل یہ ہے کہ قافیہ خاصکر ایسا جیسا کہ شعرائے عجم نے اُسکو نہایت سخت قیدون سے جکڑ بند کردیا ہے اور پھر اُسپر ردیف اضافہ فرمائی ہے شاعر کو بلاشبہہ اُسکے فرائض ادا کرنے سے باز رکھتا ہے جس طرح صنائع لفظی کی پابندی معنی کا خون کردیتی ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ قافیہ کی قید ادائے مطلب مین خلل انداز ہوتی ہے۔ اب اُردو کی نظم و نثر دونون چیزین نہایت آسان ہوتی جاتی ہین کیونکہ نظم اُردو کی قیود کی مجبوریان قدیم شاعری کی تقلید نہین کرنے دیتین اور نہ انکا رنگ زمانہ حال کے مذاق کے موافق ہے۔ خدا جانے شور افگنان زمان استقبال کیا قیامت برپا کرینگے مگر حیف کہ اُس وقت مین ہم نہونگے۔ ہ

دنیا کے جو مزے ہین ہرگز یہ کم نہونگے ۔ چرچے یہی رہینگے افسوس ہم نہونگے

شاید کہ یاران وادرس ہماری یاد مین بھی کوئی آہ حسرت کھینچین اور دعاے خیر مین یاد کرین یورپ مین۔ بلینک ورس یعنے غیر مقفے نظم کا بہ نسبت مقفے کے زیادہ رواج ہے غیر مقفے نظم کی مثال یہ اشعار مولوی محمد اسمٰعیل کے ہین۔ ؎

ارے چھوٹے چھوٹے تارو ۔ کہ چمک دمک رہے ہو
تمھین دیکھ کر نہ ہووے ۔ مجھے کس طرح تحیر
کہ تم اونچے آسمان پر ۔ جو ہے کل جہان سے اعلےٰ
ہوے روشن اس روش سے ۔ کہ کسی نے جڑ دیے ہین
گہر اور لعل گویا

جو ہین آفتاب تابان ۔ نے چھپایا اپنا چہرہ
وہین جلوہ گر ہوے تم ۔ یہ تمھاری جگمگاہٹ
ہے مسافرون کے حق مین ۔ بڑی نعمت اور راحت
اگر اتنی روشنی بھی ۔ نہ میسر آتی اُن کو
تو غریب جنگلون مین ۔ یون ہی بھولتے بھٹکتے
نہ تمیز راس و چپ کی ۔ نہ طرف کی ہوتی اٹکل
نہ نشان راہ پاتے

مولوی محمد حسین آزاد

ہنگامۂ ہستی کو ۔ گر غور سے دیکھو تم ؎
ہر خشک و تر عالم ۔ صنعت کے تلاطم مین ؎
جو خاک کا ذرہ ہے ۔ یا پانی کا قطرہ ہے
حکمت کا مرقع ہے ۔ جس پر قلم قدرت
انداز سے ہے جاری ۔ اور کرتا ہے گلکاری ؎
اِک رنگ کہ آتا ہے ۔ سو رنگ دکھاتا ہے ؎
اور دیکھنے والون کی ۔ آنکھین تو کھُلی ہین ؎
خر مہرۂ رنگین یا ۔ بلور کے ٹکڑے ہین

ہر لحظہ و ہر ساعت عالم میں پڑے ہوتے ہرگز کہ یہ سبب کیا ہے	قدرت کے تماشے ہین پر اُن کی نہین پروا وو پر اُس کا سبب کیا ہے

تنبیہ اس قسم کے تمام کلام اصطلاح کی رو سے نثر مرجز مین داخل ہونیکے قابل ہین انکو نظم مین داخل کرنا فن الشاپردازی عربی - فارسی - اُردو کے خلاف ہے یہان انگریزی کا قاعدہ چلانا گویا ایک مقررہ اصطلاح فن کے گلے پر چھری پھیرنا ہے -

شعرا کا کلام - اور شعر فہمی کے وجوہ

عوام مین جو یہ بات مشہور ہے کہ ہر شہر مین شعرا کا کلام غیر شعرا کے کلام سے فصیح اور روزمرہ اُنکا اور دنکی بول چال سے صحیح ہوتا ہے قابل اعتبار اور لائق تسلیم نہین تمامی اہل الرائے اور ارباب تحقیق کا اسپر اتفاق ہے کہ اکثر اوقات شعر بسبب رعایت قافیہ وحفظ وزن کے خلل انداز فصاحت ہوتا ہے سخان آرزو نے داد سخن مین کہا ہے کہ غالب یہ ہے کہ اہل روزمرہ سے بھی غلطی واقع ہوتی ہے اور سبب اسکا اکثر وزن وقافیہ کی رعایت ہے جو نظم کے واجبات سے ہے اور اسوجہ سے تقدیم وتاخیر پیدا ہوتی ہے اور روزمرہ دان کو اپنی ترکیب کی غلطی پر اطلاع حاصل نہین ہوتی اور کبھی عجز طبیعت کی وجہ سے وزن اور قافیہ کا تنگ راستہ غلطی مین ڈالتا ہے اور غیر موقع لفظ استعمال مین آجاتا ہے ہان جس لفظ کو شاعر کے کلام مین مطابق محاورے کے پائین وہ فصیح اور مستند ہے جس لفظ کو چار شاعر عالی مرتبہ نے استعمال کیا ہو وہ سند ہے اگرچہ دراصل غلط ہو یا دس شاعر اہل زبان اُسپر اتفاق کرلین یا علی العموم اُسکے ساتھ لفظ کر نا روا رکھتے ہون تو وہ بھی سند ہے لیکن بحر وقافیہ مین خطا قابل سند نہین ہوسکتی اور شعر کے سمجھنے کے کئی طریق ہین (۱) عام اہل زبان کا طریق کہ مفردات ومرکبات کے معانی جو کچھ مشہور ومعروف ہوتے ہین بزرگون سے سنکر یاد کرلیتے ہین اور اُسکے موافق شعر کا مطلب سمجھ لیتے ہین اور اس طریق مین خواص وعوام دونون شریک ہین اس باب مین فصیح وغیر فصیح کا کوئی تمیز نہین چونکہ عوام کو کلام کی باریکیون پر اطلاع نہین ہوتی اسلیے وہ شخص زیادہ فصیح اور سمجھدار ہوگا جسنے خواص سے تربیت پائی ہو اور وہ شخص ایسا سمجھدار اور فصیح نہین ہوسکتا جسنے عوام سے تربیت پائی ہو بس یہ بات کہنے کا حق کسی اہل دہلی یا لکھنو کو نہین پہونچ سکتا کہ زبان اُردو ہماری مادری زبان ہے اور ہمنے اسکو اپنے ہان کی بوڑھی عورتون سے سیکھا ہے اسلیے ہمارا روزمرہ دوسرے شہرون کے رہنے والون سے زیادہ فصیح اور صحیح ہے کیونکہ عوام سے زبان کو سیکھنا کمال مین داخل نہین اور عوام کے موافق بولنا عزت واعتبار کے قابل نہین جب تک دقائق اور اسرار پر اطلاع حاصل نہو اور یہ بات فصحا کی تربیت اور اُنکے کلام کے سمجھنے پر موقوف ہے (۲) اُن لوگون کا سمجھنا ہے جنھون نے کچھ کتابین زبان اُردو کی پڑھی اور

دیکھی ہین اور کسی اہل کمال کی صحبت نہین پائی ہے (۳) ارباب معانی کا یہ سمجھنا ہے کہ یہ لوگ نکات تقدیم
و تاخیر اور فصل و وصل اور ایجاز و اطناب کو جانتے ہین مگر مجاز مرسل اور تشبیہ و استعارہ کے اسرار سے واقف نہین
ہوتے حالانکہ انہی پر شعرا کے کلام کی بنیاد ہوتی ہے (۴) ارباب بیان کا سمجھنا ہے کہ یہ لوگ تشبیہ وغیرہ کے
نکات کو تو جانتے ہین لیکن محسنات بدیعی سے مطلع نہین ہوتے (۵) عالمان بدیع کا سمجھنا ہے کہ وہ اس فن مین
پوری پوری مہارت رکھنے کی وجہ سے کمال سخن کو نکات بدیعی پر مقصود کر دیتے ہین اور یہانتک صنائع بدائع
مین مبالغہ کرتے ہین کہ فصاحت و بلاغت سے بے خبر ہو جاتے ہین اور یہ عجیب بات ہے کہ بعض اہل بدیع
نے نکتۂ التفات کو کہ علم معانی کے مسائل مین سے ہے اور استعارے کی بحث کو جو علم بیان کے قبیل سے ہے
علم بدیع مین داخل کر دیا ہے اسیطرح سرقۂ شعر کو بعض اہل بدیع نے صنائع مین شمار کیا ہے حالانکہ عیوب مین داخل ہے
اور بعض اہل بدیع نے حشو کو جو علم معانی کے مباحث سے ہے علم بدیع مین وارد کیا ہے اور صرف حشو ملیح کے سبب
جو حقیقت مین کوئی صنعت نہین ہے حشو قبیح وغیرہ کو بھی صنائع معنوی کے بیان مین لکھنا پڑا ہے (۶) اُن
لوگون کا سمجھنا ہے جنھون نے نہ تو اس فن کے کاملین کی صحبت اُٹھائی ہے اور نہ کسی قسم کا کمال علمی رکھتے ہین اسلیے
یہ جو اشعار کے معانی اپنے قیاس و رائے سے کرتے ہین وہ فصاحت و بلاغت سے بہت گرے ہوئے ہوتے
ہین (۷) مذاق شعرا کے موافق سمجھنا ہے اور یہ اتنی باتون پر موقوف ہے بندوبست اور ترکیب الفاظ کا جاننا اور
اُس طریق کی رعایت رکھنا جو صاحب شعر کو منظور ہو خواہ وہ خیال ہو یا ادا بندی ہو یا تمثیل ہو یا اور کچھ ہو اور
ان چیزون کا معلوم کرنا نہایت مشکل ہے اسلیے کہ متاخرین مین سے بعض شعرا یہ کہتے ہین کہ یہان وہان
بروزن جان خوبرو زان جہان ہو یہ بمعنی بالا و لیکن کی جگہ پر ہو تلک نہ ہو تک ہو نہی کے لیے مت
ترک کر دیا جائے اُسکی جگہ نون نفی کا استعمال کیا جائے حروف علت جو آخر الفاظ عربی اور فارسی مین
آتے ہین اُنکا خوب واضح ہونا چاہیے تنگی کے ساتھ دبکر زبان پر نہ آئین مگر الفاظ ہندی مین خصوصاً مقام جمع مین
مضائقہ نہین ساتھ اور ہاتھ کو بات اور رات کے ساتھ قافیہ نکرنا چاہیے اوپر کی جگہ جو بر کے معنی مین
ہے پر لانا چاہیے لفظ فارسی یا عربی اور ہندی کے درمیان واو عاطفہ نہ آنا چاہیے جو نون آخر الفاظ عربی
و فارسی مین آتا ہے اگر وہ بے کسی ترکیب کے ہو تو باعلان استعمال کیا جائے باستثناے چند الفاظ کے
جنکو گفتگو مین فصحا اعلان کے ساتھ نہین بولتے ہین مثلاً گران اور خزان اور روان اور دوان اور طیان اور
عیان وغیرہ اور جس لفظ مضاف الیہ مین نون واقع ہو اسکا اعلان نہ کرنا چاہیے الف آخر الفاظ ہندی
و فارسی و عربی سے ساقط نہ کرنا چاہیے البتہ الف کا سقوط دو حرفی الفاظ مین مضائقہ نہین لفظ سر
جو راس کے معنے مین ہے جب ترکیب کے ساتھ نہ آئے تو حرف اول کے کسرے سے موزون

کیا جائے اسلیے کہ روزمرہ مین اسی طرح مستعمل ہے اور جب یہ لفظ باترکیب ہو تو چاہیے کہ حرف اول کے فتح سے
باندھا جاوے اگر کہ حرف شرط ہے بے الف کے نہ باندھا جاے لفظ اور کہ حرف عطف ہے اس مین ظاہر ہو نلولو
اور رائے مہملہ کا ضرور ہے باے موحدہ کو الفاظ فارسی اور عربی کے قبل نہ نکالنا چاہیے جیسے بوقت صبح یا بہنگام
شام عرصہ یعنی دیر کی جگہ وقفہ بولنا چاہیے آئے ہے جائے ہے کی جگہ آتا ہے جاتا ہے لکھنا چاہیے رکھے
تخفیف کاف کے ساتھ نہو کاف مشدد کے ساتھ ہو۔ لفظ۔ بل بے کو استعمال نکرنا چاہیے بٹھانا نہ بیٹھانا
بعد باے موحدہ کے یاے تحتانی کے ساتھ ہو اسیطرح پنہانا نہو پہنانا بعد باے فارسی کے ہاے ہوز کے ساتھ ہو
کبھو نہو کبھی ہو شعلہ اور وعدہ وغیرہ کو دریا کا قافیہ نہین کرنا چاہیے لفظ طرح کہ لغت کی رو سے ساکن الاوسط
ہے برعایت اصلی ساکن الاوسط ہی باندھنا چاہیے زیادہ اور پیادہ اور پیالہ اور سیاہ کی یاے تحتانی کو خوب ظاہر
کرنا چاہیے مگر ہندی الفاظ مین یعنی پیار اور پیاس کی یاے تحتانی کو بہت ظاہر نکرنا چاہیے بلکہ بہ تخفیف
وب کر زبان سے نکالنا چاہیے رکھا اور چکھا کو حرف اوسط کی تشدید کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے نہ بغیر
تشدید کے اس باب مین کی جگہ اس بارے مین استعمال کرنا چاہیے کے تئین اور ہیگا کو ترک کردینا چاہیے
اول کی جگہ کو اور دوم کی جگہ ہے استعمال کرنا چاہیے اور دیکھ کر کی جگہ صرف دیکھ نہ لکھنا چاہیے مگر دوسرے
ان الفاظ کا لانا جائز جانتے ہین اور یہ عمل احتیاط کے نہایت مناسب ہے اسلیے کہ ارباب تصوف نے
کہا ہے کہ مباح کو مت چھوڑ تاکہ تو حرام مین نہ پڑ جائے۔

اور اس ذرۂ بے مقدار کا مختار یہ ہے کہ اُس شخص کو ان تمام مراتب کا جامع ہونا چاہیے اور مراتب مذکورہ
کے جامع اور شاعر سخن فہم مین فرق ہے۔

تذکرہ نویسون کے نقائص

تذکرہ نویسون نے عجب ڈھنگ اختیار کیا ہے جسپر مہربان ہوے اُسکی تعریف مین بہت کچھ غلط فرسائی
کی ہے اور جن سے کچھ سروکار نہین اُنکے حال سے چشم پوشی کی ہے کسی شاعر کے حالات اصلی اور کیفیت استعداد
اور دستور العمل ایام زندگانی اور اُسکے معاملات جو اُسکے ابناے عصر کے ساتھ واقع ہوے ہون اور تاریخ ولادت و
وفات و ذکر تصنیفات اور نام حاکم وقت وغیرہ ضروری باتین درج نہین کین نہ یہ لکھا ہے کہ یہ شخص صاحب دیوان
تھا یا نہین جس سے کچھ تعلق ہوا اُسکے اشعار بہت اور عمدہ عمدہ انتخاب کر کے لکھدیے ہین اور جس سے عداوت
ہوئی اُسکے ایسے اشعار تلاش کر کے درج کیے ہین جو موجب مضحکہ ہون بلکہ اُسکے اوصاف سے اعراض کر کے
ہجو بلیغ لکھی ہے۔ نواب مصطفٰے خان شیفتہ نے اپنے تذکرہ گلشن بیخار مین اکثر شاعرون کے اُستاد کا نام تک
لکھنے مین کاہلی کی ہے اور بہت سے شاعرون کے حالات ایک ایک ڈیڑھ ڈیڑھ سطر مین ختم کردیے ہین البتہ

بعض شعرا کی تعریف بہت کی ہے خصوصًا اپنے اُستاد مومن خان مومن کی تعریف اور نقل اشعار مین بہت سا تذکرے کا صرف کیا ہے اور بعض شعرا کو مفت عیب لگایا ہے چنانچہ میان یحیٰی امان عرف قلندر بخش جرأت کی نسبت بہت کچھ موتی اُگلے ہین کہ یہ شخص اُصول وقوانین شاعری سے بہرہ نرکھتا تھا نغمات خارج از آہنگ گاتا تھا اور اُسکی ناموری کا باعث یہ ہوا کہ اشعار موافق طبائع اوباش والواطے کے کہتا تھا ہم کہتے ہین کہ جرأت بڑا خوش فکر تھا اُسکی نازک خیالی سب پر ظاہر ہے سخنور خوش مذاق شعر عاشقانہ کہنے مین طاق تھا عاشق ومعشوق کے راز ونیاز اور حُسن وعشق کے معاملون کو جس شوخی اور چوچلے پن سے اُسنے برتا ہے وہ اُسی کا حصہ ہے جرأت سا شاعر معاملہ بند کم گذرا ہے اور اس امر سے ہر شخص کو اقرار ہے چنانچہ نواب مصطفٰے خان نے اس مضمون کو یون ادا کیا ہے ”جو مضامین درمیان عاشق ومعشوق کے گذرتے ہین اکثر موزون کرتا تھا طبیعت ذکی رکھتا تھا اور اپنے اُستاد حسرت کا فخر تھا انتہٰی“ یہ بھی عجب بات ہے کہ جرأت کے کلام مین رطب ویابس بہت نہین ہے اور وہ غزل گوئی مین اگرچہ میر کا متبع ہے مگر میر کی فصاحت اور سادگی پر ایک شوخی اور بانکپن کا انداز ایسا بڑھایا ہے کہ خود صاحب طرز ہوگیا ہے اُسکی طرز اُسی کا ایجاد ہے اور آجتک اُسی کے لیے خاص ہے جیسے اُسوقت مقبول خلائق تھی آجتک ویسی ہی چلی آتی ہے - اسی طرح سید انشاء اللہ خان کی نسبت جو ایک نامور شاعر تھے لکھا ہے کہ اُنکے کلام کی روش طریقۂ راسخہ پر نہین اور علم تو اسقدر نہ تھا مگر ہر فن مین کوس لمن الملکی بجاتے تھے اور مشاعرات ومطارحات سے شعراے معاصرین کا قافیہ تنگ کر رکھا تھا مین کہتا ہون کہ میر انشاء اللہ خان علم تازہ طبع بلند آوازہ رکھتے تھے کلام اُنکا عالی الفاظ رکاکت سے خالی سقم سے پاک عیب سے صاف ہے سابقین جو موجد فن تھے اُنکے دیوانون مین دس پانچ شعر شالی صنائع وبدائع وغیرہ کے دیکھے مین آتے ہین منصف مزاج انشا کا کلام دیکھے اور غور کرے کوئی شعر کیفیت سے خالی اور کوئی مضمون نادرست نہین ہر ایک غزل مطلع سے لیکر مقطع تک پری کی صورت ہے بیان کا لطف محاورے کی نمکینی ترکیبون کی خوشنمائی شین دل کو تڑپا دیتی ہین - علم کے ساتھ شوخی طبع وظرافت بہت تھی اسلیے اُنھون نے کلام کا انداز لیا رکھا ہے کہ جو چاہتے ہین سو کہ جاتے ہین نہین معلوم ہوتا کہ ان کا روزمرہ یہی ہے یا مسخرہ پن کرتے ہین جو غزلین یا غزلون مین اشعار با اُصول ہوگئے ہین وہ ایسے ہین کہ جواب نہین اُنکی غزلون مین جو غزلیت کے اُصول کی پابندی نہین تو وجہ اسکی یہ ہے کہ اُن کی غزلین اکثر سنگلاخ زمین مین ہوتی تھین پھر اُس مین قافیے نہایت سخت لیتے تھے اسی واسطے قانون کلام یہ رکھا تھا کہ کیسا ہی قافیہ ہو اور کیسا ہی مضمون جس برجستہ پہلو سے بندھ جائے چھوڑنا نہین چاہیے یہی حال قصائد کا ہے کہ کبھی کوئی ایسا شوخ مضمون نئی تراش سے لے آتے ہین کہ قصیدے کی متانت اور وقار کے اُصول ہاتھ سے جاتے رہتے ہین بس اپنی قوت بیانی اور جوش مضامین کی وجہ سے

کہین کہین قصیدے گے اصول کو کھود دیتے ہین اُنکے تبحر علمی مین شبہہ کرنا تحقیق کے خلاف ہے علوم متداولہ درسیہ
مین وہ خاصی دستگاہ رکھتے تھے چنانچہ یہ مقطع اُنکا زبان پوربی مین اس مدعا پر شاہد ہے ؎

انسا لہ کھان میان بڑے پھاجل جہین ہین	صدرا پڑھین ہین جن سیتی طلبلم آئے گے

اُنکی نسبت یہ کہنا کچھ مبالغہ نہین معلوم ہوتا کہ لٹریری قابلیت کے لحاظ سے انشا جیسا جامع جنثیات آدمی
امیر خسرو اور فیضی کے بعد آجتک ہندوستان کی خاک سے نہین اُٹھا اُنکی نسبت کہا گیا ہے کہ اُنکے علم کو شاعری
نے اور شاعری کو مسخرے پن نے برباد کیا - ایسے ہی میر سوز کے ذکر مین لکھتے ہین کہ کلام اُن کا جادۂ مستقیم
سے ہٹا ہوا ہے مین کہتا ہون کہ گو اُنکی انشا پردازی مین صنائع اور اغراق نہین مگر زبان عجیب میٹھی زبان
ہے درحقیقت غزل کی جان ہے مجالس رنگین کی بعض مجلسون سے اور ہمارے عہد کے پہلے کے
تذکرون سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کلام صفائی محاورہ اور لطف زبان کے باب مین ہمیشہ سے ضرب المثل ہے
انکے شعر کا قوام فقط محاورے کی چاشنی پر ہے فارسی بندشین - اضافت - تشبیہ - استعارہ انکے کلام مین بہت
کم ہے - اس لحاظ سے انھین گویا اُردو غزل کا شیخ سعدی کہنا چاہیے اگر اس انداز پر زبان رہتی یعنی فارسی
ترکیبین - مشکل استعارے - بعید الفہم تشبیہین - سخت و سنگین الفاظ اور نازک خیالیان اُس مین داخل نہوتین
بلند پروازی اور مضمون آفرینی کی بجائے اس مین قوت بیانی کا مادہ زیادہ ہوتا تو آج اہل اُردو کو
اسقدر دشواری نہوتی اور اُردو نظم مین ہر ایک مضمون کے ادا کرنے کی لیاقت اور طاقت ہوتی کلام کو
رنگینی اور استعارہ و تشبیہ سے بلند کر دینا آسان ہے مگر زبان اور روزمرہ کے محاورے مین صاف صاف
مطلب اسطرح ادا کرنا جس سے سننے والے کے دل پر اثر ہو بہت مشکل ہے مثنوی میر حسن کی نسبت لکھتے
ہین کہ قطع نظر بعض پا لغز ہاے شاعری کے محاورہ عوام مین بُری نہین کہی ہے" یہ الفاظ سحر البیان کی شان سے
بہت گرے ہوے ہین اُسکے صاف بیان فصیح محاورے ایسے ہین کہ آجتک کوئی مثنوی اُسکو نہ پہونچ سکی بیان
ایسا دلچسپ ہے کہ اصل واقعہ کا نقشہ آنکھون کے سامنے کھنچ جاتا ہے اور باوجود اسکے ایک شعر بھی اُصول فن سے
بال بھر ادھر یا ادھر نہین گرا ہے اُسنے قبول عوام ہی کا شرف نہین پایا ہے بلکہ خواص نے بھی اُس کو پسند کر کے
تعریف کی مولوی شبلی نے موازنہ انیس و دبیر مین گلشن نیچار کے مضمون کو اسطرح ادا کیا ہے میر حسن واقعہ نگاری کی
وسعت مین ابتذال اور عامیانہ بول چال کی پروا نہین کرتے افسوس مولوی صاحب نے میر حسن کے
انتہائی کمال پر کیسا بدنما داغ لگایا ہے یہ نہ خیال کیا کہ میر حسن کی خوش بیانی واقعات اور نیچرل مذاق مین
ڈوبی ہوئی ہے اُسکی صفائی بیان اور لطف محاورہ اور ضرب المثل کی خوبصورتی کے ساتھ بندش اور شوخی
مضمون اور طرز ادا اور ادا کی نزاکت حد توصیف سے باہر ہے آج کس کا منہ ہے جو اُن خوبیون کے ساتھ پانچ شعر

بھی موزون کرسکے میر حسن کی مثنوی بالکل فطرت کے اصول پر ہے یعنی جو جذبات عاشق و معشوق
کے دلون مین پیدا ہون وہی ادا کردیے ہین نظیر اکبرآبادی کی نسبت کہتے ہین کہ "اُسکے اکثر اشعار
بازاریون کے زبان زد ہین باعتبار ایسے اشعار کے اُسکا شمار شعرا مین نہین ہوسکتا مگر ہم سے کوئی پوچھے
تو یہی کہینگے کہ نظیر کا ذہن بہت رسا تھا مشق کا یہ عالم تھا کہ تواجی طبیعت سے دریا کی طرح بہتا تھا اور
موزونی طبع کا یہ حال تھا کہ کیسی ہی سنگلاخ زمین ہوتی اُسکی سمند فکر کی پامال تھی وہ اپنے کلام مین
نیچر کا سمان دکھانے کی طرف متوجہ تھا اور وہ خیالی معرکہ آرائیون پر اس کو ترجیح دیتا تھا اور اب جو جو
انگریزی ترقی کرتی جاتی ہے نظیر کا رنگ ہر دل عزیز ہوتا جاتا ہے انگریزی تعلیم سے دلون کو واقعات
اور قدرتی مناظر کے ساتھ ایک خاص قسم کا لگاؤ ہو جاتا ہے اور انسان اُس قسم کا رنگ ہر جگہ ڈھونڈھنے
لگتا ہے پس اُردو کی دنیا مین ایسے شخص کو نظیر کے شعرون مین اپنے مذاق کی کچھ پھیکی پھیکی باتین نظر
آجاتی ہین مگر شعرا کی نازک خیالیون مین جسکو شیفتہ اصل شاعری سمجھتے ہین ایسی ایک بات بھی نظر نہین
آتی اسلیے اُنکی شاعری روز بروز بیکار اور فضول ہوتی جاتی ہے چنانچہ اس زمانے مین حالی وغیرہ کچھ
لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہین جنکو نیچرل مذاق کی طرف توجہ ہے۔ شبلی نے موازنۂ انیس و دبیر مین نظیر کے
کلام کو متبذل اور سوقیانہ بتایا ہے اور یہ نہین خیال کیا کہ اُسکے بیان مین اگرچہ مبالغے کے زور یا
جوش و خروش کی دھوم دھام نہین مگر جس چیز کا بیان کرتا ہے اُسکی کیفیت واقعی دکھا دیتا ہے جس سے
سُننے والے کو وہ مزہ آجاتا ہے جو اصل شے کے دیکھنے سے آتا بر خلاف اُن شعرا کے جن کو اُنھون نے
انتہا درجے کا قادر الکلام مانا ہے کہ وہ جس شے کا ذکر کرتے ہین صاف اُسکی بُرائی بھلائی نہین دکھا دیتے
بلکہ اسکے مشابہ ایک اور شے جسے اُنھون نے اپنی جگہ اچھا یا بُرا سمجھا ہوا ہے اُسکے لوازمات کو شے اول سے
لگا کر بیان کرتے ہین جسکی شدت نے کلام کو خیالی باتون سے شمع توہمات کا فانوس بنا دیا ہے شیخ امام بخش
ناسخ کے حق مین صاحب تذکرہ گلستان سخن نے لکھا ہے کہ ناسخ بے سخن گو ہے اور اُسکے اشعار بہام مین مگر یہ
کلام نہایت نا ملائم ہے اور اپنے زعم مین ازالۂ ثقالت طعن اور تخفیف شدت اعتراض کے لیے اس
مطلب کو گویا پردۂ لطیفہ و کنایہ مین بیان کیا ہے۔ ایک دشمن کمال نے اپنے دیوان مین ناسخ کو
خود مند اور بے مرشد لکھا ہے۔ ارمغان گوکل پرشاد مین محمد عیسیٰ تنہا دہلوی شاگرد مصحفی کا تلمیذ قرار دیا ہے
منشی شیو پرشاد وہبی لکھتا ہے کہ شیخ امام بخش ناسخ نے سرقۂ مضامین سے متقدمین کے فارسی دیوانون کو
خراب کیا ہے اور آسیر اکبرابادی نے اپنے تذکرے مین شیخ صاحب کے ہر شعر کے مقابل ایک شعر لکھدیا ہے
مین کہتا ہون کہ ناسخ کا سا اعتبار کسی کو نصیب نہوا دشمنون نے بھی عاجز ہو کر اور اپنے اُستادون کی

زبان چھوڑکر اُنھی کی پیروی کی اور ناسخ کے دیوانون کے طفیل سے زبان دان بن گئے اُنکے اشعار اہل علم
اور صحیح الذوق کی زبانون پر مذکور اور سخنورون مین مشہور ہین ہان نابلدان کوچۂ شعر فہمی اُن کے اشعار
صحیح المعانی کو بے معنے کہکر نادانون کو دھوکا دیتے ہین کیونکہ انکے ادراک و فہم سے دور ہین ناسخ کا کلام
عموماً شاعری کے ظاہری عیبون اور لفظی سقمون سے بہت پاک ہے اُصول کبھی ہاتھ سے نہین جانے
دیا صائب کی تشبیہ [illegible] کو اپنی صنعت مین ترکیب دیکر ایسی خوبی سے بیان کیا کہ بعض موقع پر کلام مین
بیدل اور ناصر علی کا رنگ آگیا اور اُردو مین وہ اُس سے صاحب طرز قرار پائے اُنھین ناسخ کہنا بجا
ہے کیونکہ ناہموار طرز قدیم کو نسخ کیا ہے اُنکی طرف سرقۂ مضامین کی نسبت کرنا اپنی نادانی دکھانا ہے
ایسا صاحب کمال جسکی تصنیفات کمال نازک خیالی اور مضامین عالی کے ساتھ کئی دیوانون مین موجود
ہے وہ سرقہ کا قصد کرتا اور توارد مضامین سے کوئی بشر خالی نہین بس ان جزوی باتون پر توجہ
بے حاصل ہے۔ مؤلف گلشن بے خار چونکہ طبیعت مشکل پسند رکھتے تھے موشگافی اور خیال بندی
کو پسند کرتے تھے اسلیے وہ ایسے کلام کے زیادہ مداح ہین۔ جسکے مضامین مین خیالی نزاکت اور انتہا درجے کی
موشگافیان ہون اسی لیے ناسخ اور آتش کو رتبۂ شاعری مین برابر نہین جانتے حالانکہ دونون
صاحب کمال ہین اور اپنی اپنی طرز مین ہر اک جواب نہین رکھتا دونون مین سے کوئی کمال سے
خالی نہین البتہ طبیعتین مختلف ہین ناسخ کی طبیعت مضمون دقیق کی طرف مائل تھی اُنکے کلام مین
شوکت الفاظ اور بلند پروازی اور نازک خیالی تو بہت ہے مگر تاثیر کم ہے اور خواجہ صاحب کو کلام کی
سادگی اور محاورے کی صفائی پسند تھی وہ سیدھی بات کو پیچ نہین دیتے تھے استعارے اور تشبیہین
قریب الفہم لکھتے تھے جس سے سُننے والے کے دل پر اثر ہوتا تھا۔

اہل تذکرہ کو چاہیے کہ شاعر کا اصلی حال بغیر رعایت و طرفداری کے لکھین اور عداوت کا اظہار بھی
تذکرہ نویسی مین نکرین اول سے آخر تک نیک نیتی اور انصاف پر نظر رکھین اور اشعار کے انتخاب کیطرف
متوجہ ہوکر حتی الوسع پوری غزل نقل کرین تاکہ ناظرین اُس شاعر کی لیاقت و استعداد سے واقف ہون
اور جانین کہ فن شعر مین اس شخص کی کیسی دستگاہ ہے اور کس رتبے کا شاعر ہے۔

تیسرا موتی شعر کی تعریف مین

شعر کے معنی لغت مین جاننے کے ہین اور اصطلاح مین اُس کلام موزون کا نام ہے جو اوزان مقررہ
مین سے کسی وزن پر ہو اور مقفے ہو اور بالقصد موزون کیا گیا ہو پس بیان سے معلوم ہوا کہ اگر ایک کلمہ کسی رکن
کے وزن پر ہو یا کلام ہو مگر موزون نہ ہو یا کلام موزون ہو مگر مقفے نہو یا کلام موزون مقفے بالقصد نہ موزون

کہا گیا ہو وہ اصطلاح کے موافق شعر نہیں ہے اور شاعر کے لغوی معنی جاننے والے کے ہین اور اصطلاح مین
اُس شخص کو کہتے ہین جو بُرائی بھلائی بحر و وزن و تقطیع و قافیہ وغیرہ لوازم شعر کو جانتا ہو پس جو شخص ان
لوازم شعری سے خبردار نہو گا گو طبع موزون رکھتا ہو اُسکو شاعرانہ کہنا چاہیے۔ حالی اپنی کلیات کے مقدمے مین
لکھتے ہین کہ شعر کے لیے وزن ایک ایسی چیز ہے جیسے راگ کے لیے بول جس طرح راگ فی حد ذاتہ الفاظ کا محتاج
نہین اسی طرح نفس شعر وزن کا محتاج نہین البتہ وزن کی شرط نظم کے لیے ہے قدیم عرب کے لوگ یقیناً شعر کے
یہی معنی سمجھتے تھے جو شخص معمولی آدمیون سے بڑھکر کوئی مؤثر اور دلکش تقریر کرتا تھا اُسی کو شاعر جانتے تھے
جاہلیت کی قدیم شاعری مین زیادہ تر اسی قسم کے برجستہ اور دلاویز فقرے اور مثلین پائی جاتی ہین جو عرب
کی عام بول چال سے فوقیت اور امتیاز رکھتی تھین یہی سبب تھا کہ جب قریش نے قرآن مجید کی نرالی اور
عجیب عبارت سُنی تو جنھون نے اُسکو کلام الٰہی نہ مانا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہنے لگے
حالانکہ قرآن شریف مین وزن کا مطلق التزام نہ تھا محقق طوسی اساس الاقتباس مین لکھتے ہین کہ عبری اور
سُریانی اور قدیم فارسی مین شعر کے لیے وزن حقیقی ضرور نہ تھا سب سے پہلے وزن کا التزام عرب نے کیا ہے
قافیہ بھی ہمارے ہان شعر کے لیے ایسا ہی ضروری سمجھا گیا ہے جیسے کہ وزن مگر درحقیقت وہ بھی نظم ہی کے لیے
ضروری ہے نہ شعر کے لیے اساس مین لکھا ہے کہ یونانیون کے یہان قافیہ بھی مثل وزن کے ضروری
نہ تھا۔ الغرض وزن اور قافیہ جنپر ہماری موجودہ شاعری کا دار و مدار ہے اور جنکے سوا اُس مین کوئی خصوصیت
ایسی نہین پائی جاتی جسکے سبب سے شعر کا شعر پر اطلاق کیا جا سکے یہ دونون شعر کی ماہیت سے خارج ہین
اسی لیے زمانہ حال کے محقق شعر کا مقابل جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے نثر کو نہین ٹھہراتے بلکہ علم حکمت کو
ٹھہراتے ہین وہ کہتے ہین کہ جسطرح حکمت کا کام براہ راست یہ ہے کہ ہدایت کرے تحقیقات مین مدد پہونچائے
اور روشن کرے عام اس سے کہ کوئی اُس سے محظوظ یا متعجب یا متاثر ہو یا نہو اسی طرح شعر کا کام براہ راست
یہ ہے کہ فی الفور لذت یا تعجب یا اثر پیدا کرے عام اس سے کہ حکمت کا کوئی مقصد اُس سے حاصل ہو یا نہو
اور عام اس سے کہ نظم مین ہو یا نثر مین حالی نے یہان انتہا درجے کی غلطی کی ہے اور اپنے معتقدون کو
غلطی مین ڈالنے کا کام کیا ہے اسلیے کہ جن لوگون نے یہ کہا ہے کہ شعر کے لیے وزن شرط نہین وہ اہل منطق
ہین اور اساس الاقتباس کا جو حوالہ دیا ہے وہ بھی فن منطق ہی مین ہے منطقین کی اصطلاح مین شعر اور
چیز ہے اور شعرا کے نزدیک شعر اور چیز ہے پس حالی نے نافہمی سے منطقین کی تعریف کو شاعرون کی تعریف
کے بحث مین داخل کر دیا ہے محقق طوسی نے اساس الاقتباس مین بطور منطقیون کے شعر کی تعریف کی ہے
کیونکہ یہ کتاب ہی منطق مین لکھی ہے اور معیار الاشعار مین شعر کی تعریف اسی طرح کی ہے جو عرف جمہور مین

مشہور ہوا اور وہ یہ ہے کہ شعر کلام موزون مقفےٰ کا نام ہے کیونکہ یہ کتاب فن عروض مین لکھی ہے پس منطقیون کے نزدیک وزن شعر کی ماہیت مین معتبر نہین انکے نزدیک جو کلام قضایاے تخیلیہ سے بنے وہ شعر ہے وزن کا ہونا اُس مین ضرور نہین چنانچہ شیخ بوعلی سینا کتاب شفا کی بحث منطق مین فرماتا ہے لا نظر للمنطقی فی شیٔ من ذٰلک الا فی کونہ کلامًا مخیلًا یعنے منطقی کی نظر وزن اور قافیے کی طرف نہین اُس کے نزدیک تو یہ چاہیے کہ وہ کلام مخیل ہو اور دوسری جگہ کہتا ہے انما ینظر المنطقی فی الشعر من حیث ھو مخیل یعنے وہ شعر مین اس حیثیت سے فکر و غور کرتا ہے کہ وہ کلام مخیل ہے اور امام رازی نے شرح عیون الحکمۃ مین فرمایا ہے ان نظر فیہ من حیث انہ یفید تخیلا قائمًا مقام التصدیق والترغیب فذلک ھو المنطق بلکہ محقق طوسی نے خود اساس مین دونون اصطلاحون کے فرقون کو کھولدیا ہے اس طرح کہ شعر در عرف منطقی کلام مخیل ست و در عرف متاخران کلام موزون مقفےٰ اور دوسری جگہ لایا ہے مادہ شعر سخن ست و صورتش نزدیک متاخران وزن و قافیہ و نزدیک منطقیان تخییل اور پھر کھولکر اساس مین یون کہا ہے نظر منطقی خاص ست بہ تخییل و وزن را ازان جہت اعتبار کنند کہ بوجہے اقتضاے تخییل کند و صناعت منطق باحث بالذات از تخییل شعر ست و بالعرض از دیگر احوال یہ تو شعر منطقی کی نسبت تھا دیکھو شعر متعارف کی نسبت اساس مین کیا کہا ہے بحسب این عرف ہر سخن راکہ وزنے و قافیتے داشتہ باشد خواہ آن سخن برہانی باشد خواہ خطابی خواہ صادق خواہ کاذب و اگر ہمہ توحید خالص یا ہذیانات محض باشد آنرا شعر خوانند و اگر از وزن و قافیہ خالی باشد اگرچہ مخیل بود آنرا شعر نخوانند اور مخیلات وہ باتین ہین کہ جب نفس کو پہونچتی ہین تو وہ اُنکی تاثیر سے کسی چیز کی طرف راغب ہوجاتا ہے یا اُس سے نفرت کرنے لگتا ہے بغیر غور و فکر کے کیونکہ نفس رغبت یا دہشت سے منفعل ہوجاتا ہے اور تخییل کا اثر بمقابلے تصدیق کے نفس پر جلد پڑتا ہے کیونکہ اُس مین تعجب صدق سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ یہ لذیذ ہے اور مخیلات کئی طرح کے ہوتے ہین کبھی سچے ہوتے ہین کبھی جھوٹے ہوتے ہین کبھی مستحیل ہوتے ہین کبھی ممکن ہوتے ہین اور نفس مین اُنکے اثر سے یا انبساط پیدا ہوجاتا ہے یا انقباض اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مخیلات کی تاثیر تصدیق سے زیادہ ہوتی ہے اگرچہ اُسکے ساتھ تصدیق نہین ہوتی اور منطقین نے شعر کے لیے یہ بات شرط کی ہے کہ کلام قانون لغت کے مطابق ہو اور اُس مین ایسے اعلیٰ درجے کے استعارے اور عمدہ تشبیہین ہون کہ نفس مین اُنکی وجہ سے تاثیر عجیب و انفعال غریب پیدا ہوکر فرحت یا رنج و غم آجائے اسی لیے قضایاے شعریہ مین اولیات صادقہ کا استعمال جائز نہین اور اولیات صادقہ سے مراد ایسے قضایا ہین کہ عقل اُن قضایا کا تصور کرتے ہی

اُن کے قطعی ہونے کا حکم لگا دیتی ہے کسی دوسری چیز کی طرف محتاج نہیں ہوتی جیسے کل بڑا ہے جزء سے بلکہ شعر مین مخیلات کاذبہ کا استعمال مستحسن ہے جس شعر مین مخیلات صادقہ کا استعمال ہوتا ہے وہ بے مزہ ہوتا ہے جیسے ناسخ کی نظم سراج کے یہ شعر ؎

کی خدانے جو یہ زبان عطا — ہے بلاشک عطیۂ عظمےٰ
اس سے ہے مختلف مزونکی تمیز — اس سے پاتے ہین لذت ہر چیز
کوئی کڑوی ہے کوئی ہے میٹھی — نمکین کوئی کوئی کھٹ مٹھی
کوئی اچھی ہے کوئی زشت زبون — مزے سب چیزونکے ہین گوناگون
سب مزون سے زبان واقف ہے — انھی اسرار کی یہ کاشف ہے
جو نہو یہ تو کچھ نہ ہو معلوم — نہ ہو کوئی مزہ کبھی مفہوم
اور بھی ہوتے ہین زبانسے کام — ہانے مدد وقت بلع آب و طعام
اس کے احکام بہر دندان ہے — قوت تام بہر دندان ہے

ولہ

نفع کیا کیا ہوا کو بخشا ہے — صحت جسم اس سے پیدا ہے
بعض اوقات اگر ہوا نہ چلے — کبھی دن رات اگر ہوا نہ چلے
دم رکین آدمی پڑین بیمار — میوے فاسد ہون سوکھین اشجار
آوے طاعون یا وبا آوے — غلے پر آفت و بلا آوے
اس سے ہے زندگانی ابدان — اس سے ہے نفع صحت انسان
ناک سے جوف تن مین جاتی ہے — زندگی اس سبب سے آتی ہے
خارج تن مین لگتی ہے یہ اگر — حق مین ابدان کے ہی مصلح تر

اسی طرح یہ شعر مولوی محمد حسین آزاد کے۔

اے آفتاب صبح سے نکلا ہوا ہے تو — عالم کے کاروبار مین دن بھر پھرا ہے تو
ہین روز و شب زمانے کے پیہم قدم ترے — پیمانے محنتون کے یہ ہین بیش و کم ترے
لو مان کو ہسار مین اب جا کے سو رہو — دن بھر کا کام شام کو سمجھا کے سو رہو
اے دوست تیرا حکم تھا جاری جہان مین — اور روشنی تھی عام زمین آسمان مین
دن ہے خدا نے ہمکو دیا کام کے لیے — اور رات کو بنایا ہے آرام کے لیے

لیکن یہ قاعدہ اکثری ہے نہ کلی اسلیے کہ بعض نظم باوجود صدق مقدمات کے عمدہ استعارون اور برجستہ تشبیہون کی وجہ سے نفس مین تاثیر اور لذت پیدا کرنے مین مخیلات کا ذبہ سے کم نہین ہوتی جیسے متاخرین مین سے درد تخلص ایک شاعر سیر کوہسار کی کیفیت لکھتا ہے۔

درحقیقت ہے عجب پر لطف سیر کوہسار
جسکے ہر نظارے پر صد ذوق جنت ہے نثار

ایستادہ ہین کرورون اک طرف ساکھو کے پیڑ
گر رہے ہین دوسری جانب ہزارون آبشار

دیکھتا کیا ہون کہ صدہا چشمہ ہاے کوثری
سنگلاخون پر ہین کرتے اپنی ہستی کو نثار

اک طرف سر آسمان جا ہی ہین صدہا چوٹیان
دوسری جانب نظر آتے ہین دہشتناک غار

رستم دوران بھی ان غارون کو گر دیکھے کبھی
کیا عجب ہے خوف سے آجاے اُسکو بھی بخار

باوجود اسکے ہے انہین کچھ عجب دل بستگی
یعنی اُٹھتی ہین اُسی جانب یہ نظرین بار بار

تحت کوہی کی طرف دیکھو کہ کس انداز سے
باغبان قدرت کا دکھلاتا ہے پھولون کی بہار

نرم نازک ڈالیون پر انسے بھی نازک ہین برگ
اور ان پتون کی نوکین کس طرح ہین قطرہ بار

کس قدر دلچسپ تھا نظارہ ہنگام سفر
اونچی اونچی چوٹیون پر لہلہاتے مرغزار

ایک جانب اُٹھ رہا ہے قلہاے کوہ سے
کس قدر آہستہ آہستہ یہ نورانی غبار

رفتہ رفتہ چھا گیا اطراف وادی مین دُھوان
اور پھر پڑنے لگی چارون طرف ہلکی پھوار

اسکو مین ناحق دھوان کہتا ہون یہ تو اصل مین
کوثر مواج ہے یا جوے شیرین کی ہے دھار

یا کہ ابناے زمانہ کی زبونی دیکھکر
قلب سے اشجار صحرا کے یہ نکلا ہے بخار

یا کہ آہین مجتمع نفرت کے مارون کی ہین یہ
جا رہی ہین بہر عرض حال سوے کردگار

یا نظر بازون کی نظرون سے بچانے کے لیے
محسن کوہی پر یہ پردہ کھیچ رہا ہے بار بار

الغرض جو کچھ بھی ہو یہ ہے بہت دلچسپ چیز
دیکھنا اب رفتہ رفتہ ہو رہا ہے کم غبار

جس قدر کم ہوا جاتا ہے یہ نورانی دُھوان
بس اُسی نسبت سے ظاہر ہو رہے ہین کُل ابھار

جس طرح تصویر خانے مین مصور کی پلیٹ
اپنی جزئیات کا کرتی ہے تدریجی اُبھار

بس اُسی صورت سے جتنا ابر ہے کم ہو رہا
آرہے ہین پھر مرے پیش نظر کوہی سنگار

بہرصورت جمہور کے نزدیک شعر مین وزن اور قافیہ دونون معتبر ہین صرف تخیل ہی کافی نہین بس جو سخن وزن حقیقی اور قافیہ رکھتا ہو خواہ اُسکی ترکیب برہانیات سے ہو یا جدلیات سے یا خطابیات سے یا مغالطات سے یا مخیلات سے یا ہذیانیات سے وغیرہ وغیرہ وہ شعر ہے اور

تخییل ذات شعر مین معتبر نہین اسی لیے شعر کی تعریف کلام موزون مقفے کے ساتھ کرتے ہین نہ
کلام مخیل موزون مقفے کے ساتھ اور **وزن** (واو کے فتحہ زاے ہوز کے سکون سے) مراد ہو اوس ہیئت سے جو نظام ترتیب حرکات و
سکنات اور ترتیب حروف اور تناسب عدد حروف اور مقدار کے تابع ہو ایسے نہج پر کہ نفس
اُس سے ایک خاص قسم کی لذت کا ادراک کرے اس ادراک کو **ذوق** کہتے ہین میزان الوافی
مین محمد سلیم بن عظیم جعفری نے کہا ہے کہ بعض کے نزدیک وزن ہیئت ذوقی کا نام ہے جو
ذہن مستقیم مین حاصل ہوتی ہے ترتیب ارکان موضوعہ سے اور نتیجہ دونون تعریفون کا ایک ہے
تناسب عدد سے مراد یہ ہو کہ ارکان مصرعون کے مساوی ہون پس چار رکن والا مصرع تین رکن
والے مصرع کے ساتھ موزون نہ سمجھا جائیگا اور مقدار کے تناسب سے یہ مراد ہے کہ ارکان باہم
مقدار حروف مین تناسب و تقارب ہون پس جو مصرع تین مفعولن پر مشتمل ہو وہ اس مصرع کا جو تین
مستفعلن پر مشتمل ہو متحد الوزن نہ ہوگا لیکن سالم اپنے مزاحف کے ساتھ جیسے فعولن اور فعولان -
اسی طرح ایک مزاحف دوسرے مزاحف کے ساتھ مثلاً فعول اور فعل تناسب معتبر سے خالی نہین
اور چونکہ طبیعتین مختلف ہوتی ہین اسلیے اوزان شعر بھی قومون مین مختلف طور پر ہوتے ہین اور ہر
موزون کسی وجہ سے مخیل ہوتا ہے اور اک طرح کی تاثیر پیدا کرتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ ہر کلام مخیل وزن
شعر رکھتا ہو بہت سی نثر کی عبارتین تخییل کا فائدہ بخشتی ہین اور چونکہ وزن سے کلام کی خوبی دوبالا
ہوجاتی ہے اسی لیے کہا ہے کہ وزن دار کلام سلاست مین پانی کی طرح ہے اور لطافت مین ہوا کی
مثل ہے اور انتظام مین موتیون سے مشابہت رکھتا ہے - عرب کی قدیم شاعری مین جو زیادہ تر برجستہ
فقرے اور مثلین پائی جاتی ہین تو اس سے شاعرون کی طبیعت کی خوبی ثابت ہوتی ہے اور یہ بات
ثابت نہین ہوسکتی کہ شعر کے لیے وزن ضرور نہین اور عرب جو قرآن کی فصاحت و بلاغت کو دیکھکر
پیغمبر خدا کو شاعر کہنے لگے تھے تو اس سے بھی یہ امر ثبوت کو نہین پہونچ سکتا کہ شعر کے لیے وزن شرط
نہین بلکہ وجہ اسکی یہ تھی کہ وہ یہ جانتے تھے کہ فصیح و بلیغ کلام نظم ہو یا نثر شاعر ہی ادا کرسکتا ہے -
نظم اور شعر مین وزن اور عدم وزن کے اعتبار سے کوئی فرق نہین دونون مین وزن معتبر ہے شعرا
کی اصطلاح مین نظم الفاظ کی ایسی ترکیب کو کہتے ہین کہ اُنکے معانی مین بھی ترتیب ہو اور اُن کی دلالات
کا بند و بست مقتضاے عقل کے موافق ہو اور یہ بات نہو کہ لفظون کو آگے پیچھے بول دیا جائے اور
جس طرح اتفاق پڑے بغیر لحاظ ترتیب اور دلالت کے ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے ملا دیا جائے
پس یہ نظم ہے - ٥

سیہ چوٹی زرافشان مانگ سبز اُسپر دوشالہ ہے	تماشا ہے پر طاؤس نے کالے کو پالا ہے

اور جب اسکو یون کہین سہ سیہ افشان زر سبز مانگ دوشالہ چوٹی ہے اُسپر ؏ پر ہے تماشا کہ
کالے طاؤس پالا ہے ؏ تو یہ لفظ ہوگا نہ نظم۔ اور حالی کا یہ کہنا کہ حال کے محقق شعر کا مقابل نثر کو نہین
ٹھہراتے بلکہ علم و حکمت کو ٹھہراتے ہین یہ بھی درست نہین اسلامی دنیا کے تمام انشاپرداز اور سخنور
بالاتفاق شعر کا مقابل نثر کو ٹھہراتے ہین عروضیون کا یہی مذہب ہے اور جو لوگ شعر کا مقابل علم و حکمت کو
ٹھہراتے ہین وہ اہل فلسفہ ہین انکے نزدیک شعر غیر یقینیات مین سے ہے اسلیے وہ علم و حکمت یعنی یقینیات
کا مقابل ہے پس یہ ہر ایک علم کی علحدہ اصطلاح ہے اور یہ کہنا کہ شعر کے لیے وزن حقیقی ضروری نہ تھا
سب سے پہلے وزن کا التزام عرب نے کیا ہے بالکل تحقیق کے خلاف ہے واقع یہ ہے کہ ہر زبان کے شعر
کے لیے وزن ضروری ہے البتہ موجودہ قواعد وزن کو عروضیون نے ایجاد کیا ہے ورنہ فن عروض کی ایجاد
کے پہلے سے بھی شعر وزن دار ہوتے تھے اور اُنکے وزن کا معیار وجدان سلیم اور ذوق طبع مستقیم تھا
اُنھی اشعار کو جانچ کر وزن کے قواعد مقرر ہوے ہین۔ اور محقق طوسی نے اساس مین یہ جو کہا ہے
کہ قدما کلام مخیل کو شعر کہتے تھے اگرچہ وہ وزن حقیقی نہ رکھتے ہوے اور یونانیون کے بعض اشعار
اس طرح کے تھے اور دوسری پرانی زبانون جیسے عبری سریانی فارسی مین بھی اس کا اعتبار نہ تھا
عرب نے اول وزن حقیقی کو شعر مین اعتبار کیا ہے مثل قافیہ کے اور پھر دوسری قومون نے انکی
متابعت کی یہ قول بھی حالی صاحب کے مفید نہین اسلیے کہ ہم یہ کہین گے کہ قومون نے جس شعر مین
وزن کا اعتبار نہ کیا تھا وہ وہ ہے جو یقینیات کے مقابل ہے اور قدما سے مراد محقق طوسی کی حکما و
فلاسفہ ہین نہ شعرا کیونکہ شعرا و اہل عروض کو اُنھون نے متاخرین کے لفظ سے تعبیر کیا ہے علاوہ
اسکے ان زبانون مین علما نے علم عروض کے قواعد بھی منضبط نہ کیے تھے اسلیے سوائے ذوق طبع
سلیم کے وزن شعر کے جانچنے کا کوئی معیار نہ تھا یہی حال شعراے عرب کا بھی تھا کہ وہ ذوق طبیعت
سلیم کے اقتضا سے شعر تو کسی وزن عروضی پر کہتے تھے مگر انکے ہاتھ مین اُسکے جانچنے کے لیے کوئی
میزان نہ تھی اسی وجہ سے کبھی ایک وزن سے دوسرے وزن قریب پر انتقال کر جاتے تھے اور
غلطیان کھا جاتے تھے قواعد عروض کے ایجاد کرنے کے وقت اُنکی انھی غلطیون کو تغیر زحافات اور
سکتہ ماننا پڑا ہے کیونکہ قواعد عروض ان کے اشعار کے مطابق بنائے گئے ہین نہ یہ کہ قواعد عروض کو
پیش نظر رکھکر شعر کہے جاتے تھے جسکو جمہور کی اصطلاح مین شعر کہتے ہین ایسا شعر ہر زبان مین وزن دار
ہی ہوتا رہا ہے اگر کوئی جاہل اپنا دل خوش کرنے کو چند الفاظ بے وزن جوڑ کر انکو شعر سمجھتا تو لیا

کلام اہل علم کے نزدیک سلف سے خلف تک کسی زبان مین شعر نہین مانا جاتا - اور یہ قول بھی صحت سے عاری ہے کہ عرب نے اول وزن حقیقی کو شعر مین اعتبار کیا اسلیے کہ ہندؤن[1] کے یہان ہزارون برس سے شعر مین وزن حقیقی کا اعتبار چلا آتا ہے پس جس کلام مین وزن حقیقی موجود ہو وہ شعر ہے اور جس مین نہو وہ نثر ہے - اس مین اختلاف ہے کہ قافیہ مطلق شعر کے واسطے ضرور ہے یا نہین بعض اس طرف گئے ہین کہ مطلق شعر کے واسطے ضرور نہین بلکہ اُسکی بعض قسمون کے واسطے ضرور ہے جیسے قصیدہ اور قطعہ اور رباعی وغیرہ اور اس تقریر پر ذاتیات شعر سے نہوگا بلکہ اسکے عوارض سے ہوگا اور محققین کا گروہ اعظم قافیہ کا اعتبار ذات شعر مین واجب سمجھتا ہے چنانچہ بوعلی سینا بھی شفا مین کہتا ہے لایکاد ان یسمی عندنا الشعر مالیس بمقفے یعنے جو مقفے نہین وہ ہمارے نزدیک شعر نہین یاد رکھو کہ کلام اُن دو کلمون کو کہتے ہین جو باہم ایسی اسناد رکھتے ہون کہ اگر اُسکا کہنے والا چُپ رہے تو سامع کو فائدہ حاصل ہوجائے اور کچھ انتظار نہ رہے پس شعر مین کلام کی قید سے سخن بے معنے بھی نکل گیا اور شعر کی تعریف اُسپر صادق نہ آئی اسلیے کہ اُس سے سامع کو کچھ فائدہ حاصل نہین ہوتا لیکن مجازاً اُسکو بھی شعر کہتے ہین جیسے کہین یہ شعر مہمل و بے معنی ہین مثال اسکی یہ شعر راشد علی ضیا بدایونی شاگرد منشی اسماعیل حسین منیر کا -

چشم حباب بحر مین سرمہ لگا رہے		ملحوظ موقع طلب مدعا رہے	

ایسے ہی یہ شعر شاگرد متخلص بدیوانی کا -

ہر بیضۂ اشتر مین نکل آئینگے چھالے		تم چشم حنائی مین لگاؤ گے جو مسی	

[1] ابوریحان محمد بن احمد بیرونی جنہنے تقریباً سنہ چارسوتیس مین وفات پائی ہے اُسنے کتاب الہند کے تیرھوین مقالے مین جو زبان سنسکرت کے علم نحو اور شعر کی کیفیت اور ایجاد کے بیان مین ہے لکھا ہے کہ ایک مہاراجہ جسکا نام سالی دان ہے اور فصیح نام شالی واہن ہے اُسکے عہد مین ایک ہندو عالم نے مہادیو کی بہت پرستش کی تو اُنھون نے ظاہر ہوکر نحو کے کچھ قواعد بتائے اس عالم نے وہ قواعد سالی دان کو سکھائے اور اُسکے سامنے چھند پڑھے اور چھند وہ ہے کہ شعرون کا وزن کیا جاتا ہے اور یہ علم عروض کے مقابل ہے چھند واس سے مستغنی نہین ہوسکتے کیونکہ اُنکی کتابین نظم مین ہین و تتلوہ چند وہو وزن الشعر المقابل لعلم العروض لایستغنون عنہ فان کتبہم منظومۃ - بعد اس بیان کے علم وزن شعر کے ایجاد کی نسبت البیرونی لکھتا ہے واول من استخرج ہذہ الصناعۃ کان پنگل وجلت یعنے جس نے اس صناعت کو اول استخراج کیا وہ یہ دو شخص ہین - (۱) پنگل (۲) جلت سالی وان کا سن ساکھا کہلاتا ہے اور سنہ عیسوی سے اٹھتر برس اور سمت بکرمی سے ایک سو ۳۵ سال بعد شروع ہوا ہے ۱۲ منہ -

ہدہد الشعرا

مرکز محور گردون بہ لب آب نہین	ناخن قوس قزح شبہ مضراب نہین

آب حیات مین لکھا ہے کہ جب شیخ ناسخ کے پاس کوئی ناواقف شخص شائق کلام آتا تو چند بے معنے غزلین بنا رکھی تھین اُن مین سے کوئی شعر پڑھتے یا اُسی وقت چند بے ربط الفاظ جوڑ کر موزون کر لیتے اور سُناتے اگر وہ سوچ مین جاتا اور چپ رہ جاتا تو سمجھتے کہ کچھ سمجھتا ہے اُسے اور سُناتے تھے اور اگر اُسنے بے تحاشا تعریف کرنی شروع کر دی تو اسی طرح کے ایک دو شعر پڑھکر چپکے ہو رہتے تھے مثلاً ۔ ع

آدمی مخمل مین دیکھے مورچے بادام مین	ٹوٹی دریا کی کلائی زلف اُلجھی بام مین
تو نے ناسخ وہ غزل آج لکھی ہے کہ ہوا	سب کو شکل ید بیضا مین سخندان ہونا

چوتھا موتی شعر کی قسمون مین باعتبار اوصاف کے

بدائع الافکار فی صنائع الاشعار مین مذکور ہے کہ اشعار کئی قسم کے ہوتے ہین (۱) مطبوع اور یہ ایسا شعر ہے جو پسندیدہ وزن مین بنایا جائے جیسے ۔

مومن

دفن جب خاک مین ہم سوختہ سامان ہونگے	فلس ماہی کے گل شمع شبستان ہونگے
تو کہان جائے گی کچھ اپنا ٹھکانا کرلے	ہم تو کل خواب عدم مین شب ہجران ہونگے
ہم نکالین گے سُن اے موج ہوا بل تیرا	اُس کی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے
تاب نظارہ نہین آئینہ کیا دیکھنے دون	اور بنجائین گے تصویر جو حیران ہونگے
منت حضرت عیسیٰؑ نہ اُٹھاؤن گا کبھی	زندگی کے لیے شرمندۂ احسان ہونگے
ناصحا دل مین تو اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم	لاکھ نادان ہوے کیا تجھسے بھی نادان ہونگے
غیر جھوٹا ہے لحد پر ترے دل تفتہ کی	گل نہونگے شرر آتش سوزان ہونگے
صبر یارب مری وحشت کا پڑے گا کہ نہین	چارہ فرما بھی کبھی قیدی زندان ہونگے
ایک ہم ہین کہ ہوے ایسے پشیمان کہ بس	ایک وہ ہین کہ جنھین چاہ کے ارمان ہونگے
پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہوگی	پھر وہی پاؤن وہی خار بیابان ہونگے
داغ دل نکلین گے تربت پہ مری جون لالہ	یہ وہ اخگر نہین جو خاک مین پنہان ہونگے
عمر ساری تو کٹی عشق بتان مین مومن	آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

(ب) جس کا وزن ثقیل ہو وہ نامطبوع ہے جیسے۔

انشا

ارے دل کچھ اُٹھین تیری خبر نہین | تری چاہت مین نگوڑے اثر نہین۔

غالب

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے | کہ اپنے سائے سے سر پاؤن سے ہے دو قدم آگے

ظفر

کمان ہین رُخ پہ بالے کے گہر نزدیک نزدیک | ستارے ہین یہ نزدیک قمر نزدیک نزدیک

کام

یہ تھوڑی تھوڑی سے مندے کلائی موڑ کر | بھلا ہو تیرا ساقیا پلاوے خم نچوڑ کر

(۲) ملائم ایسا شعر جسکے الفاظ آسان اور شیرین اور دل پسند ہون جیسے۔

انشا

جگر کی آگ بجھے جس سے جلد وہ شے لا | لگا کے برف مین ساقی صراحیِ مے لا
قدم کو ہاتھ لگاتا ہون اُٹھ کہین گھر چل | خدا کے واسطے اتنے تو پاؤن مت پھیلا
نکل کے وادیٔ وحشت سے دیکھ ای مجنون | کہ زور دھوم سے آتا ہے ناقۂ لیلا
گرا جو ہاتھ سے فرہاد کے کہین تیشہ | درونِ کوہ سے نکلی صدائے واویلا
نزاکت اُس گُلِ رعنا کی دیکھ اے انشا | نسیمِ صبح جو چھو جائے رنگ ہو میلا

(ب) اسکے خلاف کو متنافر کہتے ہین جیسے۔

مُنیر

ترے ناخنون مین ہی عقدہ کشائی | انامل مقالیدِ قفلِ مآرب
ترے آگے آئین جو حورانِ جنت | مکحّل عیون اور مشکین ذوائب
ترے عہد مین ہین معطل بتون کے | سہامِ جفون و سیوفِ حواجب
ترے خصم کے نطفۂ بد کی خاطر | بنین تربتِ کنہ صلبِ ترائب
ترا جد شہِ انبیا و ملائک | شہِ قاب قوسین فخر الاطائب
اسی پر ہے نصِ اَلقِیَا فِی جہنم | خدا سورۂ قاف مین ہے مخاطب
علی بحرِ ذخار علمِ لدنی | علی ہر مغیث الوریٰ فی النوائب

ائمہ تیری نسل سے تا بمہدی
بُرُوجِ امامت کے ہین تو کواکب

ہوا حکم کُونُوا مَعَ الصَّادِقِین
ہین منصوص اُنکے یہ بارہ اطائب

نبی کے کبھی جزو ہین اقربا ہین
سب اُنکے سوا من قبیل الاجانب

تمھارے عدو ساکن شام و کوفہ
وقود سقر دشت عصیان کے حاطب

ہین ذات اعلام و ذات القلائد
افاعی کی اولاد نسل عقارب

بظاہر مسلمانون کی صورتون مین
طویل المحاسن قصیر الشوارب

منافق تھے وہ مرتدان قدیمی
دم حیض ام الخبائث کے شارب

ترے بغض سے شام کا شہر ٹھہرا
سواد رخ شخص مخذول و خائب

تری نکث بیعت سے کچھ پھل نہ پایا
فصار و لکن کان فی اللیل حاطب

ترے سب عزادار و ارباب ماتم
ہوے مستحق نعیم و مواہب

ترے غم مین کفار تک رو رہے ہین
تاسف مین احبار و قسیس و راہب

فرس کا اگر وصف ورد زبان ہو
تو الکن ہو طبع اللسانی مین غالب

مطیع اشارات راکب سراسر
نہ کالبرق خاطف نہ للنفع جالب

صدا شیرون کی انکے شیہہ کے آگے
صیاح ذباب و نباح اکالب

(۴۷) ایسا شعر جس کے لطائف و معانی کا سمجھنا آسان ہو جیسے۔

میر تقی

آکے سجادہ نشین قیس ہوا میرے بعد
نہ رہی دشت مین خالی مری جا میرے بعد

مُنھ پہ رکھ دامن گل روئین گے مرغان چمن
باغ مین خاک اُڑاے گی صبا میرے بعد

اب تو ہنس ہنس کے لگاتا ہے وہ مہندی لیکن
خون رُلاے گا اُسے رنگ حنا میرے بعد

وہ ہوا خواہ چمن ہون کہ چمن مین ہر صبح
پہلے مین جاتا تھا اور باد صبا میرے بعد

چاک کرتا ہون اسی غم سے گریبان کفن
کون کھولے گا ترے بند قبا میرے بعد

تیز رکھنا سر ہر خار کو اے دشت جنون
شاید آجاے کوئی آبلہ پا میرے بعد

کیا عجب مرقد لیلےٰ سے یہ نکلے جو صدا
میرے مجنون ترا کیا حال ہوا میرے بعد

بعد مرنے کے مری قبر پہ آیا وہ میر
یاد آئی مرے عیسےٰ کو دوا میرے بعد

(۴۸) اسکی ضد تعقید کہلاتی ہے تعقید سیدھے راستے سے پھر جانے کا نام ہے جیسے۔

غالب

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا
تماشاے بیک کف بردن صد دل پسند آیا

ہواے سیر گل آئینہ بے مہری قاتل
کہ انداز بخون غلطیدن بسمل پسند آیا

ولہ

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولے برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

ولہ

اِک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا
جادہ اجزاے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

منہ

پوچھ مت رسوائی انداز استغناے حُسن
دست مرہون حنا رخسار رہن غازہ تھا

ایضاً

ذرہ ذرہ ساغر میخانۂ نیرنگ ہے
گردش مجنون بچشمکہاے لیلےٰ آشنا

شوق ہے سامان طراز نازش ارباب عجز
ذرہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا

شکوہ سنج رشک ہمدیگر نہ رہنا چاہیے
میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا

کوہ کن نقاش یک تمثال شیرین تھا اسد
سنگ سے سر مار کر ہووے نہ تیرا آشنا

(۴۴) سہل ممتنع لغت مین سہل آسان کے معنے مین ہے اور ممتنع دشوار کے معنے مین اصطلاح مین ایسے شعر کو کہتے ہین جس کی مثال بنانا دشوار ہو اگرچہ بظاہر سہل معلوم ہوتا ہو جیسے۔

بقا

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین
اُس کا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

نصیر

خیال زلف دوتا مین نصیر پیٹا کر
گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

گلزار نسیم

عالم کا ترے جہان بیان ہے
بے تابی دل جہان جہان ہے

زنجیر جنون کڑی نہ پڑ جائے
دیوانے کا پانون درمیان ہے

ذرے کا بھی چمکے گا ستارہ
قائم جو زمین و آسمان ہے

جو داغ کہ مہر ہے فلک پر
دل مین مرے اب تلک نہان ہے

کس سوچ مین ہو نسیم. بولو — آنکھین تو ملاؤ دل کہان ہے

(۵) جزل لغت مین تمام اور بڑے کو کہتے ہین اصطلاح مین ایسے شعر کا نام ہے جس مین الفاظ عمدہ اور زوردار ہون اور اُنکی نشست مضبوط ہو معانی عالی اور متین ہون پھس پھسے الفاظ اور بھسینڈی بندش سے پاک ہو لفظاً اور معناً اُس مین کسی طرح کا نقصان متصور نہو جیسے

غالب

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا — اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا — کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو — یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہان کی دوستی ہے کہ بنے ہین دوست ناصح — کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

کہون کس سے مین کہ کیا ہے شب غم بری بلا ہے — مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیون نہ غرق دریا — نہ کبھی جنازہ اُٹھتا نہ کہین مزار ہوتا

(۶) مرتجل ایسا شعر ہے کہ بے سوچے فی الفور اور ترت کہا جائے اس لفظ کا اشتقاق ارتجال سے ہے جس مین جیم ابجد ہے اور اس کے معنے ہین فوراً بغیر سوچے بات کہنا اور فی البدیہ شعر بنانا آب حیات مین لکھا ہے کہ میر سوز نے اپنا یہ مطلع سودا کے سامنے پڑھا۔

نہین نکلے ہے مرے دل کی اُبا ہے گاہے — اے فلک بہر خدا رخصت آہے گاہے

مرزا سنکر بولے کہ میر صاحب بچپن مین ہمارے ہان پشور کی ڈومنیان آیا کرتی تھین یا تو جب یہ لفظ سنا یا آج سنا ہے میر سوز بچارے ہنسکر چپکے ہو رہے مرزا نے خود اُسیوقت مطلع کہکر پڑھا۔

نہین جو گل ہوس ابر سیاہے گاہے — گاہ ہون خشک مین اے برق نگاہے گاہے

اسی کتاب مین لکھا ہے کہ شاہ نصیر نے رنگترون کے حسن تشبیہ مین فوراً یہ شعر کہے تھے۔

اے نیر برج آسمان اقبال — ان رنگترون پر غور سے کیجے گا خیال

یہ نذر حقیر ہو قبول خاطر — پردے مین شفق کے ہین گرہ بند ہلال

ایک بار نواب سعادت علی خان کے کہنے سے انشا نے فی البدیہ رباعی بنائی ع

عربی نہ فارسی نہ ترکی — نہ سم کی نہ تال کی نہ سُر کی

یہ تاریخ کہی ہے کسی لُر کی — حویلی علی نقی خان بہادر کی

ایک رنڈی کو رتھ مین سوار دیکھ کر شاہ نصیر نے اسی وقت کہا۔

	شب کہا ماہ سے یہ پروین نے		اُسکے رتھ کا کلس سُنہری دیکھ
	جو چُنچ بیضے سے مرغ زرین نے		بہر پرواز یہ نکالی ہے

ناسخ نے ایک مصرع کہا ہے چشم نیم باز عجب خواب ناز ہے۔

مگر دوسرا مصرع جیسا جی چاہتا تھا ویسا نہ ہوتا تھا اسی فکر مین غرق تھے کہ خواجہ وزیر آ گئے اُنھون نے خاموشی کا سبب پوچھا شیخ صاحب نے بیان کیا اتفاق ہے کہ اُنکی طبیعت لڑ گئی فی البدیہ کہا ہے فتنہ تو سو رہا ہے در فتنہ باز ہے۔ شیخ صاحب بہت خوش ہوے ۴ (۷) فکری یعنی وہ شعر جو غور و فکر کے بعد بنایا جاے یہ مرتجل کی ضد ہے۔ (۸) ذوالنوعین ایسا شعر جس مین دو قسم کی صنعتین ہون جیسے ترجیع مع التجنیس کہ یہ مجموعہ ہے دو صنعتون کا جس مین سے ایک صنعت ترجیع یہ ہے کہ الفاظ ایک دوسرے کے مقابل ہم قافیہ ہون دوسرے صنعت تجنیس یہ ہے کہ وہ مرصع الفاظ تلفظ مین مشابہ ہون اور معنے مین مغائر جیسے کرم کے اس شعر مین

	نہ وہ پہونچا نہ کل آئی ہیہات		نہ وہ پہونچا نہ کلائی ہے ہات

ایک جگہ پہونچا عضو کا نام ہے اور دوسری جگہ مصدر پہونچنا سے ماضی کا صیغہ ہے اور ایک جگہ کلائی ہاتھ کے خاص حصے کا نام ہے اور دوسری جگہ کل آئی چین و آرام حاصل ہونے کے معنے مین ہے اور ایک جگہ ہاتھ ایک خاص عضو کا نام ہے اور اُسکے قبل ہے کا لفظ رابطہ مثبت غیر زمانی ہے اور دوسری جگہ ہیہات عربی کا لفظ ہے افسوس کے معنی مین جسکو فارسی مین تحیر اور تعجب کی جگہ بھی استعمال کر لیتے ہین اگر دو سے زیادہ صنعتین جمع ہون تو اُسے متنوع کہتے ہین جیسے۔

ناسخ

	ایک ہان ہے تو پانچ سات نہین		کچھ تری بات کو ثبات نہین

اس مین تین صنعتین ہین ایک صنعت تجنیس زائد و ناقص ہے بات اور ثبات مین دوسرے تضاد ہے ہان اور نہین مین تیسرے سیاقۃ الاعداد ہے ایک در پانچ اور سات مین (۸) خمریات ایسے اشعار کا نام ہے جن مین شراب کے اوصاف اور ساقی اور آرائش محفل کے حالات ہون۔

سید محمد خان رند

مین ہون دریا نوش کیا دیتا ہے اک ساغر شراب	ساقیا پلوا تنگ ظرفون کو چلو بھر شراب

فصل گل ہے کچھ ہی ہو آجکل گھر گھر شراب
بادہ کش بدمستیاں کرتے ہین پی پی کر شراب

ہے دعا ستون کی یارب مثل ماہ و آفتاب
جام گردش مین رہے کھایا کرے چکر شراب

پھر بہار آئے الٰہی پھر شگفتہ ہودین گل
تاک کے سائے مین اینڈین مست پھر پیکر شراب

شوق سے دامادی پیر مغان کرتے قبول
خوبصورت سی اگر ہوتی کوئی دختر شراب

گریون ہی چندے رہی افراط مے کی ساقیا
چاہیے بہتی پھرے مے خانے کے باہر شراب

غم غلط ہوتا ہے غمگین کا سرور بادہ سے
خون دل پینا پڑے مجھکو نہووے گر شراب

کھل ہی جاتی ہے بناوٹ آدمی کی نشہ مین
صاف دکھلا دیتی ہے انسان کا جوہر شراب

مغتنم ہے وقت فرصت ایک دورہ اور ہو
ہے ابھی شیشے مین اے ساقی کئی ساغر شراب

ذوق

دلوے ساقی جسے اک جام وہ دعوے سے کہے
آج جو پاس ہے میرے نہین جمشید کے پاس

اللہ اللہ رے تری مستی و بالادستی
شب کیے مست کہ کر لی گردون سے مساس

سلسبیل آکے اگر خلد سے ہو آب سبیل
کیے مے نوش کہ بجھتی ہے کہین اُس سے پیاس

زندگانی سے ہے مقصود شراب ساقی
اور باقی ہے تو سب وہم وخیال و وسواس

زندگی چند نفس ہے کہو زاہد سے کہ تو
پاس کر عیش کا کیا کرتا ہے پاس انفاس

بیٹھ گوشے مین نہ تو چھوڑ کے اس جلسے کو
دیکھ رندان خرابات نشین کا اجلاس

مے نہین برقعۂ مینا مین مگر جلوہ فروز
کوئی خورشید لقا ہے شفقی رنگ لباس

اے خنک دل کبھی تو اس سے ہو سرگرم نشاط
غم کو جا دل مین نہ دے جی کو نہ رکھ اپنے اداس

دل جو گھر غم کا ہو اُس مین ہو سرمایۂ عیش
وہ مثل ہے کہ کہان گھو نسلے مین چیل کے ماس

دل پر وسوسہ کی ہوتی ہے مے سے واشد
کھلتا ہے ہاتھ سے ساقی کے یہ قفل وسواس

سودا

پہونچ ساقی کہ اب دل کو نہین صبر
تری دوری مجھے اسوقت ہے جبر

لگی ہے کرنے آکر سوئے گلشن
چراغ گل نسیم صبح روشن

گھمنڈ آیا ہے ابر از غرب تا شرق
مجھے بے کشتئ مے تو نہ کر غرق

تغافل کو نہ اب فرمائیو کام
لیک لیکر بغل مین شیشۂ و جام

ستم ہے گر نہو اب ساغر و جام
عجب ہی لطف سے پھولی ہے یہ شام

جھکا دے منھ میں ساقی شیشۂ مے
مغنی پھونک دے بہر خدا نے

کہ آپہونچا ہے وقت بادہ نوشی
نہیں مطرب یہ ہنگام خموشی

ترانا گا وہ پی کر ساغر مُل
کہ ہووے سرمۂ آواز بلبل

جو بولے محتسب منھ توڑ اُس کا
جو مُلّا کچھ کہے سر پھوڑ اُس کا

سخن اسوقت اُس کا بے محل ہے
بہار اب جو کہے اُس پر عمل ہے

کہے ہے دیکھکر اب اِس ہوا کو
جواب بے کشان میں دون خدا کو

کریم اپنے کو میں کرلون گا راضی
دہن سے شیشے کے لو رشوت قاضی

مثنوی میرحسن

خواصون نے گھر کو دیا انتظام
تمامی کے پردے لگا کے تمام

بچھا فرش اور کر چھپرکھٹ کو صاف
مرصع کا اُس پر اڑھا کر غلاف

وہ نرگس کے رستے جو آفاق مین
نہ نکلین سو لاکر چنے طاق مین

ولایت کے میوے دھرے ہر طرف
کہ لیجاوے بو اُنکی گُل پر شرف

دھرے نخلچے خاص ایوان مین؛
ہوا ہو گئی عطر دالان مین؛

دھری کیاریان اک طرف بے شمار
مچی اک طرف ڈالیون کی قطار

اچار و مربے دھرے خوشنما
وہ باہر کے دالان مین جابجا

چھپرکھٹ کے پاس ایک مسند بچھا
اور اُسپر تمامی کے تکیے لگا

چنگیرین بنا اور رکھ پاندان
قرینے سے اُس مین رکھے ہار پان

کئی عطردان والے مرصع دھرے
انوکھی گھڑت کے کئی چوگھڑے

سرہانے مجلد دھری اک کتاب
ظہوری نظیری کا کل انتخاب

دھری اک بیاض اور رشک چمن
پُر از شعر سودا و میرحسن

قلمدان بھی اک نزاکت بھرا
قرینے سے زیر چھپرکھٹ دھرا

دھرا اک طرف گنجفہ خوش قماش
دھری چوپڑ اک طرف کو غم تراش

بچھی ایک چوکی پڑا تورہ پوش
کہ ہین دیکھکر غش جسے بادہ نوش

صراحی و ساغر شراب و کباب
دھرا اُسپہ ساقی نے کر انتخاب

ولے اُسکو رکھا چھپائے ہوے
کہ چھوٹے نہ ہے منھ لگائے ہوے

کہا خاصہ پز کو خبردار کر
کہ رکھیو تو خاصے کو تیار کر

ایضاً

عمارت کی خوبی دردن کی وہ شان
لگے جس مین زربفت کے سائبان

چقین اور پردے بندھے زرنگار
دروں پر کھڑی دست بستہ بہار

کوئی ڈورے در پہ اٹکا ہوا،
کوئی زہ پہ خوبی سے لٹکا ہوا

وہ مقیش کی ڈوریان سربسر
کہ مہ کا بندھا جس مین تار نظر

چقون کا تماشا تھا آنکھون کا جال
نگہ کو وہان سے گذرنا محال

سُنہری مغرق چھتین ساریان
وہ دیوار اور در کی گلکاریان

دیے ہر طرف آئینے جو لگا،
گیا چوگنا لطف اُس مین سما

وہ مخمل کا فرش اُسکا سُتھرا کہ بس
بڑھے جس کے آگے نہ پائے ہوس

رہین تخلخے اُس مین روشن مدام
معطر شب و روز جس سے مشام

چھپر کھٹ مرصع کا دالان مین
چمکتا تھا اس طرح ہر آن مین

زمین پر تھی اس طور اُسکی چمک
ستارون کی جیسے فلک پر چمک

فائدہ جس نظم کے اشعار مین بائے قسمیہ لاکر کوئی مضمون لکھین وہ نظم قسمیہ کہلاتی ہے جیسے

میر تقی

بصانعے کہ یہ نقاشیان ہین سب اُسکی
زمین ہو یا ہو فلک یا حجر ہون یا اشجار

باحمدے کہ نبوت ہوئی ہی اُسپر ختم
بفاطمہ کہ وہ ہے بنت سید مختار

بمرتضےٰ کہ ولایت مسخر اُن نے کی
بہادری ہی غلامون کا جسکی فن شعار

بہ آن امام کہ کشتہ ہے زہر قاتل کا
گرے ہین لخت دل اُسکے زمین پہ ٹکڑے ہزار

بہ آن شہید کہ تشنہ لب و شکستہ دل
موا ہے دشت بلا مین ہین اب تلک آثار

بہ سرد مہری شیرین بکینۂ خسرو
بگرم جوشی فرہاد و سختی کہسار

بعشق دیر بطوف حرم بسعی تمام
بلوح مشہد عاشق بسوز شمع مزار

بہ آب و رنگ گلستان بہ بیکسی اسیر
کہ اُسکو کنج قفس مین رہی ہے یاد بہار

بساغر مے گلگون بہ توبۂ سنگین
بدل نوازی ساقی بہ ابر دریا بار

بہ سنگیری چاک و بہ بیقراری جیب
بسینہ کاوی دشنہ بزخم دامن دار

بحیرت رخ جانان بچشم وا ماندہ
بسعی باطل ناخن بعقدۂ دل کار

بقلقل و بہ سبو و بلغزش مردم
بہ مستی مے ناب و بخاطر ہشیار

بہ پوچ گوئی دبے تابی و بہ بے خوابی
بکم زبانی صبر و بدیدۂ بیدار

بدیر و برہمن و کفر و با صنم گوئی
بشیخ و مسجد و تسبیح و رشتہ زنار

بسیل خانہ خراب و بوادی مجنون
بجرگہ جرگہ غزالان بدیدہ خونبار

بخوشہ خوشہ سرشک بدار بست فرہ
بقطرہ قطرہ شراب و بجام دستیار

بضعف جسم نزار و بطاقت سرکش
بجان عاشق سکین کہ یار پر ہے نثار

بخاک عاشق بے خانمان کہ باد صبا
نہین دکھاتی اُسے بعد مرگ کوچۂ یار

باضطراب چراغ و بدشمنی نسیم
بخاطر دم آخر کہ اُس سے ہے بیزار

بدور گردئ رنگ قبول یاس دعا
باعتزاز اجابت بحلقۂ اذکار

بخیل خیل خرابی بگوشۂ صحرا
بخوش سوادی شہر و بقریہ دبدیار

بشوق وصل نگار بجان مایوسی
بہ آرزوے ہم آغوشی و بہ بوس و کنار

بہ سینہ کوبی زخم جگر بماتم میر
بجان کنی گلوگیر و حسرت دیدار

قسم ہے میرے تئین ان تمام قسمون کی
کہ تجھکو علم ہے ان سب کا کیا کرون مین شمار

یہ آرزو ہے مرے دل مین مدتون سے شہا
رہے نہ بعد مرے ہند مین یہ مشت غبار

اُڑاے اسکو صبا یان تلک کہ لے پہونچے
تجھ آستان کے آگے کہ ہے فلک کردار

فائدہ دیگر المعجم مین لکھا ہے کہ شعر کی بنیاد اچھے وزن۔ شیرین الفاظ عمدہ معانی۔ درست قوافی۔ سہل ترکیب اور لطیف مضامین پر ہے اس طرح کہ اُس کا سمجھ سکنا آسان ہو اُسکا مطلب اخذ کرنے کے لیے زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہو اور استعارات بعیدہ۔ مجازات شاذہ تشبیہات کاذبہ اور تجنیسات مکررہ سے خالی ہو اور ہر بیت کے لفظ و معنے پورے پورے اُس مین موجود ہون سواے سیاق کلام اور سلسلۂ معانی کے دوسرے اعتبار سے غیر بیت پر موقوف نہو اور الفاظ و قوافی کا دروبست بخوبی ہو اور خاص قصیدے کے لیے اتنا اور ضرور ہے کہ وہ تمام ایک طرز پر ہو۔ ایسا نہو کہ عبارت کہین عمدہ اور کہین خراب ہو جاے اسی طرح نہ معانی کبھی مرتب اور کبھی مضطرب ہو الفاظ کا باہم میل بنا رہے اور متروک الفاظ سے پاک ہو اس امر کو تفویف کہتے ہین

جو لغت مین کپڑے پر رنگ برنگ کے خطوط بنانے کے معنے مین ہے ۔

پانچوان موتی شعر کی تفصیل مین باعتبار اقسام نظم کے

اصطلاح مین شعر کو بیت بھی کہتے ہین کہ دو مصرع مساوی ہوتے ہین اور عروض وضرب رکھتے ہین وجہ اسکی یہ ہے کہ بیت کے معنی گھر کے ہین اور گھر کے لیے زمین چھت ستون میخ رسی کمبل ۔ ٹاٹ ۔ کپڑا اور نقاشی سب چاہیے ایسے ہی یہ چیزین شعر کو چاہیین کہ اُسکو بھی گھر سے مناسبت ہے پس اسکی زمین مضمون ہے یعنی جب کوئی ارادہ مکان بنانے کا کرتا ہے تو پہلے زمین تلاش کر لیتا ہے اسی طرح جب شاعر شعر کہنے کو ہوتا ہے تو پہلے مضمون تلاش کر لیتا ہے اور اسکی چھت قافیہ ہے اور رسی اور میخ اور ستون ارکان بیت ہین جس طرح کہ رسی اور ستون اور میخ سے گھر مستحکم ہوتا ہے ایسے ہی ارکان بحر سے مضبوطی ہے کیونکہ ارکان مرکب ہین سبب و وتد اور فاصلے سے اور لغت مین سبب رسی کو کہتے ہین اور وتد میخ کو اور فاصلہ ستون کو اور جیسے کہ گھر کپڑے اور کمبل اور ٹاٹ سے تیار ہوتا ہے اسی طرح بیت الفاظ سے تیار ہوتی ہے **فائدہ** اکثر صحرا نشینان عرب کا گھر کمبل اور کپڑے کا ہوتا ہے بطور بال کے ۔ اور گھر مین آرائش کے واسطے نقاشی بھی کرتے ہین تو بیت کی نقاشی صنائع و بدائع لفظی و معنوی کی رعایت کرنا ہے اور گھر کے دروازے کے دو کنواڑ ہوتے ہین اسی طرح غالباً شعر کے بھی دو مصرع ہوتے ہین اور جس طرح لوگ گھر کے اندر دروازے کی راہ سے آتے جاتے ہین اسی طرح خیالہاے مردم مدعاے بیت مین مصاریع کی راہ سے پہونچتے ہین خلیل کے نزدیک بیت کے لئے دو مصرعون کا ہونا لازم ہے اور شعر اسکے نزدیک بیت کا مرادف ہے اور سواے خلیل کے دوسرے علما بیت کے لیے دو مصرعون کا ہونا واجب نہین جانتے بیت کے مصرع اول کے پہلے جز کو صدر اور اخیر جز کو **عروض** کہتے ہین اور دوسرے مصرع کے جز اول کا نام ابتدا و **مطلع** اور پچھلے جز کا نام **ضرب و عجز** ہے اور درمیان مین دونون مصرعون کے جو رہا اُسکو **حشو** قرار دیتے ہین ۔ لغوی معنے صدر کے اول و بلندی و ابتدا اور مطلع کے معنے شروع و جاے آغاز وغیرہ اور عروض کے معنی طرف کے اور ضرب کے معنی قسم و حصہ کے اور عجز کے معنی سرین وغیرہ کے ہین اور حشو بھرتی کو کہتے ہین پس وجہ تسمیہ اجزاے بیت کی ان اسما کے ساتھ ظاہر ہے الغرض کلام موزون و مقفے کی دس قسمین ہین ۔ غزل ۔ قصیدہ ۔ مسمط ۔ ترکیب بند ۔ ترجیع بند ۔ مثنوی ۔ قطعہ ۔ رباعی ۔ مستزاد ۔ فرد ۔

بیان غزل

غزل اُن اشعار متفق الوزن والقوافی کو کہتے ہین جنکی بیت اول کے دونون مصرع مقفےٰ ہون اور اُس بیت کو مطلع کہتے ہین اور باقی ابیات غزل مین صرف مصرع ثانی مین قافیہ ہوتا ہے اور بیت ثانی کو حسن مطلع و زیب مطلع بولتے ہین اور ایک غزل مین دو یا تین یا زیادہ مطلع بھی لاتے ہین جیساکہ لطف نے ایک غزل چودہ شعر کی لکھی ہے اور وہ سب شعر مطلع ہین چنانچہ خود انھون نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔

لکھے سب اس غزل مین لطف تونے چودہ مطلع — غزل اک اور بھی پڑھ ہے اگر مداح حضرت کا

اور امانت کی اس غزل مین ۹ مطلع ہین

مداح مین ہوا شہ گردون جناب کا — ذرے کو حق نے رتبہ دیا آفتاب کا

اور اس غزل مین ۱۱ مطلع ہین۔

نظر مین تولتا ہے شعراب ہر غیرت یوسف — امانت گرم ہے بازار اپنی طبع موزون کا

امانت کی ایک غزل مین ۲۲ شعر ہین جس مین سولہ مطلع ہین۔

ذوق کی اس غزل مین ۱۰ مطلع ہین۔

ترے کوچے کو وہ بیمار غم دار الشفا سمجھے — اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

اور سب سے آخر کی بیت کو ختم غزل اور مقطع کہتے ہین۔ فارس اور ہند کے شعرا نے ایک اچھا طریقہ وضع کیا ہے کہ اپنی ذات کے لیے ایک مختصر سا نام اختیار کر لیتے ہین اور اُسکو اپنی نظم کے بیت آخر مین لاتے ہین اور اُس کا نام تخلص ہے خان آرزو چراغ ہدایت مین لکھتے ہین کہ تخلص اُس بیت کو کہتے ہین جس مین شاعر اپنا تخلص لائے جیسا کہ اس شعر مین کمال خجند کے۔

کمال از گفتۂ خود ہر چہ داری — تخلصہا ے تو لبس آبدارست

مؤلف کہتا ہے کہ اس شعر مین تخلص سے مراد گریز ہے کہ اسکا ذکر قصیدے مین آنیوالا ہے مقطع مقصود نہین اور ظاہر ہے کہ حسن تخلص بھی اُس صنعت کو کہتے ہین کہ قصیدے مین اول چند شعر کسی مضمون کے لکھکر پھر مدح ممدوح کی طرف سلاست الفاظ اور نفاست معنے اور وجہ لطیف اور طرز ظریف کے ساتھ رجوع کی جائے شعراے عرب مین تخلص کا دستور نہ تھا یہ تخلص یا نام کا جز ہوتا ہے جیسے انشاء اللہ خان نے اپنا تخلص انشا کیا اور حکیم مومن خان نے مومن اور منشی امیر احمد مینائی نے امیر یا کوئی اور نام کسی رعایت و مناسبت سے تجویز کرتے ہین جیسے محمد تقی نے میر اور مرزا رفیع نے سودا اور مرزا اسد اللہ خان نے غالب اور شیخ ابراہیم نے ذوق اور نواب

مرزا خان نے داغ اور شیخ امام بخش نے ناسخ اور خواجہ الطاف حسین نے حالی رکھا تخلص اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر نام شاعر کا ارکان بحور مین گنجائش پذیر نہین ہوتا اسلیے ضرورت تخلص کی ہوتی ہے ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض شاعر جو فارسی و ریختہ یا اُردو بھاشا یا فارسی و بھاشا دو زبانون مین سخن سرائی کرتے ہین وہ دونون مین تخلص مختلف لاتے ہین جیسے عنبر شاہ خان فارسی مین عنبر اور اُردو مین آشفتہ تخلص کرتے تھے اور نواب مصطفےٰ خان کا فارسی مین حسرتی اور اُردو مین شیفتہ تخلص تھا اور حسین علی خان شاگرد مرزا غالب فارسی مین خیالی اور اُردو مین شادان تخلص کرتے تھے جن لوگون نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تخلص مؤنث نہ چاہیے اور اس خیال سے تخلص نسیم پر معترض ہوے ہین یہ انکی محض نادانی ہے اسلیے کہ بہت سے تخلص اساتذہ کے مثل جرأت اور وحشت اور حشمت وغیرہ کے مؤنث ہین ہان تخلص اچھا چاہیے کیونکہ اسما کی تاثیر ضروری ہوتی ہے جب واجد علی شاہ اورنگ نشین اودھ کے قلق و اسیر جو نامی شاعر ہین مصاحب ہوے ایک درویش صاحب حال نے کہا خدا خیر کرے اللہ تاثیر اسماے مصاحبین سے بجاے انجام کار عرصہ قلیل مین فقیر روشن ضمیر کے اندیشے کا ظہور ہوا بادشاہ کی ریاست جاتی رہی یکایک اسیر قلق عظیم ہوے ۔ شاذ و نادر بعض شعرا تخلص مطلع مین بھی لے آتے ہین اور پھر اُسی غزل کے مقطع مین مکرر لاتے ہین یہ بات سودا کے کلام مین بہت پائی جاتی ہے مثلاً ۔ ؎

جرأت

عاشقی جرأت نکر ناحق نہ جی کو غم لگا
دن بدن تحلیل جرأت کیون ہوا جاتا ہے تو

ربط سب سے رکھ بہت پوچھی کسی نے کم لگا
آہ یہ بیٹھے بٹھاے تجھکو کیا غم لگا

میر

وہ کمان ابرو اگر درپے ہوا ہے میر کے
رو کے دلکش وہ خدا جانے کہ کس سے کھنچ گیا

ترکش ان پلکون کا ہے بالاے ترکش تیر کے
میر ہم عاشق رہے ہین ایسی ہی تصویر کے

ناسخ

گر اُسے ناسخ مہجور سے کچھ کام نہین
رات دن نور خدا کو وہ نجف سے ہے عیان

بخدا اُس بت مغرور سے کچھ کام نہین
مجکو ناسخ جبل طور سے کچھ کام نہین

اگر تخلص کو مقطع مین اس طرح لائین کہ وہ معنے کی طرف بھی رجوع کرتا ہو اور اُسکو قطعی تخلص کہنے مین تامل ہو جو اور اس سے تخلص قائل معلوم نہ ہوتا ہو تو یہ بات بے لطف ہے اور خالی رکاکت سے نہین مثلاً لفظ تمنا کہ خواہش کے معنی مین ہے شاعر کا تخلص ہو تو چاہیے کہ مقطع مین اس طرح لائین کہ شاعر کے تخلص ہونے پر

دلالت کرے جیسے اس مقطع مین مولوی محمد قاسم تمنا مراد آبادی کے۔ ؎

رکھتے جاؤ قدم آنکھو نپہ تمنا کی ذرا
او میان اُس حرم پاک کے جانے والے

نہ یہ کہ سامع جب تک دوسرے شخص سے نہ پوچھے معلوم نہو جیسے اس مقطع مین۔ ؎

عاشق خستہ کی رخصت دم آخر ہے ضرور
ہے اُسے تیرے ہی ملنے کی تمنا باقی

اس بیت مین یکایک بغیر تحقیق کے لفظ تمنا سے شاعر نہین معلوم ہوتا بلکہ خواہش کے معنے پیدا ہوتے
علی ہذا القیاس اس مقطع مین مرزا مکین رفاقت کے ؎

بر سونگی ایک دم مین رفاقت جو چھوڑ دے
کیا ایسی زندگی کا بھروسا کرے کوئی

اس مین صاف صاف نہین معلوم ہوتا کہ یہ شعر رفاقت کا ہے۔
لطیف کا مقطع ہے۔ ؎

بندگی پر نہین ہو تو فنا تر الطف لطیف
تو نے جب چاہا تو درویش کو سلطان کیا

سکندر کا مقطع ہے۔ ؎

حیف عقبی کے لیے کچھ نہ سکندر نے کیا
آپ گئے روز جیا کس لیے دارا مارا

الغرض غزل مین سوائے ذکر شراب وکباب وخال و خط و شاہد رعنا و شکوہ الم مفارقت و ذکر وصال و بیان جفائے فلک وخوے بد معشوق کے اور قسم کے مضمون مثل نصیحت و معرفت و وعظ و پند وغیرہ کے زیبا نہین اور یہ بھی ضرور ہے کہ اول سے آخر تک ساری غزل ایک ہی مضمون کی ہو خواہ فراق کی خواہ وصال کی خواہ اور مضمون کی مگر متاخرین کے نزدیک غزل مین ہر شعر کا مضمون علیحدہ اور مختلف ہونا بھی جائز ہے یعنی اگر شاعر مطلع مین وصل کا حال باندھے اور زیب مطلع مین جدائی کا حال بیان کرے تو روا ہے بلکہ یہی بہت شائع ہے اور ایک نئی طرح اور نکلی ہے کہ اپنے معشوق کو دوسرے کا عاشق قرار دیکر کچھ اسکی بیتابی کچھ اپنا رشک کچھ اور چھیڑ چھاڑ لکھتے ہین اس سے عجیب غریب لطف حاصل ہوتا ہے شعرا نے مستعمل استعارون سے بچنے کے لیے نئے استعارے اور استعارے در استعارے نکالے ہین اور اُسکا ایجاد جدید تصور کر کے نازک خیالی نام رکھا ہے اس سے کلامون مین خیالی نزاکت اور تازگی لطافت تو ہو جاتی ہے مگر کلام پر اثر نہین ہوتا چونکہ دُنیا مین ہر ایک نئی چیز مزہ دیتی ہے اسلیے یہ طرز ہر ایک کو پسند ہے اور علم کی مشکل پسندی نے اُسے زیادہ تر قوت دی ہے جو قدما کی تقلید سے صفائی اور سادگی کی لکیر پر فقیر ہین اور اغلاق کو ناپسند کرتے ہین ادائے مطلب و طرز کلام مین صفائی پیدا کرنے کی کوشش رکھتے ہین جس سے سننے والے کے دل پر اثر ہوتا ہے۔
نازک خیالی کا نمونہ۔ ؎

تصویر یار بہر نکیرین پاس ہے — سکھو دیکھو میری قبر مین شیشہ گلاب کا

مطلب شاعر کا یہ ہے کہ جب قبر مین نکیرین آئینگے اور مجھ سے کچھ سوال کرینگے تو یار کی تصویر دکھادونگا یا یہ کہ جب وہ مجھ سے پوچھینگے کہ تیرا رب کون ہے تو مین یار کی تصویر دکھادونگا اور کہونگا کہ مین اس کے سوا کسی کو نہین جانتا جیسا کہ مجنون کا جواب مشہور ہے ؎ نہ چندان شور لیلی در سرم بود ؛ کجا پرواے کار دیگرم بود ؛ ابہر نیچ وہ اُس تصویر کو دیکھ کر غش کر جائینگے اُنکے ہوش مین لانے کے لیے شیشہ گلاب کا ساتھ ہونا ضرور ہے میری قبر مین رکھدینا اس قسم کے اشعار معما سمجھے جاتے ہین - اور ہر ایک کے فہم مین مشکل سے آتے ہین غالب ؎

ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگینگے نکیرین — ہان منھ سے مگر بادہ دوشینہ کی بو آئے

بادۂ دوشینہ یعنے رات کی پی ہوئی شراب جو مرنے سے پہلے پی تھی تخلص ازراہ شوخی کے کہتا ہے کہ نکیرین کے سوال وجواب سے بچنے کی کوئی تدبیر اُسکے سوا نہین کہ شراب پیکر مرین تاکہ نکیرین اُسکی بو کی کراہت سے بغیر سوال وجواب کیے چلے جائین - ولہ ؎

کارگاہ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے
برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے

یعنے دہقان کی سعی گل کے حق مین گل کی خرمن راحت کے لیے برق کا کام دیتی ہے دیکھو وہ لالے کے درخت پر اسقدر کوشش کرتا ہے لیکن اسکا نتیجہ صرف یہ ہوتا ہے کہ گل لالہ کے دل پر داغ ہوتا ہے -

ولہ

غنچہ ناشگفتہ ہا برگ عافیت معلوم — باوجود دلجمعی خواب گل پریشان ہے

مطلب یہ ہے کہ کھلنے کے وقت تک غنچے کے مایۂ آرام وعافیت کا باقی رہنا ناممکن ہے کیونکہ ظاہر مین اگرچہ اُسکی صورت صنوبری سے اُسکی دلجمعی کا خیال ہوتا ہے لیکن حقیقت مین اُسکی پنکھڑیون مین پریشانی کا مادہ پنہان ہوتا ہے -

ولہ

رکھا غفلت نے دُور افتادہ ذوق فنا ورنہ — اشارت فہم کو ہر ناخن بریدہ ابرو تھا

ولہ

پریشانی سے مغز سر ہوا ہے پنبۂ بالش — خیال شوخی خوبان کو راحت آفرین پایا

ناسخ

میری آنکھون نے تجھے دیکھ لے وہ پھر دیکھا — کہ زبان مژہ پر شکوہ ہے بینائی کا

وله

کھل گیا ہم پر عناصر جب ہوئے بے اعتدال ۔ رابطہ واجب ہے ممکن دوست دشمن مین نہین

آج کل کے بعض شعرا کلام مین نہایت تکلف کرتے ہین الفاظ مصنوعی اور مشکل بھرتے ہین اور یاران بلید الطبع پر رعب غالب کرنے اور صاحب طرز جدید مشہور ہونے کو اپنے اشعار کو معما کرتے ہین اور اکثر کلمات خلاف محاورۂ روزمرۂ اُردو استعمال مین لاتے ہین جنکے دریافت کرنے کے واسطے کتب لغت وغیرہ کی حاجت پڑتی ہے اسواسطے کلام اُن کا غیر فصیح اور قابل عدم التفات ہوتا ہے کلام نحس و شوم سے بھی شاعرون کو احتراز کرنا چاہیے بعض اوقات ایسا مضمون بدشگون زبان سے نکلتا ہے کہ اُسکی تاثیر سے ضرور خرابی واقع ہوتی ہے جیسے ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ خاتم آل تیموریہ کا یہ شعر ؎

مر گئے آخر پھڑک کر دام سے چھوٹے نہ ہم ۔ دل کی دل ہی مین تمنائے رہائی رہ گئی

حضرت بادشاہ صاحب مرتے مر گئے انگریزون کی قید سے نہ چھوٹے دل کی دل ہی مین تمنائے رہائی رہ گئی۔

المختصر اصطلاح مین غزل اُن اشعار کا نام ہے جنکی تعریف اوپر کی گئی اور لغت مین غزل جوانی کا حال بیان کرنے اور عورتون کی صحبت اور عشق کا ذکر کرنے کو کہتے ہین اور بعض کا قول ہے کہ ایک شخص عرب مین تھا جس نے اپنی ساری عمر رندمشربی اور عشقبازی مین گذاری اُس کا نام غزل تھا اور ہمیشہ عشق و حسن کی تعریف کیا کرتا تھا اور سخن عاشقانہ کہتا تھا پس ایسے اشعار کو جن مین حُسن و عشق وغیرہ کا بیان ہو اُسکے نام سے موسوم کر دیا یعنے غزل کہنے لگے مگر قول اول دُرست ہے ۔ عرب کے اشعار مین مرد کا عشق عورت کی طرف ہوتا ہے اور فارسی مین عشق مرد کا امرد کی طرف اور اُردو مین مرد کا عشق عورت کی طرف اور مرد کا عشق امرد کی طرف یعنی دونون طرح ہے اس لیے کہ ماخذ اُردو کا عربی اور فارسی ہے اور شعر ریختہ تتبع عرب و عجم دونون کے ہین پس ادیبان عرب کی تقلید سے مرد کے عشق کا عورت کی طرف اظہار کیا اور شعرائے فارس کی اتباع سے امرد کے ساتھ عشقبازی کا شیوہ اختیار کیا جو لوگ کہتے ہین کہ اُردو مین عشق مرد کا امرد کی طرف ہے نہ عورت کی طرف وہ بڑی غلطی پر ہین یہ نہین دیکھتے کہ شاعری ریختہ مین امردون کے سبزۂ خط وغیرہ اور عورتون کی پستان وغیرہ دونون کی تعریف موجود ہے اور اساتذہ وموجدین فن کے کلام سے یہ بات ظاہر ہے ۔ مثلاً ؎

امانت

بار محرم سے پڑے ہین سینۂ نازک مین نیل ۔ لے پری انگیا کا سب آب رواں آبی ہوا

آتش

کسی کی محرم آب رواں کی یاد آئی ٭ حباب کے جو برابر کوئی حباب آیا

برق

چاندنی بن گئے کرتی جو نہا کر پہنی ٭ اگا رج کے پھول ہوے اُنکے بدن مین مہتاب

ذکی

سبز محرم مین دکھائے گر لطافت حسن کی ٭ خام انار آسا بت رنگین کی پستان سبز ہو

رند

روشن ہے آفتاب سے وہ گورا گورا پیٹ ٭ بہتر کرن سے یار کی کرتی کی توئی ہے

قلق

گلو بیز خاصی دھوکا ہو گیا رنگین کٹورے کا ٭ رگ گل مین جو عالم تھا تری انگیا کے ڈورے کا

ولہ

وہ بیٹہ آب رواں کا سر کا جو اسکے محرم سے مجھے یہ گم ٭ کہ بحر حسن صنم کا ہمکو دکھا دیا ہے حباب آدھا

مصحفی

سیم کیون پنجۂ شاہین سے نہ ہو پستان کو ٭ دام مین رکھتی ہے اپنے دو کبوتر کرتی

اخگر

اُس ناک کی لونگ سونگھتا ہون ٭ حاجت مجھے کیا الائچی کی

ذوق

اللہ ری تاب حسن کہ اُسکا دُر بلاق ٭ چشمک نئی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ

نادر

کیل سونے کی بنے عکس طلائی رنگ سے ٭ حلقۂ بینی کی جا رکھو جو تنکا ناک مین

حزین

پہنے جو یار نے کرن پھول کان مین ٭ تتو نہ لوٹتی رہی شبنم تمام رات

احمد حسین خان صبا

کان چھدوائے جو اُس نے تو غش آیا مجھکو

بالے بن ہی مین کیا بس تہ و بالا مجھکو

محسن

واہ کیا تاثیر ہے رنگ صبیح یار کی
بن گیا ہیرا جو پہنا اُسنے سبزہ کان مین

شہید

چاندی کی چوڑیونکو طلائی بنادیا
رنگ حنا ہے یا ترے اکسیر ہاتھ مین

ولہ

شوخ یہ رنگ حنا اے گل ہے جسکے عکس سے
گجرے پھولونکے بنے سُونیکے کنگن ہاتھ مین

نادر

بوجھ اتنی چیز کا کیا دست نازک سے اُٹھے
آرسی چھلہ کڑے پہونچی ستار سے چوڑیان

بحر

حُسن روز افزون نے گنجائش نہ باقی جسم مین
بنگیا انگیا کے اندر وہ سمٹکر چھاتیان

ثابت

ٹوٹتے ہین شب وصل دست شوق اُنھین
یہ گول گول ہین کیا سخت تیرے سینے مین

جلال

آرہی زلف ہوا سے جو تری پستان پر
ابر نے لیلیا آغوش مین کہسارون کو

جوش

تمھاری مانگ نے لوٹا ہی ہوش و صبر و قرار
لٹا ہے شام کے رستے مین قافلہ دل کا

امانت

سیہ موباف پاجامہ گلابی چینی نیفہ
دوپٹہ سرخ انگیا سبز کُرتی زعفرانی ہے

جلال

بناؤ فخر سر چرخ اخضری چوٹی
گیاہ سنبلہ سے بھی رہے بڑی چوٹی

گویا

لپٹی ہے چوٹی یار کی پھولونکے ہار مین
سنبل نے گل کھلائے ہین فصل بہار مین

منیر

سو پیچ پڑے لاکھ بلائین ہوئین باہم
ان سب سے بنائی بُت مغرور کی چوٹی

ان تمام اشعار مین اُن چیزون کی تعریف مذکور ہے جو عورتون سے خصوصیت رکھتی ہین۔

اسیر

خط نمودار ہوا وصل کی راتین آئین
جن کا اندیشہ تھا منھ پر وہی باتین آئین

آباد

سبزۂ خط ہے طلسم حُسن رُخ پر عیان
ورنہ کب ممکن ہے شعلے پر ٹھہرنا کاہ کا

تسلیم

دید کے قابل ہے جوبن سبزۂ رخسار کا
معجزہ ہے سبز ہونا آگ پر گلزار کا

خلیل

ہتونکا سبزۂ خط خال کا نہین محتاج
بغیر مہر یہ خط اعتبار رکھتا ہے

وزیر

سبزۂ خط سے ہوا اور وقار عارض
خضر آباد ہوا نام دیار عارض

وزیر

مسین بھیگی نہین ہین ای وزیر اُس آئینہ رو کی
نمایان پشت لعل لب پہ ہی یہ عکس مژگان کا

ان اشعار مین ایسی چیز کی تعریف ہے جو امردسے خصوصیت رکھتی ہے۔

ریختہ کے مقابل ایک زبان ریختی اور ایجاد ہوئی ہے اُس مین عورتون کی بولی عورتون کے ساتھ باندھی جاتی ہے موجد اسکے سعادت یار خان رنگین ہین اُسکی بنیاد فقط یارون کے ہنسنے ہنسانے پر ہے مگر انشاء اللہ خان نے اس طرز کو جلا دے کر خوب گلدستہ سجایا متاخرین مین جان صاحب اس فن کے بڑے ماہر ہین یہان پر ایک دو شعر ریختی کے بطور نمونہ کے لکھے جاتے ہین۔

رنگین

مین وہ بھی اوڑھنے کی نہین کل کی اوڑھنی
باجی مجھے خنگا دو جھلا جھل کی اوڑھنی
ذرا گھر کو رنگین کے تحقیق کرلو
یہان سے ہے کے پیسے ڈولی کہار دو

انشا

مردوا مجھ سے کہے ہے چلو آرام کرین
جسکو آرام وہ سمجھے ہے وہ آرام ہو نوج

ولہ

تم نے بربیتی کہانی تو نہ بسر ڈی اتا
آپ بیتی تو کوئی بات نہ چھیڑی اتا

نہین سنکار لیا تو نے تو پھر انشا نے
مرے دروازے کی کیون چول اکھڑی انا

مین ترے صدقے نہ رکھا مری پیاری روزہ
ولہ
بندی رکھ لیگی ترے بدلے ہزاری روزہ

جانصاحب

نماز پڑھ پڑھ کے گنا ہون سے اپنے توبہ کیا کر
نکاحی بیاہی کو چھوڑ بیٹھے متاعی رنڈی کو گھر مین لالا
نجان ہندو یہ دے دوگانہ خدا خدا کر خدا خدا کر
بنایا صاحب امام باڑہ خدا کی مسجد کو تم نے ڈھا کر

بھاشا مین عشق عورت کا مرد کی طرف ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ ہندو وُنکی قوم مین مرد کم اور عورتین زیادہ ہونیکے سبب مرد محبوب ہوے کیونکہ کم چیز عزیز اور زیادہ چیز حقیر ہوتی ہے پس شان محبوبی مردون سے متعلق ہو گئی اور عاشقی عورتونکے ساتھ مخصوص ہوئی مولوی غلام علی آزاد نے اسی طرح لکھا ہے ۔ ؎

باہین چھڑائے جات ہو نبل جان کے موے
اس ہردے تی جاؤگے مرد بدونگی توے

انتہی دریٔں سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر عورت کی طرف سے عشق بازی کی ابتدا کی جاتی ہے تو ایسے بیان مین شیرینی زیادہ ہوتی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے عورت کا عشق مرد کی نسبت بیان کرنا چاہیے پھر عورت کی عاشقی کا ڈھنگ دیکھکر مرد کا عشق عورت کی نسبت بیان کرنا چاہیے۔

غزل کے اشعار طاق ہوتے ہین اور محققین کے نزدیک ایک غزل کی تعداد پانچ شعر سے کم نہین ہوتی اور گیارہ شعر سے زیادہ نہین لیکن بعض اگلے شاعرون کے نزدیک ایک غزل کی تعداد کم سے کم تین شعر اور انتہا پچیس شعر تک ہے اس زمانے مین سترہ اور اُنیس اور اکیس بلکہ اس سے زیادہ اشعار کی غزل لکھتے ہین چنانچہ سخنوران متاخرین فارسی کے کلام مین چالیس شعر تک اور شعراے متاخرین ریختہ کے کلام مین پچاس پچپن شعر تک کی غزلین موجود ہین پس اگر کوئی شاعر نہایت برجستہ اور پسندیدہ زمینون اور دلچسپ بحرون مین لطف محاورہ درستی ترکیب اعلیٰ درجے کی لطافت و فصاحت نئے خیالات اور چھٹتے قافیون کے ساتھ طول طویل غزل لکھے اور حصول غزلیت کو ہاتھ سے نہ جانے دے تو یہ کمال مشق سخنوری پر دلیل ہے البتہ اگر مضمون بیہودہ واہیات اور قافیے پوچ و خراب ہونگے تو کوئی پسند نہ کرے گا۔ اگر کوئی کہے کہ ایسا طائر مضمون کم پایا جاتا ہے جو دام متقدمین کا اسیر نہوا ہو۔ ؎

حریفان بادہ ہا خوردند و رفتند
تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

یہ تو قول ہرگز مسلم نہین اسلیے کہ مبدء فیاض کا فیض نامتناہی ہے اُسکی فیض رسانی مین کسی صورت سے کمی و نقصان نہین ہم اس قول کو ایک بزرگ کے اپنی راے کے مطابق پاتے ہین۔ ؎

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

اور نسیم کہتا ہے۔ ؎

ہر چند کہ اگلے اہل فن تھے سلطان قلمرو سخن تھے
آگے اُن کے فروغ پانا سورج کو چراغ ہے دکھانا
پر بحر سخن سدا ہے باقی دریا نہیں کار بند ساقی

اور صاحب ترانۂ شوق کہتا ہے۔

لیکن نہیں انجمن ہے خالی کب میکدۂ سخن ہے خالی
حاصل مے کش کو کچھ نہ کچھ ہے تلچھٹ ہی سہی اگر نہیں مے

شعراے ریختہ نے ایک زمین مین چار چار پانچ پانچ غزلین لکھی ہین اور ہر غزل کے مقطع مین دوسری غزل کا اشارہ کیا ہے شیخ امداد علی بحر ابن شیخ امام بخش نے جو امام بخش ناسخ کے شاگردون مین نامور ہین ہفت غزلہ لکھا ہے یعنی سات غزلین ایک زمین مین کہی ہین ایک غزل کا مقطع یہ ہے۔ ؎

سگ و دربان کے لیے کوچۂ جانان چھوڑا بحر تم رک گئے خاشاک سے دریا ہو کر

مولوی مذاق کا بھی ایک ہفت غزلہ ہے جو نہایت آب و تاب کے ساتھ لکھا ہے اُن مین کا ایک شعر یہ ہے ؎

پھاڑ کر پھینک اے مصور کاغذ کشمیر کو پردۂ دل کا ورق لا یار کی تصویر کو

زمین غزل مراد ردیف و قافیہ سے ہے مع قید بحر کے۔ صورت مذکورۂ بالا مین ہر غزل مین دوسری غزل کا اشارہ کرنا ضرور نہین۔ اکثر شعراے ریختہ ایسا بھی کرتے ہین کہ ایک زمین مین ایک غزل لکھکر اُسی زمین مین قافیہ بدلکر دوسری غزل لکھتے ہین اور غزل اول کے آخر مین تبدیل قافیہ کا اشارہ کر دیتے ہین۔ اور کبھی ایسا بھی کرتے ہین کہ مطلع غزل کے مصرع ثانی کو مقطع کا مصرع ثانی کر دیتے ہین جیسے اس غزل مین خواجہ درد علیہ الرحمۃ کے۔ ؎

ڈرتا نہیں ہوں کچھ میں اس سخت دل کے ہاتھوں پستا ہوں آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھوں
اے درد پھر بھی آتا دل میں یہی ہے میرے پستا ہوں آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھوں

غالب

عرض نیاز عشق کے قابل نہیں رہا جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا
مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ میں شایان دست و بازوے قاتل نہیں رہا
گو میں رہا رہین ستمہاے روزگار لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا
بیداد عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسد جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

ضامن نے مطلع کے مصرع ثانی کو تمام غزل کا مصرع ثانی بنایا ہے۔ ؎

بنی جی کا وہ عالی آستان ہے	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
اڑائی خاک ہمنے اب وہان ہے	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
ملائک لے گئے رضوان شداد	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
شب یلدا مین نیچے ہوگیا چاند	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
ہوا ضامن یہ ثابت عکس مضمون	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے

مثال اس غزل کی جو مضمون واحد مین ہے۔

میر

شب وہ جو پیے شراب نکلا	جانا یہ کہ آفتاب نکلا
قربان پیالۂ مے ناب	جس سے کہ ترا حجاب نکلا
تجھ بن جو پیا تھا قطرہ مے کا	آنکھون سے ہو خون ناب نکلا
مستی مین شراب کی جو دیکھا	عالم یہ تمام خواب نکلا
شیخ آنے کو میکدے مین آیا	پر ہو کے بہت خراب نکلا
ایک جرعہ شراب ہی مین واعظ	ہر مسخرگی کا باب نکلا
تھا غیرت بادہ عکس گل سے	جس جوے چمن سے آب نکلا

سوز

قضارا وہ قاتل ادھر آن نکلا	کہ لینے کو اُس کے مرا جان نکلا
کھڑا نعش پر ہو کے بولا کہ ہے ہے	یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا
کھڑے رہنے والو مگر سوز ہے یہ	بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا
مراگشتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر	یہ خورشید پھاڑے گریبان نکلا
چھری لے کے من بعد سینے کو چیرا	تو دل کی جگہ خشک پیکان نکلا

قدرت کی یہ غزل فقط چشم و ابرو اور دیکھنے کے مضمون مین ہے۔

غزل

بہت سے چشم جادو اور بہت دیکھے کمان ابرو	نہ ایسی چشم دیکھی اور نہ ایسے دلستان ابرو
پسند آوین نہ کیونکر وہ ہمارے دیدۂ دلکو	عجب نگرہ ہے وہ چشم طرفہ سائبان ابرو

نہ آوے کسطرح وحشت مجھے اُس چشم و ابرو سے — کہ ترک مست ہی وہ چشم تیغ خون فشان ابرو

نظر اپنی پری و حور و غلمان پر پڑے کیونکر — تمھاری سی نہ اُنکی چشم دیکھی نے بتان ابرو

ہزارون لالہ رو غنچہ دہان دیکھے پری فطرت — کہان وہ چشم فتان شاخ نخل گل کمان ابرو

مثال اُس غزل کی جو متفرق مضامین مین ہے

ذوق

ہے تیرے کان زلف معنبر لگی ہوئی — رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی

بیٹھے بھرے ہوے ہین خم مے کی طرح ہم — پر کیا کرین کہ مہر ہے منھ پر لگی ہوئی

جلاّد بغیر خون کوئی رکتی ہے تیری تیغ — ہے یہ تو اُسکو چاٹ ستمگر لگی ہوئی

میت کو غسل دیجیو نہ اس خاکسار کی — ہے تن پہ خاک کوچۂ دلبر لگی ہوئی

عیسےٰ بھی گر ہے پاس تو ممکن نہین شفا — خورشید کو وہ تپ ہے فلک پر لگی ہوئی

نکلے ہے کب کسی سے کہ اُسکی مژہ کی نوک — ہی پھانس ہی کلیجے کے اندر لگی ہوئی

بیٹھے ہین دل کے بیچنے والے ہزار ہا — گذری ہے اُسکی راہ گذر پہ لگی ہوئی

منھ سے لگا ہوا ہے اگر جام مے تو کیا — ہے دل سے یاد ساقی کوثر لگی ہوئی

اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ منھ لگا — چھٹتی نہین ہے منھ سے یہ کافر لگی ہوئی

حکیم زندہ

قہقہہ سنکر صراحی کا سبو خاموش ہے — جسکو جتنا ہے نشہ اُتنا ہی اُسکو ہوش ہے

اپنا اپنا ظرف ہر ساقی کے سب محتاج ہین — کوئی تو خم نوش ہے اور کوئی ساغر نوش ہے

ہے بندھی خلقت کی گردن مین غلامی کی رسن — خوب چھوٹا مین یہ اُن کا صدقۂ پاپوش ہے

جلوہ فرماتے ہی رخصت ہو گئے سب کے حواس — اُنکی آمد کیا ہے گویا الوداع ہوش ہے

اپنا پا انداز خود آکر چڑھایا یار نے — اسلیے مرقد ہمارا آج مخمل پوش ہے

قید سے ہستی کے چھٹکر خوب آسائش ملی — قبر نے سمجھا مرا پروردہ آغوش ہے

دیکھکر آتے ہوے زندہ کو دیوانہ منش — دور سے ساقی نے تاڑا یہ کوئی مدہوش ہے

بیان قصیدہ

قصیدہ اصطلاح مین اُن اشعار کا نام ہے جنمین کسی کی طرح یا ہجو ذکر کی جاتی ہے یا وعظ و نصیحت و پند و موعظت یا تعریف بہار یا شکایت روزگار وغیرہ مضامین درج ہوتے ہین اور وہ اشعار معانی دقیق

اور صنائع و بدائع لفظی و معنوی کے ساتھ بیان کیے جاتے ہین جس سے زور طبیعت شاعر کا معلوم ہوتا ہے
اور شاعری کی تکمیل خاص قصیدے کی مشق و مہارت پر موقوف ہے جس شاعر نے قصیدے مین کمال بہم
نہین پہونچایا وہ مسلم الثبوت نہین سمجھا گیا یہانتک کہ حکیم سنائی و شیخ سعدی۔ اور امیر خسرو جیسے بزرگون کا
دامن بھی اس آلودگی سے پاک نہین رہا مرزا غالب کا قول تھا کہ جو قصیدہ نہین لکھ سکتا اُسکو شعرا مین شمار
کرنا نہ چاہیے اور اسی بنا پر وہ شیخ ابراہیم ذوق کو پورا شاعر اور شاہ نصیر کو ادھورا جانتے تھے۔ برخلاف غزل
کے قصیدے مین فصاحت و بلاغت و متانت تینون باتون کا ہونا ضرور ہے آجکل کے اکثر شعرا نے قصیدے کو غزل
کے ڈھنگ پر لا رکھا ہے اور یہ نہین جانتے کہ قصیدہ اور غزل مین بڑا فرق ہے۔ لغوی معنوی قصیدے گاڑھے
مغز کے ہین چونکہ ان اشعار مین بڑے بڑے مضامین زور طبیعت اور پوری طاقت کے ساتھ لکھے جاتے
ہین اس مناسبت سے انکو قصیدہ کہنے لگے بعضون نے اور بھی وجہین لکھی ہین مگر ریختہ مین ریختہ گویان
متقدمین سے لیکر متاخرین تک میر تقی و مرزا رفیع سودا اور حسرت اور انشا اور مومن و غالب و ذوق نے
قصیدے لکھے ہین مگر متقدمین مین میر کا قصیدہ بہ نسبت اُنکی غزل کے کم پایا ہے اور سودا کے قصائد
لاجواب اور نہایت زور کے ہین یہی وجہ ہے کہ لوگ کہتے ہین کہ سودا کی غزلین انکے قصائد سے پست
رتبہ ہین متوسطین مین سید انشا کے قصیدے بھی نہایت عمدہ ہین متاخرین مین شیخ ابراہیم ذوق اور
اسمٰعیل حسین منیر نے وہ زور طبیعت دکھایا اور ایسے قصیدے لکھے کہ آج تک کسی کو وہ بات نصیب
نہوئی سچ پوچھو تو قصیدہ گوئی ختم کر گئے دو قصیدے نعت و منقبت مین شہیدی کے بھی مشہور ہین
ہر چند کہ اور شاعرون نے بھی اُس زمین مین زور طبیعت آزمایا ہے مگر انکا کلام اُس مرتبے کو نہ پہونچا یا
میزان الافکار مین بحث ایطا مین لکھا ہے کہ کمتر قصیدہ وہ ہے جو سات شعر رکھتا ہو اور ریختہ مین قصیدے
کے اشعار پندرہ شعر سے اور بقول بعض اکیس بیس شعر سے کم نہین ہوتے اور انتہا ستر تک قرار دی
ہے لیکن فصحا ے متاخرین کے قصیدے دو دو سو شعر تک کے پائے جاتے ہین بعض شعرا ے فارسی
نے بھی ایک سو بیس شعر تک حد مقرر کی ہے اور عرب کے شعرا نے پانچ پانچ سو اشعار کے قصیدے لکھے
ہین حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی سبحۃ المرجان مین کہتے ہین کہ مین نے قصیدے کی حد اکیس بیت سے
اکتیس تک مقرر کی ہے تاکہ قوت سامعہ کو اُس سے آرام ملے اور طبیعتون کو ناگوار نہ گذرے یہ بھی دستور
ہے کہ اکثر قصیدے اپنے حرف ردیف سے مشہور ہوتے ہین مثلاً حرف آخر بیت قصیدہ کا کاف ہوگا تو کافیہ
کہینگے اور لام ہوگا تو لامیہ اور قاف ہوگا تو قافیہ علی ہذا القیاس بعض قصیدے اپنے مضمون سے مشہور ہوتے
ہین یعنے جو ذکر اُن مین ہوتا ہے اُسی سے منسوب ہو جاتے ہین مثلاً اگر قصیدے مین کسی کی

مدح ہو تو مدحیہ اور اگر اپنے فخر و مباحات مین ہو تو فخریہ اور جو اُس مین بہار کا ذکر ہو تو بہاریہ اور عشق کا ذکر ہو تو عشقیہ کہلاتا ہے اور کبھی قصیدے کا نام باعتبار اُسکے رتبے کے ہوتا ہے جیسے عرفی شیرازی نے اپنے ایک قصیدہ فارسی کا نام عمان الجواہر رکھا ہے اور ایک کا ترجمۃ الشوق اور انشا نے ایک قصیدے کا جو صنعت عاطلہ مین ہے اور کئی صنعتون پر مشتمل ہے طور الکلام نام رکھا ہے اور سودا نے اپنے قصیدونکو باب الجنۃ اور بحر بیکران اور تضحیک روزگار کے ساتھ موسوم کیا ہے حسرت نے اپنے ایک قصیدے کی جس کی ردیف ساتون ایک ہے گل باغ نجف تاریخ نکالی ہے غرضکہ ہر صورت مین قصیدے کی دو قسمین ہونگی ایک تمہیدیہ دوسرا خطابیہ جسکو مجردیہ بھی کہتے ہین۔

بیان قصیدۂ تمہیدیہ

تمہیدیہ کے معنے لغت مین فرش بچھانے کے ہین چونکہ ایسے قصیدون مین مدح ممدوح کی اور نام ممدوح کا بعد ذکر چند اُمور زائد کے بیان کیا جاتا ہے پس یہی فرش بچھانا ہے اور اس جگہ تمہید سے یہ مراد ہے کہ مدح کے پیشتر چند بیتون مین کچھ بہار کی صفت یا زمانے کی شکایت خواہ عشق و حُسن کی کیفیت یا اور کوئی مضمون بیان کیا جائے اُسکے بعد عمدہ طور سے ربط دیکر مدح ممدوح کی یا ہجو یا جو کچھ مقصود ہو شروع کیا جائے تمہید کے بعد مطلب کی طرف متوجہ ہونے کو گریز اور حسن تخلص اور تخلیص کہتے ہین اور جس مقام سے تمہید چھوڑ کر مطلب شروع کیا جائے اُس مقام کو مخلص کہتے ہین اور وہان پر ایک اشارہ معقول بھی کردیا کرتے ہین اور جس قصیدے مین گریز نہ ہو اُس کو مقتضب بولتے ہین اور تمہید کو تشبیب بھی کہتے ہین شین منقوط سے تفصیل کے وزن پر اور بعضون نے اُسکا نام نسیب نون و سین مہملہ سے بروزن نجیب بھی کہا ہے اہل تحقیق کا قول ہے کہ تشبیب وہ ابیات ہین جن مین ایام شباب اور عشق کا ذکر ہو اسلیے کہ تشبیب شباب کا حال بیان کرنے اور معشوق کی صفت کرنیکے معنی مین شباب سے مشتق ہے اور نسیب بھی غزل کہنے اور عورت کے جمال کی صفت کرلے کے معنے مین ہے اور شاعرون کے نزدیک تشبیب اور نسیب اُن ابیات کا نام ہے جو قصیدے مین تمہید کے طور پر مدح یا ہجو کے پہلے لکھتے ہین اور شاید پہلے ہی عادت ہو کہ اُن شعرون مین مضمون عشقیہ ہی لکھتے ہون لیکن اب اس کی قید نہین تشبیب عام ہے خواہ حسن یا عشق یا اور طرح کے اشعار ہون یہان سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ تشبیب بمنزلۂ جزو قصیدہ کے ہے گویا اُس کا دیباچہ ہے پس قسم علیحدہ نہ ٹھہری جیسا کہ اور بعض لوگون نے اسکو ایک قسم جدا قرار دیا ہے حالانکہ علیحدہ نہین بلکہ قصیدے ہی کے شمار مین ہے **بیت القصیدہ** یہ ہے کہ شاعر کے اول اول کوئی مضمون ذہن مین آئے اور اُس کو نظم کرکے قصیدے کی بنیاد اُسپر

رکھے پس چونکہ مدار قصیدے کا اس شعر پر ہے اسلیے اسے بیت القصیدہ، کہا گیا اور عرف عام مین قصیدے کی جو بیت بھی بہتر ہو وہ بیت القصیدہ کہلاتی ہے۔

الغرض ایک ہی قصیدے مین ممدوح کو غائب فرض کرکے پھر خطاب پر آتے ہین اور تعریف کرتے ہین اور جو کچھ مدعا ہوتا ہے وہ عرض کیا جاتا ہے تاکہ اُسکی خاطر عاطر پر بار نہ گذرے بعض شعرا غیبت سے خطاب کی طرف آتے وقت ایک اشارہ بھی کر دیتے ہین جیسے اب کوئی مطلع مدح حاضر مین پڑھتا ہون ممدوح میرے سامنے ہے یا اور طرح پر اشارہ ہوتا ہے اور قصیدے کے آخر مین ممدوح کے حق مین دعا کرتے ہین اور اُسکو دعائیہ کہتے ہین اور اگر دعا شرط کے ساتھ ہو اس طرح کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہے تیرا اقبال قائم رہے تو بعض شرطیہ بھی کہتے ہین اور بعض صرف دعائیہ قصیدے مین چار چیزون کا اچھا ہونا ضرور ہے ایک مطلع کہ سامع سنکر خوش ہو جائے اور طبیعت اُس کی ایسی محظوظ ہو کہ بے اختیار ہو جائے اور بے سُنے باقی قصیدے کے قرار نہ پڑے اگر مطلع بُرا ہوگا تو سامع کا جی نہ لگے گا اور طبیعت کو وحشت ہو گی کیونکہ مضمون نا ملائم طبیعت کو ناگوار ہوتا ہے بلکہ قصیدہ سننے سے گھبرائے گا اگرچہ باقی کلام نہایت عمدہ اور لطیف ہو جس قصیدے مین کئی مطلع لکھتے ہین اُسے ذوالمطالع اور ذات المطالع کہتے ہین اور یہ بات خوبی مین داخل ہے۔ ذیل کے مطالع کو ملاحظہ کرو۔ ؎

سودا

اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا
تو آب و دانہ کوئے کر کہر نہ ہویدا

ولہ

اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سے عمل
تیغ اُردی نے کیا ملک خزان مستاصل

ولہ

ہوا جب کفر ثابت ہو وہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

مطلع ثانی

عجب ناداں ہین جن کو ہے عُجب تاج سُلطانی
فلک یال ہما کو پل مین سونپے ہے مگس رانی

ولہ

صباح عید ہے اور یہ سخن ہے شہرۂ عام
حلال دختر رز بے نکاح و روزہ حرام

ولہ

ہے پرورش سخن کی مجھے اپنی جان تلک ‌‌‌‌ جون شمع زندگانی ہی میری زبان تلک

ولہ

چہرۂ مہروش ہے اک سنبل شکن فام دو ‌‌‌‌ حسن بتان کے دور مین ہے سحر ایک شام دو

ولہ

بسان دانۂ روئیدہ ایک بار گرہ ‌‌‌‌ کھُلے جو کام سے میرے پڑے ہزار گرہ

ولہ

مستغنی ذاتی نہ ہوس کی ہو تسخیر ‌‌‌‌ معدن ہی جہان سونیکا وان خاک ہی اکسیر

ولہ

ہنجوش کا ہو دل تو رہے دہر سے تنگ ‌‌‌‌ باور نہین تو دیکھ کہ نالان سدا ہی زنگ

انشا

نوع بشر مین تھے نہان آتش و باد و آب و خاک ‌‌‌‌ عشق نے کر دیے عیان آتش و باد و آب و خاک

ولہ

صبحدم مین نے جولی بستر گل پر کروٹ ‌‌‌‌ جنبش باد بہاری سے گئی انکھ اُچٹ

نیند

ولہ

کیا چیز دیو مرد سخندان کے سامنے ‌‌‌‌ پر جلتے ہین فرشتون کے انسان کے سامنے

ولہ

سحر بہار سے خوشبو مین آگئی یہ لپٹ ‌‌‌‌ کہ صاف چاند سے مکھڑے کے کھل گئے گھونگٹ

ولہ

لگھیان نور کی تیار کرا سے بوے سمن ‌‌‌‌ کہ ہوا کھانے کو نکلینگے جوانان چمن

ذوق

زہے نشاط کہ گر کیجیے اُسے تحریر ‌‌‌‌ عیان ہو خامہ سے تحریر نغمہ جاے صریر

داغ

کیا جوان بخت جوان سال ہوا ہے عالم

فلک پیر بھی کھاتا ہے جوانی کی قسم

مومن

کشتی ہے میری تیغ زبان سے زبان تیغ | کیونکر سخن فروش ہون سوداگران تیغ

مطلع ثانی

نہلا دیا عدو کو لہو مین لسان تیغ | میری زبان کے آگے چلے کیا زبان تیغ

دوسرے قصیدے کا مخلص یعنی گریز اچھا ہونا چاہیے اور یہ مقام تمام قصیدے مین مشکل ہے کیونکہ دو مطلب نا آشنا کو باہم ربط دینا ایسا ہے جیسا دو وحشی کو آپس مین موافق کرنا گریز تمام قصیدے کی جان ہے مثلاً۔ ؎

سودا

وہ ختم رسالت نہین جسکا کوئی ہمتا | اور ہے بھی جو کوئی شہ مردان ہی برابر

اسمین حضرت علی کی مدح کی طرف گریز ہے۔

ولہ

جو طشت شمع نہوا سکے روضے مین جا کر | تو آفتاب نہ ہر شب نظر سے گم ہوتا

اس مین مدح حضرت علی موسیٰ رضا کی طرف گریز ہے۔

ولہ

خدا کے واسطے باز آ تو اب ملنے سے خوبان کے | نہین ہے اُنسے ہر گز فائدہ غیر از پشیمانی
نظر رکھے سے حاصل اُنکے چشم و زلف کے دیکھ | مگر بیمار ہووے صعب یا کھینچے پریشانی
نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے | برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی
زہے دین محمد پیروی مین اُسکی جو ہووے | رہے خاک قدم سے اُسکے چشم عرش نورانی

گریز ہے مدح حضرت پیغمبر خدا کی طرف۔

ولہ

معدوم دستگیری کا شیوہ ہے اسقدر | نزدیک ہے نہ ہاتھ کو پکڑے حنا کا رنگ
ہوتا نہ اتنے ناخلفون مین جو ایک خلف | کھا جاتی زہر مادر ایام آ کے تنگ

یعنی وہ سیف دولہ بہادر کی جس سوا
پاوے نہ کوئی لطف و کرم کا کسی مین تنگ۔

گریز ہے مدح سیف الدولہ کی طرف۔

ولہ

ارض و سما کا ہونا قبضے کے بیچ اپنے | بے دعوے خدائی کیونکر مجھے گمان ہو
جو کچھ کہا ہے تو نے یہ تجھکو سب مبارک | مین اور میرے سر پر میرا بسنت خان ہو

گریز ہے مدح بسنت خان خواجہ سراے بادشاہی کی طرف۔

ولہ

غلط ہے تو جو زمانے مین سمجھے یہ سودا | اکہ کار بستہ سے یارون کی کھولین یار گرہ
بغیر ناخن شیر خدا جہان مین کوئی | کسی کے کام کی کھولے نہ زینہار گرہ

گریز ہے منقبت حضرت علیؑ کی طرف۔

ایضاً ولہ

اکا غذ و خامہ و تحریر و مرکب سودا | ہو کے کہتے ہین بیک اہل کرم چارون ایک
شاہ مردان جو نہوتی تری خلقت منظور | ہوتے عنصر نہ کبھی ملکے بہم چارون ایک

ایضاً حسرت

ہفت اقلیم کی مین سیر کی پر میرے لیے | باعث رنج و تعب ہین یہ مکان ساتون ایک
ہان مگر دل مین یہ ہے کوے نجف کو جاؤن | کہ بہشتین ہو مین اب حق کی وہان ساتون ایک

مومن

اے فلک دل کو داغ کرتی ہے | زر خورشید کی درخشانی
بے زری سے مری تجھے حاصل | کچھ نہ ہوگا بجز پشیمانی
تجھے معلوم ہے کہ ہون مین کون | کھول دون مین یہ راز پنہانی
مدح خوان شہ وزیر لقب | ختم جس پر ہوئی سخندانی

حالی

گر کرون ذکر لذت طاعات | تلخ کردون مذاق فسق و فجور
چھیڑدون گر فسانہ حشر یاد | دل حشر وہین ڈالدون ناسور
کرنے جاؤن جو حق سے عذر گناہ | لے کے آؤن نوید عفو قصور
لون ملائک سے داد حسن کلام | گر لکھون نعت سرور جمہور
وہ شہنشاہ آنکھی جس کا | یان گنہگار اور وان مغفور

تیسرے حسن طلب یعنی مداح ممدوح سے مقصد حاصل کرنے اور کوئی چیز مانگنے مین ایسی سحر بیانی و فسونسازی کرے کہ التماس قبول ہوجائے اور ممدوح اگرچہ بخیل و شوم ہو مگر علو ہمتی کو کام فرماکر بڑی سیر چشمی و سخاوت سے اُسکی حاجت روا کرے مثال اُسکی ـ ـ

غالب

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے

ولہ

مہر تابان کو ہو تو ہو اے ماہ
قرب ہر روزہ بر سبیل دوام
تجھکو کیا پایہ روشناسی کا
جز بہ تقریب عید ماہ صیام
جانتا ہون کہ اُس کے فیض سے تو
پھر بنا چاہتا ہے ماہ تمام
ماہ بن ماہتاب بن مین کون
مجھکو کیا بانٹ دے گا تو انعام
میرا اپنا جدا معاملہ ہے
اور کے لین دین سے کیا کام
ہے مجھے آرزوے بخشش خاص
گر تجھے ہے اُمید رحمت عام
جو کہ بخشے گا تجھکو فر و فروغ
کیا نہ دے گا مجھے مے گلفام

دریاے لطافت

دل مرا مجھ سے طلب کرتا ہی سو دینار سرخ
مین یہ کہتا ہون کہ مفلس پاس اتنا زر کہان
سنکے کہتا ہے کہ تمکو شرم بھی آتی نہین
جھوٹ سے کیا فائدہ فرمایئے ای مہربان
آپ ہین مداح ایسے کہ جسکے ہاتھ سے
بحر کا کیسہ تہی ہے اور خالی جیب کان
کس کو باور ہے کہ تم رکھتے نہین [illegible]
اسقدر دولت کہ رکھتے تھے سلاطین کیان

چوتھے مقطع عمدہ ہو اسلیے کہ سامع تمام ابیات سُنکر بھول جاتا ہے اور مقطع کا منتظر رہتا ہے پس اگر مقطع اچھا ہوا تو تمام ابیات از سر نو لطف دینگی ورنہ سارے قصیدے کا مزہ جاتا رہے گا ـ مثال اُسکی ـ ـ

سودا

ے سرور تجھے دے ہر ایک عید کے دن
طرف سے ساقی کوثر کے ساقی گلفام

ولہ

نخل اُمید سے اپنے ہون بہرہ مند محب
ہو محبت نہ تری جسکو نہ پاوے وہ پھل

ولہ

پرواز ہما جب ہو سوا اوج سعادت
شہباز کا طالع کے ترے اُوپہ ہے جنگ

ولہ

تا مہر و مہ فلک پہ یارب رہے درخشان ۔۔۔ یہ آستان دولت مسجود دو جہان ہو

انشا سلیمان شکوہ کے مدحیہ قصیدے مین

بس سلیمان جہان تو ہی ہو اور دنیا ہو ۔۔۔ جب تلک گنبد مینا مین رہے چمکاہٹ

ولہ

ہر چند ہون مین بے سر و سامان ولیک آج ۔۔۔ آیا ہون تجھ سے با سر و سامان کے سامنے
کلغی مجھے بھی ہووے تعجب نہین کہ تھا ۔۔۔ ہدہد کے سر پہ تاج سلیمان کے سامنے

مومن

تیرا اقبال روز افزون ہو ۔۔۔ جیسے مومن پہ فضل رحمانی

داغ

دعا آٹھون پہر ہے ہفت اقلیم آئے قبضے مین ۔۔۔ ترے قلعہ کے ٹھہرے ربع مسکون چار دیواری

مثال قصیدہ تمہیدیہ کی ذوق کہتے ہین ۔

شب کو مین اپنے سر بستر خواب راحت ۔۔۔ نشۂ علم مین سرمست غرور و نخوت
مزے لیتا تھا پڑے علم و عمل کے اپنے ۔۔۔ تھا تصور مرا ہر امر مین تصدیق صفت
ہو گیا علم حصولی تھا حضوری مجھکو ۔۔۔ تھا مرا ذہن نہ محتاج حصول صورت
جو مسائل نظری تھے وہ بدیہی تھے تمام ۔۔۔ عقل کو تجربے کی آتی ہوئی تھی کثرت
نہ غرض مجھکو نتیجے سے نہ کچھ شکل سے کام ۔۔۔ تھی مری فکر کو ہر شکل خطا سے عصمت
ذہن مین سب مرے حاضر صور علمیہ ۔۔۔ پر جتانی نہ تھی منظور مجھے علمیت
چار و ناچار جو ترغیب سے یاد دلکی کبھی ۔۔۔ درس و تدریس پہ آجاتی تھی مجھکو رغبت
کبھی ہمت تھی مری قاعدۂ صرف مین صرف ۔۔۔ کبھی تھی نحو مین ہر نحو سے مجھے محو ہت
کبھی منطق کو تفوق تھا مرے ناطقے سے ۔۔۔ تحت حکمت ہو یہ فن گرچہ ہو تحت حکمت
کبھی مین کرتا تھا تصریح معانی و بیان ۔۔۔ کبھی مین کرتا تھا توضیح نجوم و ہیئت
کبھی تھا علم الٰہی کی طرف ذہن رسا ۔۔۔ کبھی کرتی تھی طبیعی مین طبیعت جودت
کبھی تھا عقل پہ مذہب مرا مانند حکیم ۔۔۔ کبھی شل تشکل مجھے یا سس ملت
کبھی کرتا تھا قدم چرخ کا ثابت بجہات ۔۔۔ اور کبھی کرتا تھا باطل بہ سمار انشقت

کبھی انکار قیامت پہ مین لاتا تھا دلیل
کبھی تکرار تناسخ پہ مجھے سو حجت

حشر اجساد مین تھا گاہ تردد مجھکو
کبھی تھی عالم برزخ مین مجھے اک حیرت

کبھی تھی عرصۂ تدویر فلک کی مجھے سیر
کبھی مین ناپتا تھا سطح زمین کی وسعت

کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش
کبھی مثبت مرے نزدیک زمین کی حرکت

کبھی مین کرتا تھا اعراض مین جوہر قائم
کبھی مین کرتا تھا معلول سے ثابت علت

کبھی منقول پہ مائل کبھی سوے معقول
کبھی مین فقہ پہ راغب کبھی سوے حکمت

کبھی کرتا تھا مجسطی پہ حواشی تحریر
کبھی کرتا تھا اشارات و شفا کی صحت

کبھی مین کرتا تھا قانون سے تشریح علاج
کبھی مین کرتا تھا قاموس مین تصحیح لغت

کبھی مشائیون سے کرتا تھا مین بحثین ردی
کبھی لیجاتا تھا اشراقیون پر مین سبقت

کبھی مین نفی حقائق مین تھا سوفسطائی
کبھی مین معتزلی باعث رد رویت

گہ ملاحدہ کی تھی تردید کلام الحاد
گہ وجودی و شہودی سے بیان وحدت

کبھی مین شیخ شیوخ اور کبھی شیخ رئیس
کبھی علامہ کبھی صوفی صافی طینت

مائل موسقی ایسا کہ ادا کرتا تھا
کبھی مین بارہ مقام اور کبھی چار دن رات

کبھی مین شاعر غرا و ادب دان بلیغ
نظم مین نام مرا نثر مین میری شہرت

کبھی پیش نظر انجیل و زبور و توریت
کبھی مصحف مین نظر میری سر ہر آیت

کبھی ژند و ستیون مین لیا کہ سارے موبد
ژند و پاژند مین کرتے تھے مری حجت

کبھی پر آگہی شاستر و بید و پران
کرون اک بات سے پنڈت کی کتھا مین کدورت

آخرش دیکھا تو العلم حجاب الاکبر
عاقبت پایا تو ہان ابلہ کو اہل جنت

فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف
فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیت

بے مقدر نہ پڑے صورت بہبود نظر
دور آئینۂ دل سے نہو زنگ کلفت

علم سے لاکھ ہو شیخی تری پر بے تقدیر
نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمت

یہ مقالات مثال قصص بھنو عسم
ہوے اکبار جو افسانۂ خواب غفلت

لگ گئی آنکھ مری دیکھا گیا خواب مین ان
کہ مجسم نظر آتی ہے نوید بہجت

اللہ اللہ رے حسن اس کا کہ سر تا بہ قدم
تھا وہ خالق کا تماشاے ظہور قدرت

چینی رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم
ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل مین جلیت

آ کے اُس رشک مسیحا نے کہا بالین پر ۔ لا تنم قم کہ یہ غافل نہین وقت غفلت

دیکھ تو کیا افق مشرق انوار سے ہے ۔ جلوہ افروز رُخ بانوے صبح عزت

چرخ مینائی پر اک سبز پری کا عالم ۔ شفق صبح پر اک لال پری کی حالت

دی ہے مسجد مین مؤذن نے اذان ہر نماز ۔ باوضو ہو کے نمازی نے ہے باندھی نیت

ہوئی بتخانے سے ناقوس کی پیدا آواز ۔ چلے جمنا کو برہمن کوئی لیکر مورت

سحر عید ہے کر عید کا سامان نشاط ۔ روز شادی کی ہے آمد شب غم کی رخصت

فکر تہنیت عید کا اُس شاہ کی تو ۔ دور مین جس کے ہے ہر صبح صباح دولت

وہ شہنشاہ بہادر شہ کسریٰ انصاف ۔ خسرو جم خدم و دا اور دارا حشمت

قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد ۔ حامی شرع نبی ماحی شرک و بدعت

کون اُس کا نہین جو صاف صفات نیکو ۔ کون اُس کا نہین سرگرم ثنا و مدحت

سنتے ہی مین نے بھی وہ مطلع روشن لکھا ۔ مطلع صبح کو ہو سننے سے جسکے خجلت

مطلع ثانی

مصحف رُخ ترا اے سایۂ رب العزت ۔ کھولدے معنی اتممت علیکم نعمت

تیرا دروازۂ دولت ہے مقام اُمید ۔ تیرا ایوان عدالت ہے محل حرمت

تیرے عشرت کدے مین دخل کسے غیر نشاط ۔ تیرے خلوت کدے مین بار کسی جز طاعت

صفحۂ علم ہے جبیں سے تو ہم زانو ۔ حجلۂ عیش مین ناہید سے توام صحبت

ماہ نو ایک فلک پر ترے نو بردون گین ۔ نو فلک نوکرون مین تیرے قدیم الخدمت

کیسۂ گوہر انجم ترا صرف انعام ۔ طاقۂ اطلس گردون ترا وقف خلعت

نیت نیک تری آئینۂ حُسن عمل ۔ عمل خیر ترا جلوۂ حُسن نیت

تجھ سے راضی ہے خدا اور خدا کا محبوب ۔ تیرا حامی ہے نبیؐ اور نبیؐ کی عترت

کیا اللہ نے جب تجھ سا ولی نعمت خلق ۔ کیونکہ واجب نہ خلائق پہ ہو شکر نعمت

نطق شیرین سے ترے عام حلاوت ہو اگر ۔ ثمر تلخ ہو حنظل کا سبوے شربت

آئے طوفان جو ترے قہر کا طغیانی پر ۔ کشتی نوحؑ بھی اعدا کو ہو گرداب صفت

وہ تری تیغ کی برش ہے کہ سایہ جس کا ۔ کرے اک دم مین ہیولے سے مفارق صورت

آسیا وار پھرے کیون نہ فلک گرد زمین ۔ تیرے توسن کے جو کاوے کی اُڑ جائے پھرت

کیا ترے فیل کے اوصاف لکھوں مین کہ وہ ہو
ابر رفتار جبل پیکر و گردون رفعت

اسکی خرطوم ہے گر طرۂ لیلے کی مثال
تو ہین دندان صفا ساعد سلمی کی صفت

آب باران کرم تیرا ہے وہ شربت خضر
برسے لالے پہ تو افیون مین نہو سمیت

عدل کے لفظ کو دیتا نہین نقطہ کوئی
عدل سے تیرے جو ہو تو فنا ہی رسم رشوت

دور انصاف مین گر تیرے ہو کشتہ سیماب
تو بلا شبہ پڑے دینی ہوس کو دیت

عید کو دیکھ ترے ساتھ خلائق کا ہجوم
کہے عارف کہ یہ کثرت مین ہے پیدا وحدت

منتہی ہون نہ کبھی تیری صفات نیکو
گر بیان کیجیے تا حشر صفت بعد صفت

ذوق کرتا ہے دعائیہ پر اب ختم سخن
کہ زبان کو ہے نہ یارا نہ قلم کو طاقت

عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم مین
با شکوہ و حشم و جاہ و بعمر و صحت

خیر خواہ ہون ترے چہرے پہ ہو رنگ نشاط
اور بدخواہون کے رخسار پہ اشک حسرت

بیان قصیدۂ خطابیہ

قصیدۂ خطابیہ یا مجردیہ اُسے کہتے ہین کہ ابتداے قصیدہ سے مدح یا ہجو وغیرہ اصل مطلب شروع کردین اور تمہید نہ لکھین عامۂ شعرا ایسے قصیدے کو مکابرہ بولتے ہین مثال اسکی یہ قصیدہ شہیدی کا بطور انتخاب کے جس مین خود شاعر نے قصیدے کے مجرد ہونے کا اشارہ کیا ہے۔ ؎

طلوع روشنی جیسے نشان ہو شمس کی آمد کا
ظہور حق کی حجت ہے جہان مین نور احمد کا

دبستان ازل مین وہ معلم عقل کل کا تھا
تھا نام و نشان جن روز نون کی لوح ابجد کا

عجم مین زلزلہ نوشیروان کے قصر مین آیا
عرب مین شور اُٹھا جس دم اُسکی آمد آمد کا

چمن پیرائے کن فرش اُسکی بزم رنگین مین
بہار آفرینش ایک بوٹا اُس کی مسند کا

شرف حاصل ہوا آدم اور ابراہیم کو اس سے
نہ تنہا فخر عالم فخر تھا اپنے اب و جد کا

شب و روز اُسکے صاحبزادونکا گہوارہ جنبان تھا
عجب منصب یاد تھا روح الامین کو بھی خوشامد کا

وہ اس عالم مین سبح نو بخش تھا حورون کی تسکین کو
گیا جنت مین طوبی بنکے سایہ اُس سہی قد کا

شب معراج چڑھکر عرش پر دم مین اُتر آیا
بیان اُس قلزم معنی کے کیا ہو جزر اور مد کا

گذر وحدت سے کثرت مین نہوتا ذات مطلق کو
نہ بنتا صفر گر نقش احد مین میم احمد کا

بھروسا ہر کسی کو اک حصار عافیت کا ہے
تجھے نام مبارک کا ہے ذو القرنین کو سد کا

ترے پابوس سے ہفتم فلک پر منزل کیوان
ترے سجدے سے ہشتم آسمان پر فرق فرقد کا

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق کا شامل
خواص اُس برزخ کبریٰ مین تھا حرف مشدد کا

بٹینگے جس گھڑی حشر کے سامان بزم جنت مین
کھُلے گا حال اُمت کو ترے انعام بیحد کا

خدا بن مانگے کیا کیا نعمتین دیتا ہی بندون کو
ترا دست دعا ضامن ہے جب کل کے مقصد کا

رہا کعبے مین تیرے در کے روضے پر یہ جاپانی
اِسی ندوہ سے ہی رنگ تیرہ سنگ اسود کا

لب گوہر فشان وا ہونگے جب عرض شفاعت کو
تماشا گاہ محشر مین تکینگے نیک منھ بد کا

عدو کو حشر تک انکار ہو تیری رسالت مین
محل باقی رہے اللہ کے قول موکد کا

تری تعریف سے میری زبان مین آئی ہی تیزی
صفاہان تک متحیر ہوگا اس تیغ مہند کا

بھٹینگے مثل تقویم کہن دیوان ہزارون کے
ہوا عالم مین شہرہ میرے اشعار مجدد کا

ہوئی ہی ہمت عالی مری معراج کی طالب
میسر ہو طواف ای کاش مجھکو تیرے مرقد کا

کبھی نزدیک جاکر آستانے پر ملون آنکھین
کبھی مین دور بیٹھوں اور کرون نظارہ گنبد کا

مدینے کی زمین کے گر نہ لائق ہو مرا لاشہ
کسی صحرا مین وان کی مین خورش ہون دام اور دد کا

تمنا ہی درختون پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

خدا منھ چوم لیتا ہی شہیدی کس محبت سے
زبان پر میری جس دم نام آتا ہے محمد کا

بیان مسمّط

مسمّط مفعول ہے تسمیط کا اور تسمیط کے معنی موتی پرونا اور جمع کرنا ہین اور اصطلاح شعرا مین اُسے کہتے ہین کہ چند مصرعے متحد الوزن والقوافی جمع کرکے بند اول کرین اسی طرح اور کئی بند اسی وزن مین لکھین اور ہر بند کا قافیہ جدا ہو لیکن مصرع آخر ہر بند کا قافیے مین بند اول کا تابع ہو اور اُسکی آٹھ قسمین ہین مثلث مربع مخمس مسدس مسبع مثمن متسع معشر

مثلث اُسے کہتے ہین جسکے ہر ہر بند مین تین تین مصرع ہون پہلے تینون مصرعون کا ایک قافیہ ہو باقی بندون مین دو مصرع قافیہ جداگانہ مین لکھکر تیسرے مصرع مین قافیہ بند اول کی رعایت سے ہو وعلے ہذا القیاس مثال اسکی ۔

عباس علی خان بیتاب رامپوری

امید کا ہے کو تھی دلربا کے آنے کی
خوشی نہ ہو نہ مجھے کیونکر قضا کے آنے کی
خبر ہے نعش پہ اُس بے وفا کے آنے کی

نہین ہون اتنا بھی نادان بھلا مین ای ناصح
سمجھ کے اور ہی کچھ مرچلا مین ای ناصح
کہا جو تونے نہین جان جا کے آنے کی

بگڑ نہ پہلے ہی ظالم ذرا سمجھ تو سہی
نہ جانے کیون دل مرغ چمن کہ سیکھ گئی

بہار وضع ترے مسکرا کے آنے کی ؎

شب فراق محبت نے مرنے بھی نہ دیا | خیال زلف مین خود رفتگی نے قہر کیا
اُمید تھی مجھے کیا کیا بلا کے آنے کی

نہ کی کسی نے وفا تھی اُمید جس جس سے | گروں مین وعدہ خلافی کا شکوہ کس کس سے
اجل بھی رہ گئی ظالم سُنا کے آنے کی ؎

کہو اُس آفت جاں سے کوئی برائے خدا | مرے جنازے پر آنے کا ہے ارادہ تو آ
کہ دیر اُٹھانے مین کیا ہے صبا کے آنیکی

خدا کے واسطے بیتاب تم تو سچ کہدو | مجھے یہ ڈر ہے کہ مومن کہین نہ کہتا ہو
مری تسلی کو روز جزا کے آنے کی

کبھی ایسا کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی ہر بند کی گرہ مین تکرار کرتے ہین۔

نظام الدین میرٹھی

خوشی اِک مشغلہ ہو رات دن کا | شمار افزون ہو اُسکے سال و سن کا
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

کوئن دنیا کے ہر خطے مین نامی | غریبون اور مسکینون کی حامی
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

رہے زندہ کوئن با دولت و بخت | رہے محفوظ اُس کا تاج اور تخت
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

عبد المجید ازل لاہوری نے مثلث مین تیسرے مصرع کا قافیہ بند اول کے قافیہ کا تابع نہین رکھا ہے اور یہ اصطلاح جمہور کے خلاف ہے۔ س۹

ہم ہین جب محروم تیرے دید سے | کیا غرض ہمکو ہلال عید سے
کیا مزہ ہمکو وصال عید سے

عید کیا ہم بے قرارون کی بھلا | عید کیا فرقت کے مارون کی بھلا
عید کیا ہو دل فگارون کی بھلا

وہ جو آملتے ازل تو عید تھی | ہم سے ہوتے ہم بغل تو عید تھی
دل کو کچھ پڑتی جو کل تو عید تھی

نظام رامپوری نے ایک مثلث اسطرح کا لکھا ہے کہ اُسکے بند اول کے تینون مصرع ہم قافیہ ہین باقی بندون کا دوسرا اور تیسرا مصرع قافیہ مین بند اول کا تابع ہے اور پہلے مصرع کا قافیہ علیحدہ ہے حالانکہ دستور یہ ہے کہ ہر ایک بند کا پہلا اور دوسرا مصرع ایک طرح کا قافیہ رکھتا ہے اور صرف تیسرا مصرع قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے - ؎

گل فردوس سے حورون نے تو گوندھا سہرا ۔۔ کہو نیسان سے کہ تو موتیون کا لا سہرا
اچھے نوشہ کے لیے چاہیئے اچھا سہرا

جوش مین آکے جو مستونکی طرح جھومتا ہے ۔۔ کس کی آنکھون کا یہ ہے دیکھنے والا سہرا
مست و مدہوش ہے کسواسطے ایسا سہرا

عکس چہرہ سے ہی نوشہ کی ہر اک گل شاداب ۔۔ عرق رُخ سے بنا نور کا دریا سہرا
لہرین لیتا ہے پڑا موج مین کیا کیا سہرا

آیا سرکار سے نوشہ کا شہانا خلعت ۔۔ آبیار چمن خلد نے بھیجا سہرا
دل حاسد مین ہے کانٹا سا کھٹکتا سہرا

منھ یہ اسواسطے نوشہ کے ہے رومال نظام ۔۔ در دندان سے ندامت زدہ ہوگا سہرا
گو درخشانی مین تابش مین ہے یکتا سہرا

ظفر

گنجڑے کی سی ہاٹ ہے دنیا جس میں ہے ساری اکٹھی ۔۔ میٹھی چاہے میٹھی لے لے کھٹی چاہے کھٹی
لے تیرے من چلے کا سودا ہے کھٹا اور میٹھا

روپ رنگ پہ بھول نہ دیس دیکھ عقل ہے جری ۔۔ اور یہ میٹھی نیچے کھٹی انبوا کی سی کیری
لے تیرے من چلے کا سودا ہے کھٹا اور میٹھا

وله

دُنیا ہے سرا اس مین تو بیٹھا مسافر ہے ۔۔ اور جانتا ہے یان سے جانا تجھے آخر ہے
کچھ راہ خدا دیجا جا تیرا بھلا ہوگا

جو رب نے دیا تجھکو تو نام پہ رب کے دے ۔۔ گر یان نہ دیا تو نے وان دیویگا کیا بندے
کچھ راہ خدا دیجا جا تیرا بھلا ہوگا

دیوے گا اسی کو تو وہ جس کو ہے دلواتا ۔۔ پر ہے یہ ظفر تجھکو آواز سُنا جاتا -

کچھ راہ خدا دیجا جا تیرا بھلا ہوگا

مربع تمین چار چار مصرع اسطرح ہوتے ہین پھر دوسرے بند مین تین مصرع قافیۂ جُدا گانہ مین لکھکر چوتھا مصرع قافیہ بند اول کی رعایت سے لکھا جاتا ہے ایسے ہی بند تیسرا اور چوتھا اور پانچوان جہانتک اتفاق پڑے لکھتے ہین یا ایسا کرتے ہین کہ غزل کے اشعار پر دو مصرع بڑھا دیتے ہین منشی عبد العلی خان تونگر خلف عبد الواحد خان مسکین نے مؤلف کے شعرون کو مربع کیا ہے۔ ؎

جان جانی ہے یہان ہجر بتِ دلجو مین
دل نہین ہے مرا بے یار مرے قابو مین
بیقراری نہو کسطرح ہر اک آنسو مین
درد فرقت کا بشدت ہے مرے پہلو مین

بینش مہر رُخ یار سے تن گل جاتا
سر سے لے تا بہ قدم آبلون کے پھل جاتا
طالب دید تو بس دیکھتے ہی جل جاتا
سرد مہری کا جو ہوتا نہ اثر مہر دو مین

دل خوش

کیا صل علےٰ روے رسول دوسرا ہے
وہ لوح جبین مراۃ انوار خدا ہے
عارض پہ فدا شمس و قمر ہین تو بجا ہے
اُس چہرۂ پر نور کا عالم تو جُدا ہے

گو دل ہے سراپا کے تصور مین عرفناک
پر ہوو ے رقم کیونکہ شبیہ شہ لولاک
سب نور سے معمور ہے اُسکا جسد پاک
وہ مطلع انوار خدا شمس ضحےٰ ہے

مرزا قتیل دریاے لطافت مین کہتا ہے کہ اس زمانے مین شعراے ریختہ جنکی طبیعت مین شاعری کی قوت نہین ہوتی جب اپنی شہرت اور حصول منفعت کے لیے مرثیہ گوئی شروع کرتے ہین تو مربع مین لکھتے ہین

گویا

دیتے تھے اہل بیت ہمیشہ کے واسطے
سُنتے تھے مجرئی نہ لعین زر کے واسطے
کہتے تھے شیر تک نہین اصغر کیواسطے
پانی پلاؤ ساقی کوثر کے واسطے

جب تیر کھا کے اصغر بے شیر مر گیا
گودی کو خالی دیکھ کے بانو نے یہ کہا

یا شاہِ دین بتاؤ مرا لال کیا ہوا
اصغر کو لاؤ خالق اکبر کے واسطے

کبھی ایسا کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی باقی بندون مین تکرار کرتے ہین جیسے ؎

مولوی محمد اسمٰعیل

تنے گا مسرت کا اب شامیانہ — اُبھے گا محبت کا نقار خانہ
حمایت کا گائین گے مل کر ترانہ
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

نہ ہم روشنی دن کی دیکھین گے لیکن — چمک اپنی دکھلائینگے اب بھلے دن
رُکے گا نہ عالم ترقی کیے بن ؛
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

زبان قلم سیف پر ہوگی غالب — دو مینگے نہ طاقت سے پھر حق کے طالب
کہ محکوم حق ہوگا دنیا کا قالب
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ ؛

مخمس اُسکو کہتے ہین کہ پانچ پانچ مصرع کے بند لکھے جائین اور ہر بند کا پانچوان مصرع پہلے بند کے پانچوین مصرع کے قافیہ پر ہو یعنی پہلے بند کے پانچون مصرع اور باقی بندون کا صرف پانچوان مصرع متحد القوافی ہون مثال اسکی۔

دیا شنکر نسیم

مجھے تو کہتے ہو رنگ تیرا گھڑی مین کچھ ہر گھڑی مین کچھ ہے — زمانے کی طرح ڈھنگ کسکا گھڑی مین کچھ ہر گھڑی مین کچھ ہے
نہ آج مانو نگا کل کا وعدہ گھڑی مین کچھ ہر گھڑی مین کچھ ہے — کسے بھروسا کہ دم کا نقشا گھڑی مین کچھ ہر گھڑی مین کچھ ہے
گھڑی کی صورت نگاہ کشتہ کا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے

مین ہون مریض تپ محبت عیان ہے بے تابیونکی صورت — مین دل جلا ہون دم عیادت نہ جیکے بچنے کی آئی نوبت
جو کوئی دم پائے گرم صحبت تو پھونکے جا صور سحر اُلفت — نہ کیجو ہمدم ذرا بھی غفلت کہ مثل اخگر ہے دم کی حالت
جو دم مین زندہ تو پل مین مردہ گھڑی مین کچھ ہر گھڑی مین کچھ ہے

شگوفہ بازو نہ تم قبولو یہ باد بندی ہے حسب فضولو — جو مثل برق آسمان کو چھولو تو پیل مست سحاب جھولو
نہ شاخ شاخ چمن پہ پھولو نہ تہمت عشق رنگ و بو لو — نہ باغ سیر جہان پہ پھولو نسیم نیرنگ ہے نہ بھولو

کہ بازی گرکا یہ ہی تماشا گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہے

اکثر ایسا کرتے ہین کہ غزل کے اشعار پر تین تین مصرع لگاتے ہین اور یہ قسم مخمس کی بہت شائع ہی اور ہر ایک شاعر نے متقدمین سے لیکر اس زمانے تک مخمس لکھے ہین اور اپنی یا دوسرے شاعرونکی غزلون پر مصرع لگائے ہین کمال مخمس کا لطف یہ ہے کہ پانچوان مصراع بیکار ہو جائے یعنی تین مصرع اس قسم کے لگائے جائین کہ چوتھا مصرع اُسکے ساتھ بہت چسپان ہو اور پانچوین مصراع کا محتاج نہ ہے اور اس مین ربط تیسرے اور چوتھے مصرع کا بہت عمدہ چاہیے باوجودیکہ تمام شعراے ماضی و حال نے اسکی طرف توجہ کی ہے مگر ان لطائف سے کم لوگ واقف ہوئے ہین جن شاعرون نے ان باتون کا التزام رکھا ہے اُنکے مخمس ہر ایک کو پسند و مرغوب ہین حق یہ ہے کہ مخمس مشکل ترین اور اعلیٰ ترین اقسام مسمط سے ہے شاعر کی طبیعت اور استعداد کا حال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے کے مضمون کو اپنا کر لینا بڑا مشکل کام ہے مرزا کلب حسین خان نادر نے تمام شعراے مشاہیر کی ایک ایک غزل کی تخمیس کرکے دیوان ترتیب دیا ہے۔

مخمس نادر بر غزل مصحفی

ہمکو ہمسائے مین رہنا گھر بنانا منع ہے
سر فرو رکھتے ہین گردن کا اُٹھانا منع ہے

راہ چلنا منع ہے کوچے مین آنا منع ہے
دیکھنا کس کا دہان در تک بھی جانا منع ہے

روزن دیوار سے آنکھین لڑانا منع ہے

ہوتی ہے تدبیر سے ہر ایک مشکل دلنشین
طرفہ ظلم ایجاد کرتے ہین بتان نازنین

ہو سکے ممکن محال ایسا بھی ہوتا ہے کہین
راز دل کا پوچھتے ہین بولنے دیتے نہین

بات منھ پر آ چکی ہی لب ہلانا منع ہے

دم نہ نکلے تن سے یہ مجھ نیم جان کو حکم ہے
ہونٹون پر نالہ ہو اب قطع زبان کو حکم ہے

تر ہون پلکین یہ چشم خون فشان کو حکم ہے
سینے مین سوزش ہے اور ضبط فغان کو حکم ہے

آگ گھر مین لگ گئی ہو اور بجھانا منع ہے

کبھی ایسا بھی کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی ہر بند کی گرہ مین تکرار کرتے ہین جیسے۔

جرأت

جب سے اے راحت جان تجھسے جدا رہتا ہون
مضطرب و شسدر و حیران خفا رہتا ہون

کیا کہون سخت مصیبت مین پھنسا رہتا ہون
کسی چرچے مین تو مشغول مین کیا رہتا ہون

منھ لپیٹے ہوے دن رات پڑا رہتا ہون

کیا بیان اپنی جوانی کا کرون مین غمگین
نہ تو بیٹھوں ہوں نہ اٹھتا ہوں نہ چلتا ہوں کہین
طاقت اب بستر اندوہ پہ ہلنے کی نہین
یاد کرکے تری صحبت کو بس اے پردہ نشین
منھ لپیٹے ہوئے دن رات پڑا رہتا ہون

دستور یہ ہے کہ ہر شعر کو علٰحدہ علٰحدہ ایک بند مین تضمین کرتے ہین مگر حکیم سید مہدی کمال نے نواب حامد علی خان والی رامپور رشک تخلص کی ایک غزل کو یون مخمس کیا ہے کہ مطلع چار بند مین تضمین کیا ہے اور باقی اشعار کو تین تین بند مین در حقیقت ایک غزل کے تین مخمس ہین تضمین مقطع کے بند یہ ہین۔

بگڑی ہوئی حالت مین کوئی بھی نہین اپنا
تنہائی فرقت مین کوئی بھی نہین اپنا
اندوہ کی کثرت مین کوئی بھی نہین اپنا
اے رشک مصیبت مین کوئی بھی نہین اپنا
اپنا نہین جب اپنا بیگانہ کو کیا کہیے

بیگانہ جو ہو کوئی ہوتا ہے کہین اپنا
کب وہم کی صورت سے ملتا ہے یقین اپنا
انداز بدلتا ہے کہین چرخ برین اپنا
اے رشک مصیبت مین کوئی بھی نہین اپنا
اپنا نہین جب اپنا بیگانے کو کیا کہیے

کیا کہیے کمال اسکو قسمت نے دکھایا کیا
کھنچتا تھا گران سے دم اپنون کا یہ نقشہ تھا
اپنون سے دم آخر آنکھون کو پھرا دیکھا
اے رشک مصیبت مین کوئی بھی نہین اپنا
اپنا نہین جب اپنا بیگانے کو کیا کہیے

مسدس۔ اس مین چھ چھ مصرع کا بند ہوتا ہے اور ہر بند کا مصرع ششم قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے مثال اسکی۔

غلام محمد مچھو باشندۂ سورت

خامہ ہے جی مین کہ انگشت ید بیضا کرون
سنگ موسی کی طرح لبریز دیدۂ بینا کرون
طور کے شعلے کا کاجل لاؤن طور ایسا کرون
آب دور اشک سے حل ہو سکے جتنا کرون
پھر کاغذ سایۂ بال ہما پیدا کرون
وصف اُس حجیبے کے سایہ کا انشا کرون

ہے سیہ کاری پڑی جان شاہ ہر بال مین
کان کے بالے کی مچھلی کی طرح ہون جال مین
زلف خوبان کے پھنسا ہون بطرح جنجال مین
ہون گرفتار بلا سودا ے خط و خال مین

یارسول اللہ تڑپاؤن کب تلک اس حال مین
آؤن بازار مدینہ مین مجھ کو اب سودا کرون

ریختہ گویون نے ایسے چھ مصرعون کو جن مین چار ایک وزن اور قافیہ کے ہون اور دو مصرع اسی
وزن اور دوسرے قافیہ کے بطور گرہ کے ایک مطلع کی طرح واقع ہون مسدس قرار دیا ہے اور اسکو مسمط مین شمار کرنا محض
غلطی ہے اسلیے کہ مسدس کی تعریف ایسے اشعار پر صادق نہین آتی مسمط مین اول بند مین سب مصرعون کا
متحد الوزن والقوافی ہونا اور بندون کے صرف مصرع آخر کا باعتبار وزن اور قافیہ کے بند اول کا تابع ہونا شرط ہے
وہ بات ایسے اشعار مین پائی نہین جاتی اسلیے کہ ان مین دو مصرع آخر کے علیحدہ قافیہ رکھتے ہین اور چار مصرع
دوسرے قوافی مین ہوتے ہین یہی حال تمام بندون کا ہوتا ہے کہ دو شعرون مین قافیہ اور ہوتا ہے اور
تیسرے شعر کا قافیہ اور ہوتا ہے پس اس قسم کا مسدس داخل مسمط نہین۔

مسبع۔ یہ سات مصرع کا بند ہوتا ہے پہلے بند کے ساتون مصرع متحد الوزن والقوافی اور دوسرے تیسرے
چوتھے بند کے جہان تک اتفاق ہو چھ مصرع اور قافیہ پر اور ساتوان مصرع ہر بند کا مثل قافیہ بند اول
کے ہوتا ہے۔

مثمن۔ مین ہر بند آٹھ مصرع کا ہوتا ہے پہلے بند کے آٹھون مصرع متحد الوزن والقوافی اور
بندون کا صرف آٹھوان مصرع قافیہ مین تابع بند اول کا۔

متسع مین نو نو مصرع کا بند اور معشر مین دس دس مصرع کا بند برعایت معلومہ ہوا کرتا ہے مگر یہ قسمین
شعرا کے دیوانون مین کم دیکھی جاتی ہین شاذ و نادر کسی رسالے مین بطور مثال کے لکھدی ہین ہم بھی بسبب
طوالت اور متروک الاستعمال ہونیکے ان اقسام کی مثالین درج نہین کرتے۔

بیان ترکیب بند

ترکیب بند اسے کہتے ہین کہ ایک غزل کے طور پر کچھ اشعار مع مطلع کے لکھکر اسکے بعد ایک اور بیت
مقفے یعنی ایک مطلع بطور گرہ کے لگائین پھر دوسرے بند مین دوسری غزل بند اول کے ہی وزن پر بند کور کرین
اور اسکے بعد بھی ایک اور مطلع سے گرہ لگائین ایسے ہی جتنے چاہین بند لکھین اور ہر بند کا مطلع یعنی گرہ مختلف
لاتے جائین کیونکہ اگر ایک ہی مطلع کی ہر گرہ مین تکرار ہوگی تو اسکو ترجیع بند کہین گے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔
ترکیب بند کی مثال۔

ناظم

ساقیا انجمن دہر ہے عبرت کا مقام
دل پرخون ہے یہان جام شراب گلفام

متلون ہے مزاج فلک مینائی — طرفہ نیرنگ دکھاتا ہے طلسم ایام
صبحکو اور ہے کچھ رنگ جہان شام کو اور — طبع خوبان کی طرح رنگ بدلتا ہے دوام
ایک کو ایک طرح پر نہیں اک لحظہ قرار — چین بلبل کو نہ اس باغ مین گل کو آرام
شاہد اس قول پہ ہر رنگ حسینان جہان — کہ نظر آتے ہین وہ خار جو تھے گل اندام
چھیڑ کی ہین نہ وہ گھاتین نہ ہنسی کی باتین — نہ کسی سے وہ بگڑنا نہ کسی پر الزام
نہ کنائے نہ اشارے نہ وہ چتون نہ وہ آنکھ — رسم و رہ اب وہ کسی سے نہ وہ پیغام و سلام
نہ وہ غمزہ نہ وہ عشوہ نہ وہ عالم نہ وہ روپ — نہ وہ گرمی کی ادائین نہ وہ شوخی کے کلام
زیب و زینت سے نہ تھی جنکو گھڑی بھر فرصت — اب نہ مطلب انھین لکھنے سے نہ سینے سے کام
زلف کے دام مین کرتے تھے جو عنقا کو شکار — خود وہ صیاد ہین نخچیر کی صورت نہ دام
وہ نہ خاک بلاؤن مین سراسر مین اسیر — کنگھی چوٹی مین گرفتار جو رہتے تھے مدام
کوئی سنتا نہیں آواز اب انکی افسوس — جو نہ اغماض سے سنتے تھے مسیحا کا کلام
خواب مین بھی نظر آتی نہیں انکی صورت — دل مین گھر انکو نہیں جن جو روشون کا تھا مقام

روپ بدلا جو زمانے نے نیا دور ہوا
اور تھا رنگ جہان اور سے کچھ اور ہوا

کیا ہوا سرو قد اب وہ تمھارا خم و چم — کیا ہوا لالہ رخو آب وہ تمھارا عالم
کہو کیون چھوٹ گئی مشق جفا کاری کی — کہو کیون ٹوٹ گیا سلسلۂ جور و ستم
کھینچتے کیون نہیں اب میان سے تم خنجر ناز — دیکھتے کیون نہیں اب تیغ ادا کا دم خم
کچھ نہ عشاق سے مطلب ہے نہ اغیار سے کام — نہ ادھر چشم غضب ہے نہ ادھر چشم کرم
چین کیونکر تمھین آغوش لحد مین آیا — تم تو آغوش تصور مین بھی لیتے نہ تھے دم
کیا گذرتی ہے نہ خاک تمھارے سر پہ — فرش پر تم تو نزاکت سے نہ رکھتے تھے قدم
ناز نینو وہ نزاکت کہو کس نے لے لی — سچ بتاؤ تمھین اپنی ہی نزاکت کی قسم
صحن تک تھا تمھین دالان سے آنا منزل — کس طرح طے ہوئی راہ سفر ملک عدم
ناز و انداز و ادا عشوہ کرشمہ غمزے — خاک مین مل گئے سب ہائے ستم ہائے ستم
ہائے وہ چین جبین شوخی انداز کے ساتھ — ہائے وہ ناز سے تیور کا بدلنا ہر دم
ہائے وہ ابروے خمدار وہ مژگان دراز — ہائے وہ چشم فسون گر کی ادائین پیہم

ہاے وہ شعلۂ رخسار کی غصے مین بھڑک
ہاے وہ گیسوے پرپیچ کا ہونا برہم

ہاے وہ فتنہ جگانے کی روش سے چلنا
ہاے وہ چھپا گلین پہنے ہوے پھرنا جھم جھم

دادریغا نرہی ایک بھی صورت باقی
بہر عبرت ہے زبانون پہ حکایت باقی

بیان ترجیع بند

ترجیع بند اُسے کہتے ہین کہ ایک ہی شعر کی ہر گرہ مین تکرار ہو اسمین اور ترکیب بند مین یہی فرق ہر کہ وہان ہر گرہ مین مختلف شعر لگائے جاتے ہین اور یہان ایک ہی شعر لگایا جاتا ہے مثال اُسکی -

نظیر اکبر آبادی

تیرے لب لال سے گل اندام
ہے حمرت لعل حسرت انجام

گل برگ ہے غرق شبنم رشک
دیکھے سے ترا یہ لُطف اندام

عارض سے خجل ہے عارض صبح
کاکل سے خجل ہے کاکل شام

یہ حُسن بکام دل تو پاکر
رکھتا ہے غضب ہمین تو ناکام

خوبی نے تجھے کیا ہے زیبا
زیبندہ نہین ہے تجھ سے یہ کام

اتنی بھی نہ کیجیے جفائین
جو خوبی پہ جس سے آئے الزام

دکھپا کے تری تعدیون سے
ہم سخت بجان ہین اے دلآرام

اب چھوڑ عتاب کی ادا کو
دے طول نہ رشتۂ جفا کو

وہ گل ہے تو آج حُسن ایجاد
ہے گلشن حُسن تجھ سے آباد

قامت کا ترے بیان خوبی
کرتے ہین چمن مین سرو وشمشاد

ہین تیرے ہوا کے ہم ہوادار
تو ہمکو الم سے کر نہ برباد

ہم دیکھ تجھے ہین شاد ہوتے
تو ہمکو کرے ہے غم سے ناشاد

یون زلف مین تیری ہم پھنسے ہین
ہو دام مین جیسے صید صیّاد

ہو دل سے فدا جو اپنے اوپر
اتنی نہین کرتے اُسپہ بیداد

تیرا ہے نظیر جان و دل سے
سُن عرض یہ اس کی اے پریزاد

اب چھوڑ عتاب کی ادا کو
دے طول نہ رشتۂ جفا کو

بعض کتابون مین ترجیع کی ایسی تعریف کی ہے کہ اُس سے خبط ہو گیا ہے مثلاً مصنف مناظر الانشا نے کہا ہے کہ ترجیع وہ شعر ہے کہ ایسی بیت کے ساتھ حصّہ کیا جائے کہ اُسکے ہر مصرع مین قافیہ ہو اور حصّہ اُس کا ایسی چند بیتین ہوتی ہین جو تمام مطلع ہوتی ہین اور وزن و قافیہ مین اتحاد رکھتی ہین اُس حصے والی بیت کو بند ترجیع کہتے ہین اور وہ بند غالباً ہر جگہ ایک ہی بیت ہوتی ہے اور کبھی کبھی اول سے غیر ہوتی ہے اور یہ چاہیئے کہ بند باعتبار معنے کے ابیات سابق سے مرتبط ہو شمس فخری معیار جمالی مین لکھتا ہے کہ ترجیع کئی قسم ہے اول یہ کہ شاعر پانچ یا سات یا نو یا گیارہ بیتین جس وزن اور قافیہ اور ردیف مین چاہے کہے اور بعد اُنکے ایک اور بیت لائے کہ اُس قافیے اور ردیف پر نہو اور پھر اُسی قدر بیتین کہ پہلے کہی تھین کہکر ایک اور بیت لائے اسی طرح آخر تک انجام کو پہونچائے اُن ابیات کو خانہ اور اُس بیت کو بند کہتے ہین دوسرے یہ کہ بعد ہر خانے کے ابیات بند ایسے ہون کہ قافیہ اور ردیف مین اتحاد رکھتی ہون اگر ابیات بند کو جمع کرین ایک قطعہ ہو جائے تیسرے یہ کہ بند ہر جگہ ایک ہی بیت ہو چوتھی قسم یہ ہے کہ سب خانون کی ردیف ایک اور قافیہ مختلف ہو یا بالعکس مولوی عبد الحکیم پسر مولوی صہبائی ذوق کے مرثیے مین ایک ترجیع بند لکھا ہے جس کے ہر بند کے ہم ہم شعر ہین اور اس شعر فارسی کی تکرار ہے۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد	روے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد

ترکیب بند و ترجیع بند باختراع جدید

ریختہ گویون نے ایک صورت نکالی ہے کہ اپنے مُسدّس کو ترکیب بند قرار دیتے ہین اس طرح کہ اول چار مصرع ایک قافیہ مین کہتے ہین پھر دو مصرع دوسرے قافیہ مین کہکر اُن کو اُن چار مصرعون کے ساتھ ملحق کر دیتے ہین اور پہلا بند نام رکھتے ہین پھر چار مصرع دوسرے قافیہ مین کہکر دو مصرع دوسرے قافیہ کہ اُس سے ملحق کرتے ہین اسے بند دوم بولتے ہین اسی طرح اور بند لکھتے ہین یہ قسم نہ تو ترکیب بند مین داخل ہو سکتی ہے اور نہ مسمط کی تعریف اس پر صادق آسکتی ہے کیونکہ ترکیب بند مین پہلا شعر مقفےٰ ہوتا ہے اور باقی اشعار کے مصرع دوم مین قافیہ ہوتا ہے اور اُس مُسدّس مین بند کے دونون شعر مقفےٰ ہوتے ہین اور مسمط مین ہر بند کا مصرع آخر یا شعر آخر قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے پس ایسا مُسدّس دونون سے علیحدہ ہے اور کبھی اس مین گرہ کا شعر مکرر آتا ہو جب ہر بند کی گرہ کا شعر علیحدہ ہوگا تو وہ ترکیب بند ہے اور جو ایک ہی شعر مکرر آئیگا تو یہ ترجیع بند ہوگا اور اس قسم کے ترکیب بند و ترجیع بند مسدس پر منحصر نہین مثمن اور

عشرہ وغیرہ صورتین بھی مستعمل ہین مسدس ترجیع بند کی مثال۔

امیر

ہر روش اور ہی سامان نظر آتے ہین
جھومتے ہین جو شجر سر دہوا کھاتے ہین
جان تازہ گل و نسرین و سمن پاتے ہین
رقص کرتے ہین تو طاؤس یہ چلاتے ہین

تند و پر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
مے کشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

کرتے ہین مرغ چمن شور گھٹا چھائی ہے
لطف برسات کا ہے زور گھٹا چھائی ہے
ہر روش ناچتے ہین مور گھٹا چھائی ہے
صحن گلزار مین گھنگھور گھٹا چھائی ہے

تند و پر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
مے کشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

مثال مسدس ترکیب بند کی۔

حالی

امیرون کا عالم نہ پوچھو کہ کیا ہے
سزاوار ہے اُن کو جو ناسزا ہے
خمیر اُنکا اور اُن کی طینت جدا ہے
روا ہے اُنھین سب کو جو ناروا ہے

شریعت ہوئی ہے نکونام اُن سے
بہت فخر کرتا ہے اسلام اُن سے

ہر اک بول پر اُن کے مجلس فدا ہے
نہ گفتار مین اُنکی کوئی خطا ہے
ہر اک بات پر وان درست اور بجا ہے
نہ کردار اُن کا کوئی ناسزا ہے

وہ جو کچھ کہ ہین کہہ سکے کون اُن کو
بنایا ندیمون نے فرعون اُن کو

کسی قوم کا جب اُلٹتا ہے دفتر
کمال اُن مین رہتے ہین باقی نہ جوہر
تو ہوتے ہین مسخ اُن مین پہلے تونگر
نہ عقل اُنکی ہادی نہ دین اُن کا رہبر

نہ دنیا مین ذلت نہ عزت کی پروا
نہ عقبے مین دوزخ نہ جنت کی پروا

اور مخمس ترجیع بند مولوی سید احمد بریلوی کا جسکی گرہ مین اس بیت کی تکرار ہے۔

دل کو مرے تسخیر کیا اک عربی نے	مکی مدنی ہاشمی و مطلبی نے

اور مثمن ترکیب بند میر حسن صاحب مثنوی سحرالبیان کا جسکا پہلا شعر یہ ہے۔

نقاب چہرے سے خورشید جب اُٹھاتا ہے	سحر ہر ایک کو ہر کام پر لگاتا ہے

اور مثمن ترکیب بند میر تقی کا جسکے پہلے بند کا پہلا شعر یہ ہے۔

عمر گذری ہو چکا آسودگی کا روزگار	رنج و محنت کے تئین آرام سے ہے ننگ و عار

اور مخمس ترجیع بند شہید کا نعت مین جسکا ایک بند یہ ہے۔

جب چلا چاند مدینے کا سوے رب جلیل شیر فردوس کی رکھی کہین آدم نے سبیل فرش خلعت کا بچھاتے تھے کسی جا پہ خلیل روح پر روح لگی گرنے براہ تعجیل	بجھ گئی مہر درخشان کی فلک پر قندیل کہ اسی راہ سے گذرے گا وہ فرزند جمیل کہین یوسف تھے کھڑے اور کہین اسمٰعیل جب ہوا نغمہ سرا صور مین یون اسرافیل

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

اور مولوی کافی نے ایک ترجیع بند لکھا ہے اُسکے ہر بند کے سولہ سولہ مصرع ہین گویا مثمن مضاعف ہے اور اس مین شیخ سعدی کے اس شعر کی تکرار ہے۔

گر بر سر و چشم من نشینی	نازت بکشم کہ نازنینی

ترکیب بند کی گرہ کے مصرع جو آخر بند پر واقع ہوتے ہین خواہ وہ سب متفق القافیہ ہون خواہ مختلف القافیہ دونون امر جائز ہین پس اگر وہ سب گرہ کے شعر نکال کر جمع کیے جائین اور سب شعر ایک ہی قافیہ مین نہون تو ایک مثنوی جداگانہ بن جائے گی بشرطیکہ وہ ترکیب بند بحور مخصوصۂ مثنوی مین قصداً کہا گیا ہو ورنہ مثنوی نہوگی اور ترکیب بند کا وزن مثنوی مین لکھنا لازم ضروری نہین جس بحر مین چاہین لکھین اور جن لوگون نے یہ کہا ہے کہ وہ گرہ کے اشعار اگر متفق القافیہ ہون تو علیحدہ جمع کیے سے ایک غزل ہو جائے گی یہ اُنکی غلطی ہے یہ نہین خیال کرتے کہ وہ سب مطلع ہین غزل کی شکل کہان سے ہوگی۔

بیان مثنوی

لغت مین مثنوی منسوب ہے مثنٰے کی طرف اور مثنٰے بمیم مفتوح و سکون ثاے مثلثہ و الف مقصورہ سے دو کے معنے مین ہے جب یاے نسبت اُسکے آخر مین لگائی گئی تو الف مقصورہ واو سے بدل گیا اور اصطلاح مین اُن اشعار کو مثنوی کہتے ہین جن مین دو دو مصرع باہم مقفٰے ہون شعراے ریختہ مین میر تقی میر اور میر حسن اپنے اپنے

وقت مین مثنوی لکھنے مین کامل گذر گئے ہین اس فن مین ید طولیٰ رکھتے تھے باقی شعرا انھی کے پیرو ہین متاخرین شعراے ریختہ مین حکیم مومن خان مومن نے مثنوی کے فن کو بہت چمکایا اور خوب داد سخنوری دی مثنوی کے دیباچے مین توحید و مناجات اور مدح حاکم وقت و تعریف سخن و عشق وغیرہ و سبب تالیف و تصنیف کا ہونا مولانا نظامی گنجوی کی ایجاد ہے پہلے یہ بات ضرور نہ تھی اور مثنوی کے سات وزن مقرر ہین انھی مین لکھتے ہین۔ اُنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) بحر متقارب مثمن محذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے فعولن فعولن فعولن فعل یا فعول دو بار اس بحر مین کارزار اور محاربات سلاطین وغیرہ لکھتے ہین جیسے فارسی مین شاہنامہ فردوسی طوسی اور شاہنامہ قاسم گنا آبادی اور سکندرنامہ خواجہ نظامی اور ظفرنامہ ملا ہاتفی شاگرد مولانا جامی اور ریختہ مین شاہنامہ موتیچند متخلص بہ منشی شاگرد شاہ نصیر دہلوی اور تاریخ بدیع تصنیف منشی امیراللہ تسلیم لکھنوی شاگرد نسیم دہلوی کا اور سکندرنامہ اُردو مصنفہ سید معین الدین احمد متخلص بہ احمد اسی وزن مین ہے یہ چند اشعار اسکے ہین

ہوا جبکہ تابندہ مہر منیر	صف آرا ہوا شاہ گردون سریر
جوان وہ جو تھے شیر صحراے جنگ	چلے دشمنون کی طرف بے درنگ
ملے دونون لشکر بہم اس طرح	کہ ساون سے بھادون ملے جس طرح
کسی سمت تھے گرز آتش فشان	کہین پا رسینون کے نوک سنان

منشی طوطارام شایان نے اسی وزن مین مہابھارت کو نظم کیا ہے۔ شروع کتاب مین لکھا ہے۔ ع

زبان قلم گل فشانی پہ ہے	بہار مضامین جوانی پہ ہے
دکھائے ورق تختۂ گل کا رنگ	صریر قلم بانگ بلبل کا رنگ
مہک اُٹھے غنچے کی صورت دوات	نہ ہو جس سے سر سبز غنچے کی بات

سعدی نے اُس وزن مین بوستان اخلاق و آداب و نصائح مین لکھی ہے۔ لیکن اُستاد ابوالقاسم منصور فردوسی نے اسی وزن مین مثنوی یوسف زلیخا قصۂ عشقیہ کو بھی موزون کیا ہے یہ شعر اس کا بطور نمونہ کے لکھا جاتا ہے۔ ع

بدنبال چشمش یکے خال بود	کہ چشم خودش ہم بدنبال بود

اور ریختہ گویون مین سید غلام حسن خلف میر غلام حسین ضاحک نے قصۂ عشقیہ مثنوی سحرالبیان معروف بہ مثنوی میر حسن اس وزن مین لکھی ہے جس کا ہندوستان مین شہرہ ہے اور آج تک جواب نہین ملا یہ شعر اُسی کا ہے۔ ع

جو منصف سُنیگے کہین گے سبھی	نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی

اسی طرز پر صغیر علی مروت فرزند کبیر علی سنبھلی نے ایک مثنوی لکھی ہے فن شعر مین اُسکے دعوے کا مدار اسیق پر ہے اور غلام علی متخلص بعلی کی مثنوی خستہ لقا جو بنام نہاد جواب مثنوی سحر البیان کے لکھی گئی ہے اور مثنوی یوسف زلیخا مصنفۂ شاہ رؤف احمد رافت اور مثنوی اکرام الدین ضیغم بھی اسی وزن مین ہے یہ اُسکے شعر ہین ۔

دکھاتی تھی زیور کی اپنے پھبن	جواہر کے دریا مین تھی غوطہ زن
حنا سے ہوا دست وپا کا وہ رنگ	کہ یاقوت دیکھے تو ہوجائے دنگ

تپش نے بہار دانش کو بھی اسی بحر مین نظم کیا ہے یہ شعر اُسی کے ہین ۔

طبیعت کو تھا ایک شب اضطراب	جگر تفتہ تھا اور آنکھین پر آب
دل وسینہ بھی متصل تھا طپان	الم سے تھی ہر اک مژہ خون چکان

(۲) **بحر ہزج مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر** اسکا وزن یہ ہے مفاعیلن مفاعیلن فعولن یا مفاعیل دوبار یہ وزن عشق وعاشقی کے ذکر کے ساتھ مختص ہے چنانچہ فارسی مین مثنوی یوسف زلیخا مولانا جامی کی اور یوسف زلیخاے ناظم ہروی اور مثنوی نیرنگ عشق تصنیف محمد اکرم غنیمت لاہوری اور مثنوی شیرین خسرو خواجہ نظامی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین نواب محبت خان فرزند حافظ الملک حافظ رحمت خان کی مثنوی اسمو بنواور مثنوی پدمات مصنفۂ میر ضیاء الدین عبرت شاگرد نواب محبت خان اور میر غلام علی عشرت شاگرد مرزا علی لطف تلمیذ سودا اسی وزن مین ہے تصنیف دو شاعر اُس کا مادہ تاریخ ہے اگرچہ یہ مثنوی دلچسپ مرثیۂ عاشقان ہے لیکن بہت سی باتین اُس مین پوچ وبیجا ہین جس سے اہل علم کو اسپر حرف ہے میان عشرت نے ایک جگہ لکھا ہے ۔

نہین اسکا جو تاج وتخت تابوت	تو یہ تخت روان ہے تخت تابوت

تابوت مین الف زائد غلط ہے صحیح ثبوت ہے لیکن اس جگہ واو زائد ہے ۔

عبرت کہتا ہے

وہ آہن کو ہے بالتخصیص کھینچے	برنگ سنگ مقناطیس کھینچے

ولہ

ولیکن جتنے وان خرد وکلان ہین	بسان عاشقان اہل وفا ہین

ہان عبرت کی نظم مین تمثیلین اچھی واقع ہوئی ہین اور اسکا کلام بھی عشرت کے کلام سے برزور ہے مثنوی طلسم شایان بھی اسی وزن مین ہے لیکن پسند طبائع سخن سنج نہین منشی سید اسمٰعیل حسین منیر کی مثنوی

معراج المضامین کا بھی یہی وزن ہے یہ اُسکا شعر ہے۔ ؎

ہوا جسدم سے اس کھانیکے قابل ‎ ‎ ‎ نمک ٹھہرا قسم کھانے کے قابل

سودا کی دو مثنویان اس وزن مین ہین ایک مثنوی مین کہتے ہین۔ ؎

الٰہی شعلہ زن کر آتش دل ‎ ‎ ‎ تپ دل دے بقدر خواہش دل
کرامت کردہ عشق آتش انگیز ‎ ‎ ‎ کہ تا ہر استخوان میرا ہو گلریز

دیگر

مرا دل نام پر اُس کے ہے شیدا ‎ ‎ ‎ کیا ہے جس نے حُسن و عشق پیدا
وہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا ‎ ‎ ‎ وہی معنے ہے طوطی کے سخن کا

بعض شعرا نے اس وزن مین سوا ے مضامین عشقیہ کے دوسرے حالات بھی لکھے ہین چنانچہ خوشتر نے رامائن کے داستانون کو اس وزن مین نظم کیا ہے مگر زور شاعری اور قوت بیانی کے اعتبار سے یہ مثنوی گری ہوئی ہے۔ ؎

ہوا ہے چینا ئے بے رام شکل ‎ ‎ ‎ نہ لائی تاب ہجر گل عنادل

یہان عنادل بے محل ہے عندلیب چاہیے رنگین نے اس وزن مین گھوڑون کے علاج مین ایک رسالہ لکھا ہے جسکے خاتمے کا شعر ہے۔ ؎

فرسنامہ جو یہ پہونچا باتمام ‎ ‎ ‎ فرا ست نامۂ رنگین رکھا نام

(۳) **بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف الآخر یا مقصور الآخر** اسکا وزن یہ ہے مفعول مفاعلن فعولن یا مفاعیل دوبار یہ وزن بھی حالات طالب و مطلوب کے ساتھ مخصوص ہے فارسی مین لیلی مجنون نظامی و نلدمن فیضی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین دیا شنکر نسیم لکھنوی شاگرد آتش کی مثنوی گلزار نسیم کا یہی وزن ہے ریختہ مین کوئی مثنوی آج تک ایسی عمدہ اس بحر مین نہوئی نسیم نے ہر مضمون کو تشبیہ کے پردے اور استعارے کے پیچ مین ادا کیا ہے اکثر مطالب کو اشارون اور کنایہ کے رنگ مین دکھایا ہے باوجود اسکے زبان فصیح اور کلام شستہ اور پاک ہے اختصار بھی اس مثنوی کا ایک خاص وصف ہے ہر معاملے کو اس قدر مختصر کر کے ادا کیا ہے جس سے زیادہ ہو نہین سکتا اور ایک شعر درمیان سے نکال لو تو داستان برہم ہو جاتی ہے یہ اشعار اُسکے ہین۔ ؎

ہر شاخ مین ہے شگوفہ کاری ‎ ‎ ‎ ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زبان سے یکسر ‎ ‎ ‎ حمد حق و مدحت پیمبر

پانچ انگلیون مین یہ حرف زن ہے	یعنے کہ مطیع پنجتن ہے

منشی مظفر علی اسیر کی مثنوی درۃ التاج بھی اسی وزن مین ہے یہ ایک شعر بُراق کی تعریف مین اُسکا ہے

شوخی سے نہ تھی کسی جگہ تاب	پانی کی جگہ پیا تھا سیماب

مثنوی لیلی مجنون مصنفۂ نواب مرزا تقی خان ہوس کا بھی یہی وزن ہے یہ اشعار اُسی کے ہین۔ ؎

یارب مرے سر مین شور غم رکھہ	بے غم مجھے صاحب الم رکھہ
ہوتا رہے درد میرے دل مین	بجھینی ہو میری آب و گل مین
تڑپون غم دل کی کاہشون سے	دون جان ہزار کاوشون سے
ابر غم عشق دل پہ برسے	ریزان رہین اشک چشم ترسے
جلتا رہے غم سے داغ دل کا	افسردہ نہ ہو چراغ دل کا

یہی وزن مثنوی ترانۂ شوق کا ہے طالب علی خان عیشی کی عشقیہ مثنوی کا بھی یہی وزن ہے

سرمایۂ سوز و ساز ہے عشق	نیرنگ نیاز و ناز ہے عشق
ہے عشق سے داغ داغ لالہ	ہے عشق اثر طراز لالہ
بے نیش کرے پہ سینہ کادی	دے نوک مژہ کو خون ترادی
بے جرم و گنہ بخون بُلبل	آلودہ کرے ہے دامن گل

(۴) بحر خفیف مسدس مخبون محذوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہے فاعلاتن مفاعلن فعلن یا فعلان دوبار اس وزن مین زیادہ تر مواعظ اور حقائق و حکم مذکور ہوتے ہین جیسے فارسی مین حدیقۂ حکیم سنائی غزنوی اور سلسلۃ الذہب مولوی جامی کی اور ریختہ مین اسی وزن مین حالی نے مثنوی حب وطن لکھی ہے چنانچہ اس مین کہتے ہین۔ ؎

اے وطن اے مرے بہشت برین	کیا ہوئے تیرے آسمان و زمین
رات اور دن کا وہ سمان نہ رہا	وہ زمین اور وہ آسمان نہ رہا
تیری دوری ہے مورد آلام	تیرے چھٹنے سے چھٹ گیا آرام
کاٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے	گل ہین نظرون مین داغ بن تیرے

لیکن بعض شعراے ریختہ اس وزن مین عشق کا بیان کرتے ہین جیسے مثنوی دریاے عشق میر تقی کی اور مثنوی سعدین انوار حسین تسلیم کی اور بعض مثنویان مرزا شوق کی اور مثنوی طلسم الفت نستلق کی۔ ؎

قلق

ساقیا دے وہ جام اُلفت خیز	ہو جو صہبائے جوشِ عشق انگیز
اس لیے ہون ایاغ کا مشتاق	اک کلیجہ ہے داغ کا مشتاق
ایک دل چاہتا ہے عشق کا داغ	ایک ویرانے مین جلے گا چراغ
عہد طفلی ہی سے برنگ جوان	محو اُلفت تھا وہ شہ خوبان

(۵) **بحر رمل مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر** اس کا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن یا فاعلان دو بار اس وزن مین اکثر حقائق و معارف و حکایات علما و اہل اللہ و پند و نصائح وغیرہ بیان کی جاتی ہین جیسے مثنوی حضرت شیخ فرید الدین عطار موسوم بہ منطق الطیر اور مثنوی شاہ بو علی قلندر اور مثنوی مولانائے روم کی اور رسالہ نان و حلوا تصنیف خواجہ بہاء الدین آملی بھی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین مثنوی ایجاد رنگین تصنیف سعادت یار خان رنگین اور مثنوی گلزار ابراہیم اسی وزن مین ہے یہ چند اشعار ایجاد رنگین کے ہین ۔

مین جو چندے دہر مین مہمان رہا	گرچہ دانا تھا و لے نادان رہا
مین نے جیتے جی کیے لاکھون گناہ	جانکر نامہ کیا اپنا سیاہ
سالہا افسوس پا در گل جیا	مین جیا دنیا مین پر غافل جیا
تو کہین چلنا نہ میری راہ پر	رکھیو دھیان اپنا ذرا اللہ پر

محمد عبد اللہ خان نے مثنوی عابد اسی وزن مین لکھی ہے جسکے دو شعر یہ ہین ۔

دور چشم خلق سے حق سے قرین	تھا کسی صحرا مین اک عابد مکین
حاصل اُس کو جب سے تھا سن شعور	اہل دنیا سے رہا کرتا تھا دور

کبھی اس وزن مین قصہ عشقیہ اور شوریدہ سرون کی شورش بھی بیان کرتے ہین چنانچہ انور تخلص امام الدین خان نے اس وزن مین ایک مختصر مثنوی موسوم بہ فراق نامہ ریختہ مین موزون کی ہے اُسکے اشعار ہین ۔

عشق سے ہے زلف کا مصرع دراز	عشق روئے حسن کا آئینہ ساز
عشقبازی کا سنا چاہے جو حال	پوچھ انور سے کہ ہے اُس کو کمال
دل کی سوزش سے وہی آگاہ ہے	اُس کو اس آتش کدے مین راہ ہے

اور ایک مثنوی حکیم مومن خان کی بھی اس وزن مین ہے جسکے دو شعر یہ ہین ۔

ساقیا اب نازبیجا کس لیے	چین ابروے بے محابا کس لیے
اے تنک ظرف اس قدر بدخو نہو	دل ہوا کھٹا ترش ابرو نہ ہو

میر کی کئی مثنویاں مختلف مضامین مین اس وزن مین ہین جنکے آغاز کا ایک ایک شعر یہ ہے۔ ؎

میر

تھا گتے کا بچہ اک درویش پاس	بود و باش اُسکی بھی مجھ درویش پاس

ولہ

ایک بلی مونی تھا اُس کا نام		اُنے میرے گھر کیا آکر مقام
معتنین جب تھین تو یہ فن شریف	ولہ	کسب کرتے جنکی طبعین تھین لطیف
سُنیو اے اہل سخن بعد از سلام	ولہ	جھیڑتا ہے مجھکو اک تخم حرام

سودا نے ایک شخص کی ہجو مین اس وزن مین ایک مثنوی لکھی ہے کہتے ہین۔ ؎

آہ داویلا ز دست روزگار	تو ش خانون مین یہ غم ہے روبکار

میان قوتی کی ہجو مین بھی ایک مثنوی ہے۔ ؎

ساقیا بھراُس مے جادو سے جام	جس کا سحر سامری بھی ہو غلام

(۲) بحر رمل مسدس مجنون محذوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہے فعلاتن فعلاتن فعلن یا فعلان دو بار اور اس مین حسب قواعد مقررہ عروض فعلاتن کی جگہ فاعلاتن سالم بھی اول مین اکثر آتا ہے اس وزن مین بھی بزرگان دین اور ارباب حکمت کا ذکر پسندیدہ ہوتا ہے مولوی غلام امام شہید کی مثنوی ریختہ موسوم بہ نغمۂ عشق اسی بحر مین ہے۔ ؎

ایک عاشق تھی حلیمہ دائی	جس نے گھر بیٹھے یہ دولت پائی
وہ کچھ اس رمز سے آگاہ نہ تھی	اُس کی قسمت مین یہ دولت تھی لکھی
لینے اُس شاہ کو لائی گھر مین	نور اللہ کو لائی گھر مین

اس وزن مین مومن خان نے قصہ عشقیہ بھی لکھا ہے جسکے چند شعر یہ ہین۔ ؎

ساقیا زہر پلا دے مجھکو	شربت مرگ چکھا دے مجھکو
تلخی یاس عبادت کب تک	حسرت ذوق شہادت کب تک
کیا ذرا اسودۂ الماس نہین	سم ہلاہل ترے کچھ پاس نہین
بھر دے اک جام کہ مرجاؤن ابھی	بھول کر آپ مین آؤن نہ کبھی

(٧) بحر سریع مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے مفتعلن مفتعلن فاعلن یا فاعلان اس وزن مین سوائے عشقیہ قصون کے اور سب کچھ حالات زیبا ہین مخزن الاسرار نظامی کا مطلع الانوار خسرو اور تحفۃ الاحرار جامی یہ تینون مثنویان فارسی کی اسی وزن مین ہین اور ریختہ مین ایک مثنوی جس مین میلاد شریف حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال کو موزون کیا ہے مولوی حفظ اللہ بدیوانی تخلص بہ بندہ نے لکھی ہے جسکے یہ شعر ہین۔ ؎

حمد خدا خامے کی معراج ہے — نام خدا نامے کا سرتاج ہے
بسملۂ مصحف حسن رقم — شاہد مضمون کی ہے ابرو کا خم

غلام امام شہید نے قصۂ حضرت بلال کو اس وزن مین لکھا ہے۔ سودا نے لاٹھی کی تعریف مین ایک مثنوی اس وزن مین موزون کی ہے۔ ؎

ہوتی ہے دنیا مین جو کچھ تحفہ چیز — سب سے سوا سودا کو لاٹھی عزیز

سودا نے حکیم غوث کی ہجو مین ایک مثنوی لکھی ہے۔ ؎

صدر کے بازار مین ہے اک دبنگ — عار اطبا و طبابت کا ننگ

المختصر مثنوی انہی ساتون وزن کے ساتھ مخصوص ہے سوا انکے دوسرے اوزان مین نہین لکھی جاتی اور جو بعض شعرا نے دوسرے اوزان مین مثنویان لکھی ہین مورد طعن ہوے ہین مثلاً فارسی مین میر نجات اصفہانی کی مثنوی گل کشتی جسکا یہ شعر ہے۔ ؎

آفرین باد بر رندے کہ جوابش گوید — صیرفی در نظرے دُر خوشِ آبش گوید

اس وزن مین ہے فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن رور بہان علیہ الرحمۃ کی مثنوی شیر و شکر اس زمین مین ہے فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین اور ریختہ مین میر کی ایک مثنوی متقارب اثرم سالم کے وزن پر ہے جس کا ایک شعر یہ ہے۔ ؎

کوئی مرد اندازِ حیا پر — آنکھ تھی اُس کی پشت پا پر

اور اسی وزن کی ایک مثنوی مومن کی ہے جسکا یہ شعر ہے۔ ؎

کھو لیو ساقی منھ کو سبو کے — پیتے ہین کب سے گھونٹ لہو کے

میر کی ایک مثنوی کا وزن یہ ہے مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان۔ ؎

کئی برس سے ہمارے کنے تھا ایک خروس — خروس عرش کی اولاد سے دلے افسوس

میر صاحب کی ایک مثنوی کا یہ وزن ہے مفعول فاع لات مفاعیل فاعلن۔

اے جھوٹ آج شہر مین تیرا ہی دور ہی
شیوہ یہی سبھون کا یہی سب کا طور ہے

ایضاً وله

اک جو بحر کو رزق کی وسعت سی ہو گئی
تنگی کی حوصلے نے تو رجعت سی ہو گئی

محمد حسین آزاد کی مثنوی موسم زمستان کا یہ وزن ہے فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن۔

ہے جوان لیتا اسی شب مین جوانی کا مزا
اور جو بڈھا ہی تو لیتا ہی کہانی کا مزہ

اور آزاد کی مثنوی شب قدر کا یہ وزن ہی مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن۔

اے رات سنتا ہون کہ ترے سر پہ تاج ہی
ہر گوہر اسمین ملک جبش کا خراج ہے

یہی وزن مثنوی ابر کرم کا ہے۔ ع

شمہ بر زمین سے دیکھو تو ہی خاک اڑ رہی
اور گرد چار سوتہ افلاک اڑ رہی ہے

سوز کی ایک مثنوی کا یہ وزن ہے مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن آغاز مثنوی کا یہ شعر ہے۔ ع

دعوے بڑا ہے سوز کو اپنے کلام کا
جو غور کیجئے تو ہے کوڑی کے کام کا

اگرچہ ان مین سے بعض مثنویان کے لاجواب ہوے مین کسی کو کلام نہین اور حق یہ ہے کہ بسبب عمدگی مضامین اور شوخی ادا کے اس طرف توجہ بھی نہین کی جاتی ہے لیکن یہ وزن مثنوی کے نہین۔

بیان قطعہ

قطعہ بکسر اول وسکون ثانی اسکے لغوی معنی ٹکڑے کے ہین حرف اول کے فتحہ کے ساتھ خطا ہی مگر بعض فصحاے متاخرین نے فتحہ بھی جائز رکھا ہے۔ اصطلاح شعرا مین مراد ہے اُن چند ابیات سے کہ جن مین ایک بیت کا مطلب دوسری بیت سے متعلق ہو یعنی جب تک دوسری بیت نہ معلوم ہو مطلب نکھلے اور بیت اول مقفےٰ نہو اور بناے قافیہ بیت اول کے مصرع ثانی پر ہو اور دوسری بیتین قافیہ مین اُسی مصرع کی تابع ہون اب غزل مین بھی قطعہ پائے جاتے ہین مگر متقدمین کے نزدیک غزل مین قطعہ لکھنا معیوب تھا شعرا نے حد قطعہ کی دو بیت سے لیکر ایک سو ستر شعر تک مقرر کی ہے جو لوگ قصیدہ مختصر کو قطعہ کہتے ہین محض نادانی ہے قصیدے مین دو تین بلکہ زائد مطلع ہو سکتے ہین اور قطعہ مین مطلع نہین ہوتا کبھی قطعہ مین کسی دوسرے کے یا اپنے شعر کو فارسی ہو یا ریختہ یا کسی ضرب المثل کو تضمین کرتے ہین۔

ذوق

کہون کیا ذوق احوال شب ہجر
کہ تھی اک اک گھڑی سو سو مہینے
نہ تھی شب ڈال رکھا تھا اک اندھیر
مرے بخت سیہ کی تیرگی نے

تپ غم شمع سان ہوتی نہ تھی کم
اور آتے تھے پسینون پر پسینے

یہی کہتا تھا گھبرا کر فلک سے
کہ او بے مہر بد اختر کمینے

کہان مین اور کہان یہ شب مگر تھے
مری جانب سے تیرے دل مین کینے

سو اب ظلمت کے پردے مین کیے ظلم
ارے ظالم تری کینہ وری نے

عوض کس بادہ نوشی کے مجھے آج
پڑے یہ زہر کے سے گھونٹ پینے

حواس و ہوش جو مجھ سے قرین تھے
قرینے سے ہوے سب بے قرینے

مری سینہ زنی کا شور سن کر
پھٹے جاتے تھے ہمسایون کے سینے

اُٹھایا گاہ اور گاہے بٹھایا
مجھے بے تابی و بے طاقتی نے

کہا جب دل نے تو کچھ کھا کے سورہ
بہت الماس کے توڑے نگینے

نہ ٹوٹا جان کا قالب سے رشتہ
بہت سی جان توڑی جانکنی نے

بہت دیکھا نہ دکھلایا ذرا بھی
طلوع صبح سے مُنھ روشنی نے

کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات
یقین ہے صبح تک دیگی نہ جینے

لگے بانی چوانے مُنھ مین آنسو
پڑھی یاسین سرھانے کسی نے

اگر دن عمر کے تھوڑے سے باقی
نگار رکھے تھے میری زندگی نے

کہ قسمت سے قریب خانہ میرے
اذان مسجد مین دی بارے کسی نے

بشارت مجھکو صبح وصل کی دی
اذان کے ساتھ یمن و فرخی نے

ہوئی ایسی خوشی اللہ اکبر
کہ خوش ہو کر کہا خود یہ خوشی نے

موزون ہر جا بر وقت بولا
تری آواز مکے اور مدینے

سودا

تیرے جویا ہین اس چمن مین ہم
ڈھونڈھتے ہی گل کو عندلیب ای دوست

تو برا مان مت مضائقہ کیا
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

غالب

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہین
دربار دار لوگ بہم آشنا نہین

کانون پہ ہاتھ رکھتے ہین کرتے ہوے سلام
ہے اس سے یہ مراد کہ ہم آشنا نہین

اکبر

قدیم وضع پہ قائم رہون اگر اکبر
تو صاف کہتے ہین سید یہ رنگ ہے میلا

جدید طرز اگر اختیار کرتا ہون	خود اپنی قوم مچاتی ہے شور وادیلا
جو اعتدال کی کہیے تو وہ ادھر نہ اُدھر	زیادہ حد سے ہے پانؤن سب نے ہین پھیلا
ادھر یہ ضد ہے کہ لمنڈ بھی چھو نہین سکتے	اُدھر یہ دُھن ہے کہ ساقی صراحی مے کہا
ادھر ہے دفتر تدبیر و مصلحت ناپاک	اُدھر ہے وحی ولایت کی ڈاک کا تھیلا
غرض دو گونہ عذاب ست جان مجنون را	بلائے صحبت لیلا و فرقت لیلا

بیان رباعی

بدائع الافکار فی صنائع الاشعار مین مولانا حسین کاشفی واعظ نے لکھا ہے کہ اسکو رباعی اس لیے کہتے ہین کہ یہ بحر ہزج سے مخصوص ہے اور بحر ہزج عرب کے شعرون مین چار اجزا پر ختم ہوتی ہے پس رباعی کی ہر ایک بیت دو بیت مربع کی طرح ہوگی اور مجموعہ چار بیتین ہوگا ہزج مربع الاجزا ہے۔ اہل فارس اسکو دو بیتی کہتے ہین اور بعض ترانہ بھی بولتے ہین کیونکہ قاطع اس کا ایک تر و تازہ بچہ تھا چونکہ رباعی چار مصرعون پر تمام ہوتی ہر سلیے شاعر کو چاہیے کہ اُسکے الفاظ مین نہایت کوشش کرے اگر تیسرا مصرع بھی قافیہ رکھتا ہوگا تو اُسے مصرع کہین گے ورنہ خصی بولینگے بفتح خاے معجمہ وصاد مہملہ ابن قیس کہتا ہے کہ جو کہ ارباب موسیقی نے اس وزن مین اچھے اچھے راگ اختراع کیے ہین اسلیے فارسی مین اسے ترانہ کہتے ہین۔ اور اوزان اس کے مخصوص ہین انکے سوا رباعی اور اوزان مین نہین لکھی جاتی ہین تفصیل اوزان رباعی کی بتصریح تمام خزینۂ عروض مین مذکور کیجائیگی رباعی مین چار مصرع ہوتے ہین جن مین سے چوتھا مصرع پہلے اور دوسرے مصرع کے ساتھ قافیہ مین متفق ہوتا ہے اور تیسرے مصرع کے واسطے لازم نہین کہ اُسکا بھی وہی قافیہ ہو چوتھا مصرع نہایت خوبی کے ساتھ ہونا چاہیے جس سے تینون مصرعون مین جان پڑجائے مثال اس کی۔

امانت

گر تجھ سے اگر عاقل و فرزانہ ہے	دانائی پہ بھولا ہے تو دیوانہ ہے
تسبیح کے دانے پہ نظر کر نادان	گردش مین گرفتار ہے جو دانہ ہے

مومن

اُلفت مین بھی مجھکو دکھ دیے جاتے ہو	مذکور ندامت کا کیے جاتے ہو
سب کہتے ہو کہ اب غیر کا مین نام نہ لون	یون بھی تو وہی نام لیے جاتے ہو

ناسخ

تصویر جنم مین لکہا ہے کلک ازل
پنہان ہے نگہ سے یا نگہ کا ہے خلل
جز عالم غیب کون جانے یہ راز
لکھے ہوئے سے پڑھے خلا یہیج ہے یہ مثل

غالب

کہتے ہین کہ اب وہ مردم آزار نہین
عشاق کی پرسش سے اُسے عار نہین
جو ہاتھ کہ ظلم سے اُٹھایا ہوگا
کیونکر مانون کہ اُس مین تلوار نہین

قدما کو بیشتر اس کا بھی التزام تھا کہ رباعی کے ہر مصرع مین قافیہ رکھتے اب کچھ ضرور نہین رہا اس قسم کی رباعی کی مثال یہ ہے۔

غالب

بھیجی ہے جو مجھکو شاہ جم جاہ نے دال
ہو لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال ہے بے بحث و جدال
ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال

ولہ

ہین شہ مین صفات ذوالجلالی باہم
آثار جلالی و جمالی باہم
ہون شاد نکیون اسافل و عالی باہم
ہے اب کے شب قدر و دوالی باہم

بیان مستزاد

مستزاد اسے کہتے ہین کہ رباعی کے مصرعون کے ساتھ ایک ایک فقرہ رباعی کے وزن کا ملحق کردین متقدمین نے غزل کے ساتھ بھی غزل کے وزن کا فقرہ لگاکر مستزاد کیے ہین اور یہ دو قسم ہوتا ہے۔ مستزاد عارض اور مستزاد لازم مستزاد عارض وہ ہے کہ مضمون شعر کا فقرہ پر منحصر نہو اور مستزاد لازم وہ ہے کہ معنی اسکے فقرے پر منحصر ہون قسم اول بہتر ہے بعض کہتے ہین کہ مستزاد زوائد مذکور ہین اور اکثر کے نزدیک مستزاد مزید علیہ کا نام ہے اور مستزاد کی کئی صورتین ہین یا ایک فقرہ ایک مصرع کے ساتھ ہو یا دو فقرے یا تین فقرے یا زیادہ ایک شعر کے ساتھ مثال ایک فقرے کی ایک مصرع کے ساتھ غزل مین اور یہ بہت شائع ہے۔

غزل

مین ہون عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہین ÷ کہ ہے غم میری غذا
تو ہے معشوق تجھے غم سے سروکار نہین ÷ کھائے غم تیری بلا

دل و دین تیرے حوالے کیے کرتے ہی طلب ؛ اور جو کچھ کہا سب
پھر جو بیزار ہے تو مجھ سے بتا اس کا سبب ؛ میری تقصیر ہے کیا
بھیجے خط سیکڑوں لکھکر تمھیں ہشیاری سے ؛ بڑی دشواری سے
تمنے بھیجا نہ جواب ایک بھی عیاری سے ؛ یہ بھی قسمت کا لکھا
طلب بوسہ پہ کیوں اتنا برا مانتے ہو ؛ ہمیں پہچانتے ہو ؛
دیکھو ہم ہیں وہی جانباز جنھیں جانتے ہو ؛ کرتے ہیں جان فدا
ہے حیات ابدی گر ہو شہادت حاصل ؛ تیرے ہاتھوں قاتل
تیرے آب دم شمشیر کو تیرا بسمل ؛ سمجھے ہے آب بقا
کیا کہوں میں ترے انداز و ادا کا عالم ؛ ہے ستم ہائے ستم
دیکھکر ہوش رہیں کیا کہ نکل جائے گا دم ؛ اے بت ہوش ربا
نہ تو تقدیر سے ہو اور نہ تحریر سے ہو ؛ اور نہ تدبیر سے ہو
ہمتو کہتے ہیں ظفر جو ہو سو تقدیر سے ہو ؛ ہے یہی بات بجا

جرأت

جادو ہی نگہ چھب ہے غضب قہر ہی مکھڑا + اور قد ہی قیامت
ہیں بال یہ بکھرے ہوئے مکھڑے پہ دھواں دھار جوں دود شعلہ
غارت گر دین وہ بت کافر ہی سراپا + اللہ کی قدرت
حسن بت کافر ہی خدائی کا جھگڑا ۔ ٹک دیکھو صورت

انشا

میں نے جو کہا ہوں تمھیں ترا عاشق و شیدا + اے کان ملاحت
کعبے کا کروں طوف کہ بتخانے کو جاؤں کیا حکم ہے مجھکو
فرمانے لگے ہنسکے سنو اور تماشا + یہ شکل یہ صورت
ارشاد ترے حق میں بھی کچھ ہو دیگا آیا + اے پیر طریقت

ایک مصرع کے ساتھ دو فقروں کی مثال۔

محمد جان شاد

نالہ زن باغ میں ہو بلبل ناشاد نہیں
ڈر یہی ہے کہ خفا ہو ستم ایجاد نہیں +
سنگ سمجھا ہے پڑیں تیری سمجھ پہ پتھر +
دل نازک ہے یہ میرا کوئی فولاد نہیں +
پوچھ اے خانہ برانداز نہ کچھ حال ستم +

بند رکھ کام و زبان + گر نہ فریاد و بکا +
باغبان دشمن جان + گھونٹ ڈالے گا گلا
غور سے گر تو نظر + گفتگو سخت نہ کر
ٹوٹنے کا ہے گمان + نہ کڑی بات سنا
لامکان جیسے ہیں ہم + تیرے ہی سر کی قسم

بے گھر ایسا کوئی مرغ چمن آزاد نہین
مصرع شعر ہے اے شاد جو افزون ہو کلام
غزل اس طرح کی کہنے پہ کرا ایراد نہین
آشیان کا ہے نشان + نہ نشیمن کا پتا
وہ عبارت ہے تمام + مستزاد اُسکا ہے نام
دیکھو تو ہوگا عیان + شاعرون نے ہے کہا

اور ایک شعر کے ساتھ ایک فقرے کی مثال یہ مستزاد میر سید حسین ساکن بارہ کا۔ ؎

اُس رشک مسیحا کی جُدائی مین یہ ہے حال
عاشق کو نہ ہے صبر نہ طاقت ہے بدن مین + بیمار رہے گویا
کس طرح ادا ہو سکے اُس بُت کا سراپا
خاموش زبان ہوتی ہے اوصاف دہن مین + اسرار ہے گویا
فریاد ہے بسمل ہون تری تیغ نگہ سے
خنجر کی طرح پھرتی ہے عاشق کے بدن مین - تلوار ہے گویا
اُس بُت کی محبت ہے مری خاک مین مخلوط
یہ رشتۂ رگ ہے جو عیان میرے بدن مین + زنار ہے گویا

کنور حامد علی خان ناشاد نے مستزاد اس طرح کا لکھا ہے کہ ہر شعر مثنوی کی طرح علیحدہ قافیہ رکھتا ہے اور فقرۂ زائد کا قافیہ اول سے آخر تک ایک ہی طرح کا ہے وہ یہ ہے۔

مرا دل دُکھتا ہے اور سنسنی سی چھائی ہے دلپر
حواس و ہوش غائب ہین کہ جیسے زہر ابھی پی کر
ہوا ہون مضمحل اک دم

شراب ناب ٹھنڈی اور تہ خانے سے گرآتی
مزا تب دخت رز دیتی الا یا ایہا الساقی
پلائے جا نہین کچھ غم

فنا ہو جاؤ مٹ جاؤ نہ یاد آؤ نہ یاد آؤ
غم و کلفت تردد ہائے ابتو تم چلے جاؤ
ہو تم آپس کے رنج و غم

مرے پیرون کے نیچے کون ہے مین نے جو لیا جانو
نہ شاخون ہی کے خوشبودار پھولون کو مین پہچانون
سمجھ لیتا ہون کم سے کم

اری او غیر فانی موت تجھکو کون کہتا ہے
یہ چشمہ زندگی کا مدتون سے یون ہی بہتا ہے
ترے آگے ہے گردن خم

مستزاد کی مثال رباعی مین۔

مومن

گہ دین مین تھا لقب یگانہ اپنا + تھے بُت سے خفا
گاہے صنمون کو جانا اپنا + اللہ ری خطا
سب دیر و حرم کی خاک چھانی مومن + کیا خاک کہین
دیکھا تو کہین نہین ٹھکانا اپنا + جی بیٹھ گیا

ولہ

مومن دل سا مکان جو برباد دیا + مانند حباب
ان سنگدلون کو دے کے کیا خاک لیا + جز رنج و عذاب

یعنی وہ مکان کہ تھا خدا کا مسکن + گزندر بتان		برباد کیا اُسے یہ کیا کام کیا۔ اے خانہ خراب

مرزا رفیع السودا نے ایک مربع مستزاد لکھا ہے۔ ع

ہے ایک روایت ز روایات پُراز غم + رو اُس کو تو سُن کر
میدان میں شہ دین کے مارے گئے جس دم + سب خویش و برادر
زینب سے لگے کہنے یہ تب سرور عالم + تم سنتی ہو خواہر
سر پر نرہا کوئی مرے مونس و ہمدم + غیر از دم خنجر
یہ کہکے ہوا شاہ کا میدان کو آہنگ + رخصت ہو بہن سے
اور راست کیے اپنے بدن پر سلح جنگ + ہمشکل کفن سے
اُس آن حرم بیچ قیامت کا ہوا رنگ + فرقت کے محن سے
اکبار گیا شیون دلہائے پُراز غم + افلاک سے اُودھر
راغب کرو دل صبر پہ حق کا ہے یہ مرغوب + گو جی ہے غم اندوز
اس امر میں بندے کو خموشی ہے بہت خوب + از نالۂ جانسوز
اگر یہ مبادا نہ کہیں حضرت ایوبؑ + محشر کے تئین روز
صابر نہ رہی مرضی ایزد پہ کوئی دم + اولاد پیمبرؐ

بیان فرد

فرد اُسے کہتے ہیں کہ ایک بیت بلا قافیہ متضمن مثل وغیرہ مضمون خاص کی لکھیں اور بعضوں کے نزدیک دونوں مصرعوں کا قافیہ مختلف ہونا ضرور نہیں اور ابیات غزل وغیرہ پر اطلاق فرد کا نہیں ہو سکتا یعنے غزل اور قصیدے کی بیت کو ہر چند واحد ہو فرد نہیں کہینگے پس فرد خاص ہے اور بیت عام کیونکہ فرد اُسی شعر کو کہنا چاہیے جو تنہا ایک شعر ہو پس معلوم ہوا کہ بہار بے خزان کے مصنف نے جو یہ لکھا ہے کہ فرد کے واسطے یہ بات ضرور نہیں ہے کہ شاعر جب ایک ہی شعر کہے تب اُسکو فرد کہینگے بلکہ غزل یا قصیدہ خواہ قطعہ یا مثنوی وغیرہ کا بھی شعر لکھا یا پڑھا جائے تو وہ بھی فرد کی سہو تحریر کیا ہے کہ اگر ایسا ہوتا کہ ہر بیت بے قافیہ وغیرہ پر اطلاق فرد کا روا رکھتے تو قسم جداگانہ کیوں قرار پاتی۔ دریائے لطافت میں مرزا قتیل بھی ایسا ہی کہتے ہیں الحاصل فرد کہنا پیشتر طریق قدما کا تھا۔

مذاق

عشق خال بتان سے ہوگی نجات		کیونکہ نکتہ نواز ہے اللہ

ولہ

زہر کھائین اُس شکر لب پر نہ کیونکر سبزہ رنگ
آج طوطی بولتا ہے اُسکے خط سبز کا

درد

نہین ہے بے سبب یہ خندۂ دندان نما ہرگز
کسی کے تو لہو پینے پہ یعنی دانت رکھتا ہے

مومن

جانباز مومن اُسنے دیا غیر کو خطاب
ہم جان پر بھی کھیلے پر نام اور کا ہوا

ولہ

رحم کرنے کا نہین مومن وہ کافر کیش پھر
فائدہ رونے سے سر دھوکھنے سے حاصل پھوڑنا

چھٹا موتی اقسام نظم مین باعتبار مضمون کے۔

مضمون کے لحاظ سے نظم کی اتنی قسمین ہین واسوخت۔ مرثیہ۔ سلام۔ نوحہ۔ ندبہ۔ شہر آشوب۔

بیان واسوخت

واسوخت بیزاری کو کہتے ہین اور شاعرون مین اُس نظم کا نام ہے جس مین معشوق سے بیزاری اور عاشق کے لیے بے پروائی کا مضمون اور دوسرے معشوق سے دل لگانے کی چھیڑ کر اُسکو جلی کٹی کہتے ہین لکھین۔ مثال از نواب یوسف علی خان۔

ناظم

کیا نہین اور جہان مین صنم سیمین بر
جس مین ہو بوے وفا ایسے بھی گل ہین اکثر
اور بھی سرو گل اندام ہین تجھ سے بہتر
تلخ دو ایک ہین تو سیکڑون خرین ہین ثمر

ولولہ چاہیے بلبل کا گل تر ہین بہت
آنکھ قمری کی ہو پیدا تو صنوبر ہین بہت

اب وہ گل چہرہ کرون فضل خدا سے پیدا
خار ہون دامن پکڑ نگی طینت سے جدا
جسکے کوچے مین نہ اغیار کی پہونچی ہو صدا
کوئی گلچین نہو اُس باغ مین بندے کے سوا

خوش مزاجی بھی ہو انداز و ادا بھی اُس مین
رنگ اُلفت کا بھی ہووے تو وفا بھی اُس مین

گرمیِ آتشِ رُخ جب نظر آئے تجھکو
نازکی سیب ذقن کی وہ دکھائے تجھکو
ہیزم خشک کی مانند جلائے تجھکو
صورتِ سیب کسن داغ لگائے تجھکو

رشک سے روے یہ خون دیدۂ گریان ترا
غیرت دامن گل چین ہو گریبان ترا

بیان مرثیہ

دستور قدیم ہے کہ کسی عزیز و قریب یا دوست خواہ امیر و رئیس کی وفات کا واقعہ اور حزن و ملال کا حال مرثیے مین لکھتے ہین اور یہ وضع صرف اہل فارس کی نہین ہے بلکہ عرب مین بھی یہ دستور قدیم سے جاری ہے اور اب اکثر مرثیہ وہی ہے جس مین حضرت امام حسین اور اُنکے رفقا کی شہادت کا حال اور واقعۂ کربلا لکھا جاتا ہے اور مسدس یا مثمن ترجیع بند خواہ ترکیب بند کی شکل مین ہوتا ہے مثال اس کی۔

دلگیر

قاسم نے کہا دل سے کہ اب کیا ہین ارادے — شبیر کو گھیرے ہین سوار اور پیادے
ایسا نہو کوئی نام محمدؐ کا مٹا دے — مرنے کا یہی وقت ہے ہمت جو خدا دے
دیکھا سوے شبیر جو ہمت کی نظر سے
تلوار نکلنے لگی قاسم کی کمر سے

قاسم نے جو کی فوج لعین سب تہ و بالا — پھر تو کسی خود سر نے وہان سر نہ نکالا
احسنت اُسے کہتا تھا سب عالم بالا — جو ایک نے آ نیزہ اُسے پیچھے سے مارا
فرمایا کہ کہدے یہ کوئی میرے چچا سے
اک اہل دغا نے اُسے مارا ہے دغا سے

جس وقت ہوا فرط جراحت سے بہت چور — اور سینہ ہُوا زخمون سے جون خانۂ زنبور
دل سے کہا کوتاہی ہے ہمت کے بہت دور — ہاتھون سے نہ تلوار چھٹے تا بہ لب گور
ہمت سے کہا اب نہین موقع ہے کمی کا
پاؤن سے کہا وقت ہے ثابت قدمی کا

تیوراکے گرے جب تو یہ عمو کو پکارے — کوثر کی طرف جاتے ہین ہم پیاس کے مارے
گر آؤ تو پورے ہون سب ارمان ہمارے — جو دم ہے سو آخر ہو وہ قدمون پہ تمھارے
جس وقت سنا شور یہ اُس غنچہ دہن کا
شبیر کو مطلق نہ رہا ہوش بدن کا

اعضاتن قاسم کے جدا سب نظر آئے
سیدھا کیا گردن کو یہ بین اُس کو سنائے
وہ ہاتھ کٹے شاہ نے آنکھوں سے لگائے
اب کوئی اُٹھائے تو تمھین خاک اُٹھائے
یہ تھک کے ہو سوے کہ بجا ہوش نہین ہے
گردن ہے کہین ہاتھ کہین پانون کہین ہے

بیان سلام

جو مرثیہ غزل یا قصیدے کے طور پر لکھا جائے اُسے سلام کہتے ہین لیکن ایسی نظم کے مطلع مین سلام خواہ مجرا یا سلامی خواہ مجرئی کا لفظ بھی اکثر مستعمل ہے مثال۔

دلگیر

ای سلامی ہے اثر جذب دل بیتاب مین — شاہ بے کس جلد کیا بیٹی کے آئے خواب مین
غم مین گو ہر گے سکینہ روتے روتے مرگئی — تھا نہ فرق اشکون مین اور کچھ سوتیون کی آب مین
زندگی بھر تھا سدا یہ قول سجادِ حزین — مرگ سے بدتر ہے جینا فرقت احباب مین
شاہ فرماتے تھے ہون مین وارث شیر خدا — سجدۂ آخر کرون گا تیغ کی محراب مین
وقت سر کٹنے کے یہ نکلی صدائے شاہِ دین — آب کوثر کا مزہ ہے خنجر بے آب مین
تھا جہاز آل پیغمبر کا خشکی مین یہ حال — جسطرح پھنس جاتی ہے کشتی کبھی گرداب مین
گیارھوین شب کو محرم کی یہ تھا زینب کا قول — زخمی ماں جائے کا لاشہ ہے پڑا مہتاب مین
بولے شہ پانی پہ زینب اسکا دینا فاتحہ — حُر مرا مہمان ہوا ہے آکے قحط آب مین
گرمی روز قیامت کا ہے کیا دلگیر خوف — گر ملے گی تجھکو جاگہ شاہ کے سرداب مین

بیان نوحہ

جو مرثیہ مستزاد کی وضع پر ہو تو اسکو نوحہ کہتے ہین۔ مثال

منصور

بانو نے یہ اصغر سے کہا گود کے پالے + او گیسوؤن والے — یون چڑھ گیا تو شمر ستمگار کے پالے + او گیسوؤن والے
اک بار تو او لخت جگر گود مین آؤ + گو بہشت پہ چڑھے ہو — معصوم تو ا لیے نہ کہین دیکھے نہ بھالے + او گیسوؤن والے
کچھ منھ سے ذرا بولو تو اے اصغر نادان + دائی گئی قربان — اس کو پھر علی کو کیے تم کس کے حوالے + او گیسوؤن والے
رو رو کے تڑپتا ہے یہ بھائی علی اکبر + باحالت مضطر — دان تجھکو لگا تیر یہان سینے پہ بھالے + او گیسوؤن والے
ظالم نے مرا لوٹ کے سارا لیا زیور + نے سر پہ ہے چادر — مارا تجھے تیر وا ہے مرے ناز کے پالے + او گیسوؤن والے

توغیرت خورشید ہے اے ماہ منور + پیارے مرے اصغر ‏ ‏ زلفیں ہیں تری چاند سے رخساروں پہ آئے + او گیسوؤں والے
کرتی ہے بیاں رو رو کے بانو دل رنجور + اس طرح سے منصور ‏ ‏ اب تو کہیں دنیا سے خدا مجکو اٹھا لے + او گیسوؤں والے

مگر واجد علی شاہ نے نوحے غزل کی زمین مین لکھے ہین جیسے۔

سکینہ کہتی تھی رو کر مرے بے سر مرے بھائی ‏ ‏ علی اکبر علی اکبر مرے بے سر مرے بھائی
شعاع نیر تابان فروغ کوکب رخشان ‏ ‏ سمن بر شکل پیغمبر مرے بے سر مرے بھائی
سر پُر نور نیزے پر دھرا ہے اے مہ انور ‏ ‏ پڑا ہے خاک پر پیکر مرے بے سر مرے بھائی
ہوا سینے کا کیا عالم نہین باقی ہے تن مین دم ‏ ‏ رواں سبط پیغمبر مرے بے سر مرے بھائی
گئے دنیا سے پیاسے کہوں کس سے کہ وہ دیکھے ‏ ‏ خفا ہین ساقی کوثر مرے بے سر مرے بھائی

بیان ندُبہ

ندبہ نوحہ و شیون اور ماتم کے معنے مین ہے اصطلاح مین ندبہ وہ لفظ ہے جو مصرع کے آخر مین آتا ہے اور بین کے طور پر رونے مین کہا جاتا ہے اور سینہ کوبی کی جاتی ہے جیسے واجد علی شاہ کہتے ہین۔

حضرت خیر نسا کا جایا حسین حسین حسین
پانی نہ اُسنے دشت مین پایا حسین حسین حسین
تیر لگے تلوارین پڑی ہین برچھیان غم کی دل مین گڑی ہین
بھال سر و پہ نیزہ لگایا حسین حسین حسین

بیان شہر آشوب

شہر آشوب اُسے کہتے ہین کہ ملک کی بربادی اور ویرانی اور تباہی اور اہل ملک کی مصیبت کا حال لکھا جائے مثال اسکی نواب مرزا خان داغ کے شہر آشوب کے بند۔

فلک نے قہر و غضب تاک تاک کر ڈالا ‏ ‏ تمام پردہ ناموس چاک کر ڈالا
یکایک ایک جہان کو ہلاک کر ڈالا ‏ ‏ غرض کہ لاکھ کا گھر اُسنے خاک کر ڈالا
جھلسی ہین دھوپ مین شکلین جو ماہتاب کی تھین
کھنچی ہین کانٹون مین جو پتیان گلاب کی تھین
زبان جو بدلین تو صورت بدل نہین آتی ‏ ‏ ملین جو خاک بھی منھ پر تو مل نہین آتی
کسی طرح کسی پہلو سے کل نہین آتی ‏ ‏ پکارتے ہین اجل کو اجل نہین آتی

جو سر کو پھوڑین تو پتھر پرے سر کتے ہین
جو لوٹین کانٹو پہ کانٹے الگ کھٹکتے ہین

پیادہ پا ہون رہان شہسوار صد افسوس — لہو کے گھونٹ پیین بادہ خوار صد افسوس
ذلیل و خوار ہون اہل وقار صد افسوس — ہزار حیف دل بے قرار صد افسوس

جھگے ہین بار الم سے تنے ہوے کیسے
بگڑ گئے ہین یکایک بنے ہوے کیسے

رام پور کے کتب خانے مین ایک ضخیم مثنوی شہر آشوب نام رکھی ہے اس مین تو م کسبی کی چالاکیان فریب دھوکہ بازی اور بد اعمالی دکھائی ہے اور اطراف ہندوستان کے اکثر شہرون کی نام ور کسبیون کے مکر و دغا کا کچا چٹھا بیان کیا ہے مصنف اِس کا ناظم ہے اور مین خیال کرتا ہون کہ وہ نواب یوسف علی خان ناظم والی رامپور ہونگے یہ ایک شعر اسی کا ہے۔

کرم سنگ سے کبھی نہ بل جائے — برسون نلکی مین رکھ کے پچتائے

سودا

جہان آباد تو کب اس ستم کے قابل تھا — مگر کبھو کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا
کہ یون مٹا دیا گویا کہ نقش باطل تھا — عجب طرح کا یہ بحر جہان مین ساحل تھا

کہ جس کی خاک سے لیتی تھی خلق موتی رول

دیا بھی وان نہین روشن بجے جسجگہ فانوس — پڑے ہین کھنڈرون مین آئینہ خانہ کے فانوس
کرورون دل پر از امید ہو گئے مایوس — گھرون سے یون نجبا کے نکل گئے ناموس

ملی نہ ڈولی انھین جو تھے صاحب چوڈول

نجیب زادیون کا اندنون ہے یہ معمول — وہ برقع سر پہ ہے جسکا قدم تلک ہے طول
ہے ایک گود مین لڑکا گلاب کا سا پھول — اوہ انکے حسن طلب کا ہر ایک سے یہ اصول

کہ خاک پاک کی تسبیح ہے لیجئے جو مول

اگر مُحب ہوا تسمع تو سنتے ہی یہ نام — دیا کچھ اُسنے بمقدور کر کے نذر امام
پڑا جو شامت طالع سے خارجی سے کام — دروغ و راست کا لا یادہ درمیان کلام

یہ آ گئے اور چلین کر کے زیر لب لاحول

پہلا جزیرہ علم عروض مین

اور اس مین چھ شہر دلاویز ہین۔

پہلا شہر بحرون کی ایجاد کے ذکر مین۔

عقلا نے چند قاعدے مقرر کیے ہین کہ اُنسے وزن شعر کی صحت و سقم دریافت ہو جائے اور اس علم کا نام عروض ہے عین کے فتحہ سے سو جا اس علم کا خلیل بن احمد بصری ہے جسنے اس علم کو بہ گاذر کی آواز سے استخراج کیا ہے حمزہ بن حسن اصفہانی خلیل کے حق مین کتاب تنبیہ مین لکھتا ہے کہ خلیل نے یہ علم اپنی ایجاد سے نہین نکالا بلکہ اُسنے تصحیف کی ہے یعنی علم موسیقی اور نغم سے یہ اصول علٰحدہ کر کے اُنپر ایک فن بنا کر کھڑا کر دیا ہے کیونکہ یہ دونون علم آپس مین قریب ورایک دوسرے کے نزدیک ہین اور خلیل کو ان فنون مین بہت مہارت تھی مگر یہ بھی اُسی کتاب مین لکھا ہے کہ جب سے اہل اسلام کا شیوع ہوا کسی نے ایسا علم کوئی بھی نہین نکالا جس کی اصل علمائے عرب نے نہ نکالی ہو سوائے خلیل مذکور کے کیونکہ اسکی کوئی اصل نہ کسی حکیم کی مقرر کی ہوئی تھی اور نہ کوئی اسکی مثال مقابل اسکے سابق مین ہو چکی تھی اور وجہ تسمیہ اسکی یہ ہے کہ جب اُسنے یہ علم ایجاد کیا تھا تو مکہ معظمہ مین وارد تھا سو تیمناً و تبرکاً کعبہ معظمہ کے نام سے نام زد کیا کیونکہ عروض ایک نام ہے خانہ کعبہ کا۔ المعجم فی معاییر اشعار العجم مین لکھا ہے کہ عروض اسکو اس لیے کہتے ہین کہ شعر کو اس پر عرض کرتے ہین مطلب یہ ہے کہ شعر کو اس سے جانچتے ہین تاکہ موزون غیر موزون سے علٰحدہ ہو جائے اور وہ فعول ہے مفعول کے معنے مین یعنے عروض معروض کے معنے مین ہے بنا عروض کی ف ع ل پر ہے جس طرح بنا اوزان لغات عرب کی ان تینون حروف پر ہے تاکہ تعریف اور گردان اوزان لغوی اور شعری کی ایک طور پر ہو جس طرح اہل لغت کہتے ہین کہ ضَرَبَ فَعَلَ کے وزن پر ہے ضارب فاعل کے وزن پر اور مضروب مفعول کے وزن پر عروضی کہتے ہین لفظ اِلٰہی فعولن کے وزن پر ہے اور عدد آیا۔ مفاعیلن کے وزن پر اور لفظ کھل گئے سب علاتن کے وزن پر۔

اسکے علاوہ اور کئی وجہ تسمیہ ہین جنکو رسالۂ عروض سیفی وغیرہ مین لکھا ہے مثلاً۔ (۱) عروض طرف اور کنارۂ چیز کے معنے مین ہے چونکہ یہ علم بھی بعض علمون سے کنارے پر ہے اس لیے عروض نام رکھا (۲) بعض کہتے ہین کہ لفظ عروض کی ترکیب مین عین و را و ضاد ہے جسکے معنے ظہور کے ہین چونکہ اس علم سے وزن صحیح اور غیر صحیح مین فرق ظاہر ہوتا ہے اسلیے عروض کہنے لگے (۳) بعض کہتے ہین

کہ عروض لغت مین راہ کشادہ کے معنی مین ہے اور جس طرح پہاڑ کے رستے مین ہو کر شہرون اور
مقامون کو جاتے ہین اسی طرح اس علم کے ذریعے سے شعر موزون اور ناموزون کی طرف پہونچتے
ہین اور اس کے جاننے سے شعر غلط اور صحیح معلوم ہو جاتا ہے (۴) بعض کہتے ہین کہ عروض بادل
کے معنے مین ہے اور جس طرح بادل اور اُس سے پیدا ہوئی چیزون مین نفع زیادہ ہے اسیطرح
اس علم مین نفع کثیر ہے (۵) بعض کہتے ہین کہ شعر کے مصرع دوم کے لفظ آخر کا نام عروض ہے
اور اس علم مین اُس کا ذکر زیادہ آتا ہے اس لیے یہ بھی عروض کہلاتا ہے۔

مگر وجہ موجہ وہی ہے جو المعجم مین مذکور ہے القصہ خلیل کے بعد دوسرون نے بھی اُسی قیاس پر
اور اس مین زیادتیان کین چنانچہ اول خلیل بن احمد نے یہ پندرہ بحرین ایجاد کی ہین طویل۔ مدید۔ بسیط۔
کامل۔ وافر۔ ہزج۔ رجز۔ رمل۔ منسرح۔ مضارع۔ سریع۔ خفیف۔ مجتث۔ مقتضب۔ تقارب۔ بعد اسکے چار بحرین
اور نکلین ایک متدارک اسکو ابوالحسن اخفش نے وضع کیا ہے فرہنگ لغات وحالات نحاۃ ضمیمہ کتاب
غایۃ البیان ومسالک البیہ مین جو لکھا ہے کہ بعد خلیل بن احمد عروضی کے اخفش نے بحر مجتث ایجاد کی یہ
بات سراسر غلط اور محض بے بنیاد ہے بلکہ بحر مجتث منجملہ اُن پندرہ بحرون کے ہے جنکو خلیل بن احمد نے
وضع کیا ہے اخفش نے تو بحر متدارک نکالی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا دوسری جدید اسکو بزرجمہر نے
اختراع کیا ہے اور بعض اس بحر کو غریب بھی کہتے ہین مولوی صہبائی اور مولوی مفتی سعد اللہ نے بزرجمہر کو
وزیر نوشیروان کا لکھا ہے یہ محض غلط ہے اسلیے کہ عہد بابرکت حضور پُرنور نبوی مین آخر زمانہ بزرجمہر
وزیر کا تھا اور خلیل بن احمد عروضی زمانہ تابعین مین دوسری صدی مین ہوا ہے کہ سنہ ایک سو تین مین پیدا
ہوا اور سنہ ۱۷۰ مین مرا اور یہ بھی معلوم ہے کہ بحر جدید بعد خلیل بن احمد کے ایجاد ہوئی ہے اُسوقت بزرجمہر وزیر
نوشیروان کہان تھا تیسری بحر قریب اُسکو مولانا یوسف نیشاپوری نے نکالا ہے اور یہ وہ شخص ہے کہ فارسی
مین علم عروض پہلے اسی نے جاری کیا ہے اور یہ شخص خلیل بن احمد عروضی سے دوسو برس کے بعد پیدا ہوا
ہے چوتھی مشاکل یہ کسی اور شخص نے نکالی ہے۔

بحور مذکورۂ بالا سے بحور مجددہ یعنی جدید قریب اور مشاکل اشعار فارسی کے ساتھ مختص ہین اہل عرب
ان مین شعر نہین کہتے اسی طرح طویل ومدید وبسیط ووافر کو شعرائے عجم نے استعمال نہین کیا اسلیے کہ وہ وزن
نامطبوع ونامرغوب ہین عربی شعرون کے ساتھ مخصوص ہین متقدمین فصحائے عجم نے بحر کامل مین بھی شعر نہ کہے تھے
لیکن حضرت امیر خسرو اور مولوی جامی نے اس وزن مین شعر کہنا شروع کیا پھر یہ بحر بہت شائع ہو گئی اور بحر مقتضب
نہایت کم مستعمل ہے سوا اُن کے باقی بحرین عربی وفارسی وریختہ مین علی العموم مستعمل ہین القصہ بحور مذکورہ سے سات

بحرین مفرد ہین اور بارہ مرکب مفرد اُنکو کہتے ہین جن مین ایکسا ہی رُکن کی تکرار ہو اور مرکب وہ جو دو مختلف
رکنون کی تکرار سے حاصل ہون اور وہ سات بحرین مفرد یہ ہین ہزج رجز رمل کامل وافر متقارب
متدارک - اور بارہ بحرین مرکب یہ ہین منسرح مقتضب مضارع مجتث طویل مدید بسیط سریع خفیف
جدید قریب مشاکل - بحور مفردہ مین متقارب اور متدارک مثمن الاصل ہین یعنی سب آٹھ آٹھ ارکان سے
مرکب ہین اور ہزج اور رجز اور رمل اور کامل اور وافر مسدس الاصل ہین لیکن شعراے فارس اور ریختہ کے یہان
یہ بھی مثمن مستعمل ہین اور بحور مرکبہ مین بعض مثمن ہین اور بعض مسدس اب خواہ مثمن کو مسدس و مربع و مثنے وغیرہ استعمال
کرین خواہ مسدس کو مثمن و مربع وغیرہ لائین جو بحر مثمن ہو اور وہ مسدس لائی جاے اُسکو مجزو کہتے ہین اسلیے کہ ایک
ایک جز مصرع سے کم ہوگیا اور مجزو کے معنے کٹے ہوے کے ہین بسبب جس بحر کے مصرع مین چار رکن ہون اُسے باعتبار بیت
کے مثمن کہتے ہین اور جس مین تین رکن ہون اُسے باعتبار بیت کے **مسدس** - اور جسکے مصرع مین دو رکن ہون
اُسے بلحاظ کل بیت کے **مربع** کہتے ہین - عربی کی بحرین مثلث اور مثنے اور موحد بھی ہوتی ہین مثلث خلیل
کے نزدیک اور مثنے اخفش کے نزدیک اور موحد سواے زجاج کے سب کے نزدیک شعر نہین ہے بلکہ سجع
مین داخل ہے اور مثلث دو مصرعون پر مشتمل نہین ہوتا بلکہ وہ تمام ایک بیت ہوتا ہے اور یہ راے غیر خلیل کی
ہے جنکے نزدیک بیت کی تقسیم دو مصرعون پر واجب نہین اور خلیل کے نزدیک سجع مین داخل ہے کیونکہ وہ
بیت کا انقسام دو مصرعون پر واجب جانتا ہے البتہ مثنے دو مصرعون پر مشتمل ہوتا ہے مگر فارسی و ریختہ مین مثمن و
مسدس کے سوا بہت ہی کم رائج ہے بلکہ متاخرین نے دس دس اور سولہ سولہ اور بیس بیس رکن کے اشعار
کہے ہین ارکان کا حال آگے ہم مفصل بیان کرینگے انشاء اللہ تعالے۔

فائدہ علم عروض ہندوستان مین قبل بناے ریختہ سے رائج ہے اور اس علم کا نام ہندی مین **پنگل** ہے
شعراے ہند بڑے نازک خیال گذرے ہین اب بھی خال خال موجود ہین زبان ہندی مین اشعار قریب ایک سے
بحر مین یہ صنعتہاے گوناگون پائے جاتے ہین بحرین عربی و فارسی و ہندی کی اکثر مختلف ہین کچھ متفق بھی ہین چنانچہ
بحر متقارب و رکض الخیل یعنی متدارک و بحر سریع عربی و فارسی و ہندی تینون زبانون مین مستعمل ہین متقارب کو ہندی
مین **بھجنگ پریات** بضم ہاے موحدہ و فتح جیم کہتے ہین معنی اسکے سانپ کی چال ہین اور یہ اُنکے یہان
مثمن مستعمل ہے اور رکض الخیل کا نام تربھنگہ ہے بکسرہ تاے فوقانیہ سے اور ہندیون کے یہان یہ وزن مثمن
و مسدس و مثمن مضاعف مستعمل ہے مضاعف ہونیکی صورت مین اکثر سبب خفیف یا ثقیل اول مصرع مین اور ایک
سبب خفیف آخر مصرع مین لاتے ہین اور درمیان مین سات فعلن ہوتے ہین اُن مین بھی اکثر متحرک العین ہوا کرتے
ہین تربھنگہ کے لغوی معنی کوٹنے والے کے ہین اصطلاح مین اُس بحر کو کہتے ہین جس مین تین جگہ بسرام یعنے وقفہ ہو اور

اس بحر مین دُو دُو تُک یعنی دو دو مصرع مقفےٰ ہوتے ہین اور تکون کی تعداد مقرر نہین ہے اور بحر سریع کو ہندی مین چوپائی کہتے ہین اکثر مثنویان اسی بحر مین نظم کرتے ہین۔ ہندی کی ایک بحر ہین جسکا نام سورٹھ[1] ہے قافیہ درمیان شعر کے آتا ہے اور عجب لطف دیتا ہے ظاہر ایسا قافیہ کسی زبان مین نہین آتا جیسے اس سورٹھ مین ؎

دوہا اُلٹا جان اور بات دوجی نہین	پنگل کرت بکھان چھند سورٹھ ہوت ہین

ان دونون تکون یعنی مصرعون مین جان اور بکھان قافیہ ہے اور دوہے کو اُلٹا کرنے سے سورٹھ ہو جاتا ہے اسی مضمون کو شاعر نے اس سورٹھ مین ادا کیا ہے چنانچہ سورٹھ مذکور کے اُلٹا کرنے سے یہ دوہا ہو جاتا ہے ؎

اور دوجی بات نہین دوہا اُلٹا جان	چھند سورٹھ ہوت ہین پنگل کرت بکھان

مولوی غلام علی آزاد بلگرامی نے ہندی کے علم بدیع و تشبیہات وغیرہ کو عربی و فارسی کا جامہ پہنایا ہے اُنکی کتاب غزلان الہند فارسی زبان مین مین نے دیکھی ہے صنائع ہندی کے لیے شعراے فارسی کے اشعار تلاش کیے ہین وہ کہتے ہین کہ علم بدیع ہندی در ازمنہ سابقہ پیش از زمان اسلام بوجود آمد۔ صنائع تین طرح پر ہین ایک وہ جو عربی اور ہندی مین مشترک ہین جیسے ایہام۔ حسن التعلیل۔ تجاہل العارف۔ مراجعت۔ استعارہ۔ تشبیہ۔ جناس۔ سجع اور بعض عربی سے مخصوص ہین جیسے استخدام۔ حسن التخلص یعنی قصیدے مین گریز اور تاریخ بقاعدہ جمل وغیرہ اور بعض ہندی کے ساتھ مخصوص ہین۔

دوسرا شہر ارکان افاعیل اور بحرون کی ترکیب اور دائرون کے بیان مین

اشعار کے وزن کرنے کے لیے چند طرح کے الفاظ مقرر کیے گئے ہین اُن کو ارکان کہتے ہین اور بحرین اُنھی ارکان سے مرکب ہوتی ہین اور ارکان آٹھ ہین جن مین سے دو خماسی یعنی پنج حرفی ہین ایک فعولن دوسرا فاعلن اور چھ سباعی ہین مفاعیلن اور مفعولات بضم تا بلا تنوین اور فاعلاتن اور مستفعلن اور متفاعلن اور مفاعلتن لیکن عروضی دو رکن فاعلاتن اور مستفعلن کو چار قرار دیتے ہین اور دو قسم کرتے ہین فاعلاتن اور مستفعلن کو متصل اور فاع لاتن اور مس تفع لن کو منفصل کہتے ہین اس حساب سے دس رکن ہوے لیکن یہ فرق اعتباری ہے اور فائدہ اسکا دائرہ مشتبہ و منعکسہ

[1] بضم سین مہملہ و سکون واو مجہول و راے مہملہ مفتوح و ٹاے ہندی مفتوح و ہاے مخلوط التلفظ ۱۲

مین معلوم ہوگا اور وجہ اتصال وانفصال کی کتابت سے معلوم ہوسکتی ہے غرض کہ ارکان کو اُصول اور
اجزا اور میزان اور تفاعیل اور مفاعیل اور افعال اور اوزان عروض بھی کہتے ہین اور اُن سے
فقرہاے شعر کو برابر کرتے ہین اور یہ رکن ان تین جزون سے جن کو اصول سہ گانہ کہتے ہین مرکب
ہوا کرتے ہین سبب وتد۔ فاصلہ۔ سبب کلمۂ دوحرفی کو کہتے ہین اور اُسکی دو صورتین
ہین اگر حرف اول متحرک اور دوسرا ساکن ہو تو اسکو سبب خفیف کہینگے جیسے اب۔ تو جا۔ مف۔ عو۔ لن وغیرہ
اور اگر دونون حرف متحرک ہون تو سبب ثقیل کہتے ہین اور اسطرح کا لفظ سوا عربی کے اور کسی زبان مین
پایا نہین جاتا یا کسی لفظ کا جز ہوتا ہے جیسے لفظ ہمہ مین ہاے مختفی نہ شمار کیجاے تو سبب ثقیل رہتا ہے اسلیے
کہ میم متحرک ہے ہندی مین سبب ثقیل ترکیب حرفی یا لفظی سے حاصل ہوسکتا ہے مثلاً نہ رہا مین نہ رکو سبب
ثقیل اور ہا سبب کو خفیف اعتبار کرسکتے ہین ورنہ دراصل نون حرف نفی اور ہا صیغہ ماضی ہے وتد کلمۂ سہ حرفی کو کہتے ہین اُسکی
دو قسمین ہین اگر دو حرف اول متحرک واقع ہون اور حرف ثالث ساکن تو اُسے وتد مجموع یا وتد مقرون کہتے ہین جیسے دیا لیا
وغیرہ اور اگر حرف اول و آخر متحرک اور حرف وسط ساکن ہو تو اُسے وتد مفروق کہتے ہین جیسے ہار اور بار اور جان اور بخت اور
تخت اور درد اور زرد مین حرف ثالث ساکن نہین اسلیے کہ عروضیون کی اصطلاح مین حرف ساکن اس حرف کو کہتے ہین جسکے ماقبل حرف
متحرک ہو پس جب حرف ساکن کا ماقبل بھی ساکن ہو تو اسکو اصلا ساکن نہین جانتے بلکہ متحرک کے حکم مین رکھتے ہین اور وجہ اُسکی مرزا قتیل نے
چہار شربت مین اسطرح لکھی ہے کہ عروضی ساکن ایسے حرف کو کہتے ہین جس سے ابتدا محال و ممتنع ہو پس جس حرف ساکن کا ماقبل بھی ساکن ہو تو اُسکے ساتھ
ابتدا کرنا محال نہین بخلاف ایسے حرف ساکن کے جسکا ماقبل متحرک ہے۔ مثلاً سودا ع کچھ آگ رہ گئی تھی سو عاشق کا
دل بنا۔ ظاہر ہے کہ کچھ آگ مفعول بضم لام کے وزن پر ہے اور اگر مفعول مضموم اللام کی جگہ مفعول بسکون لام پڑھین تو
درست نہو اسلیے کہ تقطیع مین یہ وزن لام کے ضمے سے آتا ہے بلکہ مفعول بسکون لام سے رسائل عروض مین ایا ہی
نہین ہے اور اگر عروضیون سے خلاف کیا جائے تو حسرت کے اس مصرع کا کیا حال ہوگا جو اسی وزن مین ہے
ع نازک دلون کے زخم کو مرہم کبھو نہو۔ کہ دال دلون کی مفعول کے لام اور آگ کی کاف کے مقابل واقع ہوئی ہے
پس ایسے کاف کو ساکن نہ کہنا چاہیے یہی حال ہار اور بار اور جان اور بخت اور تخت اور درد اور زرد وغیرہ کے حروف
سوم کا ہے غرضکہ عروضی جس حرف کو ساکن قرار دیتے ہین وہ کبھی تقطیع مین متحرک نہین ہوسکتا جیسے اب۔ تو جا۔ کا
حرف دوم گو وہ حرف جو دوسرون کے نزدیک ساکن ہے متحرک ہو جاتا ہے پس جو حروف ساکن ایسا ہے کہ جسکا
ماقبل بھی ساکن ہے وہ اس گروہ کے نزدیک متحرک ہے مثلاً ع بدرفت اشک اب نکلے ہے شاید اشک کا
کاف مفاعیلن کے میم کے مقابل ہوا ہے پس اگر ساکن ہوتا تو ابتدا رکن کی اسکے ساتھ کس طرح جائز و ممکن ہوتی
اور اگر دراصل متحرک نہوتا تو مصرع ناموزون پڑھا جاتا صاحب بصیرت پر یہ بات روشن ہے۔

کہ جب واقف عروض یہ مصرع سُنتا ہے تو بوقت اُس مفاعیلن اُسکے ذہن مین گذرتا ہے اور بعد اسکے
ک اب نکلے مفاعیلن ذہن مین آتا ہے اگر مصرع مین کاف کی حرکت پڑھنے مین ظاہر ہوا اور سر کی راے مہملا کی
طرح ساکن قطعی قرار پائے تو مصرع کا موزون ہونا ممتنع ہوجائے فاصلہ بھی دو طرح پر ہے اگر چار حرف کا کلمہ
ایسا ہو کہ اس مین تین حرف اول متحرک ہون اور چوتھا ساکن تو اُسکو فاصلۂ صغریٰ اور فاصلۂ صُولت
کہتے ہین جیسے عربی مین اَحَدٌ تنوین کے ساتھ (یعنی اَحَدُن) اور فارسی مین صنما اور چلتم ہندی مین کوئی لفظ
ایسا دیکھنے مین نہین آیا البتہ ترکیب کے ساتھ حاصل ہوسکتا ہے جیسے نگیا اور نرہا کہ نون نفی کا ہے اور
گیا اور رہا صیغہ ماضی کا برج کی زبان مین بجنی بمعنی مشوق جیوت بمعنی دیکھنی ہے یا دیکھتا ہے نبری بمعنی دلھن وغیرہ
کلمات پائے جاتے ہین اور اگر پانچ حرف ایسے ہون جن مین چار حرف متصل متحرک ہون اور پانچوان ساکن
اُسکو فاصلۂ کبریٰ کہتے ہین اور بعض اُسکو فاصلۂ ضبط کہتے ہین ہندی مین اسکی مثال نہین البتہ عربی
مین ہے جیسے سمکۃ بحالت تنوین (یعنے سَمَکَتُن) بعض کہتے ہین کہ چار حرف کا کلمہ سبب ثقیل اور سبب خفیف
سے بنا ہے اور پانچ حرف کا کلمہ سبب ثقیل اور وتد مقرون سے مرکب ہے اور فاصلہ علیحدہ کوئی چیز نہین
مولوی صہبائی بھی کہتے ہین کہ یہی حق ہے لیکن جمہور نے اس جزو ثالث کا بھی اعتبار کیا ہے چنانچہ رکن متفاعلن
مین بعضون کے نزدیک وتد مجموع پر فاصلۂ صغرے مقدم ہے اور جو لوگ فاصلے کے قائل نہین وہ کہتے ہین کہ
وتد مجموع کے پہلے ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف ہے اور مفاعلتن مین بھی کہ اسکا عکس ہے وہی
ترکیب برعکس ہے یعنی فاصلہ یا ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف پر وتد مجموع مقدم ہے اور بعضون
نے فاصلے کو مانا ہے لیکن سبب ثقیل کے قائل نہین مرزا قتیل کی بھی یہی رائے ہے اور حق یہ ہے کہ عروض عجم مین
فاصلہ نہین سبب ثقیل و خفیف یا سبب ثقیل و وتد مجموع کی ترکیب قرار دی جائے گی اور عروض عرب مین فاصلہ
معتبر ہے مثلاً اَحَدُن لفظ عربی کو عروضیان عرب فاصلۂ صغرے بولینگے اور صنما کو عروضیان فارس سبب ثقیل اور
سبب خفیف سے مرکب بتلائین گے سَمَکَتُن کو عربی عروض والے فاصلۂ کبریٰ کہین گے اور فارسی والے
ایک سبب ثقیل اور ایک وتد مجموع پس سبب اور وتد عربی و فارسی مین مشترک ہین اور فاصلہ عربی کے
ساتھ خصوصیت رکھتا ہے فارسی مین اسکا اعتبار نہین علیٰ ہذا القیاس ریختہ مین۔ بعض فاصلۂ کبرے کو
فاصلہ بضاد معجمہ اور فاصلۂ صغرے کو فاصلہ بصاد مہملہ کہتے ہین اور بعضے دونون کو بضاد معجمہ قرار دیتے
ہین **فائدہ** شاعر کو اس امر کا لحاظ ضرور ہے کہ ایک بیت مین فقط اسباب یا اوتاد یا فواصل ہی نہون بلکہ
سب کا جمع کرنا لازم ہے گو شعراے قدیم نے اصول سہ گانہ مین اشعار منفرد کہے ہین لیکن وہ پسند طباع
نہوے جیسا کہ۔

میر

گل آشفتہ اُس کے رو کا ۔۔۔ سنبل اک زنجیری مُو کا

اس شعر مین سبب خفیف جمع ہوے ہین کیونکہ وزن اسکا فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین دو بار ہے

بہادر سنگہ کام بدایونی

یہ تھوڑی سی نہ دے کلائی مُوڑ موڑ کر ۔۔۔ بھلا ہو تیرا ساقیا پلا دے خم نچوڑ کر

اس شعر مین تمام وتد جمع ہوے ہین اسلیے کہ اس کا وزن یہ ہے مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن دو بار

ظفر

مراد غم مین اگرچہ زمانہ رہا ۔۔۔ ترا یون ہی مین دوست یگانہ رہا

اس شعر مین تمام فاصلے جمع ہوے ہین اسکا وزن یہ ہو فعلن فعلن فعلن فعلن بکسر عین۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ارکان مذکورۂ بالا مین سے فعُولُن مین وتد مجموع ایک سبب خفیف پر مقدم ہے اور فاعلُن مین عکس اسکا ہے مفاعیلن مین وتد مجموع کے بعد دو سبب خفیف ہین مفعولات وبضم تا بلا تنوین مین اول دو سبب خفیف ہین پھر وتد مفروق۔ اور مُتَفاعِلُن مین بعضون کے نزدیک فاصلۂ صغری وتد مجموع پر مقدم ہے بعضون کے نزدیک ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف کے بعد وتد مجموع ہے مُفاعَلَتُن مین اسکا عکس ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا مُستَفعِلُن متصل مین دو سبب خفیف مقدم ہین ایک وتد مجموع پر مس تفع لن منفصل مین ایک وتد مفروق درمیان دو سبب خفیف کے ہے۔ اور فاعلاتن متصل مین وتد مجموع درمیان دو سبب خفیف کے ہے اور فاع لاتن منفصل مین وتد مفروق مقدم ہے دو سبب خفیف پر متصل اور منفصل کا فرق بسبب کتابت کے ہو یعنی مستفعلن منفصل مین عین لفظ لن سے اور فاعلاتن منفصل مین عین لفظ لاتن سے جدا لکھا جاتا ہے اس وجہ سے منفصل قرار پائے اور مستفعلن اور فاعلاتن متصل مین ملا ہوا ہو اسلیے یہ متصل کہلائے ہندی مین اتصال اور انفصال نہین ہوتا یہ فرق اعتباری ہے مستفع لن منفصل بحر خفیف مجتث جدید۔ بحر سریع صغیر اور حمیم مین آتا ہے اور فاع لاتن منفصل بحر مضارع) قریب مشاکل۔ صریم قلیب اور اصیم مین واقع ہوتا ہے۔

جب بیان ارکان کا ہو چکا تو ہم یہان پر بحرون کے اوزان بیان کرتے ہین جیا دیکھو کہ سات مفرد بحرون مین سے بحر ہزج مین رکن مفاعیلن کی تکرار ہے اور اُسکا وزن یہ ہے مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دو بار اور بحر رمل مین رکن فاعلاتن کی تکرار ہے اور اُسکا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دو بار اور بحر رجز کا وزن یہ ہے مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن دو بار اور بحر کامل کا وزن ہے متفاعلن متفاعلن

متفاعلن متفاعلن دوبار۔ اور **بحرِ وافر** کا یہ وزن ہے مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن دوبار۔ اور **بحرِ متقارب** کا یہ وزن ہے فعولن فعولن فعولن فعولن دوبار۔ اور **بحرِ متدارک** کا یہ وزن ہے فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن دوبار۔ اور بحور مرکبہ سے **بحرِ منسرح** کا یہ وزن ہے مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات دوبار۔ اور **بحرِ مقتضب** کا یہ وزن ہے مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دوبار۔ اس بحر کو بحرِ منسرح سے نکالا ہے اسلیے کہ بحرِ منسرح مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات ہے اور بحرِ مقتضب مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن ہے دونون مین ارکان ایک ہی ہین لیکن ترتیب مین فرق ہے **بحرِ مضارع** کا یہ وزن ہے مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن دوبار اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے **بحرِ مجتث** کا یہ وزن ہے مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار اس بحر مین مستفع لن منفصل ہے **بحرِ طویل** کا یہ وزن ہے فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن دوبار **بحرِ مدید**۔ کا یہ وزن ہے فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن دوبار **بحرِ بسیط** کا یہ وزن ہے مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دوبار۔ **بحرِ سریع** کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن مفعولات دوبار **بحرِ خفیف** کا یہ وزن ہے فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے۔ **بحرِ جدید** کا جسکو بحرِ جمہری بھی کہتے ہین یہ وزن ہے فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دوبار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے **بحرِ قریب** کا یہ وزن ہے مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن دوبار اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے **بحرِ مشاکل** کا یہ وزن ہے فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن دوبار اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے۔

فائدہ بحور مستحدثہ سے تین بحرین اور ہین کہ انکو عروضیان پارسی نے ایجاد کیا ہے وہ یہ ہین ایک **بحرِ عریض** اسکا وزن مفاعیلن فعولن مفاعیلن فعولن دوبار ہے صاحب معیار الاشعار کہتے ہین کہ اسکا نام مقلوب طویل رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عکس طویل ہے **دوسری بحرِ عمیق** اسکا وزن فاعلن فاعلاتن فاعلن فاعلاتن دوبار ہے یہ مقلوب مدید ہے اور عریض کو مستطیل اور عمیق کو ممتد بھی کہتے ہین **تیسری بحر** مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن دوبار ہے اسکے رکن سالم مین آٹھ حروف ہین م ف ا ع ل ا ت ن مگر اس بحر کا کوئی نام نہین رکھا گیا ہے اور حقیقت مین یہ وزن رجز مثمن مخبون مرفل یا کامل مثمن موقوص مرفل ہے اور ابو عبداللہ قرشی نے نو بحرین اور دائرہ منعکسہ سے استخراج کی ہین مگر اہل فن شل بہرامی سرخسی وغیرہ کے نزدیک یہ بحرین مقبول نہین کیونکہ بحور قدیمہ مشہورہ مین مندرج ہین غور کیا جاتا ہے تو تغائر کلی نہین پایا جاتا جیسا کہ حدائق العجم مین غایۃ العروضین سے نقل کیا ہے۔ اور وہ بحرین یہ ہین **بحرِ صریم** اس بحر کا وزن مفاعیلن فاع لاتن فاع لاتن دوبار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے **بحرِ کبیر** اسکا

وزن مفعولات مفعولات مستفعلن دوبار ہے بحر بدیل اس کا وزن مس تفع لن مس تفع لن فاعلاتن دوبار ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر قلیب فاع لاتن فاعلاتن مفاعیلن دوبار ہو اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر حمید اس کا وزن مفعولات مستفعلن مفعولات دوبار ہے بحر اصیم فاعلاتن مفاعیلن فاع لاتن دوبار ہے اس بحر مین فاعلاتن منفصل ہے بحر سلیم مستفعلن مفعولات مفعولات دوبار ہے بحر صغیر مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن دوبار ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر جمیم فاعلاتن مس تفع لن مس تفع لن دوبار ہے اس مین مس تفع لن منفصل ہے۔

ایک شخص معاصر حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ عاشق صادق نام نے اپنے رسالہ جامع الصنائع مین دو رکن متفاعلتن اور مفعولاتن ہشت حرفی تازہ اختراع کیے ہین اور تین بحرین اور ایجاد کی ہین لیکن نظر غور سے دیکھا جاتا ہے تو متفاعلتن اجتماع دو فعلن بکسر عین کا ہے اور مفعولاتن دو فعلن ساکن العین کا اجتماع ہے اول بحر متدارک مخبون ہے اور دوسری متدارک مقطوع اور وہ تین بحرین یہ ہین اول کفت متفاعلتن متفاعلتن متفاعلتن متفاعلتن دوبار دوم زلل مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن دوبار یہ وزن رجز مثمن مطوی مرفل معلوم ہوتا ہے جسکو بعض رسالہ والون نے بحر منسرح مین ذکر کیا ہے اور یہ انکی غلطی ہے بہر کیف مفتعلاتن رکن مستفعلن کی فرع ہے چنانچہ آگے چلکر معلوم ہوگا سوم اوقر مفعولاتن مفعولاتن مفعولاتن مفعولاتن دوبار اور صاحب جوامع القواعد نے ایک رکن مفعولاتن ایجاد کر کے مسنون نام رکھا ہے اور دوسرا مفتعلات تاے فوقانی کے فتحہ اور عین کے کسرے اور تاے فوقانی آخر کے ضمے سے ایجاد کر کے اسکا نام اثقل رکھا ہے مگر مفعولاتن دو فعلن ساکن العین کا اجتماع ہے اور مفتعلات فعلُ فعول کے وزن پر ہے اور یہ دونون رکن فعولن کی فرع ہین اول اثرم ہے اور دوم مقبوض ہے۔

علاوہ انکے اور بھی بحرین ہین جیسے مغعول فعلال مفعول فعلال دوبار مواسع فاعلتن مفعول فعولن فاعلتن مفعول فعولن دوبار مرتن مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن فعلاتن دوبار (گویا ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف پر فعلاتن بڑھا دیا ہے) غرض یہ ہے کہ اصول محصور ہین نہ فروع یعنی ارکان افاعیل دس سے زائد نہین آسکتے اور جو رکن پایا جائیگا وہ انھی کی ترکیب و کمی بیشی وغیرہ سے پیدا ہوگا اور فروع کی شکلین اور بحرون کے تغیرات محصور نہین چنانچہ عرب اور متقدمین شعراے عجم کے یہان بھی ایسی ایسی شکلین ارکان کی مستعمل ہین جو ریختہ مین نہین دیکھی جاتین لیکن ہم جس قدر فروع بیان کرینگے وہ وہ ہین جو غالبا موجود ہین اور اُن سے سوا کا بھی حاصل ہونا ممکن ہے۔

دائرون کا بیان

انھی بحرون مین سے ایک بحر کے سبب اور وتد فاصلے کو مقدم اور موخر کرین تو اس سے دوسری بحر نکل سکتی ہے اور نکلنا اسطرح کا ہوتا ہے کہ اُس وزن کے الفاظ نکل آتے ہین پھر اُن الفاظ کی جگہ اصلی ارکان رکھدیتے ہین اور اس امر کو فکّ بحور کہتے ہین اور اسکے واسطے دائرے بھی مقرر ہین یعنی ارکان کو ایک دائرے مین لکھتے ہین پس مدور جگہ مین لکھنے سے ایک رکن کا جزو آخر دوسرے رکن کے جزو اول کے متصل ہو جانے کا تکلف معلوم ہوجاتا ہے اور جو بحرین باہم سبب وتد فاصلے کی تقدیم و تاخیر سے نکلتی ہین اُن کو کہتے ہین کہ ایک دائرے سے ہین مثلاً رکن مفاعیلن کو کہ اس مین اول وتد مجموع پھر دو سبب خفیف ہین اگر چار بار پڑھین تو بحر ہزج ہے اور اگر دونون سبب خفیف وتد مجموع پر مقدم کر کے عیلن مفا چار بار پڑھین تو بر وزن مستفعلن بحر رجز ہو جائے اور وتد مجموع کو دونون سببون کے بیچ مین ڈالدین اور لن مفاعی چار بار پڑھین تو بر وزن فاعلاتن بحر رمل ہو جائے پس یہ تینون بحرین ایک دائرے سے نکل سکتی ہین اور چونکہ اُس دائرے مین ارکان کے سبب اور وتد اور فاصلے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھتے ہین اسیے اس کام کا نام مجتلبہ کہا گیا ہے کیونکہ جلب کے معنی کھینچنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھنے کے ہین صورت اُس دائرے کی یہ ہے -

دائرۂ مجتلبہ

بحر ہزج
بحر رجز
بحر رمل
مفاعیلن
مستفعلن
فاعلاتن
عیلن مفا
لن مفاعی
بر وزن
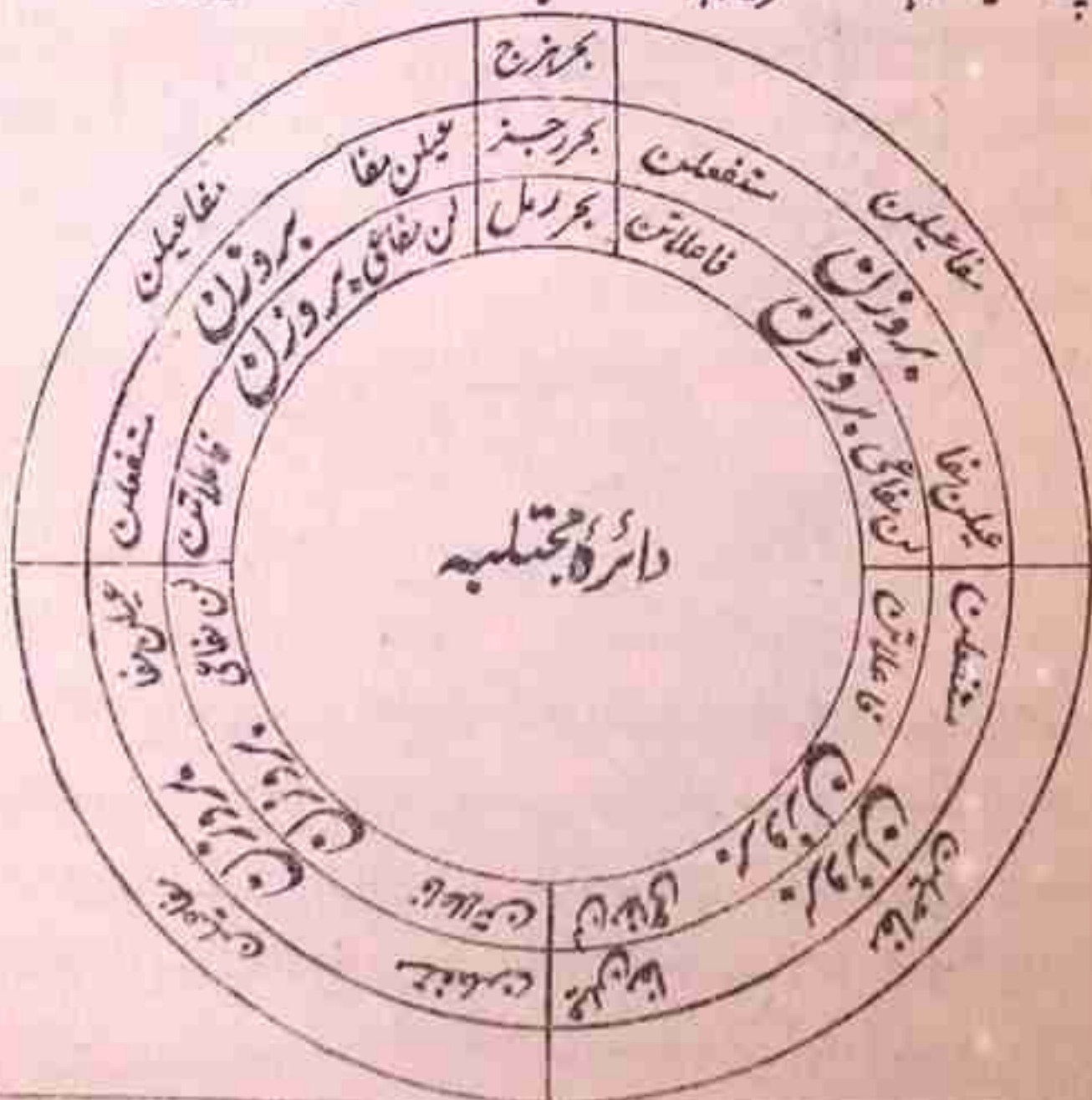
ایسے ہی رکن متفاعلن کو کہ اُس مین فاصلۂ صغرےٰ وتد مجموع پر مقدم ہے اگر چار بار پڑھین تو اوزن
بحر کامل ہے اگر اُس کے برعکس وتد مجموع کو فاصلۂ صغرے پر مقدم کرین اور چار بار پڑھین تو علن متفا
بروزن مفاعلتن بحر وافر ہے پس یہ دو بحرین بھی ایک ہی دائرے سے نکلتی ہین اور اُس دائرے کا نام
موتلفہ ہے اس لیے کہ اُلفت سے ماخوذ ہے اور ان دونون بحرون کے ارکان مین اُلفت ہے یعنے
جیسے بحر طویل کا رکن متفاعلن فاصلۂ صغرے اور وتد مجموع سے مرکب ہے اسی طرح بحر وافر کا رکن مفاعلتن
وتد مجموع اور فاصلۂ صغرے سے بنا ہے۔ اُس دائرے کی صورت یہ ہے۔

بحر کامل
بحر وافر
متفاعلن متفاعلن
مفاعلتن بروزن علن متفا
علن متفا بروزن مفاعلتن
دائرۂ موتلفہ
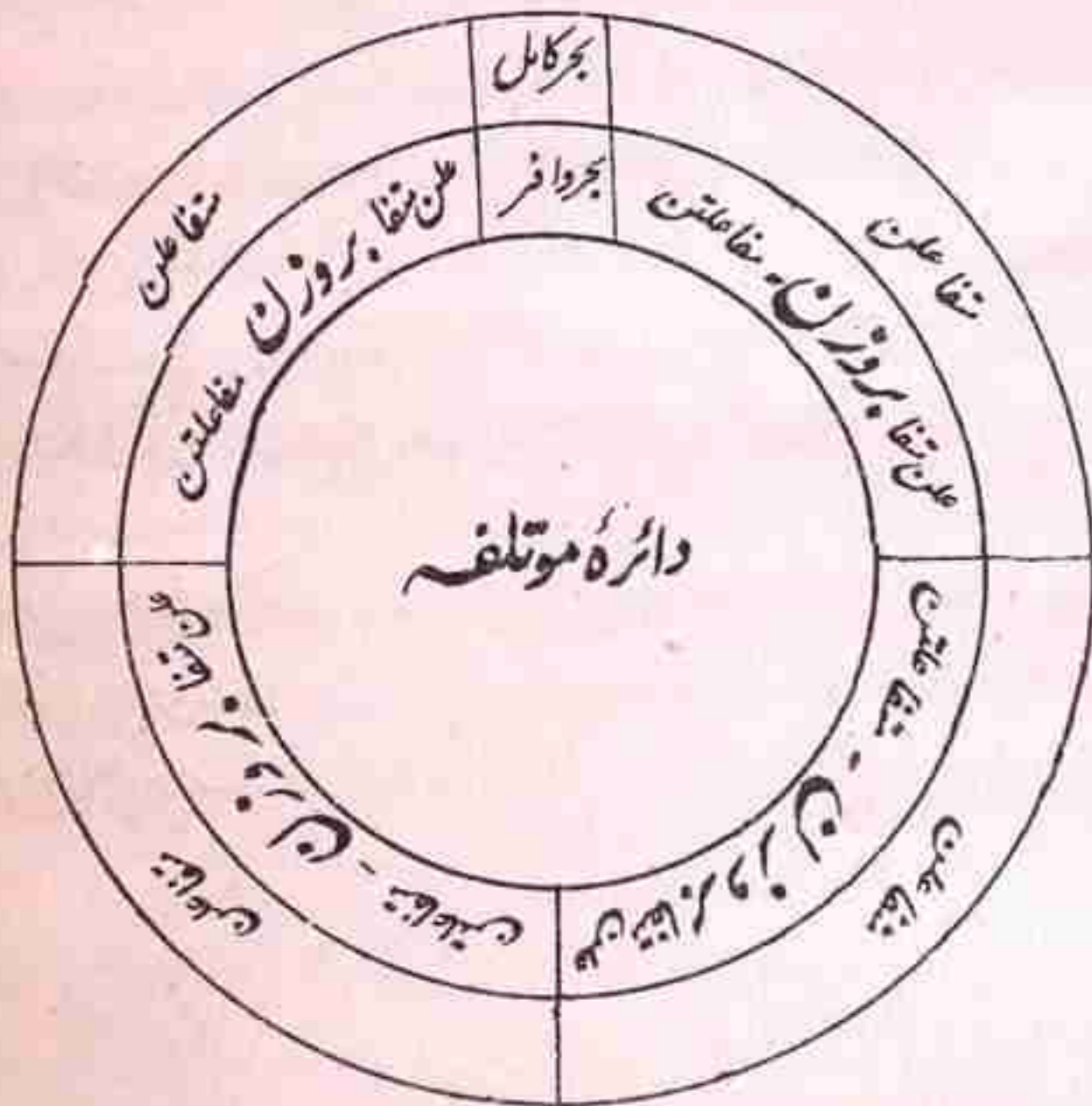
اسی طرح اگر رکن فعولن کو چار بار پڑھین تو بحر متقارب ہے اور جو سبب خفیف یعنی لن کو فعو پر کہ وتد مجموع
ہے مقدم کر کے لن فعو چار بار پڑھین تو بروزن فاعلن بحر متدارک بنتی ہے اس دائرے کا نام متفقہ ہے
اسلیے کہ دونون بحرون کے رکن وتد اور سبب سے مرکب ہونے مین اتفاق رکھتے ہین صورت دائرے
کی ذیل مین لکھی جاتی ہے پہلے اس دائرے سے صرف بحر تقارب حاصل ہوتی تھی اور منفردہ
نام تھا بعد خلیل بن احمد کے جب اخفش نے بحر متدارک ایجاد کی تو اس دائرہ کا نام

متفقہ رکھا۔

دائرۂ متفقہ

بحر متقارب

بحر متدارک
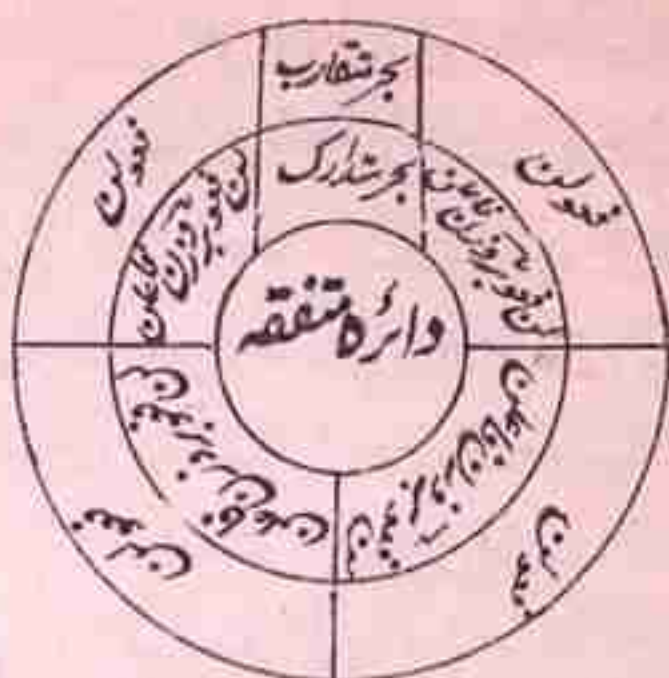
بحر طویل اور بحر مدید اور بسیط بھی ایک دائرے سے ہین یعنی بحر طویل مرکب ہے فعولن مفاعیلن سے یہ رکن چار بار آتے ہین پس اگر فعولن کے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مجموع کو آخر مین ڈالدین تو لن مفاعیلن فعو چار بار یعنی بروزن فاعلاتن فاعلن چار بار یہ بحر مدید ہے اور اگر مفاعیلن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مجموع یعنے مفا کو آخر مین ذکر کرین تو عیلن فعولن مفا چار بار بروزن مستفعلن فاعلن چار بار ہو جاے یہ وزن بحر بسیط کا ہے اور بعض عروضیون نے بحر عریض اور عمیق کو بھی اسی دائرے سے انفکاک کیا ہے بحر عریض مفا سے شروع کر کے مفاعیلن فعولن چار بار ہے اور بحر عمیق لن سے شروع ہو کر لن فعولن مفاعی چار بار بروزن فاعلن فاعلاتن چار بار ہے اس حساب سے پانچ بحرین ایک دائرے سے نکلتی ہین اور دائرہ کا نام مختلفہ ہے کیونکہ ارکان باہم مخالف ہین کوئی خماسی ہے کوئی سباعی اُس دائرے کی صورت یہ ہے۔

دائرۂ مختلفہ

بحر طویل

بحر مدید

بحر بسیط

بحر عریض

بحر عمیق

بحر منسرح اور مجتث اور مضارع اور مقتضب اور سریع اور خفیف بھی ایک دائرے سے جسکو دائرۂ مشتبہ کہتے ہین نکلتی ہین مگر اس صورت مین کہ بحر منسرح کا چوتھا رکن اور مقتضب کا تیسرا رکن مفعولات اور بحر مجتث کا تیسرا رکن مستفعلن اور بحر مضارع کا چوتھا رکن فاعلاتن نکال کر شل بحر سریع اور خفیف کے مسدس قرار دے لیا جائے کیونکہ یہ بحرین مثمن ہین اور سریع وخفیف مسدس الاصل ہین مثلاً **بحر سریع** کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن مفعولات دوبار اگر دوسرے مستفعلن سے شروع کرین اور اول کو پیچھے ڈالدین تو مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن دوبار ہوجائے یہ **بحر منسرح** مسدس ہے اور اگر دوسرے مستفعلن کے سبب خفیف ثانی سے شروع کرین اور ما قبل کو آخر مین لائین تو تفعلن مفعولاتُ مستفعلن مس بروزن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن دوبار بحر خفیف ہوجائے اور اگر مستفعلن ثانی کے وتد مجموع سے پڑھین تو علن مفعولات مستفعلن مس تفع بروزن مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن ہوجائے اور یہ **بحر مضارع** مسدس ہے **تنبیہ** بحر خفیف مین مس تفع لن اور بحر مضارع مین فاع لاتن منفصل ہے اسلیے کہ بحر خفیف مین عو کے وزن پر مس اور لاتُ کے وزن پر تفع اور مف کے وزن پر لن ہے یون مستفعلن بنا ہے اور بحر مضارع مین لاتُ کے وزن پر فاع اور مف کے وزن پر لاتن ہے اس طرح فاعلاتن حاصل ہوا ہے اور بحر سریع کو مفعولات سے شروع کیا جائے تو مفعولات مستفعلن مستفعلن دوبار **بحر مقتضب** مسدس ہوجائے اور اگر مفعولات کے دوسرے سبب خفیف سے ابتدا کرین تو عولاتُ مستفعلن مستفعلن مف دوبار بروزن مستفعلن فاعلاتن فاعلاتن دوبار **بحر مجتث** مسدس ہوجائے اس مین بھی رکن مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ عو اور لاتُ اور مس کے مقابل مس اور تفع اور لن واقع ہوا ہے۔ بحر جدید اور قریب اور مشاکل بھی اسی دائرے سے نکلتی ہین یعنے اگر بحر سریع کے مستفعلن اول کے سبب ثانی سے پڑھین تو تفعلن مستفعلن مفعولاتُ مس دوبار بروزن فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دوبار ہوجائے یہ **بحر جدید** ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ عو کے مقابل مس اور لات کے مقابل تفع اور مس کے مقابل لن واقع ہوا ہے اور اگر مستفعلن اول کے وتد مجموع سے شروع کرین اور سببون کو موخر کرین تو علن مستفعلن مفعولات مستف دوبار بروزن مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن **بحر قریب** ہوجائے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ لاتُ مستف کے مقابل واقع ہوا ہے اور اگر مفعولات کے وتد مفروق سے شروع کرین تو لات مستفعلن مستفعلن مفعول دوبار بروزن فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن دوبار **بحر مشاکل** ہوجائے اس بحر مین بھی فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ فاع مقابل لات کے اور لاتن مقابل مستف کے واقع ہوا ہے اسی سبب سے بعضون نے اس دائرے کا نام وتد

رکھا ہے یعنے اس دائرہ مشتبہ مین وتد مفروق واقع ہین اور وجہ اشتباہ بھی اس مین یہی ہے کہ مس تفع لن اور فاع لاتن دونون متصل اور منفصل واقع ہوے ہین پس دونون مین شبہ پڑتا ہے اور سہروردی نے کہا ہے کہ بحرین اس کی مشتبہ ہین ۔ **فائدہ** میر شمس الدین فقیر حدائق البلاغت مین کہتے ہین کہ بحر جدید اور بحر قریب اور بحر مشاکل کو کہ متاخرین کی اختراع سے ہین اساتذہ نے استعمال نہین کیا اور نہ یہ بحور پانچون دائرون مین سے کسی دائرے سے نکلتی ہین یہ لکھنا اُن کا صحت کے خلاف ہے اسلیے کہ یہ تینون بحرین دائرۂ مشتبہ سے بموجب تشریح مندرجہ بالا نکلتی ہین ۔ صورت دائرے کی یہ ہے ۔

دائرۂ مشتبہ

بحر سریع
بحر منسرح
بحر خفیف
بحر مضارع
بحر مقتضب
بحر مجتث
بحر جدید
بحر قریب
بحر مشاکل
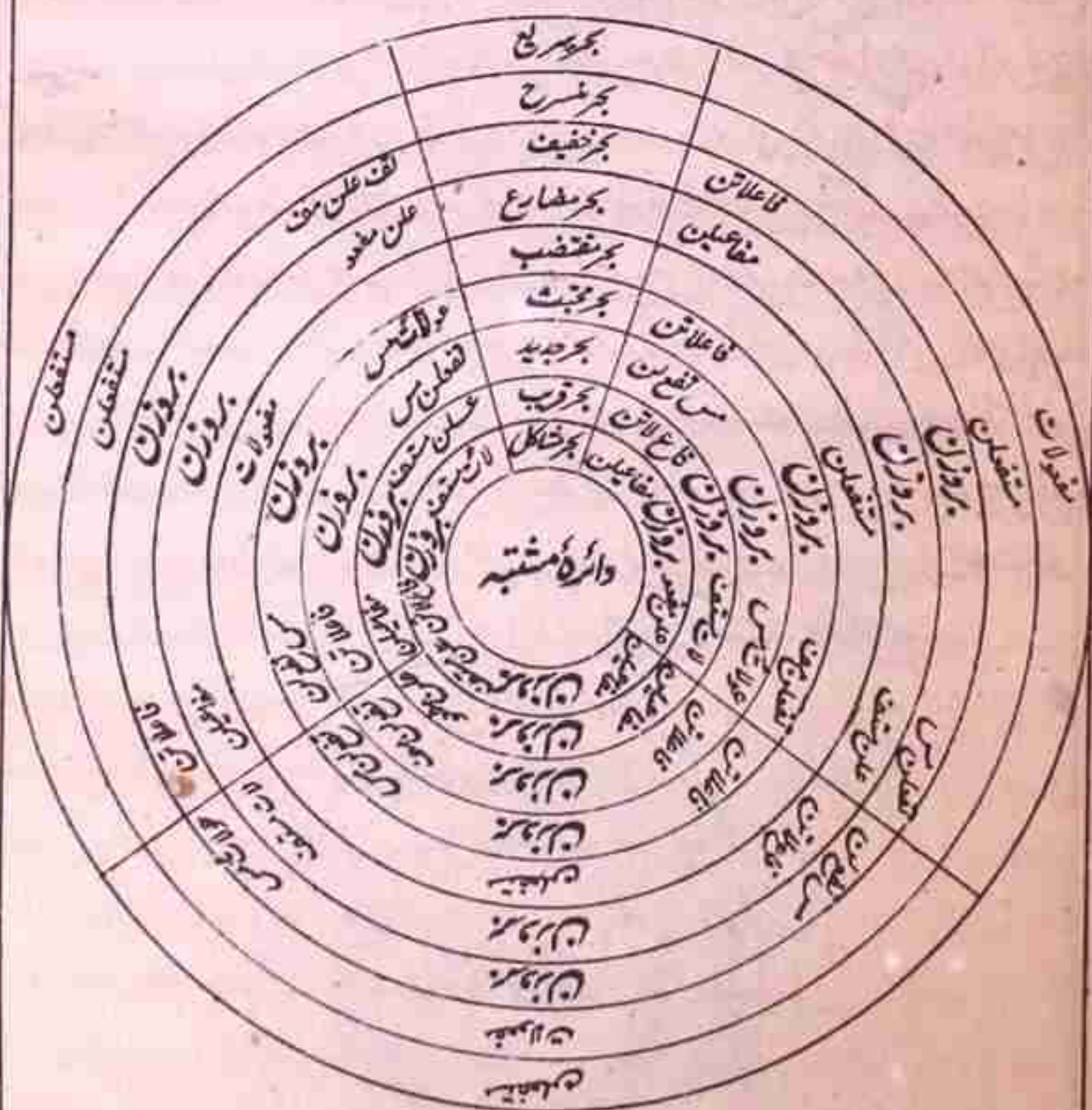
تعجب ہے ان اہل خرد سے کہ بحور مسدس اور مثمن کو ایک دائرے سے انفکاک کرنے کے لیے بڑا نقصان گوارا کرتے ہین اسکی بعینہ نظیر یہ ہے کہ ایک عضو کی اصلاح کے واسطے دوسرا عضو صحیح اور سالم کاٹ ڈالا جائے

اور بجز اسکے بھی کوئی نفع معتد بہ مترتب نہو یہ نہین سوچتے کہ جب مثمن بحرین مسدس ہوگئین باوجودیکہ وہ بیشتر مثمن
ہی مستعمل ہین تو ایک دائرے سے نکالنے سے کیا فائدہ حاصل ہوا لطف انفکاک اُس صورت مین ہے کہ
اصل رکن بحر کے محذوف نہون اور اسکی صورت یہ ہے کہ مثمنات کے واسطے علیحدہ ایک دائرہ تجویز کیا جائے
اور مسدسات کے واسطے جداگانہ دائرہ قرار دیا جائے۔ اسلیے ہم دو دائرے لکھتے ہین کہ جن سے بخوبی مثمن بحرین
باہم جداگانہ منفک ہوسکتی ہین اور مسدس جداگانہ اور نام بھی اُن کے مناسب حال تجویز کرتے ہین۔

بحر منسرح اور مجتث اور مضارع اور مقتضب دائرہ متوافقہ سے نکلتی ہین مثلاً **بحر منسرح** کا یہ وزن ہے
مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات دو بار اگر مستفعلن کے وتد مجموع سے پڑھین تو علن مفعولات مستفعلن
مفعولات مستفـ بروزن مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن ہوجائے اور یہ **بحر مضارع** ہے اور اس بحر مین
فاعلاتن منفصل ہے اسواسطے کہ لات کے وزن پر فاع اور مستفـ کے وزن پر لاتن ہے اسطرح فاعلاتن حاصل ہوا ہے
اور بحر منسرح کو اگر مفعولات سے شروع کرین تو مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن **بحر مقتضب** مثمن ہوجائے
حاصل یہ ہے کہ اس بحر کو بحر منسرح ہی سے نکالا ہے اسلیے کہ بحر منسرح مین مستفعلن سے شروع کرکے مفعولات پر
تمام کرتے ہین اور مقتضب مین مفعولات سے شروع کرکے مستفعلن پر تمام کرتے ہین ان دونون مین ارکان ایک ہی
ہین صرف فرق ترتیب مین ہے اور اگر مفعولات کے دوسرے سبب خفیف سے ابتدا کرین تو عولات مستفعلن
مفعولات مستفعلن مفـ بروزن مستفعلن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن **بحر مجتث** مثمن ہوجائے اور اس مین بھی رکن مس تفع لن
منفصل ہے اسلیے کہ عو اور لات اور مس کے مقابل مس اور تفع اور لن واقع ہے اور نام اس دائرے کا متوافقہ
اس نظر سے رکھا گیا ہے کہ ارکان اس دائرے کی بحرون کے سباعی ہونیکے سبب سے باہم متوافق ہین۔

بحر منسرح
بحر مضارع
بحر مقتضب
بحر مجتث
دائرۂ متوافقہ

بحر سریع اور خفیف اور قریب اور جدید اور مشاکل دائرہ متضالفہ سے نکلتی ہیں مثلاً بحر سریع کا یہ وزن ہے
مستفعلن مستفعلن مفعولات اور اگر مستفعلن اول کے سبب ثانی سے شروع کریں تو تفعلن مستفعلن مفعولات مس بروزن
فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن ہوجائے یہ **بحر جدید** ہے اس بحر میں مس تفعلن منفصل ہے عولات مس کے مقابل
مستفعلن واقع ہوا ہے اور اگر اسی مستفعلن کے وتد سے شروع کریں اور اسباب کو مؤخر کردیں تو علن مستفعلن مفعولات
مستف بروزن مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن **بحر قریب** ہوجائے اس بحر میں فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ لات مستف
کے مقابل واقع ہوا ہے اور اگر دوسرے مستفعلن کے سبب خفیف ثانی سے شروع کریں اور ماقبل کو آخر میں لائیں
تو تفعلن مفعولات مستفعلن مس بروزن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن بحر خفیف ہوجائے اس بحر میں مس تفع لن منفصل
ہے اسلیے کہ عو کے وزن پر مس اور لات کے وزن پر تفع اور مس کے وزن پر لن ہے یون مستفعلن بنا ہے اور اگر مفعولات
کے وتد مفروق سے شروع کریں تو لات مستفعلن مستفعلن مفعو بروزن فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن بحر مشاکل ہوجائے
اس بحر میں فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ فاع مقابل لات کے اور لاتن مقابل مستف کے واقع ہوا ہے اس دائرے کا
نام متضالفہ اس اعتبار سے رکھا ہے کہ اسکی سب بحریں سدس الاصل ہونیکی وجہ سے باہم نسبت رکھتی ہیں۔

بحر سریع
بحر جدید
بحر قریب
بحر خفیف
بحر مشاکل

دائرۂ متضالفہ
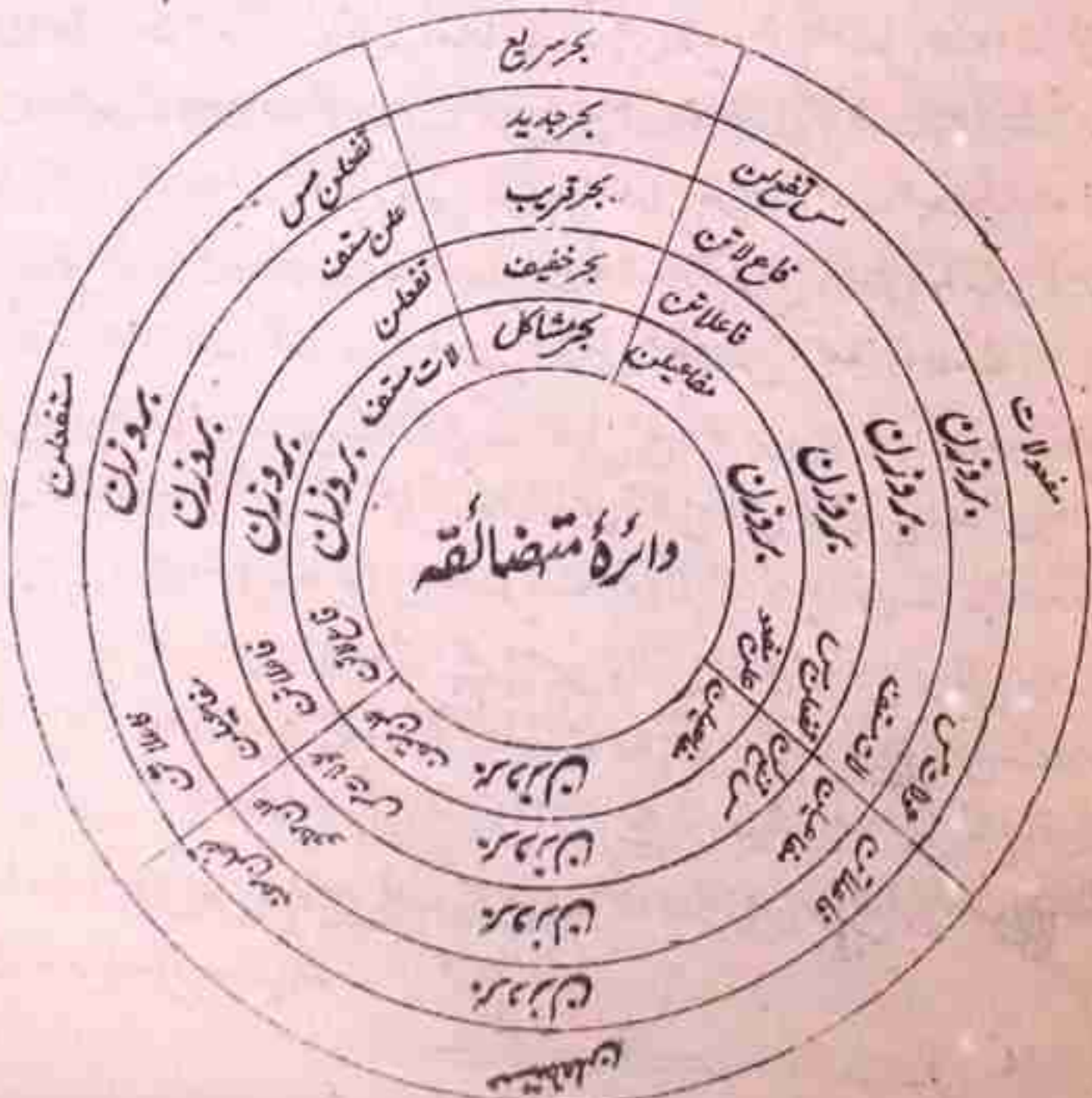
بحر کبیر۔ قلیب حمید۔ جمیم وغیرہ جنکو ابو عبد اللہ قرشی نے استخراج کیا ہے وہ دائرہ منعکسہ سے نکلتی ہین اس دائرے کی ہر ایک بحر دو وتد مجموع اور چار وتد مفروق پر مشتمل ہے برعکس دائرہ مشتبہ کے کہ اس کی ہر بحر چار وتد مجموع اور دو وتد مفروق کو شامل ہے اسی واسطے نام بھی اسکا منعکسہ رکھا ہے صریم قلیب اصیم مین فاع لاتن منفصل ہے اور بدیل۔ صغیر۔ جمیم مین مس تفع لن منفصل واقع ہوا ہے۔ یہ نوون بحرین دائرہ منعکسہ سے اس طرح نکلتی ہین۔ (۱) بحر صریم کا وزن یہ ہے مفاعیلن فاعلاتن فاعلاتن اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۲) اگر مفاعیلن کے وتد مجموع کو مؤخر کر کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین عیلن فاع لاتن فاع لاتن مفا بروزن مفعولات مفعولات مستفعلن ہوجاے یہ بحر کبیر ہے (۳) اگر مفاعیلن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کرین اور ماقبل کو آخر مین لائین تو لن فاع لاتن فاع لاتن مفاعی بروزن مستفعلن مستفعلن فاعلاتن بحر بدیل ہوجاے اس بحر مین مس تفع لن منفصل واقع ہوا ہے اس لیے کہ فاع کے مقابل تفع پڑا ہے (۴) اگر پہلے فاع لاتن سے شروع کرین اور مفاعیلن کو پیچھے کردین تو فاعلاتن فاعلاتن مفاعیلن بحر قلیب ہوجاے اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۵) اگر پہلے فاعلاتن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مفروق کو آخر مین لے آئین تو لاتن فاع لاتن مفاعیلن فاع بروزن مفعولات مستفعلن مفعولات بحر حمید ہوجاے (۶) اگر پہلے فاع لاتن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کرین اور اول کو آخر مین لائین تو تن فاع لاتن مفاعیلن فاعلا بروزن مستفعلن فاعلاتن مستفعلن بحر صغیر ہوجائے اس مین مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ فاع کے مقابل تفع واقع ہوا ہے (۷) اگر دوسرے فاع لاتن سے شروع کرین اور اس کے ماقبل کو مؤخر کردین تو فاع لاتن مفاعیلن فاعلاتن ہوجاے اور یہ بحر اصیم ہے اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۸) اگر اسی فاع لاتن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مفروق کو پیچھے پڑھین تو لاتن مفاعی لن فاع تن فاع بروزن مستفعلن مفعولات مفعولات ہوجائے اور یہ بحر سلیم ہے (۹) اگر دوسرے فاع لاتن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کرین اور پہلے تمام اجزا کو پیچھے کردین تو تن مفاعیلن فاع لاتن فاع لا بروزن فاعلاتن مس تفع لن مس تفع لن بحر جمیم ہوجائے اور اس مین مس تفع لن منفصل ہے کیونکہ فاع کے مقابل تفع واقع ہوا ہے۔

دائرہ منعکسہ

بحر کبیر
بحر بدیل
بحر قلیب
بحر حمید
بحر صغیر
بحر اصم
بحر سلیم
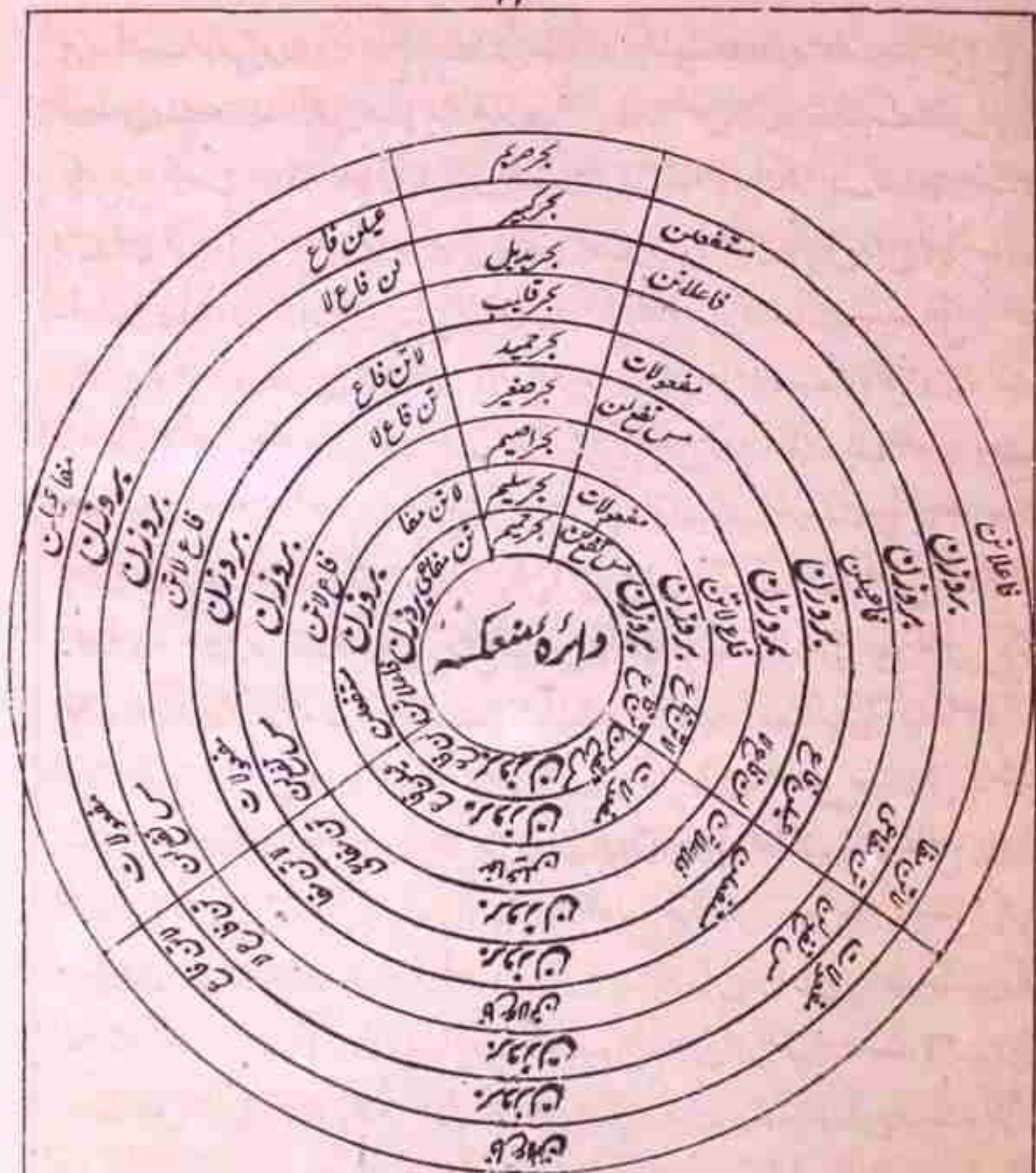
تیسرا شہر زحافون کے بیان مین

مخفی نرہے کہ جو رکن اوپر بیان کیے گئے اور جو بحرین لکھی گئین ہمیشہ اسی صورت یعنی اصل وضع پر انکا استعمال نہین ہوتا بلکہ اکثر ارکان کے حروف مین کمی بیشی تسکین و تبدیل وغیرہ کرتے ہین جس سے ایک بحر سے کئی بحرین اور ایک رکن سے کئی ارکان جنکو فروع کہتے ہین پیدا ہوجاتے ہین اور یہ تغیر کبھی

کسی حرف کے ساکن کرنے سے کبھی کم کرنے سے کبھی کچھ زیادہ کرنے سے ہوتا ہے اور اس تغیر ارکان کا نام **زحاف** ہے اور زحاف جمع زحف کی ہے اور زحف بالفتح کے معنے لغت مین تیر کے نشانے سے ہٹ[1] جانے اور کسی چیز کے اصل سے دور ہو جانیکے[2] ہین اور بعض کے نزدیک زحاف حرف اول کے کسرے سے لغت مین تیر کے نشانے کے پاس پہونچ جانے کے معنے مین ہے اور اصطلاح علم عروض مین تغیر و تبدیل و کمی بیشی اور ساکن کرنے حروف ارکان کو کہتے ہین اگر زحاف کو زحف کی جمع قرار دیا جاے تو یہ جمع مفرد کی جگہ مستعمل ہے اور دوسری صورت مین زحاف لفظ مفرد ہوگا نہ جمع اور نہایۃ الراغب سے بھی یہی ثابت ہے اور ارکان کا متغیر ہونا تین طرح پر ہے یا متحرک کو ساکن کر دینا یا بعض حروف کو کم کر دینا یا بعض حروف رکن مین بڑھا دینا متاخرین تمام تغیرات کو زحاف کہتے ہین اور متقدمین کے نزدیک اُس تغیر کا نام زحاف ہے جو حرف آخر سبب خفیف یا ثقیل مین واقع ہو اگر وتد یا فاصلے یا سبب کے حرف اول مین کسی قسم کا تغیر ہوگا تو **علل**[3] ہے لیکن متقدمین کا قول آجکل مشہور نہین علی العموم ہر ایک تغیر کو زحاف ہی کہتے ہین ہم بھی طریقۂ مروجہ کو پسند کر کے عام طور پر زحاف سے بحث کرتے ہین اور بے فائدہ ناظرین کتاب کو خلجان مین نہین ڈالتے بعض اہل فن نے زحاف و علل کو علیحدہ علیحدہ قرار دیکر دونون کی تفصیل جُدا جُدا کی ہے لیکن اپنے ہی قول سے مخالف ہو کر زحاف کو علل مین اور علل کو زحاف مین داخل کر دیا ہے۔ تمامی زحاف دو قسم ہین منفردہ اور مزدوجہ **منفردہ** وہ کہ کسی رکن مین ایک ہی تغیر واقع ہو مثلاً خرم اُسے کہتے ہین کہ خمس وتد مجموع سے جو رکن کے اول مین واقع ہو پہلا حرف گرا دینا اور کف یہ ہے کہ رکن کے ساتوین حرف ساکن کو ساقط کر دینا **مزدوجہ**۔ وہ ہے کہ ایک سے زیادہ تغیر ایک رکن مین واقع ہون اور نام ایک ہو اور تغیرات مزدوجہ مین سے بعض ثنائی ہین بعض ثلاثی ثنائی وہ کہ دو تغیر سے مرکب ہون اور ثلاثی وہ کہ تین تغیر سے مرکب ہون انہین سے بعض کے لیے لقب خاص یعنی لفظ مفرد موضوع ہوتا ہے مثال ثنائی کی خرب ہے کہ اجتماع خرم و کف کا نام ہے اور مثال ثلاثی کی جمم ہے کہ یہ اجتماع کف و عقل و خرم کا نام ہے پس جمم تین تغیرات سے مرکب ہے ایک خرم دوسرے کف تیسرے عقل اور بعض کے لیے کوئی لقب خاص مقرر نہین ہوتا بلکہ ترکیب مفردات کے موافق اُسے تعبیر کرتے ہین جیسے مقبوض مسبغ زحاف منفردہ بائیس ہین۔ اذالہ۔ اضمار۔ ترفیل۔ تسبیغ۔ تشعیث۔ ثلم۔ جب۔ جدع۔ حذذ۔ حذف۔ خبن۔ خرم۔ رفع۔ صلم۔ طے۔ عصب۔ عضب۔ قبض۔ قصر۔ قطع۔ کف

---

[1] دریاے لطافت ۱۲

[2] غیاث اللغات ۱۲

[3] علت کی جمع ہے ۱۲

وقف۔ اور زحاف مزدوجہ اکیس ہین۔ تبر۔ خرم۔ جحف۔ جم۔ خبل۔ خرب۔ خزل۔ خلع۔ ربع۔ زلل۔ شتر۔
شکل۔ عقص۔ عقل۔ قصم۔ قطف۔ کسف۔ نحر۔ نقص۔ وقص۔ ہتم۔

ان مین سے بعض مخصوص کسی ایک بحر سے ہین بعض مشترک ہین چند بحرون مین اور بعض عروض عربی سے مخصوص ہین اور بعض عروض فارسی کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہین بعض مشترک ہین دونون مین اس کتاب مین اُنھین زحاف کا ذکر ہوگا جو ریختہ مین مستعمل ہین اور ریختہ مین زیادہ وہی زحاف مستعمل ہین جو شعرائے فارس کے استعمال مین ہین کیونکہ اُردو کی شاعری اُنھین کا فیضان ہے۔ مگر تکمیل فن کی غرض سے بعض وہ زحاف بھی کہین کہین ذکر کیے جائینگے جو ریختہ مین مستعمل نہین ہوے زحافات کے بعد جو فروع حاصل ہوتی ہین اُن کی دو قسمین ہین ایک مؤلف ایک غیر مؤلف **مؤلف** اُس فرع کو کہتے ہین جسکی تعبیر دو کلمون سے ہوتی ہو جیسے مقبوض مسبغ اور **غیر مؤلف**۔ وہ ہے کہ اُسکی تعبیر دو کلمون سے نہو اگرچہ اُسکا مصداق دو تغیر سے مرکب ہو مگر لفظ مین مفرد ہو جیسے اخرب کہ عبارت ہے اخرم و مکفوف سے۔ یہ بیان مجمل زحاف کا تھا اب مفصل بقید ارکان کے لکھا جاتا ہے اور تفصیل ارکان کی ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہین اور سب رکن باعتبار ترکیب و تحریر کے دس قرار دیے ہین۔

زحافات مفاعیلن

رکن مفاعیلن کے بارہ زحاف ہین خرم۔ کف۔ قصر۔ قبض۔ شتر۔ حذف۔ خرب۔ ہتم۔ زلل۔ جب۔ تبر۔ تسبیغ۔

خرم۔ بفتح خاے معجمہ و سکون راے مہملہ لغت مین اسکے معنے اونٹ کے نتھنے مین حلقہ ڈالنے کے ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اسقاط حرف اول وتد مجموع سے جو رکن کے اول مین واقع ہو پس مفاعیلن سے فاعیلن رہتا ہے اسکی جگہ مفعولن رکھدیتے ہین کیونکہ اہل عروض کا قاعدہ ہے کہ جو رکن مزاحف بے معنے یا غیر مانوس رہجاتا ہے اُسکو لفظ مانوس متفق الوزن سے بدل لیا کرتے ہین اور جہان تک ممکن ہوتا ہے اس رعایت کو ملحوظ رکھتے ہین اور جہان ممکن نہین ہوتا ناچار لفظ مہمل کے ساتھ تعبیر کرتے ہین جیسے فع۔

کف بفتح کاف و تشدید فا اسکے لغوی معنی باز رکھنا ہین اور اصطلاح علم عروض مین رکن کے ساتوین حرف ساکن کے گرانے کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام رہجاتا ہے۔

قصر بفتح قاف و سکون صاد مہملہ و را کے لغوی معنی چھوٹا کرنا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے ساقط کرنا حرف ساکن سبب خفیف کا جو آخر رکن مین واقع ہوا ہو اور ساکن کرنا اُسکے ماقبل کا پس مفاعیلن سے لن سبب خفیف کا ساکن گر پڑا اور لام ساکن ہو گیا مفاعیل رہا **فائدہ** ہر چند کہ مفاعیل کا لام عروضیون کے نزدیک

متحرک ہے اسلیے کہ وہ حروف موقوف کا اعتبار نہین کرتے یعنی جس حرف کا ماقبل ساکن ہو اُسکو متحرک مانتے ہین مگر چونکہ قصر مصرع کے آخر مین واقع ہوتا ہے اور حرف آخر مین سکون کو چاہتا ہے اسلیے حرف مذکور کو ضرورۃً ساکن مان لیتے ہین میزان الافکار مین لکھا ہے کہ مفاعیل بسکون لام کی جگہ فعولان بہتر ہے تاکہ مفاعیلُ مکفوف کے ساتھ کتابت مین التباس پیدا نہو۔

قبض بفتح قاف وسکون باے موحدہ وسکون ضاد معجمہ اسکے لغوی معنی پنجے سے پکڑ لینا ہین اور اصطلاح مین عبارت ہے اس سے کہ رکن کے پانچوین حرف ساکن کو جو سبب مین ہو گرا دینا پس مفاعیلن کا پانچوان حرف ساکن یاے تحتانی ہے اُسکو گرانے سے مفاعلن رہجاتا ہے۔

شَتَر۔ بفتح شین معجمہ و فتح ثنات فوقانی وسکون راے مہملہ لغت مین اسکے معنی پلک کے پھر جانے اور کٹ جانیکے ہین اور عروضیون کی اصطلاح مین عبارت ہے اجتماع خرم وقبض سے پس بسبب خرم کے حسب مندرجۂ بالا مفاعیلن سے میم گرا اور بسبب قبض کے یاے تحتانی کہ حرف پنجم ہے ساقط ہوئی تو فاعلن رہگیا۔

حَذف بفتح حاے حُطی وسکون ذال معجمہ و فا اسکے معنے ڈالدینا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اسقاط سبب خفیف سے جو رکن کے آخر مین ہو پس مفاعیلن سے لن کہ آخر کا سبب خفیف ہے گر پڑا مفاعی رہا اسکو اسکے ہموزن فعولن سے بدل لیا۔

خَرب۔ بفتح خاے معجمہ وسکون راے مہملہ و باے موحدہ اسکے معنی ویران کرنا ہین اور اصطلاح عروض مین مراد ہے اجتماع خرم وکف سے پس میم مفاعیلن کا بسبب خرم کے اور نون بسبب کف کے گرا دیا تو فاعیل رہگیا اُسکو مفعول سے بدل لیا۔

ہَتم بفتح ہاے ہوز وسکون تاے فوقانی و میم اُسکے معنے جڑ سے دانت توڑنا ہین اور یہان مراد ہے اجتماع حذف وقصر سے پس مفاعیلن سے لن بسبب حذف کے گرا اور یاے تحتانی بسبب قصر کے گر کر عین ساکن ہو گیا تو مفاع رہا اُسکو فعول لام ساکن سے بدل لیا یہ زحاف مصرعہ کے آخر مین آتا ہے۔

جَبّ بجیم مفتوح اور باے موحدہ کی تشدید سے اسکے لغوی معنی خصی کرنا ہین اور اصطلاح عروض مین دو سبب خفیف جو آخر رکن مین ہون اُنکے حذف کرنے کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے عی اور لن دو سبب گر کر مفا رہ گیا اُسکی جگہ فعل رکھدیا لام ساکن سے یہ زحاف بھی مصرع کے آخر مین آتا ہے اور بعض جب کی تعریف یون کرتے ہین کہ رکن مفاعیلن مین دو مرتبہ حذف کو عمل مین لانا جب ایک مرتبہ مفاعیلن کے آخر سے سبب خفیف ساقط کیا تو مفاعی رہا اور دوسری مرتبہ سبب خفیف کے حذف کرنے سے مفا رہ گیا جسکو فعل سے بدل لیا پہلی صورت مین زحافات مفردہ سے ہوگا اور دوسری تقدیر پر زحافات مزدوجہ مین ہے۔

زَلَل بفتح زاے معجمہ و لام اول و سکون لام دوم اسکے لغوی معنی ران کا بے گوشت ہونا ہین اور اصطلاح مین اجتماع خرم و ہتم کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے بسبب خرم کے فاعیلن اور بسبب ہتم کے فاع باقی رہ گیا۔

بَتر بفتح باے موحدہ و سکون تاے فوقانی و راے مہملہ لغت مین دم کاٹنے اور جڑ سے اکھیڑنے کو کہتے ہین اور اصطلاح مین مراد اجتماع خرم و جب سے ہے پس ہم بسبب خرم کے اور دونون سبب بسبب جب کے حذف ہو گئے فاعیلن سے فا باقی رہا اُسکو فع سے بدل لیا۔

تسبیغ بفتح تاے فوقانی و سکون سین مہملہ و کسر باے موحدہ و یاے تحتانی معروف اور سکون غین معجمہ سے لغت مین اسکے معنی تمام کرنا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اس سے کہ ایک سبب خفیف کے بیچ مین جو آخر رکن مین واقع ہوا ہو الف زیادہ کرنا پس مفاعیلن سے مفاعیلان ہو گیا اور توجیہ القوافی کی تعریف کے بموجب مفاعیلن کے آخر مین ایک نون ساکن اضافہ ہو کر مفاعیلنن دو نون ساکن کے ساتھ بنا اور وہ مفاعیلان سے بدل گیا یہ زحاف آخر مین اپنے اصلی رکن مفاعیلن کے ہموزن گنا جاتا ہے اسی طرح مفاعیلان اور فعولن ہموزن شمار کیے جاتے ہین اور فعول و فعل باہم اور فاع و فع آپس مین ایک وزن مین خیال کیے جاتے ہین بشرطیکہ آخر مصرع مین واقع ہون وسط کلام مین کمی و بیشی درست نہین پس یہ بارہ زحاف مفاعیلن کے ہوے اور فروع اسکی اٹھارہ ہین یعنی رکن مفاعیلن اصل ہے اور بعد واقع ہونے زحاف کے اٹھارہ صورتین اسکی ہو جاتی ہین مفعولن اخرم ہے مفاعیلُ لام مضموم سے مکفوف ہے مفاعیلْ لام ساکن سے مقصور ہے مفاعلن مقبوض ہے فاعلن اشتر ہے مفعولُ لام کے ضمہ سے اخرب ہے فعولن محذوف ہے فعولْ لام ساکن سے اہتم ہے فعَل بفتح عین و سکون لام مجبوب ہے فَلْ فع ازل ہے فع ابتر ہے مفاعیلان مسبغ ہے مفاعلان مقبوض مسبغ ہے یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ مفاعیلن قبض کی وجہ سے مفاعلن ہوا اور جب مفاعلن مین تسبیغ کی وجہ سے ایک الف زیادہ کیا گیا تو مفاعلان ہو گیا اسلیے مفاعلان کو مقبوض مسبغ کہتے ہین مفعولان اخرم مسبغ ہے یہ فرع خرم اور تسبیغ کے جمع ہونے سے بنی ہے خرم کی وجہ سے مفاعیلن فاعیلن ہوا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور تسبیغ کی وجہ سے اس مین ایک الف زیادہ کر کے مفعولان کر لیا فاعلان اشتر مسبغ ہے اسلیے کہ مفاعیلن شتر کی وجہ سے فاعلن ہوا اور تسبیغ کی وجہ سے فاعلن فاعلان بن گیا ہے۔

فعولان محذوف مسبغ ہے حذف کی وجہ سے مفاعیلن مفاعی ہوا اسکو فعولن سے بدل لیا اور تسبیغ سے فعولن فعولان بن گیا غیاث اللغات مین اسی طرح لکھا ہے حالانکہ یہ اور مقصور یعنی مفاعیلْ بوقف لام سے ایک ہی زنان ہے فعلن بسکون عین اخرم محذوف ہے یہ فرع خرم اور حذف کے جمع ہونے سے حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ مفاعیلن خرم کی وجہ سے فاعیلن ہو جاتا ہے اور حذف کے سبب سے فاعی رہتا ہے اسلیے

فعلن سے بدل لیتے ہین فعلان بسکون عین اخرم مقصور ہے اسلیے کہ خرم کی وجہ سے مفاعیلن فاعیلن ہوا اور قصر کے سبب سے فاعیل لام ساکن سے رہا اسکو فعلان سے بدل لیا۔

زحافات فاعلاتن۔

فاعلاتن متصل کے دس زحاف ہین خبن۔ کف۔ تشعیث۔ قصر شکل۔ حذف۔ تبر۔ ربع۔ جحف۔ تسبیغ۔

خبن بفتح خاے معجمہ وسکون باے موحدہ وسکون نون اسکے لغوی معنی چھپا دینا یا لپیٹ دینا اور دامن کا سی دینا ہین اصطلاح عروض ہین مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف سے جو رکن کے اول مین ہو پس فاعلاتن سے فعلاتن رہ گیا۔ **فائدہ** یہ زحاف بحر مضارع کے فاعلاتن مین نہین آتا اس سبب سے کہ خبن سبب خفیف کے ساتھ مخصوص ہے اور مضارع مین جو فاع لاتن ہے اُسکے اول مین وتد مفروق ہے کیونکہ وہ منفصل ہے۔

کف کاف کے فتح اور فے کی تشدید سے باز رکھنا یہان مراد ہے اسقاط ساکن ہفتم سبب خفیف سے پس فاعلاتن فاعلاتُ بضم تا رہ گیا۔

قصر بفتح قاف وسکون صاد مہملہ وراے مہملہ رکن کے آخر سے سبب خفیف سے حرف ساکن کے گرانے اور اُسکے ماقبل کے ساکن کرنے کو کہتے ہین پس بسبب قصر کے فاعلاتن سے نون کہ سبب خفیف کا حرف ساکن ہے گرا اور اُسکے ماقبل کی تاے فوقانی ساکن ہوکر فاعلات بسکون تا رہ گیا اور فاعلان سے بدل دیا تاکہ فاعلات مضموم التاسے التباس نہ ہو۔

تشعیث بفتح تاے فوقانی وسکون شین معجمہ وکسر عین مہملہ وسکون یاے معروف وثاے مثلثہ موقوف عیون الفاخرہ مین بدر الدین ابی عبداللہ نے لکھا ہے کہ بیان تشعیث کی بابت عروضیون مین چار قول ہین (۱) خلیل کہتا ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے متحرک کے گرانے کا نام تشعیث ہے پس فاعلاتن مین علا وتد مجموع ہے بسبب تشعیث کے فاعاتن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا شریف کہتا ہے کہ تشعیث لغت مین تفریق کے معنے مین ہے پس جب لام کو علا سے جو وتد کا درمیانی حرف ہے گرا دیا تو اُس کا انتظام بگڑ گیا (۲) بعض کہتے ہین کہ وتد مجموع کے دو متحرک مین سے پہلے حرف کے گرانے کا نام تشعیث ہے اور یہ قول اخفش کا ہے پس فاعلاتن مین سے بسبب تشعیث کے عین گرکر فالاتن رہا اُسکو مفعولن سے بدل لیا۔

(۳) بعض کہتے ہین کہ تشعیث وتد مجموع کے حرف ساکن کے گرانے اور اُسکے ماقبل کے ساکن کرنے سے مراد ہے پس فاعلتن بسکون لام ہوا اسکو مفعولن سے بدل لیا بعض کے نزدیک یہ مذہب

قطرب کا ہے (۴) زجاج کہتا ہے کہ تشعیث زحافات مزدوجہ مین سے ہے کہ اول فاعلاتن مین خبن کرتے ہین یعنی سبب خفیف اول کے ساکن کو گرا دیتے ہین بعد اسکے وتد مجموع کے حرف اول کو ساکن کر دیتے ہین پس الف کے حذف کر دینے کے بعد فعلاتن بن جاتا ہے جسکو مفعولن سے بدل لیتے ہین یہی قطرب کا مذہب بتاتے ہین پہلے مذہب کو یون ترجیح دی جاتی ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے متحرک کا گرانا بہ نسبت دوسرے عملون کے بہتر ہے - اور دوسرے مذہب کی ترجیح کی بابت کہا گیا ہے کہ وتد کا پہلا حرف حذف کرنا بہتر ہے جیسا کہ خرم مین معمول ہے تیسرے مذہب کو یون ترجیح دی گئی ہے کہ وتد مجموع کے ساکن کا گرانا اکثر معمول ہے چوتھے مذہب کو ابو الحکم نے یون ترجیح دی ہے کہ یہ امر قیاس سے باہر نہین ہے اور خاص کر ایسی صورت کے ساتھ کہ حرکت کا حذف واقع ہوتا ہے جو حرف کے حذف سے سہل ہے **فائدہ** محقق طوسی نے بیان کیا ہے کہ جب کسی سبب خفیف کے حرف ساکن کو حذف کر دینے کے بعد اُسکا حرف متحرک وتد مجموع سے ملکر تین حرف متحرک جمع ہو جائین اور جب درمیان کے حرف متحرک کو جو وتد مجموع کا پہلا حرف ہوتا ہے ساکن کیا جائے تو اس تغیر کو ہم **تسکین** کہتے ہین اور تسکین کا شمار زحافات مزدوجہ مین ہوگا اگرچہ تسکین حقیقت مین یہ ہے کہ وتد کے متحرک اول کو ساکن کر دین اور یہ بسیط ہے مگر چونکہ اس کا وقوع ایک تغیر سابق پر موقوف ہے اور وہ سبب خفیف کے حرف ساکن کو حذف کرنا ہے اسلیے تسکین کو مرکبات مین داخل کیا گیا - زجاج مفعولن کو مخبون مسکن نہین کہتا بلکہ شعث کہتا ہے شعث مین اگرچہ چار قول ہین لیکن ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی عبارت مخبون مسکن سے ہے پس مخبون مسکن عین شعث ہے اور شعث عین مخبون مسکن ہے یہ زحاف بحر مضارع کے رکن فاع لاتن مین نہین آتا اس سبب سے کہ اس مین وتد مجموع نہین ہے -

شکل بفتح شین معجمہ و سکون کاف و لام اسکے معنے لغت مین چوپائے کے پاؤن رسی سے باندھنا ہین اور اصطلاح عروض مین مراد اجتماع خبن و کف سے ہے پس فاعلاتن نے بسبب خبن کے الف گر کر فعلاتن اور بسبب کف کے نون گر کر فعلات بضم تا باقی رہ گیا یہ بھی بحر مضارع مین نہین آتا اسلیے کہ خبن و کف جمع ہونیکا نام شکل ہوا اور بحر مضارع کے فاع لاتن مین خبن ہی نہین ہوتا -

حذف بفتح حاے حطی و سکون ذال معجمہ و فا بمعنی ڈالدینا اسلیے اصطلاحی معنی حذف کرنا سبب خفیف کا ہین جو رکن کے آخر مین واقع ہو جیسے فاعلاتن سے تن گر کر فاعلا رہ گیا اسکی جگہ فاعلن رکھدیا -

بتر بفتح باے موحدہ و سکون تاے فوقانی و راے مہملہ موقوف اسکے لغوی معنی قطع کاٹنا ہین اور اصطلاح مین

حذف وقطع کے جمع ہونے کو کہتے ہین پس فاعلاتن سے بسبب حذف کے فاعلا رہا اور قطع کی وجہ سے
الف گر کر اُس کا ماقبل ساکن ہوگیا تو فاعل بنا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا بعض اسکو بجاے ابتر کہنے
کے مقطوع محذوف کہتے ہین اور بعض اسکو صرف مقطوع بولتے ہین اور ان کا قول ہے کہ فاعلاتن مین
قطع ایسے واقع ہوتا ہے کہ آخر سے سبب خفیف کو مع ساکن وتد مجموع کے گرا دیا جاتا ہے اور اُسکے حرف
ماقبل کو ساکن کر دیا جاتا ہے **تنبیہ**۔ قطع رکن فاع لاتن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اس مین وتد مجموع
نہین اور اس زحاف کے واسطے رکن مین وتد مجموع کا ہونا شرط ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ مفعولن
شعث کے محذوف کرنے سے بھی فعلن پیدا ہوتا ہے یعنے مفعولن سے بسبب حذف کے لن گرا مفعو رہا
اسکو فعلن سے بدل لیا پس ایک فعلن ابتر ہے اور ایک مشعث محذوف اور فعلن مخبون محذوف مسکن بھی
ہے یعنی فعلاتن مخبون سے بسبب حذف کے تن گرا فعلا عین متحرک سے ہوا اور بسبب تسکین کے
عین ساکن ہوگیا پھر اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے نزدیک یہی
بہتر ہے کیونکہ اس جگہ خبن لازم ہے۔

ربع بفتح راے مہملہ وسکون باے موحدہ ووقف عین مہملہ بمعنی چار ہونا مراد ہے اجتماع خبن وتبر سے
پس فاعلاتن سے بسبب خبن کے فا کے بعد کا الف گر گیا اور بسبب تبر کے آخر کا سبب یعنی تن اور اُسکے
ماقبل کا الف گر کر لام ساکن ہوگیا اس صورت مین فعل ساکن اللام باقی رہا بعض لوگون نے اسکی ترکیب اور
طرح بھی لکھی ہے جس کا مال یہی ہے جو ہمنے بیان کیا تفصیل کا فرق ہے اور یہ زحاف چونکہ مرکب
ہے خبن اور حذف اور قطع سے اسلیے بعض اسکو مخبون محذوف مقطوع بھی کہتے ہین۔

جحف بفتح جیم وسکون حاے حطی ووقف فا بمعنی نقصان کرنا اور کھال آتارنا اور گیند کا اُچک لینا۔
عروضیون کی اصطلاح مین مراد ہے فعلاتن مخبون کے فاصلۂ صغرے کے حذف کرنے سے پس فعلاتن سے
تن باقی رہا اسکی جگہ رفع نقل کر لیا۔

تسبیغ تفعیل کے وزن پر ہے۔ توجیہ القوافی اور اُسکے ترجمے شایگان مین لکھا ہے کہ یہ لفظ سین مہملہ
اور غین معجمہ سے ہے جسکے معنے ہین کپڑے کو لمبا کرنا اور چیز کو پورا کرنا اُسکے تمام لوازم کے ساتھ یا شین معجمہ
و عین مہملہ سے ہے جسکے معنے ہین پیٹ بھرنے کے قریب ہونا اور اصطلاح مین عمل ہین سے ہے اور وہ
زیادہ کرنا نون ساکن کا ہے اُس سبب خفیف کے بعد جو آخر مین اُس رکن کے ہو جو مصرع اول و دوم
کے آخر مین آوے اور ایسے رکن کو مسبغ باے موحدہ کی تشدید یا تخفیف سے بولتے ہین پس فاعلاتن
اس عمل کے بعد فاعلاتن آخر مین دونون ساکن کے ساتھ ہو جائے گا اور ایک سے دو ساکنون کے

ملنے کی وجہ سے ایک نون الف سے بدل کر فاعلاتان ہوجائے گا اسکو فاعلیان سے بدل دیتے ہین اس عمل کا نام اسباغ بھی ہے لیکن مشہور تعریف یہ ہے کہ سبب خفیف جو آخر رکن مین واقع ہوا ہو اُس مین الف زیادہ کرین پس فاعلاتن سے فاعلاتان ہوا اسکی جگہ فاعلیان استعمال کرتے ہین یہ رکن آخر مین اپنے اصلی رکن فاعلاتن کا ہموزن شمار کیا جاتا ہے اور رکن محذوف اور مقصور بھی ایکہی وزن مین محسوب ہوتے ہین یہ دس زحاف فاعلاتن کے ہوے اور اُسکی فروع سولہ ہین **فعلاتن** بکسر عین مخبون ہے **فاعلاتُ** بضم تا مکفوف ہے **مفعولن** مشعث یا مخبون مسکن **فاعلان** بسکون نون مقصور **فعلاتُ** بکسر عین و ضم تا مشکول **فاعلن** محذوف **فعلن** بسکون عین ابتر یا مشعث محذوف یا مخبون محذوف مسکن یا مقطوع یا مقطوع محذوف **فعِل** بکسر عین و سکون لام مربوع **فع** مجحوف **فاعلیان** مسبغ **فعِلن** بکسر عین مخبون محذوف یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ فاعلاتن خبن کی وجہ سے فعلاتن ہو گیا اور حذف کی وجہ سے فعلاتن کے آخر سے تن گر گیا تو فعلا عین کے کسرے سے رہا اسکو فعلن سے بدل لیا **فعلاتْ** بکسر عین و سکون تاے فوقانی مخبون مقصور ہے یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے فاعلاتن کو خبن نے فعلاتن کر دیا اور قصر کی وجہ سے فعلاتن کا نون حذف ہو کر تاے فوقانی ساکن ہو گئی اس طرح فعلات حاصل ہو گیا اس کو فعلان سے بھی بدل لیتے ہین **فاعلان** بسکون عین و سکون نون مخبون مسکن مقصور ہے یہ فرع کئی زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے فاعلاتن خبن کی وجہ سے فعلاتن بکسر عین ہوا اور فعلاتن مخبون کے عین کو ساکن کرنے سے فعلاتن ہو گیا اور پھر قصر کی وجہ سے اس کے آخر کا نون ساقط ہو کر نون کے ماقبل کی تا ساقط ہو گئی پس فعلات بسکون عین و تا کو فعلان بسکون عین و نون سے بدل لیا اور اس فرع کو مشعث مقصور بھی کہہ سکتے ہین یعنی فاعلاتن مین تشعیث اور قصر کے جمع ہونے سے بھی فعلان حاصل ہو سکتا ہے اس طرح کہ تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن فاعاتن یا فالاتن یا فاعلتن رہ جاتا ہے اور جب قصر اس مین آتا ہے تو آخر کا نون حذف ہو کر تاے فوقانی ساکن ہو جاتی ہے پھر فاعات یا فالات یا فاعلت فعلان سے بدل جاتا ہے اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بسکون عین سے ہو جاتا ہے جیسا کہ زجاج کا مذہب ہے اور قصر کے باعث سے فعلات تاے ساکن سے رہتا ہے اسکو فعلان سے بدل لیتے اسکو مقطوع مسبغ بھی کہتے ہین اور ابتر مسبغ بھی بولتے ہین اسلیے کہ زحاف قطع یا بتر کے واقع ہونے سے فاعلاتن فعلن بسکون عین بنتا ہے اور فعلن مین تسبیغ کے آنے سے فعلان ہو جاتا ہے اور خواجہ نصیر الدین کے نزدیک چونکہ یہان خبن لازم ہے اسلیے مخبون مسکن مقصور ہی سمجھنا چاہیے **فاع** مجحوف مسبغ ہے یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ جحف کی وجہ سے فاعلاتن فع ہو گیا۔

اور رفع تسبیغ کے سبب سے فاع بنگیا فعلیّان بکسر عین و کسر لام و تشدید یاے تحتانی مجنون مسبغ ہے خبن کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بکسر عین ہوا اور اس میں تسبیغ کے آنے سے فعلاتان ہو گیا جسکو فعلیان سے بدل لیا **مفعولان** شعث مسبغ ہے تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن مفعولن ہوتا ہے اور تسبیغ کے سبب سے مفعولن مفعولان بن جاتا ہے اس کا نام مخبون مسکن مسبغ بھی ہے کیونکہ فاعلاتن خبن و تسکین کی وجہ سے فعلاتن سکون عین سے ہوجاتا ہے اور تسبیغ کے باعث سے یہ فعلاتان بن جاتا ہے پھر مفعولان سے بدل لیتے ہین۔

زحافات فاع لاتن

فاع لاتن منفصل کے تین زحاف ہین۔ کف۔ قصر۔ حذف۔

کف۔ مراد ہے گرانے ساکن ہفتم سبب خفیف سے پس فاع لاتن سے فاع لاتُ بضم تا۔ رہ گیا۔

قصر کہتے ہین ساکن سبب خفیف رکن آخر کے گرانے اور اسکے ماقبل کے ساکن کرنے کو پس فاع لاتن سے فاع لات بسکون تا باقی رہا اسکو فاع لان سے بدل لیتے ہین تاکہ فاع لات مضموم التا سے امتیاز رہے۔

حذف اُس سبب خفیف کے گرانے کو کہتے ہین جو رکن کے آخر مین ہو پس فاعلا رہا اسکو فاع لن سے بدل لیا اور اسکی فروع بھی تین ہین **فاع لاتُ** بضم التا مکفوف۔ **فاع لان** بسکون نون مقصور **فاع لن** محذوف۔

زحافات مستفعلن

رکن مستفعلن متصل مین نو زحاف آتے ہین۔ خبن۔ طے۔ قطع۔ خبل۔ خلع۔ رفع۔ عذذ۔ اذاله۔ ترفیل

خبن یعنے حذف کرنا حرف ساکن سبب خفیف کا جو رکن کے اول مین آیا ہو پس مستفعلن سے بسبب خبن کے سین گر کر متفعلن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا۔

طے بفتح طاے حطی و تشدید یاے تحتانی بمعنی لپیٹنا اصطلاح مین مراد ہے اسقاط ساکن چہارم دو سبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین بلا فاصلہ واقع ہون پس مستفعلن سے بسبب طے کے حرف فا گر کر مستعلن رہا اُسکو مفتعلن بکسر عین سے بدل لیا یہ زحاف مس تفع لن منفصل مین نہین آتا کیونکہ اُس مین چوتھا ساکن وتد مین ہے نہ سبب خفیف مین اور طے کے واسطے دو سبب خفیف کا اول رکن مین بلا فاصل واقع ہونا شرط ہے۔

قطع بفتح قاف و سکون طاے مہملہ و عین مہملہ اصطلاح مین مراد ہے حرف ساکن وتد مجموع کے حذف کرنے اور اسکے ماقبل کے ساکن کرنے سے بشرطیکہ رکن کے آخر مین واقع ہوا ہو پس مستفعلن سے بسبب قطع کے نون گر کر لام ساکن ہوگیا اور مستفعل باقی رہا اسکی جگہ مفعولن لے آئے۔

خبل بفتح خاے معجمہ و سکون باے موحدہ و لام اسکے لغوی معنی ہاتھ یا نون کا ٹنا ہین اور اصطلاحی تعریف عیون فاخرہ مین یون لکھی ہے کہ اجتماع خبن و طے کا نام ہے پس مستفعلن سے بسبب خبن کے حرف سین اور بسبب طے کے فے گر کر متعلن رہا اسکو فعلتن بفتح عین و لام سے بدل لیا ہے۔

خلع بفتح خاے معجمہ و سکون لام و عین مہملہ اسکے لغوی معنی کپڑے اتارنے کے ہین اور یہان مراد ہے اجتماع خبن و قطع سے پس مستفعلن سے بسبب خبن کے بموجب تشریح مندرجۂ بالا سین اور بسبب قطع کے نون گر کر لام ساکن ہوا اور متفعل رہا اسکی جگہ فعولن رکھدیا۔

رفع بفتح راے مہملہ و سکون فا و عین مہملہ اس کے لغوی معنی اُٹھانے کے ہین اصطلاح مین ایک سبب خفیف کے حذف کرنے کو کہتے ہین اُس رکن سے جس کے اول مین دو سبب خفیف واقع ہوے ہون پس مستفعلن سے تفعلن رہا اسکو فاعلن سے بدل لیا۔

حذذ بفتح حاے حطی و دال منقوطہ اول مفتوح و ذال منقوطہ دوم ساکن بمعنی چھوٹا ہونا دم کا اصطلاح مین عبارت ہے اسقاط وتد مجموع سے جو آخر رکن مین واقع ہو پس مستفعلن سے مستف رہا اس کی جگہ فعلن بسکون عین رکھدیا اور یہ زحاف مستفعلن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اُسمین وتد مجموع نہین ہے۔

اذالہ بکسر الف و فتح ذال نقطہ دار و سکون الف دوم و فتح لام بمعنی دامن دراز کرنا اصطلاح مین عبارت ہے ایک الف وتد مجموع مین قبل از ساکن زیادہ کرنے سے بشرطیکہ وتد رکن کے آخر مین واقع ہوا ہو پس مستفعلن سے مستفعلان ہوگیا یہ زحاف مستفعلن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اس مین ایک وتد مفروق درمیان دو سبب خفیف کے ہے۔

ترفیل بفتح تاے فوقانی و سکون راے مہملہ و کسر فا و سکون یاے تحتانی و لام بمعنی دامن کھینچنا اور دراز کرنا اور بزرگ کرنا یہان مراد ہے وتد مجموع آخر رکن پر سبب خفیف زیادہ کرنے سے پس مستفعلن سے مستفعلن تن ہوگیا اس کو مستفعلاتن سے بدل لیا یہ زحاف بھی مستفعلن منفصل مین نہین آتا کیونکہ اس مین وتد مجموع نہین ہے **فائدہ** فارسی اور اُردو مین یہ زحاف کم آتا ہے عربی مین بکثرت۔

یہ نو زحاف مستفعلن کے ہوے اور فروع یہ ہین یعنی زحاف کے بعد ایسی شکلین اور نام پیدا ہوتے ہین

مفاعلن مخبون ـ مفتعلن مطوی مفعولن مقطوع فعلتن مخبول فعولن مخلع ـ فاعلن مرفوع فعلن بسکون عین محذوذ مستفعلان مذال مستفعلاتن مرفل مفاعلان مخبون مذال یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ مستفعلن خبن کی وجہ سے مفاعلن ہوا اور مفاعلن اذالہ کی وجہ سے مفاعلان ہوگیا مفتعلان مطوی مذال ہے مستفعلن طے کی وجہ سے مفتعلن ہوا اور مفتعلن اذالہ کے سبب سے مفتعلان بن گیا فعلتان عین اور لام کی تحریک سے مخبول مذال ہے اس فرع مین خبل اور اذالہ جمع ہوے ہین خبل کی وجہ سے مستفعلن فعلتن ہوا اور فعلتن اذالہ کے باعث سے فعلتان ہوگیا فاعلان مرفوع مذال ہے یہ فرع زحاف رفع اور اذالہ کے جمع ہونے سے بنی ہے رفع کی وجہ سے مستفعلن فاعلن ہوگیا اور فاعلن اذالہ کے باعث سے فاعلان بن گیا مفاعلاتن مخبون مرفل ہے خبن کی وجہ سے مستفعلن مفاعلن ہوگیا اور ترفیل کے سبب سے اس کے آخر مین تن زیادہ ہوکر مفاعلن تن بنا جسکو مفاعلاتن سے بدل لیا ـ فع محذوذ محذوف اس فرع حذذ و حذف یہ دو زحاف جمع ہوے ہین مستفعلن حذذ کی وجہ سے مستف ہوکر فعلن بسکون عین سے بدلا گیا پھر فعلن کے آخر سے بوجہ حذف کے سبب خفیف ساقط ہوگیا پس فع رہ گیا فاع محذوذ مقصور ہے یہ فرع حذذ اور قصر کے جمع ہونے سے بنی ہے حذذ کی وجہ سے مستفعلن مستف رہا اور قصر کی وجہ سے مستف کے پچھلے سبب خفیف کا حرف ساکن ساقط ہوکر اسکا ماقبل ساکن ہوگیا پس تے کے حذف ہوکر تاے فوقانی کے ساکن ہونیکے بعد مست رہا اسکو فاع سے بدل لیا ـ

زحافات مس تفع لن

زحافات مس تفع لن منفصل کے پانچ ہین ـ خبن ـ قصر ـ تشکل ـ تسبیغ ـ کف ـ

خبن سے حرف ساکن سبب خفیف جو رکن کے اول مین ہو گر جاتا ہے پس تفع لن سے سین گر کر متفع لن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا ـ

قصر سے حرف آخر سبب خفیف کا جو آخر رکن مین ہو گر جاتا ہے اور ماقبل اُسکا ساکن ہو جاتا ہے پس مس تفع لن کے مس تفعل مین حرف آخر کے سکون سے رہ گیا اسکی جگہ مفعولن رکھدیا ـ

تشکل سے مراد اجتماع خبن و کف کا ہے پس مس تفع لن سے بسبب خبن کے حرف سین اور بسبب کف کے حرف نون گر کر متفعل بضم لام رہا اسکو مفاعل مضموم اللام سے بدل لیا ـ

تسبیغ سے یہ مراد ہے کہ سبب خفیف کے درمیان مین جو رکن کے آخر مین واقع ہو ایک الف زیادہ کر دینا پس مس تفع لن سے مس تفع لان ہوگیا جیسا کہ صاحب میزان الافکار نے حدائق البلاغت سے نقل کیا ہے

مستفعلن متصل میں مستفعلان مذال کہلاتا ہے اور یہاں مسبغ۔
کف اصطلاح میں اُسے کہتے ہیں کہ رکن کے ساتویں ساکن کو کہ سبب خفیف میں ہو گرادیں پس مس تفع لن سے مس تفعل لام کے ضمے سے رہجاتا ہے۔ اور فروع مس تفع لن کے یہ ہیں مفاعلن مخبون۔ مفعولن مقصور مفاعلُ بضم لام شکول مس تفع لان مسبغ مستفعلُ بضم لام مکفوف فعولن مخبون مقصور یہ فرع مس تفع لن میں خبن وقصر کے جمع ہونے سے حاصل ہوئی ہے اسطرح کہ خبن کی وجہ سے مس تفع لن متفع لن ہوا اور پھر قصر کی وجہ سے پچھلے سبب خفیف کا حرف ساکن ساقط ہو کر اُسکا پہلا حرف کہ لام ہے ساکن ہوگیا اور اب متفعل رہ گیا جسکو فعولن سے بدل لیا مفاعلان مخبون مذال ہے مس تفع لن سے بوجہ خبن کے مفاعلن حاصل ہوا اور جب بوجہ اذالہ کے آخر کے وتد مجموع میں ساکن سے ماقبل ایک الف بڑھایا تو مفاعلان ہوگیا۔

زحافات مفعولات

زحاف مفعولات بضم تاے فوقانی کے نو ہیں۔ وقف۔ طے۔ خبن۔ خبل۔ کسف۔ رفع۔ صلم۔ جدع۔ نحر
وقف بفتح واو وسکون قاف وفا بمعنی کھڑا ہونا اصطلاح میں مراد ہے اسکان تاے مفعولات سے پس مفعولات بسکون تا رہ گیا اور مفعولان سے بدل لیا اور یہ بدل لینا محض واسطے امتیاز مفعولات غیر موقوف کے ہے ورنہ مفعولات بھی غیر مانوس نہیں۔
طے مراد ہے سبب خفیف ثانی کے حرف ساکن کے دُور کرنے سے پس بسبب طے کے واو گر کے مفعولات بضم تا رہا اسکی جگہ فاعلات بضم تاے آئے۔
خبن سبب خفیف اول کا ساکن گرانا پس بسبب خبن کے فے گر کر مفعولات سے معولات بضم تا رہا۔ اُسکو فعولات یا مفاعیل سے بدل لیا اور ان دونوں کا حرف آخر مضموم ہے۔
خبل یعنے اجتماع خبن وطے کا پس مفعولات سے بسبب خبن کے فے اور بسبب طے کے واو گر کر معُلاتُ رہا اسکو فعلات تاے مضموم سے بدل لیا۔
کسف بفتح کاف او سکون سین مہملہ وفا گرہن ہونے اور اونٹ کی ایڑی کاٹنے کے معنے میں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ۔ کشف شین معجمہ سے برہنہ کرنے کے معنے میں ہے لیکن صاحبان کشاف وقسطاس وقاموس ومفتاح اسے پہلے لغت سے تصحیح بتاتے ہیں اور اصطلاح میں مراد ہے اس سے وتد مفروق کے دوسرے متحرک کو گرادیں پس تاے آخر کے سقوط کے بعد مفعولات سے مفعولا باقی رہتا ہے اس کو مفعولن سے بدل لیتے ہیں اور صاحب مفتاح کے نزدیک کسف اجتماع وقف وکف کا نام ہے

پس مفعولات بسبب وقف کے مفعولاتْ بسکونِ تا رہا اور بسبب کف کے تاے ساکن گر کر مفعولا رہا اس کی جگہہ مفعولن رکھدیا پہلے قول کے مطابق کسف زحافات مفردہ مین سے ہوگا اور دوسرے قول کے موافق زحافات مزدوجہ مین سے۔

رفع بمعنے اُٹھانا یہان مراد ہے دُور کردینا سبب خفیف کا جو اول رکن مین واقع ہو پس مفعولات سے عولات رہ گیا اسکی جگہہ مفعول لام مضموم سے رکھدیا۔

صَلْم صاد مہملہ کے فتح اور لام اور میم کے سکون سے اسکے معنی جڑ سے ناک کان کاٹنے کے ہین اصطلاح مین مراد ہے وتد مفروق کے حذف کرنے سے پس مفعولات بسبب صلم کے مفعو رہا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا۔

جدع بفتح جیم و سکون دال و عین مہملہ سے بمعنی ناک یا کان یا ہاتھ یا ہونٹ کاٹنا اور اصطلاح مین مراد ہے اسقاط دو سبب خفیف سے اور حرف آخر وتد مفروق کے ساکن کرنے سے پس مفعو حذف ہوکر لاتُ بضم تا رہا پھر لاتُ کی تاے فوقانی ساکن ہوکر لات بسکون تا ہوا اسکی جگہہ فاع رکھدیا۔

نَحْر بفتح نون و سکون حاے حطی و راے مہملہ سینہ کاٹنا اور اونٹ کو مار ڈالنا اصطلاح مین عبارت ہے بعد جدع کے اسقاط الف سے پس مفعولات بسبب جدع کے لات بسکون تا رہا تھا اور اس سے الف ساقط ہوا تو لت رہ گیا اسکو فع سے بدل لیا یہ نو زحاف مفعولات کے ہین اور فروع اسکے اس قدر ہین **مفعولان**۔ باعلان نون موقوف **فاعلات** بضم التا مطوی **مفاعیل** بضم اللام مخبون **فعلات** بضم عین و تا مخبون **مفعولن**۔ مکسوف **مفعول**۔ بضم لام مرفوع **فعلن** بسکون عین اصلم **فاع**۔ مجدوع **فع**۔ منحور۔ **فائدہ** مجدوع اور منحور بموزن شمار کیے جاتے ہین **فاعلان** بسکون نون مطوی موقوف یہ فرع طے اور وقف کے جمع ہونے سے بنی ہے مفعولات طے کی وجہ سے مفعلات بضم تا ہوگیا اور وقف کی وجہ سے حرف آخر ساکن ہوگیا اسکو فاعلان سے بدل لیا مفاعیل بسکون لام مخبون موقوف ہے خبن کی وجہ سے مفعولات معولات بضم تا رہا اور وقف کی وجہ سے اسکا حرف آخر ساکن ہوگیا جس کو مفاعیل سے بدل لیا **فاعلن** مطوی مکسوف ہے اس فرع مین طے اور کسف دونون زحاف جمع ہوے ہین مفعولاتُ طے کی وجہ سے مفعلات ہوا اور کسف کی وجہ سے مفعلا رہ گیا اسکو فاعلن سے بدل لیا **فعلات** بضم عین و سکون تاے فوقانی مخبول موقوف ہے یہ فرع خبل اور وقف کے جمع ہونے سے بنی ہے مفعولات بسبب خبل کے علات بضم تا اور وقف کی وجہ سے حرف آخر ساکن ہوگیا اسکو فعلات سے بدل لیا اسکی جگہہ فعلان بھی متحرک کے ساتھ بھی استعمال کرتے ہین **فعلان** عین ساکن کے ساتھ مخبول موقوف مسکن ہے **فعِلن** بکسر عین مخبول

مکسوف ہے خبل کی وجہ سے مفعولات معلات بفتح میم وضم عین وضم تاے فوقانی رہ گیا اور کسف کی وجہ سے تاے فوقانی گر گئی اور معلا باقی رہا اسکو فعلن سے بدل لیا۔ فعولن مخبون مکسوف ہے مفعولات خبن کیوجہ سے معولات بضم تا رہ گیا اور کف کی وجہ سے حرف آخر گر کر معولا ہو گیا جس کو فعولن سے بدل لیا فعولان مخبون موقوف ہے اس لیے کہ خبن وو قف کی وجہ سے معولات بسکون تا ہو گیا اس کو فعولان سے بدل لیا۔

زحافات مفاعلتن

مفاعلتن کے آٹھ زحاف ہین عصب۔ عضب۔ قصم۔ عقل۔ جمم۔ نقص۔ عقص۔ قطف۔

عصب بفتح عین مہملہ وسکون صاد مہملہ و بائے موحدہ اسکے لغوی معنی فراہم کرنا شاخہاے درخت کا کاٹنے کے لیے اور خشک ہونا تھوک اور زبان کا منھ مین پیاس کی وجہ سے ہین۔ اصطلاح مین عبارت ہے اسکان لام مفاعلتن سے پس لسبب عصب کے مفاعلتن بسکون لام رہا اسکو مفاعیلن سے بدل لیا۔

عضب بفتح عین مہملہ و فتح ضاد معجمہ وسکون یاے موحدہ اسکے لغوی معنی شاخ کا توڑنا ہین اصطلاح مین رکن مفاعلتن مین خرم کرنے سے مراد ہے یعنی اُس وتد مجموع کا جو رکن کے اول مین ہو پہلا حرف گرا دینا تو یہان میم گر کر فاعلتن رہا اسکی جگہ مفتعلن نقل کر لیا۔

قصم بفتح قاف و فتح صاد مہملہ وسکون میم اسکے معنی دانت توڑنا ہین اور مراد ہے اجتماع خرم اور عصب بصاد مہملہ سے پس مفاعلتن سے لسبب خرم کے میم گرا اور لسبب عصب کے لام ساکن ہو گیا فاعلتن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا۔

عقل بفتح عین مہملہ وسکون قاف ولام لغوی معنی اس کے اونٹ کے بازو اور ساق باندھنے کے ہین اصطلاح مین اجتماع عصب بصاد مہملہ اور قبض کو کہتے ہین پس مفاعلتن کا لسبب عصب کے لام ساکن ہوا اور لسبب قبض کے گر پڑا مفاعلتن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا۔ اور مولوی سعد اللہ نے قول المانوس نے صفات القاموس مین یون کہا ہے کہ عقل مفاعلتن مین عصب اور قبض کے جمع ہونے کا نام ہے لیو مفاعلتن لسبب عصب کے مفاعیلن ہو گیا اور پھر معصوب مذکور قبض کی وجہ سے یاے تحتانی گر کر مفاعلن بن گیا غرض کہ مولوی صاحب اول مفاعلتن کا لام عصب کی وجہ سے ساکن کر کے مفاعیلن سے بدلتے ہین اور پھر مفاعیلن کی یاے تحتانی کو قبض کی وجہ سے گراتے ہین اور ہمارے پہلے قول مین یہ بیان ہے کہ مفاعلتن کا لام لسبب عصب کے ساکن ہو جاتا ہے اور

اُسکو بغیر مفاعیلن سے بدلے ہوئے بوجہ قبض کے لام ساکن کو گرا دیتے ہین پس مفاعتن رہتا ہے وہ
مفاعلن سے بدل دیا جاتا ہے مطلب ایک ہی ہے طرز بیان مین فرق ہے اور صاحب خزرجیہ کہتا ہے
کہ عقل عبارت ہے اس سے کہ مفاعلتن کے سبب ثقیل کے دوسرے متحرک کو کہ پانچوان حرف رکن کا
یعنی لام ہے گرا دین پس مفاعتن کو مفاعلن سے بدل لیتے ہین اور اس صورت مین عقل زحافات مفردہ
مین سے ہوگا **فائدہ** یہ مفاعلن مشابہ ہے ساتھ اُس مفاعلن کے جو مفاعیلن سے بسبب قبض کے
حاصل ہوا ہے لیکن امتیاز یہ ہے کہ یہ مفاعلن معقول سوا بحر وافر کے نہین آتا اس لیے کہ زحاف عقل
رکن مفاعلتن سے خصوصیت رکھتا ہے اور رکن مفاعلتن مخصوص ہے بحر وافر سے۔

جَمَم بفتح جیم تازی و میم اول و سکون میم دوم اسکے لغوی معنی مرد کا لڑائی مین بے نیزہ ہونا ہین اور اصطلاح
عروض مین مراد ہے اجتماع عقل و خرم سے پس مفاعلتن سے بسبب عقل کے لام ساکن ہوکر گر گیا اور بسبب
خرم کے میم متحرک حذف ہوئی فاعتن باقی رہا اسکو فاعلن سے بدل لیا۔

نقص بمعنی کم کرنا مراد اجتماع عصب بہ صاد مہملہ و کف سے ہے پس بسبب عصب کے مفاعلتن کا لام ساکن
ہوا اور بسبب کف کے نون ساکن گر پڑا مفاعلتُ بضم تا باقی رہا اسکو مفاعیلُ بضم لام سے بدل لیا۔

عَقص بفتح عین و سکون قاف و صاد مہملہ بمعنی زلفون کے بال بیٹنا اور اصطلاح مین عبارت ہے
اجتماع خرم و نقص سے پس بسبب خرم کے مفاعلتن سے میم گرا اور بسبب نقص کے لام ساکن ہوکر نون حذف ہوا
فاعلتُ بضم تا رہ گیا اسکی جگہ مفعولُ بضم لام لے آئے۔

قطف۔ بفتح قاف و سکون طاے مہملہ و فا اسکے لغوی معنی انگور وغیرہ کا خوشہ کاٹنا ہین اصطلاح عروض
مین مراد ہے اجتماع عصب بصاد مہملہ اور حذف سے پس مفاعلتن سے بسبب عصب کے لام ساکن ہوا اور
بوجہ حذف کے آخر کا سبب خفیف گر گیا مفاعل لام کے سکون سے رہا اسکی عوض مین فعولن لے آئے۔

یہ آٹھ زحاف مفاعلتن کے ہوے اور فروع کے یہ نام ہین معصوب صاد مہملہ سے مفاعیلن۔ معضوب
ضاد معجمہ سے **مفتعلن**۔ اجم **مفعولن**۔ معقول **مفاعلن**۔ اجم **فاعلن**۔ منقوص **مفاعیلُ** بضم لام
اعقص **مفعولُ** بضم لام۔ مقطوف **فعولن**۔

زحافات متفاعلن

زحاف رکن متفاعلن کے سات ہین۔ اضمار۔ وقص۔ خزل۔ قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔
اضمار بکسر الف و سکون ضاد معجمہ و میم و الف و راے مہملہ اسکے لغوی معنی گھوڑے کا دبلا کر دینا ہین اور فتح ربیع الابرار
مین چھپانے کے معنے مین لکھا ہے اور اصطلاح مین مراد ہے ساکن کرنے تاے متفاعلن سے

پس متفاعلن بسکون تا کی جگہ مستفعلن رکھتے ہین۔

وقص بفتح واو وسکون قاف وصاد مہملہ اسکے معنی گردن توڑنا ہین اور یہان مراد ہے اجتماع اضمار وخبن سے پس بسبب اضمار کے متفاعلن کی تے ساکن ہوئی اور بسبب خبن کے گر پڑی مفاعلن رہ گیا **فائدہ** مفاعلن سے شبہہ ہوتا ہے کہ وہ مفاعلن ہوگا جو مستفعلن سے بسبب خبن کے حاصل ہوا ہے یعنی مستفعلن سے بھی بسبب خبن کے سین گر کر مُتَفعِلُن رہتا ہے اور متفعلن مفاعلن سے منقول ہوجاتا ہے پس پہچان یہ ہے کہ مفاعلن موقوص متفاعلن کا سوا بحر کامل کے نہین آتا اسلیے کہ رکن متفاعلن بحر کامل سے مخصوص ہے۔

خزل۔ زکریا انصاری نے قصیدۂ خزرجیہ کی شرح موسوم بہ فتح رب البریہ مین لکھا ہے کہ خزل خاے معجمہ اور زاے معجمہ سے ہے اور بعض نے جیم اور زاے معجمہ سے لکھا ہے اور دونون صورتون مین حرف اول مفتوح اور دوم وسوم ساکن ہے اور معنے اسکے کاٹنے کے ہین یہان عبارت ہے اجتماع اضمار وطے سے پس متفاعلن سے بسبب اضمار کے لام ساکن ہوا اور بسبب طے کے چوتھا حرف ساکن حذف ہوگیا متفعلن رہ گیا اسکی جگہ مفتعلن رکھدیا۔

قطع بفتح قاف وسکون طاے مہملہ وعین مہملہ یعنی رکن کے آخر سے ساکن وتد مجموع کو گرا کر اسکا ماقبل ساکن کرنا پس متفاعلن سے متفاعل لام ساکن سے رہا اسکو فعلاتن عین مکسور سے بدل لیا۔

حذذ۔ بفتح حاے حطی وفتح ذال نقطہ دار اول وسکون ذال نقطہ دار دوم بمعنی دم کا چھوٹا ہونا اصطلاح مین مراد ہے رکن کے آخر سے وتد مجموع کا ساقط کرنا پس متفاعلن سے متفا رہا اسکو فعلن عین مکسور سے بدل لیا قاموس وصراح وغیرہ کتب لغت وعروض مین حذذ حاے حطی ودو ذال منقوط سے لکھا ہے لیکن مولوی صہبائی جَذَذ جیم مفتوح اور ایک ذال منقوط سے لکھتے ہین اور بیتے ہین کہ جس رکن مین یہ زحاف واقع ہو اُسکو اجذ کہینگے اور میر شمس الدین فقیر کا بھی یہی مقولہ ہے اور باعتبار لغوی معنی کے بھی دونون لفظ مترادف ہین اور یہ جو میزان الافکار مین لکھا ہے کہ بعضے اسے جیم اور دال مہملہ سے کہتے ہین انتہٰے تو یہ انکی غلطی ہے۔

اذالہ یعنی وتد مجموع مین جو رکن کے آخر مین ہو ایک الف زیادہ کرنا پس متفاعلن سے متفاعلان ہوگیا۔

ترفیل آخر رکن کے وتد مجموع پر ایک سبب خفیف اور بڑھانا پس متفاعلن سے متفاعلن تن ہوا اسکو متفاعلاتن سے بدل لیا۔

یہ سات زحاف متفاعلن کے ہوے اور فروع اسکی یہ ہین مستفعلن مضمر مفاعلن موقوص مفتعلن مخزول فعلاتن مقطوع فَعِلن بکسر عین محذذ یا اجذ متفاعلان مذال متفاعلاتن مرفل مستفعلان مخم

مذال یہ فرع اضمار اور اذالہ کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ متفاعلن میں اضمار کی وجہ سے تائے فوقانی کو سکون ہوگیا اور اذالہ کے سبب سے نون سے پہلے ایک الف بڑھ گیا اس طرح متفاعلان بن گیا جس کو مستفعلان سے بدل لیا اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ متفاعلن اضمار کی وجہ سے مستفعلن سے بدلا گیا اور اذالہ کے سبب سے مستفعلن مستفعلان بن گیا **مفاعلان** موقوص مذال ہے یہ فرع ان دو زحافوں کے جمع ہونے سے بنی ہے وقص و اذالہ متفاعلن وقص کی وجہ سے مفاعلن ہوگیا اور پھر مفاعلن اذالہ کی وجہ سے مفاعلان بنگیا **مفتعلان** مخزول مذال پہر متفاعلن خزل کی وجہ سے متفعلن ہوکر مفتعلن سے بدل گیا اور اذالہ کی وجہ سے مفتعلن میں نون سے قبل ایک الف زیادہ ہوکر مفتعلان ہوگیا **فعلان** بکسر عین محذوذ مذال ہے حذذ کی وجہ سے متفاعلن سے عین گر گیا تو متفا کو فعلن بکسور العین سے بدل لیا اذالہ کی وجہ سے اس میں ایک الف نون سے قبل زیادہ ہوکر فعلان بن گیا **مستفعلاتن** مضمر مرفل ہے یہ فرع اضمار اور ترفیل کے جمع ہونے سے بنی ہے اضمار کی وجہ سے متفاعلن کی تے ساکن ہوگئی پھر ترفیل کے سبب سے ایک سبب خفیف اسکے آخر میں اضافہ ہوا تو متفاعلن تن ہوکر مستفعلاتن سے بدل گیا **مفاعلاتن** موقوص مرفل ہے وقص کی وجہ سے متفاعلن مفاعلن ہوگیا اور ترفیل کے باعث سے ایک سبب خفیف اسکے آخر میں بڑھ گیا تو مفاعلن تن ہوا اسکو مفاعلاتن سے بدل لیا **مفتعلاتن** مخزول مرفل ہے متفاعلن خزل کی وجہ سے متفعلن ہوگیا تائے فوقانی کے سکون سے اور ترفیل کے باعث سے اسکے آخر میں ایک سبب خفیف زائد ہوکر متفعلن تن جسکو مفتعلاتن سے بدل لیا **مفعولن** مقطوع مضمر ہے زحاف قطع کے آنے سے متفاعلن متفاعل لام ساکن سے ہوگیا اور اضمار کی وجہ سے متفاعل کی تائے فوقانی ساکن ہوگئی پھر اسکو مفعولن سے بدل لیا **فعلن** بسکون عین محذوذ مضمر ہے حذذ کی وجہ سے متفاعلن متفا تائے متحرک سے رہ گیا اور اضمار کے سبب سے تا ساکن ہوگئی تو متفا کو فعلن سے بدل لیا۔

زحافات فعولن

رکن فعولن کے ساتھ زحاف ہیں۔ قبض۔ قصر۔ حذف۔ ثلم۔ ثرم۔ بتر۔ تسبیغ۔

قبض یعنی ساکن پنجم سبب کا نون گرانا پس فعولن سے فعول بضم لام رہا۔

قصر یعنے ساکن سبب خفیف کا آخر رکن سے گرانا اور اسکا ماقبل ساکن کرنا یعنی فعولن سے فعول بہ سکون لام ہو جاتا ہے۔

ثلم بفتح ثائے مثلثہ و سکون لام و میم بمعنی سوراخ کرنا اصطلاح میں مراد ہے رکن فعولن میں خرم کرنے سے یعنی وتد مجموع سے کہ رکن کے اول میں ہو حرف اول متحرک کو حذف کردیں پس فعولن سے عولن دور ہوکر

عولن رہا اسکی جگہ فعلن بسکون عین رکھا گیا۔

ثرم بفتح ثاے مثلثہ و راے مہملہ مفتوح و میم ساکن یعنی آگے کے دانت توڑنا اور اصطلاح عروض مین مراد اجتماع قبض و خرم سے ہے پس بسبب خرم کے فے اور بسبب قبض کے نون فعولن کا گر پڑا عول لام مضموم سے رہ گیا اسکو فعل عین ساکن اور لام مضموم سے نقل کر لیا اور فاع بھی اسکی جگہ رکھ سکتے ہین۔

بتر بفتح باے موحدہ و سکون تاے فوقانی و راے مہملہ یعنی جڑ سے اکھیڑنا اور دم کاٹنا اصطلاح مین عبارت ہے اجتماع حذف و قطع سے پس فعولن سے سبب خفیف بوجہ حذف کے گر گیا اور رہا و بسبب قطع کے گر کر عین ساکن ہو گیا اس طرح فع باقی رہا بعض اسکی جگہ فل تجویز کرتے ہین اور ابن قیس کے نزدیک تر یہ ہے کہ فعولن کا وتد گر جاوین پس لن باقی رہتا ہے اس صورت مین مرکب نہوگا۔

تسبیغ یعنے سبب خفیف کے درمیان مین الف بڑھانا پس فعولن سے فعولان ہو گیا۔

یہ سات زحاف فعولن کے ہوے اور اسکی فروع یہ ہین **فعولُ** بضم لام مقبوض **فعولْ** بسکون لام مقصور **فَعَلْ** بفتح عین و سکون لام محذوف **فعلن** بسکون عین اثلم **فعلُ** یا **فاع** اثرم **فع** ابتر **فعولان** مسبغ **فعلان** بسکون عین اثلم مسبغ اس فرع مین دو زحاف جمع ہوے ہین ایک ثلم جس کی وجہ سے فعولن سے عولن ہو جاتا ہے اور تسبیغ کی وجہ سے نون ساکن کے پیشتر ایک الف بڑھکر فعلان سے بدل لیا جاتا ہے اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ اول عولن کو فعلن سے بدل لیتے ہین پھر فعلن مین نون تسبیغ کا اضافہ ہو کر فعلان بن جاتا ہے۔

زحافات فاعلن

رکن فاعلن کے چھہ زحاف ہین۔ خبن۔ قطع۔ خلع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔

خبن یعنی ساکن سبب خفیف کو حذف کر دینا جو رکن کے اول مین ہو پس فاعلن سے فعِلن عین مکسور سے رہا۔

قطع یعنی ساکن وتد مجموع کو گرا کے اسکے ماقبل کو ساکن کرنا پس فاعلن سے فاعل رہا اسکی جگہ فعلن بسکون عین سے آئے اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے متحرک کو حذف کر دینا چاہیے اس صورت مین لام گر جائیگا اور فاعن رہیگا اسکو بھی فعلن سے بدل لینگے۔

بعض کہتے ہین کہ فعلن بسکون عین مخبون مسکن ہے یعنی فاعلن مین خبن کے بعد تین حرف متحرک جمع ہو گئے پھر بسبب تسکین کے درمیانی حرف کو ساکن کر دیا کہ وہ وتد مجموع کا پہلا حرف ہے پس فعلن بسکون عین حاصل ہوا وجہ اسکی یہ ہے کہ رکن مقطوع صرف مصرعون کے اواخر مین آتا ہے اور فعلن بحر متدارک مین ہر جگہ بھی آجاتا ہے اس تقدیر پر یہ فرع مخبون مسکن کہلائیگی اور بحر متدارک کے ساتھ خاص ہوگی فعلن کو فاعلن سے

مقطوع کہنے کی صورت مین علت تغیر اور ہے اور مخبون مسکن کہنے کی حالت مین علت تغیر دوسری چیز ہے اور پہلی صورت مین فاعلن کا نون اور لام کی حرکت گر کر فعلن حاصل ہوتا ہے اور دوسری صورت مین الف اور عین کی حرکت محذوف ہوکر فعلن بنا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب تمام شعر فعلن بسکون عین کے وزن پر ہو تو اُسکو مخبون مسکن کہنا چاہیے اور اگر عروض و ضرب مین فعلن واقع ہو تو اُسے مقطوع سمجھنا چاہیے اور مخبون مسکن متدارک کے سوا دوسری جگہ نہ آئیگا اور مقطوع بسیط مین بھی آتا ہے۔

خلع یعنے اجتماع خبن و قطع کا پس فاعلن سے الف بسبب خبن کے گرا اور نون بسبب قطع کے گر کر لام ساکن ہوا فعل بکسر عین و سکون لام ہوگیا۔ یہ قول ابن قیس کا ہے صاحب مخزن الفوائد نے جو خلع خبن و قصر کا اجتماع قرار دیا ہے اور فعلن کو مخبون مقصور لکھا ہے یہ غلط ہے اسلیے کہ قصر اصطلاح مین عبارت ہے اسقاط ساکن سبب خفیف اور اسکان ماقبل سے اور فعلن مخبون مین سبب نہین کیونکہ یہ رکن فاعلن سے حاصل ہوا ہے اور اس مین سبب خفیف کے بعد وتد مجموع ہے غرض کہ نہ اصل رکن فاعلن مین سبب کا وجود ہے نہ فعلن مخبون مین جو قصر آسکے۔

حذذ یعنے وتد مجموع کا ساقط ہونا پس فاعلن سے وتد مجموع گر کر فا رہا اسکو فع سے بدل لیا۔

اذالہ یعنی آخر رکن کے وتد مجموع مین ساکن سے ماقبل الف بڑھانا پس فاعلن سے فاعلان ہوگیا۔

ترفیل وتد مجموع پر سبب خفیف زیادہ کرنا پس فاعلن سے فاعلن تن ہوا اس کو فاعلاتن سے بدل لیا۔

یہ چھ زحاف فاعلن کے ہوے اور فروع اسکی یہ ہین فعلن بکسر عین مخبون فعلن بسکون عین مقطوع فعل بکسر عین و سکون لام مخلوع فع محذوذ فاعلان مذال فاعلاتن مرفل فعلان عین کے کسرے سے مخبون مذال یہ فرع دو زحافون کے اجتماع سے بنی ہے ایک خبن دوسرے اذالہ خبن کیوجہ سے فاعلن سے فعلن مکسور العین بنا اور اذالہ کی وجہ سے نون سے پیشتر ایک الف زیادہ ہوکر فعلان ہوگیا اور بعض کہتے ہین کہ فاعلان مذال ہین سے الف بسبب خبن کے گرنے کے بعد فعلان ہوجاتا کر فعلان سکون عین سے مقطوع مذال قطع کی وجہ سے فاعلن فاعل رہ کر فعلن ساکن العین سے بدل گیا۔ اور اذالہ کی وجہ سے ایک الف اضافہ ہوکر فعلان ہوگیا۔ اور بعض فعلان کو مخبون مسکن مذال کہتے ہین

بیان معاقبہ و مراقبہ و مکانفہ

معاقبہ بضم میم و فتح قاف و باے موحدہ اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کے پیچھے آنا ہین اور اصطلاح عروض مین اُسے کہتے ہین کہ ایک شعر مین جب دو سبب خفیف جمع ہون تو اُن دونون کو جائز ہین ایک ساتھ

رہنے دیں یا ایک کو رکھیں ایک کو گرائیں مثلاً بحر مجتث میں رکن مستفعلن کی سین اور نون کا ایک ساتھ گرانا جائز نہیں خواہ دونوں کو ثابت رہنے دیں خواہ ایک کو گرا کر ایک رکھیں اور دو سبب خفیف کے جمع ہونے کے ایک شعر میں تین طور ہیں یا یہ کہ بحسب وضع کے اصل رکن میں دو سبب خفیف جمع ہونگے جیسے مفاعیلن مستفعلن اور مفعولات میں یا بعد مزاحف ہونے کے دو سبب اکٹھے ہو جائیں جیسے متفاعلن مضمر ہو کر مستفعلن اور مفاعلتن معصوب ہو کر مفاعیلن ہو جاتا ہے یا دو رکن ملکر دو سبب خفیف پیدا ہونگے جیسے بحر رمل فاعلاتن فاعلاتن کہ یہاں رکن اول کا آخر اور رکن ثانی کا اول ملکر تن فا دو سبب خفیف ہو گئے پس یا تو ان دونوں سببوں کو سالم رکھکر تن فا پڑھتے ہیں یا سبب اول کے نون کو حذف کر کے ت فا حاصل کرتے ہیں یا دوسرے سبب کے الف کو دور کر کے تن ف پڑھتے ہیں ان تینوں صورتوں کو معاقبہ کہتے ہیں۔ اور ت ف کہنا جائز نہیں اس لیے کہ دونوں سببوں کے حرف ساکن حذف کر دینے سے تغلا پیدا ہو جائیگا اور یہ فاصلہ کبریٰ ہے جسے عروضی ثقیل جانتے ہیں۔

مُراقبہ بضم میم و فتح قاف و باے موحدہ اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کی نگہبانی کرنا ہیں اور اصطلاح میں اُسے کہتے ہیں کہ جب دو سبب خفیف جمع ہو جائیں تو دونوں کا گرانا اور دونوں کا ثابت رکھنا ایک ساتھ جائز نہیں بلکہ ایک کو ضرور گراتے ہیں اور یہ رکن مفاعیلن اور مفعولات اور مستفعلن میں واقع ہوتا ہے مثلاً بحر مضارع میں رکن مفاعیلن کی ی اور نون کا ایک ساتھ رکھنا اور ایک ساتھ گرانا جائز نہیں۔

مُکانفہ بضم میم و فتح نون و فا اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کو بکڑ لینا ہیں اور اصطلاح میں اُسے کہتے ہیں کہ جب دو سبب خفیف جمع ہو جائیں تو دونوں کا ایک ساتھ گرانا جائز ہو یعنی چاہیں تو دونوں کو ایک ساتھ رکھیں چاہیں گرا دیں یا ایک ہی کو رکھیں اور یہ حذف کرنا حرف ساکن کا بسبب کسی زحاف کے زحافوں متذکرۂ بالا سے ہوتا ہے چنانچہ رکن مفعولات میں بسبب جدع کے دونوں سبب خفیف گرجاتے ہیں یہ بھی معلوم رہے کہ یہ تینوں صورتیں ارکان سے کچھ خصوصیت نہیں رکھتی ہیں بلکہ بحروں سے متعلق ہیں یعنے ایک رکن میں کسی بحر کے درمیان معاقبہ ہے مراقبہ نہیں اور اسی رکن میں کسی دوسری بحر میں مراقبہ ہے معاقبہ نہیں اسلیے ہم لکھے دیتے ہیں کہ معاقبہ مدید منسرح رمل وافر ہزج خفیف طویل کامل اور مجتث میں آتا ہے مگر کامل و وافر میں ایسی حالت میں واقع ہوتا ہے کہ مضمر و معصوب ہو کر آئیں اور مراقبہ شاکل قریب جدید اور مضارع میں لازم ہے اور سریع و منسرح میں غالبًا ہوتا ہے اور بحر خفیف میں جائز ہے اور مکانفہ سریع منسرح بسیط اور رجز میں آتا ہے۔

کون کون زحاف کس کس زبان اور بحر سے خصوصیت رکھتا ہے

ناظرین پر مخفی نرہے کہ اگرچہ کل زحاف اڑتالیس ہین جن مین سے گیارہ زحاف حصب بصاد مہملہ عضب بضاد معجمہ۔ عقل۔ نقص قطف۔ قصم۔ جمم عقص۔ اضمار۔ وقص۔ خزل عربی سے مخصوص ہین۔ اور اہل فارس کے استعمال مین بہت ہی کم ہین۔ اور یہ تیرہ زحاف اہل فارس کی ایجاد سے ہین۔ جب۔ ہتم۔ زلل۔ بتر۔ جدع۔ نحر۔ جحف۔ ربع۔ درس۔ عرج۔ طمس۔ سلخ۔ رفع۔ عربی مین مستعمل نہین اور یہ چوبیس زحاف۔ خبن۔ طے۔ قبض کف خبل۔ شکل خرم۔ ثلم۔ خرب۔ بتر۔ شرم۔ قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔ خلع۔ وقف۔ کسف۔ صلم قصر۔ حذف۔ تسبیغ۔ تبر تشعیث۔ مشترک ہین جو تبر اہل فارس کی ایجاد سے ہے وہ رکن مفاعیلن سے مخصوص ہے اور تبر مشترک فعولن اور فاعلاتن سے مخصوص ہے مگر ہم نے اُنہی زحافات کو بیان کیا جو زبان اُردو مین کثرت سے مستعمل ہین خواہ وہ عربی سے مخصوص ہون یا فارسی سے اور جو زحاف اس زبان کے اشعار مین جاری نہین اُن کا ذکر خاص کر مع تفصیل بے سود ہے اور زحافات کی تقسیم بھی باعتبار خصوصیت کے جو اُنکو عربی وفارسی سے حاصل ہے اس کتاب مین بالکل فضول ہے مگر برسبیل شذوذ کہین ایسا بھی ہوگیا ہے خصوصًا فارسی کے تیرہ زحافون مین سے کُل چار زحاف جب۔ ہتم۔ زلل۔ بتر رباعی سے مخصوص ہین کسی رباعی کا عروض وضرب ان سے خالی نہین ہوتا لیکن اساتذہ نے رباعی کے وزن مین غزل کہنی بھی جائز رکھی ہے اسلیے یہ زحاف غزل کے عروض وضرب مین بھی آسکتے ہین باقی نو زحاف بہت ہی کم مستعمل ہین اور تعریف وتفصیل اُس زحاف کی زیادہ مفید ہوتی ہے جو زحاف کئی رکنون مین مشترک ہوتا ہے اور اگر غور سے دیکھو تو مستفعلن متصل مین مفعولان جسے اہل فارس اعرج کہتے ہین مقطوع مسبغ ہے اسلیے کہ مستفعلن مقطوع ہوکر مفعولن ہوجاتا ہے اور مفعولن تسبیغ سے مفعولان ہوسکتا ہے مگر اس سبب سے کہ اس حالت مین رکن کے آخر ہی مین کمی بھی اور بیشی بھی ماننی پڑے گی اور یہ معیوب ہے اسلیے ایک نیا زحاف ماننا پڑا اور مستفعلن کے لام کی تسکین کے قائل ہوے اور اسکو مفعولان سے بدل لیا اسی طرح مستفعلن متصل مین فعلان بسکون عین کو جسے مطموس کہتے ہین ہم اسے محذوذ مسبغ بول سکتے ہین کیونکہ مستفعلن محذوذ ہوکر فعلن بسکون عین رہ جاتا ہے اور فعلن مسبغ ہوکر فعلان ہوسکتا ہے مگر یہان بھی اسی خوف سے ایک نیا زحاف جس مین وہ عیب نہ ہو ماننا پڑا چنانچہ طمس۔ یعنے اسقاط عین ولام کے قائل ہوے اور مستفعلن کو فعلان سے بدل لیا بس اعرج کو اعرج اور مطموس کو مطموس کہنا چاہیئے نہ

اعرج کو مقطوع مسبغ اور مطموس کو مجذوع مسبغ ہر چند کہ یہ دونون زحاف ایک ہی رکن مین ہوتے ہین اور انکی
نظیر کہین پائی نہین جاتی مگر ان کا انکار نہین ہو سکتا کس لیے کہ ان دونون زحافون مین بلکہ سلخ
اور ذرس مین بھی کہ اول فاع لاتن منفصل مین اور دوم فاعلاتن متصل مین فاع ہو کر آتا ہی ایک
ایسا نیا تغیر ہوتا ہے جو سوائے مستفعلن متصل اور فاع لاتن منفصل اور متصل کے کسی اور رکن
مین نہین ہوتا یہان سے ثابت ہوا کہ محقق طوسی نے جو تشعیث کے بیان مین خلیل کے مذہب پر
یہ اعتراض کیا ہے کہ اسکی نظیر کہین پائی نہین جاتی بیجا ہے کیونکہ بہت سے تغیرات ایسے ہین جن کا نظیر
کہین پایا نہین جاتا اسی طرح شعث مین بھی ایک ایسا نیا تغیر ہوتا ہے کہ سوائے فاعلاتن کے اور
کہین پایا نہین جاتا۔

جبکہ اول مجمل بیان زحاف کا کیا گیا اور پھر ہر ایک رکن کے ساتھ زحافون کی تشریح ہوئی
تو اب ہر ایک زحاف کا حال بہ تخصیص بحور لکھا جاتا ہے۔ زحاف - **اذاله** بحر رجز و متدارک و بسیط و
کامل اور سریع و منسرح و مقتضب و مدید و جدید مین آتا ہے اور اکثر عروض و ضرب مین واقع ہوتا ہے حشو
مین کم اور صدر و ابتدا مین بالکل نہین آتا اور یہ ہم تیسرے موتی مین بیان کر چکے ہین کہ مصرع اول کے
پہلے جز کو صدر اور مصرع ثانی کے پہلے جز کو ابتدا و مطلع کہتے ہین اور مصرع اول کے پچھلے جز کو عروض
اور مصرع ثانی کے پچھلے جز کو ضرب و عجز بولتے ہین اور دونون مصرعون کے بیچ مین جو اجزا ہین انکا نام
حشو ہے **اضمار** اور **وقص** اور **خزل** یہ زحاف بحر کامل سے مخصوص ہین **ترفیل** یہ زحاف فارسی
و ریختہ مین نادر الوقوع ہے عربی مین بحر کامل سے اختصاص رکھتا ہے کبھی رجز مین بھی آتا ہی **تسبیغ**
بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث مدید خفیف ان آٹھ بحرون مین آسکتا ہے **تشعیث** بحر رمل مجتث مدید
خفیف چار بحرون مین آتا ہے **ثلم** یہ زحاف بحر متقارب مین واقع ہوتا ہے اور طویل مین بھی آتا ہے **جب**
یہ زحاف بحر ہزج اور مضارع مین آتا ہے **جدع** منسرح مقتضب سریع تین بحرون مین آتا ہے۔
حذذ بحر رجز و کامل و متدارک و بسیط مین بہت آتا ہے باقی بحرون مین اگرچہ مستفعلن متصل ہو بہت کم
آتا ہے **حذف** بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث طویل مدید خفیف۔ مشاکل قریب مین آتا ہے۔
خبن بحر رمل رجز متدارک منسرح مقتضب مجتث مدید بسیط سریع خفیف جدید گیارہ بحرون مین آتا ہے
جحف بحر رمل اور مجتث اور خفیف مین واقع ہوتا ہے **خلع** بسیط اور رجز اور متدارک مین آتا ہے **خرم** بحر ہزج
اور مضارع اور قریب مین واقع ہوتا ہے **رفع** رجز و منسرح دو بحرون مین آتا ہے **صلم** بحر منسرح
و مقتضب و سریع مین آتا ہے **طے** بحر رجز منسرح مقتضب بسیط سریع پانچ بحرون مین واقع ہوتا ہے

اور بشرط اضمار بحر کامل مین بھی آتا ہے **قبض** بحر ہزج متقارب مضارع طویل چار بحرون مین آتا ہے **قصر** بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث طویل مدید مشاکل خفیف جدید مین واقع ہوتا ہے **قطع** بحر رجز کامل رمل متدارک مقتضب مدید بسیط سریع یعنی خفیف نو بحرون مین آتا ہے چونکہ قطع رکن مستفعلن متفاعلن فاعلن مین آتا ہے اور اول سے مفعولن دوسرے سے فعلاتن عین بکسور سے تیسرے سے فعلن بسکون عین بعد قطع کے حاصل ہوتے ہین اور مفعولن و فعلاتن و فعلن اور ارکان سے بھی اور زحافات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین بس خیال رکھنا چاہیے کہ مفعولن سوائے بحر مضارع و مجتث کے سب بحرون مین مقطوع ہے اور ان دونون بحرون مین مقصور ایسے ہی فعلاتن صرف بحر کامل مین مقطوع ہے اور فعلن صرف بحر متدارک مین مقطوع ہے مگر متدارک مین فعلن کو خواجہ نصیر الدین طوسی کی رائے کے موافق مقطوع نہین کہہ سکتے۔ اور دوسرون کے نزدیک کہنا درست ہے **کف**۔ ہزج۔ رمل مضارع۔ مجتث۔ طویل مدید خفیف۔ قریب۔ جدید۔ مشاکل مین آتا ہے۔ **بتر** یہ زحاف تین طرح پر ہے یعنی اجتماع ثلم و حذف کو بھی بتر کہتے ہین جیسے فعولن سے فاع اور اجتماع حذف و قطع کو بھی بتر کہتے ہین جیسے فاعلاتن سے فعلن اور اجتماع خرم و جب کو بھی بتر کہتے ہین جیسے مفاعیلن سے فع پس بعض رکن مین اس کا لقب ابتر ہوتا ہے اور بعض مین مقطوع و محذوف کہتے ہین اور بعض مین اخرم و مجبوب بولتے ہین اور یہ زحاف حسب تشریح ارکان مذکورۂ بالا بحر ہزج و رمل و تقارب و مضارع و مجتث و خفیف و مدید مین آسکتا ہے **شرم** بحر طویل و متقارب مین واقع ہوتا ہے **خبل**۔ چار بحر منسرح اور رجز اور بسیط اور سریع مین آتا ہے **خرب** بحر ہزج و مضارع و قریب مین آتا ہے **ربع** بحر رمل و مضارع مین آتا ہے **زلل** بحر ہزج اور مضارع مین آتا ہے **شتر** بھی بحر ہزج اور مضارع مین واقع ہوتا ہے **تشکل** یہ زحاف بحر رمل و مجتث و مدید و خفیف مین آتا ہے۔ آٹھ زحاف **عصب** بصاد مہملہ **عضب** بضاد منقوطہ **جمم**۔ **عقل**۔ **عقص**۔ **قصم**۔ **قطف**۔ **نقص**۔ بحر وافر سے مخصوص ہین ان آٹھ زحاف مین سے چار زحاف عضب بضاد معجمہ قصم۔ جمم۔ عقص۔ صدر و مطلع سے مختص ہین اور تین زحاف عصب بصاد مہملہ۔ عقل۔ و نقص عام ہین اور قطف عروض و ضرب مین آتا ہے **کسف**۔ و نحر یہ زحاف بحر منسرح مقتضب اور سریع تین بحرون مین آتے ہین **وقف** بحر منسرح۔ مقتضب۔ سریع تین بحرون مین آتا ہے **ہتم**۔ یہ زحاف بحر ہزج اور مضارع مین واقع ہوتا ہے۔

باوجودیکہ اضمار بحر کامل سے خصوصیت رکھتا ہے اور عصب بحر وافر سے مخصوص ہے لیکن نواب سید محمد خان رند تخلص شاگرد خواجہ حیدر علی آتش نے ان دونون زحافون کو ایک بحر مین جمع کیا ہے۔ ؎

مدت ہوئی نہین دیکھا دلدار کو قیامت ہے	تدبیر کچھ نہین بنتی کیا موت سے ندامت ہے

تقطیع مدت ہوئی مستفعلن نہین دیکھا مفاعیلن دلدار کو مستفعلن قیامت ہے مفاعیلن تدبیر کچھ مستفعلن نہین بنتی مفاعیلن کیا موت سے مستفعلن ندامت ہے مفاعیلن۔

تنبیہ ارکان افاعیل مین سے فاعلن اور فعولن مفاعیلن کی فرع واقع ہوے ہین اور مفاعیلن مفاعلتن کی فرع ہے اور مستفعلن متفاعلن کی پس یہ چارون بہ نسبت اپنے اصول کے فرع ہونگے اور انہی فروع کے مقابلے مین اصول ہونگے۔

یہ بھی جاننا چاہیے کہ زحاف تین قسم کے ہین **ایک** وہ جو بیت مین سب جگہ آتے ہین اور وہ یہ چھ ہین خبن۔ طے۔ قبض۔ کف۔ خبل۔ شکل۔ مگر کف اور شکل اور خبل عروض وضرب مین نہین آتے یہ زحاف چونکہ کسی خاص مقام سے خصوصیت نہین رکھتے اس وجہ سے ان کو عام کہتے ہین۔

دوسرے وہ کہ صدر ومطلع سے مخصوص ہین اور باقی ارکان مین نہین آتے اور وہ پانچ ہین خرم ثلم خرب۔ شتر۔ ثرم۔ مگر استعمال عرب مین یہ پانچون زحاف صدر ومطلع سے مخصوص ہین اہل فارس وریختہ نے انکو کسی مقام سے مخصوص نہین رکھا یہانتک کہ کبھی کبھی خرم وثلم کو عروض وضرب مین بھی استعمال کر جاتے ہین البتہ جس وقت حشو وغیرہ مین خرم کرتے ہین تو اس وقت خرم نہین کہتے تخنیق کہتے ہین اور رکن کو بجاے اخرم کہنے کے مخنق بولتے ہین اور تخنیق خاے نقطہ دار اور نون کے ساتھ گلا گھونٹنے کے معنے مین ہے حدائق العجم مین اسی طرح لکھا ہے لیکن علامہ نقشبند نے شرح خزرجیہ مین حاے مہملہ اور باے موحدہ کے ساتھ بیان کیا ہے اور تحبیق کے معنے جمع کرنا ہین اور اس صورت مین رکن کو محبق کہنا چاہیے مگر مشہور خاے نقطہ دار دونون ہی سے ہے اور باقی چار زحافون کا نام بھی نہین بدلتے پس اہل فارس وریختہ کے استعمال مین بجاے چھ زحاف کے گیارہ زحاف عام ہین۔

تیسرے وہ جو عروض وضرب سے مخصوص ہین اور باقی ارکان مین نہین آتے اور وہ یہ تیرہ ہین قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔ خلع۔ وقف۔ کسف۔ صلم۔ قصر۔ حذف۔ تسبیغ۔ بتر۔ تشعیث۔ پچھلی دونون قسمون کے زحاف خاص کہلاتے ہین۔

فائدہ جلیلہ۔ صاحب معیار الاشعار نے ایک زحاف ایجاد کیا ہے اور وہ فارسی کے ساتھ مختص ہے محقق طوسی کہتے ہین از جملہ تغیرات عام کہ بہ شعر فارسی خاص ست یکے آن ست کہ ہر کجا سہ حرف متحرک متوالی افتد تسکین اوسط روا دارند و در یک وزن محرک و مسکن باہم بیامیزند و این مطرد ست الا آنجا کہ مانعے افتد مثلا باشد کہ بحر بسبب تسکین در بدل افتد

چنانکہ درین وزن کہ فَعِلاتُ فاعلاتن اگر عین فَعِلاتُ مسکّن کنند تا این وزن شود مفعول فاعلاتن ہر یک از بحر دیگر ست پس تسکینے کہ مقتضی اشتباہ بود نشاید۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں کہین تین مسلسل متحرک حرف واقع ہون ان مین تسکین اوسط جائز ہے لیکن ایسے موقعون پر جہان کوئی ایسا مانع موجود ہے جس سے بحر بدل جانیکا اندیشہ ہے مثلاً وزن رمل مثمن مشکول فَعِلاتُ فاعلاتن اگر فَعِلاتُ کے عین کو ساکن کردیا جاے تو بحر بدل جائے گی اور مضارع کا وزن مفعول فاعلاتن پیدا ہوجائے گا ایسی صورت مین تسکین جائز نہین۔

چوتھا شہر تقطیع کے بیان اور حروف ملفوظی و مکتوبی کے ذکر مین

مخفی نہ رہے کہ لغت مین تقطیع کے معنے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہین اور اصطلاح علم عروض مین جزو شعر کو ارکان افاعیل سے ہموزن و برابر کرنے کو کہتے ہین تقطیع مین تخصیص نہین کہ حرکات باہم یکسان آئین اسی قدر کافی ہے کہ متحرک اور ساکن مقابل ہوجائین یعنی یہ ضرور نہین کہ ضمہ مقابل ضمے کے اور فتحہ مقابل فتحہ کے اور کسرہ متعلق کسرے کے ہو حرکت کا مقابل حرکت کے اور سکون کا مقابل سکون کے ہونا شرط ہے مثال۔

ذوق

عدد آیا ہے بنکر نامہ بر لکھا نصیبون کا	کرینگے لیکے کیا خط مدعی سے مدعا سمجھے

تقطیع عدد آیا مفاعیلن ہ بنکر نا مفاعیلن مہ بر لک کا مفاعیلن نصیبو کا مفاعیلن کرے گے لے مفاعیلن ک خط کا مد مفاعیلن دعی سے مد مفاعیلن دعا سمجھے مفاعیلن۔

ایضاً

دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب	کام چور اس کام پر کس منہ سے اجرت کی طلب

تقطیع۔ دل عبادت فاعلاتن سے چرانا فاعلاتن اور جنت فاعلاتن کی طلب فاعلن ٭ کام چورس فاعلاتن کام پر کس فاعلاتن منہ سے اجرت فاعلاتن کی طلب فاعلن ٭ الفاظ بے معنے اکثر اشعار کے تقطیع کرنے مین مقابل ارکان کے واقع ہوتے ہین اگر با معنے ہون تو بہتر ہے مگر یہ کچھ

ضرور نہین ہے۔

اس شعر مین ذوق کے ہر رکن کے مقابل الفاظ با معنے آتے ہین۔

مرے دل مین جو حسرت ہے نکالون مین کہان اسکو ۔۔ نہ وہ زیر فلک نکلے نہ وہ زیر زمین نکلے

تقطیع مرے دل مین مفاعیلن جو حسرت ہے مفاعیلن نکالون مین ۔ مفاعیلن کہان اسکو مفاعیلن نہ وہ زیرے مفاعیلن فلک نکلے مفاعیلن نہ وہ زیرے مفاعیلن زمین نکلے مفاعیلن۔

اس امر کا بھی لحاظ مستحسن بلکہ واجب ہے کہ جزو شعر کا جو مقابل جزو بحر کے واقع ہو وہ مضحکہ انگیز نہ ہو جیسے میر حسن کے اس شعر مین۔ ؎

الگ ہم سے یون رہنا اور چھوٹنا ۔۔ یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا

عروض و ضرب مین ٹنا مقابل فعل کے واقع ہے اگرچہ اساتذۂ کرام و بلغاے عظام کی نظر بیشتر بلندی مضامین و ایجاد لطائف معانی و مراعات علم بیان و بدیع وغیرہ امور معظم پر مقصور ہوتی ہے اور نگاہ التفات امور رکیکہ اور کسی جزئیات کی طرف کم ہوتی ہے اور ارتکاب اس قسم کے عیوب کا کلام کو پایۂ اعتبار سے ساقط اور مرتبہ کمال متکلم کو پست بھی نہین کرتا تاہم ایسی ترکیبون سے احتراز اولے ہے کیونکہ اکثر ارباب دول اور صاحبان فراست کے سامنے خجل ہونا اور خفت اُٹھانا پڑتا ہے چنانچہ سرخوش نے اپنے تذکرے مین لکھا ہے کہ ایک شاعر نے جہانگیر کی مدح مین ایک قصیدہ کہا تھا اور اُسنے پڑھنا شروع کیا جب ہی کہ پیش مصرع مطلع کا پڑھا ؎ اے تاج دولت بر سرت از ابتدا تا انتہا ٭ فرمایا کہ تو عروض جانتا ہے اور شعر کے وزن و تقطیع سے باخبر ہے عرض کیا کہ مجھے یہ چیزین معلوم نہین فرمایا کہ اگر عروض دان ہوتا تو تیری گردن مروا دیتا شاعر بیچارہ گھبرا گیا کہ کیا خطا واقع ہوئی مہربانی سے آگے طلب کر کے فرمایا کہ جب اس مصرع کی تقطیع کرین تو اس طرح وزن ہوگا اے تاج دو مستفعلن لت بر سرت مستفعلن از ابتدا مستفعلن تا انتہا مستفعلن لت بر سرت بدیمن اور بد فال ہے شاعر کو ایسی چیزون سے خبردار رہنا چاہیے۔

تقطیع کے واسطے اول جاننا ارکان بحور کا اور واقفیت اوزان بحور کی ضرور ہے تاکہ تقطیع حقیقی چھوڑ کر غیر حقیقی نہ کرے **تقطیع حقیقی** اُسکو کہتے ہین کہ تقطیع مین بحر کے ہر رکن مطابق و صحیح آئین جیسے اس شعر کی تقطیع مین۔

وحشت گئی نہ بعد فنا بھی مرا غبار ۔۔ ذوق ۔۔ باتین کرے ہے سقف سپہر کہن کے ساتھ

تقطیع وحشت گ مفعولُ اِیٔ ن بعد فاع لاتُ فنا بی م مفاعیلُ راغبار فاع لان ؛ باٹے ک مفعول رے ہ سقف فاع لات سپہرے کُ مفاعیلُ ہین کے سات فاع لان ؛ یہ وزن بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور کا ہے - اور **تقطیع غیر حقیقی** وہ کہ جو اسکے مخالف ہو مثلاً اُس شعر کی تقطیع اُس طرح پر کی جاے وحشت گئی مستفعلن نہ بعد فعول فنابی فعولن مرا غبار مفاعلان ؛ باٹے کرے مستفعلن ہ سقف فعولن کمن ک سات مفاعلان ؛ یہ رکن کسی بحر خاص کے نہین ہین اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ تقطیع مین حروف غیر ملفوظی شامل نہ کیے جائین اور جو حروف کہ لکھے جاتے نہین مگر پڑھنے مین آتے ہین وہ تقطیع مین شمار کر لیے جائین یعنے حروف مکتوبی غیر ملفوظی تقطیع سے ساقط کردیے جاتے ہین اور حروف ملفوظی غیر مکتوبی داخل کر لیے جاتے ہین -

بیان حروف مکتوبی غیر ملفوظی

مثال حروف مکتوبی غیر ملفوظی کی فارسی مین لفظ خودداری ہے کہ واو اُسکی تقطیع مین نہین آتی -

اکبر

وہ ادا کی کہ قضا آگئی خودداری کی	وہ نظر کی کہ اثر کر گئی جادو کی طرح

تقطیع - وادا کی فعلاتن کہ قضا آ فعلاتن گ یِ خُدْ دا فعلاتن ری کی فعلن ؛ و نظر کی فعلاتن کہ اثر کر فعلاتن گ یِ جادو فعلاتن ک طرح فعلن ؛ اسی طرح خورشید کی واو تقطیع مین نہین آتی -

ارشد

پیمانۂ مے ہاتھ مین ساقی کے نہین تھا	خورشید کو تیجے مین لیے ماہ مبین تھا

تقطیع پیمان مفعول ءِ مے ہات مفاعیل م ساقی ک مفاعیل نہی تا فعولن ؛ خرشید مفعول کُ تیجے م مفاعیل لیے ماہ مفاعیل بیں تا فعولن اور ہندی مین ہاے مخلوط التلفظ معتبر نہین ہوتی جیسے گھر اور تجھ اور جھنڈولا کی ہا اسی طرح انشا کے اس شعر مین لفظ کھولے اور مکھڑے اور گھونگھٹ اور پھر کی ہا تقطیع مین ساقط ہوتی ہے - شعر

کھولے جب چاند سے اُس مکھڑے کا گھونگھٹ عاشق	کیون نہ پھر لیوے بلائین تری چٹ چٹ عاشق

تقطیع کول جب جا فاعلاتن د س اُس مُک فعلاتن ڑ ک گو گٹ فعلاتن عاشق فعلن ؛ کون پر سے فعلاتن بلائے فعلاتن تر چٹ چٹ فعلاتن عاشق فعلن ؛ ان اشعار مین سواے حروف مذکورہ بالا کے اور حروف

بھی تقطیع کے وقت نکال ڈالے جاتے اور تون ینڈول اور داغون سے وغیرہ الفاظ کا بھی معتبر نہین ہوتا اور جہان الفاظ عربی پر الف لام وارد ہو وہان الف تقطیع مین نہین آتا جیسے بوالہوس اور انا الحق اور ابوالحسن اور عبدالحمید وغیرہ ان اشعار کی تقطیع سے سب کی مثالین معلوم ہو سکتی ہین۔

ناسخ

یہ کس شاعر نے ناموزون کیا مصراع موزون کو	غضب ہے سرو باندھا اُس پری کے قد گلگون کو

تقطیع غضب ہے سر مفاعیلن و باداُس مفاعیلن پری کے قد مفاعیلن دگلگو مفاعیلن ÷ یہ کس شاعر مفاعیلن ن ناموزو مفاعیلن کیا مصرا مفاعیلن ع موزو کو مفاعیلن۔

امانت

یا لٹ کی چوٹ دیتے ہین سر کا بتا کے ہاتھ	ہین انکی گھائیون مین بھکیتی کی پھرتیان

تقطیع۔ ہے انک مفعول گائیوم فاعلات یکیتی ک مفاعیل پرتیا فاعلن ÷ یالٹ ک مفعول چوٹ دیت فاعلات ہ سر کا ب مفاعیل تاک ہات فاعلان۔

دبیر

ای لال جھنڈوے ترے بالو پہ مین واری	بانو سر اصغر کے قریب آ کے پکاری

تقطیع بانوس مفعول راصغر ک مفاعیل قریباک مفاعیل پکاری فعولن ÷ ای لال مفعول جھنڈوے ت مفاعیل ربالوپ مفاعیل م واری فعولن۔

مومن

وہ تو وارد ہے کیا جانے دیار عشق کی رسمین	رقیب بوالہوس نے رونمائین تیرے کب جان دی

تقطیع رقیبے بل مفاعیلن ہوس نے رو مفاعیلن نمائے تے مفاعیلن رکب جادی مفاعیلن ÷ و تووارد مفاعیلن ہ کاجانے مفاعیلن دیارے عش مفاعیلن ق کی رسمین مفاعیلان

دبیر

کہتے ہین انا العبد لرز کر صنم و دیر	خود فتنۂ دشر پڑھ رہے ہین فاتحہ خیر

خد فتن مفعول وشر پڑھ مفاعیل رہے فات مفاعیل حہ نے خیر مفاعیل ÷ کہتے ہ مفعول انل عبد مفاعیل لرز کر ص مفاعیل نمو دیر مفاعیل ÷ کبھی الف لام دونون تقطیع مین گر جاتے ہین ، جیسے اس شعر مین۔

آسمان جاہ انجم

زاہد تو ہی بتا ہے وہان کیا دھرا ہوا	بیت الصنم کو چھوڑ کے کعبے کو جائین کیون

تقطیع۔ بیتُص صَن مفعول تُم کُ چوڑ فاعلات ک کعبے کُ مفاعیل جا،کون فاعلان اور یہ عام قاعدہ ہے کہ نون غنہ لفظ ہین اور مین اور وہان اور جہان اور کہان اور کہین اور کہون اور جون اور ہون اور نون جمع وغیرہ کے مصرع کے بیچ مین تقطیع مین نہین آتے چنانچہ یہ بات اوپر کی مثالون سے بھی ظاہر ہوئی اور امثلہ ذیل سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔

صفیر

کیا چمک کر وہ ہین کہتے کہ ہمارے عارض	جب مین کہتا ہون کہ ہین کسکے پیارے عارض

تقطیع جب مَ کہتا فاعلاتن ہُ کِ ہے کس فعلاتن ک پیارے فعلاتن عارض فعلن۔ کا چمک کر فاعلاتن وہ کہتے فعلاتن ک ہمارے فعلاتن عارض فعلن + اس شعر مین لفظ مین اور ہین اور ہون کے نون غنہ تقطیع مین نہین شمار کیے جاتے۔

ذوق

مصروف زخم دل کی ہگس رانیون مین ہم	سینے کا چاک سینے کی فرصت کہان کہین

ولہ

ابھی ہمنے تجھے تنہا نہ پایا	جہان دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا

ان شعرون مین الفاظ کہان اور رانیون اور جہان وغیرہ مین نون تقطیع مین شمار نہین کیا جاتا اور نون غنہ جسکا اوپر ذکر ہوا آخر مصرع مین ہو تو اُسکے گرانے اور رکھنے کا اختیار ہے اور اس کا حال بحور کے بیان مین معلوم ہوگا اور اگر وسط مصرع مین ایسا لفظ آئے کہ اُسکے آخر مین سوا نون کے اور کوئی حرف ساکن ہو اور اُس حرف کا ماقبل بھی ساکن ہو اور اسکے حرف علت ہونے کی قید نہو تو اُس حرف کو موقوف کہتے ہین اور وہ حرف اکثر اسطرح تقطیع مین آتا ہے کہ اُسپر کوئی حرکت قرار دے لی جاتی ہے اور جو آخر مین واقع ہو تو اُسکو بحالہ ساکن رکھتے ہین جیسا کہ ہمنے تقطیع وغیرہ کے بیان مین اوپر لکھا ہے کہ عروضیون کے نزدیک جس حرف کا ماقبل ساکن ہو وہ ساکن نہین متحرک کے حکم مین ہے اور آخر مصرع مین بدرجہ مجبوری اُسکو ساکن مانتے ہین کیونکہ آخر مین ہر ایک لفظ سکون کو چاہتا ہے مثال لفظ موقوف کی تلاش معاش چشم خشم زرد درد دیر سیر وغیرہ۔

شعوری

روشن ہے یہ کہ مو ہوا تجھپہ آفتاب	پھیرا ہے ہے چار پہر مضطر آفتاب

اس شعر مین چاہ کی را اور آفتاب کی فا اور محو کی واو تقطیع مین متحرک ہو جاتی ہین اور آفتاب کی باے موحدہ ساکن رہتی ہے تقطیع۔ بر تا ر مفعول ہے وہ چار فا علات بہر مضط مفاعیل رُ آفتاب فاعلان۔ روشن وہ مفعول ہے کہ محو فاعلات ہوا تج پہ مفاعیل رآفتاب فاعلان۔

مہدی علیخان جلیس

پاس رہنے کا بھلا ہے بر دلکا کیا کام اب تو غیرونکو سمجھتے ہین وہ اچھا دل مین

اس شعر مین پاس کا سین متحرک رکھا گیا ہے کیونکہ درمیان مین واقع ہوا ہے اور لفظ کام ور مین آخر مصرع مین واقع ہوے ہین ایک مین میم موقوف ایک مین نون غنہ حرف آخر تھا اور دونون ساکن ہی رکھے گئے ہین (کا کام) اور (دل مین) فعلان کے وزن پر ہین اور بسبب اسکے کہ نون غنہ پڑھنے مین نہین آتا فعلان کی جگہ فعلن بھی درست ہے۔ اگر وسط مصرع مین تین ساکن آجائین تو اول کو بحال خود رکھتے ہین اور دوسرے کو متحرک کر لیتے ہین تیسرے کو تقطیع مین شمار نہین کرتے ہین اور اگر آخر مصرع مین ہو تو حرف اول و دوم کو بحال خود ساکن رکھتے ہین اور تیسرے کو گراتے ہین۔

غالب

دوست غمخواری مین میری سعی فرماینگے کیا زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جاینگے کیا

اس شعر مین لفظ دوست کی واو ساکن اور سین متحرک ہوگا اور تاے فوقانی ساقط ہو جائے گی تقطیع۔ دوس غم خا فاعلاتن ری م میری فاعلاتن سعی فرما فاعلاتن ئے گ کا فاعلن + زخم کے بر فاعلاتن نے تلک تا فاعلاتن خن ن بڑجا فاعلاتن ئے گ کا فاعلن۔

سعد اللہ شاہ

وابستہ ہو تجھسے اپنی یان زیست جب تو ہی نہین تو پھر کہان زیست

اس بیت مین لفظ زیست آخر مین واقع ہے حرف یا اور سین ساکن ہین اور تاے فوقانی ساقط ہوتی ہے تقطیع۔ وابست مفعول ہ تجس اپ مفاعلن ن یا ز یس مفاعیل جب تو ہ مفعول نہی ت پہر مفاعلن کہاں زیس مفاعیل + اور یاے تحتانی کیاری اور نیولا اور کیون وغیرہ الفاظ کی اور اکثر یاے تحتانی لفظ پیار اور خیال کی تقطیع مین نہین آتی۔

انشا

ہے ہماری ہی طرح تجھکو بھی کیاری وزہ	بوسی نرگس کی جو کیاری مین نہ دیکھا پانی

تقطیع بول نرگس فاعلاتن کی ج کاری فعلاتن م ن دیکھا فعلاتن پانی فعلن ہی ہماری فاعلاتن سطرح تج فعلاتن کب کاری فعلاتن روزہ فعلن -

گلزار نسیم

نیولا یکڑا ستین مین پالا ہے	جانا کہ یہ ہے شگون نرالا

تقطیع جاناک مفعول ے ہے شگو مفاعلن نرالا فعولن + نولاپ مفعول کڑاستی مفاعلن م پالا فعولن -

میر تقی

جی کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا	عشق بڑے ہی خیال پڑا ہے چین گیا آرام گیا

تقطیع عشق فعل بڑے ہی فعولن خال فعل پڑا ہے فعولن چین فعل گیا آ فعولن رام فعل گیا فعل ج دل کا فعلن جانا فعلن ٹھر فعل گیا ہے فعولن صبح فعل گیا یا فعولن شام فعل گیا -

انشا

اب جو لیٹا ہے تو آ پیار کی کروٹ سے لپٹ	کھول آغوش نہ تو مجھ سے رکاوٹ سے لپٹ

تقطیع کول آ اغو فاعلاتن ش ن تو مج فعلاتن س رکاوٹ فعلاتن س لپٹ فعلن + اب ج لیٹا فاعلاتن ہ تُ اا پا فعلاتن رک کروٹ فعلاتن س لپٹ فعلن +

یکرنگ

دوست کا ہوتا ہے دشمن کوئی پیارے اسقدر	کیون ہوئے ہو تم کہو دشمن ہمارے اسقدر

تقطیع کو ہوے ہو فاعلاتن تم کہو دش فاعلاتن من ہمارے فاعلاتن اس قدر فاعلن + دوس کا ہو فاعلاتن تا ہ دشمن فاعلاتن کوئی پارے فاعلاتن اس قدر فاعلن + جو حرف اپنے ماقبل کی حرکت کے اظہار کے لیے ہو وہ حرف بھی مکتوب غیر ملفوظ ہے یعنی تقطیع مین نہ آئیگا جیسے ہاے مختفی نالہ اور لالہ اور بقچہ اور غنچہ کی -

حسن علی خان اثر

شیون زنجیر خواب بخت کو افسانہ تھا	سن کے غل شب تا در زندان جو آ کر پڑ گیا

تقطیع سنگ غل شب فاعلاتن تا در زن فاعلاتن دو اا کر فاعلاتن پڑ گیا فاعلن + شیون زن

فاعلاتن جیر خا بے فاعلاتن بخت کوا ف فاعلاتن سان تا فاعلن + اور بہت سی جگہ یاے تحتانی جیسے اور ایسے اور اُسے اور ماسے اور میرے اور تیرے اور تمھارے اور ہمارے اور پیشانی اور نورانی وغیرہ الفاظ کی اور اکثر موقعون پر ہا لفظ وہ اور شہ وغیرہ کی اور واو جو اور ہو اور کو اور تو وغیرہ کی تقطیع کرتے وقت خارج کر دیتے ہین اور یہ باتین امثلہ صدر مین بخوبی ظاہر ہین اور اشعار ذیل سے بھی واضح ہوتی ہین۔ ؎

ہاے وہ دل جسے ہم سمجھے تھے افلاک کے مول	دولت عشق سے بکتا ہی یہان خاک کے مول

تقطیع ہاے وہ دل فاعلاتن جس ہم سم فعلاتن جت افلا فعلاتن ک کِ مول فعلان + دو لتے عش فاعلاتن قس بکتا فعلاتن ہ یہا خا فعلاتن ک ک مول فعلان + اس شعر مین یاے تحتانی الفاظ جسے اور تھے اور اسے کی تقطیع مین محسوب نہین اسلیے کہ پڑھنے مین نہین آتی رحمت مصرعہ بل ہم سے وہ ہر بات یہین کر جاتے ہین کیسے + تقطیع بل ہم س مفعول وہ ہر بات مفاعیل یہ کرجا مفاعیل ۃ کیسے فعولن + اس مصرع مین ہم سے اور کر جاتے کی یاے تحتانی اور وہ کی ہا شمار تقطیع مین نہ آئی۔

ہمایون قدر امین

حاجت نہین ہی شمع کی میرے مزار پر	ہر شب ہی سوز آہ سے روشن چراغ دل

تقطیع حاجت ن مفعول ہی ہ شمع فاعلات ک میرے م مفاعیل زار پر فاعلن ہر شب ہ مفعول سوز آہ فاعلات س روشن چ مفاعیل راغ دل فاعلن + اس شعر مین (ربے) اور (کی) اور (سے) کی یاے تحتانی تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔

بیدار

نہ گئی تیری سرکشی ظالم	گھِسنے ہر چند جبہ سائی کی

تقطیع نہ گئی تے فعلاتن ر سرکشی مفاعلن ظالم فعلن ؛ ہمِن ہر چن فاعلاتن د جبہ سا مفاعلن ئی کی فعلن ؛ اس شعر مین تیری اور ہمِنے کی یاے تحتانی تقطیع سے گرتی ہی امانت بات پیشانی کی جو کچھ ہے سو پیش آنی ہے + تقطیع۔ بات پیشا فاعلاتن ن ک جو کچھ فعلاتن ہ س پیشا فعلان نی ہی فعلن اس مصرع مین پیشانی اور کی اور ہے کی یاے تحتانی اور سو کی واو تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔

غالب

غیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے	گر حیا بھی اُسکو آتی ہی تو شرما جائے ہے

تقطیع غیر گویا فاعلاتن رب ُگو کر فاعلاتن منع گستا فاعلاتن خی کرے فاعلن + گرجیابی فاعلاتن
اُن ک اُتی فاعلاتن ہے ت شرا فاعلاتن جاے ہے فاعلن + اس شعر مین ہادہ کی اور رعاد اُسکو
اور تو کی گرتی ہین -

سید علی احسن اشک

قوس ابرو کی حمایت مین ہین بل پر آنکھین	توڑ کرتی ہین جو تیرون کی برابر پلکین

تقطیع قوس ابرو فاعلاتن ک حمایت فعلاتن ہن ہ بل پر فعلاتن آنکین فعلان توڑ کرتی فاعلاتن ہ ج
تیرو فعلاتن ک برابر فعلاتن پلکین فعلان + اس شعر مین کی اور سے کی یاے تحتانی اور جو کہ واو تقطیع
مین محسوب نہین اسلیے کہ تلفظ مین نہین آتین -

میر حسن

مین اس طرح کا دل لگاتی نہین	یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہین

تقطیع مصرع ثانی یے شرکت فعولن تُ بندی فعولن ک باقی فعولن نہین فعول اس مصرع مین
تو اور کو کی واو تقطیع مین نہین آتی اسلیے کہ وہ پڑھی نہین جاتی -
الف بھی اکثر لفظون سے گرجاتا ہے - اشعار ذیل پر غور کرو -

میر

کدورت بیان کیا کرون مین کہے تو	یہ دل گرد کلفت کا اک کاروان ہے

تقطیع - کدورت فعولن بیان کا فعولن کرو مے فعولن کہے تو فعولن یہ دل گر فعولن د کلفت فعولن
ک اک کا فعولن روا ہے فعولن + گرد کلفت کا سے الف محذوف ہوتا ہے -

گویا

چمن مین بیٹھے اشارہ جو سوے نخل حنا	تو ساتھ اشارے کے انگلی برنگ مرجان کہ

تقطیع - چمن م کی مفاعلن ج اشارہ فعلاتن ج سوے نخ مفاعلن ل حنا فعلن ت ساتھ شا
مفاعلن رکب اُگ لی فعلاتن برنگ مر مفاعلن جا ہے فعلن دوسرے مصرع مین اشارے کا الف ساقط
ہوتا ہے اور سادہ بھی کئی حروف ساقط ہوتے ہین -

محمد حسین آزاد

دفعتہ دیکھا کہ اک پیر کہن سال آئے	پر عجب شان سے وہ مرد خوش اعمال آئے

تقطیع - دفعتن دے فاعلاتن ک ک اک پی فعلاتن رکہن سا فعلاتن لآئے فعلن پر عجب شا فاعلاتن

ان س وہ مر فعلاتن دخش اعما فعلاتن لاا نے فعلن + دیکھا کا الف حذف ہوتا ہے اسکے سوا دو بھی دوسرے کئی حرف ساقط ہوتے ہین -

ولہ

کرتا خرمن ہے تو ہی بکھرے ہوے دانون کو ۔۔ تو ہی اک دانے سے ہے پالتا سوجانونکو

تقطیع - کرت خرمن فاعلاتن ہ ت اِیِ بِکْ فعلاتن رہوے دا فعلاتن نوکو فعلن + تو ہ اک دا فاعلاتن ان س ہے پا فعلاتن لت سوجا فعلاتن نوکو فعلن + اس شعر مین علاوہ کئی حروف کے کرتا اور پالتا کے الف تقطیع مین گرتے ہین واو عاطفہ بھی کبھی پڑھنے مین نہین آتی اور کبھی اپنے ماقبل کے ضمے کے ظاہر کرنے کا کام دیتی ہے پہلی صورت مین تقطیع مین شمار نہین کی جاتی اور دوسری صورت مین شمار کی جاتی ہے -

ذوق

جو سمجھین جس بتان کو ایمان انہین وہ کفر و دین یکسان ہے ۔۔ پہونچتے کعبہ مین وہ مسلمان ہمیشہ چین و فرنگ ہو کر

تقطیع - ج سمجھے فعول فعلن جنس بتاک فعول فعلن ایما فعول فعلن اُنے رہے کف فعول فعلن ردی وہ یکسا فعلن + پہنچت کعبہ فعول فعلن وہ وہ مسلما فعول فعلن ہمیش چینو فعول فعلن فرنگ ہوکر فعول فعلن اس شعر مین جو اور کو کی واو اصل اور کفر و دین کی واو عاطفہ تقطیع مین نہین اتین اس لیے کہ پڑھی نہین جاتین اور چین و فرنگ کی واو عاطفہ تقطیع مین حرف ساکن شمار ہوتی ہے -

بیان حروف ملفوظی غیر مکتوبی

اب یہانسے ان حرفون کا بیان کیا جاتا ہے جو لکھے نہین جاتے اور تقطیع مین شمار کیے جاتے ہین ان کو حروف ملفوظی غیر مکتوبی کہتے ہین جیسے الف ممدودہ کو بجائے دو حرف الف کے شمار کرتے ہین اور صورت مد کی یہ ہے جس حرف پر یہ نشان ہوتا ہے اُسکو کھینچکر پڑھتے ہین جیسے آو لگا بروزن مفعولن

میر ضیاء الدین ضیا

صاف تھا جبتک تو ہمکو بھی جواب صاف تھا ۔۔ اب تو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

تقطیع - صاف تاجب فاعلاتن تک ت ہمکو فاعلاتن بی جوابے فاعلاتن صاف تا فاعلن + اب تُ خطا آ فاعلاتن نے لگا شا فاعلاتن ید کہ خط آ فاعلاتن نے لگا فاعلن + حروف مشدد بھی دو حرف گنے جاتے ہین کیونکہ تشدید ایک حرف کے دو دفعہ پڑھنے کو کہتے ہین اور صورت اسکی

یہ ہے جس حرف پر یہ علامت ہوگی وہ دو مرتبہ پڑھا جائے گا اور دو حرف تقطیع مین آئین گے جیسے مہذب بروزن فعولن اسکو تقطیع کے وقت یون لکھینگے مُہذذوب۔

واسطی

سوز عشق قد جانان نے کیا کسکو نہ خشک | سوکھ کر گلزار مین ہر سرو کانٹا ہوگیا

تقطیع سوز عشقے فاعلاتن قد جانا فاعلاتن نے کیا کس فاعلاتن کو نہ خشک فاعلان ٭ سوک کر گل فاعلاتن زارمے ہر فاعلاتن سرو کانٹا فاعلاتن ہوگیا فاعلن ٭ **فائدہ** مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین لکھا ہے کہ حروف ملفوظی غیر مکتوبی ہندی مین نہین آتے یہ بات خالی سہو سے نہین کس لیے کہ بہت سے الفاظ ہندی مین ایسے دیکھے جاتے ہین جن مین اس قسم کے حروف موجود ہین جیسے آجاؤ اور رتی اور کنا اور ندّی اور بھدّا اور بتی وغیرہ امثلہ ذیل پر غور کرو۔

امانت

کشتہ رخ ہون جلاؤ نہ اگر کی بتی | چاہیے قبر پہ کافور سحر کی بتی

سودا

ہو یہ کتوال تو وہ مانے ذرد | یہ تو مچھر کی جھول کا ہے چور

ولہ

ہو نہ سکے شاعر اور شعر پہ یہ دل دیا | اپنا تخلص ندان بننے کا الو کیا

عظم

اتنا بھی کھیے حوصلہ فوارہ سان تنگ
تم اپنے فیل منہ کو نکالو | سے | چلو ہی بھر جو پانی مین گر بھر اچھل چلے
مرے ہاتھی سے دو ٹکر لڑالو

ارشد

دوپٹہ آب روان کا پڑا ہے سینے پر | بھلا کسی نے بھی دیکھے حباب تہ آب

میر

ایک دن ایک کوا آ بیٹھا | بےگمان جیسے ہوا آ بیٹھا

ولہ

مینھ مین کیون نہ بھیگئے یک سر
مچھونس بھی تو نہین ہے چھپر پر

حاتم

مارنے کو رقیب کے حاتم
الفت بری ہے بیر ہے دشمن تبر ہے

تنوین بھی جو آخر کلمات میں آتی ہے اور لکھی نہیں جاتی دوسرا حرف قرار دیجاتی ہے اور تقطیع میں محسوب ہوتی ہے کیونکہ تنوین نون ساکن کا نام ہے۔

درد

ذکر میرا ہی وہ کرتا تھا صریحا لیکن
میں جو پوچھا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا

تقطیع ذکر میرا فاعلاتن ہ وکرتا فعلاتن ت صریحن فعلاتن لیکن فعلن ۰ مے ج پوچھا فاعلاتن تُ کہا خے فعلاتن ر یہ مذکو فعلاتن رن تھا فعلن ۰ الحاصل جو حرف پڑھے اور بولے جاتے ہیں اگرچہ لکھے نہ جاتے ہوں تقطیع میں شمار کیے جائیں گے جیسے لفظ طاؤس کا وٗس میں دو واو اور اُس کسرے میں جو کھینچ کر پڑھا جائے ایک یاے تحتانی اور ہاے مختفی وغیرہ میں وقت اضافت جانب کلمۂ دیگر ایک ہمزہ متحرک محسوب کرتے ہیں اور جو ہمزہ کھینچکر پڑھا جائے وہ بمنزلے ایک حرف مستقل کے گنا جاتا ہے۔

منشی

حسنی شاہ کاؤس نے یہ خبر
کہ ترکوں نے کاٹا سیاوش کا سر

تقطیع حسنی شا فعولن ہ کاوٗ فعولن س نے یے فعولن خبر فعل ۰ کہ ترکو فعولن ن کاٹا فعولن سیاوش فعولن ک سر فعل ۰ لفظ کاؤس میں دو واو شمار کی گئی ہیں۔

محمد سعید خان سعید

دیکھا نہیں ہے مار کو طاؤس مارنے
گیسو پڑا ہے پیچھے دل داغدار کے

تقطیع دیکھا ن مفعول ہی ہ مارفا علات کو طاؤ مفاعیل س مارنے فاعلن گیسو پ مفعول ڑا ہے پیچ فاعلات ھے دل داغ مفاعیل دار کے فاعلن اس شعر میں طاؤس میں دو واو شمار کی ہیں اور دل کے لام کے بعد ایک یاے تحتانی اضافہ کی گئی جو کسرۂ اضافت کے کھینچنے سے پیدا ہوئی ہے۔

ذوق

بندھ سکا ہم سے نہ مضمون اس دہان تنگ کا
ہاتھ اپنا فکر میں زیر زنخدان ہی رہا

تقطیع۔ بندھ سکا ہم فاعلاتن سے ن مضمو فاعلاتن ن اس دہا نے فاعلاتن تنگ کا فاعلن ۰ ہات اپنا فاعلاتن فکر مے زے فاعلاتن رے زنخدا فاعلاتن ن ہی رہا فاعلن ۰ اس شعر میں لفظ دہان تنگ مکسور و زیر زنخدان میں کسرہ کھینچ کر پڑھا جاتا ہے اور یاے تحتانی شمار کیجاتی ہے ۰ اور دال اور ہا لفظ بندھ سے اور

نون لفظ مضمون اور زنخدان سے خارج کر دیے جاتے ہین۔

الیضاً

طلسم طرفہ تر آنسو نے میرے مردمان باندھا	کہ ہے اک اک گرہ مین حاصل صد بحر و کان باندھا

تقطیع طلسے طر مفاعیلن فتر آ سو مفاعیلن ن میرے مر مفاعیلن دمانبا دامفاعیلن کہ ہے اک اک مفاعیلن گرہ مے حامفاعیلن صلے صد بح مفاعیلن رکا با دا مفاعیلن اس شعر مین بھی طلسم طرفہ تر اور حاصل صد بحر کے کسرے کے کھینچنے سے یاے تحتانی پیدا ہوتی ہے اور نون اور یاے تحتانی وغیرہ چند حروف گرتے ہین۔

انشا

نالۂ مرغ سحر نے اُسے بیدار کیا	کہین ڈر ہے کہ خفا مجھسے وہ دلدار نہو

تقطیع نالئے مر فاعلاتن رغ سحر نے فعلاتن اُس بیدار فعلاتن رکیا فعلن کہ ڈر ہے فعلاتن کہ خفا مج فعلاتن س وہ دلدا فعلاتن ر نہو فعلن اس شعر مین لفظ نالۂ مرغ سحر مین ہاے مختفی کے مرغ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ایک ہمزہ پیدا ہوتا ہے اور تقطیع مین وہ ایک حرف علیحدہ شمار کیا جاتا ہے۔

پانچوان شہر بحور کی تشریح مین

جس قدر بحرین دوسرے شہر مین بیان کی گئین اُن مین سے بعض بحرین اشعار عرب سے خصوصیت رکھتی ہین جن مین شعراے عجم نے طبع آزمائی نہین کی اور بعض فارسی شعرون کے ساتھ مخصوص ہین عرب مین مستعمل نہین اور بعض مشترک ہین اور بحور مستعملۂ فارسی مین سے بعض ایسی ہین جن مین متقدمین نے اشعار کہے ہین اور متاخرین نے انکو متروک کیا ہے یا اس طرح پر اُن کا استعمال نہین کرتے ہین یا جو بحر مسدس و مربع استعمال کی جاتی تھی اب اُسکو مثمن کے سوا نہین لاتے غرضکہ ایسے ہی اختلاف واقع ہو گئے ہین اور ان سب بحور مستعملۂ عرب و عجم مین سے بعض ایسی ہین جو ریختہ مین مستعمل ہین اور بعض ایسی ہین جنکو ریختہ والون نے متروک کیا ہے پس یہ کتاب جو عروض و قافیہ ریختہ کی ہے اس مین وہی بحرین اور وہی شکلین بحرون کی بہ تشریح لکھی جائینگی جو ریختہ مین مستعمل ہین اگر ضرورۃً کوئی ایسی بحر لا دینگے جو شعر عربی یا فارسی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے تو اُسکی طرف اشارہ کر دینگے اور اس کتاب مین ہر ایک مقام اور ہر ایک فن مین زبان ریختہ سے بحث

کی جائے گی۔

ناظرین کتاب کو یہ بات اول معلوم ہو چکی ہے کہ بعض بحرین مفرد ہین بعض مرکب بس بیان پر اور اُمور سے قطع نظر کر کے اول بحور مفردہ کا پھر بحور مرکبہ کا حال مع وجہ تسمیہ لکھا جاتا ہے۔

بیان بحور مفردہ

(۱) بحر ہزج

بحر ہزج مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبار ہزج بفتح ہا و فتح زاے معجمہ و سکون جیم لغت مین اچھی آواز اور گانے کی آواز کو کہتے ہین چونکہ عرب مین اکثر اسی وزن کے اشعار گائے جاتے ہین اس لیے بحر کا نام ہزج رکھا گیا بحر ہزج کی اصل مسدس ہے مگر شعراے فارس و ریختہ مثمن بھی استعمال مین لاتے ہین حدائق البلاغۃ کے ترجمے مین مولوی صہبائی کا یہ قول کہ اصل اس بحر کی آٹھ رکن ہین دو رکن کم کر کے مسدس بھی استعمال کرتے ہین مسامحت سے خالی نہین۔ شعراے عرب اس بحر کو مربع بھی استعمال مین لاتے ہین مثمن ہونے کی صورت مین سالم اور مزاحف دونون طرح آئی ہے بخلاف مسدس کے کہ اکثر مزاحف آتی ہے سالم نہین آتی اور عروض و ضرب اسکے سالم یا مقصور یا محذوف ہوتے ہین اور رباعی مین اور طرح بھی آتے ہین چنانچہ رباعی کی بحث مین وہ اوزان بیان کیے جائینگے اور صدر اور ابتدا اور حشو مین زحاف بہت آتے ہین اور اُن سے بہت سے وزن حاصل ہوتے ہین۔

ہزج مثمن سالم مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبار مثال اسکی

عبد الغنی خان جاوید

خموشی اسلیے دیوانگی مین ہمنے حاصل کی	خدا جانے وہ کیا پوچھے ہمارے منھ سے کیا نکلے

تقطیع خموشی اس مفاعیلن لیے دیوا مفاعیلن نگی مے ہم مفاعیلن نے حاصل کی مفاعیلن ؛ خدا جانے مفاعیلن وہ کا پوچھے مفاعیلن ہمارے مو مفاعیلن ہ سے کا نکلے مفاعیلن ؛

غالب

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے	تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

اور عروض و ضرب مفاعیلان مسبغ بھی آتے ہین۔

لمؤلفہ

جو کوئی درد دل میرا اُسے جا کر سناتا ہے	تو کیا کہتا ہے بھو وہ بت یہ کیا باتین بناتا ہے

رخ رنگ قمر کو اپنے وہ جس دم دکھاتا ہے ۔۔۔ تو حیران ہو کے آئنہ بھی اپنا منھ چھپاتا ہے
اگر ہم دل لگی کے واسطے بیٹھیں کہیں جا کر ۔۔۔ دل وحشی بصد ذلت ہمیں وان سے اٹھاتا ہے
یہ حالت ناتوانی نے تیرے بیمار کی کر دی ۔۔۔ کہ اک اک گام پر وہ ٹھوکریں لاکھوں ہی کھاتا ہے

اور عروض و ضرب مفاعیل ان مسبغ بھی آئے ہیں۔

میر محمد زکی متخلص بہ زکی

برا ہو ناتوانی کا رُلایا ہے لہو برسون ۔۔۔ مرے دل میں رہی ہر داغ میں گر آرزو برسون
حباب آسا محیط عشق سے جو پار اترتے ہیں ۔۔۔ امیر اگذر جاتے ہیں پہلے سر سے پیچھے پانون دھرتے ہیں

ان شعرون میں عروض اور ضرب مفاعیلان ہے۔ محقق طوسی معیار الاشعار میں کہتے ہیں کہ ایسے دو ساکنون کے واقع ہونے کی وجہ سے مسبغ نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ الف اور نون غنہ دو حرف نہیں بلکہ ایک حرف کے قائم مقام ہیں جیسا کہ درمیان ابیات میں ایسے دو حرف ایکس حرف کے حکم میں شمار کیے جاتے ہیں اگر کہا جائے کہ درمیان ابیات میں چونکہ اشباع نہیں ہو سکتا اسلیے وہان ایسے دو حرف ایک قرار دے لیے جاتے ہیں بخلاف اواخر ابیات کے کہ وہان اشباع ہوتا ہے پس یہان مسبغ نہ ماننے کا کیا سبب ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ اواخر ابیات محل تسبیغ ہے لیکن دائرے سے خروج لازم آتا ہے اسلیے یہان بھی دو ساکنون کو ایک ہی ساکن قرار دینا چاہیے البتہ مجزو میں مضائقہ نہیں لیکن خواجہ کا یہ قول نون غنہ میں جاری ہو سکتا ہے حالانکہ متاخرین ساکن زائد غیر غنہ بھی لاتے ہیں اور وہ سوائے تسبیغ کے دوسری تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا مولوی صدر اللہ نے شرح میں اسی طرح لکھا ہے۔ مثلاً

ازولی محمد

وہ چپ ہے جو نہ ہوتا تھا نہ وار درس خاموش ۔۔۔ اسی کی چپ سے گویا ہو گئی ہے انجمن خاموش
گرفتاری کا اسکی تھا یہی کیا وقت ای صیاد ۔۔۔ نہ کیون رنج فصل گل میں ہے مرغ چمن خاموش
خموشی بھی نہ بن جائے گی کیونکر غیرت فریاد ۔۔۔ غضب ہے اس طرح ہون خوش نوایان چمن خاموش

عروض و ضرب دونون مسبغ ہیں۔

اسماعیل خان صبر رامپوری

فلک ظالم بری قسمت جہان دشمن وہ بت سنگے درد
بتا دو تو بھلا پھر کس سے جا کر میں کرون فریاد

عروض و ضرب دونون مسبغ ہیں کبھی ایک مسبغ ہوتا ہے اور دوسرا سالم۔

سید محمد خان رند

گلیم فقر کو کیوں دوش پر ہم ڈالتے اے رند	اگر کمبل سے بہتر جانتے کم خواب دشبنم کو
سدا تصویر کی صورت جو حیران رہتے ہو اے رند	کسی آئینہ رو سے کیا کہیں پھر دل لگایا ہے
یگانے زندگی تک ہیں عزیز و اقربا اے رند	لحد میں سوئے جب جاکر نہ رشتہ ہے نہ ناتا ہے

ولی

تہ و بالا ہوا نالوں سے آخر عالم بالا	مری تلخی سے آخر ہو گئے شیریں دہن خاموش
اثر فریاد کا ہے صاف ظاہر اسکی چتون سے	ولی آخر سبب کیا ہیں جو ابنائے وطن خاموش

رند کے اشعار میں عروض مسبغ ہیں اور ولی کے اشعار میں ضرب مسبغ ہیں بلکہ درمیان مصرع میں بھی اشباع جائز ہے۔ **قاضی یوسف مرگھے یوسف تخلص۔**

رسول اللہ کے فرزند علی کے لاڈلے دل بند	ہیں زہرا کے جگر پیوند محی الدین جیلانی جی

سوائے عروض کے دونوں مصرعوں کے حشو میں بھی فاعلان مسبغ واقع ہے۔
بعض شعرا نے بحر ہزج مثمن سالم کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے مثال اسکی۔

از معیار البلاغت

چمن میں وہ نگار سبز خط گیسو پریشان راست قد خوش چشم مہ سیما جو آکر جلوہ گر ہووے
بنفشہ جا پڑے سودا میں سنبل پیچ کھائے پا بگل شمشاد نرگس زرد و گل چاک جگر ہووے

ہزج مثمن سالم محذوف الآخر یا مقصور الآخر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن فعولن یا مفاعیل
دوبار حذف مراد ہے اسقاط سبب آخر رکن سے پس مفاعیلن سے مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا اور قصر مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف اور اسکان ماقبل سے پس مفاعیل مقصور رہا۔ محذوف کی مثال۔ ے

ظفر

بتوں پر جان جاتی ہے خدا مارے کہ چھوڑے	ادائیں کی طرز بھاتی ہی خدا مارے کہ چھوڑے

تقطیع بتوں پر جا مفاعیلن ن جاتی ہے مفاعیلن خدا مارے مفاعیلن کہ چھوڑے فعولن ادائی کی طر مفاعیلن ز بھاتی ہے مفاعیلن خدا مارے مفاعیلن کہ چھوڑے فعولن۔ مثال مقصود کی۔

کہاں ہیں گرخ پیارے کے گھر نزدیک نزدیک	دلم	ستارے ہیں یہ نزدیک قمر نزدیک نزدیک

حنائی ناخن یار زبر سرو قامت یار	پڑے دس پانچ ہین گلبرگ ترنزدیک نزدیک

دونون بیتون مین عروض وضرب مقصور یعنی مفاعیل کے وزن پر ہین باقی بدستور ہے اور اجتماع دونون کا ایک غزل مین جائز ہے جیساکہ۔

ولہ

بجز بزم بتان دشمن دین ودل وجان	کوئی اصحبت نہین بھاتی خدا کرے کہ چھوڑے

عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف باقی بدستور مگر محقق طوسی کی راے کے مطابق عروض بھی محذوف ہے۔

ہزج مثمن ابتر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن فع دوبار جیسے

نہ چل شوخی سے کراے دل خرام آہستہ ستمگر دھون کی ہے اے دل تنبیح کرنا	نکلتا ہے یہان ماہان کام آہستہ صبا کو دیکھ کیا رکھتی ہی گام آہستہ

تقطیع نہ چل شوخی مفاعیلن سے کراے دل مفاعیلن خرام آہس مفاعیلن تہ فع الخ لفظ فع ابتر ہے۔

ہزج مثمن مقبوض مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن دوبار قبض مراد ہے اسقاط حرف پنجم سے جو ساکن ہو پس مفاعیلن سے مفاعلن مقبوض رہا مثال اسکی یہ شعر ہادہ سنگھ کام بدیوانی کا۔ ؎

یہ تھوڑی تھوڑی تو ندے کلائی موڑ موڑ کر	بھلا ہو تیرا ساقیا پلادے خم نچوڑ کر

تقطیع یہ توڑ تو مفاعلن ڑی ندے مفاعلن کلا ءمو مفاعلن ڑموڑکر مفاعلن ؛ بھلاہ تے مفاعلن رساقیا مفاعلن پلادخم مفاعلن نچوڑکر مفاعلن **فائدہ** مفاعلن مفاعیلن سے بسبب قبض کے حاصل ہوا ہے اور مستفعلن سے بھی بسبب خبن کے مفاعلن بنتا ہے جیساکہ اوپر زحافون کے بیان مین معلوم ہوا ہوگا پس رجز مخبون اور ہزج مقبوض دونون کا ایک وزن ہوا لیکن اس وزن کو بحر ہزج مین شمار کرنا زیادہ مناسب ہے اسلیے کہ یہ رکن مفاعلن مفاعیلن سے بہ آسانی پیدا ہوتا ہے بہ نسبت مستفعلن کے کیونکہ اس مین صرف حرف یا ساقط کیا گیا ہے اور اس مین حرف سین گراکر مستفعلن کو مفاعلن سے بدلا ہے۔

ہزج مثمن مقبوض سالم مفاعلن مفاعیلن مفاعلن مفاعیلن دوبار مثال اس کی یہ اشعار غالب کے۔

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے ۔ کہ اپنے سائے سے سر پانون سے ہی دو قدم آگے
قضا نے تھا مجھے چاہا خراب بادۂ الفت ۔ فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے
قسم جنازے پہ آنے کی میرے کھاتے ہین غالب ۔ ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

تقطیع عجب نشا مفاعلن ط سے جلا مفاعیلن د کے چلے مفاعلن ہم آگے مفاعیلن کہ اپ
ن سا مفاعلن ے سے سر پا مفاعیلن د سے ہ دو مفاعلن قدم آگے مفاعیلن قضا نے تا
مفاعلن نجھے چاہا مفاعیلن خراب با مفاعلن د ے الفت مفاعیلن فقط خرا مفاعلن ب
لکھا بس مفاعیلن ن چل سکا مفاعلن قلم آگے مفاعیلن قسم جنا مفاعلن ز پہ آنے مفاعیلن کہ
مے رکا مفاعلن ت ہین غالب مفاعیلن ہمیشہ کا مفاعلن ت تے جو مے مفاعیلن
ر جان کی مفاعلن قسم آگے مفاعیلن ۔ اسکی تقطیع بحر مجتث مثمن مخبون مین بھی ہو سکتی ہے۔

ہزج مثمن اشتر فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن دو بار اشتر مراد ہے اجتماع خرم و قبض سے
یعنی حرف اول وتد مجموع و حرف پنجم ساکن کو گرا دیا یعنی مفاعیلن سے فاعلن اشتر بنا لیا۔

انشا

برق شعلہ زن جھمکی ابر بھی خروشان ہے ۔ گرم اس گھڑی ساقی بزم درد نوشان ہے

تقطیع برق شع فاعلن ل زن جھمکی مفاعیلن ابر بی فاعلن خروشا ہے مفاعیلن گرم اس فاعلن
گھڑی ساقی مفاعیلن بزم در فاعلن د نوشا ہے مفاعیلن۔

ہادی

کیا مضائقہ اس مین ہم بھی گر ہوے رسوا ۔ شوق تھا بڑا ہمکو اپنی خود نمائی کا

غالب

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا ۔ درد کی دوا پائی درد لا دوا پایا

ولہ

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیان اپنا ۔ بن گیا رقیب آخر تھا جو رازدان اپنا

نگار

فتنۂ خود قیامت تھا اس نے کیون بڑھائی کر ۔ اور ساتھ محشر کے اک بلا لگائی ہے

ان سب اشعار مین صدر و ابتدا اشتر ہے اور عروض و ضرب سالم اور حشو مین ایک رکن اشتر
ایک سالم ہے اور عروض یا ضرب مسبغ بھی آتے ہین جیسے حیا کے شعر مین سے

بتکدے سے ہم اُٹھکر اُلٹے پانؤن گھر آئے | اپنے نقش پا کو تھا سجدہ ہر قدم کے بعد

تقطیع بتکدے س اُٹ کر فاعلن مفاعیلن اُلٹ پاؤ گر آئے فاعلن مفاعیلن ؛ اپن نقش پاک تھا فاعلن مفاعیلن سجدہ ہر قدم کے بعد فاعلن مفاعیلان ؛ صدر و ابتدا اشتر ہے اور حشو مین بھی ایک ایک رکن اشتر ہے اور ایک ایک سالم اور عروض بھی سالم مگر ضرب مسبغ واقع ہوئی ہے اسی وزن مین ہے یہ شعر منعم کا ع

وان اشارہ ابرو مطلع ہلالی ہے | ہے یہ آہ کا مصرع مقطع فغانی یان

ہزج مثمن اخرب مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن دوبار خرب مراد ہے اجتماع خرم وکف سے یعنے بسبب خرم کے حرف اول اور بسبب کف کے حرف ہفتم گرایا تو مفاعیلن سے فاعیل اخرب رہا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال۔

مغل

خورشید جو نکلا ہی اسوقت یہ لرزان ہو | کوٹھے پہ کھڑا شاید وہ ماہ لقا ہو گا

تقطیع۔ خورشید مفعول جُ نکلا ہے مفاعیلن اس وقت مفعول ی لرزا ہو مفاعیلن ؛ کوٹے پ مفعول کڑا شاید مفاعیلن وہ ماہ مفعول لقا ہوگا مفاعیلن ؛ صدر و ابتدا اخرب ہے اور عروض وضرب سالم اور ایک رکن حشو کا بھی اخرب ہے اور ایک سالم۔

عبد الرسول نثار

جب حرف محبت کے باہم سے گئے گذرے | ہم تم سے گئے گذرے تم ہمسے گئے گذرے

اور عروض وضرب مسبغ بھی لانا درست ہے جیسے سودا کے اشعار مین۔ ع

مت پوچھ کہ کس شے پر ہے قرض پیے ہین سند | اک شخ نمو ہے کی دستار نظر مین ہے
سینے سے کھینچے کیونکر عاشق کے خدنگ عشق | جز داغ کہین اُس کا سوفار نظر مین ہے

میر محمدی بیدار

بے طرح کچھ اید ہر کو وہ مست شراب حسن | کھنچے ہوے آتا ہے تلوار خدا حافظ
یون ہمسے فرمایا اس مہ نے وقت صبح | ہم جاتے ہین اب تیرا بیدار خدا حافظ

چارون شعرون مین عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم۔ اس وزن مین درمیان مصرع مین مفاعیلن کی جگہہ مفاعیلان سکون نون کے ساتھ آسکتا ہے لیکن مصرع زبان پر کھٹکتا ہے اور اسکو سکتہ کہتے ہین اسی قبیل سے ہے بابو غلام محمد طور کی ایک نظم۔ ع

معبود تھے جب اصنام مفقود تھا حق کا نام ‌ ‌ اسدم علم اسلام تجھ سے ہوا اونچا ہے

تقطیع معبود مفعول ت جب اصنام مفاعیلان مفقود مفعول ت حق کا نام مفاعیلان ؛ اسدم ع مفعول لمے اسلام مفاعیلان تج سے ہ مفعول وا اوچا ہے مفاعیلن۔

ہزج مثمن اخرب مکفوف سالم الآخر مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیلن دوبار خرب مراد ہے اجماع خرم وکف سے یعنے حرف اول وحرف ہفتم کو گرانا پس مفاعیلن سے فاعیل اخرب ہوا اسکو مفعول مضموم اللام سے بدل لیا اور کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سے پس مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف رہا یہ وزن ریختہ میں مروج نہیں بہرصورت مثال یہ ہے۔ ؎

تا عکس رخ یار کو سینے میں رکھے اپنے ‌ ‌ آئینے کو اس واسطے سیماب سے ربط ہیگا ؛
ہے دل میں اڑانے کی مرے پرزے گریبان کو ‌ ‌ ہمدم تجھے کیا فکر رفو ساز کا خبط ہیگا ؛

صدر وابتدا اخرب اور حشو مکفوف اور عروض وضرب سالم ہیں تقطیع تا عکس مفعول رخ یار مفاعیل کُ سینے م مفاعیل ر کھے اپنے مفاعیلن ؛ آئین مفعول کُ اس واس مفاعیل طے سیماب مفاعیل س ربطیگا مفاعیلن ان شعروں میں ہیگا کی ہا بھی ساقط ہوتی ہے۔ ؎

اپنے تو مجھے زخم کا ہرگز نہیں خطرہ ہے ‌ ‌ پر ڈر ہے کہیں تیرے نہ پیکان کے ٹکڑے ہوں

اس شعر میں ضرب مفاعیلان مسبغ ہے اور عروض بدستور ہے۔

ہزج مثمن مکفوف محذوف الآخر مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سبب خفیف سے پس مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام مکفوف ہوا اور حذف کہتے ہیں اسقاط سبب خفیف کو آخر رکن سے پس مفاعیلن سے مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا مثال۔

طالب

تب ہجر سے اے یار دل زار جلا ہے ‌ ‌ ذرا دیکھ دل زار نیا باغ کھلا ہے

تقطیع تپے ہجر مفاعیل س اے یار مفاعیل دِ لے زار مفاعیل جلا ہے فعولن۔ اگر اس وزن میں ایک مصرع اخرب مکفوف مقصور یا محذوف ہو تو شعر ناموزون نہوگا۔ جیسے۔ ؎

احباب تو یوں کہتے ہیں کچھ چیز تو کھا لو ‌ ‌ اگر خون جگر جسکی غذا اسکی غذا کیا

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرے مصرع کا یہ وزن ہے مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن۔ ؎

یہ دم لیتا ہے ادبر کے کہا ہنسکے اگرچہ ‌ ‌ ہستی سے تو ہولے راہ عدم دیکھیے کس وقت

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرے کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل۔

ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور الآخر مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیلُ دو بار خرب سے مراد ہے اجتماع خرم و کف کا یعنی حرف اول و ہفتم کو گرا کر مفاعیلن سے مفاعیل اخرب بنا اُسے مفعول سے بدل گیا اور بعض وجہ اسقاط حرف ہفتم سبب خفیف سے پس مفاعیلن سے مفاعیلُ بضم لام مکفوف ہوا قصر سے مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف کے جو آخر رکن میں ہو اور ساکن کرنے اُسکے ماقبل سے پس مفاعیلُ سے مفاعیل بسکون لام مقصور رہا مثال۔

عشقی

تو جسکو کمر سمجھا ہے شیشے میں وہی بال ۔۔۔ اُلجھنے میں چھالا ہے نہیں ایک گل تر ناف

تقطیع۔ تو جسکو مفعولُ کمر سمجھ مفاعیلُ ہ شیشے م مفاعیلُ وہی بال مفاعیل۔

ناسخ

تیرے لب جان بخش ہوئے پان جب سُرخ ۔۔۔ عالم نے کہا چشمۂ حیوان میں لگی آگ

آتش

اُس رشک مسیحا کا جو کرتا ہے کوئی ذکر ۔۔۔ ہوتا ہے مرا صورت بیمار عجب دیپ

ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف الآخر مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن دو بار

میر درد

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا ۔۔۔ حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

نواب محبت خان

جسکو تری آنکھوں سے سروکار رہے گا ۔۔۔ بالفرض جیا بھی تو وہ بیمار رہے گا

لمؤلفہ

کیوں کرتے ہو چشم بت عیار کا چرچا ۔۔۔ بیمار سے اچھا نہیں بیمار کا چرچا

ولہ

طوطے کی طرح آنکھ بدل جاتا ہے سب سے ۔۔۔ یہ گنبد دوار نہیں یار کسی کا

ولہ

ای چارہ گرو کرتے ہو تدبیر دوا کیا ۔۔۔ باقی تن رنجور میں اب میر رہا کیا

اگر عروض و ضرب مختلف ہوں یعنی ایک مقصور دوسرا محذوف تو شعر ناموزوں نہوگا جیسے اس شعر میں

قائم

تھا مو مجھے آمد ین کوئی اُسکی کہ ناگاہ	لیجائے نہ گھر سے کمین با ہر تپش دل

صدر و ابتدا اخرب ہے ہر اور حشو مکفوف ہے اور عروض مقصور اور ضرب محذوف۔

انشا

ہم معتکف خلوت بتخانہ ہین اے شیخ کہنکر گئے آتا ہون کوئی دم مین مین تم پاس	جاتا ہے تو جا تو ہی طواف حرم اچھا پھر دے چلے کل کی طرح سے مجھکو دم اچھا

اگر حشو مین ایک رکن سالم اور ایک اخرب یعنی مفاعیل مُفاعیلُ کی جگہ مفاعیلن مفعولُ آجائے تو درست ہے مثال۔

مؤلفہ

شیدا نہین ہوتا ہون کسی بت پہ اسی سے	مین آپ ہی مجنون ہون مین آپ ہی لیلا

پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیلن مفعول فعولن تقطیع یون ہے ہے آپ مفعول ہ مجنو ہو مفاعیلن مے آپ مفعول ہ لیلا فعولن صدر و ابتدا اخرب اور عروض و ضرب محذوف اور مصرع اول کا حشو مکفوف اور مصرع ثانی کے حشو مین ایک رکن سالم اور ایک اخرب ہے۔

ہزج مثمن اخرب مقبوض ازل مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع دوبار فاع رکن مفاعیلن مین اجتماع خرم و ہتم سے حاصل ہوتا ہے اسکو اصطلاح مین ازل کہتے ہین مثال اسکی سید غضنفر علی خان حکیم پسر سید مظفر علی خان اسیر کہتے ہین۔ ع

کیا خوب چھپا ہے واسطی کا دیوان	ہر دل کو حکیم یہ سخن ہے مقبول

تقطیع کا خوب مفعول چپاہ وا مفاعلن سطی کا دی مفاعیلن وان فاع ؛ ہر دل کُ مفعول حکیم یے مفاعلن سخن ہے مق مفاعیلن بول فاع ؛

ہزج مثمن اخرم اشتر مکفوف مجبوب مفعولن فاعلن مفاعیلُ فعل دوبار مفعولن اخرم ہے اور فاعلن اشتر ہے اور مفاعیل بضم لام مکفوف اور فعل بفتح عین و سکون لام مجبوب ہے۔

ہزج مثمن اخرب اہتم۔ مفعول مفاعیلن مفعول فعول دوبار مفعول اخرب ہے اور فعول اہتم۔ مثال ہر دو وزن

حکیم

ابو چھپا جبوقت مجھسے ہاتف نے کہی	تاریخ چھپا دیوان فضل رسول

مصرع اول کا یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فَعُل اور مصرع دوم کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیلن مفعول فعول تقطیع ہر دو مصرع پوچا جس مفعولن وقت مج فاعلن بس ہاتف اِن مفاعیل کہی فعل تاریخ مفعول چپا دیوا مفاعیلن نے فضل مفعول رسول فعول۔

ہزج مُسَدَّس سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دو بار مثال اسکی یہ ہے۔

مؤلفہ

کیا کیون زلف کو قربان مُکھڑے پر
وہ اُلٹی لگ گئے ہمسے قسم لینے

بلائین گر صنم لیتے تو ہم لیتے
جو سچ پوچھو قسم لیتے تو ہم لیتے

تقطیع۔ کیا کوزل مفاعیلن ف کو قربا مفاعیلن ن مکڑے پر مفاعیلن الخ۔

ہزج مسدس مقبوض مفاعلن مفاعلن مفاعلن دو بار قبض سے مراد ہے اسقاط حرف ساکن ساکن پنجم پس مفاعیلن سے مفاعلن رہ گیا مثال اسکی۔

طالب

روانہ میرے گھر سے جب ہوا صنم

ہوا ستم ہوا ستم ہوا ستم

تقطیع روان ے مفاعلن رگرس جب مفاعلن ہوا صنم مفاعلن۔

لمؤلفہ

کہو تو یہ شب کو تم رہے کہان

سحر تلک پڑا رہا مین نیم جان

ہزج مسدس مقصور الآخر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل دو بار مثال۔

میر ممنون

نہین دیتی دکھائی صورت زیست

غضب صورت ہون آیا دیکھ کر آج

عروض و ضرب مقصور مین باقی ارکان سالم تقطیع نہی دیتی مفاعیلن د کھائی صو مفاعیلن رتے زیست مفاعیل اسی وزن مین ہے یہ شعر آتش کا۔

محبت کو ڑیون کے ہو اگر مول

بنی آدم نہ لے یہ درد سر مول

ہزج مسدس محذوف الآخر مفاعیلن مفاعیلن فعولن دو بار مثال۔

ذوق

مقدر ہی پہ گر سود و زیان ہے
کہے کیا ہاے زخم دل ہمارا

تو ہم نے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا
دہن پایا لب گویا نہ پایا

لمؤلفہ

عبث سامان ہے غافل برس کا	بھروسا ہے نہین یان اک نفس کا
ہوس باقی رہی دل مین نہ کوئی	مگر اک نام باقی ہے ہوس کا
خیال دل ہی آخر ہم نے چھوڑا	کہ یہ ظالم نہین ہے اپنے بس کا

سب شعرون مین عروض و ضرب محذوف ہے یعنی مفاعیلن سے سبب خفیف گرادیا مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا اگر عروض و ضرب مین ایک جگہ مفاعیل مقصور دوسری جگہ فعولن محذوف لایا جائے تو ہوسکتا ہے مثال اسکی۔

صدق

بدقت اشک اب نکلے ہے شاید	ہوا آنکھون مین ہے لخت جگر بند

ہزج مسدس اخرب مقبوض مسبغ مفعول مفاعلن مفاعیلان دوبار مفاعیلن بسبب خرب کے مفعول اخرب حاصل ہوا اور بسبب قبض کے مفاعیلن سے مفاعلن اور تسبیغ سے مراد ہے آخر سبب خفیف مین ایک الف بڑھ جانے سے پس مفاعیلن سے مفاعیلان ہوا۔

مولوی صہبائی

کہتا ہے کہ اب نہ کھینچ تو آہین	ہین دل سے ترے تو ہم تلک راہین

تقطیع کہتا ہ مفعول کہ اب ن کے مفاعلن کھینچ تو آہین مفاعیلان الخ اس وزن مین زحاف بھی بدل جاتے ہین یعنے صدر و ابتدا و حشو و عروض و ضرب مین باہم کچھ فرق بھی ہوجاتا ہے جیسے اس شعر مین مولوی صہبائی کے۔

بیٹھا وہ رقیب کے جو پہلو مین	اُٹھا یہ درد دل کہ کھینچی آہ

تقطیع بیٹھا و مفعول رقیب کے مفاعلن ج پہلو مین مفاعیلان اُٹھا ٹا یہ مفعولن درد دل فاعلن کہ کھینچی آہ مفاعیلان صدر اخرب اور ابتدا اخرم اور عروض و ضرب مسبغ واقع ہوے ہین اور پہلے مصرع کا حشو مقبوض اور دوسرے کا حشو اشتر۔

ہوس

جی مین ہے کسی کو منھ نہ دکھلاؤن	اک کھینچ کے آہ سرد مرجاؤن
مفعول مفاعلن مفاعیلان	مفعول مفاعلن مفاعیلان

اگر نون غنہ کو اعتبار نہ کرین تو بجاے مفاعیلان مسبغ مفاعیلن سالم کہ سکتے ہین مسبغ کی

مثال بے خلاف یہ ہے ؎

کیا کیا نہیں مجھ پہ کر چکے بیداد	اللہ سے ہے بتو مجھے فریاد

تقطیع۔ کا کا ن مفعول وہ مج پ کر مفاعلن چکے بیداد مفاعیلان الخ۔

ہزج مسدس اخرب مقبوض۔ مفعول مفاعلن مفاعلن دو بار مثال ؎

گل پھولے جو تھے چمن کے جھڑ گئے	وہ نقش و نگار سب بگڑ گئے

تقطیع گل پُول مفعول ج تھے چمن مفاعلن ک جڑ گئے مفاعلن ؛ وہ نقش مفعول نگار سب مفاعلن بگڑ گئے مفاعلن اگر اس شعر میں جھڑ گئے اور بگڑ گئے میں ہمزہ مکسور کو ساقط کر کے حرف کاف فارسی کو مفتوح اور یاے تحتانی کو ساکن پڑھیں تو یہ وزن ہو جائے مفعول مفاعلن فعولن یہ شعر ہوس نے مثنوی لیلی مجنوں میں اسی وزن میں لکھا ہے اور وقت و تکلف سے خالی نہیں اور ہم نے جس وزن کی مثال میں وارد کیا ہے وہ بے تکلف ہے۔

ہزج مسدس اخرب سالم الآخر مفعول مفاعلن مفاعیلن دو بار مثال ؎

کہتے ہیں کہ وہ نگار آتا ہے	کیا فائدہ جی ہی تن سے جاتا ہے

تقطیع کہتے ہ مفعول وہ نگا مفاعلن ر آتا ہے مفاعیلن ؛ کا فا مفعول دجی ہ تن مفاعلن س جاتا ہے مفاعیلن اور اس وزن میں عروض و ضرب سبغ اور سالم جمع کرنا بھی جائز ہی۔

ہزج مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل مفاعیل دو بار ؎

جب تک ہے جہان میں گل و گلزار	یارب رہے وہ گوشۂ دستار

تقطیع۔ جب تک ہ مفعول جہاںمے گ مفاعیل ل گلزار مفاعیل ؛ یارب ر مفعول ہ وہ گوش مفاعیل ئہ دستار مفاعیل ؛

مثال دیگر

حاصل نہوا یار کا پابوس منھ زرد ہے کلے بھی ہوئے خشک	افسوس صد افسوس صد افسوس بیماری فرقت نے لیا چوس

ہزج مسدس اخرب مقبوض۔ محذوف الآخر مفعول مفاعلن فعولن دو بار مثال۔

کیا پوچھے ہے حال بلبلوں کا گل چین تجھے کیا تری بلا سے	محمد شاکر جو اسپہ گذرنی ہے گذر لے گل توڑ کے تو تو گود بھر لے

مولوی محمد حسن کاکوروی

بیضاوی صبح کا بیان ہے	تفسیر کتاب آسمان ہے

تقطیع بیضاوِ مفعول ہے صبح کا مفاعلن بیاںہے فعولن ٭ تفسیر مفعول کتاب آ مفاعلن سماں ہے فعولن

مولفہ

اے خانہ خراب یہ خرابی	دیکھ آپ کو لے دل اور سنبھل کچھ
یکساں نہیں دور چرخ ازلی	خوش باش کہ آج کچھ ہے کل کچھ

ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور الآخر مفعول مفاعلن مفاعیل دوبار شال

مولوی محمد حسن

انوار بیاض مطلع صاف	والفجر کے حاشیہ پہ کشاف

ہیبت قلی خاں حسرت

فرہاد سے ہمسری کرے کون	سرکس کا پھرا ہے یوں مرے کون

ہزج مسدس اخرم اشتر محذوف الآخر۔ مفعولن فاعلن فعولن دوبار خرم سے مراد ہی اسقاط حرف اول وتد مجموع سے پس مفاعیلن سے فاعیلن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور شتر و حذف کا حال اوپر معلوم ہوچکا ہی فاعلن اشتر اور فعولن محذوف ہے۔

نسیم

کاٹا دن تو تڑپ تڑپ کر	آفت کی رات سر پر آئی

تقطیع کاٹا دن مفعولن تو تڑپ فاعلن تڑپ کر فعولن ٭ آفت کی فعولن رات سر فاعلن پر آئی فعولن۔

گویا خرطوم اژدہا تھی	انشا	صورت دیوار قہقہا تھی

ترانۂ شوق

صبح کاذب کو دن نہ جانو	ٹٹی دھوکے کی ہے یہ مانو

ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور الآخر مفعولن فاعلن مفاعیل دوبار۔

الشا

چنچل پیاری تھی مادہ فیل ایک	جس پر ہو جائیں غش بد و نیک

تقطیع چنچل پیا مفعولن ریت ما فاعلن دفیلیک مفاعیل ٭ جس پر ہو مفعولن جائے غش فاعلن

بروزنیکہ مفاعیل **فائدہ** یہ چارون وزن یعنی مسدس اخرب مقبوض محذوف اور مسدس اخرب مقبوض مقصور اور مسدس اخرم اشتر محذوف اور مسدس اخرم اشتر مقصور ایک ہی شمار کیے جاتے ہین اور انکو شاعر ایک غزل مین جمع کرے تو جائز ہے۔ **ناظم**

پڑھتا ہے شراب پی کے لاحول		ناظم رندون مین پارسا ہے

مصرع اول ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور ہے اور دوسرا مصرع ہزج مسدس اخرم اشتر محذوف۔

انشا

خاطر مستون کی جس سے ہو جمع		روشن وہ کرے مراد کی شمع

پہلا مصرع ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور ہے اور دوسرا مصرع ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور۔

احسن کاکوروی

تجھ سے دشمن کو دوست جانا	دل نے مرے ساتھ دشمنی کی
مفعولن فاعلن فعولن	مفعول مفاعلن فعولن
خالِ ابرو نے مار ڈالا	کعبے والون نے رہزنی کی
مفعولن فاعلن فعولن	مفعولن فاعلن فعولن
جی بھی نکلا تو وائے حسرت	نکلی حسرت نہ اپنے جی کی
مفعولن فاعلن فعولن	مفعولن فاعلن فعولن
احسن کیون چپ ہو کسی کی ہو یاد	کچھ ہم سے کہو تو اپنے جی کی
مفعولن فاعلن فعولن	مفعول مفاعلن فعولن

اوزان مذکورہ بالا کا کلیہ یہ ہے کہ اگر صدر و ابتدا اخرب (مفعول) آوے تو حشو مقبوض (مفاعلن) آوے گا اور اگر اخرم (مفعولن) آوے تو حشو اشتر (فاعلن) آویگا اور عروض و ضرب محذوف یا مقصور اس اختلاف کو کہ زحاف مین واقع ہوتا ہے عوام سکتہ کہتے ہین۔

ہزج مسدس اشتر محذوف الآخر فاعلن فاعلن فعولن دوبار مثال۔

آج ہے یار سے جدائی		پھر بلا سر پر اپنے آئی

تقطیع۔ آج ہے فاعلن یار سے فاعلن جدائی فعولن ۔ پھر بلا فاعلن سر پہ اپ فاعلن نے آئی فعولن ۔ صدر و ابتدا اور حشو اشتر ہے اور عروض و ضرب محذوف۔

ہزج مسدس اشتر مقصور الآخر فاعلن فاعلن مفاعیل دوبار مثال۔

بادہ ایسا کہ ہو اُولو العزم	جسکو پیکر سنوار دن اک بزم
جس پہ للچائے زاہد خشک	جس سے شرمائے نافۂ مشک

صدر و ابتدا و حشو اشتر ہے اور عروض و ضرب مقصور **فائدہ** عروض و ضرب مین ایک ہی بیت مین یا کئی اشعار مین بمقابلے فعولن کے مفاعیل بھی آسکتا ہے۔

ہزج مربع سالم مفاعیلن مفاعیلن دو بار اس وزن پر نہایت موثر مضمون کا ایک بھجن ہندی زبان مین دیکھا گیا ہے اُس مین سے دو شعر ہم یہان پر درج کرتے ہین۔ ؎

سجن جگنے کی باری ہے	عجب سُدھ بُدھ ہو بساری ہے
بھجن بن کام جاتا ہے	سجن من بول بھاری ہے

فرمان علی سوجان پوری

ہلال عید جان افزا	دکھائی دے گیا ہر جا

جہان مین غلغلہ اُٹھا
کہ روز عید ہست امروز

جوان و پیر گاتے ہین	نہین پھولے سماتے ہین

نقاب غم اُٹھاتے ہین
کہ روز عید ہست امروز

اس مربع مین گرہ کے شعر کے آخر مین مفاعیلان واقع ہے ایک اخبار مین ایسا ہی لکھا دیکھا ہے۔

ہزج مربع مقبوض مفاعلن مفاعلن دو بار مثال۔

لمولفہٗ

دل و جگر کو چھین کر	وہ بے وفا گیا کدھر
ہمارے حال زار سے	اُسے ذرا نہین خبر

تقطیع دلو جگر مفاعلن کُ چھین کر مفاعلن ؛ وہ بے وفا مفاعلن گیا کدھر مفاعلن۔

ہزج مربع اخرب مفعول مفاعیلن دو بار محمد حسین آزاد کی یہ نظم غیر مقفی اسی وزن پر ہے ؎

ہنگامۂ ہستی کو	گر غور سے دیکھو تم
ہر خشک و تر عالم	صنعت کے تلاطم مین

ہزج مربع اخرب مقصور محذوف مفعول مفاعیل یا فعولن دو بار گشن پرشاد شاد

کہتے ہین ۔ ؎

آیا ہون وطن سے ناشاد دکن سے
ہان آہ خبردار نکلے نہ دہن سے
برخاست ہوئی شمع دنیا کی لگن سے
آنسو ہین کہ موتی آئے ہین عدن سے
مُردے کو سروکار ہے گور و کفن سے
لیکر مرے دل کو رکھیے گا جتن سے

فرزند کا غم آہ لایا ہے وطن سے
بلبل گئی اُڑ کر افسوس چمن سے
ہے مجھکو شکایت اس چرخ کہن سے
اس عشق کو پوچھو تل اور دہن سے
منصور کو ہے کام ہان دار و رسن سے
واقف ہے تو اے شاد کیا شعر کے فن سے

(۲) بحر رمل

بحر رمل فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دوبار رمل بفتح راے مہملہ و فتح میم و سکون لام لغت مین دوڑنے اور ریوبہ چلنے کے معنے مین ہے چونکہ یہ بحر جلدی اور سرعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اسلیے اس کو رمل کہتے ہین بعض نے وجہ تسمیہ اسکی یہ لکھی ہے کہ رمل لغت مین بوریا بننے کو کہتے ہین چونکہ اس بحر کے رکن مین دو سبب کے درمیان مین وتد ہے اور وتد رسی کو کہتے ہین تو گویا سبب کو وتد سے بن دیا ہے اور اس تقدیر پر میم کے سکون سے ہونا چاہیے مگر مشہور میم کے فتح سے ہے چنانچہ سید انشا کہتے ہین ۔ ؎

گر تو مشاعرے مین صبا آج کل چلے ۔ کہیو عظیم سے کہ ذرا وہ سنبھل چلے
اتنا بھی حد سے اپنی نہ باہر نکل چلے ۔ پڑھنے کو شب جو یار غزل در غزل چلے

بحر رجز مین ڈال کے بحر رمل چلے

اس بحر کو شعراے عرب نے مثمن استعمال نہین کیا ہے اور فصحاے عجم و ریختہ نے مثمن اور مسدس دونون طرح استعمال کیا ہے اور عروض و ضرب اس بحر کے اشعار اُردو مین سالم نہین آتے اسلیے کہ اُن کے سالم ہونے سے شعر بے لطف ہوجاتا ہے ۔ غرائب الجمل کا یہ مصرع اسی وزن مین ہے ؎ نونہال گلشن شاہی گرامی ہین یہ دونون + تقطیع نونہالے فاعلاتن گلشن شا فاعلاتن ہی گرامی فاعلاتن ہے یہ دونون فاعلاتن ۔

دیگر

تاب برآتا نہین مطلق دل بے تاب جو ہے ۔ پیچ کیا کھائے لگین زلفین تمھاری اندنون مین
خانہ جنگی کی تری شہرت یہی ہے اس قدر ۔ ٹھہرے بھی پاس وحشت سے ہے شمشیر طلائی

دی بیان غم نے میرے کوہ کو بیان تنگ گداز — آخرش تن حسن کے رشک آبگینہ ہوگیا وہ
تیرے دیوانے کی خاطر زلف کی زنجیر سے اب — لے پری جوش جنون مین کچھ تو زیور چاہیے کر

اسلیے اکثر محذوف یا مقصور یا مقطوع یا مشعث یا مسبغ لاتے ہین اور اس مین یہ زحاف آتے ہین۔ خبن۔ کف۔ شکل۔ حذف۔ قصر۔ تشعیث۔ تسبیغ۔ ربع۔ جحف۔

رمل مثمن محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دو بار بسبب حذف کے فاعلاتن سے سبب خفیف آخر کا گر کر فاعلن سے بدل لیا گیا۔

مولوی شاہ محمد طالب

چیرے سینے کو تش تیجے دل دلگیر کو — یہ ہی دو جا گہ ہر اور کیا لکھا گیا مین تیر کو

تقطیع چیرے سی فاعلاتن نے کہ تش کی فاعلاتن جے دے دل فاعلاتن گیر کو فاعلن ؛ یے ہ دو جا فاعلاتن گاہ اَرکا فاعلاتن کا گیا مین فاعلاتن تیر کو فاعلن ؛

جرأت

کیا غضب ہی اُسکی تو مرضی ہی اُسکو ٹالدو — اور مین کہتا ہون کوئی پانؤن اُسکے ڈالدو

قلندر

قصد خونریزی کا گر دلمین تری اے جان ہے — تیغ کرے تیز کچھ مشکل نہین آسان ہے

ذوق

حق تو یہ ہے یہ انانیت عجب غماز ہے — قصہ پہونچایا زبان دار تک منصور کا

لمؤلفہ

کر دیا زندہ ہمین ٹھوکر لگا کر ناز سے — بعد مرنے کے دکھایا معجزہ رفتار کا

ولہ

عالم مستی مین ہم جو بوسہ بازی کر گئے — واقعی اُس وقت وہ بندہ نوازی کر گئے

ولہ

اگرچہ ہے مطلوب بے جان حزین کے واسطے — منت منع کھینچے کیون شانگین کے واسطے

رمل مثمن مقصور فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات دو بار بسبب قصر کے فاعلاتن کا ساکن ہفتم گر کر اور اسکا ماقبل ساکن ہو کر فاعلات رہا اسکو فاعلان سے بدل لیا مثال۔

قدرت

جُرم پر تیری محبت کے ہمیں کرتے ہیں قتل | حفظ جان کے واسطے گر نہ کیجیے انکار حیف

امانت

نقشِ پا سے ہے خجل حسن و جمالِ آفتاب | یار کے منہ پر چڑھے کب ہی مجالِ آفتاب

لموٗلفہ

کوئی تو میخوار یاں ڈوبا ہے اے دریای حُسن | پھوڑتے ہیں سر جو اپنا جام معکوس حباب

اور وزن محذوف کو مقصور کے ساتھ جمع بھی کرسکتے ہیں مثال۔

اقبال

اس چمن میں مرغ دل گائے نہ آزادی کا گیت | آہ یہ گلشن نہیں ایسے ترانے کے لیے

رجب علی سرور

یا تو ہم پھرتے تھے اُن میں یا ہوا یہ انقلاب | پھرتے ہیں آنکھوں میں ہر دم کوچہ ہائے لکھنؤ

لموٗلفہ

شب بسر کرنے لگے اختر شماری میں مدام | عقد پروین کو سمجھ کر خوشۂ انگور ہم

استقدر اجلاف سے ہی گردش ایام ساز | خان دوران زمان ہر اک کمینہ ہو گیا

سب شعروں میں عروض مقصور اور ضرب محذوف ہے اور اُسکے بالعکس کی مثال یہ ہے۔

ناسخ

دشمنی کرتا ہے جس سے ہو اُمید دوستی | روشنی کی جا جلاتی ہے مرا کاشانہ شمع

بیٹھتے دیکھا نہیں ہرگز کسی نے ایک دم | گنتی ہے اس بزم کو ایسا مسافر خانہ شمع

امیر مینائی

کہہ دو رضوان سے یہی جنگل بھول سبزہ وان بھی ہے | اور کیا جنت میں رکھا ہے جو دکھلائینگے آپ

یار محمد خان شوکت

سیر جنت خوب جب رضوان مجھے دکھلا چکا | بے تامل منہ سے نکلا ہائے لُطف کوے دوست

حضرت ظفر علیہ الرحمۃ نے بحر رمل کو مثمن بھی استعمال کیا ہے یہ اُنکا کلام ہے۔ ؎

ہو کے خاک اپنا مٹا دینا جسے منظور ہو وہ خاکسار | خاک رہ ہو خاک پا ہو یہ بھی ہو اور وہ بھی ہو اور کچھ ہو

بروزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلان فاعلاتن فاعلان دو بار عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف۔

رمل مثمن مخبون فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن دوبار بسبب خبن کے حرف دوم ساکن سبب خفیف کا گر کر بجاے فاعلاتن فعلاتن رہگیا اگرچہ یہ وزن بحر کامل مقطوع سے مشتبہ ہے اسلیے کہ اسکا ہر رکن قطع کے بعد متفاعل رہتا ہے جسکو فعلاتن سے بدل لیتے ہین مگر اس وزن کا رمل مین شمار کرنا بہتر ہے کیونکہ رمل مین فعلاتن بدل کر نہین آتا ہے مثال ظفر کے مخمس کا بند حکیم سنائی کی غزل فارسی پر۔

گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہے تو رزق رسانی — ترے الطاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی
کہ تو ستار ہے سب واقف اسرار نہانی — ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را غیب تو دانی

ہمہ را رزق رسانی کہ تو موجود عطائی

تقطیع گنہ و جر فعلاتن م پ بی کر فعلاتن تا ہ تو رز فعلاتن ق رسانی فعلاتن اور عروض و ضرب مین فعلاتن کے عوض فعلیان مسبغ بھی درست ہے۔

ولہ

ظفر اسوقت مین خاموش ہو گیا غنچہ کی مانند — کرے یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اسے چند
کرے توصیف مین کسطرح تری اپنی زبان بند — لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند

مگر از آتش دوزخ بودش روز رہائی

اور رکن اول سالم بھی آتا ہے اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ ارکان شش حرفی ارکان اصلی دائرے مین نہین مین بلکہ سباعی کی فرع ہین اسلیے کہ جب اکثر ارکان سداسی پاسے گئے اور ایک سباعی اور سباعی سے زحاف خبن کی وجہ سے سداسی بنتے ہین تو معلوم ہوا کہ ارکان سداسی دائرے مین در اصل سباعی ہین پس جن عروضیون نے رمل سالم اور رمل مخبون کو علیحدہ علیحدہ بحر قرار دیا ہے یہ انکی راے تحقیق کے خلاف ہے۔ مثال۔

مین شہید لب لعلین کا ہون ہمدم مرے خون سے — سنگریزون مین بھی ہو لعل بدخشان کی سی رونق
ہمسا جانباز بھی ہر کوئی بستر دیکھین تو جانان — رکھدے اُس تیغ جفا کے تلے سر دیکھین تو جانان

پہلے شعر کے عروض و ضرب مین فعلاتن ہے اور دوسرے شعر مین فعلیان واقع ہوا ہے۔

رمل مثمن مخبون مشعث مقصور فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان۔ بسکون عین دوبار بسبب خبن کے فاعلاتن سے فعلاتن رہ گیا اور تشعیث سے مراد یہ ہے کہ وتد مجموع کے پہلے حرف متحرک کو اور ایک قول کے موافق وتد مجموع کے دوسرے حرف متحرک کو گرا دیتا اور ایک قول کے مطابق وتد مجموع کے ساکن کو گرا کر اسکے

ماقبل کو ساکن کردینا اور ایک قول کے مطابق اول فاعلاتن مین خبن کرکے پھر وتد مجموع کے حرف اول کو ساکن کردینا پس فاعلاتن سے فاعلاتن یا فاعاتن یا فاعلتن بسکون لام یا فعلاتن بسکون عین رہا اور بسبب قصر کے نون گر کر فاعلات یا فاعات یا فاعلت بسکون تا و لام یا فعلات بسکون عین شعث مقصور ہوا اسکو فعلان ساکن العین سے بدل لیا خواجہ نصیر الدین محقق طوسی کے قول کے موافق فعلان کو شعث مقصور نہین کہ سکتے اسلیے کہ یہان خبن لازم ہے پس فعلاتن مخبون کو مسکن و مقصور کیا ہے۔ مثال ۔ سے

نظیر

یہی دل ہے کہ ہوا تھا نہ کبھی بھی غمناک	وہی دل ہے کہ ہوا تیغ قضا سے صدچاک

تقطیع یہی دل ہے فعلاتن کہ ہوا تھا فعلاتن نہ کبھی بی فعلاتن غمناک فعلان ٭ وہ دل ہے فعلاتن کہ ہوا تے فعلاتن غ قضا سے فعلاتن صدچاک فعلان ٭

غالب

غم شبیر سے ہو سینہ یہان تک لبریز	کہ رہین خون جگر سے مری آنکھین رنگین

رمل مثمن مخبون مقصور فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان عین کے کسرے سے دوبار

غالب

تپش دل نہین بے رابطۂ خوف عظیم	کشش دم نہین بے ضابطۂ جر ثقیل

تقطیع تپشے دل فعلاتن نہ ہ بے را فعلاتن بطئے خو فعلاتن ف عظیم فعلان ٭ کششے دم فعلاتن ن ہ بے ضا فعلاتن بطئے جر فعلاتن ر ثقیل فعلان ٭

رمل مثمن مخبون محذوف مسکن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن بسکون عین دوبار خواجہ نصیر الدین طوسی کا قول ہے کہ یہان فعلن کو ابتر کہنا نہ چاہیے اسلیے کہ ابتر محذوف مقطوع ہوتا ہے بدون خبن کے اور اس جگہ خبن لازم ہے پس بہتر یہ ہے کہ مخبون محذوف مسکن کہین فعلاتن مخبون کو محذوف کیا تو فعلا بکسر عین رہا اور مسکن کرنے سے فعلا کا عین ساکن ہوگیا اسکو فعلن بسکون عین سے بدل لیا۔

مصحفی

مرض عشق سے گر ابکی سنبھل جاؤنگا	تو مین دو چار برس کو کہین ٹل جاؤنگا

عروض و ضرب مخبون محذوف مسکن ہے اور باقی تمام رکن پہلے شعر کی طرح ہین۔

رمل مثمن مخبون محذوف فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن عین کے کسرے سے دوبار

فعلن مجنون محذوف ہے مثال۔

غالب

ہوس گل کا تصور مین بھی کھٹکا نرہا	عجب آرام دیا بے پروبالی نے مجھے

تقطیع ہوسے گل فعلاتن ک تصوّر فعلاتن م ب کھٹکا فعلاتن نرہا فعلن عجبآرا فعلاتن م دیا بے فعلاتن پر بالی فعلاتن ن مجے فعلن۔

کنورسین مضطر

خلل انداز وفا کو نہ غم ناز ہوا	جو جواب خط مضطر قلم انداز ہوا

ان چارون وزنون کے واسطے ایک حکم ہے اور اجتماع ایک غزل مین روا ہے اور اگر سب مین پہلا رکن سالم ہووے یا صدر سالم ہووے اور ابتدا مجنون یا اُسکے برعکس تو بھی شعر ناموزون نہوگا اور یہ اکثر مستعمل ہے۔

عباس علی خان بیتاب

بھاگیا اپنے زلبس قتل کا ایما ہم کو	بعد مردن بھی ہے مرنے کی تمنا ہمکو

لمؤلفہ

یاد مین ہاے نگارین کے ترے اے گرد	جس کو دیکھا کف افسوس ہی ملتے دیکھا

صدر و ابتدا ساکن ہی اور عروض و ضرب مجنون محذوف مسکن۔

مولوی شاہ محمد عرف حافظ شبراتی طالب

قاصد اُسنتے ہی اُس عہد شکن کا پیغام	دل مرا آج پیمبر کی قسم ٹوٹ گیا۔

صدر و ابتدا ساکن ہی اور عروض مجنون مسکن مقصور اور ضرب مجنون محذوف۔

داغ

روکش اُس چین جبین سے خم گیسو نہوا	نہ ہوا مد مقابل بجز ابرو نہ ہوا

صدر سالم اور ابتدا مجنون اور عروض و ضرب مجنون محذوف۔

منولال صبا لکھنوی

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری مین	کوئی معشوق ہی اس پردۂ زنگاری مین

صدر و ابتدا سالم اور عروض و ضرب مجنون مسکن مقصور۔

ناسخ

گو پہنتا نہین جز جامۂ رنگین تو آج ۔ کفن اک روز ملے گا تجھے خود کام سفید

صدر سالم اور ابتدا مجبون اور عروض مجنون مسکن مقصور ہی اور ضرب مخبون مقصور ہی۔

لمؤلفہ

نور رخ زلف سے جھکا تو جھکے سجدے کو ۔ لیلۃ القدر سمجھ کر درو دیوار تمام

صدر و ابتدا سالم ہی اور عروض مجنون محذوف مسکن اور ضرب مجنون مقصور۔
یہ بھی ہوسکتا ہی کہ حشو مین مفعولن بجاے فعلاتن لایا جاے مثال اسکی۔

اثنا

کیا فقط آنکھے نچھاور کے لیے اے اثنا ۔ اپنی مٹھی مین ہر اک غنچۂ زر لیتا ہے

پہلا مصرع بدستور ہی اور دوسرے مصرع کی تقطیع یہ ہے اپنی مٹ ٹھی فاعلاتن م ہر کٹ غن فعلاتن
چہ زر لے مفعولن تا ہے فعلن۔

ولہ

اردلی کے جو گرانڈیل ہین ہونگے سب جمع ۔ کر نا پھونکے گا جسوقت کہ آسکھر درشن

جو وزن پہلے شعر کے دوسرے مصرع کا ہی وہی اس شعر کے دوسرے مصرع کا ہے تقطیع یون ہے
کر ن پو کے فاعلاتن گا جس وق مفعولن ت ک آ اسک فعلاتن درشن فعلن۔

منیر

گلفشان ہوگئے یون عیسوی تجری مثال ۔ خلد روح افزا مضمون وچمن پیر الظمہ

دوسرے مصرع کے حشو مین مفعولن واقع ہے۔ جبکہ حشو مین بجاے فعلاتن کے مفعولن لانا جائز ٹھہرا اور
اساتذہ ہمنے اسکا استعمال کیا تو ہم بکشادہ پیشانی کہ سکتے ہین کہ ہمارے امانت سے ہرگز خطا و غلطی نہین
ہوئی بلکہ جن لوگون نے اعتراض کیا ہے اُن کی غلطی و نافہمی ہی۔ اسکے اس شعر کو۔ ؎

اس پہ راضی ہو تو قرآن اٹھا لاؤن مین ۔ رکھ تو اے مصحف رو ہاتھ قسم کھاؤن مین

ایک صاحب نے اپنے رسالے مین جرح کرکے زور طبیعت دکھایا ہے اور بے تکلف قلم اٹھا کر لکھدیا ہی کہ
ان مین اضافت زائد ہے ہم اُنسے کہتے ہین کہ اگر اضافت ہی نہ قرار دیجاے تو کیا مضائقہ ہے۔ انکو چاہیے کہ
حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کے اس شعر فارسی مین بھی غلطی نکالین۔ ؎

زر بدہ مرد سپاہی را تا سر بدہد ۔ ورگرش زر ندہی سر بنہد در عالم

تقطیع شعرابانت اس پہ راضی فاعلاتن دہ ت قرآ فعلاتن ن اُٹھالا فعلاتن او مین فعلان ⁂ رک مے
اے مُعص فاعلاتن حق رُخ ہا مفعولن تا قسم کا فعلاتن او مین فعلان ⁂ تقطیع بیت فارسی زربدہ مرفاعلاتن
وسیاہی فعلاتن راناسر مفعولن بدبد فعلن ⁂ وگرش زر فعلاتن نرہی سر فعلاتن نہد در فعلاتن عالم فعلن
وزن رمل مثمن مجنون کو خواجہ عصمت اللہ بخاری وغیرہ نے مضاعف بھی استعمال کیا ہے اور لبسبب طوالت
کے عوام اُسے بحر طویل کہتے ہین لیکن اُردو مین کم مستعمل ہے قصیدہ شہید کا اُسی وزن پر ہے۔ س ۵

یہ بحر کیسی ہے پر نور کہ جمہور ہین مسرور ہر اک باغ مین معمور ہے سامان بہار
گل چھکتا ہے چمن نور مہکتا ہے ٹپکتا ہے ہر اک شاخ تروتازہ سے فیضان بہار
کیا جھکڑے سے چلی آتی ہے سرمست ادا مائل شوخی و حیا نکہت گل دست گریبان بہار
تا کسی خار سے اُلجھے کہین پانہ لگے گرد زمین ہاتھ مین پھولون کے ہے دامان بہار

پہلے شعر مین صدر مجنون ہے اور ابتدا سالم اور دوسرے شعر مین صدر و ابتدا دونون سالم ہین اور عروض
وضرب دونون شعر کا مجنون مقصور اور حشو مجنون ہے۔

رمل مثمن مشکول فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن دو بار شکل مراد ہے اجماع خبن و کف سے لبسبب خبن
کے الف فاعلاتن کا گرا اور بسبب کف کے ساکن ہفتم یعنے نون گرا پس فعلات مشکول رہ گیا شال۔

انشا

چلے تھے حرم کو رہ مین ہوا اک صنم پہ عاشق	نہ ہوا ثواب حاصل یہ لیا عذاب اُلٹا

تقطیع چلے تحرح فعلات رم کُ رَہ مے فاعلاتن ہوا اک صَ فعلات نم پہ عاشق فاعلاتن ⁂ نہواث
فعلات واب حاصل فاعلاتن یہ لیا غ فعلات ذاب اُلٹا فاعلاتن۔

مرزا احمد بیگ قیس

دل مضطرب کا دیکھا عجب اضطراب اُلٹا	ہوا اور مضطر اُسنے جو دیا نقاب اُلٹا

غالب

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا	کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو	یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب	تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

تمام اشعار مین صدر و ابتدا مشکول ہے اور عروض و ضرب سالم اور حشو مین ایک رکن مشکول اور ایک
سالم ہے۔ اور عروض وضرب مین فاعلیان مسبغ بھی درست ہے۔

بندرابن راقم

مری بدخرابیوں کے گرین تو بہ مے گساران ‖ ہے وہ عمل کہ ہووے سبب نجات یاران

صدر و ابتدا مشکول ہے اور عروض و ضرب مسبغ ہے اور حشو مین ایک رکن سالم ہے اور ایک مشکول ہے تقطیع مری بدخ فعلات رابیو سے فاعلاتن کرتوب فعلات مے گساران فاعلیان ہے وہ عمل فعلات ک ہووے فاعلاتن سبب ن فعلات جات یاران فاعلیان۔

انشا

یہ نگہ یہ منھ یہ رنگت یہ مستی یہ لعل خندان ‖ غضب اور تسپہ لینا یہ زبان بزیر دندان

اگر الف اور نون غنہ کو ایک حرف مانا جائے تو فاعلیان کی جگہ فاعلاتن لایا جائے بہر صورت مسبغ کی مثال یہ ہی۔ ؎

امیر

کٹی عمر میری ساری جیسے شمع باد کے بیچ ‖ یہی رونا جلنا گلنا یہی اضطراب تجھ بن

عروض مسبغ ہے اور ضرب سالم۔

رمل مسدس سالم فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دوبار مثال۔

قتل عالم کر چکا غمزہ تو بوے ‖ کیا کیا لے خانمان برباد تونے

تقطیع قتل عالم فاعلاتن کر چکا غم فاعلاتن زہ تُ بوے فاعلاتن ؛ کا کیا لے فاعلاتن خان ما بر فاعلاتن باد تونے فاعلاتن ؛ اور عروض و ضرب مسبغ یعنی فاعلیان بھی لا سکتے ہین جیسے۔ ؎

بے محابا چاک کرتا ہے گریبان ‖ کس کے آگے سے ہوا ہے گل پریشان

میر کی مثنوی زبان زد عالم کے اس شعر کی تقطیع بھی اس وزن مین ہو سکتی ہے۔ ؎

جب بڑون سے مارنا ہموار کھائین ‖ کج خرامی سے تب اپنی باز آئین

تقطیع۔ جب بڑون سے فاعلاتن مارنا ہم فاعلاتن وار کھائین فاعلیان ؛ کج خرامی فاعلاتن سے تب اپنی فاعلاتن باز آئین فاعلیان ؛ اگر الف اور نون غنہ کو ایک حرف مانا جائے تو فاعلیان کی جگہ فاعلاتن آئیگا مثال ذیل مین فاعلیان ہونے مین کوئی شبہ نہین۔ ؎

فندقی انگشت سے وہ کرتا ہو رنگ ‖ اور یہان دل پر ہو غم کے ہاتھ سے سنگ

رمل مسدس مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوبار۔

ہے یہان کسکو شب فرقت مین ہوش ‖ **ناسخ** ‖ ہوچکی ہوگی ہزاروں بار صبح

تقطیع ہے یہاکس فاعلاتن کو نبے فرقا فاعلاتن قتِ م ہوش فاعلان ؛ ہو چکی ہو فاعلاتن گی ہزار دفاعلاتن بار صبح فاعلان۔

لمؤلفہ

طاق ابرو پر نہین اُس بُت کے خال ۔ خانۂ حق مین موذن ہے بلال

رمل مسدس **محذوف** فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دو بار مثال۔

خواجہ وزیر

خط پہ خط لائے جو میرے نامہ بر ۔ بولا ان مرغون کا ڈربہ کھل گیا

نواب یوسف علی خان ناظم

ہے لڑائی اب تو آؤ سامنے
صلح مین ہم سے بہت پردہ کیا

لمؤلفہ

ایک کو گالی ہے بوسہ ایک کو ۔ ان بتون کا یہی ایدل کام ہے
چشم کے خس خانے مین رہ برق وش ۔ سرو تر ہے خطۂ کشمیر سے
راہ گم کی زلف کے کوچے مین جب ۔ آہ سوزان شمع دکھلانے لگی

عروض وضرب مین ایک جگہ فاعلان مقصور اور ایک جگہ فاعلن محذوف بھی جمع کرنا درست ہے۔

نواب مصطفےٰ خان شیفتہ

کھول جلد اے شیفتہ آغوش شوق ۔ یہ صدا آئی لب سوفار سے

لمؤلفہ

پانون کیون پڑتی ہے میرے بار بار ۔ کیا خطا صادر ہوئی زنجیر سے

رمل مسدس **مخبون** فعلاتن فعلاتن فعلاتن دو بار مثال

تجھے عاشق کی بھی اے یار خبر ہے ۔ کہ ترے واسطے وہ خاک بسر ہے

تقطیع تجے عاشق فعلاتن کبِ پ اے یا فعلاتن رخبرہے فعلاتن ؛ کہ ترے وا فعلاتن سطے وہ خا فعلاتن ک بسر ہے فعلاتن۔

رمل مسدس **مخبون** مسبغ فعلاتن فعلاتن فعلیان دو بار مثال سے

نالے کا دیکھ مرے باغ مین انداز ۔ کب نکل سکتی ہے بلبل سے پھر آواز

صدر و ابتدا سالم ہیں اور حشو مخبون اور عروض و ضرب مخبون مسبغ۔

رمل مسدس مخبون محذوف مسکن فعلاتن فعلاتن فعلن بسکون عین دوبار۔

شہید

کبھی آنکھوں پہ بٹھالیتی تھی	کبھی سینے سے لگالیتی تھی

تقطیع کبِ آآ کو فعلاتن پ بٹھالے فعلاتن تی تی فعلن الخ۔

مومن

نہ کچھ آشفتہ سری نے مارا	کہ مجھے چارہ گری نے مارا

رمل مسدس مخبون محذوف فعلاتن فعلاتن فعلن بکسر عین دوبار۔

شہید

در و دیوار سے آتی تھی صدا	کہ حلیمہ پہ ہوا فضل خدا

تقطیع۔ درو دیوا۔ فعلاتن رس آ تی فعلاتن ت صدا فعلن۔

مومن

خفگی پھر کسی صورت نہ گئی ہے	نہ گئی دل سے کدورت نہ گئی ہے

رمل مسدس مخبون مقصور۔ فعلاتن فعلاتن فعلان۔

رمل مسدس مخبون مشعث مقصور یا مخبون مسکن مقصور فعلاتن فعلاتن فعلان اول میں فعلان عین کے کسرے سے ہے اور دوم میں سکون سے مثال دونوں کی

مومن

سر مجنون پہ بھی تو ہے مشہور	کہ ہوا ناقۂ لیلیٰ کا عبور ہے

ایضاً

کسی کے لب پہ میں مرجاتا کاش	کسی کے چہرے پہ ناخن کی خراش

دونوں شعروں کے پہلے مصرعے دوسرے وزن کی مثال ہیں اور دوسرے مصرعے پہلے کی

ان اوزان کے صدر و ابتدا میں بجائے فعلاتن مخبون کے فاعلاتن سالم بھی آتا ہے۔

جرأت

ناصحو آپ میں جرأت نہ رہا	اب مجھا اُسے سمجھائیے گا

خواجہ وزیر

سر مرا کاٹ کے پچتائیے گا	کسکی پھر جھوٹی کھائیے گا

دونون شعرون مین صدر و ابتدا سالم ہین اور حشو مخبون اور عروض و ضرب مخبون محذوف ہے۔

مصحفی

شیشۂ مے کی طرح اے ساقی	چھیڑ یو مت کہ بھرے بیٹھے ہین

ولہ

تم ذرا چشم نمائی کر دو	شوخیان ہم سے ہرن کرتے ہین

دونون شعرون مین عروض و ضرب مخبون محذوف مسکن اور صدر و ابتدا سالم ہین

غالب

اہل تدبیر کی واماندگیان	آبلون پر بھی حنا باندھتے ہین

صدر و ابتدا سالم اور عروض و ضرب مخبون محذوف یعنی فعلن عین کے کسرے سے۔

لمولفہ

دل کو ہم اُنپہ فدا کرتے ہین	جان پر اپنی جفا کرتے ہین

اس شعر مین عروض و ضرب دونون مخبون محذوف مسکن ہین باقی بدستور۔

راغب

منھ دو پٹے سے چھپایا اُسنے	دل کو پردے مین لبھایا اُسنے

لمولفہ

شوق ہو جسکو گلون سے بلبل	دیکھ لے آکے بہار عارض

ان دونون شعرون مین بھی عروض و ضرب مخبون محذوف مسکن ہین۔

کشن پرشاد شاد

ہائے کیا جور ہے کیسی بیداد	کس سے مین جا کے کرون اب فریاد
فاعلاتن فعلاتن فعلان	فاعلاتن فعلاتن فعلان
دن دہاڑے مین لٹی اے لوگو	آسمان نے کیا مجھکو برباد
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان

دے گیا داغ مرا لختِ جگر	مرا پیارا مرا آصف پرشاد
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان
دیکھتا تھا جو تجھے باپ ترا	دل ہی دل میں وہ رہا کرتا تھا شاد
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان
اب تو وہ دام الم میں ہے اسیر	کہیں اس دام سے ہو جلد آزاد
فاعلاتن فعلاتن فعلان	فعلاتن فعلاتن فعلان

جرأت

پردہ مت منہ سے اٹھا نا یکبار	مجھ میں اوسان نہیں رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلان	فاعلاتن فعلاتن فعلن
تو چلا اور یہ جی اس تن میں	کسی عنوان نہیں رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلن
ہجر کے غم سے نہ گھبرا جرأت	اتنا حیران نہیں رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلن

عروض پہلے شعر میں مخبون مسکن مقصور ہے اور باقی میں عروض اور سب میں ضرب مخبون محذوف مسکن ہے یعنے ان تمام شعروں میں نون غنہ کو علیحدہ حرف ساکن نہیں مانا ہے اگر ضرورۃ حشو میں بجائے فعلاتن کے مفعولن ہو تو بھی درست ہے مثال اسکی۔

اودھر آؤ جانی اب نہ ستا	بس نہ اتنا بھی عاشق کو کر تنگ

تقطیع اِدَرْ آؤ فعلاتن جانی اب مفعولن ن ستا فعلن ٭ بس ن اتنا فاعلاتن بی عاشق مفعولن ک کر تنگ فعلن ٭

رمل مربع سالم۔ فاعلاتن فاعلاتن دو بار مثال سے

پیچ اٹھا کر دل پھنسا کر	جا ملا دشمن سے دلبر
ناصحا مت کر نصیحت ٭	ہو گیا دل مثل پتھر
ٹالتا ہے بات کو وہ	دیدہ و دانستہ سنکر

بر وزن فاعلاتن فاعلاتن۔

رمل مربع مقصور یا محذوف فاعلاتن فاعلان یا فاعلن دو بار مثال۔

ظفر

بوسہ رُخ دو ہمین	دل ہم اپنا دین تمھین
درد دل اپنا صنم	کیون نہ ہم تم سے کہین
چپ رہا جاتا نہین	کب تلک چپکے رہین
وہ عبث ہین کوستے	آگئے ہین کیونکر مرین
اس غزل پر سب ظفر	آفرین تجھکو کہین

ان تمام اشعار مین عروض وضرب کو محذوف قرار دینا چاہیے اور نون غنہ کو علیحدہ ساکن نہ ماننا چاہیے جیساکہ محقق طوسی کا مذہب ہے مقصود کی مثال اشعار ذیل کے عروض ہین۔

شاہ وزیر اعظم حیدرآباد

اس نے میرے ساتھ حیف	کیا کہون مین کیا کیا۔
اس نے صد ہا گھر کو آہ	دم مین ویران کردیا
باپ سے بیٹے کو حیف	کردیا اُس نے جُدا
باپ کا بیٹے کو رنج	اِس ستمگر نے دیا
دے گا وہ دل کی مراد	کر دعا صبح ومسا
کیسی شادی کیا رنج	ہونا جو تھا ہوگیا

رمل مربع مخبون۔ فعلاتن فعلاتن دوبار۔

انشا

اری موتی اِدھر آتو	کہ سکھائے ہنر آتو
مرے دل کی بھی خبر ہے	تجھے اے بیخبر آتو

پہلے رُکن کا سالم ہونا بھی جائز ہے مثلاً۔

ولہ

مارے کیا ہی کودکے	جاوے اپنے جو گھر آتو

ولہ

سو جہان خوش وہین جاؤ	چٹکیون مین نہ اُڑاؤ

	بس نہ انشا کو کڑھاو		آگ دل مین نہ لگاؤ

اور یہ بھی جائز ہی کہ ایک شعر کے صدر و ابتدا مین رکن سالم و مخبون کو جمع کیا جائے جیسے۔

ولہ

	پکڑا اپنا جگر آتو		رہ گئی دیکھ انھین کل
	کہین تجھ سی کڑا تو		کوئی کمبخت نہ ہو گی

ولہ

	پاس اپنے نہ بلاؤ		ادھر آؤ نہ ستاؤ

ولہ

	دیوے چھٹی اگر آتو		کیجیے کیا ہی اندرین
	دیکھ لے بھر نظر آتو		کیا ہو گر انشا تجھے ہان

رمل مربع مشعث مقصور۔ فاعلاتن فعلان بسکون عین دو بار یہ تمکو پہلے بتا دیا گیا کہ جمہور فعلان کو مشعث مقصور کہتے ہین اور محقق طوسی کی راے کے مطابق اسکو مخبون مسکن مقصور کہنا چاہیے مثال اسکی ؎

	لعبت چوب ہے تو		نازست کراے سرد

عروض مشعث مقصور ہے اور ضرب مخبون محذوف یعنی فعلن کسرہ عین سے کس لیے کہ فاعلاتن سے بسبب خبن کے فعلاتن ہوا اور اسکے آخر سے سبب خفیف گرا بسبب حذف کے پس فعلا کو فعلن سے بدل لیا۔

رمل مربع مشکول فعلات فاعلاتن دو بار مولوی محمد اسمعیل نظم غیر مقفے مین کہتے ہین۔ ؎

	وہ اُمید وار دہقان		وہ غریب کھیت والے
	کہین کھیت کٹ رہا ہے		کہ کھڑی ہے جن کی کھیتی
	نہین آنکھ اُن کی جھپکی		کہین گہ رہا ہے خرمن
	ہین تمام رات جاگے		یون ہی شام سے سحر تک

یہ چارون شعر اس وزن پر ہین فعلات فاعلاتن دو بار اور آخر مین فاعلیان بھی درست ہے جیسے حکیم منظفر حسین اظہر دہلوی کی نظم غیر مقفے ہین۔

	مرے ملک کو عطا کر		اے خداے پاک و برتر

وہ بہشت حریت تو

نہ جہان ہو خوف دل کو — رہین سرفرازا حرار

نہ جہان ہو پارہ پارہ — یہ وسیع ربع مسکون

بہ تفرق و تقسم

جہان ہو طلب نہ عاجز — بڑھے دست شوق اُس کا

طرف کلام مبہم

اے خدائے جل واکبر — وہ بہشت حریت دے

کہ جہان فنا کا صحرا — نہ سکھا سکے وہ دریا

جو ہے چشمۂ تعقل

جہان میرے سارے کامون — جہان میرے سب خیالون

مین فقط تو ہی ہو رہبر

(۳) بحر رجز

مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن دوبار رجز بفتح راے مہملہ و فتح جیم و سکون زاے معجمہ اُن اشعار کو کہتے ہین جو معرکۂ جنگ مین اور فخر کے موقع پر اپنی قوم کی مردانگی اور شرافت کے جتانے کو پڑھتے ہین اور چونکہ اکثر ایسے اشعار اس بحر مین ہوتے ہین اس لیے اس بحر کا نام رجز رکھدیا یا رجز کے معنے اضطرابی اور شتابی کے ہین اور اشعار بہادری جو میدان جنگ مین پڑھے جاتے ہین وہ وقت اضطراب کا ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا نام رجز رکھا ہے اور بعض نے وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ رجز اونٹ کی ایک بیماری کا نام ہے جو اسکے چوتڑون مین ہوتی ہے اور اُسکی وجہ سے چلنے مین کانپتا ہے چلتا ہے اور کھڑا ہو جاتا ہے چونکہ اس بحر کے پہلے دو سبب خفیف ہین اس وجہ سے حرکت کے بعد سکون واقع ہے اس مناسبت سے اس بحر کا نام رجز رکھا ہے اس بحر کو فصحاے فارس و ریختہ نے اکثر مثمن سالم استعمال کیا ہے بخلاف شعراے عرب کے کہ مثمن استعمال نہین کرتے مسدس اور مثلث اور مشطور بیشتر استعمال مین لاتے ہین اور شعراے فارس و ریختہ مسدس مستعمل نہین کرتے لیکن بدیعی بلخی نے فارسی مین مثلث کا بھی جواب دیا ہے چنانچہ اول اُس کا یہ ہے۔ ؎

خورشید جہان زین تو بہار و سال نو

بروزن مستفعلن مستفعلن مستفعلن اور یہ تمام ایک بیت ہے جس مین دو مصرع نہین اور موحد اسی

بحر سے مخصوص ہے اور بحر موحد نہین ہوتی اور سوائے خبن وطے کے اور کسی زحاف کا استعمال کم کرتے ہین
اور اس بحر مین پانچ زحاف آتے ہین خبن طے قطع۔ اذالہ۔ ترفیل۔

مومن خان

دنرات فکر جور مین یون رنج اٹھانا کب تلک ۔۔۔ مین بھی ذرا آرام لون تم بھی ذرا آرام لو

تقطیع دنرات فک مستفعلن رے جور مے مستفعلن یون رنج اٹھا مستفعلن ناکب تلک مستفعلن مے
بی ذرا مستفعلن آرام لو مستفعلن تم بی ذرا مستفعلن آرام لو مستفعلن۔

ولہ

مومن تم اور عشق بتان ای پیر و مرشد خیر ہے ۔۔۔ یہ فکر او منھ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

میر تقی

مستی مین لغزش ہو گئی معذور رکھا چاہیے ۔۔۔ اے اہل مسجد اسطرف آیا ہون مین بہکا ہوا

اور ہر رکن سالم کے مقابل ہر رکن مستفعلان مذال بھی آسکتا ہے اذالت عبارت ہے ایک الف وتد مجموع
مین بڑھانے سے ذوق کا ایک مخمس ہے۔ ے

انوار عرفان سے ترا سینہ ہوا ہے ایسا صاف ۔۔۔ جسکی پہونچتی روشنی ہے قاف سے لے تا بہ قاف
خورشید و مہ کو روبرو تیرے کہان مقدور لاف ۔۔۔ کرتے ہین دونون روز و شب آکر ترے در کا طواف

ای قبلۂ روشن دلان ای کعبۂ اہل صفا

تیری ثنا کب ہو سکے اے خسرو والا نگاہ ۔۔۔ اب یہ دعا ہے ذوق کی حق مین ترے شام و پگاہ
جب تک زمین پر ہی فلک اور ہین فلک پر مہر و ماہ ۔۔۔ فرخ ہمیشہ عید ہو تجھکو تہہا با عز و جاہ

بدخواہ ہو تیرا سدا رنج و الم مین مبتلا

ہر اک بند کے چارون مصرعون کے عروض و ضرب مذال ہین۔ اسی طرح حالی کے قول مین۔

آتا ہے وقت انصاف کا نزدیک ہے یوم الحساب ۔۔۔ دنیا کو دینا ہوگا ان حق تلفیون کا وان جواب

اگر آخر مین نون غنہ ہوتا تو یہ کہہ سکتے تھے کہ وہ تقطیع مین علیحدہ محسوب نہین ہوتا لیکن یہان نا مذ غیر غنہ ہر
اور اس صورت مین دائرے سے خروج لازم آتا ہے۔ اور اس مین کوئی مضائقہ نہین ایک جگہ رکن سالم
دوسری جگہ مذال بھی درست ہے مثال۔

کشن پرشاد شاد

اسنے کہا کیا کام ہے مین نے کہا ہر وقت دید ۔۔۔ اسنے کہا کیا شغل ہے مین نے کہا سودا تیرا

اُسنے کہا وہ کون تھا خلوت مین خواہان وصال		مین نے کہا یہ شاد ہے عاشق ترا شیدا ترا

امیر مینائی

پیری مین اے زاہد نہین ہین تیرے گیسوے سفید		ہین دوش پر یہ دو کفن اک اس طرف اک اُس طرف

حالی

یان تک تمھاری ہجو کے گائے گئے دنیا مین گیت		تمکو بھی ہے دنیا کی کھن کا آگیا آخر یقین

تمام اشعار مین ارکان عروض مذال ہین اور ارکان ضرب سالم برعکس کی مثال۔

مولوی محمد حسن علمی بریلوی

مدت سے تھے ہم منتظر شکر خدا آیا تو پھر		پر حیف جلدی چلدیا ماہ مبارک الوداع
اب کوچ ہی پیش نظر آنکھون مین اشک آتے ہین بھر		کرتا ہے دل آہ دبکا ماہ مبارک الوداع
گر زیست ہی پھر پائینگے ورنہ بہت پچتائین گے		تواب تو رخصت ہو چلا ماہ مبارک الوداع
رخصت سے ہو دلبر الم فرقت سے جا پر سخت غم		شدت سے ہے رنج و عنا ماہ مبارک الوداع

بلکہ اشباع درمیان مصاریع مین بھی جائز ہے جیسے داغ کے قول مین۔

ہے عید کا سامان دو چند آئینہ ہون پست و بلند		کر صاف اے باد صبا صحن زمین سطح فلک
مطلع بمضمون وسیع اک لکھون باشان رفیع		جسپر ہون شیدا و فدا صحن زمین سطح فلک

اُستاد عبدالواسع جبلی نے رجز مثمن کو دو چند بھی استعمال کیا ہی اور قصیدہ مسجع لکھا ہی اگرچہ ریختہ مین مستعمل نہین مگر مولوی غلام امام شہید نے ایک قصیدہ مسجع لکھا ہے اُسکے اشعار یہ ہین سه

آئی بہار اب ہر چمن ہی بلبل و گل کا وطن دیر و حرم سے نعرہ زن آتے ہین شیخ و برہمن
ناہد سے کہدو یہ سخن ہو فصل گل تو بہ شکن گر چاہے عیش جان و تن میخوار ونکا سیکھے چلن
آئی بہار جانفزا لائی گلستان مین صبا پیغام وصل دلربا گل کھل کھلا کر ہنس پڑا
موج ہوا نے وا کیا ہر غنچے کا بند قبا بلبل یہ کرتی ہی صدا اب مین ہون اور سیر چمن

رجز مثمن مطوی مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو بار طے اُسے کہتے ہین کہ اُن دو سبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین ہون چوتھے ساکن کو گرا دینا پس مستفعلن سے مستعلن مطوی رہا اس کو مفتعلن سے بدل لیا مثال اُسکی۔ سه

خواب مین اک بوسۂ رنگ کف پا ہاتھ لگا		رات اندھیری مین مرے دزد حنا ہاتھ لگا

تمام ارکان مطوی ہین تقطیع خاب م اک مفتعلن بوسہ رن مفتعلن گے کف پا مفتعلن ہات لگا مفتعلن اسی طرح دوسرا مصرع ہے۔

رجز مثمن مطوی مرفل مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن دو بار۔ ترفیل اسے کہتے ہین کہ آخر رکن کے وتد مجموع پر ایک سبب خفیف زیادہ کر دینا پس مفتعلن کے آخر مین کہ مطوی ہی تن بڑھایا تو مفتعلن تن ہوا اسکو مفتعلاتن سے بدل لیا۔

ذوق

تو سر دنیا ظل الٰہی حکم ترا تا ماہ بہ ماہی	تخت ترا ہے تا بہ ثرے اور فوق ہے تیرا تا بہ ثریا
حکم پہ حاضر نظم پہ ناظر تیرے جلوس جشن کی خاطر	فوج سکندر لشکر دارا تخت فریدون مسند کسرے
جلوے سے تیرے ہو نہ منور شام و سحر آفاق تو کیونکر	ہہ ہو دواے دیدۂ شپر مہر ضیاے حیرت حربا
تیری شمیم خلق سے طاری تیری نسیم طبع سے جاری	باد بہاری مشک تتاری عود قماری عنبر سارا

تقطیع تو سر دنیا مفتعلاتن ظل الٰہی مفتعلاتن حکم ترا تا مفتعلاتن ماہ بماہی مفتعلاتن ٭ تخت ترا ہے مفتعلاتن تا بہ ثرے ا ر مفتعلاتن فوق ہ تیرا مفتعلاتن تا بہ ثری یا مفتعلاتن ٭ یہ وزن متقارب مثمن مضاعف اثرم سالم فعل فعولن سے ملتا ہے اور جہان ایسا اتفاق ہو کہ ایک بحر کا زحاف دوسری بحر کے زحاف کے مطابق پڑھا جائے تو فرق وہان اس طرح ہوگا کہ جہان ارکان اصلی مزاحفات مخصوصہ ایک بحر کے ساتھ پائے جائینگے تو وہ بحر ممتاز و متعین ہو جائیگی پس جبکہ بحر متقارب اثرم سالم مین رکن اصلی بھی رکن اثرم کے ساتھ موجود ہی تو بہتر یہ ہے کہ اس وزن کو اسی مین داخل رکھنا چاہیے۔

رجز مثمن مطوی۔ مخبون مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن دو بار مفتعلن مطوی ہی اور مفاعلن مستفعلن سے بدلا ہوا مخبون ہے۔ مثال۔

اویسی

باغ مین گلعذار ہو فصل بہار ہو نہ ہو	مین ہون غزل سرا وہان بلبل زار ہو نہو

تقطیع باغ م گل مفتعلن عذار ہو مفاعلن فصل بہار مفتعلن۔ ہو نہ ہو مفاعلن اسیطرح دوسرے مصرع کی تقطیع ہوتی ہے۔

لمؤلفہ

آؤ نہ تم تو تمہی خستہ جگر کو تو بلا	کوئی تو بات مان تو یہ نہ سہی تو یہ سہی
انجمی بادہ کش سے کہہ دو دے ہمین بھی جام مے	کیونکہ تشنگ ہین بہت نشہ کے اب خمار سے

حشو یا عروض یا ضرب کا مخبون مذال یعنی مفاعلان لانا جائز ہے مثال۔

ذوق

تاکہ یہ گبر اور ہنود طاق پرست یوں باز	چھوڑدیں شرک پوجنا آتش و آب خاک باد

تقطیع۔ تاک یہ گب مفتعلن ر اَو ر ہنود مفاعلان طاق پرس مفتعلن ت یوں باز مفاعلان ؎ چوڑد شر مفتعلن ک پوجنا مفاعلن آ اَتش آ اُ مفتعلن خاک باد مفاعلان ؎ مصرع اول کا حشو اور مصرع ثانی میں عروض و ضرب مخبون مذال واقع ہوئے ہیں یعنی مفاعلن مخبون میں بسبب ذالت کے سبب خفیف کے درمیان الف اور بڑھ گیا ہے

غالب

میں نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی		سنکے ستم ظریف نے مجھکو اٹھا دیا کہ یوں
کھیل کھلاڑی کے یہ دیکھ گیا ہی ہم یہ ہو گئے	الشاً	ایک یہ ایک مہربان آتش و باد و آب و خاک
جان بڑی غشی میں ہے ایسی کشاکشی میں ہے		کیا کریں ہائے بے زبان آتش و باد و آب و خاک

ایک رکن مطوی اور ایک مخبون یا ایک مطوی اور ایک مخبون مذال علی الترتیب واقع ہوئے ہیں

رجز مثمن مخبون مطوی ‌ـــ یعنے رکن مخبون کو مقدم اور رکن مطوی کو مؤخر لانا مفاعلن مفتعلن مفاعلن مفتعلن دو بار شعراے ریختہ نے اسکو استعمال نہیں کیا ہے۔ نہج یہ شعر اس وزن پر ہے۔

جو اٹھ گیا رشک پری دکھا نے مجھے اپنی ادا	تو کیا کہوں میرے ذہن حواس بجے جاتے رہے

تقطیع۔ ج اُٹ گیا مفاعلن رشک پری مفتعلن دکا نے مفاعلن اپن ادا مفتعلن ؎ تو کا کہو مفاعلن میرہی مفتعلن حواس بے مفاعلن جات رہے مفتعلن۔

رجز مسدس سالم مستفعلن مستفعلن مستفعلن دو بار مثال۔ ؎

ہمکو ملا جو لطف کوے یار کا	کب وہ صبا کو لطف ہے گلزار کا

رجز مسدس مطوی مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو بار مثال۔

ظلم کا اب بس ہے گلہ لطف ہے	جو نہ سنے شکوے کا کیا فائدہ

رجز مربع سالم۔ مستفعلن مستفعلن دو بار۔

واجد علی شاہ اختر

اس عشق نے رسوا کیا	میں کیا بتاؤں کیا کیا
آہ دل ناشاد نے	اور آسمان پیدا کیا

رجز مربع مطوی مخبون مفتعلن مفاعلن دو بار عروض و ضرب میں مخبون مذال یعنی مفاعلان بھی

درست ہے۔ کنور حامد علی خان ناشاد کہتے ہین ؎

صبح نسیم کی بہار	ساتھ لے آئی بوے یار
ہوش وحواس پھر کہان	دل کو قرار پھر کہان

اس بحر مین شعراے عرب ایسے ایسے زحاف استعمال کرتے ہین کہ شعراے فارسی اور خیال بندان ریختہ وہ صورتین استعمال نہین کرتے۔

(۴) بحر کامل

متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن دوبار یہ بحر جیسی دائرے مین وضع کی گئی ہے ویسی ہی مستعمل ہے اسلئے اسکو کامل کہتے ہین مثال۔

رفیق

رہ عشق کے کج و پیچ مین جو رفیق تھے سو جدا ہوے	مگر ایک نالہ وآہ کو مرے دم سے ہم سفری رہی

تقطیع رہ عشق کے متفاعلن کج و پیچ مے متفاعلن ج رفیق تے متفاعلن س جدا ہوے متفاعلن مگر یک نا متفاعلن لہ و آہ کو متفاعلن مر دم س ہم متفاعلن سفری رہی متفاعلن۔

نعیم

ہمین یہ امید نہ تھی صبا کہ یہ خاک یون اڑے جا بجا	ترے در بدر کے پھرانے کو بھلا کیا مرا ہی غبار تھا

شیخ مداری

وہ ابھی ہی تو گل آرزو وہ ہنوز تازہ بہار ہے	نہ کچھ آئنے سے اُسے خبر نہ حنا سے کچھ سروکار ہے

حسرت

یہ بھی اک ستم ہی کہ خواب مین مجھے شکل آ کے دکھا گئے	کبھی نیند برسون مین آئی تھی سو ای بہانے جگا گئے

عروض وضرب مذال بھی درست ہے جیساکہ مرزا جعفر علی فصیح کے اس شعر مین۔

علی اصغر ابھی تھا جان بلب عبث اُسکو مارا لعین نے تیر
وہ حباب سا سرآب تھا تھی ہوا سی جان حباب مین

عروض مذال ہے اور باقی اجزا بدستور ہین اگرچہ عروض وضرب کے مذال ہونے کی صورت مین دائرے سے خروج لازم آتا ہے مگر جبکہ اساتذہ نے استعمال کیا ہے تو اس مین مضائقہ نہین۔

اذالت مراد ہے وتد مجموع مین الف زیادہ کرنے سے پس متفاعلان مذال ہے اور یہ بحر زبان فارسی و ریختہ مین مزاحف مستعمل نہین الا شاذ و نادر بعض بعض شعرا نے طبع آزمائی کی ہے مگر ایک دو بیت سے

زیادہ نہین اسکے زحافون مین مضمر بہتر ہے اگر تمام ارکان مضمر ہونگے تو رجز کی طرف رجوع کرجائے گی ہم بھی بطور مثال کے دو ایک وزن لکھتے ہین۔

کامل مثمن مضمر ۔ متفاعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلن دو بار اضمار سے تاے متفاعلن کا ساکن کرنا مراد ہے پس متفاعلن مضمر ہوا اُسکو مستفعلن سے بدل لیا مثال۔

طالب

نہوئی کبھی مجھ سے خطا نہوا کرو مجھپر خفا	نہ دیا کرو تم گالیان نہ کیا کرو مجھپر جفا

ایک رُکن سالم اور ایک مضمر ہے علی الترتیب **تقطیع** ۔ ن ہُئی کبی متفاعلن مج سے خطا مستفعلن نہوا کرو متفاعلن مج پر خفا مستفعلن الخ اور اگر اسکو مقلوب کرین تو یہ وزن ہوگا مستفعلن متفاعلن مستفعلن متفاعلن دو بار بہر نج بعض رکن سالم اور بعض رکن مضمر بلا ترتیب لانا اور کامل سالم و مضمر کا جمع کرنا بھی درست ہے مثال اسکی یہ ہے۔

اُس خوبرو کو جو دیکھ لے یہ مجال کیا ہو حور کی	کہ وہ سیمتن نام خدا تصویر ہی ڈھلی نور کی

تقطیع اُس خوب رو مستفعلن کُ ج و یک لے متفاعلن یہ مجال کا متفاعلن ہو حور کی مستفعلن کہ وہ سیمتن متفاعلن نامے خدا مستفعلن تصویر ہے مستفعلن ڈھلی نور کی متفاعلن۔

ضامن

ہو مکان اپنا لامکان سو نشان اپنا ہو بے نشان	لب ضامن آکرے کیا بیان کہ خرد بھی وان نہ دھری رہی

تقطیع ہُ مکان آپ متفاعلن نا لامکا مستفعلن سُ نشان آپ متفاعلن الخ باقی تمام ارکان سالم ہین۔

حامد علی رضوی بیتاب

حامد علی جینوا کے گناہ بخشدے ای خدا	بطفیل احمد مجتبےٰ تری شان جل جلالہ

مصرع اول کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن متفاعلن متفاعلن۔

کامل مسدس مضمر مذال ۔ متفاعلن مستفعلن مستفعلان دو بار مثال۔

ترے ہجر سے آئی ہے لب پر جان زار	یہ بتا مجھے تو تھا کہان اے گلعذار

تقطیع ترِ ہجر سے متفاعلن آ ای ہِ لب مستفعلن پر جان زار مستفعلان یہ بتا مجے متفاعلن تو تا کہا مستفعلن اے گلعذار مستفعلان صدر و ابتدا سالم ہین اور حشو مضمر اور عروض و ضرب مضمر مذال ہے۔

کامل مربع متفاعلن متفاعلن دو بار کنور حامد علی خان ناشاد تخلص نے اس بحر کو بطور اہل عرب کے مربع بھی استعمال کیا ہے۔ س

ؔ

مرے دل نہین نہ دماغ ہے جو تجھے جانے والے چلے گئے دل و سینہ اپنے فگار ہین وہی خوش نصیب شہید ہین کبھی ایک بھی نہ وفا کیا کہا مین نے ایکدن اے صنم لگا کہنے ہنسکے کہ تجم سن	للمولف	مجھے ہوش ہے نہ حواس ہے ابھی باقی حسرت و یاس ہے تری پلکین ہین کہ کٹار ہین ترے کو مین جنکے مزار ہین ترے جھوٹے سارے قرار ہین ترے غم مین زار و نزار ہین یونہی روتے پھرتے ہزار ہین

(۵) بحر وافر

مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن دو بار وافر فا کے کسرے سے اسلیے کہتے ہین کہ اس بحر مین شعر بہت کہے گئے ہین یا اس بحر مین حرکات کثرت سے ہین یہ بحر عربی سے خصوصیت رکھتی ہے ریختہ مین مستعمل نہین بعض شعراے فارس نے بہ تکلف اس مین شعر کہے ہین۔

وافر مثمن سالم۔ طالب کہتا ہے۔ ؔ

ڈرا کے کہا بھلا بے بھلا خفا جو ذرا ہوا وہ صنم	مرا ابھی ذرا گلہ نہ رہا ہنسا جو گیا مجھے یہ ستم

تقطیع۔ ڈرا کہا مفاعلتن بلا ب بلا مفاعلتن خفاج ذرا مفاعلتن ہوا و صنم مفاعلتن ٭ مرا ب ذرا مفاعلتن گلہ نہ رہا مفاعلتن ہسا ج گیا مفاعلتن مجے یہ ستم مفاعلتن ٭

(۶) بحر متقارب

فعولن فعولن فعولن فعولن دو بار یہ بحر اکثر مثمن سالم مستعمل ہے اور تقارب اور متقارب اس لیے کہتے ہین کہ اس مین وتد او رسبب نزدیک ہین کیونکہ لغت مین تقارب تفاعل کے وزن پر باہم نزدیک ہونے کے معنی مین ہے اور متقارب ضم میم اور فتح تاے فوقانی اور کسر راے مہملہ ایک دوسرے سے نزدیک ہونے والے کو کہتے ہین۔

عروض وضرب اس بحر کے سالم یا مقصور یا محذوف ہر طرح مستعمل ہوتے ہین اور اسکو شعراے فارسی نے بہت استعمال کیا ہے اور شعراے ریختہ بھی اس کو پسند کرتے ہین اور اس کے زحاف چھ ہین قبض۔ قصر۔ حذف۔ ثلم۔ ثرم۔ بتر۔

متقارب مثمن سالم الاخر فعولن فعولن فعولن فعولن دو بار۔

انشا

سُنی بھی کسی سے جو بحر تقارب		اُسے کر لیا گھنگر ودن کا تفنن
کر توڑے ہے اپنے سبق پر یہ کہکر		فعولن فعولن فعولن فعولن

تقطیع سُنی بی فعولن کسی سے فعولن جُ بحرے فعولن تقارب فعولن ۱؎ اُسے کر فعولن لیا گگ فعولن رود کا فعولن تفن نن فعولن۔

رند

عدو غیر نے تجھکو دلبر بنایا		کوئی جوڑ مجھپر مقرر بنایا
نہ گنتا تھا کوئی حسینوں میں اوبت		تجھے دے کے دل مین نے دلبر بنایا
شکر لب کہا مین نے کڑوے ہوئے تم		عبث منھ کو مجھپر ستمگر بنایا

لمولفہ

ہوئے ہے گھر بار رنگ رخسار تیرا		ہوا گیا کہین دل گرفتار تیرا
کٹی عمر مثل حباب آہ اپنی		نجانا کہ اس بحر فانی مین کیا ہے

متقارب مثمن مسبغ۔ فعولن فعولن فعولن فعولان دو بار مثال۔

نواب سید جعفر علی خان جعفر شمس آبادی

لیئے ہین سلیمان کی ہے کے عدو بیں		تمہین تورہ چارہ بالکل بھی مسدود

عروض وضرب دونوں مسبغ ہین۔

سید علمدار حسین واسطی

مبارک تمھین تاجداری شہنشاہ		مبارک یہ دربار داری شہنشاہ
مبارک تمھین بختیاری شہنشاہ		مبارک زبان پر ہماری شہنشاہ

شہنشاہ کی عمر و عزت زیادہ ۱۱

چارون مصرعون کے عروض و ضرب مسبغ ہین اور کاتب کا تصرف یہان نہ سمجھنا چاہیے یعنی یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ اصل مین شہنشہ تھا کاتب نے شہنشاہ لکھدیا ہے اسلیے کہ معنف نے ریاست پٹیالہ کے قصبہ بنوڑ مین ۲۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو ایک جلسے کے اندر اپنی زبان سے شہنشاہ پڑھا تھا۔

سحاب

بڑا انگی چوٹی مین کوڑے کا موباف		نظر آئے دو سانپ اک کیچلی مین

ناسخ

لب گلگ بیتابی ایسی ہے بے یار ۔ کبھی دار مین ہون کبھی بار مین ہون

رند

چڑھاؤنگا گل گور مجنون پہ اے رند ۔ نظر جب وہ لیلیٰ شمائل چڑھے گی

ولہ

کرم کیجیے آئیے حضرت عشق ۔ ہے خون جگر میہمانی تمھاری

مطیر نواب جعفر علی خان لکھنوی

زبان مبارک سے ہو جلد ارشاد ۔ مدینہ نبی کا تمھارا وطن ہے

سکینہ یہ کہتی تھی اللہ فریاد ۔ بہت تنگ میرے گلے مین رسن ہے

ہر اک کہتا تھا دیکھ کر شان عباس ۔ یہ حمزہ ہے یا حیدر صف شکن ہے

ان اشعار کے عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم اسکے برعکس کی مثال یہ ہے۔

جعفر

پسر کو پدر کا ملا ارث یکسر ۔ حکومت ہو عثمان علی خان کو مسعود

وراثت کی آیت کو لفظی مین لکھکر ۔ نکالے ہین جعفر نے اعداد مقصود

یہ تاریخ بھی ترجمہ ہے اُسی کا ۔ سلیمان ہوا وارث تاج داؤد

محقق طوسی کہتے ہین کہ یہ ناپسندیدہ ہے اسلیے کہ حرف آخر عروض و ضرب کا دائرے سے باہر ہے پس اسی وجہ سے عروض و ضرب کے نون غنہ کو مع اُسکے ساکن ماقبل کے ایک حرف شمار کرتے ہین۔

امانت

کشش لذت شوق وصلت کی دیکھو ۔ لبون سے وہ میری زبان کھینچتے ہین

منشی میر محمود جان اوج

کہون کیا مین اُس چشم جادو کی باتین ۔ اُڑایا مجھے آنکھ سب سے لڑا کر

شعرا نے متقارب مثمن سالم کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے چنانچہ یہ شعر ذوق کا اسی وزن مین ہے۔

تمنا نہین ہو کرامداد دل کو تپش کا صلہ ہو کہ فرد خلق ہے ۔ یہی حق ہی قاتل اگر حق دلاے یہ بسمل سے پانی پہ جان کھینچ

نظام ساکن جاورہ

یہ عمان معنی وہ ہے رشک جیحون کہ ہر حرف جسکا ہے اک دُرِ مکنون ‖ لگاتی ہے غوطہ جو بحرِ طبع موزون اُٹھا لاتی ہے گوہرِ تازہ مضمون

متقارب مثمن محذوف الآخر فعولن فعولن فعولن فعل دو بار فعولن بسبب حذف کے فعو رہ گیا اسکو فعل سے بدل لیا مثال۔

میر حسن

یہ حُسن و جوانی اور اس پر یہ غم ‖ ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم

تقطیع۔ یہ حُسنو فعولن جوانی فعولن اَرَاُس پر فعولن یہ غم فعل ؛ ستم ہے فعولن ستم ہے فعولن ستم ہے فعولن ستم فعل۔

امیر مینائی

تصورِ مژہ کا تری رات بھر ‖ رگِ جان میں نشترِ جستجو رہا

برہم

لہو میں ہمارے جو بیسی گئی ؛ ‖ بہت شوخ رنگِ حنا ہو گیا ؛
خدانک یہ بُت بھی ہیں پہونچے ہوئے ‖ کہ جو کچھ زبان سے کہا ہو گیا

متقارب مثمن مقصور الآخر فعولن فعولن فعولن فعول دو بار شاہ رؤف احمد رافت مثنوی یوسف و زلیخا میں لکھتے ہیں۔ ؎

پلا ساقیا مجھکو جامِ شراب ‖ وہ پانی کہ ہو جس میں موتی کی آب
یہی ہے مری آبرو کی سبیل ‖ لگا دے مرے لب سے دریائے نیل
نہانے کو جاتا ہے وہ سوئے آب ‖ کہ ہر نقشِ پا جس کا ہے آفتاب

سب بیتوں میں عروض و ضرب مقصور ہے۔

اوج

نہ غیروں پہ کرائے ستمگار ناز ‖ اُٹھائیں گے ہرگز نہ اغیار ناز

اجتماع قصر و حذف کا ایک شعر میں درست ہے۔ مثال۔

میر

کوئی نا اُمیدانہ کرتے نگاہ ‖ سو تم ہم سے منھ بھی چھپا کر چلے

عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف۔

سعید رامپوری

سعید انکے غم مین ہوا دن بسر ۔ خدا جانے اب کیا دکھائیگی رات

عروض محذوف ہے اور ضرب مقصور۔ قدما نے اس وزن کے صدر و ابتدا کو اثلم یعنی فعلن بسکون عین بھی بندرت استعمال کیا ہے لیکن شعرائے ریختہ کے کلام میں ایسے اشعار نظر سے نہیں گذرے بہرصورت مثال یہ ہے۔

للمؤلفہ

مہمان نوازی بہت خوب ہے ۔ خدا کو بھی یہ بات مرغوب ہے

تقطیع مہما فعلن نوازی فعولن بہت خو فعولن ب ہے فعل خدا کو فعولن ب یہ با فعولن ت مرغو فعولن ب ہے فعل۔

متقارب مثمن اثلم سالم الآخر فعلن فعولن فعلن فعولن دوبار فعلن میں عین ساکن ہے ثلم مراد ہے فعولن کے حرف اول کو گرانے سے بس عولن اثلم رہا اسکو فعلن سے بدل لیا۔

انشا

دست جنون سے ای وا ویلا ۔ سونے نیائے ٹک پانون پھیلا
ابر ہوا ہے چمکے ہے بجلی ۔ مست روٹھ ساقی لا جام مے لا

صدر و ابتدا اثلم اور عروض و ضرب سالم ہے اور حشو مین بھی ایک جزو اثلم ہے اور ایک سالم۔
تقطیع دستے فعلن جنو سے فعولن ای وا فعلن ویلا فعولن سونے فعلن نیائے فعولن ٹک پا فعلن نون پھیلا فعولن حشو مین بجائے فعولن سالم فعولان مسبغ لانا بھی جائز ہے خواہ ایک مصرع مین خواہ دونون مین جیسے

انشا

جام مے عشق موند آنکھ پی جا ۔ ہے ایک ہی گھونٹ کڑوا کسیلا

اس شعر کا وزن یہ ہے فعلن فعولان فعلن فعولن دوبار۔

ولہ

کرتے تھے مذکور میرا تمہارا ۔ فرہاد و شیرین مجنون و لیلا

اس شعر کے پہلے مصرع کا وزن یون ہے فعلن فعولان فعلن فعولن اور دوسرے مصرع کا وزن یہ ہے فعلن فعولن فعلن فعولن۔ سعید

ای سوزدہ دیکھ آتا ہے قاتل ۔ ٹک یہ چونک ظالم اتنا بھی غافل

دین و دل و جان و صبر و تحمل	سب کچھ لیا چھین تسپر بھی بلبل
کس کس کو روؤن مین اب یاد کر کر	ای اشک ای چشم ای آہ ای دل
کوچے مین اسکے لاکھون پڑے ہین	مذبوح مجروح مقتول بسمل

پہلے اور چوتھے اور چھٹے اور آٹھوین مصرع کا یہ وزن ہے فعلن فعولان فعلن فعولن باقی مصرعون کا یہ وزن ہے فعلن فعولن فعلن فعولن۔

متقارب مثمن اثلم فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین دو بار میر جوش عشق مین کہتے ہین۔ ؎

دیکھ اُس رخ کی نورافشانی	شمع مجلس پانی پانی

تقطیع دیکس فعلن رخ کی فعلن نورف فعلن شانی فعلن ؛ شمع فعلن مجلس فعلن پانی فعلن پانی فعلن ؛

منہ

کیا ہے اُس کے آب و گل مین	خواہش اُس کی سب کے دل مین
خون باری سے چہرہ گلگون	طوق بسمل چشم پر خون

متقارب مثمن اثرم سالم الآخر فعل فعولن فعل فعولن دو بار یا فاع فعولن فاع فعولن دو بار فعل اور فاع کو خواہ اثرم کہین خواہ اثلم مقبوض یعنی اگر بسبب ثرم کے فا و نون فعولن کا گر دیا تو عول لام کے ضمے سے اثرم رہا اسکو فعل یا فاع مضموم الآخر سے بدل لیا اور اگر بسبب ثلم کے حرف اول یعنی فا کو گرا دیا اور بسبب قبض کے نون حرف پنجم ساکن کو گرا دیا تو بھی عول لام کے ضمے سے اثلم مقبوض رہا اسکو فعل یا فاع سے بدل لیا اور فعولن سالم ہے پس اس بحر کو خواہ اثرم سالم کہین خواہ اثلم مقبوض سالم کہین مثال۔

شاہ جہان بیگم شیرین

باغ و بہار جاہ و مناصب	نقش و نگار مسند و ثروت

صدر و ابتدا اثرم اور عروض و ضرب سالم اور حشو مین ایک رکن اثرم اور ایک سالم ہے۔

تقطیع باغ فعل بہارے فعولن جاہ فعل مناصب فعولن ؛ نقش فعل نگارے فعولن مسن فعل دثروت فعولن۔

مومن خان

شعر رواں سے اشک رواں ہو	راگ سنے سے شوق فغاں ہو
درد رواں نے پیس نکالا	عمر ابد نے مار ہی ڈالا

چشم گردانصاف کی گردا	میر	یوسف و شیرین لیلی و عذرا
	مومن	
عیش وطن اندوہ غریبان		دست جنون سے چاک گریبان
زلف مسلسل سلسلۂ جنبان		حلقۂ کاکل پا در زندان

اس وزن مین رکن فعل و فعولن اثرم و سالم کے ساتھ رکن اثلم یعنی فعلن بسکون عین بھی آتا ہے اور خلط ان ارکان کا ایک وزن مین روا بلکہ کثرت سے شائع ہے چنانچہ میر کی مثنوی مسمی بہ جوش عشق کے ان اشعار مین ۔

صبر نے چاہی دل سے رخصت	تاب نے ڈھونڈی اک دم فرصت
فعل فعولن فعلن فعلن	فعل فعولن فعلن فعلن
خواب و خورش کا نام نہ آیا	ایک گھڑی آرام نہ پایا
فعل فعولن فعل فعولن	فعل فعولن فعل فعولن
گل آشفتہ اُس کے رو کا	سنبل اک زنجیری مو کا
فعلن فعلن فعلن فعلن	فعلن فعلن فعلن فعلن
جب وہ چہرہ تابندہ ہو	ماہ دو ہفتہ شرمندہ ہو
فعلن فعلن فعلن فعلن	فعل فعولن فعلن فعلن
چشم بہ رہ سارا چمن اُس کا	نقش قدم تھا یاسمن اُس کا
فعل فعولن فعل فعولن	فعل فعولن فعل فعولن
چشم کرشمہ جان تغافل	شایان اُس کے شان تغافل
فعل فعولن فعل فعولن	فعلن فعلن فعل فعولن
سر پر اُس کے سنگ ہمیشہ	جی پر عرصہ تنگ ہمیشہ
فعلن فعلن فعل فعولن	فعلن فعلن فعل فعولن
تھا دیکھا یک رہ پردے مین	برق خرمن مہ پردے مین
فعلن فعلن فعلن فعلن	فعلن فعل فعولن فعلن
ہنسنے مین وہ صفائے دندان	برق خرمن عالم امکان
فعلن فعل فعولن فعلن	فعلن فعلن فعل فعلن

رشک سحر کو صافی تن پر	خون صراحی اُس گردن پر
فعل فعولن فعلن فعلن	فعل فعولن فعلن فعلن

اس وزن میں عروض وضرب میں فعل بفتح عین و سکون لام اور فع اور فعول بھی واقع ہوتے ہیں فعل قدرت ہے اور فع ابتر اور فعول مقصور ۔ ہ

ظفر

گذرے جو ہم پر کیا کہوں	پوچھ نہ دلبر کیا کہوں
فعل فعولن فعلن فع	فعل فعولن فعلن فع
ہمتو ازل سے غم کش ہیں	تجھکو مقدر کیا کہوں
فعل فعولن فعلن فع	فعل فعولن فعلن فع
تیری کدورت سنگدلی	خاک اور پتھر کیا کہوں
فعل فعولن فعلُ فعل	فعلن فعلن فعلن فع
زلف و رخ ہے شام و سحر	یہ نہ کہیں گر کیا کہوں
فعلن فعلن فعلُ فعل	فعلُ فعولن فعلن فع
رخ کو تیرے خورشید کہیں	ماہ انور کیا کہوں
فعلُ فعولن فعلُ فعل	فعلن فعلن فعلن فع
جھوٹی وہ تو بناتے ہیں	باتیں ظفر پر کیا کہوں
فعلن فعل فعولن فع	فعل فعولن فعلن فع

ادلہ

جی کا ضرر دو دن سے ہے	درد جگر دو دن سے ہے
فعلُ فعولن فعلن فع	فعل فعولن فعلن فع
اُس کو سکھاتا کیا کیا شہ	کوئی بشر دو دن سے ہے
فعلُ فعولن فعلن فع	فاع فعول فعلن فع
پھرتا ہے وہ ماہ کہاں	خالی گھر دو دن سے ہے
فعلن فعلن فعل فعل	فعلن فعلن فعلن فع

اشک فشانی کرتے کیون	یہ چشم تر دو دن سے ہے
فعل فعولن فعلن فع	فعل فعولن فعلن فع
پھرتا قاتل تیغ بکف	آٹھ پہر دو دن سے ہے
فعلن فعلن فَعَل فعَل	فعل فعولن فعلن فع
بیٹھا عاشق مرنے پر	باندھے کمر دو دن سے ہے
فعلن فعلن فعلن فع	فعلُ فعولن فعلن فع

صاحبقران

مت مجھکو بہکانا آج	صدقے جاؤن جانا آج
فعلن فعلن فعلن فاع	فعلن فعلن فعلن فاع
رونا کل کا بھول گیا	ہنستا ہے دیوانا آج
فعلن فعلن فاع فعل	فعلن فعلن فعلن فاع
کرتے ہین اوقات بسر	نادان ہوکر دانا آج
فعلن فعلن فاع فعل	فعلن فعلن فعلن فاع
شمع رخون کی مجلس مین	کیسا تھا پروانا آج
فاع فعولن فعلن فاع	فعلن فعلن فعلن فاع
میرے دل کی خدمت مین	گر تجھکو ہے جانا آج
فعلن فعلن فعلن فع	فعلن فعلن فعلن فاع

یہ وزن دوچند بھی مستعمل ہے مثال اُسکی ۔ ۔

احمد مرسل کان رسالت جان ولایت ملک ملت	ساقی کوثر شافع محشر مجھکو دکھا دو اپنی زیارت

بروزن فعل فعولن آٹھ بار ایک رکن اثرم ہر ایک سالم علی الترتیب ۔

میرتقی

عشق گیا سر دین گیا ایمان گیا اسلام گیا	دلنے ایسا کام کیا کچھ جس سے مین ناکام گیا
کس کس اپنی کل کو رووے ہجران مین بےکل اُسکا	خواب گئی ہو تاب گئی ہر چین گیا آرام گیا

تقطیع عشق فعل گیا سر فعولن دین فعلُ گیا ای فعولن مان فعل گیا اس فعولن لام فعل گیا فعل ؛

دل نے فعلن ایسا فعلن کام فعلُ کیا کچھ فعولن جس سے فعلن مے نا فعلن کام فعلُ گیا فعل ؛

آغا لکھنوی

لوٹ لی میری دولتِ ایمان کعبۂ دلکو تونے ڈھا کے
ہان ذرا بھی دہُت کافر تجھکو خدا کا خوف نہ آیا

تقطیع لوٹ فعل لی میری فعولن دولَ فعل ت ایما فعولن کعب فعل ۂ دل کو فعولن تونے فعلن ڈا کے فعلن ؛ ہان ذ فعل رابی فعلن او ب فعل ہُ ت کا فر فعولن تج کو فعلن خدا کا فعولن خوف فعل نہ آیا ۔ فعولن ؛ جلد اول مخانۂ جاوید مین پہلے مصرع کے ابتدا مین ہان ہی لکھا ہے جو حرف ایجاب ہے اگر ہاے ہو جو سنج و افسوس کا کلمہ ہے تو بحر تقطیع یون نہ ہوگی ہاے فعل ذرا بھی فعولن۔

شاہ نصیر

شب کو کیونکر تجھکو ہی پھبتا سر پر طرہ ہار گلے مین
جون پروین و ہالۂ مہ تھا سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع شب کو فعلن کو کر فعلن تج ک فعل ہ پب تا فعولن سر پر فعلن طرۂ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن ؛ جون پر فعلن ۔ وینو فعلن ۔ ہال فعل ہ مہ تا فعولن سر پر فعلن طرۂ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن

ولہ

رونق سر یان داغ جنون ہے اشک مسلسل زیب گلو ہے
چاہیے تجھکو غیرت لیلے سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع رون فعل ق سر یا فعولن داغ فعل جنو ہے فعولن اشک فعل مسلسل فعولن زیب فعل گلو ہے فعولن ؛ چاہ فعل یے تج کو فعولن غیر فعل ت لیلی فعولن سر پر فعلن طرۂ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن۔

ولہ

رشک چمن تو سیر کرے گا جب کہ کنار حوض لب جو
فوارہ اور پھول رکھے گا سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع رشک فعل چمن تو فعولن سیر فعل کرے گا فعولن جب کہ فعل کنارے فعولن حوض فعل لبے جو فعولن ؛ فو وا فعلن را اَر فعلن پھول فعلن رکے گا فعولن سر پر فعلن طرۂ فعلن ہار فعلن گلے مین فعولن

ولہ

عکس شعاع مہر نہین یہ بیل چنبیلی لپٹی ہے
سرو چمن نے کیا ہی پیدا سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع عکس فعل شعاعے فعولن مہر فعل نہی یے فعولن بیل فعل چنبیلی فعولن لپٹی فعلن ہے فع ؛ سر و فعل چمن نے فعولن کیا ہے فعولن پیدا فعلن سر پر فعلن طرۂ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن ؛

آتش

لا ز کھلا سو کوس سراسر رعد ہوا کا وہ عالم
ولولہ دل کا معرکہ آرا آہ گروہ اہل صلاح

تقطیع لال فعل کلا سو فعولن کو س فعل سراسر فعولن رعد فعل ہوا کا فعولن مو وہ عا فعلن لم فع ٭ دو فعل ل دل کا فعولن ہو فعل ک آ ز ر فعولن آہ فعل گرو ہے فعولن اہل فعل صلاح فعول۔

متقارب مثمن مقبوض اثلم فعول فعلن فعول فعلن دو بار قبض سے مراد ہے گرانا حرف پنجم ساکن کا پس فعولن سے فعول مقبوض ہے اور ثلم سے مقصود ہے گرانا حروف اول کا پس فعولن سے عولن اثلم ہوا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا۔

طالب

تڑپ رہا ہون مین نیم بسمل ۔ خبر لے میری شتاب قاتل

دو رکن مقبوض ہین دو اثلم تقطیع۔ تڑپ ر فعول ہا ہو فعلن م نیم فعول بسمل فعلن ٭ خبر ل فعول میری فعلن شتاب فعول قاتل فعلن۔

یہ عشق اب کیا لبا ہے دل مین ۔ کہ بجز خون بہ رہا ہے دل مین

یہ وزن مولوی جامی کے دو چند سولہ رکن پر مبنی کیا ہے اور ریختہ مین بہت مستعمل ہے۔

انشا

جو کوئی ہم سے ستم کشون کو عبث ستا کر خفا کرے گا ۔ یہی کہینگے کہ جاؤ صاحب خدا تمہارا بھلا کرے گا

محب علی حالی

عوض مین بوسے کے دے ہے گالی سوال دیگر جواب دیگر ۔ یہ طرز تو نے نئی نکالی سوال دیگر جواب دیگر

لمولفہ

تماشا ایسا نہ دیکھا ہوگا کسی نے ہمدم کہین کبھی بھی ۔ کہ مے پلاتا تھا ہمکو ساقی نہ بہکے ہم وہ بہک رہا تھا

رؤف احمد رافت

یہ کسکی مژگان نے آہ یارب بھرے ہین برچھی ہماری بر مین ۔ کہ شکل غربال پڑ گئے ہین ہزارون روزن دل و جگر مین

خواجہ امام الدین آثر

وہ ہمسے چھپ رہے ہین ہم اپنے جی مین منا رہے ہین ۔ خفا تھین دل کی ہوسی ہین مزے محبت کے آ رہے ہین

شاہ نصیر

سدا ہو اس آہ و چشم تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران ۔ نکل کے دیکھو ٹک اپنے گھر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

نہان ہو کب چشم ہر بشر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران ۔ ہو اس نگہ سے اس اشک تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

ضیائی بیگم

تمہارا ہم سے ہمارا تم سے نہ اُٹھ سکے گا عتاب ہرگز	اُٹھے تو کیونکر اُٹھے بتاؤ کہ تم ہو نازک میں ناتوان ہوں

لمؤلفہ

نظر نہ آیا جو کوئی تجھ سا زمین کے اوپر فلک کے نیچے	اسی سبب سے ہے تیرا چرچا زمین کے اوپر فلک کے نیچے
بچھونے تیری ہلال ترسان خرام سے زلزلہ ہے لرزان	کیے ہیں تو نے یہ فتنے برپا زمین کے اوپر فلک کے نیچے

راقم الحروف نے اس وزن میں سے چار رُکن گھٹا کر بحر کو بارہ رکن پر بھی مبنی کیا ہے۔

لمؤلفہ

حریف دیدے مہروشوخ و دل کا ستانے والا	صنم دکھائے ہیں کیسے کیسے یہ نام تم نے
عجب نہیں ہے فلک جو لیوے زمین کا بوسہ	کیا ہے نا نعوذ اے جانان خرام تم نے

عروض و ضرب میں بجائے فعلن اثلم کے فعلان اثلم مسبغ اظہار نون کے ساتھ بھی لا سکتے ہیں جیسے اکبر شاہ خان فرحت رامپوری کے شعر میں ؎

لگی ہے ہاتھوں سے جا کسی کے یہ دست بردہ اُسکا دیکھ کر آہ	پیوں نہ خون ایک چلّو کیونکر بھلا کہو تو میں اب حنا کا

عروض میں فعولان ہے۔ وسط مصرع میں بھی لاتے ہیں مگر مصرع کا نون کو ناموزون معلوم ہوتا ہے اور اُسکو سکتہ کہتے ہیں مثال ؎

میں تیرے قربان مرا کہا مان تو چل مرے ساتھ ذرا مرے جان	کہ کھائیں گلفام ہو آ گلزار شراب کا شغل رکھینگے دلدار

بر وزن فعول فعلان فعول فعلان فعول فعلان فعول فعلان دو بار شیخ علی حزین مرحوم کی ایک غزل فارسی وزن متقارب مقبوض اثلم پر ہے اور اُسکے تین مصرعوں کے درمیان فعول فعلان بجائے فعول فعلن واقع ہوا ہے چنانچہ یہ مصرع اُسی غزل کا ہے **مصرع** اگرچہ صد سال زیخود بیا بخاک راحت فتادہ باشم **تقطیع** اگرچ صد سال فعول فعلان ز بے خدیبا فعول فعلن بخاک راحت فعول فعلن فتادہ باشم فعول فعلن۔

خواجہ عصمت اللہ بخاری نے متقارب مثمن مقبوض اثلم مضاعف کو بھی دو چند کیا ہے اور ایک ایک مصرع کی بنا سولہ رکن پر ڈالی ہے مگر اشعار اُسکے اس وزن میں نہیں دیکھے گئے۔

متقارب مسدس سالم فعولن فعولن فعولن دو بار جیسے۔

محمد رضا برق

شرک کی جو تعریف کیجے	بجا ہے بجا ہے بجا ہے

مریضوں کو صحت سے چلنا — گل پاکِ خاکِ شفا ہے
یہاں کور ہوتے ہیں بینا — غبار آنکھ کا طوطیا ہے
مسیحا نفس ہے ہوا سے — ہوا کھانی اُس کی دوا ہے
دل تنگ کھلتا ہے اس جا — فرح بخش ہے دل کشا ہے
عدو کو ہے ثعبان موسےٰ — برائے محبان عصا ہے

عروض و ضرب مین فعولن کی جگہ فعولان بھی درست ہے جیسے۔

ولہ

یہ مصرع کہا حسب ارشاد — عیان کیا خطا استوا ہے

تقطیع۔ یہ مصرع فعولن کہا حَسَ فعولن بارشاد فعولان + عیا کا فعولن خطا اِسْ فعولن توا ہے فعولن۔

بحر متدارک

متدارک بضم میم و فتح تاے فوقانی و کسر راے مہملہ کے معنے ملنے والے کے ہین چونکہ یہ بحر بعد خلیل بن احمد کے اخفش نے نکالی ہے اور خلیل کی بحرون مین ملگئی ہے اس لیے اس کا نام متدارک رکھا گیا اور اسکو رکض الخیل اور غریب بھی کہتے ہین اس بحر مین یہ زحاف بہت آتے ہین۔ خبن۔ قطع۔ تسکین۔ حذف۔ اور اسکے ارکان اصلی یہ ہین فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن دُو بار۔

متدارک مثمن سالم مثال نثیر کی غزل سے یہ اشعار۔

ہاتھ کیا پہونچے گیسوے خمدار تک — دُور کھنچے لگا دامن یار تک
بے نشان ضعف سے ہو تن زار تک — میرے جامے مین باقی نہین تار تک
دم گھٹا آکے میرے سیہ خانے مین — روشنی ڈھونڈھتی ہے شب تار تک
سخت جانی سے میری فقط ہی نہ بچے — دانت پیسا کی غصے مین تلوار تک
فوج عصیان نے گھیر اکر ہر سمت سے — توبہ کس طرح پہونچے گنہگار تک

تقطیع۔ ہات کا فاعلن پُہْ چ گے فاعلن سوے خم فاعلن دار تک فاعلن + دور کھچ فاعلن نے لگا فاعلن + دامنے فاعلن یار تک فاعلن۔

علی اوسط رشک

رشک نے مصرع سال رحلت کہا — شعر گوئی اٹھی لکھنؤ سے - دلا

تقطیع رشک نے فاعلن مصرعے فاعلن سال رح فاعلن لت کہا فاعلن + شعر گوئی فاعلن ای اٹھی فاعلن لکھ ن او فاعلن سے دلا فاعلن۔

عروض یا ضرب مین بجاے فاعلن کے فاعلان بھی درست ہے۔ جیسے۔

منیر

دل جو ہوتا حرم کا کبوتر منیر — میری عرضی پہونچ جاتی سرکار تک

عروض مین فاعلان ہے اور ضرب مین فاعلن سالم۔

متدارک مثمن مذال فاعلان فاعلن فاعلان فاعلن دو بار مثال

لمؤلفہ

میرے ساتھ باغ کو کل وہ رشک گل گیا — بس تمام دفتر درد و رنج دھل گیا

تقطیع میر سات فاعلان باغ کو فاعلن کل و رشک فاعلان گل گیا فاعلن لیجے اک رکن مذال ہے اور ایک سالم۔

متدارک مثمن محذوف۔ فاعلن فاعلن فاعلن فع دو بار مثال اسکی یہ اشعار غزل مؤلف کے۔ ؎

اپنی صورت ذرا تم دکھا دو
مر رہا ہون خبر لو مسیحا
اُس کو جنت کی پروا ہی کیا ہی
اُن کے در پہ جو مین بیٹھتا ہون

میرے دل کی لگی کو بجھا دو
اپنے مردے کو آکر جلا دو
جس کو تم اپنے کوچے مین جا دو
تو یہ کہتے ہین اس کو اُٹھا دو

تقطیع اپن صو فاعلن رت ذرا فاعلن تم دکا فاعلن دو فع ؛ میر دل فاعلن کی لگی فاعلن کو بجا فاعلن دو فع ؛ یہ وزن مضاعف بھی مستعمل ہے اور چوتھا رکن ہر مصرع کے حشو مین محذوف آتا ہے مثال اسکی یہ اشعار نوحے کے۔ ؎

جان دیتی ہون در د کے دیکھو آنکھین کھولو ذرا آنکھ بے بولو
پیاس مین تمنے گردن کٹائی تمنے جنگل مین بستی بسائی

اپنی بیکس بہن کی خبر لو میرے ماجائے مظلوم بھائی
کربلا کی زمین تمکو بھائی میرے مان جائے مظلوم بھائی

تقطیع جان دے فاعلن تی ہ رو فاعلن رد کے دے فاعلن کو فع آ آک کو فاعلن لو ذرا فاعلن

گنہ رسی بوفاعلن لوفع ۂ اپن یہ فاعلن کس یہن فاعلن کی خبر فاعلن لحہ فع میر با فاعلن جائے گمنظ فاعلن لوم با فاعلن ائی فع ۂ

متدارک مثمن مخبون — فعلن فعلن فعلن فعلن دو بار عین کے کسرے سے۔

ظفر

مرا دشمن اگرچہ زمانہ رہا	ترا یوں ہی میں دوست یگانہ رہا
نہ تو اپنا رہا نہ بگانہ رہا	جو رہا سو کسی کا فسانہ رہا
مرا سینۂ و دل مرا جان و جگر	ترے تیر نگہ کا نشانہ رہا
رہی کثرت داغ بدولت غم	مرے پاس ہمیشہ خزانہ رہا
گیا موسم گردش ساغر مے	نہ وہ دور رہا نہ زمانہ رہا
رہیں خانہ خرابیاں جکے لیے	وہ رقیب کا رونق خانہ رہا
ظفر اسکی تو زلف میں دل ہی مرا	مرے پاس بلا سے رہا نہ رہا

جمیع اجزا مخبون ہیں **تقطیع**۔ مرا دش فعلن منَ اگر فعلن چ زما فعلن ن رہا فعلن ۂ ترا یو فعلن ہِ مَ دو فعلن س یگا فعلن ن رہا فعلن۔ یہ وزن دو چند بھی مستعمل ہے چنانچہ۔

مرزا صادق شرر

گئے دونوں جہانکے کام سے ہم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے	نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

فعلن سولہ بار۔

مولوی سید اکبر حسین اکبر

نہ گلو میں گلو نگی ہی ہو وہ رہی نہ غرور نہیں لطف کی خو وہ رہی	نہ وہ آن رہی نہ اُمنگ رہی نہ وہ رندی و زہد کی جنگ رہی
نہ جبیں پہ نہیں رنگ فادہ رہا کہیں اور کی کیا وہ زمین ہے	سو قبلہ نگاہ ہو انکے رُخ نہ رہے در دیر پہ نقش جبیں نہ رہے

واجد علی شاہ اختر

دل و جان سے فدا تھا جو تجھ پہ صنم گیا عشق میں وہ سوئے ملک عدم	بھلا اور کا شکوہ تو کیا کریں ہم مرے مرنے کا تجھکو بھی غم نہ ہوا

سلیمان خان اسد

ہوے دل سے جو عاشق زار ترے یہ سمجھ لے انھیں کہ مرے تو جیے	جو مریض محبت و عشق ہوے نہیں انکو دوا و شفا سے غرض

فائدہ فعلن مکسور العین کی جگہ بعض کہن فعلن ساکن العین بھی جائز ہے جیسے۔

گویا

جو ہو بخندہ کے بن مین گذار مرا کے کانٹون نے جسم نزار مرا ‏‏|‏‏ کرد عضو ہر ایک فگار مرا انھین قیس برہنہ پا کی قسم

تقطیع کر عض فعلن (بکسر عین) و ہر ے فعلن (بکسر عین) ک فگا فعلن (بکسر عین) ر مرا فعلن (بکسر عین) تم قے فعلن (بکسر عین) اس برہ فعلن (بکسر عین) نا یا فعلن (بسکون عین) ک قسم فعلن (بکسر عین) اور اگر برہنہ پا کو اضافت کے ساتھ پڑھا جائے تو اگرچہ فعلن بکسر عین کے وزن پر ہو جائے گا مگر اضافت زائد ماننا پڑے گی اور یہ عیب ہے کیونکہ ایسی ترکیب کی دو حالتین ہوتی ہین ایک قول کے مطابق پہلا اسم صفت مقدم ہے اور دوسرا اسم موصوف مؤخر ہے اور ایسی صفت جو اپنے موصوف حقیقی پر مقدم ہو اس کا حرف آخر ساکن ہوتا ہے اور دوسرے قول کے مطابق پہلا اسم تمیز مقدم ہے اور دوسرا ممیز موخر اور اس صورت مین برہنہ پا کے معنے یہ ہونگے کہ برہنہ از روے پا جیسے بلند پایہ اور خوبرو اور بدشکل یعنی بلند از روے پایہ اور خوب از روے رو اور بد از روے شکل - اور ممیز و تمیز کے درمیان بھی کسرۂ اضافت نہین آتا یا یہ کہ ایسی ترکیب قائم مقام اضافت لفظی کی ہو اور یہان کسرہ آخر مضاف کا دور ہو جاتا ہے بخلاف اضافت معنوی کے بہر صورت اسکی صاف مثال یہ ہے -

لمؤلفہ

ہے چشمون سے ایسے لخت جگر ہوے دیکھ خجل جنھین لعل و گہر ‏‏|‏‏ کیا نالے نے تب بھی نہ انجم پر اثر قسبہ بحر کی سوز و بکا کی قسم

تقطیع ہے چشم فعلن (بکسر عین) م س آ ے فعلن (بکسر عین) ے لخ فعلن (بسکون عین) الی آخرہ -

متدارک مثمن مقطوع فعلن فعلن فعلن فعلن دوبار عین کے سکون سے چونکہ قطع اواخر مصاریع سے مخصوص سمجھا گیا ہے اور اس جگہ تمام بیت مین ہوتا ہے لہذا اس کو مخبون مسکن بھی کہتے ہین یعنی فعلن مخبون مکسور العین کو ساکن العین کر لیا ہے - مثال -

طالب

ہر دم کرتا ہون مین زاری ‏‏|‏‏ دیکھی بس بس تیری یاری

تقطیع ہر دم فعلن کرتا فعلن ہو تین فعلن زاری فعلن ؛ دیکھے فعلن بس بس فعلن تیری فعلن یاری فعلن

نواب جعفر علی خان رئیس شمس آباد

سن تو باتین موزون گر کی ‏‏|‏‏ ٹکڑے ٹکڑے ہے ہے ترکی

تنبیہ - یہ وزن متقارب مین بھی داخل ہو سکتا ہے اور وہان اسکو متقارب مثمن اثلم کہین گے

اسلیے کہ فعولن سے فعلن اثلم ہو کر آتا ہے پس دونون وزنون مین مابہ الامتیاز یہ ہے کہ متقارب مثمن اثلم مین فعلُ مجبوب اور فعولن اور فعول بھی جمع ہو سکتے ہین فعولن رکن سالم ہے اور فعلُ اثرم ہے اور فعول مقبوض ہے اور متدارک مین نہ فعولن آسکتا ہے اور نہ فعل واقع ہو سکتا ہے اور نہ فعول کیونکہ رکن سالم اسکا فاعلن ہے اور رکن فاعلن سے کوئی فرع نہ فعل آتی ہے اور نہ فعول اور نہ فعولن میر کی مثنوی جوش عشق بحر متقارب مین ہے اور اسکے بعض شعر پورے پورے وزن متدارک مثمن مقطوع مین تقطیع ہو سکتے ہین جیسے ؎

دیکھ اُس رخ کی نور افشانی ؎	شمع مجلس پانی پانی
گل آشفتہ اُس کے رو کا	سنبل اک زنجیری مو کا

متدارک مقطوع کو ہزج اخرم اور رمل مشعث کے مطابق بھی تقطیع کر سکتے ہین کیونکہ یہ دونون وزن مفعولن ہین جو دو فعلن کی برابر ہے پس جب متدارک مثمن مقطوع کو اخرم یا رمل مشعث کے مطابق تقطیع کرین گے تو ہر مصرع دو مفعولن اور ایک فعلن کے وزن پر ہوگا اور اس وزن کو ہزج مسدس اخرم محذوف یا رمل مسدس مشعث محذوف کہا جائے گا حدائق البلاغۃ مین میر شمس الدین فقیر نے لکھا ہے کہ وزن متدارک مثمن مقطوع کا نام **صوت الناقوس** بھی ہے اور وجہ تسمیہ حضرت عبد اللہ بن جعفر انصاری سے اس طرح منقول ہے کہ ایک سفر حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ملک شام کو تشریف لیے جاتے تھے راہ مین ایک ترسا ناقوس بجا رہا تھا آپ نے فرمایا کہ ناقوس کہتا ہے حقا حقا حقا حقا ؎ صدقا صدقا صدقا صدقا۔ اور یہی فعلن فعلن فعلن فعلن کا وزن ہے۔

یہ وزن مثمن مضاعف بھی مستعمل ہے اور بعض رکن کا مخبون اور بعض کا مخبون مسکن (مقطوع) لانا بھی ہو سکتا ہے۔

امانت

صیاد کے جب پھندے مین پھنسے مرنے کا بہانہ کیا ہمنے ؎	ہمدم یہ پھڑکنے کی ہے جگہ ہم دام مین آ کر دم سے چھٹے

تقطیع صیا فعلن (مخبون مسکن) د کے جب فعلن (مخبون) پھندے فعلن (مخبون مسکن) مین پھنسے فعلن (مخبون) مرنے فعلن (مخبون مسکن) کا بہا فعلن (مخبون) نہ کیا فعلن (مخبون) ہمنے فعلن (مخبون مسکن) ہمدم فعلن (مخبون مسکن) یہ پھڑک فعلن (مخبون) نے کی فعلن (مخبون مسکن) ہے جگہ فعلن (مخبون) ہم دا فعلن (مخبون مسکن) م مین آ فعلن (مخبون) کر دم فعلن (مخبون مسکن) سے چھٹے فعلن (مخبون)۔

شیخ نبی بخش عاشق

جب اعضا گل کر خاک ہوئے اور اڑ گیا بالکل نور نظر ؎	تو ٹہنا پھرنا سہو ہوا اور آنکھ لڑانا بھول گئے

تقطیع جب آ کر غ فعلن (مخبون مسکن) ضا گل فعلن (مخبون مسکن) اک رخا فعلن (مخبون مسکن) اک ہوے فعلن (مخبون) اکنار مڑ فعلن (مخبون مسکن) گگئے بل فعلن (مخبون) کلکُ تو فعلن (مخبون مسکن) ار نظر فعلن (مخبون) آتو جل فعلن (مخبون مسکن) نا پر فعلن (مخبون مسکن) نا پہچہ فعلن (مخبون مسکن) دیکھا فعلن (مخبون) آشا فعلن (مخبون مسکن) ک ام فعلن (مخبون) نا بو فعلن (مخبون مسکن) ال گئے فعلن (مخبون)۔

متدارک مثمن مخبون مسکن محذوذ فعلن فعلن فعلن فع دوبار مثال۔

کیا کیسے کیسا کچھ تھا		القصہ ایسا کچھ تھا

تقطیع کا کہ فعلن یے کے فعلن سا کچ فعلن تا فع ؛ القص فعلن صا اَ ئے فعلن سا کچ فعلن تا فع
اس کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے چنانچہ یہ بیت ذوق کی اسی وزن میں ہے۔ ؎

قطرہ قطرہ آنسو جسکی طوفان شدت ہے		پارہ پارہ دل ہے جس میں تودہ تودہ حسرت ہے

تقطیع قطرہ فعلن قطرہ فعلن آنسو فعلن جسکی فعلن طوفا فعلن شددت فعلن ہے فع لخ۔
اور اس وزن کو اس طرح بھی مضاعف کرتے ہیں کہ حشو میں بھی چوتھا رکن محذوذ ہوتا ہے۔

متدارک مسدس مخلع فاعلن فاعلن فَعِلْ دوبار۔

انشا

بس مرا سر نکھا ارے سیر کا ہے مزہ ابھی ؛ تو ہی بتلا دے اے صنم دیکھ انشا مجھے بھلا		دور ہو چل تجھے پرے کھیت ہیں سب ہرے بھرے کوئی اب تجھسے کیا کرے سانس ٹھنڈی نکیوں بھرے

تقطیع بس مرا فاعلن سر نکا فاعلن آ رے فعل ؛ دور ہو فاعلن چل تجھ فاعلن پرے فعل۔

بحور مرکبہ کا بیان

(۸) بحر منسرح

منسرح بضم میم و سکون نون و فتح سین مہملہ و کسر رائے مہملہ و سکون حائے حطی اسکے معنے آسان کیے ہوے کے ہیں چونکہ یہ بحر آسان ہے اسلیے اسکا نام منسرح رکھا گیا اور مولوی صہبائی لکھتے ہیں کہ اس بحر کا نام اسلیے منسرح ہے کہ انسراح کے معنی کپڑے اتارنے کے ہیں چونکہ اس بحر میں کبھی ایسا اختصار ہوتا

گرشعراے عرب دو ہی رکن مستفعلن مفعولاتُ کو ساری بیت اعتبار کرلیتے ہین اس نقصان کو کپڑے اتار نے سے تشبیہ دیکر اسکا نام منسرح رکھلیا اور وزن اُسکا یہ ہے مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات بضم تا دوٗ بار یہ بحر مزاحف مستعمل ہے نہ سالم اور شعراے عرب نے مسدس استعمال کیا ہے مگر شعراے فارسی و ریختہ مثمن استعمال کرتے ہین اور اس بحر مین عروض و ضرب موقوف یا مکسوف یا مجدوع یا منحور آتے ہین اور اس مین چودہ زحاف واقع ہوتے ہین منجملہ انکے پانچ مستفعلن سے متعلق ہین طے ۔ قبض ۔ حذف ۔ تسبیغ ۔ رفع ۔ اور نوٗ مفعولاتُ سے علاقہ رکھتے ہین خبن ۔ طے ۔ اجتماع خبن و وقف ۔ اجتماع خبن وکسف ۔ اجتماع طے وکسف ۔ اجتماع طے و وقف ۔ رفع ۔ جدع ۔ نحر ۔

منسرح مثمن مطوی موقوف مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات دو بار مفتعلن مطوی ہے مستفعلن کا اور بسبب وقف کے مفعولات بضم تا سے مفعولات بسکون تا رہا اور بسبب طے کے اُس سے واوٗ گر پڑی مفعلات مطوی موقوف ہوا اسکو فاعلات بسکون تا سے بدل لیا ۔

	نیاز	
دل مین ہم اپنے نیاز رکھتے ہین سو طرح راز		سوٗ نہ جھے ہے اُسکو یہ بھید جسکی نہو چشم کور

تقطیع دل م ہم اپ مفتعلن نے نیاز فاعلات رکھت ہ سو مفتعلن طرح راز فاعلات سوج ہ اُس مفتعلن کو ے بید فاعلات جس ک نہو مفتعلن چشم کور فاعلات ۔

منسرح مطوی مکسوف مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن دو بار فاعلن مطوی مکسوف ہے اسلیے کہ مفعولاتُ مین سے بسبب طے کے واوٗ گر پڑی اور بسبب کسف کے تے گر پڑی پس مَفْعُلا رہا اس کو فاعلن سے بدل لیا مثال ۔

	ناصر جنگ	
یاس و غم و آرزو جمع یہ سب چیز ہے		بلب ترا حوصلہ دل بھی عجب چیز ہے

اس شعر مین چار رکن مطوی ہین اور چار مطوی مکسوف **تقطیع** ۔ یاس غمو مفتعلن آرزو فاعلن جمع یہ سب مفتعلن چیز ہے فاعلن ؛ بلب ترا مفتعلن حوصلہ فاعلن دل ب عجب مفتعلن چیز ہے ۔

	محمد روشن جوشش	
یار کو قاصد مرے جاکے اگر دیکھنا کل جو اُسے دیکھکر ہو گئے ہم تنجیہ		میری طرف سے بھی تو ایک نظر دیکھنا ہنسکے وہ کہنے لگا پھر بھی ادھر دیکھنا

یہ بھی جائز ہے کہ حشو مین دوسرا رکن فاعلن (مطوی مکسوف) واقع ہو اور عروض و ضرب مین فاعلات

(مطوی موقوف) آئے جیسے

السنا

کسکو سنا کر کہا آپنے او بے لحاظ — مجھسے نہ اتنے اجی ہوتے رہو بے لحاظ
ہو نٹھ ہی مل ڈالیے ہی یہ ٹھنی دلمین خیر — اُسکو مجھے ایکبے تم کہنے تو دو بے لحاظ

تقطیع کس ک سنا مفتعلن کر کہا فاعلن (مطوی مکسوف) آ پ ن او مفتعلن بے لحاظ فاعلات (مطوی موقوف) مجس ن ات مفتعلن نے اجی فاعلن (مطوی مکسوف) ہوت رہو مفتعلن بے لحاظ فاعلات (مطوی موقوف) دونون شعرون مین رکن مستفعلن مطوی یعنی مفتعلن آیا ہے اور رکن مفعولات عروض وضرب مین مطوی موقوف ہے اور حشو مین مطوی مکسوف ہے غرض کہ یہ بات جائز ہے کہ حشو مین یا عروض وضرب مین مطوی مکسوف فاعلن اسی طرح تینون جگہ مطوی موقوف فاعلات لائین اور انکو باہم جمع کرین۔

نیاز بریلوی

خاک کے پتلے نے دیکھ لیا ہی مچایا ہی شور — جن وملک کے اُپر کر رکھا ہے اپنا زور

تقطیع خاک ک پت مفتعلن لے ن دیک فاعلات کا و مچا مفتعلن یاہ شور فاعلات جن ن ملک مفتعلن کے اُپر فاعلن کر رکہ ہے مفتعلن اَپ ن زور فاعلات مصرع اول مین حشو مطوی موقوف یعنے فاعلات ہے اور مصرع ثانی مین حشو مطوی مکسوف یعنے فاعلن آیا ہے اور عروض و ضرب مطوی موقوف ہے۔

نزاکت

کیون نہ مین قربان ہون جب وہ کیے ناز سے — ہمکو جفا کا ہی شوق اہل وفا کون ہے

یہان عروض وضرب مین بجاے فاعلات مطوی موقوف کے فاعلن مطوی مکسوف واقع ہی اور مصرع اول کے حشو مین بھی مطوی مکسوف ہی اور مصرع ثانی کے حشو مین مطوی موقوف ہی۔

سودا

اُسکے سپاہی یہ بات دلمین بہت خوش ہوا — لیک بظاہر یہ حرف تند ہو اُسنے کہا

حشو مین دونون مصرعون کے فاعلات مطوی موقوف ہی اور عروض وضرب مین فاعلن مطوی مکسوف ہے اس وزن مین اختلاف زحاف کا بھی جائز ہے مثلاً۔ ؎

حال دل خستہ آہ مین نے جو اُن سے کہا — تو بولے یہ چپ ہی رہ سننے کی طاقت کہان

مصرع اول اس وزن پر ہے مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلن اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے

مفاعلن فاعلن مفتعلن فاعلات مصرع اول مین مفتعلن مطوی اور فاعلات حشو مین مطوی موقوف ہے اور عروض مطوی مکسوف اور مصرع ثانی مین ابتدا مخبون اور ایک رکن حشو کا مطوی مکسوف اور ضرب مطوی موقوف ہی تقطیع حال دے مفتعلن خست آہ فاعلات مین ج آن مفتعلن سے کہا فاعلن بہت بول یئے مفاعلن چپ ہ رہ فاعلن حسن ن ک طا مفتعلن قت کہان فاعلات۔

منسرح مثمن مطوی منحور مفتعلن فاعلات مفتعلن فع دو بار مفتعلن اور فاعلات مطوی ہین اور نحر سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کے دو سبب خفیف اول و الف کو گرا کر تاے آخر کو ساکن کردین پس مفعولات سے لت منحور حاصل ہوا اسکو فع سے بدل لیا انشاء اللہ خان نے ایک غزل اس وزن مین لکھی ہے۔ ؎

کوئی نہین اُس پاس خوف نہین کچھ — ہوتے ہو کیون بیحواس خوف نہین کچھ
یہ نہین فتنے کا عطر جس سے کہ ڈر ہو — آتی ہے پھولون کی باس خوف نہین کچھ
کچھ یہ نہین چوکیدار جس سے جھجک ہو — ٹیلہ ہے اور اُسپہ گھاس خوف نہین کچھ
باندھیو انشا نہ دھیان آگ دھوین کا — پھولے ہوئی ہین پلاس خوف نہین کچھ

تقطیع۔ کوئی نہی مفتعلن اُس پاس فاعلات خوف نہی مفتعلن ہیچ فع ہوت ہ کو مفتعلن بے حواس فاعلات خوف نہی مفتعلن کچھ فع۔

غالب

آکہ مری جان کو قرار نہین ہے — طاقت بیداد انتظار نہین ہے
دیتے ہین جنت حیات دہر کے بدلے — نشہ بہ اندازۂ خمار نہین ہے
تو نے قسم مے کشی کی کھائی ہے غالب — تیری قسم کا کچھ اعتبار نہین ہے

تقطیع آک مری مفتعلن جان کو ق فاعلات رار نہی مفتعلن ہے فع طاقت بے مفتعلن داد انت فاعلات ظار نہی مفتعلن ہے فع۔

منسرح مثمن مطوی مجدوع مفتعلن فاعلات مفتعلن فاع دو بار۔ جدع اُسے کہتے ہین کہ مفعولات کے دو سبب خفیف کو ساقط کرکے وتد مفروق کے متحرک آخر کو ساکن کردین اس صورت مین مفعولات سے لات بسکون تا مجدوع رہتا ہے اس کو فاع سے بدل لیتے ہین۔ انشا کے چارون شعرون مین عروض و ضرب منحور ہے اسلیے کہ ہاے مخلوط التلفظ خواہ شعر کے آخر مین واقع ہو یا درمیان مین تلفظ مین نہین آتی اور تقطیع مین بھی ساقط کردیجاتی ہے مثال اسکی یہ ہے۔ ؎

ٹھیر تو ٹک اپنے کو دیکھ لیویگا یہ مول	یہ بھی ہوا لون تیل لے ہے جسے تول

تقطیع۔ ٹھیر تُ ٹک پ مفتعلن نے کُ دیک فاعلات لے وگا یہ مفتعلن مول فاع ٭ یہ ب ہوا مفتعلن لون تیل فاعلات لے ہ جسے مفتعلن تول فاع ٭ ان دونون وزنون مین حشو مطوی مکسوف یعنی فاعلن بھی درست ہے مثلاً۔ ع

شہر تو بے ربط و پوچ کہنے سے ہی شوق	آپ انھین خلق مین شہرے ہے ہی ذوق

تقطیع۔ شہر تُ بے مفتعلن ربط پوچ فاعلات کہن س ہے مفتعلن شوق فاع ٭ آپ اپنے مفتعلن خلق مے فاعلن شہر س ہے مفتعلن ذوق فاع۔

عروض وضرب مین منحور و مجدوع کا جمع کرنا بھی جائز ہے جیسے۔ ع

کان ہین اُسکے زبس نالون سے مملو	حال دل زار کب کرتا ہے مسموع

تقطیع۔ کان ہ اُس مفتعلن کے زبس فاعلن نال س مم مفتعلن لو فع ٭ حال دلے مفتعلن زار کب فاعلن کرت ہ مَس مفتعلن موع فاع ٭ مفتعلن مطوی اور فاعلن مطوی مکسوف اور فاع مجدوع اور فع منحور ہے۔

منسرح مسدس مطوی مفتعلن فاعلات مفتعلن دو بار مثال۔ ع

نالۂ دل نارسا ہے یار تلک	اپنی پہونچ کب ہے گلعذار تلک

تقطیع نالۂ دل مفتعلن نارسا ہ فاعلات یار تلک مفتعلن ٭ اپن پہونچ مفتعلن کب ہ گلع فاعلات ذار تلک مفتعلن اس بیت مین سب اجزا مطوی ہین۔

منسرح مسدس مطوی مقطوع مفتعلن فاعلات مفعولن دوبار مفتعلن اور فاعلات مطوی ہین اور مفعولن مقطوع ہی یعنے مستفعلن سے بسبب قطع کے حرف آخر وتد مجموع یعنی نون گر گیا اسکا ماقبل یعنی لام ساکن ہو گیا تو مستفعلن مقطوع رہ گیا اسکو مفعولن سے بدل لیا مثال اسکی۔ ع

آنکھون مین مے کا خمار اب تک ہے	پیچ کہین ہم کو تو آپ پر شک ہے

تقطیع آنکھ م مے مفتعلن کا خمار فاعلات اب تک ہے مفعولن ٭ پیچ کہہ ہم مفتعلن کو ت آپ فاعلات پر شک ہے مفعولن عروض وضرب مقطوع ہے اور باقی مطوی اور یہ دونون وزن شعرائے فارس و ریختہ مین اکثر مستعمل ہین۔

(۹) بحر مقتضب

مقتضب بضم میم و سکون قاف و فتح تائے فوقانی و فتح ضاد معجمہ و سکون بائے موحدہ اسکے

معنے ایک چیز سے نکلا ہوا اور کاٹا ہوا ہین چونکہ یہ بحر منسرح سے نکالی اور کاٹی ہے یعنی اُس بحر کا عکس ہے اسلیے اسکا نام مقتضب رکھا گیا وزن اسکا یہ ہے مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دوبارہ یہ بحر کلام عرب مین مجزو مستعمل ہے یعنے آخر کا جزاُس سے گراکر استعمال کرتے ہین اور اس بحر مین اتنے زحاف آتے ہین۔ خبن۔ طے۔ قطع۔ صلم۔ وقف۔ کسف۔ جدع۔ پس ان مین سے خبن اور طے اور وقف اور کسف اور جدع اور صلم رکن مفعولاتُ سے علاقہ رکھتے ہین اور قطع واذالہ مستفعلن سے تعلق رکھتے ہین۔ اس بحر مین مفعولات کے واو اور ف مین مراقبہ ہے یعنی معاً دونون کا گرانا یا ثابت رکھنا جائز نہین اگر ف ساقط کی جائے تو واو ثابت رکھینگے اور اگر واو ساقط کیجائے تو ف ثابت رہے گی شعراے قدیم نے اس بحر کے ایک دو وزن مثمن اور مسدس مین طبع آزمائی کی ہے مگر وہ شعر ثقیل ہونے کے سبب سے پسند طبائع نہوئے نازک خیالان عرب و فارس نے اکثر اس بحر کو مربع استعمال کیا ہے اور خیال بندان ریختہ نے اس وزن کو مثمن بھی پسند فرمایا ہے۔

مقتضب مثمن سالم صفی کہتا ہے۔

ان بالون مین اب کیون نہین ہوتا شانہ کیا ہی صنم ۔۔ تیرے گیسو اُلجھے مرا دل آشفتہ ہواے صنم

تقطیع۔ ان بالوم مفعولاتُ اب کو نہی مستفعلن ہوتا شان مفعولاتُ کا ہی صنم مستفعلن تیرے گیسُو مفعولاتُ اُلجھے مرا مستفعلن دل آآشفت مفعولات ہواے صنم مستفعلن۔

مقتضب مثمن مطوی فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن دوبار مفعولات سے فاعلات مطوی ہے اسلیے کہ مفعولات مین طے اس طرح واقع ہوتا ہے کہ سبب خفیف ثانی کے حرف ساکن کو دُور کر دیتے ہین اور مفعولاتُ فاعلات سے بدل لیتے ہین اور مفتعلن مستفعلن سے مطوی ہوکر آیا ہے کیونکہ مستفعلن مین طے سے یہ مراد ہے کہ دوسرے سبب خفیف کے ساکن کو گرادین اور مستعلن کو مفتعلن سے بدل لیتے ہین۔ مثال۔

سحر

تجھ بغیر رشک پری کب خوش آئی سیر چمن ۔۔ گل ہو خار دل کو مرے دیتے ہین زیادہ الم

تقطیع۔ تجھ بغیر فاعلات رشک پری مفتعلن کب خشاي فاعلات سیر چمن مفتعلن ۔۔ گل ہُ خار فاعلات دل کُ مرے مفتعلن دیتِ ہین زیا فاعلات دہ الم مفتعلن ۔۔ اور یہ بیت بھی اسی وزن مین ہے۔

یار بے وفا سے ہمین کب اُمید وصل بھی ۔۔ شوخ دلربا سے ہمین کب اُمید وصل بھی

اس مین بھی جمیع اجزا مطوی ہین۔ **تقطیع** یار بے وفاعلات فاس ہمے مفتعلن کب اُمید فاعلات وصل ہوی مفتعلن ٭ شوخ دل رفاعلات باس ہمے مفتعلن کب اُمید فاعلات وصل ہوئی مفتعلن۔

مقتضب مثمن مطوی مقطوع فاعلات مفعولن فاعلات مفعولن دوبار فاعلات مطوی ہے مفعولات سے اور مفعولن مقطوع ہے مستفعلن سے مثال۔

غالب

کارگاہ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے	برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے
ہمسے رنج بے تابی کس طرح اُٹھایا جائے	داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے

تقطیع کارگاہ فاعلات ہستی مے مفعولن لال داغ فاعلات ساما ہے مفعولن ٭ برق خرم فاعلات نے راحت مفعولن خون گرم فاعلات دہقا ہے مفعولن ٭ یاد رکھو کہ یہ بحر بحر ہزج مثمن اشتر سے مل جاتی ہے۔ اسلیے کہ بحر ہزج مثمن اشتر کا یہ وزن ہے فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن دوبار مثلاً شعر مذکور صدر کو بحر ہزج مثمن اشتر مین یون تقطیع کرسکتے ہین **تقطیع**۔ کارگا فاعلن ہ ہستی مے مفاعیلن لال دا فاعلن غ ساما ہے مفاعیلن برق خر فاعلن منے راحت مفاعلن خون گر فاعلن م دہقا ہے مفاعیلن مگر خیال رہے کہ مقتضب مثمن مطوی مقطوع مین کبھی مستفعلن مطوی ہو کر یعنے مفتعلن بن کر اور کبھی سالم بھی آجاتا ہے اور یہی بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مطوی مقطوع مین باعث تمیز ہے چنانچہ دریاے لطافت مین مرزا قتیل کے کلام سے اور زر کامل العیار مین منشی مظفر علی اسیر کے قول سے یہی بات پیدا ہوتی ہے مثلاً اس شعر مین مہری شیرازی کے یہ بات صاف معلوم ہوجاتی ہے۔ ؎

در فراق او مہری فرض کن کہ شبہارا	میتوان بروز آورد روز را کسے چہ کند

تقطیع اسکی یہ ہے در فراق فاعلات او مہری مفعولن فرض کن ک فاعلات شبہارا مفعولن ٭ میتوا فاعلات ن بروزا ورد مفعولان روز را ک فاعلات سے چ کند مفتعلن ٭ پس اگر ہم اس بحر کو ہزج مثمن اشتر مین کہین اور پچھلے مصرع کی یون تقطیع کرین **تقطیع** میتوا فاعلن بروزا ورد مفاعیلان روز را فاعلن کسے چکند مفاعلتن ٭ تو ہم پر یہ اعتراض ہوگا کہ مفاعیلن کی فرع مفاعلتن کہان آئی ہے بلکہ مفاعلتن کی فرع بحر وافر مین مفاعیلن آتی ہے پس فرق درمیان بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مثمن مطوی مقطوع کے ظاہر ہوگیا اس مقام پر ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو اعتراض خان آرزو نے شیخ علی حزین کے چند اشعار پر باعتبار بحر ہزج مثمن اشتر کے کیا ہے اور مولوی امام بخش صہبائی نے قول فیصل مین اُس کا جواب دیا ہے ذکر کرین کیونکہ یہ بات فائدے سے خالی نہین شیخ کے اشعار یہ ہین۔ ؎

شب کہ با ہزار افغان در فراق یوسف خویش ۔۔۔ داشتم بسینہ دلے رشک پیر کنعانے
غیر تم صلا زد و گفت دامنے بزن بجہان ۔۔۔ تا یکے فرو ماندہ در طلسم حیرانے
فکر زاد و راہ طلب رسم رہ نوردان نیست ۔۔۔ بس بود شکستہ دلی بادرست پیمانے
زین سروش فرخندہ ہوش در سماع آمد ۔۔۔ تن ز شوق جانان شد باے تا بسر جانے
از ادب بجاے قدم دیدہ قطرہ زن کردم ۔۔۔ ناگہان بہ پیش آمد سہمگین بیابانے

خان آرزو نے سب اشعار کو بروزن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن بحر ہزج مثمن اشتر مین قرار دے کر شیخ کی غلطی نکالی ہے اور کہتے ہین کہ پہلے مصرع مین (یوسف خویش) کی فے اور دوسرے مصرع مین (بسینہ دلے) کی اور تیسرے مصرع مین (زدو گفت) کی اور چوتھے مصرع مین (شکستہ دلی) کی دال اور تیسرے مصرع مین (بجہان) کی جیم اور پانچوین مصرع مین (راہ طلب) کی طوے اور نوین مصرع مین (بجاے قدم) کا قاف ساکن ہون اور تیسرے مصرع مین (گفت) کی تے ساقط کی جاے جب یہ وزن درست ہو مولوی صہبائی کہتے ہین کہ ان اشعار کو بحر ہزج مثمن اشتر مین شمار کرنا بڑی غلطی ہے یہ ساری غزل بحر مقتضب مین ہے اور بحر مقتضب کے اصلی ارکان یہ ہین مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دوبار ان اشعار مین مفعولات مطوی ہو کر ہر جگہ فاعلات آیا ہے اور مستفعلن بعض مقام پر مطوی ہو کر مفتعلن ہے اور بعض جا مطوی مسبغ مفتعلان اور بعض جا مقطوع ہو کر مفعولن اور بعض جا مقطوع مسبغ ہو کر مفعولان آیا ہے اور یہ بات تمام عروضیون کے نزدیک جائز ہے اور تقطیع یون ہے **تقطیع**۔ شب کہ باہ فاعلات زار فغا مفعولن در فراق فاعلات یوسف خویش مفتعلان ٭ داشتم بہ فاعلات سین دلے مفتعلن رشک پیر فاعلات کنعانی مفعولن ٭ غیرتم ص فاعلات لازدگفت مفتعلان دامنے ب فاعلات زن بجہان مفتعلان ٭ تایکیف فاعلات رو ماندہ مفعولن در طلسم فاعلات حیرانے مفعولن ٭ فکر زاد فاعلات راہ طلب مفتعلن رسم رہ ن فاعلات وردانیست مفعولان ٭ بس بود ش فاعلات گشت دلی مفتعلن بادرست فاعلات پیمانی مفعولن علی ہذا القیاس اور شعرون کی بھی تقطیع ہوتی ہے یہان سے ثابت ہے کہ ملبہ الاشتباہ بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مثمن مطوی مقطوع مین مفتعلن مطوی و مفتعلان مطوی مسبغ وغیرہ کا آجانا ہے ورنہ بحر ہزج مین وہان پر مفاعلتن لانا پڑے گا حالانکہ مفاعلتن بحر ہزج کی فروع مین سے ہے ہی نہین۔

(۱۰) بحر مضارع

مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن دوبار جاننا چاہیے کہ مضارع بضم میم و فتح ضاد معجمہ و کسر رائے مہملہ

وسکون عین مہملہ کے معنے مشابہ کے ہین چونکہ یہ بحر منسرح سے اور بقول بعض بحر ہزج سے مشابہ ہے
اس لیے اسکا نام مضارع ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے یہ بحر سالم مستعمل نہین مزاحف مستعمل ہے
اور اس بحر کو جب مجزو یعنے مسدس کرتے ہین تو فاع لاتن گراتے ہین نہ مفاعیلن کو جیسا کہ مثمن سے مسدس
کرتے وقت معلوم ہوگا اور اس بحر کے رکن مفاعیلن مین یا اور نون مین مراقبہ ہے یعنی دونون کا ساقط
کرنا یا ثابت رکھنا جائز نہین اور اسکے زحاف سات ہین کف۔ خرم۔ خرب۔ قصر حذف۔ قبض۔ تسبیغ
بعض رسالون مین تین زحاف سلخ اور طمس اور تخنیق اور بھی لکھے ہین اس صورت مین بحر مضارع
کے زحاف دس ہوے۔ مخفی نرہے کہ سلخ بفتح سین مہملہ وسکون لام وخاے معجمہ لغت مین پوست
کھینچنے کے معنے مین ہے اور اصطلاح مین مراد ہے فاع لاتن مین دو سبب خفیف کے حذف کرنے
اور عین کے ساکن کرنے سے پس فلع عین موقوف سے باقی رہے گا اور بعض
فلع کو مجبوب موقوف کہتے ہین کیونکہ جب یہ ہے کہ دو سبب خفیف جو رکن کے
آخر مین ہون گرا دیے جائین پس جب کے بعد فاع بکسر عین رہے گا اور وقف
سے مراد حرف آخر وتد مفروق کا ساکن کرنا ہے اس صورت مین فلع سکون
عین سے باقی رہا اور طمس بفتح اول وسکون میم ونون بمعنے ناپدید کرنا اور مونڈنا
اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ فاع لاتن سے دو سبب خفیف کو مع عین کے
گرا دین اس صورت مین فاع سخارہا اسکو فع سے بدل دیتے ہین پس بحر مین
فع مطموس ہے اور بحر ہزج مین ابتر ہے اور بعض اس کو مجبوب مکشوف کہتے ہین کیونکہ زحاف جب
کی وجہ سے فاع لاتن فاع رہجاتا ہے اور کشف عبارت ہے اس سے کہ وتد مفروق کا حرف آخر
ساقط کر دیا جائے اس صورت مین فا رہ جائے گا جسے فع سے بدل لینگے اور تخنیق بفتح تاے فوقانی
وسکون خاے معجمہ وکسر نون وسکون یاے تحتانی وقاف موقوف لغت مین گلا گھونٹنے کے معنے مین
ہے اور اصطلاح مین خرم کا قائم مقام ہے اور وہ یہ ہے کہ مفاعیلن کے وتد مجموع کے حرف اول کو
گرا دینا پس مفاعیلن سے فاعیلن بنتا ہے اس کو مفعولن سے بدل لیتے ہین اشعار عرب مین خرم ابتداے شعر
کے سوا نہین آتا اور شعراے فارس نے جمیع اجزاے بیت مین اسکا لانا جائز رکھا ہے جو کہ مفعولن مفاعیلن
سے مشتق ہے اسلیے اگر شروع مین ہو تو اخرم کہینگے اور باقی اجزاے بیت مین مخنق بولا جاتا ہے
مگر متاخرین اس تفریق کی پابندی کم کرتے ہین اور یہ لفظ خاے معجمہ اور نون مشدد مفتوح کے
ساتھ ہے حدائق العجم وغیرہ سے اسی طرح ثابت ہے لیکن شرح خزرجیہ مین علامۂ نقشبند کے

کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ لفظ حاے حطی اور باے موحدہ سے ہے اور مشتق سبب سے تجبیق سے جو جمع کرنے کے معنے مین ہے۔ بہر صورت کف۔ قصر۔ سلخ۔ طمس۔ حذف۔ فاع لاتن سے علاقہ رکھتے ہین اور کف۔ خرم۔ خرب۔ قصر۔ جب۔ زلل۔ تخنیق۔ قبض۔ تسبیغ رکن مفاعیلن سے تعلق رکھتے ہین۔

مضارع مثمن اخرب۔ مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن دوبار خرب کہتے ہین اجتماع خرم و کف کو یعنی رکن کے حرف اول اور حرف آخر کا گرانا پس مفاعیلن سے فاعیل بضم لام اخرب رہا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال۔

راجہ بہادر

یہ زخم دل ہمارے مرہم تلک نہ پہونچے | ہم اُن تلک نہ پہونچے وہ ہم تلک نہ پہونچے

تقطیع یہ زخم دل ہمارے مفعول فاع لاتن مرہم تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن + ہم اُن تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن وہ ہم تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن رکن مفاعیل اخرب ہے اور فاع لاتن سالم آیا ہے۔

انشا

صاحب کے ہر زہ پن سے ہر ایک کو گلا ہے | مین جو نباہتا ہون میرا ہی حوصلہ ہے
دین گالیان ہزارون سن مطلع اس غزل کا | کہنے لگا کہ انشا اس کا یہی صلہ ہے

محتشم

دل کا پتہ نہ پایا زلفون کو کھول دیکھا | گیسو کو ڈھونڈھ مارا طرہ ٹٹول دیکھا

المولفہ

اُلجھے ہوے دلون مین دیتے ہین اور گرہین | کاکل کو تاب دیکر سنبل سے بال والے
ہر گام پر دکھا کر ناز و اداے جلوہ | دل چھین لے چلے ہین غنچہ دہن دلال والے
اشعار کا سُنانا نادان کو ہے حماقت | رمز سخن کو سمجھین نازک خیال والے

عروض و ضرب مسبغ یعنے بجاے فاع لاتن فاع لیان بھی آسکتا ہے خواہ ایک مین فاع لاتن اور دوسرے مین فاع لیان ہو مثال۔

میر

رہیے بغیر تیرے اے رشک ماہ تا چند | آنکھون مین یون ہماری عالم سیاہ تا چند

عروض و ضرب مسبغ ہین۔

ولہ

خط سے جو ہے گرفتہ دہ مہ نہین نکلتا — مانند چشم اختر ہم دیکھین راہ تا چند

عروض مین فاع لاتن اور ضرب مین فاع لیان ہے۔

میر

شرم و حیا کہان کی ہر بات پر ہے شمشیر — اب تو بہت وہ ہمسے بیباک ہو گیا ہے
زیر فلک بھلا تو روے ہے آپ کو میر — کس کس طرح کا عالم یان خاک ہو گیا ہے

ولہ

یوسف سے لیکے تا گل پھر گل سے لیکے تا شمع — یہ حسن کسکو لیکر بازار تک نہ پہونچا

تینون شعرون کے عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم۔

سودا

اے چرخ سفلہ پرور اے آسمان بے مہر — وا تر دلان ہے عقل تیری اوندھا ہی تو جنم سے

میر حسن

مین حال دل کسون ہون تم شکوہ مجھسو ہو دا — لکھتا ہون مین کہانی سنتے ہو تم کدھر کی
جون آئنہ سراپا کس کا ہون محو دیدار — نے پانون کی خبر ہے مجھکو نہ اپنے سر کی

حشو مین بھی فاعلیان آتا ہے مثال بحر۔

کیا جانے زاہد پیر ہے درد سے بھی اکسیر — اودی سی ہے یہ تاثیر عود شباب ہو گا

مضارع مثمن اخرب محذوف مفعول فاع لاتن مفعول فاع لن دو بار فاع لن محذوف ہے فاع لاتن سے۔ ع

رکھتا نہین ہے مطلق تاب عتاب دل — پہلو مین ہو گیا ہے مثل کباب دل

تقطیع۔ رکھتا ن مفعول ہی ہے مطلق فاع لاتن تاب ع مفعول تاب دل فاع لن بے پہلو م مفعول ہو گیا ہے فاع لاتن مثلے ک مفعول باب دل فاع لن۔

مضارع مثمن مکفوف مقصور مفاعیل فاع لات مفاعیل فاع لان دو بار بسبب کف کے مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف حاصل ہوا اور بسبب کف کے فاع لاتن سے فاع لات بقیم تا مکفوف رہا اور بسبب قصر کے فاع لاتن سے فاع لات بسکون تا رہا اسکی جگہ فاع لان رکھدیا مثال ہے۔ ع

ارے دل کہا تو مان نہ زلفِ دوتا کو چھیڑ — خبردار کیا کرے ہے نہ کالی بلا کو چھیڑ

تقطیع ارے دل ک مفاعیل ہا تُ مان فاع لات نہ ز لفے دُ مفاعیل تا ک چھیڑ فاع لان ٭ خبردار مفاعیل کا کرے ہ فاع لات نہ کالی ب مفاعیل لا کُ چھیڑ فاع لان یہاں پر مفاعیلن کی فرع مفاعیل مکفوف اور فاع لاتن منفصل کی فرع لات مکفوف اور اسی کی فرع فاع لان مقصور ہے اور اگر حشو میں بجائے فالات کے فاع لن آ جائے تو بھی جائز ہے مثال۔ ؎

ہو مواج جبکہ دل میں غمِ کاشِ خطِ سیاہ — ہو پھر کیوں نہ اُس میں ڈلی شنا ور لطِ سیاہ

تقطیع۔ ہ مُوواج مفاعیل جبک دل فاع لن م غم کاش مفاعیل خطے سیاہ فاع لان ہ پھر کیوں مفاعیل اُس م دل کپ فاع لات شنا ور ب مفاعیل خطے سیاہ فاع لان۔ اور عروض ضرب میں بھی فاع لن درست ہے مثال۔ ؎

مرے استخوان پارۂ اخگر سمجھ کے کھا — کہیں جل نہ جائے اُنسے یہ تیرا دہان ہما

تقطیع مرے است مفاعیل خان پار فاع لات را اخگر س مفاعیل مج ک کا فاع لن کہی جل نَ مفاعیل جاے راُن س فاع لات یِ تیرا د مفاعیل ہا ہما فاع لن۔

ایضاً

رہی سیر جب مقابلۂ چرخِ پیر تھا — کہ گردوں ہدف تھا اور مرا نالہ تیر تھا

مضارع مثمن اخرب مکفوف مفعول فاع لات مفاعیل فاع لاتن دو بار بسبب خرب کے مفاعیلن سے مفعول اخرب حاصل ہوا اور بسبب کف کے ساکن مختتم نون گر کر فاع لاتن سے فاع لات اور مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف باقی رہا مثال۔ ؎

اے عشق تجھکو میرے ستانے سے فائدہ کیا — جب دل ہی جل چکا ہو جلانے سے فائدہ کیا

تقطیع اے عشق مفعول تجھکو میر فاع لات ستانے س مفاعیل فائدہ کا فاع لاتن جب دل ہ مفعول جل چکا ہ فاع لات جلانے س مفاعیل فائدہ کا فاع لاتن ٭

دیگر

سینے پہ داغ آئینہ کے اس سبب آ گئے — پرچھائیں پڑ گئی یہ کسی رشکِ ماہ کی ہے

تقطیع سینے پ مفعول داغ آ ای فاع لات نِ کے اس سَ مفاعیل بَب مِں آ گئے فاع لاتن پر چھا مفعول پڑ گئی ی فاع لات کسی رشک مفاعیل ماہ کی ہَ فاع لاتن +

مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان دو بار مثال۔

مکرم الدولہ غالبؔ

رہتے ہین آئینہ سے ہمیشہ دوچار آپ | تنہا ہی لوٹتے ہین یہ ساری بہار آپ

تقطیع رہتے ہ مفعول آئینے س فاع لات ہمیشہ دُ مفاعیل چار آپ فاع لان ۔ تنہا ہ مفعول لوٹتے ہ فاع لات یہ ساری ب مفاعیل ہار آپ فاع لان ۔

مؤلفہ

ساقی یہ لاش مست کی ہو متنزین مین داب | اسکو خم شراب کے توتہ نشین مین داب

ایک مصرع کے حشو مین بجاے فاع لات مکفوف کے فاع لاتن سالم اور بجاے مفاعیل مکفوف کے مفعول اخرب لائین اور دوسرا مصرع وزن سابق پر ہو تو جائز ہے جیساکہ منیرؔ کے شعر مین ہے ۔

ہو حکم تو گرہ دل اعدا کی کھولدین | رکھتے ہین چشم ناخن سے انتظار ہاتھ

پہلا مصرع اسی وزن پر ہے مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن اور دوسرا اس وزن پر مفعول فاع لاتن مفعول فاع لان ۔ تقطیع ۔ ہو حکم مفعول تو گرہ د فاع لات ل اعدا ک مفاعیل کولدے فاع لن ۔ رکھتے ہ مفعول یہ چشم ناخن فاع لاتن سے انت مفعول ظار ہات فاع لان ۔

انشاءؔ اللہ خان

کیا کام ہمکو سجدۂ دیر و حرم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان
وحشی تری نگہ کا بیابان کعبہ دیکھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان
کم قوت اپسے ہم نہین اوقات اپنی یار
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان

مستو نکا سر جھکے ہے صراحی کے خم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان
پھرنے لگا شلنگ غزال حرم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان
تنجہ ہی کرتے گذرتے ہے شیرا جم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان

مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن دوبار مثال ۔

سوداؔ

آدم کا جسم جبکہ عناصر سے مل بنا | کچھ آگ رہ گئی تھی سو عاشق کا دل بنا

تقطیع ۔ آدم ک مفعول جسم جبک فاع لات عناصر س مفاعیل مل بنا فاع لن کچھ آگ مفعول

رہ گئی ت فاع لات س عاشق ک مفاعیل دل بنا فاع لن۔

منا صاحب

جسم صنم تو نازو نزاکت سے مل بنا		پر یہ بڑا غضب ہے کہ پتھر کا دل بنا	

حسرت

نازک دلون کے زخم کو مرہم کبھو نہ ہو		پیراہن حباب پھٹے تو رفو نہ ہو	

لمؤلفہ

قاتل نے جبکہ تن سے مرے سر جدا کیا ہر گز نہ آگ سینہ پر سوز کی بجھی کیا مال تھا جو دل اُسے مجھی نہ دے سکا		اتنا کوئی نہ بولا کہ ظالم یہ کیا کیا گو سیل اشک آنکھوں سے میری بہا کیا ناچیز چیز کے لیے ناحق خفا کیا	

تمام شعروں میں صدر و ابتدا اخرب اور عروض و ضرب محذوف ہے اور حشو مکفوف عروض فاع لن محذوف اور ضرب فاع لان مقصور اور بالعکس بھی درست ہے اول کی مثال جان صاحب طوماس کہتا ہے۔ ؎

سودا ہی زلف یوسف ثانی کا اسقدر		روتے ہیں ہم کھڑے سر بازار زار زار	

عروض فاع لن محذوف ہے اور ضرب فاع لان مقصور ہے بالعکس کی مثال سلیمان خان اسد کہتا ہے۔ ؎

کیا کیا نہ ذلتیں ہوئیں اس عشق میں نصیب		عزت گئی وقار گیا مال و زر گیا	

مضارع مسدس اخرب مکفوف سالم الآخر مفعول مفاعیل فاع لاتن دو بار مفاعیلن سے مفعول اخرب ہے اور اسی سے مفاعیل مکفوف ہے اور فاع لاتن سالم مثال۔

شکوہ ہے کسی کا نہ ہمکو اے دل		دے بیٹھے جان اب تو اسکو دے دل	

تقطیع شکوہ ہ مفعول کسی کا ن مفاعیل ہمک اے دل فاع لاتن ؛ دے بیٹ مفعول ہ جان اب ت مفاعیل اس کو دے دل فاع لاتن ؛ یہان ہر ایک رکن فاع لاتن اصل مثمن سے حشو مین کم کر دیا ہے

مضارع مسدس اخرب مکفوف سالم الآخر بطور دیگر۔ مفعول فاع لات مفاعیلن دو بار مثال ؎

پردہ اُٹھا جو اُس رُخ روشن سے		دن کا گمان ہے سارے زمانے کو	

تقطیع۔ پردہ اُ مفعول ٹھا ج اُس ر فاع لات رخ روشن سے مفاعیلن ؛ دن کا گ مفعول

ماہ سار فاع. لاتُ زمانے کو مفاعیلن + سے

شیشے میں ہم پری کو اُتاریں گے		چڑھ جائینگے کبھی تو وہ قابو مین	

تقطیع شیشے م مفعول ہم پری ک فاع لات اُ تارے گے مفاعیلن + چڑھ جا مفعول ء گے کبھی تُ فاع لات وقابو مے مفاعیلن ہ آخر مین مفاعیلن کی جگہ مفاعیلان بھی آسکتا ہے جیسے سے

سُنتا ہون محتسب نے کیا ہے فرق		مے خانہ میکشان بلا نو شو	

تقطیع سُنتا ہ مفعول محتسب نِ فاع لات کیا ہے فرق مفاعیلان + مے خان مفعول مے کشان فاع لات بلا نو شو مفاعیلن۔

اسی مثال میں ہے یہ بیت بھی سے

چھوٹے بڑے پہ کچھ ہے نہیں موقوف		مے کش ہون مجھکو جام دے یا خم دے	

تقطیع چوٹے ب مفعول ڑے پہ کچ ہ فاعلات نہی موقوف مفاعیلان + مے کش ہُ فاعلات مجکُ جام فاعلاتُ دیا خم دے مفاعیلن + یہان مفعول اخرب ہے اور فاع لات مکفوف اور مفاعیلن سالم اور مفاعیلان مسبغ اور پہلے بیان کردیا گیا ہے مگر اس بحر کا جب کوئی جزگرائین گے تو فاعلاتن ہی گرائین گے نہ مفاعیلن۔

مضارع مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل فاع لان دو بار مفعول اخرب ہے مفاعیل مکفوف اور فاع لان مقصور اور عروض وضرب میں محذوف ومقصور کا جمع کرنا بھی جائز ہے یعنے عروض میں فاع لن اور ضرب مین فاع لان لانا ممکن ہے مثال۔ سے

کیون چاک گریبان گل نہ ہو		ہے تنگ قبائے شکست رنگ	

تقطیع کیوچاک مفعول گریبان مفاعیل گل نہو فاع لن ہے تنگ مفعول قبا ئے شِ مفاعیل کست رنگ فاع لان صدر وابتدا اخرب اور حشو مکفوف اور عروض محذوف اور ضرب مقصور ہے۔

مضارع مسدس اخرب مکفوف محذوف مفعول فاع لاتُ فعولن دو بار۔ مثال سے

تا صبح نیند آئی نہ دم بھر		تو چکیان چلین مرے سر پر	

تقطیع تا صبح مفعول نیند آئی فاع لات ن دم بر فعولن + توچک ک مفعولن یاچلی م فاع لات ر سر پر مفعولن۔

مضارع مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول فاع لات مفاعیل دو بار۔ سے

	دل کھینچتا ہے آہ شرربار		بہتے ہیں اشک چشم جگر بار
	برسے نہیں ہے ابر گہر بار		ہر بار چشم سے نگرے اشک
	ہوتا نہ بزم یار میں گر بار		دل چھوڑ کرکے جاتا نہ ہر بار

(۱۱) بحر مجتث

مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دو بار اجتثاث لغت میں بمعنی جڑ سے اُکھاڑنے کے ہے چونکہ اس بحر کے مسدس کو بحر خفیف سے نکالا ہے اسلیے مجتث بضم میم وسکون جیم و فتح تاے فوقانی وسکون تا سے مثلث نام رکھا ہے گویا بحر مجتث بحر خفیف ہے کہ جڑ سے اُکھاڑی ہوئی ہے پس مجتث مثمن تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دو بار ہے اور مجتث مسدس میں مس تفع لن مقدم ہے دو فاعلاتن پر اور بحر خفیف میں مس تفع لن دو فاعلاتن کے بیچ میں ہے گویا بحر خفیف کے مس تفع لن کو بیچ میں سے اُکھاڑکر اور اول میں رکھکر مجتث مسدس کو حاصل کر لیا ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ مجتث اصل میں مسدس کا نام ہے لیکن مثمن کو مجازاً کہتے ہیں اور اس بحر کو شعراے عرب مسدس اور مربع استعمال کرتے ہیں اور فصحاے عجم مثمن کے سوا نہیں لاتے پوشیدہ نہ رہے کہ اس بحر میں رکن مس تفع لن منفصل کی سین اور نون میں معاقبہ ہے یعنی معاً گرانا دونوں کا جائز نہیں اور اس بحر میں زحاف طے نہ آسکے گا اسلیے کہ طے اُسے کہتے ہیں کہ دو سبب سے کہ رکن کے اول میں بے فاصلہ واقع ہوے ہوں چوتھا ساکن گرا دیا جائے اور اس بحر میں مس تفع لن منفصل ہے جس میں دو سبب خفیف کے درمیان ایک وتد مفروق ہے اور اس بحر میں نو زحاف آتے ہیں خبن۔ قصر۔ حذف۔ کف۔ ربع جحف۔ تسبیغ۔ تشعیث۔ تسکل ان میں سے مس تفع لن کا ایک زحاف خبن ہے باقی سب زحاف فاعلاتن کے ہیں اور قطع اگر اس بحر میں آئیگا تو فاعلاتن میں آئے گا نہ مس تفع لن میں۔

مجتث مثمن مخبون مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن دو بار مس تفع لن بسبب خبن کے مفاعلن رہا اور فاعلاتن بسبب خبن کے فعلاتن ہو گیا۔ مثال۔

	نمونہ	
فراق روح کا قالب سے اتفاق نہوتا		موافقت میں عناصر کی گر نفاق نہوتا

تقطیع موافقت مفاعلن م عناصر فعلاتن ک گر نفا مفاعلن ق نہوتا فعلاتن ۂ فراق رو مفاعلن ح کا قالب فعلاتن س اتفا مفاعلن ق نہوتا فعلاتن ۂ

مرزا غالب

تم اپنے شکوے کی باتین نہ کھود کھود کے پوچھو
حذر کرو مرے دل سے کہ اس مین آگ دبی ہے

دلا یہ درد والم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر
نہ گریہ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

تمام اجزا مخبون ہین اور فعلاتن کی جگہ مفعولن بھی آسکتا ہے اسکو سکتہ کہتے ہین۔ مثال ہے

تو ایک عمر سے بےچین وبیقرار پڑا تھا
سبب ہے کیا اب یہ دل جو اضطراب نہین ہے

تقطیع ہے ایک عم مفاعلن رس بے چے فعلاتن ن بے قرار مفاعلن ر پڑا تا فعلاتن ٭ سبب ہ کا مفاعلن اب ایدل مفعولن جُ اضطرا مفاعلن ب نہی ہے فعلاتن۔

مجتث مثمن مخبون مقصور۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان دو بار (فعلان بحرکت عین ہے)

ظفر

لگا نہ خط سے رخ شوخ پر عتاب کو عیب
دگر نہ لگتا کسی سے ہے آفتاب کو عیب

اگر شراب کی موجین نہین سراب مین سانپ
خط شعاع سے لہرائین آفتاب مین سانپ

تقطیع لگانہ خط مفاعلن س رخے شو فعلاتن خ پر عتا مفاعلن ب کُ عیب فعلان عین متحرک ہے

لہٰذا عروض وضرب مخبون مقصور ہے اور باقی مخبون۔

مجتث مثمن مخبون محذوف مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعِلن عین کے کسرے سے دو بار۔

حالی

صریح اسکو اگر حال دل جتا نہ سکے
تو کیا غزل مین بھی پڑھ پڑھ کے ہم سنا نہ سکے

عروض وضرب مخبون محذوف ہے۔

لمؤلفہ

جگر مین زخم کا شاید کہ اب نشان نہ رہا
جو اپنی چشم سے سیلاب خون رواں نہ رہا

جنون کی پردہ دری سے جہا نمین پر فلک
کسی طرح سے مرا راز دل نہان نہ رہا

جہان ہم اُسکے لیے جاگے جبہ سا نہ ہوے
کوئی زمانے مین ایسا تو آستان نہ رہا

مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن بسکون عین دو بار فعلن عین کے سکون سے ابتر اور مقطوع بھی کہلاتا ہے مگر محقق طوسی اسکے مخبون محذوف مسکن ہی کہنے کو ترجیح دیتے ہین مثال۔

عشرت

شب وصال میں دلبر قلق ابھی سے ہے ۔ سحر ہے دور مرا رنگ فق ابھی سے ہے
کسی نے شام کے آنے کو کیا کہا عشرتؔ ۔ کہ جو لی آپکے منھ پر شفق ابھی سے ہے

دونوں بیتوں میں عروض و ضرب مخبون محذوف مسکن ہے۔

مجتث مثمن مخبون مسکن مقصور مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان (عین کے سکون سے) دو بار مثال۔

ظفر

غضب ہی پنہا ہے اُس شوخ خشمگین پردا نست ۔ جو بیستا ہے سدا عاشق حزین پردانت
رہا ہی شانہ صفت کش بکش میں وہ اک عمر ۔ رکھا ہے جسنے تری زلف عنبرین پردانت

عروض و ضرب مخبون ہے جسے شعث مقصور بھی کہتے ہیں۔
یاد رکھو کہ یہ چاروں وزن متحد شمار کیے جاتے ہیں اور ایک غزل میں جمع ہونا انکا جائز ہے مثال

غلام محی الدین مبتلا

کہے ہے سُنکے وہ یوں مبتلا کے قصّے کو ۔ کہ خواب ناز کو تازہ یہ اک فسانہ ہوا

اس بیت میں عروض مخبون محذوف مسکن ہے اور ضرب مخبون محذوف۔

ظفر

جہاں میں دل عاشق کو ہو کہاں آرام ۔ سمجھتا عشق میں ہر کون اضطراب کو عیب

عروض و مخبون مسکن مقصور ہے اور ضرب مخبون مقصور۔

نعیم

شکست چرخ سے ہے اپنے آبگینے کی ۔ الٰہی ٹوٹے کہیں گردن اس کمینے کی
میاں گلاب ہے یا عطر یا کہ نافۂ مشک ۔ عجب ہی لُطف کی بُو ہے ترے پسینے کی
ہر ایک شخص کو دے بیٹھنا ہے دشنام ۔ میاں یہ بات بھی ہے کچھ بھلا قرینے کی

مؤلفہ

یہ کسکی ساق بلورین کی تاب ورتہ آب ۔ کرے ہے ماہی کا خانہ خراب ورتہ آب
بھڑک کہیں ترے تخنے کی دیکھ لی شاید ۔ جو مچھلیوں کو ہوا اضطراب ورتہ آب

نہین ہی ناف وہ آب روان کی گرتی ہین — اُلٹ گیا ہے کوئی یہ حباب ورتہ آب
بجھ نہ تو عرق آلودہ اُسکے ٹکڑے کو — ہوا ہے جلوہ فزا آفتاب ورتہ آب
جلے ہوے کی جو آتی ہی بو یہ دریا سے — کلیجہ ہوتا ہے کسکا کباب ورتہ آب

ولہ

حرم مین کعبے مین بت خانے مین کلیسا مین — تمھارے حُسن کا چرچا کہان کہان نہ رہا

ولہ

بجھ کے ہاتھ لگانا کہ عاشق جانباز — نہوگا مجھ سا زمانے مین جاتمن پیدا

جرأت

اجل گر اپنی خیال جمال یار مین آئے — تو کچھ بجائے فرشتہ پری مزار مین آئے
بھلا پھر اُسکے اُٹھانے مین کیون دیر لگے — کسی کی موت کسی سے جو انتظار مین آئے
فغان پھر اُسکی ہو لبریز یاس کیونکہ نہ شاد — بزیر دام جو مرغ چمن بہار مین آئے
ٹھین نہ وانسے اگر ہمکو گالیان لاکھون — وہ دینے غیرت گل یک کنار مین آئے

اُٹھے جہان سے نہ جرأت اُٹھا کے درد فراق
اَجی موت بھی آئے تو وصل یار مین آئے

مجتث مثمن مشعث مخبون محذوف یا مسکن مقصور مفاعلن مفعولن مفاعلن فعلن بسکون عین یا فعلان بسکون عین وؔ دو بار فاعلاتن سے مفعولن کرنے کو تشعیث کہتے ہین اور اس زحاف کی کئی ترکیبین ہین بعض فاعلاتن کا عین ساقط کرتے ہین اور بعض لام حذف کرکے اُسکی جگہ مفعولن رکھ دیتے ہین اور بعض فعلاتن بسکون لام بنا کر اسکو مفعولن سے بدلتے ہین اور زرجاج نحوی کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اول فعلاتن مخبون کیا جائے بعد اُس کے عین کو ساکن بکرین اس صورت مین فعلاتن عین ساکن سے فعلاتن کو مفعولن سے بدل دیا جائے مثال اسکی۔

شاد بدایونی

کسی کو ہرگز اپنا نہ جانیو اے شاد — کہ دشمن جان ہوتا ہی بھائی بھائی کا

تقطیع کسی کہ ہر مفاعلن گز اپنا مفعولن نہ جانیو مفاعلن اے شاد فعلان بسکون عین ❊ کہ دشمنے مفاعلن جا ہوتا مفعولن ہ بائی بہ مفاعلن ئی کا فعلن بسکون عین ❊ صدر و ابتداء دونون مصرعون مین

مخبون اور عروض مسکن مقصور اور ضرب مخبون محذوف مسکن اور حشو کا ایک جز مخبون ہے اور ایک جز مشعث۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک مصرع کے حشو مین فعلاتن ہو اور دوسرے کے حشو مین مفعولن مثال اسکی۔

شاد بدایونی

کسی کا جاہ و ثروت نظر نہین آتا | خراب ہو جیو خانہ یہ خود نمائی کا

مصرع اول مین حشو کا ایک جز مخبون ہے اور ایک جز مشعث اور دوسرے مصرع کا حشو مشعث نہین تقطیع کسی ک جا مفاعلن ہو ثروت مفعولن نظر نہی مفاعلن آتا فعلن بسکون عین ٭ خراب ہو مفاعلن جی خانہ فعلاتن یہ خدنما مفاعلن ئی کا فعلن بسکون عین ٭

للمؤلفہ

بنا بجھ کے خم زلف عنبرین کا تو | اثر کرے نہ کہین زہر مار شیشے مین

تقطیع بنا بجھ مفاعلن کے خم زل مفعولن فِ عنبری مفاعلن کا تو فعلن بسکون عین ٭ اثر کرے مفاعلن ن کہی زہ فعلاتن ر مار شی مفاعلن سے مے فعلن بسکون عین ٭

(۱۲) بحر طویل

فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن دو بار اس بحر کا طویل اس سبب سے نام ہوا کہ اول واضع نے اس سے بڑی کوئی بحر وضع نہین کی تھی مثال کنہیا لال مؤلف رسالہ بحر العروض کا شعر۔

نگر تو جفا کاری نگر تو یہ عیاری | خدا اس سبھی مین ہے خدا اس بھی مین ہے

تقطیع۔ نگر تو فعولن جفا کاری مفاعیلن نگر تو فعولن یہ عیاری مفاعیلن۔ خدا اس فعولن سبی مے ہے مفاعیلن خدا اس فعولن بہی مے ہے مفاعیلن ٭

صفی امروہوی

تمھاری جدائی مین لبون پر دم آیا ہے | کوئی سنگ جی سے یون سبھا کر آیا ہے

تقطیع تمھاری فعولن جدائی مے مفاعیلن لبو پر فعولن دم آیا ہے مفاعیلن ٭ کُ ئی سن فعولن گ جی سے یو مفاعیلن سبھا فعولن کر آیا ہے مفاعیلن ٭ اس بحر مین قبض۔ کف۔ قصر۔ حذف۔ ثلم۔ ثرم۔ تسبیغ یہ زحاف آتے ہین اور فعولن مین قبض ثلم۔ ثرم۔ حذف یہ چار زحاف واقع ہوتے ہین اور مفاعیلن مین قصر۔ قبض۔ کف۔ حذف۔ تسبیغ یہ پانچ زحاف آتے ہین ریختہ مین مستعمل نہین فارسی مین بھی

بہ تکلف بعض بعض نے اس مین اشعار کہے ہین یہ بحر عربی سے مخصوص ہے **فائدہ جلیلہ** جو لوگ تحقیق سے بہرہ نہین رکھتے وہ ہر اُس وزن کو بحر طویل کہتے ہین جس مین رکن زیادہ ہون مثلاً شہید کے اس شعر مین ؎

یہ سحر کیسی ہے پُر نور کہ جمہور ہین مسرور ہر اک باغ مین معمور ہے سامان بہار	
	گل جھمکتا ہے چمن زور مہکتا ہے ٹپکتا ہے ہر اک شاخ تر و تازہ سے فیضان بہار

اسی طرح نظیر کے اس قول کو بحر طویل مین ایک مصرع سمجھتے ہین۔

اِک دن باغ مین جا کر چشم حیرت زدہ وا کر جامۂ صبر قبا کر طائر ہوش اُڑا کر شوق کو راہ نما کر مرغ نظارہ اُڑا کر دیکھی رنگت جو چمن کی خوبی نسرین و سمن کی شکل بچون کے دہن کی تازگی لالے کے تن کی تازگی گل کے بدن کی کشت سبزے کی ہری تھی نہر بھی لہر بھری تھی ہر خیابان مین تری تھی ڈالی ہر گل کی ہری تھی خوش نسیم سحری تھی سرو و شمشاد و صنوبر سنبل و سوسن و عرعر نخل میوے سے رہے بھر نفس باد معنبر در و دیوار معطر کہین قمری تھی مطوق کہین انگور معلق نالے بلبل کے مدقق کہین غوغائی کی لق لق اسقدر شاد ہوا دل مثل غنچہ کے گیا کھل غم ہوا کشتہ و بسمل شادی خاطر سے گئی مل خورمی ہو گئی حاصل روح بالیدہ ہوئی شان قدرت دی دکھائی جان سی جان مین آئی باغ کیا تھا گویا اللہ نے اُس باغ مین جنت کو اُتارا؟

اور انشا کے اس قول کو بحر طویل جانتے ہین۔

بخداوندی ذاتے کہ رحیم ست و کریم ست و علیم ست و حلیم ست و حکیم ست و عظیم ست و سلیم ست و قدیم ست و شریف است لطیف ست و خبیر ست بصیر ست و نصیر ست و کبیر ست رؤف ست و غفور ست و شکور ست و ودود ست و مرا خلق نمود ست و بود خالق آفاق قسم مے خورم اکنون کہ مرا ہیچ بجز تو سرو کار نبود ست دے از طرفت گشت شروع این ہمہ اقوال مزخرف شنواے مردک نادان اندر دہنت شاشۂ عالم الخ۔

(۱۳) بحر مدید

فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن دو دو بار مدید بروزن جدید کے معنے کھینچے ہوئے کے ہین چونکہ اس بحر کے رکن سباعی مین اول و آخر وتد مجموع کے ایک ایک سبب کھینچا ہوا واقع ہے اسلیے اسکو مدید کہا یہ بحر اکثر سالم آتی ہے شعراے عرب کے یہان کثرت سے اور شعراے فارس مین کمتر مستعمل ہے اور ریختہ مین

بالکل مستعمل نہین شاذونادر کسی کسی نے طبع آزمائی کی ہے اور نون فاعلاتن اور الف فاعلن کے درمیان معاقبہ ہے ابن جنی وغیرہ اس بحر کو مسدس الاصل بتلاتے ہین مگر صحیح قول اول ہے۔

مدید مثمن سالم۔ قدیر کہتا ہے۔

اور تو باتین بُری چھوڑ دین سب خیر سے ۔ پر نہ اُس کوچے کی باز آیا اب تک سیر سے

تقطیع اور تو با فاعلاتن تے بری فاعلن چوڑدی سب فاعلاتن خیر سے فاعلن ؛ پر نہ اُس کو فاعلاتن چے کی با فاعلن ز آ ے ابتک فاعلاتن سیر سے فاعلن۔

صفی

ہجر مین یہ حال ہی زیست کی صورت نہین ۔ آؤ جانی اب ہمین طاقت فرقت نہین

تقطیع ہجر مے یے فاعلاتن حال ہی فاعلن زیس کی صو فاعلاتن رت نہی فاعلن الخ۔

اور عروض وضرب مین مذال یعنے فاعلن کی جگہ فاعلان بھی درست ہے۔

اور شعراے عرب اس وزن سے ایک فاعلن گرا کر مسدس بھی استعمال کرتے ہین اور اہل فارس نے بھی بہ تکلف اس وزن مین موافق اور بحور مخصوصۂ عرب کے شعر کہے ہین اور اس صورت مین عروض وضرب فاعلاتن سالم اور فاعلان مقصور اور فاعلن محذوف اور فعلن بہ تحریک عین مخبون محذوف اور فعلن بسکون عین ابتر مختلط اور غیر مختلط دونون طرح سے ہوا ہین اور معیار الاشعار مین ایک جگہ خواجہ نصیرالدین کے قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ عروض وضرب فعلان بہ تسکین عین بھی جائز ہے جیسے اس شعر مین۔ ؎

خاک مین ملکر ہوے برباد ۔ دل لگانے کی ملی کیا داد

بروزن فاعلاتن فاعلن فعلان دوبار لیکن اسیر صاحب میزان الافکار شارح معیار الاشعار اعتراض کرتے ہین اور کہتے ہین کہ فعلان اگرچہ فاعلاتن کی فرع مین سے ہی لیکن بحر مدید مین نہین واقع ہوتا نزد کامل عیار ترجمہ معیار الاشعار مین منشی مظفر علی اسیر لکھتے ہین کہ فعلان مدید مین کیون نہین آتا کہ محقق علیہ بحر مدید مین لکھتے ہین کہ در مجزو عروض محذوف یا مخبون محذوف وضرب مخبون محذوف یا ابتر بکار رفتہ اند پس فعلن اور فعلان ایک ہی اور الف اور نون آخر مین بجاے یک حرف ہے اور زیادت یک ساکن بھی مغیر وزن نہین ہے اور خود محشی لکھتا ہے کہ فعلان از فروغ فاعلاتن ست اور بحر مدید مین خود حاشیہ لکھا ہے کہ بعضے خبن در فاعلان مقصور جائز نمے دارند مگر صواب جواز آن ست اور تسکین وسط سبب جگہ جائز ہے اور رسالہ عبدالواسع مین فعلان مقطوع مسبغ بحر مدید مین لکھا ہے فتامل ۔ اور مربع اس بحر کا

بسبب اسکے کہ رمل سے ملتا ہوا ہے خوشنما ہے ظفر کی یہ غزل ــــ اس غزل بر سب ظفر ؛ آفرین تجھکو کہین ؛ اسی وزن مین ہے۔

لموٗلفہ

درد کی حالت مری	کہدو جا کے یار سے
رات بھر ٹپکا کیا	سر تری دیوار سے
پوچھتے ہو حال کیا	عاشق بیمار سے
فتنہ برپا ہو گیا	یار کی رفتار سے
شاد کیجیے ایک دن	وعدۂ دیدار سے
رات بھر تڑپا کیا	فرقت دلدار سے

بروزن فاعلاتن فاعلن دو بار یہ وزن بعینہ رمل مربع محذوف الآخر ہے اور فاعلان یہان آخر مین مذال ہے نہ مقصور۔

(۱۴) بحر بسیط

مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دو بار بسیط بفتح اول اور طاے حطی آخر مین اسکے معنے بچھے ہوے کے ہین چونکہ اس بحر کے ارکان مین اول سبب بچھے ہوے ہین پھر وتد مجموع ہین اسلیے اسکو بسیط کہا ہے عروض اس بحر کی مخبون اور سالم اور مقطوع مستعمل ہے اور ضرب مخبون اور مذال اور سالم اور مقطوع بھی آتی ہے مگر فاعلن سے فعلن اور مستفعلن سے فعولن۔ اور میزان الافکار مین مولوی سعد اللہ مرحوم نے مخبول بھی لکھا ہے مگر مخبول اس بحر مین کوئی ضرب نہین بالجملہ یہ اوزان ریختہ مین مستعمل نہین زبان عربی مین اس مین اشعار کہے جاتے ہین۔

بسیط مثمن سالم مثال اسکی ــــ

گھبرا گیا گھر مین دل الفت ہوئی دشت سے	بہلائین دل اے جنون جنگل کی اب گشت سے

تقطیع گبرا گیا مستفعلن گرم دل فاعلن الفت ہوئی مستفعلن دشت سے فاعلن ؛ بہلاے دل مستفعلن اے جنو فاعلن جنگل کی اب مستفعلن گشت سے فاعلن ؛

صفی

ناحق بلا مین پڑا کیون دل تجھے کیا ہوا	کاکل کی ہے یار مین کیا سودا ہوا

بسیط مثمن مخبون مفاعلن فعلن مفاعلن فعلن (زمین کے کسرے سے)، دو بار مثال۔

گویا

دکھا دے شکل ذرا صنم برائے خدا	یہ ہے سوال مرا گلہ رہے نہ ذرا

تقطیع دکھا دِ شک مفاعلن ل ذرا فعلن صنم بر مفاعلن ءِ خدا فعلن ٭ یہ ہے سوا مفاعلن ل مرا فعلن گلہ رہے مفاعلن ن ذرا فعلن تمام اجزا مخبون ہین۔

بسیط مثمن مخبون۔ مفتعلن فاعلن مفتعلن دو بار مفتعلن مطوی ہے مستفعلن سے۔

گویا

دیکھ کے تجھکو پری ایک ذری	ہوگئی مجھکو وہین بے خبری

تقطیع دیک ک تج مفتعلن کو پری فاعلن ایک ذری مفتعلن ٭ ہوگئی مج مفتعلن کو وہی فاعلن بے خبری مفتعلن۔

(۱۵) بحر سریع

مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولاتُ دو بار سریع بروزن امیر مشتق ہے سُرعت سے سُرعت کے معنی شتابی کے ہین، چونکہ یہ بحر جلد پڑھی جاتی ہے لہذا اسکا نام سریع ہوگیا اور یہ بحر مثمن سالم استعمال مین نہین آتی بلکہ مسدس مستعمل ہے اور اصل سے ایک رکن مفعولات کم کردیتے ہین اور مستفعلن مستفعلن مفعولاتُ لاتے ہین اور شعرائے فارسی و ریختہ اکثر مطوی لاتے ہین اور عروض و ضرب اکثر مطوی موقوف یا مکسوف ہوتے ہین اور اس بحر مین نو زحاف آتے ہین طے خبن۔ خبل۔ وقف۔ کسف صلم۔ نحر۔ جدع۔ قطع ان مین سے طے خبن خبل قطع مستفعلن سے متعلق ہین اور خبل کسف۔ وقف صلم جدع نحر مفعولاتُ مین آتے ہین۔

سریع مسدس مطوی مکسوف مفتعلن مفتعلن فاعلن دو بار طے مُراد ہے اسقاط حرف ساکن چہارم دو سبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین ہون پس مستفعلن بسبب طے کے مستعلن مطوی رہا اسکو مفتعلن سے بدل لیا اور مفعولاتُ کا واو بسبب طے کے گر کر مفعلات رہتا ہے اور بوجہ کسف کے اسکی تائے فوقانی دُور ہوجاتی ہے اور مفعلا مطوی مکسوف رہجاتا ہے اسکو فاعلن سے بدل لیتے ہین مثال۔

شیفتہ

پھر بھی کیون تجھ سے نباہ ہے مگر	جرم وفا قابل تعزیر ہے

تقطیع غیرب کو مفتعلن تجھ س بنا مفتعلن ہیگ گر فاعلن ٭ یوم وفا مفتعلن قابل تیغ مفتعلن زیر ہے فاعلن ٭

شرک سے دل جبکہ جدا ہو گیا **نشاط**	سنگ سے بت بت سے خدا ہو گیا

مجیب

اشک ختن زلف کو مین نے کہا	مجھ سے یہ اک کار خطا ہو گیا

	مؤلفہ	
چشم کو جو اپنی نہین کھولتا		کس کا یہ دل طالب دیدار ہے
مار سیہ یا کہ ہے کالی بلا		زلف ہے یا کوئی شب تار ہے
مردون کو ٹھوکر سے جلاتا ہے وہ		ہے یہ کرامات نہ رفتار ہے

سریع مسدس مطوی موقوف مفتعلن مفتعلن فاعلان دو بار مفعولات سے بسبب طے کے مفعلات بضم عین و تا رہا اور بسبب وقف کے ساکن ہوئی مفعلاؔت رہا اسکو فاعلان سے بدل لیا مثال یہ دو شعر غفلت کے ایک قاضی کی ہجو مین ۔ ؎

مرد سے بولے کہ نہ کر دو نکاح	زن سے کہے چار ہین شوہر مباح
دے کوئی ہندو گر اسے ایک دام	گائے مسلمان پہ یہ کر دے حرام

عروض و ضرب مطوی مکسوف کے ساتھ مطوی موقوف جمع کرنا بھی درست ہے مثلاً نسیم دہلوی کے شعر مین ؎

آپ کے وعدون کو ہمارا سلام	دیکھے مجھے خوب اجی جاؤ بھی

اس وزن مین زحافت بدل بھی جاتے چنانچہ غلام امام شہید کے اس قول مین ؎

جس گھڑی اللہ اکبر کہا	کٹتا تھا لوگون کا چھری سے گلا
مفتعلن مفعولن فاعلن	مفتعلن مفتعلن فاعلن

پہلا مصرع مطوی مقطوع مکسوف ہے اور دوسرا مطوی مکسوف مفعولن مستفعلن سے مقطوع ہے قطع سے مراد یہ ہے کہ مستفعلن کے وتد مجموع کے حرف ساکن کو گرا کر اسکے ماقبل کو ساکن کر دین پس نون گر کر لام ساکن ہو گیا مستفعل رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا **تقطیع** جس گڑ اِل مفتعلن لاہو اکب مفعولن بر کہا فاعلن ٭ کٹ تا تہ لو مفتعلن گوک چری مفتعلن سے گلا فاعلن ۔ ظفر نے ایک غزل لکھی ہے جس مین زحافات کی بڑی تبدیلی واقع ہوئی ہے اور اس مین بعض اجزا مرفوع بھی آئے ہین اور رفع رکن مستفعلن مین ہے کہ اسکی وجہ سے مستفعلن کا پہلا سبب خفیف حذف ہو کر تفعلن رہتا ہے

اور اسکی جگہ فاعلن لے آتے ہین پس صدر وابتدا مین یا حشو مین فاعلن مرفوع ہوگا اور عروض وضرب مین مطوی مکسوف اور کہین عروض صرف مکسوف اور کہین فقط موقوف واقع ہوا ہے اگرچہ اہل عروض نے زحاف رفع کے بحر سریع مین واقع ہونے کی تصریح نہین کی مگر لیکن ظفر کی غزل مین جبتک رفع نہ مانا جائے گا وزن درست نہوگا وہ غزل یہ ہے۔ ؎

کی تھی کیا مجھ سے مرے یار شرط مفعولن مفتعلن فاعلان	کچھ بھی ہے یاد ستمگار شرط مفعولن مفتعلن فاعلان

صدر وابتدا مقطوع ہے اور حشو مطوی اور عروض وضرب مطوی موقوف۔ ؎

دین و ایمان و دل وجان لیکر مفعولن مفتعلن مفعولن ؎	دینا بوسہ بھی ہے اکبار شرط مفعولن مفتعلن فاعلان

صدر وابتدا مکسوف ہے باقی بدستور کسف سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کی تاے مضموم کو ساکن کرکے حذف کردیتے ہین پس مفعولا کو مفعولن سے بدل لیتے ہین۔

شمع کی طرح رہ الفت مین فاعلن مفتعلن مفعولن	سر کٹانا بھی ہے سو بار شرط فاعلن مفتعلن فاعلان

صدر وابتدا مرفوع ہے اور حشو مطوی اور عروض فقط موقوف اور ضرب مطوی موقوف۔ وقف سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کی تاے مضموم کو ساکن کردین پھر اسکو مفعولان سے بدل لیتے ہین

در پہ آسکے نہ فغان کرا تنی ؎ فاعلن مفتعلن مفعولن چچکا نہ رہ مرغ چمن دام مین مفتعلن مفتعلن فاعلن راز نہان گریہ سے کھل جائے گا مفتعلن مفتعلن فاعلن ؎	ہے ادب بھی دل بیمار شرط فاعلن مفتعلن فاعلان پھر اسی نہ کچھ تجھکو ہے گفتار شرط مفتعلن مفتعلن فاعلان ہووے گا رسوا سر بازار شرط مفتعلن مفتعلن فاعلان

صدر وابتدا اور حشو کا مخبون ہونا بھی جائز ہے اور خبن مستفعلن مین اس طرح ہوتا ہے کہ سین کو حذف کرکے مفاعلن سے بدل لیتے ہین مثلاً۔ ؎

دل وجگر سوز سے ہین داغ داغ	گھر مین نہ رکھتا تھا وہ گھر کا چراغ

تقطیع دلو جگر مفاعلن سوز س نے مفتعلن داغ داغ فاعلان ؎ گرم زرک مفتعلن تات دگر

مفتعلن کا چراغ فاعلان ؛ واو عطف کو تلفظ مین لانے سے یہی بہتر ہے۔

سریع مسدس مطوی مقطوع مجدوع مفتعلن مفعولن فاع دوبار مفتعلن مطوی ہے اور مفعولن مقطوع اور یہ دونون مستفعلن کی فرع ہین اور جدع مراد ہے اس سے کہ مفعولات کے دو سبب خفیف حذف کرکے تاے آخر کو ساکن کر دیا جائے پس مفعولات سے لات بسکون تا مجدوع حاصل ہوا اسکو فاع سے بدل لیا۔ مثال۔ سہ

نالہ ہمارا ہے تیز زون ؛		سنگ کو بھی کرتا ہے چور ؏

تقطیع نالَ ہما مفتعلن رانہے پر مفعولن زو ؛ نہ فاع ؛ سنگ کب بی مفتعلن کرتا ہے مفعولن چور فاع۔ حدائق البلاغت مین لکھا ہے کہ بجاے مفعولن مقطوع کے مستفعل مضموم اللام مکفوف بھی جائز ہے تمکو اس بات سے تعجب ہوگا کہ مستفعلن کے زحافات مین تو کف نہین لکھا ہے پھر یہان کیسے آسکتا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ بعض محققین کا یہ مذہب ہے کہ کف رکن کے ساتوین ساکن کے گرانے کا نام ہے جو سبب خفیف مین ہو اس صورت مین کف کا آنا سواے فاع لاتن منفصل کے نہین ہوسکتا ہے لیکن زمخشری اور صاحب مفتاح کے نزدیک کف سبب سے خصوصیت نہین رکھتا بلکہ مطلقاً رکن کے ساکن ہفتم کے حذف کرنے کا نام ہے خواہ وہ سبب مین ہو یا وتد مین پس اس صورت مین اُس کا آنا مستفعلن متصل مین بھی جائز ہے اور جبکہ مستفعلن کا ساتوان ساکن گرجائے تو مستفعلُ لام مضموم سے باقی رہیگا اور اس مذہب کے مطابق بحر سریع مین مستفعل مکفوف کا آنا روا ہوا ہے۔ جیسے اس بیت کے مصرع ثانی مین۔

	از معیار البلاغت	
تو ہے سراپا حُسن اور ناز		مین ہون مجسم سوز و گداز

تقطیع تو ہ سرا مفتعلن پا حُسن مفعولن ناز فاع ؛ مے ہُ مجس مفتعلن سم سوز گ مستفعلُ داز فاع +

سریع مسدس مطوی مقطوع منحور مفتعلن مفعولن فع دو بار نحر سے مراد ہے دو سبب خفیف اور حرف آخر کے گرانے سے پس مفعولاتُ سے مفعو اور تُ گر کر لا منحور باقی رہا اسکو فع سے بدل لیا مثال۔ سہ

عشق کا دیوانہ ہے دل ؛		ابرو سے اُس کی جان بسمل

تقطیع عشق کِ دی مفتعلن وانا ہے مفعولن دل فع ؛ ابرُس اس مفتعلن کی جا بس مفعولن مل فع

سریع مسدس مخبون مکسوف مستفعلن مستفعلن فعولن دو بار بسبب خبن کے مفعولاتُ

معولاتُ بضم تا مخبون رہا اور بسبب کسف کے تے گر کر معولا مخبون مکسوف ہو گیا اسکو فعولن سے بدل لیا مثال یہ ہے

اے دل بجا زلفون مین اُس صنم کی		ہر چین اُسکی قید ہے ستم کی	

عروض و ضرب مخبون مکسوف ہین اور باقی سالم یہ وزن فارسی و اردو مین مستعمل نہین۔

تقطیع اے دل بجا مستفعلن زلفوم اُس مستفعلن صنم کی فعولن ہر چین اُس مستفعلن کی قید ہے مستفعلن ستم کی فعولن

(۱۶) بحر خفیف

خفیف کے معنے ہلکے کے ہین چونکہ اس بحر کے سب ارکان ہلکے ہین بسبب اسکے کہ دو سبب خفیف وتد مجموع کو گھیرے ہوے ہین اسلیے اس بحر کا نام خفیف رکھا ہے اس بحر کو متاخرین شعراے فارسی اور شعراے ریختہ نے سواے مسدس مزاحف کے اور کسی طرح استعمال نہین کیا ہے اور تمام اجزا سالم مستعمل نہین مگر صدر و ابتدا سالم بھی استعمال مین آتے ہین اور مخبون بھی اور عروض و ضرب کبھی مخبون کبھی مخبون مسبغ کبھی مخبون مقصور کبھی مشعث مقصور جسکو مخبون مسکن مقصور بھی کہتے ہین کبھی مخبون محذوف کبھی مقطوع جسکو مخبون محذوف مسکن بھی کہتے ہین آتے ہین اور اس بحر مین اتنے زحاف واقع ہوتے ہین خبن خبل قصر حذف تشعیث جحف تسبیغ کف رکن مس تفع لن مین خبن قصر کف شکل واقع ہوتے ہین اور فاعلاتن مین خبن کف شکل حذف تشعیث جحف اور تسبیغ آتے ہین چونکہ اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے اسلیے زحاف طے نہین آسکتا کیونکہ اسکے لیے رکن کے اول مین دو سبب خفیف کا ہونا ضرور ہے اور یہان اول مین ایک ہی سبب خفیف ہے اسی طرح قطع بھی اس بحر کے رکن مس تفع لن مین نہین آسکتا اگر آسکتا ہے تو فاعلاتن مین آسکتا ہے اور اس بحر کے اصلی رکن یہ ہین فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دو بار متقدمین فارس نے مثمن بھی استعمال کیا ہے اور مزاحف لائے ہین اور مثمن ہونے کی صورت مین آخر مین ایک مس تفع لن کا اضافہ ہوتا ہے زبان اُردو مین اسکے استعمال کی جو صورتین ہین وہ ہم بیان کرتے ہین اور درمیان نون فاعلاتن اور سین مس تفع لن کے اسی طرح درمیان نون مس تفع لن اور الف فاعلاتن کے اور نون فاعلاتن اور الف فاعلاتن کے معاقبہ ہے۔

خفیف مسدس مخبون فعلاتن مفاعلن فعلاتن دو بار فعلاتن مخبون ہے فاعلاتن سے اور مفاعلن مخبون ہے مس تفع لن سے مثال۔

لمؤلفہ

دل مضطر تڑپ رہا ہے ولیکن	نظر آئی نہیں وصال کی صورت

تقطیع دل مضطر فعلاتن تڑپ رہا مفاعلن ہ ولیکن فعلاتن ؛ نظر آئی فعلاتن نہی وصا مفاعلن لک صورت فعلاتن ؛ اس بحر کے اوزان میں صدر وابتدا خواہ فاعلاتن سالم ہوں یا فعلاتن مخبون آویں ایک حکم میں ہیں چنانچہ یہ شعر اسی وزن میں ہے۔

لمؤلفہ

مثل گل رنگ چہرے کا ہوا فق ہے	غنچہ سان دردسے جگر ہوا شق ہے

تقطیع۔ مثل گل رن فاعلاتن گ چہر کا مفاعلن ہُوفق ہے فعلاتن ؛ غنچ سا در فاعلاتن دسے جگر مفاعلن ہُوشق ہے فعلاتن۔

مرزا غالب

وہ فراق اور وہ وصال کہاں ہے	وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں ہے
فرصت کاروبار شوق کسے ہے	ذوق نظارۂ جمال کہاں ہے

یہ دونوں شعر مرزا غالب کے ہیں اور درستی مثال کے واسطے اصل مصرعوں پر لفظ ہے بڑھادیا ہے۔

خفیف مسدس مخبون مسبغ فاعلاتن مفاعلن فعلیان دوبار خبن کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بکسر عین ہوگیا اور اس میں تسبیغ آنے سے فعلاتان بن گیا جس کو فعلیان بہ تشدید یاے تحتانی سے بدل لیا مثال سے

پاس سے اُسکے دُور کر کے فلک آہ	یوں ہنسا کر ہمیں رولانا تھا اے واہ

تقطیع۔ پاس سے اُس فاعلاتن کے دور کر مفاعلن کے فلک آہ فعلیان ؛ یوں ہسا کر فاعلاتن ہمے رُلا مفاعلن نَا تَ اے واہ فعلیان۔

خفیف مسدس مخبون مقصور فعلاتن مفاعلن فعلان بکسر عین دوبار مثال۔

قلق

مگر اُس جان بلب کی سُنکے یہ بات	ابھی ہوجاتی ہے حضور حیات

تقطیع۔ مگر اُس جا فعلاتن بلب کِ سن مفاعلن کِ یہ بات فعلان ؛ اَبِ ہوجا فعلاتن تِ ہے حضور مفاعلن حیات فعلان ؛ صدر وابتدا سالم کی یہ مثال ہی۔

یار علی خان مستمند

ترخ تک وصل کی ہے یار اُمید — ہے مثل ایک دم ہزار اُمید

اسی مثال مین ہے یہ شعر مثنوی مہر وماہ مولفہ نواب علی بہادر خان علی تخلص کا ہے

صبح کے جب عیان ہوے آثار — ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلی اکبار

خفیف مسدس مخبون محذوف فعلاتن مفاعلن فعلن دوبار عین کے کسرے سے۔

انھین باتون مین تھا وہ رشک چمن — قلق اُڑ جاتے ہین قبل قطع سخن

تقطیع ان باتو فعلاتن م تا درش مفاعلن ک چمن فعلن اُڑ جاتے فعلاتن م قبل قط مفاعلن ع سخن فعلن صدر وابتدا سالم کی مثال۔

برہان الدین زار

چرخ کے کیسے انقلاب ہوے — پر کبھی ہم نہ کامیاب ہوے

اب مارا قضا کا نام کیا — مؤلف واہ جی واہ خوب کام کیا

خفیف مسدس مخبون محذوف مسکن فاعلاتن مفاعلن فعلن بسکون عین دوبار۔

غالب

شکن زلف عنبرین کیون ہے — نگہ چشم سُرمہ سا کیا ہے

تقطیع شکن زل فعلاتن فِ عنبری مفاعلن کیون ہے فعلن نگہے چش فعلاتن م سُرمہ سا مفاعلن کیا ہے فعلن اور صدر وابتدا سالم اس وزن مین یون ہے۔

حالی

سب کمالات اور ہنر ان کے — قبر مین ان کے ساتھ جائین گے

قوم کیا کہکے ان کو روئے گی — نام پر کیونکہ جان کھوئے گی

مست

آج دلبر کو خواب مین دیکھا — نور حق کا حجاب مین دیکھا

خفیف مسدس مخبون مسکن مقصور فعلاتن مفاعلن فعلان بسکون عین دوبار۔

قلق

کہ گھڑی بھر مین چھوڑ کر گھر بار — نکل آئی تو اے جگر افگار

تقطیع کی کڑی بر فعلاتن م چھوڑ کر مفاعلن گر بار فعلان پہ نکلائی فعلاتن تُ اے جگر مفاعلن نگار فعلان، صدر و ابتدا سالم کی مثال

تسلیم

چشم بد دور وہ نشیلی آنکھ ۔ صنعت عینی ہے رسیلی آنکھ

اگر ایک مصرع کے آخر کے رکن مین فعلان اور فعلن عین مکسور سے اور دوسرے مصرع کے آخر کے رکن مین فعلان اور فعلن عین کے سکون سے لائے جائین تو موزون ہے اور ایک غزل مین جمع ہوتے ہین چنانچہ شعرا پر بخوبی روشن ہے۔ مثال اسکی۔

عنبر شاہ خان آشفتہ

زندہ مانند شمع پھر نہ اٹھا ۔ اسکی محفل مین جا کے جو بیٹھا

عروض محذوف ہے اور ضرب مخبون مسکن محذوف۔

احمد علی نسبت

ہر کسی سے جو بل یہ کرتی ہے ۔ کسی بانکے سے کیا لڑی ہے آنکھ

شاہ حاتم

اُسکے کوچے مین مجھکو پھرتا دیکھ ۔ رشک کھاتی ہے آسیا میرا

عروض مخبون مسکن محذوف ہے اور ضرب مخبون مسکن مقصور ہے۔

درد

دیکھنے کو رہے ترستے ہم ۔ نہ کیا تو نے رحم پر نہ کیا
سب کے جوہر نظر مین آئے درد ۔ بے ہنر تو نے کچھ ہنر نہ کیا

مولف

ہو گیا جو فنا حباب آسا ۔ وہی دریائے غم سے پار رہا
چشم سے اشک نے نکل کے کیا ۔ دل کے جانے کا یا تراب شتاب
بحر ہستی مین جو کوئی آیا ۔ مٹ گیا جلد مثل لسان حباب

بحر خفیف مربع مخبون۔ فاعلاتن مفاعلن دو بار مفاعلن مخبون ہے مس تفع لن سے آخر مین مفاعلان بھی جو مس تفع لن سے مخبون مذال ہے آسکتا ہے۔ مثال۔

ہم ترستے رہین نگار ۔ ہو نو اور دن سے ہم کنار
منتظر ہم رہے ہزار ۔ وہ نگاہین ہوئین نہ چار

مجھ سے پوچھا رقیب نے — روتے تم کیون ہو زار زار
دل مکدر ہے یار سے — ہے یہ آئینہ پر غبار
موت آئی نہ ہجر مین — بہت ہون دل مین شرمسار

تقطیع ہم ترستے فاعلاتن رہے نگار مفاعلان + موت آ در دُ فاعلاتن اس ہم کنار مفاعلان۔ فاعلاتن سالم ہے اور مفاعلان مخبون مذال۔
پہلے دونون شعرون کے عروض و ضرب مین مخبون مذال ہے باقی تینون شعرون کے عروض مین صرف مخبون اور ضرب مین مخبون مذال۔

دیگر

ہے خدا سے یہی سوال — پیش چشم اُس کا ہو جمال
شب یہ گذرے کسی طرح — ذکر اُس ماہ کا نکال ؛

کبھی رکن فاعلاتن بھی مخبون ہو کر فعلاتن آتا ہے جیسے۔

اے جنون تیرے ہاتھ سے — نہ بچا اک قبا کا تار

تقطیع۔ اے جنوتے فاعلاتن رہات سے مفاعلن +
نہ بچا اک فعلاتن قبا کا تار مفاعلان۔

(۷) بحر جدید

فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دو بار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے۔ یہ بحر نئی ہے اور بعد خلیل بن احمد کے ایجاد ہوئی ہے اسکو جدید کہتے ہین اور بزرجمہری بھی مشہور ہے اسلیے کہ بزرجمہر قمی نے ایجاد کیا ہے اس بحر مین فقط چار زحاف کف اور خبن اور قصر اور اذالہ آتے ہین جو فاعلاتن مین خبن و کف واقع ہوتے ہین اور مس تفع لن مین خبن و قصر و اذالہ آتے ہین قدما عجم اسکو مربع بھی کرتے تھے مگر متوسطین اور متاخرین نے متروک فرمایا۔
جدید مسدس سالم۔ فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دو بار مثال۔

لمؤلفہ

لے گیا وہ بیمروت آرام دل — کچھ نہین باقی رہا اب جز نام دل

تقطیع۔ لے گیا وہ فاعلاتن بے مروت فاعلاتن آرام دل مس تفع لن کچھ نہی با فاعلاتن

فی رہا اب فاعلاتن جز نام دل مس تفع لن ۔

جدید مسدس مخبون فعلاتن فعلاتن مفاعلن دو بار فعلاتن فاعلاتن سے اور مفاعلن مس تفعلن سے مخبون ہے اس وزن مین انشانے ایک غزل لکھی ہے ۔

غزل

تجھے حاصل ہو جو ٹک بھی فراغ دل	تو رہے کیون تپش و درد داغ دل
تجھے لازم ہے تغافل پہ ساقیا	مے عشرت سے تہی ہو ایاغ دل
نہ بجھے باد مخالف سے تو کبھی	یہ مرا بار خدایا چراغ دل
غزل اب اور بھی بحرون مین کہکے پڑھ	نہ ملا اس مین بھی انشا سراغ دل

تقطیع ۔ تجھ حاصل فعلاتن ہُ جُ ٹک بی فعلاتن فراغ دل مفاعلن ۔ تُ رہے کو فعلاتن تپشو در فعلاتن دداغ دل مفاعلن ۔

انشا

نہ کرون شکوہ شکایت سو کیون بھلا	مری حالت پہ تجھے کچھ نظر نہین
جو کبھی ایک گھڑی ہان بھی ہو گئی	تو یہی بھیر دہی ڈو ڈو بہر نہین
جو کہا مین نے کہ غش ہون تو وہ پری	یہ لگی کہنے کہ مجھے اُس کا ڈر نہین
ابھی اُٹھنے لگے تارون کی طرح	یہی افسوس ہے انشا کے پر نہین

جدید مربع مکفوف ۔ فاعلاتُ مس تفع لن دو بار فاعلاتُ مکفوف ہے کف اُسے کہتے ہین کہ فاعلاتن کا ساتوان حرف ساکن جو سبب خفیف مین ہے گرا دین پس فاعلاتن سے فاعلاتُ بضم تا رہ گیا اور مس تفع لن سالم ہے اور اصل بحر سے یہان ایک فاعلاتن کم ہو گیا ہے ۔ مثال ؎

اعتبار کچھ تو رکھو	اتنے بدگمان مت ہو

تقطیع اعتبار فاعلاتُ کچ تو رکو مس تفع لن ۔ اتن بدگ فاعلاتُ مان مت ہو مس تفع لن ۔

(۱۸) بحر قریب

چونکہ اس بحر کے ارکان بحر مضارع و بحر ہزج کے قریب قریب ہین اسلیے اسکو قریب کہتے ہین ۔ اصل اس بحر کی مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن دو بار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے اور یہ بحر مزاحف مستعمل ہے اور اس مین پانچ زحاف آتے ہین کف ۔ خرم ۔ خرب ۔ قصر ۔ حذف ۔ پہلے تین زحاف

مفاعیلن میں آتے ہیں اور دو پچھلے فاع لاتن میں۔

قریب مسدس مکفوف۔ مفاعیل مفاعیل فاع لاتن دوبار مفاعیلن سے بسبب کف کے مفاعیل بضم لام رہ گیا ہے مثال ؎

تِرے غم میں پیارے نکل گیا دل ۔۔۔ شرارے سے ہے فرقت کے جل گیا دل

تقطیع تِرے غم م مفاعیل پیارے ن مفاعیل کل گیا دل فاع لاتن ۔ شرارے سِ مفاعیل فرقت ک مفاعیل اجل گیا دل فاع لاتن۔

قریب مسدس مکفوف محذوف یا مقصور۔ مفاعیل مفاعیل فاع لن یا فاع لان دوبار مثال ؎

کروں شکوہ شکایت نہ کیوں بھلا ۔۔۔ مرے غم سے اُسے ہے خبر نہیں

تقطیع کرو شکو مفاعیل شکایت ن مفاعیل کو بلا فاع لن + مرے غم س مفاعیل اُسے ہے خ مفاعیل بر نہی فاع لن۔

قریب مسدس اخرب مکفوف مفعول مفاعیل فاع لاتن دوبار مفاعیلن سے مفعول بضم لام اخرب ہے اور مفاعیل بضم لام مکفوف ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوچکا اور فاع لاتن سالم ہے مثال ؎

کیوں کرتا ہے مجھکو تو یار رسوا ۔۔۔ پھر تجھکو ملے گا نہ مجھ سا شیدا

تقطیع کو کرت مفعول ہ مجھکو تُ مفاعیل یار رسوا فاع لاتن ۔ پر تجھکُ مفعول ملے گا ن مفاعیل مجھ سَ شیدا فاع لاتن۔

قریب مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل فاع لان دوبار مفاعیلن سے مفعول بضم لام اخرب ہے اور مفاعیل بضم لام اسی سے مکفوف ہے اور فاع لاتن سے فاع لان مقصور ہے۔ ؎

اُس شوخ سے پیدا ہو کیسے ربط ۔۔۔ گستاخ ہیں ہم اور وہ بدمزاج

تقطیع۔ اُس شوخ مفعول س پیدا ہ مفاعیل کیسِ ربط فاع لان ۔ گستاخ مفعول ہ ہم اَور مفاعیل بدمزاج فاع لان۔

قریب مسدس اخرب مکفوف محذوف مفعول مفاعیل فاع لن دوبار فاع لن فاع لاتن سے محذوف ہے مثال ؎

اے یار چلو باغ سیر کو ۔۔۔ پر ساتھ نہ لے چلنا غیر کو

تقطیع اے یار مفعول مجلو باغ مفاعیل سیر کو فاع لن ٭ پر سات مفعول نہ لے چلئن مفاعیل غیر کو فاعلن ٭

قریب مسدس اخرم اخرب مفعولن مفعول فاع لاتن دو بار خرم مراد ہو اسقاط حرف اول وتد مجموع سے پس مفاعیلن سے فاعیلن اخرم رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور خرب مراد ہے اجماع خرم و کف سے پس مفاعیلن میں حرف اول وتد مجموع بسبب خرم کے اور حرف ہفتم بسبب کف کے گر کر فاعیل لام مضموم سے حاصل ہوا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال ۔ ؎

دکھ جھگتے اس عشق کی بدولت ۔ مدت تک پائی نہ ہم نے راحت

تقطیع۔ دُکھ جھگتے مفعولن اس عشق مفعول کی بدولت فاع لاتن ٭ مدت تک مفعولن پائی نہ مفعول ہم نے راحت فاع لاتن ٭

قریب مسدس اخرب اخرم مفعول مفعولن فاع لاتن دو بار مناسب یہ ہے کہ یہاں اخرم کو مخنق کہیں۔ ؎

جانی چلو جلدی اُٹھ کھڑے ہو ۔ سن جاؤ اتنی خفگی نہ کیجئے

تقطیع جانی چ مفعول لو جلدی مفعولن اُٹ کرڑے ہو فاع لاتن الخ۔

(۱۹) بحر مشاکل

اس بحر کی اصل فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن دو بار ہے اور مشاکل بضم میم و فتح شین معجمہ وکسر کاف و سکون لام اس سبب سے نام ہوا کہ مشاکل کے معنے مانند کے ہین اور یہ بحر بحر قریب کی مانند ہے۔ تھوڑا سا فرق ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے شعرائے ریختہ نے اس بحر کو کم استعمال کیا ہے اور اس بحر مین تین زحاف کف۔ قصر۔ حذف۔ واقع ہوتے ہین کف فاعلاتن اور مفاعیلن دونوں کا زحاف ہے اور حذف و قصر صرف مفاعیلن کے۔

مشاکل مسدس مکفوف مقصور فاع لاتُ مفاعیلُ مفاعیل دو بار مثال۔ ؎

بارِ غم کو اُٹھا نا ہی پڑا آہ ۔ داغ ہجر کو کھانا ہی پڑا آہ

تقطیع اس طرح ہے بارِ غم کُ فاع لاتُ اٹھا نا ہ مفاعیلُ پڑا آہ مفاعیل ٭ داغ ہجر فاع لات ک کا نا ہ مفاعیلُ پڑا آہ مفاعیل ٭ بسبب کف کے رکن فاعلاتن سے فاع لات بضم تا اور پہلے مفاعیلن سے مفاعیلُ بضم لام رہا ہے اور دوسرے مفاعیلن سے بسبب قصر کے نون حذف ہو کر

اُس کا ماقبل یعنی لام ساکن ہوا ہے اور عروض وضرب مین فعولن محذوف بھی دُرست ہے محمد بن قیس نے اپنے رسالے مین لکھا ہے کہ بعض شعراے قدیم اس بحر کو مثمن کرکے اشعار کہا کرتے تھے مگر چونکہ وہ پڑھنے مین نہایت ثقیل ہوتے تھے اسلیے وزن مثمن کو ترک کر دیا۔

مشاکل مثمن مکفوف مقصور فاع لات مفاعیل فاع لات مفاعیل دوبار فاع لاتن سے فاع لاتُ بضم تا مکفوف ہے اور مفاعیلن سے مفاعیلُ بضم لام مکفوف ہے اور پچھلا مفاعیل بسکون لام مقصور ہے اور یہ بھی مفاعیلن کی فرع ہے مثال۔

لوٹتے ہین شب روز مست یون بسر خاک	جون بہار مین انگڑائیان مین شجر تاک

تقطیع لوٹتے ہَ فاع لات شب روز مفاعیل مست یون ب فاع لات سرے خاک مفاعیل جو بہار فاع لات م انگڑا ئو مفاعیل یا لے ش فاع لات جر ے تاک مفاعیل۔

یہ اُن انیس بحرون کا بیان ہوا جو خلیل بن احمد کے عہد مین اور اسکے بعد اخفش و بزرجمہر وغیرہ نے ایجاد کی ہین اور شعراے فارسی و ریختہ نے انکو استعمال کیا ہے باقی گیارہ بحرین عریض و عمیق وغیرہ جو عروضیان پارسی نے نکالی ہین چونکہ زبان ریختہ مین مستعمل نہین اسلیے اُن کا ذکر مجملاً کیا جاتا ہے ارکان ان کے پہلے معلوم ہو چکے اب اس قدر جان لینا چاہیے کہ بحر صریم کے دو وزن نہایت ہلکے ہین ایک مکفوف مقصور مفاعیل فاع لات فاع لان دوسرا اخرب مفعول فاع لاتن فاع لاتن مگر پہلا وزن ہزج مکفوف اشتر مقبوض مسبغ مفاعیل فاعلن مفاعلان سے ملتا ہے اور دوسرا مضارع اخرب اشتر مطموس مفعول فاع لاتن فاعلن فع سے ملتا ہے یاد رکھو کہ فع بحر مضارع مین مطموس ہے نہ مجحوف کیونکہ اس بحر مین زحاف جحف واقع نہین ہوتا وجہ یہ ہے کہ اس مین فاع لاتن منفصل ہے جس مین خبن نہین آتا اور جحف کے لیے اول خبن کا ہونا ضرور ہے پس جس نے یہان فع کو مجحوف کہا ہے یہ اسکی سخت غلطی ہے ہان فع کو مجبوب مکشوف کہہ سکتے ہین اور اس صورت مین یہ وزن مضارع اخرب اشتر مجبوب مکشوف کہلانے لگا اور بحر کبیر کے بھی بہت خفیف دو وزن ہین ایک مطوی۔ فاعلات فاعلات مفتعلن یہ وزن وافر اجم مفعول فاعلن مفاعلن مفاعلتن سے ملتا ہے اور دوسرا مخبون مثال مفاعیل مفاعیل مفاعلان یہ وزن بعینہ وزن ہزج مکفوف مقبوض مسبغ ہے اور بحر بدیل کے خفیف ترین اوزان سے مخبون ہے مفاعلن فعلاتن مگر یہ وزن بعینہ وزن کامل موقوض مقطوع ہے اور بحر قلیب کے دو وزن نہایت مشابہ ہین ایک مکفوف مقصور فاع لات فاع لات مفاعیل اور دوسرا محذوف۔ فاع لاتن فاع لاتن فعولن پہلا وزن مدید مکفوف

مخبون مسبغ سے نکلتا ہے چنانچہ اُسکے یہ رکن ہین فاعلات فاعلن فعلیان اور دوسرا مدید مسبغ فاعلاتن فاعلن فاعلیان کا ہموزن ہے اور بحر حمید سے کے بھی اخف یہ دو وزن ہین مطوی موقوف فاعلات مفتعلن فاعلان سو یہ وزن بعینہ مقتضب مسدس کا وزن ہے اور مخبون مکسوف مفاعیل مفاعلن فعولن یہ وزن اور بحر ہزج کا وزن مکفوف مقبوض محذوف ایک ہی ہین اور بحر اصیم کا سبک تر وزن فعلاتن مفاعلن فعلاتن مخبون مقبوض ہے لیکن حقیقت مین یہ وزن خفیف مسدس مخبون ہے کسی طرح کا تفاوت نہین اور شعرا اس بحر کو کبھی اخرم مقصور یا محذوف یعنے فاع لاتن مفعولن فاع لان اور فاع لاتن مفعولن فاع لن استعمال مین لاتے ہین مگر یہ وزن بحر رمل کو مشعث مقصور اور محذوف کر کے بھی نکال سکتے ہین اور مفعولن کو جو ہمنے یہان اخرم کہا ہے بہتر یہ ہے کہ اسکو مخنق بولین جیسا کہ ہم بحر مضارع مین بیان کر آئے ہین اور بحر سلیم کا اخف وزن مطوی موقوف مفتعلن فاعلات فاعلان ہے مگر یہ وزن منسرح مطوی مکسوف مخبون مذال سے بھی پیدا ہوتا ہے جو یہ ہے مفتعلن فاعلن مفاعلان اور مطوی مکسوف مفتعلن فاعلات مفعولن بھی آتی ہے مگر حقیقت مین یہ وزن بحر منسرح کا مطوی مقطوع ہے اور اس بحر کا ایک وزن نہایت خفیف مخبون موقوف مفاعلن مفاعیل مفعولان ہے جو بعینہ بحر ہزج کا وزن مقبوض مکفوف مقصور ہے اور بحر صغیر کا سب سے زیادہ خفیف وزن۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن مخبون ہے لیکن یہ وزن مجتث مسدس سے بھی نکلتا ہے اسی طرح اس بحر کے وزن سالم کا حال ہے اور بحر جمیم کا سبک تر وزن مخبون ہے جسکے رکن یہ ہین فعلاتن مفاعلن مفاعلن لیکن یہ وزن کامل مقطوع موقوص اور مشاکل مخبون مقبوض سے متحد ہے کچھ بھی تفاوت نہین اور یہ بحر ایک رکن کی کمی سے مجزو بھی مستعمل ہے چنانچہ فاعلاتن مس تفع لن اور فعلاتن مس تفع لن مگر یہ دونون وزن بحر خفیف کو بھی مجزو کیے سے حاصل ہو سکتے ہین اسی واسطے ہم نے مثالین ترک کر دین۔

تتمہ عیوب عروض مین

(۱) تخلیع وزن نامطبوع و ناخوش و ارکان ثقیل مین شعر لکھنا عیوب کلام سے ہے اور اس عیب کو تخلیع بفتح تاے فوقانی و سکون خاے معجمہ و کسر لام و یاے معروف و عین موقوف کہتے ہین۔

(۲) توجیہ الوافی لمصطلحات العروض والقوافی مین لکھا ہے کہ تحرید بجاے حطی بروزن تفعیل بحر کے اختلاف و تغیر کو کہتے ہین شاعر کو احتیاط چاہیے کہ ایک بحر سے دوسری بحر پر منتقل نہ کر جائے کیونکہ

جو بحرین آپس مین متشابہ ہین اور جن مین تفاوت بہت کم ہے اُن مین شاعر دھوکا کھا جاتے ہین اور بعض شعر ایک بحر مین اور بعض دوسری بحر مین کہہ جاتے ہین جیسا کہ مرزا عظیم بیگ عظیم شاگرد شاہ حاتم سے جو سودا کے شاگرد بھی مشہور ہین ایسا ہو گیا تھا کہ بحر ہزج کے ساتھ بحر رمل کو ملا دیا تھا اور انشاء اللہ خان نے جلسۂ مشاعرہ مین اعتراض کیا تھا ہان اگر اشارہ کر دیتے تو کچھ مضائقہ نہین اور شعرا اکثر ایسا کرتے ہین۔

انشا

کہا لیلی نے کچھ شعلے سے جو اسکو نہان لیجے
بدل کر بحر کو انشا غزل طرحی کی بھی اب لیجے
گلے سے تیرے کدھر کوئی اہل دل لپٹے
اگرچہ اسمے وہ سو بار متصل لپٹے

یہ خوبی انکی سادگی جہان لپٹے وہان لپٹے
کہ اہل ذوق باہم جس لیے ہین خوشہ سان لپٹے
یہان تو آٹھ پہر رہتے ہین مخل لپٹے
پر ایسے ڈھب سے نہ لپٹے کہ دل سے دل لپٹے

گستاخ لکھتا ہے کہ وحشت کے اس شعر کا۔

سنبھالے ہین مرے نالون نے بھالے
فلک سے اپنی پشت خمیدہ کو تھامے

مصرع اول ہزج مسدس اور مصرع ثانی تقارب مثمن ہے مگر مؤلف کی دانست مین دونون مصرع وزن تقارب مثمن مین ہین پہلے مصرع مین سے ایک سبب خفیف کاتبان کور سواد کی غلطی سے قلم انداز ہو گیا ہے شاید یون ہو۔ مصرع

سنبھالے ہین اب میرے نالون نے بھالے

مولوی سید محمد عبد الرشید متخلص بہ رشید شعر غالب کے تکملے مین کہتے ہین۔

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسد
دنیا ردو سرا ہی کب دہر مین بتا تو

عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے
پھر کیا یہ تو تو مین مین ہے کیا قیل و قال ہے

تیسرے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن اور باقی مصاریع کا وزن ہے مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن۔

(۳) اختلاف غیر معتاد۔ بھی عروض بحرین عیب ہے جیسے استعمال عروض محذوف یعنی فعولن کا بحر طویل مین اور عروض مقطوع یعنی فعلاتن کا بحر کامل مین اگر حسب مذہب سکاکی صاحب مفتاح کے معتاد نہین ہے اور اس عیب کا نام تعاد ہے اور حسب مذہب صاحب قصیدۂ خزرجیہ کے اختلاف مطلق معتاد و غیر معتاد کو کہتے ہین بحر رمل مین پس نظیر معتاد کی یہ ہے کہ شاعر عروض سالم یعنی متفاعلن سے طرف عروض محذوذ یعنی فعلن (بکسر عین) کے انتقال کرے۔

چھٹا شہر رباعی کے بیان مین

عرب مین رباعی کا دستور نہ تھا شعراے عجم نے یہ بحر ہزج مین سے نکالی ہے معیار البلاغت مین لکھا ہے کہ موجد اسکا رودکی ہے ایک روز راہ مین چلا جاتا تھا اثناے راہ مین امیر یعقوب بن لیث صفار کا بیٹا یازدہ سالہ لڑکون مین جوز بازی کر رہا تھا یعنی چند جوز کو گوچی مین ڈالنا چاہتا تھا ایک بار چھ جوز گوچی مین جا پڑے اور ایک جو باقی رہا تھا وہ بھی لڑھک کر جا پڑا تب وہ خوش ہو کر کہنے لگا مصرع غلطان غلطان ہمے رود تا بن گو۔ استاد رودکی کو یہ کلمات فصیح بہت اچھے معلوم ہوے اور غور کیا تو علم عروض مین موزون پایا پھر اس سے چوبیس وزن اختراع کیے مگر یہان ایک امر قابل غور و تردد ہے وہ یہ کہ امیر یعقوب بن لیث صفار نے بقول مؤلف تذکرۂ خزانۂ عامرہ سنہ ۲۵۱ ہجری مین نام وری حاصل کی تھی اور بروایت ضعیف عہد اسلام مین نظم فارسی کا موجد یہی ہے چنانچہ اُس کا ایک مصرع اور بقولے ایک شعر نقل کرتے ہین اور اُستاد رودکی نے چوتھی صدی کے اوائل مین عرصۂ ظہور مین قدم رکھ کر ہماری طبع کی مدد سے اقسام شعر کی بنا ڈالی ہے۔ بعض کتابون مین اُس لڑکے کا نام نہین لکھا ہے مطلقاً لڑکے کا لفظ لکھ دیا ہے اور رودکی کو رباعی کا موجد ماننے کے لیے یہی بہتر ہے تذکرۂ دولت شاہ مین یون بیان کیا ہے کہ یعقوب بن لیث صفار جسنے سب سے اول ملک عجم مین خلفاے بنی عباس پر خروج کیا تھا اُسکا بیٹا عید کے دن چند لڑکون کے ساتھ جوز بازی کرتا تھا امیر بھی اُسکے پاس کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگا امیر زادے نے جوز گوچی کی طرف پھینکے جن مین سے سات گوچی مین چلے گئے اور ایک اُچھل کر باہر کی طرف آ گیا امیر زادہ نا امید ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی لڑھک کر اندر چلا گیا اس خوشی مین امیر زادے کے مُنھ سے یہ الفاظ نکلے مصرع غلطان غلطان ہمی رود تا لب گو۔ یعقوب کو یہ کلام پسند آیا اور اپنے مصاحبون کو حکم دیا کہ اس کو جانچین کہ شعر کی قسم سے ہے یا نہین ابودلف اور زینت الکعب نے متفق ہو کر تقطیع کی تو بحر ہزج مین موزون پایا اور ایک مصرع اسکے ساتھ لگا دیا پھر ایک بیت بڑھا کر دوبیتی کہنے لگے اور یہی نام مشہور ہو گیا تھوڑے عرصے کے بعد یہ نام موقوف کر کے رباعی نام مقرر کیا۔ شمس الدین محمد بن قیس نے المعجم مین بیان کیا ہے کہ ترانہ اسکو اسلیے کہتے ہین کہ ارباب موسیقی نے اس وزن پر اچھے اچھے راگ بنائے ہین عربی مین ایسے اشعار کو قول بولتے ہین اور کسی خاص راگ وغیرہ کے لحاظ کے بغیر صرف اشعار کے لحاظ سے دوبیتی کہتے ہین کیونکہ اس مین دو بیت سے زیادہ نہین اور عرب مستعربہ رباعے

بولتے ہین کیونکہ یہ بحر ہزج مین ہے اور وہ اشعار عرب مین مربع الاجزا ہے پس رباعی کی
ہر ایک بیت عربی کے اعتبار سے بمنزلے دو بیت کے ہوئی لیکن وہ زحاف جو رباعی مین
مستعمل ہین عرب کے اشعار مین نہ تھے اسلیے اس مین اگلے زمانے کے شعراے عرب نے
شعر نہ کہے متاخرین عرب نے اسکی طرف خوب رغبت کی اور عربی مین اس کا بڑا رواج ہوگیا
ابن قیس نے یہ بھی لکھا ہے کہ خواجہ امام حسن قطان نے کہ ائمۂ خراسان سے ہے ان چوبیس
اوزان کے منضبط ہونے کے لیے دو شجرے ایجاد کر کے اُن مین لکھا غرضکہ زحاف اس مین نو آتے ہین
خرب۔ خرم۔ قبض۔ کف۔ ہتم۔ جب۔ بتر۔ شتر۔ زلل۔ اور ارکان مزاحف یا مزاحف و سالم باہم مرکب ہو کر
بعض کے نزدیک اٹھارہ اور بعض کے نزدیک چوبیس وزن حاصل ہوتے ہین اور اوزان سب کا
جمع کرنا جائز اور روا ہے اگرچہ بعضون نے لکھا ہے کہ پہلا مصرع وزن اخرب مین ہو تو اور دوسرے
مصاریع بھی انہی اوزان مین چاہیین اور جو مصرع اول اخرم ہو تو اور تینون مصرعون کو بھی اسی
وزن مین لکھین یعنی اخرم کو اخرب کے ساتھ جمع نہ کرین بعض عروضیون کے نزدیک جیسے اخرب
کے بارہ وزن اخرم کے بارہ وزنون کے ساتھ جمع نہین ہو سکتے اسی طرح وہ اوزان جن کے عروض
و ضرب مین فعول اور فاع ہین ان اوزان کے ساتھ بھی جن کے عروض و ضرب فعل اور فع
واقع ہوے ہین جمع نہین ہو سکتے مگر اساتذہ کے کلام مین اس کی قید کم دیکھی گئی اور اُن کے
نزدیک جائز ہے کہ اُن اوزان مین سے ایک وزن پر چارون مصرع ہون یا ہر مصرع اُن اوزان
مین سے ایک ایک وزن پر ہو خواہ بعض مصرع ایک وزن پر ہون اور بعض ایک وزن پر ہون
جیسا کہ ان رباعیون مین ہے۔

میر تقی

جانان نے ہمین کچھ نہ جانا افسوس — جو ہمنے کہا سو وہ نہ مانا افسوس
شب آلے ہین دیر کی قیامت ابتو — آیا نزدیک جی کا جانا افسوس

پہلا اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع اور تیسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع چوتھا مصرع اس وزن پر ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع ؎

نواب یوسف علی خان ناظم

سجادہ ہے میرا فلک نیلی فام — تسبیح کواکب آفتاب اُس کا امام

تارے گنتا ہون مین سحر تک ناظم	تسبیح امام تک پہونچکر ہو تمام

پہلا مصرع اس وزن پر ہی مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع اور دوسرا اور چوتھا اس وزن مین ہے مفعول مفاعلن مفاعیل فعول اور تیسرے کا یہ وزن ہی مفعولن فاعلن مفاعیلن فع ہ

منشی اسمٰعیل حسین منیر

جس روز سے دخل بے لبسی نے پایا	ہونٹو نکا نہ قرب بھی ہنسی نے پایا
اپنا ساتھی تمام دنیا مین منیر	ڈھونڈھا تو مجھی کو بے کسی نے پایا

اس رباعی کا پہلا اور دوسرا اور چوتھا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور تیسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فعول۔

امانت

ہر گل کو خجل داغ جگر سے پایا	بلبل کو ندیم شور و شر سے پایا
دیکھا دم سرد سے صبا کو ٹھنڈا	پانی شبنم کو چشم تر سے پایا

پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فع اور دوسرا اور تیسرا اس وزن پر مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور چوتھا اس وزن پر مفعولن فاعلن مفاعلن فع۔

غالب

جن لوگون کو ہی مجھسے عداوت گہری	کہتے ہین مجھے وہ رافضی اور دہری
دہری کیونکہ ہو جو کہ ہووے صوفی	شیعی کیونکہ ہو ماوراء النہری

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فع اور دوسرے کا یہ وزن ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور تیسرے و چوتھے مصرع کا یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن فع۔

الحاصل اس بحر کا نام بحر رباعی ہے کیونکہ رباعی سوا اس بحر کے اور بحر مین نہین کہی جاتی اور قصیدہ و غزل کا رباعی کے وزن مین کہا جانا درست ہے پس جو لوگ۔ واقعہ مین وہ عوام کی طرح ہر اک وزن کی دوبیت قافیہ دار کو رباعی نہ کہین گے لیکن منتہے العروض کے مؤلف کا یہ قول کہ جو رباعی اوزان مذکورۂ بالا سے خارج ہو تو اسکو قطعہ کہنا چاہیے نہ رباعی تعریف قطعہ کے مقابلے مین تردد سے خالی نہین اور یہ جو کہا ہے کہ رباعی ان چوبیس وزن سے خالی نہین ہوتی تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ رباعی کا انحصار انہی مین ہے بلکہ رباعی اتحاد و اختلاف اوزان مصاریع کے اعتبار سے

بہت سے وزن رکھتی ہے مطلب اُس قول سے یہ ہوتا ہے کہ اُس کا کوئی مصرع ان وزنون سے
خالی نہین ہوتا اور مؤلف غیاث کی اس تعریف مین بھی کہ رباعی کا وزن خاص لاحول و لا قوۃ
الا باللہ ہے اگر اس وزن مین نہو تو قطع کہین گے مسامحت ہے کیونکہ رباعی کے چوبیس وزن
ہین اُن مین سے ایک وزن لاحول و لا قوۃ الا باللہ بھی ہے پس وزن رباعی اس مین منحصر نہین
جیسا کہ اُس نے سمجھا ہے۔

واسطی

عاشق مین ہوا ہون اک بُت کا ناکام
کچھ کام نہین ہے مجھکو جز نالۂ و آہ
اب کفر سے مطلب ہی نہ اسلام سے کام
لاحول و لا قوۃ الا باللہ

وہ دس ارکان جن سے باہم ترکیب ہو کر رباعی کے چوبیس وزن حاصل ہوتے ہین یہ ہین
رکن **مفاعیلن** سالم ہے اور **مفعولن** اخرم ہے جسکو مخنق بھی کہتے ہین اور **مفعولُ** بضم لام اخرب
ہے اور **مفاعلن** مقبوض ہے اور **مفاعیلُ** مکفوف ہے لام مضموم سے اور **فعول** اہتم ہے لام
موقوف سے اور **فعَلْ** مجبوب ہے اور **فع** ابتر ہے اور **فاعلن** اشتر ہے اور **فاع** ازل ہے
اُن چوبیس اوزان مین سے بارہ وزن کا صدر و ابتدا اخرب ہے یعنی مفعول اور باقی بارہ وزن کا
صدر و ابتدا اخرم یعنی مفعولن آتا ہے اور یہ چوبیس اوزان تشریح کے واسطے دائرون مین لکھے جاتے
ہین اور بلحاظ اخرم و اخرب کے بارہ بارہ اوزان کے واسطے علحدہ علحدہ دائرے
مقرر ہین۔

دائرہ اخرب الصدر و الابتدا کے اوزان کی تفصیل یہ ہے

اول یہ کہ ایک جز حشو کا مقبوض اور ایک سالم اور عروض و ضرب ازل ہون **دوم** یہ کہ
ایک جز حشو کا مکفوف اور ایک سالم اور عروض و ضرب ازل ہون **سوم** یہ کہ دونون جز حشو
کے مکفوف اور عروض و ضرب مجبوب ہون **چہارم** یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور ایک اخرم
اور عروض و ضرب ازل ہون **پنجم** یہ کہ ایک جز حشو کا مقبوض اور ایک سالم اور عروض و
ضرب ابتر ہون **ششم** یہ کہ حشو کا ایک جز مکفوف اور ایک سالم اور عروض و ضرب ابتر ہون
ہفتم یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور دوسرا اخرب اور عروض و ضرب اہتم ہون **ہشتم** یہ کہ
حشو کا ایک جز سالم اور دوسرا اخرم اور عروض و ضرب ابتر ہون **نہم** یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور

دوسرا اخرب اور عروض و ضرب مجبوب ہون۔ تیسرا یہ کہ حشو مکفوف ہو اور عروض و ضرب اہتم ہون۔ چوتھا یہ کہ حشو مین ایک جز مقبوض ایک جز مکفوف ہو اور عروض و ضرب اہتم ہون۔ پانچوان یہ کہ حشو مین ایک جز مقبوض اور ایک جز مکفوف اور عروض و ضرب مجبوب ہون۔

دائرہ اخرب الصدر والابتدا

مفعولُ

۱ مفاعلن مفاعیلن فاع
۲ مفاعیل مفاعیلن فاع
۳ مفاعیل مفاعیل فعَل
۴ مفاعیلن مفعولن فاع
۵ مفاعلن مفاعیلن فع
۶ مفاعیل مفاعیلن فع
۷ مفاعلن مفعولن فعولن
۱۲ مفاعلن مفاعیل فعَل
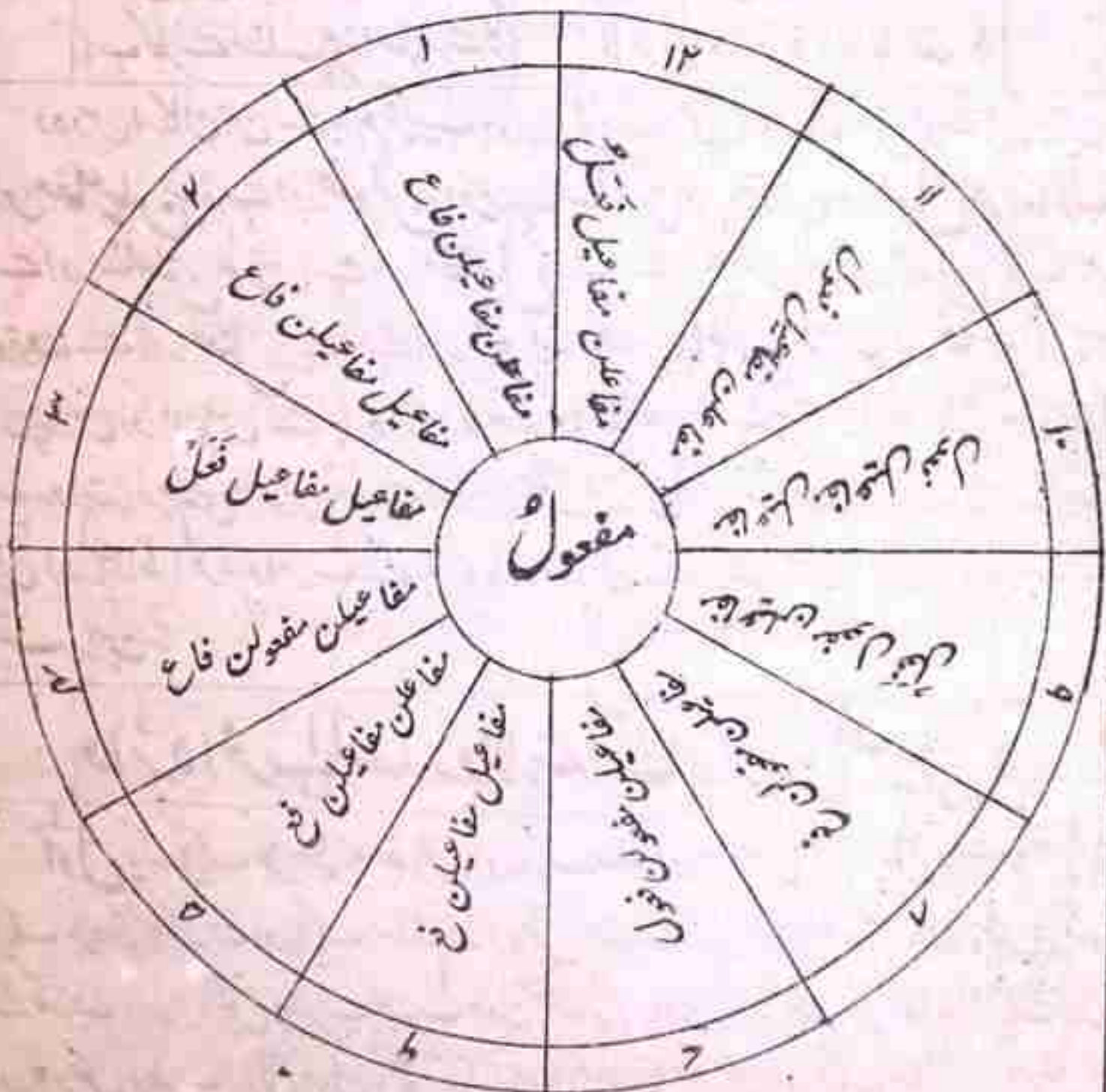
مثالون مین وہ نمبر لکھدیے جائینگے جو دائرون کے اوزان کے مقابل لکھے ہوئے ہین۔

عزیز بریلوی

۷	ہے شبنم حیران کو تجھ سے یہ حجاب	آنکھوں کو کرے چار نہیں یہ آئے تاب	۱۰
۶	حیرت کو مری غور اگر کرتا ہے	آئینے کی آنکھوں مین بھر آتا ہے آب	۲

تقطیع ہے شبنَ مفعول م حیرا کو مفاعیلن ن تجھ سے یہ مفعول حجاب فعول ۱؎ اور دوسرے مصرع کی تقطیع یون ہے آنکھو ک مفعول کرے چار مفاعیل نہی یے آ مفاعیل س تا ب فعول ۲؎ تیسرے مصرع کی تقطیع یون ہے حیرت ک مفعول مری غور مفاعیل اگر کرتا مفاعیلن ہے فع اور چوتھے مصرع کی تقطیع یون ہے آئی ن مفعول کی آنکھو م مفاعیل بر آتا ہے مفاعیلن آب فاع۔

ایضاً

۳	سرمایۂ غفلت ہے تماشائے جہان	بینا ہے وہ جو نہ واکرے آنکھ یہان	۱۲
۵	ہر پردۂ دیدہ ہے حجاب غفلت	عارف ہی کو کھلتا ہے یہ راز نہان	۸

تقطیع سرمائے مفعول یِ غفلت ہ مفاعیل تماشائے مفاعیل جہان فعل + بیناہ مفعول وجو نہ وا مفاعلن کرے آنک مفاعیل یہان فعل + ہر پرد مفعول ءِ دیدہ مفاعلن حجابے غفـ مفاعیلن لت فع + عارف ہِ مفعول ک کھلتا ہے مفاعیلن یہ رازِ نِہ مفاعلن ہان فع +

ایضاً

۱۱	ہی اہل سخا سے چرخ دون بر سرِ جنگ	پایا ہے خسیسون نے تاج واورنگ	۴
۹	غنچے سے چمن مین ہے یہ معلوم ہوا	زر جس کی گرہ مین ہے وہی ہے دل تنگ	۱۱

تقطیع ہے اہل مفعول سخا سے چر مفاعلن خ دون برسر مفاعیلن جنگ فعول + پا یا ہ مفعول خسیسون نے مفاعیلن تاج و او مفعولن رنگ فاع + غنچے س مفعول چمن مے ہے مفاعیلن یہ معلوم مفعول ہوا فعل + زر جس کِ مفعول گرہ م ہے مفاعلن وہی ہے دل مفاعیلن تنگ فاع۔

امیر مینائی

۵	بالفرض حیات جاودانی تم ہو	بالفرض کہ آب زندگانی تم ہو	۵
۵	ہم سے نہ ملو تو خاک سمجھیں تم کو	لیں نام نہ پیاس کا جو پانی تم ہو	۵

چاروں مصرع اس وزن پر ہین مفعول مفاعلن مفاعیلن فع تقطیع بالفر مفعول حیات جا مفاعلن ودانی تم مفاعیلن ہو فع ۱؎ بالفرض مفعول کہ آب زن مفاعلن دگانی تم مفاعیلن ہو فع +

ہم سے ن مفعول ملوت خا مفاعلن ک سمجھے تم مفاعیلن کو فع ؛ لے نام مفعول ن پاس کا مفاعلن رج پانی تم مفاعیلن ہو فع ؛

مولوی محمد اسمٰعیل

۱۰ تیزی نہین منجملۂ اوصاف کمال — کچھ عیب نہین اگر چلو دھیمی چال ۱
۵ خرگوش سے لے گیا ہے کچھوا بازی — ہان راہ طلب مین شرط ہے استقلال ۱

تقطیع تیزی ن مفعول ہ منجمل مفاعیل ۂ اوصاف مفاعیلن کمال فعول ؛ کچ عیب مفعول نہی اگر مفاعلن چلودی می مفاعیلن چال فاع ؛ خرگوش مفعول س لے گیا مفاعلن ہ کچوابا مفاعیلن زی فع ؛ ہاراہ مفعول طلب م شر مفاعلن ط ہے استق مفاعیلن لال فاع۔

ناسخ

۶ وہ خط نہین لکھتا تو ہو کیون دل تنگی — تازہ یہ زمانے کی نہین نیرنگی ۶
۲ ہمنے بھی کیا نامے کا لکھنا موقوف — اب اپنے قلم کو بھی ہے عذر لنگی ۵

تقطیع وہ خط ن مفعول ہِ لکتا تُ مفاعیل ہ کو دل تن مفاعیلن گی فع ؛ تازہ ے مفعول زمانے ک مفاعیل نہی نے رن مفاعیلن گی فع ہمنے ب مفعول کیا نام مفاعیل کِ لکنا مو مفاعیلن قوف فاع اب اپن مفعول قلم کُ بی مفاعلن ہ عذرے لن مفاعیلن گی فع۔

ولہ

۶ ہے جسم مرا اور نہ جان ہے باقی — تربت مین نہ کوئی استخوان ہے باقی ۵
۱۱ کرتا ہے خدا تو امتحان تادم زیست — پر صحبت کا ہنوز امتحان ہے باقی ۶

تقطیع ہے جسم مفعول مرا او ر مفاعیل نہ جاہ با مفاعلن قی فع ؛ تربت م مفعول ن کوی اس مفاعلن تخاں ہے با مفاعیلن قی فع ؛ کرتا ہ مفعول خدات ام مفاعلن تحاں تا دم مفاعیل م زیست فعول ؛ پر بت ک مفعول ہنوز ام مفاعلن تحاں ہے با مفاعیلن قی فع۔

رند

۱۱ عید رمضان ہے واہ کیا روز سعید — عالم مین ہین خرمی کے آثار پدید ۱۱
۱۱ اللہ وزیر ہند کو رکھے شاد — ہر شب ہو شب برات ہر روز ہو عید ۱۱

تقطیع۔ عیدے ر مفعول مضاہ وا مفاعلن ہ کا روز مفاعیل سعید فعول ؛ عالم م مفعول ہ خرمی مفاعلن کِ آ آثار مفاعیل پدید فعول ؛ اَل لاہ مفعول وزیرِ ہن مفاعلن د کو رک کے

مفاعیلن شاد فاع ؛ ہر شب ہ مفعول شبے برا مفاعلن ت ہر روز مفاعیل ہ عید فعول ؛

تفصیل اوزان دائرہ اخرم الصدر والابتدا

اخرم الصدر والابتدا سے مُراد وہ ہے جسکے صدر و ابتدا میں مفعولن آتا ہے پہلا یہ کہ حشو کا ایک جزاشتر ایک سالم اور عروض وضرب ازل ہون دوسرا یہ کہ ایک جز حشو کا اخرب اور ایک سالم اور عروض وضرب ازل ہون تیسرا یہ کہ حشو کا ایک جزاشتر اور ایک مکفوف اور عروض و ضرب مجبوب ہون چوتھا یہ کہ حشو اخرم اور عروض وضرب ازل ہون پانچوان یہ کہ حشو اخرم اور عروض ضرب ابتر ہون چھٹا یہ کہ حشو کا ایک جزاشتر اور ایک سالم ہو اور عروض وضرب ابتر ہون ساتوان یہ کہ حشو کا ایک اخرب ہو اور ایک مکفوف ہو اور عروض ضرب اہتم ہون آٹھوان یہ کہ حشو کا ایک جزو اخرب اور ایک سالم اور عروض اور ضرب ابتر ہون نوان یہ کہ حشو کا ایک جزاخرم اور ایک اخرب و عروض و ضرب مجبوب ہون دسوان یہ کہ حشو کا ایک جزاخرب اور ایک جز مکفوف اور عروض ضرب مجبوب ہون گیارھوان یہ کہ حشو کا ایک جزاشتر ایک جز مکفوف اور عروض وضرب اہتم ہون بارھوان یہ کہ حشو کا ایک جزاخرم اور ایک جزاخرب اور عروض وضرب اہتم ہون۔

صورت دائرے کی یہ ہے۔

دائرہ اخرم الصدر والابتدا

مفعولن

فاعلن مفاعیلن فاع
مفعول مفاعیلن فاع
فاعلن مفاعیل فعل
مفعولن مفعولن فاع
مفعولن مفعولن فع
فاعلن مفاعیلن فع
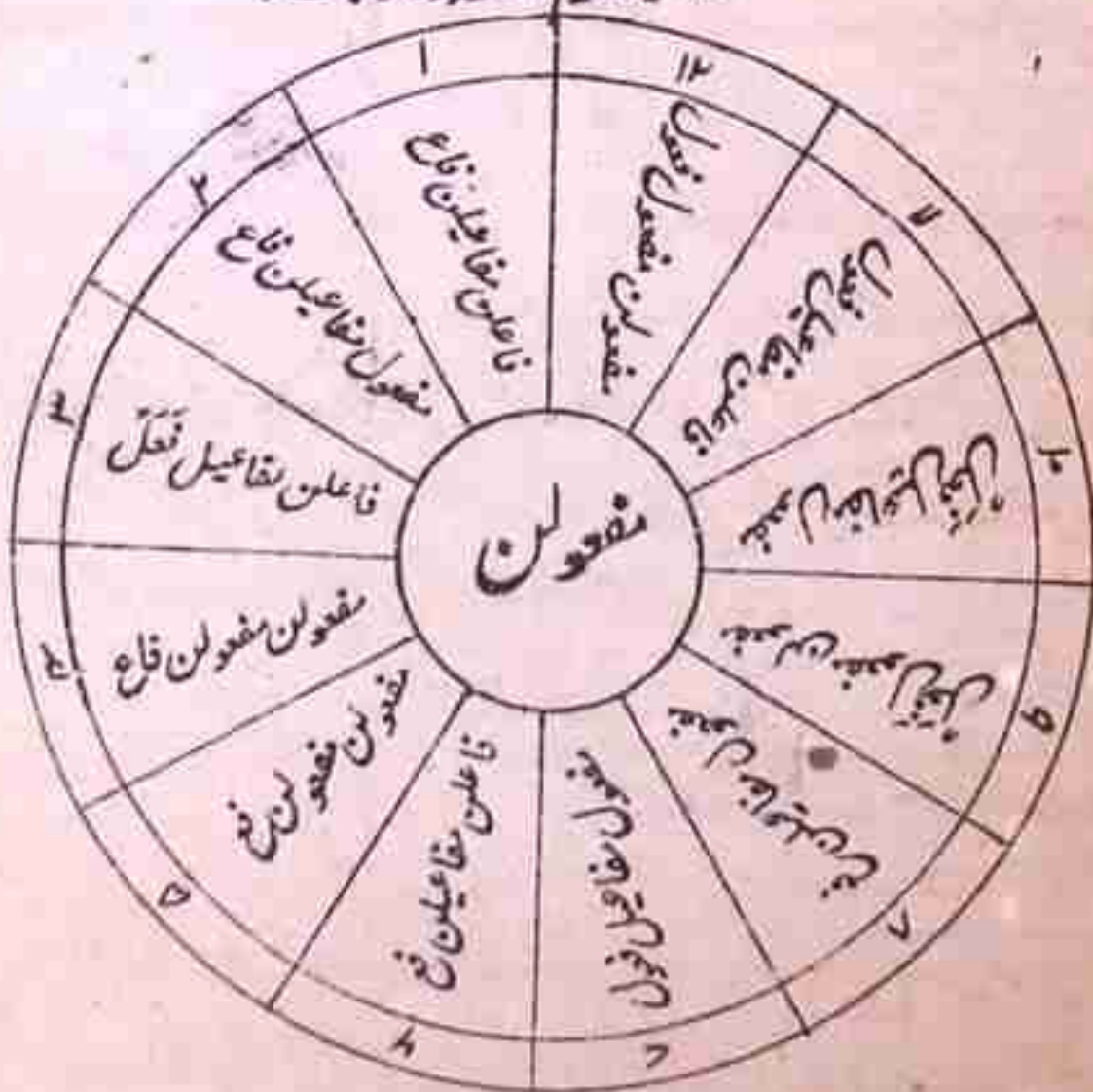
مثالون مین یہان بھی مصرعون کا مقابلہ اوزان رباعی کے ہندسے لکھکر کیا جاے گا۔

غیرہ

۱۰	لازم ہے انسان کو ہو سب سے جُدا		ہوتا ہے مشہور رہے جو تنہا	۸
۳	وحدت سے ہی فروغ خورشید فلک		شہرت غزلت مین ہے مثال عنقا	۶

تقطیع لازم ہے مفعولن انسان مفعول کُ ہو سب سِ مفاعیل جُدا فعل ٭ ہوتا ہے مفعولن مشہور مفعول رہے جو تن مفاعیلن ہا فع ٭ وحدت سے مفعولن ہی فروفا علن غ خرشید مفاعیل فلک فعل ٭ شہرت غ مفعولن لت مِ ہے فاعلن مثالے عن مفاعیلن قا فع ٭

مشہ

۷	دنیا مین ہنسنے سے بشر کون ہوا پاک		لیکن ہو دیوانہ اگر ہو بے باک	۲
۹	دیکھو تو گلشن مین گل نے یہ کیا		ہنستے ہنستے جامہ کو کر ڈالا چاک	۴

تقطیع۔ دنیا سے مفعولن ہنسنے سِ مفعول بشر کون مفاعیل ہُ پاک فاع ٭ لیکن ہے مفعولن دیوان مفعول اگر ہو بے مفاعیلن باک فاع ٭ دیکھو تو مفعولن گلشن مے مفعولن گل نے سے مفعول کیا فعل ٭ ہنستے ہنس مفعولن تے جامہ مفعولن کر ڈالا مفعولن چاک فاع

ولہ

۱۲	ہین باغ عالم مین کیا کیا گل و خار		لیکن ہے دیدۂ بصیرت درکار	۱
۵	بینائی آنکھون مین نرگس کے ہو		گلشن مین تب کرے تماشاے بہار	۱۱

تقطیع ہین با غِ مفعولن عالم مے مفعولن کا کا گُ مفعول لُ خار فعول ٭ لیکن ہے مفعولن دیدے فاعلن بصیرت در مفاعیلن کار فاع ٭ بینائی مفعولن آنکھو مے مفعولن نرگس کے مفعولن ہو فع ٭ گلشن مے مفعولن تب کرے فاعلن تماشاے مفاعیل بہار فعول۔

ان اوزان مین سے وہ وزن خفیف اور مطبوع ہے جسکے اسباب و اوتاد مین اعتدال ہو اور جس وزن مین سبب و وتد زائد ہونگے وہ ثقیل و نامطبوع ہوگا یہی سبب ہے کہ دائرۂ اخرب کے اوزان دائرۂ اخرم کے اوزان سے سبک اور مطبوع زیادہ سمجھے جاتے ہین اوزان اخرب مین سب سے زیادہ ثقیل مفعول مفاعیلن مفعولن فع ہے کیونکہ اس مین چھ سبب برابر جمع ہوے ہین اور اخرم کے اوزان مین سب سے زیادہ ثقیل وزن مفعولن مفعولن مفعولن فع ہے کہ اس مین سب سبب جمع ہوے ہین اور اخرب کے اوزان مین سب سے ہلکا وزن مفعول مفاعلن مفاعیل فعل ہے اور اخرم کے اوزان مین سب سے سبک یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فعول کیونکہ

اس مین چار سبب اور چار وتد آئے ہین۔

یہ اُن چوبیس اوزان رباعی کی تشریح ہے جن کو اُستاد رودکی نے ایجاد کیا تھا اور اسکے بعد دوسرے شعرا نے بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف پر فعلن بکسر عین اور فعلن بسکون عین اور فعلات بسکون عین بڑھاکر تین وزن نکالے ہین وہ یہ ہین مفعول مفاعلن فعولن فعلن بکسر عین مفعول مفاعلن فعولن فعلن بسکون عین۔ مفعول مفاعلن فعولن فعلات علی ہذا القیاس اگر بحر ہزج اخرم اشتر محذوف پر بھی تینوں رکن بڑھائے جائین تو یہ وزن اور پیدا ہو سکتے ہین مفعولن فاعلن فعولن فعلن بکسر عین اور مفعولن فاعلن فعولن فعلن بسکون عین اور مفعولن فاعلن فعولن فعلات لیکن بنظر تامل دیکھا جائے تو یہ وزن اُن چوبیس اوزان سے علیحدہ نہین صرف تباین ارکان ہے چنانچہ مفعول مفاعلن فعولن فعلن بکسر عین کا وزن مفعول مفاعلن مفاعیل فَعَلْ ہے بوجہ ناواقفی کے مفاعیل کے آخر سے لام کم کر کے فعولن بنالیا ہے اور اُس لام کو فعل سے ملاکر فعلن بکسر عین کر لیا ہے اسی طرح مفعول مفاعلن فعولن فعلن بسکون عین کا وزن مفعول مفاعلن مفاعیلن فع ہے مفاعیلن کے آخر سے ایک سبب خفیف کم کر کے مفاعیلن کو فعولن بنایا ہے اور اس سبب کو فع سے ملاکر اُسکو فعلن بسکون عین سے بدل لیا ہے اور تعجب یہ ہے کہ غالب جیسے سخن سنج نے بھی یہان دھوکا کھاکر بحر ہزج مسدس مقبوض محذوف پر ایک فعلن کی زیادتی کو رباعی مین مان لیا ہے اور مفعول مفاعلن فعولن فعلات بروزن مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع ہے اسی طرح اوزان اخرم مین قیاس کر لینا چاہیے جب ارکان مذکورۂ بالا مین اوزان رباعی کا انحصار ہو سکتا ہے تو انھین کے ہموزن نئے رکن بڑھانا بالکل فضول ہے۔

الغرض بارہ بارہ وزنون کے جو دو حصے کیے ہین ان مین ہر حصے کی رباعیان اختلاف وزن اور ترتیب مصاریع سے اکتالیس ۴۱ ہزار چار سو بہتر ہو سکتی ہین تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب ایک حصے کے بارہ وزنون مین سے ہر اک وزن کے پہلے مصرع کے ساتھ دوسرا مصرع بارہ بارہ طرح سے لگایا جائے گا تو اس دوسرے مصرع کے ملنے سے یعنے بارہ کو بارہ مین ضرب دینے سے ایک سو چوالیس ۱۴۴ تنائی شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے۔

$$\begin{array}{r} 12 \\ \underline{12} \\ 24 \\ \underline{12} \\ 144 \end{array}$$

اور جب ان ایک سو چوالیس شکلون مین سے ہر ایک شکل کے ساتھ تیسرا مصرع چوبیس چوبیس

طرح سے لگایا جائے گا تو اس تیسرے مصرع کے ملنے سے یعنے چوبیس کو ایک سو چوالیس مین ضرب دینے سے تین ہزار چار سو چھپن ثلاثی شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے۔

۱۴۴
۲۴
۵۷۶
۲۸۸
۳۴۵۶

اور جب ان تین ہزار چار سو چھپن شکلون مین سے ہر ایک شکل کے ساتھ چوتھا مصرع بارہ بارہ طرح سے لگایا جائے گا تو اس چوتھے مصرع کے ملنے سے یعنے بارہ کو تین ہزار چار سو چھپن مین ضرب دینے سے اکتالیس ہزار چار سو بہتر کامل شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے۔

۳۴۵۶
۱۲
۶۹۱۲
۳۴۵۶
۴۱۴۷۲

اور جب ایک حصے کی اکتالیس ہزار چار سو بہتر شکلین ہوئین تو ظاہر ہے کہ دونون حصون کی اس سے دگنی یعنے بیاسی ہزار نو سو چوالیس شکلین ہونگی جنکے وزن یا ترتیب مصاریع مین کچھ نہ کچھ فرق ہوگا الحمد للہ بحور کا اختتام ہوا۔

دوسرا جزیرہ علم قافیہ مین

اس جزیرے مین پانچ شہر پر لطافت ہین

پہلا شہر حروف قافیہ کے بیان مین

علم قافیہ ایک ایسا علم ہے جس مین شعر کے لفظ آخر کے تناسب اور عیوب سے بحث کی جاتی ہے اور غرض اسکی یہ ہے کہ ایسا ملکہ حاصل ہو جائے کہ شعرا ایسے قافیون کے ساتھ بنا سکین جو مقام کے مناسب ہون اور ایسے عیوب سے خالی ہون جن سے طبع سلیم کو تنفر پیدا ہو اور غایت اسکی یہ ہے کہ قافیہ مین خطا سے احتراز رہے اور مبادی اسکے وہ مقدمات ہین جو اشعار کے قافیون مین تلاش کرنے سے حاصل ہوتے ہین اور بعض نے کہا ہے کہ قافیہ ایک ایسا علم ہے کہ اس مین مرکبات موزون سے انکے اواخر ابیات کی حیثیت کے ساتھ بحث کی جاتی ہے حاشیہ کبری

مین سید محمد و منہوری نے لکھا ہے کہ اس علم کا موجد امرالقیس کا ماموں مہلہل بن ربیعہ ہے لغت مین قافیے کے معنے پیچھے آنے والے کے ہین اور اصطلاح مین قافیہ چند حروف معین کا نام ہے جو مطلع غزل و قصیدہ و ابیات مثنوی کے ہر مصرع کے آخر مین اور قطعہ و باقی اشعار غزل و قصیدہ کے مصرع ثانی کے آخر مین الفاظ مختلفہ کے اندر مکرر آتے ہین اور مستقل نہین ہوتے جیسے ان شعرون مین امیر کے ؎

وقت رفتار ہے زرریز عجب فیض قدم	نقش پا راہ مین بن جاتے ہین دینار و درم
در دولت کی وہ عظمت ہی کہ جس سے ہر دم	تو لگائے ہوے ہے لام ہو یا واو قسم
تنگدل وہ ہے عدو نام جو اسکا ہو رقم	ساحت لوح یہ سمٹے کہ ہو میدان قلم

پہلے شعر مین لفظ قدم اور درم کے آخر کی میم اور دوسرے شعر مین لفظ ہردم اور قسم کی میم اسی طرح تیسرے شعر مین رقم اور قلم کے آخر کی میم حرف قافیہ مین سے ہے اور غیر مستقل ہے یعنی علیحدہ نہین آسکتی بخلاف ردیف کے کہ وہ بعد قافیہ کے کلمہ مستقل ہوتا ہے کہین متحد المعنے کہین مختلف المعنی مگر اختلاف لفظ ردیف کا روا نہین اور اسکا بیان مفصلاً آگے آئے گا الحاصل قافیے کا اطلاق نو حروف پر ہوتا ہے۔ ردف۔ قید۔ تاسیس۔ دخیل۔ روی۔ وصل۔ مزید۔ خروج۔ نائرہ لیکن ان سب حروف کا جمع ہونا ضرور نہین ایک خواہ دو خواہ تین یا زیادہ جس قدر چاہین جمع کرین اور یہ بھی خیال رہے کہ حرف روی اصل قافیہ ہے اسی پر قافیہ منحصر ہے باقی آٹھ حرفون کے لانے نہ لانے کا شاعر کو اختیار ہے بخلاف حرف روی کے کہ اسکے لانے مین شاعر مجبور ہے اس کا ترک اسکے اختیار سے باہر اور دور ہے جیسے اشعار بالا مین میم حرف روی ہے غرضکہ حرف روی کی رعایت تمام ابیات مین ضرور ہے۔

روی کا بیان

روی رائے مہملہ کی فتح اور واو کے کسر اور یائے معروف سے لفظ کے اس حرف آخر کو کہتے ہین جو مصرع یا بیت کے آخر مین واقع ہوا ہو اور یہ حرف مکرر آتا ہو اور قافیہ کی بنیاد اسی پر ہوتی ہی اور یہ حرف اکثر اصلی ہوتا ہے جیسے امیر کے اشعار مین حرف میم۔ کبھی حرف زائد کو بھی حرف اصلی کے حکم مین کر لیتے ہین مثلاً

مرزا محمد تقی خان ہوس

مزرع تن ہے میرے خشک سالی	جو کوئی صدف ہو در سے خالی

خشک سالی مین یاے زائد ہے اور خالی مین یاے اصلی۔

ولہ

محنت زدۂ ستم رسیدہ	از دفتر دوستان جریدہ

رسیدہ مین ہا زائد ہے اور جریدہ مین اصلی

میرحسن

نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی	ہر ایک عالم شوق مین تھی کھڑی

انیس

کس مرتبہ تھا لطف وکرم رب غنی کا	تھا زہد اور زور تھا خیبر شکنی کا

دبیر

جنبش مین ہی اب روضہ رسول عربی کا	اک ہاتھ نکل آیا ہے مرقد سے نبی کا

باقی آٹھ حرفون مین سے منجملہ نو حروف قافیہ کے چار حرف ردف۔ قید۔ تاسیس دخیل۔ روی سے پہلے آتے ہین اور اصلی ہوتے اور وصل و مزید وخروج ونائرہ حروف روی کے بعد ملحق ہوتے ہین اور زائد ہوتے ہین پس جب تک کہ کوئی حرف بعد حرف روی کے ملحق نہ ہوگا۔ حرف روی ساکن ہوگا اس صورت مین اسکو روی مقید کہین گے جیسے سرشار بریلوی کے ان اشعار مین۔

مری جانب سے چھاتی تمنے کرلی یار پتھر کی پگھلتا ہی نہین وہ سنگدل عاشق کی باتون سے	بنائی ہے دلو نکے درمیان دیوار پتھر کی مگر کرلی ہے چھاتی صورت کہسار پتھر کی

یار دیوار کہسار مین حرف روی راے مہملہ ساکن ہے اور جس صورت مین کہ حرف روی متحرک ہو نیز اسکے بعد حرف وصل مل جائے تو اسکو روی مطلق کہتے ہین مثال۔

سودا

نے بلبل چمن نہ گل نودمیدہ ہون	مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون

اس شعر مین دال مہملہ متحرک روی مطلق ہے۔

انیس

پرسان کوئی کب جوہر ذاتی کا ہے	ہر گل کو گلہ کم التفاتی کا ہے

اس شعر مین تاے فوقانی متحرک روی مطلق ہے۔

المؤلفہ

مین دیوانہ ہون کسی ساقی کی چشم میگون کا
کیا خاموش وہی باتون مین اس گل نے ادا مجھی

پلادے آج تو ساغر شراب ارغوانی کا
بہت دعوی تھا بلبل کو بھی اپنی خوش بیانی کا

اُن حروف کا بیان جو روی سے قبل آتے ہین

روف کا بیان

جاننا چاہیے کہ روف بکسر اول و سکون دال مہملہ و فا دو قسم ہے روف مطلق اور روف زائد **روف مطلق** اُسے کہتے ہین کہ ایک ساکن قبل حرف روی کے بلا فاصلہ واقع ہو اُسکے اور روی کے درمیان کوئی اور حرف واسطہ نہو اور وہ حرف ساکن حروف مدہ مین سے ہوتا ہے جیسے یار اور نور اور تیر مین الف اور واو اور یاے ساکن اور جو یاے تحتانی اور واو کے ماقبل فتح ہو تو روف نہین جیسے واو دور اور جور کی اور یاے تحتانی خیر اور سیر کی مگر بعض اہل فن جیسے ابن قطاع وغیرہ نے واو اور یاے ساکن ماقبل مفتوح کو بھی روف شمار کیا ہے اور جمہور کا اتفاق مذہب اول پر ہے۔ **فائدہ** الف اور واو اور یاے ساکن کو حروف علت کہتے ہین پس اگر انکے ماقبل کی حرکت ان کے موافق ہو تو حروف مدہ ہین جیسے یار اور نور اور تیر اور جو موافق نہو جیسے دور اور سیر تو لین بروزن دین کہلاتے ہین اور جہان کہین الف ساکن آئیگا اُسکے ماقبل فتح ہی ہوگا پس الف ہمیشہ ہی مدہ رہتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ جہان فتح ہو تو بعد اسکے الف ہی ہو بلکہ کبھی طو او کبھی یا اور سوا اسکے اور حرف حروف صحیح مین سے آسکتا ہے خواہ ساکن ہو خواہ متحرک جس وقت الف کے ماقبل فتحہ ہوگا اُس فتحہ کو فتحہ طویل کہین گے جیسے باپ یار اور اگر بعد فتحہ کے کوئی اور حرف ہوگا تو وہ فتحہ قصیر کہلاتا ہے جیسے قلم کرم سفر حضر وغیرہ اور حروف واو اور یا کی دو صورتین ہین ایک معروف ایک مجہول واو معروف یا مجہول کے قبل ضمہ ہوتا ہے اور یاے معروف و مجہول کے قبل کسرہ فرق اس قدر ہے کہ معروف کا ضمہ اور کسرہ خوب کھینچکر پڑھا جاتا ہے اور مجہول کا ضمہ اور کسرہ زیادہ کھینچا نہین جاتا خلاصہ کلام یہ ہے کہ حروف روف غالباً اصلی ہوتے ہین کیونکہ حروف روی بھی اصلی ہوتا ہے اور اگر حرف روی زائد ہو اور حکم مین حرف اصلی کے کرلیا جائے تو بالضرور حرف روف بھی زائد ہوگا جیسے زرین اور قالین مین۔

قلق

چار سو فرش مخمل و قالین	بیچ مین ایک مسند زرین بچھا

چونکہ نون غنہ زرین کا قالین کے نون کے مقابل حرف روی کے حکم مین معتبر ہوا تو یاے تحتانی زرین کی قالین کے مقابل ردف ٹھہری حالانکہ قالین مین یاے تحتانی اصلی اور زرین مین زائد ہے اور یہ دو نون حرف زر کی نسبت کے واسطے لاحق ہوے ہین۔

شوق سے نام صنم کو دل پہ کندہ کیجیے	**لمولفہ**	کیونکہ ہو وہ نقش زیبا اس نگین کے واسطے
عمر ضائع کی ہوا و حرص دنیا مین عبث		کام کیا اے دل کیا خلد برین کے واسطے
شانہ سان ہمنے کیا ہر دل کو اپنے چاک چاک		اُس پری پیکر کی زلف عنبرین کے واسطے
عشق سے دل کو جلا سینے مین خاکستر کیا		ہمنے اب رہنے کو آہ آتشین کے واسطے

اِس قسم کے ردف کو ردف مطلق اس لیے کہتے ہین کہ اسکے اور حرف روی کے درمیان کسی حرف کا واسطہ نہین ہے۔

ردف بالالف کی مثال۔

مظفر علی اسیر

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انسان کو
گدا کو فکر نان اندیشۂ عالم ہے سلطان کو

انسان اور سلطان مین آخر کا نون حرف روی ہے اور اسکے ماقبل کا الف ردف اصلی۔

نواب میر محبوب علی خان آصف

انصاف اپنا اے بت عیار ہو چکا	جب تو ہوا عدو تو خدا یار ہو چکا

عیار اور یار مین راے مہملہ حرف روی ہے اور الف حرف ردف

ردف بالواو اور ردف بالیا۔ دو طرح پر ہے ایک معروف کہ اسکے ماقبل کا ضمہ اور کسرہ کھینچکر بڑھا جائے جیسے نور اور تیر۔ واو معروف کی مثال۔

ذوق

شوق نظارہ ہی جب ہے اُس رخ پر نور کا	ہے مرا مرغ نظر پروانہ شمع طور کا

نور اور طور کی راے مہملہ حرف روی ہے اور واو معروف ردف۔

حسرت

کوئی دشمن سے بھی کرتا ہے اس اسلوب سلوک — دوستی کر کے کیا ہے میان خوب سلوک

یاے معروف کی مثال۔

مذاق

ہوئی جب جسم آدمؑ کے لیے تخمیر مٹی کی — فلک سے اور ملک سے بڑھگئی توقیر مٹی کی

خمیر اور توقیر کی راے مہملہ حرف روی ہے اور یاے تحتانی ردف شاد۔

گر بن آتی مری تقدیر سے تدبیر نہین — کیا ہوا نالے کو اس مین بھی تو تاثیر نہین
کیا ترے دید سے غافل ہون کسی دم ایجان — کیا مری آنکھ مین پھرتی تری تصویر نہین

لمؤلفہ

پھر ہوا ے کوچۂ قاتل گریبان گیر ہے — کس طرح جائین نہ ہم وان خواہش تقدیر ہے
ہرزہ گردی دربدر کی دن کو رہتی ہے مجھے — رات بھر شور درون ہے نالۂ شبگیر ہے
کس طرح چھکیے سے اُس کا ہو میسر پاے بوس — ہر قدم پر یان جھٹکنی پانون کی زنجیر ہے

اُسکے در پر لیجا اور مجھ دوا مطلق نہ دو
جو مریض عشق ہے اُسکی یہی تدبیر ہے

دوسرے مجہول کہ اُسکے ماقبل کا ضمہ اور کسرہ کھینچکر نہ پڑھا جائے جیسے زور اور دیر۔ واو مجہول کی مثال۔

جوشش

توانائی تو کر بیٹھی جدا آغوش سے ہم کو — کرامت دیکھیو اِ ناتوانی دوش سے ہمکو

آغوش اور دوش مین حرف شین روی ہے اور واو مجہول ردف۔

یاے مجہول کی مثال۔

سرشار بریلوی

پرہیز ہے اور انھین غیرون سے میل ہے — قدرت کا تیری قادر مطلق یہ کھیل ہے
آنسو مین میرے خون جگر کا جو میل ہے — دامان تر کے حاشیے پہ سرخ بیل ہے

میل اور کھیل اور بیل مین حرف لام روی ہے اور یاے مجہول ردف۔

واؤ اور یاے معروف و مجہول کا قافیہ مین باہم جمع کرنا

شعراے فارس نے اکثر بلکہ بیشتر معروف کو مجہول کے ساتھ قافیہ کر لیا ہے اور مجہول کو معروف پڑھنا اُنکے یہان جائز ہے مگر ریختہ مین ایسا قافیہ کرنا معیوب ہے گو فارسی کی تقلید سے بعض بعض فصحاے ریختہ نے بھی ایسا کیا ہے لیکن بنظر غور و انصاف دیکھا جائے تو خالی عیب سے نہین کیونکہ اِن کا لہجہ یہ ہرگز نہین کہ مجہول کو معروف پڑھتے ہون اس بارے مین ہمکو تحقیق مرزا قتیل کی پسند ہے یہانپر چند شعر بطور مثال کے قافیہ معروف و مجہول کے لکھے جاتے ہین جو کہگئے اُن سے تعرض نہین بندہ کہنے والون کو نصیحت ہے۔

ذوق

وادی ظلمت مین اپنی دخل ہو کب نور کا	مہر اک شعلہ سا ہے سو بھی چراغ دُور کا
تیرے کوچے مین تن لاغر ترے رنجور کا	اک غبار ناتوان ہے کاروان مور کا
عشق کے مکتب مین ہو فرہاد سب کے تیز ذہن	تین دن جائے اگر تعویذ میری گور کا

حافظ شیرازی طالب

ابتو یہ عزت ملی اس نالۂ پُر شور سے	دیکھکر مجھکو اُٹھا شور قیامت دُور سے

احمد خان غفلت

علو شان ترے ہاتھی کی ہو رقم کیونکر	نمود ارض و سماوات ہے یہ جسکے حضور

گر اُسپہ چڑھ کے تلے دیکھیے تو آئے نظر
فرشتہ شکل عصا فیر آدمی جون مور

دبیر

خاموش دبیر اب نہین لکھنے کا ہی مقدور	رن مین ہین بہتر شہدا بیکفن و گور

میر حسن

کھلے اُس کنوئین سے یکایک نصیب	گیا آیا وہ اُس مین مہ دلفریب

مومن خان

وہ گردن دیکھ یہ حالت ہوئی تغیر شیشے کی	کہ بھتی ہی نہین ہچکی ہوئی ہی دیر شیشے کی
مدام اُس لب میگش کے منھ لگتا ہی اے ساقی	بنائی ہائے کیا اللہ نے تقدیر شیشے کی

سودا

سالہا ہم نے صنم نالۂ شبگیر کیا
آہ اک روز ترے دل مین نہ تاثیر کیا
حشر مین بھی نہ اُٹھے بسکہ اذیت کھینچی
زندگانی نے دو عالم کی مجھے سیر کیا

ولہ

ہوے دیکھ حیران صغیر و کبیر
جب آگے سے اُٹھ بھاگے قالین کے شیر

ناسخ

ہم نمازون مین جو تا دیر کھڑے رہتے ہین
سامنے یہ بُت بے پیر کھڑے رہتے ہین

ظفر

زلف شب گون کی رہی دیر آنکھون کے تلے
آج سارے دن رہا اندھیر آنکھون کے تلے
آگئی جو یاد مجھکو ابروے پرخم تری
پھر گئی اک صورت شمشیر آنکھون کے تلے

کبھی اُس یاے تحتانی کو جو کلمات عربی مین الف کے امالے سے پیدا ہوئی ہو یاے ردف کے ساتھ جمع کرتے ہین جیسا اس شعر مین سودا کے۔ ؎

معشوق مثل عاشق جنکی رکیب مین تھے
اُس یار دلستان کے دستے بھی جلیب مین تھے

میر شمس الدین فقیر کا یہ قول ہے کہ جس الف کو امالہ کرکے یاے ردف کر لیتے ہین وہ معروف نہین آتی یہی مرزا تقی سپہر نے براہین العجم فی قوانین المعجم مین فرمایا ہے اور اس باب مین تاکید بلیغ کی ہے مگر صاحب انجمن آراے ناصری امالے کے بیان مین کہتا ہے کہ آزیر اور ادبیر جو آزار و ادبار کا امالہ ہے دونون کا تدبیر کے ساتھ قافیہ کیا ہے۔

ردف زائد وہ حرف ساکن ہے جو حرف مدہ یعنی ردف مطلق اور روی کے درمیان مین واقع ہو جیسے دوست کا سین مہملہ اور تاخت کی خاے نقطہ دار پس جو ردف ایسا ہے کہ اس مین اور روی مین حرف ساکن واسطہ ہوتا ہے اُسکو **ردف اصلی** کہتے ہین اور اُس حرف ساکن کو **ردف زائد** کہتے ہین اور جو ردف کہ اُس مین اور روی مین کسی حرف کا واسطہ نہو اُسکو علی الاطلاق ردف کہتے ہین اور خواجہ نصیر الدین محقق طوسی نے ردف زائد کو ردف مین داخل نہین کیا بلکہ روی مین داخل کیا ہے اور روی **مضاعف** یعنی روی دو چند نام رکھا ہے محمد بن قیس عروضی خوارزمی اور ملا جلال نے بھی یہی لکھا ہے اس صورت مین حروف قافیہ دس ہوتے ہین کیونکہ روی مفرد سمیت نو حرف پہلے ہی تھے جب ایک حرف یہ (روی مضاعف) بڑھا تو دس ہو گئے

غرض کہ خواجہ کے نزدیک ایک حرف والی ردی کا نام ردی مفرد ہے اور دو حرف والی ردی کا نام روی مضاعف اور جمہور کے نزدیک حرف اول روی ہے اور دوم ردف زائد اور ردف زائد کے چھ حرف مخصوص ہین اُن کے سوا نہین آتے (۱) نون (۲) خاے معجمہ (۳) سین مہملہ (۴) شین معجمہ (۵) راے مہملہ (۶) فا۔ پس جبکہ ردف مطلق کے تین حرف ہوے واو۔ الف۔ یا۔ اور ردف زائد کے چھ اور جب چھ کو تین مین ضرب دیا تو اٹھارہ ہوے لیکن یہ اٹھارہ صورتین تمام علی الترتیب کسی زبان مین نہین آتین بلکہ فارسی مین سوا تیرہ کے اور نہین دیکھی گئین ہم اردو کی مثالین لکھتے ہین **اول نون** مثال اُس نون کی جو الف کے ساتھ ہو چاند اور ماند۔

انشا

کیون اُسکی جبین کو کس طرح چاند بنا	کہ اُس سے لاکھ حصہ چاند تھا ماند

میر حسن

غلافون پہ بانات کے پردہ ٹانک	شتابی سے نقارون کو سینگ سانک

امین

خورشید ترا دیکھ کے منھ کانپ کے نکلا	مہ چادر مہتاب مین منھ ڈھانپ کے نکلا

سودا

ٹھگ نہ تنہا چڑھے ہے اُسکے آنٹ	مل رہی ہے اچکون سے بھی سانٹ

ولہ

مال صندوق مین رہے کس بھانت	تن کے کپڑے نہ چورون کا ہے دانت

مثال اُس نون کی جو یاے معروف کے ساتھ ہو چھینک اور سینک۔

انشا

اور کچھ چھینکنا عبث مت چھینک	تیز بینی کو دیکھ آے اُسے چھینک ہے

مثال اُس نون کی جو یاے مجہول کے ساتھ ہو سینک اور پھینک۔

مرزا اختر یار خان شباب ساکن جاورہ

چوٹ کا دل کے نہین اس کے کوئی بہتر علاج	آتش رخسار مہرویان سے اسکو سینکئے

بدنصیبی سے نہ یہ تدبیر ممکن ہو شباب	چیر کر پہلو سے بہتر ہی کہ دل کو پھینک دے

مثال اُس نون کی جو واو معروف کے ساتھ ہو بوند اور موند۔ سونس اور گھونس۔

میر تقی

رہ گیا مین پیکے لوہو کا سا گھونٹ	یعنی دیکھوں بیٹھے ہی کس کل یہ اونٹ

ولہ

اُن نے جو ماریان ہین گھونسین دھونس	موش دشتی ہوا ہے کوئے گھونس

ولہ

ان نے ماری ہین ایسی کتنی دھونس	گھونس دیکھے دہووے کوئے گھونس

انشا

پی آب حیات عیش کے گھونٹ	یکبارگی ناچنے لگے اونٹ

مثال اُس نون کی جو واو مجہول کے ساتھ ہو گوند اور توند بمعنی بڑا پیٹ۔

انشا

ماری بلبل نے جون ہی اک چونچ	دامن مین گل کے لگ گئی کھونچ

ولہ

وہ جو میرے چھیڑنے کو مجھکو اگر جونپ دے	اُسکی دُم مین باندھ نمدہ چاندنی کو سونپ دے

دوسرا خے نقطہ دار۔ مثال اُس خے کی جو الف کے ساتھ ہو شناخت اور تاخت بمعنی حاصل مصدر جو روزمرہ اُردو مین مستعمل ہے۔

شباب

آرزو حسرت و ارمان نہون پامال شوق	ملک دل پر غمزہ ناز و ادا کی تاخت ہی
چھوڑنا ہرگز نہ دامن ہمت صبر و شکیب	ہان اسی کی بات کی تو غور اور برداخت ہے
ایسی بے بنیاد چیزون پر نہ دل لانا شباب	لاکھ جان سے اُس پہ ہو قربان کہ جسکی ساخت ہے

اسی قبیل سے ہے۔

میر

بدنمائی اُسکی ہے بے ساختہ	کیا ہے یان میش بچہ انداختہ

اس شعر مین خاے بچہ حرف زائد ہے۔ اور تاے فوقانی روی اور ہاے ہوز حرف وصل جسکی تفصیل

آگے آتی ہے۔
مثال اُس نخ کی جو واؤ کے ساتھ ہو جیسے سُوخت اور دوخت بمعنی حاصل مصدر نہ بمعنی صیغۂ ماضی کہ یہ دونون لفظ دونون معنے مین زبان فارسی سے ہین لیکن اُردو مین حاصل مصدر کے معنے مین الفاظ تاخت اور شناخت کی طرح استعمال کیے جاتے ہین چنانچہ کہتے ہین فلان نے ازراہ سوخت یعنے حسد کے یہ بات کہی۔ فلان درزی کی دوخت عمدہ ہے۔

شباب

سخت باتون سے جو اُنکی کبھی پھٹ جاتا ہے	سُوزن مژہ سے کردیتے ہین وہ دوخت دل
زاہد خشک اُسے کون کہے گا انسان	نہوا جس کو میسّر شرف سُوخت دل

اسی قبیل سے ہے۔

بیدار

تیرے ہی رُخ سے یہ شمع نگہ افروختہ ہے	رشتۂ دیدہ سے اورون کی نظر دوختہ ہے
نذر مین اُس شہ خوبان کی کرون کیا بیدار	دل ہی سو داغ ہی جان ہی سو غم اندوختہ ہے

یہ وہ سخ کہ یاے تحتانی کے ساتھ ہو گوش زد نہین ہوئی اگر کوئی کہے کہ لفظ ریخت بھی ریختہ مین مستعمل ہے تو اسکے دو جواب ہین اول تو ریخت کو اُردو مین علیحدہ بولتے ہی نہین بلکہ شکست و ریخت کہتے ہین دوسرا جواب یہ ہے کہ ریخت کے مقابل قافیہ کے واسطے کونسا لفظ اور ایسا لائین گے جو اُردو مین مستعمل ہو تیسرا سین مہملہ مثال اُس سین کی جو الف کے ساتھ ہو۔

انشا

مدت گذری ہی اور درخواست	تھی ویسی ہی صاف بے کم و کاست

میرحسن

دکھائی انکھون نے ہمین راہ راست	کہ تا ہو نہ اُس راہ کی باز خواست

سودا

اکثر بمطلب جو پوچھے تو سودا سے حرف راست	کتنون سے اب چھپائیے تجھ غم کو ملکے ماست

اور وہ سین جو واؤ کے ساتھ ہو جیسے دوست اور پوست۔

محسن

وحدت ہی چمن مین مغز تا پوست	صادق ہے بہار پر ہمہ اوست

سودا

کل کیا بی چلا جو گھر کو دوست — پیاز کا اُسکے ہاتھ مین تھا پوست

ولہ

اور غذا اُسکو یہ بتلائی دوست — ماش کی روٹی سے تو کھا ساگ پوست

اور وہ سین کہ یاے تحتانی کے ساتھ ہو سواے لفظ زلیست کے اور کوئی لفظ اُسکے مقابل زبان اُردو مین نہین سُنا گیا مگر میر کے بند کے ایک مصرع مین قافیہ بیست لفظ مستعمل فارسی ہے اور ایک مصرع مین زلیست مروجہ اُردو اور باقی دو مصرعون مین نیست اور یکرنگی ست قافیہ آیا ہے۔ ؎

یران ستون مین کوئی نہین پابستہ زلیست — کیونکہ یہ زلیست بہت ہووے تو وہ روزہ کہ بیست

جتنے یہ ہست نظر آتے ہین اب سب ہین نیست — کہ ترا نیز باین فرقۂ سریک رنگی ست

محمد حسین علمی

دس بارس کی عمر جسدن ہوگئی بیست کی — آدمی کو چاہیے کچھ قدر سمجھے زلیست کی

چوتھا شین نقطہ دار وہ شین کہ الف کے ساتھ ہو جیسے برداشت بمعنی تحمل اور چاشت بمعنے سورج نکلنے اور دوپہر کے درمیان کا وقت نو بجے کے قریب اور کاشت بمعنی کھیتی کرنا۔ بو جوت۔ زراعت۔ برداشت اور کاشت دونون ماضی کے صیغے ہین اور حاصل مصدر کے معنے مین مستعمل ہوتے ہین۔

شایان

غرض ایک دن بھیکم و دھرتراشت — بیاس و بدر اور سب وقت چاشت

شباب

خواہش وصل بتان ترغیب دیتی ہے اگر — آرزو و حسرت و ارمان کی دل مین کاشت ہو

شیخ صاحب پھر نہین دشوار وصل مہوشان — خاطر اقدس مین اس سختی کی گر برداشت ہو

اور وہ شین کہ واو کے ساتھ ہو جیسے گوشت اگرچہ یہ لفظ زبان اُردو مین مروج بلکہ کثیر الاستعمال ہے مگر قافیہ کے واسطے کوئی اور لفظ اسکے مقابل نہین اور وہ شین کہ یاے تحتانی کے ساتھ ہو مثال اُسکی سُننے مین نہین آئی **پانچوان را مہملہ** چونکہ یہ حرف اشعار اُردو مین روف زائد کی جگہ نہین آیا اس کی مثال اُردو مین نہین اگر کوئی تکلف سے چھری کو کارد اور آٹے کو آرد باندھے تو تمام اشعار مین یہی تعاست کرنا ہوگی **چھٹا فے** وہ فے جو الف کے ساتھ ہو جیسے یافت بمعنی فائدہ پانا اور وہ فے جو واو کے ساتھ ہو

جیسے کوتت بمعنی اندوہ انکے مقابل کوئی لفظ دوسرا اُردو مین مستعمل نہین اور وہ فے جو یاے تحتانی کے ساتھ ہو اُسکی کوئی مثال نہین۔

قید کا بیان

یہ حرف بھی ساکن ہوتا ہے سواے ردف کے (یعنی سواے حروف مدہ کے) جو ساکن بے فاصلہ روی کے قبل آئے اُس کا نام قید ہے جیسے ابر کبر اور ستر بفتح اول وسکون تاے فوقانی بمعنی چھپانا۔ شرمگاہ کا ڈھکنا اور وحد بخد اور نحو محو اور بخت تخت اور صدر قدر اور جذب عذب بفتح عین مہملہ و سکون ذال نقطہ دار و باے موحدہ بمعنی آب شیرین خوش مزہ وخوش گوار اور ہر ایک کھانے پینے کی چیز جو خوش مزہ خوش گوار ہو اور سرد درد اور بزم رزم اور پست مست اور چشم خشم اور اصل فصل اور قطع نطع اور بعل جعل اور نغز مغز اور جفت مفت اور نقل عقل اور ذکر فکر اور حلم علم اور شمع جمع اور بند پند اور غور جور (ماقبل واو کے فتحہ سے) اور زہر قہر اور سیر خیر (ماقبل یاے تحتانی کے فتحہ سے) الفاظ مذکورہ مین سے عذب اور نطع بفتح نون وسکون طاے مہملہ و عین مہملہ بمعنی فرش فرش چرمین اور وہ چمڑا جو درویش کمر پر باندھتے ہین اہل اُردو کی زبان پر جاری نہین پس شعراے اُردو مین باندھ لینے سے داخل اُردو نہین ہو سکتا کیونکہ لفظ کا شعر مین آنا معتبر نہین بلکہ مشہور ہونا شرط ہے پس اسکے اُردو کہنے مین تامل ہے۔

مخفی نہ رہے کہ بعض اہل فن نے واو اور یاے ساکن ماقبل مفتوح کو بھی ردف مین داخل کیا ہے جیسا کہ ہم ردف مطلق کی بحث مین بیان کر آئے ہین مگر تحقیق یہ ہے کہ جو حرف ساکن روی کے قبل بے فاصلہ آئے اور حرف مدہ سے نہو وہ قید مین داخل ہے خواہ واو ماقبل مفتوح اور یاے تحتانی ماقبل مفتوح ہو خواہ سوا انکے اور حرف اور جن لوگون نے حروف قید کا حصر فقط ان دس حرفون مین کیا ہے۔

عین و خا و نون و یا میدان یقین	باو خا و را و زا و سین و شین

اُنکا استقرا ناقص ہے۔

فائدہ حروف مخصوصہ فارسی یعنی پ چ ژ گ اور حروف مخصوصہ ہندی یعنی ٹ ڈ ڑ بسبب ثقالت کے حروف قید نہین ہوتے اب حروف قید کی مثالین نظم مین بھی واسطے فائدے کے لکھتے ہین۔

آتش

باس رسوائی سے دلبر مر دے کا ساجبر ہی — ضبط نالہ ہجر کی شب مین فشار قبر ہے
صاف میرے آنسو ونکا تار ہی اسکی جھڑی — دیدۂ تر کا کسی عاشق کے رومال ابر ہے
پہلے پروانے سے مغز شمع مین لگتی ہی آگ — بے تامل حسن بھی ہی عشق اگر بے صبر ہے

مومن حسین صفی

خرم وخرب اور قبض وکف اور تم — اشترا بتر وجب وزلل لبس خثم

فصیح

طعنون یہ ذوالفقار کی چالونکو وجد تھا — لیلی تھی آپ قیس عدو دشت نجد تھا

حسن

بعد اسکے پڑھو تو علم صرف ونحو — ے سبق جتنا نہ کر تو اس کو محو

سودا

بجست کا جہان سر سبز ہو نخل — سن وتو کے ثمر کو کیا ہے وہان دخل

میر حسن

مبارک تجھے اے شہ نیک بخت — کہ پیدا ہو وارث تاج وتخت

لمؤلفہ

بلبلو کیون کر نہو سر سبز بخت باغبان — لا رہا ہی کیا ہی پھول اور پھل درخت باغبان
سبزۂ وگل دیکھ کر بلبل یہ مانگے ہی دعا — حشر تک قائم رہے یہ تاج وتخت باغبان
گل کی خاطر ہی مجھے بھی جو کچھ کہتا نہین — اسلیے سنتا ہون ہر دم نرم وسخت باغبان

سودا

وہ بیٹھے جب صف محشر کے آ صدر — وفور اپنے سے آمرزش ہو بے قدر

دبیر

یہ جھوک یہ پیاس اور جہان کا ستم وغدر — ان عارضون مین عارضون کا پرتو ہی بدر

نفیس

اسی ثنا مین بشر اپنی عمر صرف کرے — سخن کو رشک وہ گوہر شگرف کرے
مثال آئینہ شفاف دل کا ظرف کرے — کلام صاف کرے پاک دل کا حرف کرے

عبرت

کسی نے ایسا دیکھا ہے اولوالعزم ۔۔۔ کہ جائے رزم کو سمجھے ہے نت بزم

منشی

سنی اور دیکھی بہت رزم و بزم ۔۔۔ پر اب سنئیے سہراب و رستم کی رزم

امانت

مرتبہ شانون کا بڑا جانتے ہین حسن پرست ۔۔۔ واژگون جام ہون آنکو تو مضمون ہے یہ پست
اس سے بہتر کوئی مضمون نہین ملتا سرد ست ۔۔۔ تن کی کرسی پہ غضب ہے نہ ڈھون ہے یا ئی ہے شکست

میرحسن

آنا محال ہوش مین ہے مجھ سے مست کا ۔۔۔ بیہوش ہو چکا ہون مین روز الست کا

الفت مظفر نگری

ہمیشہ کہتے تھے الفت کو لوگ زشت نصیب ۔۔۔ سو آج کوچے مین تیرے ہوا بہشت نصیب

میرحسن

ہے شمع سان کیون کوئی اشک سے ۔۔۔ جلے کس لیے آتش رشک سے

سوز

حاجیو طوف دل مستان کرو تو کچھ ملے ۔۔۔ ورنہ کعبے مین دھرا ہی کیا بغیر از سنگ و خشت
ناصحا گر یار ہے ہم سے خفا تو تجھکو کیا ۔۔۔ چین پیشانی کی ہی ہے اسکی ہماری سرنوشت
سوز نے دامن جو ہین پکڑا تو وہ چین جبین کر ۔۔۔ کہنے لاگا ان دلون کچھ زور چل نکلا ہے خشت

مثنوی لیلی مجنون از تجلی

رہے تا کجا وادی فصل مین ۔۔۔ جگہ دے اسے محمل وصل مین

مثنوی لیلی مجنون از ہوس

بے نشتر و بے طبیب بے قصد ۔۔۔ چھٹنے لگی اسکے ہاتھ کی فصد

لاحد

جو شمع تھی شب کو زینت نطع ۔۔۔ گلگیر نے اس کا سر کیا قطع

نسیم

بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جل ۔۔۔ خاطر بھی کہین سلگتے ہین لعل

میر حسن

گھورے وہ نوبت گے دو گھڑی بعد ۔۔۔ گرجنا وہ دھونسون کا مانند رعد

منشی

نہین اس سے چارہ کوئی اور نغز ۔۔۔ کہ سانپون کو دے آدمی کا تو مغز

عبرت

تماشا ہاتھ آوے گا تجھے مفت ۔۔۔ ملے گا سہل مین تیرا وہان جفت

منشی

وہ یک دست تھا سرخ وزرد و جنبش ۔۔۔ رکھا نام پھر کاویانی درفش

مثنوی نلدمن مؤلفہ نکہت

کرتا نہ تھا اور اس سے عقد ۔۔۔ دو ذرہ مین کیا بچے دم نقد

مثنوی ظل ہما

ہو کس سے خدا کا ذکر مشکل ۔۔۔ آسان نہین ہے یہ فکر مشکل

القصہ یہ طول ہوگیا ذکر ۔۔۔ مطلب سے اُڑا ہے طائر فکر

سود

جو دیکھی والدین کی اُسنے یہ شکل ۔۔۔ حرام اُنپر ہوا کیا شرب کیا اکل

ولہ

اگر بالفرض تھی وہ عید کی سلخ ۔۔۔ شب ماتم سے بھی گذری نپٹ تلخ

یار محمد خان شوکت

پڑے قافلے پر جو ترکان بلخ ؛ ۔۔۔ لگا گٹنے سامان ہوا عیش تلخ ؛

جوہر

کہین ہے تمناے تحصیل علم ۔۔۔ کہین ہے خیال بزرگی حلم

عشرت

وہ دونون عاشق و معشوق ہو جمع

چلے یکبار جون پروانہ و شمع

مرزا محمد علی فدوی معروف بہ مرزا ابجو دہلوی

تجھ سے ہوتے ہین درد مند جُدا — اگر کرے کوئی بند بند جُدا

میر حسن

نہ گوہر مین ہے اور نہ ہی سنگ مین — و لیکن چمکتا ہے ہر رنگ مین

المؤلفہ

بگڑی دھڑی بہا ہوا کاجل نہین فقط — بکھرے ہین بال چہرے کا کچھ رنگ اور ہے
مرقد پہ اپنے کشتے کے بیٹھے نہ کس لیے — اے کشتگان ناز یہ اورنگ اور ہے
دشت جنون کی سیر کو پالے پڑ آبلہ — چلنا مجھے ابھی کئی فرسنگ اور ہے
دل کو ترے بزور لیا پھر دیا لیا — انجمی خیال کیجیو یہ جنگ اور ہے

محمد امان نثار

گردش کا اُس نگاہ کی اب طور اور ہے — اے ساکنان نہ کرہ یہ دور اور ہے

میر حسن

وہ نزدیک پہونچے جب اُس شہر کے — کیا پاس جا خیمہ اک نہر کے

انیس

دریا بجل تھا سبز بچھیرے مین تھی یہ لہر — سبزہ بھی سکے عشق مین کھائے ہو تھا زہر

انشا

چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہے — آؤ کعبے ہی کو ہو آئین چلو سیر تو ہے
کس سبب کس لیے کیا فائدہ چھیڑو ہو مجھے — جرم و تقصیر و گنہ واسطہ کیون خیر تو ہے
دوستی کا جو گمان تمسے ہوا اس کا کیا دخل — ہان یہ سچ واقعی انشا سے تمھین بیر تو ہے

فائدہ اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ بعض شعرا حرف قید کے مقابل قافیے مین غلطی کا خیال نہین کرتے ناجائز الفاظ لے آتے ہین حالانکہ یہ بات اُنکی سخنوری کو بٹہ لگاتی ہے جیسے نگار صاحب مثنوی اُردو یوسف زلیخا کے اس شعر مین۔ ع

بدی کیا مجھ مین ہے اے سرو خوش قدر
جو دل مین مجھسے تو ہے گا مکدر

تھانیسری

ولیکن قوی ہے شریعت کی حد	اسی واسطے ان کو کہتے ہین عبد	

یار محمد خان شوکت

پیاپے تھا حملہ کنان بے ادب	چلی ہاتھ سے اُسکے ہفتاد ضرب	

ولہ

کہ موتہ مین اسدم ہے جنگ و جدل	ز جیش محمد ز فوج ہرقل	

مفتون

آج ہے وہ شاہ دالا زیب تخت	جس سے شاہان جہان کی ابہت	

تاسیس کا بیان

یہ الف ساکن کا نام ہے جو قبل روی کے ہو اور اس حرف کے اور روی کے درمیان ایک متحرک فاصل ہوتا ہے جیسے جاہل اور عاقل - داور اور جاگر تساہل اور تغافل قافیے مین تاسیس کی رعایت تمام ابیات مین واجب نہین بلکہ مستحسن ہے اگر نہ ہو تو قباحت نہین عاقل کا دل در کا فر کا سر قافیہ بہت آتا ہے -

ذوق

ہے کان اُسکے زلف معنبر لگی ہوئی	رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی	

محکم

عطر سے جبکہ معطر سونگھی گل یک بیک	ہوگیا بس سونگھتے ہی مست سنبل یک بیک	

محشر

وقت قتل اتنی نہ دی فرصت کہ کہلون دل کی بات	سانس بھی لینے نہ پایا کیا کہون قاتل کی بات	

ولہ

گر تجھ سے بیوفائی مین ہے گل کا اتفاق دینے مین پیچ و تاب دل ناتوان کے	ہے مجھسے داد خواہی مین بلبل کا اتفاق ہوے کمر کے ساتھ ہے کاکل کا اتفاق	

الغرض قافیہ جو لفظ بلفظ مقابل ہو اس کو شعرا نے صنعت مین داخل کیا ہے اور اس صنعت کا نام اعنات دیکسر اول دسکون عین مہملہ دنون د الف و تاے فوقانی

سوقوف) ہے اور لزوم مالا یلزم بھی کہتے ہین یعنے لزوم ایسی چیز کا جو لازم نہ ہو اور حرف لزو
بھی بولتے ہین منیر نے دوسو پندرہ شعر کا قصیدہ لکھا ہے جس مین اس حرف کا التزام ہے
یہ دو شعر اُسی مین سے ہین۔

جب افیون شب سے ہوا چرخ تائب چُنے مرغ زرین نے دانے کی صورت	ہوئے تخم خشخاش انجم بھی غائب نہ مردکی دنیا سے حب کواکب

راحت صاحب مثنوی نل دمن اُردو

مثل کہتے ہین یہ اُستاد کامل	کہ دیوانہ بکار خویش عاقل

میر سوز

اہل ایمان سوز کو کہتے ہین کافر ہوگیا	آہ یارب راز دل اُن پر بھی ظاہر ہوگیا

سعید

عجب کیا ہے اگر مین بھی اسیر چاہ بابل ہون	کسی زہرہ شمائل کی زنخدان پر دل سے مائل ہون

ناسخ

آج دعوے اُسکی یکتائی کا باطل ہوگیا	بحث کرنے کو جو آئینہ مقابل ہوگیا

فائدہ - حرف تاسیس کا عربی مین ہونا ضرور بلکہ واجبات سے ہے۔

دخیل کا بیان

یہ وہی حرف متحرک ہے جو تاسیس اور روی کے درمیان حائل ہوتا ہے جیسے ہائے ہم
اور قاف جاہل اور عاقل مین اور واو اور کاف اور اور جاگو مین اور ہائے ہوز اور فا تساہل
اور تغافل مین اور ایک شعر مین اگر حرف دخیل مختلف ہو تو کچھ قباحت نہین اس کی موافقت
مستحسن ہے نہ واجب مثلاً شامل و کامل اصل و فاصل عاقل و ناقل نسیم دہلوی جلد اول
الف لیلے مین کہتے ہین۔

وہ بولی وہ قلندر یون ہے نا قل	کہ جب سب کہہ چکے وہ مرد عاقل
طلب کی دل سے ہر اک نے اجازت	سو وا کر چلے اب نہین اتنی تمازت

مفتی

تمنائے دل کچھ نہ حاصل ہوئی	بملک عدم جان داخل ہوئی

انیس

ناخن تھے یہ نوسے جو بالاے انامل — سو قید مین بڑھ بڑھ کے ہوے وہ مہ کامل
اعضا مین عوض خون کے حرارت ہوئی شامل — تھی ضعف کی تصویر وہ دُکھ درد کی حامل

نواب یوسف علی خان ناظم

جو لوگ بیسر فیض کے ہین سائر — ہوتے ہین قبور اوصیا کے زائر
خورشید کو جس طرح سے ہو سیر بروج — حق بارہ اماموں مین ہیون ہی دائر

تراب کی ساری غزل اسی قبیل سے ہے۔ ؎

شریعت پہ ہو جسکی خوب استقامت — وہ کیونکر نہو اہل کشف و کرامت
یہی دونون کام آتے ہین عاقبت مین — رہین دین و ایمان اپنے سلامت

آتی یہ غزل بھی اسی صنعت مین ہے۔ ؎

یا الٰہی بانکی صورت پر کوئی مائل نہ ہو — زخمی تلوار ہو ابرو کا پر گھائل نہ ہو
روے جانان دیکھکر مہتاب کا ہو رنگ زرد — زلف کالی گورے مکھڑے پر اگر حائل نہ ہو

مولوی محمد اسمٰعیل

اِک قطرہ جو تھا بڑا دلاور — دریاے محیط کا شناور

مؤلف نے ایک غزل لکھی ہے جسکے ہر قافیے مین حرف تاسیس کے لانے کا التزام کیا ہے اور حرف دخیل کی موافقت کا بھی التزام رکھا ہے یہ اشعار اسی غزل کے ہین۔ ؎

صاف سینہ ہے غضب تیر نکیلی پستان — طرفہ تر کرتی ہے محرم کی کساوٹ ہی نئی
پانی ہوجائے نہ کیون رشک سے ساون کی جھڑی — چشم خونبار کی بھی یہ مہاوٹ ہے نئی

اُن حرفون کا بیان جو بعد حرف روی کے آتے ہین اور زائد ہوتے ہین

اول وصل یہ حرف بعد روی کے بلا فاصلہ آتا ہے اور اگر سوا حرف وصل کے کوئی اور حرف خروج و مزید وغیرہ نہ ملا ہو تو یہ حرف وصل روی کو متحرک کردیتا ہے اور خود ساکن ہوجاتا ہے

ورنہ قاعدہ کلیہ نہین متحرک بھی ہوتا ہے اور ساکن بھی رہتا ہے اگر یہ حرف حذف کردیا جاے
تب بھی کلمہ بامعنی باقی رہتا ہے بخلاف روی کے کہ اگر اسکو دُور کردین تو کلمہ مہمل و بے معنے
ہوجائے گا جیسے پٹ اور لپیٹ مین تاے ثقیل کے دُور کرنے سے لفظ بے معنے ہوجائے گا
مثال وصل کی بیقراری غفلت شعاری موڑا چھوڑا وغیرہ۔

امانت

رکھے محفوظ خدا عشق کی بیماری سے	موت بہتر ہے کہین دل کی گرفتاری سے

لفظ سے ردیف اور یاے تحتانی وصل اور راے مہملہ حرف روی ہے۔

سودا

ہمیشہ جون رگ تاک بُریدہ	ہوا آنسو تا سر مژگان رسیدہ

میر

گہ گیے دست دے ہم آغوشی	ہم سری ہم کناری ہم دوشی

ولہ

بوسہ اُس بُت کا لیکے منھ موڑا	بھاری پتھر تھا چوم کر چھوڑا

ہوس

گھربار سے تونے منھ کو موڑا	کیا جی مین ٹھنی جو سب کو چھوڑا

دونون شعرون مین راے ثقیل روی ہے اور الف حرف وصل۔

نعیم

مین نے دشمن سے دوستداری کی	اپنے ہاتھون سے اپنی خواری کی

ولہ

داد پائی نہ یہان کسی فریادی نے	کردیے گھر کئی ویران تری بیدادی نے

دوسرا خروج یہ حرف بلا فاصلہ حرف وصل کے بعد آتا ہے جیسے آنا اور جانا کہ آ اور جا کا الف
ساکن روی ہے اور نون حرف وصل اور اُسکے بعد کا الف خروج۔

مذاق

آج آتے ہین وہ کچھ آنکھ نہین فرماتے ہوئے	سحر اور اعجاز اک پردے مین دکھلاتے ہوئے

فرماتے اور دکھلاتے مین الف حرف روی ہے اور حرف تا وصل اور یاے تحتانی خروج اور

لفظ ہوے ردیف۔

میر

جو اس شور سے میر روتا رہے گا	تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

روتا اور سوتا مین واو حرف روی اور تے حرف وصل اور الف خروج ہے اور رہے گا ردیف ہے۔

ولہ

مرغ لڑتے ہین ایک دو لاتین	سیکڑون ان سفیہون کی باتین

لاتین اور باتین مین تاے فوقانی روی اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج۔

ولہ

خون جگر ہو بہنے لاگا	پلکون ہی پر رہنے لاگا

بہنے اور رہنے مین ہا روی ہے اور نون وصل اور یا خروج۔

سودا

عاشق کی بھی کٹتی ہین کیا خوب طرح راتین	دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین

مثنوی سعدین

ناخن غم کی کاوشین ہونگی	اشک تر کی تراوشین ہونگی

حالی

دیس کو بن مین جی بھٹکتا رہا	دل مین کانٹا سا اک کھٹکتا رہا

بھٹکتا اور کھٹکتا مین کاف حرف روی ہے اور تاے فوقانی حرف وصل اور الف خروج۔

انیس

بردا تیغ زبان کو سجنے کی نہین دربار ہے ابر طبع لیکن ہون خموش	حاجت طبل سخن کو بجنے کی نہین عادت ہے برسنے کی گرجنے کی نہین

مولانا یوسف عروضی نے خروج کا ذکر نہین کیا لہذا محقق طوسی نے انکی اتباع سے فرمایا ہے کہ درست ہے کہ خروج فارسی مین نہین ہے کیونکہ حرف وصل متحرک نہین ہوتا مولوی صہبائی کہتے ہین کہ مولانا یوسف عروضی نے حرف خروج کو حرف وصل مین شمار کیا ہے جس طرح جمہور متاخرین حرف بعد از نائرہ کو نائرہ کہتے ہین۔

تیسرا مزید یہ حرف بعد خروج کے بلا فاصلہ آتا ہے جیسے کہے گا اور رہے گا مین ہاے ہوز

حرف روی اور یاے تحتانی حرف وصل اور کاف فارسی خروج اور الف مزید ہے۔

انیس

پیارے تو اسی خاک پہ گھوڑیسے گرے گا	ہے ہے یہین خنجر تری گردن پہ پھرے گا

گریگا اور پھریگا مین راے مہملہ روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور کاف فارسی خروج اور الف مزید

میر حسن

اکدھر سے تم آئے کہان جاؤ گے	دیا اپنی ہمپر بھی فرماؤ گے

جاؤگے اور فرماؤگے مین الف روی ہے اور واو وصل اور کاف فارسی خروج اور یاے تحتانی مزید

ولہ

کہا ہم ہین مشتاق کچھ گا سیئے	سمان ہین کا ہمکو دکھلا سیئے

گاییے اور دکھلاییے مین الف روی ہے اور ہمزہ وصل اور یاے تحتانی متحرک خروج اور یاے تحتانی ساکن مزید۔

سودا

بولے مرزا برانہ مانو گے	اپنا اُستاد مجھکو جانو گے

مانوگے اور جانوگے مین نون روی ہے اور واو وصل اور کاف فارسی خروج اور یاے تحتانی مزید۔

ولہ

پر اب اس حال سے گھر کیونکہ جاؤن	بھلا دان جاکے منھ کسکو دکھاؤن

جاؤن اور دکھاؤن مین الف روی ہے اور ہمزہ مضموم وصل اور واو ساکن خروج اور نون مزید۔

ولہ

تری مہندی کو مین مَل مَل کے دھوؤن	تری کلفت کو سرتاپا ہی کھوؤن

دھوؤن اور کھوؤن مین واو اول روی ہے اور ہمزہ مضموم وصل اور واو ثانی خروج اور نون مزید ہے۔

نشی

ہوے حملہ آور جو تورانیان	تو بیوچے ادھر سے بھی ایرانیان

تورانیان اور ایرانیان مین پہلا نون روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور الف خروج اور نون ثانی مزید ہے۔

میر حسن

کہوں کیا مین اُس اسپ کی خوبیان | پرندون مین کب ہون یہ محبوبیان

سودا

بلبل چمن مین کسکی یہ ہین بدشرابیان | ٹوٹی پڑی ہین غنچونکی ساری گلابیان

میر تقی

تلوار غرق خون مین آنکھین گلابیان ہین | دیکھین تو تیری کب تک یہ بیحجابیان ہین

ان تینون شعرون مین بائے موحدہ حرف روی یائے تحتانی وصل الف خروج نون مزید ہے۔

چوتھا نائرہ۔ یہ بعد مزید کے بلا فاصلہ آتا ہے جیسے کہونگا اور رہونگا کہ یہان واو حرف وصل ہے اور نون خروج اور گاف مزید اور الف نائرہ ہے۔

دبیر

ہم انکو نہ چھوڑینگے ہمین چھوڑینگے عباس | تم پوچھ لو بابا سے کہ توڑینگے عباس

رائے ثقیل حرف روی ہے اور یائے تحتانی اول وصل نون مزید کاف فارسی خروج یائے ثانی نائرہ۔

وله

پرسش مین اماموں کی علی جبکہ رہینگے | قائل جو ہمارے ہین یہ وہ آپ کہینگے

رہینگے اور کہینگے مین حروف ہا روی یائے تحتانی وصل نون خروج کاف فارسی مزید یائے آخر نائرہ۔

انیس

تاریکی زندان مین نہ اس طرح گھٹینگے | یوسف تو چھٹے قید سے کیا ہم نہ چھٹینگے

گھٹینگے اور چھٹینگے مین تائے ہندی روی ہے اور یائے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور یائے آخر نائرہ۔

وله

ان باغیونکے زور کو دم بھر مین توڑینگے | ہم سایۂ رسول خدا کو نہ چھوڑینگے

توڑینگے اور چھوڑینگے مین رائے ہندی روی ہے اور یائے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور یائے آخر نائرہ۔

سودا

جاڑے کے کاندھے جب یہ جاوے گا | توشہ کی روٹی کو بھی کھاوے گا

الف جاویگا اور کھاویگا مین ردی ہی اور واو حرف وصل اور یاے تحتانی مزید اور گاف خروج اور الف آخر کا نائرہ -

میر

ناچار ہم تو تجھ بن جی مار کر رہینگے	پر اس روش کو تیری یہ لوگ کیا کہینگے

مولوی امام بخش صہبائی نے لکھا ہے کہ ان چار حرفون مین سے بجز حرف وصل کے اور کوئی حرف اشعار اُردو مین واقع نہین ہوتا اور وہ بھی اغلب کہ انھی الفاظ مین ہوتا ہے جو فارسی ہین جیسے خفتہ اور شفتہ مین تے حرف ردی ہے اور ہا حرف وصل مگر یہ قول تحقیق کے خلاف ہے مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین ثابت کیا ہے کہ زبان ہندی مین بھی چارون حرف زائد آتے ہین اور اسی پر محققین کا اتفاق ہے چنانچہ اساتذہ کے کلام مین دیکھا گیا ہے اور اوپر کی مثالون سے واضح ہوا بلکہ نائرے کے سوا ایک دو حرف اور بھی آتے ہین لیکن قافیہ کی فرع یہی چارون حرف ہین اور وہ حرف زائد نائرے کی فرع ہین اور بقول خواجہ نصیر الدین طوسی یہ حروف داخل ردیف ہین خواہ کلمہ مستقل ہو یا غیر مستقل (مثال ایک حرف زائد کی) جلاوے گا اور گلاوے گا مین جل اور گل صیغہ امر لازم ہے اور الف کی زیادتی سے متعدی ہوگیا پس لام روی ہے اور الف وصل اور واو خروج اور یاے تحتانی مزید اور کاف فارسی نائرہ کی فرع ہے -

عبدالرسول نثار

ہاتھ سے ان جامہ زیبونکے نکل جاوینگے ہم	یہ گریبان دامن صحرا کو دکھلاوینگے ہم

سودا

کیا ترے بعد کرکے کھاوین گے	جبکہ کسب اپنا بھول جاوین گے

میر حسن

بہت آپ اُس سے اُٹھائینگے حظ	بہت ہین سے اُسکی پائینگے حظ

میر تقی

نور نظر کو کھوکے مین سوؤن گا دیکھیو	دل بھر رہا ہی خوب ہی روؤنگا دیکھیو

مثال دو حرف زائد کی جلاوینگے اور گلاوینگے الف حرف وصل اور واو خروج اور یاے تحتانی مزید اور نون نائرہ اور کاف فارسی اور یاے تحتانی آخر کی نائرے کی فرع ہین -

حالی

ہر آفت مین سینہ سپر کرنے والے	فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

کرنے والے اور ڈرنیوالے مین رائے مہملہ روی ہے اور نون وصل اور یائے تحتانی خروج اور واو مزید اور الف نائرہ اور لام اور یائے آخر نائرے کی فروع۔

ایضًا

بہت آگ جیلون کی سلگانے والے	بہت گھانس کی گٹھریان لانے والے

اگر کوئی کہے کہ نون غنہ عروضیون کے نزدیک حرف مین داخل نہین ہے توپھر نون غنہ جلادینگے اور گلادینگے وغیرہ مین کس طرح محسوب ہوا ہم اسکا جواب یہ دینگے کہ اہل قافیہ اُن حرفون کو جنکو عروضی تقطیع مین نہین لاتے قافیہ مین معتبر سمجھتے ہین اور اگر ایسا نہوتا توپھر کیون الفاظ سینگ اور پھینک اور چاند اور ماند اور اونٹ اور گھونٹ اور جھینک اور چونچ اور کھونچ وغیرہ کو شال ردف مرکب مین داخل کرتے۔

روی کی قسمین

حرف روی جب ساکن ہو جیسے دہن اور دَتن مین نون تو اسکو روی مقید[1] کہتے ہین کیونکہ اُس کا سکون اُسکے لیے ایک قید ہوکر اُسکو جاری ہونے سے روکتا ہے اور جب حرف وصل سے ملکر متحرک ہوجائے جیسے کرے اور دھرے مین رائے مہملہ متحرک ہے تو اسکو روی مطلق[2] بولتے ہین کیونکہ اُس مین اطلاق اور روانی ہوتی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا پس روی مطلق ہو یا مقید دو قسم پر ہے (۱) اگر اسکے ساتھ کوئی دوسرا حرف قافیہ کا شامل نہو تو اُس کو روی مجرد[3] کہتے ہین اُن حروف قافیہ مین سے یہ چار حرف ایسے ہین کہ روی کے اول مین آتے ہین۔ ردف۔ قید۔ تاسیس۔ دخیل اور یہ تین حرف روی متحرک کے آخر مین متصل ہوتے ہین مزید۔ خروج۔ نائرہ پس ایسی روی کو جس کے ساتھ کوئی دوسرا حرف قافیہ کا نہ آئے ساکن ہونے کی حالت مین روی مقید مجرد کہینگے اور متحرک ہونے کی صورت مین روی مطلق مجرد بولینگے۔

---

[1] مفعول ہے تقیید کا ۱۲

[2] مفعول ہے اطلاق کا ۱۲

[3] مفعول ہے تجرید کا ۱۲

روی مقید مجرد کی مثال

بقاء اللہ خان بقا

بہت رات آئی نہ آیا پیارا | ترازو ہوا نیم شب کا ستارا
چھپا منھ کو دامن سے دیتے ہو بوسہ | یہ بوسہ ہے کیسا نہ آدھا نہ سارا

ان اشعار مین رائے مہملہ کے بعد الف روی مجرد ہے کیونکہ بیان روی کے سوا کوئی اور حرف قافیہ کا نہین ہے اور بسبب ساکن ہونیکے روی مقید بھی ہے اسلیے روی مجرد مقید کہینگے ۔

شاہ حاتم

یار کا مجھکو اس سبب ڈر ہے | شوخ ظالم ہے اور ستمگر ہے

ڈر اور ستمگر مین رائے مہملہ روی مجرد مقید ہے ۔

اشرف علیخان فغان

کباب ہو گیا آخر کو کچھ برا نہ ہوا | عجب یہ دل ہی جلا تو بھی بے مزا نہ ہوا

برا اور بے مزا کا حرف آخر روی مجرد مقید ہے ۔

مصحفی

دعا دینے سے شب میرے وہ ترک تیغ زن بگڑا | سپاہی زادونکا بھی کچھ مین دیکھوں ہون چلن بگڑا

تیغ زن اور چلن مین نون روی مجرد مقید ہے ۔

مثال روی مطلق مجرد

غفلت

کوڑی کوئی ہاتھ پر اس کے دھرے | نوح کی کشتی مین یہ رخنہ کرے

قلق

اُن سے سرگرم دلبری ہو گا | محو مشق ستمگری ہو گا ؛

پہلے شعر مین دھرے اور کرے اور دوسرے مین دلبری اور ستمگری کی رائے مہملہ حرف یائے تحتانی کے ساتھ ملی ہوئی روی مطلق مجرد ہے ۔

غلام حسین خان خیال

ابرو کی اشارت نہین شمشیر زنی ہے	مژگان کی یہ کاوش نہین ناوک فگنی ہے

فگنی اور زنی کا نون یاے کے ساتھ ملکر روی مطلق مجرد ہی۔

شوق شاگرد سودا

چھوٹے نہ اپنا عشق تو قاتل مرے ہوے	دامن کو تیرے خون رہے ہن بھرے ہوے

بھرے اور مرے مین راے مہملہ مع یاے تحتانی کے روی مطلق مجرد ہے۔

(۲) اگر کوئی حرف قافیہ کا اول یا آخر مین شامل ہو تو روی کو اُسکے ساتھ منسوب کر دیتے ہین جسکی تفصیل یہ ہے۔

(الف) مقید مردف یعنی روی ساکن کے ساتھ حرف ردف ہو اور مردف مفعول کا صیغہ ہے ارداف سے۔

مشیر

دوڑا سوے شبیر ید اللہ کا دلدار	پہچان کے زینب کی صدا کو بدل زار

اس شعر مین زار اور دلدار کی راے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہے۔

محبت

دے اُس کو خداوند اتو جام محبت کا	ہوتا ہے ابھی حاصل سب کام محبت کا

کام اور جام مین میم روی مقید مع ردف کے ہی اور محبت کا ردیف ہی۔

آتش

تمھارے بندے ہین ہم کو ہین حضور پسند	پری پسند طبیعت یہ ہے نہ حور پسند

راے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہی اور پسند ردیف ہے۔

جرأت

بعد مجنون پھر لبایا خانۂ زنجیر کو کی بہت تدبیر لیکن کیا کرین تقدیر کو	اے جنون آباد رہیو تو کہ وحشت نے مری ہمکو بھی جرأت کے مرنیکا بڑا افسوس ہے

ان اشعار مین راے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہی اور کو ردیف ہے۔ اور حرف قید بھی اس مین داخل ہے مثلاً۔

بقاءُ اللہ خان بقا

مژگان تر کے نیچے یون دل کا لخت دم لے	جون اُنگر مسافر زیر درخت دم لے

لخت اور درخت مین تاے فوقانی روی مقید مع قید کے ہے اور دم لے ردیف۔

رافت

وہ گردن کا موتی صراحی کی شکل	بیٹھے جسکے نظارے سے شرب واکل

شکل واکل مین لام روی مقید مع قید کے ہے۔

انیس

کچھ کچھ کے جاے ساری زراعت مین آب نہر	محروم ابن ساقی کوثر یہ کیا ہے قہر
اُس مین یہ نہر بھی ہے جو ہے فاطمہ کا مہر	شہرہ ہی تازیون کی تواضع کا شہر شہر

نہر اور قہر اور مہر اور شہر مین راے مہملہ روی مقید مع قید کے ہی۔

قلندر

طالب نہین ہون دین کا دنیا پرست ہون	عاشق ہون دردکش ہون قلندر ہون مست ہون

تاے فوقانی روی مقید مع قید کے ہی اور ہون ردیف ہی۔

مومن

اب پریشان ہون مین خاطر جمع	رات دن تاب مہر و شعلۂ شمع

جمع اور شمع مین عین روی مقید مع قید کے ہے۔

محبت

گرباد سوز دل کو مرے کھینچی ایک آہ	دیکھا جو تُنے شمع پہ جلتے پتنگ رات
شب تیری خوب کھائین مجھ سے گالیان	کیا کیجیے اُس کا جانا رہا عار و ننگ رات

پتنگ اور ننگ مین کاف فارسی روی مقید مع قید کے ہے اور رات ردیف ہی۔

(ب) مقید موسس یعنی روی ساکن کے ساتھ حرف تاسیس و دخیل ہو مثلاً۔

ہوس

تھا عشق سے یہ کچھ اُسکو حاصل	تھا چارہ عاشقان پہ مائل

اس شعر مین حاصل اور مائل مین لام روی مقید مع تاسیس و دخیل کے ہی۔

انیس

وہ شان وہ شوکت وہ شکوہ وہ جلالت	چھپتے ہیں کہین جوہر شمشیر اصالت
طینت مین کرم طبع مین انصاف و عدالت	اقبال علے شان شہنشاہ رسالت

چارون مصرعون مین تاے فوقانی روی مقید مع تاسیس و دخیل کے ہے۔

(ج) مطلق مردف موصول غیر مخرج یعنے روی متحرک کے ساتھ ردف و وصل ہو مگر حرف خروج نہ ہو

فغان

مبتلاے عشق کو اے ہمدمان شادی کہان	آگئے اب تو گرفتاری مین آزادی کہان
کاش آجاے قیامت اور کہے دیوان حشر	وہ فغان جو ہے گریبان چاک فریادی کہان

شادی اور آزادی اور فریادی مین دال روی مطلق ہے اور یاے تحتانی اور دال کے قبل الف ردف۔

داغ

دشمنون سے دوستی غیرون سے یاری چاہیے	خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیے

اس مین بھی وہی صورت ہے۔

مومن

اک غلو ہوش پہ بیہوشی کا	عالم اک اپنی فراموشی کا

شین بیہوشی اور فراموشی مین روی مطلق مع ردف کے ہے اور یاے آخر وصل۔

بیدار

رشتہ دوستی اور ان سے جو چاہون ٹوٹے	پر کوئی بات ہی تجھ سے مری الفت چھوٹے
مجھکو ہر روز یہی خوف ہے اے طفل مزاج	شیشہ دل نہ کہین ہاتھ سے تیرے چھوٹے

ٹوٹے اور چھوٹے اور پھوٹے مین تاے ثقیل روی مطلق مع ردف کے ہے اور یاے تحتانی وصل

محشر

نرگس کی طرح شوق مین سب تن مین دیدہ ہون	حیرت سے گل کے رنگ گریبان دریدہ ہون
قمری کی طرح طوق بگردن ہے دل مرا	ان خوش قدون کا بندۂ بے زر خریدہ ہون

دیدہ اور دریدہ اور خریدہ مین دال آخری روی مطلق ہے اور یاے تحتانی ردف اور ہاے آخر وصل۔

انشا

تھی جو دریا کے گرد کی ریتی		واں ہوئی زعفران کی کھیتی	

ریتی اور کھیتی مین تاے فوقانی روی مطلق ہے اور ماقبل کی یاے تحتانی مجہول ردف اور آخر کی یاے معروف وصل۔

خوشتر

نہ دکھلائے خدا رنج غریبی		کہ ہے رہنا وطن کا خوش نصیبی	

غریبی اور نصیبی مین باے موحدہ روی مطلق ہے اور اُسکے ماقبل کی یاے معروف ردف ہے اور آخر کی یاے معروف وصل اور حرف قید بھی ردف کے شمار مین ہے۔

مومن

تکلیف کُن سیاہ مستی		مفتی طریق مے پرستی	

مستی اور مے پرستی مین تاے فوقانی روی مطلق مع قید کے ہے اور یاے تحتانی حرف وصل۔

خوشتر

برادر کی یہی ہے نیک بختی		رہے پیش برادر وقت سختی	

نیک بختی اور سختی مین تاے فوقانی روی مطلق مع قید کے ہے اور یاے تحتانی حرف وصل۔

تسلیم

ران کے پائچے مین نیرنگی		جلوہ پرداز شوخی و شنگی	

نیرنگی اور شنگی مین کاف فارسی روی مطلق مع قید کے ہے اور یاے تحتانی وصل۔

(د) مطلق مردف موصول مخرج یعنے حرف وصل کے ساتھ خروج وغیرہ بھی ہوں مثلاً۔

سودا

عاشق کی بھی کٹتی ہین کیا خوب طرح راتین		دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین	

راتین اور باتین مین الف ردف ہے اور تاے فوقانی روی مطلق اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج۔

امیر حسن

کہوں کیا مین اُس اسپ کی خوبیاں		پرندوں مین کب ہوں یہ محبوبیاں	

خوبیان اور محبوبیان مین واو ردف ہے اور باے موحدہ روی مطلق اور یاے تحتانی حرف وصل اور الف خروج اور نون مزید۔

سودا

جھینکنا جاڑے کا جو جھینکیں ہیں — اک سخن ہے تو لاکھ جھینکیں ہیں

دونوں مصرعوں کے قافیوں میں یائے معروف ردف اصلی ہے اور نون ردف زائد اور کاف حرف روی مطلق یائے تحتانی دوم حرف وصل اور نون خروج۔

سودا

بلبل چمن میں کسکی یہ ہیں بد شرابیاں — ٹوٹی پڑی ہیں غنچوں کی ساری گلابیاں

شرابیان اور گلابیان میں بائے موحدہ روی مطلق ہے اور اسکے ماقبل کا الف ردف اور یائے تحتانی وصل اور الف و نون خروج و مزید۔

انیس

ان باغیوں کے زور کو دم بھر میں توڑینگے — ہم سایۂ رسول خدا کو نہ چھوڑینگے

توڑینگے اور چھوڑینگے میں واو ساکن ردف ہے اور رائے ہندی روی مطلق اور یائے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور آخر کی یا نائرہ۔

تسلیم

بات بگڑی ہوئی سنوارونگی — اٹھی چوٹی پہ جان واروں گی

سنوارونگی اور وارونگی میں الف حرف ردف ہے اور رائے مہملہ روی مطلق اور واو حرف وصل اور نون خروج اور گاف مزید اور یائے تحتانی نائرہ۔

(۵) مطلق موسس موصول غیر مخرج۔

نگار

کہا یوسف نے یہ بے حاصلی ہے — تری یہ آرزو سب جاہلی ہے

حاصلی اور جاہلی میں الف تاسیس ہے اور صاد و ہا دخیل اور لام روی مطلق اور یائے تحتانی وصل

(۶) مطلق موسس موصول مخرج یعنی حرف وصل کے ساتھ خروج وغیرہ دوسرے حروف بھی آئیں جیسے

تسلیم

نامِ خصم کی کاوشیں ہونگی — اشک ترکی ترا وشیں ہوں گی

کاوشیں اور تراوشیں میں الف تاسیس ہے اور واو دخیل اور شین روی مطلق اور یائے تحتانی وصل اور نون خروج۔

تنبیہ قافیہ کے باعتبار حرفون کے یہ نام ہے۔
اگر قافیہ مین ردی کے ساتھ کوئی اور حرف جمع نہو ردی تنہا ہو تو اُسے **قافیہ مجردہ** کہتے ہین اور اگر ردی کے ساتھ کوئی اور حرف بھی قافیہ کا شامل ہو تو دیکھنا چاہیے کہ یہ حرف اُن حروف مین سے ہی جو ردی کے قبل آتے ہین یا اُن حروف مین سے ہے جو اُسکے بعد آتے ہین پس اگر اُن حروف مین سے ہے جو ردی سے پہلے واقع ہوتے ہین تو ایسے قافیہ کو **قافیہ مردفہ** اور **قافیہ موسسہ** کہتے ہین اور اگر اُن حروف مین سے ہے جو ردی کے بعد آتے ہین تو ایسے قافیہ کو **قافیہ موصولہ** بولتے ہین جو قافیہ حرف قید کے ساتھ ہو اُسکو بھی قافیہ مردفہ کہتے ہین کیونکہ قید بھی ردف کے قبیل سے ہی اور جو قافیہ دخیل کے ساتھ ہو اسکو بھی موسسہ کہتے ہین اسی طرح جو قافیہ خروج اور مزید اور نائرہ کے ساتھ ہو اُسکا نام بھی موصولہ ہے اور جس قافیے مین ردی ساکن ہو اُسے **قافیہ مقیدہ** کہتے ہین اور اگر ردی متحرک ہو تو **قافیہ مطلقہ** کہتے ہین خواجہ نصیر الدین طوسی رسالۂ معیار الاشعار مین لکھتے ہین کہ جو کچھ وصل کے بعد ہو وہ ردیف ہے خواہ مستقل ہو خواہ غیر مستقل اور جمہور کا مذہب یہ ہی کہ جو کچھ ردی کے بعد آئے اگر مستقل ہو ردیف نہین ہے۔

استعمال قافیہ کی صورتین

قافیہ جو اُن حرفونکی ہئیت مجموعی سے مراد ہے جن کا ذکر اوپر ہوا تین حال سے خالی نہین۔
(۱) یا الفاظ اور معنی دونون مین مختلف ہوگا جیسے درد اور زرد وغیرہ۔

میر

دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا عاشق ہین ہمتو میر کے بھی ضبط عشق کے	اب جس جگہ ہی داغ یہان پہلے درد تھا دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

واسطی

یہ اہل کبر مٹے یادگار تک نہ رہا ہوائے تند نے کیسا غضب کیا اِس رگ	مکان کیسےکسی کا مزار تک نہ رہا کہ اُس گلی مین ہمارا غبار تک نہ رہا

داغ

اب بھی گر بیٹھ کے ضعف سے نالے مستعد ہو کے یہ کہو تو سہی ؎	ساتوان آسمان لیتے ہین آئیے امتحان لیتے زمین

(۲) یا فقط معنی مین مختلف ہو اور الفاظ مین متفق اور یہ صنائع مین شمار کیا جاتا ہی۔

عظیم

اِک دو غزل کے کہنے سے بن بیٹھے لیسے طاق ۔ دیوان شاعرون کے نظر سے رہے بہ طاق

ناصر علی نظیری کی طاقت ہوئی کہی طاق ۔ ہر چند ابھی نہ آئی ہو فہمید جفت و طاق

وجیہ

تسکین درد دل کو نا آج ہو نہ کل ہو ۔ بے یار بیکلی ہے وہ ہی ملے تو کل ہو

جرأت

حسرت مین مر گئے ہم ہمدم تلک نہ پہونچے ۔ دم ہم تلک نہ پہونچا ہم دم تلک نہ پہونچے

غالب

بھیجی ہے جو مجھکو شاہ جمجاہ نے دال ۔ ہی لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال

یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال ۔ ہی دولت و دین و دانش و داد کی دال

بیدار نے ایک غزل لکھی ہے اور اُس مین لفظ قافیہ مع التجنیس کا التزام کیا ہی یہ اُسکے شعر ہین۔

کون ہے بازار خوبی مین ترے ہم سنگ ہے ۔ حُسن کی میزان مین تیرے کھہر دمہ یا سنگ ہے

مین جو دیوانہ ہوا سر خیل ارباب جنون ۔ ہاتھ مین پتھر لیے ہر طفل میرے سنگ ہے

جاے تکیہ عاشقون کا جانمن ہر وقت خواب ۔ زیر سر کوچے مین تیرے خشت ہی یا سنگ ہے

حسرت کی غزل مین قافیہ لفظ دم ہی مگر معنے مین تغایر ہے۔

کٹ نہین چکتی شب غم اور کوئی ہمدم نہین ۔ یا یہ شب ہی سخت دل یا صبح تجھ مین دم نہین

جو لچک داری بڑھانے مین تری ابرو سے ہی ۔ سچ کہون قاصد کسی شمشیر مین یہ دم نہین

دم مجھے دیتا ہو تو یعنی ترا ہون آشنا ۔ غیر سے پھر لوٹا کیون ہی اگر یہ دم نہین

قلق

کچھ پتہ ملتا نہین عشق ذقن کی چاہ کا ۔ پانی نا پایا آشناؤن نے بہت اس جاہ کا

راقم الحروف نے بھی ایک غزل اسی صنعت مین لکھی ہی چنانچہ اُسکا مطلع یہ ہی۔

کس مصور نے بھرا پیکر مین تیرے رنگ ہے ۔ آفرین ہی اُسکو اور صنعت کو اُسکی رنگ ہے

جب سے تیرے حُسن کی روشن ہوئی ہی ماہتاب ۔ رُخ سے خوبان دو عالم کے پریدہ رنگ ہے

برق

سینہ داغوں سے رشک باغ ہوا	جسنے دیکھا وہ باغ باغ ہوا

(۳) قافیہ لفظوں میں متغائر ہوا ور معنے میں متفق ہو جیسے سر داور بَرَد بمعنے سرد اور قرآن و فرقان اور زاغ اور کلاغ اور عجائب و غرائب۔

تپش

جلاتا تھا مردے کو عیسے نمط	تھا اعجاز اُس کا مسیحا نمط

مذاق

واعظ بتوں کے آگے نہ قرآن نکالیے	صورت سے اُنکی معنی فرقان نکالیے

میر

جگر کیا ہی برزن ہوا اس بن میں زاغ	یہ زہرہ نہیں رکھتے کوئی کلاغ

اشرف بیگ خان اشرف

اسی اُمید پہ کیا کیا ہے پر دنا گوہر	اسی اُمید پہ اپنا ہے دکھاتا جوہر

یہ بھی معلوم ہو کہ جہاں ردیف نہیں ہوتی وہاں قافیہ آخر میں ہوتا ہے کیونکہ اسکے لغوی معنی پیچھے آنے والے کے ہیں مثال اسکی۔

انشا

صبح دم میں نے جلی بستر گل پر کروٹ	جنبش باد بہاری سے گئی آنکھ اُچٹ

اس میں قافیہ آخر میں ہے۔

درد

ہر طرح زمانے کے ہاتھوں میں ستم دیدہ
گر دل ہو تو آزردہ خاطر ہو تو رنجیدہ

حسرت

ہوش جسکا ہو نہ کی عقل رسا طبع فہیم	سمجھے بن بولے نہ ہر گز رہے گو نطق کلیم
مقتضائے بشریت ہو زبس سہو و خطا	منفعل سہو پر اپنے ہو بہت طبع سلیم
داد حق گرچہ ہے شیریں و معنے سخن	فن وے شعر کا آتا نہیں ہے بے تعلیم

علم کتنے ہین کہ اس فن کے تئین لازم ہین
لغو کہتین لاکھ جگہ یاد رہے زبان شاعری کی
فن مہمل نہین یہ اس ہین جو کہیے واہی

ورنہ بے علم کا احوال ہے مانند سقیم
جب تلک صحت الفاظ سے ہووے نہ علیم
رکھتے تھے پاس بلاغت وہ جو شاعر تھے قدیم

اور اگر بعد قافیہ کے ردیف بھی ہو تو قافیہ علم اخیر مین ہوتا ہے مثال اسکی۔

نصر اللہ خان سلطان

اُس لب سے کیا لعل کا جب رنگ برابر
دیکھا تو نہین اُسکے یہ پاسنگ برابر

اس مین قافیہ علم آخر مین کہا جاتا ہی اور ردیف آخر مین ہی۔

غالب

دھوتا ہون جب مین پینے کو اس سیم تن کے پانون
رکھتا ہی ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پانون

الغرض قافیہ الفاظ مختلفہ کے اندر مکرر واقع ہوتا ہی اور مستقل نہین ہوتا یعنی بغیر ملائے دوسرے لفظ کے نہین آتا کیونکہ مستقل ہونا ردیف کے واسطے لازم ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا مثلاً۔

انیس

خورشید نے جو رخ سے اٹھائی نقاب شب
در کھل گیا سحر کا ہوا بند باب شب

اس شعر مین نقاب و رباب کے اندر بائے موحدہ اور الف قافیہ ہی اور یہ دونون علحدہ نہین آسکتے دونون نقاب اور باب کے ضمن مین آئے ہین۔

آتش

امانت کی طرح رکھا زمین نے روز محشر تک
نہ اک مو کم ہوا اپنا نہ اک تار کفن بگڑا
لگے منہ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیان جب
زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجئے دہن بگڑا

ان اشعار مین کفن اور دہن کے نون قافیہ ہین اور وہ بغیر ملے دوسرے حروف کے نہین آسکتے۔

ذوق

رکھتا بھر قدم ہے وہ یہ ہوش نقش پا
ہو خاک عاشقان نہ ہم آغوش نقش پا

اس شعر مین ہوش اور آغوش کے اندر واو اور شین قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہین یعنی دوسرے حروف کے ساتھ آتے ہین۔

مولوی سید اکبر حسین اکبر

اونچا نیست کا اپنی زینہ رکھنا	احباب سے صاف اپنا سینہ رکھنا
غصہ آنا تو نیچرل ہے اکبر	لیکن ہے شدید عیب کینہ رکھنا

اس رباعی مین زینہ اور سینہ اور کینہ کا حرف آخر قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہے یعنے تنہا مستعمل نہین ہو سکتا۔

وزیر

عبث چھوا ترے گیسوے عنبرین کا سانپ	ہوا ہے ہاتھ مرا میری آستین کا سانپ

عنبرین اور آستین مین یاے تحتانی اور نون قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہین کہ بغیر ملے اور الفاظ سے تنہا کام نہین دے سکتے۔

آغا علیخان مہر

ترے منھ کی کنہ پاے نہین ایسا منھ کسی کا	ترے پائونکی صفت ہو گئے طاقت بیان ہے
ترے منھ کے آگے بالکل نہین قدر سوسن گل	وہ زبان بے دہن ہے یہ دہان بے زبان ہے

ان اشعار مین الف اور نون قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہے۔

المولفہ

درد اُلفت کا ان آنکھوںمین اثر تھا کہ نہ تھا	قطرۂ اشک ہمارا ابھی گہر تھا کہ نہ تھا
تو ہی کہدے کہ کف پاے بت غیرت مہر	حُسنِ خوبی مین فزون تجھسے قمر تھا کہ نہ تھا
جبہ سا جبکہ نہ تھے ہمتو یہ تم ہی کہدو	سجدہ گاہ دوجہان آپ کا در تھا کہ نہ تھا
چیر سینے کو مرے ہو کے خفا یون بولا	اس سیہ بخت کے پہلو مین جگر تھا کہ نہ تھا

ان اشعار مین راے مہملہ قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہے کہ بغیر ملے اور الفاظ سے تنہا کام نہین دے سکتا۔

میر

کہین ادھر یہ شیر جاتا تھا	پھیر تا منھ یہ پیچھے آتا تھا

جاتا اور آتا مین تین تین حرف پچھلے قافیہ ہین یعنی دو دو الف ساکن اور ایک ایک تاے فوقانی مفتوح قافیہ مین شمار پاتے ہین مگر غیر مستقل ہین۔

گھر تے آئے داغ سیاہی	ولہ	کام جگر کا کرنی تباہی

سیاہی اور تباہی مین الف ساکن اور ہاے ہوز اور یاے تحتانی قافیہ ہین اور ظاہر ہے کہ یہ تنہا مستعمل نہین ہو سکتے۔

ولہ

شب و روز فریاد کرنا اُسے ۔ کئی بار اک دم مین مرنا اُسے

کرنا اور مرنا مین راے مہملہ اور نون والف قافیہ ہے اور وہ بغیر ملے دوسرے حروف کے استعمال مین نہین آسکتے۔

امیر مینائی

ہماری بیخودی تمہید ہو تیرے نمایش کی ۔ مٹا کر نقش ہم اپنا ترا نقشہ جماتے ہین
امیر افسردہ ہو کر غنچہ دل سوکھ جاتا ہے ۔ وہ میلے ہمکو قیصر باغ کے جب یاد آتے ہین

جماتے اور آتے مین الف اور تاے فوقانی اور یاے تحتانی قافیہ ہین اور ظاہر ہے کہ بغیر ملے دوسرے حروف کے قابل استعمال نہین۔

ولہ

ہمشاوہ آئینہ ہمکو بھی دیکھنے دو گے ۔ کہ خود ہی دیکھو گے حسن اپنی خودنمائی کا
بہار آئی ہے پھر خیر ہو خداوندا ۔ جنون کے ہاتھو نہین دامن ہے پارسائی کا

خودنمائی اور پارسائی مین الف ساکن مع یاے مصدری اور ہمزہ کے قافیہ ہے اور اس مین یہ صلاحیت نہین کہ بے ضم ضمیمہ کے آسکے یاے مصدری پر ہمزہ کے ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب یاے مصدری یا یاے نسبت ایسے کلمے کے آخر مین آتی ہین جس کے مابعد کا حرف الف مدہ ہوتا ہے تو انکے الحاق کے وقت ایک ہمزہ ان سے پہلے بڑھا دیتے ہین۔

قافیہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تمام کلمہ تمام کلمے کے مقابل آتا ہے جیسے عاقل اور کامل۔

امانت

مثل ہاروت اسیر چہ بابل ہووے ۔ دل اگر زمرہ جبینون پہ نہ مائل ہووے

مومن

دیکھی جو ادھر سے یون لگاوٹ ۔ سمجھا نہ کہ سب یہ ہے بناوٹ

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جزو کلمہ ایک کلمہ مستقل کے مقابل آتا ہے جیسے قل عاقل کا دل کے مقابل مین۔

محمد علی خان عرف آغا حیدر

ہین تو قائل ہون عشق کامل کا	مرتبہ اور ہو گیا دل کا

سودا

آوے جو کھینچ سامنے تلوار	جب تلک پہونچے اُسکا اُس تک وار

نثر و مثنوی مین دو قافیون کے سوا گنجایش نہین اسلیے کہ مثنوی مین ہر بیت جُداگانہ ہوتی ہے اور نثر مین دو فقرون سے زیادہ تلث کے ساتھ حاصل ہوتے ہین مگر اسکو نظم مین قافیہ اور نثر مین سجع کہتے ہین اور باعتبار اس لفظ کے نظم کو مقفی اور نثر کو مسجع کہا جاتا ہے اور قرآن شریف کی آیتون مین فاصلہ بولتے ہین اخفش کے نزدیک بیت کے آخر کا تمام کلمہ قافیہ مین داخل ہے۔ شرح خزرجیہ مین ملا غلام نقش بند نے لکھا ہے کہ قافیہ دو طور پر ہوتا ہے (۱) اصلی اور وہ یہ ہے کہ لفظ مفرد ہو جس کے اجزا نہو سکین جیسے۔

ذوق

تا زبان زد وہ ہین ہو فلسفی کا یہ کلام	ہے پئے افلاک ثابت نفی خرق والتیام

کلام اور التیام کے اجزاے با معنے نہین ہو سکتے۔ (۲) معمولہ اور وہ یہ ہے کہ مرکب ہو جیسے۔

امانت

بالون آخر کو مرا اور تری پیشانی ہے	جو مین کہتا ہون وہ اک دن ترے پیش آئی اگر

دوسرا شہر حروف قافیہ کی حرکتون کے بیان مین

قافیہ کی حرکتین چھ قسم پر ہین۔ توجیہ مجرے۔ رس۔ اشباع۔ حذو۔ نفاذ۔

بیان توجیہ

توجیہ بفتح تاے فوقانی و سکون واو و کسر جیم تازی و سکون یاے تحتانی معروف و ہاے ہوز روی کے ماقبل کی حرکت کو کہتے ہین بشرطیکہ روی ساکن ہو جیسے دہن اور ذقن مین حرکت ہاے ہوز اور قاف کی مثال۔

صادق عظیم آبادی

وہ ہو غرق سے یار کے چاہ ذقن مین آب	دیکھے تو خضر کے بھی بھر آئے دہن مین آب

آصف الدولہ

تری تیغ جب ہم علم دیکھتے ہین	وہین سر کو اپنے قلم دیکھتے ہین
جو جلوہ صنم تجھ مین ہم دیکھتے ہین	خدا کی خدائی مین کم دیکھتے ہین
گذرتے ہین سو سو خیال اپنے دل مین	کسی کا جو نقش قدم دیکھتے ہین

ان اشعار مین میم حرف روی ہے اور اُسکے ماقبل کے حروف کی حرکتون کا نام توجیہ ہے اور وہ فتح ہے

میر اکبر علی اختر

تماشے کی ہے جا مژگان سے جو لخت جگر نکلا	عجب یہ نخل ہے جس مین کہ شکل گل ثمر نکلا

ثمر اور جگر مین راے مہملہ روی ہے اور اُسکے ماقبل کے حرف کی حرکت کا نام توجیہ ہے اور وہ فتح ہے

داغ

عرصۂ حشر مین اللہ کرے گم مجھکو	اور پھر ڈھونڈھتے گھبرائے ہوے تم مجھکو
غیرت ماہ کہے خسرو انجم مجھکو	نام کو داغ ہون کیا جانتے ہو تم مجھکو

ان اشعار مین میم حرف روی ہے اور اُسکے ماقبل کی حرکت ضمہ کا نام توجیہ ہے۔

بیان مجرے

مجرے بفتح میم و سکون جیم تازی و فتح راے مہملہ اور آخر مین الف مقصورہ جو یاے تحتانی کی شکل پر لکھا جاتا ہے لغوی معنی اُسکے جاری ہونے اور روان ہونے کے ہین اصطلاح مین روی متحرک کی حرکت کو کہتے ہین جیسے۔

داغ

کہان تک آہ لکھون اسکا حال بربادی	کہان تک آہ لکھون آسمان کی جلادی
کسی کو قید محن سے نہین ہے آزادی	کہ داغ داغ ہے دل ہر کوئی ہے فریادی

دال مہملہ حرف روی ہے اور یاے تحتانی حرف وصل پس دال کی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہے۔

غیور

تحسین بھی نکلی شیرین سے کچھ تیشہ زنی پر	پتھر پڑین فرہاد تری کوہ کنی پر

نون حرف روی ہے اُسکی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہے۔

بقا

مے کشی غیر کی محفل میں جو کرتی ہو تو یار محتسب ہے مے نہ ہو روزہ گری راہ صیام	باخبر رہیو کہ ہے بیخبری شیشے میں شام کو رے سے نہ رکھ لیں سحری شیشے میں

دونوں شعروں میں رائے مہملہ کی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہے۔

سودا

تجھکو بخشی ہے خلق کی خوبی حسن کے باہم تری وفاداری	حق نے ایسی کہ بہ ز محبوبی نبھے ہے عمر و خضر میں یاری

پہلے شعر میں بائے موحدہ کی حرکت اور دوسرے شعر میں رائے مہملہ کی حرکت کا نام مجرے ہے۔

میر حسن

شنو جانی اپنے یہ جو کوئی مرے	تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

مرے اور کرے میں رائے مہملہ حرف روی ہے اور یائے تحتانی وصل جسکے متصل ہونے سے رے مکسور ہوگئی ہے اسی کسرے کو مجرے کہتے ہیں۔

حالی

طلسم درج ہر مقدس کا توڑا	نہ ملا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

توڑا اور چھوڑا میں رائے ثقیل حرف روی ہے حرف وصل کے ملنے سے مفتوح ہوگئی ہے اسی حرکت فتحہ کا نام مجرے ہے۔

میر

راہ پہ بیٹھا وہ سرگشتہ آگے تھا کب ہجران دیدہ	دیکھے راہ عمر گذشتہ آہ وہ تازہ ظلم رسیدہ

پہلے شعر میں تائے فوقانی کی اور دوسرے شعر میں دال مہملہ کی حرکت کا نام مجرے ہے۔

بیان رس

رس بفتح رائے مہملہ و سکون سین مہملہ الف تاسیس کے ماقبل کی حرکت کا نام ہے جیسے برابر اور سراسر میں حرکت پہلے رائے مہملہ کی۔

ناسخ

ماہ نو سے جو وہ خورشید مقابل ہووے	یہ یقین ہے کہ نظر آتے ہی کامل ہووے

مقابل اور کامل میں قاف اور کاف کی حرکت کا نام رس ہے اس حرکت کا اختلاف ممکن ہی نہیں

ہمیشہ فتح ہوتا ہے اور حرف مین موافقت کی قید نہین۔

بیانِ اشباع

اشباع بکسر الف وسکون شین معجمہ وفتح باے موحدہ وسکون الف وعین مہملہ موقوف لغت مین پیٹ بھرنے کے معنے مین ہے اور اصطلاح قافیہ مین حرف دخیل کی حرکت کا نام ہے جیسے حرکت واو اور دال مہملہ کی تطاول اور چادر مین اور حرکت باے موحدہ اور میم کی مقابل اور کامل مین

سودا

گر اس حسن تکلم پر طوالت ٭ مبادا ہو کسی دل کو ملالت

طوالت اور ملالت کی لام کے فتح کا نام اشباع ہے۔

بیانِ حذو

حذو بفتح حاے حطی وسکون ذال معجمہ وواو موقوف لغت مین اسکے معنے دو چیز کا باہم برابر کرنا ہین اور اصطلاح مین ردف اور قید کے ماقبل کی حرکت کا نام ہے پس یہ حرکت ردف مین الف کے قبل زبر اور واو کے قبل پیش اور یاے تحتانی کے قبل زیر ہوتا ہے۔

الف کی مثال۔

قدرت اللہ قاسم

مین مد نظر اپنے کچھ کام نہین رکھتا ٭ آغاز محبت یا ان انجام نہین رکھتا

کام اور انجام مین میم کے ماقبل کا الف ردف ہی اور الف کے ماقبل فتح ہے۔

ارمان پسر جعفر علی حسرت

تا سر بالین اُسے آنا قیامت شاق ہے ٭ یہ دل بیمار جسکا نزع مین مشتاق ہے

شاق اور مشتاق مین الف ردف ہے اور شین وتا کے فتحون کا نام حذو ہی۔

واو مجہول کی مثال۔

سراج

کیا شراب محبت نے دل کے خم مین جوش کیا ٭ عجب نہین جو قیامت تلک رہون مدہوش

واو ردف ہی اور اسکے ماقبل کے ضمون کا نام حذو ہی۔

واؤ معروف کی مثال۔

میر

ہنگامہ گرم کن جو دل ناصبور تھا
پیدا ہر ایک نالے سے شور نشور تھا

ناصبور اور نشور مین واؤ ردف ہے اور اُسکے قبل ضمہ ہے جسکو حذو کہتے ہین۔
یاے مجہول کی مثال۔

دبیر

گرتی تھی کوند کر جو وہ برق شرارہ ریز چلنے مین تیغ تیز فرس تیز ہاتھ تیز	دوزخ کھلی تھی بند تھے سب کوچہ گریز رہ رہ کے گرم ہوتا تھا ہنگامۂ ستیز

ریز اور گریز وغیرہ مین یاے مجہول ردف ہی اور اُسکے ماقبل جو کسرہ ہے وہ حذو کہلاتا ہے
یاے معروف کی مثال۔

مرزا علی نقی محشر

جان منتظر ہے آنکھون مین وقت رحیل ہے	جلدی ہیو نچ کہ تیرے ہی آنیکی ڈھیل ہے

رحیل اور ڈھیل مین یاے معروف ردف ہے اور اسکے ماقبل کا کسرہ حذو ہے یہ تمام مثالین
اُس حذو کی ہین جو ردف کے ساتھ ہو۔ اب اُس حذو کی چند امثلہ پر غور کرو جو قید کے ساتھ ہوتا ہے

حالی

روح تھی بادۂ دوشینہ سے اپنی بدمست	تھا ترقی پہ ابھی نشۂ صہباے الست

تاے فوقانی ردی ہی اور سین ساکن قید ہیم اور لام کی حرکت کا نام حذو ہے۔

ولہ

ناتوان ٹھہرے کوئی کوئی تنومند بنے	ایک نوکر بنے اور ایک خداوند بنے

تنومند اور خداوند مین میم اور واؤ کی حرکت کا نام حذو ہی۔

خوشتر

کسی کا خوش نہین آتا اسے عیش
برائے جنگ پھرتا ہے لیے جیش

عیش اور جیش مین عین اور جیم کی حرکت کا نام حذو ہے۔

گلزار نسیم

بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جعل | طائر بھی کہین نگلتے ہین لعل

جعل اور لعل مین جیم اور لام کی حرکت کا نام حذو ہے۔

مومن

مجھ بھی تجھکو رحم نہین یہ کرخت دل | کم ہوئے گا جہان مین تجھ سا بھی سخت دل

کرخت اور سخت مین راے مہملہ اور سین کی حرکت کا نام حذو ہے۔

سودا

اُٹھایا رخت غم وان سے بصد جبر | کیا صرف گریبان رشتۂ صبر

جبر اور صبر مین جیم اور صاد کی حرکت کا نام حذو ہی۔

محمد حسین آزاد

رنگ سنولائے ہوے چہرے تھے گرد آلودہ | دل تھے کلفت زدہ اور سینے تھے درد آلودہ

درد اور گرد مین گاف اور دال کی حرکت کا نام حذو ہی۔

ہاے نے کعبہ نے کنشت پرست | مومن بنگئے لیک سنگ و خشت پرست

کنشت اور خشت مین نون اور خا کی حرکت کا نام حذو ہی

جب ہوئی خاطر پریشان جمع | ولہ پھر تو ہر شب بسان شعلۂ شمع

جمع اور شمع مین جیم اور شین کی حرکت کا نام حذو ہی۔

مثنوی سعدین

ایسی اس مادے مین صاحب فکر | ہر زبان ہر مکان مین اُن کا ذکر

فکر اور ذکر مین فے اور ذال کی حرکت کا نام حذو ہی۔

داغ

پئین جو آب بقا بھی تو زہر ہو جائے | جو چاہین رحمت باری تو قہر ہو جائے

زہر اور قہر مین راے معجمہ اور قاف کی حرکت کا نام حذو ہی۔

بستان

نمایان ہوے اس قدر علم رزم | کہ تحسین کہتے تھے سب اہل بزم

ندم اور بزم مین راے مہملہ اور باے موحدہ کی حرکت کا نام حذو ہی۔

بیان نفاذ

نفاذ بفتح نون و فتح فا و سکون الف و ذال معجمہ موقوف نام ہے حرف وصل و خروج و مزید کی حرکتونکا اور چونکہ زبان اُردو مین نائرے کے بعد بھی ایک دو حرف آتے ہین اور نائرہ متحرک ہوجاتا ہی اسلیے نائرے کی حرکت بھی نفاذ کے قبیل سے ہوگی بیان چار ونکی مثالین ترتیب وار بیان کی جاتی ہین۔

(۱) وصل کی مثال جیسے حرکت واو کی آوے اور جاوے مین۔

مرزا ابراہیم بیگ شرر

جھوٹی ہی محبت تم یان کسکو جتاتے ہو	تقریر مین لکنت ہی کیون باتین بناتے ہو

جتاتے اور بناتے مین تاے فوقانی مفتوح ہی اور یہ حرف وصل ہی اس کسرے کو نفاذ کہتے ہین۔

حالی

دلیس کو بن مین جی بھٹکتا رہا	دل مین کانٹا سا اِک کھٹکتا رہا

بھٹکتا اور کھٹکتا مین تاے فوقانی مفتوح ہی اور یہ حرف وصل ہی بس اس فتح کا نام نفاذ ہی۔

داغ

حسرتین لیگئے اس بزم سے چلنے والے	ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے

چلنے اور ملنے مین نون حرف وصل ہی اور اسپر جو کسرہ ہی اسی کا نام نفاذ ہی۔

مومن

واو پڑھتے تو ہونٹ کاٹتے ہو	لام آیا ہے تو لب کو چاٹتے ہو

کاٹتے اور چاٹتے مین تاے فوقانی حرف وصل ہی اور اسکی حرکت نفاذ کہلاتی ہی۔

(۲) خروج کی مثال جیسے حرکت یاے تحتانی کی جالیا اور آلیا مین۔

مصحفی

تیغ لے اُس کی کلیجہ کھالیا	سامنے آتے ہی مجھے سنگوالیا

کھالیا اور سنگوالیا مین یاے تحتانی خروج ہی اُسکی حرکت کو نفاذ کہتے ہین۔

میر

کہین مجھکو ساے مین بٹھرا ئیے	جو دم ٹھہرے تو آگے لیجا ئیے

ٹھہرائیے اور لیجائیے مین الف روی ہی اور ہمزہ مکسور وصل اور اُسکے بعد کی یاے تحتانی مکسور خروج
جسکے کسرے کا نام نفاذ ہی اور دوسری یاے تحتانی مزید ہے۔

میر حسن

یلا نو جوانو بڑھے جائیو	دو جانب سے باگین لیے آئیو

جائیو اور آئیو مین الف روی ہی اور ہمزہ مکسور وصل اور یاے تحتانی مضموم خروج اور واو مزید
پس یاے مضموم کے ضمے کا نام نفاذ ہی

بولی اس رستے سے اُسکو لائیو **انگین** آگے آگے اُسکے پر تو آئیو

(٣) مزید کی مثال جیسے حرکت کاف فارسی کی جادیگا اور آویگا مین۔

یہ کیا خبر تھی کہ پیغام اپنی بیعت کا	**مذاق**	یزید ابن پیمبر کو یون سنائے گا
اُجاڑ ہوگی مدینے کی بستی آبادی		حسینؑ چھاؤنی کرب و بلا مین چھائے گا

(۴) نائرے کی مثال جیسے حرکت کاف فارسی کی جلاویگا اور گلاوے گا مین۔

کیا ترے بعد کر کے کھاوین گے	**سودا**	جبکہ کسب اپنا بھول جاوین گے

کھاوینگے اور جاوینگے مین واو حرف وصل ہی اور یاے تحتانی اول خروج اور نون مزید اور کاف
فارسی نائرہ اور یاے دوم نائرہ کی فرع پس کاف فارسی کے کسرے کا نام نفاذ ہی۔
مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ از بسکہ حرف خروج کا اشعار اُردو کے قافیے مین خود ہی نہین واقع
ہوتا اسی لیے یہ حرکت بھی نہین واقع ہو سکتی یہ قول سراسر تحقیق کے خلاف ہے اور اسکی تفصیل
اوپر ہو چکی ہے۔

تیسرا شہر عیوب قافیہ کے بیان مین

قافیے کے عیب مجملاً تین قسم کے ہین ایک قسم ایسی ہی کہ اُسکا استعمال عندالضرورت بھی جائز نہین
ہے اور دوسری قسم ایسی ہے کہ عندالضرورت جائز ہے مگر قبیح ہے اور تیسری قسم ایسی ہے کہ بے ضرورت
بھی روا ہے مگر قبیح ہے اور عیوب مذکورہ مین بعض کے القاب مخصوص ہین اور بعض کے القاب نہین
ہین بہر کیف یہ نو ہین۔ اقوا۔ اکفا۔ اجارہ تحریف روی۔ سناد۔ ایطا۔ معمول۔ غلو
تضمین۔ تغییر۔

بیان اقواء

اقواء بکسر اول و سکون قاف لغت مین بے توشہ ہونے کو کہتے ہین اور اصطلاح قافیہ مین توجیہ کے اختلاف کا نام ہے یعنی روی کے ماقبل کی حرکت کا مختلف ہونا چونکہ یہ عیب اسلیے ہوتا ہی کہ شاعر کا توشہ جو قافیہ صحیح ہے تمام ہو جاتا ہی اسلیے اقوا کہتے ہین جیسے گل بالضم کا قافیہ جل بالفتح سے کرنا اسطرح کا قافیہ لانا روا ہے جیسے مرزا غالب کے ان اشعار مین۔ ع

یاد ہی شادی مین بھی ہنگامۂ یارب مجھے دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے	سبحۂ زاہد ہوا ہے خندہ زیر لب مجھے عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

لفظ صاحب کی حاے حطی باعتبار قواعد صرف کے مکسور ہی اور لب و یارب مین لام اور رے مفتوح اگر کوئی کہے کہ محاورے مین صاحب کی حاے حطی بھی مفتوح ہی تو ہم جواب دینگے کہ شعراے متقدمین و متاخرین نے بکسر حاے حطی لکھا ہے۔

سودا

مین جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ لیکن اسواسطے مین کہتا ہون ہے جو کچھ نظم و نثر عالم مین ہر ورق پر ہے میر کی اصلاح	بات کہنی یہ نامناسب ہے درد سُننے کا تو جو طالب ہے زیبا یراد میر صاحب ہے لوگ کہتے ہین سہو کاتب ہے

انشا

ہین فارسی مین کلاک صاحب	وہ خاص حضور کے مصاحب

قلق

کیسے تو آپ کون صاحب ہین	کونسی شے کے مجھسے طالب ہین

انیس

دو نون تھے اسی بھائی کے آرام کے طالب وسواس کا یہ کونسا ہنگام ہی صاحب	جانے دو جب شخص پہ گذرین یہ مصائب پہچان ہوئے ہے علی اکبر کے مصاحب

راقم نے شہر رامپور مین ۱۳۰۲ ہجری مین نواب مرزا خان صاحب داغ سے اس باب مین استفسار کیا تو جواب دیا کہ غالب نے مقولہ غیر بیان کیا ہی اور مثال مین یہ شعر نواب یوسف علی خان ناظم کا

پڑھا۔ ؎

غلطی غیر کی گفتار کی دیکھی ناظم	میں جو آتا ہوں تو کہتا ہے نواب آتے ہیں

اور حق یہ ہے کہ اب روزمرہ اُردو میں صاحب اعلام کے ساتھ بفتح حاے حطی بیشتر مستعمل ہے ہمکو اس سے کیا مطلب کسی کی زبان میں کچھ ہو جو الفاظ ہم لوگوں کی زبان پر جاری ہونگے وہی صحیح سمجھے جائینگے جیسے آتش کے اس شعر میں۔ ؎

دختر رز مری مونس ہے مری ہمدم ہے	میں جہانگیر ہون وہ نور جہان بیگم ہے

لفظ بیگم کاف فارسی کے فتحہ سے واقع ہوا ہے اور اُردو میں یہی مروج ہے اگرچہ یہ لفظ ترکی ہے اور اہل زبان کاف پر کسرہ بولتے ہیں اور امیر آدمی کی بی بی کو اور ہر عمدہ عورت کو بیگم کہتے ہیں اور یہ لفظ کاف کے فتحہ سے امیرمن کے معنے میں آتا ہے جیسا کہ غیاث اللغات میں لکھا ہے ہاں جس وقت لفظ صاحب عربی عبارت میں لکھیں یا تلفظ کریں اس وقت اُنکی زبان کی پابندی لازم ہے قافیہ میں البتہ صحت لفظی ضرور ہے۔

خواجہ الطاف حسین حالی

غالب ہے نہ شیفتہ نہ نیّر باقی حالی اب اسی کو بزم یاران سمجھو	وحشت ہے نہ سالک ہے نہ انور باقی یاروں کے جو کچھ ہیں داغ دلپر باقی

نیّر بفتح نون وتشدید یاے تحتانی مکسور مبالغے کا صیغہ ہے بسیار نور کنندہ کے معنے میں اس کو انور کے ساتھ قافیہ کرنا صحیح نہیں۔

نثار شاگرد شاہ حاتم

یہ سودا تو دیکھو کہ دل بیچتا ہوں	لے شیشے کو زیر بغل بیچتا ہوں

گلزار نسیم

بولا کہ وہ رات کو اُفق میں	خورشید تھا آتش شفق میں

افق بضمتین ہے اور شفق بفتحتین۔

گویا

تجھے جو ناداں اس میں اگر گھر گئے	تجھے جو دانا وہ کنارہ کر گئے

شہیدی

پھٹینگے مثل تقویم کہن دیوان ہزارونکے — ہوا عالم مین شہرہ میرے اشعار مجدد کا
زمین کے شاعرونکو کب مجال گفتگو مجھ سے — ترے صدقے سے مین محسود رہتا ہون عطارد کا

عطارد لغت کی رو سے عین کے ضمے اور رائے مہملہ کے کسرے سے ہے اور مجدد مین پہلی دال مہملہ مشدد و مفتوح ہے۔

مثنوی نائر

درپیش ہے مجھکو ایک حاجت — دینار و درم کی ہے ضرورت

سودا

لکھدیا مستقی سے جا فصد کر — لکھدیا مجنون کو شیر نشتر ہے

ولہ

گردے لب میرے کو اس ساغر سے پر — آگے پھر قدرت خدا کی سیر کر

میر

کہون کیونکہ یکبارہ وہ جل گیا — کف خاک ہو خاک مین مل گیا

خوشتر

پھرے ہم چار سو اے نیک باطن — نپائی انتہائے فوج دشمن ہے

فگار صاحب مثنوی یوسف زلیخا

تجھے گودی مین اپنی پرورش کی — ہمیشہ جان اپنی مین لے خوش کی

ولہ

یہ سچ ہے پوچھیے گر خوب در دل — کہ دل لگنے سے بس ہوتی ہے بیکل

ولہ

حکیمون نے کہا اب ہے یہ لازم — کرو نشتر بلا فصاد اس دم

ولہ

کسے ہے عاشقون مین یہ میسر
کہ معشوق اسکی خدمت مین ہو حاضر

ولہ

ولیکن اب بھی ہے یہ بات ظاہر | رکھا ہے جو نے مجھے اس قید اندر

حکیم سید اکبر علی گوالیاری

سر خیل دبیران جہان میرا قلم ہے | رتبہ یہ ہے اُسکو کہ وہ اوصاف رقم کر
رستم لکھون طاقت مین تو رستم سے زیادہ | مدہوش ہون اس جا پہ حواس اپنا بھی گم کر

انشا

عداوت پر تو سب کی مستعد ہے | خصوصًا عاشقون سے اسکو کد ہے

انیس

اصحاب سے فرماتے تھے یہ احمد مرسل | جو حضرت جبریل ہوے عرش سے نازل

راحت صاحب مثنوی نلدمن اُردو

اسی صورت سے دل مین کر تصور | جُدا کر لی دمن کی نصف چادر

علی

غرض ہر کہین سیر کرتی ہوئی | چلی آئی ہر سمت پھرتی ہوئی

ولہ

کھڑی رہ گئی ہے یہ گرتی ہوئی | دم سرد سینے سے بھرتی ہوئی

عشرت در مثنوی پدماوت

شہ زرین کلاہ چرخ چارم | ہوا رونق فزاے تخت عالم
کہ اس مین وہ پری پرواز طائر | پدم کے پاس پہونچا نامہ لے کر

منشی طوطا رام شایان در طلسم شایان

اگر جب تک آہ مین آونگا پھر کر | یہ حمزہ آہ ـ ہ جائے گا مر کر

اور اگر حرف روی متحرک ہووے یعنی بسبب حرف وصل کے روی متحرک ہو جائے تو حرکت

توجیہ کا اختلاف مضائقہ نہین رکھتا جیسے

میر تقی

جو سیل سرشک کا چلے ہے	دریا کے بھی ہو بحر جا ملے ہے

اس شعر مین حرف لام روی ہے اور یاے تحتانی وصل ہے پہلے مصرع مین روی کا ما قبل مفتوح ہے اور دوسرے مصرع مین مکسور۔

میر حسن

کرے سنگ اُکھڑے یہان سے ہلے	کسی طرح چھاتی سے پتھر ٹلے

فگار

نہین موج حوادث سے ملے وہ	کہ جب تک پیارے اپنے سے ملے وہ

دبیر

غلہ جو مرے خیمے مین ہے آہ چلے گا	فاقہ شکنی کے لیے وہ تمکو ملے گا

میر

جنون میری کی باتین دشت و گلشن مین جب چلیان	نہ چوب گل نے دم مارا نہ چھڑیان بید کی ہلیان

فائدہ بعض کتابون مین اقوا کو اختلاف مجرے کا نام لکھا ہے۔

بیان اکفا

اکفا بکسر الف وسکون کاف تازی و فتح فا سے کہتے ہین کہ حرف روی مختلف ہو اور حرف روی کا اختلاف بہت معیوب ہے جیسے بال کو بان سے قافیہ کرنا مثنوی پدماوت مصنفہ میر ضیاء الدین عبرت کی اس بیت مین یہ عیب ہے۔ س

صنم کا ہو اگرچہ آہنین دل	یہ عاشق کا اگر ہو جذب کامل
وہ آہن کو ہے بالتخصیص کھینچے	برنگ سنگ مقناطیس کھینچے

ولہ

نہین کوئی عمل مین اسکے فراق	بغیر از غمزۂ چشم خشمناک

چار باغ رنگین

سن کے یہ بات زاہد نے کہا	بولا کم سب ہو یا سے بند ہوس

مثنوی طرح فاطمۃ الزہرا

کسی ہاتھ بندوق ہے در سیاہ — زرہ پوش کا خون اُس پر مباح

اور یہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ حروف عربی و فارسی و ہندی کو قافیہ مین جمع کرین مثلاً تب اور
طلب اور ناچ ۔ سگ اور شک ۔ غورا اور دوڑ وغیرہ ۔

اختر

دل چاہے ہے پھر لینے کو بوسہ تیرے لب کا — کیا کیجیے بے طرح پڑا اب تو یہ لپکا
دل لینے کا وہ اور ہی ہے شیوۂ الفت — ہم یار برے کب ہین جو تو یار ہے سب کا

ستم

مفت اُٹھنے کے نہین یار کے کوچے سے ہم — ایک بوسے کیلئے باندھ کے ارسٹھ گئے
پیر و مرشد کی قسم ہو کہ پری لینگے وہی — جبکہ بستر پہ جما کھول کمر بیٹھ گئے

مثنوی پدماوت از عشق رشتا

سوا اُسکی راے پردہ راے پہ جتوڑ — غرض اب مستعد بیٹھا ہے ہر طور

یار محمد خان شوکت

عنان سمند صبا دم پکڑ — جو کاوے پہ ڈالا کمر راست کر

فگار

زمین تک سرے سے جو سہرے کا رخ تھا — خدا کے نور کا وہ اک شجر تھا

سودا

ستون اُسکے تلے یہ پانؤن ہین چار — رہے دو دانت آگے سو ہین اژدر

ولہ

الغرض اس طرح سے کشتی لڑ — ڈال ٹیکا گلے کا پانؤن پر

نواب بہادر فکر

دن جو گذرا تو یہ دھڑکا ہو کہ شب آتی ہے — عشق کے نام سے اب تو مجھے تپ آتی ہے

میر حسن

اسی طرح مدت گئی جب اُسے — چڑھی گرمی عشق کی تپ اُسے

تپ باے فارسی سے مستعمل ہے اسلیے ان دونون شعرون مین شب اور جب کے ساتھ قافیہ
نادرست ہے الشاے ایک غزل مین اس کا قافیہ باے فارسی سے کیا ہے ۔ ؎

شب خواب مین دیکھا تھا مجنون کو مین نے — دل ہجو کر آہ آتشی لیلی کو لیا تب سے نے

ہے جنس پری سا مجھ آدم تو نہین صلا — اک آگ لگا دی ہے اس امرد خوش گپ نے

تراب

اسکی چشم مست نے کیا مجھکو حیران کر دیا — نرگس ادھر تکتی ہے کیون تو آنکھین پھاڑ پھاڑ

اے جنون وہ کیون دامنگیر ہو تیرا کبھی — ہاتھ سے تیرے ہو جسکا گریبان تار تار

ولہ

لب پہ ہے تلخی فغان کی دل پہ ہے شیرین کا شور — تن مین ہے صفرا کا غلبہ سر مین ہے سودا کا زور

اب کرم کر کب تلک غم سے تڑپتا رہے — آستین کھدر سے مری آنکھون پہ یا دامن نچوڑ

میر حسین تسکین دہلوی

رہتے ہین یون تو روز ہی اسکے کواڑ بند — کیا جانے آج کیا ہے جو کی ہے دراڑ بند

ہوتا نہ میرے ہاتھ لگانے سے گر غبار — تو باندھتے قبا کے نہ وہ چار چار بند

فرہنگ آصفیہ مین دراڑ اور دراڑ دونون طرح لکھا ہے۔

گو قدمانے کاف فارسی اور کاف تازی اور زاے فارسی اور زاے تازی اور باے فارسی و رتازی اور جیم فارسی و رتازی وغیرہ کو بعض جگہ قافیہ مین جمع کر لیا ہے مگر اہل بلاغت اُسے معیوب جانتے ہین اگر ایسا نہو تا تو نکال اور گناہ۔ اعتراض اور التذاذ اور احتراز احتیاط اور اعتماد الغیاث اور التماس اور اخلاص کہ ابتدا مین شعراے فارس جمع کرتے تھے درست ہوتے مگر درست نہین بلکہ ان کا جمع کرنا عیب فاحش ہے اگرچہ دونون حرف قریب المخرج ہون خاصکر ہاے ہوز اور حاے حطی کا اختلاف تو ہرگز مناسب ہی نہین۔

محقق طوسی کے نزدیک اختلاف حرف روی کا بے اختلاف قرب مخرج کے اکفا ہے یعنی باعتبار قرب مخرج کا اس مین ضرور نہین قریب المخرج ہون یا نہون اور یہی ابن حاجب نے مقاصد الجلیل مین کہا ہے اور باعتبار قرب مخرج کے اجازہ ہے اس صورت مین اکفا عام ہے اور اجازہ خاص لیکن صاحب مفتاح اور خزرجیہ کے نزدیک اکفا اختلاف روی کا ہے بشرطیکہ مخرج مین متقارب ہون اور جو قرب مخرج نہو تو اجازہ ہے۔

بیان تحریف روی

وہ یہ ہے کہ صیغۂ مستعمل سے حرف روی کو ایسے حیلے کے ساتھ تبدیل کرین جو شایستگی قافیہ کی پیدا کرے مثالین اس مقام کی صاحب رسالہ مطلع خورشید نے یہ لکھی ہین جیسے باے موحدہ خواب کی واؤ کے ساتھ بدل کر گاؤ کے ساتھ قافیہ کرین۔

مولوی

گر خرے دیوانہ شد یک دم گاؤ	برسرش چندان بزن کاید بخواو

عماد الدین اسفرنگی

بروزین معرفتہاے پر از ریو	سر ما را مکن اے شیخ کالیو
غلط کردم درین صورت کہ گفتم	زنخدان نگار خویش را سیو

لفظ سیو کو کہ اصل مین سیب بباے موحدہ تھا واؤ کے ساتھ بدل کر سیو کر دیا اور ظاہر کر دیا مین نے غلطی کی اس صورت مین کہ زنخدان یار کو سیو کہا اور یہ مصرع ذو معنے ہے مشترک باظہار اختلاف حرف روی و تشبیہ انتہے مؤلف کہتا ہے کہ اُسکی مثال اُردو مین مثنوی لیلی مجنون کے یہ شعر ہو سکتے ہین۔ ع

تا زیست جدا نہین اُس سے کد ہون	وہ روح ہے اور مین جسد ہون
رحلت مین کرون گا دہر سے جد	ہووے گا تو جانشین مسند

کد اور جد کو کہ اصل مین باے موحدہ سے تھے بسبب جسد اور مسند کے دال کے ساتھ بدل کر کد اور جد کر دیا۔

انشا

آنے کا ترے خیال جد سے گذرا	دل صبر و حیا سے اپنی تد سے گذرا
کب تک دیکھا کرون بھلا بیٹھا راہ	بس یار کہ انتظار حد سے گذرا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

عجب نہین ہے بجانے جو میر چاہ کی ریت	لکھا نہین ہے مگر یہ کہ جوگی کس کے میت
ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے	ہمارے عندیہ مین تو ہے وہ خبیث و پلیت

میرے نزدیک اشعار ذیل بھی تحریف ردی مین داخل ہو سکتے ہین۔

غالب

آمد سیلاب طوفان صدائے آب ہے	نقش پا جو کان مین رکھتا ہے انگلی جادہ سے
بزم مے وحشت کدہ ہے کسکی چشم مست کا	شیشے مین نبض پری پنہان ہے موج بادہ سے

یہان پر دوسرے شعر پر نظر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قافیہ بادہ اور جادہ ہے لیکن پہلے شعر مین اُردو ترکیب کے اعتبار سے جادے سے چاہیے نہ کہ جادہ سے اور اسلیے قافیہ غلط ٹھہرتا ہے۔

نشی

شکستہ کیے یکسر آتش کدہ	کیا ژند و اُستا کو آتش زدہ

بیان سناد

بکسر سین مہملہ و فتح نون و سکون الف و وقف دال مہملہ اشباع یعنے حرف دخیل کی حرکت اور حذو (یعنے ردف و قید کے ماقبل کی حرکات) کے اختلاف کا نام ہے اسی نام سے مشہور ہے اختلاف حروف ردف اور قافیہ کا تفصیل اسکی یہ ہے۔

(۱) اشباع یعنے حرف دخیل کی حرکت کا اختلاف ہے۔

غلام سرور

کشتی جو ہوئی غرق تھی سالم نکل آئی	ویسی ہی بحکم شہ عالم نکل آئی

فگار

کہا ہر ایک نے اُس دم یکایک	عجب آدم ہے یہ شکل ملایک

ولہ

پریریان بہت گانے مین ماہر	وہان تھین صف بہ صف حاضر سراسر

ایاز محمد خان بھوپالی

جواہر بجے رام حاضر کیے	گل زر کو عاقل نچھاور کیے

سودا

زہے تقدیر ہے اُسکی سراسر	ہے کیا دانش جو سوچے اُسپہ دائر

تراب

کیا نام خدا درد بھری اُس کی صدا ہے　　کوئی فکر کرے بوجھے تو کیا کہتی ہی سارس
جو اہل ارادت ہین سو مرشد کی طلب مین　　کوئی ہند کو آتے مین کوئی جاتے ہین فارس

میر حسن

وہ ظاہر مین ہرچند ظاہر نہین　　یہ ظاہر کوئی اُس سے باہر نہین

باہر محاورۂ اُردو مین ہائے ہوز کے فتحہ سے مستعمل ہی چنانچہ رند کہتے ہین۔ ع

باغ سے کونسا نکلا ہے گل تر باہر　　آپ سے ہوگئے ہین سرو صنوبر باہر
شہر مین جی نہین لگتا کسی صورت میرا　　مرد سودائی ہون پھرتا ہون مین باہر باہر

نامۂ قلق

پوچھے طرز لباس کیونکر ہے　　کبھی جامے سے اپنے باہر ہے

مومن

سنتے ہی اُس کے مین آنے کی خبر　　پردے کے واسطے آیا باھر

داغ

رشک کہتا ہی کہ قاصد کے بلا اُسنے عطر　　کہ مرے نام کا خط ایکے معطر آیا
شب وعدہ نہوا ایک جگہ مجھکو قرار　　صبح تک مین کبھی گھر مین کبھی باہر آیا

اگر روی کے ساتھ حرف وصل ملکر متحرک ہوجائے تو حرکت اشباع کا اختلاف جائز ہی جیسے حاضری اور داوری۔

(۲) ردف کے ماقبل کی حرکت کا اختلاف اور یہ ردف بالالف مین ممکن ہی نہین باقی صورتون مین ناروا ہی جیسے نور بالضم کا قافیہ دور بالفتح سے اور دیر بالکسر کا قافیہ سیر بالفتح سے۔

مثال اختلاف حذو کی ردف بالواؤ و ردف بالیا مین۔

اشرف مؤلف تفسیر سورۂ یوسف

کرامت ہی عبرت ہی ہیبت ہے نور　　محبت امانت ہے کر تو یہ غور

یار محمد خان شوکت

سپہدار حارث نے با زور و شور　　بہت جب کیا بست کرنے کا طور

غوث

کوئی مال چھینے کسی کا بزور	کسی پر کرے تھا کوئی ظلم و جور

علی مصنف خجستہ لقا

بٹیرون کے بیٹھے درختون پہ جوق	پھرین قمریان ڈال گردن مین طوق

سودا

ایک دن مرزا گئے کرنے کو سیر	ہو گئی اس مین ٹک اک طعمہ کو دیر

ولہ

تھا غرض ہر جانور پر کیا وہ شیر	گر پرندہ ہے سے بچا سو ہے وہ طیر

(۳) قید کے ماقبل کی حرکت کا اختلاف جیسے۔

علی

وہ پشواز کی چین آفت کی لہر	گرے جس سے گرداب حیرت مین مہر

بلاقی داس مصنف رسالہ دلشاد جہان

پوچھا کھانے کو کہا اُس نے کہ زہر	نوش باد اُسنے کہا از روے مہر

عشی

ہوئی بعد سلطان پوران دخت	وہ تس پہ رہی زیب دیہیم و تخت

سودا

اٹھ گیا افسوس اپنے عصر سے	کم نہ تھا وہ بھی عزیز مصر سے

میر

نہ لگلگ نہ تیتر رہا دشت مین	نہ غمخوار کے آیا نظر کشت مین

تنبیہ جو مثالین ہم نے ردف مین ذکر کی ہین وہ قید مین بھی وارد ہو سکتی ہین۔
اگر حرف روی متحرک ہو جائے تو اختلاف خدو خواہ ردف مین ہو یا قید مین مضائقہ نہین ورنہ ناجائز ہے۔

(۴) حرف ردف کا اختلاف اشعار عرب مین جائز اور شائع ہے لیکن زبان فارسی مین کسیطرح جائز نہین اور ریختہ مین بھی کار کو دُور کے ساتھ قافیہ نہین کرتے بلکہ اختلاف ردف کو بعید معیوب

سمجھتے ہین جیسے ۔ ع

یار کے ساتھ غیر کو دیکھا	پہلوے گل مین خار کو دیکھا

(۵) حرف قید کا اختلاف معیوب ہے لیکن قدماے فارسی و ریختہ کے کلام مین بہت پایا جاتا ہے خواہ دونون لفظ مختلف قریب المخرج ہون یا نہون اور اول بہت معیوب نہین ۔ مثال ۔

سودا

نہایت اک کنیز کہنۂ عصر	کہ دلکش نظم سے جس کی ہر اک نثر

ولہ

چنانچہ مین جو یہ قصہ کیا نظم	کہ ہووے تا قیامت رونق بزم

یار محمد خان شوکت

دو بالا ہوئی آتش جنگ گرم	نہ دیکھی تھی بہرام نے بھی یہ رزم

نشتی

ہوا بلخ مین چیپیان کو جو دخل	کیا بلخیون کو اسیر اور قتل

قلق

فرش کی جا ہے فرش دامن دشت	زیب دیتی ہر صدر بیخودی کی نشست

عبرت

برہمن کو وہان ہے رزق حاصل	ہے بدکار و نکو اُس سے فسق حاصل

علی

زمانے مین ہے آج یکتاے عصر	کرون کیا بیان خوبی نظم و نثر

محمد بخش مہجور مولف نورتن

اور جن کو نہین ہے اس مین دخل	اپنے نزدیک ہین وہی بے عقل

مرزا ابو القاسم ابن مولوی محمد عباس رفعت

ایک زبان کہتے ہین سب اہل عقل	ہیگی بہت خوب یہ واللہ نظم

عرش سے تا فرش یہ ہے غلغلہ
روح فزا نظم ہے تاریخ ختم

نگار

ہزارون اشتر و فیل سیہ مست	کہ ہو دریاے نیل اس فیل بے دست

مثنوی سعدین

سب حسینون سے اُسکی وضع نئی	بخدا بانکپن کی قطع نئی

شایان

ورق رد کش شعلۂ مہر ہو سمجھتا تھا وہ ہر برہمن کی قدر	بھرا خالی نقطون مین اک سحر ہو یکایک تھا جو کچھ کیا اُس کی نذر

انیس

بے سر تھا ازل سے تھی خطا اصل مین جسکی	مارا اُسے دیندار نہ تھا نسل مین جسکی

بعض اختلاف حذو اور اختلاف اشباع کو داخل اقوا کہتے ہین اور بعض محققین نے اختلاف توجیہ کو بھی اسناد مین داخل کیا ہے اور ہمنے جو اختلاف توجیہ کا نام اقوا لکھا ہے وہ اُن کے نزدیک اختلاف مجرے کا نام ہے۔

بیان ایطاء

ایطاے بکسر الف و یاے معروف و طاے مہلہ پائمال کرنا صاحب کشف اللغات نے جو ابطاء بباے موحدہ لکھا ہے خطا کی ہے اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ قافیہ مین معنی واحد پر تکرار حروف زوائد کی ہو بغیر موافقت روی کے اور اُسکی دو قسمین ہین خفی اور جلی **ایطاے خفی**۔ وہ ہے کہ حرف زائد کی تکرار خوب ظاہر نہ ہو جیسے دانا اور بینا کہ اگرچہ الف ان مین زائد اور مکرر ہے لیکن بسبب کثرت استعمال کے جزو کلمہ معلوم ہوتا ہے اسی مثال مین صاحب غیاث نے آب و گلاب بھی لکھا ہے۔

سودا

دال روٹی اگر جو گھر مین پکے	تجھ بھر گھی کبھی نہ اُس مین ترے

پکے اور ترے مین یاے تحتانی حرف زائد ہے اُسکو حذف کردین تو ردی مین اختلاف ہو جائیگا۔ فرہنگ آصفیہ مین لکھا ہے کہ ترلنا مصدر لازم ہے اور ہندوؤن کا محاورہ ہے اسکے معنے ہین ملنا۔ آمیزش ہونا۔ شامل ہونا اور اس مین راے مہملہ مفتوح ہے ترے اسی ماخوذ ہی

مثنوی پدماوت

بلا اک برہمن ہشیار و دانا	بہ تحصیل علوم اس بُت کو سونپا

دان اور سونپ امر کے صیغے ہین ایک فارسی کا لفظ ہے دوسرا ہندی کا۔

ولہ

تہ زلف اُسکے وہ کن پھول زیبا	گل شبو ہے جیسے شب کو پھولا

اصل مین زیب اور پھول ہین الف زائد ہین۔

ناسخ

معطر اُسکے نہانے سے بسکہ آب ہوا	حباب بحر پہ اک شیشۂ گلاب ہوا

اور **ایطاے جلی**۔ وہ ہے کہ اُس مین تکرار ہوتی ہے جیسے چلتا ہے اور کہتا ہے۔ جانے والا اور رونے والا۔ قادران اور فاضلان دیوے اور جاوے چاہنا اور مانگنا پس تا ہے چلتا ہے اور کہتا ہے مین اور نے والا جانے والا اور رونے والا مین اور وے دیوے اور جاوے مین اور نا چاہنا اور مانگنا مین اور الف و نون قادران و فاضلان مین مکرر زائد واقع ہوے ہین اگر ان کو حذف کردین تو حرف روی مین اختلاف ہوجائیگا اور ایطا مین یہی قاعدہ کلیہ ہے کہ جب حروف زوائد علامت کو کسی کلمے کے آخر سے دُور کردیا جائے تو قافیہ درست ترہے اس طرح کے الفاظ کا ایک بیت کے قافیہ مین لانا درست نہین ہان اس طرح اگر قافیہ کیا جائے تو درست ہے جلتا ہے چلتا ہے جانے والا آنے والا دیوے لیوے چاہنا کراہنا فاضلان واصلان اس قسم کے الفاظ کا قافیہ بے عیب ہے اگر کوئی حرف زائد ان سے گرا دیا جائے تو بھی روی کی موافقت مین فرق نہ آئیگا دریائے لطافت مین لکھا ہے کہ جو حروف روی پر زائد ہون اُن کو گرا دینے کے بعد اگر روی دونون مصرعون مین موافق نہ رہے تو قافیہ کے معیوب اور غلط ہونے مین شبہہ نہین اس وجہ سے یہ کہنے کا حق حاصل نہین کہ متقدمین فارسی مین ایسا قافیہ لائے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ اختلاف تصریف کا نفی اور اثبات مین جیسے کر اور مت کر مقتضی تکرار قافیہ نہین۔

میر تقی

دیکھے سب لوگ پھر گے چارون دانگ	مردمی بانکی ہے عجائب سوانگ
شخص ہمت کے دل کے ہاتھ نہ مانگ	مانگے ہی تو جو کچھ خدا سے مانگ
جو کہے ہے سو تو عقل سے کہہ	

مرزا نوشہ غالب نے لکھا ہے کہ ایطا اُسے کہتے ہین کہ دو کلمے ایک صورت کے ہون جیسے الف فاعل گویا اور بینا اور شنوا کا اور ایسا ہی الف و نون جمع مثل چراغان و جوانان کے اور ایسا ہی الف و نون مانند گریان و خندان کے پس اگر یہ مطلع مین آپڑے تو ایطاے جلی ہے اور اگر غزل یا قصیدے مین بطریق تکرار قافیہ آئے تو ایطاے خفی ہے اہل خرد نے خاک اڑائی ہے اور بات بنائی ہے اور خفی و جلی کی تفسیر مین وہ لکھا ہے کہ صاحب طبع سلیم کبھی اُسکو نہ سمجھے چہ جائے آنکہ مانے مثال ایطاے جلی کی۔

سودا

انکی مشرف کے گھر لگاؤن گا — اور یہ پیتھن ترا نکالون گا

لگاؤن گا اور نکالون گا مین الف اور لام ردی ہین کیونکہ در اصل لگا اور نکال ہین اور اُنکے مابعد کے حروف زائد ہین جنکے حذف کردینے سے حروف ردی مین موافقت نہ رہے گی۔

شاہ رحمان

بوقت سحر اُس کو مارینگے ہم — لہو خاک مین اُسکا ڈالینگے ہم

مارینگے اور ڈالینگے مین (ینگے) حروف زائد ہین جنکے حذف کردینے کے بعد ردی مین اختلاف پیدا ہو جائے گا۔

اسی قبیل سے ہے یہ بند امانت کے مخمس کا۔

اُدھر سے اجڑے ہوئے کاروان جو گذرینگے — ہر اک کو اپنے مسافر کا ہم پتا دینگے
نہ کب تلک دل گم گشتہ کی خبر لینگے — پھرا جو کوچۂ کاکل سے کوئی پوچھینگے
سنا ہے لٹ گیا رستے مین قافلہ دل کا

ناسخ

کتنی ہی جھلیون مین لیٹا ہے — صدمون سے امن مین وہ رہتا ہے

لیٹا اور رہتا مین تاے ثقیل و رباے مختفی ردی ہین اور مابعد اُنکے حروف زائد ہین۔

مثنوی پدماوت

جو بے مہری نکرتی زلف خوبان — تو ہوتی مجھکو کیون شام غریبان

غریب اور خوب پر الف و نون زائد ہین۔

منہ

ستارون کے بتاؤ نیک ساعات — رجال الغیب کے سیر دمکانات

ساعت اور مکان پر علامت جمع زائد ہین۔

مثنوی نلدمن مولفہ نکہت

ہر ایک سے تھا مراد خواہان ٭	مطلب جویان بکوچہ پویان

دونون قافیون مین الف و نون زائد ہے۔

مثنوی مولفہ سروش سخن

لا ساقی وہ شراب کہ جس مین ہون میستان	پی کر جسے مین توڑون سبو اور گلابیان

میستان اور گلابیان مین (یان) حروف زائد ہین جو حذف کر دینے سے دونون قافیون کی ردی مختلف ہو جاتی ہے۔

میر شیر علی افسوس

رکھے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبون کے	چمن مین پھول گویا آج ہین تیرے شہیدون کے

عندلیبون اور شہیدون مین (ون) زائد ہین جن کے حذف ہونے کے بعد روی مین اختلاف آجائیگا

معصوم علی

تو انیس دل عنبریان ہے	مرہم زخم سینہ ریشان ہے

دونون مصرعون مین الف اور نون جمع کی تکرار ہے۔

انقلاب لڑکی مولفہ ہاتف

نہین دیکھتے دوست دشمن کی آنکھین	لگی ہین رقیبون کی کیا کیا نہ گھاتین

عبرت

رکھین مالن نے پیش شاہ خوبان	یہ رکھ کے عرض کی پھولون کی چھڑیان

خوبان اور چھڑیان مین (ان) زائد ہین۔

سودا

پٹکا گاڑھے کا کب تلک باندھون	موٹی شلوار تا کجا پہنون

باندھ اور پہن کے حروف زوائد کو حذف کر دیا جائے تو ردی مین موافقت باقی نہ رہے۔

ولہ

چیرا مین تیس گز کا باندھون گا	سرخ ہی باندھو کا پہرون کا

اگر باندھونگا اور پیرونگا کے حرف زائد کو حذف کر دیا جائے تو ردی مین موافقت باقی رہے
متعارف نسخون مین پیرونگا ہی اگر اسکی جگہہ پہنونگا ہو تب بھی یہی قباحت باقی ہے۔

ولہ

تو مین جامہ بھی اُس کا بنواؤن	اونچی چولی کا تنگ سلواؤن

بن اور سل مین نون اور لام حروف اصلی ہین باقی زوائد جنکے حذف کرنے کے بعد حروف ردی
کی موافقت باقی نہین رہے گی۔
اسی قبیل سے ہے۔

انیس

ہر سمت تھی سنان ہو سنان مثل خار زار	ہر صف مین تھی سپر پہ سپر مثل لالہ زار

زار کلمۂ زائد ہے جس کے دُور کر دینے سے ردی کی مطابقت نہین رہتی اور زار کا زائد اور
مکرر ہونا خوب ظاہر ہے۔

ولہ

قربان صنعت قلم آفرید گار	تھی ہر ورق پہ صنعت ترصیع کردگار

گار کلمۂ زائد ہے جسکے دُور کر دینے سے ردی مین مطابقت نہین رہتی۔

نسخی

لیا خسروِ نامور نے خراج	دیا اُس کو ہر تاجور نے خراج

نامور اور تاجور مین ور کلمہ زائد کے دُور کرنے سے حرف ردی کی مطابقت نہین رہتی اور ور کا
زائد اور مکرر ہونا ظاہر معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی ایطاے جلی کے قبیل سے ہے کہ قافیہ مین کلمۂ واحد کی
معنی واحد پر تکرار ہو یعنی ایک لفظ ایک معنے مین مکرر لایا جائے جیسا کہ اس مطلع مین۔

میر درد

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا	ہم بھی مہمان تھے وان وہی صاحب خانہ تھا

دیوان نعیم کے قلمی نسخے مین ایک غزل دیکھی ہی جسکے مطلع مین ایطا ہے۔

جفا پیشہ ہو جو کوئی کسی کا درد کیا جانے	تکلف برطرف ظالم کسی کا درد کیا جانے
کسی نے اُس سے پوچھا میرے تئین یہ کون ہی سچ کہہ	
کہا ہنسکر مین کیا جانون اُسے میری بلا جانے	

بشیر خان لکنت

ہزاروں ہمنے گل کھائے بدن پر	فدا جب سے ہوئے اُس گلبدن پر

اور یہ کہنا کہ گل بدن اسمائے معشوق مین سے ہی تفرقہ معنی ہوکر قافیہ جائز ہے درست نہین اسی قبیل سے ہے نادر علی نادر لکھنوی کی مثنوی کا یہ شعر۔

نہ ایسا کوئی شہر آباد ہے	کہ آباد جو فرخ آباد ہے

اگرچہ شعرا بسبب زور طبیعت کے ایک لفظ کو ایک ہی معنی پر قافیے مین کئی طرح سے لاتے ہین لیکن مطلع غزل و قصائد اور اشعار مثنوی و قطعات مین جائز نہین چنانچہ آتشؔ نے ایک غزل اسی قسم کی لکھی ہے لیکن اُس مین قافیہ کا مطلع مین مکرر نہ لانے کا اشارہ کردیا ہے کہتے ہین۔ ؎

اس زمین مین وہی اک باغ لگائے آتشؔ	جوکہ طرح اُسکی بھی جوتی کو کتر لیتا ہے
یعنی اور ایسی غزل لکھ کہ بس اک مطلع چھٹ	جس مین ہر پھر کے یہی آڈے تبر لیتا ہے

میر یار علی تخلص بہ جانصاحب اس غزل کے قافیہ مین ایک لفظ کو ایک ہی معنی مین بار بار لایا ہے۔ ؎

مرجاؤں تو نہ آئے وہ بندی کی گور پر	گیا ہوں گدھی مین جان وہ دن بہرام گور پر
پروانے باجی صبح سے مرتے ہین شام تک	روتی ہی شمع رات کو عاشق کی گور پر

کل غزل کا یہی طور ہے بجز مطلع کے کہ اس مین لفظ گور تجنیساً واقع ہے اور مصرعون مین بجز معنی قبر کے نہین ہین۔ خواجہ محمد مرتضےٰ خان آبقا نے چودہ شعر کی غزل لکھی ہے جس مین تین مطلع ہین تیسرے شعر کے دوسرے مصرع مین سو قافیہ ہے اور جائیگا ردیف باقی تمام شعرون مین یہی قافیہ اور ردیف ہے اور اس قافیہ کو بارہ شعرون مین نئے نئے مضامین کے ساتھ باندھا ہے۔ ؎

ہوش ہر مایۂ افساد کا کھو جائے گا	آپ جا گینگے تو فتنہ ابھی سو جائے گا
دلکی بیتابی کا قصہ مین سناؤن کسکو	ایک ہشیار وہ عیار ہے سو جائے گا

مولوی عبد اللہ کانپوری عزم تخلص کی ایک غزل ہی جسکا مطلع یہ ہی۔ ؎

سُنا جو تار عنقا کی نظر کا	یہی وہ بال ہے تیری کمر کا

گیارہ شعر کی غزل ہی باقی تمام شعرون مین قافیہ کمر ہی ہی یہ دو شعر بھی اُسی کے ہین۔ ؎

نہ ہو جو عضو وہ عیب بدن ہے	نہونا وصف ہے یان تو کمر کا
جسے کہتے عدم ہین وہ یہی ہے	مین سمجھا مر کے یہ نکتہ کمر کا

عبد الاحد متخلص بہ احد کے دیوان مین ۲۵ شعر کی غزل ہے مطلع کے مصرع اول مین بسمل قاتل آیا ہے باقی سب جگہ قاتل قاتل ہے یہ اشعار اسکے ہین۔

بعد مرنے کے بھی یہ شوق شہادت ہے مجھے
پھر جو جی جاؤن تو کہنے لگون قاتل قاتل

اس قدر دید کی حسرت تھی پس مرگ مجھے
مردم دیدہ پکارا کیے قاتل قاتل

تو پئے قتل اگر تیغ بکف ہووے کبھی
سارے عالم سے صدا آئے کہ قاتل قاتل

یاد آئے گی جو لذت تہ شمشیر کی وان
روح جنت مین پکارے گی کہ قاتل قاتل

کشتۂ تیغ ادا ہون مری تربت سے احد
بعد مُردن بھی صدا آئے گی قاتل قاتل

امانت کی ایک غزل بیس شعر کی ہے مطلع مین تو جان اور رہڑیان قافیہ ہے باقی تمام شعرون مین ہڈیان قافیہ کیا ہے۔

رباعی اور مسدس وغیرہ اقسام مسمط کے بندون مین ایطا بالکل ناجائز ہے جیسے مرزا دبیر کے مرثیونکے ان بندون مین۔ ؎

اب عقل ہماری یہی کرتی ہے گوارا
لشکر پسر فاطمہؑ کا کٹ گیا سارا

عباس بھی پیارا ہے اور اکبر بھی ہے پیارا
ان دونون کا مرنا نہوا شہ کو گوارا

ولہ

کہنے لگا بکار کے یون شمر بدشعار
بس رو چکے اسیر ہون اونٹون پہ اب سوار

تاکید کر رہے تھے ہزارون ستم شعار
پر چھوڑتی تھین لاش کو بیبین نہ زینہار

انیس

چار آئینہ والون کو نہ تھا جنگ کا یارا
جو رنگ تھا سینہ تو کلیجہ تھا دو پارا

کہتے تھے زرہ پوش نہین جنگ کا یارا
بچ جائین تو جانین کہ ملی جان دوبارا

جوشن کو سُنا تھا کہ حفاظت کا محل ہے
اس کی نہ خبر تھی کہ یہی دام اجل ہے

امانت

عشق کے نام سے آگے نہ خبر تھی واللہ
حال یون دل کا نہ تھا حسن پرستی سے تباہ

جھینپتی آنکھ حسینون سے سدا تھی واللہ
دیکھتا تھا کسی معشوق کو بھر کر نہ نگاہ

کوئی کہتا تھا جو عاشق تو مین کٹ جاتا تھا
اچھی صورت پہ کبھی دل نہ تڑپ جاتا تھا

رباعی ناسخ

وہ موتمن افضال الٰہی سے ہین	خوش رات دن افضال الٰہی سے ہین
ہے مصرعۂ تاریخ بقول ناسخ	وہ موتمن افضال الٰہی سے ہین

اس رباعی کا مصرع اول وچہارم ایک ہے اسلیے ایطاے جلی واقع ہوا ہے اور مصرع ثالث مین بقول ناسخ لکھدینے سے عیب کا تدارک کچھ ہو گیا ہے ۔ خواجہ نصیر الدین طوسی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی اور مسدس وغیرہ اقسام مسمط مین اگر ایطا واقع ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ فرماتے ہین جو در قوافی ابجہا و مثنویہا و خانہاے مربع و مسمط استقصاے بسیار نکنند و استعمال بعضے عیوب را روا دارند الغرض ایطاے جلی سخت عیب ہے اور ایسے قافیے کا استعمال بہت نازیبا و قطعًا ناروا ہے لیکن غزل خواہ قصیدے مین چونکہ شعر کے بعد لانے کا مضائقہ نہین اور تکرار ایسے قافیے کی ردیف والی غزل مین ایکبار اور قصیدے مین تین بار تک روا ہے مگر مطلع مین قبیح محض ہے اور تکرار قافیے کی جتنی زیادہ قریب ہوتی ہے اُتنی ہی معیوب زیادہ ہوتی ہے پس سات بیت سے کم کے بعد تکرار قافیے کی نہ کرنی چاہیے اگر سات بیت کے بعد تکرار واقع ہو تو زیادہ معیوب نہین کیونکہ کم سے کم اشعار قصیدہ کی تعداد سات شعر ہے پس جبکہ سات بیت سے بعد قافیہ مکرر آئے گا تو یہ فرض کیا جائیگا کہ گویا اعادہ دوسرے قصیدے مین ہوا ہے اور اگر لفظ کی تکرار دوسرے معنے مین ہو تو وہ ایطا نہین بلکہ تجنیس ہے جیسے۔

تسلیم

کبھی دیکھے سُنے نہ ایسے کان	لکھون کانون کو نازکی کی کان

میر

وہ مین مچھلی بکتی تھی دمڑی کی سیر	ولیکن نہ کھاتا تھا ہو کوئی سیر

ہادیعلی بیخود

یہ کافر ہو درخشان اُن مین وہ مانگ	دل مجنون کو جو لیلی سے لے مانگ

صاحب برہان قاطع شائگان خفی وجلی کی تقسیم کے بعد جو فارسی مین ایطاے خفی وجلی کے نام ہین لکھتا ہے کہ ایسا قافیہ غزل بلکہ قصیدہ بھر مین ایک جگہ لانا جائز ہے مثلاً جس قصیدے مین کہ قافیہ نہان اور گران اور جہان ہو روا ہے کہ اسپان لائین اسلیے کہ فقط ایک جگہہ سے تکرار معنی لازم نہین آتی اور پھر خران لانا جائز ہو گا کیونکہ الف ونون اسپان وخران مین ایک معنی مین ہے اور رضا قلیخان

ہدایت انجمن آرائے ناصری مین لکھا ہے کہ مفرد کو جمع کے ساتھ قافیہ کرنے کو شائگان جلی کہتے ہین جیسے دلبران اور مردمان کو جان اور زبان کا قافیہ کرین اور مفرد کو اسم فاعل کے ساتھ قافیہ کرنے کو شائگان خفی کہتے ہین جیسے گویا اور بینا اور شنوا کو سما اور زلیخا اور ریختا کے ساتھ قافیہ کرنا۔

محمود بن قیس کا قول ہے کہ جس قافیے مین روی حرف اصلی نہوگا وہ شائگان نہین ہے جیسے دلبرا اور فضا اور حرف لہٰذا اس وقت شائگان ہے جب قوافی مقیدہ مین واقع ہون نہ قوافی موصول مین۔

پس میر کے اس شعر مین۔ ؎

وقت یکسان تو نہین اے دوستان ⁂ اب یہی ہے ہر زمان ورد زبان

ایطائے جلی ہے۔ کیونکہ دوستان جمع ہے اور زبان مفرد ہے۔

ولہ

بہت ہمنے دیکھے وزیر و شہان ⁂ شکار ایسے دستور سے تھا کمان

شہان جمع ہے اور کمان مفرد۔

وحید

زیر و زبر ہین ناوک سرکردہ کمان ⁂ ہین پیش راہوارون کی گویا کنوتیان

کمان مفرد ہے اور کنوتیان جمع ہے اور مرزا دبیر کے اس شعر مین ایطائے خفی ہے۔

مین اُسکا پسر ہون جو خدا کا ہے شناسا ⁂ فرزند ہون اُسکا جو نبی کا ہے نواسا

کیونکہ شناسا مین الف فاعلیت کیلئے ہے اور نواسا کا الف اصلی ہے۔

نسیم

شہ نے کہا حُسن وزیر دانا ⁂ بے دیکھے سُننے کو کس نے مانا

حالی

حنین ابن اسحاق قیس دانا ⁂ ضیا ابن بیطار راس الاطبا

ناسخ

نباتات و شجر مین اے دانا ⁂ مادے میوون کے ہون سب پیدا

اور خواجہ نصیر الدین طوسی نے لکھا ہے کہ جب قافیہ مرکب سے ایک جز مکرر واقع ہو اور سبب جا[مع] معنی واحد پر آئے اُس قافیہ کو شائگان کہتے ہین جیسے الف و نون جمع اور الف فاعلیت کا اور یائے تنکیر و مصدری وغیرہ اور مراد شائگان سے کثرت نامحدود ہے اسواسطے کہ گنج شائگان

اُس گنج کو کہتے ہین جس مین مال بہت اور بیحد ہو اور قافیہ شائگان مین بھی تکرار ایک معنی کی بکثرت ہے اور شائگان کے معنی لغت مین بیگار کے بھی ہین یعنی وہ کام جو حاکم کے حکم سے بے مزدوری کیا جائے اور جس طرح بیگار کا کام ناقص و خراب ہوتا ہے اسی طرح اس قسم کا قافیہ بھی بسبب بے اہتمامی اور نقصان و خرابی کے بیگار سے مشابہ ہے یا یہ امر بھی بے مزدوری کے کام کی طرح تحکم کا ہے اور تعلق شاہ و حاکم سے رکھتا ہے مُردَف شعر مین شائگان کا لانا حرف گیری کے قابل نہین رہتا کیونکہ ردیف عیب قافیہ کو چھپا دیتی ہے جیسے ۔

حالی

فسون جب یہ باقی نہین کارگردہ ٭ تو کرتی ہے آخر کو دریوزہ گردہ

ولہ

بڑا غلغلہ جنکا تھا کشورون مین ٭ وہ سوتے ہین بغداد کے مقبرون مین

پہلے شعر مین علامت فاعلیت کی تکرار ہے اور دوسرے شعر مین علامت جمع کی تکرار ہے اور دونون جگہ ردیف نے تکرار کے عیب پر پردہ ڈالدیا ہے ۔ ؎

حالی

طاؤس کو ناچنا بتایا ٭ کوئل کو الاپنا بتایا

ناچنا اور الاپنا مین علامت مصدری کی تکرار ہے غزل اور قصیدے مین قافیہ اول مصرع کا چاہیے کہ اور ابیات کے مصرع اول مین مکرر لائین کہ اسکو ذوالمطالع کہتے ہین اور یہ خارج ہو عیب ایطا سے جیسے ۔

ذوق

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے ٭ اُنکا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے

چاہین گر چارہ جراحت کا محبت والے ٭ بھیجین الماس و نمک سنگ جراحت والے

گئے جنت مین اگر سوز محبت والے ٭ تو یہ جانو رہے دوزخ ہی مین جنت والے

ناسخ

پہنے وہ صنم جو پیرہن زرد ٭ ہو جائے سفید یاسمن زرد

پہنا ہے جو تونے پیرہن زرد ٭ یان ہے یرقان غم سے تن زرد

سستی سے ہو رہا ہے جو اُس کا دہن کبود ٭ ولہ یان سنگ کودکان ہے سارا بدن کبود

مستی سے کر رہے ہو عبث تم دہن کبود	نازک یہ ہونٹھ ہین کہ کرے گا سخن کبود

داغ

دل نہ رہا سینے مین دم کی طرح تم مرے دل مین رہو دم کی طرح	ٹوٹ گیا تیری قسم کی طرح دم نہ سہی حسرت دعم کی طرح

لیکن مصرع دوم مین نہ چاہیے ورنہ ایطا ہوگا۔

بیان معمول

معمول اُسے کہتے ہین کہ ایک جگہہ قافیہ لفظ واحد ہو اور ایک جگہہ ترکیب سے حاصل ہو مرزا قتیل نے چہار شربت مین لکھا ہی کہ معمول مین بنا قافیہ کی تلفظ پر ہوتی ہی لہٰذا کمی و بیشی حروف کی کتابت کی رو سے قابل اعتبار نہین اور مرزاے موصوف نے دریاے لطافت مین کہا ہے کہ اگرچہ معمول کو آج کل صنائع مین شمار کرتے ہین مگر دراصل قافیہ کا عیب ہے بہرکیف یہ دو طرح پر ہے ایک ترکیبی دوسرا تحلیلی ترکیبی اُسے کہتے ہین کہ قافیہ پورے دو کلمون سے مرکب ہو مثلاً۔

مرزا دبیر

صادق مثال شمس و قمر کی نہ آئے نہ	کیا تاب منھ تو دیکھو جو برو ہو آئینہ

خوشتر

خوش آئی رام کو جب خاکساری	ملی اپنے بدن پر خاک ساری

امانت

یا تون آخر کو مراد و تری پیشانی ہے	جو مین کہتا ہون وہ اک دن ترے پیش آنی ہے

غالب

نکتہ چین ہے غم دل اُسکو سنائے نہ بنے مین بلاتا تو ہون اُس کو مگر اے جذبۂ دل	کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

ضمیر

کس سے اے چرخ کہون جا کے تری بیدادی	جو ہے دنیا مین سو کرتا ہے مجھے ایذا دی

دبیر

مین اُسکا پسر ہون جو خدا کا ہے شناسا فرزند ہون اُس کا جو نبی کا ہے نواسا

جان اُسکی ہون پانی نہ ملا جسکو ذرا سا	ہین وہ ہون پدر جسکا ہے دو روز کا پیاسا

مومن

ایک دن جی زیادہ گھبرایا	جان بیتاب کو نہ صبر آیا

ناسخ

آیا نہین وہ ماہ مہینے گذر گئے	رویا مین اسقدر کہ سفینے گذر گئے
بیہم جو اُسنے کی صف عشاق پر نگاہ	بیٹھون سے تیر توڑ کے سینے گذر گئے
ہر حشر سے زیادہ جلوخانہ آپ کا	مجرائیون کے سر سے پسینے گذر گئے
وہ یار ہم پیالہ وہ ساقی وہ مے کہان	سب اپنی میکشی کے قرینے گذر گئے
پوچھا جو رو کے یار نے ناسخ کے حال کو	ہنسکر کہا رقیب شقی نے گذر گئے

منت

مدعی اُس سے سخن ساز بہ سالوسی ہے	پھر تمنا کو یہان مژدۂ پابوسی ہے
تہمت عشق عبث کرتے ہین منت مجھپر	ہان مگر ملنے کی خوبان سے کواک خوبی ہے

تحلیلی وہ ہے کہ ایک لفظ کے ٹکڑے کرنے سے قافیہ حاصل ہوتا ہے یعنے ایک لفظ کے ایک جز کو قافیہ مین شمار کرین اور ایک جز کو ردیف مین داخل کرین جیسے قاتل قضا اور بسمل قضا اور بالتقصا پس بل کو قافیہ قاتل اور بسمل کے مقابل کیا اور قضا کو ردیف مین داخل کیا جیسا کہ میر وسدی کی اس غزل مین شرر اور نظر وغیرہ قافیہ ہے اور سے ردیف۔ ہے

اہیچشمی ہے دہشت کو مری چشم شرر سے	آتی ہے نظر پھر وہین غائب ہو نظر سے
کیون تیغ تری دشمنی کرتی ہے مرے سلتھ	مجھکو تو نہین کام کسو کی بھی کمر سے
اسطرح کے رونے سے تو دل اپنا رکے ہے	اے کاش یہ ابر مژہ دل کھول کے برسے

پر قافیہ ہے مقابل نظر اور شرر اور کمر کے اور سے ردیف ہے۔

دلاور خان بیرنگ

نہین مطلب مجھے کچھ باغبان اور	دوانا ہون مین گل کے رنگ و بو کا
سدا بیرنگ رہ غفلت سے مدہوش	مثل مشہور ہے سویا سو چوکا

ذوق

ساقیا ہوں جو صبوحی کی نہ عادت والے
صبح محشر کو بھی اُٹھیں نہ ترے متوالے

رہے جوں شیشہ ساعت وہ مکدر دونوں
کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے

کس مرض کی ہیں دوا یہ لب جان بخش ترے
جان بلب ہیں ترے آزار محبت والے

مومن

کہے ہے چھیڑنے کو میرے گر سب ان سے ہو بے تسکین
نہ دو دن ملنے کسی معشوق اور عاشق کو تا بہ تسکین

اگر مشہور ہو افسانہ اپنی بُت پرستی کا
برہمن کیا عجب ایمان لے آئیں بنارس میں

رقیب بوالہوس نے رونما میں تیرے کب جان دی
وہ نووارد ہے کیا جانے دیار عشق کی رسمیں

نہیں اپنا نہ دل اپنا نہ تم میرے نہ جان میری
اثر کس کس کو ہو ہو بھی اگر فریاد بے کس میں

ذرا سمجھو تو جان من وصال غیر پر ہر دم
مریجان کون ہے یہ کسکی جھوٹی کھاتے ہو قسمیں

امانت

رفتار کے چلن سے غضب دل لبھائیے
چھوٹے سے سن میں یار بڑے تم ہو چالیے

انشا

سمند ناز پہ وہ شہسوار جو نکلا
تو غل سا مچ گیا بازار بیچ بیچ کا

لچک سی آگئی ہر شاخ گل کے شانے میں
خدا کے واسطے اپنی کمر تو مت لچکا

جو خوب سوچو تو ہے نام جسکا استغنا
وہی تو اصل ہے انشا ہزار لالچ کا

سوز

جو دل کہ تھا الٰہی اس دلربا کے گھر سا
خالی پڑا ہے اب یوں اُجڑا ہوا نگر سا

ساتوں فلک کے دل میں سُرخ داغ دیکھیو
نکلی اگر جگر سے یہ آہ عرش فرسا

شاید کہ اپنے گھر کی دی آتشنے خاک سبھی
خورشید کی کلہ پر کچھ تو دھرا ہے پرسا

جرأت

دیکھو زخمی مجھے اب کوچۂ قاتل والے
انسے کہتے ہیں کہ آ زخم جگر سلوائے

عشق کا جو ہو دل افگار سو بچتا ہی نہیں
گرچہ قسمت سے ہوں جان بر مرض سل والے

اب بجز حشر ملاقات ہماری معلوم
ہمکو تم نزع کوئی اُس سے ہمیں ملوائے

آج گلشن میں سُنا باد بہاری آئی
غنچۂ دل کو ہمارے بھی کوئی کھلوائے

نوا

اُس پاے حنائی پر رکھتا ہون جو مین کو	کس ناز سے وہ ہنسکر کہتا ہی کہ بس سر کو

آتش

ہاتھ سے تیرے کبھی ہی جو کوئی قاتل قضا	زندگی سے تنگ ہین ہم بھی رہعنا یا لقضا
دل نہ دونگا پیشتر سے دیکھا ہون یار کو	جان حاضر ہی جو مجھسے ہوتی ہی سائل قضا

ناسخ

دے دوپٹہ تو اپنا ململ کا	ناتوان ہون کفن بھی ہو ہلکا
دردسر مین جو سر بسجدہ کرتا ہون	تیرا دروازہ کیا ہے صندل کا
لکھون تاریخ جو وصف چشم سیاہ	ہو سیاہی مین طور کاجل کا

امیرحسین تسکین

مین نے جو رکھا پاؤن پر سر کو	بولے وہ ناز سے کہ بس سر کو

آتش

آئے کہ بہار جائے خزان ہو چمن درست	بیمار سال بھر کے نظر آئین تندرست
پرچھاوان اُن کا عاشق و معشوق پر پڑے	برسون رہا معاملہ روح و تن درست
سجدہ کرین تجھے بت وزنار توڑکر	چاہین حقیقت اپنی اگر برہمن درست

ظفر

واہ کیا طرز ستم تجھکو ستمگر یاد ہے	اک جہان تیرے ستم سے کر رہا فریاد ہی
کھیلتا ہی تو جو اُس مار سیاہ زلف سے	کیا تجھے ای دل کوئی کالے کا منتر یاد ہی

ایسا قافیہ ایطائی طرح غزل مین ایکبار اور قصیدے مین تین بار تک گنجایش رکھتا ہی اور مطلع مین بھی آپڑے تو صحیح ہی بخلاف ایطا کے کہ مطلع مین اُسکا واقع ہونا نہایت معیوب ہی۔

بیان غلو

غلو غین منقوطہ اور لام کے ضمون سے یہ ہے کہ ایک مصرع مین حرف ردی ساکن ہو اور دوسرے مین متحرک مثال۔

مومن

مین اگر آپ سے جاؤن تو قرار آجائے	پر یہ ڈرتا ہون کہ ایسا نہو یار آجائے

گردن اور بھی ہے جوش جنون خوار و ذلیل
مجھ سے ایسا ہو کہ ناصح کو بھی پیار آجائے

ٹھہر جا جوش جنون ہے تو تڑپنا لیکن
چارہ سازون مین ذرا دم دل زار آجائے

حسن انجام کا مومن کے مربارے ہی خیال
یعنی کہتا ہے وہ کافر کہ تو مارا جائے

اس غزل مین رائے مہملہ روی ہی اور تمام اشعار مین وہ ساکن ہی مگر مقطع مین مفتوح ہے۔

جرأت

کیونکہ بستر پہ کرے پانؤن وہ رنجور دراز
جسکی خود رفتگی بھی ہو سفر دور دراز

اس غزل مین رنجور دیجور طور قافیہ اور دراز ردیف ہے اور اس شعر کے مصرع ثانی مین دور و دراز جو قافیہ اور ردیف ہے اس مین یہ نقصان ہے کہ باعتبار محاورۂ اصلی کے دور کی رے کا ساکن کرنا جائز نہین اسلیے کہ دور و دراز عطف کے ساتھ ہی پس پہلے مصرع مین روی ساکن ہی اور دوسرے مین متحرک ہے جیسے اس شعر مین۔

میر دوست محمد صالح

بپای برق ہم نتوان رسیدن از حریم او
رہ دور و دراز ست ای کبوتر بال و پر بشکن

اور محاورۂ فارسی مین اردو والے داخل نہین کرسکتے حافظ علیہ الرحمۃ کا یہ مطلع ہے۔

صلاح کار کجا و من خراب کجا
ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اسی قبیل سے ہے لیکن چونکہ انھون نے آگاہ کر دیا پس وہ عیب جاتا رہا اور یہ ایک عجیب نکتہ ہے حاصل یہ ہے (ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا) یعنی فرماتے ہین دیکھنا کتنا تفاوت ہے ایک جگہ حرف روی ساکن ہی اور ایک جگہ متحرک مگر یہان معترض کو گنجایش ہے کہ کہے تفاوت کو ہم جانتے ہین سوال یہ ہی کہ تفاوت تمنے کیون رکھا اسکا جواب پہلا مصرع ہی (صلاح کار کجا و من خراب کجا) یعنی مین عاشق زار دیوانہ ہون صلاح کار سے مجھکو کیا کام شعرا کے یہان یہ قاعدہ علے العموم جاری ہے کہ اگر مطلع مین یا اور اشعار مین غزل و قصیدے کے کوئی نقص آجائے اور اسکی اطلاع کر دین تو وہ عیب جاتا رہتا ہے جیسا کہ مذاق بدایونی نے اپنی اس غزل کے مقطع مین ایک امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

گر بین شیخ و برہمن اللہ اللہ رام رام
زیارت گاہ ہے وہ کعبۃ اللّٰہی کنشتی کا

ترا نامی گرامی گھر تو بن سانی کو شر
خضر ہے نام ای خواجہ ترے گھر کے بہشتی کا

مذاق اعجاز خواجہ سے چلاؤن ناؤ خشکی مین	زمین شعر تر مین قافیہ لاؤن مین کشتی کا

مطلب یہ ہیکہ باوجودیکہ اصل لغت مین کشتی بفتح کاف تازی ہے اور قافیہ مین یہ لفظ یہان پر نہیں آسکتا لیکن اعجاز خواجہ سے مین قافیے مین لاؤنگا گویا ناؤ خشکی مین چلاؤن گا یعنے ناؤ خشکی مین چلانا اور ایسے الفاظ کا قافیہ ایسے موقع پر لانا دونون امر محال ہین لیکن اعجاز خواجہ سے یہ بات ممکن ہے مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ یہ بھی عیوب قافیہ سے ہے اور قریب غلو کے ہے کہ ایک مصرع مین روی حرف اصلی ہو دوسرے مصرع مین حرف زائد کو حرف اصلی کے حکم مین کرلیا ہو جیسے کہ یاے تحتانی لالی کی بمقابلہ یاے اصلی کالی کے۔

فراست نامۂ رنگین

اگر حد سے زیادہ ہووے لالی	اور اُس لالی پہ جتی ہووے کالی

محتشم

صف مژگان مین ترے چمکے ہے تیر تلنگانی	کسکے تاراج کو اُمڈی ہے یہ فوج دکنی

پہلے مصرع مین روی یاے اصلی ہے اور دوسرے مین یاے نسبت زائد

میر حسن

زبس شعر کہتے ہین وہ فارسی	ہر اک شعر اُن کا ہے جون آرسی

یاے تحتانی آرسی کی اصلی ہے اور یاے تحتانی فارسی کی زائد ہے کیونکہ نسبت کے واسطے لاحق ہوئی ہے۔

جرأت

اب بجا مین جان بلب اسوقت ایجانانہ ہون	تیرے اُٹھ جانے سے کافر ہون اگر زندہ ہون
اپنا حال اپنے ہی سے کہتا ہون مین تنہائی مین	آپ ہی افسانہ گو ہون آپ ہی افسانہ ہون
اُسکی محفل مین اگر کچھ ڈھب بنے اے دوستو	کیجیو مذکور میرا اُس کہین ہون یا نہ ہون
منھ نہ موڑون گا تری شمشیر سے قاتل لگا	نام ہے جرأت مرا اس بات کو مردانہ ہون

حالی

یہان اور ہین جتنی قومین گرامی	خود اقبال ہے آج اُن کا سلامی
تجارت مین ممتاز دولت مین نامی	زمانے کی ساتھی ترقی کی حامی

ولہ

طبیعت مین جو اُسکے جوہر تھے اصلی ۔ ہوے سب تھے مٹی مین ملکر وہ مٹی

میر

آفرین صناع لوگو آفرین ۔ کیا لگایا باغ آکر کا غذین

بقاء اللہ خان بقا

جب دل صدچاک تیرے عشق سے مخانہ تھا ۔ گو جہاے زلف مین شبگیر شغل شانہ تھا
ہاے جس گلشن کی ہم کرتے تھے سیرین بیچ ساہا ۔ اب یہ ہوتا ہے گمان سبزہ ہی گویا وان نہ تھا

نواب کلب علی خان والی رامپور

ملا ہزار دن سے مین تجھسے اک زمانہ ملا ۔ مگر خدا کی قسم تم سا بے دفا نہ ملا
ملا ہے یار تو نواب تنے خوش کیون ہو ۔ خدا ملا کوئی دولت ملی خزانہ ملا

آتش

رد سے مژہ اُن آنکھون نے دلکو دکھا دیا ۔ صیاد نے شکار چھری سے لڑا دیا
تشبیہ دی جو چہرۂ قاتل کے خال سے ۔ گولی نے بے تفنگ نشانہ اُڑا دیا
کافر سے بھی نہو جو کیا ناز حسن نے ۔ عاشق کے دل کو توڑ کے کعبے کو ڈھا دیا
ٹھہرا حضور یار نہ ماہ چہاردہ ۔ دن ہو گیا نقاب جو شب کو اُٹھا دیا
سودائے زلف یار کی سر مین جگہ ہوئی ۔ دام بلا مین دل کو قضا نے پھنسا دیا
خط سے رہا نہ حسن رخ یار کا فروغ ۔ بجھنے نے اس چراغ کے دل کو بجھا دیا

پوچھا ہے عارفون سے جو ہمنے وہ ہے کہان
آنکھون کو بند کرکے ہے دل کا پتا دیا

اُن اشعار مین دکھا اور لڑا اور اُڑا اور ڈھا اور اُٹھا اور پھنسا اور بجھا اور پتا قافیہ ہے اور دیا ردیف اور الف جو حرف روی ہے کہین حرف اصلی ہے کہین زائد تو یہ بھی غلو کے قبیل سے سمجھنے کے قابل ہے کہ ایک جگہ روی حرف ملفوظ و مکتوب ہو اور دوسری جگہ حرف ملفوظ غیر مکتوب مثلاً بخش مصنف بہار دانش کے شعر مین ۔ ع

بُلا لایا گھر مین اُسے دختر ۔ کہا اے گنی گر کچھ اس کا جتن

ولہ

ہوا سُنکے خوشنود شہ یہ سخن	کیا حکم خرگوش کو دفعۃً

شاعر نے تنوین کو جو نون حکمی ہے نون اصلی کے مقابل ردی بنایا ہے تنوین اصطلاح صرف مین نون ساکن زائد کا نام ہے جو لفظ کے آخر مین تاکید کے لیے آتا ہے علامت اُس کی ایک سی دو حرکتین ہین اس طرح کہ لکھنے مین کسی حرف پر دو فتحے یا دو کسرے یا دو ضمے کر دیتے ہین دونون حرکتین پڑھنے مین نون ساکن معلوم ہوتی ہین لیکن نون لکھا نہین جاتا میزان الافکار مین لکھا ہے کہ نون تنوین حقیقت مین حرف جُداگانہ ہے جسکو پڑھتے ہین اور لکھتے نہین ہین اور تنوین کے جتانے کے لیے جو دو حرکتین لکھدیتے ہین یہ مبتدیون کے سمجھانے کے لیے ہے حقیقت مین نون تنوین کی یہ شکل نہین بہرصورت اہل لغت نون تنوین کو نہین لکھتے بخلاف عروضیون کے کہ وہ نون تنوین کو لکھتے ہین اس طرح فعلن (فعلٌ) آتش کے اس شعر مین بھی ردی کا مدار تلفظ پر ہے۔ ؎

ہاتھ سے تیرے لکھی ہے جو کوئی قاتل قضا	زندگی سے تنگ ہین ہم بھی رضینا بالقضا

بیان تضمین

قافیہ کی اصطلاح مین تضمین جس عیب کا نام ہے وہ اُس تضمین سے جو شاعری مین متعارف ہے جدا ہے یعنے ایک مصرع مین ایسا قافیہ لانا کہ اُسکے معنی مصرع ثانی پر موقوف ہون اگرچہ اس کا عیب مین داخل ہونا کوئی وجہ نہین رکھتا اور حق وہی ہے جو مولوی امام بخش صہبائی لکھ گئے ہین مگر ناچار بہ تقلید گذشتگان ہمنے بھی عیوب مین لکھدیا مثال اسکی۔

دبیر

ناچیز سہی کم سہی رُتبے مین مین الّا	بابا کے غلامون کے بھی حق مین کہا کیا کیا
ہاتھ اُن کا پکڑ کر حسنِ پاک کو سونپا	عباس غلامون سے بھی کم مرتبہ ٹھہرا
میراث کی خواہش ہے نہ درّے کی طلب ہے	پر بھائیون مین میری حقارت تو غضب ہے

لفظ الّا کے واقع ہونے سے دریافت ہونا معنے کا اُسکے مابعد پر منحصر ہے۔

مومن

کچھ نہ کچھ کر گئے اثر طعنے	کہ ہوا مہربان فلک یعنے

کئی دن بعد ایک شب تنہا	اتفاقاً گئی وہ مہ سیما

انیس

صغرا کی تو وطن سے کچھ آئی نہین خبر اکبر نے عرض کی کہ ہین سب خیر سے مگر	جلدی کہو کہ منھ سے نکلتا ہے اب جگر لٹتا ہے کوئی آن مین خیر النسا کا گھر

ملتی نہین رضا ہمین آنسو بہاتے ہین بابا گلا کٹانے کو میدان مین جاتے ہین

میر

جگر مین اپنے باقی روتے روتے کبھی جو آنکھ سے چلتی ہے آنسو	اگرچہ کچھ نہین اے ہم نشین پر تو بھر جاتا ہے پانی سب زمین پر

مصحفی

تو مائل ہوا سوے کشتی اگر نہین چاہتا یہ کہ تجھ سا جوان	تو ہان مین بھی کشتی کو حاضر ہون پر مرے ہاتھ سے کشتہ ہووے یہان

یہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ ایک لفظ مفرد کے دو جز کر کے بعض کو مصرع اول کے قافیے مین اور بعض کو مصرع ثانی کے ابتدا مین لے آتے ہین اشعار عرب مین ایسا قافیہ کثیر الاستعمال ہے صاحب قصیدۂ بردہ فرماتے ہین۔

محمد سیّد الکونین والثقلے	ن والفریقین من عرب ومن عجم

مصرع پہلا یاے ثقلے پر تمام ہوا اور نون مصرع ثانی مین شامل ہے۔ مگر فارسی اور اُردو مین یہ امر نہایت معیوب ہے ایسا کوئی نہین کرتا مگر بسبیل ظرافت اور ہزل کے جیسے مولوی جامی کی اس رباعی مین سے

اے شادی عید چون بکام دل اع دو دم بر اہل دل کز آزادی ر مح	دایم شدہ محبوس درین غمکدہ مح بوس ست بر ہم عید ہم از تو طمع

مصرع اول کے آخر اور مصرع دوم کے اول جز سے اعدایم اور مصرع دوم کے جزو آخر اور مصرع سوم کے جزو اول سے متعدو رم اور مصرع سوم کے جزو آخر اور مصرع چہارم کے جزو اول سے محبوس حاصل ہوتا ہے اُردو مین ایسی تو کوئی مثال نہین ملتی مگر اس کے قریب قریب مولوی محمد اسمٰعیل کا یہ شعر ہو سکتا ہے۔ سے

جو ہین آفتاب تابان | نے چھپا یا اپنا جلوہ

اسی قبیل سے ہے حکیم منظفر حسین اظہر کی نظم غیر مقفٰے مین ۔

جہان میرے سارے کامون | جہان میرے سب خیالون

ہین فقط تو ہی ہو رہبر

بیان تغیر

بعضے اشعار مین قافیہ بدل ڈالنا یہ بھی عیب ہے مگر اشارہ کردینے سے کوئی عیب باقی نہین رہتا اور شعرائے ریختہ اکثر مقطع مین اس امر کا اشارہ کردیتے ہین اسکی مثال یہ ہے ۔

انشا

آدمی چیز ہی کیا اُسنے نہ چھوڑے پتھر | پھونکے جس جلوے نے سب طور کے دورے پتھر

لکھ غزل اور بدل قافیہ انشا کہ شرار | نکل آئے ہین بہت تونے یہ پھوڑے پتھر

ولہ

کھادین ہر چند کہ بارش کے تڑاتڑ پتھر | پر نہین تب مرے اشکونکے دریڑے پتھر

لکھ غزل اور یہ تبدیل قوافی انشا | تو نے آخر تو ہین اس بحر کے جھیڑے پتھر

ولہ

فوج لڑکونکی جڑے کیون نہ تڑاتڑ پتھر | ایسے خبطی کو چبا جائے جو کھڑ کڑ پتھر

ولہ

غزل انشا اور بھی ایک لکھ اسی بحر اور ردیف کی | گر زبر کے قافیے جسمین ہون مجھے نفرت آئی زیر سے

نہ تو کام رکھیے شکار سے نہ تو دل لگائیے سیر سے | بس آپ آگے حضرت عشق جی چلے جاؤ گھر ہی کو خیر سے

جرأت

نہ جی کو دل کی خبر ہو نہ دل کو جی کی خبر | ترے بغیر کسی کو نہین کسی کی خبر

بدل کے قافیہ کہیے غزل اک اور ای طبع | جو پہونچے شاعرون تک اپنی شاعری کی خبر

مطلع

بتاؤن ہم نفسان کیا مین گلستان کی خبر | قفس مین مجھکو نہین اپنے آشیان کی خبر

بسان شمع کرین سوز دل بیان کیا خاک | زبان رکھتے ہین لیکن نہین زبان کی خبر

حسن

آتے آتے آج گردہ گلبدن رہجائے گا | بیکلی سے مرکے تو یہ خستہ تن رہجائے گا

گر کہے گا یان بدل کر قافیہ اور اک غزل | شاعرون مین نام تیرا ای حسن رہجائے گا

مطلع

آشیان ہے باغ مین اپنا نشان رہجائے گا / ہم چلے جاوینگے اور یہ آشیان رہجائے گا

ہا اور الف کا قافیے مین جمع کرنا

شعرائے ریختہ بعض جا ہائے آخر الفاظ کو قافیے مین الف سے بدل دیتے ہین جیسے۔

ہوس

ہون عشق پسر سے غم رسیدا / آگاہ کرو کہ یہ ہوا کیا

دیگر

پردہ رہے نامۂ عمل کا / کھلجائے نہ قبر مین لفافا

رند

خوار کرتا ہے جوانمردون کو سفلون کو عزیز / حُسن تو چرخ پیر کیا تو بھی کمینا ہو گیا

وقت فکر شعر اگر آیا بناوٹ کا خیال / گل رُخ رنگین ہوا شبنم پسینا ہو گیا

کب محیط غم مین ڈوبا جسکا تو حامی ہوا / ہر حباب اُسکے لیے گویا سفینا ہو گیا

اس مہینے مین بھی ہر روے رہا پہلو تہی / عید کا بھی چاند خالی کا مہینا ہو گیا

گھر ہوا ہے عشق کا اُس عرش مسند کے یہ دل / آسمان کو تجھے کا جسکی ایک زینا ہو گیا

دوسرا مجھ سا نہوگا کوئی برگشتہ نصیب / کی محبت مین نے جس سے اُسکو کینا ہو گیا

اب کہان وہ ایڈنا مستونکا وہ سوختن کہان / ساقیا موقوف جب سے مے کا پینا ہو گیا

اب نہین دل مین کدورت رند حاصل ہے صفا / جیسے اشراقی کا سینہ میرا سینا ہو گیا

لیکن یہ بھی شرط ہے کہ وہ لفظ کسی اور لفظ سے ترکیب نہ دیا گیا ہو ورنہ قافیہ غلط ہوگا جیسے ان شعرون مین مرزا دبیر کے۔

مین سوزن مژگان سے ترے زخم سیون گا / موجود مرا رشتۂ جان ہے پے بخیہ

ولہ

کہتی تھی کہ آئے نہ یہان شاہ مدینہ / گذرا ہمین رستے مین محرم کا مہینا

ولہ

صغرا کو مان کی گود مین جو تھا مہینا تھا / عابد کو تپ تھی درد جمال سکینہ تھا

ولہ

خاموش دبیر اب کہ ہے جی تن سے روانا ۔۔ اللہ سے کر عرض کہ اے ربِّ زمانا
از بہر حسینؓ و حسنؓ اے خالق دانا ۔۔ جو مجھ سے جلین تو انھین دوزخ مین جلانا

سیونگا اور پے بخیہ۔ رب زمانہ اور دانا۔ شاہ مدینہ اور مہینا اور جمال سکینہ کا قافیہ جائز نہین بسبب مضاف الیہ ہونے بخیہ اور مدینہ اور زمانہ اور سکینہ کے (مستفاد از تحقیقات مولوی عبد الغفور خان نساخ۔)

امیر

گئے پاس اُسکے وہ شیخ زمانہ ۔۔ رکھا پھر اُسکے آگے لا کے کھانا

شیخ زمانہ اور کھانا کا قافیہ جائز نہین بسبب مضاف الیہ ہونے لفظ زمانہ کے۔

مرزا محمد سعید الدین احمد خان طالب

ملایک کو مری مٹی عزیز اور محترم ہوتی ۔۔ اگر مین خاک در ہوتا معین الدین چشتی کا
نہ مجھے میری نظر مین جلوہ کون و مکان کیونکر ۔۔ کہ مین ہون محو نظارہ معین الدین چشتی کا

بات اور رات وغیرہ کو قافیہ مین ہاتھ اور ساتھ کے ساتھ جمع کرنا

شعرا بات اور رات اور ہیہات اور گات وغیرہ کا قافیہ ساتھ اور ہاتھ بھی کر لیتے ہین مگر غور کیا جائے تو ایسا قافیہ درست نہین کیونکہ ہاتھ اور ساتھ مین ہائے مختفی بھی ہے اور رات اور بات اور گات اور ہیہات مین نہین۔

علی محمد خان علی تخلص

دھیان مین لاتے ہین جب بھی کسی کی گات ہم ۔۔ مارتے ہین تب مین چھاتی پہ دونون ہاتھ ہم

رحمت رامپوری

عجب گردش مین اپنی ان دنون اوقات کٹتی ہے ۔۔ غنیمت ہے کوئی ساعت جو تیرے ساتھ کٹتی ہے

دلیر شاہ دلیر

پھر بھی یارب وہ کبھی دن رات ہو
یار ہووے ہو گلے مین ہاتھ ہو

دبیر

دیکھینگے حضور ایسی کوئی بات نہو گی	روح آپکی پیارے کے کیا ساتھ نہوگی

اسی قبیل سے ہی سودا کے ان اشعار مین باٹ کا قافیہ ٹھاٹھ کے ساتھ جسکے آخر مین تاے ہندی کے تلفظ مین ہا مخلوط ہی جیسا کہ نفائس اللغات مین مذکور ہے۔ ؎

مظہر کا شعر فارسی اور ریختہ کے بیچ آگاہ فارسی تو کہے اُسکو ریختہ	سودا یقین جان کہ روڑا ہی باٹ کا واقف جو ریختہ کے ذرا ہووے ٹھاٹھ کا

چوتھا شہر اقسام قافیہ مین باعتبار وزن کے

طلسم کشایان گنجینۂ سخن تحریر کرتے ہین کہ موافق قول خلیل بن احمد عروضی کے حد قافیہ کی باعتبار وزن شعر کے حرف آخر ساکن سے اُسکے ماقبل کے حرف ساکن تک ہی برابر ہی کہ کلمہ کا جز ہو یا پُورا کلمہ ہو یا ایک کلمہ پورا اور دوسرے کلمے کا جز ہو یا پُورے دو کلمے ہون پس مصحفی کے اس شعر مین۔ ؎

تیغ نے اُسکی کلیجہ کھالیا	اُس نے آتے ہی مجھے سنگوالیا

کھالیا اور سنگوالیا مین دو الف اور دو حرف متحرک کہ اُنکے درمیان مین واقع ہین قافیہ ہین چنانچہ کھالیا مین دو الف اور انکے درمیان کا لام اور یاے تحتانی متحرک اور سنگوالیا مین دو الف اور اُنکے درمیان کا لام اور یاے تحتانی متحرک قافیہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ خلیل کے نزدیک کھالیا مین کاف عربی کی حرکت اور سنگوالیا مین واؤ کی حرکت بھی قافیہ مین شمار ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاف عربی اور واؤ قافیہ سے خارج ہین مگر سکاکی اور صاحب خزرجیہ نے لکھا ہے کہ یہ دونون بھی خلیل کے نزدیک قافیے مین داخل ہین اور انیس کے ان شعرون مین بھی قافیہ کا یہی حال ہے۔ ؎

ہاتھون مین لے چلے جو اُسے شاہ اولیا بچھانے پر حسین کے بانو نے رو دیا	بانو پکاری لونڈی کو صاحب جلالیا دیکھا فلک کو یاس سے اور سر جھکالیا

ولہ

یہ وہ ہے رہا راہ خدا مین جو مجاہد پیدا ہوا جب خلق مین اُسکا ہون مین شاہد	یہ سابق الایمان ہے یہی عابد و زاہد سجدہ نہ کیا اور کو جز خالق واحد

مجاہد اور عابد اور شاہد اور واحد مین الف اور دال اور اُنکے درمیان کے حروف قافیہ ہین اور

دوسرے قول کے مطابق جیم اور زاے معجمہ اور شین منقوطہ اور واؤ کی حرکات بھی قافیے مین شامل ہین
پس حرف ساکن تک جس قدر فاصلہ زیادہ ہوتا جائے گا قافیہ کا نام بھی علیحدہ بدلتا جائے گا جیسا کہ
ہم آگے بیان کرینگے اور اس قول کے موافق قافیہ تو حرفون مین منحصر نہ رہا اور ان حرفون کا کچھ نام نہین
ہے اور اگر آخر بیت مین دو حرف ساکن واقع ہون تو وہ دونون ساکن اور اُنکے ماقبل کی حرکت
قافیہ ہے جیسے۔

رضا

خواہ نزدیک رکھو خواہ رکھو دور ہمین		دیکھنا ایک نظر تمکو ہے منظور ہمین	

کہ یہان دور مین واو اور را اور دال کا ضمہ قافیہ ہے اور منظور مین واو اور را اور ظاے معجمہ کا
ضمہ قافیہ ہے۔

خلیق

گرخون مین وفا کا پاس نہین		جون گل کاغذی مین باس نہین	

پاس اور باس کا الف اور سین قافیہ ہے اور باے عربی اور باے فارسی کی حرکت بھی قافیے
مین داخل ہے۔ اور اخفش کے نزدیک شعر کا تمام کلمۂ آخر قافیے مین داخل ہے اور بعضے تنہا حرف
روی کو قافیہ اعتبار کرتے ہین اور بعض حرف ماقبل روی کو بھی قافیے مین شامل کرتے ہین پس جبکہ
خلیل کے نزدیک قافیہ دو ساکن مین منحصر ہوا تو اُسکی پانچ صورتین ہوئین اول مترادف یعنی
لفظ قافیہ کے آخر مین دو ساکن بلا فصل آوین جیسے نوک چوک۔ نور جور دوم متدارک جس مین
درمیان دو حرف ساکن کے ایک حرف متحرک ہو جیسے دلبر اخگر۔ بہتر بدتر سوم متدارک
جس مین درمیان دو حرف ساکن کے دو حرف متحرک واقع ہون جیسے طنطنہ۔ غلغلہ۔
حوصلہ ولولہ۔ باخبر بے ہنر چہارم۔ متراکب یعنی وہ قافیہ جس مین دو حرف ساکن کے
درمیان تین حرف متحرک واقع ہون جیسے قبلۂ من کعبۂ من بستر غم خار الم پنجم۔ متکادس یعنی
وہ قافیہ جس مین درمیان دو ساکن کے چار حرف متحرک واقع ہون اسکی مثال اُردو مین نہین یہ قسم
عربی سے مخصوص ہے فارسی مین بھی مستعمل نہین۔

قافیہ مترادف

یہ قافیہ آٹھ بحرون مین آتا ہے ایک بحر ہزج اس مین جب آوے گا کہ عروض و ضرب مقصور

ہون یعنے مفاعیل یا اہتم ہون یعنی فعول یا ازل ہون یعنی فاع یا مسبغ ہون یعنی مفاعیلان یہان مجملاً مثال قافیۂ مترادف کی دیجاتی ہے۔

ضعیفی سے کرون اُسکی مین کیا بات (مفاعیل)
سودا گر جسنے لڑتی بڑھیا آگ کی بات (مفاعیل)

مثنوی نلدمن مؤلفہ نکہت

مرغان چمن مین نغمہ پرداز (مفاعیل)
کرتے ہین بذوق وشوق پرداز (مفاعیل)

مومن

اے خواجۂ خواجگان دم خشم وعتاب (فعول)
کیا تاب کہ دیسکے کوئی تجھکو جواب (فعول)

ولہ

یہ کچھ رہ سُنت نہ طریق توحید (فاع)
پھر کیا ہے ضرور سبکی یکسان فہمید (فاع)

ذوق

قلم تاراستی پیشہ ہو اور کاغذ صفا آئین (مفاعیلان)
زبان بریا سخن ہو اور سخن مین معنی رنگین (مفاعیلان)
قلم زن تا ہو مشکین لغش ہو کاغذ خط سے مشکین ہو آگین مطلع ہو
سخن تا داد چاہے اور تا اہل سخن تحسین (مفاعیلان)

فائدہ یہ قول بعض مؤلفین کا کہ قافیہ مترادف بحر ہزج مین جب آئے گا کہ عروض ضرب مقصور یا اہتم ہون از راہ انحصار نہین ہے کیونکہ اس بحر مین جب عروض وضرب ازل یا مسبغ ہون توبھی آسکتا ہے جیسا کہ اوپر کی مثالون سے واضح ہوا دوسرا بحر رمل اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب مقصور یا مسبغ ہون اور قصر وتسبیغ رکن سالم مین ہون یا مزاحف مین **مثال** قافیہ مترادف کی بحر رمل مین۔

مومن

اُس ملنے کی نہین مرنا محال (فاعلان)
ہر طرح سے ہم ہین محروم وصال (فاعلان)

یہان قصر رکن سالم مین ہے اس لیے کہ فاعلاتن سے فاعلات مقصور ہے جس کو فاعلان سے بدل لیا ہے۔

ولہ

فکر واندیشۂ انجام ومآل (فعلان)
وہم ناکارہ وبے صرفہ خیال (فعلان)

یہان قصر رکن مزاحف مین ہوا اسلیے کہ فعلاتن مخبون کو مقصور کرنے سے فعلات عین کے کسرے سے بنا ہے جسکو فعلان سے بدل لیا ہے۔

		ولہ	
	اسکا انجام نہ کیون سوچے آہ (فعلان)		کچھ پشیمان کر کیون کی تھی چاہ (فعلان)

عروض وضرب مین تسبیغ رکن مزاحف مین واقع ہوئی ہے اس لیے فعلن (بسکون عین) مقطوع یا ابتر کو سبغ کرنے سے فعلان حاصل ہوتا ہے اسکو مخبون مسکن مقصور اور مشعث مقصور بھی کہتے ہین۔

۵

اور یان دلبر ہی غم کے ہاتھ سے سنگ (فاعلیان)		فندقی انگشت سے وہ کرتا ہی رنگلے فاعلیان

عروض وضرب مین فاعلیان سالم مسبغ ہے۔

فائدہ۔ مولوی امام بخش صہبائی قافیہ مترادف کے بیان مین لکھتے ہین کہ بحر رمل مین جب ہوتا ہی کہ مقصور ہو یعنی فاعلات تے کے سکون سے یا مشعث ہو یعنی مفعولن فاعلتن سے بدلا ہوا کیونکہ فاعلتن بسبب سکون لام کے مستعمل نہ تھا بدانست ناقص مؤلف کے فاعلات مقصور کا ذکر تو بجا ہے لیکن مفعولن مشعث کا لکھنا سہو سے خالی نہین کیونکہ فاعلات کے آخر مین الف ساکن پھر تے ساکن ہے اور قافیہ مترادف کی بھی یہی تعریف ہے کہ اُسکے آخر مین دو حرف ساکن بلا فصل واقع ہون پس مفعولن مشعث مین یہ بات نہین اس لیے کہ اس مین واؤ ساکن پھر لام تحرک وسط مین فاصل پھر نون ساکن ہے تعجب ہے کہ مسبغ یعنی فاعلیان اور مشعث مقصور یعنے فعلان بسکون عین کے ذکر کو تو چھوڑ دیا اور مفعولن مشعث کو لکھدیا جو مفید مدعا نہین **تیسری بحر مضارع** اس مین جب آوے گا کہ عروض وضرب مقصور یعنی فاع لات یا مسبغ یعنے فاع لیان ہون مثال قافیہ مرادف کے بحر مضارع مین آنے کی۔

	میر تقی	
آشفتہ طبع شاعر خستہ کی کیا مجال (فاع لان)		لائق تری صفت کے صفت میری ہی محال (فاع لان)

	ولہ	
اس چرخ نے کری ہین ہمسے بہت ادائین (فاع لیان)		کیا ظلم کیا تعدی کیا جور کیا جفائین (فاع لیان)

فائدہ۔ تشریح بعض محققین کی کہ بحر مضارع مین قافیہ مترادف جب آتا ہے کہ عروض وضرب مقصور یا مسبغ ہون کیونکہ بحر مضارع مسدس کا رکن آخر مفاعیلن مقصور ہوکر مفاعیل اور مسبغ ہو کر مفاعیلان ہوجائے گا کچھ ٹھیک نہین معلوم ہوتی اسلیے کہ اول تو بحر مضارع ریختہ مین مسدس مستعمل ہی نہین مثال کے طور پر کچھ وزن مسدس عروض کی کتابون مین لکھدیے جاتے ہین دوسرے اور جو

مشتمل ہے اُس مین رُکن فاع لاتن کو آخر مین لاتے ہین مفاعیلن آخر مین نہین واقع ہوتا تیسرے مثمن بہت مستعمل ہے اور اُس مین رُکن آخر فاع لاتن کے قصر و تسبیغ کی حالت مین قافیہ مترادف کا آنا ممکن ہے جیساکہ اوپر کی مثالون مین معلوم ہوا چوتھی بحر سریع اس مین قافیہ مترادف جب آئے گا کہ عروض و ضرب مطوی موقوف یعنے فاعلان ہون یا مجدوع یعنے فاع مثال۔

غفلت

مرد سے بولے کہ نکر دو نکاح (فاعلان)	زن یہ کہے چار ہین شوہر مباح (فاعلان)

قدیر

عشق محمدؐ مین دن رات (فاع)	رہوے مری صرف اوقات (فاع)

پانچوین بحر منسرح اس مین قافیہ مترادف جب آئے گا کہ عروض و ضرب مطوی موقوف یعنے فاعلات یا مجدوع یعنے فاع ہون مثال۔

شاہ نیاز احمد

خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہی شور (فاعلات	جن و ملک کے اوپر کر رکھا ہی اپنا زور (فاعلات)

قدیر

کلبۂ احزان مین آپ لائے جو تشریف (فاع)	بندہ نوازی کی کیا ہو سکے تعریف (فاع)

چھٹی بحر رجز اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مذال یعنی مستفعلان ہون مثال۔

ظفر

واللہ بغیر از پنجتن یار اکسی کو یہ کہان (مستفعلان)
جو اس بلا کو ٹالدے ہووے شفیع عاصیان (مستفعلان)
بادر نہ آتا ہو جسے دیکھے عیان کا کیا بیان (مستفعلان)
لکھتے ہین دروازے اُپر تا گھر رہے دار الامان (مستفعلان)

ساتوین بحر تقارب اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مقصور یعنے فعول یا مسبغ یعنے فعولان یا اثلم مسبغ یعنے فعلان بسکون عین ہون۔

میرحسن

نہفتہ اُسی سے سوال وجواب (فعول) | سدا روبرو جاسکے غم کی کتاب (فعول)

لیلیٰ مجنون مؤلفہ میر تجلی

وے غور مین نے جو کی اے ندیم (فعول) | جواہر کا تھا وہ درخت عظیم (فعول)

مومن

صبح جدائی شام غریبان (فعولان) | کام دل ناکام رقیبان (فعولان)

میر

خون باری سے چہرہ گلگون (فعلان) | خلق بسمل چشم پرخون (فعلان)
ہنسنے ہین وہ صفاے دندان (فعلان) | برق خرمن عالم امکان (فعلان)

آٹھوین بحر کامل اس مین اُس وقت آتا ہے کہ عروض وضرب مذال یعنی متفاعلان یا مضمر مذال یعنے مستفعلان ہون جیسے۔

امیر مینائی

وہ نسیم گلشن کن فکان وہ شمیم روضۂ جاودان (متفاعلان)
وہ قمر خدم فلک آستان وہ قضا علم وہ قدر نشان (متفاعلان)

صبر رامپوری

کسی دوست کو شب غم نہ تھی مرے جینے کی ذرا بھی اُمید (متفاعلان)
جو سنا دیا کہ وہ آتے ہین نہ مرض رہا ہوئی سب کو عید (متفاعلان)

لاعلم

ترے ہجر سے آدمی ہے لب پر جان زار (مستفعلان)
یہ بتا مجھے تو تھا کہان اے گلعذار (مستفعلان)

قافیہ متواتر

پھر بحرون مین آتا ہی ایک بحر ہزج اس مین جب آئیگا کہ عروض وضرب سالم یعنی مفاعیلن یا محذوف یعنے فعولن ہون۔ مثال قافیہ متواتر کی بحر ہزج مین۔

ذوق

گلستان مین ہوتا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا (مفاعیلن)
نیستان مین ہوتا نے اور نے سے نغمہ ہو پیدا (مفاعیلن)
نہال تاک مین انگور ہو انگور مین صہبا (مفاعیلن)
نشہ صہبا مین ہو اور ہو نشہ جب تک نشاط افزا (مفاعیلن)

مومن

نگاہ لطف سے کیا کیا اشارے (فعولن)
کہ منظور نظر ہو تم ہمارے (فعولن)

مثنوی نلدمن مؤلفہ نکہت

اے مہر منور رسالت (فعولن)
دیباچۂ دفتر عدالت (فعولن)

دوسری بحر رمل اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب سالم یعنی فاعلاتن یا مخبون یعنی فعلاتن یا مخبون محذوف مسکن یعنی فعلن عین کے سکون سے ہون مثال اول سے

میری آنکھ اب نہین مہر و محبت (فاعلاتن)
ہے فقط اک دور کی صاحب سلامت (فاعلاتن)
گر خضر میرا نہین ہے شیشہ خالی (فاعلاتن)
تیغ ہے آمین شراب ہے رنگا لی (فاعلاتن)

ظفر

نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت (فعلاتن)
نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت (فعلاتن) یا

مثال سوم۔

مومن

وہی صحبت وہی ہے عالم (فعلن)
وہی ہنسنا وہی رونا باہم (فعلن)

تیسری بحر رجز اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مقطوع یعنے مفعولن ہون مگر ایسا وزن ریختہ مین دیکھا نہین گیا شاید کسی نے لکھا ہو **چوتھی** بحر مضارع اس مین قافیہ متواتر جب آتا ہے کہ عروض و ضرب سالم یعنے فاع لاتن ہون مثال۔

میر

آیا ہے ابر جب کا قبلے سے تیرہ تیرہ (فاع لاتن)
مستی کے ذوق مین ہین آنکھین بہت سی خیرہ (فاع لاتن)

پانچوین۔ بحر متقارب اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب سالم یعنے فعولن ہون جیسے۔

میر

سنو سرگذشت اب ہماری زبانی (فعولن) سنی گرچہ جاتی نہیں یہ کہانی (فعولن)

مومن

لیگئی میرا چین وہ بالکل (فعولن) ساتھ سدھارے صبر و تحمل (فعولن)

چھٹی - بحر متدارک اس میں جب آیگا کہ عروض و ضرب مقطوع یعنی فعلن بسکون عین ہوں جیسے -

طالب

ہردم کرتا ہوں میں زاری (فعلن) دیکھی بس بس تیری یاری (فعلن)

اور رباعی میں بھی آتا ہے بشرطیکہ عروض و ضرب ابتر یعنی فع ہوں کیونکہ فع کے قبل مفاعیلن آتا ہے یا مفعولن پس ان دونوں کا حرف آخر ساکن بمنزلۂ حرف ساکن ماقبل فا ے فع کے ہوگیا اور دو ساکنوں کے درمیان ایک فے متحرک ہوگئی مثال -

مومن

ہر چند منافق سراپا بدعت (فع) ہے کفر و ضلال و فسق جنکی طینت (فع)
بتلاتے ہیں بدعتی امام حق کو (فع) گویا کہ جہاد ہے خلاف سنت (فع)

قافیہ متدارک

نو بحروں میں آتا ہے - ایک بحر ہزج اس میں جب آے گا کہ عروض و ضرب مقبوض یعنے مفاعلن ہوں جیسے -

ظفر

میں ہوں ضعیف و ناتواں و رہی یار کی گلی (مفاعلن) اسکی ہوا وصل ہے مجھکو اڑا کے لے چلی (مفاعلن)
میرا علاج درد سر ہے جو تجھ سے ہو سکے (مفاعلن) سر سے تو میرے باندھ دے اپنا دوپٹہ صندلی (مفاعلن)

دوسری بحر رمل اس میں جب آیگا کہ عروض و ضرب محذوف یعنی فاعلن ہوں جیسے -

مومن

عاشقوں پر ناصحوں کا ولولہ (فاعلن) محتسب کا میکدے میں غلغلہ (فاعلن)

دیوان سوم مصحفی

تب کہا اس نے الکتا بجیو (فاعلن) آدمی کل اپنا بھجوا دیجیو (فاعلن)

تیسری بحر رجز اس مین قافیہ متدارک جب آئے گا کہ عروض وضرب سالم یعنے مستفعلن یا مخبون یعنے مفاعلن ہون۔

مثال اول۔

نظیر اکبر آبادی

جو اور کی بستی رکھے اُس کا بھی بستا ہے پُرا (مستفعلن)

جو اور کے مارے چُھری اُس کے بھی لگتا ہے چُھرا (مستفعلن)

حافظ بانگی پوری

اے ابطحی و یثربی اے محتشم اے محترم (مستفعلن)

اے مخزن صدق و صفا اے معدن جود و کرم (مستفعلن)

مثال دوم۔

مومن

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری (مفاعلن) ؎

کثرت درد سے سیاہ شعلۂ شمع خاوری (مفاعلن)

چوتھی بحر کامل اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب سالم یعنے متفاعلن یا مضمر یعنے مستفعلن ہون مثال اول۔

امیر مینائی

شب جشن خالق بحر و بر جو طلب ہوے تو بندھی کمر (متفاعلن)

صف انبیا تھی ادھر اُدھر وہ نجوم مین صفت قمر (متفاعلن)

ولہ

کیے خلق حق نے جو انبیا انھیں ایک ایک شرف ملا (متفاعلن)

جو کلیم کو ید بیضا تو مسیح کو دم جان فزا (متفاعلن)

مثال دوم۔

طالب

نہ ہوئی کبھی مجھسے خطا نہوا کرد مجھپر خفا (مستفعلن) نہ دیا کرو تم گالیان نہ کیا کرو مجھپر جفا (مستفعلن)

پانچوین بحر متقارب اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب محذوف یعنی فعل عین مفتوح ولام ساکن سے ہون اور اس مین دو ساکن اس طرح ہوتے ہین کہ فعل کے قبل فعولن آتا ہی اُسکا نون ساکن ہے پس فعولن کا نون ساکن بمنزلے ساکن ماقبل فا کے ہی تو نون ساکن اور لام ساکن کے درمیان فا دعین متحرک ہووے جیسے اس شعر مین۔

میر حسن

وحوش و طیور ون تلک سب بے محل (فعل)
وہ ہاتھون مین سونے کے موٹے کڑے (فعل)

پڑے آشیانون سے اپنے نکل (فعل)
جھلک جس کی ہر ہر قدم پر پڑے (فعل)

چھٹی۔ بحر متدارک اس مین جب آتا ہی کہ عروض و ضرب سالم ہون جیسے اس شعر مین قطعۂ تاریخ رحلت شیخ امام بخش ناسخ مرحوم کے۔

رشک

رشک نے مصرع سال رحلت کہا (فاعلن) شعر گوئی اٹھی لکھنؤے ولا (فاعلن)

ساتوین۔ بحر منسرح اس مین جب آتا ہی کہ عروض و ضرب مطوی مکسوف یعنی فاعلن آوین جیسے۔

سودا

اتنے لیے صاحبو آگے یہ ہم سے اڑے (فاعلن) تا کوئی جانے انھین یہ بھی ہین شاعر بڑے (فاعلن)

آٹھوین بحر مضارع اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب محذوف یعنے فاعلن ہون جیسے۔

میر

آداب سلطنت سے نہ تھا مجھکو رابطہ (فاعلن) حرکت نہوتی مجھسے کوئی غیر ضابطہ (فاعلن)

نوین۔ بحر سریع اس مین قافیہ متدارک جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مطوی کسوف یعنے فاعلن ہون جیسے۔

شہید

مجھکو نہین چاہیئے باغ ارم (فاعلن)
سر ہو مرا اور وہ خاک قدم (فاعلن)

قافیۂ متراکب

یہ قافیہ دو بحرون مین آتا ہے۔
ایک بحر رجز مین جبکہ عروض وضرب مطوی یعنی مفتعلن ہون جیسے۔

قدیر

اب نہین طاقت کہ سہے خون شدہ دل رنج و تعب (مفتعلن)	لطف کرو لطف کرو چھوڑ دو سب قہر و غضب (مفتعلن)

دوسری بحر رمل اس مین اُس وقت آتا ہے کہ عروض وضرب مخبون محذوف یعنی فعلن بکسر عین ہون اور یہان دو ساکنون کے درمیان تین متحرکون کے جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ فعلن کے پہلے فعلاتن آتا ہے اور اس کا نون ساکن ہے پس فعلاتن کا نون ساکن بمنزلہ الساکن ماقبل فعلن کے ہے تو فعلاتن کے نون ساکن اور فعلن کے نون ساکن کے درمیان تین حرف متحرک یعنے ف ع ل ہوے۔ جیسے مومن کے اس شعر مین۔

جگر و سر زنش نشتر غم (فعلن)	سینہ وقف خلش خار الم (فعلن)

فائدہ ان چارون قسمون کا قافیہ بحور مذکورۂ بالا مین واقع ہونا بر سبیل حصر کے نہین اور ابیات مردف مستثنیٰ ہین اور قافیہ متکاوس چونکہ عربی سے مخصوص ہے اور اشعار فارسی مین بھی فکنش و فکنش قافیہ نہین کرتے اسلیے کہ فاصلۂ کبرے ہے لہذا اُس کا بیان فضول ہے یہ مثالین جو تمام قافیونگی دی گئین اور اشعار ہر قسم کے بر عایت بحور لکھے گئے اس سے یہ مطلب نہین ہر کہ ایک قصیدہ یا غزل وغیرہ مین ایک ہی قسم کا قافیہ ہونا چاہیے نہین بلکہ یہ مُراد ہے کہ قافیہ عربی مین ان پانچ قسمون سے اور ریختہ مین پہلی چار قسمون سے زیادہ نہین ہو سکتا خواہ ایک غزل و قصیدہ مین چند طرح کا قافیہ لائین اور ایک مطلع مین ایک مصرع کا قافیہ ایک قسم کا ہو اور دوسرے مصرع کا قافیہ دوسری قسم کا جیساکہ علی العموم شائع ہے۔

اوپر کی مثالون مین اس قسم کے اشعار تلاش کر کے لکھے گئے ہین جنکے دونون مصرعون مین ایک قسم کا قافیہ ہے اور شاعر اگر اسکا التزام کرے اور دونون مصرعون مین مطلع کے یا ہر ایک شعر مین غزل و قصیدہ کے ایک قسم کا قافیہ لائے تو لزوم مالایلزم کے قبیل سے ہے۔

تنبیہ یہان یہ سوال پیش آتا ہے کہ نون غنہ محققین اہل عروض کے نزدیک حرف مین داخل

نہین ہے اس وجہ سے اسکو تقطیع مین نہین لکھتے ہین پھر اس شہر مین نون غنہ کا کیون اعتبار کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اہل قافیہ کے نزدیک نون غنہ معتبر ہے اور اُسکو ایک علیحدہ حرف سمجھتے ہین چنانچہ مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین کہا ہے کہ نون غنہ عروضیون کے نزدیک حروف مین داخل نہین اسوجہ سے اسکو تقطیع مین نہین لکھتے اسی طرح جو حرف تلفظ مین نہ آئے یا جہان کوئی حرف دو حروف کی ترکیب سے حاصل ہوا ان مین سے ایک کو شمار نہین کرتے جیسے واؤ خود کی اور تا و دال راست دار کی اور نون چاندکا اور اہل قافیہ ان حروف کا اعتبار کرتے ہین۔

پانچوان شہر ردیف کے بیان مین

پوشیدہ نرہے کہ ردیف کو شعراے عجم نے اختراع کیا ہی شعراے عرب کے یہان مانند رباعی اور تخلص کے اسکا دستور نہین لیکن سکاکی نے شعراے عجم کی اتباع سے چند غزلین مردف کہی ہین اور رباعی کو اُس سے بھی پہلے دوسرے شعراے عرب نے شعراے عجم کی تقلید سے اختیار کیا ہے۔
ردیف اس لفظ کا نام ہے جو قافیے کے بعد آتا ہے اور دو قسم پر ہوتا ہی ایک مستقل کہ براہ استقلال حقیقی آخر ابیات مین بقید مکرر وارد ہو دوسرا غیر مستقل یعنی مستقل حکمی وہ ہے جو قافیہ معمول تحلیلی مین پایا جائے کہ نصف لفظ کو قافیہ اور نصف کو ردیف ٹھہرائین مگر باتفاق جمہور یہ لفظ خواہ کلمہ ہو یا کلام مستقل اور متحد اللفظ والمعنے ہوتا ہے اور معنے شعر کے اس سے ایسے تعلق ہوتے ہین کہ بے اُسکے تمام نہین ہوتے مثال ردیف متفق اللفظ والمعنے کی۔

سودا

جو گذرے مجھپر اُسے مت کہو ہوا سو ہوا
مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر

بلا کشان محبت پہ جو ہوا سُو ہوا
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سُو ہوا

پہلے شعر مین کہو اور رہا اور دوسرے شعر مین دھو قافیہ ہی اور ہوا سو ہوا ردیف۔

نثار

زخمی کو محبت کے سانچ سے راحت ہے
گرلون بھی تو چھڑکے تو سنگ جراحت ہے

راحت اور سنگ جراحت قافیہ ہی اور ہی ردیف ہے۔

نواب احمد علی خان رند

حشر کو جب حساب مانگینگے
اپنے ساقی لاابالی سے

الامان شیخ و شاب مانگینگے
رندوان بھی شراب مانگینگے

پہلے شعر مین حساب اور شاب اور دوسرے شعر مین شراب قافیہ ہی اور مانگینگے ردیف۔

حالی

ہین یار رفیق پر مصیبت مین نہین
اُس بات کی انسان سے توقع ہی عبث

ساتھی ہین عزیز لیک ذلت مین نہین
جو نوع بشر کی خود جبلت مین نہین

پہلے مصرع مین مصیبت اور دوسرے مین ذلت اور چوتھے مین جبلت قافیہ ہی اور مین نہین ردیف

مؤلفہ

اس دل دیوانہ پر وحشت ہے طاری اندنون
چین دم بھر بھی نہین لینے نہین دیتی ہو آہ

لاکوی موج ہوا زنجیر بھاری اندنون
کام کر ڈالے گی اپنا بے قراری اندنون

ان دنون دونون شعرون مین ردیف ہے۔ خواجہ نصیر الدین طوسی کے نزدیک لفظونکی تکرار مشروط ہے ہمعنے لی یعنے اگر دوسرے شعر مین یہ کلمہ دوسرے معنی مین آجائے تو درست ہی جیسا کہ مرزا سلیمان شکوہ کے ان دو شعرون مین۔ ع

گالیان سیکڑون ہر بات پہ اب دینے لگے
کس طرح ان ہی پائین کرون کیونکر تعظیم

دیکھیو جھڑتے ہین کیا منھ سے مرے یار کے پھول
دست و پا اپنے گئے دیکھتے ہی یار کے پھول

غالب

صبحدم دروازۂ خاور کھلا
خسرو انجم کے آیا صرف مین
وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود
ہین کواکب کچھ نظر آتے ہین کچھ
بزم سلطانی ہوئی آراستہ

مہر عالم تاب کا منظر کھلا
شب جو تھا گنجینۂ گوہر کھلا
صبح کو راز مہ و اختر کھلا
دیتے ہین دھوکا یہ بازی گر کھلا
کعبۂ امن و امان کا در کھلا

تاج زرین مہر تابان سے سوا
خسرو آفاق کے منھ پر کھلا

جرأت

بجا از گوہر سرشک چشم سے دامان تر پایا | تری دولت سے لیس اے عشق ہمنے خوب بھر پایا
سکھا دی پردہ داری حسن نے یہ اُسکو خاموشی | کہین قسمت سے ہمسایہ جو اُسکے ہمنے گھر پایا
جو از راہ تلطف پاؤن وہ رشک ملک رکھے | تو پہونچے کرسی دل کا ہمارے عرش پر پایا

خواجہ نصیر الدین طوسی کا یہ بھی قول ہے کہ مستقل ہونا ردیف کا بھی ضرور نہین ہے کلمۂ ردیف مستقل ہو یا غیر مستقل دونون طرح درست ہے لیکن ردیف غیر مستقل سے خواجہ کی مراد وہ حروف قافیہ ہین جو بعد حرف وصل کے آتے ہین مثل خروج اور مزید اور نائرہ کے مگر اتفاق جمہور قول اول ہی پر ہے یعنے مستقل ہونا ردیف کا شرط ہے پس ان اشعار مین۔

حالی

وہ نبیون مین رحمت لقب پانے والا | مرادین غریبون کی بر لانے والا
مصیبت مین غیرون کے کام آنے والا | وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

خواجہ کے نزدیک پانے والا اور لانے والا اور آنے والا اور کھانے والا کے حرف ی وال ردیف مین داخل ہین کیونکہ یاے تحتانی خروج ہے اور واؤ مزید اور الف نائرہ اور لام اور الف نائرے کی فرع ہین اور جمہور کے نزدیک یہ قافیے مین داخل ہین۔

نواب کلب علی خان مرحوم والی رامپور کی ایک غزل ہے جسکے دو شعر یہ ہین۔

وہ چشم و رخ دکھاتے ہین سیر گل و شراب | گیسو و لب مین پیش نظر سنبل و شراب
واعظ نماز و روزہ مبارک رہے تجھے | یان بزم مین ہے زمزمۂ قلقل و شراب

اس مین واو حرف عطف ردیف مین داخل ہے اور شراب کے شامل ہے حالانکہ حرف معنوی کلمۂ غیر مستقل ہوتا ہے لیکن اس مین کوئی مضائقہ نہین جبکہ ردیف کے لیے استقلال ضرور نہین حرف عطف معطوف علیہ اور معطوف دونون سے تعلق رکھتا ہے۔

شیخ امام بخش ناسخ کے کلام مین غلطی کا گمان بہت کم کیا جاتا ہو ایک مرتبہ دیوان دوم کے مطالعہ کا اتفاق ہوا ردیف الہا مین یہ غزل نظر پڑی۔ عـــه

کر دیے خط نے ترے عارض پر نور سیاہ | ہو گیا مشک کی مانند یہ کافور سیاہ

غرض کہ اس ساری غزل مین حور طور کافور وغیرہ قافیہ اور سیاہ ردیف ہے دوسرا شعر ہے۔

عـــه مطبوعہ مطبع نولکشور ماہ فروری ۱۹۰ء بار ہفتم ۱۲

یاد ساقی مین ٹپکتی ہے شراب اشک کی جا
ہین مرے دیدۂ تر یا کہ ہین بلور سیاہ

اس شعر مین رائے مہملہ بلور کی کسرۂ توصیفی جاتی ہے مگر محاورۂ اُردو مین بعض موقع پر ساکن پڑھنا بھی جائز ہی۔ جو قیاس لغوی کے خلاف ہے شیخ مقطع مین فرماتے ہین ؎

ناسخ جو مجھے پڑھتے تھے غزل وہ گئے دن
اب تو ناسخ کبھی کر آتے ہین ہم دور سے آہ

مقام غور ہے کہ لفظ سیاہ مین لفظ آہ جز بھی نہین کیونکہ لفظ سیاہ مین یائے تحتانی متحرک ور الف ساکن ہے اور شیخ مقطع کی ردیف مین سے انکا ترجمہ اور آہ الف ممدودہ سے لائے ہین میر نے اس سے بھی ایک عجیب کام کیا ہے کہتے ہین ؎

اثر ہو تا ہماری گرد دعا مین
کفن کیا عشق مین مین نے ہی پہنا
ضعیف و زار تنگی سے ہین ہر چند
لگ اٹھتی آگ سب ارض و سما مین
پھیے تو ہو مین بھتیرے دن کے جامے
ولیکن میر اڑتے ہم مین ہوا مین

ساری غزل مین دعا اور سما اور ہوا وغیرہ قافیہ اور مین ردیف ہے مگر دوسرے شعر مین جامے لاکر جا کو قافیہ کے مقابل مانا ہے دوسرے کو ردیف کے باوجود یکہ اور جگہ مین تین حروف کا کلمہ ہے اور آخر مین نون غنہ ہے ایسی ردیف نہایت معیوب ہے۔

میر سید حسین

کوچہ ترا اے سرو روان رشک چمن ہے
بلبل کی روش کوچے مین عاشق کا وطن ہی گلزار گویا
عاشق جو شب وصل ہوا طالب بوسہ
ہو جاتے ہین خاموش وہ ہر ایک سخن مین قرار ہے گویا

شعر اول مین لفظ ہے ردیف ہی اور باقی اشعار مین لفظ مین ردیف واقع ہوا ہے اور یہ بلکل جائز ہے ہان اگر اس امر کا اشارہ کر دین تو مضائقہ نہین چنانچہ شعرائے ریختہ کے یہان یہ دستور ہی کہ مقطع مین غزل آخر کے اختلاف ردیف کا اشارہ کر دیتے ہین چنانچہ انشا کہتا ہے۔

بدل اب ردیف کو اک غزل کہو انشا بحر کوئی پڑھا
کہ مرے ہی جوش عظیم سے بھی کچھ اس گھڑی ہے دماغ و دل
غم و درد تا سف یاس و الم سے دلا مجھے آہ فراغ کہان
مری جان نے بلا خراب ہے کیسے غم بادہ کدھر ہی ایاغ کہان

ولہ

کل بھی محفل سے تری ہم منہ لٹکے بیٹھ گئے
جو سے اٹھ اٹھ کر سبھی یان تک کہ گھر بیٹھ گئے
کہہ ڈالا اور بہ تبدیل ردیف ایک غزل
قافیے اسکے بھی تجھ بن سے بیٹھ گئے

تپش دل ہی سے ہم ملکے گلے بیٹھے ہین | چھیڑ مت شعلۂ گل بسکہ جلے بیٹھے ہین

جائز ہے کہ تمام شعر یا تمام مصرع قافیہ اور ردیف ہو جلیے۔

ظفر

صنما ہم کہین تو کیا کہوین
مدعی کہنے ہی نہین دیتے | الغرض ہم کہین تو کیا کہوین
مدعا ہم کہین تو کیا کہوین

گلزار نسیم

بے رُخ ترے واسطے ہوئی مین | فرخ کر ترے واسطے ہوئی مین

ولہ

رنجور جو ہون تو مین تمھین کیا | مجبور جو ہون تو مین تمھین کیا

منشی انوار حسین تسلیم

زاہدون کے طفیل سے یارب | عابدون کے طفیل سے یارب

ولہ

سونا سوگند ہو گیا اُس کو | رونا سوگند ہو گیا اُس کو

درد

اے درد بہت تو نے ستایا ہمکو | بے درد بہت تو نے ستایا ہمکو

سید منصور علی رامپوری

کسنے تجھے چین سے کیا ہے بیچین
بیچین کرے اُسے بھی کوئی یارب | اِسنے تجھے چین سے کیا ہے بیچین
جسنے تجھے چین سے کیا ہے بیچین

مومن

کیا مناسب تھے یہ بے باک سخن | نامناسب تھے یہ بے باک سخن

ناسخ

عشق بد ہے اے دل نادان سمجھ
گم نہ ہو ظلمات کا کل مین نہ جا | یہ سند ہی اے دل نادان سمجھ
نا بلد ہے اے دل نادان سمجھ

قول ناسخ منع شغل عشق مین ہے	مستند ہے ای دل نادان سمجھ

رنگین

شب تجھ سے جدا ہوئی تو معلوم ہوا	جب تجھ سے جدا ہوئی تو معلوم ہوا
دل تجھکو بہت چاہتا ہے ای رنگین	اب تجھ سے جدا ہوئی تو معلوم ہوا

ردیف کا جو لفظ زائد واقع ہو کہ معنے سے کچھ تعلق نہ رکھتا ہو اُسے **ردیف معیت** کہتے ہین خاقانی کے عہد سے مرزا صائب کے زمانے تک تمام شاعرون کے کلام مین یہ ردیف پائی جاتی ہے مگر متاخرین نے اسے فضول سمجھ کر یک قلم ترک کردیا خاصکر مطلع مین ایسی ردیف کا آنا زیادہ تر معیوب سمجھا ہے جیساکہ اس شعر مین مرزا دبیر کے ۔ ہ

چلائی سکینہ کہ خدارا ارے لوگو	بتلاؤ نہین ضبط کا یارا ارے لوگو

دونون مین مصرعون مین پہلی ردیف بیکار ہے۔

حافظ عمر دراز فائض

ساقیا بادۂ دوشینہ کا اک جام پلا	مین نہین معتقد کفر نہ اسلام پلا

پچھلے مصرع کی ردیف زائد ہی۔

محمد حسین آزاد

اس تیرہ شب مین شاعر روشن دماغ ہی	بیٹھا اندھیرے گھر مین جلائے چراغ ہے

پہلے مصرع مین ردیف زائد ہی اسلیئے کہ شاعر روشن دماغ مبتدا ہی اور بیٹھا خبر ہے دوسرے مصرع مین کچھ رابطہ ہی درمیان مبتدا و خبر کے پس پہلے مصرع مین ہے کی ضرورت نہین اور جلائے چراغ حال ہے اور اس تیرہ شب مین اور اندھیرے گھر مین خبر سے متعلق ہین ۔

آتش

لکھے جو یوسف اُنھین کوئی تو یہ کہتے ہین	ہمین بھی سمجھے ہو تم بیچنے کے قابل کا

لفظ کا کہ ردیف ہی بیکار رہی۔

خواجہ وزیر

کیون نہ انگشت شہادت بنے ہون بسمل قاتل	تیر دستی مین نہین تیری انامل قاتل
دل ترا قتل پہ کیونکر نہ ہو مائل قاتل	آب شمشیر عناصر مین ہو داخل قاتل

ایک ایک ردیف بیکار رہی۔

وله

اُس صنم کو خدا کہون نہ کہون
ہے سخن گو مگو خدا حافظ

ردیف زائد ہے۔

شمس النسا بیگم متخلص بہ شرم

ہجر مین مجھکو اگر ہوگی شفا کیا حاصل
لوگ کرتے ہین عبث میری دوا کیا حاصل

دوسرے مصرع مین عبث نے کیا حاصل کو بیکار کر دیا ہے۔

میر وزیر علی صبا

نقد دل ہاے چرا کر بُت پُر فن کیسا
چپکے بیٹھا ہی جھکائے ہوے گردن کیسا

دوسری ردیف بیکار رہی۔

وله

دیکھکر رنگین ترا رخسار قیصر باغ مین
گُل سے بُلبل ہوگئی بیزار قیصر باغ مین

دوسری ردیف زائد رہی۔

منیر

مرجع روح ملک ثانی عقل اول
زائر حضرت شاہ شہدا ہے ہے واے

انکی تصنیف ہین کیا کیا کتب بسوطہ
باقیات الصلحا شمس ضحا ہے ہے واے

دوسرے شعر مین ردیف فضول ہے۔

حسرت

دل اُسکی سیہ زلف کا مارا نہ جیے گا
افعی جو ڈسے کچھ نہین چارا نہ جیے گا

دوسری ردیف بیکار رہے۔

ضامن

چشم گریان سینہ بریان سیکڑون
ہین ترے کوچے مین جانان سیکڑون

دوسری ردیف فضول ہے۔

فائق

ترے عارض سے ہیں شرمندہ ای سیمین ذقن پانچون	گل وآئینہ وخورشید وماہ ونسترن پانچون

جس شعر مین ردیف ہو اُسے مُردّف کہتے ہین اور یہ مفعول ہے تردیف کا اور جس مین ردیف نہ ہو صرف قافیہ ہو اسے مُقفّے بولتے ہین فائدہ واجب ولازم ہے کہ غزل ونظم مین ردیف پر ہرگز اکتفا وحصر نکرے جس طرح پر دائم کے شعرون مین جو طبقہ شعراے متقدمین مین سے ہے۔

تجھ قد کی طرح سرو گلستان مین نہین ہے مست زلف ہلا اس مین غریبون کا ہی دل قید	مانند لب ت لعل بدخشان مین نہین ہے کچھ آس بھی جینے کی غرض اس مین نہین ہے

بدخشان وخراسان وگلستان قافیہ اور مین نہین ردیف قرار دے کر مصرع رابعہ مین قافیہ نہ رکھا اور ردیف پر اکتفا کی۔

جُرأت

دیدۂ حُسن کو بھی دید کی ہو جسکے ہوس	ساق پا ہو یہ بلورین کہ جلے اُسپہ ہوس

اگر لفظ اُسپہ کو یون لکھین اُس پے تو عیب رفع ہو جائیگا۔ مگر بے معنی ہو جائیگا۔

سودا

عاشق تو نامراد ہین بس اس قدر کہ ہم	دل کو گنوا کے بیٹھ رہے صبر کر کے ہم

اس شعر مین بھی اگر لفظ اس قدر کہ ہم کی کاف کو یون لکھین (کے) تو عیب نہ رہے گا۔ مگر بے معنے ہو جائے گا۔

ولہ

محمد باعث ایجاد افلاک	محمد علت غائی افلاک

مثنوی طالب علی خان عیشی

ہے عشق سے داغ داغ لالہ	ہے عشق اثر طراز لالہ

مثنوی گلزار عشق

واہ رے ظالم تری بے باکیان
طرفہ تر ہین کچھ تری بے باکیان

بُدھ سنگھ قلندر

نہین ہے وصل ہمارے نصیب یا قسمت	بنے ہین غیر کے ہی ڈے نصیب یا قسمت
تھی جن لبون سے طمع بوسہ گالیان بھی نہین	اب ایسے پھوٹ گئے یہ نصیب یا قسمت
ملا تھا یار ٹک اک غیر اگر نہ بہکا وے	یہ ویسی میری کمان ہی نصیب یا قسمت
نہین جو فضل قلندر تو کیون نہ ہون نومید	کہین اُلٹ نہین دیکھے نصیب یا قسمت

فائدہ متقدمین کا قاعدہ تھا کہ واحد کے لیے وہ اور یہ ہا کے ساتھ استعمال کرتے تھے اور جمع کے لیے وے اور یے حرف اول کے کسرے سے لاتے تھے اسی بنا پر قلندر کی غزل کا قافیہ معلوم ہوتا ہے اور اس صورت مین عیب نہ رہے گا۔ ان قافیون مین ایک غلطی یہ ہے کہ حرف ماقبل روی کی حرکت کا اختلاف ہے۔

آج کل جو لوگ انگریزی شاعری کی کورانہ تقلید کرتے ہین وہ تو سرے سے قافیہ ہی کو بیکار کہتے ہین ردیف کا ذکر کیا شاید انگریزی زبان کی ساخت اسی قسم کی ہو جیسا کہ عربی مین ردیف نہایت بدنما معلوم ہوتی ہے لیکن فارسی اور اردو مین تو ردیف نہایت لُطف پیدا کر دیتی ہے البتہ ردیف کے التزام کے لیے بہت بڑا قادر الکلام ہونا ضروری ہے ورنہ ردیف کے التزام کے ساتھ آمد اور بے ساختگی قائم نہین رہتی لیکن اگر یہ خوبی ہاتھ سے نہ جانے پائے تو ردیف سے شعر چمک جاتا ہے ان دونون شعرون پر غور کرو ؎

ساقیا عید ہے لا بادہ کا مینا بھر کے	کہ مے آشام پیاسے ہین مہینا بھر کے
و لہ	
چاہنا خلق کو صہبا و صنم سے محروم	ایسی نیت پہ بہشت آپکو واعظ معلوم

دونون شعر اپنی حیثیت سے لاجواب ہین لیکن پہلے شعر کو ردیف نے کسقدر چمکا دیا ہے۔

تیسرا جزیرہ فصاحت و بلاغت مین

امام فخر الدین رازی نے نہایۃ الایجاز فی درایۃ الاعجاز مین کہا ہے کہ بلاغت یہ ہے کہ آدمی کا عبارت مین اُس باریکی کو سوجھنا جو اُسکے دل مین ہے اور ساتھ اسکے خلل پیدا

کرنے والے اختصار اور ملال پیدا کرنے والی طوالت سے عبارت کو بچائے اور فصاحت
یہ ہے کہ عبارت تعقید سے خالی ہو امام کا کلام نہایت مجمل ہے مین تفصیل کے ساتھ دوسری
عبارت مین کہتا ہون کہ ۔

فصاحت کلمہ اور کلام دونون مین پائی جاتی ہے یعنے کلمہ بھی فصیح ہوتا ہے اور کلام
بھی ۔کلمے کی فصاحت یہ ہے کہ اُس مین جو حروف آئین اُن مین تنافر نہ ہو اور مخالفت قیاس
لغوی اور غرابت لفظی سے پاک ہو اور نہ ایسا ہو کہ اُسکے سُننے سے کراہیت معلوم ہو اور کلام
فصیح وہ ہے جو ضعف تالیف ۔ تنافر کلمات ۔ تعقید ۔ لفظ واحد کی کثرت ۔ تکرار پے در پے اضافت
ابتذال ۔ تغیر اثقال ۔ تناقض وغیرہ عیوب نہ رکھتا ہو اور ان عیوب کا ذکر مفصل انشاءاللہ ہم آگے
بیان کرین گے ۔

بلاغت سے کلام متصف ہوتا ہے نہ کلمہ ۔ کلام بلیغ وہ ہے جو فصیح ہو یعنی عیوب سے
خالی ہو اور مقتضائے حال کے بھی مناسب ہو **مقتضائے حال کے مناسب ہونا** ۔
ایسا جامع لفظ ہے جس مین بلاغت کے تمام انواع و اسالیب آجاتے ہین مثلاً جہان تاکید کی ضرورت
ہو وہان اختصار نہ کیا جائے اور جس جگہ اختصار و ایجاز چاہیے وہان اطناب و طوالت نہ ہو ۔
مبتدا اور خبر کہان مقدم لائے جائین اور کہان موخر کہان معرفہ ہو کہان نکرہ کہان مذکور ہو کہان
محذوف اسناد کہان حقیقی ہو کہان مجازی جملہ کہان خبریہ ہو کہان انشائیہ اور فقرون مین
کہان وصل ہو کہان فصل غرضکہ کلام مناسب موقع و مقام کے ہو یہان سے معلوم ہوا کہ فصاحت
کو بلاغت ضرور نہین ہے بلاغت کو فصاحت ضرور ہے یعنے جہان فصاحت ہو وہان بلاغت
ضرور نہین اور جس جگہ بلاغت ہوگی وہان فصاحت ضرور ہوگی لیکن کلام کی فصاحت کے
مدارج مین اختلاف ہے بعض الفاظ فصیح ہین بعض فصیح تر بعض اُس سے فصیح تر لیکن کلام کی
بلاغت مین صرف لفظ کا فصیح ہونا کافی نہین بلکہ یہ بھی ضرور ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ وہ ترکیب
مین آئے اُسکی ساخت ہیئت نشست سُبکی اور گرانی کے ساتھ اُسکو خاص تناسب اور
توازن ہو زور طبع اور اُصول شاعرانہ قائم ہو اور جو لفظ جس مصرع کا حق ہو اُس مین آئے ورنہ فصاحت
قائم نہ رہے گی مثلاً میر کہتے ہین ۔ ؎

ابر اُٹھا تھا کعبے سے اور جھوم پڑا میخانے پر	بادہ کشون کا جُھرمٹ ہیگا شیشہ اور پیمانے پر

اگرچہ اصل محاورہ ابر قبلہ ہو اور وہ یہان ابھی سکتا ہے لیکن کعبے سے ذرا مصرع کی ترکیب

گرم ہوگئی ہے۔

سودا

کیفیت چشم اُسکی مجھے یاد ہی سودا	ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

اگر یہان ساغر کی جگہ پیالے کا لفظ آئے باوجودیکہ دونون ہم معنی ہین تو شعر پایۂ فصاحت و بلاغت سے گرجائیگا میر انیس کا مصرع ہی ع۔

فرمایا آدمی ہے کہ صحرا کا جانور

صحرا و جنگل دو ہم معنے الفاظ ہین لیکن اگر اس مصرع مین صحرا کے بجائے جنگل کا لفظ آئے تو خود یہی لفظ غیر فصیح معلوم ہوا اور انہی کا ایک شعر ہی ؎

طائر ہوا مین مست ہرن سبزہ زار مین	جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار مین

یہان جنگل کے لفظ نے جو فصاحت پیدا کی ہی وہ صحرا سے نہین ہوسکتی انہی کا ایک شعر ہی

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا	تھا موتیون سے دامن صحرا بھرا ہوا

اوس اور شبنم ہم معنے ہین اور دونون فصیح ہین مگر یہان اوس کی جگہ شبنم کا لفظ لایا جائے تو یہی لفظ غیر فصیح ہوجائیگا لیکن یہی شبنم کا لفظ اس شعر مین نہایت فصیح ہے۔ ؎

خواہان تھے زیر گلشن زہرا جو آب کے	شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

اگر یہان شبنم کے بجائے اوس لائین تو فصاحت بالکل جاتی رہے۔

انشا

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی	تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

یہان لگ کی جگہ لے لگنے سے شعر کی گرمی جاتی رہے گی۔ صاحب کمال کی یہ بات ہی کہ جو لفظ جس مقام پر اُسنے بٹھادیا ہے اُسی طرح رہے تو ٹھیک ہوتا ہے نہین تو شعر رتبے سے گرجاتا ہے۔ اور شکلم کی یہی فصاحت و بلاغت ہے کہ مضمون کو ایسے الفاظ مین بیان کرے جو عیوب کلام سے پاک اور مقتضاے حال کے موافق ہون اور اپنے زور طبعی سے لفظون کو پس و پیش سے اس بند و بست کے ساتھ ترکیب دے کہ پڑھنے سے لطف معلوم ہو۔

ایضاح مین لکھا ہے کہ مقتضاے حال مختلف ہوتا ہے کیونکہ مقامات کلام کے متفاوت ہوتے ہین چنانچہ نکرے کے مقام پر معرفے کے خلاف ہوتا ہے اور اطلاق کا مقام تقیید کے خلاف ہوتا ہے اور تقدیم کا مقام تاخیر کے خلاف ہوتا ہے اور ذکر کا مقام حذف کے خلاف ہوتا ہے اور قصر کا حال اسکے مخالف سے بناین رکھتا ہے اور وصل کا مقام مباین ہے فصل سے اور ایجاز کا مقام مخالف

ہوتا ہے اطناب و مساوات کے مقام سے وغیر وغیرہ۔

کلام فصیح و بلیغ مین کبھی کچھ صنائع لفظی و معنوی بھی پائی جاتی ہین جو زیادہ تر باعث خوبی کلام ہوتی ہین اور بلاغت کلام کا مرجع دُو باتون کی طرف ہے جب تک وہ دونون باتین حاصل نہ ہون بلاغت حاصل نہین ہو سکتی جس طرح بغیر دولت کے حاصل ہوے سخاوت حاصل نہین ہو سکتی اُن دونون باتون سے ایک یہ ہے کہ معنی مقصود کے ادا کرنے مین غلطی سے بچے دوسری بات یہ ہے کہ کلام فصیح و غیر فصیح مین تمیز کر سکے۔ بغیر غلطی سے بچے اور لفظ فصیح و غیر فصیح مین تمیز حاصل ہوے کسی کا کلام بلاغت کے رتبے کو نہین پہونچ سکتا۔

اگر کوئی شخص مضمون کو ایسے الفاظ مین ادا کرے جو مقتضاے حال کے مطابق نہون یا مقتضاے حال کے تو مطابق ہون لیکن فصیح نہون تو وہ بلیغ نہین سمجھا جائیگا۔

کلام فصیح اور غیر فصیح مین تمیز علم لغت۔ صرف۔ نحو۔ اور حس سے حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ علم لغت سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لفظ فصیح ہے اور یہ غریب ہے اسی طرح علم صرف سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ لفظ کو اس طرح استعمال مین لانا قیاس لغوی کے مطابق ہے اور اس طرح استعمال کرنا قیاس لغوی کے مخالف ہے اور علم نحو سے ضعف تالیف اور تعقید لفظی کی کیفیت روشن ہو جاتی ہے اور بعض چیزون کو حس معلوم کر لیتا ہے چنانچہ حروف اور کلمات کا تنافر حس سے معلوم ہو جاتا ہے مگر ان چارون سے یہ نہین معلوم ہو سکتا کہ معنی مقصود کو ادا کرنے مین خطا سے کیونکر بچ سکتے ہین اور نہ تعقید معنوی کا حال معلوم ہو سکتا ہے اسلیے علما نے معنی مقصود کو ادا کرنے مین خطا سے بچتے رہنے کے لیے علم معانی ایجاد کیا اور تعقید معنوی کو جاننے کے واسطے علم بیان نکالا ان دونون کو علم بلاغت کہتے ہین اور صنائع لفظی و معنوی کو پہچاننے کے واسطے بھی ایک علم علٰحدہ ایجاد کر کے اُس کا نام علم بدیع رکھا اور یہ علم معانی و بیان کا تابع ہے کیونکہ صنائع و بدائع بلاغت کے تابع ہین یہان پر تینون علمون کا بیان علٰحدہ علٰحدہ جزیرے کی مناسبت سے ایک ایک شہر مین کیا جاتا ہے۔

خیر البلاغت مین لکھا ہے کہ کلام مین دُو قسم کا حُسن ہوتا ہے۔

(۱) ذاتی اور وہ یہ ہے کہ بدون اُسکے کلام صحیح نہ ہو اور اُسکو پسند نہ کرین اور یہ بات علم معانی سے معلوم ہوتی ہے۔

(۲) حُسن عارضی یہ ہے کہ اُس سے کلام فصیح و بلیغ کی رونق بڑھ جاے یہ تین طرح پر ہے (الف) لطافت (ب) رعایت نسبت (ج) اور صناعت۔

لطافت یہ ہے کہ کلام سے سوائے معنی مراد کے دوسرے معنے بطریق لطیفے کے نکلتے ہوں جیسے انشا نے جرأت کے نام کا معما کہا تھا۔

سر مونڈی نگوڑی گجراتن ✤ گجراتن کا سر اور پانون دور کرنے سے جرات پیدا ہوتا ہے لطیفہ اس مین یہ ہے کہ گجراتن جرأت کی مان کا نام ہے۔

رعایت نسبت یہ ہے کہ متکلم جس چیز کا بیان شروع کرے اول سے آخر تک اُسکی رعایت ملحوظ رکھے اور مناسبات کو جمع کرتا ہے۔

صناعت یہ ہے کہ اُسے ماہران سخن آرائش کلام کے لیے اختیار کرتے ہین اور علم بدیع مین اس کا حال مفصل مذکور ہوتا ہے۔

شہر پہلا علم معانی کے بیان مین

علم معانی ایسے قواعد کا نام ہے جن سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ لفظ مقتضاے حال کے مطابق ہے یا نہین۔

موضوع اس کا اُردو کے اہل بلاغت کی ترکیب مقتضاے مقام کی مطابقت کے ساتھ ہے اسی مطابقت کو جو کلام کی طرز سے سمجھی جاتی ہے خاصیت الترکیب کہتے ہین اسکی رعایت وہی کرسکتا ہے جو بلاغت سے بہرہ رکھتا ہو اور وہی اُسکو سمجھ سکتا ہے جس کا ذوق سخن فہمی صحیح اور دُرست ہو اُسکی **غایت** یہ ہے کہ ذہن سخن کی مطابقت مین مقتضاے حال کے ساتھ خطا و غلطی سے محفوظ رہے پس اگر اُن قواعد پر لحاظ رکھین تو کسی لفظ کے معنی مراد لینے مین خطا و غلطی واقع نہوگی اور یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ یہ کلام فصیح و بلیغ ہے یا نہین کلام اُن دو یا زائد کلمون کو کہتے ہین جو باہم اسناد رکھتے ہون یعنی اُن کے درمیان مین نسبت ہو جیسے نسبت فعل و فاعل یا مفعول بہ کی یا نسبت مضاف و مضاف الیہ یا موصوف و صفت کی اور کلام دو حال سے خالی نہین یا سکوت متکلم کا اُس پر صحیح ہو اور سننے والے کو اُس کلام سے فائدہ حاصل ہو جائے یا اُس پر سکوت دُرست نہو اور اسقدر

کلام ہے کچھ مطلب نہ معلوم ہوتا ہو قسم اول **کلام مفید و تام** اور قسم ثانی کو **کلام غیر مفید و ناقص** کہتے ہین مثال کلام تام کی زید کھڑا ہے عمرو کو مارو مثال کلام غیر مفید کی زید کا گھوڑا صاحب کی گھڑی۔ چالاک گھوڑا بے حیا آدمی۔ کلام مفید و تام کو جملہ بھی کہتے ہین جیسا کہ مفصل مین زمخشری کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے لیکن تساوی کلام و جملہ مین اختلاف ہے شیخ جمال الدین بن ہشام مغنی مین کہتا ہے کہ کلام جملے سے خاص ہے مرادف نہین کیونکہ کلام اس قول کو کہتے ہین جو مفید بالقصد ہو اور جملہ عبارت ہے فعل اور فاعل اور مبتدا و خبر اور اُس چیز سے جو بمنزلے جملہ یا خبر کے ہو اور عموم کی وجہ یہ ہے کہ جملے مین افادت شرط نہین ہے بخلاف کلام کے کہ اسمین یہ امر شرط ہے اسی سبب سے جملۂ شرط اور جملۂ جزا اور جملۂ صلہ کہا کرتے ہین اور کلام نہین کہتے کیونکہ کہنے والے کو اس سے فائدہ حاصل نہین ہوتا اور تہذیب النحو کی شرح مین لکھا ہے کہ کلام سے جملہ خاص ہے اسلیے کہ کلام خداے پاک کو جملہ نہین کہتے کلام کہتے ہین مگر اکثر نحاۃ کی راے یہی ہے کہ کلام اور جملہ مترادف ہین بالجملہ اُسکی دو قسمین ہین خبریہ اور انشائیہ خبریہ اُسے کہتے ہین کہ مدلول کلام ایک ہی وقت صدق و کذب دونون کا احتمال رکھتا ہو **صدق** سے مراد نفس الامر اور واقع کے مطابق ہونا ہے اور **کذب** یہ ہے کہ واقع اور نفس الامر کے ساتھ مطابقت نہو اور بعض نے خبر کی یون تعریف کی ہے کہ اُسکے کہنے والے کو ایک وقت مین جھوٹا یا سچا کہہ سکین اور فرق دونون تعریفون مین یہ ہے کہ پہلی تعریف کے مطابق غیر مصدق جملہ خبریہ ہوگا اسلیے کہ احتمال صدق و کذب جملۂ خبریہ کا وصف ہے اُسی کے نفس مفہوم سے تعلق رکھتا ہے اور دوسری تعریف کے مطابق احتمال صدق و کذب جملۂ خبریہ کا وصف نہین ہو سکتا اسلیے کہ یہان صدق و کذب بالذات کہنے والے کا وصف ہے اور جملۂ خبریہ کا وصف کہنے والے کے ذریعے سے ہے بعض کہتے ہین کہ خبر صرف سچائی کے لیے بنی ہے اور جھوٹ اُس سے عقل کی دلالت کے ساتھ مادے اور مقام کی خصوصیت کے سبب سے معلوم ہوتا ہے نتیجہ اس سے یہ نکلا کہ صدق یہ ہوگا کہ حکم واقع اور نفس الامر کے ساتھ مطابق ہو نظام معتزلی یہ کہتا ہے کہ خبر کا صدق و کذب متکلم کے اعتقاد پر مبنی ہے پس اگر وہ خبر کو سچا سمجھتا ہے تو صدق ہے اور اگر جھوٹا جانتا ہے تو کذب ہے اور جاحظ کا یہ مذہب ہے کہ واقع کے ساتھ مطابق ہونے اور نہونے کا نام خبر کا صدق و کذب ہے اسکے سوا نہ صدق ہے نہ کذب ہے اور ہر ایک مذہب پر دلیلین موجود ہین جو مطولات مین مذکور ہین مثال اسکی یہ ہے زید کھٹملا ہے۔ خالد چلا گیا۔ شیخ الٰہی بخش کو مارو **سوال** آفتاب ایک نورانی کرہ ہے اور زمین نارنگی کی طرح چپٹی ہے اور عالم حادث ہے اور اللہ معبود ہے اور خدا ایک ہے

اور محمد اللہ کے رسول ہین یہ تمام جملہ خبریہ ہین لیکن ان مین جھوٹ کا احتمال نہین پس ان پر
خبر کی تعریف صادق نہین آئی **جواب** ان مین لفظون کے معانی کذب کا احتمال رکھتے ہین
گو مسند الیہ یا مسند کی خصوصیت کی وجہ سے کذب کا احتمال نہین ہے اسی طرح کبھی کہنے والے کی
خصوصیت کی وجہ سے کذب کا احتمال اُٹھ جاتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
خبر مین کذب کا احتمال نہین ہے غرضکہ اگر صرف خبر کے مفہوم کو دیکھا جائے تو وہ ضرور ایک وقت
مین دونون احتمال رکھتا ہے اور مسند الیہ یا مسند یا متکلم کی خصوصیت امور خارجیہ مین سے
ہے اور خبر کے سچا ہونے کی دلیل تواتر ہے لیکن شرط یہ ہے کہ غرض اور استہزا سے خالی ہو کیونکہ
اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اہل غرض اپنے فائدے کے لیے امیرون کے سامنے جو دن بھر مکان مین
بیٹھے رہتے ہین اور دوسرے مقامات کی خبرین سُنکر دل خوش کرتے ہین جھوٹی خبرین اپنی
طرف سے گڑھ کر بیان کرتے ہین یا بطور ظرافت کے گپین مارتے ہین مثلاً آج جامع مسجد
کے پاس ایک گھوڑی ہاتھی کا بچہ جنی ہے اور اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کی خبر عوام مین
مشہور ہو جاتی ہے اور لوگ تماشا دیکھنے کے لیے جاتے ہین **انشا** وہ ہے جسکے مضمون مین
صدق و کذب کا احتمال نہو کیونکہ مخبر عنہ نہونے کی وجہ سے اُس سے خبر مقصود نہین ہوتی اور
جس چیز مین خبر مقصود نہ ہو اس مین صدق و کذب کا احتمال کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ احتمال کا مدار
اس پر ہے کہ مخبر عنہ سے خبر دیجاوے اور جملۂ انشائیہ کا بولنے والا اپنی طبیعت سے ایک
مضمون ایجاد کرتا ہے چنانچہ کسی کو کہنا کہ یہ کام کر یا مت کر۔ اور ہر جملے مین مسند الیہ اور مسند
کا ہونا ضرور ہے خواہ وہ اسناد خبری ہو یا انشائی۔ **مسند الیہ** وہ جس کی طرف کوئی امر منسوب
ہو **مسند** وہ جس کو کسی کی طرف منسوب کرین اور ان دونون مین جو نسبت ہوتی ہے
اُسکو **اسناد** کہتے ہین اور وقوع و لا وقوع کو یعنی عبارت نسبت تامہ ایجابیہ و سلبیہ سے ہے حکم کہتے
ہین اگرچہ نسبت مرکب غیر مفید مین بھی ہوتی ہے مگر وہ مخاطب کو فائدہ تام نہین دیتی یعنی
سننے والا اسکو سُنکر خاموش نہین رہ سکتا بلکہ اس سے مقصود دوسری چیز ہوتی ہے اور
مرکب مفید مین جو نسبت ہوتی ہے وہ مخاطب کو پورا فائدہ دیتی ہے اور اُسکو پھر کیا اور کون
کی احتیاج نہین رہتی۔ کیا کی احتیاج اُسوقت ہوتی ہے کہ ذات کو بغیر صفت کے بیان
کیا جائے یعنے کیا سے صفت کا سوال ہوتا ہے اور کون کی احتیاج اس حالت مین ہوتی
ہے کہ صفت کو بغیر ذات کے بیان کیا جائے یعنے کون سے ذات کا سوال ہوتا ہے بس

پورا فائدہ اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ ذات صفت کے ساتھ اُسی طریق سے بیان ہو اور بدون اسکے مطلب اور مفہوم بخوبی نہین سمجھا جا سکتا جیسے اس مثال مین زید کھڑا ہے زید مسند الیہ ہے اُسکی طرف کھڑے ہونے کی نسبت کی گئی ہے اور کھڑا مسند ہے کہ اُسکو زید کی کی طرف منسوب کیا ہے اور جو نسبت زید مین اور کھڑا ہونے مین ہے اس کا نام اسناد ہے یا جیسے زید عمرو کو مارتا ہے زید مسند الیہ ہے کہ اُسکی طرف مارنا عمرو کا منسوب کیا گیا ہے اور مارنا مسند ہے کہ اُسکو زید کی طرف منسوب کیا ہے اور نسبت جو زید اور مارنے مین ہے وہی اسناد ہے۔ مسند الیہ اور مبتدا اور مخبر عنہ تینون ایک چیز کے نام ہین اسی طرح مسند اور خبر اور مخبر بہ سے ایک چیز سمجھی جاتی ہے۔ سوا مسند الیہ اور مسند کے جملے مین جو اور کلمات ہون خواہ مفرد ہون خواہ مرکب ناقص یا تام اُن کو زوائد و توابع و لواحق و ملحقات کہتے ہین۔ مبتدا و خبر ملحق بہ فاعل کہلاتے ہین اور حال و تمیز و مستثنےٰ ملحق بہ مفعول کیونکہ یہ تینون مثل مفعول کے فضلہ ہین اور کلام ان کے بدون تمام ہو جاتا ہے اس وجہ سے انھین شبیہ بمفعول بھی کہتے ہین اور مبتدا و خبر و فاعل عمدہ ہین اور مبتدا شبیہ بفاعل اور خبر شبیہ بفعل بھی کہلاتے ہین۔

الحاصل علم معانی مین آٹھ چیزون سے بحث کی جاتی ہے۔ اسناد خبری۔ مسند الیہ۔ مسند۔ متعلقات فعل۔ قصر۔ انشا۔ وصل و فصل۔ ایجاز و اطناب و مساوات۔ ان آٹھون چیزون کو شہر کے لحاظ سے ہم ایک ایک باغ مین بیان کرتے ہین۔

پہلا باغ اسناد خبری کے بیان مین

اسناد یعنی جو نسبت باہم کلمتین مین ہو اور اس سے مخاطب کو کوئی خبر معلوم ہوتی ہو اس خبر سے کئی فائدے حاصل ہوتے ہین (۱) یا تو متکلم کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ سامع ناواقف کو کسی امر سے مطلع کرے اسکا نام فائدہ خبر ہے جیسے کہے عمرو زید کا بیٹا ہے سامع کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون شخص ہے اسلیے اُسکو خبر دی یعنی مطلع کیا کہ وہ زید کا بیٹا ہے۔ شاہ نیاز کہتے ہین۔ ؎

میان ہمتو باشندے ہین یار کے	ادھر کی نہین جانتے رسم و راہ

اس مین خبر دی کہ ہم ادھر کی رسم و راہ سے واقف نہین غیر ملک کے رہنے والے ہین۔

اور یہ شعر مذاق صوفیہ میں اور ہی معنے دیتا ہے اور وہی منشا شاعر کا ہے مگر یہان اُس کے بیان کا موقع نہین۔

حالی

عرب کچھ نہ تھا اک جزیرہ نما تھا
کہ پیوند ملکون سے جس کا جدا تھا
نہ وہ غیر قومون پہ چڑھ کر گیا تھا
نہ اُس پر کوئی غیر فرمان روا تھا

تمدن کا اُس پر پڑا تھا نہ سایا
ترقی کا تھا وان قدم تک نہ آیا

قبیلے قبیلے کا بُت اک جدا تھا
کسی کا ہُبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزے پہ وہ نائلہ پر فدا تھا
اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہان ابر ظلمت مین تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیون پر

(۲) یا متکلم کا اپنے علم سے مخاطب کو آگاہ کرنا مقصود ہوتا ہے اُسکو لازم فائدہ خبر کہتے ہین مثلاً کوئی شخص کسی آدمی کی تعریف کرے اور دوسرا شخص کہے کہ وہ آدمی بہت اچھا ہے یعنے مین بھی اُس سے واقف ہون۔

لمؤلفہ

اے چرخ تو گذر یونہ کینے سے آجکل
واقف ہین ہم بھی تیرے قرینے سے آجکل

متکلم نے آسمان کو اس بات سے مطلع کیا کہ مین آجکل تیری کینہ پروازی کی روش سے واقف ہون جو کچھ تجھ سے میری خرابی کی تدبیر ہو سکے اُس سے در گذر نہ کرنا۔

غالب

جانتا ہون ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہین آتی

میر

قدر والا تمھاری ہے معلوم
خلق خادم ہے اور تو مخدوم
اس سعادت سے جو ہے محروم
ہے یقینی کہ وہ اُلاغ ہے شوم

حشر کو ہوگا مرکب دجال

عزت

پھرتے ہو ہمسے روٹھے نہیں ملتے ہو بات	ہم جانتے ہیں تم کو کسی نے سکھا دیا

(۳) یا فائدہ خبر اور لازم فائدہ خبر کے واقف کو انجان قرار دیکر کوئی بات کہی جاتی ہے جیسے کوئی شخص عبادت الٰہی میں تساہل کرے اور فوائد عبادت کرنے کے جانتا ہے اُس سے کہا جائے کہ عبادت کرنا بہت اچھی بات ہے۔

سودا

پیارے نہ بُرا مانو تو اک بات کہوں میں	کس لطف کی اُمید پہ یہ جور سہوں میں

ہر چند یہ شخص جانتا ہے کہ معشوق کو عاشق پر لطف کرنا اور نہ کرنا اپنا معلوم ہے لیکن تنبیہاً اُسکو یاد دلاتا ہے گویا کہ وہ اپنے لطف کرنے اور نہ کرنے پر مطلع نہیں ہے اور یہ منظور ہے کہ شاید اسوقت تنبیہ ہو کر لطف کرنے لگے۔

واجد علی شاہ

انگا ٹھوکر نہ پائے ناز سے تو	کبھی تاج سر ہندوستان تھے

انیس

قاسم کو غرض کیا جو سُنیں گریۂ و زاری	میں کون سکینہ ہی چچا جان کو پیاری
اللہ تو ہے گر کوئی غمخوار نہیں ہے	مٹی مری کچھ قبر کو درشوار نہیں ہے

یہ بات حضرت صغرےٰ نے کہی تھی حالانکہ جن لوگوں سے ایسا کہا تھا وہ اُن کو بہت عزیز رکھتے تھے چونکہ بیمار ہونے کی وجہ سے اُنکو ساتھ نہیں لیے جاتے تھے اسلیئے اُنھوں نے بطور شکوے کے ایسا کہا۔

غالب

تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دوں	کبھی فتراک میں تیری کوئی نخچیر بھی تھا

میر حسن

رُکے جو کوئی اُس سے رُک جائیے	جھکے جو کوئی اُس سے جھک جائیے

ان باتوں کو بدر منیر جانتی تھی مگر چونکہ وہ اسپر عمل نہیں کرتی تھی اسلیئے نجم النساء نے اُسے انجان قرار دیکر ایسا کہا۔

سُنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرکے ولے	تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

اگر آپ پر کوئی شیدا نہ ہو	تو پھر چاہیے اُس کی پروا نہ ہو

یہ بات نجم النسا نے بدر منیر سے اسوقت کہی تھی جب کہ بے نظیر کا آنا موقوف ہو گیا تھا۔

دبیر

مین اُسکا پسر ہون جو خدا کا ہی شناسا	فرزند ہون اُس کا جو نبی کا ہی نواسا
جان اُسکی ہون پانی نہ ملا جسکو ذرا سا	مین وہ ہون پدر جسکا ہی دو روز سے پیاسا

دلدار ہون خاتون قیامت کے پسر کا
ٹکڑا ہون محمدؐ کے کلیجے کے جگر کا

یہ بات حضرت علی اکبر بن امام حسینؑ نے فوج یزید سے کہی تھی۔

(۴) یا متکلم کو اپنی شان و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہی جیسے ایک مشہور و معروف آدمی کہے کہ ہمارے پاس ہزارون روپے ہین حضرت امام حسینؑ کی زبان سے انیس کہتے ہین۔ ؎

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین	مین ہون انگشتر پیغمبر خاتم کا نگین
مین ہون خالق کی قسم دوش محمدؐ کا مکین	مجھسے روشن ہی فلک مجھسے منور ہی زمین

غالب

آج مجھ سا نہین زمانے مین	شاعر نغز گوے خوش گفتار

مصحفی

سب خوشہ ربا ہین مری خرمن کے جہا تئین	کیا شعر پڑھے گا کوئی موزون مرے آگے

چونکہ مصحفی مسلم الثبوت شاعر تھا اور اہل لکھنؤ اُسکو جہان استاد مانتے تھے اسلیے اُسکا یہ کہنا پہلی قسم مین داخل نہین ہو سکتا۔

دبیر حضرت امام حسینؑ کی زبانی

آگے جو رسولان ہدایت شیم آئے	لیکر خبر آمد خیر الامم آئے
گمراہ مگر راہ پر اُن سے بھی کم آئے	اللہ کو سب جان گئے جب کہ ہم آئے

ہر شرک کے طوفان رُکے اپنے قدم سے
بُت خاک پہ سجدے کو جھکے اپنے قدم سے

نفیس حضرت علی اکبر کی زبانی

صدا یہ دی کہ بڑھے رن سے لشکر گمراہ	وہ مین ہون جسکا ہے جد نائب رسول اللہؐ

(۵) یا تحزن وتحسر مقصود ہوتا ہے جیسے۔

منشی

مین افتادہ یارب سر خاک ہون	ستم دیدۂ دور افلاک ہون

انشا

بسان بید مرے بند بند جکڑے ہین	دو فور درد یہانتک کہ ہون بشکل سطیح
تگرگ کی نمط اب بس گھلا ہی جلتا ہون	بوضع برگ کے ہون مرتعش بصد مسیح
نفس کو تنگ کیا ہے حرارت دل نے	ہلا دے مروحۂ لطف تنک پئے ترویح

سودا

مین ہون گر قابل نار جہنم	یہ تیرے فضل کا دریا ہے کیا کم

تپش

مین الکن ہون اور سخت عاجز بیان	تکلم مین الجھے ہے میری زبان

اگرچہ ان مثالون مین خبر کے الفاظ اپنے معنون مین مستعمل ہین لیکن نہ یہان مخاطب کو حکم کی خبر دینا منظور ہے اور نہ متکلم کا مخاطب کو اپنے علم سے آگاہ کرنا مقصود ہے کیونکہ مخاطب خدائے تعالیٰ ہے جو اُن دونون باتون کا عالم ہے بس یہ الفاظ تحزن وتحسر کے واسطے ہین۔

(۶) یا خبر سے شکرگذاری مقصود ہوتی ہے جیسے سودا جناب باری کی طرف خطاب کر کے کہتا ہے۔

عطا کی جب سے مشت خاک کو جان	فراوان ہے دم آب ولب نان
رکھے ہے کام مین جب تک زبان تر	نمک گاہے چکھا دے گاہ شکر
برائے پوشش تن بھی بہرحال	کبھی کمل اُڑھاتا ہے کبھی شال
ہمارے واسطے اے رب معبود	کرم مان باپ سے تیرا ہے افزود
بیان کیا کیجئے تیری عنایت	دیے ہین چشم اور نور بصارت
کرتا معلوم ہو شام وسحر گاہ	چلین پستی بلندی دیکھ کر راہ

زبان کو ذائقے سے دی ہی تسکین	کیا معلوم جس نے ترش و شیرین

(۷) یا خبر مدح و ثنا کے لیے ہوتی ہے جیسے۔

انشا

نسیم فضل و کرم مین ترے وہ ہی بوباس	نہ پہونچے گرد کو جسکی کبھی شمیم مسیح

یہ خطاب جناب باری سے ہی۔

جرأت

محمد ہے نبی ممدوح ذات کبریائی کا	کرے بندہ ثنا اُسکی تو دعوے ہی خدائی کا

رند

شان ارفع ہے تری مرتبہ اعلیٰ تیرا	توہے یکتا کوئی ثانی نہین حقا تیرا

ظفر

پانی مین اُسنے راہ بری کی کلیم کی	آتش مین وہ ہوا چمن آرا خلیل کا
اُسکی مدد سے فوج ابابیل نے کیا	لشکر تباہ کعبے پہ اصحاب فیل کا

ورد

ارض و سما کہان تری وسعت کو پاسکے	میرا ہی دل ہی وہ کہ جہان تو سما سکے

(۸) یا خبر طنز کے طور پر استعمال کی جاتی ہے جیسے۔

میر حسن

یہ سن سن کے وہ ناز مین مسکرا	لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا
مین سمجھی ترا دل گیا ہے اُدھر	بہانے تو کرتی ہے کیون مجھپہ دھر
لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہ وش	ہوئی تھی اُسے دیکھ مین ہی تو غش
تمھین نے تو چھڑکا تھا مجھپر گلاب	بھلا میری خاطر بلا لو شتاب

بدر منیر شاہزادے بے نظیر کو دیکھکر عاشق ہو گئی تھی مگر جب نجم النسا نے اُس سے کہا کہ بے نظیر کو بلا کر اُس سے حظ جوانی حاصل کر تو بدر منیر نے جواب دیا کہ دل تو تیرا چاہتا ہے اور بہانے مجھپر دھرتی ہے جس کا جواب نجم النسا نے بطور طنز کے یہ دیا کہ مین ہی بے نظیر کو دیکھکر غش ہو گئی تھی اور تمھین نے مجھپر گلاب چھڑکا تھا بس یہان خبر سے بدر منیر کو واقف کرنا منظور نہین کیونکہ وہ اپنے غش ہوجانے اور نجم النسا کے اُس پر گلاب چھڑکنے سے بخوبی آگاہ تھی علیٰ ہذا القیاس۔

اسناد خبری سے بہت سے فائدے نکلتے ہین مگر ان مین سے پہلے دونوں معنے تو حقیقی ہین اور باقی سب مجازی۔

یاد رکھو کہ جب مخاطب حکم سے خالی الذہن ہو اور نہ اُسکو حکم مین تردد ہو تو اسناد پر مؤکدات کو نہ لانا چاہیے کیونکہ حکم بغیر مؤکدات کے بھی اُس کے ذہن نشین ہوجائے گا اور اگر مخاطب کو شک و تردد ہو تو اس وقت کوئی مؤکد لاکر اُس کو تقویت دینا جائز بلکہ مستحسن ہے کہ اس مؤکد کی وجہ سے اُس کا تردد دفعہ ہوجائے اور حکم ذہن نشین ہوجائے اور اگر مخاطب حکم کا منکر ہو تو اس صورت مین حکم کی تاکید کرنا اور اسناد پر مؤکدات کا لانا واجب ہے پس جبکہ خبر کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ ہو تو اُسے ابتدائی کہتے ہین اور جبکہ بطور استحسان کے تاکید آئے تو۔ طلبی بولتے ہین اور جبکہ بطور وجوب کے اُس کی تاکید کی جائے تو انکاری نام رکھتے ہین اور اس قسم کا کلام مقتضاے ظاہر حال کے مطابق سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر بغیر تردد و انکار کے اسناد پر مؤکدات لائین تو ایسا کلام مقتضاے ظاہر حال کے خلاف ہوگا مگر یان کبھی غیر منکر کے ساتھ منکر کا سا برتاؤ کرتے ہین اور یہ اُس صورت مین ہوتا ہے جبکہ علامات سے یہ معلوم ہوجائے کہ یہ انکار رکھتا ہے جیسے۔

منشی

وہ کہنے لگا سُن کے یہ داستان	کہ شاید تو ہے رستم پہلوان
وہ بولا کہ زنہار رستم نہین	ہین اُس کا ہون اک چاکر کمترین

سُہراب کو مخاطب کے رستم نہونے کا انکار نہ تھا مگر چونکہ وہ رستم کے نشان اُس مین پاتا تھا یہ علامت اس بات کی تھی کہ وہ اُسکے رستم ہونے کا معتقد ہے اسلیے سہراب کو بمنزلے منکر کے قرار دیکر زنہار کا لفظ تاکید کے لیے ذکر کیا تاکید کے الفاظ بہت ہین جیسے بیشک اصلا ضرور ہرگز وغیرہ اور قسم سوگند کے تمام الفاظ مثال اسکی۔

میر

جوہر تمھاری ابروؤن کے جیتے ہین بہم	یکتا یہ تیغے ہین قسم ذوالفقار کی

تیغون کے یکتا ہونے کی تاکید ذوالفقار کی قسم سے کی ہے۔

ولہ

گو ہے صبر اے مست تنویر	ہاتھ آئی ہے آپ کی تصویر

اگر اے شاہزادۂ عالم
دل نہیں مانتا خدا کی قسم

شاہزادی نے اپنے عشق کا اظہار کیا ہے اور پھر بنظر رفع شک قسم سے تاکید کی تاکہ بخوبی معلوم ہو جائے کہ شاہزادی عاشق ہو گئی اور کسی طرح کا شک نہ رہے۔

رنگین

الحق تری باتوں میں نہیں بھدرک
برحق تری باتوں میں نہیں بھدرک

رنگین تری زبان کے نیچے ہے زبان
مطلق تری باتوں میں نہیں بھدرک

سروش سخن

سر تک بھی اگر کاٹ کے پھینکوگے ہمارا
ہم آپ کے قدموں کی قسم اف نہ کرینگے

اصغر علی آبرو

جو ہیں چشم سیاہ یار کی آنکھوں صفت بیدل
تو بیشک اے آبرو نہیں ہو گماں چشم غزالاں کا

ذوق

یہ تو یوں مضطرب و سینے میں آنکھوں کی ہو ترا
جی کا رہنا نظر آتا نہیں اصلا ہمکو

داغ

جو دکھاؤ بھی نہ دیکھوں رخ بیحجاب ہرگز
یہ وہ آنکھ ہے کہ دیکھا نہیں جس نے خواب ہرگز

بقا

مری چشم سے کیوں نہ خوناب اترے
کہ البتہ دریا میں سرخاب اترے

مولوی سید حسین احمد بیباک

تو کو چۂ دلدار اگر دیکھ لے واعظ
واللہ کبھی نام نہ لے خلد بریں کا

حالی

سنات بردنمین اگر عیب کسی کا ہے چھپا
نہ ہوا آج تو کل ہوگا مقرر رسوا

کمال

بل جو رخساروں پہ کھاتے ہیں یہ دلبر گیسو
قتل عاشق کو کرینگے یہ مقرر گیسو

آفاق

خوب بل کھاتے ہیں رخ پر ترے دلبر گیسو
ہے یقیں بیچ کوئی ڈالینگے ہم پر گیسو

آصف والی دکن

کھو بیٹھ تو گھبرا کے ذکرِ عدو پر
نہیں ہم تو واقف خدا جانتا ہے

آصف الدولہ

وہ قبر سے نہ نکل آئے گا مرا ذمہ
تک اُسکی روح تو خوش ہو نہ دلمیں لا وسواس

مرا ذمہ تاکید کے لیے ہے۔

حکیم عبد الکریم برہم

صرف اک تار نفس پر ہے مدار
سچ تو یہ ہے کچھ نہیں انسان میں

لمؤلفہ

ہے سبب کچھ اور مستی کی دھڑی مطلق نہین
رنگ ہی نیلوفری جو لعل شکر بار کا

مطلق تاکید کے لیے ہی۔ کبھی منکر حکم غیر منکر بلکہ خبر کو بغیر تاکید کے لاتے ہین بشرطیکہ منکر کو اُسکے ایسے دلائل و شواہد معلوم ہوں کہ اگر اُن مین غور و تامل کرے تو انکار کی وجہ باقی نہ رہے مثلاً منکر اسلام سے کہا جاے کہ اسلام حق ہے اور اس کلام کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ لایا جاے کیونکہ ظاہر ہے کہ منکر اسلام کو وہ دلائل معلوم ہین جو حقیقت اسلام پر دلالت کرتے ہین اور وہ قرآن کا معجزہ وغیرہ ہے اگر یون کہا جاے کہ تحقیق اسلام حق ہی تو مقتضاے ظاہر کے مطابق ہو جاے۔

سودا

جیسے کہ کہیے اولوالامر ہے حسین شہید
امام برحق و معصوم پاک از اجداد

ایک شخص امام حسینؑ کو باغی اور یزید کو اولوالامر قرار دیتا تھا اُسکو حضرت امام حسینؑ کی اولوالامری کا غیر منکر مانکر قائل نے کہا مصرع

جیسے کہ کہیے اولوالامر ہے حسین شہید

اس خبر کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ لایا کیونکہ منکر ایک مولوی تھا جسے یزید کی بیدینی کا حال اور حضرت حسینؑ کے اولوالامر ہونے کے دلائل معلوم تھے جنپر وہ غور نہین کرتا تھا اگر غور کرتا تو ضرور اپنے عقیدے سے پھر جاتا۔

اسناد حقیقی عقلی و مجازی عقلی

حقیقت و مجاز جس طرح مفرد مین جاری ہوتے ہین جملے مین بھی جاری ہوتے ہین برابر ہے کہ جملہ انشائیہ ہو یا خبریہ اور اس سے بحث علم معانی مین کرتے ہین جس طرح مفرد کے حقیقت و مجاز سے علم بیان مین بحث ہوتی ہے کبھی مفرد مین حقیقت و مجاز کو لغوی کے ساتھ مقید کر دیتے ہین یعنی **حقیقت لغوی** اور **مجاز لغوی** کہتے ہین اور اس قید سے مقصود احتراز جملے کے حقیقت و مجاز سے ہوتا ہے۔ اور جملے مین حقیقت و مجاز کو عقلی کے ساتھ مقید کرتے ہین تاکہ مفرد کے حقیقت و مجاز سے احتراز ہو۔ اور جملے کے حقیقت و مجاز کو کبھی حکمی بھی بولتے ہین گو نسبت اضافی مین ہو کیونکہ حکم اشرف ہے جو اُسکی ایک فرد ہے یا یہ کہ حکم عقل کی طرف منسوب ہے اور کبھی حقیقت و مجاز فی الاثبات بھی کہتے ہین اگرچہ نفی مین واقع ہو اسلیے کہ بلغا کے کلام مین نفی اثبات کی تابع ہوتی ہے اور اکثر کی یہ رائے ہی کہ ہر ایک حقیقت و مجاز اسناد کی صفت ہی نہ کلام کی اور کلام کا اتصاف انکے ساتھ اسناد کی وجہ سے ہی۔

غرضکہ **حقیقت عقلی** ایک جملہ ہی کہ اُس مین فعل یا وہ چیز جو فعل کے معنے مین ہی جیسے مصدر و اسم فاعل و اسم مفعول و صفت مشبہ اُس چیز کی طرف مسند ہو جو اُس فعل یا معنی فعل کے ساتھ بظاہر متصف ہو جیسے فعل معروف مین فاعل کی طرف مثلاً۔

ذوق

نسیم صبح گلشن مین اگرچہ ہو دم عیسے
ترا بیمار غم تجھ بن سموم جانگزا سمجھے

اور فعل مجہول مین مفعول بہ کی طرف جیسے۔

غالب

سہرا لکھا گیا زرہ امتثال امر
دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہین مجھے

پس یہ دونون مثالین اسناد حقیقی کی ہین فعل مجہول مین مفعول بہ فاعل کا قائم مقام سمجھا جاتا ہی پہلی مثال مین سمجھنے کی اسناد بیمار غم کی طرف ہی جو اُسکا فاعل ہی اور دوسری مثال مین لکھا گیا کی نسبت سہرے کی طرف ہی جو مفعول بہ اور بمنزلے فاعل کے ہی پہلی مثال مین بیمار غم کو سمجھنے کا اتصاف حاصل ہی اور دوسری مین سہرے کو لکھے جانے کا پس یہ اسناد حقیقی ہی۔

ہوس

تھے محرم راز قیس جو جو	سب حال کہا اُنھون نے رو رو
عاشق کا بھی ماجرا سُنایا	معشوق کا بھی پتا بتایا ؛

محرم راز سب حال کہنے اور عاشق کا ماجرا سنانے اور معشوق کا پتا بتانے کے فاعل ہین اور یہ سب فعل معروف ہین۔

انیس

مارا گیا سفر مین غلام شہ اُمم	فریاد ہی کہ رانڈ ہوئی مین اسیر غم

مارا گیا فعل مجہول ہے اسکی نسبت غلام شہ امم کی طرف ہی جو مفعول بہ ہی اور بظاہر کی قید سے اس تعریف مین اقوال کاذبہ داخل رہتے ہین جیسے جاہل کا قول کہ دوا نے بیمار کو اچھا کر دیا اور یہ قول کہ زید آگیا اُس حالت مین کہ زید کے نہ آنے کو کہنے والا جانتا ہو نہ مخاطب پس یہ دونون قول بحسب ظاہر حال کے حقیقت ہین باوجودیکہ دراصل کاذب ہین نہ صادق کیونکہ پہلا قول واقع کے خلاف ہے اسلیے کہ درحقیقت اچھا کرنے کا فاعل خدا تعالے ہی نہ دوا مگر اتنا ہے کہ یہ قول جاہل کے اعتقاد کے مطابق ہے اور اُسکے نزدیک یہ صفت دوا مین پائی جاتی ہی اسلیے اُسنے اپنے اعتقاد کے مطابق اچھا ہونے کو دوا کی طرف منسوب کیا برخلاف دوسرے قول کے (یعنی زید آگیا ہے) کہ وہ نہ واقع کے مطابق ہی اور نہ اعتقاد کے موافق ہی خلاصۂ کلام یہ ہی کہ حقیقت عقلی کی چار قسمین ہین۔

(۱) وہ جو واقع اور اعتقاد دونون کے مطابق ہو جیسے ایک مومن کہے خدا نے بیمار کو اچھا کر دیا اسی قبیل سے ہے

شایان

دکھائی خدا نے وہ قدرت کی شان	کہ مٹی کے پتلے کو بخشی ہے جان
بنایا سراپا مین ہر عضو خوب	نہین اُسکی صنعت مین داخل عیوب
عنایت کیے دیدۂ دُور بین	کہ آئینہ ہو حال روے زمین

مومن

ہر جا پہ ہے تیرا جلوہ لیکن	دیکھا تو کہین نظر نہ آیا
یان عقل ہے گم کہ بس تجھی کو	پایا ہر شے مین پر نہ پایا
تو واحد و بے نظیر و ہمتا	تو حاکم و خالق برایا ؛

تجھکو بھی نہ کہہ سکین تراشتل | یان تک نقش دوئی مٹایا

(۲) جو صرف اعتقاد کے مطابق ہو اور واقع کے مطابق نہو جیسے جاہل کا قول کہ دوائے بیمار کو اچھا کر دیا۔

مثالیان

دیا آدمی کو شرف اس قدر | ہوے آپ ظاہر بہ شکل بشر
مٹا مچھ اوتار سے یہ فساد | ہوا دفع سنکھا سُر بدنہاد
جو کچھپ کا اوتار آیا پسند | تو مدھا اور کیٹبھ کو پہونچی گزند
جو ہرنا کچھپ نے ظلم کی راہ لی | سزا آپنے بن کے باراہ دی
جو نرسنگھ بنکر ہوے آشکار | مٹا نام ہرنا کس بدشعار
ہوئی بل کی چند م سخاوت عیان | بنے آپ باون پئے امتحان
پرسرام بن کے سہباد کو | دیا صفحۂ دہر سے نام کھو
میری رام بن کر ہوے جب عیان | مٹا صاف راون کا نام ونشان

ان اشعار مین بیان کیا ہے کہ خدا نے کبھی مچھ یعنی مچھلی کی شکل مین کبھی کچھپ یعنی کچھوے کی شکل مین کبھی باراہ یعنی سور کی شکل مین کبھی نرسنگھ یعنی ایسے جانور کی شکل مین کہ اس مین کچھ حصہ شیر کا ہوا اور کچھ آدمی کا اور کبھی بونے کی شکل مین اور کبھی پرسرام کی شکل مین اور کبھی رام چندر کی شکل مین ظہور کیا اور یہ امور قائل کے اعتقاد کے مطابق ہین اور واقع کے مطابق نہین کیونکہ غیر مین حلول کرنا اور داخل ہونا صفات جسم سے ہے اور اللہ تعالے جسم سے منزہ ہے کیونکہ جسم کے واسطے مکان کا ہونا ضرور ہے اور جب واجب الوجود مکان مین ہوا تو اُسکا امکان اور مکان کا وجوب لازم آیا دوسرے جسم مرکب ہوتا ہے خدا ے تعالے ترکیب سے منزہ ہے اسلیے کہ ترکیب کو حدوث لازم ہے اور ہر مرکب اپنے اجزا کا محتاج ہوتا ہے اور اجزا مین اور اُس مین مغائرت ہوا کرتی ہے اور جسکو غیر کی طرف احتیاج ہو وہ خدائی کے شایان نہین تیسرے صفات اجسام کے ساتھ متصف ہونا لازم آتا ہے۔

(۳) وہ کہ نہ واقع کے مطابق ہو اور نہ اعتقاد کے جیسے اُس شخص کا یہ قول کہ زید آگیا ہے جو جانتا ہو کہ وہ ابھی نہین آیا ہے اسی قبیل سے

ہوس

کب مین نے قصد بے سبب کیا ہے | لیلی نے تجھے طلب کیا ہے

یہ قول مجنون کے باپ کا ہے اُسنے اول مجنون کو سمجھایا کہ اب میرے ہمراہ گھر کو چل کب تک تجھکو آدمیون سے نفرت و وحشت رہے گی اور جنگل مین پھرتا رہے گا جب مجنون نے باپ کی نصیحت نہ مانی تو اُسنے اپنی طرف سے دروغ اُس سے کہا کہ چل تجھکو لیلی نے طلب کیا ہے پس مجنون کا باپ لیلی کے نہ طلب کرنے کو جانتا تھا مصلحۃً ایسا کہدیا جس سے مجنون اُس کے ساتھ شہر کو چلا گیا کیونکہ مجنون یہ بات نہین جانتا تھا کہ میرا باپ جھوٹ بول رہا ہے اسی قبیل سے ہے یہ قول رستم کا سہراب کے سامنے کہ مین رُستم نہین ہون۔

علتی

وہ کہنے لگا سُن کے یہ داستان	کہ شاید تو ہے رُستم پہلوان
وہ بولا کہ زنہار رُستم نہین	مین اُس کا ہون اک چاکر کمترین

(۴) وہ قول جو اعتقاد کے مطابق نہو صرف واقع کے مطابق ہو جیسے مولچند منشی کے یہ اشعار نعت سرورِ کائنات جناب رسالتمآب علیہ التحیۃ والصلوٰۃ مین۔ ؎

شفیع گناہان بروز جزا	کشائندہ عقدہ مدعا
فرازندۂ رایت سروری	درخشندہ خورشید پیغمبری
وہی خاص خاصان پروردگار	کہ جسنے کیا دین کو استوار
قدم اُسنے معراج پر جب رکھا	تو پایہ بڑھا اور معراج کا
میسّر ہوا جبکہ قرب حُضور	نظر اُسکو آیا وہ تابندہ نور

یہ جو کچھ قائل نے کہا ہے اعتقاد کے مطابق نہین اگر ایسا ہوتا تو وہ مسلمان ہوجاتا مرتے وقت تک ہندو کیون رہتا بلکہ صرف اکبر شاہ کے خوش کرنے کو ایسا کہا ہے اسی قبیل سے ہے یہ قول دیا شنکر نسیم لکھنوی کا گلزار نسیم مین۔ ؎

ہر شاخ مین ہے شگوفہ کاری	ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زبان سے یک سر	حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ اُنگلیو نمین یہ حرف زن ہے	یعنے کہ مطیع پنجتن ہے

نسیم نے جو کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُنکی آل کی نسبت لکھا ہے یہ کلام اُسکا اعتقاد کے مطابق نہین ہے محض شاہان لکھنؤ کے خوش کرنے کو لکھا ہے کیونکہ وہ دم آخر تک ہندو رہا اور شاہان لکھنؤ کے خوش کرنے پر دلیل یہ ہے کہ اُسنے خلفاے رسول کی تعریف نہین کی کیونکہ شاہان

لکھنؤ و اُمرائے لکھنؤ سب شیعہ تھے صرف پنجتن کی نسبت لکھ کر خاموش ہوگیا بخلاف مولف کے کہ اُسنے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی بھی تعریف لکھی ہے کیونکہ اکبر شاہ سُنّی تھے۔ اور یہی الناس علی دین ملوکہم کی طرف اشارہ ہے۔

چونکہ نفی اثبات کی تابع ہوتی ہے اسلیے منفی حقیقی عقلی بھی اُسی مین داخل ہے۔

مجاز عقلی وہ جملہ ہے جس مین فعل یا معنی فعل کو ایسی چیز کی طرف نسبت کرین جو اُس کے ساتھ متصف نہو چنانچہ فعل معروف ہو تو غیر فاعل کی طرف اور مجہول ہو تو غیر مفعول بہ کی طرف نسبت کی جائے پس یہ غیر مسند الیہ مجازی ہوتا ہے اور اُسکی طرف فعل یا معنی فعل کی نسبت کسی علاقے کی وجہ سے ہوتی ہے اور علاقے سے مُراد یہ ہے کہ مسند الیہ حقیقی کے ساتھ اُسکو کسی قسم کی مشابہت حاصل ہوتی ہے اس مشابہت کی وجہ سے فعل اُسکی طرف بھی منسوب ہوسکتا ہے۔

امیر مینائیؒ

لالہ کہتا ہے کہاں موسیٰ ہین آکر دیکھ لین	صاف جلوہ ہے چراغ طور کا مجھ مین عیان

کہنے کی نسبت لالے کی طرف مجازاً ہے اور وجہ اُسکی یہ ہے کہ یہ فاعل حقیقی سے مشابہت اس بات مین رکھتا ہے کہ جس طرح اُس کے ساتھ فعل کا تعلق ہوسکتا ہے اسی طرح اسکے ساتھ بھی ہوسکتا ہے۔

ولہ

ڈری یہ رات کو میری سیہ بختی کی ظلمت سے	دعائے نور پڑھ کر اپنے اوپر شمع نے دم کی

ڈرنے اور پڑھنے کی نسبت شمع کی طرف مجازاً ہے کیونکہ یہ فاعل سے مشابہت رکھتی ہے اسوجہ سے کہ فعل معروف کا تعلق دونون سے ہوسکتا ہے پہلے شعر مین کہنے کی نسبت غیر فاعل کی طرف ہے اسی طرح دوسرے شعر مین ڈرنے اور پڑھنے کی نسبت غیر فاعل کی طرف ہے اور ایسے موقع پر کسی ایسے قرینۂ لفظی یا معنوی کا ہونا ضرور ہے جس سے یہ معلوم ہوسکتا ہو کہ فعل یا معنی فعل اپنے مسند الیہ حقیقی کی طرف منسوب نہین ہوا ہے بلکہ مسند الیہ غیر حقیقی کی طرف منسوب ہوا ہے۔

چنانچہ ان دونون مثالون مین یہ قرینہ ہے کہ عقل کسی طرح تجویز نہین کرتی کہ کہنے کا فعل گل لالہ کے ساتھ قائم ہو اور ڈرنے اور پڑھنے کا فعل شمع کے ساتھ قائم ہو کیونکہ یہ باتین ذی روح کی شان سے ہین اور یہ دونون چیزین غیر ذی روح ہین۔

اسی قبیل سے ہے شاد کے شعر مین کہنے کی نسبت حسرت کی طرف۔ ع

حسرتیں اکبر کی کہتی تھیں یہ دل سے وقت مرگ	حیف ہو خالی یوں ہی مقصد کا پیمانہ رہے

اور قرینے کا ہونا اسلیے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ بغیر قرینے کے یہ معلوم ہوتا ہو کہ فعل اپنے مسندالیہ حقیقی کی طرف منسوب ہے جیسے نہر جاری ہے اس جگہ مسندالیہ غیر حقیقی ہے جو مسندالیہ حقیقی یعنے پانی کے ساتھ فعل کے تعلق مین مناسبت اور ملابست رکھتی ہے پس جاری ہونے کا تعلق پانی کے ساتھ تو اس لیے ہے کہ پانی کے ساتھ اسکو قیام حاصل ہے اور نہر کے ساتھ اسلیے تعلق ہے کہ جاری ہونا نہر مین واقع ہوتا ہے اور غیر عام ہے اس سے کہ فی الواقع غیر ہو یا بظاہر متکلم کے نزدیک غیر ہو اور اس قید سے اقوال کاذبہ جو نہ واقع کے مطابق ہون نہ اعتقاد کے مجاز عقلی کی تعریف سے نکل گئے اور اگر کسی نے یون کہا کہ فصل خزان نے باغ کو سرسبز کر دیا تو یہ نہ حقیقت مین داخل ہے نہ مجاز مین حقیقت مین نہ داخل ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے اور مجاز مین اس لیے داخل نہین کہ مجاز کے لیے علاقے کا ہونا ضرور ہے پس ایسے قول کے قائل کے حق مین یہ کہا جائے گا کہ اُسنے اپنی بے عقلی اور حماقت سے یہ بات مُنھ سے نکالی ہے۔ مجاز عقلی کے علاقے بھی مجاز مفرد کے علاقون کی طرح ہوتے ہین اور یہ کثرت سے استعمال مین ہے۔

کبھی ملابست کی وجہ سے فعل کو مکان کی طرف منسوب کرتے ہین۔ مثلاً۔

مولوی محمد اسمٰعیل

قطرون ہی سے ہوگی نہر جاری	چل نکلینگی کشتیان تمھاری

جاری ہونیکو نہر کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ درحقیقت پانی جاری ہوتا ہے۔ ؎

پانی سے بھرے ہوئے ہین جل تھل	ہے گونج رہا تمام جنگل

گونجنے کی نسبت جنگل کی طرف کی ہے ورنہ حقیقت مین جنگل کے رہنے والے گونج رہے تھے۔ ؎

باغون نے کیا ہے غسل صحت	کھیتون کو ملا ہے سبز خلعت

غسل کرنے اور خلعت ملنے کی نسبت باغون اور کھیتون کی طرف کی ہے اور درحقیقت غسل درختان باغ نے کیا ہے اور سبز خلعت اُن نباتات کو ملا ہے جو کھیتون مین اُگے ہوئے ہین۔

انیس

دُنیا سے انتقال ہوا نور عین کا	ہنگامہ ظہر تھا لٹا گھر حسین کا

لٹنے کی نسبت گھر کی طرف کی ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ گھر مین جو چیز تھی وہ ظہر کے وقت لُٹی اور وہ چیز فرزند ہے۔

حالی

شہر مین قحط کی دُہائی ہے	جان عالم لبون پر آئی ہے

لبون پر جان آنے کی نسبت عالم کیطرف ہے حالانکہ درحقیقت اُن لوگون کی جان لبون پر آئی ہے جو عالم مین رہتے ہین۔

مثنوی زائر

کیا ہوگا یہی تھی فکر ہر دم	کل اُمڈے کا یان تمام عالم

میر حسن

اُچھلتے تھے فوارے جو اُسکے دان	گیا سب نکل اُن کا تاب وتوان

اُچھلتے کی نسبت فوارون کی طرف کی ہے حالانکہ پانی اچھلتا ہے جو اُنکے اندر رہوتا ہے۔

برکھا رت

دریا تجھ بن سسک رہے تھے	اور بن تری راہ تک رہے تھے

سسکنے اور راہ تکنے کی نسبت دریا اور بن کی طرف کی ہے جو مکان ہین حالانکہ دریا کے جانور بغیر برسات کے سسک رہے تھے۔

ایضاً

ندی نالے چڑھے ہوئے ہین	تیراکون کے دل بڑھے ہوئے ہین

چڑھے ہوئے ہونے کی نسبت ندی نالون کی طرف کی حالانکہ پانی چڑھتا ہے جو ان مین رہتا ہے۔

محمد حسین آزاد

یعنے زمین پہ جل رہے تیرے چراغ ہین	اور آسمان پہ کھلتے ستارون کے باغ ہین

جلنے کی نسبت چراغ کی طرف کی ہے حالانکہ بتی اور تیل جلتا ہے اسی طرح کہتے ہین پرنالہ بہتا ہے حالانکہ بہنے والا پانی ہے چونکہ پرنالے اور پانی مین مناسبت ہے مجازاً اُسی کی طرف منسوب کر دیا۔

ظفر علی خان

موسلا دھار ہوئی ہوگی کم ایسی بارش	بام قدرت سے مگر بہنے لگے پرنالے

اسی قسم سے ہی آگ جلتی ہی حالانکہ جلنے والی لکڑی ہی ہانڈی پک رہی ہے حالانکہ پکنے والی وہ شے ہی جو اُسکے اندر رہے ۔

حالی

نصیب اُنکا اشبیلیہ مین ہے سوتا ۔ تسب و روز ہے قرطبہ اُن کو روتا

رونے کی نسبت قرطبہ کی طرف مجازاً ہے ۔

منیر

دولت جو زمین مین تھی مخفی ۔ آگے ترے اُسنے سب اُگل دی

دولت اُگلنے کی نسبت زمین کی طرف کی ہی جو اُسکا مکان ہی ورنہ درحقیقت یہ فعل اللہ کا ہی ۔

امیر

جسطرف دیکھو زِگل باغ مین انبار ہے ۔ شکل فوارہ اُگلتی ہی زمین گنج نہان

کبھی فعل زمانے کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے ۔

سودا

زمانہ دل کو مرے اور عہد یار کو اب ۔ شکست کہنین دیتا ہی ایک آن قرار

مؤلفہ

زمانے نے کچھ قدر دانی نہ کی ۔ نظر جانب جان فشانی نہ کی

قدر دانی نہ کرنے اور نظر نہ کرنے کے فعل کو زمانے کی طرف منسوب کیا ہی حالانکہ اُن شخصون نے جو زمانے کے اندر ہین قدر دانی اور نظر نہین کی ہی ۔

حالی

ایک ہین وہ کہ زمانہ کرے انصاف اگر ۔ اور کھلجائین کمالات بھی اُنکے سب پر

بظاہر انصاف کرنے کی نسبت زمانے کی طرف ہے اور حقیقت مین اُن لوگون کی طرف ہی جو اُس مین موجود ہین ۔

داغ

زمانے نے یکایک چھوڑدی سب ظلم کی عادت
فلک نے یک قلم موقوف کی طرز ستمگاری

کبھی فعل سبب کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے ۔

نسخی

نہ رستم نہ سیمرغ نے نال زر
کشندہ ہے تو پور کا اے پدر

اسفندیار کے باپ سے اسفندیار کی بہنوں نے ایسا کہا تھا اسلیئے کہ اُسنے اسفندیار کو رستم کی جنگ کے لیے بھیجا تھا جہان وہ کام آیا پس باپ بیٹے کے قتل کا سبب ہی۔

ولہ

یہ سن کر اُسے غیرت آئی نہین
وہ غیرت سر رزم لائی وہین

غیرت کسی کے لڑائی مین آنے کا سبب ہوتی ہے۔

ولہ

دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ
ہوا رشک سے جسکے لالے کو داغ

باغ کا ترتیب دینا بادشاہ کا کام نہین عملے کا کام ہے بادشاہ سبب ہی حکم دینے والا۔

آتش

گریۂ شادی مینا سے ہے ظاہر ہوتا
حال پر صوفیونکے خندہ زنی جام کرین

خندہ زنی کرنیکا فعل جام کی طرف منسوب کیا ہی حالانکہ جام خندہ زنی کرنیکا سبب ہی۔

میر حسن

سخاوت یہ ادنےٰ سی اک اُسکی ہے
کہ اک دن دوشالے دیے سات سے

دوشالے دینے کا فعل ممدوح (یعنی نواب آصف الدولہ والی اودھ) کی طرف منسوب کیا حالانکہ اُسکے حکم سے اُسکے نوکرون نے دیے تھے مگر ممدوح سبب ہے حکم دینے والا۔

ولہ

یہ جا کہ خلقت کسی ڈھب بچے
کئی لاکھ ایک ایک دن مین دیے

ایک ایک دن مین کئی لاکھ دینے کے فعل کو ممدوح کی طرف منسوب کیا ہی جو سبب آمر ہی ورنہ حقیقت مین اُسکے حکم سے اُسکے نوکرون نے دیے تھے۔

حالی

جنسے یوسف کی داستان ہی سنی
جانتا ہوگا روئداد اُس کی

مصر مین قحط جب پڑا آکر
اور ہوئی قوم بھوک سے مضطر

کھتیان اور کوٹھے کھولدیے
مفت سارے ذخیرے تولدیے

کھتیان اور کوچے کھولدینے اور ذخیرے تولدینے کی نسبت ذات یوسف علیہ السلام کی طرف کی ہے حالانکہ یہ کام اُنکے نوکرون نے کیا تھا وہ سبب آمر تھے۔

ولہ

کبھی نادر نے قتل عام کیا	کبھی محمود نے غلام کیا

قتل عام کرنے کی نسبت نادر کی طرف کی ہے اور غلام کرنے کی نسبت محمود کی طرف حالانکہ اُن کے حکم سے اُنکی سپاہ نے یہ کام کئے تھے۔

امیر مینائی

فیض شبنم نے دیے اشجار کو آبی لباس	بر مین ہے مردم گیاکے جامۂ آب روان

دراصل اللہ نے اشجار کو آبی لباس دیے ہین اور شبنم سبب ہے۔

کبھی فعل کی نسبت مصدر کی طرف ہوتی ہے جیسے۔

میر حسن

غضب سے غضب اُسکے کانپا کرے	تہور سے ہیبت بھی اُس کے ڈرے

کانپا کرے کی نسبت غضب کی طرف کی ہے اور ڈرنے کی نسبت ہیبت کی طرف کی ہے اور نسبت حقیقی یہ تھی کہ یہ دونون فعل شخص کی طرف نسبت کیے جاتے جو اُن کا فاعل حقیقی ہوتا یعنے یون کہتا کہ اُسکے غضب سے صاحب غضب کانپا کرتا ہے اور اُسکے تہور سے صاحب ہیبت ڈرا کرتا ہے مگر جو مبالغہ کلام مین اُس طرح کہنے سے پیدا ہوا وہ اس طرح کہنے سے پیدا نہوتا چونکہ غضب اور ہیبت فاعل سے مشابہت رکھتے تھے اس وجہ سے کہ فعل کا تعلق دونون سے ہو سکتا ہے اسلیے اسناد فعل کی دونون کی طرف مجازاً صحیح ہے۔

آگہی دام شنیدن جسقدر چاہے بچھائے	مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا

سُننے کا جال بچھانے کی نسبت مجازاً آگہی کی طرف ہے اور حقیقت مین اُس شخص کی طرف ہوتی ہے جو اُسکا طالب ہے۔

اسناد مجازی خبر سے خصوصیت نہین رکھتی بلکہ انشا مین بھی جاری ہوتی ہے جیسے بہار دانش منظوم مین تپش کہتا ہے کہ بادشاہ نے وزیرون کو حکم دیا ہے

کہا شہ نے پھر اُس سے بہتر ہی کیا — کرو اُس کا سامان جو کچھ کہا
وزیرون نے فی الفور تدبیر کی — در بارگہ پردہ تعمیر کی

بادشاہ نے وزیرون کو مکان کی تعمیر کے لیے حکم دیا جو انھون نے تعمیر کیا اور ظاہر ہو کہ مکان کی تعمیر کرنا وزیرون کا کام نہین بلکہ عملے کا کام ہے وہ تو سبب ہین حکم دینے والے۔

قرینہ مجاز عقلی

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ مجاز عقلی کے لیے کوئی قرینہ ایسا ہونا ضرور ہے جس سے معلوم ہو کہ معنی حقیقی یہان مراد نہین کیونکہ بغیر قرینے کے معنی حقیقی مفہوم ہوتے ہین اور وہ قرینہ کئی طرح کا ہوتا ہے کبھی لفظی ہوتا ہے جیسے سودا کے اس قول مین۔

اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سے عمل — تیغ اُردی[1] نے کیا ملک خزان مستاصل
سجدہ شکر مین ہے شاخ ثمردار ہر ایک — دیکھ کر باغ جہان مین کرم عز و جل

ملک خزان کو مستاصل کرنے کی نسبت تیغ اُردے کی طرف مجازاً ہے اور قرینہ اس پر شعر ثانی ہے کیونکہ یہ شعر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالے نے اپنی مہربانی اور کرم سے بہار بھیج کر خزان کو دور کر دیا پس اسناد مستاصل کرنے کی تیغ اُردے کی طرف تاول کے طریق پر ہے تاول اسے کہتے ہین کہ کلام کو ظاہر سے خلاف ظاہر کی طرف پھیرنا یہان تاول کی صورت یہ ہے کہ موسم بہار سبب ہے خزان کے جاتے رہنے کا ورنہ حقیقت مین خزان کا دور کرنا اللہ کا کام ہے۔

[1] اُردی یاے مجہول سے سال شمسی کا دوسرا مہینہ ہندی کا جیٹھ مہینہ اس سے مطابقت رکھتا ہے اور یہ مخفف ہے اُردی بہشت کا جو مرکب ہے اُرد بمعنی نظیر اور بہشت بمعنی جنت سے وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایران و توران مین اس موسم مین بہار کی کثرت ہوتی ہے پھول کھلتے ہین درختون مین نئے پتے آتے ہین کسرۂ اضافت کے کھینچنے سے یاے تحتانی پیدا ہوئی اور بہمن سال شمسی کا گیارھوان مہینہ ہے اور ہندی کے مہینے پھاگن کے ساتھ تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے اور دے بروزن مے سال شمسی کا دسوان مہینہ ہے یہ مہینہ ہندی کے مہینے ماگھ یا ماہ سے مطابقت رکھتا ہے ۱۲ از تسہیل اللغات مؤلفہ نجم الغنی خان مصنف این کتاب

محمد حسین آزاد

اے دوست تیرا حکم تھا جاری جہان میں | اور روشنی تھی عام زمین آسمان مین

اس شعر مین آفتاب کی طرف خطاب ہے۔

ولہ

دولاب چرخ پر مگر اپنا مدار ہے | چلتا اسی پہ دور خزان وبہار ہے

ان دونون شعرون مین اسناد مجازی ہے اور قرینہ لفظی اسپر شعر آئندہ ہے۔

ولہ

دن ہے خدا نے ہمکو دیا کام کے لیے | اور رات کو بنایا ہے آرام کے لیے

اور کبھی قرینہ معنوی ہوتا ہے اور اسکی بھی کئی صورتین ہین ایک یہ کہ عقل کسی طرح تجویز نہین کرتی کہ مسند الیہ مذکور کے ساتھ فعل حقیقۃً قائم ہوسکے جیسے۔

آبرو

تمھاری زلف پیچان نے مجھے بھی مار رکھا ہے | تماشا دیکھتے ہو کیا مرے حال پریشان کا

زلف کے ساتھ مارنیکا قیام محال ہے۔

جلیل

عشق گیسوے بتان نے سانس بھی لینی نہ دی | اژدہا بیٹھا رہا گنج دل ناکام پر

عشق کے ساتھ سانس نہ لینے دینے کا قیام محال ہے۔

ظفر

دل تجھ سے تیر اس کا یہ کہتا ہے کہ لے | جذبۂ شوق ترا کھینچکے لایا مجھکو

جذبۂ شوق کے ساتھ کھینچ کے لانیکا قیام محال ہے اسی طرح تیر کے ساتھ کہنے کا قیام محال ہے۔

امیر مینائی

لالہ کہتا ہے کہاں موسیٰ ہین آکر دیکھ لین | صاف جلوہ ہے چراغ طور کا مجھ مین عیان

کہنے کا قیام لالہ کے ساتھ عقلاً محال ہے۔

میر تقی

کیا کیا اے عاشقی ستایا تو نے | کیسا کیسا ہمین کہایا تو نے

اول کے سلوک مین کمین کا رکھا	آخر کو ٹھکانے ہی لگایا تو نے

ان تمام افعال کا قیام عاشقی کے ساتھ عقلاً محال ہی۔

داغ

کون مرنے کو ترے کوچے مین خود آتا ہی	پر یہ بیتابی دل ہو کہ اڑا لاتی ہے
کوچۂ یار مین یہ حسرت دیدار مجھے	روز لیجا کے نئی سیر دکھا لاتی ہے

میر امانت علی ممنون

اے وائے کہ تیرے لیے اس خاک نشین کو	جون بادہ لیے پھرتی ہو گھر گھر تپش دل

دوسرے یہ کہ عادۃً فعل کا قیام مسند الیہ مذکور کے ساتھ محال ہی جیسے اس شعر مین حالی کے

کبھی نادر نے قتل عام کیا	کبھی محمود نے غلام کیا

یہ بات عادۃً محال ہی کہ ایک فرد بشر قتل عام کرے پھر غلام بنائے اگرچہ عقلاً ممکن ہے۔
تیسرے یہ کہ صدور کلام کا موحد کی زبان سے ہو جیسے۔

برکھارت

ہین شکر گذار تیرے برسات		انسان سے لے کے تا نباتات
گلشن کو دیا جمال تو نے		کھیتی کو کیا نہال تو نے
طاؤس کو ناچنا بتایا		کویل کو الاپنا بتایا
امرت سا ہوا مین بھر دیا کچھ		اک رات مین کچھ سے کر دیا کچھ
جو دانے تھے خاک مین پریشان	**گویا**	سب آکے چڑھائے تو نے پروان
بنایا ہند کو گلشن بہار نے ایسا		کہ شوق سیر مین سرو چمن خرامان ہے
نہال گلشن تصویر تک ثمر لائین		بہار کا چمن دہر مین یہ فرمان ہے
بہار باغ مین کیا کیا کھلا رہی ہی گل		شگفتہ غنچۂ منقار عندلیبان ہے

چونکہ یہ اقوال موحدون سے سرزد ہوے ہین اس لیے ثابت ہوا کہ انکے کہنے والون کا ظاہر اسناد پر اعتقاد نہ تھا پس ان اسنادون کو مجاز سمجھا جائے گا ہان اگر یہ بات یقین کو پہونچ جائے کہ وہ انکے ظاہر کے معتقد تھے تو ان قولون کا وہی حال ہوگا جو جاہل کے اس قول کا تھا کہ دوا نے بیمار کو اچھا کر دیا گو احتمال اس بات کا ہی مگر یہ احتمال ضعیف ہی اسلیے کہ کوئی موحد ایسی اسناد کو

حقیقی نہین جانتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ برسات اور موسم بہاران کاموں کے سبب ہین اور حقیقت مین یہ فعل اللہ کے ہین۔

مجاز عقلی کی شناخت

مجاز عقلی کی شناخت یہ ہی کہ اُسکے لیے فاعل و مفعول ہوتا ہی کہ جب اُنکی طرف اُس فعل کی نسبت کر دی جاتی ہی تو اسناد حقیقی ہو جاتی ہی مگر اس فعل و فاعل کے ہونے کے دو طور ہین یعنے کبھی ایسا ہوتا ہی کہ یہ فعل و فاعل جلد معلوم ہو جاتے ہین جیسے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

اُنواکے شیر کرتا ہے جب جوش اور خروش		جنگل تمام ہوتا ہی سنسان اور خموش

یعنے جنگل کے تمام جانور خاموش ہو کر سنسان ہو جاتا ہی۔

مولوی محمد اسمٰعیل

قطرون ہی سے نہر ہوگی جاری		چل نکلینگی کشتیان تمھاری

یعنے قطرون ہی سے جمع ہو کر پانی نہر مین جاری ہو جائے گا۔

للمولفہ

زمانے نے کچھ قدردانی نہ کی		نظر جانب جان فشانی نہ کی

یعنے اہل زمانہ نے کچھ قدردانی اور جانفشانی کی طرف نظر نہ کی۔

اور کبھی بڑی غور و فکر کے بعد سمجھ مین آتے ہین جیسے۔

ذوق

اگر ہے آہ رسا میری جو سیر عالم بالا		فلک کو بھی یون ہی اک آبلہ سا زیر پا سمجھے

یعنے جب مین آہ کھینچون تو اللہ تعالےٰ اُس کو اتنی طاقت بخشے کہ وہ آسمان سے بھی آگے نکل جائے۔

ناسخ

اہل زمین نے کیا ستم تو کیا کوئی		نالہ جو آسمان کہن سے نکل گیا

یعنے اللہ تعالےٰ نے نالے کو اتنی تاثیر و طاقت بخشی کہ وہ آسمان کے پار ہو گیا۔

ناسخ

جان بچنیکی کوئی صورت نظر آتی نہین		لے چلی فردوس کو فرقت مجھے اک حور کی

یعنے دلربا کی جدائی مین اللہ تعالےٰ نے مجھے مرنیکے قریب پہونچا دیا ہی۔

داغ

کیا شب ہجر مرے سر پہ بلا لاتی ہی	اپنے ہمراہ اجل کو بھی لگا لاتی ہے

یعنے اللہ تعالیٰ شب ہجر مین مجھپر بلا لاتا ہی اور اسکے ساتھ اجل کو بھی بھیجدیتا ہے۔

مجاز عقلی اور استعارہ بالکنایہ مین فرق

سکاکی مجاز عقلی کو نہین مانتا اسکے نزدیک اسکی تمام مثالین استعارہ بالکنایہ کے قبیل سے ہین جس مین مشبہ بہ متروک ہوتا ہے اور مشبہ مذکور ہوتا ہے اور جو شے کہ مشبہ بہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے اسکو مشبہ کے واسطے ثابت کرتے ہین مثلاً "دوا نے بیمار کو اچھا کیا" اس مین دوا سے استعارہ شافی حقیقی کی ذات کا کیا ہے اور غرض اس سے تشبیہ مین مبالغہ منظور ہی اور اچھا کرنے کی نسبت دوا کی طرف استعارے کے لیے قرینہ مانا ہے پس جب یہ کہتے ہین کہ "دوا نے بیمار کو اچھا کیا" تو مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ شافی حقیقی نے بیمار کو اچھا کیا ہے اور اچھا کرنا جو فاعل حقیقی کی خصوصیات سے ہی اسکو دوا کی طرف منسوب کردیا ہے اسی طرح اور امثلہ کو قیاس کرلو خلاصہ کلام یہ ہے کہ فاعل مجازی کو فاعل حقیقی کے ساتھ فعل کے متعلق ہونے کی وجہ سے تشبیہ دیجاتی ہے یعنی جس طرح فاعل حقیقی کے ساتھ اچھا کرنے کا فعل متعلق ہے اسی طرح فاعل مجازی کے ساتھ متعلق کیا جاتا ہے اگرچہ فاعل حقیقی کے ساتھ وہ فعل بطور ایجاد کے متعلق ہوتا ہے اور فاعل مجازی کے ساتھ بطور سبب کے یعنے خداے تعالےٰ اچھا کرنیکا موجد ہے اور دوا اچھا کرنے کا سبب ہے پھر تنہا فاعل مجازی کو ذکر کرکے اس سے فاعل حقیقی مراد لیتے ہین اور جو چیز فاعل حقیقی سے خصوصیت رکھتی ہی اسکو فاعل مجازی کے لیے ثابت کرتے ہین۔ مگر یہ قول سکاکی کا صحیح نہین معلوم ہوتا اس لیے کہ اس قول مین۔

غالب

فلک نہ دُور رکھ اُس سے کہ ایک مین ہی نہین	درازدستی قاتل کے امتحان کے لیے

استعارہ بالکنایہ کوئی معنے محصل نہین رکھتا کیونکہ اگر اللہ تعالےٰ کے نامون کو توقیفی مانا جائے یعنے اُس ذات پاک پر کسی نام کا اطلاق حقیقۃً اور مجازاً بغیر اذن شارع کے درست نہین تو اس صورت مین خدا کو فلک نہین کہ سکتے جس کی طرف دُور رکھنے کی نسبت کی ہی اور اگر

توقیفی نہ مانا جائے تب بھی یہ شرط ہے کہ ایسے نام کا اطلاق جناب باری پر کرنا چاہیے جس سے کوئی برابری لازم نہ آئے اور ظاہر ہے کہ فلک برگشتہ اور متغیر و آشفتہ حال ہے اور نیز دہریون کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے جنکے نزدیک مدار دُنیا کے کامون کا فلک پر ہے اور اُنکا اعتقاد ہے کہ جو کچھ جہان مین ہوتا ہے سب گردش فلکی سے ہوتا ہے اور خدائے تعالیٰ کے وجود کے وہ قائل نہین پس اُن کے نزدیک دُور رکھنے کی نسبت فلک کی طرف حقیقی ہو اور اہل حق کا قول ہے کہ قادر مطلق ایزد بیچون ہے اور فلک سبب ہو پس دُور رکھنے کی نسبت فلک کی طرف مجاز عقلی مین داخل ہے۔

سوال۔ مجاز عقلی مین بھی دہریون کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔

جواب۔ ایسا نہین اس لیے کہ استعارہ بالکنایہ مین فعل کی نسبت حقیقی ہے اور کلمۂ مستعار کی ذات سے دوسرے معنے مراد ہوتے ہین بخلاف مجاز عقلی کے کہ اس مین اسناد حقیقی نہین ہوتی۔

سوال عرف عام مین جو ایسے جملے مذکور ہوتے ہین کہ فلان آدمی کے مکان کو آگ نے جلایا یا طاعون نے اتنے آدمیون کا کام تمام کیا یا برف نے اکی سال بڑا نقصان پہونچایا وغیرہ وغیرہ۔ ع

عشق نے غالب نکما کر دیا	ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ سب مجاز عقلی مین داخل ہین کیونکہ اہل حق کے نزدیک ہر کام کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے حالانکہ اہل عُرف مین سے کوئی بھی بولنے کے وقت اس بات کا خیال نہین رکھتا۔

جواب اس مین شک نہین کہ اکثر اہل عرف جاہل ہین فاعل حقیقی اور سبب مین فرق نہین کر سکتے اور جو لوگ کہ ذہن سلیم اور فکر مستقیم رکھتے ہین وہ ایسے جملون کے بولنے کے وقت نظر در اسکا خیال رکھتے ہین یا ایسے جملے فہم ۔ ان کے قصور کی وجہ سے حقیقت عرفی ہو گئے ہین یعنی عرف کے لحاظ سے حقیقت ہین ورنہ فی الواقع مجاز عقلی ہین۔

دوسرا باغ مسند الیہ کے حالات مین

مسند الیہ جس کی تعریف اوپر کی گئی (یعنے وہ کلمہ جسکی طرف دوسرا کلمہ منسوب ہو) اسکے حالات دو قسم کے ہین ایک یہ کہ مقتضائے ظاہر حال کے موافق ہوتے ہین دوسرے یہ کہ مقتضائے

ظاہر حال کے خلاف ہوتے ہین ہم انکو دو چمنون مین بیان کرتے ہین -

چمن اول اُن اُمور کے بیان مین جو مقتضاے ظاہر حال کے موافق ہین

مسند الیہ کا ذکر جملے مین ضرور ہو یا بلحاظ اس امر کے کہ وہ جملے مین اصل ہی مثلاً -

گویا

چشم جانان کو دل زار نے سونے ندیا	رات بیمار کو بیمار نے سونے ندیا

پہلے مصرع مین دل زار فاعل ہی اور چشم جانان مفعول اور سونے ندیا فعل ہی جسکی نسبت دل زار کی طرف واقع ہی اور دوسرے مصرع مین پہلا بیمار مفعول ہی اور دوسرا فاعل ہی -

غالب

نہ پوچھ نسخۂ مرہم جراحت دل کا	کہ اس مین ریزۂ الماس جزو اعظم ہے

چونکہ اپنی ایذا دوستی کا اظہار مقصود تھا اسلیے زخم دل کے مرہم مین ریزۂ الماس کا نام لیا کیونکہ ریزۂ الماس سے زخم اور بھی بڑھ جاتا ہی چونکہ ریزۂ الماس جملے مین اصل ہی اور کوئی مقتضی اسکے ذکر سے عدول کا ہی نہین اسلیے اُسکو ذکر کیا ہے -

یا اس سبب سے کہ اپنا مطلب بخوبی واضح ہو جائے جیسے -

فضل الدین فیاض

رہگئے حضرت سید کے جو ارمان دلمین	پورے ہوتے وہ اب ارمان نظر آتے ہین

دوسرے مصرع مین ارمان کو ایضاح کے لیے ذکر کیا ہی -

انیس

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین	مین ہون انگشتری پیغمبر خاتم کا نگین

دوسری جگہ ضمیر متکلم کو ایضاح کے لیے ذکر کیا ہے -

سودا

خانہ پرورد چمن ہین آخر اے صیاد ہم	اتنی فرصت دے کہ ہو لین گل سے ٹک آزاد ہم

دوسرے مصرع مین ضمیر متکلم ایضاح کا فائدہ دیتی ہے -

یا اس خیال سے کہ سامع کند ذہن اور غبی ہو تو بھی مطلب سمجھ جائے جیسے -

سودا

حدیث فاطمہ کے حق مین بضعۃ منی
حدیث یہ جو مکرر نبی نے فرمائی

ہوئی زبان محمدؐ سے بار ہا ارشاد
سوا اس حدیث کے فرمانے سے یہی ہو مراد ہی

دوسرے شعر مین لفظ نبی مقصود بالتمثیل ہی۔

یا ایسا ہوتا ہی کہ متکلم جانتا ہی کہ سامع مسند الیہ کو سمجھتا ہی مگر دوسرون پر اُس کا غبی ہونا ظاہر کرنے کو مسند الیہ کا ذکر کرتا ہے۔

شباب

پوچھا عدو نے یار نے کیا جھک کے دیدیا
مین نے کہا کہ یار نے بوسہ دیا مجھے

باوجودیکہ سامع کو سوال کے سُننے اور اُس کے سمجھنے سے غفلت نہ چاہیے مگر مجیب نے اس غرض سے کہ لوگون پر یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ شخص غبی ہے جواب مین مسند الیہ یعنے یار کا ذکر کیا تاکہ لوگ سمجھ لین کہ اس سے اسی طرح گفتگو کرنی چاہیے۔

یا مسند الیہ کے ذکر سے اُسکے مدلول کی تعظیم مقصود ہوتی ہے بشرطیکہ وہ تعظیم پر دلالت کرتا ہو جیسے۔

میر حسن

کسی شہر مین تھا کوئی بادشاہ
کہ تھا وہ شہنشاہ گیتی پناہ

سودا

بس اب تو کہ دل خیر النسا ہی اُس سے خوش
حسینؓ کے جو کرے قتل سے دل اپنا شاد

داغ

نواب نے کی جو قدردانی میری
اے داغ گذر گئی جوانی میری

غالب

بھیجی ہی جو مجھکو شاہ جمجاہ نے دال
ہی لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال

منشی

درِ دولتِ شاہِ عالم پناہ
فقیر و غنی کا ہے اُمید گاہ

خواجہ امام الدین اثر

معین بلت معین و دین ہو بھلے برے کے تمھین دھنی ہو
تمھارے قدمو تمین سر دیا ہی تمھاری بستی ہو آپ لیتے ہین

یا اُسکے ذکر سے اہانت مقصود ہوتی ہے جیسے۔

سودا

ھمدرد کے بازار مین ہے اک دبنگ | عار اطبا و طبابت کا ننگ

ولہ

بھلا اس شان کا باقی کہین ہے | کہ جس پر ہر کوئی ایسا تعین ہے

ولہ

سجدہ کرے ہین مہر و ماہ در پہ اُنھونکے روز و شب | مبرہن اُس سے یون ہوا داعی ہین یہ غلام دو

ولہ

غرض کہ مولوی سادہ نے اُسکو سُنی جان | عقیدے اپنے کی باتین سب اُس سے کین ارشاد

یا مسندالیہ کو تبرک کے لیے ذکر کرتے ہین جیسے۔

میرتقی

ہادی علیؑ رفیق علیؑ رہنما علیؑ
مرشد علیؑ کفیل علیؑ پیشوا علےؑ | یاور علیؑ محمد علیؐ آشنا علےؑ
مقصد علیؑ مراد علیؑ مدعا علےؑ

جو کچھ کہو سو اپنے تو ہان مرتضیٰ علی

سودا

محمدؐ کنت کنزاً کی گواہی
محمدؐ جنگ مین سالار رسل ہے | محمدؐ عالم علم الٰہی
محمدؐ ماہر یہ رجز دگل ہے

یا حظ طبع مقصود ہوتا ہے جیسے۔

مذاق

جسکی طفلی جانیوالی اور شباب آنیکو ہے | مژدہ اے رند کہ وہ مست شراب آنے کو ہے

خواجہ درد

اُن لبون نے نہ کی مسیحائی | ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

سوز

خدا کے لیے میرے اے ہمنشینو | وہ بانکا جو جاتا ہے اُسکو بُلا لو

یا کلام کو طول دینے کی غرض سے جہان سُنانا مطلوب ہو مسندالیہ کو ذکر کرتے ہین اور

اور مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ سامع اُسکے حال کو سُنے اور دیر تک اُس سے ہم کلامی حاصل رہے اسی لیے دوستون کے ساتھ اور نیز اُن لوگون کے ساتھ جنسے بات چیت کرنیکو اچھا جانتے ہین طول کلامی کی جاتی ہے جیسے۔

کیسے لگا تھا یہ دل ایسے لگا تھا یہ دل	کچھ مین نے ابتدا کی کچھ تمنے ابتدا کی

پہلے مصرع مین دل کا لفظ کہ مکرر آیا ہے مقصود ہے۔

انیس

یہ سخن کہ کے مخاطب ہوا اعداسے امام	اے سپاہ عرب و مصر و رے و کوفہ و شام
تم پہ کرتا ہے حسین آخری حجت کو تمام	پسر مصحف ناطق ہون سُنو مجھسے کلام

وله

سامنے ہند گئی اور کیا جھک کے سلام	جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش مقام
ترک آداب ہے ہر چند یہ بتلایئے نام	کہا مولا نے کہ مظلوم و غریب دنا کام

قیدی ہون ظلم رسیدہ بھی ہون نادار بھی ہون
اِس لٹے قافلے کا قافلہ سالار بھی ہون

یہ وہ موقع ہے کہ ہند یزید کی جورو قیدخانے کے دیکھنے کے لیے گئی ہو وہان امام زین العابدین کو قید مین دیکھ کر نام و نسب پوچھا تو امام نے جواب اِس طول کلامی کے ساتھ دیا ہو تاکہ اس کی توجہ اپنی طرف کھینچین۔

وله

بولا کوئی کہ کون ہے تو اے نحیف و زار	دل ہو گیا ہے تیری صدا سُن کے بیقرار
اک آہ سرد بھر کے یہ بولی وہ دل فگار	آفت زدہ اسیر و پریشان و سوگوار

چھوٹے سے سن مین قیدی زندان شام ہون
مین دختر حسین علیہ السلام ہون

پوتی ہون اُسکی جو کہ ہے کونین کا امیر	شیر الہ بادشہ آسمان سریر
ایسا کریم تھا وہ دو عالم کا دستگیر	جسنے ہزارون قید سے چھڑوادیے اسیر

شہرت جہان مین ہمت مشکل کشائی ہے
ہم آج ہین اسیر یہ قدرت خدا کی ہے

بی بی سکینہ سے مجلس کے ایک محافظ نے نام پوچھا تو انھون نے اس وجہ سے کہ وہ انکے حال پر رحم کرے اس طول کلامی سے جواب دیا۔

یا اُسکے ذکر سے تخویف اور دھمکی منظور ہوتی ہی جیسے۔

میر

اُسکی خاطر کہینگے خرد و کلان	سعی اس مین کرینگے عمدے بجان
دوست اُسکو رکھے ہین پیر و جوان	ہے گا منت علی محمد خان
رکھنا ان بیبیون کا ہے کسکی مجال	

پہلے چارون مصرعون مین مسند الیہ کا ذکر تخویف کے لیے ہے۔

منشی

یہ کہکر لگا کہنے پھر یون ہجیر	کہ رستم ہے مرد شجاع و دلیر

رستم کے ذکر سے ہجیر کی غرض سہراب کو ڈرانا تھی۔

یا تعجب کے لیے ذکر کرتے ہین جیسے۔ سہ

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے	عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

مسند الیہ کی تعریف

اصل یہ ہے کہ مسند الیہ معرفہ ہو جیسا کہ خبر کی اصل یہ ہے کہ نکرہ ہو اور غرض اس سے متکلم کی یہ ہوتی ہے کہ مخاطب کو کامل فائدہ حاصل ہو جائے اور مسند الیہ کی تعریف کئی طرح سے ہوتی ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔

مسند الیہ کی تعریف ضمیر کے ساتھ

مسند الیہ کی تعریف ضمیر کے ساتھ کی جاتی ہے اور یہ تین حال سے خالی نہین یا متکلم ہوتا ہے یا مخاطب یا غائب اگر مسند الیہ غائب ہو تو اُسکے لیے مفرد ہو یا جمع وہ اور وُہ ضمیر ہے اور بعض وے کے بھی جمع کے لیے استعمال کرتے ہین مگر فصحا کے نزدیک مقبول نہین وہ اُسکو مُلّاہائے مکتبی کی زبان جانتے ہین اور واحد مخاطب کے لیے تو ہے اور یہی فصیح ہے اور قدماتین بھی بولتے تھے اور تم جمع مخاطب کے لیے ہے اور مین واحد متکلم کے لیے اور ہم جمع متکلم کے لیے ان

سائت الفاظ کے سوا اور بھی الفاظ ضمائر کے لیے آتے ہین مثلاً تجھے تجھکو تمھین تمکو مجھکو ہمین ہمکو اُسے اُس کو اُنھین اُن کو یہ بارہ الفاظ مفعول کی ضمیرین ہین اور رائسنے آتے اُنھون نے تو نے تمنے مین نے ہمنے یہ چھ لفظ فاعل کی ضمیرین ہین اور چھ لفظ ضمیر کے حروف سے تعلق رکھتے ہین مثلاً اُس سے اُن سے ۔ تجھسے تمسے مجھسے ہمسے اسی طرح چھ لفظ اضافت کے لیے آتے ہین چنانچہ میرا ہمارا تیرا تمھارا اُس کا اُن کا اور مین نے کی جگہ مین غیر فصیحون کا لفظ ہے جیسے مین نے کیا یا کیا مین نے کی جگہ مین کیا یا کیا مین بولین ۔ ضمائر کا الف نے اور واسطے کے ساتھ یاے مجہول سے بدل جاتا ہے اور اُردو مین یہ دونون لفظ مضاف شمار ہوتے ہین اور خاطر کے ساتھ یاے معروف سے تبدیل ہوتا ہے جیسے تیرے لیے اور تیرے واسطے اور تیری خاطر اور اس صورت مین یہ الفاظ ضمائر اضافی مین داخل ہین اور اُنھون کے واسطے اور اُنھون کی خاطر کے بجاے اُن کے واسطے اور اُن کی خاطر زبان غیر فصیحون کی ہے اور رکنے بمعنی نزدیک بھی واسطے اور لیے کی طرح عمل کرتا ہے اور اُنھین سے دراصل اُن ہی سے ہے لیکن اب اصل سے نقل کا استعمال اچھا ہے۔ ضمیر غائب کے لیے مرجع کا ہونا ضرور ہے ۔ مرجع اس اسم کو کہتے ہین جسکی جگہ ضمیر آتی ہے اور یہ مرجع ہمیشہ ضمیر سے پہلے ہوتا ہے جیسے نیرنگ خیال کی اس عبارت مین دو پیچ کا عجب حال ہے کہ اتنا تو اچھا ہے مگر پھر بھی لوگ اسے ہر وقت اچھا نہین سمجھتے "اُسے اسے کا مرجع پیچ ہے۔

حالی

کہ کل فخر تھا جن سے ہندوستان کو	ہوے آج سب ننگ ہندوستان وہ

کبھی مرجع لفظاً مذکور نہین ہوتا بلکہ ذہن مین ہوتا ہے چنانچہ غزلیات مین معشوق کی طرف جو ضمائر راجع ہوتی ہین وہ اسی قبیل سے ہین ۔ مثلاً ۔

جرات

وہ گیا کس طرف اُٹھ جانے سے جسکے یارب	دل کسی در طرف جاے ہی جان در طرف

وہ کی ضمیر معشوق کی طرف راجع ہے اور وہ عبارت مین مذکور نہین لیکن سیاق کلام اور قرینۂ مقام سے معلوم ہو جاتا ہے بخلاف اسماے ظاہر کے کہ اگرچہ غائب کے لیے موضوع ہین لیکن اُن مین یہ شرط نہین کہ اُس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو اور ضمیر غائب کا اسم ظاہر کی طرف رجوع کرنا وضع مذکور بہ قرینہ ہے جیسے زید آیا ۔

خطاب مین اصل یہی ہی کہ معین کے لیے ہو کیونکہ معارف اسلیے وضع ہوے ہین کہ معین مین استعمال کیے جائین دوسرے خطاب یہ ہی کہ کلام کو حاضر پر پہونچایا جائے مگر کبھی خطاب معین سے ترک کر کے غیر معین کے ساتھ کیا جاتا ہے تاکہ خطاب بطور بدل کے ہر مخاطب کو عام ہوسکے اور ہر مخاطب یہ سمجھ لے کہ متکلم نے یہ بات مجھسے کہی ہے۔

حالی

کام ہین سب بشر کے ہم وطنو	تم سے بھی ہوسکین جو مرد بنو
چھوڑو افسردگی کو جوش مین آؤ	بس بہت سوے اٹھو ہوش مین آؤ
قافلے تم سے بڑھ گئے کوسون	رہے جاتے ہو سب سے پیچھے کیون
تم اگر ہاتھ پانون رکھتے ہو	لنگڑے لولون کو کچھ سہارا دو
تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر	نہ کسی ہم وطن کو سمجھو غیر

جبکہ ضمیر مستتر کے سوا کوئی اور لفظ فعل کا فاعل ہو اُس وقت ضمیر کو صرف صیغے کی علامت اعتبار کرینگے جیسا کہ زید آیا۔ مین آیا۔ تم آئے۔ عورتین آئین۔ زید مین تم عورتین فعل کے فاعل ہین اور ضمائر مستتر علامت صیغہ ہین ورنہ لازم آئے گا کہ ایک فعل دو فاعلون کی طرف مسند ہو اور یہ محض غلط ہے بعضون کے نزدیک ضمیر بارز اور اسم ظاہر ضمائر متصل کی تاکید کے واسطے مستعمل ہوتے ہین اور فائدہ ضمیر بارز اور دوسرے اسم ظاہر کے ذکر کرنے مین یہ ہے کہ سامع کو معلوم ہو جاتا ہے کہ نسبت فعل کی بالضرور اسی فاعل کی طرف ہے۔

مسند الیہ کی تعریف علمیت کے ساتھ

مسند الیہ کی تعریف علمیت کے ساتھ بھی کی جاتی ہے اور عَلَم وہ ہے کہ نام ہو شخص معین اور خاص چیز کا اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ سامع کے ذہن مین ابتدا سے بعینہ حاضر ہوجائے تاکہ اسکو پھر کسی اور کے ساتھ شبہہ باقی نہ رہے جیسے۔

ترانۂ شوق

اللہ کی حمد ہے زبان پر	ہے آج دماغ آسمان پر
وصف اُسکے لکھین جو لکھنے والے	کونین کے دو ورق ہون کالے

دوسرے شعر مین ضمیر نے اگر ذات معینۂ الٰہی کو بعد علم کے دوبارہ حاضر کردیا

کبھی علمیت سے مسندالیہ کی عظمت و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہے جیسے

انشا

وہ سعادت علی عالی اعلیٰ جو ہے | معدن جود و سخا لجۂ احسان و کرم

یہان یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ سعادت علی کو اظہار عظمت مین دخل نہین بلکہ اسکے اوصاف دلالت کرتے ہین کیونکہ عظمت ایک ایسا امر ہی جو کمی بیشی کو قبول کرتا ہے اس صورت مین جو کچھ سعادت علی سے مستفاد ہوتا ہی صفات سے اس مین زیادتی پیدا ہوتی ہی۔

الامان بول اُٹھین قیصر روم و خاقان | ولہ اگر کہین ہاتھ مین تو لیکے آ جاوے ٹپ

سودا

شیر یزدان شہ مردان علی عالی قدر | وصی ختم رسل اور امام اول ہا

علی سے جو عظمت مستفاد ہوتی ہی عالی قدر سے اس مین زیادتی پیدا ہوتی ہی۔

ہوس

کہان ہے جم اور کہان سکندر کہان ہے قیصر کہان ہے دارا
یہ سب کے سب خاک کے تھے پتلے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر

مصحفی

خاموش ہین ارسطو و فلاطون مرے آگے | دعویٰ نہین کرتا کوئی موزون مرے آگے

گویا

ہے ایک تیرا آئینہ بردار سکندر | دارا ترے دروازے کے دربانکے برابر

کبھی اظہار علمیت کا تعظیم نظیر کے لیے ہوتا ہے جیسے۔

مومن

تری غلامی کی دولت سے خاک پائے بلال
سفیدہ رُخ فغفور چین و قیصر روس

فغفور چین و قیصر روس جو عالی قدر بادشاہ ہین اس لیے مذکور ہوے ہین کہ خاک پائے بلال کی عظمت ظاہر ہو اور بلال کا اسلیے ذکر کیا گیا کہ ذات ممدوح یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بزرگی بیان ہو۔

کبھی اظہار علمیت سے کنایہ علم کے معنی اصلی کی طرف ہوتا ہے جیسے

مولوی محمد حسین آزاد

آزاد نے قدم نہ رکھا قید حرص مین	سچ ہے کہ دی خدا نے ہی کیا ہی سمجھ اُسے

آزاد اصل لغت مین غیر بندہ اور بے قید اور بے تعلق کو کہتے ہین پس یہان پر کنایہ ہے اسکے حرص دُنیا سے آزاد ہونے کی طرف وضع اول کی وجہ سے اور وضع ثانی کے اعتبار سے محمد حسین کا تخلص تھا پس معنی لغوی قرینہ ہین انتقال کے معنی ثانی کی طرف اور وہ ہوا و ہوس دُنیا سے آزادی ہے پس ملزوم سے اور وہ ذات آزاد ہی لازم کی طرف اور وہ ہوا و ہوس دُنیا سے آزاد ہونا ہے انتقال باعتبار وضع اول کے ہوتا ہی۔

حافظ عبدالرحمن احسان

حکم والا یہ ہوا قلعے مین احسان نہو	سُن کے اس بات کو اک شہر کا اوسان گیا
شہر دیکھا ہی کہ جس شہر مین احسان نہو	قلعہ وہ کیا ہی کہ جس قلعہ سے احسان گیا

یہ اُس قطعہ کا شعر ہے جو احسان نے اکبر شاہ ثانی کی خدمت مین اُس موقع پر پیش کرایا تھا جب دشمنون نے انکی طرف سے کان بھر کر قلعہ معلی مین آمد و رفت سلام و مجرا سب بند کرا دیا تھا۔ قلمی دیوان احسان سے یہ شعر نقل ہوے۔

مومن

آج ہوتا کمال تو کہتا	اب تخلص سزا ہے نقصانی

کمال ایک ایرانی شاعر کا تخلص ہی اور یہان پر اس لفظ کے معنی اصلی کی طرف اشارہ ہی چنانچہ نقصانی کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہی۔ اسی قبیل سے ہی شعر ذیل مین مومن کا لفظ۔

مومن

گر ترے کوچے سے دی کعبے کو نسبت کیا گناہ	مومن آخر تھے کبھی اے دشمن اسلام ہم

اگرچہ مومن شاعر کا تخلص ہی مگر یہان اسکے معنی اصلی کی طرف کنایہ ہی کہ اس چیز کے تصدیق کرنے کو کہتے ہین جسکی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اللہ کے پاس سے لائے ہین۔

ولہ

لے نام آرزو کا تو دل کو نکال دین	مومن نہون جو ربط رکھین بدعتی سے ہم

ولہ

ہے نام جو یہ تابع فرمان کردن مین	مومن ہوں تو تجھکو بھی مسلمان کردن مین

وزیر

ٹکارا پنا گدا کیکے مجھکو اے شہ حسن	فقیر ہون ترے در کا وزیر نام نہین

وزیر کا مقابلہ فقیر کے ساتھ دلالت اس بات پر کرتا ہے کہ اُسکے معنی اصلی کی طرف کنایہ ہی۔

احمد حسین مائل

روز بخشش پوچھ لینا یا حسین	کس جگہ مائل ہمارا رہ گیا

اسی قبیل سے ہی گویا کے اس مقطع مین اگرچہ علم مسند ہی نہ مسند الیہ۔

گر ترے اُٹھنے نہ دینے سے بگڑ بیٹھا وہ	تو تو گویا تھا کوئی بات بنائی ہوتی

واجد علی شاہ غلام رضا نام اپنے ایک مصاحب کے حق مین کہتے ہین۔

نام ایسا جگر کا ایسا سخت ؛	تھا غلام رضا وہ کب کمبخت ؛؛

اسی قبیل سے ہی بحر کا یہ مقطع جس مین علم منادی ہی۔

سگِ در بانکے سبب کوچۂ جانان چھوڑا	بحر تم رک گئے خاشاک سے دریا ہوکر

سودا شاہ عالم کی تعریف مین کہتا ہے۔

ترقی ہو اُسے دتخواہ عالم	کھا دے تا ابد یہ شاہ عالم

جرأت

اُسکے نہ موڑونگا تری شمشیر سے قاتل فہر	نام ہی جرأت مرا اس بات کو مردانہ ہون

اس مقطع مین علم مسند الیہ نہین بلکہ مسند ہی۔
کبھی اظہار علمیت سے سامع کا حیران و مشوش کر دینا مقصود ہوتا ہی جیسے اس شعر مین۔

غالب

اسد اللہ خان تمام ہوا	اے دریغا وہ رند شاہد باز

انیس

غل ہوتا ہی ہر سمت جدا ہوتی ہی زینب	ہر اک کے گلے ملتی ہی اور روتی ہی زینب

ولہ

علی اکبر کی جوانی کا ہے جانکاہ الم	زانو پر مارتے ہین دست تاسف ہر دم

کبھی اظہار علمیت سے حظ طبع مقصود ہوتا ہی جیسے اس شعر مین میر حسن کے۔

کہا میری نجم النسا تو ہے جان		اری تیرے صدقے مری مہربان	

جبکہ نجم النسا وزیرزادی بہت مدت کے بعد شہزادی بدر منیر سے آکر ملی تو اوسنے یہ کہا تھا اس کلام مین نجم النسا کا نام صرف حظ طبع کے واسطے ذکر کیا گیا ورنہ درصورتیکہ وہ خود شاہزادی کے سامنے حاضر تھی اس قدر کہنا کافی تھا کہ اری مین تیرے صدقے جاؤن میری جان تو ہی ایسے موقع پر نام لینا ضرور نتھا چنانچہ یہ بات کتاب توبۃ النصوح مصنفہ مولوی نذیر احمد دہلوی کے اس فقرے سے ظاہر ہوتی ہی دعہ کلیم نے وہان جا آواز دی تو کچھ دیر بعد مرزا صاحب ننگ دھڑنگ جانگیہ پہنے باہر تشریف لائے اور کلیم کو دیکھ کر شرمائے اور بولے آہا آپ ہین معاف کیجیے گا مین نے سمجھا کوئی اور صاحب ہین" الخ آہا آپ ہین کہا کلیم کا نام نہ لیا۔

تپش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ		جو ہے وارث تخت و تاج و کلاہ	

انیس

علی اکبر مری محنت کیطرف دھیان کرو		اَمان واری مری بستی کو نہ ویران کرو	

مان نے سامنے علی اکبر سے یہ بات کہی تھی۔

اسی غرض کے لیے شعر ذیل مین فرخ فرخ واقع ہوا ہے۔

گلزار نسیم

شہ نے جو وزیر آتے دیکھا		فرخ فرخ پکار اٹھا	

کبھی اظہار علمیت بیان حسرت و افسوس کے لیے ہوتا ہے جیسے مرزا غالب نے ایک خط مین لکھتے ہین "وہی بالاخانہ ہے وہی مین ہون سیڑھیون پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سرفراز حسین آئے وہ یوسف مرزا آئے وہ میرن آئے وہ یوسف علی خان آئے مرے ہوؤن کا نام نہین لیتا بچھڑے ہوؤن مین سے کچھ گنے ہین انتہے!!"

گیا قیس ناشاد اس عشق مین
ہوئی اس سے شیرین کی حالت تباہ
سنا ہوگا وامق پہ جو کچھ ہوا

میر
کبھی جان فرہاد اس عشق مین
گیا اس سے لیلی نے خیمہ سیاہ
نل اس عشق مین کس طرح سے موا

جو عذرا پہ گذرا سو مذکور ہے
دمن کا بھی احوال مشہور ہے

غالب

ہان اے فلک پیر جوان تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

ہوس

بیٹھا تھا جہان یہ چشم پُرخون
وارفتہ عشق یعنے مجنون

دبیر

تم بھی نہ رہے عون و محمد بھی سدھارے
اب کون اٹھائے گا جنازے کو ہمارے

ولہ

لاشے سے پسر کے نہ جدا ہووے گی مادر
بیٹھون گی مین جس بن مین رہینگے علی اکبر

داغ

میر و غالب و آزردہ سے پھر لوگ کہان
داغ اب یہ ہین غنیمت ہمہ دان دہلی

اظہار علمیت تحقیر کے واسطے ہوتا ہے جیسے

انوار حسین تسلیم

سو کھتے تنہر باتین کرتی ہی ردکھی
وہ نقیر و بھی بھک منگی بھو کی

قلق

کس سڑی کا ابھی یہ تھا مذکور
کون مجنون جو قیس تھا مشہور

عاشقی کا مزہ وہ کیا جانے
نام مہر و وفا وہ کیا جانے

یعنے قیس کو عاشقی کا کیا سلیقہ تھا۔
کبھی سامع کو ترحم پر برانگیختہ کرنیکے لیے علم کو بیان کرتے ہین جیسے۔

مومن

کہ ترے صدقے مری جان مومن ۔ جان مومن ترے قربان مومن

ولہ

مومن زار کہ تھا گرم بیان ۔ سوزش سینہ سے تھا شعلہ فشان

مظہر

لوگ کہتے ہین موا مظہر بیکس افسوس ۔ کیا ہوا اُسکو وہ اتنا بھی تو بیمار نہ تھا

مظہر کے ساتھ بیکس کی قید سے یہ فائدہ ہے کہ سامع رحم کے لیے زیادہ برانگیختہ ہو۔

انیس

تم پہ کرتا ہی حسین آخری حجت کو تمام ۔ پسر مصحف ناطق ہون سنو مجھسے کلام

مختشر

حال دل کچھ مختصر کہتا ہی مختشر تنگ دہن ۔ ای بت سنگین دل اپنے عاشق بیدل کی بھی سن

نظام رامپوری

ترے کرم سے ہو نومید کسطرح سے نظام ۔ کہ حسب حال ہی یہ قول عارف باللہ

دبیر عباس کی زبانی

ناچیز سہی کم سہی رتبے مین ہین اگا ۔ بابا نے غلامونکے بھی حق مین کہا کیا کیا
ہاتھ اُن کا پکڑ کر محسن پاک کو سونپا ۔ عباس غلامون سے بھی کم مرتبہ ٹھہرا

اسی فائدے کے لیے بکاؤلی کا ذکر دوسرے شعر مین ہے۔

گلزار نسیم مین بکاؤلی کی زبانی

گل کا سا لہو بھرا گریبان ۔ سبزے کا سا تار تار دامان
دکھلا کے کہا سمن بری کو ۔ اب چین کہان بکاؤلی کو

مسند الیہ کی تعریف خطاب و لقب و کنیت کے ساتھ

کبھی مسند الیہ کی تعریف کنیت و لقب سے کی جاتی ہے اور اس سے یا تو توصیف مسند الیہ

کی منظور ہوتی ہے جیسے اِس مثال مین۔

مذاق

مرتضیٰ و بوتراب و بوالحسن بوالاولیا	بوالائمہ سید والا علی مشکلکشا

اس مثال سے کنیت و لقب دونون ظاہر ہین۔

گویا

جو دوستون کو سمجھتے ہین دشمنانِ علیؓ	تو انکے سر کو کرے تیغ بوتراب قلم

میر تقی

ہے کریم اب بھی وزیر ابن وزیر	آصف الدولہ فلک قدر وجناب

حالی

یہی شفقت تھی کہ جب اُسنے سوچھا یا انجام	تیغ فاروق نے بیٹے کا کیا کام تمام

یا تحقیر مسندالیہ کی مراد ہوتی ہے جیسے ان مثالون مین۔

سودا

یہ کہا شیخ نے شیطان سے گر آ ہم سے مل	آشنا مت ہو تو سودا سے خرابی کا

وله

اتفاقاً گا بزم رندان مین ہوا وارد جو شیخ	پنجہ اُنکا دم بدم داڑھی کا اُسکی شانہ تھا

وله

کام اُس گلی مین سر سے یہ سودا گذر چکا	آئیگا تاب یک قدم جو ادھر بوالہوس چلے

وله

پیوند ہو زمین کا یارب شتاب ناصح	سی سی مرا گریبان اُن نے تو جان مارا

نیاز

ٹھانی ہے یہان مغبچون نے اپنے دل مین	واعظ جو ملے اُسکے عمامے کو اُتارد

ظفر

مُنھ پہ چڑھنا نہین شمشیر ستم کے آسان	بوالہوس بھاگ گئے نہ کیون عشق کے میدان سے دور

سودا

ٹھہرا نہ کالیون سے ترے کوئی بوالہوس	اک مین ہی رہ گیا ہون دعا گو قدیم کا

حافظ یہ چاہے عہد لے اُسکے برائون مین	سو ویادے کو دے کے تین دیے لوردیے کلام

شیخ اور ناصح اور واعظ اور بوالہوس اور حافظ الفاظ واسطے تحقیر کے ذکر کیے گئے۔

مسند الیہ کی تعریف اسمائے اشارہ کے ساتھ

مسند الیہ کی تعریف اسمائے اشارہ کے ساتھ بھی کی جاتی ہے اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اسکی خوب وضاحت ہوجائے۔

فرق معنوی ضمیر اور اسم اشارہ مین یہ ہے کہ اشارہ اُمور حسّی کے لیے موضوع ہے اور ضمیر حسّی اور غیر حسّی دونون کے لیے بنی ہے جیسے کہتے ہین زید سے مین ملا تھا وہ نہایت عمدہ آدمی ہے " لفظ وہ ضمیر ہے جو زید کی طرف راجع ہے اور زید محسوسات سے ہے۔ غیر حسّی کی مثال۔

از مثنوی سحر البیان

وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے	قلم جو لکھے اُس سے افزود ہے
اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے	ولے پرورش سب کی منظور ہے

دونون شعرون مین وہ لفظ ضمیر ہے اور خدا کی طرف راجع ہے جو غیر محسوس ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مرجع ضمیر کا ذہنی ہوتا ہے حسّی نہین ہوتا یعنی اعضائے ظاہر سے تعلق نہین رکھتا اور اشارہ باعتبار معنی حقیقی اپنے کے صرف محسوس حاضر کی طرف ہوتا ہے اور یہ اعضائے ظاہر آنکھ بھون ہاتھ پانون اور دل وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے اور اگر کہین غیر محسوس غیر حاضر کی طرف اشارہ کیا جائے تو مجاز پر محمول ہوتا ہے کہ غیر محسوس کو محسوس حاضر تصور کر کے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہین چنانچہ منشی شاہنامہ اردو کی نسبت کہتا ہے۔

لکھو اللہ یہ نامۂ دلپذیر	بہت خوب ہے بلکہ ہے بے نظیر

یعنی یہ کتاب کہ ذہن مین معقول و متصور ہی اور ابتک وجود مین نہ آئی ہے بشرطیکہ خطبہ الحاقی نہ ہو اسم اشارہ فاعل لازم اور مبتدا کے لیے واحد ہو یا جمع یہ مقرر ہے اور جمع کے لیے یہی بھی قدما کے محاورے مین تھا مگر اب متروک ہے اور فاعل متعدی اور مفعول اور متعلق بہ حرف کیلئے

اُس مستعمل ہے جیسے اُسنے مجھے بہت ستایا اور اُسکو مین بہت چاہتا ہون اور اُس سے مجھے کچھ غرض نہین اور فاعل کی جمع کے لیے اُنھون نے اور مفعول کی جمع کے لیے اُنھون کو اور اُن کو استعمال کرتے ہین اور یہ پچھلا لفظ افصح ہے اور متعلق بہ حرف کے لیے اُنھون سے اور اُن سے لاتے ہین اور پچھلا لفظ فصیح تر ہے اور اُس نے کی جگہہ اُنھون نے بھی استعمال کرتے ہین اور لفظ یہ اشارہ قریب کے لیے ہے اشارہ بعید کے لیے اُردو مین وہی لفظ مستعمل ہی جو ضمیر واحد غائب کے لیے آتا ہے انشاء اللہ خان سے دریاے لطافت مین یہ بات فروگذاشت ہوگئی ہی اور ثبوت اس کا یہ ہی کہ اسم اشارہ مشار الیہ کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے اور اسم ضمیر مرجع کے ساتھ جمع نہین ہو سکتا۔ پس ان اشعار مین۔

سید اصغر علی آبرو ساکن ٹونک

اُس زلف سیہ کا ہی یہ نقشا مرے آگے	یا کھیل رہا ہی کوئی کالا مرے آگے

شاہ مبارک آبرو

افسوس ہی کہ مجھکو وہ یار بھول جائے	وہ شوق وہ محبت وہ پیار بھول جائے

اسکا زلف اور وہ کا یار اور شوق و محبت کے ساتھ جمع ہونا دلیل ہی اس بات پر کہ یہ دو لفظ یہان اشارہ بعید کے لیے مستعمل ہوے ہین اور اِس اور اِن الف مکسور کے ساتھ اشارہ قریب کیلیے ہین اور اُس اور اُن الف مضموم کے ساتھ اشارہ بعید کے لیے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسند الیہ کی تعریف اسم اشارہ کے ساتھ یا تو زیادتی مدح کے لیے ہوتی ہے جیسے۔

عشرت

ارادہ سیر کا کرتا ہے جبکہ وہ گل رو	یہ ناز کی کہ جبین پر عرق ابھی سے ہے

یعنی اُسکی نازکی بہت بڑھی ہوئی ہے۔

محمد افضل خان افضل

یہ قطع یہ برید یہ شوخی یہ شان تیغ	یہ گھاٹ یہ تراش یہ پہلو یہ آن تیغ

غالب

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیانِ غالب | تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

انیس

سب جھک گئے مگر نہ جھکے تیغ زن کے ہاتھ | وہ معرکہ رہا اسی گل پیرہن کے ہاتھ

یعنی وہ معرکۂ عظیم الخ۔

ولہ

وہ سرد ہوا نور کی وہ صبح کا عالم | اور زمزمۂ مرغان خوش الحان کے وہ باہم
وہ سبزۂ صحرا پہ پڑے گوہر شبنم | اور صبح کی نوبت کی صدا آئے وہ ہر دم

ولہ

چلنا وہ بادِ صبح کے جھونکوں کا دم بدم | مرغانِ باغ کی وہ خوش الحانیاں بہم
وہ آب و تابِ نہر وہ موجوں کا پیچ و خم | سردی ہوا میں پر نہ زیادہ بہت نہ کم
وہ نور صبح اور وہ صحرا وہ سبزہ زار | تھے طائروں کے غول درختوں پہ بے شمار
چلنا نسیم باد سحر کا وہ بار بار | کوکو وہ قمریوں کی وہ طاؤس کی پکار
وہ دشت وہ نسیم وہ جھونکے وہ سبزہ زار | پھولوں پہ جا بجا وہ گہرہائے آبدار

میر حسن

وہ نکھر افلاک اور وہ مہ کا ظہور | لگا شام سے صبح تک وقت نور
وہ سنسان جنگل وہ نور قمر | وہ براق سا ہر طرف دشت و در
وہ اُجلا سا میدان چمکتی سی ریت | اگا نور سے چاند تاروں کا کھیت

نظیر

وہ بہاریں وہ فضائیں وہ ہوائیں وہ سرور | وہ طرب وہ عیش کچھ جسکا نہیں حد و حساب

یا کثرت منظور ہوتی ہے جیسے

انیس

بالوں کو تسکین دے کے چلا شاہ نامدار | وہ پیاس اور وہ دھوپ کا صدمہ وہ اضطرار

ذوق

نسیم عیش سے ہر یہ زمانہ عطر آگین | کہ قرص عنبر اگر ہے زمین تو گرد عبیر

یا تحقیر کے لیے جیسے۔

چھٹا اگر ترا تجھ سے شہر و دیار	یہ بندی ہی لائی ہے تقصیر وار

مولوی محمد اسمٰعیل

یہ تن و توش اور یہ رفتار	ایسی رفتار پر خدا کی مار

پہلا اسم اشارہ تعظیم کے لیے ہے اور دوسرا تحقیر کے لیے۔

نفیس

وہ نحس و بد کہ گرے جس کا سایہ دیکھکے بوم	وہ تیرہ رنگ کہ جس کی کسود شام ہو روم

یا باعتبار قرب و بعد کے اسکا حال بیان کرنا مقصود ہوتا ہی جیسے۔

احسن

اشک گلگون کو نہیں لعل گہر سے پیوند	یہ رکھے سنگ سے نسبت وہ جگر سے پیوند

وجاہت جھنجھانوی

زور کر سکتا نہیں جہل جو ہو علم سوا	جتنا یہ بڑھتا ہی وہ اُتنا ہی گھٹ جاتا ہی

انیس

جنت انعام کر کہ دوزخ مین جلا	وہ رحم ترا ہے یہ عدالت تیری

مسند الیہ کا معہود ہونا

کبھی نکرہ معہود ہونے کی وجہ سے معرفہ ہو جاتا ہی اور معہود اُسے کہتے ہین جو ایک شے معین اور مقرر ہو اور وہ دو قسم پر ہی ایک معہود خارجی وہ نکرہ ہے کہ بقرینۂ مقالیہ یا کسی خاص وجہ سے ذات خاص پر دلالت کرتا ہے مثلاً۔

منشی

گیا گیو وہین گذربانکے پاس	گذربان لگا کرنے گفتار یاس

مصرع دوم مین گذربان سے وہی گذربان مراد ہی جسکا ذکر مصرع اول مین ہوا ہی مگر اسقدر فرق ہے کہ مصرع اول مین گذربان مسند الیہ نہیں ہے۔

ناسخ

تاریخ اس ضریح کی مطلوب جب ہوئی — بولے ملک ضریح قبول امام ہے

مقصود بالتمثیل ضریح ہی جو مصرع اول مین مسند الیہ نہین -

ایجاد رنگین

ایک اندھا مرد بینا کا تھا یار — ربط تھا دونون مین باہم بے شمار
تھی پرانی قیمچی اک اندھے کے پاس — کچھ سفر کٹنے کی تھی جس سے نہ آس

اندھا معہود ہی جو دوسرے شعر مین مسند الیہ نہین -

اکبر

قدیم وضع پہ قائم رہون اگر اکبر — تو صاف کہتے ہین سید یہ رنگ ہی میلا

لفظ سید سے سید احمد خان سمجھے جاتے ہین اور اسکو اکبر کے سوا اور لوگ بھی جانتے ہین اور اس کا حال ہندوستان کے اہل علم پر ظاہر ہے -

دوسرا معہود ذہنی وہ نکرہ ہے جو متکلم اور مخاطب مین معلوم اور معین ہو اور کوئی شخص اُس سے واقف نہو اور اُسکا ذکر بھی پہلے نہوا ہو مثلاً کسی کا دشمن سامنے سے آئے اور وہ دیکھکر کہے کہ وہ ہی آیا اور اُس سے مراد ایک شخص معین ہو جسے متکلم اور مخاطب جانتے ہون تو لفظ موذی اگرچہ نکرہ تھا لیکن بسبب ہونے معہود ذہنی کے معرفہ ہوگیا اسی طرح بادشاہ وزیر سے کہے کہ دشمن کی فوج آپہونچی اگرچہ نام نہین لیا مگر دونون اُس دشمن کو اور اُسکی دشمنی کے کامون کو اچھی طرح جانتے ہین مرزا غالب ایک دوست کو لکھتے ہین کہ اُردو کلیوان غاصب ناانصاف سے ہاتھ آگیا" غاصب ناانصاف سے شخص معین مراد ہی جسکو متکلم مخاطب جانتے تھے اور غاصب نا انصاف مجرور ہی غرض معہود ذہنی و خارجی مین یہی ہی کہ معہود ذہنی کو صرف متکلم اور مخاطب جانتے ہین اور کوئی نہین جانتا بولنے والا اگرچہ عام لفظ بولتا ہے مگر حقیقت مین ایک خاص معنی مراد لیتا ہی اور معہود خارجی وہ ہی جسے اور لوگ بھی جانین جیسے لفظ خلیل سے جسکے معنے دوست کے ہین حضرت ابراہیم سمجھے جاتے ہین -

داغ

نواب نے کی جو قدر دانی میری — اے داغ گذر گئی جوانی میری

نواب سے مراد نواب کلب علی خان والی رام پور ہین جن کو اس شعر کے پڑھنے اور

سُننے والے کبھی نہین سمجھ سکتے۔

امیر

ہے لکھنؤ کی جان تو کلکتے مین امیر | خاک آئے میری آنکھ مین اب لکھنؤ پسند

لکھنؤ کی جان سے واجد علی شاہ فرمان روائے اودھ مراد ہین اور اسکے معہود ذہنی ہونے مین کوئی شبہہ نہین۔

غالب

مجھے جنون نہین غالبؔ ولے بقول حضور | فراق یار مین تسکین ہو تو کیونکر ہو

غالبؔ کے عہد مین حضور سے بہادر شاہ دوم مجھے جاتے تھے جو شاہان تیموریہ کے سب سے پچھلے برائے نام تاجدار تھے اور لفظ حضور مضاف الیہ مجرور ہے۔

مسند الیہ کی تعریف موصول بناکر

کبھی مسند الیہ کی تعریف اُس کو موصول بناکر کی جاتی ہے اُردو مین اسم موصول کی علامت یہ ہے کہ جو نسا واحد مذکر کے لیے اور جونسی واحد مؤنث کے لیے اور جونسے جمع مذکر کے لیے اور جونسیان جمع مؤنث کے لیے اور فصیح لوگ جمع مؤنث کے لیے بھی جونسی بولتے ہین اور جو اور جس نے اور جن نے اور جنھون نے اور جس کو اور جن کو اور جس سے اور جن سے بھی اسم موصول کے الفاظ ہین اور جسکی جگہ جس کسی اور جن کنھی بھی درست ہے اور جو کی جگہ سو بھی غور کون مین مستعمل ہے اور کوئی سا اور کوئی سی بھی موصولات کے لیے آتے ہین۔

اور اسم اشارہ بھی کاف بیانیہ کے لانے سے موصولات کے حکم مین ہو جاتا ہے اور اپنی حقیقت پر باقی نہین رہتا اور کبھی اسم اشارہ کے ساتھ جو بھی آتا ہے جو سوائے شرط کے بیان کا بھی فائدہ دیتا ہے اور اس طرح تعریف کئی سبب سے کیجاتی ہے۔

یا تو اسلیے کہ سامع مسند الیہ کے دوسرے خاص خاص حالات سے واقف نہین ہوتا صرف صلے سے واقف ہوتا ہے پس اُسکے جتلانے کے لیے مسند الیہ کو اس طرح ذکر کرتے ہین تاکہ صلے کی وجہ سے جو ایک جملۂ خبریہ ہوتا ہے اور اُس مین بیان آتی موصول کا ہوتا ہے سامع کو معلوم ہو جائے مثلاً جو لڑکا کل غیر حاضر تھا آیا جو لڑکا اسم موصول کل غیر حاضر تھا یہ جملہ خبریہ اُسکا صلہ ہے۔

نظام رامپوری

تمھارے پاس جو گھوڑا کمیت رنگ کا ہو — وہ بخشیے مجھے للہ بخشیے للہ

جو کمیت رنگ کا گھوڑا موصول اور تمھارے پاس موجود ہی جملۂ خبریہ اُسکا صلہ ہو موصول اپنے صلے سے ملکر مبتدا خبر اسکی دوسرا مصرع ہی۔

ظفر

سوتا تھا جو تُو شب کو رکھکے ترے سر کے تلے ہاتھ — بیٹھا ہی زنخدان پہ سو وہ دھر کے تلے ہاتھ

جو موصول ہے سوتا تھا تُو شب رکھکے ترے سر کے تلے ہاتھ صلہ ہی موصول صلے سے ملکر مبتدا اور دوسرا مصرع خبر ہے۔

امیر

دکھایا انقلاب تازہ عالم کے حوادث نے — جو مرتے ہین وہ جیتے ہین جو جیتے ہین وہ مرتے ہین

جو یعنی جو لوگ اسم موصول اور مرتے ہین اسی طرح جیتے ہین صلہ دونون اسم موصول اپنے صلے سے ملکر مبتدا اور مابعد انکی خبر۔

مسدس حالی

وہ خطہ جو تھا ایک ڈھورون کا گلہ — گران کر دیا اُس کا عالم مین پلہ

یہان وہ اسم اشارہ مع خطہ کے موصول اور جو کاف بیانیہ کا قائم مقام ہے ڈھورون کا گلہ تھا صلہ ہے موصول صلے سے ملکر مبتدا دوسرا مصرع خبر ہے۔

ولہ

وہ قومین جو ہین آج غمخوار انسان — درندونکی اور انکی طینت تھی یکسان

منہ

نوکرون کی تمھارے جو ہے غذا — اُن کو وہ خواب مین نہین ملتا

شایان

مویشی جو چرتے تھے سوے شمال — پکڑے گئے اُن کو یہ ہے ملال

ناسخ

دشت غربت مین مرے مرنے کو — جو گڑھا آیا نظر وہ گور ہے

ولہ

جو غذا توڑتے ہین آگے ہین	جو چباتے ہین اُنکے پیچھے ہین

یا مسندالیہ کی تعظیم مطلوب ہوتی ہی جیسے۔

غالب

وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہی مجھ سے	قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب

وہ کافر موصول جو بیان کے لیے اور ما بعد صلہ ہی۔

فرمان روائے کشور ہندوستان ہے	ولہ	بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار مین

جو بمعنی جو کوئی اسم موصول ہے سایۂ دیوار یار مین بیٹھا ہے صلہ اور یہان تعظیم مقصود ہے۔

انیس

چڑھائین عدوا سکو نیزے پہ آہ	محمدؐ کے زانو پہ جو سر رہے

جو سر مسندالیہ موصول ہی اور محمدؐ کے زانو پہ رہے صلہ رہے۔

قاسم علی شوکت

کاٹ ہے جو ابروے خمدار مین	ہے یہ بُرّش کب کسی تلوار مین

جو کاٹ مسندالیہ اور موصول ہے اور ابروے خمدار مین ہے صلہ ہے اور یہان موصول کی تعظیم مقصود ہی۔

یا مسندالیہ کی تحقیر منظور ہوتی ہی جیسے۔

امیر مینائی

جو کربلا مین شاہ شہیدان سے پھر گئے	کعبے سے منحرف ہو قرآن سے پھر گئے

جو لوگ اسم موصول ہی شاہ شہیدان سے پھر گئے صلہ ہے موصول صلے سے ملکر مبتدا ہوا اور دوسرا مصرع خبر ہی اور یہان موصول کی تحقیر منظور ہے۔

اقبال

قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے	موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لیے

جو قطرے اسم موصول اور میرے عرق انفعال کے تھے صلہ ہے اور یہان صلہ سے موصول

کی تحقیر نکلتی ہے۔

تراب

جو گھر گھر پھرے سیم و زر کے لیے ۔ مرے کون اُس سیم بر کے لیے

غلام دستگیر نامی

اصول اُخوت سے جو بیخبر ہین ۔ وہ اسلام کے واسطے پُر خطر ہین

یا اسلیے کہ اُسکا ذکر کرنا صراحت کے ساتھ اچھا نہین معلوم ہوتا ہے جیسے۔

حالی

بچھڑ گئے بھائیون سے جب بھائی ۔ جو نہ آئی تھی وہ بَلا آئی ؀

یہان مسند الیہ کا ذکر صراحت کے ساتھ کرنا اچھا نہین معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ کوئی خوبی کی چیز نہ تھا اسلیے موصول بنا کر لائے۔

ولہ

سزادار ہے اُن کو جو نا سزا ہے ۔ روا ہے اُنھین سب کو جو نا روا ہے

ولہ

وہ جو کچھ کہ رہین کہ سکے کون اُن کو ۔ بنایا ندیمون نے فرعون اُن کو

ولہ

معلوم ہے جو مورو نیہ اسپین مین گذری ۔ جس وقت از بلا ہوئی وان صاحب افسر

یا اس بات کی طرف اشارہ منظور ہوتا ہے کہ خبر اس قسم کی ہوگی جیسے۔

ذوق

زمین یہ نور قمر کے گرے مین صاف اظہار روشنی ہے ۔ کہ جو ہین روشن ضمیر اُنکو فروغ اُنکی فروتنی ہے

جب یہ کہا کہ جو لوگ روشن ضمیر ہین تو اس موصول اور صلے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ اس مبتدا کی خبر ایسی چیز پر مبنی ہوگی جو روشنی اور فروغ کی قسم سے ہوگی۔

مومن

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو ۔ وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جب یہ کہا وہ قرار جو ہم مین تم مین تھا تو اس موصول اور صلے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا

کہ اس مبتدا کی خبر مین کوئی بات قرار کے یاد رکھنے یا نہ رکھنے کے متعلق بیان ہوگی۔

حالی

پاکبازون کو نہین عہد مین میرے کھٹکا ٭ جو کنوندٹے ہین وہی مجھسے کھٹکتے ہین سدا

موصول مع صلے کے یعنی جو لوگ کنوندٹے ہین اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اسکے بعد کوئی ایسی خبر آئیگی جو مجرمون کے مناسب حال ہوتی ہو۔

ولہ

جو ہنر مند ہین دل انکا بڑھاتا ہون مین ٭ خوبیان انکی زمانے مین جتاتا ہون مین

امیر

برہمن کو بت نہ تجھے تو اے صنم ٭ جس نے جو مانگا خدا سے مل گیا

واجد علی شاہ اختر

اے دل یہ نصیحت کسی ناصح کی ہی سن کے ٭ بھولے جو تجھے اسکو بھی تو یاد نہ کرنا

ناسخ

جو ترے عشق مین ہلاک نہین ٭ زندگانی کا لطف خاک نہین

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ایما کے ذریعہ سے شان خبر کی تعظیم بھی مستفاد ہوتی ہو مثلاً جو آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اسنے ہمارے لیے مکان بنایا اس مثال مین موصول مع صلہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خبر مین کوئی تعمیر کا ذکر ہوگا اور یہ ایما اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مکان عالی شان ہوگا کیونکہ اسکا بنانے والا وہ ہی جسنے آسمان کو پیدا کیا ہے۔

حالی

جب صورت تک عدالت کی کبھی دیکھی نہ تھی ٭ ہاتھ سے جسنے بڑونکی آن ابتک دی نہ تھی
بیگناہ ہونے کے لیے وہ رات دن چکر مین تھا ٭ پانون اک اسکا عدالت مین تھا اور اک گھر مین تھا

شاعر کے اس قول مین کہ جو شخص اتنی عظمت رکھتا تھا کہ اسکو عدالت تک جانے کا کام نہ پڑا تھا اور وہ اپنے اسلاف کی طرح نہایت وقار سے رہتا تھا اور جس طرح اسکے بڑے عدالت مین جانے کو عار سمجھتے تھے اسی طرح وہ بھی سمجھتا تھا) ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر جس چیز پر مبنی ہے وہ کوئی ایسا امر ہے جس مین عدالت کی قسم کی کوئی بات ہوگی پھر اس مین یہ بات بھی پیدا ہوتی ہو کہ جبکہ

ایسا عالیشان آدمی بیگناہون گے لیے رات دن چکر مین تھا اور عدالت مین پے در پے جاتا تھا تو وہ کوئی اہم معاملہ ہوگا۔

مصحفی

اُنھون کو صاحب خرمن سبھی سمجھتے ہین	جو مصحفی کے ہین کہلاتے خوشہ چینون مین

شاعر کے اس قول مین کہ جو مصحفی کے خوشہ چین یعنے شاگرد ہین اس بات کی طرف ایما ہے کہ اس کی خبر مین کوئی ایسا ذکر ہوگا جو خوشہ چینی کے مناسب ہوگا اور یہ ایما اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایسے لوگون کے خرمن یعنے دیوان نہایت عمدہ ہون گے کیونکہ وہ مصحفی جیسے شاعر کامل کے خوشہ چین ہین۔

کبھی یہ ایما غیر خبر کی شان کی عظمت پر دلالت کرنیکا ذریعہ ہوتا ہی جیسے۔

دبیر

از بہر حسین و حسن اے خالق دانا	جو مجھسے جلین تو اُنھین دوزخ مین جلانا

جو مجھ سے جلین موصول مع صلہ کے ہے اور اس مین ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر مین کوئی عذاب و عقاب کی قسم کا مضمون ہوگا اور اس ایما مین متکلم کی شان کی تعظیم سمجھی جاتی ہی کیونکہ اُسکے ساتھ حسد رکھنے کی وجہ سے حاسدون کے عذاب دینے کی دعا کی گئی ہے۔

میر تقی

جو کہ خود سر رکھتے اُستادون سے عار	اُنکے تئین ہر گز نہ ہوتا اعتبار

موصول مع صلہ یعنی مصرع اول ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر کوئی ایسی چیز ہوگی جس مین تحقیر موجود ہوگی اور اس سے اُستادون کی تعظیم بھی نکلتی ہے اس لیے کہ اُن سے عار رکھنے کی وجہ سے بے اعتباری پیدا ہوتی ہی۔

نفیس

مقابلہ مرا جس نے کیا وہ ہارا ہے	اسد کی اصل ہی کیا اژدہون کو مارا ہے

جسنے میرا مقابلہ کیا یہ موصول مع صلہ ہے اور یہ ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر مین کوئی ایسی چیز جس مین مقابلہ کرنیوالے کی ناکامی کا حال ہوگا اور اس سے اُس شخص کی عظمت پیدا ہوتی ہی جس سے مقابلہ کیا جاتا ہی اور وہ متکلم ہی۔

جو حب آل نبی اور صحابہ دل سے رکھے	ظفر	ظفر اُسے نہین ڈر حشر کی تباہی کا

کبھی یہ ایماشان خبر کی اہانت کا ذریعہ ہوتا ہے مثلاً۔

شباب

جنکو موزوں شعر کا پڑھنا بھی ہو کار اہم	فکر دیوان لے بنا رکھا ہو دیوانہ انھیں

پس یہاں موصول مع الصلہ اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ خبر میں کوئی ایسی چیز ہوگی جو شعر سے تعلق رکھتی ہوگی اور یہ ایما اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ایسے شخص کا دیوان مبتذل ہوگا۔

مسدس حالی

وہ شعر و قصائد کا ناپاک دفتر زمیں جس سے ہے زلزلے میں برابر	عفونت میں سنڈاس سے ہے جو بدتر ملک جس سے شرماتے ہیں آسمان پر

ہوا علم و دیں جس سے تاراج سارا وہ علموں میں علم ادب ہے ہمارا

وہ شعر و قصائد کا ناپاک دفتر موصول ہے اور جو بیان صلہ کے لیے ہو اور عفونت میں سنڈاس سے بدتر وغیرہ صلہ ہے اور یہ موصول وصلہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خبر میں کوئی ایسی چیز ہوگی جو علم انشاپردازی سے تعلق رکھتی ہوگی اور یہ ایما اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ایسا علم ادب نہایت خراب ہوگا۔

کبھی یہ ایما غیر خبر کی شان کی اہانت کا ذریعہ ہوتا ہے مثلاً جو لوگ شیطان کی اتباع کرتے ہیں وہ عذاب پاتے ہیں موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خبر خرابی اور بے بہرگی کے قبیل سے ہوگی اور اس سے یہ بات بھی پیدا ہوتی ہے کہ شیطان حقیر و ذلیل ہے اُس کی اتباع کرنا گناہ ہے کیونکہ جب اُس کی متابعت پر عذاب مترتب ہوتا ہے تو ضرور محقر ہوگا۔

مذاق

دنیا و دیں میں رہتا ہو آلودہ جو فقیر	دھوبی کا کُتا ہو وہ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا

جو موصول اور دنیا و دیں میں آلودہ رہتا ہو اُس کا صلہ ہے موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف ایما ہے کہ خبر میں زیاں اور ناکامیابی کی قسم کی کوئی بات ہوگی اور اس سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ دُنیا و دین بری چیز ہیں کیونکہ ان کی محبت میں مبتلا رہنا فقیر کے لیے

محرومی درجات کا سبب ہے۔

علمی

اور کیا ترک اسکو جسنے ہو عذاب اسکو بڑا	ہے یہ مضمون احادیث شریف مصطفےٰ

جسنے اسکو ترک کیا موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف ایما ہی کہ اُسکی خبر مین کوئی تہدید اور سزا کا مضمون ہوگا اور یہ امر نماز جمعہ کے ترک کرنے کی بُرائی پر دلالت کرتا ہی۔

ولہ

ہو کے مومن جو ادا کرتا نہین اس فرض کو	ہو بھلا اُسکے جنازے کی ادا کیونکر نماز

موصول مع صلہ کے (یعنے جو شخص مومن ہو کر اس فرض کو ادا نہین کرتا ہی) اس بات پر ایما ہے کہ اسکی خبر مین پاداش بیان کی جائے گی اور پاداش کے ذکر نے فرض کے ترک کرنیکی بُرائی ثابت کی۔

ظفر

جو پئینگے شراب بے موقع	وہی ہون گے خراب بے موقع

فائدہ اگرچہ جملہ صلہ تقیید کی وجہ سے بظاہر موصول کے زیادہ واضح کرنیکا موجب ہوتا ہی لیکن یہ اُس تعیین و تشخیص کو جو اسم اشارے مین ہوتی ہے کم کر دیتا ہی سبب اسکا یہ ہی کہ موصول مین تعیین عقلی ہوتی ہے اور اسم اشارے مین تعیین حسی۔ اسم موصول معنی کلی کے لیے موضوع ہے اور معنی جزوی پر مبہم طور پر دلالت کرتا ہے پس اسکا مدلول عقلی ہوگا اور امور کلی کے ابہام مین شک نہین غایت یہ ہی کہ امور مذکورہ کے جمع ہونے سے تعیین حاصل ہوجاتی ہی مگر تعیین حسی کے درجے کو نہین پہونچتی اس صورت مین بظاہر اسم موصول نکرہ موصوفہ سے بڑھکر اور اسم اشارہ سے کمتر ہوگا جیسا کہ معہود ذہنی و خارجی کی تعریف کا حال ہے۔

مسند الیہ کی اضافت

مسند الیہ کی تعریف اضافت کے ساتھ بھی کیجاتی ہے کیونکہ یہ طریقہ مسند الیہ کے ذہن مین لانے کا بہت ہی مختصر ہی اس سے متکلم یا سامع کا مقصود نہایت اختصار کے ساتھ مستفاد ہوجاتا ہے مثلاً۔

گلزار نسیم

رہتا ہے وہیں مراد وہ گلچین	رستے میں نہا ہے گلشن نگارین

گلچین مضاف ہے اور مرا مضاف الیہ یہاں اضافت کی وجہ سے اختصار پیدا ہوا کیونکہ بغیر اضافت کے یوں کہنا چاہیے جسنے میرا گل چنا ہے یا جو میرا گل چننے والا ہے کیونکہ بوجہ جلدی اور رنج و ملال کے بکاؤلی کو طول طویل عبارت لکھنے کی فرصت نہ تھی اور اختصار مطلوب تھا اسلیے گلچین کو کہ مسندالیہ ہے مضاف بناکر عبارت کو مختصر کردیا بکاؤلی کا مقصود یہ تھا کہ وہاں گلچین رہتا ہے پس اگر وہ تاج الملوک کا نام لیتی یا صرف یہ کہتی کہ وہ وہاں رہتا ہے تو علم کے لانے یا ضمیر کے ظاہر کرنے سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ میرا گلچین ہے۔

جرأت

ہوگیا جزو بدن ضعف سے بستر اپنا	ناتوانی سے گرے ایسے کہ پھر اُٹھ نہ سکے

بستر کی اضافت اپنا کی طرف ہے پس بستر اپنا کہنا یہ کہنے سے مختصر ہے کہ بستر جو اپنی ملک ہے گویا۔

تیرا ہی مکان کعبۂ ایمان کے برابر

مراد یہ ہے کہ جو مکان تیری ملک ہے اضافت سے جو اختصار پیدا ہو گیا وہ اس میں کہاں ہے۔

میر حسن

وہ اُس شہ کے رہتے تھے قدموں تلے	جہانتک کہ سرکش تھے اطراف کے

اطراف کے سرکش اسقدر عبارت کا اختصار ہے جو لوگ اطراف میں سرکشیاں کرتے تھے۔ یا مضاف کرنے سے مضاف کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اور مضاف مسندالیہ ہوتا ہے جیسے

انیس

دیکھو ہی بہو ہے علی و بتول کی	بندی چلی ہے شام کو آل رسول کی

آل کی اضافت رسول کی طرف اور بہو کی اضافت علی و بتول کی طرف ہے اور یہاں مضافون کی تعظیم مقصود ہے لیکن علیؓ و بتولؑ کی بہو مسندالیہ نہیں بلکہ مسند ہے۔

برق

نام رکھا ہے پرستان بزم عشرت گاہ کا	راجہ اندر کا اکھاڑا صحبت قدسی ہے برق

اکھاڑے کی اضافت سے راجہ اندر کی طرف اسکی تعظیم مقصود ہے اسی طرح صحبت کی اضافت سے

اقدس یعنے واجد علی شاہ کی طرف صحبت کی تعظیم مقصود ہی صحبت اقدس مسند الیہ ہی اور راجہ اندر کا اکھاڑا مسند ہے۔

حالی

نگر حیف اے فخر عالم کی اُمت	ہوئی آدمیت بھی ساتھ اُسکے رخصت

فخر عالم کی اُمت جو منادی ہو اس مین اضافت تعظیم کے لیے ہی۔
یا مضاف الیہ کی (یعنی جسکی طرف مسند الیہ مضاف ہوتا ہی) تعظیم منظور ہوتی ہی جیسے۔

میر حسن

عجب شہر تھا اُس کا مینو سواد	کہ قدرت خدا ہی کی آتی تھی یاد

شہر کی اضافت سے ضمیر غائب کی طرف مضاف الیہ کی تعظیم مقصود ہی کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُسکے تصرف مین ایک اعلے درجے کا شہر تھا۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

ہر دن گدائے نجتن اے شاد دیتا ہون دعا	اوج پر آصف کا یہ دربار شاہانہ رہے

دربار شاہانہ کی اضافت آصف کی طرف ہو اور اس سے مضاف الیہ کی تعظیم مقصود ہی۔
یا مضاف یعنی مسند الیہ کی تحقیر منظور ہوتی ہی جیسے۔

سودا

مظہر کا شعر فارسی ور ریختہ کے بیچ	سودا یقین جانیو روڑا ہے باٹ کا

شعر کی اضافت مظہر کی طرف ہو اور یہان مضاف کی تحقیر منظور ہے۔

غالب

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا	جام جم سے یہ مرا جام سفال اچھا ہے

جام کی اضافت سے سفال کی طرف مضاف کی تحقیر پیدا ہوتی ہی۔
یا مضاف الیہ یعنی اُس چیز کی جسکی طرف مسند الیہ مضاف ہو تحقیر نکلتی ہی جیسے۔

ہوس

اے نجبیران مین بد بلا ہون	انسان خورندہ اژدہا ہون

یہان اژدہا مضاف الیہ ہے اور اُسکی تحقیر اس اضافت سے نکلتی ہے مگر اس قدر ہے کہ

اژدہا غیرِ مسند الیہ کا مضاف الیہ ہی۔

سودا

ہاے ایسا غم نہین ابتک ہوا	میرزا جی کا ولی نعمت موا

ولی نعمت مضاف ہی اور میرزا جی مضاف الیہ۔
اور بیان مضاف الیہ کی ہجو مقصود ہی اسلیے کہ جیک کو ولی نعمت کے لفظ سے یاد کیا ہی۔
کبھی تھوڑی ہی مناسبت کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی طرف مضاف کر دیتے ہین یعنی تھوڑے سے تعلق کی وجہ سے مضاف مضاف الیہ کی ملک ہوجاتا ہے اور یہ کمال اختصاص کے ظاہر کرنے کے لیے ہوتا ہے یا باعتبار مجاز کے ایسا کرتے ہین جیسے۔

شیخ محمد اقبال

سارے جہان سے اچھا ہندوستان ہمارا	ہم بلبلین ہین اسکی یہ گلستان ہمارا
پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسمان کا	وہ سنتری ہمارا وہ پاسبان ہمارا

دیکھو شاعر ہندوستان کے ایک شہر کے ایک محلے کے ایک مکان مین رہتا ہی اس ذرا سی مناسبت سے تمام ہندوستان کو اپنی ملک بنالیا۔یہی حال سنتری ہمارا اور گلستان ہمارا اور پاسبان ہمارا کا ہے۔

ناسخ

یہ اعلیٰ مرے لکھنؤ کی ہے شان	زمین ہے جہان آسمان لکھنؤ

سودا

جو کچھ کہا ہی تو نے یہ تجھکو سب مبارک		مین اور میرے سر پر میرا لسبنت خان ہی
تا غرہ ہوجائے ذکر کیا ہے	رنبد	قران ابوالظفر بہادر

داغ

کس مصیبت سے بسر ہم شب غم کرتے ہین	رات بھر ہاے صنم ہاے صنم کرتے ہین

شب غم مین اضافت بادنیٰ ملابست ہی۔اور یہ مسند الیہ نہین ہے۔
فائدہ مضاف اور مضاف الیہ مین تغائر ضروری ہے پس داغ کے اس شعر مین ؎

مولا نے اپنے فضل و کرم سے بچا لیا	رہتا وگرنہ ایک زمانے کو داغ داغ

داغ جو مضاف ہے داغ کی طرف اس مین بھی نفس شے کی اضافت نفس شے کیطرف

نہین بلکہ معنًا دونون لفظون مین تغائر ہے کیونکہ پہلے لفظ داغ سے مراد مرنے کے غم کا رنج اور صدمہ ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ مین کوئی دوسرا لفظ حائل ہوجاتا ہے۔

لمؤلفہ

اُکھڑے پہ تیرے صانع قدرت نے خال کے	یہ بہر چشم زخم دیے ہین نقط سیاہ

نقط سیاہ مرکب توصیفی مضاف ہے اور خال مضاف الیہ اور دونون مین مفعول لہ حائل ہے۔

مسند الیہ کا نکرہ ہونا

مسند الیہ نکرہ بھی ہوتا ہے اور نکرہ اسم غیر معین کو کہتے ہین جو ایک جنس کی تمام افراد پر بولا جائے اور اُسکے واسطے کئی لفظ مقرر ہین۔کوئی۔کسی۔ہر۔جو۔ایک۔کچھ۔وغیرہ ان مین سے ہر اور جو حصر کا بھی فائدہ دیتے ہین اور تنکیر مسند الیہ سے کئی فائدے نکلتے ہین۔
یا اُن افراد مین سے جنپر اُس نکرہ کا مفہوم صادق آتا ہے ایک فرد غیر معین مراد ہوتی ہے جیسے۔

غالب

غیر پھرتا ہے لیے یون مرے خط کو کہ اگر	کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

یعنی اگر کوئی ایک بھی پوچھے تو چھپایا نہ جائے۔

انیس

کوئی سید کا نہین آہ بچانے والا	حربے لاکھون ہین در اک زخم اٹھانیوالا

ذوق

کہا پتنگ نے یہ دار شمع پر چڑھ کر	عجب مزہ ہے جو مرلے کسی کے سر چڑھ کر

مراد پتنگ غیر معین ہے۔

ولہ

ادل سے ہی بشر کو ہے رغبت خلاف سے
لیتا تھا کام منھ کا شکم مین یہ ناف ہے

حالی

اس عہد مین انسان ہی نہین ظلم سے محفوظ — مظلوم نہ اب بیل نہ گھوڑا ہے نہ خچر

یعنے اس عہد مین ہر آدمی ہی ظلم سے محفوظ نہین بلکہ کوئی بیل اور کوئی گھوڑا اور کوئی خچر بھی مظلوم نہین ہی اگر یہ نکرہ جمع کا صیغہ ہو تو اُسکے معنی ہین سے جماعت غیر معین مقصود ہوتی ہی کیونکہ اُس جمع کے مفہوم کی ایک فرد ہوتی ہی جیسے۔

حالی

جب بیٹیون نے زندگی اسطرح سے پائی — دی زندگی اک اور انھین علم پڑھا کر

یعنے بیٹیون کی ایک جماعت غیر معین نے۔

محمد باقر

وہ مین سادات نے بھی تاخت کیا — اُس کا مال و متاع لوٹ لیا

یعنے سیدون کے ایک گروہ نے۔

اُنس

خال ابرو نے مار ڈالا — کعبے والون نے رہزنی کی

یعنے کعبے والون کی ایک جماعت نے۔

یا اُس نکرے کی جو اسم جنس ہوتا ہی ایک نوع غیر معین مقصود ہوتی ہی جس طرح تنکیر وحدت شخصی پر دلالت کرتی ہی اسی طرح وحدت نوعی پر بھی دلالت کرتی ہی جیسے۔

آرایش محفل

ہر اک گل کا ہے رنگ و عالم جدا — نہین لطف سے کوئی خالی ذرا

یعنی پھولون کی ہر ایک نوع کا رنگ و عالم جدا ہی الخ۔

آزاد

دم بدم علم ہے کرتا عمل ایجاد نئے — آتے ہین کارگہ دہر مین اُستاد نئے

یا نکرے کی وہ تمام افراد جنپر وہ صادق آتا ہی مقصود ہوتی ہین جیسے۔

انیس

اُس نور کے قطرون سے پیمبر ہوے پیدا — دریاے نبوت سے یہ گوہر ہوے پیدا

یعنے تمام پیغمبر پیدا ہوے۔
یا تعظیم مقصود ہوتی ہے جیسے۔

گلزار نسیم

ہرچند سُنا گیا ہے اُس کو | اُردو کی زبان مین سخن گو

افسانۂ گل بکاؤلی کا نثر مین لکھنے والا خاص ایک شخص معین ہے پس سخن گو کا لفظ جو نکرہ ہے اُسکے نام کی جگہ بغرض تعظیم کے لایا ہے۔

ذوق

چلتا نہین ہے پنجۂ مژگان کا کچھ عمل | ہے ایسی چشم ترسے ہم آشنا گرہ

گرہ مین تنکیر عظمت کے لیے ہے۔

ناسخ

تو نہین ساقی تو میخانے مین اک برپا ہے حشر | شیشۂ مے مین نظر آتا ہے نقشہ صور کا

اک حشر سے مراد حشر عظیم ہے۔

ولہ

بستر رنج و کنج تنہائی | رات کیا آئی اک بلا آئی

سیّد آغا علی خان مہر

حسن تھا اُس کا بہت عالم فریب | خط کے آنے پر بھی اک عالم رہا

ولہ

دل کو مرے تسخیر کیا اک عربی نے | مکّی مدنی ہاشمی و مطلبی نے

یا تکثیر کے لیے۔ تعظیم مین اور اس مین یہ فرق ہے کہ وہان ارتفاع شان وعلو رتبہ مطلوب ہوتا ہے اور یہان مقدار اور تعداد مین زیادتی مقصود ہوتی ہے جیسے۔

غالب

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے | دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

یعنے دشت اسقدر ویران ہے کہ اُسکو دیکھکر گھر کی ویرانی یاد آتی ہے یا دشت اس قدر

ویران ہے کہ اُسکو دیکھکر بوجہ خوف کے گھبرا جاتا ہے۔

آرائش محفل

ہے اس مملکت کی عجب گل زمین | کہین پھول یان کے سے ہوتے نہین

یعنے پھول یہان نہایت کثرت سے ہوتے ہین۔
یا تحقیر کا فائدہ بخشتا ہے۔

ناسخ

ہوگئی ہے شمع تیرے سامنے خجلت سے آب | شمعدان گویا تری محفل مین فوارہ ہوا

آتش

یون مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے | آتش غزل یہ تو نے لکھی عاشقانہ کیا

میر

متصل ایسے کام کرتے حریص | کام اپنے تمام کرتے حریص

یا تقلیل کا فائدہ بخشتا ہے جیسے۔

انیس

یہ سب غلط سنا تھا کہ ہے لشکر کثیر | کچھ نوجوان ہین کچھ طفل ہین کچھ اور کچھ ہین کر

ناسخ

آتش عشق وہ ہے جس مین سمندر جلجائے | اک شرر جائے جو پتھر مین تو پتھر جلجائے

اک شرر مین تنکیر تقلیل کا فائدہ دیتی ہے۔

مصحفی

مصاحب ایسے اگر کچھ کسی سے لغزش ہو | تو اسکے رفع کی ہر گز نہ کر سکین تدبیر

یعنی ذراسی لغزش ہو۔ نواب یوسف علی خان ناظم کے اس شعر مین بھی تنکیر تقلیل کے لیے ہے۔ ؎

اک مزہ البتہ ملتا ہے سو وہ بھی مشترک | بوسہ کیا شے ہے کہ جسکے دینے مین تکرار ہے

یا تنکیر اسواسطے ہوتی ہے کہ مخاطب ایک بات کو جانتا ہے مگر اُسپر عمل نہین کرتا اُسکو بمنزلہ نادان کے ٹھہرا کر ایسا کہدیتے ہین جیسے مولوی رکن الدین بکمل کے شعر مین۔ ؎

اتنی بھی جفا نکر تو اے بُت	ہم بھی ہین کسی خدا کے بندے

مخاطب جو رحم نہین کرتا تو اُسکو جتاتے ہین کہ تیرے عاشق ہین تو کیا ہوا آخر کسی خدا کے بندے تو ہین پس بندگان خدا پر رحم کرنا چاہیے مگر یہان تنکیر مسند الیہ مین نہین ہے دوسری مثال تنکیر مسند الیہ کی یہ ہی۔

غالب

ریختے کے تمھین اُستاد نہین ہو غالب	کہتے ہین اگلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

یا تنکیر سے تجدید مقصود ہوتی ہی یعنی نیا شخص نئی چیز مُراد ہوتی ہی جیسے۔

مومن

کوئی کہتا ہی جاتا ہی یہ گرمی خبط خالص کی	اسی جانسوز شعلے نے دھوان دلکا اڑایا ہی
کوئی کہتا ہی ترکیب دو غالب خلط بلغم ہے	رطوبت اگر نہین تو کیون پسینے مین نہایا ہی

یسے کوئی کچھ کہتا ہی کوئی کچھ کہتا ہی ایک کہنے والا اور ہی اور دوسرا اور ہی۔

کبھی مسند الیہ علم کو نکرہ کر لیتے ہین یعنی ذات معین اُس سے مراد نہین ہوتی مثلاً کہین ایسی لڑائی ہین کوئی رُستم ہو جب فتح ہو یہان رستم سے مراد بڑا بہادر جری ہی یا ہر فرعون کے لیے ایک موسیٰ ہوتا ہے یہان فرعون و موسیٰ کی علمیت مراد نہین بلکہ فرعون سے مراد سرکش اور موسے سے مراد سرکوب ہے۔

میر

زال دُنیا کو جس نے چھوڑ دیا	وہی نزدیک اپنے رستم ہے

قلندر

حاتم ہے یہ گرچہ ہے قلندر	پر خانہ خراب کر گیا دل

توصیف مسند الیہ

مسند الیہ موصوف بھی ہوتا ہی پس کبھی صفت کی قید اتفاقی ہوتی ہی جیسے اس شعر مین۔

غالب

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہمکو کیا
آسمان سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

حسرت

میں کہا جان بخش عیسے یا ے گلفام تھی	بولا دونوں سے زیادہ کچھ مری دشنام ہے

بادے اور مے کے ساتھ گلفام کی قید اتفاقی ہے۔

ذوق

زمین پہ گرتے ہی لے آئے دانہ برگ و ثمر	جو ٹوٹے ہاتھ سے زاہد کے سبحۂ تزویر

تزویر قید اتفاقی ہے۔

دبیر

کیا کیا کمال رکھتی تھی شمشیر خوش نہاد	جوہر کمند نوک سنان خود و برق و باد

خوش نہاد قید اتفاقی ہے۔

ولہ

دُنبہ ریاض خلد سے لے آئے جبرئیل	فدیہ ہوا ذبیح کا حیوان بے عدیل

بے عدیل کی قید اتفاقی ہے۔

ولہ

کونین سے افضل ہے شہنشاہ خوش انجام	پڑھتے ہیں درود اُنپہ ملائک سحر و شام

خوش انجام قید اتفاقی ہے۔

فیاض

الٰہی بخشدے فیاض کی خطاؤں کو	جمالِ احمد مختار باوقار دکھا

کبھی۔ وہ صفت کچھ فائدہ دیتی ہے پس اُس سے اتنے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) مسندالیہ کی توضیح کرتی ہے جیسے اس مثال میں۔

ناسخ

پڑے عکس اُسکے لب سُرخ کا اگر ساغر میں	ہو خجالت سے وہیں بادہ گلفام سفید

اس مثال میں لب کے لیے سُرخ کی اور بادے کے لیے گلفام کی قید توضیح کے لیے ہے اور ان کا ہونا ضروری ہے کیونکہ لب سُرخ کے رشک سے شراب سُرخ کا سفید ہوجانا فرض کیا ہے۔

مومن

اڑتے ہی رنگ رخ مرا نظروں سے تھا نہاں	اُس مرغ پرشکستہ کی پرواز دیکھنا

پر شکستہ کی قید مرغ کے لیے اسلیے ضرور ہی کہ اس سے پرواز مین مبالغہ اور تعجب پیدا ہوتا ہی اسلیے کہ باوجود پر شکستہ ہونیکے اُڑنا ایک تعجب خیز بات ہی۔

غالب

فلک سے ہمکو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہی | متاع بردہ کو سمجھے ہوے ہین قرض رہزن پر

عیش کے ساتھ رفتہ کی اور متاع کے ساتھ بردہ کی قید توضیح کے لیے ہی مگر موصوف مسند الیہ نہین۔

میر حسن

یہ خالق کی حسن قدرت کاملہ | تماشے کو نکلی زن حاملہ

حاملہ کی قید ضروری ہے اس لیے کہ شاہزادے کی سواری کا ایسا لطف تھا کہ زن حاملہ بھی دیکھے بغیر نہ رہ سکی۔

عصمت

پستان ہین جو نورس تو بس انگیا کو اُتارو | تھیلی نہین چڑھتی ثمر خام کے اوپر

ثمر کے ساتھ خام کی قید ضروری ہے کیونکہ پستان نورس کو ان کے ساتھ تشبیہ دی ہے مگر مسند الیہ نہین ہے۔

(۲) مدح وذم کا فائدہ دیتی ہے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ موصوف پہلے سے متعین ہو اور مخاطب اُسے جانتا ہو اور اگر متعین نہ ہوگا تو صفت تخصیص کے لیے سمجھی جائے گی اور یہ ہمیشہ معارف کے ساتھ آتی ہے۔

مثال اول

انیس

بولے ملازمون سے یہ عباس با وفا | دریافت تو کرو کہ ارادہ ہے اُن کا کیا

باوفا کی قید مدح کے لیے ہی۔

منشی

گیا پھر وہ سہراب فرخ نہاد
طرف اپنے لشکر کے خندان و شاد

مثال دوم

انیس

ایک ایک پیل زور تہمتن شکوہ تھا | ابن رکاب سبز قدم سر گروہ تھا

سبز قدم مذمت کے لیے ہے۔

مصحفی

اگرچہ بازی انشاے بے حمیت کو | رہا خموش سمجھ کر مین بازی تقدیر

بے حمیت مذمت کے لیے ہی اور یہان موصوف مسند الیہ نہین ہی۔

نشتی

سر نامہ حمد خداے کریم | کہ ہے کردگار و غفور الرحیم

یہان کریم خدا کی صفت ہے اور اُس کی مدح کے لیے ہونے مین کوئی شبہ نہین ہو سکتا۔ کیونکہ خدا مین تعدد کی گنجائش نہین بخلاف کسان مسئلے بہ عباس کے کہ اُن مین تعدد کو گنجایش ہے اور خدا مین تعدد ناپیدا ہی اسی قبیل سے ہے شیطان لعین اور ابلیس گمراہ کہ ان صفات کی مذمت کے لیے ہونے مین کوئی شبہہ نہین کیونکہ ابلیس ایک ہی بس اُسکی صفت کے محض مذمت کے لیے ہونے مین کوئی کلام نہین۔

عین الدین احمد متخلص بہ احمد

ہوا جبکہ تابندہ مہر منیر | صف آرا ہوا شاہ گردون سریر

مہر منیر صفت مدح کے لیے ہی اور مہر ایک ایسا علم ہی جس مین تعدد کی گنجایش نہین۔

محمد اکبر خان اکبر

دوش ملک پہ دیکھ کے نعش شہید عشق
حورون کو یہ گمان ہے عرش برین نہو

برین صفت مدح کے لیے اسلیے کہ عرش مین تعدد کی گنجایش نہین۔

(۳) تخصیص کا فائدہ دیتی ہی بشرطیکہ مسند الیہ نکرہ ہو اور تخصیص سے مراد یہ ہی کہ مسند الیہ مین جو جو شریک ہوتے ہین اُنکو کم کر دیتی ہی جیسے۔

انیس

نکلی جو رن میں تیغ حسینی غلاف سے | اڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

تیغ موصوف اور نکرہ ہی اور یہ ہر قسم کی تیغ پر صادق آتا ہی جب تیغ حسینی کہا تو اُن تیغوں سے امتیاز ہو گیا جو غیر حسینی ہوں۔

سودا

نہ پوچھ مجھ سے کدھر ہی خزاں کہاں ہی بہار | کہ بلبل قفسی کو ہی گل سے کیا سروکار

(۴) صفت محض ترحم کا فائدہ دیتی ہی جیسے فرہاد غمگین۔

مولوی محمد اسمٰعیل

اور کچھوا غریب آہستہ | چلا سینے کو خاک پر گھستا

انیس

ہے ہے سناں سے جان گئی میہمان کی | میت کدھر کو ہی مرے کڑیل جوان کی

ولہ

شکر یہ سخن بانوے ناشاد نگاری | میں کہتی ہوں کیسا سفر اور کیسی سواری

میر تقی

ستایا میر بیکس کو کسی نے | کہ پھر اب عرش تک جاتے ہیں نالے

میر موصوف ہے اور بیکس صفت اور یہ صفت ترحم کا فائدہ دیتی ہی اور یہ مرکب توصیفی مفعول ہی نہ مسند الیہ۔

(۵) صفت ضمیر مخاطب کی جگہ واقع ہوتی ہی جیسے ذات گرامی مغتنم ہی اور جب نام نامی زبان پر آتا ہے تو میر النطق میرے دہان کے بوسے لیتا ہی۔

میر

ربط کا دعوے تھا جنکو کہتے تھے مخلص ہیں ہم | جانتے ہیں ذات سامی ہی کو ہم سب خاکسار

یہاں ذات سامی مفعول بہ ہی۔

سودا

بے مرضی شریف قضا گر کرے کچھ امر | جاری کسو طرح نہو اُسکی زبان تلک

مرضی شریف مجرد رہی۔

(۶) صفت محض تاکید کے لیے آتی ہو اور یہ اُسوقت مین ہی کہ موصوف مین صفت کے معنی ضمناً موجود ہون جیسے شہد شیرین۔

لمؤلفہ

فرہاد کو کیا چاہیے تھا تیشۂ فولاد ؟	مرنے کو تو عاشق کے لیے آہ بھی بس ہے

صفت فولاد تیشے کے ساتھ محض تاکید کے لیے ہی۔

سودا

خلاف اپنے بزرگون کا جو کرے اُسکا	اگر گلا تو کٹا نرخنجر فولاد ؟

موصوف وصفت مجرد رہین۔

مثنوی سعدین

ناخن غم کی کاوشین ہونگی	اشک ترکی تراوشین ہون گی

اشک کے ساتھ تر کی قید محض تاکید کے لیے ہی۔

اسیر

شکر ہی وہ لب شیرین تو تل ہی خال سیاہ	بجا ہے تل شکری کا گمان ہونٹون پر

خال کے ساتھ سیاہ کی قید محض تاکید کے لیے ہی۔

(۷) صفت صرف تفصیل کا فائدہ بخشتی ہی جیسے اکبر کے دربار مین علمائے عربی وعجمی موجود تھے۔

داغ

یہ وہ سرکار عالی ہو کہ جس مین فیض پاتے ہین	بدخشانی وتورانی وشیرازی وبلغاری
یہ وہ درگاہ والا جاہ ہو جسکے سلامی ہین	حجازی اور عراقی رومی وچینی وتاتاری

بدخشانی وغیرہ صفات کا موصوف محذوف ہے اور اگر موصوف کو محذوف نہ مانا جائے تو ترکیب اضافی ہو اور اس صورت مین یہ مثال اس محل کے مناسب نہین مگر حق یہ ہے کہ موصوف کا محذوف ماننا ضرور ہے۔ اس کی صاف اور صریح مثال یہ ہے۔

وحید

ہنہنائے فرس ابلق وشکی دکمیت	بجر کے تیر صفین پر جو گئین بولے کُمیت

(۸) صفت محض استہزا کے لیے ہوتی ہے جیسے۔

ذوق

راتون کو نہ ہو حق کر اے شیخ مناجاتی	سوتے ہوئے چونکینگے رندان خراباتی

مناجاتی کی تقئید محض تمسخر کے لیے ہی۔

غالب

جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ	مبارک باد اسد غمخوار جان دردمند آیا

یعنے اسد تمکو غمخوار جان دردمند کا آنا مبارک ہو جیو کیونکہ اس سے تمکو جراحت بطور تحفے کے اور الماس بطور ارمغان کے اور داغ جگر بطور ہدیے کے ملے گا یا تحفے مین جراحت اور ارمغان مین الماس اور ہدیہ مین داغ جگر اے اسد تمکو مبارک ہو جیو اسلیے کہ تمھاری جان دردمند کا غمخوار آیا ہی اُس سے تمھین یہ چیزین حاصل ہونگی پس غمخوار جان دردمند صفت بطور استہزا کے واقع ہی اور موصوف محذوف ہی اور وہ معشوق کی ذات ہی۔

سودا

اک قصہ مین سُنا تھا مردم سے یہ قضارا	بیت الخلا گیا تھا مرزا علی پیارا

پیارا کی قید محض تمسخر کے لیے ہی اسوجہ سے کہ آگے چلکر بہت سخت اور مضحکہ انگیز ہجو کی ہی۔

حالی

باپ کا حکم نہین مانتے فرزند رشید	اور نوکر نہین دیتے کبھی آقا کو رسید

رشید کی تقئید محض استہزا کے لیے ہی۔

ناسخ

دیکھیو ناسخ سر شیخ معمم کی طرف	کیا کلس مسواک کا ہی گنبد دستار پر

معمم کی تقئید محض استہزا کے لیے ہی اور شیخ معمم مسندالیہ نہین۔

حالی

طالع مشفق کے پیغام عتاب آنے لگے
تیرہ بختی کے نظر یارون کو خواب آنے لگے

طالع کی صفت مشفق کے ساتھ محض استہزا کے لیے ہی۔
کبھی صفت و موصوف مین اجنبی کا فصل ہوتا ہی جیسے۔

صورت وه جو دیکھی پیاری پیاری ناہوس	دل مین لگا تیر عشق کاری

یعنے وہ پیاری پیاری صورت۔

مسندالیہ کی تاکید

مسندالیہ مؤکد ہوتا ہے اور تاکید اُسکی یا تو اسلیے ہوتی ہے کہ سامع کو یہ گمان پیدا نہو کہ متکلم نے مجازاً مسندالیہ کا نام لے دیا ہی جیسے آب حیات مین میر درد کے حالات مین لکھا ہی شاہ عالم بادشاہ نے خود اُنکے ہان آنا چاہا اور اُنھون نے قبول نہ کیا "خود" کے لفظ سے یہ معلوم ہوگیا کہ شاہ عالم کی طرف آنیکی نسبت مجازاً نہین ہی پس اس لفظ نے یہ توہم اُٹھا دیا کہ آنیکی نسبت شاہ عالم کی طرف مجازاً ہی اُنکے کسی آدمی نے آنا چاہا ہوگا۔

مرزا جعفر اوج

پردہ اُٹھ جائے گا جب روے تجلی سے کلیم	آپ خود مُنھ سے کہینگے ابھی دیکھا کیا ہے

مصحفی

مین آپ فاقہ کش اتنا مجھے کہان مقدور	کہ فکر اور کرون کچھ بغیر آتش شعر

سودا

کیا جب آپ تم نے یہ انصاف	مین بھی کرتا ہون عرض رکھیے معاف

یا یہ منظور ہوتا ہے کہ سامع کو یہ توہم پیدا نہو کہ کہنے والے نے سہواً مسندالیہ کا ذکر کیا ہے جیسے۔

انیس

ولی ولی کی صدا تھی جہان جہان پہونچا	علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

دوبارہ جو علی کا نام لیا تو اس سے یہ بات بخوبی یقین کو پہونچگئی کہ نظر آنے کی نسبت علی کی طرف سہواً نہین ہوئی ہی بلکہ ضرور علی نظر آتے تھے اور دوسرا ولی بھی پہلے ولی کی تاکید کرتا ہی اور اس قسم کی تاکید دفع توہم مجاز کے لیے بھی ہوسکتی ہی کیونکہ توہم مجاز تاکید لفظی و معنوی دونون سے دفع ہوسکتا ہے مگر توہم سہو صرف تاکید لفظی سے دفع ہوتا ہی۔

آتش

ضعف پیری مجھے دیا کن نے	اے جوان تو نے اے جوان تو نے

مہربانی یہ کس نے فرمائی	مہربان تو نے مہربان تو نے

قلندر

کیون توڑتے ہو آئینہ دل کو بیگناہ	یان دوسرا کہان ہے پیارے تمھین ہو تم

ولہ

ہم نہین تم ہو تم نہین ہم ہین	اور کوئی نہین ہمین ہم ہین

ولہ

گر جفا منہ مانتی اس بات سے بیغم ہین ہم	تو ہمین کچھ دی بو الہوس مت اجو تم آخر ہم ہین ہم

یا یہ مدعا ہوتا ہے کہ مسندالیہ کا مفہوم اچھی طرح متحقق اور ثابت ہو جائے غیر کے شبہہ کی گنجائش نہ رہے مثلاً اسی مثال مین **مصرع**

علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

یا تاکید اسلیے ہوتی ہو کہ سامع یہ نہ سمجھ جائے کہ مسندالیہ اپنے تمام افراد کو شامل نہین ہو جیسے ان اشعار مین گلزار نسیم کے۔ ؎

شہزادے نے اک مکان بتایا	اک اک اٹھا ادھر کو آیا
سب اٹھ گئے پردہ چار دن باغی	بیٹھے رہے فرش گل پہ داغی

سب کا لفظ تاکید کے واسطے ہو یعنی سواے اُن چار دن کے سب اُٹھ گئے کوئی نہ بیٹھا رہا۔

ولہ

گذرا تھا جو کچھ بیان کیا سب	نہان تھا جو کچھ عیان کیا سب

آزاد

دفعۃً چاندنی دربار پہ چھائی یکسر	ہوگئے سب در و دیوار طلائی یکسر

منشی

دلیر و قوی پنجہ شہراب نام	زبون اُس سے ہین پہلوان سب تمام

سب کا لفظ کہنے سے قبل یہ احتمال باقی تھا کہ بعض پہلوان زبون ہون جب سب کا لفظ کہا تو یہ بات جاتی رہی پھر زبون ہونے مین تفرقہ کا احتمال باقی رہا جب تمام کہا تو اس تاویل کو بھی گنجائش باقی نہ رہی کیونکہ لفظ تمام اس بات دلالت کرتا ہے کہ سب پہلوان بالاجماع زبون تھے۔

عطف بیان

کبھی مسندالیہ کے بعد عطف بیان لاتے ہین تاکہ اُسکی وضاحت ہوجائے اور کوئی احتمال باقی نہ رہے اور جواسم اسکی توضیح کرتا ہے وہ کبھی معرفہ ہوتا ہے کبھی نکرہ مگراُس سے کچھ نہ کچھ خصوصیت ضرور رکھتا ہے اور یہ اختصاص حقیقی نہین ہوتا بلکہ نسبی ہوتا ہے۔ اور عطف بیان صفت کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے یعنے جیساکہ صفت موصوف کو واضح کرتی ہے اسی طرح عطف بیان مبین کی توضیح کرتا ہے لیکن صفت یا تعریف کے لیے ہوتی ہے یا تخصیص کے لیے اور عطف بیان محض تفسیروبیان کے لیے ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ ایک اسم کو ذکر کرتے ہین اور چونکہ وہ اسم مشہور نہین ہوتا اُس کو ظاہر کرنے اور روشن کرنے کے لیے ایک دوسرا اسم ذکر کرتے ہین جس سے پہلا اسم واضح ہوجاتا ہے اور عطف بیان کے لیے یہ ضرور نہین کہ اسم مسندالیہ سے زیادہ واضح ہو کیونکہ غرض ایضاح ہے اور جائز ہے کہ دونون کے مجموعے سے یہ بات حاصل ہوجائے اور عطف بیان علم یا کنیت یا لقب یا تخلص ہین حاصل ہوتا ہے مثلاً سودا کا تخلص زیادہ شہرت رکھتا ہے اور اُسکے نام کو جو مرزا رفیع ہے اتنی شہرت حاصل نہین اگر مرزا رفیع کہین تو معلوم نہ ہوگا کہ کون شخص ہے اور جبکہ علم کے بعد سودا ذکر کردین اور کہین مرزا رفیع سودا نے یہ قصیدہ لکھا ہے تو معلوم ہوجائے گا کہ وہی شاعر مشہور مراد ہے یا کہین "حضرت نعمان ابوحنیفہ نے فرمایا ہے" اور یہ اُس حالت مین ہے کہ کنیت علم سے زیادہ مشہور ہو اور اگر علم زیادہ مشہور ہو تو کہین گے "ابوحفص عمر دوسرے خلیفہ ہین" اسی طرح "جلال الدین اکبر بہت بے تعصب بادشاہ تھا" اور یہ اُس وقت ہے کہ لقب علم سے زیادہ مشہور ہو۔

نثنی

گمان ہے مجھے یہ مرا ہے پدر	جہان پہلوان رستم نامور

یہ قول سہراب کا ہے بس مرا ہی پدر مبین ہے اور جہان پہلوان رستم نامور عطف بیان ہے۔

المؤلفہ

اُنکے پوتے بھی فضل خالق سے	بڑے لائق محمد اکمل خان

پوتے مبین ہے اور محمد اکمل خان عطف بیان۔

تپش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ — جو ہے وارث تخت و تاج و کلاہ

واجد علی شاہ

اِک زن فاحشہ تھی گنّا نام — راحت جان بھی تھی وہ خوش انجام

اک زن فاحشہ مبین ہی اور گنّا نام عطف بیان ہی۔

ولہ

یعنے گائن ہے ایک گنّا نام — خوبصورت ہے اور ہے گلفام

یہی حال بعض اعلام مرکبہ کے جزو ثانی کا ہے جیسے سید علی شاہ قاسم کل جائینگے تا
کبھی عطف بیان ایسے اسم کے ساتھ ہوتا ہے جو مبین یعنے مسند الیہ کے ساتھ خصوصیت
نہین رکھتا مثال۔

مہابھارت منظوم مصنفہٗ شلیان

تخلص ہے مشہور عالم اسیر — نہین اُن کا ہندوستان مین نظیر

تخلص مبین ہے اور اسیر عطف بیان ہے اور اسیر تخلص کا ایضاح کرتا ہے اور اُسکا اسم مختص نہین
اسلیے کہ تخلص اسیر پر بھی صادق آتا ہی اور غیر اسیر پر بھی چنانچہ بہت سے شاعرون کا تخلص ہی مگر اسیر
نہین اسی طرح اسیر تخلص پر بھی صادق آتا ہی اور دوسری چیز پر بھی چنانچہ قیدی پر اسیر کا لفظ صادق
آتا ہی اور تخلص بیان صادق نہین آتا پس دونون مین عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہی مگر دونون
کے جمع ہونے سے بیان حاصل ہوتا ہی۔

گلزار نسیم

سب اُٹھ گئے پردہ چارون باغی — بیٹھے رہے فرش گل پہ داغی

چارون باغی مبین ہی اور داغی عطف بیان ہی اور داغی باغیون کا اسم مختص نہین البتہ اُن کا
ایضاح کرتا ہی داغی اُن چارون باغیون پر بھی صادق آتا ہی اور اُنکے سوا دوسرون پر بھی اسی طرح
ان داغیون پر بھی باغی ہونا صادق آتا ہی اور اُنکے سوا دوسرون پر بھی۔

ولہ

حمالہ نام دیونی ایک ۔ چھوٹی بہن اُس کی تھی بڑی نیک

حمالہ مُبین ہی اور دیوانی عطف بیان ہی اور دیونی حمالہ کا اسم مختص نہیں اسلیے کہ حمالہ دیونی کا بھی نام ہو سکتا ہی اور غیر دیونی کا بھی اسی طرح دیونی حمالہ بھی ہو سکتی ہی اور غیر حمالہ بھی۔

ولہ

فرخ کہنے تک آدمی تھی ۔ پھر وہ ہی بکاوٗلی پری تھی ؎

بکاوٗلی مبین ہے اور پری عطف بیان غیر مختص ہی۔

غالب

لب خشک در تشنگی مردگان کا ۔ زیارت کدہ ہون دل آزردگان کا

دل آزردگان عطف بیان ہی اُن لوگونکا جو تشنگی مین مر گئے ہین یعنی مین لب خشک ہون اسلیے کہ اُن لوگون کا جو تشنگی مین مر گئے ہین اور دل آزردہ ہین زیارت کدہ ہون۔

کبھی عطف بیان غیر ایضاح کے لیے بھی ہوتا ہی مثلاً داغ

میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم

شہ فرخندہ شیم عطف بیان ہی میر محبوب علی خان کا اور مدح کے لیے آیا ہی نہ ایضاح کے لیے۔

میر

یہ قدر تھی تری مرے مولا ہوا تو جب ۔ رونق فزاے کعبہ محمد کا جانشین ؎

یہان عطف بیان یعنے محمد کا جانشین مدح کے لیے ہی نہ ایضاح کے لیے۔

مبدل منہ و بدل

کبھی مسند الیہ مبدل منہ ہوتا ہی اُسکے واسطے بدل لاتے ہین جس سے اُسکا مفہوم بہت اچھی طرح سامع کے ذہن نشین ہو جاتا ہی اور پھر غیر کے گمان کی گنجائش باقی نہین رہتی جیسے اس مثال مین۔

نسیم

دیکھا تو وزیرزادہ بہرام ۔ بوٹے مین تھا شکل نقرۂ خام

وزیرزادہ مبدل منہ ہی اور بہرام بدل ہی پس جو کچھ مبدل منہ سے مفہوم ہوتا ہی وہی بدل سے بھی مفہوم ہوتا ہی کیونکہ بہرام کی ذات عین ذات وزیرزادہ کی ہی اگرچہ تعبیر مین فرق ہی مگر مفہوم بالکل ایک ہی

پس اس تکرار نے سامع کے ذہن مین مدلول کو ثابت و متحقق کر دیا۔ اسی قبیل سے ہی۔

ولہ

حُسن آرا اُس پری کی مادر — باپ اُس کا بادشہ مظفر
قدمون پہ گرے کہا ادب سے — خُرمت رہی آپ کے سبب سے

ولہ

فردوس کا بادشہ مظفر — روح افزا جس کی ہون مین دختر
سردار کروڑ دیوؤن کا ہے — سُلطان ارم مرا چچا ہے

نقشی

گمان ہے مجھے یہ مرا ہے پدر — جہان پہلوان مُر رستم نامور

جہان پہلوان مبدل منہ ہی اور رستم نامور بدل۔

فلرع

صاحب طبل و علم مالک شمشیر و قلم — میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم

لفظ میر مبدل منہ ہی اور محبوب علی خان بدل ہی۔

تسلیم سہسوانی

بیڑی اور طوق اُس کا گہنا ہے — میان مجنون نے اسکو پہنا ہے

منیر

رکھتے ہین اور صنعتون مین بھی — قاری آغا علے نمود اری

ممنون

جرعۂ مے کے لیے یہ اضطراب — میسر ممنون پارسائی ہو چکی

یاد رکھو کہ فائدہ بدل کل کا مبدل منہ کی توضیح اور اسناد مین مبالغہ اور سامع کے نشاط کو تازہ کرنا ہے اسلیے کہ اول جب کوئی عبارت اجمال کے ساتھ کہی جاتی ہے تو سامع کا ذہن آئندہ کا مشتاق ہو جاتا ہے اور اسکے ذکر سے لذت حاصل ہو جاتی ہے مثلاً مثال اول مین جب وزیر زادی کہا تو طبیعت مشتاق اسکے ذکر کی ہوئی کہ وہ کون ہے بعد اسکے بہرام نام اُس کا لیا گیا تو ایک قسم کا حظ حاصل ہوا اور بخوبی وضاحت ہو گئی اور تکرار اسناد سے مبالغہ اسناد مین حاصل ہو جاتا ہے۔

کبھی مدح کے لیے ہوتا ہی جیسا کہ اس قول مین -

سودا

عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر | ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام

ظفر

مرشد پاک روان فخر الدین | قبلہ و کعبہ جان فخر الدین ہے

غالب

شاہ روشن دل بہادر شہ کہ ہے | راز ہستی اُس پہ سر تا سر کھُلا

داغ

امیر المسلمین کلب علی خان خسرو دوران | وہ فیاض زمان جس سے ہے چشمہ فیض کا جاری

نعیم

اے ابر تو تو کیا ہے جو ہو مرے مقابل | رونے کو میرے حضرت یعقوب جانتے ہین

یہ قسم بدل کل کہلاتی ہی اسلیے کہ بدل تمام اُس چیز پر دلالت کرتا ہی جس پر مبدل منہ دلالت کرتا ہے پس جو کچھ مبدل منہ سے مفہوم ہوتا ہے وہ تمام بدل سے بھی معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ بدل کی ذات عین مبدل منہ کی ذات ہوتی ہی اگرچہ دونون کے مفہوم مختلف ہوتے ہین -

اسکی تین قسمین اور بھی ہین (۱) بدل بعض (۲) بدل اشتمال (۳) بدل غلط - بدل بعض اور بدل اشتمال اُردو مین مستعمل نہین البتہ بدل غلط پایا جاتا ہے اسکی دو قسمین ہین ایک یہ ہی کہ سبقت لسانی اور بھول چوک کی وجہ سے زبان سے ایک غلط لفظ نکل جاتا ہی پھر اُس کا تدارک دوسرا صحیح لفظ لا کر کرتے ہین یہ قسم عوام کے روزمرہ مین ہوتی ہے فصحا اور بلغا کے تلفظ مین نہین کیونکہ ایسا بدل غلطی کی وجہ سے واقع ہوتا ہے اور فصحا و بلغا سمجھ کر کلام کرتے ہین اسلیے ایسی غلطی کرنے سے محفوظ رہتے ہین پس اس سے اجتناب واجب ہے اسلیے کہ نہایت مکروہ ہی دوسری قسم یہ ہے کہ فصحا و بلغا پہلے ایک معنے بیان کرتے ہین پھر اُس سے انحراف کرکے دوسرے معنی کا قصد کرتے ہین اس سے بظاہر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ اول غلطی کی تھی دوبارہ اُس کا تدارک کیا اور در حقیقت اس طرح بیان کرنے سے غرض ترقی ادنی سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہی یہ قسم بلغا کے کلام مین بہت واقع ہوتی ہی شعرا بھی مبالغے اور تفنن کے طور پر اسکو کثرت سے استعمال کرتے ہین جیسے غلام امام شہید کی اس عبارت مین خم محراب کا خم ابروے اشارہ کر رہا ہے کہ اندر

جاکر ذرا بہار کا عالم دیکھیے کہ نہین غلطی ہوئی مجھسے بلکہ محراب کا اشارہ یہ ہی کہ پہلے حواس کو یہان طاق پر رکھ جائیے تب آگے قدم بڑھائیے۔

یار محمد خان شوکت

چوا زنگ دا کوان وہ عفریت تھا		غلط بلکہ جرأت مین اُن سے سوا
	ولہ	
صدا کوس کی تا بچرخ اثیر		غلط بلکہ تا گوش کیوان و تیر
	آزاد	
جہاز عمر روان پر سوار بیٹھے ہین		سوار خاک ہین بے اختیار بیٹھے ہین

شیخ رضی کہتا ہی کہ بدل کل اور عطف بیان مین مجھے کوئی فرق نہین معلوم ہوتا عطف بیان بھی میرے نزدیک بدل کل ہی اور تمام نحاۃ اس طرح فرق کرتے ہین کہ بدل نسبت سے مقصود ہوتا ہے بخلاف اپنے متبوع کے بخلاف عطف بیان کے اسلیے کہ عطف بیان اپنے متبوع کا بیان ہوتا ہی اور ظاہر ہے کہ بیان مبین کی فرع ہے پس عطف بیان مین مقصود اول ہے نہ دوسرا شیخ رضی کی طرف سے جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہین کرتے کہ بدل مین صرف دوسرا مقصود ہوتا ہے اور سند یہ ہے کہ مبدل منہ منسوب الیہ ظاہر مین ہے اور اُسکے ذکر مین فائدہ ضرور ہے جو بدون ذکر کے حاصل نہین ہوسکتا تھا چنانچہ فصحا کے کلام مین لغو سے بچنے کے لیے مذکور ہوتا ہے سید شریف نے اسکے جواب مین فرمایا ہے کہ نحاۃ نے جو کہا ہے کہ مبدل منہ مقصود نہین ہوتا تو مراد اس سے یہ ہے کہ مقصود اصلی نہین ہوتا نہ یہ کہ اصلا مقصود نہین ہوتا دریاے لطافت مین انشاء اللہ خان نے دونون مین اس طرح فرق بیان کیا ہے کہ عطف بیان مین قید علمیت کی واجب ہے جیسے ہندوستان کے بادشاہ اڈورڈ ہفتم ہین اور بدل مین ایسا نہین ہوتا اسلیے کہ تیرا بھائی زید آیا اور زید بھائی تیرا آیا دونون برابر ہین پہلی عبارت مین تیرا بھائی مبدل منہ ہے اور زید بدل ہے اور دوسری عبارت مین زید مبدل منہ اور بھائی تیرا بدل ہے لیکن اس قدر تفاوت سے طالب کی تشفی نہین ہوسکتی اس لیے کہ اس عبارت مین کہ مین رستم کی ناک مروڑنے والا حسن بیگ ہون اگر حسن بیگ کو کہ عطف بیان ہی بدل کہا جاے تو بھی جائز ہے۔

عطف حقیقی

کبھی مسندالیہ پر عطف ہوتا ہے یعنی ایک امر مین مسندالیہ کے ساتھ کسی دوسری چیز کو شریک کرتے ہین پہلے لفظ کو معطوف علیہ اور دوسرے کو معطوف کہتے ہین اور دونون کے درمیان اُن حروف مین سے جو عطف کا فائدہ دیتے ہین ایک حرف واقع ہوتا ہے اسی لیے اُسکو عطف بحروف بھی کہتے ہین اور جب مطلق عطف کا لفظ بولتے ہین تو یہی عطف مراد ہوتا ہے اسی لیے عطف بیان کے ساتھ بیان کی قید لگائی گئی ہے۔ زبان اُردو مین کبھی حرف عطف کو بوجہ ضرورت وزن کے نہین لاتے بلکہ اب اسی کو مزہ دار سمجھتے ہین اور سب سے آخر کے معطوف پر حرف عطف لے آتے ہین اور یہ نثر مین ہر طرز مین لکھا ہے کہ مفردات کے عطف کے لیے یہ شرط ہے کہ بعض کی تقدیم مین بعض پر ملائمت اور مناسبت کی رعایت ہو اور یہ کئی طرح کا فائدہ دیتا ہے۔

یا تفصیل مسندالیہ کی اور اختصار مسند کا منظور ہوتا ہے جیسے زید و عمر و بکر آئے مسندالیہ تین ہین اور مسند ایک ہے۔

داغ

وہ تیرا عہد ہے علم و عمل سے شاد رہتے ہین	فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ و حافظ و قاری

نسیم

معمول سے بزم مین ہو ئے جمع	اینا و کباب و مجمر و شمع

باقی

کاٹے کھاتے ہین غم ہجر صنم مین باقی	شمع سیارے ستارے شب دیجور چراغ

انیس

اقبال و تندرستی و آسائش و قرار	اسم و امان و صبر و توانائی و وقار
علم و سکون و راحت و آرام و اختیار	رعب و ثبات و سرکشی و قدر و اقتدار
آثار قہر حق انھین معلوم ہو گئے	سب تیغ کے چمکتے ہی معدوم ہو گئے

سودا

سب جن و انس و دیو و پری اور وحش و طیر	حاضر ہون رکاب سعادت مین کیا مجال

جب معطوف علیہ اور معطوف مین اختلاف تذکیر و تانیث کا ہوتا ہی یعنے جب ایک مونث ہو اور ایک مذکر اس صورت مین اکثر مسند کو جمع لاتے ہین جیسے زید و زینب آئے تھے۔

یا مسندالیہ کے عطف سے حصر پیدا ہوتا ہے جیسے۔

حسرت

یون ریختہ کہنے کو شاعر تو ہزارون ہین	بدنامی کو اک حسرت اک میر ہی اور ہم ہین

یعنے اور کوئی تیسرا بدنام نہین۔

مومن

عشق کے دیکھے ہین ہمنے عالم	عشق جانے ہمین اور عشق کو ہم

سودا

گر جب کیجئے انصاف تو کین زور وفا ہین	خط آتے ہی سب ٹل گئے اب آپ ہین یا ہین

انیس

زہرا ہین نہ حیدر نہ شبیر نہ حسن ہین	اب اُنکی جگہ آپ ہین یا شاہ زمن ہین

بشارت اللہ بیتاب

جہان مین جس کا نہین اعتبار دم بھر کا	ہماری توبہ ہی وہ یا کسی کا پیمان ہی

حالی

کہیے دُنیا کا جسکو باغ جنان	وہ فرانس ہی آج یا ہے انگلستان

یا معطوف علیہ و معطوف مین التزام ہوتا ہی جیسے۔

میر شمس الدین ثنا

چمن مین خندۂ گل ہی مے دینا ہی اور تو ہی	فغان ہی نالہ و فریاد ہی زاری ہی اور مین ہون

یعنے تجھکو وہ لازم ہی اور مجھکو یہ لازم ہی۔

زینت

شب مہتاب مین تا صبح زینت	خیال ماہرو ہے اور ہم ہین

ذوقی

ملنے سے تصور مین کچھ کم نہ مزہ دیکھا	گردہ نہ ہوا اُسکی تصویر ہی اور مین ہون

کشن پرشاد شاد

تیر ہے اور سینۂ حساد — تیغ ہے اور فتح و نصرت ہے

غالب

تو اور آرائش خم کاکل — مین اور اندیشہاے دور و دراز
لاف تمکین فریب سادہ دلی — ہم ہین اور رازہاے سینہ گداز

ولہ

تو اور سوے غیر نظرہاے تیز تیز — مین اور دکھ تری مژہ ہاے دراز کا

ظفر

تم ہو اور غیر ہین اب اور ہے گلگشت چمن — ہم ہین اور آبلہ اور خار بیابانکی خلش

سودا

ہے جو کچھ جس کنے ہے اُسکی عطا — آصف الدولہ اور جہان ہووے
دیکھ کر خلق جس کو بولے سب ہے — تو ہو اور عمر جاودان ہووے

مومن

بعد یک چندے گر خدا چاہے — مین ہون اور تیرے در کی دربانی

مؤلفہ

پوچھتے کیا ہو تم اوقات گذاری میری — دن ہے اور نالہ ہے اور رات ہے اور زاری ہے

یا تخویف کے واسطے ہوتا ہے۔ جیسے

عشی

اگر جنگ کی دل مین ہے کچھ ہوس — تو سر تیرا اور تیغ بُرّان ہے بس

اس موقع پر عطف حصر کا فائدہ دیتا ہے یعنی سوا اسکے کچھ نہین صرف تیغ بران ہے اور تیرا سر ہے اس حصر سے جو عطف سے پیدا ہوا تخویف پیدا ہوتی ہے۔

ولہ

ترے شیدا نے مجھ سے چاہی نبرد — نہین مین ہون نامرد گردہ ہے مرد
سحر وہ ہے اور مین ہون اور تیغ تیز — کرون ساتھ اُسکے مین تنہا ستیز

ذوقی شاہ ذوقی

رکھ ہاتھ وہ قبضے پہ برہم ہو لگا کہنے ۔۔۔ اب تو ہی ترا سر ہی شمشیر ہی اور میں ہون

یا مسند الیہ کے عطف سے فائدہ تعجب اور استبعاد کا نکلتا ہی جیسے۔

غالب

میں اور بزم مے سے یون تشنہ کام آؤن ۔۔۔ گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

یعنے بڑے تعجب کی بات ہی کہ میں بزم مے سے تشنہ کام آیا۔

مومن

مومن تم اور عشق بتان ای پیر و مرشد خیر ہی ۔۔۔ یہ ذکر اور منھ آپکا صاحب خدا کا نام لو

یعنی مومن تمھاری ذات سے عشق بتان نہایت بعید ہے اور تمھارے منھ سے یہ ذکر بڑے تعجب کی بات ہی۔

ولہ

در بتخانہ و عشق بتان اور آپ ای مومن ۔۔۔ یہ حضرت آگئی یکبار کیا طبع مقدس میں

ضیاء الدین آزاد

دعوی آب و تاب اور اس رشک مہر سے ۔۔۔ منھ کو بھی آئینے سے دکھایا نہ جائیگا

انشا

ناداں کہاں طرب کا سرانجام اور عشق ۔۔۔ کچھ بھی تجھے شعور ہے آرام اور عشق
پوچھا کسی نے قیس سے تو ہے محمدی ۔۔۔ بولا وہ بھر کے آہ کہ اسلام اور عشق

حسرت

زنار اور بت ہے میرے دلخواہ ۔۔۔ میں اور تسبیح استغفر اللہ

داغ

تم اور آرزو مرے ملنے کی روز حشر ۔۔۔ میں اور گفتگو ستم بے حساب کی

قاسم علیخان قاسم

واہ کس ناز سے کہتا ہے وفا اور معشوق ۔۔۔ لگ گیا ہوں ارے قاسم تیری قسمت سے میں

قائم

قائم اور تجھ سے طلب بوسے کی کیونکر کیجئے | ہے وہ ناداں پر اتنا تو بدآموز نہین

یا مسندالیہ کے عطف سے مساوات و برابری مقصود ہوتی ہے جیسے ۔

حالی

لاکھ مضمون اور اُسکا ایک ٹھٹول | سو تکلف اور اُسکی سیدھی بات

یعنے لاکھ مضمون اور اُسکا ایک ٹھٹول برابر ہین الخ ۔

یا مسندالیہ کے عطف سے یہ غرض ہوتی ہے کہ مخاطب جو حکم مین خطا کرتا ہے اُسکو صواب کی طرف پھیرے ۔

مومن

قابل ترک تھی خوے ستم آرا نہ کہ مین | لائق سہو تھی یہ رنجش بیجا نہ کہ مین

مخاطب کو اعتقاد تھا کہ متکلم قابل ترک ہے نہ خوے ستم آرا اور متکلم لائق سہو ہے نہ رنجش بیجا یا اُسکا یہ اعتقاد تھا کہ دونون قابل ترک ہین اور دونون بھول جانے کے لائق ہین اسلیے متکلم نے اُسکے اُس اعتقاد کے بدلنے کے لیے سمجھایا کہ ترک کے قابل خوے ستم آرا ہے نہ مین اور سہو کے قابل رنجش بیجا ہے نہ مین ۔

ولہ

لائق جور و جفا ہے وہ نہ مین | مفتری فتنہ بلا ہے وہ نہ مین

یا متکلم کو شک ہونیکی وجہ سے عطف کیا جاتا ہے یا متکلم کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مخاطب شک مین پڑجائے اگرچہ وہ خود شک مین نہین ہوتا ہے ۔

میر حسن

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن | جوانی کی راتین مرادون کے دن

مومن

نکتہ سنجون سے جی مین ہے پوچھون | کہ مین شہری ہون یا بیابانی

بیباک

عیش و عشرت مین گذرتی ہے عجب راحت مین ہون
محفل جانان مین ہون یا جیتے جی جنت مین ہون

امیر

دمبدم مرگ کے ہیٔ منھ سے نکل پڑتی زبان — وصف اسکا کہہ چکے قوارے یا کنوئے کوئین

یا ابہام مطلوب ہوتا ہے جیسے۔

انیس

اصغر ہو یا کہ تم ہو مجھے سب سے یاس ہے — رخصت گلا کٹانے کی لو مان تو یاس ہے

حالی

تربیت یافتہ ہین جو یان کے — خواہ بی اے ہون اس مین یا ام اے

ولہ

قوم کی خاطر اُن کے ہین سب کام — خواہ اس مین سفر ہو خواہ مقام

سجاد

ایک دل رکھتے ہین جو چاہے سو لیجائے اُسے — خواہ خط اور خواہ ابرو خواہ مژگان خواہ زلف

حالی

ہو کسی شے سے اُنکی گرمی بزم — داستان ہو یا کہ نالۂ صور
ہے فقط روشنی سے اُنکو کام — موم ہو اصل شمع یا کافور

غالب

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کس جگہ کی قید
مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

یعنے خواہ کوئی مسجد ہو یا مدرسہ ہو یا کوئی خانقاہ ہو اُن مین سے اب جس مقام مین شراب ملجائے پی لین۔

یا تخییر و اباحت مقصود ہوتی ہے تخییر مین مخاطب کو مختار کر دیا جاتا ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف دونون مین سے جسکو چاہے اختیار کرے اور اباحت مین معطوف علیہ و معطوف کا جمع کرنا جائز ہے تخییر مین دونون جمع نہین ہو سکتے اور یہ دونون مقام انشا مین ہوتے ہین نہ خبر مین اسلیے کہ انشا مین ابتدائً کلام ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے پس اُس مین شک کا احتمال نہین ہو سکتا کیونکہ شک کا محل خبر ہے نہ انشا لیکن تخییر یا اباحت کی تعیین مدلول لفظ سے نہین ہوتی بلکہ قرینۂ خارجیہ سے ہوتی ہے۔

مثال اول

امیر

زاہد التسبیح مین زنار کا ڈورا نڈال | یا برہمن کی طرف ہو یا مسلمانکی طرف

سودا

کتنے سخن واقعی مین عرض کیے ہین | خواہ انکو گہر سمجھے تو اب خواہ انھین سنگ

کپتان الگزینڈر ہلی آزاد شاگرد عارف

جان تم اپنی بچاؤ گے کہانتک آزاد | یا مرد عشق ہین یا عشق کا دعوی چھوڑ دو

مثال دوم

شاہ مبارک آبرو

خداوندا اُٹھاوے درمیان سے ہجر کے پردے | ہمارے دام مین صیاد کو لایا ہمین پردے

عباس علیخان بیتاب

یا بند ناصحون کی زبان کردے ایخدا | یا مجھکو دے یہ صبر کہ بیٹھا سنا کرون

یا عطف سے یہ غرض ہوتی ہی کہ ایک محکوم علیہ سے حکم پھیر کر دوسرے کے واسطے ثابت کیا جائے جیسے زید آیا بلکہ عمرو یا نزید نہ آیا بلکہ عمر کیونکہ بلکہ اضراب کا فائدہ دیتا ہے یعنی معطوف علیہ سے اعراض کرکے حکم تابع یعنی معطوف کے لیے ثابت کیا جاتا ہی اور معطوف علیہ سے اعراض کرنیکے یہ معنی ہین کہ معطوف علیہ کو مسکوت عنہ کے حکم مین قرار دے لیا جاتا ہے اور یہ مطلب نہین کہ قطعی طور پر اُس سے حکم کی نفی کی جاتی ہے جسکا مفاد یہ ہے کہ آنے کا حکم زید سے متعلق نہین اور متکلم کو اُس کے آنے اور نہ آنے کے حال سے کوئی خبر نہین اور زید کا لفظ متکلم کی زبان سے سبقت لسانی کی وجہ سے نکل گیا ہے اسی وجہ سے اس سے کلمۂ بلکہ کے ساتھ پھر گیا اور آنے کا حکم عمرو سے متعلق ہی جمہور کا مذہب یہی ہے مگر ابن حاجب کا مذہب یہ ہی کہ اُس سے حکم کی قطعاً نفی کی جاتی ہے پس مثبت ہونے کی صورت مین تو حکم کے پھیرنے کے معنے دونون کے نزدیک ظاہر ہین اسلیے کہ معطوف علیہ جمہور کے

نزدیک تو مسکوت عنہ کے حکم مین ہوگا اور ابن حاجب کے نزدیک اُس سے حکم کی قطعی طور پر
نفی ہوگی لیکن منفی ہونے کی حالت مین حکم کے پھیرنے کے یہ معنے مبرد اور ابن حاجب کے نزدیک
تو بن سکتے ہین اور جمہور کے نزدیک اشکال سے خالی نہین وجہ اسکی یہ ہے کہ مبرد نے کہا ہی کہ منفی
ہونے کی حالت مین حکم کی نفی معطوف سے کرکے معطوف علیہ مسکوت عنہ سمجھا جاتا ہی اور ابن حاجب
کہتا ہے کہ معطوف سے حکم کی نفی کرکے معطوف علیہ کے لیے حکم کا ثبوت قطعًا ہوتا ہی پس زید نہین آیا
بلکہ عمرو اسکے معنے مبرد کے نزدیک تو یہ ہونگے کہ تحقیق عمرو نہین آیا اور زید کا آنا اور نہ آنا احتمال مین ہی
اور ابن حاجب کے نزدیک زید کا آنا قطعًا ثابت ہے اور جمہور کے نزدیک منفی ہونے کی حالت مین
حکم کے پھیرنے کے معنے یہ ہین کہ معطوف علیہ سے حکم کی نفی ہوکر معطوف کے لیے حکم کا ثبوت ہوتا ہی
پس ان کے نزدیک اس قول کے کہ زید نہین آیا بلکہ عمرو یہ معنے ہوتے ہین کہ تحقیق عمرو آیا ہی
اور اس تقدیر پر نہ آنے کا حکم زید سے عمرو کی طرف نہین پھرتا ہے اسلیے کہ عمرو سے نہ آنا پایا نہین
گیا اس اشکال کا جواب یون ممکن ہے کہ یہان حکم کے پھیرنے سے مراد حکم کا متغیر کرنا ہے اور وہ یہان
موجود ہی اسلیے کہ اس قول مین کہ زید نہین آیا بلکہ عمرو معطوف علیہ کے حکم منفی کو مثبت کی طرف پھیرا
جاتا ہے اور اس قدر کافی ہی۔ کتب فارسیہ مین لکھا ہی کہ کبھی اضراب مین حکم معطوف علیہ اور معطوف
دونون سے متعلق ہوتا ہے اور معطوف مین ترقی کا فائدہ دیتا ہے جیسے۔

میر

بات شکوے کی ہمنے گاہ نہ کی — بلکہ اے جان اور آہ نہ کی

حکم نہ کرنے کا شکوے کی بات اور آہ دونون سے متعلق ہے لیکن آہ نہ کرنے مین ترقی ہی۔

مولوی محمد اسمٰعیل

ریل ہون برق ہون چھلاوا ہون — بلکہ مین ریل کا بھی باوا ہون

ظفر

کیا گریبان ہو بنا اُس ماہ کا شکل ہلال — بلکہ تکمہ بھی گریبان کا ہی اختر سا بنا

ذوق

فیض تعلیم سے جو تیرے ہو منکر انسان
احمق الناس اُسے مانیے بلکہ نسناس

ولہ

مدح اُسکی ہو مناسب تجھے بلکہ انسب | یعنی توصیف کے لائق ہو وہ بلکہ الیق

بعض کے نزدیک ایسا بلکہ جسکے بعد مفرد ہو حروف عاطفہ مین سے نہین ہے بلکہ جو کچھ اُس کے مابعد ہو بدل غلط ہے ماقبل سے اور بدل غلط بغیر اسکے بیچ نصیح نہین اسلیے کہ بلکہ اس غلط کے تدارک کیلیے موضوع ہے جیسے۔

شوکت

صدا کوس کی تا بہ چرخ اثیر | غلط بلکہ تا گوش کیوان و تیر

اور جسکے مابعد جملہ ہو وہ حروف عاطفہ مین سے ہو اسی قبیل سے ہی یہ بھی۔

ظفر

پھیر سکے منھ نہین ہین شعلہ خو ہم سخت جان | بلکہ تیری تیغ آتش دم کا مُنھ پھر جائے گا

ولہ

چشمۂ حیوان خجل ہو لب سے اُسکے کیا ظفر | بلکہ دیکھا تو لب کوثر پہ پانی پھر گیا

مسند الیہ کی ضمیر منفصل سے تاخیر

کبھی مسند الیہ کو ضمیر منفصل سے مؤخر کردیتے ہین اور غرض اس سے یہ ہوتی ہو کہ مسند کی تخصیص مسند الیہ کے ساتھ ہو جائے یعنے جب مسند کی اسناد عقلاً افراد متعددہ کی طرف صحیح ہوتی ہے اگر اُسکی اسناد ایک کی طرف کرکے ضمیر منفصل لائی جائیگی تو یہ مسند خاص اس ایک پر مقصور ہو جائیگا جیسے۔

میرحسن

رہ حمد مین تیری عزوجل | تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

یعنے مین سجدے کے لیے تجھکو مخصوص کرلون سوا تیرے کسی کو سجدہ نہ کرون اور یہ مراد نہین کہ تو سجدے کے ساتھ مختص ہے اور اسی ایک چیز پر تو مقصور ہے اسکے سوا کوئی اور تیرا وصف اور حال نہین۔

للمؤلف

تجھے جانے ہر دم سمیع و بصیر | تجھی سے کرے عرض ما فی الضمیر

تجھے مجھے دن رات حاجت روا	تجھی سے کیے جو کیے مدعا

مسند الیہ کی تقدیم

مسند الیہ مقدم ہوا کرتا ہے کیونکہ اُسکا ذکر ضروری ہوتا ہی اور اُسکی کئی وجہین ہین۔
یا تو اسلیے کہ اُسکا پہلے لانا اصل ہے کیونکہ حکم اُسی پر کیا جاتا ہی پس ذہن مین اُس کا حکم سے پہلے متحقق ہونا ضرور ہے اسلیے اُسکو محکوم بہ سے پہلے لاتے ہین اور اس سے عدول کرنیکی کوئی چیز مقتضی بھی نہین ہوتی ہان اگر ایسا ہو تو اُسکو مؤخر کردیتے ہین جیسے زید آیا۔

میر حسن

وہ نجم النسا اور وہ فیروز شاہ	حیا سے کیے اپنی نیچی نگاہ

نجم النسا اور فیروز شاہ مسند الیہ ہین اور کیے مسند۔

نواب محبوب علیخان

آصف

مین اگر غم کہون جدائی کا	شور محشر مین ہو دہائی کا
نالہ کیا لب تک آکے رہجاتا	پاس ہے عرش کبریائی کا

پہلے شعر کے مصرع اول مین ضمیر متکلم مسند الیہ ہی اور غم جدائی مفعول بہ اور کہون مسند اور دوسرے مصرع مین دہائی کا شور مسند الیہ ہی اور مچ جائے مسند محذوف ہی اور محشر مین مفعول فیہ ہی جو مچ جائے سے متعلق ہی اور دوسرے شعر کے مصرع اول مین نالہ مسند الیہ ہی اور آکے رہجاتا مسند ہی اور دوسرے مصرع مین مسند الیہ مقدر ہی اور عرش کبریائی کا پاس مسند ہے۔

بیر بہر راجہ ہر کشن سنگھ بیدار

آپ بیدار کو کہین کچھ بھی	ہم اُسے پارسا نہین کہتے

یا اسلیے کہ سامع کے دل مین محکوم بہ خوب جم جائے کیونکہ جب مسند الیہ کو پہلے لائینگے تو اُسکے دل مین خبر کا شوق پیدا ہو جائیگا جیسے۔

سودا

اور میرا سخن آفاق مین تا یوم قیام	رہے گا سبز بہر مجمع و ہر یک دنگل

میرا سخن مسند الیہ ہے اور سبز رہیگا مسند ہے۔

عاشق

ترے فقیر نے وحشت مین کی ندمت مال | اڑا ئین دامن دولت کی دھجیان کیا کیا

یا ذکر اُسکا اہم ہوتا ہی کیونکہ وہ مطلوب ہوتا ہی اسوجہ سے اسکو اول لاتے ہین جیسے۔

سودا

دماغ آشفتہ یان ہوتا ہی غنچے کے چٹکنے سے | چمن مین ہمسے ای بلبل پرے ٹک جا کے چہچہہ کر

ولہ

علیؓ خلیفہ تھا عثمانؓ بعد یا کوئی اور | جو کوئی اور تھا تو لا کتب سے تو اسناد

علیؓ خلیفہ چہارم درست ہی کہ نہین | محمدؐ اور وہ آپس مین تھے برادر زاد

ولہ

محتسب سے چلے ہی مست رگڑ کر کندھا | مغبچہ آیا چلا قاضی کے آگے ندھڑک

مغبچہ کو اسلیے اول لائے ہین کہ اُسکا ذکر اہم تھا۔

ولہ

دل یار کی ہر گز نہ سر زلف سے چھوٹا

رند

یار اندھیرے مین نکل آتا ہی چھپکر میرے پاس

انیس

قاسم نے ٹھانڈ ڈانڈ پہ مارا بچاکے سر | دو اژدھے گھنے تھے نکالے ہوے سپر

یا اُسکے ذکر سے لذت حاصل ہوتی ہی اسلیے اول لاتے ہین۔

میر حسن

کہا سب نے صاحب چلو تو سہی | یہ بیٹا تمھارا وہی ہے وہی

مقصود بالتمثیل مصرع دوم ہی۔

تپش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ | جو ہے وارث تخت و تاج و کلاہ

یا اظہار تعظیم کے لیے جیسے۔

انیس

عباسؓ نامدار نے پہلو سے دی صدا ۔ ہان اب نہ جانے دیجیو حسنت مرحبا

سودا

کرسی اُس گھر کی جو کچھ رکھے ہی قدر و منزلت ۔ دیدۂ تحقیق مین یہ عرش کا پایہ کمان

گلزار نسیم

شہزادے نے کرکے پاس اُن کا ۔ خلعت سا دیا لباس اُن کا

ولہ

نقطے ہون سپند خوش بیانی ۔ جدول ہون حصار سحرخوانی

میرحسن

وہ ناخن جو تھے اُسکے مثل ہلال ۔ سو وہ ہوگئے بڑھکے بدر کمال

فگار

محمدؐ جب ہوا پیدا جہان مین ۔ سرایت عشق نے کی اُسکی جان مین

سودا

علیؓ ہی دین کے ارکان کی قوت ۔ علیؓ ہے زور بازوے فتوت
علیؓ بر حق نمونہ بے نمون ہے ۔ علیؓ کے آگے دو جگ سرنگون ہی
علیؓ ہے مظہر فیض فتوت ۔ علیؓ کا ان نحا بحر مروت

داغ

مولا نے اپنے فضل و کرم سے بچا لیا ۔ رہتا وگرنہ ایک زمانہ کو داغ داغ

یا۔ اظہار تحقیر کے لیے جیسے۔

ذوق

مفسد و حاسد و غماز و عدوے سرکش ۔ زیر شمشیر غضب تیرے ہون شاہ دون جو تنگ

امانت

غیرت سے جب ہی اُس گل کو بہجائی پوشاک ۔ دل ہی جامے سے وہ باہر کہ جسے گلشن مین

شاہ مبارک آبرو

ہمسر میان خطا ہین خبر دن سے حال پر ۔ آتا ہے اُنکو جوش جمالی کمال پر

سودا

دردکس کس طرح ہلاتے ہین | اگر گے آواز منحنی وحزین

ولہ

خط نے ترے حسن سب گنوایا | یہ سبز قدم کہان سے آیا

تراب

توارباب ملامت کی صلاحیت سے کیا واقف | بغل مین جنکے شیشے اور ہاتھون مین پیالے ہین
توکیا جانے کسے مجذوب کہتے ہین کسے مجنون | کہان اندھے کو سوجھے ہی یہ گورے ہین کہ کالے ہین

یا مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہی بطور نیک فالی کے جیسے۔

میرحسن

کہا رام جی کی ہے تجھپر دیا | چندرمان سا بالک ترے ہوئے گا

چندرمان سا بالک مسندالیہ ہی اسکی تقدیم تفاول کے لیے ہے۔

سودا

نوید زیر فلک یون ہوئی ہی شہرۂ عام | ہلال عید ہوا اور گیا یہ ماہ صیام
نشاط وجشن وطرب خرمی و امن و امان | خوشی وخوشدلی وعیش وعشرت ایام
صباح عید یہ حاضر ہین تہنیت کیلئے | اُس آستانہ کہ ہیگا وہ سجدہ گاہ انام

ولہ

محبوب ورسنبت ولطافت تھے یکطرف | ایک سو تھا میر سید علی مستعد کار

پہلے مصرع مین تینون مسندالیہ ایسے نام ہین جنکے معانی مین مسرت پیدا کرنیکی کیفیت ہی۔

انشا

جشن ونشاط وخوش دلی وعشرت ونعیم | عیش وخوشی مین جن سے خوش وقت ہو وہم
فرخندگی بخت یہ نازان تھے اپنے سب | ہرایک نغمہ سنج تھا با طوطی ارم

ولہ

خوبی وخرمی وراحت وآرام وسرور | تیرے دروازے کی تا حشر نہ چھوڑین چوکھٹ

ولہ

فتح وفیروزی وشادی رہین سب آکے نصیب | طبع اقدس کے ملالت نہ پھرے پیرامن

سیدعلی مین لفظ سید فیروزکی [illegible] کرضاوین [illegible]

ناسخ

ظفر و فتح مبارک ہو تجھے ای ناسخ — کر گیا عرکے سے دشمن غدار گریز

امیر مینائی

فصل گل آئی ہوا گلزار جنت بوستان — بڑھ کے رضوان سے ہوان روز و ان دماغ اسمان
فیض شبنم نے دیے اشجار کو آبی لباس — بر مین ہے مردم گیا کے جامۂ آب روان

داغ

جشن نوروز ہے دربار شہ والا ہے — اہل دربار ہزارون ہین یہان کم ہے کم

رند

سیر دل سے ہاتف نے فورًا صدا دی — خورش اقبال و مسعود پیدا ہوا آج

نظام رامپوری

یہ شادی یہ شادی کا سامان مبارک — تجھے ذوالفقار علی خان مبارک

یا برائی مین تعجیل مقصود ہوتی ہے پس بطور بدفالی کے مسندالیہ کو پہلے ذکر کرتے ہین مثال۔

سودا

آشتن خلق اُس کا سدا کام ہے — مرگ و قضا مفت مین بدنام ہے

مرگ و قضا کو کہ مسندالیہ ہین اسلیے پہلے بیان کیا کہ برائی مین تعجیل مقصود تھی۔

مردہ شو مولود یو تابوت گر — ولہ اُٹھیرتے ہین آن کے روز اُس کا در

یا اسکی تقدیم تخصیص کا فائدہ بخشتی ہے جیسے۔

انیس

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین — مین ہون انگشتری پیغمبر خاتم کا نگین

داغ

نواب نے کی جو قدردانی میری — اے داغ گذر گئی جوانی میری
لیکن یہ خبر نہ تھی کہ وقت پیری — مرمر کے کٹے گی زندگانی میری

مقصود بالتمثیل لفظ نواب ہے۔

حذف مسندالیہ

مسندالیہ کو حذف بھی کردیتے ہین اور اُسکے حذف کرلےہین یا تو یہ فائدہ ہوتا ہی کہ عبث چیز کے ذکر سے بچلین مثلاً توبۃ النصوح مین لکھا ہی ضرورت کی کُل چیزین تو کمان سے بہم پہونچاتا تھا ہمارے توشۂ خانۂ عام سے مگر اسپر تیری ہیکڑی تھی کہ گویا ہم تیرے قرضدار ہین" اس عبارت کے اس جملے مین ہمارے توشۂ خانۂ عام سے لفظ تو مسندالیہ محذوف ہی اور ساتھ ہی مسند بھی محذوف ہی یعنی تو ہمارے توشۂ خانۂ عام سے ضروریات کی کل چیزین بہم پہونچاتا تھا چونکہ ضمیر مخاطب پہلے جملۂ سوال مین آچکی تھی اسلیے اب اُسکا ذکر عبث و بے فائدہ تھا۔

ظفر

جو تجھسے ہوسکے تو خانۂ عقبےٰ کو دے تزئین	نہ کر آرایش دُنیا کہ یہ گھر کیا ہی یون ہی سے

یعنے یہ گھر یون ہی ہی۔

میرحسن

سو وہ کونسی راہ شرع نبی	کہ رستے کو جنت کے سیدھی گئی

یعنے وہ راہ شرع نبی ہی۔

غالب

کیون نہ درکار ہو مجھے پوشش	جسم رکھتا ہون ہے اگرچہ نزار
کچھ خریدا نہین ہی ابکی سال	کچھ بنایا نہین ہے ابکی بار

چونکہ متکلم نے پہلے شعر مین اپنی ذات کو کھولدیا ہی اسلیے خریدا اور بنایا کے مسندالیہون کو ذکر نہین کیا کیونکہ دوبارہ ذکر کرنا عبث تھا۔

یا متکلم اس حذف سے سامع کے فہم و خیال مین ڈالنا چاہتا ہی کہ اُستے دلیل قوی کی طرف عدول کیا ہی جو عقلی ہے کیونکہ مطالب کے سمجھنے اور سمجھانے کے لیے دو ہی دلیلین ہین ایک عقلی دوسری لفظی ان مین سے دلیل عقلی قوی ہے کیونکہ لفظ اُس کی طرف محتاج ہوتا ہے اور سامع کے فہم و خیال مین ایسا ڈالنا اُس کے لیے نشاط کا سبب ہوتا ہے کیونکہ جب سامع مسندالیہ کے معلوم کرنے کے لیے عقل کو کام مین لاتا ہے تو اس فکر و غور کے بعد مسندالیہ معلوم ہوجانے سے اسکو ایک طرح کا نشاط حاصل ہوتا ہے اور اُس کو مسندالیہ کی طرف زیادہ توجہ

کرنا پڑتی ہے۔

غالب

روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ	سودا نہیں جنون نہیں وحشت نہیں مجھے

یعنے مین روسیاہ ہوؤن۔

نسیم

پوشاک جو پہنی ہو تو پہونچاؤ	بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤ

کہا کا مسندالیہ کہ تاج الملوک ہی محذوف ہے۔

ولہ

کیا کہتی وہ دیونی کہا جاؤ	دیوؤن سے کہا کہ تخت کو لاؤ

ولہ

وہ چونک کے بول اٹھا کہ واللہ	بتلاؤ کہان ہے وہ کہا آہ

ولہ

پوچھا کہ کدھر کہا بہت دور	بولا وہ کہ پھر کہا کہ مجبور

انشا

کیا ہاتھ ہلا کے پوچھتے ہو ہی خوش	ہم جیسے ہین خوش کبھی نہوگا کے خوش

پہلے مصرع مین لفظ خوش کا مسندالیہ محذوف ہی۔

ناسخ

قاصد اجھوٹ کہا گھر مین وہ مغرور نہین	کس طرح گلشن جنت مین بھلا حور نہین

کہا کا مسندالیہ محذوف ہے۔

مہر

شبیہ زلف پریشان جو ہم بنانے لگے	رکے ہین آ الجھے ہین بگڑے ہین مار بیٹھے ہین

فائدہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہمنے جو مسندالیہ کے حذف کرنے کے یہ دو سبب مرجح بیان کیے ہین ایک یہ کہ عبث سے بچنا منظور ہوتا ہے دوسرے متکلم سامع کے وہم وخیال مین یہ واقع کرنا چاہتا ہے کہ مین نے زیادہ قوی دلیل کی طرف عدول کیا ہے سو یہ دونون سبب ایک مقام پر جمع بھی ہو سکتے ہین البتہ خالی ان سے نہین ہو سکتا مثلاً مثنوی ترانۂ شوق کے ان شعرون مین

آندھی کو دوان کیا دوان ہے بھول اُسنے کھلائے کھلتے ہین روز		پانی کو روان کیا روان ہے دو وقت ملائے ملتے ہین روز

حذف اِن دونون بیون سے مانا جاسکتا ہے یعنی یہ جو نہین کہا کہ آندھی دوان ہے اور پانی روان ہے اور پھول روز کھلتے ہین اور دو وقت روز ملتے ہین اسکا سبب عبث سے بچنا بھی ہوسکتا ہی اور سامع کے وہم و خیال مین یہ ڈالنا بھی کہ اقوی الدلیلین کی طرف رجوع کیا ہی۔

یا متکلم کو یہ مقصود ہوتا ہے کہ سامع کا امتحان کرے کہ آیا وہ باوجود قرینہ موجود ہونیکے مسندالیہ سے متنبہ ہوتا ہی یا نہین کیونکہ متکلم کو یہ گمان پہلے سے ہوتا ہے کہ سامع قرینے کی وجہ سے مسندالیہ کو جانتا ہے اسلیے اسکا امتحان کرکے اس بات کا یقین حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ مسندالیہ کے حال سے واقف ہوگیا ہے جیسے۔

شمس العلما آزاد

لکھتا ہون سب حساب پڑھا جاتا کچھ نہین		ایسا سیاہ ہے کہ نظر آتا کچھ نہین

چونکہ رات کی تاریکی کا بیان ہی اسلیے سیاہ کا مسندالیہ محذوف ہی۔

داغ

جنگ ہی ایک ایک سے آشام مین		بچ رہی تھی کس کی جھوٹی جام مین

ولہ

نہ کیون ہون لاکھ مستانہ ادائین میرے نالے مین		گدائے میکدہ ہون ہر طرح کی ہے پیالے مین

مولوی نذیر احمد

بنی جب آن کے جانو نپہ اور رہے عاجز		تو ایسی طب کو سلام اور سلام اور سلام

چونکہ مرض کی وجہ سے جانون پر مصیبت کے آنے کا بیان ہے اس لیے عاجز رہے کا مسندالیہ محذوف ہے۔

یا مسندالیہ کے حذف کرنے سے سامع کی مقدار ذکاوت کا امتحان مقصود ہوتا ہے اسلیے کہ وہ حذف کرکے دیکھنا چاہتا ہے کہ قرائن خفیہ پر متنبہ ہوسکتا ہے یا نہین چنانچہ زید کے پاس دو شخص حاضر ہون جن مین سے ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ ہم صحبت اور خدمت گذار ہو۔

اُس وقت زید یہ کہے خدا کی قسم سلوک کرنے کے لیے زیادہ استحقاق رکھتا ہو" اور مراد اس قول سے زید کی وہ شخص ہو جو زیادہ ہم صحبت اور خدمت گذار ہے اور اس طرح کا کلام کرنے سے زید کی یہ غرض ہو کہ مخاطب کی طبیعت کی ذکاوت معلوم ہو جائے کہ آیا وہ اس محذوف کو سمجھ سکتا ہو یا نہین اور قرینہ یہان ہو مگر خفی ہو اور وہ قرینہ یہ ہے کہ سلوک اُسکے ساتھ کرنا لائق ہے جو قدیم الخدمت اور قدیم الصحبت ہے۔

(دوسری مثال) ایک امیر آدمی اپنے ایک مصاحب کے ساتھ ایک حوض کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اُس امیر نے مصاحب سے دریافت کیا کہ تمکو کونسا کھانا زیادہ پسند ہو مصاحب نے جواب دیا کہ بریانی دوسرے سال پھر اُس حوض کے کنارے پر دونون جمع ہوے اور امیر نے مصاحب سے کہا کہ کس چیز کے ساتھ پسند ہو عرض کیا کہ بورانی کے ساتھ امیر ذکاوت اور تیز فہمی سے بہت متعجب ہوا۔

یا اس غرض سے اُسکا ذکر چھوڑا جاتا ہو کہ اگر موقع آجائے تو متکلم اپنی جان بچانے کے لیے کہدے کہ میری مراد اس قول سے یہ شخص نہ تھا جیسے کوئی زید کی نسبت کہے کہ فاسق و فاجر ہے بشرطیکہ قرینہ اس بات پر قائم ہو کہ مراد اس سے زید ہو۔

یا اسوجہ سے مسند الیہ کا ذکر چھوڑتے ہین کہ وہ متعین ہوتا ہو اور جو حکم کیا جاتا ہے اُس سے وہی مراد ہوتا ہے دوسرے کی طرف ذہن نہین جاتا جیسے معبود ہے خلاق ہے یہان اللہ کا نام محذوف کر دیا اسلیے کہ وہ متعین ہو ذہن اُسکے سوا دوسری چیز کی طرف نہین جا سکتا کیونکہ کوئی اُسکے سوا عبادت کے قابل ہو نہ کوئی سوا اُسکے پیدا کر سکتا ہو۔

مہابھارت مولفۂ شایان	
نگارندۂ نقش لوح و قلم علیم و خبیر و سمیع و بصیر	خداوند ملک حدوث و قدم کریم و رحیم و غفور و قدیر

یا متکلم کو اُسکے متعین ہونیکا دعوے ہو جیسے کوئی شخص سلطان کو کہے لکھ بخش ہو متکلم نے یہان مسند الیہ کو چھوڑ دیا کیونکہ اُسکی دانست مین وہ متعین ہو اسلیے کہ وہی اتنی دولت بخشتا ہو۔

انیس	
وہ شاہ کہ شاہون نے لیا باج نبی ؐ	اور عرش پہ تھا شریک معراج نبی ؐ

اب کہیے کہ زیبا ہے کسے تاج نبیؐ	فرماتے ہیں میں تن ہوں علیؑ سر میرا

یعنے نبیؐ فرماتے ہیں۔

حالی

کہانت کی بنیاد ڈھادینے والے	جہالت کی رسمیں مٹادینے والے
خدا کے لیے گھر لٹادینے والے	سر احکام دین پر جھکادینے والے
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے	ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے

یہاں مسندالیہ کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ متکلم کی دانست میں وہ متعین ہے اور وہ اصحاب رسولؐ ہیں کیونکہ یہ اوصاف وہی رکھتے تھے۔

یا یہ خیال ہوتا ہے کہ اغیار اُسکے حال سے واقف نہو جائیں مثلاً کہیں رات آیا تھا اور بوجہ قرینے کے مراد یہ ہو کہ یار آیا تھا۔

یا فرصت کے فوت ہو جانے کے خوف سے مسندالیہ کا ذکر چھوڑ دیا جاتا ہے جیسے کوئی آدمی شکاری سے کہے ہرن ہے یعنے یہ ہرن ہے پس تم شکار کرو جلدی کی وجہ سے مسندالیہ کو حذف کر دیا۔

ناسخ

غل مچایا اُسنے دوڑو چور ہے	رات کو چوری چھپے پہونچا جو میں

یا گھبراہٹ کی وجہ سے مسندالیہ حذف ہو جاتا ہے جیسے۔

مہابھارت

کہاں ہے کماں ہے کماں ہے کماں	ہلبلاں سے اپنے ہوا تر زباں

میدان جنگ میں گھبراہٹ کی وجہ سے ارجن کی زبان سے جرجودھن کا نام فوت ہو گیا۔

یا رنج و ملال کی وجہ سے طول کلامی کو دل نہیں چاہتا جیسے کوئی بیمار سے پوچھے تمھارا کیا حال ہے وہ جواب دے کہ علیل ہوں اُسنے یہ نہیں کہا کہ میں علیل ہوں کیونکہ مرض کی وجہ سے جو ملال اور تنگدلی حاصل ہے اُسنے مسندالیہ کا ذکر چھوڑ دیا۔

انیس

کس کس کے داغ آج جگر پر اُٹھائے ہیں	پرسا تمھیں شہید کا دینے کو آئے ہیں

یہ وہ موقع ہے کہ حضرت علی اکبرؑ شہید ہو چکے ہیں اور حضرت امام حسینؑ زنانے میں تشریف

لے گئے ہین اور حضرت زینب سے علی اکبر کی شہادت کا واقعہ بیان فرماتے ہین اس موقع پر بسبب رنج و غم کے مسندالیہ کے ذکر کو چھوڑ دیا ہی اور وہ ضمیر جمع متکلم ہے۔

ولہ

رخصت طلب ہی شاہ سے اکبر سا لالہ فام	شہزادہ مرنے جائے سلامت رہے غلام

یعنی یہ غلام۔

یا وزن شعر اور رعایت قافیہ کی وجہ سے نظم مین یا رعایت سجع کی وجہ سے نثر مین مسندالیہ حذف کر دیا جاتا ہی جیسے۔

انیس

بیکس ہون تشنہ لب ہون فلک کی ستائی ہون	کچھ اپنا حال تجھسے مین کہنے کو آئی ہون

پہلے مصرع مین وزن شعر کی وجہ سے مین بیکس ہون مین تشنہ لب ہون مین فلک کی ستائی ہون نہ کہہ سکے۔

غالب

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہی ترک رسوم	ملتین جب مٹ گئین اجزاے ایمان ہو گئین

بسبب رعایت وزن کے یہ نہ کہہ سکے ملتین اجزاے ایمان ہو گئین۔

میر تقی

ہے تو اللہ کا مجسم نور	جاتے ہین جنکو کچھ ہے عقل و شعور

یعنی وہ جاتے ہین۔

یا مسندالیہ فاعل ہو اُس کو حذف کر کے فعل مسند کو مجہول کر دیتے ہین اور مفعول پر اقتصار کرتے ہین جیسے۔ سو

بات اب طول کھنچی راہ گذر بند ہوئے	کھڑکیان چھائی گئین روزن و در بند ہوئے

یہان صرف اس امر کا بیان مقصود تھا کہ کھڑکیان اور روزن در بند ہو گئے اب ملاقات غیر ممکن ہے اس سے غرض نہین کہ کسنے در بند کیے اور کس نے کھڑکیان چھائین اسلئے مسندالیہ فاعل کو ذکر نہ کیا۔

انیس

قاصد جو میرے نام کا خط لیکے آتے ہین	سر کاٹ کر درختون مین لٹکائے جاتے ہین

فائدہ اس مین یہ ہی کہ سامع کو فقط قاصدون کا حال دریافت کرنا منظور تھا اور اس سے غرض نہ تھی کہ کون انکو مار کر درختون مین لٹکاتا ہی اسلیے فعل کو مجہول بنایا گیا۔

ولہ

مارا گیا سفر مین غلام شہ امم　　فریاد ہے کہ رانڈ ہوئی مین اسیر غم

یا مسند الیہ فاعل کو اسلیے حذف کرتے ہین کہ فاعل عالی شان ہوتا ہے اور مفعول کم قدر ایسے موقع پر اُسکا ذکر مناسب نہین معلوم ہوتا جیسے۔

محسن

خرقہ ہے نصیب یاسمن کو　　عمامہ ملا ہے نارون کو

نارون پھول ہی گلہائے چمن سے مدور بشکل عمامہ اُسکو عمامہ ملنا بسبب مشابہت کے کہا گیا ہے یعنی بارگاہ باری تعالی سے اس پھول کو عمامہ ملا ہی پھول اک ادنی چیز ہے بمقابلے اُس فاعل حقیقی کے اسلیے کچھ ذکر فاعل کا ضروری نہ سمجھا گیا۔

غالب

سبزہ و گل کے دیکھنے کے لیے　　چشم نرگس کو دی ہے بینائی

نثر مین اسکی مثال یہ ہی کہ فلان مجرم بری کیا گیا اور فلان چوکیدار کو انعام ملا یعنی حاکم وقت نے مجرم کا قصور معاف کیا اور چوکیدار کو انعام مرحمت فرمایا۔

یا فاعل مسند الیہ کم مرتبہ ہو اور مفعول عالی مقدار تو مسند الیہ کو حذف کر دیتے ہین اور بخیال عظمت شان مفعول کے فاعل کو ذکر نہین کرتے جیسے کہین لارڈ میو صاحب بہادر جزیرہ انڈمان مین مارے گئے ظاہر ہے کہ انکو ایک دنی قیدی نے مجروح کیا جس سے انھون نے وفات پائی پس یہان پر ذکر کرنا ادنے رتبے کے فاعل کا بمقابلے مفعول صاحب عظمت کے نامناسب سمجھا گیا۔

رند

نام کیا کیا آپنے رکھوائے ہین　　بیمروت خود غرض ناآشنا

اور بمقام تحذیر مین یعنی ڈرانے کے موقع پر بھی اکثر مسند الیہ محذوف ہوتا ہی اور محذر منہ کے ذکر پر اکتفا کی جاتی ہی جیسے کہین سانپ سانپ یا چور چور یعنی تم بچو سانپ سے یا تم چور کو پکڑو یہان پر فعل مسند اور مخاطب مسند الیہ کو ذکر نہ کیا۔

انشا

لہر مین جو تی کے تیرے ڈر کے مارے کانپ کانپ	جو ناگ چونک اُٹھتی ہون مین را تونکو مگر سانپ سانپ

بہر نوع قرینہ کا ہونا حذف مسند الیہ مین ضرور ہی۔

تاخیر مسند الیہ

کبھی مسند الیہ کو مسند سے موخر کر دیتے ہین اور جو نکات تقدیم مسند اور تاخیر مسند الیہ کے ہین انکو ہم مسند کے بیان مین بتاینگے کیونکہ یہ امر اُسی کے مقتضاے حال سے ہی۔

چمن دوم مقتضاے ظاہر حال کے خلاف مین

یہ جو کچھ بیان ہوا مقتضاے ظاہر حال کے مطابق تھا کبھی کلام مقتضاے ظاہر حال کے خلاف چلایا جاتا ہی کیونکہ باطن حال اُسکا مقتضی ہوتا ہی جسکی تفصیل اس طرح ہی۔

(ا) مضمر کے مقام پر مظہر کو لانا

جہان ضمیر لانے کی ضرورت ہے وہان اسم ظاہر لایا جائے تو اسے وضع مُظہر مَوضعِ مُضمَر کہتے ہین اس صورت مین کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جو اسم ظاہر پہلے آتا ہے اُسی کا اعادہ کیا جاتا ہی اسے وضع مظہر موضع مضمر بلفظہ کہتے ہین جیسے۔

غالب

وہ نالہ دل مین خس کی برابر جگہہ نپائے	جس نالے سے شگاف پڑے آفتاب مین
وہ سحر مدعا طلبی مین نہ کام آئے	جس سحر سے سفینہ رواں ہو سراب مین

دوسرے مصرع مین نالہ اور چوتھے مصرع مین سحر وضع مظہر موضع مضمر بلفظہ ہے۔
اور کبھی غیر لفظ لاتے ہین جو پہلے لفظ کا ہم معنی ہوتا ہی اسکو وضع مظہر موضع مضمر بغیر لفظہ بولتے ہین جیسے۔

انیس

مقتل مین کیا ہجوم تھا اُس نور عین پر	پروانے گر رہے تھے چراغ حسین پر

دبیر

اُترا ہے نبی کے لیے یہ کاسۂ نعمت	ہم صحبت دیہیم کا سر ہین محبوب حضرت

پہلے شعر مین چراغ حسین اور دوسرے مین حضرت وضع مظہر موضع مضمر مین غیر لفظ ہے بہر صورت مضمر کی جگہ مظہر کئی فائدون کے واسطے مستعمل ہوتا ہے (۱) سامع کو ثابت اور متحقق کرانے کے لیے تاکہ کسی طرح کا ابہام باقی نہ رہے کیونکہ مضمر کی دلالت ابہام سے خالی نہین ہوتی بخلاف مظہر کے خصوصًا اُس حالت مین کہ مظہر ایسا لفظ ہو جو اشتراک کو بالکل دُور کر دیتا ہو جیسے علم پس جبکہ ایسا لفظ سامع کے سامنے بیان کیا جائے گا جس مین ابہام نہو تو اُسکے ذہن مین مسندالیہ اچھی طرح جم جائے گا مثال۔

ناسخ

مکتوب جو آیا تو ہوا مین بیتاب | پیراہن پیچیدہ ہی گویا مکتوب

انیس

تم جس کی ہو شیدا وہ برادر نہ ملیگا | پھر گھر مین جو ڈھونڈوگی تو اکبر نہ ملیگا

حسرت

رقیبون کے حوالے کر کے خط کو نامہ بر آیا | عزیزو کیا کہون قاصد تو میرا کام کر آیا

ضمیر

جا کے میدان مین کس طرح یہ محبوب لڑے | یہ تو کہیے کہ غلام آپ کے کچھ خوب لڑے

سودا

علیؓ خلیفہ تھا عثمانؓ بعد یا کوئی اور | جو کوئی اور تھا تو لاکتب سے تو اسناد
علی خلیفہ چہارم درست ہی کہ نہین | محمدؐ اور وہ آپس مین تھے برادر زاد

اکبر

کیا اچھا جنون نے دار پر منصور کو کھینچا | کہ خود منصور کو جینا تھا مشکل زندان ہو کر

مصرع اول مین منصور مفعول ہی۔

(۲) سامع کے دل مین ہیبت اور رعب ڈالنا منظور ہوتا ہی جیسے۔

منشی

وہ کہنے لگا سُن کے یہ داستان | کہ شاید تو ہے رستم پہلوان
وہ بولا کہ زنہار رستم نہین | مین اُس کا ہون اک چاکر کمترین

تیسرے مصرع مین لفظ رستم وضع مظہر موضع مضمر ہی اور مقصود اس سے سامع کے دل مین رستم

کے خوف و مہابت کا داخل کرنا ہو مگر اسقدر ہو کہ مسند الیہ نہین بلکہ مسند ہو۔

(۳) تعظیم و تکریم کا فائدہ دیتا ہو جیسے۔

ضمیر

وہ سب تو ایک طرف ہیں امام اچھے ہین	آہو حسین علیہ السلام اچھے ہین

لفظ حسین وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ ہو اور یہ تعظیم کا فائدہ دیتا ہو۔

انیس

رخصت طلب ہو شاہ سے اکبر سالالہ فام	شہزادہ مرنے جائے سلامت رہے غلام

شہزادہ وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ تعظیم کے لیے ہے۔

خلیق

گذری بہار عمر خلیق اب کینگے سب	باغ جہان سے بلبل ہندوستان گیا

اس شعر مین بلبل ہندوستان وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ تعظیم کے لیے ہے۔

مثنوی زائر

جب اُسکی صدا سُنی علی نے	لکھے دہین چار سو ولی نے

(۴) مقصود اس سے تحقیر ہوتی ہے جیسے۔

رجب علی سرور

اگر سے گا تو مرے نالون کی ہمسری بلبل	شعور آتا تو کر جا کے جانور پیدا

لفظ جانور وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ ہو اور مقصود اس سے بلبل کی اہانت ہو۔

(۵) داعی مامور کی تقویت کے لیے ہوتا ہو مراد اس سے یہ ہو کہ ایک شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو جو امر شخص مامور کو حکم کی تعمیل پر آمادہ کرنے والا ہوتا ہے مظہر ثانی سے اُسکو تقویت ہو جاتی ہو اور وہ آمادہ کرنے والا امر داعی ہے اور مظہر ثانی اُسکو تقویت دینے والا ہو مثلاً بادشاہ اپنے کسی نوکر سے کوئی کام کرانا چاہے اور یون کہے کہ ما بدولت و اقبال تجھکو اس کام کے کرنیکے لیے حکم دیتے ہین تو یہان ما بدولت و اقبال وضع مظہر موضع مضمر ہو اور مقتضاے ظاہر کے خلاف ہو کیونکہ مقتضاے ظاہر تو یہ تھا کہ کہتا ہم حکم دیتے ہین اسلیے کہ مقام تکلم کا ہو پس اس شخص کو اُس کام کے کرنے پر آمادہ کرنے والی بادشاہ کی ذات ہے اسلیے کہ اُسکو یہ گمان ہو کہ اگر حکم کی تعمیل نہ کرونگا تو بادشاہ سزا دے گا اور بادشاہ کا اس طرح تعبیر کرنا کہ ما بدولت و اقبال

تجھکو اس کام کے کرنے کے لیے حکم دیتے ہین اُس حکم کی تعمیل کرنے کے خیال کو تقویت دیتا ہے پس داعی خوف سزا کا گمان ہے اور اُسکو تقویت بخشنے والا لفظ ما بدولت و اقبال ہے۔

خلیق

مرتا ہے باپ اے علی اکبرؑ ابھی نہ جا	دل مانتا نہین مرے دلبر ابھی نہ جا
اے لال سوے نیزہ و خنجر ابھی نہ جا	ہے ہے نہ جا شبیہ پیمبرؐ ابھی نہ جا

دوسرے مصرع مین مرے دلبر سے علی اکبر مراد ہین موقع یہان ضمیر مخاطب کے لانیکا تھا مگر دلبر اسلیے لائے کہ اُنکو باپ کے حکم کی فرمانبرداری کی طرف رغبت ہو اور اُسکو ماننے کے لیے مجبور ہون اسی فائدے کے لیے تیسرے مصرع مین لال اور چوتھے مصرع مین شبیہ پیمبر کہا ہے۔

(۶) طلب رحمت و شفقت کے لیے جیسے۔

انیس

تم سے بڑی اُمید ہے زہراؑ کی جائی کو	بھیّا تمھین سے لیگی بہن اپنے بھائی کو

اول حضرت زینب نے اپنے آپ کو زہرا کی جائی کہا اور پھر کہا بہن اپنے بھائی کو تمھین سے لیگی پس یہان طلب شفقت منظور ہے اگر یہ منظور نہوتا تو کہتین مین تمھین سے اپنے بھائی کو لونگی۔

ولہ

اب کس پہ مین اس صاحب آزار کو چھوڑون	اس حال مین کسطرح سے بیمار کو چھوڑون

صاحب آزار اور بیمار مفعول ہین نہ مسند الیہ۔

ولہ

عابد کی طرف دیکھ کے دوڑے علی اکبر	آنکھون کو ملا ہاتھون سے قدمون پہ رکھا سر
سجاد نے فرمایا کلیجے سے لگا کر	گردن مین مری ڈالدو باہون کو برادر

(۲) التفات

علمائے معانی کی اصطلاح مین التفات یہ ہی کہ ایک ذات کو ایک طریق سے منجملہ طرق ثلثہ یعنی تکلم و خطاب و غیبت کے یاد کرکے ان تینون طریقون مین سے کسی دوسرے طریق پر یاد کرین بشرطیکہ مخاطب ایک ہو اور دوسری تعبیر مقتضائے ظاہر کلام کے خلاف ہو اور سامع مقتضائے ظاہر کا

انتظار کرتا ہو پس اس صورت مین یہ اقوال ہین زید ہون تو عمرو ہی تعریف التفات سے خارج ہوجاتے ہین گو ان مین سے پہلی مثال مین ایک ذات کو بطریق غیبت کے تعبیر کیا ہی بعد اسکے کہ اسکو پہلے دوسرے طریق یعنی تکلم کے ساتھ یاد کیا تھا اور دوسری مثال مین ایک ذات کو غائب کے ساتھ تعبیر کیا ہے بعد اسکے کہ اول اسکو خطاب کے ساتھ تعبیر کیا تھا مگر یہان تعبیر ثانی مقتضا ظاہر کلام کے موافق ہے اور سامع اسکا منتظر بھی تھا اسلیے کہ جب متکلم نے مین اور تو ضمائر کے الفاظ زبان سے نکالے تو سامع کو سنتے ہی اس بات کا انتظار ہوگیا کہ ان کے بعد اسم ظاہر مذکور ہوگا جو انکی خبر ہوگا کیونکہ ضمیر کی خبر اسم ظاہر ہی واقع ہوتا ہے۔

انیس کہتے ہین ۔ ؎

یہ تو نہین کہا کہ شہ مشرقین ہون	مولا نے سر جھکا کے کہا مین حسین ہون

مین کی خبر حسینؑ ہی۔

گلزار نسیم

تجھ سے مری خاطر اب کہان جمع	تو نشتر شعلہ مین رگ شمع
تو برق دمان مین خرمن خار	تو سیل روان مین خستہ دیوار
تو جوشش یم مین مور بے پر	مین نقش قدم تو باد صرصر

اسی طرح ان اقوال مین ۔

غالب

اور وہ مین ہون کہ گر جی مین کبھی غور کرون	غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

میر نثار علی شہرت

تم وہ ہو علم بدن سارے جہان کو دیدیا	وہ ہی تو ہو حرفت صنعت بھی بتلا گئے

غافل

کیا تعجب ہے اگر تیری کمر معدوم ہے
تو وہ ہو آئینہ شفاف جس مین مو نہین

وزیر علیخان

ہم وہ نہ تھے کہ تجھے کسی مالی کے لگائے	نرگس کی نہالون مین تجھے تصف کے پلے ہم

داغ

مین وہ ہون آتش قدم جس سے پگھلتے ہین پہاڑ	موم ہوجاتا ہے جو آتا ہے پتھر زیر پا

التفات نہین گو پہلے شعر مین غائب سے انتقال تکلم کی طرف ہی اور دوسرے اور تیسرے شعر مین خطاب سے غیبت کی طرف انتقال ہی اور چوتھے اور پانچوین شعر مین تکلم سے غیبت کی طرف انتقال ہوا ہے اور وجہ اسکی کہ یہان التفات نہین ہی یہ ہی کہ یہ مقتضاے ظاہر کلام کے موافق ہی اسلیے کہ اخبار ہی ظاہر کے ساتھ اور سامع کو جسکا انتظار تھا اُسکے خلاف بھی نہین ہی۔

التفات کے حسن و خوبی کی وجہ یہ ہی کہ جب کلام ایک طریق سے دوسرے طریق کی طرف منتقل ہوتا ہی تو اس سے سامع کو نشاط تازہ پیدا ہوجاتا ہی اور اس صورت مین اُسکو کلام کے سُننے کی طرف ترغیب ہوتی ہی کیونکہ ہر تازہ بہ تازہ چیز مین لذت ہوتی ہی پس وہ لذت کی وجہ سے باقی کلام کی طرف ملتفت رہتا ہی اور التفات کی چھہ صورتین ہین ایک یہ کہ غیبت سے خطاب کیطرف التفات کرین دوسرے یہ کہ غیبت سے تکلم کی طرف التفات کرین تیسرے یہ کہ تکلم سے غیبت کیطرف متوجہ ہون چوتھے یہ کہ تکلم سے خطاب کی طرف توجہ کرین پانچوین یہ کہ خطاب سے تکلم کی طرف چھٹے یہ کہ خطاب سے غیبت کی طرف۔

غیبت سے خطاب کی طرف التفات کی مثال

مومن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدح مین کہتا ہے۔

بڑھا یہ پایۂ الہام راے صائب سے	کہ مشورے پہ ہوئی اُسکے وحی بھی نازل
یقین کہ راہ نمائی ہی پیرویٔ اُس کی	نہین تو سلئے سے کیون بھاگتا ہی دیو مضل
مثال عدل مین نوشیروان کو تجھسے غلط	کہ بت پرست کہان فارق حق و باطل

اول ممدوح کو غائب فرض کرکے اوصاف بیان کیے پھر غیبت سے خطاب کی طرف التفات کیا یعنے حاضر فرض کرکے تعریف کرنا شروع کی۔

ایضاً در مدح امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

شبہ کیا عصمت لخت جگر احمدؐ مین	جب مسلم ہی کہ معصوم ہی جزو معصوم
نہ وہ خالق ہی مگر ہو اثر باعث خلق	نہ وہ رازق ہی مگر قاسم رزق مقسوم

السلام اے روش آموز طریق اسلام — السلام ای خضر جادہ جنت ملزوم
وہ ترا رتبہ ہے ای شاہ جوانان بہشت — کہ ہوئی حرمت پیری کی تمنا محروم

رند

سنتے ہی پیر خرد سے دہین فی الفور کیا — اسکی شوکت مین زبان سے اسی مطلع نے ظہور
آستانے کا ترے ناصیہ سا ہے فغفور — ہیچ ہے ہمت حاتم تری ہمت کے حضور

غیبت سے تکلم کی طرف التفات کی مثال

ان اشعار مین مثنوی طلسم الفت مصنفہ قلق کے۔

میرا بیش نگاہ حال رہے — واری اتنا ذرا خیال رہے
کہ یہ مان گور کے کنارے ہے — بے سہارے ہے بے سہارے ہے
تجکو تو لائے گا خدا پھر یان — مین یہان چند دن کی ہون مہمان

اول غائب فرض کرکے یہ کہا گیا کہ یہ مان گور کے کنارے ہے اور بے سہارے ہے پھر متکلم کی طرف التفات کرکے یہ کہا کہ مین چند دن کی مہمان ہون۔

ایضاً

تم سے اُمید یہ نہ تھی بیٹا — مان پہ کچھ رحم بھی نہین آتا
سہ سکون گی مین داغ فرقت کا — کیا نتیجہ یہی ہے الفت کا

اول مان کو غائب فرض کرکے کہا مان پر رحم نہین آتا پھر اُسی کو متکلم قرار دیا اور کہا کہ کسطرح داغ فرقت سہ سکون گی۔

غالب

جنس بازار معاصی اسد اللہ اسد — کہ سوا تیرے کوئی اُسکا خریدار نہین
شوخی عرض مطالب مین ہے گستاخ طلب — ہے ترے حوصلہ فیض پہ ازبسکہ یقین

دے دعا کو مری وہ مرتبہ حسن قبول
کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمین

میر

تھا کتے کا بچہ اک درویش پاس — پاش و بود اُسکی تھی مجھ درویش پاس

انیس

تم یہ کرتا ہی حسینؑ آخری حجت کو تمام | پسر مصحف ناطق ہون سُنو مجھ سے کلام

دبیر

لاشے سے پسر کے نہ جُدا ہوئے گی مادر | انکھیون کی تمنا جس بِن بین رہینگے علی اکبر

تکلم سے غیبت کی طرف التفات کی مثال

قلق

مجھکو اب رو کیے نہ ای خوش ذات | کہ خدا کو بُری لگے گی یہ بات
یہ بھی تھا خانہ زاد کا مقدور | کہین جائے بغیر حکم حضور

ہوس

جاتا نہین مجھسے غم کا آزار | تو جان کہ مرچکا یہ بیمار

سود

کعبے کو نہ پوجون مین ہنرمندون کے ہوتے | اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے

شہید

مری اولاد سب اکبار مرے | یہ حلیمہؓ جگر افگار مرے

ذوق

خسروا مین جو کہون سب ترے اوصاف نکو | تو سدا منھ سے مرے پھول جھڑین یا گوہر
ذوق کرتا ہے دعا ئیہ یہ اب ختم سخن | تا کہ ہو سنگ سے لعل آب سے پیدا گوہر

میر

ابکے جو ترے کوچے سے جاؤنگا تو سنیو | پھر جیتے جی اس راہ وہ بدنام نہ آیا

انشا

نہ تو کچھ دین سے بہرہ نہ مجھے دُنیا سے | سُن لے اس بندۂ انشا کی بھی ای میرے حق

انیس

صغرا نے کہا آپکی باتون کے مین قربان | تم جان بجا لو کہ مین لونڈی ہون پھوپھی جان
جیتی ہو علی کی مری مشکل کرو آسان | جیتی رہی صغرا تو نہ بھولے گی یہ احسان

سودا

خصوص مین کہ معقد ہی یہ مری خاطر — کہ ہر گرہ مین ہزارون ہین جون انار گرہ
بس اب بتا کہ اس اجھیڑے کی سوا تیرے — کھلا دے کس کنے جا کر وہ خاکسار گرہ

برق

اسی بہانے سے پوچھا تو جاؤ نگا ای برق — ہزار شکر کہ بندہ گنا ہگار رہوا

تکلم سے خطاب کی طرف التفات کی مثال

مومن

رکھے مجھکو جیسا مین اُس کو عزیز — نہ معشوق و عاشق مین ہووے تمیز
مہیا ہون عشرت کے سامان سب — نکالے مرے دل کے ارمان سب
بس اب چُپ کہ مومن دعا ہو چکی — بہت زاری و التجا ہو چکی

اول کہا گیا کہ مجھکو یہ بات نصیب ہو اور میرا یہ ارمان نکلے پھر خطاب کیا گیا اور کہا گیا کہ چپ رہ

وہ شوخ نوکا ہے کو چلا آیگا ہم تک — زندا گر ہو سکے تو پہونچ تو ہی اُسکے قدم تک

نطق

چاہتا ہون مین ترا قرب جوار حق مین — اے تو امید بر آری مین زمانے مین مثل
روزنون سے جو چھنے نور وہ مجھپر تیرے — اپنے ہمسایے مین دنیا کوئی جنت مین محل
نطق رکھو خامہ بس اب ہاتھ سے تسبیح اٹھا — ختم بالخیر علے سیدنا احمدؐ صل

ان اشعار مین پہلے متکلم بنکر یہ کہا گیا کہ مین ایسا چاہتا ہون کہ یون ہو اور وون ہو پھر اُسی ذات کو حاضر فرض کر کے خطاب کیا کہ بس قلم ہاتھ سے رکھدے۔

خطاب سے تکلم کی طرف التفات کی مثال

انشا

اب دعائیہ پہ کر ختم قصیدہ انشا — کہ بٹھانے تجھے مضامین بہت شاق آتش
پاسبانی کرو تم میرے متاع دین کی — کہین ایسا نہووے چھکے سے سُراق آتش

اولاً خطاب کیا کہ قصیدے کو دعا پر ختم کر پھر متکلم بنکر عرض کیا کہ میرے متاع دین کی پاسبانی کرنا۔

انشا

بس اب دعا پہ کر انشا اس قصیدے کو ختم / الٰہی اُس سے نزاکت رہے سدا غلط بٹ
مدام عقدہ کشا رکھ اُسے زمانے میں / اُسی کے ہاتھ رہے میرے دل کی سلجھاوٹ

محسن

محسن اب کیجیے گلزار مناجات کی سیر / کہ اجابت کا چلا آتا ہے گھرتا بادل
سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے افضل / میرے ایمان مفصل کا یہی ہے مجمل

خطاب سے غیبت کی طرف التفات کی مثال

مومن

مومن اب ختم کر دعا پہ سخن / تا کجا لا فہائے طولانی

اس شعر میں خطاب ہے مومن کی طرف دو شعر کے بعد مومن غائب فرض کیا گیا کہتے ہیں۔

ترا اقبال روز افزوں ہو / جیسے مومن پہ لطف رحمانی

ناسخ

مسیحا بہر بیعت آئے گا چرخ چہارم سے / نہیں موسیٰ سے کم رتبہ ترے جلوے کے بیخود کا
جو نزدیک اُس سلیمان زمان کا دور آئے گا / بیابانوں میں ہوگا ایک مسکن دام اور دد کا

حالی

اے نازش برطانیہ اے فخر بزرگ / اے ہند کے گلے کی شان ہند کی قیصر
یہ سچ ہے کہ فاتح کوئی تجھ سا نہیں گذرا / محمود نہ تیمور نہ دارا نہ سکندر
تسخیر فقط اگلوں نے عالم کو کیا تھا / اور تو نے کیا ہے دل عالم کو مسخر
بندا اپنے فرائض سے مسلمان ہیں نہ ہندو / معمور مساجد ہیں تو آباد ہیں مندر
بجتا ہے فقط چرچ میں اتوار کو گھنٹا / سنکھ اور اذان گونجتے ہیں روز برابر
گو نسبت قیصر سے ہے ہر قوم کو افتخار / احسان مگر اسلام پہ ہیں اس کے فراتر

مثنوی سعدین

سُن تو رے دل میں کیا سمایا ہے / تو نے کس بات پر دھرایا ہے
جب ہی آنکھوں میں تیری ہی چھائی / نہیں دیتا ہے تجھکو دکھلائی

بعد اسکے مخاطب کو غائب کے ساتھ تعبیر کرنا شروع کیا۔

ہاتھ ٹوٹین جو مجھکو ہاتھ لگائے
انچھیان رے تو میری جھتی کھائے
ٹوٹے اُس پر ستم جو نوچے ہمین
وہ اُجڑ جائے جو دبوچے ہمین

تنبیہ تعریف التفات مین جو وحدانیت مخاطب کی قید لگائی ہے یعنی ہمنے جو شرط کی ہے کہ مخاطب واحد ہو اس سے غزلیات اس قاعدے سے خارج ہو گئین خواہ پہلی بیت مین خطاب ہو اور دوسری مین غیبت اور تیسری مین تکلم یا اس کے برعکس وجہ خروج کی یہی ہی کہ مخاطب ایک نہین ہوتا۔ مثلاً۔

مومن

غیر کو سینہ کے ہے سیم بر دکھلا دیا
تمنے کیا کچھ کسکو اتنی بات پر دکھلا دیا
زرد مُنھ دکھلا دیا غم کا اثر دکھلا دیا
آج ہمنے اُسکو اپنا زور و زر دکھلا دیا
صُبح سے تعریف ہے صبر و سکون غیر کی
کسنے شب مجھکو تڑپتے بیش و در دکھلا دیا
موت کے صدقے کہ وہ بے پردہ آئے لاش پر
جو نہ دیکھا تھا تماشا عمر بھر دکھلا دیا

پہلی بیت مین خطاب ہی اور دوسری اور تیسری بیت مین تکلم ہی اور چوتھی بیت مین غیبوبت ہے اور تکلم بھی ہے۔

امیر مینائی

گلشن مین سرو فوج مین مشل نشان رہے
عالم مین سر بلند رہے ہم جہان رہے
حاتم کا داستانون مین ابتک ہی تذکرہ
وہ کام کر کہ نامورون مین نشان رہے

پہلے شعر مین تکلم ہی اور دوسرے شعر مین خطاب ہے۔

الفت

مجھے کیون نہ آوے ساقی نظر آفتاب اُلٹا
کہ پڑا ہے آج خم مین قدح شراب اُلٹا
یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قربان
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا
کھڑے محیب ہو دیکھتے کیا مرے دل اُجڑ گئے کو
وہ گنہ تو کہدو جس سے یہ وہ خراب اُلٹا

پہلے شعر مین تکلم ہی اور دوسرے شعر مین غیبوبت ہی اور تیسرے شعر مین خطاب ہی۔
غزل مین اکثر یہ ہوتا ہی کہ پہلے ایک شخص کو خطاب کرتے ہین پھر دوسرے کو جو مخاطب ہی غیبت سے یاد کرتے ہین ہان اگر مخاطب ایک ہو تو وہ اشعار غزل کے بھی التفات کے قبیل سے ہونگے اور خلاف

مقتضائے ظاہر سمجھے جائینگے۔ بعض اہل فن کے نزدیک التفات یہ بھی ہی کہ مضمون تمام ہوجائے پھر تمثیل یا دعا کے ساتھ اُسے ختم کرین۔ مثال اول۔

سودا

گالی نہین بے بوسہ مرے دل کو گوارا	جھوٹا کوئی کھاتا ہی تو میٹھے ہی کے لالچ

مثال دوم۔

ذوق

کتنے ہین آج ذوق جہان سے گذر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

مصرع دوم بیت اول مین اور خدا مغفرت کرے بیت دوم مین التفات ہی مگر خان آرزو موہبت عظمے مین اسکے التفات ہونے سے انکار کرتا ہی۔

(۳) معنی مستقبل کی ماضی کے ساتھ تعبیر

یہ بھی خلاف مقتضائے ظاہر سے ہے کہ معنی مستقبل کو ماضی کے ساتھ تعبیر کرین اور اس سے اس بات پر تنبیہ ہوتی ہی کہ اس معنی کا وقوع متحقق ہی جیسے مہر کے قول مین۔

آج یہ جوبن گیا یا کل گیا	اے مہ خورشید رو دن ڈھل گیا

یعنی آج یہ جوبن جائیگا یا کل جائیگا۔

منشی

ذرا تاب جنبش نہین اب مجھے	درندون نے چھوڑا بھلا کب مجھے

یعنی درندے بھلا مجھے کب چھوڑینگے۔

نظام رامپوری

عادت ہی ہوگئی ہی اُنکی نظام کچھ اور	اُس بزم سے عدو بھی اب صبح و شام نکلا

غالب

یون ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہان	دیکھنا ان بستیون کو تم کہ ویران ہوگئین

یعنی تم ان بستیون کو دیکھنا کہ ویران ہوجائینگی۔

حالی

دل آباد صفت ہے ہنران ۔ ہو چکا خانۂ ہنر معمور سا

یعنی خانۂ ہنر آباد نہ ہوگا۔

منشی ہیرالال شُہرت

جانا بھی کوہی عدم آباد کی طرف ۔ جو آج رہ گیا تو مقرر وہ کل گیا

میرحسن

کوچے سے اپنے ہمکو اٹھاتا ہی جلد کیون ۔ گو آج ہم گئے نہ گئے پر سویو کل گئے

ہوس

جب اپنی حدود پر مین آیا ۔ دیکھے گا کہ فتنہ پھر اُٹھا یا

داغ

مجھ گنہگار کو جو بخش دیا ۔ تو جہنم کو کیا دیا تو نے

کبھی روایات وحکایات گذشتہ مین صیغۂ حال کو استعمال کرتے ہین جیسے فاتح بنگالہ محررہ دیوان کشن گوپال شیدا کی یہ عبارت غنیم ابتک منگیر کا محاصرہ کیے ہوے ہے ٹوڈرمل ابھی تک عقلمندی سے قلعہ کو بچائے ہوے ہین اندرناتھ روز بروز کامیابی حاصل کر رہا ہے جب کبھی موقع پاتا ہے اپنے سوارون ہی سے دشمن کو پریشان کردیتا ہے جہان کہین غنیم کی تھوڑی فوج سُن پاتا ہے مہاراجہ کی اجازت لے کر بیخبر اُس پر جا پڑتا ہے قبل ازانکہ کمک پہونچے اُن کو تباہ کر کے قلعہ مین آجاتا ہے اس طرح متواتر زکین پاکر دشمن گھبرا اُٹھے ہین قلعہ مین نئے افسر کی جنگی لیاقت۔ حوصلہ اور جوانمردی کی ہر طرف تعریفین ہوتی ہین غرضکہ روز بروز اندرناتھ کی بہادری مشہور ہوتی جاتی ہے۔

دبیر

رو کے فرماتے ہین یہ فوج ستمگار سے شاہ ۔ ذبح ہونگی مجھے عید ہی خالق ہی گواہ

رو کے فرماتے ہین کہا اور درحقیقت یون چاہیے تھا رو کے فرماتے تھے۔

(۱۴) ضمائر مین وحدت وجمعیت کا اختلاف

مقتضائے خلاف ظاہر کی قسم سے یہ بھی ہی کہ ضمائر مین وحدت وجمعیت کا اختلاف کرین

مقتضاے ظاہر کے موافق تو یہ ہے کہ جب ایک قسم کی دو ضمیرین برابر واقع ہون تو وحدت اور جمعیت مین مطابقت ہو اور اختلاف کرنا مقتضاے ظاہر کے خلاف ہی جیسے۔

اختر

دل وجان سے فدا تھا جو تجھ پہ صنم گیا عشق مین وہ سوے ملک عدم
بھلا اور کا شکوہ تو کیا کرین ہم مرے مرنے کا تجھکو بھی غم نہ ہوا

مرزا فخر دہلوی رمز

مجھسے کی پہلو تہی بے دردنے جس روز سے | درد پہلو مین ہمارے دم بدم پیدا ہوا

میر

قدر والا تمھاری ہے معلوم | خلق خادم ہے اور تو مخدوم

سوز

سر مشق ظلم تمنے کیا مجھکو واہ وا | تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا

انیس

بولا وہ اشہد باللہ بجا کہتے ہین شاہ | محسن و منعم و آقا ہے مرا وہ ذیجاہ

ایاز

قاتل نے لگایا نہ مرے زخم پہ مرہم | حسرت یہ رہی جی ہی کی جی مین گئے مرہم

اسی قبیل سے ہی۔

دبیر

اکبر نے کہا صبر کرو اے شہ عالم | ہم آپکی آغوش مین مہمان ہین کوئی دم
بندے کو تو کچھ مرگ جوانی کا نہین غم | افسوس کہ حضرت ہو بے مونس و ہمدم

ایک مصرع مین اپنی نسبت ہم اور ایک مصرع مین بندہ جو بمنزلے مجھکو کے ہے استعمال کیا ہے اگر غزلیات مین مختلف شعرون مین ایسا ہو تو وہ مقتضاے ظاہر کے خلاف نہ سمجھنا چاہیئے جیسے۔

غالب

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی | مری وحشت تری شہرت ہی سہی

دوسری بیت مین کہتے ہین۔

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے	کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

(۵) ضمیر بے مرجع

ضمیر بے مرجع ذکر کرنا بھی خلاف مقتضائے ظاہر کے اقسام سے ہے جیسے۔

ناسخ

واہ کیا حسن ہے بال اُسنے لپیٹے سر سے	خوشنما ایسے نہ دیکھے کسی دستار کے پیچ

غالب

وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے	کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

دونون شعرون مین ضمائر غائب کا مرجع کوئی نہین اور یہ غزلیات مین کثرت سے واقع ہے اور یہ اسوجہ سے ہے کہ مرجع ایسا مشہور ہوتا ہے کہ سامع کا ذہن اُسکے غیر کی طرف منتقل نہین ہو سکتا یا متکلم کے ذہن مین مرجع حاضر ہوتا ہے اُسی کی طرف خطاب کرتا ہے۔

(۶) اضمار قبل الذکر

کبھی ضمیر غائب اپنے مرجع سے مقدم آتی ہے اور اس مین خاص نکتہ یہ ہے کہ جب مخاطب یا سامع ایک ضمیر سنتا ہے تو وہ متردد ہو جاتا ہے کہ مرجع اس کا مذکور نہین اور جب مرجع سن لیتا ہے تو نفس کو ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ انتظار کے بعد جب ایک چیز حاصل ہوتی ہے تو زیادہ تر لذیذ ہوتی ہے۔

غالب

دیا ہے اور کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے	بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لیے

اُسے کا مرجع تجمل حسین خان ہے۔

جرأت

کیا کیا اُسے دیکھ آئے ہو جرأت ہمین حسرت
مایوس جو پھر آتا ہے پیغام بر اپنا

اُسے کا مرجع پیغامبر ہے۔

ناسخ

نام اُسنے جو سُنا عشق کی بیماری کا | میرے در پر سے پھرا آکے مسیحا اُلٹا

اُسنے کا مرجع مسیحا ہے۔

ذوق

واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو | جبکہ ہو اُسکی نوید غسل صحت جانفزا
وہ ولی عہد زمان مرزا محمد بو ظفر | اُسکی قوت گر ضعیفون کو بنائے واقویا

راوی

اُس سے نہ ملے بوسہ وہ آغوش مین آئے | منحوس کمر سے ہے زیادہ دہن اُس کا

احسان دہلوی

بل مین مریض وہ کرے دم مین شفا یہ ذرے نہ مجھے | آہ وہ چشم مے پرست واہ وہ لعل بادہ نوش

واجد علی شاہ

ساقی اُسی سے رکتے ہین شمشیر غم کے وار | جام شراب سے کوئی بڑھکر سپر نہین

ذوق

وہ کہے صلّ علیٰ یہ کہے سبحان اللہ | دیکھین مکھڑے پہ جو تیرے مہ فخر سہرا

ولہ

یہ تو یون مضطرب و رسینے مین لاکھون سوزن | جی کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہمکو

مصحفی

مرے دم اُلٹنے کی جو خبر اُسکو دی کسی نے | وہ ہین نیم رہ سے قاصد بصد اضطراب اُلٹا

سودا

گریہ پہ یان اُسکو کب تماشا ہم کو چشم زخم سا یارو | رکھے ہے ڈھب ہمارا دیدۂ خونبار رونیکا

ناسخ

ہوون مین دست نگر اُسی کا ہر دم | مین خلق گدا ہوون شاہ قاصد

نواب کلب علیخان

خوشبو ہو یارب اُسکی تو اُسکا سر ہو | پیدا کر ایسی شئے کہ ہم ہون گل و شراب

وزیر

جنبش اُدھر اُسکو ہی تو گردش اِدھر اسکو | ابرو ہی کہ شمشیر سپر ہے کہ بھری آنکھ

آتش

یار کو دیکھینگے پہنا کے شب مہ مین اُسے | ملگیا کوئی اگر پھولون کا گہنا بہتر

کبھی اضمار قبل الذکر کراہیت طبع کی وجہ سے ہوتا ہی جیسے۔

میر

مین گریبان پھاڑتا ہون وہ سلا دیتا ہی میر | خوش نہین آتی نصیحت گر کی غمخواری مجھے

چونکہ طبیعت کو ناصح سے کراہیت تھی اس واسطے اس کا ذکر موخر کیا۔ اور اسی قسم مین داخل ہے یہ بھی۔

لمولفہ

ہے بجا اسکی جا رکھون سل کو | چیر سینے کو پھینکدون دل کو

دل کے واقعات سے چونکہ قائل آزردہ ہے اسلیے اُسکے ذکر کو مؤخر کیا۔

یونس

یہ حیات مین ہی دشمن وہ پس ممات دشمن | نہ کم آسمان زمین ہے نہ زمین کم آسمان ہے

چونکہ قائل آسمان و زمین کی دشمنی سے دل مین کبیدہ ہے اس لیے ان کے ذکر کو مؤخر کیا۔

مومن

وہ ہے خالی تو یہ خالی یہ بھرے تو وہ بھرے | کاسۂ عمر عدو حلقۂ آغوش ہوا

عدو سے چونکہ طبیعت ناراض ہی اسلیے اُسکی عمر کے ذکر کو مؤخر کردیا ہے اور حلقۂ آغوش کا مؤخر کرنا صرف پہلے نکتے کی وجہ سے ہی۔

(۷) استطراد

استطراد بھی خلاف مقتضاے ظاہر کی قسم سے ہے اسکے معنے یہ ہین کہ ایک کلمے کو ازدواج کی وجہ سے ذکر کرنا اس حیثیت سے کہ مطلب مین اُسکا دخل نہو جیسے۔

ہوس

اُلفت کا ہے جرم تیری گردن | در پے ہین ہزار دوست دشمن

دشمن در پے ہوتے ہین دوست کا لفظ استطراداً واقع ہوا ہے۔

تمکین

نکل جاونگا دیس پردیس ہین	اتیت اور جوگی کے ہو بھیس مین

پردیس مین نکلتے ہین دیس کا لفظ استطراداً ہے۔

عشقی

اٹھی اور دکھی بہت رزم و بزم	ہراب اٹھیئے سہراب و رستم کی رزم

چونکہ سہراب و رستم کی رزم دکھانا منظور ہے اسلیے پہلے مصرع مین رزم ہی کا ذکر کافی تھا مگر استطراداً بزم کا ذکر بھی کر دیا۔

مصحفی

یہ افسر ہے بنایا ہوا سبب آشنا کا	کہ بزم و رزم مین ہے پائے تخت وہ یکتا

بزم ہر مجلس عموماً مجلس عیش و نشاط خصوصاً یہان لفظ رزم استطراداً واقع ہوا ہے مقصود صرف مجلس ہے جسکے لیے لفظ بزم کافی ہے۔

آزاد

شغل مین اپنے ہر اک شخص تھا مشغول یہان	چُننا تھا راحت و آرام کے پھل پھول یہان

پھل کا لفظ استطرادً ہے کیونکہ چُننا پھول مین مستعمل ہوتا ہے نہ پھل مین۔
یہ بھی کمال پرہیز پر دلالت کرتا ہے چنانچہ کہتے ہین کہ ہم اسکے بھلے برے کے ذمہ دار نہین" مدعا مخاطب کا اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ ہم اُس کی برائی کے ذمہ دار نہین اور کمال پرہیز کی راہ سے بعد یا کہ ہم دونون صورتون مین خواہ بھلا ہو خواہ برا ضامن نہین ہین حالانکہ بھلائی کی ذمہ داری ہر کوئی کر سکتا ہے لیکن یہان یہ امر جتانا منظور ہے کہ جب ہم نیک کے ذمہ دار نہین تو بد کے کیون بنے لگے اور بھلا زائد بے صرف برے کے مقابلے کے لیے واقع ہوا ہے تاکہ زوجیت بھلے برے کی حاصل ہو جائے۔

انشا

تاکہ مشغول عبادت رہے انشا اتنا	ضائع اوقات کو کھویا نکرے حق ناحق

حق لفظ ناحق کی زوجیت کے لیے استطراداً واقع ہوا ہے

(۸) کلام کو برخلاف مراد قائل کے حمل کرنا

خلاف مقتضائے ظاہر کے اقسام مین سے ایک یہ بھی ہے کہ کلام کو برخلاف مراد متکلم کے حمل کیاجائے بشرطیکہ وہ حمل کرنا صحیح ہو اور حمل کرنیوالے کا مدعا یہ ہو کہ اگر اس کلام کے یہ معنے تمھارے نزدیک ہون تو بہتر ہے۔

مثنوی قضا و قدر

اُسنے کہا آپ کا تکیہ کدھر — بولے کہ تکیہ مرا اللہ پر

سائل کی مراد تکیے سے وہ مکان ہے جس مین فقرا رہتے ہین اور مخاطب تکیے کو بھروسے پر حمل کرتا ہے اور قرینہ صارفہ اس مین اللہ پر ہے یعنے ہم اللہ پر بھروسا رکھتے ہین جہان اُسنے رکھا وہین پڑ رہے جبکہ ہمارا بھروسا اللہ پر ہے تو رہنے کے لیے مکان کیون مقرر کرین کیونکہ اس صورت مین اللہ پر سے بھروسا اُٹھ جائیگا اور حق یہ ہے کہ یہ قاعدہ صنعت ایہام سے ماخوذ ہے جسکا بیان صنائع معنوی مین آئیگا۔

(۹) قلب

اسکی دو۲ قسمین ہین ایک قلب مُطّرِد اور وہ قلب صفت و موصوف کا ہے اگرچہ موصوف کا حق یہ ہے کہ مقدم ہو کیونکہ وہ متبوع ہے مگر زبان اُردو مین فصیح یہ ہے کہ صفت متقدم ہو بس چالاک گھوڑا کہنے مین جو لُطف ہے وہ گھوڑا چالاک کہنے مین نرہےگا۔

مہر

سیہ چوٹی زر افشان بانگ سبز اسپر دوشالا — تماشا ہے پر طاوس نے کالے کو پالا ہے

نشتی

کواکب ہین سب اس سخن کے گواہ — کہ مشعلچی اُسکا ہے رخشندہ ماہ

سودا

تار نگہ مین اُسکی کیونکر پھنسے نہ یہ دل — آنکھون نے جسکی لاکھون وحشی غزال باندھے

دوسرا قلب شاذ اور وہ کم مستعمل ہوتا ہے جیسے غالب کے اس شعر مین۔

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا — دل جگر تشنۂ فریاد آیا

جگر تشنہ بمعنے تشنہ جگر یعنے آرزو مند مطلب یہ ہے کہ دیدۂ تر کی یاد نے پھر دل کو

فرہاد کا آرزومند بنا دیا۔

شایان

ہوئی ہر طرف فوج رنج و الم	ہوا دور ارجن پسر کا بھی غم

یعنے پسرارجن کا۔

حسرت

قصاب پسر کہ اُسپر ہے جان فدا	افسوس کہ اُسنے بن چھری ذبح کیا

نشاط

بنا سینہ وہ فوراً خاک تودہ	ترے تیر نگہ نے جس کو تاکا

ناسخ

جان دین کیونکر نہ اُس مطرب پسر کے عشق مین	تال کا سُننا ہماری جان کو سم ہوگیا

نکتہ عامہ ترکیب قلب مین یہ ہے کہ جب کلام دوسرے اسلوب پر اور ترکیب تازہ کے ساتھ لایا جاتا ہے تو سُننے والے کو کسی قدر نشاط حاصل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ارجن پسر۔ قصاب پسر اور مطرب پسر بہ نسبت پسرارجن پسر قصاب اور پسر مطرب کے اور شکرین لب بہ نسبت لب شکرین کے زیادہ دلچسپ ہین۔

کبھی قلب سے تعقید پیدا ہوجاتی ہے جیسے غلام سرور کے اس قول مین سے ؎

مرے سینے مین کردو نقش تم اسم محی الدین	کہ روشن ہو تمھارے نام سے دل کا نگین میرا

یعنی میرے دل کا نگین تمھارے نام سے روشن ہو پس مقصود بالتمثیل دل کا نگین میرا ہے۔

ذوق

نطق شیرین سے ترے عام حلاوت ہو گر	ثمر تلخ ہو خنظل کا سبوے شربت

یعنی شربت کا سبو خنظل کا ثمر تلخ ہوجاے مقصود بالتمثیل ثمر تلخ خنظل کا ہے۔

(۱۰) تجرید

تجرید کے معنی یہ ہین کہ ایک کلمے کو معنون سے مجرد کرکے پھر وہی معنی زیادت الیضاح کے واسطے دوسرے کلمے مین ذکر کرین جیسے تعظیم کرنا۔ تعظیم کے معنی کسی کو بڑا جاننا ہین جب تعظیم خود مصدر ہے تو اُسکے بعد کرنا کہ مصدر ہے کہنا داخل تجرید ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جزو معنی کی تاکید ہو۔

ناسخ

کرے گا جب کہ وہ اتمام اگر حجت حق کو ۔ زمانے مین رہے گا نام ملحد کا نہ مرتد کا

اتمام کہونگا مین تجرید ہے۔

ہوس

واکرکے در خزینہ فے الحال ۔ انعام کیا جو تھا زر و مال

انعام کیا مین تجرید ہے۔

ولہ

رمال و نجومیون کو بُلوا کے ۔ خلعت دیے اُن کو از سراپا

سراپا خلعت کو کہتے ہین اور تمام کے معنے مین بھی آیا ہے یعنے اول سے آخر تک اور خلعت بکسر اول اُن سلے ہوے کپڑون کو کہتے ہین جو اُمرا اور ملوک دوسرے شخصون کو بخشین اور وہ کم تین کپڑون سے نہین ہوتے اور ظاہر ہے کہ سر سے پاؤن تک کے کپڑے اُس مین ہوتے ہین پس شاعر نے خلعت کے معنے مین تجرید کی اور صرف امیرانہ کپڑے اُس سے مراد لے کر دوسرے معنی لفظ از سراپا مین ذکر کیے۔

کبھی جمع کے صیغے کو مجرد کرکے پھر جمع اسکی بناتے ہین جیسے۔

حسن مولف سمجھ بوجھ

ساکنون کو کرد ے صاحب تاج ۔ شہنشاہون کو کردے دم مین محتاج

ولہ

اپنے اعمالون سے گرما یوس ہون ۔ غم نہین کچھ غوث کا پابوس ہون

شیخ نیاز علی نجنر

بھرتے کرتی ہین یہ ساری حوریان ۔ آج نزہت پر ہے کیا باغ جنان

حور جمع حورا کی ہی اُسکو مجرد کرکے جمع بنائی ہی۔

ناسخ

غلمان و حوریان ہین تصور مین بیشمار ۔ ہے روبروے وسعت دل منظر بہشت

انیس کے اس مصرعہ مین بھی یہی بات ہی مصرعہ گرتے تھے طیوران ہوا کھولے ہوے پر

طیور جمع عربی ہے اُس کو مجرد کر کے فارسی کے طور پر جمع بنائی ہی جیسے حکیم حاذق کے شعر مین۔ سہ

بدام زلف تو گہ آدمی گہ ملک	گہے وحوش گرفتار گہ طیور انند

اسی قبیل سے میر حسن کے شعر مین طیورون ہی۔

وحوش و طیورون تلک بے کل	پڑے آشیانون سے اپنے نکل

فائدہ اگرچہ اس چمن مین خلاف مقتضاے ظاہر کی بحث اُتنی ہی لانی تھی جتنی مسندالیہ کے حالات سے تعلق رکھتی تھی لیکن کئی باتین اس مقام پر ایسی بھی بیان کردی گئین جو مسندالیہ کے حالات سے نہین ہین اور اس طرح خلاف مقتضاے ظاہر کے اکثر مباحث ایک جگہ جمع ہوگئے اسی طرح چمن اول کے بعض مباحث مین بعض بعض مثالین ایسی لکھدی گئین ہین کہ اُن کا تعلق مسندالیہ سے نہین ہے لیکن مناسب موقع سمجھ کر ایسا کیا گیا ہے کہین اشارہ کردیا ہی اور کہین ناظرین کے فہم پر اعتماد کر کے اشارہ نہین کیا ہی اور غرض اس سے یہ ہی کہ ہر مطلب کے حالات پر بخوبی روشنی پڑجائے۔

تیسرا باغ مسند کے احوال مین

مسند جسکی تعریف اوپر ہوچکی یعنے وہ کلمہ جو مسندالیہ کی طرف منسوب ہو وہ یا اسم ہوگا یا فعل کے اقسام سے اگر اسم ہوگا تو یہ بات معلوم ہوگی کہ یہ صفت مسندالیہ کی ذات مین ثابت ہے جیسے زید کھڑا ہے اس سے پایا گیا کہ زید مین کھڑے ہونے کی صفت ثابت ہے اور اس سے مبالغہ مدح و ذم وغیرہ مین پیدا ہوتا ہی۔

غالب

تاب لائے ہی بنے گی غالب	واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

واقعہ مسندالیہ ہی اور سخت مسند ہی اسی طرح جان مسندالیہ ہی اور عزیز مسند ہی پہلے مسند سے مذمت مین مبالغہ منظور ہے اور دوسرے سے مدح مین۔

امیر اللہ تسلیم

دید کے قابل ہی جوبن سبزۂ رخسار کا	معجزہ ہی سبز ہونا آگ پر گلزار کا

سبزۂ رخسار کا جوبن مسندالیہ ہی اور دید کے قابل مسند ہی اور گلزار کا آگ پر سبز ہونا مسندالیہ

اور معجزہ مسند ہی اور دونون جگہہ مدح مین مبالغہ منظور ہے۔

حالی

ہین سراسر فریب و وہم و گمان	تاج فغفور و تخت خاقانی
لفظ مہمل ہے نطق اعرابی	حرف باطل ہے عقل یونانی
ایک دھوکا ہے لحن داؤدی	اک تماشا ہے حسن کنعانی

مصرع اول مین فریب و وہم و گمان مسند ہین اور تیسرے مصرع مین لفظ مہمل مسند ہے اور چوتھے مصرع مین حرف باطل مسند ہے اور پانچوین مصرع مین دھوکا مسند ہے اور چھٹے مصرع مین تماشا مسند ہے اور اگر فعل ہوگا تو یہ بات معلوم ہوگی کہ صفت مسند الیہ مین پہلے نہ تھی اب موجود ہوگئی جیسے زید سو گیا اس سے ظاہر ہی کہ پہلے جاگتا تھا اب سو گیا۔

آتش

ہزارون حسرتین جاوینگی میرے ساتھ دنیا سے	شرار و برق سے بھی عرصۂ ہستی کو کم پایا

اس سے ظاہر ہی کہ حسرتین پہلے نہین گئی تھین اب جاوینگی اسی طرح عرصۂ ہستی کو پہلے کم نہ پایا تھا اب پایا ہی۔

امیر

نہال عشق کو رو رو کے ہم سرسبز کرتے ہین	نہین آنکھین یہ دو نہرین ہین اپنے گلشن دل کی

اس سے ظاہر ہی کہ نہال عشق کو آگے سرسبز نہین کیا تھا اب کرتے ہین۔

برق

دیکھ لین ہم بھی کہ دل لیتا ہی کیونکر کوئی	ہان اشارہ کرے وہ چشم فسونگر اپنا

دیکھ لین مسند ہی ہم مسند الیہ۔ دل لیتا ہی مسند ہی اور کوئی مسند الیہ اور کرے مسند ہی اور چشم فسونگر مسند الیہ۔

الحاصل مسند اقسام مذکورۂ بالا سے خواہ کسی قسم کا ہو جتنی قیدین اُس مین بڑھائی جائینگی اُسی قدر زیادہ خصوصیت پیدا ہوگی اور یہ بات نہایت مستحسن ہی پس اکثر مسند فعل کو اور جو فعل کے مشابہ ہو جیسے اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ۔ اسم تفصیل، مفعول بہ۔ مفعول مطلق مفعول فیہ مفعول لہ۔ مفعول معہ۔ حال۔ تمیز۔ استثناء سے مقید کرتے ہین اور اس سے زیادہ وقوت حاصل ہوتا ہی جیسے اس شعر مین۔

داغ

رُخِ روشن کے آگے شمع رکھکر وہ یہ کہتے ہین ۔ اُدھر جاتا ہی دیکھین یا اِدھر پروانہ آتا ہے

رکھکر فعل بشدوہ ضمیر فاعل مسندالیہ شمع مفعول بہٖ رُخِ روشن بترکیب توصیفی مضاف الیہ آگے ظرفِ مکان مضاف پس مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ یعنی ظرفِ مکان فعل اپنے فاعل اور مفعول بہٖ اور مفعول فیہ سے ملکر جملۂ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ ہوا یہ اسم اشارہ مشارالیہ اُسکا مضمون مصرع دوم کیونکہ جب اسم اشارہ ایسے جملے پر آتا ہے جو شروع مین کاف بیانیہ لفظاً یا تقدیراً رکھتا ہو تو اُسکا مشارالیہ اُس جملے کا مضمون ہوتا ہے پس اسم اشارہ مع مشارالیہ کے مفعول بہٖ ہے ۔ کہتے ہین فعل فاعل اس کا ضمیر مستتر جو مسندالیہ مذکور کی طرف راجع ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہٖ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا دوسرے مصرع مین جانے اور آنیکا فاعل پروانہ بطریق تنازع کے ہے اور اُدھر اور اِدھر ظروف مکان ہین اور دیکھین اگرچہ فعل ہے مگر یہان شک کا فائدہ دیتا ہے اس لیے مجازاً یا تغلیباً حرف شک سمجھا جاتا ہے اور یہی فائدہ حرف عطف سے مقصود ہے اور چونکہ شک مین مبالغہ منظور تھا اس لیے تاکیداً دو حرف شک کو استعمال کیا ۔

امیر مینائی

کہہ رہی ہی حشر مین وہ آنکھ شرمائی ہوئی ۔ ہائے کیسی اس بھری محفل مین رُسوائی ہوئی

کہہ رہی فعل اور حشر مین مفعول فیہ یعنی ظرفِ مکان اور وہ آنکھ ذوالحال اور شرمائی ہوئی حال ہے حال ذوالحال سے ملکر فاعل کہہ رہی کا ہی اور جملہ دوم مقولہ ہی کہہ رہی کا ۔

میر حسن

یہ کہہ اُسنے رو رو اُتارا سنگار ۔ کیا اپنی پشواز کو تار تار

یہ کہہ مین کر جو عطف کا فائدہ دیتا ہے محذوف ہے یعنے یہ کہکر مقصود ہی مطلب یہ ہی کہ اول یہ کہا پھر اُسنے رو رو کر اپنا سنگار اُتارا اور اپنی پشواز کو تار تار کیا اُس نے ذوالحال ہے رو رو حال ہے حال ذوالحال سے ملکر فاعل ہے اوتارا کا سنگار مفعول بہٖ ہی جس کی علامت یعنی لفظ کو محذوف ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہٖ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ ہے اور حرف عطف دونوں مصرعون کے درمیان سے محذوف ہے اپنی پشواز کو بترکیب اضافی مفعول اول کیا فعل ماضی مطلق مشتق کرنے سے ضمیر مستتر اس کی راجع ہے مسندالیہ کی طرف جم

اسکا فاعل ہے تار تار دوسرا مفعول ہے دونون مفعول مل کر مفعول بہ ہوا یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ پہلے مفعول کے بعد علامت مفعولیت کی لاتے ہین اور دوسرے کے بعد نہین لاتے ہین بلکہ دونون کو ملا کر مفعول بہ سمجھتے ہین فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملۂ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف ہوا معطوف معطوف علیہ سے ملکر جملۂ معطوفہ ہوا۔

ذوق

پر کترنے کو جو صیاد نے چاہی مقراض ۔ ہاتھ ملتی بھی مرے حال پہ کیا ہی مقراض

پر کترنے کے بعد کو واسطے کے معنی مین ہے جو بیان علت وسبب کے لیے ہے پس پر کترنے مفعول لہ ہے اور جو حرف شرط ہے صیاد نے فاعل چاہی فعل مقراض مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور دونون مفعولون سے ملکر جملۂ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط ہے اور دوسرا مصرع جزا ہے۔

ظفر

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا ۔ کوئی یان تک اُسے لایا تو ہوتا

کسی نے فاعل اُسکو مفعول بہ سمجھایا تو ہوتا فعل پس فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملۂ فعلیہ ہوا اسی طرح دوسرا جملہ فعلیہ ہے۔

ناسخ

نہا رہے ہین وہ غیرون کے ساتھ گنگا مین ۔ نہائین ہم بھی نہ کیون آنسوؤن کے دریا مین

نہا رہے ہین فعل وہ فاعل غیرون کے ساتھ مفعول معہ گنگا مین مفعول فیہ فعل اپنے فاعل اور مفعول معہ و مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔

سودا

جھینکنا جاڑے کا جو جھینکین ہین ۔ اِک سخن ہے تو لاکھ جھینکین ہین

جھینکنا مفعول مطلق ہے جھینکین کا جھینکنا مضاف ہے اور جاڑا مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول مطلق ہے اور جھینکین ہین فعل حال ہے ہم فاعل مستتر ہے پس فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق کے ساتھ ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔

مثنوی سعدین

چل گئی یان چھری چلی وہ چال ۔ دل بیتاب ہو گیا پامال

چال مفعول مطلق ہے چلی کا جو مسند ہے۔

انشا

نصیحت کا نگوڑا ہر گھڑی کیون پینا پیسے	بڑا دانا جو ہوگی ہین کیون چھوٹون کو دل دہلے

مہر

مثال بت سب سب ہین بے حس یہ دیکھو قہر خدا کی نیندین
یہ جاگے تھے ابتدا ہین کس دن جو سوئے ہین انتہا کی نیندین

دوسرے مصرع مین نیندین سوئے ہین کا جو مسند ہی مفعول مطلق من غیر لفظہ ہے۔

مسند فعلی کی تقیید شرط کے ساتھ

مسند جبکہ فعل یا شبہ فعل ہوتا ہے تو کبھی اسکو جملہ شرطیہ کے ساتھ مقید کردیتے ہین اور اس سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے جو حرف شرط کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین۔ یاد رکھو کہ علماے عربیت کے نزدیک کلام جزا ہے اور شرط کو کلام مین کوئی مداخلت نہین وہ صرف حکم جزا کے واسطے بطور قید کے ہی جیسے دوسرے فضلات پس جو حال ظرف اور مفعول وغیرہ کا ہو وہی اُس کا ہے پس کلام جزا ہی ہے شرط ایک قید ہی بمنزلے حال یا ظرف کے اور وہ کلام جس حالت پر شرط سے قبل ہوتا ہی اُسی حالت پر شرط کے بعد بھی رہتا ہی پس اگر جزا جملۂ خبریہ ہوگی تو شرط کی قید لگنے سے خبریہ ہی رہیگی اور اگر انشائیہ ہوگی تو شرط کے بعد بھی انشائیہ ہی رہیگی اور قید کے بعد جملۂ شرطیہ خبریہ یا جملۂ شرطیہ انشائیہ بولینگے غرضکہ شرط کو جزا مین کوئی دخل نہین ہی وہ ایک قید ہی جزا کے لیے پس اس مثال مین۔

جرأت

گر نہ دیکھونگا تمھین تو اور ہونگا بیقرار	اس مین رسوائی ہی کچھ ملنے مین رسوائی نہین

یہان جزا (اور بیقرار ہونگا) ہی اور یہ جملۂ خبریہ ہی تو مع شرط کے بھی وہی جملہ خبریہ رہیگا۔

غالب

نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ	اگر شراب نہین انتظار ساغر کھینچ

یہان انتظار ساغر کھینچ جزا ہی اور یہ جملہ انشائیہ ہی۔

ولہ

فنا کو سونپ گر مشتاق ہی اپنی حقیقت کا	فروغ طالع خاشاک ہی موقوف گلخن پر

فنا کو سونپ جزا ہی اور یہ جملۂ انشائیہ ہی۔

شائستہ

قدو کاکل کے دلبر کے اگر مضمون باندھو گے		اسے لکھ کر الف اور لام کی تفسیر پر رکھدو	

الف اور لام کی تفسیر پر رکھدو جواب شرط یعنی جزا ہی اور یہ جملۂ انشائیہ ہی۔
نفس شرط اگر جملۂ خبریہ ہو تو حرف شرط اُسپر داخل ہو کر اُس کو مرکب ناقص بنا دیتا ہی اسی طرح اگر جملۂ انشائیہ ہو تو اسکو بھی مرکب ناقص کر دیتا ہے پس یہ دونون قسم کے جملے حرف شرط کے آنے کے بعد خبریت اور انشائیت پر باقی نہین رہتے بلکہ مرکب ناقص بن جاتے ہین جو کلام اور مرکب تام سے خارج ہی اور منطقین کے نزدیک شرط و جزا دونون خبریت سے خارج ہو جاتے ہین کیونکہ حرف شرط دونون کو انکی اصل سے خارج کر دیتا ہی پس ان کے نزدیک حکم جزا کا بھی اعتبار نہین رہتا بلکہ شرط و جزا دونون کا مجموعہ کلام خبری سمجھا جاتا ہے اور دونون مین ملازمت ہوتی ہی پس ذوق کے اس شعر مین۔ ؎

ہوتی گر عقدہ کشائی نہ یداللہ کے ساتھ		ذوق حل کیونکہ مرا عقدۂ مشکل ہوتا	

اہل عربیت کے نزدیک ذوق کے عقدۂ مشکل کے حل ہونیکا حکم یداللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونیکے وقت یا حال مین ہی پس محکوم علیہ ذوق کا عقدۂ مشکل ہے اور حل ہونا محکوم بہ ہی اور شرط کو اس مین کوئی دخل نہین وہ ایک قید ہے محکوم علیہ و محکوم بہ کے حکم کے لیے اور منطقین کے نزدیک ذوق کے عقدۂ مشکل کے حل ہو... ے لزوم کا حکم یداللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونے کے ساتھ ہی پس اس وقت مین محکوم علیہ یداللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونا ہے اور محکوم بہ عقدۂ مشکل کا حل ہونا ہے۔ جملہ شرطیہ مین زمانے کی قید حکم ثبوت اور دوام کا رکھتی ہی اور ماضی و مضارع اپنے معانی کو چھوڑ دیتے ہین جب سورج نکلے گا دن ہے اور جب سورج نکلا دن ہے ان دونون جملون کے ایک معنی ہین مستفاد از موہبت عظمےٰ۔ یاد رکھو جملۂ شرطیہ مین پہلے جملے کو شرط اور دوسرے کو جواب شرط کہتے ہین اور جواب شرط مین ایک حرف جزا کا ضرور آتا ہی اور وہ اردو مین تو ہی جیسے اگر تم آؤ گے تو مین پانچ روپے دون گا اور کبھی اس حرف کو حذف بھی کر دیتے ہین۔

حروف شرط کی تفصیل یون ہے۔
اگر اور گر۔ ایسی چیز کے لیے لگاتے ہین جسکے ہونے یا نہونے کا یقین نہو اگر یقینی ہو تو اگر نہین لگاتے

انیس

گر آنکھ سے نکل کے ٹھہر جائے راہ مین	پڑ جائین لاکھ آبلے پائے نگاہ مین

دیکھو آنکھ سے نکل کے راہ مین ٹھہر جانا یا نہ ٹھہر جانا یقینی نہین اگر یقینی ہوتا تو اگر نہین لگاتے یہی سبب ہے کہ اگر ہمیشہ فعل مستقبل پر آتا ہے اسلیے کہ جو چیز ابھی ظہور مین نہ آئی ہو اُسکے ہونے یا نہونے مین کلام ہوتا ہے۔

میر فخرالدین فخر

اگر یہ شوخ چشم آنکھین لڑائین اپنی آنکھون سے	تماشا پتلیون کا ہم دکھائین اپنی آنکھون سے

آنکھون کا لڑانا اور نہ لڑانا یقینی نہین۔

منشی ریاض احمد ریاض

تو وہ آہو چشم سے جائے اگر گلزار مین	گل ور مین شاخین نکالین نرگس بیمار مین

گلزار مین جانا اور نہ جانا یقینی نہین۔

(۲) ماضی اور حال پر وہان آتا ہے جہان امر یقینی نہو بلکہ ہو جانا یا نہو جانا فرضی ہو جیسے

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی	تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

ذوق

وہ از خود رفتہ ہون جسکی بیخودی نے	خدائی مین اگر ڈھونڈا نہ پایا

حسن

جی اگر اُس سے لگا یار شک سے دل جل گیا	دل اگر اسکو دیا دل ہاتھ سے جاتا رہا

آتش

کام ہمت سے جوانمرد اگر لیتا ہے	سانپ کو مار کے گنجینۂ زر لیتا ہے

(۳) کبھی اگر کو یقین کے محل پر لاتے ہین مگر شک کا ادعا بھی بسبب نارسائی اور حسرت بسیار کے موجود ہوتا ہے جیسے۔

ہمنشین گر مری یہ شب کٹ جائے	تو مین جانو نگا اک پہاڑ کٹا

شب کا کٹ جانا یقینی ہے مگر درازی شب کی وجہ سے عاشق کو حسرت مایوسی پیدا ہوئی اس لیے ایسا کہا۔

مثنوی یوسف وزلیخا

اگرجان ہے ترے غم مین سراہی	دگردل ہے سدا انجہر شیدا

جان کا اور دل کا ہونا یقینی ہے مگر چونکہ معشوق کا وصل حاصل نہین ہوتا تھا اس لیے حسرت بسیار کی وجہ سے ایسا کہا۔

ذوق

پھر اگر آسمان تو شوق سے تیرے ہی گردان	اگر خورشید نکلا تیر اگرم جستجو نکلا

مخاطب خداے تعالےٰ ہے اور یہ دونون امر اگرچہ یقینی مین مگر قائل نے اپنی نارسائی کی وجہ سے اگر شرطیہ کے ساتھ ذکر کیا اور یہ مطلب صوفیہ کے مذاق کے موافق پورا ہوتا ہے کیونکہ وہ ہر شے مین باری تعالیٰ کا عشق مانتے ہین پس کسی منکر کو یہان ان باتون کے غیر یقینی ہونے کی نسبت اعتراض کرنے کی گنجایش نہین۔

یا تجاہل عارفانہ کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے مثلاً خالد زید سے دریافت کرے۔ کہ تمھارا آقا کہان ہے باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ مکان مین ہے مگر آقا کے خوف سے یہ کہے کہ اگر مکان مین ہو تو اطلاع دیتا ہون اسلیے کہ آقا نے اُس سے یہ کہدیا ہو کہ جو کوئی تجھ سے میرا حال پوچھے تو بغیر میرے مشورے کے اُس سے نہ کہنا۔

مومن

بچوڑینگے ہم اپنا دامن تر بھی	جہنم مین ہے اے واعظ اگر آگ

حالی

رکھتے ہین حضرت انسان جو برائی مین قدم	گاؤ خر لنسے ہین کیا جانیے کس بات مین کم
مالکون کے انھین گر جھیلنے پڑتے ہین ستم	ذلتین انکے لیے بھی ہین مہیا ہردم

ولہ

کھیت سے اپنے بچھڑنے کا ہو گر انکو ملال	نہ تین گذرین کہ لوٹا گیا یان عشق وصال

ولہ

اُنکی گردن مین اگر قید کی رسی ہے پڑی
اپنی بے بال و پری کی بھی کہانی ہے بڑی

ولہ

یان اگر بزم تھی تو اُس کی بزم
یان اگر ذات تھی تو اُس کی ذات

سودا الاشۂ حضرت امام حسینؑ کی زبانی

قضا کی تیغ سے مین بھی جواب کٹتا تو کٹتا
اگر کٹے تو کٹے رن مین دست پائے حسینؑ

ولہ

اگر مرا ہے محاسن بھی ہوے لال
تو یہ دعا ہی کہ تو سرخرو ہو روز قتال

یہ تجاہل علم معانی کے نکات مین اسلیے شمار پایا ہے کہ حال اُسکا مقتضی ہی اور اگر اسکا ایراد بطور ظرافت کے ہوتا تو علم بدیع کے قبیل سے تھا۔

یا غرض اس سے عار دلانا اور توبیخ ہوتی ہی جیسے۔

حالی

ہین ملے تم کو چشم و گوش اگر
تو چلی جائے کور و کر کی خبر
تم اگر ہاتھ پاؤن رکھتے ہو
لنگڑے لولون کو کچھ سہارا دو

ولہ

خلف اُنکے الحق اگر یان یہی ہین
سلف کے اگر فاتحہ خوان یہی ہین
اگر یادگار عزیزان یہی ہین
اگر نسل اشراف و اعیان یہی ہین
تو یاد اسقدر انکی رہجائے گی یان
کہ اک قوم رہتی تھی اس نام کی یان

یا اسوجہ سے اگر کو یقین کے محل مین لاتے ہین کہ مخاطب کو وقوع اور لا وقوع شرط کا یقین نہین ہوتا پس اُسکے اعتقاد کے مقتضا کے مطابق کلام کیا جاتا ہی جیسے۔

مومن

گردتی ہون اس ہین دم مین تجھکو
ہو تیغ علےؑ کی مار مجھکو

خوشتر

قسم ہے رام کی گر جان مانگو
تو حاضر ہے نہین افسوس مجھکو

اِسی قبیل سے یہ قول درد کا بھی سمجھنا چاہیئے۔

تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا
تری آرزو ہے اگر آرزو ہے

یا وقوع ولا وقوع شرط کے عالم کو جاہل قرار دیکر اس طرح کلام کیا جاتا ہی اور یہ اُس حالت مین ہوتا ہے کہ وہ مقتضاے علم کے خلاف کام کرتا ہو جیسے کوئی اپنے باپ کو ستائے تو اُسکو کہا جائے کہ اگر یہ تیرا باپ ہے تو اُسکو ایذا نہ دینا چاہیے مخاطب خوب جانتا ہے کہ یہ میرا باپ ہے اور مقتضا اس جاننے کا یہ تھا کہ باپ کو نہ ستاتا مگر چونکہ ستاتا ہے تو اُسکو بمنزلے جاہل کے قرار دیکر اگر کے ساتھ تعبیر کیا - ایک شخص اپنے حریف کے ظلم سے نالان ہو کر کہتا ہی کہ "اگر خدا ہی تو یہ بھی اپنے کیے کی سزا پائے گا" تم جانتے ہو کہ شرط امر مشکوک پر ہوتی ہے اسی واسطے امر یقینی پر شرط نہین لگاتے چنانچہ یہ نہین کہتے "کہ اگر آدمی ہو تو مین نے تجھکو بھائی بنایا" مگر جب اعتقادی یا مسلم امر کو شک مین ڈال کر تقریر کرتے ہین تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ مخاطب متنبہ ہو جائے کیونکہ وہ بھی اُن باتون کا معترف ہوتا ہے مگر جبکہ اپنے علم کے بموجب عمل نہین کرتا تو اُس کے ڈرانے کے لیے اس طرح اسلوب کلام اختیار کیا جاتا ہی "اگر خدا ہے تو یہ بھی اپنے کیے کی سزا پائے گا" ورنہ مطلب اسکا یہ ہو کہ جس طرح خدا مسلم ہے ایسے ہی اس ظالم کے لیے سزا مقرر ہے اسی قبیل سے ہے حالی کے ان شعرون مین سے

برا شعر کہنے کی گر کچھ سزا ہے	عبث جھوٹ بکنا اگر ناروا ہے
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے	مقرر جہان نیک و بد کی جزا ہے

گنہگار وان چھوٹ جائینگے سارے
جہنم کو بھر دینگے شاعر ہمارے

برے شعر کہنے والے شاعر اس بات کو خوب جانتے ہین کہ ایسے شعر کہنے کی سزا خدا کے ہان ضرور ملیگی اور عبث جھوٹ بکنا بیشک ناروا ہے مگر چونکہ وہ اپنے علم کے مقتضاے کے خلاف کام کرتے ہین یعنی ایسے شعر کہنے سے احتراز نہین کرتے اسلیے اُنکو بمنزلے جاہل کے قرار دے کر اگر کے ساتھ بیان کیا -

ولہ

اُسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم	اُسی کی طلب مین مرو گر مرو تم

اعلمی

ہین یہان زربفت کمخواب کے سو پیرہن	اور وہان لیجائیگا یان سے اگر کچھ تو کفن
ہمنشین صدہا یہان ہین جو حسین و بے نظیر	ایک بھی وانپر نہین گر ہین تو ہین منکر نکیر

(۴) جب صیغۂ ماضی استمراری پر آتا ہی تو منفی کو ثبت اور ثبت کو منفی کر دیتا ہی جیسے۔

میر حسن

تمھاری اُسے چاہ ہوتی اگر	تو ابتلک وہ تم کو نہ آتا نظر

یعنے اُسے تمھاری چاہ نہیں ہی ورنہ وہ تمکو ضرور نظر آتا۔

غالب

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا	کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

تو نے عہد کو توڑ ڈالا اسلیے وہ استوار نہ تھا۔

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نجاتے اگر اعتبار ہوتا

خوشی سے نہ مرے اسلیے کہ اعتبار نہ تھا۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

یعنے نہ اور جیتے نہ انتظار ہوتا۔

ذوق

ذبح ہونے کا مزہ جانتا گر صید حرم	آپ گردن پہ چھری پھیر کے بسمل ہوتا

چونکہ صید حرم ذبح ہونے کا مزہ نہ جانتا تھا اسلیے آپ گردن پر چھری پھیر کر بسمل نہ ہوا۔

امانت

تری فرقت میں نہ ہوتا اگر یہ دل مائل	جگر کا آبلہ کیوں نوک خار پر ہوتا

مولوی قدرت اللہ قدرت

زلفوں میں اگر دل یہ گرفتار نہ ہوتا	یوں روز مرا آہ شب تار نہ ہوتا

جو یہ بھی استقبال میں وہی معنی پیدا کرتا ہے جو اگر کرتا ہے یعنے وہاں آتا ہی جہاں شرط کے واقع ہونے اور واقع نہونے کا یقین نہو جیسے۔

جرأت

کوئی آتش کا پرکالہ جو وقت خواب یاد آئے
تو جھمکیں کیوں نہ انگارے یہ گلہائے نہالی ہم

سودا

جو ناتوان نہ کرین دستگیری دشمن
تو خار و خس نہ کرین شعلے کو کبھو بر با!

اور جو ماضی و حال مین آتا ہی تو یقین کا فائدہ دیتا ہی مثلاً۔

آتش

ہوتا ہے سُن کے زرد جو نامرد مدعی
رستم کی داستان ہے ہمارا فسانہ کیا

جرأت

رکھا جو تو نے قدم سر پہ یار از رہ لطف
دماغ عرش پہ اس خاکسار کا پہونچا

چمکین

خیال زلف بتان مین جو پیچ کھاتے ہین
مروڑے ہو ہو کے پیچش کے دست آتے ہین

آتش

جبین پر اپنے افشان کو جو اس محبوب نے چھڑکا
کتاب چہرہ نے نقشہ دکھایا لوح قرآن کا

اصالت

بوسہ جو مانگتا ہون تو انداز و ناز سے
مجھکو دکھاتے ہین وہ انگوٹھا ہلا کے ہاتھ

امیر

ذرّے افشان کے جبین پر جو دمکتے دیکھے
اختر طالع خورشید چمکتے دیکھے

اسیر

بحر عالم مین ہی آفت لازم ای اہل کمال
ٹوٹنے کا خوف ہی قطرہ جو گوہر ہو گیا

اور جب اسکا مدخول ماضی منفی ہوتا ہے تو اسکا وہی حکم ہے جو اگر کا ہی کہ ثبت کو منفی بنا دیتا ہے اور منفی کو ثبت کر دیتا ہے مثلاً۔

غالب

اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہی وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہین دو چار ہوتا

یعنے چونکہ اُس مین دوئی کی بو نہین اسلیے دو چار نہین ہوتا۔

امانت

نمو جو سبزۂ خط کا بہار مین ہوتا
نہ بند یار کا طوطی ہزار مین ہوتا

جب یہ کلمہ اگر استقبال پر آتا ہے تو وہی شرط کا فائدہ دیتا ہی اور اس سے تعیین زمانی

مقصود ہوتی ہی اس مین اور اگر مین یہی فرق ہی ۔

الستا

جب ہوا کھا کے گھر آئینگے تو دیکھینگے ناچ	درضع پر ہند کی ہی باغ مین جسکا سکن

ظفر

وہ شکار انداز جب لے ہاتھ مین اپنے تفنگ	برق تھرا جائے رنجک دیکھلے اُڑتی ہوئی

اور جب ماضی وحال پر آتا ہی تو جزم ویقین اُس سے مطلوب ہوتا ہی جیسے ۔

ذوق

مین اپنے ذوق کے قربان کہ مستی مین محبت کی	بلایا کسنے اُسکو جب وہ آیا بے طلب آیا

آتش

جب مین جاتا ہون تو مجھ پھیر کے یون کہتے ہین	نیند آئی ہی ہمین آپ بھی آرام کرین

مومن

جب سے وہ گئے ادھر نہین یاد کیا	پوچھی نہین کچھ خبر نہین یاد کیا

میر حسن

کئی دن جب اُسپہ گئے اور بھی	بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی

جب تک عموم ازمنہ کے لیے ہی جیسے ۔

میر تقی

جب تک کہ ترا گذر نہ ہووے	جلوہ مری گور پر نہ ہووے

ناسخ

جب تک نہ آب پاک وہان بن کے پیا	اُس شیر کے نہ دل مین خیال آیا شیر کا

درد

مرا جی ہے جب تک تری جستجو ہے	زبان جب تلک ہے یہی گفتگو ہے

جو ہین اس مین دونون امرون مین شدت التزام اور امر ثانی کا اول پر بشدت مترتب ہونا بھی مقصود ہوتا ہی جیسے ۔

ناسخ

دم بلبل اسیر کا تن سے نکل گیا	جھونکا نسیم کا جو ہین سن سے نکل گیا

ظفر

سر تلک دست ستم جو مین ترا قاتل چڑھا — خون جسم ناتوان تل تل گھٹا تل تل بڑھا

جب کبھی یہ تعیین زمان کے واسطے آتا ہے اگر استقبال پر آئیگا تو وہی شرط کا فائدہ دیگا اور اگر ماضی وحال پر آئیگا تو اس سے وقوع فعل مین یقین پایا جائیگا جیسے ۔

جب کبھی جوش پہ آجاتا ہی دریاے الم — کشتی دمکے وسیلے سے گذر جاتا ہون

جسوقت ظرف زمان ہے مجازاً شرط کے لیے استعمال کر لیتے ہین مگر وقت اس سے ساقط نہین ہوتا بلکہ تعیین زمان کا فائدہ دیتا ہی جب شرط کے لیے ہوتا ہی تو جواب شرط پر جزا کا حرف ہوتا ہے مذکور ہو یا مقدر جیسے جسوقت تم آؤگے مین بھی آؤنگا یعنے میرا آنا اسوقت ہوگا جب تمھارا آنا وقوع مین آئیگا مدعا یہ ہی کہ اپنے آنے کا زمانہ متعین کر دیا اور اگر صرف زمانہ مقصود ہوتا ہی تو جزا کا حرف اسپر نہین آتا یہی حال حرف جب کا ہی۔ بعض یہ کہتے ہین کہ شرط کے لیے استعمال پاتا ہی تو وقت کا لحاظ نہین ہوتا کیونکہ اگر وقت کا بھی لحاظ ہوگا تو حقیقت ومجاز کا ایک استعمال مین جمع ہونا لازم آئیگا مگر یہ اعتراض صحیح نہین اسلیے کہ درحقیقت استعمال اُس کا وقت ہی کے لیے ہوتا ہے اور شرط کے معنے بطور تضمن کے لازم آجاتے ہین اس طرح کہ طرز کلام سے ایک جملے کے مضمون کا حصول دوسرے جملے کے ساتھ مقید ہو جاتا ہے ۔

انیس

کچھ ہوگا نہ ہاتھ پانون مارے سے انیس — جسوقت گذر جائے گا پانی سر سے

اور جب یہ لفظ ماضی وحال پر آئیگا تو اس سے یقین پایا جائیگا ۔

ذوق

نیزہ رومی نے تری مہر جہانتاب کا نور — دیا جسوقت اُڑا کر مک شب تاب بنا

جہان تعمیم زمان کے واسطے آتا ہی جیسے میر کے اس شعر مین ۔

کبھی دل کی نہ کہنے پائے اُس سے — جہان بولے لگا کہنے کہ بس بس

یعنی جسوقت الخ کبھی تعمیم مکان بھی اس سے منظور ہوتی ہی جیسے غالب کے اس شعر مین ۔

جہان تیرا نقش قدم دیکھتے ہین
خیابان خیابان ارم دیکھتے ہین

یعنے جس جگہ الخ ۔

میر حسن

جہان بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اُسے | محبت مین ذرات گھٹنا اُسے

غالب

حریف جوشش دریا نہین خودداری ساحل | جہان ساقی ہو تو باطل ہے دعوے ہوشیاری کا

ہر چند اور اگرچہ اور گو جس جملے پر داخل ہوتے ہین تو اُسکا مضمون متوہم ہوجاتا ہے اسلیے لیکن یا کوئی دوسرا لفظ اسکا مرادف استدراک کے لیے اُسکے جواب پر لفظاً یا تقدیراً لانا واجب ہوتا ہے۔

طالب رامپوری

ہر چند روسیہ مین بے نور و بے بصر تھا | لیکن برنگ سُرمہ منظور ہر نظر تھا

متہم

گرچہ الطاف کے قابل دل زار نہ تھا | لیکن اس جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا

میر حسن

اگرچہ وہ بیفکر و غیور ہے | ولے پرورش سب کی منظور ہے

غالب

گو مین رہا رہین ستمہاے روزگار | لیکن ترے خیال سے غافل نہین رہا

حالی

گو منت قیصر سے ہے ہر قوم گرانبار | احسان مگر اسلام پہ ہین اُسکے گرانتر

فوائد متفرق حرف شرط کو کبھی حذف بھی کر دیتے ہین اسی طرح حرف جزا کو بھی مثلاً۔

غالب

رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے | کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے

یعنے اگر زبان کٹے اور اگر جان نہ رہے تو ایسا ایسا کرنا چاہیے۔

دلسوز

وہ منھ زلفون سے دکھاتے ہین تو ہم آنسو بہاتے ہین
وہ دن کو رات کہتے ہین تو ہم تارے دکھاتے ہین

شاد حیدر آبادی

تم بھی بانکے ہو ادا بھی ہی تمھاری بانکی
کوزۂ و جام بنا ئینگی تو بھی خاک مری

تم اگر بات نہین کہتے ہو سیدھی نہ سہی
اسکے بھی کام کی گر یہ نہین مٹی نہ سہی

حسرت

سرو کرے جو سرکشی قد کشیدہ کو دکھا
گر کوئی تجھ سے یہ کہے رات کی دن ہو کس طرح
گر کہے کوئی بہشت مین کیونکہ یہ لوگ جائینگے

گل جو دکھا دے پیرہن کھول قبا کو اس طرح
جلد سے تو نقاب کو منھ سے اُٹھا کر اس طرح
پیار سے عاشقون کو تو گھر مین بلا کر اس طرح

پوچھے جو تیغ کیونکہ دل حسرت زار کا لیا
اُسکو بھی تو دکھا دے یار ایک ادا کہ اسطرح

ظفر

گر د جو اے شہسوار آئی نظر اُڑتی ہوئی
تیرے آنے کی ہین پہونچی خبر اُڑتی ہوئی

(ب) کبھی مسند کی شرط پر جزا کو مقدم کر دیتے ہین جیسے۔

غالب

مجھسے تو کچھ کلام نہین لیکن اِی ندیم
میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

صحت

محفل مین رہ گئے کف افسوس ملکے ہم
پردے مین ناز سے جو چھپائے دکھا کے ہاتھ

محشر

تحفۂ لخت جگر جائیو مجنون کو لیے
گر تو اے قاصد اشک بکے بیابان کو چلا

نحویان بصرہ یہ کہتے ہین کہ اگر جزا مقدم ہو تو شرط کے لیے اور جزاے مقدر مانتے ہین اور جزاے مقدم کو اس پر دلالت کرنے والا جانتے ہین اور کوفیون کے نزدیک جزاے مقدم ہی کو شرط موخر کی جزا مانتے ہین اور دونون کے نزدیک ایسی حالت مین کہ جزا مقدم ہو شرط کا ماضی ہونا لازم ہے لیکن یہ لزوم عربی زبان سے مخصوص ہے اُردو مین باوجود جزا کے مقدم ہونے کے شرط غیر ماضی بھی ہوتی ہے جیسے۔

اپنی نگینین چلتی ہوئی دکھلا ئینگے
الفت پڑے گی جو میں نہر پہ سورج کی کرن

غالب

نہ سنو گر برا کہے کوئی	نہ کہو گر برا کرے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی	بخش دو گر خطا کرے کوئی

(ح) کبھی بوجہ قرینۂ دالّہ کے جزا کو حذف کر دیتے ہین اور اُسکے مؤکدات کو قائم مقام کر لیتے ہین۔ جیسے۔

حالی

چرخ کو دے اگر وہ حکم سکون	ہو غلط نسخۂ سنین و شہور

یعنے اگر وہ آسمان کو ٹھہرنے کا حکم دے تو ٹھہر جائے اور اُسکے ٹھہرنے سے سیارون کی گردش موقوف ہو جائے اسلیے سال و ماہ کا حساب جاتا رہے اور زمانے کا انتظام بگڑ جائے نسخۂ سنین و شہور کا غلط ہونا جزا کا مؤکد ہی۔

وله

کہا در ہو یہ بھی اگر بند اُس پر	کہا اُسپہ بجلی کا گرنا ہے بہتر

پہلے مصرع کے بعد جزا محذوف ہی اور مصرع دوم اُسکا مؤکد ہی۔

ذوق

ای ذوق شہید اُسکو کرنے مین کبھی عاشق	کرنی ہی اگر سبقت کیا دیر لگائی ہی

یعنی اگر سبقت کرنی ہے تو کیا دیر لگائی ہی جزا اس مین محذوف ہے اور کیا دیر لگائی ہی جو اُسکا مؤکد تھا اُسکی جگہہ رکھا گیا۔

احسان شاہجہان پوری

کوچۂ یار مین مٹتا ہی تو پھر دیر ہے کیا	تجھکو سمجھائینگے ہم ای دل شیدا کب تک

عاشق

دانتون مین زلف کو جو دبانے ہو بار بار	کاٹیگا خاک سانپ کا جب سر کچل گیا

جزا محذوف اور دوسرا مصرع اُسکا مؤکد ہی۔

کبھی بغیر مؤکدات کے قائم مقام کیے ہوے باعتبار قرینۂ سابقہ کے حذف کر دیتے ہین جیسے۔

گلزار نسیم

جسوقت وہ گل چمن سے لایا | محمود اخوش ہوئی کہ آیا
کہنے لگی لو مراد پائی | بولا کہ جو یان سے ہو رہائی

یعنی اگر یہان سے رہائی ہو تو جانین کہ مراد پائی نہین تو نہین چونکہ جزا مقدم مذکور ہو چکی تھی اسواسطے اُسے حذف کر دیا تاکہ عبث سے احتراز ہو۔

امیر مینائی

جمع ہین سینے مین پیکان تیر کے | سیکڑون دل ہین اگر اک دل گیا

یعنی اگر اک دل گیا تو کیا ہوا۔

میر

اُس تغزن سے کہیو قاصد مری طرف سے | اب اک ہی نیم جان ہے گر قصد امتحان ہو

جب تک جزا کلام مین معتبر ہو سکے تو اُسکے حذف کا قائل نہونا چاہیے اسلیے کہ اصل ہے مگر جبکہ قطعی طور پر معلوم ہو کہ یہ قائل کی مراد نہین ہے۔

کبھی جزا کو حذف کر دیتے ہین اور اُسکی علت کو اُسکی جگہ رکھدیتے ہین زیادتی قوت کیلئے کہ گویا مفہوم مدلل ہے۔ جیسے۔

نسیم

بیجا تو ٹکے کا جانور ہون | اگر ذبح کیا تو مشت پر ہون

یعنے اگر بیچا تو کچھ فائدہ نہوگا کیونکہ ٹکے کا جانور ہون اور اگر ذبح کیا تو کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ مشت پر ہون۔

غالب

جان دی۔ دی ہوئی اُسی کی تھی | حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!

یعنی اگر جان دی تو اچھا ہوا کیونکہ اُسی کی دی ہوئی تھی۔

ولہ

رزم کی داستان گر سُنیے | ہے زبان میری تیغ جوہر دار
بزم کا التزام گر کیجے | ہے قلم میری ابر گوہر بار

کبھی فعل شرط بھی محذوف ہوتا ہے جیسے۔

ناسخ

لازم ہے کرو مسافرون کا اعزاز	اعزاز نہین تو آؤ اضرار سے باز

یعنی اگر اعزاز نہین کرتے تو اضرار سے باز آؤ۔

امیر

نہین تو نے دیکھا ہے اُس بُت کو زاہد	یہ ایمان ہرگز سلامت نہ رہتا

یعنی اگر دیکھ لیتا تو یہ ایمان ہرگز سلامت نہ رہتا۔

جو کہ شرط ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ معلق کرتا ہے اسلیے یہ چاہیے کہ شرط وجزا مین اختلاف لفظی نہو اسطرح کہ ایک ماضی ہو اور دوسرا مستقبل وعلی ہذا مگر کبھی کسی نکتے کے واسطے شرط وجزا کے صیغون مین اختلاف ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ ماضی کی طبیعت مضارع سے زیادہ تحقق وقوع پر دلالت کرنے والی ہے اور مضارع کی طبیعت ماضی سے زیادہ وقوع کی ہمیشگی اور اُسکے حدوث کے تجدد پر دلالت کرنے والی ہے جیسا کہ الخواطر الحسان فی المعانی والبیان مین ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) غیر حاصل کو معرض حاصل مین ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ استقبال کے معنی کو کہ ابھی حاصل نہین ہوے ہین ایسے لفظ کے ساتھ جو اُن معنی پر دلالت کرتا ہے جو فی الحال حاصل ہین مثلاً حال کا صیغہ یا زمانۂ گذشتہ مین حاصل ہو چکے ہین جیسے ماضی کا صیغہ ظاہر کرتے ہین اور وجہ اسکی یہ ہوتی ہے کہ جبکہ غیر حاصل کے اسباب قوی ہوتے تو وہ حاصل مان لیا جاتا ہے مثلاً۔

غالب

یہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہین	عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو

شرط مین ماضی ہے اور جزا مین استقبال تو نکتہ اس مین یہ ہے کہ غیر حاصل کو حاصل ظاہر کرنا منظور ہے یعنے گو معشوق ابھی تک عدو کا نہین ہو لیا ہے مگر بوجہ قوت سبب کے یعنے عدو کا ہو لینے کے اسباب قوی موجود ہونے کی وجہ سے اُسکو عدو کا ہو لیا ظاہر کیا۔

حالی

تن آسانیان چاہین اور آبرو بھی	وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی

(۲) یہ ظاہر کرنیکو کہ جزا کا وجود بخوبی ثابت و مقرر ہی جیسے۔

دبیر

کیا خوب دلیل ہی یہ خوبی کی دبیر
سمجھے جو بُرا آپ کو اچھا وہ ہے

یہان مناسب یہ تھا کہ جزا مین بھی استقبال کا صیغہ ہوتا مگر اُس نکتہ بدیعی کی وجہ سے ایسا کہا

شہر آشوب ناظم

پہلو جو بچھڑ کتا ہے تو آج آئے گا بشنی
اور ہاتھ کھجاتا ہے تو دیجائیگا لشنی

وزیر

مر ہی جاؤنگا اگر صبح کا تارا نکلا
یاد آئے گا کسی مہ کا دُر گوش مجھے

مومن

بالطبع گر کرم ہو تو مفلس بھی ہی کریم
ہوتا ہے سائے کا شجر بے ثمر سے فیض

ظفر

کھون مین حسن مین گر تجھکو رشک ماہ کنعانی
تو جھوٹ اس مین بتا ای ماہ پیکر کیا ہی یون ہی ہے

(۳) معنی مستقبل کو جملۂ شرطیہ مین ماضی کے ساتھ اس لیے تعبیر کرتے ہین کہ اُس معنی کی شان وقوع کی طرف مائل ہوتی ہے پس اُسے ایسے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو واقع شدہ پر دلالت کرتا ہو کیونکہ جو ثمرہ اُس چیز سے جو واقع ہو مترتب ہوتا ہے وہی ثمرہ فی الجملہ اس سے بھی مترتب ہوتا ہو اور یہ بھی غیر حاصل کو معرض حاصل مین دکھانے کی ایک صورت ہے جیسے مریض کہے کہ اگر مین مر گیا تو اچھا ہوگا۔

مولوی نذیر احمد

دوا کا حیلہ ہی گر وقت ابھی نہین آیا
تو ہوتے دیکھا ہی جسکی سے خاک کی آرام

میر

کہان پھر شور و شیون جب گیا میر
یہ ہنگامہ ہی اُس ہی نوحہ گر تک

گلزار نسیم

ہو تجھ سی پری جو خصم جانی
انسان کی ہے مرگ زندگانی

(۴) سُننے والے سے تفاؤل منظور ہوتا ہے کیونکہ متکلم جس چیز کا خواہش مند ہوتا ہے اُسکو ایسے لفظ سے تعبیر کرتا ہے جو اُسکے حصول پر دلالت کرتا ہے جیسے کوئی کہے اگر حسن خاتمہ نصیب ہوا تو بہت ہی اچھا ہوگا۔

مومن

ہو حق وفا ادا قضا نے چاہا
ہے ترک علاج اُن بتوں کا مومن

کعبے کا سفر بخت رسانے چاہا
دیکھو جا پہنچینگے گر خدا نے چاہا

میر

باقی یہ داستان ہے اور کل کی رات ہے
گر جان میری میر سنہ آ پہونچی لب تلک

امین تخلص حافظ محمد امین

امین اپنا رہا ثابت جو ایمان
یہ توشہ آخرت کے ہے سفر کا

رئیس الدولہ بیدار

گر عالم رویا میں ہوا وصل کا سامان
یارب ہو عیاں خواب کی تعبیر کسی وقت

حالی

ہاں مگر کچھ اُمید بندھتی ہے
جب ترے کاروان میں جا پہونچا

تیرے زمرے میں گر ہوا محشور
پھر رہا باب خلد کتنی دور

(۵) وقوع شرط پر اظہار رغبت کے لیے ایسا کیا جاتا ہے۔

فدا

وصف چشم شوخ کا آیا اگر مجھکو خیال
مرغزار طبع میں مضمون ہرن ہو جائے گا

سوز

جب تلک آنکھیں کھلی ہیں دُکھ یہ کُچھ دیکھینگے ہم
مند گئیں جب یہ گھڑیاں تب سوز سب آنند ہیں

میر بہادر علی محبت

گر حنا ہاتھوں سے خون بہا دل کا
تو لونگا دست نگارین سے خونبہا دل کا

آتش

نالہ بلبل شیدا میں اگر ہے تاثیر
دست صیاد میں گلچین کا گریبان ہوگا

ذوق

عبث جان منتظر ہو نہ ہو وہ شوخ کب آیا	اگر حلیم کو بھی آیا تو ہم جانینگے اب آیا

کبھی جزامین وہی فعل آتا ہے جو شرط مین ہوتا ہے اور مفہوم انکا لف پیدا ہوتا ہے اور جملہ شرطیہ فرض پر محمول ہوتا ہے۔

وزیر

یار پھر جائے تو پھر جائے پر اپنا دل زار	صفت قبلہ نما رہتا ہے یک سو ہوکر

یعنے اگر بالفرض یار پھر جائے مگر اپنا دل زار الخ۔

راسخ

الٰہی ابکے سالون مین اگر برسے نمک برسے	ہمارے زخم پھیلائے ہوئے بیٹھے مین دامن کو

یعنی بالفرض اگر برسے تو نمک برسے۔

میر

مر گئے ہم تو مر گئے تو جی +	دل گرفتہ تری بلا ہووے

یعنے بالفرض ہم مر گئے تو تو جیتا رہ حرف شرط اس مین محذوف ہی اسی طرح۔

میر حسن

وگر مر گئی تو بلا سے موی	تو یون جانیو مجھپہ صدقے ہوئی

سودا

دیگچی جبکہ چاٹ کر چھوڑے	منھ کو کھانے سے موڑے تو موڑ کے

ظفر

کیون ستاتے ہو نا صحو مجھکو سر کی پروا نہین ہے شمع صفت	گر ستاوے تو وہ ستانے دو گر جلاوے نہ مجھے جلانے دو

ذوق

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا	جو آپی مر رہا ہو اسکو گر مارا تو کیا مارا

ولہ

اُسے ہمنے بہت ڈھونڈا نہ پایا اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

ذکر مسند

مسند کا ذکر اس لیے کرتے ہین کہ وہ اصل ہے اور اس بات سے عدول کرنے کے لیے کوئی مقتضی نہین ہوتا۔

مولوی سید اکبر حسین

وہ دور چرخ آرہا ہی اکبر کہ اہل تقوے ہین زار و مضطر	بزرگ بھی طفل دلکو اپنے سکھا رہے ہین گناہ کرنا

دور چرخ مسند الیہ ہی اور آرہا ہی مسند ہی اہل تقوے مسند الیہ ہی اور زار و مضطر مسند ہی بزرگ مسند الیہ ہی اور سکھا رہے ہین مسند ہی اپنے طفل دلکو پہلا مفعول ہی اور گناہ کرنا دوسرا مفعول ان مین سے کوئی مسند ایسا نہین کہ قابل حذف و ترک ہوتا۔

یا قرینے پر اعتماد کمزور ہوتا ہی تو احتیاط ذکر کرتے ہین۔

غالب

کچھ خریدا نہین ہے ابکی سال	کچھ بنایا نہین ہے ابکی بار

کچھ خریدا نہین ہی اور کچھ بنایا نہین ہی مین نے کی خبر ہین اگرچہ دونون قریب ہین مگر یہان قرینے پر اعتماد کمزور تھا اسلیے ایک کو حذف نہین کر سکے۔

یا سامع کی غباوت پر تعریض منظور ہوتی ہے مثلاً کوئی پوچھے کہ تمھارے نبی کون ہین تو جواب دے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین بس یہان ہمارے نبیؐ کو کہ مسند ہی محمدؐ کے ساتھ جو علم ہے ذکر کیا حالانکہ قرینۂ سوال سے معلوم ہو سکتا تھا اس ذکر کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ منظور ہے کہ مخاطب غبی ہی قرینے سے نہین سمجھ سکتا۔

یا ترحم کے لیے مثلاً حضرت علی اصغرؑ کے پیاس سے جان بلب ہونیکے وقت انکی مان کہنے لگین

انیس

کیا ہو گیا اس صاحب اقبال کو میرے	ہے ہے لیے جاتی ہی اجل لال کو میرے

ایضاً

کچھ حق مین اس کنیز کے فرما کے جائیے	صاحب کسی جگہ۔ مجھے ٹھہرا کے جائیے

یہ بات حضرت امام کی رخصت کے وقت سہربانو نے فرمائی تھی۔

یا غیر سائل کے سنانیکے لیے مثلاً۔

انیس

شہ کی مظلومی پہ گریان ہوئی ظالم کی سپاہ
بولا وہ اشہد باللہ بجا کہتے ہیں شاہ

عمر سعد نے کی مڑکے رخ حر پہ نگاہ
محسن و منعم و آقا ہے مرا وہ ذیجاہ

حر نے جو مسند کو بیان کیا اسکی وجہ یہ بھی کہ اُس کی بات کو غیر سائل بھی سن کر امام کی طرفداری پر آمادہ ہو جائیں۔
تہدید کے لیے ذکر کرتے ہیں۔

منشی

جدھر قلب مین شاہ کاؤس تھا
سواران ایران کو میدان مین ہ

اُدھر جاکے سہراب نے یون کہا
ہہ تیغ کھینچون مین اک آن مین

مین مسند الیہ ہے اور تہ تیغ کھینچون مسند اور غرض مسند کے ذکر سے ایرانیون کو ڈرانا ہے۔

ولہ

وہ مین ہون دلاور یل نامجو
کیا کشتہ اک دم مین ہنگام جنگ

کہ دیو سپید سیہ کار کو
نہ جانبر ہوے مجھ سے شیر و پلنگ

وہ مین مسند الیہ ہے اور دلاور یل نامجو مسند ہے اور تخویف کیلیے اسے یہان ذکر کیا ہے اور دوسرے شعر مین متکلم کی دلاوری کا بیان ہے۔

ہوس نوفل کی زبانی اقربائے لیلی کو

اے بیخبران مین بد بلا ہون
انسان خورندہ اژدہا ہون

بد بلا اور انسان خورندہ اژدہا مسند ہین کہ تہدید کیلیے ذکر کیا ہے۔

نفیس

کہا شقی نے ڈرین جن جو میری تیغ چلے
جسے مین غیظ سے دیکھون تو موت سے سر ٹلے

پکڑ لون شیر کی گردن اگر تو سانس نہ لے
جری وہ مین ہون کہ کانٹے مین سکڑ کے نکلے

ولہ

وہ مین ہون ضیغم نر سب سے زور مین بالا
لہو بہا کے تجھے اب جہان سے کھوتا ہون

علی کے شیر دن کے آغوش مین جسے پالا
حسین کا ہون بھتیجا علی کا پوتا ہون

گلزار نسیم

کانٹون مین اگر نہ ہو اُلجھنا آئیگا تو در گذر گردن گی	تھوڑا لکھا بہت سمجھنا ورنہ مین بہت سا شکر کرونگی

شایان

پھر دان اُنکے اُسوقت مین حیف ہی	یہ خنجر ہے یہ گرز یہ سیف ہے

یا اسواسطے ذکر کرتے ہین کہ معین کردین کہ مسند اسم ہے یا فعل پس اگر فعل ہوگا تو تجدد کا فائدہ دے گا تجدد سے مراد حدث ہے یعنے نیا کام کرنا جو پہلے فاعل کی ذات مین موجود نہو اور فعل مسند کسی ایک زمانے کے ساتھ مقید ہوتا ہے اور زمانے تین ہین ماضی مستقبل حال ماضی وہ زمانہ ہے جو زمان تکلم سے پہلے ہو اور مستقبل وہ جو زمان تکلم سے پیچھے ہو اور حال اجزاے آخر ماضی و اول مستقبل ہے جو ایک دوسرے کے پیچھے بدون مہلت کے واقع ہون چنانچہ زید نماز پڑھتا ہے حالانکہ بعض اجزا نماز کے اُسنے ختم کر لیے ہین اور بعض باقی ہین ایسے جمع فعل ازمنات بسیار یعنی بہت وقتون مین بدون فاصلہ اور مہلت کے واقع ہوتا ہے اُسکو حال قرار دے لیتے ہین فعل جسکی ذات سے ظہور پاتا ہے وہ اُس کا فاعل ہے اور جس زمانے مین ظاہر ہوتا ہے اُسکی طرف اور فاعل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اُس مین حدث یعنی معنی مصدری مستقل ہوتے ہین اور نسبت غیر مستقل اور اس سے معلوم ہوا کہ فعل مین تین چیزین ہوتی ہین ایک معنی مصدری دوسرے زمانہ تیسرے نسبت فاعل کی طرف۔

ناسخ

جو دل ہی ٹوٹ گیا کیا ہو شعر تر پیدا	ہوا ہی شاخ شکستہ سے کب ثمر پیدا

دل ٹوٹ گیا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ دل مین جو ٹوٹنے کی صفت پہلے نہین پائی جاتی تھی وہ اب پائی جاتی ہے۔

شیخ حیدر علی صفیر

کوئی تسخیر ہی افسون ہی یا اعجاز آنکھوں مین	لُبھا لیتا ہی دلکو وہ بت طناز آنکھوں مین

لُبھا لیتا ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُس بت طناز مین لُبھا لینے کی صفت موجود ہے نہ یہ کہ پہلے نہ تھی اور اب ہو گئی۔

داغ

تاریکی لحد سے نہین دل جلونکو خوف ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ روشن رہے گا تا بقیامت چراغ داغ

روشن رہیگا اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ چراغ مین روشن ہونے کی صفت نہ پہلے پائی جاتی تھی اور نہ فی الحال موجود ہے بلکہ زمانہ آئندہ مین موجود ہوگی۔

اور اگر مسند اسم ہوگا تو ثبوت کا فائدہ دیگا ثبوت سے یہ مراد ہے کہ مقرر کردین کہ مسند الیہ مین یہ صفت ہے۔

اقبال

قوم گویا جسم ہے افراد ہین اعضاے قوم ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ منزل صنعت کے رہ پیما ہین دست و پاے قوم

قوم مسند الیہ ہے اور جسم مسند ہے اور یہ ثبوت کا فائدہ دیتا ہے یعنے مسند الیہ مین جسم ہونیکی صفت ثابت ہے اسی طرح اعضاے قوم مسند الیہ ہے اور افراد مسند ہے اسی طرح دست و پاے قوم مسند الیہ ہی اور منزل صنعت کے رہ پیما مسند۔

امیر مینائی

ایک سیدھی نگاہ پر تیری ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ لاکھ بانکون کا بانکپن صدقے

بانکپن مسند الیہ ہی اور صدقے مسند اور بانکپن مین صدقے ہونیکی صفت ثابت ہی۔

امداد علی بحر

اُسکی نگاہ قہر ہے اپنی نگاہ مہر ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ ہم اُسکے ہین ہدف وہ ہمارا نشانہ ہی

اُسکی نگاہ مسند الیہ ہی اور قہر مسند ہے۔ اپنی نگاہ مسند الیہ ہی اور مہر مسند۔ ہم مسند الیہ ہے اور اُسکے ہدف مسند۔ وہ مسند الیہ ہی اور ہمارا نشانہ مسند ہی۔

بقا

اُس کف مین دیکھ ساغر نازک شراب کا ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ دریا مین سرنگون ہی پیالہ حباب کا

حباب کا پیالہ مسند الیہ ہی اور سرنگون ہے مسند ہے فعل کبھی تجدد استمراری پر دلالت کرتا ہے چنانچہ حال مثلاً ؎

ایک مہمان سرا ہے دنیا بھی ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ اک آتا ہے ایک جاتا ہے

یعنی نیا ہی شخص آنیوالا ہے اور نیا ہی جانے والا اور یہ آنا جانا استمرار یعنی ہمیشہ کے لیے ہے اور اسی طرح مضارع مین بھی تجدد استمراری کبھی پایا جاتا ہی چنانچہ۔

میر

جو اے میر اس طرح روتا رہے گا | تو ہمسایہ کا ہے کو سوتا رہے گا

اور کبھی محض تجدد ہوتا ہی استمرار نہیں ہوتا چنانچہ۔

جرأت

جب نہ تب خون مرا ہی پیتا ہے | غم بہت اُسکا مجھپہ شیر ہے کچھ

یعنی لحظہ بہ لحظہ میرا خون پیتا ہے۔ اور نفی اثبات کی تابع ہے یعنی جو حال فعل مثبت کا ہوگا وہی منفی کا ہوگا اگر کہا جائے کہ جب کسی کلام مین کوئی قید ملحوظ ہو اور اس کلام پر نفی آجائے تو وہ نفی قید کی طرف راجع ہوتی ہے ارباب تحقیق کا یہی قول ہی پس اس قاعدے کی روسے کوئی یہ کہتا ہے کوئی وہ کہتا ہے مین نفی تجدد یا استمرار کی ہوگی نہ نفی فعل کی کیونکہ مثال مذکور مین دو صفتین ہین ایک تجدد کی دوسرے استمرار کی سو نفی کرنے سے دونون وصف زائل ہو گئے زیادہ توضیح کے لیے ہم کہتے ہین کہ فعل کی تین حالتین ہین یا تو اُسمین قید تجدد اور استمراری کی یا فقط تجدد کی ہوگی یا فقط استمرار کی ہوگی پس اگر ان تینون حالتون مین نفی کرینگے تو وہ نفی ان قیدون کی ہوگی نہ نفی فعل کی ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ یہ قاعدہ دُرست اور مسلم ہے لیکن یہ بات بیان کرنی باقی ہے کہ اگر مسند مین تجدد یا استمرار ہو تو ایسا ہوتا ہے مگر اسکی بھی دو صورتین ہین ایک یہ کہ نفی تجدد یا استمرار کی مع نفی فعل کے ہو چنانچہ نہ کوئی آتا ہے نہ کوئی جاتا ہے دوسرے نفی فقط تجدد یا استمرار کی ہو نہ نفی فعل کی اور اگر مسند مین کوئی قید نہو تو دلالت کرتا ہے کہ واضع نے خود فعل منفی وضع کیا ہے۔

آصف

اتنی راہو نیر نہ نکلی حسرت بسمل ذرا | سینہ تیر دان ہے ہی چھلنی تیغ سے دل چاک تھا

حسرت بسمل مسند الیہ ہے اور نہ نکلی مسند سو مسند مین نہ نفی تجدد کی ہی نہ استمرار کی بلکہ اصل واضع نے یہ فعل منفی وضع کیا ہی۔ کبھی مسند ایک فعل واقع ہوتا ہے اور ظاہر مین وہ زائد معلوم ہوتا ہے مگر فی الحقیقت وہ اثبات تردد اور محنت کا کرتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ متکلم نے اُسنے ظلم ثابت کرنے مین کیا کیا تردد کیا ہی جیسے۔

ظفر

کاٹ کر رکھدو نہ سر اپنا اب یہ ہو مرضی تری | تو نے رکھدی لاکے جو شمشیر میرے روبرو

جاننا چاہیے کہ لفظ کے اضافت کے واسطے آتا ہے اور کبھی قائم مقام عطف کے آتا ہی ایسی صورت مین فائدہ اختصار کا دیتا ہی چنانچہ زید آگے چلا گیا اور دیکھ کے کہنے لگا یعنی آیا اور چلا گیا اور دیکھا اور کہنے لگا اور کر بھی اسی قسم سے ہی اور اسی موقع پر بولا جاتا ہی پس تو نے رکھدی لا کے کے یہ معنی ہین کہ تو جو لایا اور رکھدی اور مطلب فقط اتنی عبارت مین ختم ہو سکتا تھا تو نے جو شمشیر رکھدی میرے سامنے لیکن لایا سے اثبات تردد وسعی کا منظور ہی یعنی میرے مارنے کے لیے شمشیر ڈھونڈھکر لایا اور مجھپر ظلم کرنیکے لیے اُسے یہ تکلیف اُٹھانی پڑی۔

مسند کا فعلی اور سببی ہونا

مسند دو قسم ہے۔ ایک **فعلی** وہ کہ بغیر توسط کسی دوسری چیز کے مسند الیہ کی طرف منسوب ہو جیسے زید کھڑا ہے اور زید آیا۔ دوسرا **سببی** وہ کہ کسی دوسرے کے ذریعہ سے مسند الیہ کی طرف منسوب ہو جیسے زید اُس کا باپ کھڑا ہے اس مثال مین کھڑا ہونے کی نسبت بالذات زید کی طرف نہین بلکہ اُسکے باپ کی طرف جو کھڑے ہونے کی نسبت ہے اُسکو زید کی طرف منسوب کیا ہی یعنی کھڑا ہونا۔ زید کی طرف اُسکے باپ کے ذریعہ سے منسوب ہوا ہے اور غرض اس سے حصول لذت ہی اسلیے کہ اسناد کسی فعل مین جب واضح اور مبین ہو اگر اُسکو دوسرے طریق پر ذکر کرین تو نفس کو سُننے کے بعد ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ مسند کا ذکر کیا جاتا ہے تو مخاطب کے نفس کو زعم ہوتا ہے کہ مسند فعلی ہی ہوگا جیسے کہ عادت روزمرہ کی ہے جب اُسکو دوسرے طریق پر ذکر کرین تو نعمت غیر مترقبہ حاصل ہوتی ہے چنانچہ زید اُس کا باپ کھڑا ہے اگر فعلی ہوتی تو یون کہا جاتا کہ زید کا باپ کھڑا ہے سببی اسکو اسلیے کہتے ہین کہ سبب کی طرف منسوب ہے اور وہ سبب ضمیر ہے چنانچہ زید اُسکا باپ کھڑا ہے اس مین سبب لفظ اُس ہی لغت مین سبب رسّی کو کہتے ہین چونکہ ضمیر سے صلات اور صفات ربط پاتے ہین جیسا کہ رسی سے چیزین باندھی جاتی ہین اسلیے ضمیر کو سبب کہنے لگے۔

ترک مسند

مسند کے ذکر نہ کرنے سے وہی فوائد منظور ہوتے ہین جو مسند الیہ کے باب مین ذکر کیے گئے یعنی (۱) عبث کے ذکر سے بچنے کے لیے کسی قرینے کی وجہ سے اور اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ مقام مین گنجائش ہو جیسے زید آیا اور عمرو بھی پس یہان عمرو کا مسند بوجہ عبث کے محذوف ہے

باوجودیکہ مقام مین گنجایش ہے (توبۃ النصوح) یہ دارالمحن انسان کے رہنے کے لائق ہے
صدہا مخمصے ہزار ہا بکھیڑے روز کے جھگڑے آئے دن کی مصیبت یہان مسند محذوف ہی اور رہ
لفظ موجود ہے دوسری صورت یہ ہی کہ مقام مین گنجایش نہو وزن اور قافیہ کی وجہ سے مسند
نہ آسکتا ہو اور قرینہ یہان یا محذوف سے پیچھے ہوتا ہے یا پہلے۔

مثال اول

انیس

تب خمر نے کہا کہ فصاحت سے کیا حصول — بیعت انھین تو صلح مین بھی نہین قبول

یعنی اگر بیعت انھین قبول نہین۔ قرینۂ ثانی کی وجہ سے مسند محذوف ہی۔

ذوق

تیرے انصاف ہی سے بزم جہان مین شاہا — شمع گل گیر سے اور شمع سے محفوظ پتنگ

مثال دوم

ولہ

طاقت ہو جسکے دل مین وہ دو چار دن رہے — ہم ناتوان عشق تمھارے کہان تلک

یعنے ہم ناتوان عشق تمھارے کہان تک رہین مصرع اول مین رہے آچکا تھا اس قرینے
کی وجہ سے دوسرے مصرع مین ترک کیا گیا۔

مولوی محمد اسمٰعیل

مگر دریا کی باقی ہے وہی آن — وہی رونق وہی عظمت وہی شان

قرینۂ اول کی وجہ سے وہی رونق اور وہی عظمت اور وہی شان کا مسند محذوف ہی۔

بحر

حلاوت زندگی کی ہے ملاقات احبا مین — مزہ مردے کو تنہائی کا ہی زندے کو صحبت کا

یعنی زندے کو صحبت کا مزہ ہی قرینۂ اول کی وجہ سے مسند محذوف ہی۔

ممنون

ممنون کا درد دیکھ کے فرمائے ہے مسیح — عاجز ہے اس مرض سے دوا اور دعا سے ہم

یعنی ہم دعا سے عاجز ہیں۔

امیر

دریا سے موج موج سے دریا نہیں الگ — ہم سے جدا نہیں ہی خدا اور خدا سے ہم

یعنے دریا سے موج الگ نہیں ہے اور خدا سے ہم جدا نہیں ہیں پہلے مصرع میں قرینۂ ثانی کی وجہ سے مسند محذوف ہی اور دوسرے مصرع میں قرینۂ اول کے سبب سے۔

سودا

دیکھیں تو کسی چشم سے گرتے ہیں لخت دل — تو اسطرح سے رو سکے اے ابر تر کہ ہم
آتنا کہاں ہے سوز طلب ال پتنگ کا — رکھتی نہیں ہی شمع بھی ایسا جگر کہ ہم
سودا نہ کہتے تھے کہ کسی کو تو دل نہ دے — رسوا ہوا پھرے ہے تو اب دربدر کہ ہم

(۲) بلحاظ کثرت استعمال کے حذف کردیتے ہیں جیسے مزاج مقدس یہاں کیسا ہے بسبب کثرت استعمال کے حذف کردیا ہے۔

امیر مینائی

ہم سے کہتا ہی کہ گیسو نہ چھوؤ اُس بت کے — مار اللہ کی ناصح تیرے سمجھانے پر

یعنے اللہ کی مار پڑے۔

محسن

موقوف حدیث شب کی تصحیح — رکھ دیجئے کتاب پر مصابیح

یعنی حدیث شب کی تصحیح موقوف کرو۔

سودا

سبزۂ و ابر و ہوا گل نہ سدا ہوں اک جا — ساقیا جام کہ ہیں یہ کوئی دم چار دن ایک

داغ

ہمت اے خاک یہاں مددائی ضعف — کوئی دامن بچائے جاتا ہے۔

مثنوی قضا و قدر

پھر یہ کہا آج کدھر کس طرف — بولے ہوا حکم خدا جس طرف

مرزا غالب ایک رقعے میں لکھتے ہیں پیر و مرشد آداب۔

مولوی احمد آزاد

اگیا کھون سینے مین تھا جو دل بیتاب کا حال	جس گھڑی کہکے وہ اللہ نگہبان گئے

(۳) یا متکلم یہ چاہتا ہو کہ سامع کے خیال مین یہ ڈالے کہ دلائل عقلی و لفظی مین سے دلیل عقلی اختیار کی ہی جو دلیل لفظی سے قوی ہوتی ہو۔

غالب

لاکھون لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا	لاکھون بناؤ ایک بگڑنا عتاب مین

یعنی دوست کی لاکھون لگاوٹین ایک طرف ہین اور ایک نگاہ کا چرانا ایک طرف ہی اور لاکھون بناؤ سنگار ایک طرف ہین اور ایک عتاب مین بگڑنا ایک طرف ہی۔

سودا

لگے کہنے نہین شراکت نیک	میرے سو لقمے اور تیرا ایک

یعنے میرے سو لقمے اور تیرا ایک لقمہ برابر ہین۔

(۴) رنج و ملال کی وجہ سے خبر کا نام منھ پر نہین لا سکتے کیونکہ تحسر کی وجہ سے تنگی مقام ہوتی ہی

فسانہ آزاد

"جوگن بولی اچھا جاؤ معاف کیا کوئی اسطرح روتا ہی اللہ جانتا ہی ہم سمجھے کہ خدانخواستہ کوئی بیچارہ آپکے عزیزون مین سے یہان مر گیا کا لفظ جو مسند ہی تحسر مقام کی وجہ سے محذوف ہی۔

آزاد

اکبر نو دل یہ کہا کے سنان خلد کو گئے	شہ کہتے رہگئے مرے دلبر کہان کہان

یعنے کہان گئے یا کہان جاتے ہو۔

خواجہ وزیر

نہ گیا ذبح کیا چھوڑ کے بسمل قاتل	دہن زخم پکارا کیا قاتل قاتل

(۵) بوجہ مخالفت وزن کے اختصار مطلوب ہوتا ہی اور ساتھ ہی اُسکے مسند قریب الفہم ہوتا ہی۔

میرحسن

چمن سے بھرا باغ گل سے چمن	کہین نرگس و گل کہین یاسمن

یعنی کہین نرگس و گل موجود تھے کہین یاسمن موجود تھا۔

(۶) تکثیر فائدہ کے لیے یہ وہان ہوتا ہی جہان کلام کئی معنی کا احتمال رکھتا ہو کہ اُس کو جس جگہ

چاہیں حمل کر سکیں پس اگر ایک مسند ذکر کر دیا جائے تو یہ فائدہ فوت ہوجائے۔

ناله تسلیم

اجازت او خیال قاصد دل	اگر ایسا ہو بجا دم تکلیف مشکل ہے

یہان مسندالیہ اور مسند دونون محذوف ہین یعنی اجازت چاہتا ہون مین یا اجازت دے مجھکو یا اجازت عطا کر۔

سودا

تم جنکی تمنا کرتے ہو کیا بات ہے انکی	لیکن ٹک ادھر دیکھیو ای یار بھلا مین

(۷) مسند واجب الستر ہوتا ہے اسلیے کلام مین ذکر نہین کیا جاتا۔

کیا پوچھتے ہو وصل کا جو شوق ہے مجھکو	قابو مین مرے پیارے تم آجاؤ تو پھر مین

مین مسندالیہ ہے اور اسکا جو مسند ہے وہ اس قابل نہین کہ علانیہ بیان کیا جائے۔

الضاً

سر ہلانے سے بھروسا نہین پڑتا کس وقت	کس جگہ کب وہ کدھر یان کہ وہین منھ سے تو پھوٹ

ہم بستری اور مجامعت کا سوال کرتا ہے اور مسندالیہ و مسند دونون محذوف ہین۔

(۸) کراہیت کی وجہ سے حذف کرتے ہین چنانچہ آپ ہی یہ کہا کرتے ہین اور آپ ہی وہ یعنی بکتے ہین اور جھک مارتے ہین۔

سوز

دعا دی تو لگا کہنے کہ چپ ہو	سُنی مین نے دعا تیری دعا کی

وله

کہا مین نے کہ کچھ خاطر مین ہے گا گریبان مین ذرا منھ ڈال دیکھو تو کہتا ہے کہ بس بس چونچ کر بند	تمھارے ساتھ جو مین نے وفا کی کہ تمنے اس وفا پر ہم سے کیا کی وفا لایا ہے دُت تیری وفا کی

(۹) کبھی مسند کو حذف کرکے اسم اشارہ پر اکتفا کرتے ہین تاکہ اوصاف متعددہ پر دلالت کرے اور یہ اکثر صفت و موصوف مین واقع ہوتا ہے کہ اس مین اختصار ہے۔

ذوق

جب تک تھے گرہ مین احمقو نکے پیسے	سب کہتے تھے انکو آپ ایسے ایسے

ایسے ایسے قائم مقام صفت کیلئے ہیں اور فائدہ اس مین یہ ہے کہ اس مین اختصار کامل ہوسکتا ہے۔

(۱۰) مقام مدح مین مسند کو حذف کر دیتے ہین جیسے آپ کا وعظ آپکا فرمانا یعنی آپکا وعظ اور آپ کا فرمانا بہت اچھا ہے یا بڑا پُر اثر ہے۔

غالب

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب ۔ تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

یعنی یہ مسائل تصرف نہایت عمدہ ہین اور یہ تیرا بیان غالب بڑا پُر اثر ہے۔

میرحسن

وہ دولھا کا مسند پہ آ بیٹھنا ۔ برابر رفیقوں کا جا بیٹھنا

دونون مصرعون مین خبر کلیتہً محذوف ہے۔

(۱۱) مقام تعظیم مین مسند حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے

نسیم

پَل مارنے کی ہوئی جو دیری ۔ سُبحان اللہ شان تیری
اُشتر کئی جاتے تھے اُدھر سے ۔ پر آرد و روغن و شکر سے

یعنی سُبحان اللہ تیری شان بڑی ہے۔

مومن

اللہ ری تیری بے نیازی ۔ یعقوب کو مدتون رُلایا ؎

اللہ ری اگرچہ مرکب ہے حرف ندا اور منادی سے اسلیے کہ ری ندا کے لیے اور اللہ منادی ہے مگر یہان اصلی معنون پر محمول نہین بلکہ کلمات تقدیس کا قائم مقام ہے اللہ اکبر کے معنی مین یعنی اللہ اکبر تیری بے نیازی بڑی ہے تیری بے نیازی مسند الیہ ہے اور جملہ ری ہے اسکی خبر ہے اور مصرع ثانی بیان ہے۔ بے نیازی کا ۔ ؎

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین ۔ اُسکا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

اللہ رے قائم مقام اللہ اکبر کا ہے تقدیس کیلیے مین مبتدا اور حسین ہون خبر محذوف۔

(۱۲) تفخیم کے محل پر بھی محذوف ہوتا ہے جیسے بقا کے پچھلے مصرع مین واہ رے مین کیونکہ واہ رے تفخیم کے لیے ہے مین مسند الیہ ہے بڑا خوش نصیب ہون اسکی خبر محذوف ہے۔

ذوق

بل بے وحشت اب تلک بھی شاخ آہو کی طرح ۔۔۔ پیچ کھاتا ہے دھواں میرے چراغ گور کا

بل بے کلمہ تفخیم ہی یعنی بڑی وحشت ہی۔

زین العابدین نجات

آنکھیں بھر آئیں ہیں زر لیسپہ بھی ٹپکے آنسو ۔۔۔ بل بے ہجران تری وحشت کہ نچوڑے پتھر

غفلت

بیچ بیاہ ہستی بلبل سے پوچھتا ہوں ۔۔۔ گلشن میان گل ہی یا گل میان گلشن

(۱۳) تحقیر کے موقع پر محذوف ہوتا ہی جیسے۔

حالی

پر کچھ اک محمود خان کے دم سے تھی قائم رہی ۔۔۔ اٹھ گیا وہ بھی جہان سے آہ قسمت قوم کی

یعنی قسمت قوم کی بُری ہی۔

سودا

اسکو ہرگز نہین حیا سے لگاؤ ۔۔۔ جائے تو یہ کہے پلاؤ پلاؤ

(۱۴) تحذیر کے موقع پر بھی محذوف ہوتا ہی جیسے۔

حالی

پانی ہے گھر مین جب دھوان لو ۔۔۔ آگ آگ کا غل کرے ہی دان تو

فائدہ چونکہ حذف اصل کے خلاف ہے اسلیے کوئی ایسا قرینہ ہونا لابد ہی جو محذوف پر دلالت کرتا ہو اور یہ قرینہ کئی طرح کا ہوتا ہی۔

(الف) جواب سوال محقق مین واقع ہو جیسے کوئی کہے کون آیا اُسکے جواب مین کہا جا زید یہاں آیا مسند بقرینہ سوال محذوف ہی۔

مثنوی قضا و قدر

نام جو پوچھا تو فدائے خدا ۔۔۔ کام جو پوچھا تو رضائے خدا

اسی قبیل سے ہی سودا کے شعر مین۔ ؎

سودا نہ کہتے تھے کہ کسی کو تو دل نہ دے ۔۔۔ رسوا ہوا پھرے ہی تو اب ربدر کہ ہم

جُرأت

اتنا بتلا نا مجھے ہر جائی ہون مین یار کہ تو	مین ہر اک شخص سے رکھتا ہون سر و کار کہ تو

اکبر

پوچھا لقمان سے جیا تو کتنے دن	دست حسرت ملکے بولا چند روز

(ب) یا جواب سوال مقدر مین واقع ہو جیسے۔

غالب

نہین کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہین	شب فراق سے روز جزا زیاد نہین

یہان سوال مقدر ہی گویا شاعر سے کسی نے سوال کیا تمکو قیامت کا اعتقاد نہین شاعر جواب دیتا ہی کہ یہ قول صحیح نہین کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہین الخ۔

(ج) کبھی سوائے سوال کے دوسرا کوئی قرینہ لفظی یا معنوی ہوتا ہی معنوی کی مثالین تو اوپر بہت سی گذر چکین لفظی کی مثال یہ ہی۔

سودا

جا کے مطبخ پہ یہ پڑا اس طرح لاٹھیان لے لے ہاتھ پیر و جوان	مین بیان اس کا اب کرون کسطرح کرتے ہی رہ گئے سبھی ہان ہان

ہان کے بعد مسند مع مسند الیہ کے محذوف ہی اکثر ایسے جملے کے شروع مین ایک ور یا ہان واقع ہوتا یا ہان یا اور کی تکرار ہوتی ہی۔

غالب

مرتا ہون اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے	جلاد سے لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور

داغ

کیون صرفہ نگاہ مری جان ہو گیا	اک تیر اور مین ترے قربان ہو گیا

تنکیر مسند

کبھی مسند نکرہ ہوتا ہی اور کئی فائدے دیتا ہے۔

(۱) قائل کی یہ مراد ہوتی ہی کہ مسند منحصر مسند الیہ مین نہین اور نہ اُس مین تعین ہی جیسے زید شاعر ہی پس اس قول سے متکلم زید کے صرف شاعر ہونیکی خبر دیتا ہی شاعری کا اُس مین حصر نہین کرتا اور نہ یہ غرض رکھتا ہی کہ زید کسی خاص قسم کی شاعری سے متصف ہی۔

مثنوی زائرؔ

شمشیر عنا کا ایک گھائل | آکر ہوا شیر حق سے زائل

یہاں مقصود بالتفصیل سائل ہے مگر سائلی کا حصر مسند الیہ مین منظور نہیں اور نہ سائلی کا تعین مقصود ہے۔

مومنؔ

کب تلک چشم سے خون ہو جاری | کب تلک نمد کرے دل داری

خون مسند الیہ ہے اور جاری مسند ہے جاری ہونیکا حصر مسند الیہ مین منظور نہیں اور نہ تعین مقصود ہے۔

ذکیؔ

ہوا صفائے بناگوش سے وہ گوہر صاف | تجلّی سحری سے ہون جیسے اختر صاف

گوہر و اختر مسند الیہ ہین اور صاف مسند ہے اور صفائی کا حصر گوہر و اختر مین منظور نہیں اور نہ تعین مقصود ہے۔

ولہ

ایک دن ہم موافق معمول | تھے نشاط و سرور مین مشغول

ہم مسند الیہ ہے اور مشغول مسند ہے لیکن مشغولی کا حصر مسند الیہ مین مقصود نہیں اور نہ تعین مقصود ہے۔

دردؔ

ہر چند کہ سنگدل ہے شیرین | لیکن فرہاد کوہ کن ہے

سنگدلی کا حصر شیرین مین اور کوہکنی کا حصر فرہاد مین مقصود نہیں اور نہ تعین مقصود ہے۔

ثابتؔ

مہ سے ہے فزون ہی حسن رخسار | بہار تازہ ترے لطف اظہار

پہلے مصرع مین حسن رخسار مسند الیہ ہے اور فزون مسند ہی اور دوسرے مصرع مین لطف مسند الیہ اور اظہار مسند ہے اور فزونی کا حصر حسن دلدار مین نہین ہی اسی طرح اظہار کا حصر لطف مین نہین ہے اور نہ تعین مطلوب ہے۔

میرؔ

جانور رنگ باختہ سب ہین | یعنے حیران فاختہ سب ہین

رنگ باختہ ہونیکا حصر جانورون مین اور حیران ہونے کا حصر فاختہ مین مقصود نہین اور نہ تعین

مقصود ہے۔

سودا

سخن حضرت ہمارے کا ہے معقول | یہین سے جو انھون کا ہو گا مقبول

(۲) کبھی فائدہ تعظیم مسند الیہ کا دیتا ہی جیسے کہین احمد ایک عقلمند آدمی ہی یا صاحب بہادر ایک مدبر ہین۔

محشر

یہ کل کی بات ہے تھا طفل مکتب عشق کا محشر | یہ اب دیکھا تو اس فن مین ہوا ہے ایک علامہ

حالی

مرد ہو تو کسی کے کام آؤ | ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

یعنی اگر تم اعلیٰ درجے کے مرد ہو۔

ولہ

تھا بساط سخن مین شاطر ایک | ہم کو چالین بتائے گا اب کون

شاطر ایک مسند ہی اور مسند الیہ مقدر ہے۔

(۳) کبھی فائدہ تحقیر کا نکلتا ہے جیسے کہین زید ایک بدمعاش ہے۔

میر

چور و گھر مین رکھے ہی اک شتاہ | کہین چشمک کرے کہین وہ نگاہ

ولہ

تیل کی کپی لیے ہین خوش گھڑے | ایک بھڑوے ہوتے ہین پہ چکنے گھڑے

غالب

اک کھیل ہی اورنگ سلیمان مرے آگے | اک بات ہی اعجاز مسیحا مرے آگے

(۴) کبھی فائدہ تفخیم کا نکلتا ہے جیسے۔

مومن

سچ ہے کہ ایک بیوفا ہین | جتنے ہین حسین بُری بلا ہین

داغ

اک کوہ گران ہے عشق لیکن | اس کو دل ناتوان بہت ہے

تخصیص مسند

کبھی مسند کو مضاف یا موصوف بھی لاتے ہین اسکا نام تخصیص ہے اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ فائدہ اتم ہو کیونکہ خصوص کی زیادتی اہمیت فائدہ کا موجب ہے۔

مثال مسند کی تخصیص کی اضافت کے ساتھ

غالب کہتا ہے۔

جس جا نسیم نافہ کش زلف یار ہے	نافہ دماغ آہوے دشت تتار ہے

نسیم مسند الیہ جس جا مفعول فیہ نافہ کش مضاف زلف یار مضاف الیہ اور یہ مرکب اضافی مسند ہے اور دوسرے مصرع مین نافہ مسند الیہ اور دماغ مضاف آہو مضاف الیہ اور پھر مضاف طرف دشت کے اور دشت مضاف الیہ ہو کر پھر مضاف ہے تتار کی طرف اور یہ مرکب اضافی مسند ہے

ناسخ

قیامت کیون نہ ہو جس دم چڑھاے آستین قاتل	صفاے ساعد سیمین صفاے صبح گردن ہے

صفاے ساعد سیمین مسند الیہ ہے اور صفاے صبح گردن مسند ہے۔

مہر

ناف ہے ساغر مراد اے گل	بادہ حُسن کا ہے مینا پیٹ

حالی

لفظ مہمل ہے نطق اعرابی	حرف باطل ہے عقل یونانی

نالۂ تسلیم

دل مشتاق پابند الم ہے	نفس تار کمند صید غم ہے
حریف نالۂ بیداد ہون مین	شریک صحبت فریاد ہون مین

صبا

بے مزار جو مر کر مین اشکبار ہوا	سفینہ نوح کا ہر تختہ مزار ہوا

ہر تختہ مزار مسند الیہ ہے اور نوح کا سفینہ مسند ہے۔

درد

نہ جاونگا جب تک مرے جی مین جی ہے	ترا غم پیارے مرا یار جانی

مرا یار جانی مسند ہے۔

ولہ

گر خاک مری سرمۂ ابصار نہووے	تو کوئی نظر قابل دیدار نہووے

مثال مسند کی تخصیص صفت کے ساتھ

سودا کا شعر ہے۔

نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہوں	ہیں موسم بہار میں شاخ بریدہ ہوں

مصرع اول میں مسند الیہ محذوف ہے بلبل چمن اور گل نو دمیدہ مسند اول میں تخصیص اضافی ہے اور دوم میں تخصیص توصیفی اور دوسرے مصرع میں میں مسند الیہ ہے اور شاخ بریدہ مسند ہے۔

محشر

محشر سرشک خون نے دیا ہے مجھے بہا	کیا پوچھتا ہے کشتی طوفان رسیدہ ہوں

میں مسند الیہ محذوف ہے اور کشتی طوفان رسیدہ خبر ہے۔

حکیم مرزا آغا حسن ازل

پیر ہوں میں نہ دستگیر ہوں میں	خانہ بردوش اک فقیر ہوں میں

دوسرے مصرع میں میں مسند الیہ ہے اور اک فقیر خانہ بردوش مسند ہے۔

صاحبزادہ محمد سعید خاں رئیس ٹونک سعید تخلص۔

کیا لکھوں وصف مطلع ابرو +	مصرعۂ لاجواب ہیں دونوں +

یعنے دونوں ابرو میں مصرعۂ لاجواب ہیں مصرعۂ لاجواب مسند ہے جو صفت کے ساتھ تخصیص رکھتا ہے۔

وزیر

آئینہ دیکھا تو اپنے خط پہ آنکھ اُسکی پڑی
کاغذی بادام اُس خط کا لفافہ ہو گیا

اُس خط کا لفافہ مسند الیہ اور کاغذی بادام مسند ہے۔

تعریف مسند

کبھی مسند کو معرفہ لاتے ہین اور غرض اُس سے یہ ہوتی ہی کہ سامع کو جو امر معلوم ہی اُس پر ایک حکم کا اضافہ ایک ایسی چیز کے ساتھ کیا جائے جو مثل اُسکے ہو جو سامع کو معلوم ہی اور مثل سے یہ مراد ہی کہ دونون متحد نہون کیونکہ اگر مسند الیہ اور مسند کے مفہومون مین مغایرت نہوگی تو کلام سے فائدہ حاصل نہوگا اور تعریف کے کئی طریق ہین مثلاً مسند علم یا ضمیر یا موصول یا اسم اشارہ ہو مگر جبکہ مسند معرفہ ہوگا تو مسند الیہ بھی ضرور معرفہ ہوگا مثال۔

انیس

یہ تو نہین کہا کہ شہ مشرقین ہون | مولا نے سر جھکا کے کہا مین حسین ہون

مین مسند الیہ اور حسین مسند ہی۔

نسیم

بولی وہ ارے بشر سڑی ہے | روح افزا کیا بکاؤلی ہے

حافظ عبد الرحمٰن خان احسان۔

اُس کو بھی حکم ہو نکل آئے | صبر کب تک ہو مین نہین ایوب

قدرت

مر قدین دو تین بتلا کے لگی کہنے تجھے | یہ سکندر ہی یہ دارا ہی یہ کیکاؤس ہے

جرأت

اُف نہ کردن نام کو جرأت ہو تجھین | چیرے اگر عشق کا آرا اُنھے

انیس

ہرگز غلط نہین جو تجھے اشتباہ ہی | زینب تھین ہو خالق اکبر گواہ ہے

واجد علی شاہ

یہانتک دل و جان سے مفتون تھا مین | کہ لیلی اتھی وہ اور مجنون تھا مین

امانت

مین وہ ہون رند اگر دیر و حرم مین جاؤن | گبر کھونیہ بٹھائین تو مسلمان سر پر

مین مسند الیہ ہی اور وہ رند ہون مسند ہی۔

ذوق

مین وہ ہون گمنام جب دفتر مین نام آیا مرا ۔ رہ گیا بس منشی قدرت جگہ وان چھوڑ کر

ناسخ

وہ ہمین ہین عشق سے لڑتے ہین جو خم ٹھونک کر ۔ ورنہ ناسخ اسقدر کس پہلوان مین زور ہے

ظرفیت مسند

کبھی مسند کو ظرف لاتے ہین اور اختصار مسند کا مقصود ہوتا ہی جیسے اس شعر مین۔

ناسخ

کونسا تن ہے کہ مثل روح اُسمین تو نہین ۔ کون گل ہے جو ترا مسکن برنگ بو نہین

یعنے وہ کونسا تن ہی جس مین تو مانند روح کے موجود نہین۔

سودا

سجدۂ شکر مین ہے شاخ ثمردار ہر ایک ۔ دیکھکر باغ جہان مین کرم عز و جل

یعنی ہر ایک شاخ ثمردار سجدہ شکر مین مصروف ہے۔

رشک

سامنے چشم تصور کے ہین او خانہ خراب ۔ تری آنکھین تری پلکین ترے خمدار ابرو

یعنے چشم تصور کے سامنے موجود ہین۔

یوسف علیخان عزیز لکھنوی

اب دل مین ہی خیال جو گیسوے یار کا ۔ عالم ہی روز ہجر مین شبہاے تار کا

یعنی اب جو گیسوے یار کا دل مین موجود ہے تو شبہاے تار کی کیفیت روز ہجر مین پائی جاتی ہے۔

نواب ظفریاب خان راسخ

بے خم ابرو ترے یہ ماہ نو ۔ دیدۂ مشتاق مین خنجر ہوا

یعنی یہ ماہ نو دیدۂ مشتاق مین خنجر ثابت ہوا۔

لکشن پرشاد شاد

داغ الفت ہو جگر مین خانۂ دل مین تری یاد ۔ یہ چمن پھولا پھلا آباد ویرانہ رہے

پنچے داغ الفت جگر مین موجود ہو اور خانۂ دل مین یاد موجود ہو۔
فغان بخیر جیب نالہ سنجی سخن مین اور سخن حرف مین اور حرف خط مین اور خط جان قالب کتاب مین ہو دانشمندون کا تعویذ جان اس کتاب کا ہر ایک باب جو ہر دعا بخیر کی مستجاب ہو۔

عطف مسند

کبھی مسند معطوف ہوتا ہی اور عطف سے تفصیل مسند کی اور اختصار مسند الیہ کا پیدا ہوتا ہی جیسے۔

منشی

توانا ہے وہ آپ اور زور مند — قوی ہے خداوند پست و بلند

وہ آپ مسند الیہ توانا اور زور مند معطوف علیہ اور معطوف مسند۔

ولہ

گنہگار ہون اور عصیان شعار — وے تو ہے غفار و آمرزگار

حالی

عدالت کے زیور سے سب تھے مزین — پھلا اور پھولا تھا احمد کا گلشن

غالب

خانہ زاد اور مرید اور مداح — تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار

انشا

فیض سحاب فرح سے تھی مزرع امید — گل گل شگفتہ تازہ و شاداب و سبز و نم

مزرع امید مسند الیہ واحد ہے اور شگفتہ و تازہ و شاداب و سبز و نم معطوف علیہ و معطوف ہو کر مسند ہین۔

مومن

تو واحد و بے نظیر و یکتا — تو حاکم و خالق برایا

تو دونون مصرعون مین مسند الیہ ہی اور ان کا مابعد مسند ہے۔

تاخیر مسند

مسند جو مسند الیہ سے پیچھے ہوتا ہی تو اسکی وجہ یہ ہے کہ مسند الیہ کا ذکر نہایت ضرور اور مقدم ہوتا ہی جیسا کہ مسند الیہ کے بیان مین مذکور ہوا۔

میر حسن

درختوں کے پتے چمکتے ہوئے
خس و خار سارے جھمکتے ہوئے

رند

غرغان باغ بیٹھے ہیں تجھ بن مرے ہوئے
نرگس کھڑی ہے آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے

انیس

سطح ہے سرد آگ کا اس میں ہیں سب تمام
نیچے ہوائے گرم سے بیتاب ہیں تمام

ظفر

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا
کوئی یاں تک اُسے لایا تو ہوتا

معصوم علی

ہیں مستحق سزا و نار تو ہے نور
ہیں گنہگار تو خدائے غفور

تقدیم مسند

کبھی مسند کو مسند الیہ پر مقدم لاتے ہیں اور اسکے مقدم لانے سے کئی طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) زیادہ اہتمام اُسکا مقصود ہوتا ہے یعنی اُسکا بیان ضرور و اہم ہوتا ہے تاکہ تقدیم ایسی چیز کی جسکا حق یہ ہے کہ موخر ہو اہمیت پر دلالت کرے چنانچہ۔

ناسخ

طائر روح کو کردیتے ہیں کیونکر بسمل
تیر رکھتے ہیں پر یہ وہ نہ کمان رکھتے ہیں

چونکہ بے تیر و کمان کے طائر روح کا بسمل کرنا ایک تعجب کی بات ہے اور اسکا بیان اہم و ضرور تھا اسلیے اسکو اول بیان کیا اور پریرو مسند الیہ کو پیچھے ذکر کیا۔

میر

شریعت مٹ رہا ہے تمام عمر اے شیخ
یہ میرا اب جو گدا ہے شراب خانے کا

مدعا یہ ہے کہ زمانہ سابق کی عظمت و قدر بیان کی جائے سو وہ شریف بننے سے پائی جاتی تھی سواسطے اس کو مقدم کردیا۔

ولہ

دو دوست اُسکو رکھتے ہیں پیر و جوان
ہے گا مشت بغلے محمد احسان

مومن

پیٹیں نہ اُسے یہ کھول کر بال — رو دیں نہ یہ منھ پہ دھر کے رومال

غالب

مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ہے ہے — خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس

ولہ

مشہد عاشق سے کوسوں تک جو اُگتی ہے حنا — کسقدر یا رب ہلاک حسرت پابوس تھا

ولہ

ہیں زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام — مہر گردوں ہے چراغ رہگذار باد یاں

نظیر

تا ابد آزاد ہیں دام و قفس کے جور سے — بلبل تصویر و طاؤس خیال آئینہ

ذوق

ٹھانی تھی دل میں اب نہ ملینگے کسی سے ہم — پر کیا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

جب ایک چیز میں دو وصف موجود ہوں اور سامع سمجھے کہ یہ شے ایک ہی صفت رکھتی ہے نہ دو یہاں تک کہ جائز سمجھے کہ یہ دونوں وصف خارج میں متعدد چیزوں کے ہیں پس جس صفت کو سامع نہ جانتا ہو اور بحسب زعم متکلم کے طالب اس بات کا ہو کہ دوسری صفت کا حکم اوسپر لگانے گا ایسے موقع پر واجب ہے کہ اُسی لفظ کو مقدم کریں مگر کسی نکتے کے واسطے چنانچہ اہتمام شان مسند وغیرہ اور یہ اس مثال سے روشن ہو سکتا ہے۔

سوز

مرقدوں میں دیکھتے ہیں اپنی ان آنکھوں سے ہم — یہ برادر یہ پدر یہ خویش یہ فرزند ہیں

پس اگر مخاطب مشار الیہ کو جانتا ہو مگر یہ نہ جانے کہ یہ برادر ہے یا کوئی اور اسی طرح یہ نہ جانے کہ یہ پدر ہے یا کوئی اور یہ نہ جانے کہ یہ خویش یا فرزند ہے یا کوئی اور تو اس موقع پر کلمہ یہ مقدم ہوگا اور اگر برادر اور پدر اور خویش اور فرزند کو تو جانے مگر یہ نہ جانے کہ برادر اور پدر اور خویش اور فرزند یہی ہیں اس موقع پر برادر اور پدر اور خویش اور فرزند کو مقدم کرینگے اور یہ کو مؤخر۔

محمد اسمٰعیل

عجب قدرتی شامیانہ ہے یہ — نظر کی جو حد ہے کا ٹھکانا ہے یہ

سامع یہ تو جانتا ہے کہ سر دن پہ نیلی نیلی ایک شے موجود ہی مگر اسکا قدرتی شامیانہ ہونا نہ جانتا تھا اسلیے اُس شے کو مقدم کر کے یہ کو مؤخر کیا۔

گویا

سر قلم کیجے ادا ہے یہ	اپنی قسمت کا بس لکھا ہے یہ

معشوق سر کاٹنا تو جانتا تھا مگر یہ نہ جانتا تھا کہ سر کاٹنا ادا ہی اسلیے ادا کو مقدم کر کے یہ کو مؤخر کر دیا

ولہ

قد جانان نہین قیامت ہے	زُلف جانان نہین بلا ہے یہ

سامع معشوق کی زلف کو تو جانتا تھا مگر اُسکا بلا ہونا نہ جانتا تھا اسلیے بلا کے ذکر کو مقدم کر کے یہ کو مؤخر کیا۔

(۲) تفاول کے لیے مسند کو مقدم کرتے ہین تاکہ مخاطب اول ہی سے اُس شے کو سُن لے جو اُسکو خوشی پہونچائے گی۔

ناسخ

دے نامہ بر آکے در پہ دستک	پہونچے مجھے مکتوب یکایک یارب

محض تفاول کے لیے دونوں مصرعوں کی ترکیبون کو بدل دیا در اصل یون کہنا چاہیے تھا کہ نامہ بر در پر آکے دستک دے اور مکتوب یکایک پہونچے مگر تفاول کے لیے مسند کو مقدم کر دیا۔

ولہ

بر آئے ترے قدم کی دولت	اُمید اُمیدوار قاصد

ولہ

آئے یارب جلد در پہ نامہ بر	دے مجھے مکتوب دلبر نامہ بر

محمد اسمٰعیل

تھی قحط سے پائمال خلقت	اُس مینھ سے ہوئی نہال خلقت

تفاول کے لیے خلقت اُس مینھ سے نہال ہوئی کو یون کر دیا اُس مینھ سے ہوئی نہال خلقت

ہوس

مسرور ہوئی تمام خلقت	ہر کوچے بجی خوشی کی نوبت

میر حسن

اسی سال مین یہ تماشا سنو — رہا حمل اک زوجۂ شاہ کو

گئے نو مہینے جب اسکو گذر — ہوا گھر مین شہ کے تولد پسر

انشا

مجھ سے سمجھ ہو کیا دولت بیدار ہون مین — خواب غفلت سے بس اب چونک گلے میرے لپٹ

مقصود بالتمثیل لفظ دولت بیدار ہی۔

رند

آن پہونچا وعدۂ دیدار یار — مژدہ باد اے عاشقان باوفا

سودا

ہے خوشی نام مرا مین ہون عزیز دلہا — نہ لگے شوق مین جسکے کبھی شائق کی پلک

امیر

ہے مبارک فال کوئی ہونے والی ہی خوشی — ہر چراغ لالہ جوش رنگ سے ہی گل فشان

داغ

کیا جوان بخت جوانی سال ہوا ہی عالم — فلک پیر بھی کھاتا ہی جوانی کی قسم

راگھوندر راؤ جذب

کیا طرب خیز ہے ہنگام ربیع الاول — خلق کو ہے یہی پیغام ربیع الاول

مقصود بالتمثیل لفظ طرب خیز ہے جو ربیع الاول کی خبر ہے۔

(۳) کبھی برائی کے اظہار مین جلدی مقصود ہوتی ہی اسلیے سند مقدم کیا جاتا ہے جیسے۔

خوشتر

شعبدہ ہے عجب یہ پیر گردون — کہ ہر دم اسکی ہے صورت دگرگون

جفا پیشہ ستمگر فتنہ خو ہے — برائے رنج ہر کس حیلہ جو ہے

شعبدہ اور جفا پیشہ اور ستمگر اور فتنہ خو خبر مقدم ہے اور غرض اس سے فلک کی برائی بیان کرنے مین تعجیل مقصود ہی۔

اگرچہ پیر ہے لیکن ہے بے پیر — ولہ — ہمیشہ منقلب ہے اسکی تدبیر

کسی کا خوش نہین آتا اُسے عیش | برائے جنگ پھرتا ہے لیے جیش

مومن

کوئی اِس دور مین بچے کیونکر | ملک الموت ہے ہر ایک بشر

قدر

خوش ہُون دولت دُنیا سے زمانے والے | رد بینگے صورت فوارہ خزانے والے

سودا

اِک قصّہ مین سُنا تھا مردم سے یہ قضارا | بیت الخلا گیا تھا مرزا علی پیارا

نسیم

زنبور سیاہ خال اُس کے | برگد کی جٹائین بال اُس کے

زنبور سیاہ مسند ہی اور خال اُسکے مسند الیہ اور برگد کی جٹائین مسند ہی اور بال اُس کے مسند الیہ مسندون کی تقدیم بیان بُرائی کے اظہار مین تعجیل کی غرض سے ہی -

مومن

خرس کی پشم اشعار خمیدہ | سخت غبار الاثر ولیدہ

ہدایت اللہ شیدا

اچھے نہین اچھے نہین یہ ڈھنگ تمھارے | بگڑے ہوے آتے ہین نظر رنگ تمھارے

(۴) کبھی مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہے جیسے -

انیس

پہونچے انھین لیکر جو وہ ظالم سر دربار | خدام لے کی عرض کہ حاضر ہین گنہگار

چونکہ صاحبزادگان حضرت مسلم کی گرفتاری مین کدتھی اسلئے دربار مین لیجاکر اُنکے حاضر ہونیکو پہلے ذکر کیا تاکہ گرفتار کرانے والا جلد مسرور ہو جائے -

میر حسن

خواصون نے خواجہ سراؤن نے جا | وہین نذرین گذرانیان اور کہا
مُبارک تجھے اے شہ نیک بخت | کہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت

چونکہ مسرت مین تعجیل مقصود تھی اس لیے پیدا ہوا کو جو مسند ہی اول بیان کیا اور وارث تاج و تخت کو جو مسند الیہ ہی پیچھے ذکر کیا اور یہی وجہ لفظ مبارک کی تقدیم کی ہے -

(۵) یا مسند کو مقدم کرنے سے سُننے والے کو مسند الیہ کا شوق دلانا مقصود ہوتا ہی کیونکہ مسند مین طول ہوتا ہی اسلیے کہ وہ مسند الیہ کے وصف پر مشتمل ہوتا ہی پس یہ طول سُننے والے کے نفس مین ذکر مسند الیہ کی طرف شوق پیدا کرتا ہے اسلیے مسند الیہ کو نفس مین وقعت اور قبولیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ جو چیز طلب کے بعد حاصل ہوتی ہے اُسکو بہ نسبت اُسکے جو بلا تکلیف حاصل ہوجائے زیادہ عزت حاصل ہوتی ہے۔

غالب

جام جہان نما ہی شہنشاہ کا ضمیر | سوگند اور گواہی کی حاجت نہین مجھے

جام جہان نما بترکیب اضافی مسند مقدم ہی اور شہنشاہ کا ضمیر بترکیب اضافی مسند الیہ موخر۔

رشک

سامنے چشم تصور کے ہین او خانہ خراب | تری آنکھین تری پلکین ترے خمدار ابرو

شیدا

اُبھر لگے ہین ترے رسا ہین بال | سر چڑھے ہین بُری بلا ہین بال

غلام مصطفےٰ فروغ

تجھیہ پڑتی ہے یار سب کی آنکھ | چشم بد دور ہے غضب کی آنکھ

حیدر علی صفیر

کوئی تسخیر ہی افسون ہی یا اعجاز آنکھون مین | لُبھا لیتا ہے دلکو وہ بُت طناز آنکھون مین

لُبھا لیتا ہی خبر مقدم ہی اور وہ طناز مسند الیہ موخر ہی۔

منشی

کان اُس شوخ کے بھردین تو غضب کیا ایدل | گوش جانانکے قرین رہتے ہین اکثر گیسو

اُس شوخ کے کان بھردین اور گوش جانان کے قرین رہتے ہین مسند مقدم اور گیسو مسند الیہ موخر مسندون کو یہان مقدم اسلیے کیا ہی کہ سامع کو مسند الیہ کے سُننے کا شوق پیدا ہو کہ یہ کسکا ذکر ہی اور جب معلوم ہوا کہ یہ گیسو کا بیان ہی تو لذت حاصل ہوئی۔

آرایش محفل

خوش آیندہ ہے نکہت رائے بیل | رہے بزم مین اُس سے نت بیل پیل

خوش آیندہ مسند مقدم ہی اور نکہت رائے بیل مسند الیہ موخر۔

دو چیزین ہین یادگار دوران قائم تیر استم اپنی جانفشانی

پہلا مسرع مسند مقدم ہی اور دوسرا مسند الیہ موخر۔

کشن پرشاد شاد

آئینہ بھی تو ہی شخص تو ہی عکس تو ہی | اصل مین ایک ہین سب تیری قسم غیر نہین

آئینہ اور شخص اور عکس مسند مقدم ہین اور مخاطب مسند الیہ موخر۔

محتشم

ہم ترے کوچے مین سب چھوڑ کے تنہا بھاگے | دل و دین صبر و خرد طاقت و آرام تمام

امانت

ہے جو سرگرم سلیمان جہان باد و شیر | ٹوٹے پڑتے ہین پریزاد پر پریزادون پر

تنبیہ جو قواعد و فوائد ہمنے مسند الیہ اور مسند کے باب مین ذکر کیے ہین جیسے تعریف اور تنکیر اور تقدیم اور تاخیر اور اطلاق اور تقئید اور ابدال اور تاکید اور عطف اور ذکر اور حذف یہ انہی دونون کے ساتھ مخصوص نہین ہین بلکہ جو کوئی ماہر سخن غور و خوض کرے گا تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ چیزین مفعول بہ اور حال اور تمیز اور مجرور اور مضاف الیہ مین بھی واقع ہو سکتی ہین۔

چوتھا باغ متعلقات فعل کے بیان مین

بطور تمہید کے یاد رکھنا چاہیے جو کہ صلاحیت مسند ہونے کی رکھے اور معنی مستقل پر دلالت کرے اور علاوہ معنی مصدری کے جو کہ سکے جو ہر جن ہین تین زمانون مین سے کوئی زمانہ اُسکے ساتھ پایا جاتے وہ **فعل** ہے اور ہر فعل کے لیے ضرور ہی کہ کوئی اُسکا فاعل یعنی کرنیوالا ہووے پس اگر فعل صرف فاعل ہی کو چاہتا اور فاعل کے سوا اور چیز کا محتاج نہ ہے تو اُسے لازم کہتے ہین جیسے احمد آیا اس مثال مین آیا فعل احمد فاعل ہے فعل آنے کا احمد پر تمام ہوا جو کہ فاعل فعل تھا اور اگر فاعل کے سوا متعلق کا محتاج ہو اور متعلق لام کے فتح سے وہ شے ہے کہ فاعل کا فعل اُسپر واقع ہو یا بنزلے واقع ہونے کے ہو اور واقع ہونا فعل کا یا بنزلے واقع ہونیکے ہونا مفعول بہ ہوتا ہی) تو اُسکو **متعدی** کہتے ہین جیسے احمد نے اپنے بھائی کو مارا یہان سے معلوم ہوا کہ فاعل کو متعلق فعل کا نہین کہ سکینگے اور اسی واسطے فاعل کے حق مین کہتے ہین کہ فعل اُس سے سرزد ہوا یا اُسکے ساتھ قائم ہے یا اُسکی طرف مسند ہے اور یون نہ کہینگے کہ اُس سے متعلق ہی

اور یہ بات اصطلاح کی رو سے ہو نہ لغت کی رو سے اور ہمارا یہ کہنا کہ ہمزے واقع ہونے کے
ہوا سلیے ہو کہ احمد فیروز کو لیگیا یا احمد فیروز کو نہ لے گیا یا احمد نے یہ بات کہی تینون چیزین تعریف
مین داخل ہین پہلی مثال مین وقوع فعل کا فیروز پر ظاہر ہے اور دوسری مثال مین فعل لیجانیکا
خود واقع نہین ہوا کیونکہ اُسکی نفی کی گئی ہے بلکہ قائم مقام واقع ہونے کے ہے اس سبب سے
کہ اگر فعل مثبت ہوتا ہے تو یون کہتے ہین کہ فعل اُسیر واقع ہوا اور جب نفی کا حرف فعل پر
لائے تو وہ فعل منفی ہوگیا اور باعتبار تاویل کے یون کہا گیا کہ فعل منفی اُسیر واقع ہے اور تیسری
مثال مین کہنا بات کا ہے نہ کہنے کا واقع کرنا بات پر لیکن اسکو بھی از روے تاویل کے وقوع
سے تعبیر کرتے ہین اور فاعل اُسکو کہتے ہین جس کی طرف فعل کی اسناد بطور قیام کے کیجاے
مراد اسناد سے یہ ہو کہ فعل قائم ہو فاعل کے ساتھ اور نہین کہ یہ فعل فلان شخص نے کیا ہو وہ کرنیوالا
فاعل کہلائے گا **مفعول بہ** وہ ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہو یا قائم مقام واقع کرنے کے ہو بعض
فعل دو مفعولون کو چاہتے ہین جب فعل اپنے فاعل کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اُسے نسبت کہتے ہین
اور اگر کسی اور کی طرف منسوب ہوتا ہے تو **تعلق** بولتے ہین جیسے فعل متعدی کا تعلق مفعول بہ سے
ہر فعل کو فاعل سے ناگزیر ہے کیونکہ پیدا ہونا کسی امر کا بدون پیدا کرنے والے کے محال ہے
مگر اتنا فرق ہے کہ فعل معروف کا فاعل معلوم ہوتا ہے اور فعل مجہول کا نامعلوم یہان مفعول بہ
کو فاعل کا قائم مقام کرکے فعل کی اسناد اسکی طرف کر دیتے ہین جس کو **مفعول مالم یسم فاعلہ**
کہتے ہین۔

کبھی ایک اسم کی طرف دو فعل مسند ہوتے ہین اسے **باب تنازع** کہتے ہین اور
تنازع چار حالتون سے خالی نہین۔

(۱) دونون فعل چاہتے ہون کہ اسم ظاہر اُن کا فاعل ہو مثلاً۔

ذوق

کرتی ہے زیر برقعۂ فانوس تاک جھانک | پروانے سے ہے شمع مقرر لگی ہوئی

فعل کرتی ہے اور لگی ہوئی کا فاعل شمع ہے اور یہ دونون فعل چاہتے ہین کہ شمع ہمارا فاعل ہے۔

رند

زلف اُس حور کی دکھلا لایا | دل مری جان پر بلا لایا

فعل دکھلا لانے اور بلا لانے کا فاعل دل ہے۔

بیخود

اڑ کر ہوا سے آئی ہے ہر دم عذار پر | منھ پر چڑھتی ہی ترے نہ کہیں منھ کی کھائے زلف

اڑ کر آئی اور چڑھتی اور کھائے کا فاعل زلف ہی۔

ظفر

اے ظفر جامۂ گل پر نہ کرے ناز کبھی | دیکھے رنگین اگر اُس شوخ کی پوشاک بہار

(۲) دونون فعل چاہتے ہون کہ اسم ظاہر انکا مفعول ہو۔

مصحفی

مرے ملک سے خصم کو دُور کر | الم سے چھڑا مجھکو سرور کر

چھڑا اور کر یہ دونون فعل چاہتے ہین کہ مجھکو ہمارا مفعول بنے۔

ذوق

مقدر ہی پہ گر سود و زیان ہے | تو ہمنے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا

نظیر اُس کا کہان عالم مین اے ذوق | کہین ایسا نہ پائےگا نہ پایا

شعر اول مین کھویا اور پایا دو فعل ہین ان دونون کا مفعول کچھ بمعنی کوئی چیز ہی اور دوسرے شعر مین نپائیگا اور نہ پایا دو فعل ہین اور انکا مفعول نظیر ایک ہی۔

(۳) پہلا فعل چاہتا ہو کہ اسم ظاہر میرا فاعل ہو اور دوسرا فعل چاہتا ہو کہ اسم ظاہر مذکور میرا مفعول ہو جیسے۔

ناسخ

تیرے ناسخ کی برابر ہو سکے کیا ماہرو | حُسن مین کرتا ہی مدھم یہ ستارہ چاند کو

چاند ہو سکے کا فاعل ہی اور کرتا ہی کا مفعول۔

غالب

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے | مرے بتخانے مین تو کعبے مین گاڑون برہمن کو

مرے کا برہمن فاعل ہی اور گاڑون کا مفعول۔

آصف

ہوتا چلا ہے رنگ گلابی نقاب کا | چھپتا ہے کب چھپائے سے چہرہ عتاب کا

چہرۂ عتاب چھپتا ہے کا فاعل ہی اور چھپائے کا مفعول ہی۔

امیر

جلتے ہین غمسے جان و دل و سینہ و جگر	چارون طرف ہی آگ بجھاؤن کہان تلک

آگ محل تنازع مین ہی کیونکہ اپنے جملے کا بتدا ہی اور بجھاؤن کا مفعول ہی۔

(۴) پہلا فعل یہ چاہے کہ اسم ظاہر میرا مفعول ہو اور دوسرا فعل اُسکی فاعلیت کی خواہش کرے چنانچہ

احسان رامپوری

کھا تو لین ہجر مین گر پڑے	زہر قاتل شکر نہو جائے

زہر قاتل کھالین کا مفعول ہی اور شکر نہو جائے کا فاعل ہی۔

گویا

پھینکدے گا ہاتھ سے اپنے اگر گل کرکے یار	سر کے بل گر کر کرے گی سجدہ شکر انہ شمع

گل کرکے پھینکدینے کا شمع مفعول ہی اور سجدہ کرنیکا فاعل۔

مرزا کاظم حسن

یہی اک رند باقی تھا صد افسوس	خدا بخشے حسن نے بھی قضا کی

حسن بخشنے کا مفعول ہی اور قضا کی کا فاعل۔

کشف

کشتے کو اپنے قاتل دے ہاتھ سے جو اپنے	خلعت سے ہو زیادہ اُسکو کفن مبارک

کفن محل تنازع مین ہی کہ دے کا مفعول بھی ہی اور اپنے جملے کا بتدا بھی واقع ہوا ہے۔

داغ

بات کی شاخ مین بھی آج ہے وہ استحکام	توڑنا چاہین تو ٹوٹین نہ کبھی قول و قسم

قول و قسم توڑنا چاہین کا مفعول ہین اور ٹوٹین کا فاعل۔

درد

دید و وا دید ہوئی دور سے میری اُسکی	پر جو مین چاہے تھا وہ بات نہونے پائی

بات چاہے کا مفعول ہی اور نہونے پائی کا فاعل۔

ان صورتون مین تنازع کا رفع کرنا اگرچہ فعل اول و ثانی دونون کے عمل دینے کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے مگر اختلاف اختیار مین ہے چنانچہ بعض فعل ثانی کو عمل دیتے ہین جیسے ان شعرون مین۔ ع

تیرے ناخن کی برابر ہو سکے کیا ماہ رو	حُسن مین کرتا ہی مدھم یہ ستارا چاند کو

ہو سکے کا فاعل چاند ہے اور یہی کرتا ہے کا مفعول ہے۔

غالب

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے	مرے بتخانے مین تو کعبے مین گاڑو برہمن کو

برہمن مرے کا فاعل ہے اور گاڑو ن کا مفعول۔

فعل ثانی کو عمل دیا ہی یعنی علامت مفعول کی آئی ہو اور فعل اول مین فاعل کی ضمیر ہی اور اضمار قبل الذکر اُردو مین جائز ہے۔ اسی قبیل سے ہے۔

امیر

تڑپ کر رو دے اُس محفل مین دونون تیغ گیار سو	دل نادان کو سمجھاتے کہ چشم تر کو سمجھاتے

سہیل

ضد سے عاشق کی یہ ہر بار اُلجھ جاتے ہین	اہد د مشاطہ سے گیسو کو نہ سُلجھائے بہت

اور بعض فعل اول کو عمل دیتے ہین اور فعل ثانی کے واسطے ضمیر لاتے ہین مثلاً۔

نادر

خاک شہید ناز سے جتنا اُٹھا غبار	قشقہ لگانے کو ترے سیندور ہو گیا

فعل اول یعنے اُٹھا کو عمل دیا جائے گا اور دوسرے مصرع مین ہو گیا کیلئے ضمیر لائی جائیگی یعنی وہ سیندور ہو گیا۔ غبار فعل اول کا فاعل ہے اور دوم کا مفعول۔

برق

بحر عالم مین رہی کشتی اُمید تباہ	دم بدم موج حوادث نے تپانچہ مارا

کشتی اُمید تباہ رہی کی فاعل ہے اور مارا کی مفعول پس فعل اول کو عمل دیا جائے گا اور فعل ثانی کے لیے ضمیر لائی جائے گی یعنی اُسکو تپانچہ مارا۔

یاد رکھو کہ فعل کو مفعول بہ کے ساتھ ذکر کرنا ایسا ہی جیسا کہ فاعل کے ساتھ اُسکو ذکر کرنا اسلیے کہ فعل کے ساتھ فاعل یا مفعول بہ کو ذکر کرنے سے سامع کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس فعل کو فاعل اور مفعول بہ کے ساتھ تعلق ہی فاعل کے ساتھ تو بوجہ تعلق ہی کہ فعل اُسکی ذات سے وقوع مین آتا ہی اور مفعول کے ساتھ اسلیے تعلق ہی کہ اُسپر واقع ہوتا ہے جیسے احمد بخش نے عبداللہ کو مارا احمد بخش سے مارنے کا فعل وقوع مین آیا ہی اسلیے وہ فاعل ہی اور عبداللہ پر یہ فعل واقع ہوا ہے اس لیے وہ مفعول ہی کہ

اور فعل کے ساتھ ان دونوں کے ذکر کرنے سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ فعل فی نفسہ واقع ہوا یا ثابت ہی بغیر اسکے کہ یہ معلوم ہو کہ کس سے وقوع مین آیا اور کس پر واقع ہوا پس جب فاعل اور مفعول کو فعل کے ساتھ ذکر کرتے ہین تو یہ غرض ہوتی ہی کہ فعل اُس سے واقع ہوا ہی اور اس پر واقع ہوا ہی ایسا کبھی نہین ہوتا کہ ان دونون کا صرف جاننا منظور ہو یا صرف فعل کا وقوع اور ثبوت مقصود ہو اگر اس بات کا افادہ منظور ہو کہ فعل کس سے واقع ہوا اور کس پر واقع ہوا تو یہ کہا جائے کہ مارنا وقوع مین آیا یا مارنا پایا گیا یا مارنا ثابت ہوا اور فاعل و مفعول کا ذکر چھوڑ دیا جائے کیونکہ جب اُن کا جتانا منظور نہین تو انکا ذکر عبث ہی۔

پس اگر فعل متعدی کے ساتھ مفعول مذکور نہو اور غرض صرف یہ ہو کہ فعل کا فاعل کے لیے ثابت ہونا یا نہ ثابت ہونا معلوم ہو جائے تو فعل متعدی کو بمنزلے لازم کے جنا لیتے ہین۔

اور حذف مفعول کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اُسکو مقدر بھی ماننے کی ضرورت نہو کیونکہ مقدر مذکور کی طرح سمجھا جاتا ہی کیونکہ قرینہ اُسکے وجود پر دلالت کرتا ہے اور سامع جس طرح ترکیب مین صریح مفعول کو سمجھتا ہے اسی طرح دلالت قرینہ سے بھی مفعول مقدر کو سمجھ لیتا ہی پس ایسے فعل متعدی کو مفعول مقدر سے بھی تعلق کی احتیاج نہین ہوتی جیسے لفظ لو شعر ذیل مین۔

وحید	
مضطر زمین ہی خوف سے لرزان ہی فوج سب	لو آمد اسد کا تلاطم سنو بس اب
ولہ	
اُمڈی وہ فوج وادی قرطاس مین بہم	میدان مین لو وہ آگیا نیزہ لیے قلم
ہاتفی	
لو اور شام تک کو قیامت بپا ہوئی	جوڑے کی اُس پری کے گرہ آج وا ہوئی
ذوق	
دیکھ ہی آتش نمرود گلستان خلیل	پیش دشمن نگذر حق سے نہین سانچ کو آنچ

دیکھو کو یہان مفعول کی احتیاج نہین صرف تنبیہ کیلئے ہی اسی قبیل سے ہی دیکھو شعر ذیل مین۔

وحید

دیکھو جو تھم رہا وہ نہ زندہ رہے گا آج
کچھ رنگ کہہ رہا ہی کہ یان خون بہیگا آج

ظفر

نہین دیکھ بہتر ستانا کسی کا ۔ گر کڑھانا کسی کا کڑھانا کسی کا

غالب

کہان تلک کہون ساقی کہ لا شراب تو دے ۔ نہ دے شراب تو بو کر کوئی کباب تو دے

لا کے لیے مفعول مطلوب نہین ظاہر ہی کہ ان تمام افعال مذکورہ کے ساتھ کوئی مفعول مذکور نہین ہی اور نہ ہم مقرر کر سکتے ہین کہ انکا مفعول ہی پس لابدیہی کہنا پڑتا ہی کہ یہ فعل صرف مخاطب کے متوجہ کرنے اور حوصلہ دلانے اور سست کو ہوشیار کرنے کے لیے آتے ہین مفعول کی ضرورت نہین **دوسری صورت** حذف مفعول کی یہ ہی کہ وہ عبارت مین مقدر ہو اور فعل کا تعلق مفعول غیر مذکور سے لابد ہو اور اس مفعول مقدر کے لیے دو شرطین ہین ایک یہ کہ اُسکے متعین کرنیکے واسطے کوئی قرینہ موجود ہو دوسری شرط یہ ہے کہ اُس کے حذف کرنے کے لیے کوئی غرض بھی ہو پس تفصیل اغراض کی یہ ہے۔

(۱) مفعول کو اس وجہ سے حذف کر دیتے ہین کہ ابہام کے بعد اسکا بیان کیا جاتا ہے اور اخفا کے بعد اُسکو ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ اکثر فعل چاہنے اور ارادہ کرنے اور کہنے اور فرمانے اور پسند کرنے اور محبت کرنے مین محذوف ہوتا ہے بشرطیکہ یہ افعال شرط واقع ہون پس شرط مین مفعول کو مخفی رکھ کے جزا مین کھول دیتے ہین پس یہ جزا اُس پر دلالت کرتی ہے اور اُس کو بیان کر دیتی ہے مثلاً اگر کہیے تو مین کل آؤن۔ اگر فرمایئے تو مین کھانا لاؤن۔ مین اگر چاہتا تو چلا جاتا اگر مین پسند کرون گا تو تم کو پڑھاؤن گا یعنی اگر آنے کو کہیے اور اگر کھانا لانے کو فرمایئے اور اگر مین چلا جانا چاہتا اور اگر مین تم کو پڑھانا پسند کرون گا۔ ظاہر ہے کہ مبہم ہونے کے بعد بیان زیادہ موثر ہوتا ہے۔

محشر

گرتے ہوے گردون کو تو چاہے تو سنبھالے ۔ تجھ سا نہ کوئی صاحب و سان سنا ہے

یعنی اگر تو گرتے ہوے گردون کو سنبھالنا چاہے تو سنبھالے جب چاہے فعل ذکر ہوا تو سامع نے جانا کہ کوئی ایسا مفعول ہے جو چاہنے سے متعلق ہے جب جواب شرط مین کہا سنبھالے تو سامع کو معلوم ہو گیا کہ وہان سنبھالنا محذوف ہوا ہے پس سنبھالے جزا سے توضیح مفعول کی ہو گئی۔

مومن

بعد یک چندے گر خدا چاہے
مین ہون اور تیرے در کی دربانی

یعنے اگر خدا مجھسے تیرے در کی دربانی کرانا چاہے تو مین ہمیشہ تیرے در کی دربانی کرتا رہونگا۔

لمؤلفہ

جو فرماؤ تو دکھلادون تماشا تمکو رونے کا
گمان رہوے نہ صاحب کو مری پنبہ دہانی کا

یعنے جو رونے کے لیے فرماؤ الخ۔

(۲) اس توہم کے دفع کرنے کے واسطے حذف کردیتے ہین کہ سامع پہلے سے اُس چیز کا ارادہ نہ کرلے جو مراد نہین ہے یعنے اُسکے حذف سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ سامع یہ نہ خیال کرے کہ اہم بیان کرنا اسی کا ہے پس جب اُسکو حذف کردیتے ہین تو اُسکی اہمیت جاتی رہتی ہے جیسے۔

امانت

وہ سوختہ ہون مین کہ نہ پاوینگے بعد مرگ
سگہاے کوے یار مرے استخوان تلک

یعنی گوشت کو ہڈی تک نہ پاوینگے پس گوشت جو مفعول بہ ہے اُسکو حذف کردیا ہے اسلیے کہ اگر اُسکو ذکر کیا جاتا تو سامع کو ما بعد کے ذکر سے قبل یہ شبہہ ہوتا کہ سگہاے کوے یار ہڈی کو پاوینگے پس ہڈیان نہ جلی ہونگی بلکہ گوشت کا کچھ حصہ جلا ہوگا اور اس سے یہ ثابت ہوگا کہ آتش عشق نے تمامین پورا اثر نہین کیا اور یہ نقصان ہے جو عاشق کامل کی شان سے بعید ہے اور جب یہ کہا کہ ہڈی تک نہ پاوینگے اور گوشت کا ذکر اُٹھا دیا تو اس توہم کی گنجایش نہ رہی کیونکہ کوئی چیز جب کسی چیز مین حائل ہو تو بغیر اُس حائل کے جلے دوسری چیز تک آنچ نہین پہونچ سکتی پس معلوم ہوا کہ آتش عشق جبتک گوشت کو نہ جلا لیگی ہڈی تک نہین پہونچ سکتی۔

سودا

یا کاظمین چرخ ستمگر کے ہاتھ سے
پہونچی ہے کارد آگے مرے استخوان تلک

روشن ہے اک چراغ سے جون نخل شمعدان
پہونچا ہے داغ دل کا مرے استخوان تلک

ان شعرون مین بھی اول کے مطابق حالت ہے۔

ولہ

نشو و نماے سبزہ و ریحان و دیا مین
ہے طعنہ زن نمود خط گلرخان تلک

یعنے اُن چیزون کی نشو و نما دوسری چیزون کو طعنہ زنی کرتی ہے کرتے کرتے خط گلرخان تک طعنہ زنی کرنے لگی ہے پس دوسری چیزین مفعول بہ ہین۔

امیر مینائی

ہر شخص کے بہت زخم جگر چھیڑ رہے ہیں		قاتل وہ لگا ہاتھ کہ دل تک اتر آ سے دے

یعنی سینے کے تمام حصون کو کاٹ کر دل تک کاٹ ڈالے پس دوسرے اعضا کو جو مفعول تھے ہین حذف کر دیا ہے اگر ان کو ذکر کیا جاتا تو سننے والے کو مابعد کے ذکر سے قبل یہ شبہ ہوتا کہ عاشق دل کو کٹوانا نہیں چاہتا اور یہ اُس کا نقصان ہے۔

(۳) اسلیے حذف کرتے ہین کہ اُس محذوف کا ذکر دوبارہ دوسرے محل پر دوسرے فعل کے ساتھ مقصود ہوتا ہے پس اسواسطے پہلے فعل کے ساتھ اُسکو ذکر نہین کرتے دوسرے کے ساتھ ذکر کرتے ہین اگر پہلے کے ساتھ ذکر کر دیا جاتا تو دوبارہ فعل اُسکی ضمیر پر واقع کرنا پڑتا اور چونکہ دوسرے فعل کے اُس پر واقع کرنے کا نہایت قصد و اہتمام کے ساتھ ہوتا ہے اسلیے متکلم اس امر پر راضی نہین ہوتا کہ پہلے فعل کے ساتھ اُسکو ذکر کر کے دوبارہ دوسرے فعل کو اُسکی ضمیر پر واقع کرے گو ضمیر اسی سے کنایہ ہوتی ہی جیسے کہین مین نے بہت ڈھونڈھا مگر سخاوت و شجاعت مین کہین آپکا نظیر نہ پایا یعنی مین نے بہت کچھ آپکے نظیر کو ڈھونڈا پہلے فعل کے ساتھ نظیر کو نہ لائے اگر اُسکے ساتھ ذکر کیا جاتا تو آگے یون کہنا پڑتا مگر مین نے اُسکو کہین نہ پایا اور اس سے وہ غرض فوت ہو جاتی جو یہان مدنظر تھی۔

میر

بھا کرم برائی کے تیرے مدام		میرے اعمال آہ مت پوچھو
تم بھی اے مالکان روز جزا		بخشدو اور گناہ مت پوچھو

یعنے بخشدو گناہ پس بخشدو کا مفعول کہ گناہ ہی حذف کر دیا کیونکہ اسکو دوسرے فعل کا دوسرے مقام پر مفعول بنانا منظور تھا اور وہ مت پوچھو ہی اگر پہلے لے آتے تو دوسرے فعل کو ضمیر پر واقع کرنا پڑتا جس سے غرض فوت ہوتی اور پوچھنے کی غرض نہی کا صریح لفظ گناہ پر واقع کرنا تھا پس اگر صریح لفظ گناہ پر بخشدو کے فعل کو واقع کر دیتا تو مت پوچھو کے فعل کو گناہ کی ضمیر پر راجع کرنا پڑتا اور غرض یہ تھی کیونکہ قائل کو اپنے گناہون کی معافی مین انتہا درجے کی تاکید منظور ہی اور وہ چاہتا ہے کہ آنکی باز پرسش ہی نہ ہو جو معافی سے بھی بڑھکر ہی اس صورت مین سزائے گناہ کا توہم بھی باقی نہین رہ سکتا اگرچہ ضمیر سے بھی یہ بات حاصل ہو سکتی تھی مگر جو مبالغہ معانی مین صریح لفظ گناہ پر مت پوچھو کا فعل واقع کرنے مین ہے وہ ضمیر پر واقع کرنے مین نہین ہو سکتا۔

سودا

مولوی جی سے اب کوئی جاکے مرا پیام دو — کہنے لگا کہ یہ غزل پڑھنے کو اذن عام دو
لکھ لکھا ہے ہر ایک کو صبح سے تا بہ شام دو — مجھ سے جو پوچھو شعر ہی کہنے کو انصرام دو
گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو ذرا لگام دو

پانچویں مصرع میں دو نہ دو لگام میں نہ دو کے بعد لگام کو ذکر کیا اسلیئے کہ اگر دو کے بعد ذکر کرتا تو غرض فوت ہو جاتی، ورنہ یہ ہے کہ نہ دینے کا ایقاع صریح لفظ لگام پر ہو کیونکہ اس میں مخاطب کی مذمت زیادہ ثابت ہوتی ہے اگر ضمیر ذکر کرتا تو اس میں یہ بھی احتمال تھا کہ شاید دوسری شے کی طرف پھرتی ہو اور اگرچہ معنی مراد مقام کی وجہ سے متعین ہو سکتے تھے مگر مبالغہ ہجو میں اسکے مناسب تھا کہ نہ دو کا واقع کرنا صریح لفظ مفعول پر ہوتا۔

انیس

مجھ سے یہ نہ ہو ویگا کہ امت کو سزا دون — اللہ سزا دیگا میں کیا انکو سزا دون

اللہ سزا دیگا کا مفعول بھی اُن کو ہے مگر اُس کو یہان حذف کر کے دوسرے فعل کے بعد اُسی فائدے کی غرض سے ذکر کیا ہے۔

ولہ

کتنے تھے اعدا کہ بچے بھی علیؑ کے شیر ہیں — جب بڑھاتے ہیں تو پھر پیچھے قدم رکھتے نہیں

یعنی جب قدم بڑھاتے ہیں تو پھر اسکو پیچھے نہیں رکھتے دیکھو پہلے فعل کے ساتھ مفعول کو ذکر نہیں کیا

سیاپان

تمنا ہے یہی دے بے تشویش و رنج — پلا دو آتشہ تا دور ہو رنج

دے کے بعد دو آتشہ کو ذکر نہ کیا پلا کے بعد ذکر کیا اُسی نکتے کے واسطے۔

(۴۲) مفعول کے حذف سے تعمیم اختصار کے ساتھ مطلوب ہوتی ہے اگرچہ صیغۂ عموم کے ساتھ مفعول کو ذکر کرنے سے بھی تعمیم حاصل ہو سکتی ہے مگر اس صورت میں اختصار فوت ہوتا ہے۔

مثنوی قضا و قدر

آئے کو محتاج نہ جانے دیا — اُسنے دیا اُس کو خدا نے دیا

یعنی اُس نے عموماً تمام آنے والون کو دیا پس اس مثال میں عموم بطور مبالغہ کے مقصود ہے کیونکہ مقام مبالغہ کا ہے۔

احسان شاہجہان پوری

گئی ہین عرش تک آہین نیاز مندونکی	بتو سنی نہ تمھین نے خدا کے بندونکی

یعنے خدا کے بندونکی کوئی فریاد نہ سُنی یہان عموم بطور مبالغے کے مقصود ہی۔

مہابھارت منظوم

عنایت کیے فضل سے وہ کمال	نمایان ہوئی قدرت ذوالجلال

یعنی تمام بندون کو فضل وکمال عنایت کیے پس مثال اول ودوم عموم کا فائدہ مبالغۃً دیتی ہی اور مثال سوم تحقیقاً یہ فائدہ بخشتی ہی مثال ذیل مین بھی تعمیم کے لیے مفعول محذوف ہی۔

غالب

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو	میری سُنو جو گوش نصیحت نیوش ہے

یعنے میری تمام باتون اور نصیحتون کو سُنو یہان عموم کا افادہ مبالغۃً ہوتا ہے۔

(۵) حذف مفعول سے صرف اختصار مطلوب ہوتا ہے کوئی دوسرا فائدہ معتبر نہین ہوتا جیسے مرزا غالب ایک خط مین لکھتے ہین ”قبلہ آپ بیشک ولی صاحب کرامت ہین کم وبیش ایک ہفتہ گذرا ہوگا کہ ایک امر جدید مقتضی اسکا ہوا کہ آپ کو اُسکی اطلاع دون خانہ کاہلی خراب آج لکھون کل لکھون اب کون لکھے کل صبح کو لکھونگا صبح ہوئی غالب اسوقت نہ لکھو سہ پہر کو لکھیو۔

(۶) یا محافظت وزن اور رعایت قافیہ کی وجہ سے مفعول کو حذف کر دیا جاتا ہی۔

انیس

برچھیان کھاتے چلے جاتے ہین تلوارون مین	مار لو پیاسے کو ہے شور ستمگارون مین

مار لو کا مفعول وزن کی وجہ سے محذوف ہی اور اُسکی صفت مذکور رہی۔

تراب

گر نہ شوخی سے اُلجھتی اُس ہین کنگھی بار بار	کیون نکلتی زلف کے منھ سے صدائے مار مار
کسطرح شانے سے چھیڑون زلف ناگن یار کی	یار کے منھ سے نکلتی ہے صدائے مار مار

ان دونون شعرون مین قافیہ وزن کی وجہ سے مار مار کا مفعول محذوف ہی۔

حالی

کھاؤ تو پہلے لو خبر اُن کی	جن پہ بیتا ہے نیستی کی پڑی

پہنو تو پہلے بھائیوں کو پنھاؤ | کہ ہے اُترن تمھاری جن کا بناؤ

کھاؤ اور پہنو اور پہناؤ کے مفعول محذوف ہین۔

(۷) مفعول کا چھپانا منظور ہوتا ہو تو اسلیے بھی حذف کر دیتے ہین جیسے۔

ظفر

مین خط اور یون خط کیونکر لکھون اے صاحب | جیسا کہ لوگون نے سکھایا مرا جی جلتا ہو

لوگون نے جو کچھ سکھایا چھپانے کی غرض سے اُسکا ذکر چھوڑ دیا کیونکہ اُس کے ذکر سے قائل کو ندامت ہوتی تھی۔

(۸) اسلیے ذکر نہین کرتے کہ اگر کوئی دباؤ واقع ہو تو کہدیا جائے کہ ہمنے اسے بُرا نہین کہا ہی مثلاً جب خالد کے سامنے اُسکے دشمن زید کا ذکر آئے تو کہدے لعنت بھیجو اور مراد اس سے زید ہی بوجہ قیام قرینہ کے تو یہان محض اس وجہ سے اُسکا نام ترک کیا گیا کہ ضرورت کے وقت کہدیا جائے کہ میری مراد اس قول مین زید نہین ہی۔

(۹) متعین ہونے کی وجہ سے بھی مفعول کا ذکر ترک کر دیا جاتا ہے اور اس تعین کی دو صورتین ہین۔

ایک یہ کہ حقیقۃً متعین ہو جیسے سجدہ کرتا ہون یعنے خدا کو سجدہ کرتا ہون۔

ناسخ

جب وہ مسجد مین ادا کرتے ہین | سب نماز اپنی قضا کرتے ہین

ادا کرتے ہین کا مفعول یہان متعین ہی اور وہ نماز ہے۔

میر محبوب علی خان آصف والی حیدر آباد

میخانے مین کیا لطف ہی کیا مال ہی ساقی | آواز چلی آتی ہے لا اور پلا اور

دوسرے یہ کہ ادعاءً متعین ہو جیسے اس عبارت مین فسانہ آزاد کی جلد اول کی "میان خوجی جو گرما کے تو چیپر کھٹ سے اُٹھ ہی کھڑے ہوے اور لپک پڑے اب آؤ دیکھتے ہین نہ تاؤ گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے ہین لینا لینا لینا" اسی قبیل سے ہی ذوق کے دوسرے مصرع مین تجھے کے مفعول کا حذف۔

ذوق

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے | اور اسپر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بت سے خدا سمجھے

(۱۰) ادب کی وجہ سے مفعول کو ترک کردین جیسے مین ہر وقت یاد کرتا ہون یعنی جناب سرورکائنات کو
(۱۱) اسلیے محذوف کردیتے ہین کہ زبان اُس کے ذکر سے آلودہ نہو جیسے اللہ نے تکبر کی پاداش
مین دائمی لعنت کا مستوجب کیا یہان شیطان کو محذوف کردیا ہی۔
(۱۲) مفعول کا ذکر بُرا معلوم ہونیکی وجہ سے متروک کردیتے ہین جیسے۔

ذوق

یہ کہکے ملائک ہین فلک پر روتے	اے کاش کہ انسان سے ہم بھی ہوتے
غفلت مین بھی رہتا ہی یہ اتنا ہشیار	شیطان کے چلا دیتا ہی سوتے سوتے

چلا دیتا ہی کا مفعول لبسبب کراہیت کے محذوف ہے یعنی شیطان کی شرمگاہ مین آلہ تناسل
سوتے سوتے چلا دیتا ہی بسا اوقات خواب مین شیطان آدمی کے پاس عورت کے بھیس مین اپنے
آپکو پہونچاتا ہی یہی سبب احتلام ہونیکا ہی بعض افعال متعدی ایسے ہین کہ ایک مفعول کی خواہش
کرتے ہین اور بعض دو مفعولون کو چاہتے ہین متعدی بیک مفعول مین جو نسبت فعل کو مفعول کے
ساتھ ہوتی ہی ویسی نسبت متعدی بدو مفعول کو اپنے ہر ایک مفعول کے ساتھ ہوتی ہی پس معلوم
ہوگیا کہ متعدی بیک مفعول مین ایک نسبت ہوتی ہی اور متعدی بدو مفعول مین دو نسبتین۔

حالی

سکھائے معیشت کے آداب اُنکو	پڑھائے تمدن کے سب باب اُنکو

سکھائے کی پہلی نسبت اُنکو کیطرف ہی اور دوسری نسبت معیشت کے آداب کی طرف اسی طرح
پڑھائے کی پہلی نسبت اُنکو کی طرف ہی اور دوسری نسبت تمدن کے سب باب کی طرف۔

حالی

ہر اک شہر و قریہ کو یونان بنایا	مزہ علم و حکمت کا سب کو چکھایا

بنایا کی پہلی نسبت ہر اک شہر و قریہ کی طرف ہی اور دوسری نسبت یونان کی طرف اسی طرح چکھایا
کی پہلی نسبت سب کی طرف ہی اور دوسری نسبت علم و حکمت کے مزے کی طرف

مثنوی لیلیٰ مجنون

گذرے بعد اجب اُسکو یک چند	بخشا اُسے حق نے ایک فرزند

بخشنے کی نسبت پہلی اُسے کی طرف ہے اور دوسری فرزند کی طرف۔

ولہ

کہتی نہین خامشی کا یارا	عقرب نے مجھے ہی نیش مارا

تاسخ

ہمنے نظارۂ دردندان یار سے	تار نظر کو رشتۂ گوہر بنا دیا

بنا دیا کی نسبت پہلی تار نظر کی طرف ہی اور دوسری نسبت رشتۂ گوہر کی طرف۔
اور جب ایک نسبت سے تجرید چاہتے ہین اور منفرد کرنا منظور ہوتا ہی تو پہلی نسبت پر ہی اکتفا کرتے ہین۔

غیاث الدین عزت مؤلف غیاث اللغات

پھرتے ہو ہمسے روٹھے نہین مانتے ہو بات	ہم جانتے ہین تمکو کسی نے سکھا دیا

یہان سکھا دیا کا مفعول ثانی یعنی کچھ ہمارے خلاف محذوف ہی تمکو مفعول اول ہے۔ اور جب مقام مقتضی مدح کا ہوتا ہے تو تعمیم اور شمول افراد کے واسطے مفعول ثانی کو حذف کردیتے ہین تعمیم اور شمول افراد سے یہ غرض ہی کہ جو کچھ سامع کے دل مین آجائے وہی اُس سے مراد لی جائے چنانچہ۔

جراٴت

جرأت اب بند ہے تنخواہ تو یون کہتے ہین	کہ خدا دیوے نہ جب تک تو سلیمان کب دے

دے کا مفعول مال و دولت زر و جواہر رزق۔ انعام و اکرام وغیرہ ہو سکتا ہی۔
کبھی ان دونون مفعولون مین سے کوئی ایک حقیقت مین صفت یا موصوف ہوتا ہی اور جو انمین موصوف ہونیکی صلاحیت رکھتا ہی یعنے اسم ذات ہوتا ہی اُسکو مفعول اول بناتے ہین اور جو صفت ہونیکی صلاحیت رکھتا ہی یعنے اسم صفت ہوتا ہی اُسے دوسرا مفعول قرار دیتے ہین مگر لفظاً موصوف و صفت واقع نہین ہوتے۔

تپش

رُخ مہر و مہ اُسنے تابان کیا

رُخ مہر و مہ حقیقت مین موصوف ہی اور تابان اُسکی صفت۔

شایان

ہستی مٹی تو پردے مین یکسانگ ہو گیا	گو عشق نے کمر کے کیا بے نشان مجھے

مجھے مفعول اول موصوف اور بے نشان مفعول دوم صفت۔

ظفر

صورتِ میری کیونکہ نہ آزردہ ہو وہ شوخ | تو نے فلک بنایا ہے اندوہگین مجھے

مجھے مفعول اول موصوف اور اندوہگین مفعول دوم وصفت۔

المولفہ

دلکو میرے گل خندان جو کرنا تھا تجھے | اے فلک غنچۂ تصویر بنانا کیون تھا

دلکو مفعول اول موصوف اور گل خندان مفعول دوم وصفت۔

ولہ

جیب و دامان کو سدا اشک سے گلگون دیکھا | تجھ سے دیکھا یہ جو کچھ دیدۂ پرخون دیکھا

جیب و دامان مفعول اول موصوف اور گلگون مفعول دوم وصفت۔

ذکی

کیا جلوہ سبز خط سے رخ یار نے کیا | حیرت ہے روشن آئینہ زنگار نے کیا

آئینہ مفعول اول وموصوف اور روشن مفعول دوم وصفت ہی۔

بشیشر ناتھ الور لکھنوی

دیکھے جو باغ مین عرق آلودہ روے یار | شبنم گلونکو آب خجالت سے ترکرے؛

گلون کو مفعول اول وموصوف اور تر مفعول دوم وصفت۔

مولوی محمد اسمٰعیل

مجھکو غافل مگر نہ جانیگا | بندہ پرور برُا نہ مانیگا

مجھکو مفعول اول موصوف اور غافل مفعول دوم وصفت۔

منشی

مرے خامے کو کر تو گوہر فشان | زبان کو مری کر فصیح اللسان

معمولات فعل کی تقدیم

فعل کے معمول سے مراد مفعول بہٖ اور مفعول لہٗ اور مفعول معہٗ اور مفعول فیہ اور جار مجرور اور ظرف اور حال اور تمیز ہین مگر یہان ان مین سے بعض کی تقدیم کا بیان کیا جاتا ہے اُس پر دوسرون کو قیاس کرسکتے ہین۔

تقدیم مفعول بہ

اصل مفعول بہ کی یہ ہے کہ فعل کے بعد ذکر کیا جائے لیکن کبھی اس کو مقدم لاتے ہیں اور اس سے کئی باتیں مطلوب ہوتی ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) مفعول کی تخصیص پیدا ہوتی ہے جیسے۔

قلق

آپ کو دیکھ دیکھ کر بے آس ... ہو گئی جاتی ہے سب غلاموں کو یاس

یعنے خاص آپکو بے اس دیکھا ہم لوگ بہت گھبرائے جاتے ہیں۔

غالب

فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اسکو یاد اسد ... جفا میں اسکی ہے انداز کار فرما کا

یعنی خاص فلک کو دیکھکر وہ یاد آتا ہے کیونکہ جو کچھ ستم فلک کرتا ہے اسی کے حکم سے کرتا ہے۔

ناسخ

خورشید کو دیکھو آسمان کو دیکھو ... اتنے بڑے خوان میں ہے اک گردہ نان

آصف

کشتے کو اپنے قاتل دے ہاتھ سے جو اپنے ... خلعت سے ہو زیادہ اُسکو کفن مبارک

گویا

گنہ گویا کے یارب بخشدے تو ... بحق آل دیا مان محمد

لیلی المجنون میر غلام علی بیخبر لکھنوی

تجھے بھیج مکتب میں پچھتائے ہم ... ترے لکھنے پڑھنے سے باز آئے ہم

گویا

عروس فکر کو دکھلائے گا شباب قلم ... کرے مدد سے کیونکر نہ اب خضاب قلم

مولوی نذیر احمد

سکنجبین کو فرمایا قاطع صفرا ... مریض بیس کو بتلایا روغن بادام

منشی

شبستان دل کو مرے سربسر ... چراغ خرد سے منور تو کر
مجھے اپنے گنجینۂ فیض سے ... دُر دانش و گوہر عقل دے

سید امداد امام اثر

ہمین بزم عدو مین وہ بلاتا ہے تمنا سے	اگر ایسا بھی ہوتا ہے ستم ایسا بھی ہوتا ہے

انیس

بانو کو حسین دیکھے چلے شاہ نامدار	وہ پیاس اور وہ دھوپ کا صدمہ وہ اضطرار

شیفتہ

جفا کو ترک کرو تم وفا کو مین چھوڑ دون	کچھ اشتہار تھمین ہو کچھ اشتہار مجھے

چونکہ جفا کو معشوق سے خصوصیت ہو اور وفا کو عاشق کے ساتھ اختصاص ہو اسلیے دونون کا ذکر مقدم کیا۔

شہادت استقراء اور حکم ذوق سے ثابت ہو کہ اکثر صورتون مین تقدیم مفعول سے تخصیص ضرور پیدا ہوتی ہو اور کبھی ایسا نہین بھی ہوتا ہو۔

(۲) مفعول کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہو اور تخصیص منظور نہین ہوتی جیسے۔

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لے کے رہ گئے	صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

یہان صرف اہتمام شان مفعول مقصود ہو اسلیے کہ دیکھنے کا تعلق آئینے سے اہم ہو۔

صفی

جلانے والونکو اللہ یون جلاتا ہے	رقیب پر ہی وہ پروانہ شمع رو ہوکر

گویا

یہ خوف شرع ہو کہ ظاہر مین کوئی نام نہ لے	سدا شراب کو لکھتا ہے آفتاب قلم

مرزا احمد علی ندیم

صف مژگان کو چڑھایا ہو خدا خیر کرے	نوک رہ جائے اگر نکلے ظفر کی صورت

مومن

تجھکو بھی نہ کہہ سکین ترا مثل	یان تک نقش دوئی مٹایا

رند

دوش دایہ کو نہ جانون مین کنار مادر	پرورش یافتہ ہون دامن صحرا تیرا
کعبے کو نہ پوجتیون ہم ہندو نکے ہوتے	اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے

غالب

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود — قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہین

(۳) اس لیے مقدم کرتے ہین کہ تبرک مین تعجیل مقصود ہوتی ہے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اپنا محبوب کیا۔

(۴) تقدیم مفعول سے لذت حاصل کرنے مین تعجیل مقصود ہوتی ہی جیسے۔

غالب

بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہی ہر لحظہ نگاہ — جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

آصف

نرگس جادو دکھا کر کوئی جادوگر گیا — دوستو لینا خبر میرا دل مضطر گیا

سودا

باوے کو ہاتھ سے زاہد کے نہ ہووے ملا — بر یہ راضی ہی کہ کبر ونپہ جو جھڑکے تو جھڑکے

ولہ

تجھے دل مین تو رکھ لوں نہین یہ ہے رشک — اُسی مین جان ہو اُس مین ہی تو ہو

(۵) مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہی۔

میر

برقع کو اٹھا چہرے سے وہ بت اگر آئے — اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آئے

نسیم

پوشاک جو لینی ہو تو ہو نچا دُ — بولین وہ چلو کہا قسم کھا دُ

سودا

خوشش دلی ایک سی مین پاتا ہون — ہم غریب و غریب پرور ہین

(۶) برائی مین تعجیل مقصود ہوتی ہی جیسے۔

غالب

غیر کو کیونکر وہ یارب منع گستاخی کرے — گر حیا بھی اُس کو آتی ہی تو شرما جائے ہے

سودا

یزید کو تو مسلمان گنے ہے ای نا سا — پھر اُسکو کیئے اولوالامر مین کرے ہی یاد

ولہ

الو جوائے کیا با تو نگی میزان مین تول ۔۔۔ قرض کے دو سو بچایہ سو کی جڑی در ڈھول

(۷) کبھی مفعول کے مقدم لانے سے اُسکی شان کی تعظیم مقصود ہوتی ہی

میر حسن

پیمبر کو بھیجا ہمارے لیے ۔۔۔ وصی اور امام اُسنے پیدا کیے

شاد

ذات کو اسم و صفت مین جو نہ دیکھے کوئی ۔۔۔ دیدہ اُسکا بخدا دیدۂ بینا نہ ہوا

مقصود بالتمثیل لفظ ذات ہے۔

قصۂ حلیمۂ سعدیہ

یعنے اُس شاہ کو لائی گھر مین ۔۔۔ نور اللہ کو لائی گھر مین

نسیم

انسان کو کیا ہے حق نے فائق ۔۔۔ ہے عقل سے اشرف الخلائق

(۸) تقدیم مفعول مین فاعل کی بڑائی و عظمت نکلتی ہی جیسے اس شعر مین قصۂ شاہ روم کے سم

جسے چاہے تو ہی دیتا ہے عزت ۔۔۔ جسے چاہے تو ہی دیتا ہے ذلت

یعنے تو ایسا عالی شان و صاحب عظمت ہے کہ جسکو چاہتا ہی عزت دیتا ہی جسکو چاہتا ہی ذلت دیتا ہی خواہ بادشاہ ہو خواہ فقیر۔

ممتاز گنگوہی

مُردون کو زندہ غلامان نبی کرتے ہین ۔۔۔ معجزہ آپکا اے حضرت عیسیٰ کیا ہے

سمجھ بوجھ

مساکینون کو کردے صاحب تاج ۔۔۔ شہنشاہون کو کردے دم مین محتاج

تپش

شرر کو چھپایا ہر اک سنگ مین ۔۔۔ نہان بوے گل کی ہر اک رنگ مین
گل و شمع کو اُس نے بخشی نمود ۔۔۔ دیا مرغ و پروانہ کو بھی وجود

منشی

کبھی ناتوانون کو بخشے وہ زور ۔۔۔ سلیمان کو گاہے کرے مثل مور

جن و دیو و انسان و حور و پری
کیے اُسنے قدرت سے پیدا تمام
دلیرون کو اُس نے کیا ہے دلیر

مہ و مہر اور زہرہ و مشتری
نہان تجھ سے ہوے سب ہویدا تمام
کیا نرہ شیرون کو اُسنے ہے شیر

غالب

دو لون جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا
یان آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین

مثنوی زائر

عیسے کو جگہ ملی فلک مین پ
فرعون کو نیل مین کیا غرق

قارون کو گرادیا درک مین پ
رکھا موسی کے تاج بر فرق

مولوی محمد اسمعیل

بکرم کی سبھا کو تری ہیبت نے بھلایا
ارجن کو تری ہمت و جرأت نے بھلایا

اور تجھوج کا شہرہ تری شہرت نے بھلایا
اسکندر و جم کو تری شوکت نے بھلایا

گویا

اٹھائے سر جو ترے حکم کے بغیر کبھی
سر فلک کو کرے تیغ آفتاب قلم

مقصود با تمثیل سر فلک ہی۔

(۹) تقدیم مفعول سے تخصیص کے علاوہ حصر بھی پیدا ہوتا ہی جیسے۔

میر حسن

وہ حمد مین تیری عزوجل
تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

تجھے مفعول ہے جس سے مراد خدائے تعالےٰ ہے اور تخصیص کے لیے اسکو مقدم کیا ہی جیسا کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ سورۂ الحمد مین واقع ہے ایاک مفعول ہے جس سے خدا مقصود ہے اور نعبد جمع متکلم کا صیغہ ہی یعنی خاص تجھکو ہم عبادت کرتے ہین اسی طرح میر حسن کے مصرع مین کرتا چلون واحد متکلم کا صیغہ ہے اور ضمیر صیغے مین مستتر ہے یعنی خاص تجھکو مین سجدہ کرتا چلون اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ سجدہ اہل اسلام کے نزدیک سوا خدا کے دوسرے کے لیے ممنوع ہی۔

مذہب الاسلام

تجھے بجھے و نزات حاجت روا
تجھی سے کیے جو کیے مدعا

تجھے جانے ہر دم سمیع و بصیر	تجھی سے کرے عرض مانی الضمیر

ذوق

تجھسے دیکھا سبکو اور تجھکو نہ دیکھا جون نگاہ	تو رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا

تجھکو نہ دیکھا مقصود بالتمثیل ہے۔

غالب

اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا	جو دوی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا

اُسے کی ضمیر خداے تعالیٰ کی طرف پھرتی ہے اور مقصود بیان تخصیص و حصر ہے۔

تقدیم مفعول دوم کی مفعول اول پر

پہلے مفعول کا حق یہ ہے کہ دوسرے پر مقدم ہو مگر جہان مفعول دوم کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہے وہان اُسی کو مقدم کرتے ہین۔ جیسے۔

امیر

روتی ہے شبنم گلستان مین تو ہنس پڑتے ہین پھول	پانی پانی جو کرے دل کو وہ آنسو اور ہے

حقیقت مین پانی پانی مفعول دوم ہے اور مفعول اول یعنی دل کی صفت ہے لیکن صفت کا بیان کرنا متکلم کے نزدیک اہم تھا اس واسطے مقدم کیا۔

ہوس

دولت یہ کسے کسو نے دی ہے	نعمت ہمین جو کہ تو نے دی ہے

دولت و نعمت کا بیان اہم تھا انکو پہلے بیان کیا باوجودیکہ مفعول دوم ہین اور کسے اور ہمین مفعول اول ان کو مؤخر کیا۔

صفیر

سحر بر آئے اگر بھان متی کی صورت	پر کبوتر کو کرے پر کو کبوتر گیسو

پہلی جگہ پر مفعول دوم ہے اور کبوتر مفعول اول اور دوسری جگہ پر مفعول اول ہے اور کبوتر مفعول دوم۔

شیفتہ

جو بیگانہ جانے تجھے خلق کیا غم	اگر آشنا آشنا جانتا ہے

پنڈت

روانی مرے نطق کو کر عطا ؛ سلاست طلاقت سے کر آشنا

ہ

کشتۂ ناز آج سرد ہوا ؛ مژدہ پہونچاؤ میرے قاتل کو

نسیم

لیلیٰ ہین نے تجھے بنایا ؛ مجنون مجھے خطاب دیدے

ولہ

یہ سُنکے اشارے سے بٹھایا ؛ بادام بنفشہ کو دکھایا
طوق اُس کو طلسم کا پنھایا ؛ قمری اُسے سرو نے بنایا

گلزار علی اسیر

خط کبوتر کو دیا لاکھ طرح کے ہین خیال ؛ خاطر وسوسہ پرداز کا دیوانہ ہون

تقدیم حال کی صاحب حال پر

حال وہ لفظ ہی کہ فاعل یا مفعول ب کی کیفیت اور حالت کو ظاہر کرتا ہی جبکہ فاعل سے فعل صادر ہو یا اُسکی ذات سے قائم ہو اور مفعول پر فاعل کا فعل واقع ہو جسکی حالت معلوم ہوتی ہو اُسے ذوالحال یا صاحب حال کہتے ہین اصل یہ ہی کہ حال صاحب حال سے پیچھے ہوا کرتا ہی کبھی حال کو صاحب حال پر مقدم کردیتے ہین اور اُس جگہ زیادہ اہتمام شان کا پایا جاتا ہی۔

نسیم

جب پردۂ صبح ہو گیا فاش ؛ خندان خندان اُٹھا وہ بشاش

خندان خندان حال ہی اسی کا زیادہ ترجتانا منظور تھا اسلیے مقدم کیا۔

آصف والی حیدرآباد

گھلتے گھلتے عاشق بیمار تیرا مرگیا ؛ دل مین زہر عشق آخر کام اپنا کرگیا

ہوس

آزردہ دگریہ ناک و پرخشم
سب آئے یہ حیف کرتے باہم

مولوی مظہر علی حضوری

کل جو غصے سے مجھے اُسنے دکھائی آنکھین	روتے روتے مری آشوب کر آئی آنکھین

ظفر

ہون تو وہ گلے کے ہار اگر اُنسے پوچھیے	بکھرے ہوئے پڑے ہین یہ کیون ہار مین کے پھول

تقدیم ظرف

کبھی ظرف کو اُسکے متعلقات پر مقدم لاتے ہین اور ظرف کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہی جیسے

لمؤلفہ

سچ تو یہ ہے اچھی سوجھی پیر مغان کو مستی مین	کعبے مین جا ناقوس بجایا دیر کا جا کے طواف کیا

کعبہ مکان متبرک عبادت گاہ اسلامیان ہی اُس مین ناقوس کا پھونکنا ایک امر عجیب تھا اور اُسکا بیان ضروری تھا اسلیے اُسکو مقدم کیا اور اُسکا ذکر اول مناسب سمجھا۔

نعیم

کعبہ مین نہین پایا تو دیر مین جاتا ہون	اٹکتا ہون کہ شاید وہ بیرحم یہان ہوگا

ناسخ

باغ مین آج جو اُس گل کی سواری آئی	شور بلبل نے کیا باد بہاری آئی

غالب

اینٹس مین گذرتے ہین جو کوچے سے وہ میرے	کندھا بھی کہارونکو بدلنے نہین دیتے

ولہ

اُس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے	بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے
صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو	دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

ولہ

اپنی گلی مین دفن نہ کر مجھکو بعد قتل	میرے پتے سے خلق کو کیون تیرا گھر ملے

گلزار نسیم

واقف اُس بت کدے سے تھین وہ	سنگدپ اُسکو لے گئین وہ
تہخانے مین تھا طلسم کا ڈر	شش در ہوا چار سمت پھر کر

ذوق

دل بدخواہ مین تھا مارنا یا چشم بد بین مین	فلک پر ذوق گر تیر دعا مارا تو کیا مارا

گلشن پرشاد شاد

جو وابستہ ہین گیسو سے ترے یہ اُنکی زینت ہی	گلے مین طوق ہی اور پانون مین زنجیر رکھتے ہین

پانچوان باغ قصر کے بیان مین

قصر کے معنی روکنے کے ہین چنانچہ اللہ فرماتا ہی حُورٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِی الْخِیَامِ یعنی حورین ہین خیمون مین رُکی ہوئین اور اصطلاح علم معانی مین یہ ہی کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ایک خاص طریق پر مخصوص کرنا اور اسکی دو قسمین ہین ایک حقیقی اور وہ یہ ہی کہ ایک شے کو دوسری شئے کے ساتھ نفس الامر اور حقیقت مین مخصوص کردینا اس طرح کہ پہلی شے دوسری شئے سے غیر کی طرف کسی طرح متجاوز نہو جیسے خاتم الانبیا محمد ہی ہین اس مین ختم نبوت کا قصر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر ہوگیا اور یہ کام اُن سے دوسرے کی طرف متجاوز نہین ہوسکتا دوسرا غیر حقیقی جسکو اضافی بھی کہتے ہین اور وہ یہ ہی کہ ایک شئے کی تخصیص دوسری شئے کے ساتھ بہ نسبت کسی شئے کے ہو اس طرح کہ اس تیسری شئے تک وہ متجاوز نہو سکے اگرچہ یہ ممکن ہو کہ اُسکے سوا کسی اور چوتھی شے تک بعض امثلہ مین متجاوز ہو جائے پس قصر حقیقی مین ایک شئے دوسری شئے سے کبھی کسی کی طرف متجاوز نہین ہوسکتی اور قصر غیر حقیقی مین بھی اگرچہ ایک شئے دوسری شئے سے تیسری شئے کی طرف متجاوز نہین ہوسکتی ہی مگر اس کے سوا کسی اور شئے کی طرف متجاوز ہوسکتی ہے جیسے زید کھڑا ہی ہی اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا ہونا بیٹھنے کی طرف متجاوز نہین ہوسکتا اور یہ نہین ہے کہ کھڑا ہونا زید سے کسی اور کی طرف متجاوز نہوسکے عمرو کا یا خالد کا کھڑا ہونا جائز ہی کیونکہ یہان کھڑے ہونے کی تخصیص زید کے ساتھ بہ نسبت بیٹھنے کے ہوتی ہی کہ کھڑا ہونا بیٹھنے کی طرف نہین پہونچ سکتا مگر زید کے سوا اور اشیا تک کھڑا ہونا متجاوز ہوسکتی ہی۔ اور اُن مین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین۔

(الف) **قصر موصوف کا صفت پر** اور وہ یہ ہی کہ موصوف اُس صفت سے دوسری صفت کی طرف متجاوز نہوسکے لیکن یہ جائز ہی کہ اُس صفت سے اور شئے بھی متصف ہوسکے (ب) **قصر صفت کا موصوف پر** اور وہ یہ ہی کہ وہ صفت اس موصوف سے کسی اور موصوف کی طرف متجاوز نہ کرسکے لیکن یہ جائز ہی کہ اُس موصوف کے لیے اور صفات بھی ہون اور قصر کی

بحث مین **صفت** سے مراد صفت معنوی ہی یعنی وہ معنی جو غیر کے ساتھ قائم ہون اور صفت نحوی مُراد نہین۔ نحویون کے نزدیک صفت اُس تابع کو کہتے ہین کہ ایسے معنے پر دلالت کرتا ہو جو ذات متبوع مین موجود ہون جیسے چالاک گھوڑا پس لفظ چالاک نے اُس چیز پر دلالت کی جو گھوڑے مین موجود ہی یعنی چالا کی یا ایسی چیز پر دلالت کرتا ہی جو متبوع کے متعلق مین ہوتی ہو جیسے طفل خوبرو پس خوب اُس شے پر دلالت کرتا ہے جو طفل کے متعلقات مین سے ہی اور وہ رو ہے لیکن اس اعتبار سے کہ وہ طفل کا مُنھ ہی صفت طفل کی ہو گیا اسی کو نعت اور وصف بھی کہتے ہین۔

اقسام قصر حقیقی

اسکی دو قسمین ہین (۱) وہ قصر حقیقی جس مین قصر موصوف کا صفت پر ہو (۲) وہ قصر حقیقی جس مین صفت کا قصر موصوف پر ہو۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر مولوی صاحب فقیہ ہی ہین یعنی صرف اسی صفت سے مخصوص ہین اور کوئی صفت اُن مین نہین ہی اس قسم کا قصر ایسے بلیغ سے جو صدق کا متلاشی ہو واقع نہین ہوتا کیونکہ کوئی چیز ایسی نہین کہ اُسکی صفات کا احاطہ ہو سکے تاکہ کسی صفت کا اُسکے لیے ثابت کرنا اور اُسکے ماسوا کا اُس سے بالکل نفی کرنا ممکن ہو بلکہ ایسا کر سکنا محال ہی اسلیے کہ صفت منفیہ کے لیے بھی نقیض ہی اور وہ ایسی صفات مین سے ہی کہ نفی اُسکی ممکن نہین اسلیے کہ نقیضین کا ارتفاع ممتنع ہی مثلاً جب ہمنے کہا کہ زید شاعر ہی ہے اور یہ ارادہ کیا کہ اور کوئی صفت اُس مین نہین پائی جاتی سوائے شاعر ہونے کے تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ وہ کھڑے ہونے کے ساتھ اور کھڑے ہونے کے نقیض کے ساتھ بھی متصف نہو اور یہ محال ہے۔

مثال قصر صفت کی موصوف پر اور یہ قسم بہت جگہ آتی ہے جیسے مکان مین سوائے زید کے کوئی نہین یعنی مکان مین موجود ہونا ایک ایسے معنے ہین جو زید پر مقصور ہین اسی طرح خدا ہی عالم الغیب ہے یعنے اور کوئی اس صفت سے موصوف نہین اسی طرح محمدؐ ہی خاتم الانبیا ہین۔

کبھی قصر حقیقی کو مبالغے کے واسطے بیان کرتے ہین اور صفات متعددہ کو بمنزلے معدوم کے خیال کرتے ہین سو یہ کبھی قصر موصوف کا صفت پر ہوتا ہی چنانچہ کہنے مین زید دیوانہ ہی ہی یعنی اور جتنی صفات ہین دیوانگی کی ایسی مغلوب ہو گئی ہین کہ گویا معدوم ہین اسی طرح میر صاحب مرثیہ گوہی

ہین یعنے اُنکی تمام صفات مرثیہ گوئی کے مقابلے مین کالعدم سمجھی گئی ہین اور کبھی قصر صفت کا موصوف پر ہوتا ہی مثلاً میر ہی شاعر ہین۔

اس حساب سے قصر حقیقی کی چار قسمین ہوئین۔

(الف) وہ قصر حقیقی جس مین موصوف کا قصر صفت پر غیر ادعائی ہو۔

(ب) وہ قصر حقیقی جس مین موصوف کا قصر صفت پر ادعائی طور پر ہو۔

(ج) وہ قصر حقیقی جس مین صفت کا قصر موصوف پر غیر ادعائی ہو۔

(د) وہ قصر حقیقی جس مین قصر صفت کا موصوف پر ادعائی طور پر ہو۔

اقسام قصر غیر حقیقی

اسکی ۲ دو قسمین ہین (۱) قصر موصوف کا صفت پر (۲) قصر صفت کا موصوف پر اور پھر ان مین سے ہر ایک مین مخاطب یا تو افراد کا یا قلب کا یا تعیین کا اعتبار کرتا ہی پس یہ چھ قسمین ہون گی۔

(الف) قصر موصوف کا صفت پر بطریق افراد کے۔

(ب) قصر موصوف کا صفت پر بطریق قلب کے۔

(ج) قصر موصوف کا صفت پر بطریق تعیین کے۔

(د) قصر صفت کا موصوف پر بطور افراد کے۔

(ر) قصر صفت کا موصوف پر بطور قلب کے۔

(س) قصر صفت کا موصوف پر بطور تعیین کے۔

قصر حقیقی اور غیر حقیقی مین فرق یہ ہی کہ حقیقی مین متکلم کے نزدیک جمیع صفات مسلوب ہوتے ہین اور یہ شرط اُس مین نہین ہوتی کہ مخاطب افراد کا یا قلب کا یا تعیین کا اعتبار کرے اور یہ سلب مقتضی اس بات کا ہی کہ تعدد صفات نہو اور غیر حقیقی مین واجب ہی کہ ان تینون مین سے کسی ایک کا اعتبار کیا جائے اور عدم تعدد صفات کو اُس مین دخل نہین اور افراد اور قلب اور تعیین بحسب مقام معلوم ہو سکتے ہین۔

اب ہم اسلیے کہ یہ امر بخوبی خاطر نشین ہو جائے ان چھوٹی صورتون کو چھ مثالون مین بیان کرتے ہین (۱) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہی کہ زید منجم بھی ہی اور شاعر بھی ہی تو اُسوقت متکلم کے

یہ کہنے سے کہ زید منجم ہی ہے اُسکا یہ اعتقاد باطل ہو جائے گا کہ زید دونوں صفتوں میں شریک ہے اور اُن سے موصوف ہے اس مثال میں قصر موصوف کا صفت پر باعتبار افراد کے ہے (۲) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ زید اور بکر دونوں فقیہ ہیں تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید ہی فقیہ ہے مخاطب کا یہ اعتقاد باطل ہو جائیگا کہ دونوں صفت فقہ میں شریک ہیں اور جان لیگا کہ بکر فقیہ نہیں صرف زید ہی فقیہ ہے یہ مثال صفت کے قصر کی موصوف پر باعتبار افراد کے ہے یہ دونوں صورتیں قصر افراد کی ہیں (۳) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ زید کھڑا ہے تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید بیٹھا ہے نہ کھڑا مخاطب کا یہ اعتقاد کہ زید کھڑے ہونیکی صفت کے ساتھ متصف ہے باطل ہو جائیگا اور یہ صورت قصر موصوف کی ہے صفت پر (۴) اگر مخاطب کو یہ اعتقاد ہو کہ زید کھڑا ہے نہ خالد تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ خالد کھڑا ہے نہ زید مخاطب کا وہ اعتقاد باطل ہو جائے گا یہ مثال قصر صفت کی ہے موصوف پر یہ تیسری اور چوتھی شکل قصر قلب کہلاتی ہے کیونکہ ان میں متکلم مخاطب کا تمام حکم بدل ڈالتا ہے بخلاف قصر افراد کے کہ اُس میں بعض حکم مخاطب کا متکلم ثابت رکھتا ہے اور بعض کی نفی کرتا ہے (۵) مخاطب منجملہ دو صفتوں کے کسی ایک صفت کے ساتھ زید کے متصف ہونے کا معتقد ہو مگر اُسکے نزدیک یہ متعین نہو کہ خاص اس ایک صفت کے ساتھ متصف ہے نہ دوسری کے چنانچہ ایک شخص یہ تو جانتا ہے کہ فن شعر یا فقہ کے ساتھ زید متصف ہے مگر اُسکے نزدیک یہ متعین نہیں کہ ان میں سے خاص کس کے ساتھ متصف ہے تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید شاعر ہی ہے اُسکا یہ شبہ رفع ہو جائے گا یہ قصر تعیین کی وہ قسم ہے جس میں موصوف کا قصر صفت پر ہوتا ہے (۶) مخاطب کو یہ اعتقاد ہو کہ فن شاعری کے ساتھ زید اور خالد دونوں میں سے ایک شخص بالضرور متصف ہے مگر صاف صاف یہ نہ جانتا ہو کہ خاص یہی ایک شخص متصف ہے پس متکلم کے کہنے سے کہ فقط زید ہی شاعر ہے اُسکو متعین ہو جائیگا کہ زید شاعر ہے خالد شاعر نہیں یہ مثال قصر تعیین کی اُس قسم کی ہے جس میں صفت کا قصر موصوف پر ہوتا ہے اور یہ دونوں قسمیں قصر تعیین کہلاتی ہیں۔ کیونکہ ان میں اُس حکم کو جو مخاطب کے نزدیک معین نہ ہو معین کیا جاتا ہے اور اُس کا شبہ دور کر دیا جاتا ہے۔

پس یہ چھ قسمیں قصر غیر حقیقی کی ہیں اور چار قسمیں قصر حقیقی کی ہیں سب ملکر دس قسمیں ہوئی

سوال اگر کہا جائے کہ یہاں ایک اور قسم بن سکتی ہے کیونکہ جب سامع کو تردد زید اور عمرو کے آنے میں ہو اور متکلم کہے کہ نہ زید آیا ہے نہ عمرو بلکہ بکر آیا ہے پس یہ نہ تو قصر قلب ہے نہ قصر تعیین کیونکہ قصر قلب میں شرط ہے کہ مخاطب مفہوم کلام متکلم کے برعکس اعتقاد رکھتا ہو اور قصر تعیین میں شرط ہے کہ

تصور موجود ہوا ور اشتباہ اس بات مین ہو کہ ایا کون شخص دونون مین سے آیا ہے سو یہان تو بکر کا
مخاطب کو تصور بھی نہ تھا۔

جواب اگر سامع کو تردد اس بات مین تھا کہ جو شخص آیا ہے وہ زید ہی یا عمرو ان دونون مین سے
ایک کے سوا اور کوئی شخص نہین تو اس وقت یہ قصر قلب ہوگا کیونکہ متکلم کا کلام سامع کے اعتقاد
کے برعکس ہے اور اگر مساوات کا ارادہ رکھتا تھا کہ زید آیا ہے یا بکر یا عمرو یا کوئی اور شخص پس بیشک یہ
قصر تعین ہوگا کیونکہ اُسکا خاص یہ مطلب نہ تھا کہ زید ہی آوے یا عمرو یا بکر بلکہ اُسکا یہ مطلب تھا کہ کوئی
ہو اور مطلب اُسکا طلب تعین اور رفع اشتباہ تھا سو وہ بکر کے کہنے سے حاصل ہو گیا مگر اس صورت
مین اُسکا جواب مشکل ہے کہ سامع خالی الذہن ہو اور ان دونون مین سے کسی کا تصور نہ رکھتا ہو پھر بھی
کہہ سکتے ہین کہ اس قسم کی مثالین بہت کم واقع ہوتی ہین یہ مختصر طور پر بیان قصر افراد اور قصر تعیین اور
قصر قلب کا ہے۔

شرائط قصر

قصر افراد مین جو قصر موصوف کا صفت پر ہو شرط ہے کہ دونون صفات باہم متنافی و متباین نہون
پس اس صورت مین یہ نہین کہا جائیگا کہ زید بینا ہے نہ نابینا کیونکہ قصر افراد مین شرط ہے کہ مخاطب
اعتقاد شرکت کا رکھتا ہو اور کوئی عاقل یہ اعتقاد نہین کر سکتا کہ زید ایک ہی حالت مین بینا بھی ہو
اور نابینا بھی اور قصر قلب مین جو قصر موصوف کا صفت پر ہو یہ شرط ہے کہ مخاطب ایسے معنون کا
اعتقاد رکھتا ہو کہ ایک نوع کی تنافی اُن مین پائی جاے پس یہ نہین کہا جا سکتا کہ زید کھڑا ہے نہ شاعر
ہے کیونکہ قصر قلب مین شرط ہے کہ مخاطب مفہوم کلام متکلم کے برعکس اعتقاد رکھتا ہو اور یہ اُس
صورت مین ممکن ہے کہ دونون امر ایسے ہون کہ اُن مین ایک نوع کی تنافی پائی جائے
جیسا کہ کہین زید کھڑا ہے نہ بیٹھا اور شاعری ایک صفت علحدہ ہے اور کھڑا ہونا صفت علحدہ
اور اُس قصر قلب مین جس مین قصر صفت کا موصوف پر ہو یہ شرط جاری نہین ہو سکتی پس جو شخص
اس بات کا اعتقاد رکھتا ہو کہ زید آیا ہے نہ عمرو تو اُس کو یون جواب نہین دے سکتے کہ زید ہی آیا
ہے نہ عمرو اسلیے کہ آنے کے وصف مین دو موصوفون کا جمع ہونا ممکن ہے پس اس مین تنافی
ہونا شرط نہین بلکہ کبھی تنافی نہین پائی جاتی جیسے اس مثال مین کہ زید ہی آیا ہے نہ عمرو اور
کبھی پائی جاتی ہے جیسے سوا عمرو کے زید کا باپ نہین اسلیے کہ یہ قصر صفت کا ہی موصوف پر
قصر قلب کے قبیل سے ہے اور یہ ممکن نہین کہ دو موصوف زید کا باپ بننے کی صفت مین جمع ہون

اور قصر تعیین مین کبھی قصر افراد کی شرط پائی جاتی ہی اور کبھی قصر قلب کی یعنی کبھی قصر قلب کی طرح دونون صفات باہم متنافی ہوتے ہین اور کبھی قصر افراد کی طرح متنافی نہین ہوتے پس قصر تعیین کی مثالون مین سے بعض مثالین قصر قلب کی ہوسکتی ہین اور بعض قصر افراد کی۔

قصر کے استعمال کے طریق

قصر کا استعمال سات طور پر ہوتا ہے (۱) عطف کے ساتھ (۲) نفی و استثنا سے (۳) کلمۂ ہی کے ساتھ (۴) تقدیم و تاخیر سے (۵) مسند الیہ کی تکرار سے (۶) چند اشیا کی نفی کے ساتھ کسی شئے کو ثابت کرنے سے (۷) بعض الفاظ سے۔

اب اس اجمال کی تفصیل مفصل ذکر کیجاتی ہے۔

(۱) عطف کے ساتھ قصر

مثال قصر افراد مین قصر موصوف کی صفت پر یہ ہو کہ زید منجم ہو نہ شاعر۔

مصحفی

مزاج انکا ٹھٹول اسقدر پڑا ہے کہ وہ — ہنسی سمجھتے ہین اس بات کو نہ جرم کبیر

وہ موصوف ہے اور ہنسی سمجھنا اور جرم کبیر سمجھنا صفات ہین پس ان مین سے پہلی صفت پر موصوف قصر کیا ہو۔ اور عبد الحلیم شرر کی اس عبارت مین "برٹش حکومت نے اردو کو عدالت کی کرسی تک نہین پہونچایا بلکہ یون کہنا چاہیے کہ خاک سے اٹھایا اور آسمان پر پہونچایا"۔ بلکہ جب نفی کے بعد آتا ہے تو تابع کے لیے اثبات کا فائدہ دیتا ہے اس وجہ سے حصر پیدا ہوتا ہو بخلاف اسکے کہ اثبات کے بعد آتا ہو تو متبوع سے اثبات کا رفع نہین کرتا بلکہ اسکو مسکوت عنہ کے حکم مین کر دیتا ہو اسلیے قصر کا فائدہ نہین بخشتا پس مثال مذکور مین عدالت کی کرسی تک پہونچنے کی اردو سے نفی ہوتی ہو اور خاک سے اٹھائے جانے اور آسمان تک پہونچائے جانے کا اسکے لیے اثبات ہوا ہی۔

ترجمہ مثنوی روم مؤلفہ راسخ

یہ نہین اپنے لیے تیری قسم — بلکہ تیرے واسطے ہے رنج و غم

ظفر

مرغ کو تیرے نہ کیون برق نہ شعلہ نہ شرر — بلکہ خورشید جہانتاب کہے تو کہہ دون

نوبہار امید

لکھنے کے وقت نہ تھا اُسکے قلم کا وہ صریر | بلکہ تھا اُسکے لیے بہجت و شادی کا صفیر

تپش

نہ مار اب نہ مجھے بلکہ دے مجھکو کھول | وہی گفتگو پیار کی مجھسے بول

میر

شہر مین جو نظر پڑا اُس کا | کشتۂ ناز یا تغافل تھا

کسی کو یہ اعتقاد ہو کہ شہر کے لوگ بہت سے اوصاف سے موصوف ہونگے تو یہ کہنے سے کہ ہر شخص کو اُسکے ناز یا تغافل کا کشتہ پایا یہ اعتقاد اُس کا باطل ہوجائیگا اور تمام اہل شہر کا قصران دو صفات مین قرار پائیگا۔

قصر قلب مین قصر موصوف کا صفت پر

لمولفہ

گریہ زیبا ہے نہ خندہ تجھکو | حال پر میرے ارے او بدخو

معشوق موصوف ہے اور گریہ و خندہ دو صفات ہین اور ان دونون مین تنافی ہے پس ان مین سے صرف ایک ہنسنے کی صفت پر قائل نے معشوق کا قصر کر دیا۔

ہادی

دل ہوا ہادی نہ آگہ سُنکے حال رفتگان | بلکہ بہر خواب غفلت یہ بھی اک افسانہ تھا

دل موصوف ہے اور حال رفتگان سنکر آگہ نہونا اور خواب غفلت کے لیے افسانہ ہونا یہ دو صفات تنافی ہین کیونکہ خواب غفلت کے لیے افسانہ ہونے سے مراد غافل ہو جانا ہے اور ظاہر ہے کہ آگہ یعنے ہوشیار نہونے اور غافل ہوجانے مین تنافی ہے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

نہین قصہ یہ دل لگی کے لیے | بلکہ عبرت ہے آدمی کے لیے

قصہ موصوف ہے اور دل لگی اور عبرت یہ دو صفات متنافی ہین پس ان مین سے صرف دوسری صفت پر موصوف کا قصر کر دیا نسیم کا یہ شعر بھی اسی مثال مین ہے۔

سمجھین وہ کہ یہ نہین سلجھتی | ہے بلکہ برنگ زلف اُلجھتی

بکاؤلی جسکی طرف وہ کی ضمیر راجع ہی موصوف ہی اور سُلجھی اور اُلجھی دو صفات متنافی ہین جن مین
سے دوسری صفت پر اُسکا قصر کر دیا ہے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

باہنر تو سرکشی کرتے نہین		بلکہ سر کو اور دیتے ہین جھکا

سرکشی کرنا اور سر کو جھکانا دو صفات متنافی ہین جن مین سے دوسری صفت پر باہنر کا قصر کیا ہی

ظفر

دیکھے دل اُس زلف کو ہمنے نہ دیکھا فائدہ		بلکہ اس سودے مین ہمکو ہمنشین گھاٹا ہوا

فائدہ اور گھاٹا دو صفات متنافی ہین جن مین سے دوسری صفت پر متکلم نے اپنا قصر کیا ہی۔

مولوی ظفر علی خان بی اے

لام کاف آپ ذرا چھوڑیئے اسکا نہین وقت		بلکہ یہ وقت ہی اسکا کہ بند ہے شرق پہ لام

قصر افراد اور قصر قلب کے لیے ہمنے علیحدہ علیحدہ مثالین اسلیے ذکر کی ہین کہ موصوف کے
صفت پر قصر مین قصر افراد کی مثال قصر قلب کے قابل نہین ہوسکتی اسلیے کہ قصر افراد مین یہ شرط ہی
کہ دونون صفات مین باہم منافات نہو۔ اور قصر قلب مین یہ شرط ہے کہ دونون صفات مین کسی
قسم کا تقابل اور منافات ہو گریہ اور خندہ ہوشیار نہونا اور غافل ہونا دل لگی اور جرءت سرکشی
کرنا اور سر کو جھکانا سُلجھی اور اُلجھی۔ فائدہ۔ اور گھاٹا۔ وقت ہونا اور وقت کا نہونا ایسے وصف
مین کہ باہم منافات رکھتے ہین اس لیے یہ قصر قلب کے قبیل سے ہین اور زید کے منجم و شاعر
ہونے مین تنافی نہین اور نہ ہنسی سمجھنے اور جرم کبیر سمجھنے مین منافات ہے۔ اور نہ قلم کا حریر ہونے
اور بہجت و شادی کا سفر ہونے مین تنافی ہے اور نہ عدالت کی کرسی تک پہونچانے
اور خاک سے اُٹھا کر آسمان پر پہونچانے مین منافات ہے اور نہ اپنے
لیے ہونے اور تیرے لیے ہونے مین منافات ہے اور نہ رُخ کو برق
و شعلہ و قمر کہنے اور خورشید جہانتاب کہنے مین اور نہ مارنے اور کھو لدینے مین منافات ہے
پس یہ تمام مثالین قصر افراد کی ہین اسی طرح میر کے شعر مین بھی کشتۂ ناز ہونے اور کشتہ تغافل ہونے
مین منافات نہین اسلیے وہ بھی قصر افراد کے قبیل سے ہی۔
مثال قصر صفت کی موصوف پر زید شاعر ہی نہ خالد یہ مثال قصر افراد مین بھی کام آسکتی ہی

اور قصر قلب مین بھی جیسا موقع ہوگا وہان ویسا اعتبار کرلیا جائیگا اگر قصر افراد کا موقع ہوگا تو اس کو قصر افراد کی مثال مان لینگے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی کو یہ اعتقاد ہو کہ صفت شاعری کے ساتھ زید اور خالد دونون متصف ہین تو متکلم نے یہ کہکے کہ اس صفت سے زید ہی متصف ہے خالد کو شاعری نہین آتی اُسکے اُس اعتقاد کو باطل کردیا کہ دونون شاعر ہین پس یہان افراد کا قصر شاعری پر ہوگیا اور اگر قصر قلب کا موقع ہوگا تو اُس کی مثال مان لینگے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ خالد شاعر ہے زید شاعر نہین تو قائل کے یہ کہنے سے کہ زید شاعر ہے نہ خالد اُسکا وہ اعتقاد باطل ہوجائیگا اور اس مین قلب اور عکس اُسکے اعتقاد کا ہے کیونکہ جس کو وہ شاعر جانتا تھا متکلم نے اُس کی شاعری کو باطل کردیا اور جسکو شاعر نہ جانتا تھا اُس کو شاعر مانا پس اُس ایک مثال سے دونون جگہ کام آنے کی تعیین تفصیل معلوم ہوگئی اسیطرح اور بھی وہ مثال قصر افراد کی ہوگی وہ قصر قلب مین و بالعکس کام آسکے گی بشرطیکہ قصر صفت کا موصوف پر ہو کیونکہ صفات کی تنافی قصر قلب مین اور عدم تنافی قصر افراد مین صرف موصوف کے صفت پر قصر مین شرط ہے اور صفت کے موصوف پر قصر مین اس کی ضرورت نہین کیونکہ یہان خود دونون موصوفون مین علانیہ تنافی موجود ہوتی ہے پس یہان دونون قصرون کا فرق مخاطب کے اعتبار کے موافق ہوتا ہے۔ ؎

یون ریختہ کہنے کو شاعر تو ہزارون ہین لیکن		بدنامی کو ای حسرت اک میر ہین اور ہم ہین	

جن لوگون کو یہ اعتقاد تھا کہ فن شاعری مین بہت سے لوگ کمال رکھتے ہین تو قائل نے یہ کہکر کہ اس فن مین بدنام یعنی نامور ہم دو ہی شخص ہین اُنکے اس اعتقاد کو باطل کردیا اور اس فن کے کمال کا قصر دو شخصون کے ساتھ کردیا اور یہ قصر افراد کی صورت ہے اور قصر قلب کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ فن ریختہ گوئی مین میر اور حسرت نامور نہین انکے سوا دوسرے شاعر نامور ہین تو قائل کے یہ کہنے سے کہ میر اور ہم اس فن مین نامور ہین اُسکا وہ اعتقاد باطل ہوجائیگا اور اس مین اُسکے اعتقاد کو قلب کردیا ہے۔

	مومن		
لائق جور و جفا ہے وہ نہ مین		مفتری فتنہ بلا ہے وہ نہ مین	

ہر مصرع مین موصوف وہ اور مین ہین اور انکا ماقبل صفت ہے پہلے مصرع مین لائق جور و جفا ہونے کی صفت کا قصر اُسپر ہے اور دوسرے مصرع مین مفتری فتنہ بلا ہونے کی صفت کا قصر اُسپر ہے

اگر معشوق کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ اور متکلم دونون لائق جور و جفا اور مفتری فتنہ بلا ہین تو اس اعتقاد کے مقابلے مین یہ قول قصر افراد ہوگا اور اگر معشوق کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ لائق جور و جفا اور مفتری فتنہ بلا نہین متکلم ایسا ہی تو اُس اعتقاد کے مقابلے یہ قول قصر قلب کا ہوگا۔

وله

قابل ترک تھی خوے ستم آرا نہ کہ مین	لائق سہو تھی یہ رنجش بیجا نہ کہ مین

پہلے مصرع مین خوے ستم آرا اور مین دو موصوف ہین اور قابل ترک ہونا ایک صفت ہے جس مین دونون موصوف شریک سمجھے گئے ہین اور دوسرے مصرع مین رنجش بیجا اور مین دو موصوف ہین اور لائق سہو ہونا ایک صفت ہے جس مین دو شریک سمجھے گئے ہین پس قائل نے قابل ترک کا قصر خوے ستم آرا پر کر دیا اور لائق سہو ہونے کا قصر رنجش بیجا پر کر دیا۔

یہ صورت قصر افراد کی ہے اور اگر اس اعتقاد کے مقابل مانا جائے کہ متکلم قابل ترک نہ خوے ستم آرا اور متکلم لائق سہو تھا نہ رنجش بیجا تو یہ قصر قلب ہوگا۔

وله

چھوڑ دینا تھا تمھین جھوٹ قسم کو نہ مجھے بھول جانا تھا جفاے ہیم کو نہ مجھے	دل سے کھونا تھا اس انداز ستم کو نہ مجھے نیست کر دینا تھا اندوہ الم کو نہ مجھے

غالب

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر	دیتے ہین بادہ ظرف قدح خوار دیکھکر

اور یہ ظاہر ہی کہ جو مثال قصر افراد اور قصر قلب کی ہی وہ قصر تعیین کی بھی مثال ہوسکتی ہی کیونکہ یہ باعتبار اشتراط کے دونون سے عام ہے۔

(۲) نفی و استثنا سے قصر

استثنا کے معنی لغت مین نکالنے کے ہین اور اہل نحو کی اصطلاح مین استثنا نکالنا ایک چیز کا ہی اُس حکم مین سے جس مین اُس کا غیر داخل ہے کلمۂ استثنا کے ذریعہ سے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس نکلی ہوئی چیز کی طرف وہ حکم منسوب نہین ہے جو غیر کے ساتھ نسبت کیا گیا ہے جس مین سے نکالتے ہین اُس کو مستثنیٰ منہ کہتے ہین اور جس کو نکالتے ہین اُس کو مستثنیٰ بولتے ہین اور جن حرفون سے استثنا کا فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ حروف استثنا کہلاتے

ہین اور استثنا مین نفی سے اثبات اور اثبات سے نفی ہوتی ہے یعنے اول منفی ہو تو دوسرا مثبت ہوتا ہے اور اگر اول مثبت ہو تو دوسرا منفی ہوتا ہے مگر یہ نفی و اثبات ضمناً و اشارۃً سمجھے جاتے ہین الفاظ کلام سے مقصود نہین ہوتے مقصود تو صرف اُن افراد پر حکم ہوتا ہے جو استثنا کے بعد باقی رہتے ہین کیونکہ اہل نحو کا اتفاق ہے اس بات پر کہ استثنا مین تین چیزین ہوتی ہین ایک مستثنےٰ کا مستثنےٰ منہ سے نکالنا دوسرے استثنا کے بعد جس قدر افراد باقی رہتے ہین اُن پر حکم کا ہونا مقصود ہونا بغیر اسکے کہ قدر مستثنےٰ مین نفی و اثبات کا قصد کیا جائے اگرچہ یہ لازم ہوتے ہین تیسرے نفی سے اثبات کا اور اثبات سے نفی کا ضمناً و اشارۃً سمجھا جانا بغیر قصد عبارت کے اور علماے معانی کہتے ہین کہ استثنا تشریک کی نفی کے لیے موضوع ہے یعنے مستثنےٰ منہ کے افراد مین سے جو کوئی مستثنےٰ سے غیر ہے وہ حکم مین مستثنےٰ کا شریک نہین ہوتا اور اس سے تخصیص لازم آتی ہے یعنی حکم کا ثبوت مستثنےٰ کے لیے لازم آتا ہے اور اُن افراد کے لیے جو مستثنےٰ کے ماسوا ہین حکم کی نفی لازم آتی ہے علماے معانی اس تخصیص کو قصر کہتے ہین پس قصر اُسی استثنا سے ہوتا ہے جو نفی کے بعد ہو اگر ایجاب کے بعد ہوگا تو وہ قصر کے لیے نہین بلکہ اُس سے حکم ایجابی کی تصحیح مقصود ہوتی ہے پس وہ صرف حکم کے لیے بمنزلے قید کے ہے پس جیسے مردان عالم آئے قصر کا فائدہ نہین بخشتا اسی طرح آدمی آئے مگر جاہل قصر کا فائدہ نہ بخشے گا اور اگر یون کہینگے کہ نہین آیا مگر زید تو قصر کا فائدہ حاصل ہوگا اسلیے کہ مقصود اس سے یہ ہے کہ حکم زید پر مقصور کیا جائے اور اگر صرف تحصیل حکم منظور ہوتی تو یون کہا جاتا کہ زید آیا۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر افراد مین

مثنوی عابد

راہ مین اُس کو نہ تھی کچھ فکر اور | ہان مگر ہر بات مین کرتا تھا غور

یہان قصر موصوف کا صفت پر ہے اس طرح کہ کسی کو اس بات کا اعتقاد تھا کہ عابد کو راہ مین بہت سی چیزون کی فکر ہوگی پس یہ کہکر کہ صرف غور کرتا تھا اسکے سوا کسی چیز کی فکر نہ تھی اُس کے اعتقاد کو باطل کر دیا۔

مومن

نہ وہ خالق ہے مگر ہے اثر باعث خلق | نہ وہ رازق ہے مگر قاسم رزق مقسوم

سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ وہ خالق اور ساتر باعث خلق ہے پس یہ کہکر کہ خالق نہین مگر اثر باعث خلق ہے اُسکے اس اعتقاد کو باطل کر دیا اسی طرح سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ وہ رازق بھی ہے اور قاسم رزق مقسوم بھی ہے متکلم نے جب یہ کہا کہ وہ رازق نہین مگر قاسم رزق مقسوم ہے تو اُس کا وہ اعتقاد باطل ہو گیا۔

قادر شاگرد طالب علی خان عیشی

جو کہ موسیٰ کو تجلی کا تماشا دکھلائے ۔ کوئی شے دوسری ایسی نہین الاہی وہ رخ

محشر

محشر نہین ہی عرصۂ عالم مین بالیقین ۔ غیر از علی جوان بجز ذوالفقار تیغ

حالی

کچھ نہین زاد راہ پاس اپنے ۔ مگر امید عفو رب غفور

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر قلب مین

قلق

سب طرح خوش تھا وہ خجستہ نہاد ۔ غم نہ تھا کچھ بجز غم اولاد

یہان قصر موصوف کا صفت پر اس طرح بنتا ہی کہ کسی کو اعتقاد اس بات کا ہو کہ غم اولاد کا اور اُسکے سوا دوسری چیز کا بھی ہوگا پس جب قائل نے یہ کہا کہ سوائے غم اولاد کے اور کوئی غم نہ تھا اولاد ہی کا غم تھا تو قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا اور چونکہ غم ہونے اور غم نہونے مین تنافی ہی اسلیے قصر قلب ہے

غلام حسین شکیبا دہلوی شاگرد میر

نیم بسمل اُسنے کر چھوڑا شکیبا غم نہین ۔ ہے یہ غم ہی اعتبار دست قاتل اُٹھ گیا

شاعر نے مخاطب کے اس اعتقاد کو باطل کیا ہی کہ اس نیم بسمل کو متعدد چیزون کا غم ہوگا پس جب شاعر نے یہ کہا کہ سوائے اسکے اور کوئی غم نہین کہ دست قاتل کا اعتبار اُٹھ گیا تو قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا اور غم نہونے اور غم ہونے مین تنافی ہے۔

ذوق

نہ آیا خاک بھی رستہ سمجھ مین عمر رفتہ کا ۔ مگر سمجھے تو داغ معصیت کو نقش پا سمجھے

متکلم موصوف ہی اور سمجھ مین آنے اور سمجھ مین نہ آنیکی دو صفتین ہین جو دونون باہم تنافی ہین پس استثنا کرنے سے قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا۔

غالب

حال دل نہین معلوم لیکن اسقدر یعنے	ہمنے بارہا ڈھونڈھا تمنے بارہا پایا

یہان قصر موصوف کا صفت پر ہی اسطرح کہ مخاطب کو اس بات کا اعتقاد تھا کہ قائل کو دل کے بہت سے حال معلوم ہین تو اُسنے یہ کہکر کہ دل کا صرف یہی حال معلوم ہی اُن حالات کا قصر کردیا اور دل کا حال معلوم ہونے اور نہونے مین منافات ہی - اسلیے قصر قلب ہی -

انشا

فضل حیدر کے جہان مین ہو نمیو مرد میگن تن	کہ کبھی کھینچلے گر تیغ بھی دشمن مارے
تو مجھے کچھ نہو معلوم مگر اتنا ہو	پھڑی پھولون کی جیسے کوئی سمدھن مارے

یہان قصر موصوف کا صفت پر ہی کہ اگر مخاطب کا یہ اعتقاد ہو کہ قائل نہایت کمزور ہی کسی صدمے کی برداشت نہین کرسکتا تو یہ کہکر کہ مجھے دشمن کی تلوار سمدھن کی پھولون کی چھڑی کی طرح معلوم ہوگی اسکے اس اعتقاد کو باطل کردیا معلوم نہونے اور معلوم ہونے مین تنافی ہی اس سبب سے قصر قلب ہی -

مثال قصر صفت کی موصوف پر خواہ قصر افراد ہو یا قصر قلب

میر حسن

نہین ہمسر اُس کا کوئی جز علیؓ	کہ بھائی کا بھائی وصی کا وصی

یہ اُس شخص کے اعتقاد کے باطل کرنیکے لیے ہے جسکا اعتقاد یہ ہو کہ پیغمبر کا ہمسر علی اور کوئی اور بھی ہی یا صرف اور کوئی شخص اُنکا ہمسر ہی پس اگر اس اعتقاد کے مقابلے مین مانا جائے کہ پیغمبر کا ہمسر علی اور کوئی دوسرا شخص بھی ہی تو قصر افراد ہوگا اور اگر اس اعتقاد کے مقابلے مین مانا جائے کہ اُن کا ہمسر فقط اور شخص ہی تو قصر قلب ہوگا -

مہر

جز آہوے چشم ابلق یار	ابلق کوئی ہرن نہ دیکھا

حالی

آسیہ نہین ہند کے راحت طلبو نکو	راحت کی کسی سائے مین جز سایۂ قیصر

ہوس

جز آہ نہ تھا رفیق کوئی	جز گریہ نہ تھا شفیق کوئی

سودا

واقف اسرار اُسکا کون چھُٹ اسرار حق
رازکا اُسکے نہین جز راز حق کے راز دان

حسرت

فلک نے کوئی اسباب طرب باقی نہین چھوڑا
مگر باقی ہی غم اُسکا بڑی یہ شادمانی ہے

ناسخ

سوائے نکز مانے مین رسم و راہ نہین
وہ کون جا ہی جہان جاہ زیرکاہ نہین

(۳) قصر کلمہ ہی کے ساتھ جو مفید حصر ہی

جب ہی کے ساتھ ضمائر منفصلہ اور اسم اشارہ کے الفاظ ملتے ہین جیسے یہ ۔ وہ ۔ اُس تو اکثر حرف ہا گرجاتا ہے اور جب لفظ ہم اور تم اور اُن ملتے ہین تو آخر مین ایک نون غنہ اور بڑھ جاتا ہے ۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر افراد مین

زید شاعر ہی ہی کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ زید شاعر بھی ہی اور فقیہ بھی ہی تو اُسکے اس اعتقاد کے باطل کرنے کے لیے کہا جائیگا کہ زید شاعر ہی ہی یعنے اس صفت کے سوا کوئی اور صفت نہین رکھتا ۔

جرأت

اس گلعذار بن تو عزیز و چمن کے بیچ
کچھ لطف سیر ہمکو نہین ہے بہار کا
روتے ہی اور تڑپتے ہی گذرے ہی روز و شب
بچنا محال ہے دل زار و نزار کا

عزیزون کو یہ اعتقاد تھا کہ متکلم کو روز و شب روتے اور تڑاپتے اور دوسرے کام کرتے گذرتا ہوگا تو اُنکے اس اعتقاد کے باطل کرنیکے لیے متکلم نے کہا کہ مجھے روز و شب روتے اور تڑپتے ہی گذرتا ہی ۔

حالی

شاعرون مین بھی ہے یہی تکرار
خوشنولیسون کو ہے یہی آزار

لوگون کو اعتقاد تھا کہ شاعرون مین کئی قسم کی تکرار ہی اور خوشنویسون کو کئی آزار ہین تو قائل نے شاعرون کی تکرار اور خوشنویسون کے آزار کا ایک ایک چیز مین قصر کر دیا ۔

کہتے ہین اثر ہیگا رونے مین یہ ہین باتین
اک دن بھی نہ یاد آیا روتے ہی کٹین راتین

سامع کو اعتقاد تھا کہ متکلم کی راتین سوتے اور ہنستے اور روتے یا کسی اور طرح کٹتی ہونگی قائل نے کہا کہ راتین روتے ہی کٹتین اُسکے اعتقاد کو باطل کر دیا اور اپنی راتون کے کٹنے کا ایک صفت مین قصر کر دیا۔

ہوس

ہے بس یہی لطف چشمۂ آب	تا تشنہ جگر ہو کوئی سیراب

چشمۂ آب موصوف ہی اور تشنہ جگر کو سیراب کرنا صفت ہی سامع کو اعتقاد تھا کہ چشمۂ آب کے لطف متعدد ہین پس قائل نے یہ کہا کہ اُسکا صرف یہی لطف ہی کہ تشنہ جگر اُس سے سیراب ہو۔ اس صفت مین اُسکے لطف کا قصر کر دیا۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر قلب مین

غالب

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون	روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمین ستائے کیون

سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ اُسکے دل نہین سنگ و خشت ہی پس متکلم نے اُسکے اس اعتقاد کو باطل کرنیکے لیے کہا کہ دل ہی ہی سنگ و خشت نہین پس یہان قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا یہ قصر قلب ہی کیونکہ دل مین اور سنگ و خشت مین تنافی ہے۔

داغ

ہم بھی دشمن تو نہین ہین اپنے	غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی

معشوق یہ اعتقاد تھا کہ عاشق رقیب کو میرا دشمن جانتا ہی حالانکہ وہ مجھسے محبت رکھتا ہے پس عاشق نے یہ کہکر کہ ہم اسکو تسلیم کرتے ہین کہ عدو کو تجھ سے دشمنی نہین محبت ہی معشوق کے اُس اعتقاد کو باطل کر دیا چونکہ دشمنی و محبت مین منافات ہی اسلیے یہ قصر قلب ہی

قصر صفت کا موصوف پر

ذوق

کام تیرا ہی تھا اے ابر رحمت تجھے	ورنہ جائے گو داغ عصیان میرا دامان چھوڑ کر

ابر کے اس اعتقاد کے باطل کرنے کو کہ داغ عصیان میرے سوا دوسرے سے بھی زائل ہو سکتے ہین شاعر نے اس کام کا قصر ابر پر کر دیا یہ قصر افراد ہی اور اگر یہ اعتقاد تھا کہ داغ عصیان دوسرے ہی سے زائل ہو سکتے ہین تجھسے زائل نہین ہو سکتے تو ابر پر اسکا قصر کرنے سے قصر قلب ہوگا۔

درد

جگ مین آکر ادھر اُدھر دیکھا — توہی آیا نظر جدھر دیکھا

نظر آنے کی صفت کا قصر مخاطب پر کردیا ہے پس اگر اس اعتقاد کے مقابل سمجھا جائے کہ مخاطب اور اُسکے ساتھ دوسری چیزین متکلم کو نظر آتی ہین تو یہ قصر افراد ہوگا اور اگر اس اعتقاد کے مقابل مانا جائے کہ مخاطب تو نہین نظر آتا دوسری چیزین نظر آتی ہین تو اب قصر قلب ہوجائیگا۔

نسیم

تیرا ہی تو ہے فساد مردار — داماد کو گل دیا مجھے خار

یعنے اور کسی کا فساد نہین تیرا ہی فساد ہے۔

انیس

خادم شہ دین کے ہین تو عباس علی ہین — اس عہدے کے لائق جو اگر ہین تو وہی ہین

ولہ

صورت یہی شوکت یہی اجلال یہی ہے — ثروت یہی حشمت یہی اقبال یہی ہے
سرمایہ یہی نقد یہی مال یہی ہے — گوہر یہی یاقوت یہی لال یہی ہے

ذوق

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا — دل بیمار کے ہین دو ہی عیادت والے

واجد علی شاہ

مجھی کو واعظا پند و نصیحت — کبھی اُس کو بھی سمجھایا تو ہوتا

سودا

فرزند اُسکا سدا جاہ و حشم رکھے — اُسی کو صاحب سیف و قلم رکھے

قلق

برج شاہی دکھا کے کہنے لگا — یہی برج شرف ہے اُس مہ کا

غالب

کہون جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے — تمھین کہو کہ جو تم یون کہو تو کیا کہیے
ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے — تمھین بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے

داغ

جب کہا اور بھی دُنیا مین حسین اچھے ہین	کیا ہی جھنجھلا کے وہ بولے کہ ہمین اچھے ہین

(۴) ایسی چیز کی تقدیم سے قصر حاصل ہوتا ہی جسکا حق یہ ہی کہ وہ مؤخر ہو

(الف) مسند کو مسندالیہ پر مقدم کردینے سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہی بشرطیکہ مسندالیہ معرفہ ہو اگر نکرہ ہوگا تو یہ فائدہ حاصل نہوگا۔

سودا

سودا بجہان اپنی زبانی تو ہے	آفاق مین خاقانی ثانی تو ہے
ذی نطق کا ہر چند نہین تو خالق	پر نطق کا خلاق معانی تو ہے

اپنی زبانی اور خاقانی ثانی اور خلاق معانی مسند ہین اور تو ضمیر مخاطب منفصل مسندالیہ ہے اور یہان اس تقدیم سے قصر مخاطب کا اپنی زبانی اور خاقانی ثانی اور خلاق معانی پر ہوتا ہی اور یہ قصر صفت کا موصوف پر ہی اور یہان قصر افراد اور قصر قلب دونون بن سکتے ہین کیونکہ اگر متکلم کا یہ قول اس اعتقاد کے باطل کرنے کے لیے ہی کہ خاقانی ثانی اور خلاق معانی اور اپنی زبانی ہونے مین سودا کے شریک دوسرے شعرا بھی ہین تو یہ قصر افراد کی صورت ہی اور اگر اس اعتقاد کے رد کے لیے ہی کہ سودا خلاق معانی اور خاقانی ثانی اور بجہان اپنی زبانی نہین ہی تو قصر قلب ہوگا کیونکہ اس مین متکلم نے اُس تمام اعتقاد کو بدل ڈالا ہے۔

حالی

جان اور مال سے نمرود کو کھویا تو نے	اور فرعون کو دریا مین ڈبویا تو نے
مصر مین قید سے یوسف کو نکالا مین نے	اور ایوب کے بیڑے کو سنبھالا مین نے

(ب) بعض معمولات فعل کی تقدیم سے دوسرے معمولات پر قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہی جیسے۔

ناسخ

کیا لگس بیٹھے بھلا اُس شعلہ رو کے جسم پر	اپنے داغون سے جلا دیتے ہین پروانے کو ہم

جلا دیتے ہین کا فاعل ہم ہی اور پروانہ مفعول ہے اور مفعول کی تقدیم فاعل پر قصر کا فائدہ دیتی ہی۔

صفیر

کوئی تسخیر ہی افسون ہی یا اعجاز آنکھون مین	لبھا لیتا ہی دل کو وہ بت طناز آنکھون مین

دل کو مفعول ہی اور بت طناز اُسکا فاعل ہی

ظفر

چمن سے ڈھونڈھتا آوے ہزار تا بازار
نیا دے رنگ پریدہ کے پر سراغ کو گل

رنگ پریدہ کا سُراغ مفعول ہی گل فاعل ہے۔

امیر

توبہ سے کیا پشیمان ہین
زاہد و دیکھ کر گھٹا ئین ہم

بعض محققین کہتے ہین کہ مفعول کی تقدیم فاعل پر قصر کا فائدہ نہین دیتی یہی قول مرجح ہی۔
(ج) فعل پر مفعول کی تقدیم سے قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسے۔

میر حسن

رہ حمد مین تیری عز و جل
تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

قصہ شاہ روم

خدا کو یاد کر اے پتلہ خاک
بنایا جسنے تجھکو ایسا چالاک

مصرع اول مقصود بالتمثیل ہی۔
(د) حال کی تقدیم سے بھی فعل پر قصر پیدا ہو جاتا ہی مثلاً۔

ہوس

روتا ہوا وہ بحالت وجد
فریاد کنان گیا سوے نجد

جواد علیخان ہوس

خندان خندان جدھر پھرا وہ
گریان گریان ادھر گئے ہم

نواب محبوب علیخان آصف

کھلتے کھلتے عاشق بیمار تیرا مر گیا
دلمین زہر عشق آخر کام اپنا کر گیا

(ر) فعل پر مجرور کے مقدم کر دینے سے بھی قصر پیدا ہوتا ہی جیسے۔

داغ

زلال لطف کی تاثیر سے مٹ جائے شور البا
یقین ہی اب نہ نکلے حشر تک کوئی کنوان کھاری

تاثیر مضاف زلال لطف بترکیب توصیفی مضاف الیہ اور یہ مرکب اضافی مجرور ہی اور حرف سے جو سبب کا فائدہ دیتا ہی جار ہے اور یہ جار مجرور سے ملکر متعلق ہو مٹ جائے سے جو فعل ہی۔

شاہ غلام اعظم افضل

جب سے کہ ترے نور رخ صاف کو دیکھا	خواہش نہیں اب رشک مہ ماہ کسی کی

جب بمعنے جس وقت مجرور ہی اور سے حرف جار ہی۔

امداد

زلف میں کرتا ہی اغیار جو اسکے شانہ	پھر کہو دل یہ پریشان رہے یا نہ رہے

زلف مجرور ہی اور میں جار ہی۔

میر علی سجاد

ان آنکھوں پہ دم نکل رہا ہے	مجھپر نہ نکال یار آنکھیں

ان آنکھوں مجرور ہی اور پہ حرف جار ہے۔

(۵) مسند الیہ کی تکرار سے قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہی

انیس

ولی ولی کی صدا تھی جہاں جہاں پہونچا	علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

علی مسند الیہ ہی اور نظر آئے مسند ہی اور علی کی تکرار قصر کا فائدہ دیتی ہے یعنی علی کے سوا کوئی نظر نہیں آیا۔

(۶) چند اشیا کی نفی کے ساتھ کسی شے کا ذکر بطریق اثبات کے کیا جاتا ہے تو وہاں بھی قصر پیدا ہوتا ہے

سراج

کیا خاک آتش عشق نے دل بینوائے سراج کو	نہ حذر رہا نہ خطر رہا مگر ایک بے خطری رہی

اس مثال میں کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مگر کے لفظ سے قصر پیدا ہوا ہی کیونکہ بغیر اسکے بھی قصر ثابت ہے بنظر مزید احتیاط دوسری مثال دیجاتی ہی۔

محسن

کشور کا کل پہ تیغ و خم ست رو ہے
نہ خطا ہی نہ ختن ہے نہ یہ عنبر مہ ہے

میر حسن

نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ جنگل کی لی — نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

(۷) قصر ان الفاظ سے ہوا کرتا ہے

فقط۔ صرف۔ تنہا۔ اکیلا۔ محض۔ خاص۔ وغیرہ۔

نواب مرزا شوق

ناک میں نیم کا فقط تنکا ہے — شوخی چالاکی تقاضا سن کا

انشا

اب جو چاہوں ہوں میں صرف ملاقات کی ٹھہرے — تب خوش ہو مرا دل کہ جب اُس بات کی ٹھہرے

مومن

تھا میں اس گھات میں کہ گر اک آن — ملے تنہا وہ راحت دل و جان
عذر تحریک اضطراب کردن — شکوۂ جوش پیچ و تاب کردن

شہید

دیکھا کیلے کے درختوں میں چھپا — ایک لڑکا ہے اکیلا بیٹھا

غالب

خاص وہ آم جو نہ ارزاں ہو — نو بر نخل باغ سلطان ہو

لمؤلفہ

ہے جو تجھ کو امید وصل دلبر — یہ محض تری خام خیالی ہے مگر
وہ ہی چاہے تو اُس سے کچھ دور نہیں — تجھی رکھ تو خدا کی قدرت پہ نظر

تنبیہ جیسا کہ مسند الیہ و مسند میں قصر واقع ہوتا ہے ویسا ہی فعل اور فاعل اور فاعل و مفعول وغیرہ میں بھی قصر واقع ہوتا ہے فعل و فاعل میں قصر ہونے کی مثال یہ ہے "نہیں آیا مگر زید" اور فاعل و مفعول میں قصر کی مثال یہ ہے "زید نے نہیں مارا مگر عمرو کو" اور "نہیں مارا عمرو کو مگر زید نے" اور دو مفعولوں کے باہم قصر ہونے کی مثال یہ ہے "میں نے نہیں دیا زید کو مگر گھوڑا" پس استثنا میں مقصور علیہ کو مع حرف استثنا کے مقصور کے بعد لاتے ہیں پس اگر فاعل پر قصر مقصود ہوگا تو کہینگے "نہیں مارا عمرو کو مگر زید نے" یہاں فاعل مقصور علیہ ہے اور مفعول مقصور اور اگر قصر مفعول پر مقصود ہوگا تو کہیں گے

نہین مارا زید نے مگر عمرو کو یہان مفعول مقصور علیہ ہے اور فاعل مقصور۔
اگر کہا جائے کہ قصر کی دو صورتین ہین ایک صفت کا قصر موصوف پر ہوتا ہی دوسرے موصوف کا قصر صفت پر ہوتا ہی حالانکہ فاعل و مفعول دونون ذات ہین نہ صفت پس ان مین قصر کیسے صحیح ہو سکتا ہی تو ہم جواب دینگے کہ فاعل کے قصر سے مفعول پر اور مفعول کے قصر سے فاعل پر یہ مراد ہی کہ جو فعل فاعل کا مسند ہوتا ہی اور جس فعل کے ساتھ مفعول متعلق ہوتا ہی اُن کا قصر ہوتا ہے نہ یہ کہ فاعل یا مفعولون کی ذاتون کا قصر ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مقصور علیہ اور حرف استثنا کو مقصور پر مقدم کر دیتے ہین اور اسوقت مین بھی حرف استثنا مقصور علیہ سے مؤخر رہتا ہے جیسے نہین مارا مگر عمرو کو زید نے اس مثال مین فاعل کا قصر مفعول پر ہے اور نہین مارا مگر زید نے عمرو کو اس مثال مین مفعول کا قصر فاعل پر ہی اور مستثنے منہ عام ہونا چاہیئے تاکہ اخراج اُس سے ثابت ہو جائے اور یہ بھی شرط ہی کہ مستثنے منہ جنس و صفت مین مستثنے سے مناسبت رکھتا ہو چنانچہ سوائے زید کے اور کسی کو نہین مارا اس مثال مین کسی کو مستثنے منہ ہی وہ عام ہی زید کا اخراج اُس سے ہو سکتا ہی اور جب مستثنے منہ کی نفی کی جاتی ہی تو قصر پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ سوائے مستثنے کے جنس مذکور مین کوئی شامل نہین رہتا۔

چھٹا باغ انشا کے حال مین

یاد رکھو کہ انشا کا اطلاق دو چیزون پر ہوتا ہی ایک اُس کلام پر جسکی نسبت کیلئے جو اُس سے مفہوم ہوتی ہی امر خارجی جسکے ساتھ اُس کلام کی مطابقت یا غیر مطابقت کا قصد کیا جائے نہو دوسرے اُسکا اطلاق متکلم کے فعل پر ہوتا ہی اور وہ اس کلام کا القا ہی اور بیان انشا سے مراد یہ دوسرے معنی ہین نہ پہلے معنی پس انشا طلب کو متضمن ہو تو اُس مین یہ لحاظ ضرور رکھنا چاہیئے کہ طلب کے وقت مطلوب غیر حاصل حاصل ہووے کیونکہ حاصل کی طلب محال ہی چنانچہ اگر مردے کو کہین کہ مرجا تو یہ محال ہی کیونکہ مرا ہوا کیا مرے گا یا بیٹھے ہوئے آدمی سے کہا جائے کہ بیٹھ غرض یہ ہی کہ طلب کے جتنے اقسام ہین سب مین یہ رعایت ضرور ہونی چاہیئے پس اگر مطلوب ایسا ہی کہ پہلے حاصل ہو چکا ہی تو ایسے موقع پر اُسکو اُسکے حقیقی معنون پر حمل نہین کیا جاتا بلکہ اُس کے اور معنے لیے جاتے ہین چنانچہ استفہام انکاری کہ فی الحقیقت خبر ہی لیکن بظاہر انشا ہی اور نکتہ عامہ اُس مین یہ ہی کہ مطلب اُس قدر واضح ہے کہ گویا مخاطب بھی اُس کو جانتا ہی یہان تک کہ متکلم اُس مطلب کا اُس سے سوال کرتا ہی اور طلب کی پانچ قسمین ہین تمنا

استفہام - امر - نہی - ندا -

بیان تمنا

تمنا اسے کہتے ہین کہ کسی شے کے حصول کی طلب محبت کے طور پر کرنا اور اُس مین شرط نہین کہ متمنی ممکن الوجود ہی ہو کیونکہ اکثر اوقات انسان طلب محال کی بھی کر لیتا ہے اور وہ محال یا محال عقلی - ہوگا مثلاً -

جرأت

مالوف طبع جس سے ہو یا رب حبیبؐ کی
ہو جائے کاش شکل مری اس رقیب کی

ظفر

نسر طائر بھی اُنھین دیکھکے کہتا ہی کاش
دیوے مجھکو بھی بنا دادر داد ار شہپر

انشا

پیالیان گل کی جو دھوئین تو بلاے باجی
کاش ہنسنے کو بھی لگے مرے کچھ دھوتی صبح

ولہ

کاش مستو نکو نہ ملتی داڑھی اُگتے اُسکی جا
پنبۂ مینائے صہبائے کہن کے رونگٹے

مومن

پہونچتے وان تو اُس پردہ نشین کو دیکھتے
کاش ہوتے چشم نرگس دیدۂ بادام ہم

ناظم

ہے شب وصل نہو کاش سحر آج کی رات
عمر ساری مری ہو جائے بسر آجکی رات

نواب کلب علیخان

آرزو ہے نہ خنجر ہی بسمل ہوکر
کاش یہ بھی مرے پہلو مین ہے دل ہوکر

ذوق

جا سکتے ضعف سے نہین کوچہ مین اُسکے آہ
ہجائین کاش گریہ کی طغیانیون مین ہم

یا محال عادی - ہوگا جیسے -

داغ

بیکسی بعد مسیحا ہجران کی مجھے تاب نہین
کاش دشمن ہی چلے آئین جو احباب نہین

میر

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق مین | ایک رہتا ایک کھوتے عشق مین

ولہ

دلخواہ اگر ملاپ ہوتا ملتے | ای کاشکے عشق اختیاری ہوتا

اور کبھی تمنی ممکن ہوتا ہو مگر اسوقت مین بھی بالضرور اُسکے وقوع کی اُمید اور توقع نہین ہوتی اگر ایسا نہو تو وہ تمنا نہین رہے گی ترجی ہو جائیگی بہرصورت اسکی مثال یہ ہی۔

شہیدی

ہوئی ہی ہمت عالی مری معراج کی طالب | میسر ہو طواف ای کاش مجھکو تیرے مرقد کا

مومن

ای اجل کاش اُلٹ جائین شب ہجران مین | وہ دعائین کہ تری جان کو ہم دیتے ہین

ناسخ

اسکی ہر دم کی نصیحت سے مین تنگ آیا ہون | کاش ناصح سے بھی آنکھ اُسنے لڑائی ہوتی

غالب

کھیل سمجھا ہی کہین چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے | کاش یون بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے

انشا

یہ جو بوڑھا سا ہی دربان تمھارا ای کاش | کوئی چور آئے اور اسکی کوئی گردن مارے

عاشق

سامنے میرے اگر وہ بے حجاب آئے سہی | کاش یہ کہکر بلالین آؤ پردہ ہو گیا

خان آرزو نے موہبت عظمیٰ مین لکھا ہو کہ جب کلمہ کاش یا کاشکے ماضی استمراری کے ساتھ جمع ہوتا ہی تو ندامت وحسرت کا فائدہ بخشتا ہے مثلاً۔

غالب

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے | عرش سے اُدھر ہوتا کاشکے مکان اپنا

نواب کلب علیخان

غش مین بیٹھے رہے وہ سر کو لیے زانو پر | کاش تا حشر نہ مین آپ مین آیا ہوتا

سوز

جنکے نامے سے بیٹھے ہین تجھ تک | کاش ہین اُن کا نامہ بر ہوتا

اور بھید یہ ہے جو کہ ماضی ضروری الوجود ہے کہ معدوم ہو گئی اور استداد رکھتی ہے پس جب تک دلالت اُسکی نفی کی استمرار پر ہوگی طلب ثبوت فعل کی ایک بار بھی کہ مقتضا طلب غیر حاصل کا ہے وقوع مین نہ آئیگی برخلاف حال و استقبال کے اسلیے کہ اول بضرورت معلوم ہے کہ نہین کیا ہے طلب کی وجہ سے اور جو کہ مستقبل ابھی تک نہین آیا ہے وہ بھی اسی قیاس پر ہے۔

بیان استفہام

ذہن مین حصول صورت شے کے طلب کرنے کا نام استفہام ہے اور حصول سے مراد ادراک اور صورت سے مراد وہ مفہوم ذہنی ہے جو ذہن مین حاصل ہو کر انکشاف و ادراک کا موجب ہوتا ہے یہی علم ہے اسی کو صورت کہتے ہین یہی موجود ذہنی ہے کیونکہ جس طرح حقائق اشیا کا وجود خارج مین ثابت ہے اسی طرح ان اشیا کا وجود ذہن مین بھی ہوا کرتا ہے اشیا خارج مین اعیان ہین اور ذہن مین صورتین اشیا کے جسقدر آثار و احکام مترتب ہوتے ہین وہ سب وجود خارجی پر مترتب ہوتے ہین پس ہر ایک چیز کیلیے جو خاص مفہوم ذہن مین ہوتا ہے وہی اُس کا وجود ذہنی ہے جسکی وجہ سے وہ چیز ذہن مین معلوم و متمیز ہوتی ہے پس اگر وہ صورت نسبت ہو۔ درمیان دو چیزون یعنی مسند الیہ اور مسند کے خواہ واقع کے مطابق ہو یا نہو تو اس نسبت کے ذہن مین مدرک ہونے کو تصدیق کہتے ہین اگر وہ نسبت نہو بلکہ موضوع یعنی مسند الیہ یا محمول یعنی مسند یا نسبت یا ان مین سے دو چیزین یا تینون ہون بغیر لحاظ تعلقات باہمی کے تو انکو تصور بولتے ہین اور یہان نسبت سے مراد خالی نسبت ہے یعنی بغیر لحاظ درمیان دو چیزون کے۔

استفہام کی دو قسمین ہین حقیقی مجازی۔

(۱) استفہام حقیقی وہ ہے کہ متکلم مخاطب سے طلب خبر کرے عام اس سے کہ درحقیقت متکلم اُس سے علم نہ رکھتا ہو یا تجاہل عارفانہ کرتا ہو۔

مثال اول جیسے اس فقرے مین غالب کے ”صاحب بے دعدہ وفا کب کروگے علائی کو کب بھیجوگے ابھی تو شب کے جلنے اور دن کے آرام کرنے کے دن باقی ہین“

مومن

باوجود یکہ اشک سا شاگرد برق

اب کیا ہوئی وہ آپکی گھسوٹی مومنی | باتون مین تھا جو مہر کا خاصہ لیا نیا

سودا

کسی کی دلشکنی سے جو خوش کرے دلکو
وہ کون قوم ہین کیسے ہین کیا ہین مجکو بتا

داغ

شریک دور ہے بزم عدو مین خاک ہوتے ہم
کسی نے رات بھر اتنا نہ پوچھا تم یہان کیون ہو

ستایان

کہ تو کون ہے تیرا کیا کام ہے
نشان دے مجھے تیرا کیا نام ہے

کس اُستاد سے تونے سیکھا یہ فن
بلا شبہ یکتا ہے ناوک فگن

مثال دوم جیسے اس شعر مین آتش کے۔

بینگے کس کا زیور چاند سورج
ٹھکر کرتے ہین زرگر چاند سورج

شاعر کو معلوم ہے کہ معشوق کا زیور بینگے مگر بطور تجاہل عارفانہ کے سوال کرتا ہے۔

نوا

کھولی تھی جبین زلف سے کسنے گرہ کنار بھر
موج رواں مین ہر حباب نافۂ مشکبار تھا

شاعر خوب جانتا ہے کہ معشوق نے جبین زلف سے گرہ کھولی تھی مگر تجاہل عارفانہ کرکے سوال کرتا ہے۔

مثنوی سعدین

کیا اسی کام کو بلایا تھا
اسی خاطر بھگل بنایا تھا

ولہ

کہو کس بات پر اڑے ہو تم
با توں بے وجہ کیون پڑے ہو تم

ولہ

کیون جی کیا تھا تمھین یہ عشق کا جوش
تن بدن کا نہ تھا تمھین کو ہوش

داغ

راہ مین وعدہ کرین جاؤن جو گھر پر کسین
کون ہے کسنے بلایا ہے کیون آیا

احمد علیخان صادق

ہین کہان وہ عاشقان باغ شعر
اب نہین سنتے ہین ہم انکی فغان

اسکے ذوق و غالب و داغ و امیر
چھوڑکر اسکو سدھے ہین خود کہان

(۲) استفہام مجازی دو قسم پر ہی۔

(الف) اقراری یا تقریری یعنی اس سے مدعا ثابت کیا جاتا ہے اور مخاطب سے اُس بات کا اقرار طلب کیا جاتا ہی جو متکلم کے نزدیک ثابت ہوتی ہے اس مین بظاہر انکار ہوتا ہی اور حقیقت مین اثبات مقصود ہوتا ہے جیسے!

شہید

لوگون نے کہا ہی یہ شہید آپ کا مضطر
فرمایا کہ کیا وہ مرے ہمراہ نہین ہے

یعنے وہ ضرور میرے ہمراہ ہوگا۔

شاد حیدرآبادی

کب ترے بلوے نے حیران نکیا عالم کو
حشر کس دن ترے دیدار سے برپا نہ ہوا

دونون مصرعون مین استفہام ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔

شیفتہ

ہرجائی اپنے وحشی کو کس منھ سے کہتے ہو
کیا آپکا نشان قدم کو بگو نہین

یعنے آپکا نشان قدم بھی کوبکو ہی اور آپ بھی ہرجائی ہین۔

اوج

سلامی سوز ماتم سے نہ سرگرم فغان کیون ہو
ہنون آتش فشان نالے تو مجلس مین دھوان کیون ہو

یعنی سلامی سوز ماتم کی وجہ سے ضرور سرگرم فغان ہو۔

ناسخ

کیونکر قسیم نار و جنان ہو نہ مرتضےٰ
نائب ہے وہ جناب بشیر و نذیر کا

(ب) انکاری جس سے انکار پایا جاتا ہی اس مین بظاہر اثبات معلوم ہوتا ہے اور درحقیقت نفی ہوتی ہے جیسے۔

آباد

سبزۂ خط ہے طلسم حسن سے رخ پہ عیان
ورنہ کب ممکن ہی شعلے پر ٹھہرنا کاہ کا

یعنے کاہ کا شعلے پر ٹھہرنا ممکن نہین۔

محسن

کیسی پژمردگی کیا بات ہے مرجھا ئیگی
غنچہ کہتا ہی بجا لو سے کہ گلشن سے نکل

یعنے کوئی بات پژمردگی اور مرجھانے کی نہیں ہے

نواب محمد علیخان یوسف

کون ہی نازک بدن تجھ سا بروسا دوسرا
پھول کی بدھی جو پہنی درد شانہ ہو گیا

کریم اللہ خان دردمند

کنارے سے کنارا کب ملے ہے بحر کا یارو
پلک سے لگنے کا مضمون دیدۂ پرآب کیا جانے

اگر غور سے دیکھا جائے تو استفہام انکاری و تقریری جملہ خبریہ کے اقسام سے ہین مگر چونکہ اُن مطلب اسقدر واضح ہوتا ہے کہ متکلم اور مخاطب دونون خوب جانتے ہین اور متکلم بنظر اس کے کہ زیادہ وضاحت ہو جائے مخاطب سے استفہام و استفسار کرتا ہی اسلیے داخل اقسام انشا ہوے کلمات جو استفہام کے واسطے موضوع ہین یہ ہین۔ آیا۔ کیا۔ کون۔ کیون۔ کیسلیے۔ کسواسطے کسطرح کیونکر کیسے۔ کیسی۔ کیسا۔ کب۔ کبھی۔ کدھر۔ کہان۔ کے۔ کتنی۔ کتنا۔ مگر۔ وغیرہ۔

آیا۔ الف ممدودہ سے کبھی طلب تصور کے لیے آتا ہی جیسے کہین دو آیا مکان مین زید ہی یا عمرو اور کبھی طلب تصدیق کے لیے آتا ہی جیسے کہین آیا تحقیق تو نے زید کو مارا ہی یا عمرو کو اور فرق ان دونون مین بحسب قرائن کے ہوتا ہے اسلیے کہ اگر شک ذات فعل مین ہوگا یعنے مارنا کہ مخاطب سے صادر ہوا اور زید کے واقع ہے اسکے طلب کرنیکا ارادہ کریگا اُسوقت مین مخاطب سے صدور فعل کی تصدیق مطلوب ہوگی اور طلب تصور اسکے خلاف ہوتا ہی اور ذوق طبیعت اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ کلمۂ آیا قضایاے شرطیہ منفصلہ پر آتا ہی اور بغیر ملاحظۂ انفصال کے نہین ہوتا اگرچہ دوسرا جزو درمیان مین نہ ہو اور وہ جزو اول کے قرینے سے معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ آیا زید آیا ہی اس قول مین اگر شبہہ نفس فعل مین ہوگا تو دوسرا جز یا نہین آیا ہی ہوگا اور اگر شک فاعل مین ہوگا تو دوسرا جز یا عمرو ہوگا۔

الشا

کعبے کا کرون طوف کہ بتخانے کو جاؤن کیا حکم ہی مجھکو
ارشاد مرے حق مین بھی کچھ ہو دیگا آیا ای پیر طریقت

میر

شب درد و غم سے عرصہ مرے جی پہ تنگ تھا
آیا شب فراق بھی یا روز جنگ تھا

کیا طلب تصور کے لیے آتا ہی اور ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہی اور طلب عام اور طلب حقیقت کے لیے ہی خواہ حقیقی ہو جیسے انسان کیا ہی یعنی اُسکی حقیقت کیا ہی یا ادعائی یعنی باوجود علم کسی چیز کے اُسکی حقیقت سے سوال کیا جاتا ہی ذوی العقول کی مثال۔

غالب

نہ شعلے مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا	تمھین بتاؤ کہ وہ شوخ تندخو کیا ہے

غیر ذوی العقول کی مثال۔

جرأت

شب کو زاری مری سُن کہتے ہین یون ہمسایہ	کوئی پوچھو تو کہ اُس شخص کو آزار ہے کیا
طرفہ تر بات یہ سُنتا ہون کہون کس سے کہ یار	مرے ساتھ اُس بُتِ عیار کی گفتار ہے کیا

کون طلب تصور کیلیے آتا ہی اور ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہی جیسے۔

غالب

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے	کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

بُدھ سنگھ قلندر

دیکھتے دیکھتے یہان سے کون	لے گیا دل کو مار آنکھون مین

کبھی غیر ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہے جیسے۔

ناسخ

وہ کون جا ہے جہان جاہ زیر کاہ نہین

میر

کون گُل چہرۂ رنگین کا نہین دیوانہ	بلبل غنچہ ہی ترے چاک گریبانون کا

کبھی لفظ سا بھی کون کے ساتھ ملتا ہی اور اسوقت مین اگر مجرد ہوتا ہے تو غیر ذوی العقول سے خصوصیت رکھتا ہی اور جب دوسرا لفظ اُسکے ساتھ ملتا ہی تو ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین مشترک ہو جاتا ہے بہر صورت دوسرے لفظ کے ملائے بغیر ذوی العقول پر صادق نہین آتا بخلاف غیر ذوی العقول کے مثلاً یہ کونسا ہے " اسکے معنی یہ کون آدمی ہے صحیح نہین بلکہ یہ کونسا ہندو تھا ہے یا کونسا مرقع تصادیر دو کے معنے مین لے سکتے ہین۔

ذوی العقول کے لیے آنے کی امثلہ۔

آزردہ

گیا کونسا صید افگن ادھر سے | کہ خالی پڑے آشیانے بہت ہین

لمؤلفہ

کونسا رشک چمن گلشن مین ہی آیا ہوا | جسکی گرمی سے صبا ہر گل ہی مرجھایا ہوا

خندان جاگلے زمانے کا شاعر صاحب دیوان ہی کہتا ہے ؎

کونسا دشمن مرے اس دوست کو بہکائے ہے | تند ہو تیوری چڑھا ہر دم جو مجھپر آئے ہے

غیر ذوی العقول کے لیے آنے کی امثلہ تر

سہراب بیگ دہلوی

کس دن نہین خیال دہان فکر مجھے | وہ روز کونسا ہی جو سیر عدم نہین

داغ

پڑگئی کیونکر الہی دل مین اُس بت کے گرہ | بچ رہا تھا کونسا عقدہ مری تقدیر سے

کبھی کیا اور کون طلب تصدیق کے لیے بھی آجاتے ہین چنانچہ استفہام انکاری جو ادعاے کمال وضوح طلب کے لیے آتا ہی یعنی مطلب یہان تک واضح ہوتا ہی کہ مخاطب بھی اُسکو جانتا ہی اور پھر اُس سے سوال کرتا ہے۔

آتش

طبل و علم ہی پاس ہی اپنے نہ ملک و مال | ہمسے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا
ترچھی نظر سے طائر دل ہو چکا شکار | جب تیر کج پڑیگا اُڑے گا نشانہ کیا

یوسف

کون ہی نازک بدن تجھسا مہ و سا دوسرا | پھول کی بدھی جو پہنی درد شانہ ہو گیا

کیون اور کسلیے اور کس واسطے طلب سبب کے واسطے آتے ہین۔

غالب

وعدہ آنیکا وفا کیجے یہ کیا انداز ہے | تمنے کیون سونپی ہی میرے گھر کی دربانی مجھے

مضطر

ایجان غم دشمن مین یہ شوریدہ سری کیون ہے | ہم تو ابھی زندہ ہین تو یہ جامہ دری کیون ہے

قلق

تمھارا افعی گیسو تھا آگے کالا سانپ
بنایا کس لیے افشاں سے کوڑیالا سانپ

مومن

کہوں گر غیر سے مت مل تو کہوے طعن سے رک کر
یہ کیوں کس واسطے ہم ایسے تیرے ہو گئے بس ہیں

ذوق

شانہ کا دل چاک پسند آپ کو آیا
کس واسطے ان سینہ فگاروں سے تو کہیے

کسطرح اور کیونکر طلب وضع کے واسطے آتے ہیں۔ جیسے۔

میر حسن

کس طرح سے زیست ہووے گی بھلا اے دوستو
اب تو قاصد بھی ادھر کو آنے جانے سے رہے

طپش

لگا کہنے طپش میں گھر سے باہر کسطرح نکلوں
اندھیری رات ہے برسات ہے بجلی چمکتی ہے

محبت

کسطرح آہ بنے اس سے ملاقات کا ڈھب
جس سے ہرگز نہ ملا آہ کبھی بات کا ڈھب

غالب

کہتے ہیں جب رہی نہ مجھے طاقت سخن
جانوں کسی کے دل کی میں کیونکر کہے بغیر

امانت

اسپ جاناں کو لکھوں گرم عناں میں کیونکر
توسن فکر کو یارا نہیں جولانی کا

کیسا اور کیسے اور کیسی طلب وضع اور کیفیت اور حال اور کام کرنے کی روش کیواسطے آتے ہیں

شہیدی

در پردہ ستم ہم پہ وہ کر جاتے ہیں کیسے
جب پوچھو تو پھر صاف مکر جاتے ہیں کیسے

محسن

کیسی پژمردگی کیا بات ہے مرجھا گئی
غنچہ کہتا ہے بجا لو سے کہ گلشن سے نکل

مومن

وہ جو زندگی میں نصیب تھا دم بعد مرگ بھی با قلق
یہ قلق ہے کیسا کہ ہے ستم کہ جان پر نکلیا قلق

ظفر

یہ کیسا زمانہ برا آگیا ہے	جہاں دیکھو ہیں واں برائی کی باتیں

کب طلب تعین زمانہ کے واسطے آتا ہی۔

شاد

کب موسم بہاران آئیگا یہ ساقی	رندونکے واسطے کب دور شراب ہوگا
دیر و حرم مین جلوہ دیکھینگے اسکا کب ہم	ای شاد دور دلسے کب یہ حجاب ہوگا

رند

کب مٹا عشق کا نشان دل سے	زخم اچھا ہوا تو داغ رہا

مومن

عمر رفتہ کی جستجو کب تک	اپنے مرنے کی آرزو کب تک

اور کبھی کبھی طلب تعین زمانہ کے واسطے آتا ہی جیسے معظم شاگرد نادر کے شعر مین۔

یہ فیض اسی زلف معنبر کا ہی سارا	ڈوبی تھی کبھی عطر مین باد سحر ایسی

کہان اور کدھر طلب تعین مکان کے واسطے آتے ہین۔

مشتاق

کہان اتنی بلا دلسے بچا سکتا ہی کوئی دل	قیامت قہر غضب آنکھین نگہ جادو بلا کا کل

میر

رہ چکا خون جگر سب اب جگر مین خون کہان	غم سے پانی ہوکے کب کا بہ گیا مین ہون کہان

میر وزیر علی صبا

نقاب الٹ کے وہ گھر سے اپنے کہتے ہین	کہاں ہو ماہ کہان آفتاب بنتا ہی

مذاق

طریق دیر و حرم جانے کل بگاڑ چکے	چلے ہو آج خدا کے لیے کدھر بنکر

نعیم

کیون اب کدھر گئی وہ تری شاعری نعیم	اسنکر تو اسکی ایک ہی دشنام رہ گیا

میر حسن علیخان جولان

کنج قفس مین ویگھر کے بے بال و پر مجھے	ای ہم صفیر چھوڑ گئے تم کدھر مجھے

کس طلب تعین کے واسطے آتا ہے اگر تنہا ہو تو غیر ذوی العقول پر صادق نہیں آتا اور جو دوسرا کوئی لفظ اسکے ساتھ ملا دیا جائے تو ذوی العقول کے ساتھ خصوصیت باقی نہیں رہتی ہے جیسے

غالب

رشک کہتا ہے کہ اسکا غیر سے اخلاص حیف	عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

ولہ

گرد راہ یار ہے سامان ناز زخم دل	ورنہ ہوتا ہے جہا نمین کسقدر پیدا نمک
شور جولان تھا کنار بحر پر کس کا کہ آج	گرد ساحل ہے بزخم موجۂ دریا نمک

نعیم

مانگا مین دل جو اُس سے تو کہنے لگا نعیم	اُس کو دیا ہے تو نے کوئی ہے گواہ بھی

ذوق

کس دم نہین ہوتا قلق ہجر ہے مجھکو	کس وقت مرا مُنھ کو کلیجا نہین آتا

کن یہ بھی طلب تعین کے واسطے آتا ہے اور کس کے معنے مین ہے اور یہ مشترک ہے ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین بخلاف کس کے کہ ذوی العقول کے ساتھ مختص ہے مگر دوسرے لفظ سے ملکر غیر ذوی العقول مین بھی استعمال پاتا ہے اور کن دونون مین مستعمل ہے مگر غیر ذوی العقول کے لیے یہ شرط ہے کہ مکرر آئے اول کی مثال۔

امیر مینائی

کون رہ جائے مین دیکھیگا بہار	پھول جنگل مین کھلے کن کے لیے

مولف

بستۂ زلف سیہ فام ہین کن کے ان کے	بندۂ بے درم و دام ہین کن کے انکے
حور و غلمان و پری تابع فرمان ہین تمام	کفش بردار گل اندام ہین کن کے انکے

دوم کی مثال دریائے لطافت مین کہ کن کن چیزون سے دنیا مین رہ کے پرہیز کیجئے اور تیری کن کن باتون کا گلہ لے بیٹھیے۔

میر

کن کن اپنی کل کو روئے ہجران مین بیکل اُس کا	خواب گئی ہے تاب گئی ہے چین گیا آرام گیا

اور انھون نے اسکی جمع ہے اور یہ ذوی العقول کے لیے مخصوص ہے جیسے دشمنون کی جو آپ ہجو کرتے ہین یہ فرمایئے کہ ہندوستان کو انکے سوا انھون نے سر کیا ہے شیخون نے تلوار ماری ہے یا اور قوم نے "یہ لفظ اصل مین پنجابی ہے اکثر فصیحان اُردو اس سے اجتناب رکھتے ہین اور اسکی جگہہ کن اور کس استعمال

کرتے ہین۔ مستفاد از دریاے لطافت۔

کہین طلب تعیین وقت کا فائدہ دیتا ہی جیسے۔

ذوق

زیادہ ہوگا توکل سے بھی کہین روزہ | کہ اس مین کیا تو روزی ہی اور نہین روزہ

یہان استفہام انکاری ہی۔

ابرو

آبرو تذکرہ زلف رسا خوب نہین | باتون باتون مین نہ دیکھو کہین الجھن ہو جاے

کرم

زلف مژگان سے لپٹتی ہی خدا خیر کرے | مشک آلودہ کہین خنجر بُرّان ہوگا

کے اور **کتنا** اور **کتنے** اور **کتنی** طلب کمیت عدد کے واسطے آتے ہین مثلاً کہتے ہین کے روپے ہین یا کتنے آدمی ہین۔

اکبر

پوچھا لقمان سے جیا تو کتنے دن | دست حسرت ملکے بولا چند روز

غالب

ہوتی ہی تراویح سے فرصت کب تک | سنتے ہو تراویح مین کتنا قرآن

مولوی نذیر احمد

خدا ہی جانے ہوئین کتنی عورتین بیوہ | خدا ہی جانے ہوے بچے کسقدر ایتام

مولوی سید اکبر حسین اکبر

نہین کچھ اسکی پرسش الفت اللہ کتنی ہی | یہی سب پوچھتے ہین آپکی تنخواہ کتنی ہے

مگر یہ لفظ شکیہ ہی طلب تصدیق کے واسطے آتا ہی جیسے۔

غالب

مین نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش | غالب اسکا مگر غلام نہین

یعنی کیا غالب اسکا غلام نہین ہی۔

اصل استفہام مین یہ ہی کہ حقیقی ہو مگر کبھی کلمۂ استفہام سے مجازاً کوئی اور معنی بھی مقصود ہوتے

جیساکہ انکار چنانچہ اسکا حال اوپر معلوم ہو چکا اور اسکے سوا مناسب مقام اور بھی معانی کا فائدہ بخشتا ہے اور یہ معانی قرائن سے معلوم ہو جاتے ہین اور اُسوقت مین حرف استفہام اپنی حقیقت پر باقی نہین رہتا چنانچہ کبھی حرف استفہام افادہ تعظیم وعظمت کا دیتا ہے جیسے۔

محسن

کیسی تصویر کہ سب صلّ علیٰ کہتے ہین ۔ کیسی تصویر کہ سب جل علیٰ کہتے ہین

یعنی بڑی صاحب عظمت اور بڑی مقدس تصویر ہے۔

کبھی حرف استفہام فائدہ تعریف وتحسین کا دیتا ہے جیسے۔

ناسخ

عبث ان غافلون کو رات دن فکر عمارت ہے ۔ کرین عبرت کہ کیا کیا قصر و ایوان ہو گئے خالی

یعنی کیسے اچھے اچھے قصر و ایوان۔

انیس

کیا ہاتھ تھا کیا تیغ تھی کیا ہمت عالی ۔ دم بھر مین نمودار صفین ہو گئی تھین خالی

یعنی کیا اچھا ہاتھ تھا اور کیا اچھی تیغ تھی اور کیا ہمت بلند تھی۔

ولہ

حضرت نے مسکرا کے یہ ہر ایک سے کہا ۔ دیکھو تو کیا ترائی ہے کیا سیر کیا فضا

نسیم

کیا بھول ہے کیا اثر ہے اس مین ۔ ہو جاتی ہین روشن اندھی انکھین

ولہ

بولا وہ فسردہ دل سحر گاہ ۔ کیا ٹھنڈی ہوا ہے واہ واہ واہ

مومن

کیا تن تہ خاک اللہ اللہ ۔ کیا صورت پاک اللہ اللہ

مشتاق

اشکون سے تری مژگان نکلے ہے آہ دل سے ۔ بجلی کی کیا چمک ہے عالم ہے کیا گھٹا کا

امانت

نور رخ کیا جلوہ گر ہے یار کی سندیل مین ۔ ہے چراغ طور روشن یار کی قندیل مین

چھاتیان زیبا ہین کیا اُسکے چھریرے ڈیل مین	دو کنول بلور کے روشن ہین اک قندیل مین

کبھی حرف استفہام سے اظہار تمسخر و خوش طبعی کا ہوتا ہے۔

نسیم

بولا وہ چہ خوش تم ایسی کیا ہو	ڈرنے کا نہین مین کیا بلا ہو

کبھی حرف استفہام سے تحقیر ظاہر ہوتی ہے۔

نسیم

بلبل ابھی رشک گل کی ہون مین	تم کیا ہو ہزار مین کہون مین
مرجاؤن اگر طلب مین تیری	ولہ مین کیا کہ خبر نہ پہونچے میری

طاہر

باغ عالم مین قد یار کا ہمسر کیسا	سرو کس باغ کی مولی ہے صنوبر کیسا

مرزا حاجی شہرت

کیا وہ جگر کہ جس مین نہین داغ جان گداز	کیا دل وہ بیقرار جو آٹھون پہر نہین

سودا

کیا منھ مرا اور کیا لب و لہجہ ہے کہ اُس کا	لون نام مفصل نہین آداب کا یہ ڈھنگ

غالب

پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دوچار	یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

ناسخ

بارہا بیٹھ کے کعبے مین لنڈھائی ہے شراب	محتسب کیا ہے خدا کا ہمین جب پاس نہین

کبھی حرف استفہام سے زجر و توبیخ منظور ہوتی ہے جیسے۔

معروف

کچھ تو سمجھ لیا ہے جو اُسکو دیا ہے دل	کیون ناصحا عبث ہمین سمجھائے جائے ہے

یعنے کیون سمجھاتا ہے چپ کیون نہین رہتا ہے مت سمجھا۔

ذوق

بغل سے لیگئے دل کو نکال کر وہ صریح
جو مانگا تو کہا آنکھین نکال کر کیسا

انشا

لوگون کے چرچے کا انشا جو تجھے ڈر ہوتا | تیری کیون انکھین بھلا پھوٹ ہین منھ سے تو بھوٹ

کبھی استفہام تجاہل کے لیے ہوتا ہی جیسے میان حسن علی شوق کے شعر مین ؎

مدت سے یہ بحث درمیان ہے | پر علم نہین کمر کہان ہے

کبھی حرف استفہام سے تعجب مقصود ہوتا ہی جیسے۔

غالب

کہان مے خانے کا دروازہ غالب اور کہان واعظ | پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

ولہ

عشق و مزدوری عشرتکدہ خسرو کیا خوب | ہمکو تسلیم نکونامی فرہاد نہین

نسیم

بولی کہو کیا کیا کہا خوب | اب کچھ کیے پھر بھی آئی کیا خوب

کیا خوب تعجب کے لیے ہی۔

کوکب

وصل کی شب کو تو چہرے سے ہٹا دو نقش | پہلی تاریخ کو یہ چاند گہن کیسا ہے

کبھی حرف استفہام سے تفصیل مطلوب ہوتی ہی جیسے غالب کی اس عبارت مین بندہ پرور میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اُردو کیا فارسی کبھی کسی عہد مین میرے پاس فراہم نہین ہوا۔

مومن

کیا کرون اللہ سب ہین بے اثر | دلولہ کیا نالہ کیا فریاد کیا

کبھی حرف استفہام سے دو متغائر چیزون مین برابری اور مساوات منظور ہوتی ہے اور بعض نے کہا ہی کہ لفظ کیا کے خواص مین سے ہی کہ جب مکرر آتا ہی تو مساوات کا فائدہ دیتا ہی جیسے ذوق کے اس مصرع مین۔ ؎

کیا صوفی ہو کیا میکش قائل ہم دونون مین

قلندر

مست ہی رہتے ہین دن کیا رات کیا
ہمسے بد مذہب کی یارب ذات کیا

سودا

کیا کبوتر کیا ٹیڑی کیا بزے ۔ قمری اور تیتر لوے اور بلقے

ولہ

کیا قصیدہ کیا غزل کیا قطعہ بند ۔ جو ردیف و قافیہ کیجے پسند
آپ کہکر مجھکو بھی فرمائیے ۔ جسکو جی چاہے اُسے دکھلائیے

کبھی ۔ حرف استفہام سے دو چیزوں مین تفریق منظور ہوتی ہی جیسے ۔

برق

دولت دنیا کجا و جرأت ہمت کجا ۔ شیر قالین فرش سے شیر ژیان ہوتا نہین

حاجی سید محمد اکبر شاہ اکبر

لیلی ہی کہان اور ترا دشت کہان ہے ۔ ای قیس تجھے عشق نہین ہے خفقان ہے

مصحفی

سو تاب ذرہ کہان نور آفتاب کہان ۔ کہان وہ سطوت شاہی کہان غرور فقیر
مقابلہ جو برابر کا ہو تو کچھ کہیے ۔ کہان دبیقی و دیبا کہان پلاس فقیر

صفا

بیجا ہے اُسکو سرو ریاض ارم کہون ۔ قد صنم کہان شجر بے ثمر کہان

کبھی حرف استفہام سے کثرت مقصود ہوتی ہی ۔

امیر

توبہ مے سے کیا پشیمان ہین ۔ زاہدون دیکھ کر گھٹائین ہم

مجید

کتنے نازک خیال ہین ہم بھی ۔ کمر یار لفظ لا سمجھے

مصحفی

آخر سی ہاتھ سے یک دم نہین چھٹتی ہرگز ۔ کتنا وارفتہ ہی وہ شوخ بھی خود بینی پر

کبھی ۔ حرف استفہام سے تاسف و تحسر منظور ہوتا ہی جیسے ۔

سودا

کہان بہار کہان ساقی اور کہان بزم شراب ۔ کہان مغنی و مطرب کدھر ہی ناخن و تار

رند

میف بانار دہر مین اے رند | کیا مین لینے گیا تھا کیا لا یا

غالب

آہ کو چاہیے اِک عمر اثر ہونے تک | کون جیتا ہی تری زلف کے سر ہونے تک

مومن

کہان وہ ربط بتان اب کہ اسکو تو مومن | ہزارون سال ہوے سیکڑون برس گذرے

کبھی حرف استفہام کو حذف بھی کر دیتے ہین کیونکہ جب قرینہ دالہ موجود ہوتا ہی تو ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہین ہوتی جیسے۔

نسیم

تو قید جفا مین ہے کہ ہم ہین | تو دام بلا مین ہے کہ ہم ہین

یعنی آیا تو قید جفا مین ہی یا ہم ہین مراد یہ ہی کہ تو ہی قید جفا مین ہی۔

سید توفیق مہدوی حیدرآبادی

اُسنے کہا باران غم مین نے کہا رونا مرا | اُسنے کہا برق ستم مین نے کہا ہنسنا ترا

ہوس

مکتب کی طرف کبھی وہ آگر
لیلی کو نہین ہوئی رہائی | کہتا تھا انیسون کو سُنا کر
پڑھنے کو وہ اب تلک نہ آئی

یعنے کیا لیلی کو رہائی نہین ہوئی۔

مثنوی سعدین

تمھین ہو جیب چاک کرتے تھے
تمھین آنسو بہاتے تھے صاحب | تمھین ہو آہ سرد بھرتے تھے
تمھین چیخین لگاتے تھے صاحب

تمھین جی کھوتے جان گنواتے تھے
تمھین دن رات غل مچاتے تھے

قلق

مثال اُس شوخ کی آنکھون سے اندھا ہی کوئی دیگا | یہ چیتون یہ شرارت یہ نگہ ہی چشم آہو مین

بیان امر

امر موضوع ہی کسی چیز کی طلب کے واسطے جو بطریق استعلا و بزرگی کے کی جائے اور دلیل استعلا و بزرگی کی یہی ہی کہ جب سامع امر کے صیغے کو سنتا ہے تو اُسکے ذہن مین فی الفور گذرتا ہی کہ متکلم مجھکو اس کام کے واسطے مامور کرتا ہی اور خود آمر بنتا ہے اور شک نہین کہ آمر مامور سے بزرگتر ہوتا ہی بعض علما سے جو یہ منقول ہی کہ امر اپنے صیغے کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی اس سے مراد یہ ہوگی کہ جو لفظ وجوب فعل کا فائدہ دے وہی امر ہی اور اگر اُنکے قول سے یہ معنی سمجھے جائین کہ امر ایسے کلمے کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی کہ جو طلب کے لیے موضوع اور اصطلاح مین امر کا صیغہ کہلاتا ہی تو یہ بات دُرست نہ ہوگی اسلیے آمر کا امر کرنا اس صیغے سے مخصوص نہین اور دوسرے لفظ سے بھی اُس کی مراد حاصل ہو سکتی ہی پس جو لفظ طلب فعل پر استعلائً دلالت کرتا ہی خواہ اسم ہو یا فعل امر ہو یا فعل مضارع ہو وہ امر ہی چنانچہ صیغہ مصدر اس شعر مین طلب فعل پر دلالت کرتا ہے۔ ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُسنے کہا	مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی ہی مرے لیے

نسیم

سُنبل مرا تازیانہ لانا	شمشاد انھین سُولی پر چڑھانا

اسی طرح شعر ذیل مین صیغہ مُضارع طلب فعل پر دلالت کرتا ہے۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف	آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے

رکھیو دراصل رکھے تھا کہ مضارع واحد غائب کا صیغہ ہی اُس مین واو زیادہ کر دی ہی۔

ولہ

ناکردہ گناہون کی بھی حسرت کی ملے داد	یارب اگر ان کردہ گناہون کی سزا ہے

ملے صیغہ مُضارع ہی اور یہان دعا کے لیے مستعمل ہوا ہے۔

آتش

جب مین جاتا ہون تو منھ پھیر کے یون کہتے ہین	نیند آئی ہی ہمین آپ بھی آرام کرین

یعنے آرام کرو۔

میر

میر نہین پیر تم کاہلی اللہ رے	نام خدا ہو جوان کچھ تو کیا چاہیے

امانت

فوق دے تجھے قدِ دلدار کو شمشاد و نبر
کوئی آوازہ کسا چاہیئے آزادون پر

کیا چاہیے اور کسا چاہیے وغیرہ افعال کا نام صاحب دریاے لطافت نے فعل تحریصی
اور فوری رکھا ہی ایسے افعال امر کی جگہ استعمال پاتے ہین اور ضرورت پر مشتمل ہوتے
مین اگر حاضر کے ساتھ کلام کرنے کا اتفاق ہو تو امر حاضر کے حکم مین ہین اور اگر غائب کے
حق مین مستعمل ہون تو امر غائب کے حکم مین ہوتے ہین اور اگر متکلم کے نفس کی طرف اشارہ
ہو تو کہنے والے کے نفس کی تحریک سمجھی جائے گی۔

تراب

اگر اسکو نہین باور کروگے
تو اک قصہ مین کہتا ہون سُنوگے

یعنی اگر اس کو باور نہین کرتے ہو تو اک قصہ مین کہتا ہون اُسکو سُنو۔ امر کا صیغہ مصدر کی
علامت دُور کر دینے سے حاصل ہوتا ہی اور اِس مین تذکیر و تانیث کی ایک صورت ہی جیسے کرنا سے کر
اور جب اسکے آخر مین واو زیادہ کر دین تو جمع کا صیغہ بن جائے جیسے کرو اور اگر صیغہ مفرد کے
آخر مین واو یا یاے تحتانی مجہول ہو تو واو کو ہمزہ سے بدل دیتے ہین اور یا محذوف ہو جاتی ہی
جیسے ہونے سے ہوٴ اور سونے سے سوٴ اور لے سے لو اور دے سے دو اور اگر یاے تحتانی معروف
ہو تو وہ باقی رہتی ہی جیسے سینے سے سیو اور پینے سے پیو اور امر مفرد کے بعد ہمزہ اور یاے تحتانی
مجہول لگانے سے بھی جمع کا صیغہ حاصل ہوتا ہے جیسے اُٹھو سے اُٹھیے اور بیٹھو سے بیٹھیے
اور بعض صیغون مین ہمزہ کے ماقبل جیم مکسور بھی اضافہ کر دیتے ہین جیسے لیجیے اور دیجیے اور دیکھیے اصل کیجیے کی
کریے ہی ہمزہ کے ماقبل جیم مکسور اضافہ کرکے راے مہملہ کو یاے معروف سے بدل لیا ہے اور چونکہ یاے معروف اور
جیم مکسور کے قبل فتح کاف کا ثقیل معلوم ہوتا ہی اسلیے اُسکو کسرہ سے بدل دیا ہی اور جیم مکسور کے بعد سے ہمزہ کو
گرا بھی دیتے ہین بلکہ یہ زیادہ فصیح ہی جیسے کیجے و لیجے و دیجے جب کیجیو اور دیجیو وغیرہ کے آخر مین
گا لگا دیتے ہین تو صیغہ فعل مستقبل مفرد کے معنے دیتا ہے اور چونکہ اُن معنی مین تعظیم بھی ہوتی
ہے اس لیے جمع کے ساتھ مشابہت رکھتا ہی۔ اور مصدر دینا کلام بھی امر اور اسکی ضد یعنی
نہی کے صیغے کے آخر مین زیادہ کر دیا جاتا ہی جیسے پھینک دے اور جب امر کے آخر مین دیا
لگا دیتے ہین تو وہ ماضی بن جاتا ہے جیسے پھینک دیا ڈال دیا بڑھا دیا یہ صیغہ فعل کے تمام
ہونے پر دلالت کرتا ہی بخلاف پھینکا اور ڈالا اور بڑھایا کے مثلاً اس مقام مین اس

جس وقت کو ٹھے پر سے ردیہ پھینکا میں نے زمین پر گرنے نہ دیا ہاتھ مین لیا" اگر پھینکدیا کھوین تو اچھا نہ ہو اور اس جگہہ کہ زید نے غصے کے مارے عمرو کو مجلس سے اٹھا دیا۔ اٹھایا مستحسن نہو۔

امر کا صیغہ کئی معنون مین مستعمل ہی جو قرینے سے معلوم ہو جاتے ہین۔

(۱) طلب فعل پر بطور علو شان کے جیسے۔

نسیم

حمالہ جلی ہون کیا کھون مین	داما دکو لا تو ٹھنڈی ہون مین

(۲) تسویہ کے لیے مگر اس مین یہ شرط ہی کہ نہی کا اُس پر عطف ہو جیسے۔

سودا

گھوڑے کو دو نہ دو لگام مجھ کو ذرا لگام دو

(۳) دعا کے لیے جیسے۔

مومن

خدایا لشکر اسلام تک پہونچا کہ آپہونچا	لبو نبر دم بلا ہی جوش خون شوق شہادت کا

انیس

یارب چمن نظم کو گلزار ارم کر	اے ابر کرم خشک زراعت پہ کرم کر

(۴) تمنا کے لیے جیسے۔

قلق

جب نپا تا تھا راہ وہ دلگیر	ہر بگولے سے تھی یہی تقریر
توہی اب مجھکو راستہ بتلا	کشور یار کا پتا بتلا

چونکہ بگولہ راستہ نہین بتلا سکتا لہذا اسکو تمنا کہینگے نہ ترجی۔

نسیم

بلبل تو چہک اگر خبر ہے	اے گل تو ہی مہک۔ بتا کدھر ہے

بکاؤلی کو کمال اشتیاق ہو کہ گل کا سراغ کہین سے ملے اسلیے بلبل اور گل سے پتا بتانے کی درخواست کرتی ہی لیکن یہ محال ہو کہ یہ دونون پتا بتا سکین لیکن چونکہ بکمال اشتیاق پر محمول ہے اسکو ہم اسلئے تمنا کہینگے نہ ترجی فرق تمنا اور ترجی مین یہ ہو کہ ممکن چیز کی آرزو کو ترجی

کہتے ہین اور محال و ممکن دونون کی آرزو کو تمنا بولتے ہین۔

(۵) ترجی کے لیے جیسے۔

لالہ بہادر سنگھ دلخوش

ہون ترے ہجر مین جون دیدۂ نرگس حیران | چشم پوشی نہ کر اپنے گنہگار سے مل

آغا شاعر قزلباش دہلوی

آنکھون مین ہی دم آؤ خدا کے لیے آؤ | پھر یہ نہ گلہ ہو مرا رستا نہین دیکھا

عاشق

ایکباری تو خواب مین آؤ | کب سے مشتاق ہم تمھارے ہین

(۶) تہدید یعنی غصے کے ساتھ خطاب کرنے کے لیے۔

ذوق

نہین یہ شیشۂ مے ہی کسی میخوار کا دل | محتسب دیکھ نہ کر دلشکنی خوب نہین

ہمارا مطلب دیکھ سے ہی (مستفاد از خزائن المعانی)۔

سودا

یزید کیونکہ اولوالامر ہے بتا ملعون | گیا یہ فرض ہوئی اُسکو چاہ جون شداد

نسیم

بیچارہ ہوا کہا کہ جا جا | کیسی رانی کہان کا راجا

(۷) عرض کے واسطے مستعمل ہوتا ہے عرض اُس طلب کا نام ہی جو بخلاف استعلا کے عاجزی وانکساری سے کیجائے مگر شرط یہ ہے کہ دعا کی حد تک نہ پہونچے کیونکہ دعا بارگاہ ایزدی سے مخصوص ہی مثال۔

نسیم

حمالہ کو بھیج آکے لیجائے | شاید مجھے زندہ پاکے پہونچائے

ولہ

کی عرض رضا ہے جو خوشی ہو | عاشق کی سزا جب پوچھتی ہو
شکین زلفون سے مشکین کسواؤ | کالے ناگون سے مجھکو ڈسواؤ
تلوار سے ہو جو قتل منظور | ابرو کے اشارے سے کرو چور

زندان مین جو زندہ بھیجنا ہو — اپنے دل تنگ مین جگہ دو

ہوس

یہ تو ہی پدر کسی کو اپنا — کب بجھاوے ہی درد و غم مین پھنسا

(۸) کبھی امر برابری کے موقع پر بھی استعمال مین آتا ہی جیسے۔

حالی

بیٹھے بیفکر کیا ہو ہم وطنو — اٹھو اہل وطن کے دوست بنو
مرد ہو تو کسی کے کام آؤ — ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

اس قسم کو علمائے تازی التماس کہتے ہین مگر محاورۂ اہل ہند و فارس مین التماس اُس طلب کو کہتے ہین جو بزرگون سے کرین۔

(۹) تخویف کے لیے لاتے ہین جیسے۔

نسیم

حضرت یہ وہی تو ہین تبر دار — جا ان سے ہو لیو خبردار

یعنے یہان سے چلا جانہ ہو لیو اور خبردار کے کہنے سے ظاہر ہو گیا کہ امر یہان تخویف کے واسطے لائے ہین۔

امیر

چل سوے گور غریبان کی حلیص ہاں خدا — دیکھ کتنی آرزوئین نذر مدفن ہو گئین

کبھی محال چیز کی نسبت امر کیا جاتا ہی۔

انیس

وبکر صدا غرور سے دی سر کے بل چلو — تو لی سلامتی کہ سلامت نکل چلو

سر کے بل چلنا محال ہی لیکن بسبب ادب اور تعظیم کے امر کیا گیا اور تمنا کے واسطے جو امر کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہی وہ بھی اسی قسم سے ہی۔

کبھی امر کو حذف کر دیتے ہین اور مفعول کو قائم رکھتے ہین مدعا اس سے یہ ہوتا ہے کہ اہمیت مفعول کی ثابت ہو۔

سودا

اسکو ہرگز نہین حیا سے لگاؤ — جاے تو یہ کہے پلاؤ پلاؤ

لاؤ صیغہ امر کا محذوف ہی جو کہ لفظ پلاؤ کا ذکر کرنا اہم تھا اسلیے امر کو حذف کر کے اسکی تکرار کی

کبھی بغیر اسکے بھی صیغۂ امر محذوف ہوتا ہی۔

تراب

خاتمہ بالخیر اُسکا بے تکلف ہو تراب	جو کہین مرجائے جھٹ پٹ کہتے کہین یاربلا

کبھی امر کو مکرر لاتے ہین اور اس سے علاوہ تاکید کے ایک لطف پیدا ہوتا ہی جیسے۔

دبیر

سرہانے کوئی یہ پڑتا ہی ارے جلد سنبھل چل	لکارے دمادم یہی کہتے ہین کہ چل چل

رباعی

ادبار کا کھٹکا حشم و جاہ مین ہے	جاگو جاگو کہ خوف اسی راہ مین ہے
اٹھو اٹھو یہ خواب غفلت کب تک	دیکھو دیکھو اجل کمین گاہ مین ہے

انشا

مرتا ہون اجی زبان سے بولو	بولو مجھہ نیم جان سے بولو

انیس

مرے پیارے مرے جانی مرے دلبر اٹھو	ہم یہ تنہائی ہی اٹھو علی اکبر اٹھو

تپش

الٰہی تپش کی مناجات سن	سن اس ملتجی عبد کی بات سن

بیان نہی

نہی اُسے کہتے ہین کہ بطریق استعلا و بزرگی کے قطعی طور پر ترک فعل کا طلب کرنا یا کسی فعل سے روکنا اس حیثیت سے کہ اسلوب کلمہ سے وہ ترک طلب اور روکنا سمجھا جائے اگر اسلوب کلمہ سے نہ سمجھا جائے گا تو وہ نہی نہوگی پس ہٹ جا جو اس شعر مین واقع ہی اس قسم مین داخل نہوگا۔

ذوق

سرد مہری سے کسی کی آگے ہی دل سرد ہے	ہٹ جا یان سے دھوپ اے ابر بہاران چھوڑ کر

کیونکہ یہان نہی ذات کلمہ سے مستفاد ہوتی ہی نہ اسلوب کلمہ سے بلکہ یہ صیغہ امر کا ہی اور مراد اس سے اپنے سامنے سے ہٹا دینا اور دور کر دینا ہی اور یہ رعایت امر مین بھی ملحوظ ہے اور بعض نے کہا ہی کہ نہی یہ ہی کہ غیر کو کہین کہ یہ کام مت کر اور بعض نے یون لکھا ہی کہ نہی عدم فعل کی طلب کو کہتے ہین مگر یہ صحیح نہین اس لیے کہ عدم فعل ازل سے مستمر ہی پس وہ مخاطب کی قدرت

مین نہو گا پھر مخاطب سے اُس کا طلب کرنا کیسے متصور ہو سکتا ہی اور استعلا سے مراد یہ ہی کہ
متکلم اپنی ذات کو بڑا سمجھے گو واقع مین بڑا نہو۔ نہی کا صیغہ امر کے قبل نون مفتوح کے بڑھانے سے
بڑھ جاتا ہی جیسے کر سے نکر اور مت کے ساتھ بھی نہی کے صیغے کو استعمال کرتے ہین کہ امر پر
اُسکے آنے سے امر نہی ہو جاتا ہی جیسے کر سے مت کر۔

انشاء اللہ خان دریاے لطافت مین لکھتے ہین "جو بر زبان ملا ہاے بکتبی شاہ جہان آباد
بعضے ہنود مت حرف نہی باشد مانند مت جا اتفنے" مگر مین نے اسکو شعراے مستند کے کلام
مین دیکھا ہے۔

نہی اُس طلب ترک فعل پر دلالت کرتی ہی جو فی الفور ظہور مین آئے پس یہی سبب ہی کہ
حال مین مستعمل ہوتی ہی اور ماضی و مستقبل مین نہین۔ اور نہی کبھی اپنے اصلی معنون کے سوا اور
معنون مین بھی مستعمل ہوتی ہی۔

(۱) دعا جیسے۔

لالہ ہندو لال طالع

مت پوچھ کچھ حساب یونہین بخشدے مجھے — مجرم تو ہون پہ عفو سراسر سے ہے غرض

ظفر

گر خوشی اس دل مغموم سے چاہی آمیز — وصل مین ہجر تو مت کیجو الٰہی آمیز

رند

نگر عوض مرے جرم و گناہ بیحد کا — الٰہی تجھکو غفور الرحیم کہتے ہین

غالب

آتا ہے داغ حسرت دل کا شمار یاد — مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

(۲) تسویہ کے لیے مگر اس مین یہ شرط ہی کہ امر کا اُسپہ عطف ہو جیسے۔

میر محمدی بیدار

فتراک سے باندھ خواہ مت باندھ — اب تیرے شکار ہو گئے ہم

میرے نزدیک یہان تخییر کے لیے ہی دوسری مثال۔

میر حسین تسکین

تم غیر سے ملو نہ ملو مین تو چھوڑ دون — گر اس وفا پہ کوئی کہے بے وفا مجھے

یہان بھی تخییر کا مطلب نکلتا ہے اور تسویہ کے ساتھ تخییر کے معنے بھی دوسرے شعر مین لیے جائین تو کوئی مضائقہ نہین مگر پہلے شعر مین خالص تخییر ہے جس کو خواہ کے لفظ نے ترجیح دیدی ہے۔

(۳) تہدید و زجر و توبیخ کے لیے جیسے۔

زور آور خان دل

مت پھرا سر مرا اے ناصح جاہل اگر — پھر بھی جاتا ہے نصیحت سے کہین دل آکر

نسیم

مجھوٹے سے بھی کر نہ یاد آدم — پھر گھر وہی۔ تو وہی۔ وہی ہم

(۴) غضب کے لیے جیسے۔

مذاق

ہیبت سے تجر کی دل زہرا ہوا ہے آب — مت رکھو بروح فاطمہ زہرا فراق مین

عرض ہے جناب امیر علیہ السلام مین

ہوس مجنون کی زبانی باپ سے

بہتر ہے بدا ب بیر اے خردمند — اب نوع دگر ہے حال میرا

بچھو مجھکو نہ کر نصیحت و پند — زنہار نہ کر خیال میرا

(۵) برابری کے لیے ہم مرتبہ سے ترک فعل طلب کرنے کو جیسے۔ سہ

دوستو مجھسے جو کہتے ہو نہ تو یار سے مل — اسکو سمجھاؤ کہ تو بھی تو نہ اغیار سے مل

(۶) تحقیر کے لیے جیسے۔

میر

آخانہ خرابی اپنی مت کر — قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا

نہی کو امر کی طرح مکرر بھی لاتے ہین جیسے۔

وزیر

نہ پوچھو تم مرے آنسو نہ پوچھو — کہے گا کوئی تمکو خوشہ چین ہے

بیان ندا

طلب توجہ کو کہتے ہین اور جس اسم سے کسی کی توجہ طلب کی جاتی ہے وہ منادی کہلاتا ہے

اور وہ جملہ متضمن اظہار ایکار یعنی غرض کا کہ منادیٰ کے ساتھ واقع ہوتا ہی مقصود بالندا یا جواب ندا کہلاتا ہی اُردو مین اسکے واسطے بہت سے حروف مقرر ہین - اے - او - ارے - اری - ابے - اوبے - ہوت - اجی اورے - اوری - اوجی - یہ حروف منادے کے ساتھ آتے ہین یعنے جس کو توجہ مطلوب ہوتی ہے اُسکے نام کے اول یا آخر مین اُن حرفون مین سے کوئی حرف لگایا جاتا ہے ان مین سے اجی معرفہ کے لیے آتا ہے جیسے اجی مرزا محمد علی صاحب باقی تمام نکرہ کے لیے آتے ہین یا ایسے معرفہ کے لیے آتے ہین جو غیر معلوم ہو اور معرفہ غیر معلوم عبارت ہی کسی شخص کے کسی صفت کے ساتھ متصف ہونے سے یا دوسرے سے کسی نشان کے ساتھ ممتاز ہونے سے مثال نکرہ جیسے او بھایا او میان ارے آدمی یا اری لڑکی یا اور اے چھوکرے یا ابے لڑکے اور اے بھائی وا وجی بی صاحب اور جب منادے کی تحقیر و تذلیل منظور ہوتی ہے یا کم قدر کو منادے کرتے ہین تو یہ حروف معرفہ کے ساتھ بھی مستعمل ہوتے ہین جیسے اولے بیل اور اری برا ے بیل او رہا ے بیل ہوت یا اوجی بی لکھو یا اے چنبیلی یا اوری یاسمن اسی طرح مذکر کے لیے مثلاً او مٹھو اور ارے کلوا اور ابے لکھوا اور اوبے کریم بخش اور کریم بخش ہوت مثال معرفہ غیر معلوم کی او بجانے والے یا او لال پگڑی والے یا ارے انا کے لڑکے یا ارے گرکٹلون والے ہوت یا اناجی ہوت یا اجی سُرخ دوپٹے والی ذرا ادھر تو دیکھو اور فارسی کا الف ندا بھی زبان ریختہ مین مستعمل ہے جیسے ناصحا - ساقیا - جانا - یعنے اے ناصح - اے ساقی - اے جان -

سودا

خدا کے واسطے خاموش ناصحا بیدرد	لگے ہی بات تری مجھکو نیش سی دل مین

درد

ساقیا یان لگ رہا ہی چل چلاؤ	جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

عبد السبحان خان سبحان

جان و دل سے قبول سب جانا	پر گلی ہین تری ہمین آنا

اور جبکہ ندا کے یہ معنی ہین کہ کسی کی توجہ کو اپنی طرف طلب کرنا تو شرط ہی کہ منادے حاضر ہو نہ غائب لیکن کبھی غائب کو بھی حاضر تصور کر کے ندا کرتے ہین جیسے اس شعر مین ناظم کے۔

ای اہل شام تمکو خوف خدا نہ آیا	برحم کیا ظلم کا کس زلف عنبرین کو

نواب یوسف علی خان ناظم رام پور ملک روہیلکھنڈ کے رئیس تھے اور سنہ ۱۲۸۲ ہجری مین وفات پائی ہے اور حضرت امام حسین کو اہل شام نے سنہ ۶۱ ہجری مین شہید کیا تھا مگر نواب صاحب نے اہل شام کو حاضر سمجھ کے ایسا کہدیا۔

سودا

دماغ جھڑ گیا آخر ترا نہ اے نمرود	چلا نہ پشے سے کچھ بس تری خدائی کا

کبھی طلب کے صیغے کو غیر طلب کے موقع پر استعمال کرتے ہین جسکی تفصیل یہ ہی۔

(۱) کبھی مدح منظور ہوتی ہی جیسے۔

حالی

ای نازش برطانیہ اے فخر بر ترک	ای ہند کے گلے کی شبان ہند کی قیصر

غالب

ای شہنشاہ فلک منظر بے مثل و نظیر	ای جہاندار کرم شیوہ و بے شبہ و عدیل

امیر

ای خوشا وہ سرزمین جائین جدھر اُسکے قدم	ای خوشا کشور پھیرے جسکی طرف اُسکی عنان

داغ

طلائی ہو گئی عسرت کی عشرت از ہے قسمت	مبدل ہو گئی آسائیون سے میری شواری

(۲) تاسف و تحسر منظور ہوتا ہی جیسے۔

انیس

ای روشنی خانۂ زہرا ترے صدقے	ای باپ کے عاشق مرے شیدا ترے صدقے
ای تشنہ لب ای بیکس و تنہا ترے صدقے	ای رہرو فردوس معلے ترے صدقے

اگر کہا جاے کہ ترے صدقے اور تشنہ لب اور بیکس و تنہا اور رہرو فردوس معلی سے تحسر و افسوس مستفاد ہوتا ہی پس لفظ ای کو اس باب مین دخل نہ ہوگا تو ہم جواب دینگے کہ تحسر و افسوس ایک الگ امر ہی جو کسی شی کو قبول کرتا ہی اس صورت مین جو کچھ اُن الفاظ سے مستفاد ہوتا ہی لفظ ای سے اُس مین زیادتی پیدا ہو جاتی ہے۔

ولہ

بانو سر اصغر کے قریب آ کے پکاری	ای لال جھنڈولے ترے بالون پہ مین واری

(۳) کبھی شفقت منظور ہوتی ہی جیسے۔

میر حسن

اری چاروں کے یہ ہیں آشنا | ملا دل کو آخر کرے ہیں جدا

(۴) کبھی تمسخر اور خوش طبعی کے واسطے آتا ہی۔

ارشد

اجی شیخ جی زر سے ہے میکشی | جو مفلس ہوا پارسا ہو گیا

یہان ندا تمسخر و استہزا کے لیے ہی۔

میر حسن

یہ سن سن کے وہ نازنین مسکرا | لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا
مین سمجھی ترا دل گیا ہے اُدھر | بہانے تو کرتی ہی کیوں مجھپہ دھر

یہان ندا خوش طبعی کے لیے ہی۔

(۵) برانگیختہ کرنے کے لیے جیسے۔

قلق

ارے او بے مروت او جلاد | ارے او ظالم او ستم ایجاد

یہان ایک تو لفظ ارے ہی اور دوسرا او بس اگر ایک ندا کے لیے مانا جائے تو ایک لفظ کو زائد ماننا پڑے گا۔

طور

ارے ای بیمروت تجھکو دل دینا نہیں لازم | کوئی پیدا تو کر لیوے ہمارا سا جگر پہلے

مرزا جابر جابر

دشمنوں سے تری سازش ہی ارے او دشمن | گو کہ دشمن ہی ترا دوست ہی پر اپنا سا

ذوق

نفس کی آمد و شد ہی نماز اہل حیات | جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو

(۶) کبھی حقارت و تذلیل منظور ہوتی ہی جیسے۔

جوش شاگرد مصحفی

مین نے جو کہا تجھ بن کیا کیا نہ الم گذرا | بولا کہ ابے تیرا رونے ہی جنم گذرا

(۷) کبھی واسطے کمال بے طاقتی اور کثرت شوق کے کہ ایک قسم کا جنون اُس سے ظاہر ہوتا ہے استعمال کرتے ہین اسی قبیل سے ہے یہ کہ صبا عشق نسیم اور دل وغیرہ کو منادے ٹھہراتے ہین مثال اسکی۔

درد

جس نے اہل صفا بنا تو ہمکو — اے آئینہ کس کے گھر گئے ہم

حالی

اے نسیم بہار کے جھوکو — دہر نا پائدار کے دھوکو
اے لب جو کی ٹھنڈی ہوا — اے پہاڑون کی دلفریب فضا
یون تو ہر حال مین ہو اپنے عزیز — پر وطن مین تمھے تم کچھ اور ہی چیز

نسیم

سنبل مرا تازیانہ لانا — شمشاد انھین سولی پر چڑھانا
او خار پڑا ترانہ چنگل — شکین کس لین نہ تونے سنبل
او باد صبا ہوا نہ بتلا — خوشبو ہی سونگھا بتا نہ بتلا
بلبل تو چہک اگر خبر ہے — گل تو ہی مہک بتا کدھر ہے

گفتگو مین منادے پر حرف ندا نہین لگاتے ہین۔ جناب خان صاحب۔ یا جناب قبلہ یا جیسا مخاطب ہو ویسا خطاب کرکے بولتے ہین کسی کے گھر جاکر پکارتے ہین جناب میر صاحب خان صاحب۔

مولوی غلام غوث وجد

زلف کی بو اور دماغ عدو — باد صبا تجھکو یہ کیا ہو گیا

یعنی اے باد صبا تجھکو یہ کیا ہو گیا کہ اسکی بو دماغ عدو تک پہونچائی؟۔

شاطر

ہے مرغ دل کی اسیری کے واسطے گلدام — نہین ہین لشمہ کے ڈورے جناب آنکھون مین

صنعت

قتل ناحق کیا تونے جسے تلوار گھسیٹ — لاش کو اسکی نہ ظالم سر بازار گھسیٹ

زیادہ تر حرف ندا علم پر نہین لگاتے اسلیے کہ علم کثرت سے منادے ہوتا ہے پس اگر حرف ندا حذف

بھی ہو جائے گا تب بھی خصوصیت میں فرق نہیں آئیگا۔

انیس

خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

میر سجاد علی صفدری

صفدری قد کو کہیں اُسکے کہا تھا گل سرو
سیدھی اُس شوخ نے کیا کیا نہ سنائیں مجھکو

منادے جمع ہو تب بھی حرف ندا نہیں لاتے۔

ذوق

گلو یہ کہہ گئی کیا کان میں تمھارے صبا
کہ لوٹے جاتے ہو پھولے نہیں سماتے ہو

حالی

مقبلو مدبروں کو یاد کرو
خوش دلو غمزدوں کو شاد کرو

سوز

سوز سے مت دل لگاؤ مشفقو سمجھاؤ گے
کاہش جان ہے عزیزو میہماں کا اختلاط

کبھی منادے بھی حذف ہو جاتا ہے اور اسکے کئی سبب ہوتے ہیں
یا رعایت وزن کے لیے بشرطیکہ قرینہ سیاق کلام موجود ہو۔

مصحفی

مصحفی آج دعا مانگے ہے تجھسے یارب
ای کہ ہے ذات تری سب پہ غفور و رحیم

یا اسلیے کہ سُننے والے کا ذہن جس طرف چاہے میل کرے۔

سودا

ای وہ کہ تیرے عدل کی نسبت بجاے صبح وشام
نوشیرواں پہ عدل کا گویا ہے اتہام

یعنے ای ممدوح یا ای معظم یا ای نواب یا ای عادل دوران وغیرہ وغیرہ۔ اسی قبیل سے ہے۔

غالب

اے ترا غمزہ یک قلم انگیز
اے ترا ظلم سر بسر انداز

یعنے ای معشوق یا ای پیارے یا ای دلبر وغیرہ وغیرہ۔
کبھی جواب ندا محذوف ہوتا ہے جیسے۔

انیس

دہشت سے تھرتھرا گیا مریخ آسمان	آواز دی زمین نے کہ یا حافظ جہان

اور تکرار منادے کے موقع پر ہمیشہ جواب ندا محذوف ہوتا ہی جیسے۔

تراب

جو کمین مر جائے جھٹ پٹ کہتے کہتے یار یار	خاتمہ بالخیر اُسکا بے تکلف ہو تراب

ہوس

تب راز ہوا یہ آشکارا	لیلی لیلی جو تو پکارا

بیان دعا

خدا کے سامنے عاجزی اور انکسار ظاہر کر کے کوئی چیز مانگنے کو دعا کہتے ہین دعا کیواسطے جو صیغہ مخصوص ہو وہ بحث مضارع کے صیغہ واحد غائب سے بنتا ہی اکثر حرف آخر کے بعد واؤ اور لگا دیتے ہین جیسے کرے سے کریو اور سُنے سے سُنیو اور دیکھے سے دیکھیو وغیرہ اور جب کبھی آخر مین واؤ لگاتے ہین تو حرف سوم مضارع کو جیم سے بدل لیتے ہین مثلاً دیوے سے دیجیو اور لیوے سے لیجیو وغیرہ مثال دعا کی۔

غالب

رکھیو یارب یہ در گنجینۂ گوہر کھلا	بزم شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھلا

ولہ

کچھ بجیو یارب آسے قسمت مین عدو کی	جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی

کبھی دعا کے صیغون کو اور موقع پر بھی استعمال مین لاتے ہین چنانچہ امر بطریق استقبال کے معنی مین آتا ہی امر بطریق استقبال کے معنی یہ ہین کہ امر کے صیغے مین معنی امر کے بحال رہین مگر ظہور فعل کا آیندہ پر موقوف ہو اور صیغہ اُسکا دعائیہ یا مصدر ہوتا ہی۔

غالب

آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہی	رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف

اسی طرح نہی کے مقام پر دعا کا صیغہ آتا ہے جیسے جوش۔

توانائی تو کر بیٹھی جدا آغوش سے ہمکو
گرانست دیجیو اے ناتوانی دوش سے ہمکو

غالب

ہان کھائیو مت فریب ہستی
ہر چند کہین کہ ہے نہین ہے

تکملہ

وجہ حصر انشاے طلبی کی یہ ہو کہ انشاے طلبی کا تقاضا یہ ہو کہ مطلوب ممکن ہو یا یہ کہ غیر ممکن پس دوسری قسم تمنا ہو اور پہلی صورت مین اگر اُس کے ساتھ کسی شے کا حصول مطلوب ہو صیغہ ترجی کے ساتھ تو اُسے ترجی کہتے ہین اور اگر بغیر ترجی کے طالب کے ذہن مین وہ مطلوب ہو تو استفہام کہتے ہین اور اگر اُسکے ساتھ کسی امر کا حصول خارج مین منظور ہو تو دو حالت سے خالی نہین کہ اگر وہ امر کسی فعل کا انتفا ہے تو وہ نہی ہے اور اگر کسی کا ثبوت ہے تو اُس صورت مین اگر کسی حرف ندا کے ساتھ اُس کا ثبوت ہے تو اُسے ندا کہتے ہین اور اگر حرف ندا کے ساتھ نہین تو دعا کہلاتا ہو اور دعا بھی علماے نحو کے نزدیک امر و نہی مین داخل ہے اور فرق علماے معانی و منطق نے کیا ہے نحوی اس فرق کو نہین مانتے یہ انکی خاص اصطلاح ہو۔

کبھی جملۂ خبریہ جملۂ انشائیہ کے موقع پر آتا ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہو جیسا کہ کہتے ہین اُمید ہے کہ کل آپ کچہری مین ملین گے اور مطلب اس سے یہ ہو کہ تم کل کچہری مین ملنا اور اس حیثیت مین اسواسطے کہتے ہین کہ مخاطب کو گوارا نہین کہ مین دروغ گو ٹھہرون یعنی ملنے کا وعدہ کرون اور نہ مل سکون اور کبھی جملۂ شرطیہ دعا کے محل مین واقع ہوتا ہے چنانچہ تائیدات قصائد مین اس قسم کے جملے بہت ہوتے ہین۔

ذوق

سر ہفت آسمان جب تک کہ دور ہفت اختر ہو
الٰہی یہ بہادر شاہ شاہ ہفت کشور ہو

ساتوان باغ فصل و وصل کے بیان مین

فصل اصل ہو اور وصل اُسپر طاری اور عارض ہے اسلیے کہ کسی حرف کی زیادتی سے وصل پیدا ہوتا ہو لیکن ہم وصل کو اسلیے پہلے بیان کرتے ہین کہ وہ بمنزلے ملکے کے ہو اور فصل بمنزلے عدم کے اور ظاہر ہو کہ اعدام بغیر اپنے ملکات کے سمجھ مین نہین آسکتے پس جاننا چاہیے کہ عطف کبھی ایک مفرد کا دوسرے مفرد پر ہوتا ہو اور کبھی ایک جملے کا دوسرے جملے پر ایک مفرد کے دوسرے مفرد پر اور ایک جملے کے دوسرے جملے پر عطف کرنے کو وصل کہتے ہین۔

جس پر عطف کیا جاتا ہے معطوف علیہ اور جسکا عطف کرتے ہیں معطوف کہلاتا ہی اور فصل اسے کہتے ہیں کہ جسکی شان سے عطف ہو اسکا عطف ترک کردینا مفرد کی مثال۔

ظفر

ترے دندان و لب نے کردیا بے قدر عالم میں	گہر کو لعل کو یاقوت کو ہیرے کو مرجان کو

دندان معطوف علیہ ہی اور لب معطوف اور دونوں فعل کردیا کے فاعل ہیں اور یہی مناسبت عطف کی ہی۔

اُنس

صبح اُمید و شب وصل کو یک جا دیکھا	آگئے جب ترے عارض پہ برابر گیسو

صبح اُمید معطوف علیہ اور شب معطوف ہی اور یہ دونوں دیکھا کے مفعول ہیں اور عطف کی یہی مناسبت ہی۔

اور عطف ایک جملے کا دوسرے جملے پر چار حال سے خالی نہیں۔

(۱) خبریہ کا خبریہ پر جیسے۔

حالی

کھو دیا ہیں نے نشان سلطنت شخصی کا	اور دُنیا سے غلامی کو مٹا کر چھوڑا

اس شعر میں پہلا مصرع معطوف علیہ ہی اور دوسرا معطوف اور دونوں جملے فعلیہ ہیں۔

(۲) انشائیہ کا انشائیہ پر جیسے۔

تپش

خدا جانے اُسکے تھا دل میں کیا	لے اب جام مے اور مجھکو پلا

جام مے لے معطوف علیہ ہی اور مجھکو پلا معطوف

مومن

نالہ اک دم میں اُڑا دیوے دھوئیں	چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا

چرخ کیا معطوف علیہ ہی اور چرخ کی بنیاد کیا معطوف اور دونوں جملے انشائیہ ہیں کیونکہ استفہام کو متضمن ہیں۔

(۳) خبریہ کا انشائیہ پر۔

(۴) انشائیہ کا خبریہ پر۔ پہلی اور دوسری قسم تو بہت شائع ہی تیسری اور چوتھی قسم عربی

مین مختلف فیہ ہی اور فارسی مین قلت کے ساتھ قدما کے کلام مین پائی جاتی ہو اُردو مین بھی یہی حال ہو

میر

شست وشو کا اُسکے پانی جمع ہو کر مہ بنا | اور منھ دھونیکے چھینٹون کے یہ تارے دیکھیے

پہلے مصرع مین جملۂ خبریہ ہو اور دوسرے مین جملۂ انشائیہ اور انشائیہ کا عطف خبر پر کیا ہے۔

ولہ

رونے کی ہے جا کہ آہ کریے | اور دل مین ترے اثر نہووے

پہلا جملہ انشائیہ ہی کیونکہ کریے امر حاضر کی جمع کا صیغہ ہو اور دوسرا جملہ خبریہ ہی کیونکہ نہووے مضارع واحد غائب کا صیغہ ہی جو اس جملۂ آمیہ مین رابطۂ زمانی واقع ہوا ہو اور عطف جملۂ خبریہ کا انشائیہ پر درست نہین لیکن اِس صورت مین کہ انشا خبر کے معنے مین ہو چنانچہ ع

رونے کی ہی جا کہ آہ کریے

اس مصرع کے یہ معنی ہین رونیکی جا ہی کہ آہ کرین۔

جملون مین فصل اور وصل کس کس حالت مین واجب ہی

(۱) جب ایک جملہ دوسرے جملے کے بعد آئے تو دیکھنا چاہیے کہ پہلا جملہ اعراب کے محل مین ہے یا نہین اور محل اعراب مین ہونے سے یہ مُراد ہو کہ مبتدا کی خبر ہو یا حال ہو یا صفت یا مفعول ہو پس اگر اعراب کے محل مین ہی تو اُسوقت پھر خیال کرنا چاہیے کہ اگر اُس سے یہ مقصود ہو کہ دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب کا حکم لگائین مثلاً پہلا مبتدا کی خبر ہو اور دوسرے کو بھی اسی مبتدا کی خبر بنائین یا پہلا صفت ہو اور دوسرے کو بھی صفت بنائین یا پہلا حال ہو اور دوسرے کو بھی حال بنائین یا پہلا مفعول ہو اور دوسرے کو بھی مفعول بنائین تو ضرور ہو کہ پہلے پر دوسرے کا عطف مثل مفرد کے کرین پس اگر واو عطف یا کلمۂ اور کے ساتھ عطف کیا جائے تو شرط عطف قبول کرنے کی یہان ایک مناسبت ہوگی جسکی وجہ سے دونون جملے جمع ہو سکین گے اور مفردون کے عطف مین بھی یہی مناسبت ضرور ہوتی ہو اس مناسبت کو علماے معانی جہت جامع کہتے ہین اور اگر جہت جامع محل اعراب مین نہو گی تو فصل متعین ہو عطف نہین کیا جائے گا مثال وصل کی۔

آزاد

لیجائیگا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئے گا | دیکھو کمایا کس نے ہو اور کون کھائیگا

کسنے کمایا ہی پر کون اُڑائیگا کا عطف کیا ہی کیونکہ دونون جملے دیکھو کے مفعول ہین پس یہان دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب کا حکم لگانیکے یہی منے ہین کہ پہلا مفعول ہی تو دوسرے کو بھی مفعول بنایا ہی یہی حال جرأت کے شعر مین ہی ؎

دیکھا جو کل آ سنے میرے جی کا کھونا
اور کھینچکے آہ سرد ہر دم رونا

راسخ

کہد و تسمل سے کہ اک ہاتھ جگر پر رکھے
اور اک ہاتھ سے تھامے رہے تو سن انکا

امیر

موت کہتی ہی کہ دیتے تو حسینو پہ ہین جان
اور تجھے مفت لیے مرتے ہین مرنیوالے

ذوق

تو جو ہو حامی اسلام تو بتخانے مین
بُت کرے قصد نماز اور کہے ناقوس اذان

کہے ناقوس اذان کا عطف بُت کرے قصد نماز پر کیا ہی کیونکہ دونون ایک شرط کے جزا ہین۔
چونکہ واو عطف مین جہت جامع کا ہونا ضرور ہی اس بنا پر کہہ سکتے ہین کہ نذر محمد خان بی اے اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس دہلی کے اس شعر مین۔

بنیش جسے ہو اُسکا ہی عالم مین راج ہی
اُسکی مراد حاصل و روشن چراغ ہے

عطف معیوب ہی اسلیے کہ اُسکی مراد حاصل ہونے اور چراغ روشن ہونے مین کوئی مناسبت نہین پس یہ عطف غیر مقبول ہی یہی وجہ ہی کہ انشانے ان ترکیبون مین عطف نہین کیا ہی ؎

فروغ دے نہ کیونکہ ہو وہ ایاغ روشن مراد حاصل
مثل یہ مشہور ہی جہان مین چراغ روشن مراد حاصل

اسی طرح فلان پانی پیتا ہی اور شعر کہتا ہی یہ عطف بھی نامقبول ہی فصحا کے کلام مین ایسا عطف نہین ہوتا اور جامع سے مراد وصف خاص ہے ورنہ اُسکی مراد حاصل ہونے اور چراغ روشن ہونے مین اسی طرح پانی پینے اور شعر کہنے مین بھی امر جامع موجود ہی لیکن ان مین کوئی خاص وصف پایا نہین جاتا۔
اسی قبیل سے ہین یہ اشعار راسخ کے۔

لینے چھلتا ہے گھر سے وان کھوا
اور صدا الانی ہی کانون مین ہوا

ولہ

سود ہی نقصان مین اے خوش صفات
اور شہیدون کو فنا مین ہے حیات

(۲) اگر دوسرے جملے کو پہلے کے اعراب کا حکم لگانا اور دوسرے کو پہلے کے حکم مین شریک کرنا

مقصود نہو تو اس موقع پر فصل کرنا چاہیے کیونکہ ایسے جملون مین دوسرے کا مقصود بالنسبۃ ہونا متصور نہین ہوتا اس لیے کہ یہان پہلے اور دوسرے کے درمیان کوئی نسبت نہین ہوتی جیسے۔

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لیکے رہ گئے	صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

اس شعر مین مصرع ثانی کا عطف پہلے پر نہین تاکہ مفعول کے اختصاص مین شریک نہو جائے کیونکہ مفعول اور ظرف وغیرہ کی تقدیم اختصاص کا فائدہ بخشتی ہی پس اگر عطف کرینگے تو لازم آئے گا کہ معشوق کو خاص آئینہ دیکھنے کی حالت مین دل نہ دینے پر غرور تھا حالانکہ یہ مقصود نہین۔

ولہ

مین نے مانا کہ کچھ نہین غالب	مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

مصرع ثانی پہلے مصرع پر معطوف نہین اگر معطوف کیا جائے تو لازم آتا ہی کہ اسکو مانا کا مفعول ٹھہرائین سو یہ ہرگز مراد نہین پس ترک عطف کیا گیا تاکہ یہ وہم نہو کہ متکلم کے ماننے ہو وہ بہی مین سے ہی

ولہ

صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو	دینے لگا ہی بوسہ بغیر التجا کیے

بوسہ بغیر التجا کیے دینے لگا ہے پہلے جملے پر معطوف نہین تاکہ یہ دوسرا جملہ پہلے کے ساتھ اختصاص بالظرف مین شریک نہو جائے کیونکہ ظرف کی تقدیم نے پہلے جملے کو خصوصیت بخشی ہی یعنی بوسہ دینے کی عادت کا پڑنا غیر کی صحبت کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی دوسرے جملے مین یہ منظور نہین کہ بغیر التجا کے غیر کی صحبت مین وہ بوسہ دینے لگا ہی اسلیے کہ یہان بوسہ بغیر التجا دینا بغیر خصوصیت کے منظور ہے۔

جان صاحب

کون کہتا ہے ہم سے بولو تم	منھ تو گھونگھٹ سے اپنا کھولو تم

دوسرے مصرع کا عطف ہم سے بولو تم پر نہین اسلیے کہ اگر اسپر عطف کرینگے تو یہ بھی کون کہتا ہی کا مفعول ہونے مین اُس کا شریک ہو جائے گا اور قائل کا یہ مقصود نہین وہ تو یہ چاہتا ہے کہ معشوق اگر زبان سے نہ بولے تو منھ ہی دکھا دے۔

(۳) اگر پہلے جملے کے لیے محل اعراب سے نہو اور پہلے جملے کا دوسرے کے ساتھ ربط مقصود ہو تو عطف کرتے ہین مگر اُس حرف کے ساتھ جو واو یا اور کے سوا ہو جیسے کہتے ہین زید آیا پس عمرو آیا زید گیا پھر عمرو گیا اور ایسے عطف کے لیے کوئی دوسری شرط نہین ہوتی کیونکہ حروف عاطفہ مین سے واو یا اور شرکت اور جمعیت کیلیے ہین اور ترتیب یعنی تقدیم و تاخیر مقصود نہین ہوتی اور نہ معیت مقصود ہوتی ہی مثلاً جب کہتے ہین میرے پاس زید اور عمرو آئے تو یہ فرق نہین کرتے کہ کون آگے آیا اور کون پیچھے اور نہ یہ لحاظ ہوتا ہی کہ ساتھ آئے اور واو یا اور کے سوا دوسرے حروف عاطفہ سوائے اشتراک کے دوسرے معانی بھی دیتے ہین چنانچہ پس فائدۂ جمعیت با ترتیب و بے مہلت کا دیتا ہی یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ معطوف بلحاظ ترتیب کے معطوف علیہ کی نسبت مین شریک ہی مگر مہلت اور تاخیر نہین ہوتی گو عرف مین اس ترتیب کو تاخیر خیال کیا جاتا ہی اور حکم کا ثبوت معطوف علیہ کے لیے معطوف سے قبل ہوتا ہی اور اس قبلیت کی دو قسمین ہین۔

(۱) باعتبار وجود کے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ حرف تعقیب کے لیے آتا ہے دوسری صورت یہ کہ تفریع کے لیے ہوتا ہی تعقیب یہ ہی کہ معطوف کو باعتبار زمانے کے تاخیر ہو اور اول کو ثانی کے وجود مین کوئی دخل نہو جیسے زید آیا پس عمرو جبکہ اول زید آیا ہو اُسکے بعد عمرو بغیر مہلت کے آیا ہو لفظ پس اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ عمرو بلحاظ ترتیب کے زید کی نسبت مین شریک ہی مگر ایک کا آنا دوسرے کے آنے کی شرط و علت نہین بلکہ تقدیم و تاخیر اتفاقی ہی تفریع یہ ہی کہ معطوف علیہ کو باوجود تقدم ذاتی و زمانی دونون کے معطوف کے وجود مین داخل ہو مثال اسکی۔

امیر الدین شوخ

اولیا و قطب بنے ہین فقیری بھیس مین یا	پس غریبون سے بہت لازم ہی ملنا عید کا

اولیا و قطب کے فقیری بھیس مین رہنے کو غریبون سے ملنے کے اوپر تقدم ذاتی اور زمانی ہی اور اولیا و قطب کا فقیری بھیس مین رہنا سبب ہی غریبون سے ملنے کا۔

(۲) صرف باعتبار ذکر لفظی کے معطوف علیہ معطوف سے قبل ہوتا ہی وجود زمانیکی وجہ سے تقدیم و تاخیر نہین ہوتی اور یہ وہان ہوتا ہی جہان عطف مفصل کا مجمل پر ہو جیسے فعل باعتبار اصالت کے دو قسم پر ہی ایک ماضی دوسرا مضارع پس ماضی وہ ہی جو گذرے ہوے زمانے پر

دلالت کرے اور مضارع وہ ہی جو زمانہ موجودہ اور آیندہ پر دلالت کرے۔
پھر فائدہ جمعیت کا مع ترتیب و مہلت کے دیتا ہے اور یہ عام ہی اس سے کہ باعتبار عطف زمانے کے ہو جیسے زید گیا پھر عمرو گیا جبکہ عمرو کا جانا زید کے جانے کے بعد مہلت کے ساتھ وقوع مین آیا ہو۔

معبود شاہ رند

کہو کیا ہے فقیر کا جامہ	پھر بتا کیا ہی اُسکا عمامہ

یعنے پہلے یہ بتا پھر وہ بتا۔

نظیر

یہ کچھ بہروپ ہن دیکھو کہ بنکر شکل دہقانی	پھر نا سبز ہونا لہلہانا پھر سمٹ جانا

ظہم

پہلے تو دل ہن محبت کا تخم پیدا ہوا	پھر لگے حسرت کے گل غم کا ثمر پیدا ہوا

یا باعتبار ارتفاع مرتبہ کے ترتیب ہو جیسے اس شعر مین میر کے۔

کیا گیا نہ گیا اُس بن صبر او دماغ و دل	رونق گئی بشرے کی پھر نور بھی دیدو نکا

سودا

یزید کو تو مسلمان کہے ہی نا شناس	پھر اُسکو کہئیے اولوالامر مین کرے ہی یاد

یا باعتبار انحطاط مرتبہ کے ترتیب ہو جیسے وزیر آئے پھر اُنکا اسٹاف آیا۔
فائدہ کلمہ یا جو تردید کے واسطے آتا ہی جب دو جملۂ انشائیہ کے درمیان واقع ہو تو ہر چند یہ دونون جملے صورت مین منفصلہ ہون لیکن پہلا جملہ بحال رہتا ہی اور حرف عطف کے حذف کر دینے پر دوسرا جملہ شرطیہ متصلہ بن جاتا ہی چنانچہ۔

مہتاب راے تاب

یا تنگ نکر ناصح ناداں مجھے اتنا	یا چلکے دکھادے دہن ایسا کمر ایسی

کیونکہ مطلب یہ ہی کہ یا تو مجھے تنگ نکر اگر تنگ کرتا ہی تو مجھے ایسا دہن اور ایسی کمر دکھا دے۔

خواجہ اکبر حسین اکبر

یا پھینک دیجے جیب کے پہلو سے دلاویز	یا دل کے سبب نکل کے ارمان جائیے

مطلب یہ ہو کہ یا تو آپ پہلو کو چیر کے دل پھینک دیجئے اگر ایسا نہیں کرتے تو دل کے سبب ارمان

نکال کے جایئے۔

یاد رکھو کہ اگر جملے مین محکوم علیہ و محکوم بہ مفرد ہونگے تو اُس کو قضیۂ حملیہ کہین گے اور اگر مفرد نہ ہون تو اُس کی دو حالتین ہین اگر حکم اتصال کا ہی تو شرطیہ متصلہ کہین گے اور اگر حکم انفصال کا ہی تو شرطیہ منفصلہ بولینگے اتصال سے مُراد یہ ہی کہ شرطیہ مین ایجاب کی حالت مین ایک نسبت کے ثبوت کا حکم دوسری نسبت کے ثبوت کی تقدیر پر ہو جیسے اگر زید انسان ہی تو حیوان ہی اور سلب کی حالت مین ایک نسبت کی نفی کا حکم دوسری نسبت کی نفی کی تقدیر پر اور انفصال یہ ہی کہ دو نسبتون مین حالت ایجاب مین منافات کا حکم ہو اور سلب کی حالت مین نفی منافات کا حکم ہو مثلاً کہین کہ یہ عدد جفت ہے یا طاق ہے ظاہر ہے کہ کسی عدد مین زوجیت اور فردیت جمع نہین ہو سکتین اور نہ دونون مرتفع ہو سکتی ہین۔ خلاصۂ کلام یہ ہی کہ جب کہ دوسرا جملہ پہلے پر ایسے عاطف کے ساتھ جو واؤ یا اور کا غیر ہو عطف کیا جاے گا تو فائدہ حاصل ہو جائیگا اور وہ یہ ہے کہ اُن حروف کے معانی ظاہر ہو جائین گے بخلاف واؤ کے کہ وہ صرف جمعیت اور اشتراک کا فائدہ بخشتا ہے پس یہ اُسی مین ظاہر ہوگا جس کے لیے حکم اعراب ہو جیسے مفردات اور وہ جملے جنکے لیے محل اعراب ہو پس اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ عطف سوائے واو یا اور کے دوسرے حرف کے ساتھ اپنے فائدہ بخشنے مین درمیان معطوف علیہ اور معطوف کے اُس مناسبت کے ہونے کا محتاج نہین جس کا نام ہمنے جہت جامع رکھا ہے اور وہ فائدہ جو مناسبت کا محتاج نہین خود ان حروف کے معانی ہین بخلاف اُس عطف کے جو واؤ یا اور کے ساتھ ہو کہ اُس سے صرف معطوف علیہ و معطوف کے درمیان جمعیت و اشتراک کا فائدہ حاصل ہوتا ہے پس جب پہلے جملے کے لیے اعراب سے محل ہو گا تو مشترک فیہ بھی ظاہر ہو جائیگا اور وہ حکم ہے جیسا کہ مفردات مین پس اس کے عطف سے فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور اگر اُس جملے کے لیے محل نہین ہوتا تو مشترک فیہ ظاہر نہین ہوتا پس اس وقت ایسے جامع مخصوص کی طرف محتاجی واقع ہوتی جو دونون جملون مین مشترک ہوتا ہے اور دونون کو جمع کرتا ہے اور اس جامع کا سمجھنا اتنی چیزون کے سمجھنے پر موقوف ہے کہ دونون جملون کے درمیان کمال انقطاع یعنی انفصال یا کمال اتصال بدون ایہام خلاف مقصود کے ہے یا نہین اور خلاف مقصود کے ایہام نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب دو جملون مین فصل کیا جائے تو اُس سے خلاف مقصود کا ایہام حاصل نہو بلکہ وصل کرنے سے مراد بخوبی حاصل

ہوسکتی ہو یا اُن دونوں جملوں کے درمیان کمال انقطاع اور کمال اتصال کے ساتھ مشابہت بھی ہے یا نہیں اگر کمال انقطاع یا کمال اتصال کے ساتھ مشابہت اُن میں موجود ہے تو فصل کرنا چاہیے وصل نہ کرنا چاہیے کیونکہ وصل ایک حیثیت سے مغائرت کو چاہتا ہے اور دوسری حیثیت سے مناسبت کو چاہتا ہے اور ظاہر ہی کہ مغائرت نہ تو کمال اتصال کو اور نہ کمال اتصال کے ساتھ مشابہت کو چاہتی ہے اور مناسبت نہ تو کمال انقطاع کو اور نہ کمال انقطاع کے ساتھ مشابہت کو چاہتی ہے یا اُن دونوں جملوں کے درمیان نہ کمال انقطاع ہو نہ کمال اتصال اور نہ ان دونوں کمالوں کے ساتھ مشابہت ہے بلکہ اوسط درجے کی حالت ہے تو وصل کرنا چاہیے کیونکہ وصل ایسے ہی دو جملوں کے درمیان واقع ہوتا ہے جن میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ مغائرت اور مناسبت دونوں باتیں حاصل ہوں اور ان باتوں کا جاننا دقت سے خالی نہیں اور جس کے لیے حکم اعراب ہے اگرچہ وہ بھی جہت جامع پر موقوف ہے لیکن اسمیں دقت نہیں ہی کیونکہ اُس میں جہت جامع ایسی چیزوں کے جاننے پر موقوف نہیں ہی۔

حاصل کلام یہ ہی کہ جب دو ایسے جملے جمع ہوں کہ نہ انکے لیے اعراب سے محل ہو اور نہ پہلے جملے کے لیے کوئی ایسا حکم ہو جسکا دینا دوسرے جملے کو مقصود ہو یا حکم ہو اور دوسرے کو بھی اس حکم کا دینا مقصود ہو یعنے جس طرح اُس حکم کو پہلے جملے کے لیے لگا سکتے ہیں اُسی طرح دوسرے جملے کے لیے بھی لگا سکیں تو ایسے جملوں کے چھ حال ہیں۔

(۱) اُن دونوں میں انقطاع (انفصال) اس بات کے ایہام کے بدون ہو کہ اگر فصل کیا جائیگا تو مقصود کا خلاف لازم آئیگا۔

(۲) دونوں میں کمال اتصال ہو۔

(۳) دونوں میں کمال انقطاع کی مشابہت ہو۔

(۴) کمال اتصال کی مشابہت ہو۔

(۵) کمال انقطاع اس بات کے ایہام کے ساتھ ہو کہ اگر فصل کیا جائیگا تو مقصود کا خلاف لازم آئے گا۔

(۶) دونوں کمالوں کے درمیان توسط ہو۔

پس ان میں سے چھٹی اور پانچویں حالت میں دونوں جملوں میں فصل کرنا چاہیے اور باقی پہلی چار حالتوں میں دونوں کے درمیان فصل کرنا چاہیے اب ان چھوؤں حالات کی تفصیل پر غور کرو۔

کمال انقطاع بدون ایہام کے

کمال انقطاع دو جملوں مین کئی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک اس وجہ سے کہ دونون لفظاً و معناً مختلف ہوتے ہین مثلاً پہلا انشائیہ ہو اور دوسرا خبریہ یا پہلا خبریہ ہو اور دوسرا انشائیہ سو ان دونون مین وصل نہین ہوتا جیسے غالب کے اس قول مین جناب چودھری صاحب آؤ ہم تم صاحب عالم کے پاس چلین پہلا جملہ انشائیہ ہے اور دوسرا خبریہ پس ہم تم صاحب عالم کے پاس چلین گے اور عطف نہین کیا اسلیے کہ یہ خبر ہے لفظاً و معناً اور آؤ لفظاً و معناً انشا۔ ظفر کہتا ہے۔ **مصرع۔**

ہے خدا جانے کہان مدت ہوئی اُسکو گئے

اس مصرع مین دو جملے ہین پہلا استفہام استخباری کو متضمن ہے اسوجہ سے لفظاً و معناً انشائیہ ہے اور دوسرا لفظاً و معناً خبریہ ہے۔

ظفر

ہم اپنا عشق چمکائین تم اپنا حسن چمکاؤ | کہ حیران دیکھکر عالم مین ہم بھی تمھین بھی ہو

ہم اپنا عشق چمکائین جملہ خبریہ ہے اور تم اپنا حسن چمکاؤ جملہ انشائیہ ہے پس ان دونون کے درمیان عطف نہین کیا گیا اسی مثال مین ہے نسیم کا مصرع ۔ ع

سفر ہے دشوار خواب کب تک بہت بڑی منزل عدم ہے

سفر ہے دشوار لفظاً و معناً جملہ خبریہ ہے اور خواب کب تک لفظاً و معناً جملہ انشائیہ ہے اسلیے کہ استفہام استخباری کو متضمن ہے اور بہت بڑی منزل عدم ہے لفظاً و معناً جملہ خبریہ ہے اسلیے ان تینون جملون مین عطف نہین کیا کیونکہ کمال انقطاع ہے۔

یہ مثالین دونون جملون کے درمیان کمال انقطاع کی ہین کیونکہ دونون لفظاً و معناً خبر و انشا ہین اور نہ دونون کو اعراب سے محل حاصل ہے۔

دوسرے کمال انقطاع اس وجہ سے ہوتا ہے کہ دونون مین سے ایک معناً خبر ہو اور دوسرا معناً انشا اگرچہ لفظاً دونون صرف انشائیہ ہون یا صرف دونون خبریہ ہون یہان بھی وصل نہین ہو سکتا پس یہان چار صورتین متصور ہین۔

(**الف**) پہلا معناً خبریہ ہو اور دوسرا معناً انشائیہ ہو اور دونون لفظاً خبریہ ہون جیسے آج زید مر گیا اللہ اُسکو بخشے اللہ اُسکو بخشنے کا عطف زید مر گیا پر نہین کیا کیونکہ معنے کی رو سے انشائیہ ہے

اور زید مر گیا خبریہ ہی اگرچہ لفظاً دونون خبریہ ہین۔

مرزا کاظم حسن

یہی اک رند باقی تھا صد افسوس / خدا بخشے حسن نے بھی قضا کی

جملہ یہی اک رند باقی تھا معناً خبر ہی اور خدا بخشے معناً انشا ہی کیونکہ دعا ہی پس خدا بخشے کا عطف یہی اک رند باقی تھا پر نہین کیا گو کہ دونون جملے لفظاً خبر ہین۔

قائم

بتون کے دید کو جاتا ہون دیر مین قائم / مجھے کچھ اور ارادہ نہین خدا نہ کرے

جملہ مجھے کچھ اور ارادہ نہین دوسرے جملے خدا نہ کرے سے نہایت منقطع ہے اسلیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہین کیا پہلا جملہ معناً خبریہ ہے اور دوسرا معناً انشائیہ ہے کیونکہ دعا ہے اور لفظاً دونون خبریہ ہین۔

غلام علی خان وحشت

میرے مرنے کی خبر غیر کو یون دیتے ہین / مر گیا وحشت جان باز تری جان بچے دوم

حکیم میر محمد مہدی ظاہر

نہ بھاتی تھی جس شخص بن دل کو سیر / سو آیا ہے کے لو وہ یادش بخیر

(ب) پہلا معناً خبریہ ہو اور دوسرا معناً انشائیہ ہو اور لفظاً دونون انشائیہ ہون۔ جیسے

نواب کلب علیخان

ڈوب مرنے کو مرے داغ جگر لیا کم تھا / چشم تر نے کیے کیون سات سمندر پیدا

اس شعر مین پہلا مصرع معناً خبریہ ہی اسلیے کہ استفہام انکاری ہی جو خبر کی تاویل مین ہوتا ہی اور بظاہر انشا ہوتا ہی اور دوسرا مصرع معناً انشائیہ ہی اسلیے استفہام استخباری ہی اور لفظاً دونون انشائیہ ہین

(ج) پہلا معناً انشائیہ ہو اور دوسرا معناً خبریہ ہو اور لفظاً دونون خبریہ ہون مثلاً۔

غالب

یہ لاش بیکفن اسد خستہ جان کی ہے / حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

پہلا جملہ حق مغفرت کرے دوسرے جملے عجب آزاد مرد تھا سے نہایت منقطع ہی اسلیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہین کیا پہلا جملہ معناً انشائیہ ہی کیونکہ دعا ہی اور دوسرا معناً خبریہ ہے اور لفظاً دونون جملے خبریہ ہین۔

(د) پہلا معنًا انشائیہ ہو اور دوسرا معنًا خبریہ ہو اور لفظًا دونوں انشائیہ ہوں۔ جیسے۔

نواب کلب علیخان

کوسے کیوں ہو تجھے آج گھر سے تعلق ہیں	ذبح کرنے کو نہیں کیا کوئی خنجر پیدا

اس شعر کے دونوں مصرعوں میں دونوں جملے استفہامیہ ہیں اس لیے لفظًا انشائیہ ہیں مگر پہلا معنًا بھی انشائیہ ہے کیونکہ استفہام استخباری ہی بخلاف دوسرے کے کہ وہ معنًا خبریہ ہے اسلیے کہ استفہام تقریری در اصل خبر ہو۔

تیسرے کمال انقطاع اسلیے ہوتا ہے کہ دونوں جملوں میں کوئی جامع نہیں ہوتا اور جامع سے مراد ایسا وصف ہی جو نہایت خصوصیت رکھتا ہو اور یہ جامع دو حال سے خالی نہیں ہوتا۔

(الف) یا تو صرف جملوں کے مسندالیہوں میں نہیں ہوتا جیسے زید بڑا ہی جا تو چھوٹا ہی یہاں فقط مسندالیہوں میں کوئی جامع نہیں ہے اسلیے دوسرے کا عطف پہلے پر نہیں ہو سکتا حالانکہ دونوں جملے خبریہ ہیں اور بڑے اور چھوٹے میں جامع موجود ہے اور وہ یہ ہی کہ ایک دوسرے کی ضد ہے مگر مسندالیہوں میں جامع مفقود ہے۔

شہیدی

خندے کے کرنے میں جو صبح اُس گل کے لب ہو گئے	غنچے کی چھاتی پھٹ گئی لعل میں ٹکڑے ہوا

دوسرے مصرع میں دو مسندالیہ ہیں ایک غنچہ دوسرا لعل میں اور ان میں کوئی جامع نہیں ہے البتہ مسندوں میں جامع ہی اور وہ یہ ہی کہ دونوں کا مصداق ایک ہو۔

انیس

دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے

یہاں دولت و اطفال مسندالیہ ہیں جن میں کوئی جامع نہیں اور مسندوں میں اتحاد جامع ہے۔

(ب) کبھی جامع فقط مسندوں میں نہیں ہوتا جیسے زید لمبا ہے عمرو سونیوالا ہے۔

یہاں صرف مسندوں میں جامع نہیں بشرطیکہ مسندالیہوں میں جامع فرض کر لیا جائے اور وہ یہ کہ زید و عمرو آپس میں دوست ہوں، یا کسی اور قسم کا اُن میں تعلق ہو۔

فہمی

مرتا ہے دراز کا کلوں پر	فہمی کی حیات بڑھ گئی ہے

پہلے مصرع میں فہمی مسندالیہ ہی اور دوسرے میں حیات فہمی اور ان میں جامع ظاہر ہی اور پہلے

جملے مین مرتا ہی یعنی عاشق ہے مسند ہی اور دوسرے مین بڑھ گئی ہی مسند ہی اور ان مین کوئی جامع نہین

منھ دوپٹے سے چھپایا اُس نے | نزعجب | دل کو پردے مین نچھایا اُس نے

دونون جملون کے مسندالیہون مین جامع یہ ہی کہ دونون متحد ہین اور مسندون مین کوئی جامع نہین۔
(ج) یا مسندالیہ اور مسند دونون مین کسی قسم کا جامع نہین ہوتا جیسے زید کھڑا ہی علم عمدہ ہے
اسی قبیل سے یہ بھی ہو سکتا ہی کہ زید لمبا ہی عمرو شعر کہنیوالا ہی جبکہ زید و عمرو مین جامع نہو۔

گلزار نسیم

گوشے مین کوئی لگا نہووے | خوشہ کوئی تاکتا نہووے

پہلے مصرع کے جملے مین مسندالیہ کوئی محافظ ہی اور دوسرے مصرع کے جملے مین مسندالیہ خوشہ ہے
اور ان مین کوئی جامع نہین ہے اور پہلے جملے مین لگا نہووے مسند ہے اور دوسرے مین تاکتا
نہووے اور ان مین بھی کوئی جامع نہین ہے۔

دو ساز طرب ملے خوش آہنگ | ولہ | دروازہ ادب کھلے بصد ننگ

پہلے مصرع کے جملے مین ساز طرب مسندالیہ ہے اور دوسرے مصرع کے جملے مین دروازہ
ادب مسندالیہ ہے اور ان مین کوئی جامع نہین اور اول مین ملے اور دوم مین کھلے مسند ہین
اور ان مین بھی کوئی جامع نہین۔

ایضاً

مرغان ہوا تھے ہوش راہی | | نقش کف پا تھی ریگ ماہی
اور آگے بڑھا وہ بحر اوہام | ولہ | ڈوبا خورشید ہو گئی شام
بیڑی تھی رخ جنون کی کاکل | ولہ | پا بوسی گل کو آیا سنبل

کمال اتصال

دو جملون کے درمیان کمال اتصال چار طور سے پایا جاتا ہے۔
ایک یہ کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کی تائید کرتا ہو۔ تائید کبھی معنوی طور پر ہوتی ہے کبھی لفظی طور پر
اور تائید کی ضرورت یہ ہو کہ سامع جب ایک جملہ سنکر گمان کرتا ہو کہ یہ حکم بطور مجاز کے یا غلطی سے
کیا ہی تو اسکے اس گمان کے دفع کرنے کے لیے متکلم ایک جملے کا عطف پہلے جملے پر کر دیتا ہو تاکہ اس کا
یہ توہم دفع ہو جائے یہ دوسرا جملہ پہلے جملے کے معنی کو ثابت کرتا ہو پس تائید معنوی یہ ہو کہ دوسرے
جملے کا مضمون پہلے جملے کے مضمون سے مختلف ہو لیکن ایک کے معنی کے ثبوت سے دوسرے کے

معنے کا ثبوت لازم آئے ایسے جملون مین عطف نہین کیا جاتا کیونکہ تاکید اور مؤکد ایک شئے کی مثل ہو جاتے ہین۔

وحید

حاسد یہ دل مین کہتے ہین گھبرا کے یک بیک	سلطان ملک نظم ہی یہ کچھ نہین ہے شک

جب یہ کہا گیا کہ حاسد اپنے دل مین اس شخص کو سلطان ملک نظم سمجھتے ہین تو سامع کو یہ توہم ہو سکتا تھا کہ یہ بطور مجاز کے یا غلط کہا ہوگا پس سامع کے اس توہم کے دُور کرنے کے لیے ایک دوسرا جملہ اُسکے بعد ذکر کیا اور وہ کچھ شک نہین ہے۔ اور کچھ شک نہین ہے کا مرتبہ اس ترکیب مین ایسا ہے جیساکہ شعر ذیل مین خود کا رُتبہ ہے۔

اوج

پردہ اُٹھ جائیگا جب روے تجلی سے کلیم	آپ خود مجھ سے کہینگے کہ ابھی کیا دیکھا

شاد

سبھی کی اُٹھتے اک زمانے تک	نہین اس مین ذرا بھی شبہ و شک

مصرع دوم مصرع اول کی معنوی طور پر تائید کرتا ہے۔

ناسخ

ہو برا روے جہان سوز اگر عکس فگن	ہی یقین خانہ آئینہ ستمگر جلجائے

خانہ آئینہ ستمگر جلجاے شرط کا جواب ہے اور اُسکی تائید یقین ہی کرتا ہے۔

امیر

سب سے بدتر ہو امیر اس مین نہین شک لیکن	لاج اسکی ہے ضرور آپ کا کہلاتا ہے

امیر کے سب سے بدتر ہونے کی تائید معنوی طور پر اس مین شک نہین کرتا ہے۔
اور لفظی طور پر تائید کی یہ صورت ہے کہ دونون جملون کا مضمون ایک ہو پس ایسے جملون مین بھی عطف نہین کیا جاتا اسلیے کہ تاکید اور مؤکد ملکر ایک شے کی مثل ہو جاتے ہین جیسے۔

ناسخ

جو ہوا کو خدا نہ کرتا خلق	یعنے خالق ہوا نہ کرتا خلق

محمد باقر

اُلفت اُنکی ہے اصل مایۂ شود	اُلفت اُنکی ہے اصل ہر بہبود

شاد

میرے مشرب کے سبب خلاف کیا	میرے مذہب کے سبب خلاف کیا

میر حسن

نہین تیرا کوئی نہ ہوگا شریک	تری ذات ہے وحدہٗ لاشریک

مثنوی سعدین

وہ بلیدہ جو دان سے آیا ہے	نہ بلیدہ جو مین نے کھایا ہے
نام اُسی کا ہے لذّت دنیا	نام اُسی کا ہے نعمت دنیا

دوسرا شعر مقصود بالتمثیل ہے۔

دبیر

یہ تاج ہی اُسکا جو حسین ابن علی ہے	واللہ کلاہ سر شبیر یہی ہے

پانچون شعرون مین جو مطلب پہلے مصرعون کے جملون سے حاصل ہوتا ہے وہی دوسرے مصرعون کے جملون سے حاصل ہوتا ہے ایک ایک مصرع ایک ایک جملہ ہے ہر شعر مین دوسرا جملہ پہلے جملے کی تائید اور ثبوت کے استحکام کے لیے ہی تاکہ سامع کو یہ گمان نہ پیدا ہو کہ متکلم نے یہ بات مجازاً کہی ہے یا غلط کہی ہے۔

انیس

دونون کا ایک نور خدا سے ظہور ہے	طاہر ہین آل ہین نجس سے ہر ایک دُور ہی

جو مفہوم طاہر ہین کا ہے وہی اُسکے جملہ مابعد کا ہی۔

مؤلف

زلف سیاہ یار نے اپنا دکھا جلوہ مجھے	ملحد کیا بے دین کیا کافر کیا ترسا کیا

دوسرے مصرع کے تمام جملے مضمون کے اعتبار سے متحد ہین اسلیے عطف نہین کیا۔

مضطر

میری اُنکی رسم اُلفت چھوٹ گئی	مدتین گذرین زمانہ ہو گیا

جو مطلب مدتین گذرین سے حاصل ہوتا ہی وہی زمانہ گذرا سے حاصل ہوتا ہی۔

ضامن

مار ڈالا کسی کی چاہت نے	[illegible] اُلفت یار نے ہمین مارا

اس شعر مین جو مطلب پہلے جملے سے حاصل ہوتا ہے وہی دوسرے سے حاصل ہوتا ہی۔

غالب

کہا تمنے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی	بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

جو مطلب بجا کہتے ہو سے حاصل ہوتا ہی وہی سچ کہتے ہو سے حاصل ہوتا ہے۔

ذوق

جس سے پوچھو کہ تو آگہ ہے کہیگا کہ بلے	انت تعرف کہو جس سے وہ کہیگا کہ نعم

پس تمام شعرون مین دوسرے جملے کا ویسا ہی مرتبہ ہے جیسا کہ اس شعر مین دوسرے چھوٹے گا کا۔

صبا

دل سودا زدہ میرا نہ چھوٹے گا نہ چھوٹے گا	ہر اک حلقہ ہی کالا جیل خانہ زلف مشکو کا

تنبیہ۔ جبکہ ایک جملہ دوسرے جملے کی تائید لفظاً کرتا ہو تو عطف نہین کیا جاتا پس اس صورت مین محمد حسین متخلص بہ حسین کے اس شعر مین۔

بچھوئے ہین بچھونے باغ مین آئی بہار ہی	مطلع ہی صاف اور نہین گرد و غبار ہی

عطف درست نہین اسلیے کہ مطلع کے صاف ہونے سے بھی یہی مراد ہی کہ مطلع گرد و غبار نہین رکھتا اور مطلع صاف ہونے سے دوسرے معنے مقصود ہین تو اس صورت مین بھی عطف ناجائز ہی کیونکہ یہ کمال انقطاع کی تیسری قسم ہی جیسا کہ بہار آئی ہی اور مطلع صاف ہی مین کمال انقطاع ہی۔

دوسرا طور۔ یہ ہے کہ پہلا جملہ بیان مراد کے لیے کافی نہین ہوتا اُس مین کوئی کمی یا پوشیدگی ہوتی ہی اسلیے اُسکے بعد ایک اور جملہ بطور بدل کے لاتے ہین جس سے تمام و کمال انکشاف مراد کا ہوتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہوتی ہی کہ مقام اس بات کا مقتضی ہوتا ہے کہ مراد کی شان کا بخوبی اہتمام کیا جائے اور نکتہ اس مین یہ ہوتا ہی کہ یا تو مراد فی نفسہ مطلوب ہوتی ہی یا شنیع ہوتی ہی یا عجیب ہوتی ہی یا لطیف اور مستحسن ہوتی ہے پس دوسرا جملہ مراد کے بخوبی کھولنے کے لیے بطور بدل کے لایا جاتا ہے تاکہ ظہور مراد مین کسی قسم کی کمی اور پوشیدگی باقی نہ رہے اور اسکی دو صورتین ہین۔

(الف) جملۂ ثانی کا مفہوم پہلے جملے مین داخل ہو۔

مراد کے فی نفسہ مطلوب ہونے کی مثال ۔ جیسے کہین خدا نے ہمکو بہت سی نعمتین بخشی ہین آنکھین دیکھنے کو دی ہین کان سُننے کو دیے ہین زبان دل کا حال بیان کرنے کو دی ہے

یہان نعمت الٰہی کا جتانا مراد ہی اور وہ فی نفسہ مطلوب ہی اور عبادت و پرہیزگاری اختیار کرنے کا ذریعہ ہے اسلیے اسکا کھولنا ضرور تھا پہلے جملے سے مجملاً نعمات الٰہی کا حال معلوم ہوتا تھا دوسرے جملون کے لانے سے اُسکی تفصیل ہوگئی۔

رویاے صادقہ

اور جو ہم مین پہلوان کہلاتے ہین سینہ اُبھرا ہوا ہے۔ قبضے چڑھے ہوے ہین دیکھنے کو موٹے تازے داؤپیچ خوب رواں الخ یہان پہلوانون کا حال ظاہر کرنا اور اُنکے قوے کی حالت کا دکھانا مدنظر تھا کیونکہ یہ امر فی نفسہ مطلوب تھا اس لیے پہلے جملے کے بعد دوسرے جملے جو اُنکے حالات پر مشتمل تھے لائے اور اس طرح اُس مجمل کی تفصیل ذہن نشین کردی اور دوسرے جملون کے مفہوم پہلے جملے مین داخل ہین۔

داغ

ہماری آنکھون نے بھی تماشا عجب عجب انتخاب دیکھا	بُرائی دیکھی بھلائی دیکھی عذاب دیکھا ثواب دیکھا

یہان عجب عجب انتخاب تماشون کا بتانا منظور تھا اسلیے دوسرے مصرع مین اُن عجائب تماشون کو کھولدیا چونکہ پہلا جملہ بیان مراد کیلیے کافی نہ تھا اسلیے اُسکے بعد تین جملے دوسرے بطور بدل کے لائے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

تخم ریزی جنس اعلیٰ کی ہوئی	کھیت مین بویا گیا گیہون چنا

مصرع اول مین پہلا جملہ بیان مراد کیلیے کافی نہ تھا اُس کا اجمال دوسرے جملہ نے دور کردیا اور اُس جنس اعلیٰ کو بتادیا جسکی تخم ریزی ہوئی تھی۔

اسیر

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انسان کو	گدا کو فکر نان اندیشۂ عالم ہے سلطان کو

پہلا جملہ جو مصرع اول مین ہی انکشاف مراد کے لیے کافی نہ تھا اُسکے بعد دو جملے بطور بدل کے لائے جنھون نے اُسکا خفا دور کردیا۔

جرأت

ترے خیال مین دونون جہان سے ہم گذرے
نہ اس جہان کی خبر ہے نہ اُس جہان کی خبر

ظفر

جاتے ہیں کیا کیا گھسیٹے رہرو راہ وفا
سر کے بل پانون کے بل سینے کے بل بازو کے بل

جرأت

مشاطہ ترے گھر سے جب لیکے نبات آئی
لب بند ہوے سب کے کچھ منھ سے نہ بات آئی

مراد کے شنیع ہونے کی مثال

کوئی عورت بدکار ہو اور نماز گذار بھی ہو تو اُس کو کہیں دو باتین جمع نکر زناکاری چھوڑ دے اور نماز پڑھا کر جیسے واجد علی شاہ کے اس قول مین۔

عجب انداز کی تھی وہ نگرد
وہ اُڑانے کا ذوق رکھتی تھی
گنے سے آنکھ وہ لگاتی تھی

جو نرطون سے وہ کرتی تھی اُلو بنا
اور بیستان سے شوق رکھتی تھی
یوں ایک ایک اُسکو بجھاتی تھی

پہلے مصرع مین اُس عورت کے انداز فحش کاری کو دکھایا ہی چونکہ اس جملے مین معنی مراد کے ادا کرنے مین خفا ہی اسلیے دوسرے جملے اُسکے بعد لائے جس سے اُسکی توضیح ہو گئی اور پہلے جملے کے ساتھ دوسرے جملون کا عطف اسلیے نہین کیا کہ شے واحد کی طرح سمجھے جاتے ہین۔

میر حسن

لگے پینے باہم شراب وصال
بہو نسے ملے لب بہن سے دہن
لگی آنکھ سے آنکھ خوش حال ہو

ہوے نخل اُمید سے وہ نہال
دلون سے ملے دل بدن سے بدن
گئین حسرتین دل کی پامال ہو

پہلے شعر مین صحبت جماع کو دکھایا ہی چونکہ معنی مراد بخوبی ادا نہین ہو سکتے ہین اسلیے بعد مین کئی جملے ذکر کیے جنھون نے خفا کو بخوبی دُور کر دیا۔

صاحبقران

چتون غضب ہی شوخی مین ہے بیمثال آنکھ
چھوٹے سے سن مین اُسکی بڑی ہی چھنال آنکھ

مراد کے عجیب ہونیکی مثال

ذوق

شب ہجران بسر نہین ہوتی
نہین ہوتی سحر نہین ہوتی

شب ہجران کا بسر نہونا پہلا جملہ ہی اور سحر کا نہونا دوسرا جملہ ہی مگر پہلے جملے سے مراد بخوبی ظاہر نہین ہوسکتی تھی کہ کس طرح شب ہجران بسر نہین ہوسکتی دوسرے جملے نے مراد کو اچھی طرح کھولدیا کہ شب ہجران کا بسر نہونا یہ ہی کہ دن نہین نکلتا جو اجمال پہلے جملے مین تھا اُسکی تفسیر دوسرے جملے نے کردی اور چونکہ کسی شب کا بسر نہونا عجیب بات تھی کیونکہ کوئی شب ایسی نہین کہ بسر نہو سکے پس اُسکی شان کا اہتمام زیادہ منظور تھا اور اس غرض سے وضاحت کی حاجت پڑی اور بطور بدل کے سحر نہین ہوتی اُسکے بعد ذکر کیا اور دونون مین حرف عطف نہ لائے کیونکہ دونون شئی واحد کیطرح سمجھے جاتے ہین

مراد کے لطیف ہونیکی مثال

کوئی شخص رحم دل اور خوش اخلاق ہو تو کہین کہ وہ خوبیون کا مجموعہ ہی رحم دلی اور خوش اخلاقی اُسکے خمیر مین داخل ہین۔

حالی

راستی اور راستبازی اسمین تھی ضرب المثل	اسکے کام و نہین رہا تھی اور نہ بات مین دغل

امانت

تمھارے گیسوؤن کے ڈھنگ دُنیا سے نرالے ہین	پریشان ہون تو سنبل ہین جو بل کھائین تو کالے ہین

(ب) جملۂ ثانی کا مفہوم پہلے جملے مین داخل نہین ہوتا بلکہ اُس سے مغائرت رکھتا ہی مثال۔

شباب

جُپ اے ناصح نکر مجھکو نصیحت دم بدم آکر	مرے دل پر تو قبضہ ہی کسی مہوش کی اُلفت کا

یہان چُپ پہلا جملہ ہی بطور بدل کے اُسکے بعد کہا مجھکو نصیحت نکر اور مقصود اس سے سرزنش ہی۔

نہ رندو مین ٹھہر تو زاہدا لے راستہ اپنا	ولہ ٹھہرتا ہی تو پہلے صاف کرلے اپنے باطن کو

زاہد کے ٹھہرنے پر کراہت ظاہر کرنے کو کہا کہ رندون مین نہ ٹھہر اور جب کہا کہ اپنا راستہ لے تو اُس نے اُس مضمون کو بخوبی خاطرنشین کردیا کیونکہ جب عرف مین اس طرح بات چیت کرتے ہین تو اس سے کمال کراہت کا اظہار مقصود ہوتا ہی نہ چلا جانا اور یہ بھی ظاہر ہی کہ راستہ لینا باعتبار مفہوم کے نہ ٹھہرنے سے مغائر ہی اسلیے تاکید و بیان نہین ہوسکتا اور نہ راستہ لینا نہ ٹھہرنے مین داخل ہی اسلیے پہلی قسم سے بھی علیحدہ ہوا۔

اسی قبیل سے ہی۔

آفتاب ۔ رسوا

رسوا کو کہا دیکھکے کل شوخ نے گستاخ		چل دور ہو فی النار ہو کافور ہو چھو ہو	

چل دور ہو کے بعد بطور بدل کے کہا فی النار ہو اسی طرح اسکے بعد کہا کافور ہو یہی حال چھو ہو کا ہے عرف مین جب کہتے ہین فی النار ہو جاؤ یا کافور ہو جاؤ تو ان سے معنی حقیقی مقصود نہین ہوتے بلکہ محض اپنے سامنے موجود ہونے پر کراہت کرنا مقصود ہوتی ہے۔

الفتا

شور محشر پہ یہ کہہ بیٹھے خرام اُسکا صاف		دال فے عین ابے دور ہے ہو چل ہٹ	

تیسرا طور دو جملون مین کمال اتصال کا یہ ہو کہ دوسرا جملہ بطور بیان کے واقع ہو اور یہ بیان اسلیے لایا جائے کہ پہلے جملے مین کسی قسم کا خفا ہو جس سے مراد کی پوری پوری توضیح نہو سکتی ہو اور مقام یہ چاہتا ہو کہ بیان خفا دور کر دیا جائے جو جملہ بطور بدل کے آکر پہلے جملے سے معنی مراد کا خفا دور کرتا ہے اُس مین اور اُس جملے مین جو بطور بیان کے آکر معنی مراد کا خفا زائل کرتا ہے یہ فرق ہی کہ بدل مین مقصود دوسرا جملہ ہوتا ہے نہ اول اور بیان مین پہلا جملہ مقصود ہوتا ہے نہ دوسرا کیونکہ دوسرا فقط توضیح کے لیے ہوتا ہے پس اگرچہ جملہ بدل اور جملہ بیان دونون توضیح کے لیے ہوتے ہین مگر بدل والے جملے مین جو ایضاح بدل سے حاصل ہوتا ہے وہ اُس سے بالذات مقصود نہین ہوتا اور بیان والے جملے مین جو ایضاح بیان سے حاصل ہوتا ہے وہ بیان سے بالذات مقصود ہوتا ہے۔ مثال۔

واجد علی شاہ

اِک مرض جاتا رہا تو دوسرا پیدا ہوا		قلب کے ہلنے کا مجھکو عارضا پیدا ہوا	

دوسرا مصرع بیان ہو دوسرا مرض پیدا ہونے کا چونکہ یہ کہدینا کہ دوسرا مرض پیدا ہوا ایک ایسا امر ہی کہ جس مین خفا ہے اور مقام مقتضی اس بات کا تھا کہ یہ خفا دور کیا جائے اسلیے یہ کہکے کہ دل کے ہلنے کا مجھکو عارضہ پیدا ہوا اُس پوشیدگی کو دور کر دیا۔

حالی

بند اپنے فرائض مین مسلمان ہین نہ ہندو		معمور مساجد ہین تو آباد ہین مندر	

یہ جملہ کہ اپنے فرائض مین مسلمان اور ہندو بند نہین خفا رکھتا ہی کیونکہ یہ معلوم نہین ہوتا کہ وہ کس بات مین بند نہین اور مقام اسکا مقتضی ہی کہ خفا دور کیا جائے پس دوسرے مصرع مین اُس بات کی

بیان کر دیا۔

داغ

محبت مین جس جا گئے لٹ گئے ہم — لیا دل کسی نے دیا سر کسی کو

امانت

خدا نے اختیار اُسکو دیا ہے روز محشر کا — وہی مالک ہے جنت کا وہی قاسم ہے کوثر کا

منوہر راے بیتاب

نہ رہے باغ جہان مین کبھی آرام سے ہم — پھنس گئے قید قفس مین جو چھٹے دام سے ہم

سید محمد زکریا خان زکی

قتل ہوکر بھی تو رہتے ہین پریشان عشاق — سر جدا ہاتھ جدا پانون جدا ہوتا ہے

چوتھا طور کمال اتصال کا یہ ہے کہ دوسرا جملہ پہلے سے اہم ہو اور پہلے سے غرض متعلق نہو مثلاً کہتے ہین آئیے تشریف رکھیے یا لو کھانا کھاؤ یا جاؤ سو رہو ظاہر ہے کہ ان مثالون مین دو دو جملے ہین پہلے جملے سے کوئی غرض نہین اور مطلوب دوسرا جملہ ہے اسلیے کمال اتصال کے لحاظ سے فصل کیا گیا اور عطف سے احتراز ہوا جیسے آفتاب راے رسوا کے شعر مین چل دور ہو کہ چل سے کوئی غرض نہین اسی طرح نظام رامپوری کے شعر مین لو اب تو چھوڑ ہے

وہ کسمسا کے شب وصل اُسکا کہنا ہائے — لے اب تو چھوڑ مجھے تو نے خوب پیار کیا

اسی قبیل سے ہے اس قول مین میر حسن کے جا کہ اس سے کوئی غرض مطلوب نہین ہے

فقیرون سے آشنا نہ ہو تو خفا — یہ چلے ہم بھلا جا ترا ہو بھلا

اصغر

نشے مین لے لیا بوسہ خفا کیون ہوتے ہو صاحب — چلو بس ہٹو جانے دو کہ ایسا ہو ہی جاتا ہے

مقصود بالتمثیل چلو ہے کہ اس سے کوئی غرض متعلق نہین جیسے انشا کے اس شعر مین۔

چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہے — آؤ کعبے ہی کو ہو آئین چلو سیر تو ہے

حالی

ابھی اک نکتے مین تم دونون کو جھٹلاتی ہون — لو سنو غور سے مین کہتی ہون ور جاتی ہون

کمال انقطاع کی مشابہت

دو جملون کے درمیان کمال انقطاع کی مشابہت یہ ہے کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کے ساتھ متصل ہونے کی مشابہت

رکھتا ہو پس دوسرے کو پہلے پر عطف کرنے سے یہ ایہام پیدا ہوتا ہی کہ دوسرے جملے کا عطف کسی غیر پر ہے حالانکہ وہ مقصود نہین ہوتا اسلیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہین کرتے اگر عطف کیا جائے تو معنی مراد مین خلل پیدا ہو جائے پس خلاف مراد کا وہم پیدا ہونا عطف کو مانع ہی اسی وجہ سے اسکو کمال الانقطاع کی طرح قرار دیا گیا ہی کمال الانقطاع اور اس مین یہی فرق ہی کہ وہان مانع امر ذاتی ہی جس کا دفع کرنا کسی طرح ممکن نہین۔ اسلیے کہ وہان دونون جملون مین سے ایک خبریہ ہوتا ہے اور دوسرا انشائیہ اور دونون مین کوئی جامع نہین ہوتا اور انقطاع کی مشابہت کے موقع پر عطف کرنے کا مانع ایک ایسا امر ہوتا ہے جو دونون جملون کی ذاتون سے خارج ہوتا ہی اور اسکا دفع کرنا کسی قرینے وغیرہ کے نصب کرنے سے ممکن ہوتا ہے اور کمال انقطاع کی مشابہت مین ترک عطف کو **فصل قطعی** کہتے ہین جیسے صاحب باغ وبہار لکھتا ہے "فقیر نے ناچار خاطر سے مہمان کی استقبال کرکے نہایت تپاک سے برابر اُس جوان کے لا بٹھایا جوان اُس کے دیکھتے ہی ایسا خوش ہوا جیسے دنیا کی نعمت ملی" جملہ دوم یعنی جوان اُسکے دیکھتے ہی ایسا خوش ہوا جیسے دنیا کی نعمت ملی پہلے جملے پر معطوف نہین کیونکہ معطوف ہونے کی صورت مین لازم آتا ہے کہ یہ بھی متکلم کے فعل سے ہو اور یہ منظور نہین اسی مثال مین یہ ہے یہ عبارت رویاے صادقہ کی ایک مصاحب کو یہ سُوجھی کہ ان دنون ولایتی میوہ فروش آئے ہوے ہین کسی ولائتی کو ایک پہلوان سے لڑوایا جائے صاحب عالم اس ایجاد کو سُن کر پھڑک گئے اور فرمایا بھئی واللہ تخت کی قسم کیا بات پیدا کی ہی" اس عبارت مین (صاحب عالم اس ایجاد کو سُنکر پھڑک گئے) کا عطف اُسکے ماقبل پر نہین کیونکہ عطف کی صورت مین لازم آتا ہے کہ یہ بھی اُس چیز مین سے ہو جو مصاحب کو سُوجھی تھی۔

کمال اتصال کی مشابہت

یہ ہے کہ دوسرے جملے کو پہلے جملے کے ساتھ متصل ہونے کی مشابہت حاصل ہو صورت اُسکی یہ ہے کہ دوسرا جملہ جواب ہو اُس سوال کا جسکا چاہنے والا پہلا جملہ ہو اور کلام کا قرینہ اُس پر دلالت کرتا ہو پس دوسرے جملے کا پہلے جملے سے فصل کیا جاتا ہی جس طرح سوال محقق مصرح سے جواب کا فصل کیا جاتا ہی کیونکہ دونون مین اتصال ہوتا ہی اگر سوال و جواب کے معانی کی طرف نظر کیجائے تو اُن مین کمال اتصال کی مشابہت ہوتی ہے اور اگر اُنکے الفاظ کو دیکھا جائے تو اُن مین کمال انقطاع ہوتا ہی کیونکہ سوال انشا ہے اور جواب خبر ہے اگر اُنکے قائلون پر لحاظ کیا جائے تو ہر ایک

ایک متکلم کا کلام ہے اور ایک متکلم کے کلام کا دوسرے متکلم کے کلام پر عطف نہیں کیا جاتا ہیں
تمام تقدیروں پر فصل متعین ہے خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دوسرے جملے کا عطف پہلے جملے پر نہیں کیا جاتا
کیونکہ پہلا جملہ سوال کو مشتمل اور مقتضی ہوتا ہے پس ایسی حالت میں پہلے پر دوسرے کا عطف کرنا
ایسا ہے جیسے جواب کا سوال پر عطف کرنا اس قسم کے فصل کو **استیناف** کہتے ہیں اور دوسرا
جملہ کہ سوال مقدر کا جواب ہوتا ہے **مستانفہ** کہلاتا ہے اور اسپر استیناف کا بھی اطلاق ہوتا ہے
اور استیناف کی کئی قسمیں ہیں۔ اُن میں سے **پہلی قسم** یہ ہے کہ سامع پر اس حکم کا جو پہلے جملے میں
ہوتا ہے سبب مبہم ہو اور سبب دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک عام دوسرا خاص۔
سبب عام یہ ہے کہ سامع کو کسیطرح بھی حکم کا سبب نہ معلوم ہو مطلقاً سبب سے جاہل ہو جیسے۔

	سودا	
زخم کا دل کے تر و تازہ ہے انگور سدا	جاری رہتا ہے مری چشم کا ناسور سدا	

زخم دل کا انگور تر و تازہ ہے پہلا جملہ ہے جو ایک سوال کو چاہتا ہے جسکا جواب دوسرا جملہ ہے
یعنی جب قائل نے کہا کہ زخم دل کا انگور سدا تر و تازہ رہتا ہے تو سوال کیا گیا کہ اس تر و تازہ رہنے کا
سبب کیا ہے اُسنے اس سوال مقدر کا یہ جواب دیا کہ میری چشم کا ناسور سدا جاری رہتا ہے اور یہ
ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی درد کی شکایت کرتا ہے تو اُس شکایت کے سبب اور مرض کا سوال
کیا جاتا ہے اور یہ نہیں دریافت کیا جاتا کہ تمھاری تکلیف کا یہ سبب ہے یا یہ سبب ہے۔

	مرزا حاجی شگفتہ	
مشکل ہے میری اسکی ہو صحبت بر آر اہ	میں جلد باز ہوں وہ تغافل شعار ہے	

یہ جملہ کہ میری اسکی صحبت برار ہو مشکل ہے ایک سوال کو چاہتا ہے جسکا جواب دوسرا مصرع ہے
یعنی جب قائل نے کہا کہ میری اسکی صحبت برار ہونا مشکل ہے تو سوال کیا گیا کہ اسکا کیا سبب ہے
اس سوال مقدر کا یہ جواب دیا گیا کہ میں جلد باز ہوں اور وہ تغافل شعار ہے۔

	عنایت حسین کیفی	
بدلے گی نہ پیشانی کی تحریر کسی وقت	ٹلتا نہیں حکم خط تقدیر کسی وقت	

پیشانی کی تحریر کا نہ بدلنا ایک جملہ ہے جو ایک سوال کو چاہتا ہے اور وہ سوال مقدر یہ ہے
کہ پیشانی کی تحریر کیوں نہیں بدلتی اس سوال کا جواب دوسرا مصرع ہے۔

نحیف

چھٹے کس طرح گیسوؤن کی محبت — یہ کالے ہمارے کھلائے ہوئے ہین

گویا کہ کہا گیا کہ گیسوؤن کی محبت کیون نہ چھٹے اسکا جواب یہ دیا کہ یہ کالے ہمارے کھلائے ہوئے ہین۔

ظفر

زیادہ عشق کی آتش اگر بھڑکے تو جلتے ہین — ہمارے استخوان کچھ خشک ہیزم سے نہین کم ہین

یہ قول کہ عشق کی آتش کے زیادہ بھڑکنے سے جلتے ہین ایک سوال کا مقتضی ہے جسکا جواب دوسرا جملہ ہے جو دوسرے مصرع مین مذکور ہے۔

سبب خاص یہ ہے کہ سامع پہلے جملے کے حکم کے تمام سببون کی نفی کو تصور کرتا ہو مگر ایک سبب خاص ایسا ہو کہ اسکے ثبوت مین متردد ہو اسلیے اُسکا سوال کرے جیسے۔

صاحبقران

مجھکو شہوت ہوئی تیمم سے — تھی مقرر کسی چھنال کی خاک

پہلا جملہ جو پہلے مصرع مین واقع ہے وہ ایک سوال کا مقتضی ہے اور دوسرا جملہ یعنی دوسرا مصرع استیناف ہے اور سوال یہ ہے کہ تم کو تیمم سے کیون شہوت ہوگئی پس سوال سبب خاص سے ہے اور قرینہ اس پر تاکید ہے اسلیے کہ تاکید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سائل سبب خاص کو دریافت کرنا چاہتا ہے اور تیمم سے شہوت ہو جانے کے ثبوت مین متردد ہے اور تعیین کا طالب ہے پس گویا کہ کہا گیا کہ تم تیمم سے کیون شہوت ہوگئی کیا جس مٹی سے تیمم کیا تھا وہ کسی چھنال کی قبر کی تھی پس تاکید کے ساتھ جواب دیا گیا اور چھنال کی خاک ہونے کی تاکید لفظ مقرر سے کی گئی۔ مطلق سبب کے جواب کو مؤکد نہین کیا جاتا بلکہ سبب خاص کے جواب کو مؤکد کیا جاتا ہے پس جواب کا مؤکد کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ سائل سبب خاص کا طالب ہے اور اس مین متردد ہے اور جسوقت مخاطب طالب متردد دیکھا جاتا ہے تو اُس وقت حکم کو مؤکد کرنا مستحسن ہے۔

امانت

دم مارنے کی جا نہین اے صاحب ادراک — حقا کہ وہان دخل نہین وہم وگمان کا

پہلا جملہ جو پہلے مصرع مین ہے سوال کو چاہتا ہے اور حقا کہ وہان دخل نہین وہم وگمان کا استیناف ہے اور سوال یہ ہے کہ کیون دم مارنے کی جا نہین ہے کیونکہ جب کہا گیا کہ دم مارنے کی جا نہین تو مخاطب کے دل مین اس حکم کے ثبوت کے متعلق تردد پیدا ہوا اور وہ اس بات کا سائل ہوا کہ اس حکم کا کیا سبب ہے

پس سائل جملۂ اول کے حکم کے ثبوت مین متردد ہے اور اُسکے سبب کے دریافت کرنے کا طالب ہے
پس جملے کے ساتھ تاکید کر کے جواب دیا گیا کہ وہان وہم وگمان کو رسائی نہین۔ کیونکہ مطلق سبب کے
جواب کو موکد نہین کیا جاتا۔

شاداب

وصف گیسو مین سر مشاطگی آتی ہے فکر	ہے یقین سب عقدہاے زلف کھلجائین گے آج

گویا کہا گیا اُس واسطے سر مشاطگی وصف گیسو مین فکر آتی ہے کیا آج زلف کے سب عقدے
کھلجائین گے پس سائل متردد ہے اور تعیین کا طالب ہی اور جواب مین جو یقین ہی کا لفظ تاکید
کے لیے ذکر کیا ہی یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سائل کو سبب خاص کلی دریافت کرنا منظور ہی اور
اور اُس مین اُس کو تردد ہے اسی وجہ سے تاکید کے ساتھ اُس کو جواب دیا گیا۔

ظفر

پڑھا اور غزل کوئی بہ تبدیل قوافی	واللہ ظفر قافیہ بسیار ہے موجود

منشاے سوال مصرع اول ہی گویا کہا گیا کہ کیا قافیہ بہت سا موجود ہی اور سوال سبب خاص سے ہے
اور قرینہ اس پر تاکید ہی کیونکہ تاکید اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ سائل سبب خاص کو پوچھنا
چاہتا ہی اور اُس مین اُسکو تردد ہی۔

دوسری قسم یہ کہ سامع پر سواے سبب کے کوئی اور چیز مبہم ہو جو پہلے جملے سے تعلق رکھتی ہو
اور مقام سوال اُسکا مقتضی ہو اور اُسکی دو صورتین ہین۔

(**الف**) وہ شے عام ہو مثلاً۔

مثنوی شیرین خسرو

کہا شیرین مری حرم ہے خاص	کہا مجھکو بھی اُس سے ہی اخلاص

یعنے فرہاد نے خسرو کے اس قول کے جواب مین کہ وہ میری خاص حرم ہی کیا کہا پس کہا گیا کہ
اُسنے یہ کہا کہ اُس سے مجھے بھی اخلاص ہے اور ظاہر ہی کہ فرہاد کا قول خسرو کے قول کے لیے
سبب نہین ہی۔

مومن

کہا اُس بت سے جان مرتا ہی مومن	کہا مین کیا کرون مرضی خدا کی

یعنی اُس بت نے اس قول کے جواب مین کہ مومن مرتا ہی کیا کہا پس کہا گیا کہ اُسنے کہا کہ
مین کیا کرون خدا کی یہی مرضی ہے۔

نسیم

پوشاک جو لینی ہو تو بیو بچھاؤ
بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤ

یعنی تاج الملوک کے اس قول کے جواب مین اگر تمکو اپنی پوشاک لینی ہو تو مجھکو بیو بچاؤ پریون نے کیا کہا پس جواب دیا گیا کہ پریان بولین چلو پھر یہان سوال پیدا ہوا کہ تاج الملوک نے پریون کے اس قول کے جواب مین کہ چلو کیا کہا پس جواب دیا گیا کہ اسنے یہ کہا کہ قسم کھاؤ۔

(ب) وہ شئے خاص ہو جیسے

مصحفی

زلف مشکین تجھکی شدت سے ہوئی خونخوار تیز
سچ ہے ہان ہوتا ہے دندان گزند مار تیز

تقدیر عبارت یہ ہے کہ گویا قائل سے کہا گیا کہ یہ بات سچ ہے یا غلط ہے کہ معشوق کی زلف شدت سے خونخوار تیز ہوئی ہے پس قائل نے جواب دیا کہ سچ ہے اور اسکی تقویت اور احتیاط لازم سمجھنے کے لیے یہ بھی کہا کہ ہان سانپ کا دندان گزند تیز ہوتا ہے پس اس زلف مشکین سے اپنے آپکو بچائے رکھنا چاہیے سوال جملۂ اول سے پیدا ہوتا ہے اسلیے کہ جب قائل نے زلف کے بشدت تیز ہو جانے کی شکایت کی تو اس سے سائل کو یہ تحریک ہوئی کہ وہ یہ سوال کرے کہ آیا زلف معشوق کا شدت سے خونخوار تیز ہو جانا سچ ہے یا غلط پس سائل کو صدق و کذب کا تصور تو ہے مگر دونون مین سے ایک کی تعیین چاہتا ہے اور یہ بات خاص ہے۔

علمی

مت چھپا حق کو نہ کہہ ناحق کہ حق راضی رہے
سچ تو ہے کیون جھوٹ بولے آشنا کے واسطے

تقدیر عبارت یہ ہے کہ گویا سائل سے کہا گیا کہ کیا یہ سچ ہے کہ دوست اور آشنا کے واسطے بھی جھوٹ نہ بولنا چاہیے یا غلط ہے پس قائل نے جواب دیا کہ سچ ہے سوال جملۂ اول سے پیدا ہوا ہے اسلیے کہ جب یہ کہا گیا کہ حق بات کو نہ چھپائے اور ناحق بات کو نہ کہنے سے اللہ راضی ہوتا ہے تو اس سے اس سوال کی تحریک ہوئی کہ کیا کسی اپنے دوست کے لیے بھی حق بات کو نہ چھپانا اور ناحق بات کو نہ کہنا چاہیئے۔

غالب

کہا تم نے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی
بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

گویا معشوق سے کہا گیا کہ مین جو کہتا ہون کہ غیر کے ملنے مین رسوائی کیون ہوئی تو یہ قول [illegible]

یا غلط ہے اُسپر عاشق نے جواب دیا کہ تم جو کچھ کہتے ہو درست کہتے ہو سوال کی تحریک معشوق کو اس خیال سے پیدا ہوئی کہ عاشق میری اس بات کو جھوٹ جانتا ہی یا سچ جانتا ہی۔

ظفر

مجھسے دل لیکے دیئگے اور کو ہم	غلط اے دلربا معاذ اللہ

جب یہ کہا کہ تجھسے دل لیکے ہم اور کو دیئگے تو اس سے سائل کو تحریک ہوئی کہ وہ یہ سوال کرے کہ یہ جو تم کہتے ہو یہ بات صحیح ہے یا غلط ای پس سائل کو صدق و کذب کا تصور تو تھا لیکن انمین سے ایک کی تعیین کرانے کے لیے سوال کیا قائل نے جواب دیا کہ غلط ہی اور اسکی تاکید معاذ اللہ سے کی

از ڈاکٹر سعید احمد سعید

یہ کیا خبر تھی کہ بر کی تمام ہوتا ہے	خراب ہو کے گرفتار دام ہوتا ہے
ہمارے روز سعادت کی شام ہوتا ہے	جو حکمران تھے انھین خود غلام ہوتا ہے
غلط کہ پستیٔ اقبال کا نتیجہ ہے	یہ سب ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے

جب پہلے چار دن مصرعون کا مضمون کہا تو سائل کو تحریک ہوئی کہ وہ یہ سوال کرے کہ یہ جو تم مصائب بیان کر رہے ہو یہ امر صحیح ہے یا غلط کہ یہ پستی اقبال کا نتیجہ ہے تو اُس نے جواب دیا کہ یہ بات غلط ہے بلکہ یہ سب ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔

تیسری قسم استیناف کی یہ ہی کہ جسکے ذکر کے لیے استیناف واقع ہوتا ہی اُسکا اعادہ کیا جاتا ہی جیسے۔

ظفر

عرق سے دو نہ خط مشکناب کو پانی	مٹا ہی دے ہی حروف کتاب کو پانی

یہان پانی کا اعادہ کیا گیا جسکی وجہ سے حکم کا استیناف ہوا ہی اور سوال جو یہان مقدر ہے وہ یہ ہی کہ کیون خط مشکناب کو پانی نہ دین۔

ناسخ

مکتوب جو آیا تو ہوا مین دل شاد	پیراہن یجیدہ ہے گویا مکتوب

یہان دوسرے مصرع مین مکتوب کا اعادہ کیا اسی کے لیے حکم کا استیناف کیا گیا ہی اور سوال مقدر یہ ہی کہ مکتوب کے آنے سے تم دل شاد کیون ہوے۔

ولہ

کیا ہے ذقن وہی مین نسبت	مانند ہی ہے کب تی قن ترد

دوسرے مصرع مین ذقن دیہی کا اعادہ کیا گیا ہے انھین کیلیے حکم استیناف ہی اور سوال مقدر یہ ہی کہ ذقن وبہی مین کیون نسبت نہین۔

سودا

نہین ڈرتا یہ لاٹھی والاٹھی سے	کیا کرے لاٹھی اسکی لاٹھی ہے

یہان دوسرے جملے مین لاٹھی کا اعادہ کیا ہے اسی کے لیے حکم کا استیناف کیا گیا ہی اور سوال مقدر یہ ہی کہ یہ لاٹھی سے کیون نہین ڈرتا۔

نظام رامپوری

دل لگے ہجر مین کیونکر مرا	دل ترا سا نہین تجھ مرا

کبھی صدر استیناف محذوف ہوجاتا ہے جیسے۔

حمد کی جاتی ہے حق کی رات دن	انبیا و اولیا و انس وجن

گویا کہا گیا کہ رات دن کون حق تعالے کی حمد کرتا ہے تو دوسرے مصرع کے ذریعہ سے جواب دیا کہ انبیا و اولیا و انس وجن حق تعالے کی حمد کرتے ہین۔

اس طرح زبان اردو مین استعمال نہین ہوتا یہ عربی کا طریق ہے۔

کبھی جملہ استینافیہ کو حذف کردیتے ہین جیسے۔

انشا

کیا ترے سر آچڑھے چارون الامان	شاہ دریا شیخ سدو زین خان تھے میان

گویا کہ یہان سوال کیا گیا کہ کون چارون آچڑھے ہین اسکا جواب دیا گیا کہ شاہ دریا شیخ سدو زین خان تھے میان یعنی شاہ دریا شیخ سدو زین خان تھے میان آچڑھے ہین۔

آغا علیخان مہر

تیرے گریان کو نہین ڈر ہجر کی برسات مین	برق کا اولون کا مینھ کا ہدم کا سیلاب کا

گویا یہان سوال کیا گیا کہ کس چیز کا ڈر نہین تو جواب دیا گیا کہ برق کا اولون کا مینھ کا ہدم کا سیلاب کا یعنے برق کا اولون کا مینھ کا ہدم کا سیلاب کا ڈر نہین ہی۔

وحید اللہ خان وحید

ام چشم تمھارا نہین دنیا مین کوئی اور	باریک کمر تنگ دہن اور بڑی آنکھ

گویا سوال کیا گیا کہ کون ہم چشم ہے تو جواب دیا گیا کہ باریک کمر تنگ دہن اور بڑی آنکھ یعنی یہ چیزیں ہمچشم ہیں۔

جرأت

پھرتا ہوں تجھ بغیر میں ہو کے دوانہ ہو بہو | شہر بہ شہر وہ بہ وہ خانہ بہ خانہ کو بکو

گویا سوال کیا گیا کہ کہاں پھرتے ہو تو جواب دیا گیا کہ شہر بشہر دہ بدہ خانہ بخانہ کو بکو یعنی ان مقامات میں پھرتا ہوں۔

منشی رام سہائے تمنا

ظہور صبح نے سب کارخانہ کر دیا ابتر | فروغ شمع کا پروانہ کا ارباب محفل کا
فنا کے بعد رہتا ہے تمنا ذکر خیر اکثر | سخن دان کا سخن کا شعر کا استاد کامل کا

شاہ نصیر

تو نے اکبار نہ دیکھا شہ خوبان افسوس | ہم ترے مجرے کو سو بار اٹھے اور بیٹھے

گویا سوال کیا گیا کہ کیا نہ دیکھا تو جواب دیا گیا ہم ترے مجرے کیواسطے سو بار اٹھے اور سو بار بیٹھے
کبھی تمام استیناف حذف ہو جاتا ہے جیسے۔

قلندر

دل میں خیال ایک ہی دلبر کا خوب ہے | اجڑے ہے ملک آوے ہے جب شاہ دوسرا

دل میں ایک ہی دلبر کا خیال خوب ہے اس سوال مقدر کا یہ جواب ہے کہ جب دل میں دوسرے دلبر کا خیال پیدا ہو جاتا ہے تو دل دو دلبروں کے خیالات کی کشمکش اور صدمات سے خراب ہو جاتا ہے پس یہ تمام استیناف حذف کر کے اسکی جگہ یہ قول رکھدیا گیا کہ جب دوسرا بادشاہ آتا ہے تو ملک اجڑ جاتا ہے تاکہ اس محذوف پر دلالت کرتا رہے۔

جعفر زٹلی

وہ جو کہتے تھے کہ ہم ڈنڈوں سے توڑینگے سپر | دوڑ کر کود پڑے تب بھی نہ ٹوٹا پاپڑ

گویا یہاں سوال کیا گیا کہ جو لوگ یہ کہتے تھے کہ ہم ڈنڈوں سے سپر توڑینگے وہ سچے تھے یا جھوٹے تھے اسکا جواب یہ دیا گیا کہ وہ جھوٹے تھے یہ سارا استیناف یعنی وہ جھوٹے تھے حذف کر کے اسکی علت کو محذوف پر دلالت کے لیے اسکی جگہ رکھدیا گیا۔

وصال مرتبۂ انتہا ہے عاشق کو | امیر | اگر نہ ہاتھ لگیں جب تلک نہ بھاؤ ملے

گویا یہان یہ سوال کیا گیا کہ وصال کا مرتبۂ انتہا ہونا سچ ہی یا جھوٹ اسکا جواب یہ دیا کہ یہ بات سچ ہی پس یہ سارا استیناف حذف کرکے اُسکی علت کو اُسکی جگہ رکھدیا۔

پاک رکھا پاک دامن سے حساب	ولہ بوسے بھی گن کے لیے گن کے دیے

تنبیہ یہ بیان اُن چاردن حالتون کا تھا جو فصل کی مقتضی ہین اب اُن باقی حالتون پر غور کرو جو وصل کو چاہتی ہین۔

کمال انقطاع مع ایہام

یعنے انقطاع جسکے ساتھ اس بات کا ایہام ہو کہ اگر وصل نہ کیا جائیگا تو سامع متکلم کی مراد کے خلاف سمجھے گا پس ایسے موقع پر وصل کرنا واجب ہوتا ہے تاکہ سامع اُس وہم مین نہ پڑے جیسے کہا جائے کہ یہ گھوڑا سو روپے کو آیا ہے مخاطب کہے نہین اور اللہ تمھاری مدد کرے یعنی یہ بات درست نہین ہے پس یہ جملہ اخبار ہی اور اللہ تمھاری مدد کرے جملۂ انشائیہ دعائیہ ہی پس دونون مین یہ کمال انقطاع ہے لیکن باوجود اس انقطاع کے عطف کیا گیا تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ مخاطب نے بددعا دی ہے اسلیے کہ جب کہا جاتا کہ نہین اللہ تمھاری مدد کرے تو یہ وہم ہوتا کہ بددعا کرتا ہی حالانکہ مقصود دعا دینا ہی اور جب اور کے ساتھ عطف کردیا تو اس وہم کے لیے بالکل گنجایش نہ رہی اس جگہ معطوف علیہ نہی کا مضمون ہی اور معطوف دعا ہے۔

کمال انقطاع اور کمال اتصال مین توسط

جملون کا کمال انقطاع اور کمال اتصال مین متوسط ہونا وصل کو چاہتا ہی اور توسط وہان ہوتا ہی جہان دو جملون کے درمیان نہ کمال انقطاع ہو نہ کمال اتصال اور نہ اُن دونون کمالون کی شابہت ہو پس جب ایسی حالت کے ساتھ دو جملے جمع ہوجائینگے تو اُن مین وصل کیا جائیگا اور دو جملون مین توسط وہان پایا جاتا ہی جہان دونون جملے خبر ہونے مین یا انشا ہونے مین متفق ہون اور یہ آٹھ صورت پر متصور ہی۔

(۱) دونون جملون کے لفظ و معنے خبر ہون جیسے۔

	شاہ نصیر
وہ شعلہ رو ہی سوار توسن اور اُسکا توسن عرق فشان ہے	

حالی

ہوئین یوسف کی سختیان جب دور	اور ہوا ملک مصر پر مامور

ظفر

وہان ہی عیش و عشرت باہم اور یہان ہی آہ و نالہ ہر دم	اُنکے ہمدم ایسے ہین اور اپنے ہمدم ایسے ہین

انیس

مائل بہ سفیدی ہوا رنگ رخ مہتاب	اور دیدۂ مردم سے سفر کرنے لگا خواب
وہ سبزۂ صحرا پہ پڑے گوہر شبنم	اور صبح کی نوبت کی صدا آئے وہ ہردم

مولوی محمد اسمٰعیل

پنہان ہوئی قوس آخر کار	اور ظلمت شب ہوئی نمودار

نواب محبت خان

ظاہر ہی کہ تو مجھکو کہے جاہے ہی سب کچھ	اور یہ بھی ہویدا ہی کہ ہین کچھ نہین کہتا

(۲) دونون جملون کے لفظاً و معنےً انشا ہون جیسے۔

واسوخت قلق

اپنے کچھ دل کی کہی مجھسے کہو اور سنو	بات بھی میری کہین سنتے ہو لو اور سنو

کہو اور سنو دو جملۂ انشائیہ ہین اور یہ دونون جملے لفظاً و معناً انشا ہین۔

حالی

قوم سے جو تمھارے ہین برتاؤ	سوچو میرے پیارے اور شرماؤ

ظفر

کہے ہی صید افگن و صید گہ مین کھینچکر خنجر	کہ کتنے رہ گئے جاندار اور بے جان کتنے ہین

تپش

کہا مین نے اے مادر نیک رائے	یہ گرد ہے کون اور کیسی ہے گائے

ولہ

یہ لو نیوتا اور جلدی چلو	توقف نہ چلنے مین ہرگز کرو

مفتون

ہاتھ مین لے جام اور بوتل سنبھال	جلوۂ جانان کو باتون مین نہ ٹال

(۳) دونون جملے معنًا انشا ہون اور لفظًا خبر ہون جیسے۔

سودا

ختم کرتا ہون دعائیہ یہ سودا یہ کلام | دوست ہون شاد ترے اور ہو دشمن پامال

تیرے دوست شاد ہون اور تیرے دشمن پامال ہون یہ دونون جملے دعائیہ ہین جو لفظًا خبریہ ہین اور معنًا انشائیہ ہین

ولہ

یارب جو ترے دوست ہین از قلزم اکسیر | ہوتے ہوے پار انکی نہ کشتی کو لگے دیر
اور اُس مین جو بدخواہ ترا ہونے لگے غرق | موج اُسکو نکلنے نہ دے ہو پانون مین زنجیر

دوسرے شعر کے صدر مین اور عطف کے لیے ہی اور اُسکے ماقبل کا جملہ بھی دعائیہ ہی اور مابعد کا بھی جو معنًا انشا ہین اور لفظًا خبر۔

میر

رات دار و پیجیے غیرون مین بیٹھ گیت و غزل | اور سحر سرد کھنے کا ہمسے بہانہ کیجیے

پیجیے اور کیجیے بظاہر انشا ہین کیونکہ امر کے صیغے ہین مگر مراد ان سے خبر ہی اس لیے کہ پیتے ہو اور کرتے ہو کے معنے مین مستعمل ہوے ہین۔

مولوی نذیر احمد

جبین تو خوش جبین اور رہو عافیت سے جبین | جب آئے موت تو سب کا بخیر ہو انجام

ذوق

جو کہ ہون بدخواہ وہ ناشاد اور غمگین رہین | اور ہوا خواہون کے دل ہو وین ہمیشہ شادکام

(۴) دونون جملے معنًا انشا ہون اور پہلا لفظًا خبر ہو اور دوسرا لفظًا انشا جیسے۔

سدا رہے وہ زمانے مین باشکوہ جلال | **ولہ** | اور اُسکے دشمنون کو رکھ تو پائمال ملال

دونون جملے معنًا انشا ہین کیونکہ دعا ہین اور پہلا لفظًا خبر ہے کیونکہ صیغۂ مضارع رکھتا ہی اور دوسرا لفظًا انشا ہی کیونکہ صیغۂ امر رکھتا ہی۔

خرد ہو جائے یارب پائے انداز | **ولہ** | اور اپنے عشق سے کر تو سرافراز

اس مین بھی وہی صورت ہی۔

(۵) دونون جملے معنًا انشا ہون اور لفظًا پہلا انشا ہو اور دوسرا خبر جیسے۔

مدام عقدہ کشا رکھ اُسے زمانے مین | **انشا** | اور اُسکے ہاتھ رہے میرے دل کی گتھیاد شا

دونون جملے معناً انشا ہین کیونکہ دعا ہین اور پہلا لفظاً انشا ہی کیونکہ صیغہ امر رکھتا ہی جو دعا کے لیے ہے اور دوسرا لفظاً خبر ہی کیونکہ صیغہ مضارع رکھتا ہی جو دعا کیلیے ہی۔

(۶) دونون جملے معناً خبر ہون اور لفظاً انشا ہون جیسے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

ہے حرارت کی کمی بیشی فقط ہے
ورنہ جاڑا کون اور گرمی ہے کیا

دوسرے مصرع کے دونون جملے لفظاً انشا ہین اور معناً خبر ہین کیونکہ استفہام انکاری کو متضمن ہین جو اگرچہ انشا ہین داخل ہی مگر خبر کی تاویل مین ہی اسلیے لفظاً انشا سمجھا جاتا ہی اور معناً خبر۔

نور علی

ہم کیا لکھین وصف اُسکا ہی تحریر سے باہر
اور تجھ سے کہین کیا کہ ہی تقریر سے باہر

دونون مصرعون کے دونون جملے استفہام انکاری کو متضمن ہین اسلیے معناً خبر ہین اور لفظاً انشا۔

امیر حسن امیر سہارنپوری

کیا نہ تھی لونڈی تو اور کیا ہم ترے مولا نہ تھے
کیا نہ تھی محکوم تو کیا ہم ترے آقا نہ تھے

امو جان مغموم

خوف عصیان کیسا اور کیسا عذاب
آج روز عیش ہے دے بے حساب

(۷) دونون جملے معناً خبر ہون اور پہلا لفظاً انشا ہو اور دوسرا لفظاً خبر ہو جیسے۔ ؎

تاب کی جسم و جان مین کب آتی
اور مخلوق ساری مرجاتی

پہلا جملہ بوجہ استفہام انکاری ہونے کے لفظاً انشا ہی اور معناً خبر ہی اور دوسرا جملہ لفظاً و معناً دونون طرح خبر ہی۔

شیخ الٰہی بخش تبسم

چشم ہر یہ نہ مجھے آنکھ اُٹھا کر دیکھو
اور ہر وقت رہے پیش نظر جام شراب

دونون جملے معناً خبر ہین اور پچھلا لفظاً بھی خبر ہی اور پہلا لفظاً انشا ہی اسلیے کہ دیکھو امر حاضر کی جمع کا صیغہ ہے اور مراد اس سے یہ ہی کہ مجھے تم آنکھ اُٹھا کر نہین دیکھتے ہو۔

(۸) دونون جملے معناً خبر ہون اور پہلا لفظاً خبر ہو اور دوسرا لفظاً انشا جیسے۔ ؎

ہین یہ سارے دوست اید ل جیتے جی کیواسطے
کون مرتا ہے بھلا تیرے پیچھے کسی کے واسطے

پہلے مصرع مین جملہ خبریہ ہی اور دوسرے مصرع مین جملہ انشائیہ ہی جو معناً خبر ہی اور لفظاً انشا ہے کیونکہ استفہام انکاری ہی جو معناً انشا ہوتا ہے اور لفظاً نہ۔

ظفر

یہ خطا سنانے سے ہو برہم کرے وہ زلف کو	اور خطا واروں میں تم اس بیخطا کا نام لو

پہلا جملہ لفظاً خبریہ ہی اور دوسرا لفظاً انشائیہ ہی کیونکہ لو امر کی جمع کا صیغہ ہی مگر مراد اس سے حال ہی یعنے اس بے خطا کا نام لیتے ہو اس صورت میں معناً دونوں جملے خبریہ ہیں۔

جامع کی حقیقت

جو وصف دونوں جملوں کو جمع کرتا ہی اسکے لیے یہ واجب ہی کہ دونوں جملوں کے مسندالیہوں میں کوئی مناسبت ہو اسی طرح دونوں جملوں کے مسندوں میں بھی مناسبت ہونا چاہیے یہ نہ ہو کہ صرف مسندالیہوں میں یا فقط مسندوں میں مناسبت ہو کیونکہ دو جملوں کے عطف کے لیے اسقدر کافی نہیں۔

(۱) اگر مسندالیہ دونوں میں متحد ہوں تو انکے لیے کسی اور مناسبت کی ضرورت نہوگی یعنی متحد ہونے کی نسبت کافی ہے جیسے۔

مثنوی بہار اُمید

تنگدستی میں کشایش کا دلاتی ہی یقین	اور بلاؤں میں ہی تو صبر کی کرتی تلقین
الم و رنج میں کام آتی ہی اُسکے اکثر	اور کٹھن وقت میں تو بھاتی ہی اُنکی کمر

چاروں جملوں میں اُمید مسندالیہ ہی۔

مرزا احمد بیگ ذاکر

چھوڑ اسلام کو اور کھینچلے قشقہ ذاکر	طالب کفر ہو اور اس بت عیار سے مل

دونوں جملوں میں ذاکر مسندالیہ ہی۔

حالی

موجود سخن گو ہوں جہاں وان ہیں طبیب آپ	اور جاتے ہیں بن آپ طبیبوں میں سخن گو

دونوں جملوں میں آپ مسندالیہ ہی۔

ولہ

گر اسلام کی کچھ حمیت ہے تم کو	تو جلدی اُٹھو اور اپنی خبر لو

دونوں جملوں میں مسندالیہ مخاطب ہے۔

ذوق

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف	اور اس ضعیف سے کل کام دو جہان کیلیے

دونون جملون مین مسندالیہ خدا ہی۔

آزاد

اہل تحصیل کو پڑھنے کے سوا کام نہین	اور جہان مین انھین فکر سحر و شام نہین

دونون جملون مین مسندالیہ اہل تحصیل ہے۔

نظیر

یان آدمی پہ جان کو وارے ہی آدمی	اور آدمی کو تیغ سے مارے ہی آدمی

دونون جملون مین آدمی مسندالیہ ہی۔

(۲) اسی طرح اگر مسند متحد ہون تو اُن مین پھر کسی دوسری مناسبت کی ضرورت نہین یہی اتحاد کافی ہی صرف مسندالیہون مین کوئی مناسبت ہونا چاہیے۔

واسوخت قلق

ہم ادھر رونے لگے اور وہ اُدھر رونے لگے

دونون جملون مین مسند متحد ہین اور مسندالیہون مین عاشقی و معشوقی کی مناسبت ہی۔

میر

راتون کے تئین مصیبتین گذرین	اور دنون کو قیامتین گذرین

دونون جملون مین مصیبتین اور قیامتین مسندالیہ ہین اور گذرین دونون جملون مین مسند متحد ہین

قدرت

تب ہجران کی مصیبت مین لکھون کیا قدرت	تن سے جان چھوٹے ہی اور جان سے تن چھوٹے ہی

پچھلے مصرع کے دونون جملون مین مسند متحد ہین اور مسندالیہ بھی باہم مناسبت رکھتے ہین۔

تپش

ابھی چوچ کھولون تو آفت اُٹھے	خرابی اُٹھے اور قیامت اُٹھے

(۳) اگر دونون جملون کے مسندالیہ مختلف ہون تو اسوقت مین اُن مین کوئی خاص مناسبت ہونا چاہیے عام مناسبت کافی نہین مثلاً دو آدمی مسندالیہ ہون تو اُنکے مسندالیہ واقع ہونے کے لیے صرف انسان ہونا یا کھڑا ہونا یا بیٹھا ہونا کافی نہین بلکہ دوستی یا دشمنی یا رشتہ داری یا امیر ہونے یا تاجر ہونے کی مناسبت ہونا چاہیے یا اسی طرح کوئی اور مناسبت ہو اسی طرح مسند مختلف ہون تو اُن مین بھی کسی قسم کی مناسبت کا ہونا ضرور ہی جیسے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

لو مسافر کا جھلس دیتی تھی منھ | اور زمین تلوون کو دیتی تھی جلا

پہلے جملے مین لُو اور دوسرے مین زمین مسند الیہ ہین اور ان دونون مین ملابست کی نسبت ہے اور مسندون مین یہ نسبت ہو کہ جھلس دینا بھی جلا دینے کے قبیل سے ہو کمی بیشی کا فرق ہو۔

مذہب عشق

تو دریا ہے اور مین ہون تشنہ جگر | بجھا پیاس کو میری جلد آن کر

دونون جملون مین عاشق و معشوق مسند الیہ ہین اور ان مین تعشق کا ہونا یہان جامع ہو اور مسندون مین یہ نسبت ہو کہ پانی تشنگی دفع ہونیکا ذریعہ ہو۔

حالی

طبع غالب ہے اور مین مغلوب | نفس قاہر ہے اور مین مقہور

دونون مصرعون مین مسند الیہون مین جزو کل کی نسبت ہو اور مسندون مین تضاد کی۔

ظفر

بظاہر سب ہین انسان لیک باطن کی خدا جانے | کہ ہین انسان ان مین کتنے اور حیوان کتنے ہین

دونون جملون مین مسند الیہ انسان اور حیوان ہین اور ان مین جزو کل کی نسبت ہو۔

داغ

دل مین کیا خاک جگہ دون ترے ارمانون کو | کہ مکان ہی یہ خراب اور مکین اچھے ہین

دونون جملون کے مسند الیہون مین ظرفیت و مظروفیت کی مناسبت ہے اور مسندون مین تضاد کی نسبت ہے۔

میر

اب وہی گھر ہے بے سر و سایہ | اور ہون مین وہی فرومایہ

مسند الیہ دونون جگہ وہی ہے اور مسندون مین ظرفیت و مظروفیت کی مناسبت ہے اور ملکیت کی مناسبت بھی کہہ سکتے ہین۔

انیس

مضمون گوہر ہین اور صدف سینہ ہی | ہے صاف تو یہ کہ قلب بے کینہ ہے

مضمون اور سینہ مسند الیہ ہین اور دونون مین مناسبت ہو کہ مضمون سینے سے پیدا ہوتا ہے

اور صدف و گوہر مین بھی یہی مناسبت ہی یعنی گوہر صدف مین پیدا ہوتا ہی۔

شیفتہ

سب اُس مین محو اور وہ سب سے علیحدہ | آئینے مین ہی آپ نہ آئینہ آپ مین

مسند الیہون مین خالقیت اور مخلوقیت کی مناسبت ہی اور مسندون مین تضاد کی جامعیت ہی۔

احمد علی صادق

تھین تری غزلین قصیدے دلربا | اور تھا ہر شعر تیرا دل پذیر

مسند الیہون مین جزئیت و کلیت کی مناسبت ہی۔ اور مسندون کا مضمون متحد ہی۔

مفتون

وہ غنی ہی اور وہ رحمان ہے | آیۂ لا تقنطوا ایمان ہے

ظفر

تیری مے نوشی کی خاطر ساغر سیمین ہی ماہ | اور گزک کے واسطے زرین رکابی آفتاب

آتش

میکدے مین چل کے سیر عالم نیرنگ کر | قلقل مینا ہی نغمہ اور دور جام رقص

انشا

رات وہ بولی مجھسے ہنسکر چاہ میان کچھ کھیل نہین | مین جون ہنسوڑا اور تو ہی مقطع میرا تیرا میل نہین

ناسخ

تمنا ہی ساقی کبھی بزم مے مین | وہ سرشار ہو اور ہشیار مین ہون

(۴) اگر مسند الیہون مین مناسبت نہوگی اور مسندون مین مناسبت ہوگی یا اسکے برعکس ہوگا تو عطف صحیح نہوگا جیسے کہین میرے موزے تنگ ہین اور میرا مکان تنگ ہی اسی طرح زید شاعر ہی اور عمرو کالا ہی۔

(۵) جامع تین قسم پر ہی ایک عقلی دوسرا وہمی تیسرا خیالی۔ اور عقل ایک قوت ہے نفس کے واسطے جسکے سبب سے نفس علوم اور ادراکات کے لیے مستعد ہوتا ہی اور یہ قوت بالذات کلیات کا ادراک کرتی ہی بہت سے علما جیسے ارباب معانی و علم باطن و متکلمین کہتے ہین کہ عقل کی حقیقت کا علم ہمین نہین اور وصف اُسکا صحیح نہین باوجودیکہ اسکے وجود کا یقین ہی مگر ہم لوگ اُسکے علم سے ناواقف ہین۔

اور **وہم** سے مراد وہ قوت ہے جو خاص معانی کو جو خاص صورتون مین ہین ادراک کرتی ہو مثلاً کوئی بھیڑیا خاص ہو اسکو جو کسی خاص بکری کے ساتھ عداوت ظہور مین آئی ہو اُس کو قوت واہمہ کے ذریعہ سے معلوم کرے بغیر اسکے کہ وہ عداوت حواس ظاہرہ کے ذریعہ سے اُس کو پہونچی ہو کیونکہ حواس کے ذریعہ سے جو چیز پہونچتی ہے وہ **صورت** کہلاتی ہی مثلاً جب ہم کسی چیز کو چکھہ کر مزہ معلوم کرتے ہین تو یہ مزہ صورت کہلاتا ہے نہ معنی پس بھیڑیے کو بکری کے ساتھ عداوت کا معلوم کر لینا قوت واہمہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور یہ **معنی** کہلاتا ہے کسی حس کے ذریعہ سے یہ معنی بھیڑیے کو حاصل نہین ہوتے۔

اور **خیال** سے مراد وہ قوت ہے جس مین محسوسات کی صورتین جمع ہوتی ہین اور یہ **حس مشترک** کا خزانہ ہے حواس خمسہ سے جو چیزین محسوس ہوتی ہین اُنکو حس مشترک لے لیتا ہے اور انکو لیکر خیال مین رکھ دیتا ہے پھر ایک اور قوت ان صورتون مین تصرف کرتی ہے اسطرح کہ کبھی ایک کو دوسرے سے مرکب کرتی ہو اور کبھی ایک کو دوسرے سے علحدہ کرتی ہی اور ایسے ہی ان صورتون میں جو جمع ہین مثلاً بھیڑیے کی دشمنی بکری سے ماں باپ کی دوستی بیٹے سے ان معنون کو مرکب کرتی ہے یا علیحدہ کرتی ہی مثلاً ایک آدمی دس سر کا تصور کرین اس مین ترکیب ہی یا بن سر کا آدمی تصور کرین اس مین تفصیل ہی اور علے ہذا القیاس اس قوت کو **مفکرہ** کہتے ہین اور **متخیلہ** بھی اسکا نام ہو مفکرہ اُس قوت کو اُسوقت کہتے ہین جبکہ عقل اس سے کام لے اور متخیلہ اس حالت مین بولتے ہین کہ وہم اُس سے اپنی خدمت لیوے چونکہ عقل انسان سے مخصوص ہو اس لیے یہ قوت بھی سوائے انسان کے اور حیوانات مین نہین ہوتی یہان خیالی سے قوت خیال کی صورتون اور اُنکے معانی مین قوت متخیلہ کا تصرف بطرز مذکور مراد نہین بلکہ صرف وہ صورت مراد ہی جو حس مشترک کے ذریعہ سے خیال مین پہونچتی ہو۔

جامع عقلی

وہ ایک امر ہے جس کے سبب سے عقل تقاضا کرتی ہے کہ قوت مفکرہ مین دو جملے جمع ہوجائین اور وہ امر کئی طرح پر ہوتا ہے۔

(۱) دونون جملون کے مجزعنہ یا مجزبہ تصور عقل مین ایک ہون اور یہ اُسی صورت مین ہوتا ہے کہ دوسرے جملے کا مجزعنہ یا مجزبہ وہی ہوتا ہے جو پہلے جملے کا ہوتا ہی مثلاً۔

ہوس

یون پاس سے گفتگو تو مت کر | اور نجد کی آرزو تو مت کر

دونون جملون مین مخبر عنہ متحد ہین -

ظفر

میرے گریے نے نہ دھویا داغ دل کا میرے ایک | اور دل سے یار کے حرف محبت دھو دیا

دونون جملون مین مخبر عنہ متحد ہین اور وہ متکلم کا گریہ ہے -

ولہ

انسان کو کل کا پتلا بنایا ہے آپ نے آپ | اور آپ ہی وہ کہتا ہے پتلے کو کل کے چل

ہوس

جو لیلی سے دل تہی کرون مین | اور چاہ سے کوتہی کرون مین

دونون جملون مین مخبر عنہ ایک ہین اور وہ متکلم ہے -

نسیم

مین اس دل کے جفا سہنے کے صدقے | اور اس نسے کے چپ رہنے کے صدقے

دونون جملون مین مسند الیہ متحد ہین اور وہ متکلم ہے اور مسند بھی متحد ہین -

النسا

دائیون کے ہوے دوپٹے سرخ
ہوے یکبار ہاتھی گھوڑے سرخ | اور بچون کے چھٹے بنے سرخ
اور سوارون کے سارے جوڑے سرخ

دونون شعرون مین مخبر بہ ایک ہین اور وہ سرخ ہونا ہے -

ظفر

ہوے دونون کچھ ایسا سوچ کر چپ | کہ وہ چپ ہین اُدھر اور ہم ادھر چپ

پچھلے مصرع مین دو جملے ہین اور دونون مین مخبر بہ ایک ہین اور وہ چپ ہونا ہے -

عبد الغفور شہباز

وائے ناکامی رقیب روسیہ گھر لے چلا | اور مین یہ خوش کہ رہبر سوے دلبر لے چلا

دونون مصرعون مین دونون جملون کے مخبر بہ متحد ہین -

(۲) کسی قید مثلاً صفت - حال - ظرف وغیرہ مین اتحاد ہو یعنی اگر ایک جملہ صفت یا حال

یا ظرف وغیرہ کے ساتھ مقید ہو تو دوسرا بھی ویسا ہی ہو مثلاً۔

نفیس

فلک کے پار غم و درد کی صدائین تھین	تمام خیمے مین ماتم تھا اور بکائین تھین

پچھلے مصرع کے دونون جملے ظرفیت کے ساتھ مقید اور متحد ہین۔

سودا

نسیم ہی ترے کوچے مین اور صبا بھی ہے	ہماری خاک سے دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے

پہلے مصرع مین دو جملے ہین اور وہ قید ظرفیت مین اتحاد رکھتے ہین۔

ظفر

چشم و رخ کو دیکھ کر تیرے سدا ای سادہ رو	دنگ ہی نرگس یہان اور آئینہ حیران ہی

دونون جملے پچھلے مصرع کے قید ظرفیت مین اتحاد رکھتے ہین۔

گنا بیگم

ترے مُنھ کی تجلی دیکھ کر کل رات حسرت سے	زمین پر لوٹتی تھی چاندنی اور شمع جلتی تھی

پچھلے مصرع کے دونون جملے قید حسرت مین اتحاد رکھتے ہین۔

واجد علی شاہ

غم حسین سے سوسن کی ہی سیہ پوشاک	فلک بھی نیلا ہی اور جامہ گلستان سرخ

غم حسین مین پچھلے مصرع کے دونون جملے اتحاد رکھتے ہین۔

(۲۳) دونون جملون مین تماثل ہو اور تماثل یہ ہی کہ حقیقت یعنی نوع مین متفق ہون اور عوارض مین مختلف ہون اور باوجود اسکے کسی ایسے وصف مین بھی دونون شریک ہون جو انکے ساتھ ایک قسم کا اختصاص رکھتا ہو جیسے زید آیا اور عمرو گیا پس یہان زید اور عمرو مین تماثل ہی اسلیے کہ دونون کی حقیقت ایک ہی کیونکہ دونون انسان ہین لیکن عوارض مین مختلف ہین کیونکہ ایک کی صورت اور نام دوسرے سے جداگانہ ہی یہ مثال مسندالیہون مین تماثل کی ہی۔

میر

ہم تو لب خوش رنگ کو اسکے مانا لعل احمر کہا	اور غرور سے اُن نے ہمکو جانا کنکر پتھر آج

پہلے جملے مین شخص متکلم یعنی عاشق اور دوسرے جملے مین شخص غائب یعنی معشوق کی ذات مسندالیہ ہی اور نوع دونون کی واحد ہی عوارض مین فرق ہی۔

مثنوی سعدین

صاحب عقل اُس کو جانتے ہین ۔ اور منصف سب اُسکو مانتے ہین

صاحب عقل اور منصف دونون جملونکے مسند الیہ ہین جو نوع مین متفق ہین اور عوارض مین مختلف۔

اشرف بیگ خان اشرف

آسرا تیرا ہی بس رکھتے ہین کنگال سدا ۔ اور بھروسے پہ ترے جیتے ہین بدحال سدا

کنگال اور بدحال دونون جملون مین مسند الیہ ہین جو نوع مین متحد ہین اور عوارض مین مختلف۔

سید اکبر حسین اکبر

بُتانِ مغربی سے ہین تعارف کی تمنا ہین ۔ مین دیکھونگا انھین اور وہ مرا ایمان دیکھینگے

حسرت

ملا لغت عشق کے معنے کو جو سمجھے ۔ دے پھینکے صراح اور وہ قاموس جلادے

صراح اور قاموس نوع مین متحد ہین اور وہ علم لغت ہی۔

ممتاز

گو تھے مشہور جہان حسن مین یوسف ہمدم ۔ اور عیسیٰ بھی بھرا کرتے تھے اعجاز کا دم ہا

ولہ

یوسف اُٹھے تو مصر کے بازار مین بکے ۔ اور اک بنی نے نار مین جلوے دکھادیے

میر حسن

یہ طرفہ ترکہ تیری سنبھلتی نہین زبان ۔ اور تیرے سامنے مری چلتی نہین زبان

زبان خواہ متکلم کی ہو یا مخاطب کی سب درحقیقت ایک ہین اگرچہ بسبب اضافت کے اُن کا تشخص ہر جگہ بدل گیا ہی مگر جب اضافت مشخصہ سے مجرد کیا جائے تو حقیقت ایک باقی رہتی ہی۔

اور مسندون مین تماثل کی مثال یہ ہی "زید بکر کا باپ ہے" اور "عمرو خالد کا باپ ہی" یس باپ ہونا خواہ بکر کا ہو یا خالد کا یا اور کسی شخص کا سب درحقیقت ایک ہین اگرچہ بوجہ اضافت کے ان کا تشخص ہر جگہ بدل گیا ہی مگر جب اضافت مشخصہ سے مجرد کیا جائے تو حقیقت ایک باقی رہتی ہے۔

شباب

کس سوچ مین ہی زاہد اک جرعہ دیکھ پیکر ۔ یہ بھی شراب ہندی اور وہ ولایتی ہے

شراب خواہ ہندوستان کی ہو یا یورپ کی درحقیقت سب ایک ہی اگرچہ بوجہ نسبت کے اُسکا تشخص ہر جگہہ بدل گیا ہو۔

ولہ

دیکھکر کہتے تھے لاشون کو عدو مقتل مین ۔۔۔ لاش اکبر کی یہ اور لاشہ اصغر یہ ہے

لاش اکبر اور لاش اصغر مسند ہین ان مین تماثل ہی کیونکہ دونون کی حقیقت ایک ہی لیکن تشخص مختلف ہین۔

تنبیہ اگر کہا جائے کہ عقل کلیات کا ادراک کر سکتی ہی اور جزئیات کا ادراک اُس کا کام نہین بلکہ جزئیات کا ادراک حواس سے علاقہ رکھتا ہی اور تماثل جزئیات مین سے ہی پس اس کا ادراک عقل کیونکر کر سکتی ہی اور تماثل جامع عقلی کی قسم مین کیونکر محسوب ہو سکتا ہی تو ہم کہتے ہین کہ یہ قول بیشک درست ہی لیکن قوت عاقلہ دو مثلون کو یعنے زید اور عمرو کو تشخص اور تعین خارجی سے مجرد کر لیتی ہے یعنے زید کو زید اور عمرو کو عمرو نہین جانتی بلکہ انسان مطلق اُنکو خیال کرتی ہی پس گویا زید آیا اور عمرو گیا کے یہ معنی ہین کہ انسان آیا اور انسان گیا۔

بعض فضلا کہتے ہین کہ تجانس اور تشابہ بھی جامع بن سکتا ہی تجانس کے یہ معنی ہین کہ دو چیزین ایک جنس کی ہون مثلاً آدمی اور گھوڑا جو جنس مین شریک ہین یعنے وہ بھی حیوان ہی اور یہ بھی اور تشابہ کے معنے یہ ہین کہ دو چیزین عرضیات مین متحد ہون مثلاً زید اور عمرو دونون سخاوت یا شجاعت مین شریک ہون یعنے یہ بھی سخی یا شجاع ہی اور وہ بھی پس تجانس اور تشابہ بھی جامع بن سکتا ہی مثلاً حیوانات کے بیان مین کہا جائے کہ طوطا ایسا ہوتا ہے اور بیل ایسا ہوتا ہے اور گھوڑا ایسا ہوتا ہے اور بہادرون کے ذکر مین کہا جائے کہ زید ایسا شجاع ہی اور عمرو ایسا شجاع ہے۔

اشرف بیگ خان اشرف

موسم خاص کا محتاج نہو جسکا ثمر ۔۔۔ اور کسی رنگ سے خالی نہو جسکا گل تر

ثمر و گل دونون جملون مین مسند الیہ ہین اور جنس دونون کی ایک ہی یعنی وہ بھی نباتات مین سے ہی اور یہ بھی اور نوع مختلف ہی اور مسندون مین جو جامعیت ہی وہ بھی ظاہر ہی۔

انیس

اسوار بھی قلیل پیادے بھی تھوڑے تھے ۔۔۔ کل سترہ تو اونٹ تھے اور بیس گھوڑے تھے

اونٹ اور گھوڑے مسندالیہ ہین جنکی جنس ایک ہی ہو یعنی دونون حیوان ہین اور نوع مختلف ہے۔

برکھا رت

کرتے ہین پپیہے پیہو پیہو ؎ | اور مور جھنگارتے ہین ہر سو

میر حسن

چمن سے بھرا باغ گل سے چمن | کہین نرگس اور گل کہین یاسمن

چنبیلی کہین اور کہین موگرا | کہین رائے بیل اور کہین موتیا

کہین ارغوان اور کہین لالہ زار | جُدے اپنے موسم مین سبکی بہار

ظفر علی بی اے

تیری شجاعت نخل تناور | اور میری جرأت اک اُسکی ڈالی

یعنی مخاطب اور متکلم کی شجاعت مین تشابہ ہے اور دونون مسندالیہ ہین۔

(۴) دونون مین تضائف ہو۔ **تضائف** کے معنی یہ ہین کہ ایک چیز دوسری کی نسبت سے معلوم ہو یعنی ایک کا تصور دوسرے کے تصور کو لازم ہو مثلاً کسی شخص کے باپ ہونیکا تصور اُسکے لیے بیٹا ہونیکے تصور کو لازم ہی جیسے کہین زید کا باپ لکھتا ہی اور اُسکا بیٹا پڑھ رہا ہی ان دونون جملون مین باپ اور بیٹا مسندالیہ ہین اور جامع ان دونون مین عقلی ہے اور وہ تضائف ہی۔

وحید

بن بن کے برق سایۂ تیغ ظفر گرا | وان مورچے سے باپ اٹھا یان پسر گرا

مقصود بالتمثیل مصرع ثانی ہے پہلے جملے مین باپ اور دوسرے مین بیٹا مسندالیہ ہین وان دونون جملون کے درمیان حرف عطف محذوف ہی ۔ اسی قبیل سے ہی اقل و اکثر ان دونون کے مفہومون مین تضائف ہی کیونکہ جو عدد گنتی کے وقت دوسرے سے پہلے فنا ہو جاتا ہی وہ اقل ہی اور دوسرا اکثر ہے پس ہر ایک کا سمجھنا دوسرے کے اعتبار سے ہی مثلاً عمرو بڑا ہی اور زید چھوٹا ہی پس ان مین سے ہر ایک دوسرے کے اعتبار سے سمجھا جاتا ہی۔

حالی

کیا کہون حال درد پنہانی | وقت کوتاہ و قصہ طولانی

پہلے جملے مین وقت اور دوسرے مین قصہ مسندالیہ ہی اور پہلے جملے مین کوتاہ اور دوسرے مین طولانی مسند ہے۔

ولہ

ایک بیمار اور سو آزار — ایک رنجور اور سو ناسور

میر

اضطراب قلق و ضعف مین کیونکر نہ مرون — جان واحد ہے مری اور مین آزار کئی

ظفر

ہو وہی جان بر جسے دے شربت دیدار تو — اک انار اور سیکڑون بیمار اس مین کوئی ہو

محمد حسین متخلص بہ حسین

قصہ نہین ہے طول یہ ہے مختصر کلام — تھوڑا ہی وقت اور ہے باقی بہت سا کام

تھوڑا اور بہت کے مفہومون مین تضائف ہی - اسی طرح علت و معلول کے مفہومون مین بھی تضائف ہے اسلیے کہ جب ایک چیز سے دوسری چیز صادر ہوتی ہی تو پہلی علت ہوتی اور دوسری معلول ہوتی ہی پس اگر معلول کا وجود اس علت کے سوا کسی اور علت پر موقوف نہ ہے تو اسے علت تامہ کہتے ہین اور اگر کسی دوسرے کے ذریعہ سے صادر ہو تو علت ناقصہ نام رکھتے ہین مثال اسکی -

محمد حسین آزاد

اے دوست تیرا حکم تھا جاری جہان مین — اور روشنی بھی عام زمین آسمان مین

خطاب آفتاب کی طرف ہے - آفتاب علت ہے اور روشنی معلول ہے اس مناسبت سے دونون جملون مین عطف واقع ہوا ہے -

ولہ

ہو تا زمانہ بسکہ ہے وابستہ شام سے — اور تو بھی ہے تھکا ہوا دنیا کے کام سے

مخاطب یعنی آفتاب سبب ہی اور زمانہ مسبب -

حالی

اُس کے مرنے سے مر گئی دِ لّی — خواجہ نوشہ تھا اور شہر برات

پہلے جملے کا مسندالیہ خواجہ ہی اور دوسرے کا شہر اور ان مین جو نسبت ہی وہ ظاہر ہی اور مسند پہلے جملے مین نوشہ ہی اور دوسرے مین برات اور ان مین یہ نسبت ہی کہ نوشہ سبب ہی برات ہونے کا

مولوی محمد اسمٰعیل

ہند کی سرزمین ہے اَن داتا — اور ہمالہ پہاڑ جل داتا

ہند کی سرزمین اور ہمالہ پہاڑ دونون جملون کے مسند الیہ ہین اور یہ جنسیت مین شریک ہین اسلیے کہ دونون جمادات کی قسم ہین اور ان ماتا اور جل داتا مسند ہین اور ان مین وجہ جامع سببیت ہی اسلیے کہ پانی ناج کے پیدا ہونے کا سبب ہی۔

انشا

مفت جل جائے گا پرے بھی برگ	ارے ہین آگ اور تو ہے خس

مسند الیہون ہین دونون جملون کے عشق جامع ہی اور مسندون مین جامع سببیت ہی اسلیے کہ آگ سبب ہی خس کے جلنے کا۔

جامع وہمی

وہ ہی کہ اُس کے سبب سے وہم خیال کرتا ہی کہ دو جملے قوت مفکرہ مین جمع ہو جائین پس جامع وہمی واقع مین کوئی جامع نہین بلکہ باعتبار اس بات کے جامع ہی کہ وہم نے اُس کو جامع بنا لیا ہی۔ اور جامع وہمی تین وجہ سے پایا جاتا ہی۔

(۱) اس سبب سے ہوتا ہی کہ دونون چیزون مین تماثل کے ساتھ شباہت ہوتی ہی یعنے دونون مین اتحاد نوعی معلوم ہوتا ہی جیسے سفیدی و زردی کیونکہ قوت واہمہ ان دونون کو دو مثل خیال کرتی ہے اس جہت سے کہ یہ دونون قریب قریب ہین زیادہ مخالفت باہم نہین رکھتے اسلیے وہم انکو نوع واحد سمجھتا ہی حالانکہ سفیدی و زردی دو متماثل چیزین نہین کیونکہ تماثل یہ ہی کہ دو چیزون مین حقیقت یعنے نوع مین اتحاد ہو اور تعین مین اختلاف ہو حالانکہ سفیدی و زردی مین اختلاف نوعی ہی اور نہ دونون متضاد ہین کیونکہ متضاد ایسی دو چیزین ہوتی ہین کہ اُن مین انتہا درجہ کا خلاف ہوتا ہی اور ظاہر ہی کہ سفیدی و زردی مین انتہا درجہ کا خلاف نہین بلکہ ایسا خلاف سفیدی و سیاہی مین ہی البتہ عقل یہ جانتی ہی کہ سفیدی و زردی دو نون نوع متباین ہین جو ایک جنس کے تلے داخل ہین اور وہ جنس رنگ ہے

ناسخ

سفید آگے ترے چاند اور سورج زرد ہی ظاہر	یہ ہی اکسیر سونے کی وہ ہی اکسیر چاندی کی

نصیر

قوس قزح نہین ہی کہ سیلی رکھے ہی چرخ	دو جس مین تار سرخ ہین اور ایک تار سبز

مصحفی

گلو نکو رنگ مین یک سان نہ دیکھا	نظر آئے کہین زرد اور کہین سرخ

سرخ و سبز اسی طرح زرد و سرخ مین تماثل کے ساتھ مشابہت ہے۔

فائدہ چونکہ وہم ایسی دو چیزون کو جن مین شبہ تماثل ہو ہم مثل قرار دیتا ہی اسلیے شعر ذیل کے دوسرے مصرع مین چار موجون کا جمع ہونا اچھا معلوم ہوتا ہی۔

غالب

چار موج اٹھتی ہی طوفان طرب سے ہر سو | موج گل موج شفق موج صبا موج شراب

اسلیے کہ وہم نے یہ توہم کیا کہ چار موجین نوع واحد سے ہین وہ طوفان طرب ہی اور عوارض مین مختلف ہو گئی ہین اور عقل جانتی ہی کہ وہ متباین چیزین ہین اسی طرح سودا کے شعرون مین چار چیزون کا جمع کرنا اچھا معلوم ہوتا ہی۔

جس کے تو پاس نہووے تو اُسے عالم مین | مجلس و شادی و تنہائی و غم چارون ایک

وہم نے مجلس اور شادی اور تنہائی اور غم کو جمع کر دیا ہی اور اشتراک اُن مین معشوق کی مفارقت کا صدمہ قرار دیا ہی حالانکہ اُن مین نہایت تباعد ہی۔

ولہ

کر دیا بل مین کرشمے نے تری آنکھون کے | مسجد و میکدہ و دیر و حرم چارون ایک

وہم نے مسجد و میکدہ و دیر و حرم کو جمع کیا ہی اور اشتراک ان مین کرشمۂ معشوق کا فعل قرار دیا ہی حالانکہ ان مین نہایت تباین ہی۔

ولہ

طبع انسان مین ترے عدل سے رکھتے ہین اثر | حنظل و آب بقا شربت و سم چارون ایک

جامع وہمی کی وجہ سے حنظل اور آب بقا اور شربت اور سم کا جمع ہونا اچھا معلوم ہوتا ہی اور وہم کو یہ متوہم ہوتا ہی کہ چارون ایک نوع سے ہین اور وہ انسان کی طبع مین ایک سا اثر کرتا ہی صرف عوارض مین مختلف ہو گئے ہین چنانچہ حنظل ایک تلخ پھل ہی اور آب بقا ایک خاص قسم کا پانی ہے جو ظلمات مین موجود ہے اور شربت ایک سیال اور شیرین چیز ہی اور سم ایک حجری جسم ہی مگر چارون عقل اور حس کے نزدیک متباین ہین وہم ان کو ایک نوع سے مانتا ہی اور اگرچہ عدل ممدوح کا ضامن ہونے سے چارون چیزون مین ایک سا اثر پیدا ہو جانا ایک امر عقلی ہی لیکن وہم اس معقول کو بوجہ کمال ادعاے ظہور اُسکے بمنزلۂ محسوس کے قرار دے لیتا ہی۔

(۲) جامع وہمی تضاد کی وجہ سے ہوتا ہی اور تضاد یہ ہی کہ وہ ایسی وجودی چیزون مین جو

ایک محل مین متعاقب طور پر وارد ہوسکتی ہون انتہا درجے کی مخالفت ہو پس ایجاب و سلب اور عدم
وملکہ کا تقابل تضاد مین داخل نہ ٹھہرے گا کیونکہ اگرچہ یہان بھی مخالفت ہوتی ہی مگر یہان دونون
چیزین وجودی نہین ہین اور اس قید سے کہ دونون ایک محل مین وارد ہوسکین یہ ثابت ہوا کہ دونون
اعراض کے قبیل سے ہون نہ اجسام کے اور اس قید سے کہ دونون مین انتہا درجے کا خلاف ہو تعاند
بھی نکل گیا کیونکہ تعاند مین انتہا درجے کا خلاف نہین ہوتا چنانچہ سیاہی اور سرخی اسی طرح سفیدی اور
زردی مین تعاند ہی تضاد نہین اگر تضاد کی تعریف مین انتہا درجے کا خلاف ماخوذ نہوتا تو تعاند بھی
تضاد مین داخل رہتا کیونکہ تضاد حقیقی کی تعریف مین انتہا درجے کا خلاف ماخوذ ہی اور تضاد مشہوری مین یہ ماخوذ نہین پس
تضاد مشہوری تعاند کو بھی شامل ہی تضاد حقیقی کی مثال محسوسات مین سفیدی و سیاہی ہے
جیسے کہین کہ سفیدی اچھی ہی اور سیاہی بری ہی اور معقولات مین اسکی مثال ایمان و کفر ہے
جیسے ایمان اچھا ہی اور کفر برا ہے حق یہ ہی کہ ایمان و کفر مین تقابل عدم وملکہ کا ہے کیونکہ ایمان اُس
چیز کی تصدیق و اقرار کو کہتے ہین جس کی نسبت یہ معلوم ہوجائے کہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے پاس سے لائے ہین جیسے خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت اور حشر ونشر کا حال اور
کفر عدم ایمان ہے اُس چیز سے جسکی شان سے یہ ہی کہ ایمان لائے پس ایمان ملکہ ہوا اور کفر اُسکا
عدم ہوا اور کبھی یون کہتے ہین کہ اُن چیزون مین سے جن کی نسبت علم ہوجائے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم یہ اللہ کے پاس سے لائے ہین کسی ایک کا انکار کرنا کفر ہی پس اس صورت مین
دونون وجودی ہونگے اور وہ بھی تضاد کے قبیل سے ہی جو ان چیزون کے ساتھ متصف ہو
جیسے سفید و سیاہ اور مومن و کافر۔

ظفر

کوئی جانباز یونکو عاشق جان باز سے پوچھو
کہ ہین یہ کام مشکل کتنے اور آسان کتنے ہین
سمجھنا عشق کو آفت اور اس آفت مین جا پھنسنا
غرض دانا بھی ہم کتنے ہین اور نادان کتنے ہین
کسی دن کھینچکر تیغ امتحان کر اپنے بازو کا
کہ دیتے جان کتنے اور بچاتے جان کتنے ہین

خرد

ہماری اُن کی صحبت آہ ابر و برق کی سی ہے
ہم اُنکو دیکھکر روتے ہین اور وہ ہم پہ ہنستے ہین

سودا

عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر
ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام

میر حسن

آہ غیرون کو میسر ہو ترے وصل کا دن ۔ اور یون ہجر کی اس دل کو شب تار ملے

فیاض الرحمن خواجہ

اس بت کی طبیعت سے عداوت نہین جاتی ۔ اور دل سے مرے اسکی محبت نہین جاتی

نظام رامپوری

نظام کس کا گلہ اپنی اپنی قسمت ہے ۔ وصال غیر کو ہوا اور فراق یار مجھے

ناسخ

کوئی گرڈی ہے اور کوئی اٹھی ۔ نمکین کوئی کوئی کھٹ مٹھی

مذاق

جس کی طفلی جانے والی اور شباب آنے کو ہے ۔ مژدہ اے رندو کہ وہ مست شراب آنے کو ہے

امیر

اے طول جدائی یہ نیا ہے ترا اندھیر ۔ دن سارے زمانے مین ہی اور شب مرے گھر آج

ظفر

اگر غنچہ نہو دلگیر خندان گردش گل ہو ۔ ظفر اس باغ مین سمجھے ہی شادی اور غم پہلے

فضل الدین فیاض

سب بہی خواہ ہوئی فیاض تو ہی خاطر جمع ۔ اور بدخواہ پریشان نظر آتے ہین

اور اس شعر مین تضاد نہین۔

سید قطب الدین اشک

ہاے وہ مڑ کر نہ انکا دیکھنا وقت نزع ۔ اور میرا یاس و حسرت کی نظر سے دیکھنا

اسلیے کہ تضاد وہ مقابلہ ہی جو دو ایسی وجودی چیزون مین ہو جو ایک محل مین وارد ہو سکتی ہون اور یہان مقابلہ سلب و ایجاب کا ہی اسلیے کہ پہلا جملہ موجبہ ہی اور دوسرا سالبہ۔

(۳) کبھی تضاد کی شباہت ہوتی ہی جیسے زمین و آسمان ظاہر ہی کہ دونون وجودی ہین انمین سے ایک نہایت پست ہی اور دوسرا نہایت مرتفع ہی اور تضاد کی شباہت کے یہی معنی ہین کہ ایک نہایت پست ہی اور دوسرا نہایت بلند ہی اور متضاد نہین اسلیے ایک محل پر دونون وارد نہین ہو سکتے کیونکہ دونون اجسام سے ہین اعراض نہین ہین اور نہ دونون سیاہ و سفید کی طرح ہین

کیونکہ پست ہونے اور بلند ہونے کا وصف زمین اور آسمان کے مفہوم مین داخل نہین بخلاف سیاہ و سفید کے کہ سیاہی و سفیدی کا وصف دونون کی ذات مین داخل ہو اسی قبیل سے ہے یہ شعر حالی کا۔

اثر فیض عام سے اُسکے	کعبہ آباد و میکدہ معمور

کعبہ اور میکدہ مین شبہ تضاد ہے۔

رنج

ہے زمین جائے قرار خاکیان	اور گردون مسکن افلاکیان

لطف

ہزارون رنج و غم ہین خانۂ دل مین نہین کھلتا	کہ صاحب خانہ ان مین کتنے اور مہمان کتنے ہین
سفر دنیا سے ہو درپیش سب کو پر خدا جانے	کہ بے سامان ہین کتنے اور باسامان کتنے ہین

کشن پرشاد شاد

پانون پڑنے سے نکر منع مجھے تو ای یار	غیر کا سر یہ نہین اور یہ قدم غیر نہین

سر و قدم مین شبہ تضاد ہو۔

مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی

آسمان ایسا بلند اور زمین ایسی فراخ	خاک و باد و آب و ہوا روشنی شمس و قمر

تنبیہ تضاد اور شبہ تضاد مین اس سبب سے جامع پیدا ہوتا ہے کہ وہم اسکو بمنزلے تضائف کے بنا لیتا ہے پس یہی باعث ہے کہ جب ایک ضد خاطر مین گذرتی ہو تو دوسری بھی اکثر اوقات خیال مین آجاتی ہو اور یہ خاطر مین گذرنا وہم کی رو سے ہے نہ عقل کی رو سے کیونکہ عقل جب ان مین سے کسی ایک کا تعقل کرتی ہو تو دوسرے کو بھلا دیتی ہو بخلاف متضائفین کے کہ ان مین سے جب ایک عقل مین خطور کرتا ہو تو دوسرا بھی ضرور خطور کرتا ہے

جامع خیالی

وہ ایک امر ہو جسکے سبب سے خیال چاہتا ہو کہ دو جملے قوت مفکرہ مین جمع ہو جائین اور یہ اس سبب سے ہوتا ہو کہ عطف کرنے سے پہلے ان دونون کے درمیان خیال مین قرب ہوتا ہو اور اس قرب کے اسباب مختلف ہین یہی وجہ ہو کہ جو صورتین خیال مین ثابت ہو جاتی ہین وہ از روے ترتیب و وضوح کے مختلف ہو جاتی ہین کیونکہ بعض صورتین ایسی ہین کہ ایک شخص کے خیال مین وہ ایک دوسرے سے

علیحدہ نہین ہوتین اور دوسرے شخص کے خیال مین وہی صورتین آپس مین جمع نہین ہوتین
اور بعض ایسی صورتین ہین کہ ایک شخص کے خیال سے بالکل غائب ہی نہین ہوتین
اور دوسرے شخص کے خیال مین وہ ہرگز آتی ہی نہین جب یہ حال ہے تو ایسے دو جملون
کے اجتماع کے واسطے اسباب بھی مختلف ہونگے پس ایسے خیال کا جاننا ضروری ہے
جو الفت طبیعت اور عادت سے پیدا ہوے مثلاً کہین یار کا قامت دیکھا
اور قیامت کے قائل ہوئے اجتماع قامت اور قیامت کا خیال
مین فتنون کے سبب سے ہے۔

ہوس

غم دست افسوس مل رہا تھا		اور دور شراب چل رہا تھا

اجتماع غم کے دست افسوس ملنے اور دور شراب چلنے کا خیال مین بے فکری کی وجہ سے ہے

سودا

جو گوش ہوش تو رکھتا ہو تو برابر ہے		صداے نغمۂ داؤد و نالۂ دل زار

اجتماع نغمۂ داؤد اور نالۂ دل زار کا خیال مین سوز و گداز کی وجہ سے ہے۔

ناظم

کلام سخت کہنگر کیسے وہ ہم پر برستے ہین		اک اُنکے لعل مین اور لعل سے پتھر برستے ہین

انشا

تصور عرش پر ہے اور سر ہے پاے ساقی پر		غرض کچھ اور دُھن مین اس گھڑی میخوار بیٹھے ہین

اور یہ خیالی اُمور شاعری کے طریقے پر ہین اور اس قسم کے آدمیون کے دل مین خوب جمے ہوئے ہوتے ہین اگر عام لوگ انکو سنتے ہین تو پسند نہین کرتے۔

جملہ حالیہ

اگر دوسرا جملہ متکلم کے زعم مین پہلے جملے کی قید ہو تو وہ دوسرا جملہ اس موقع پر حالیہ ہوگا اور جملۂ حالیہ
کی شرط یہ ہے کہ خبریہ ہو نہ انشائیہ اسلیے کہ حال اگرچہ معنی کی رو سے مثل خبر مبتدا کے ہے لیکن جو نسبت
حکم خبری کی قید ہے اسلیے چاہیے کہ مقید کے باقی رہنے تک ثابت اور باقی رہے اور انشا کے لیے
خارج کہین ہوتا بلکہ لفظ سے ظاہر ہوتی ہے اور لفظ کے زوال سے زائل ہو جاتی ہے اسلیے قید بننے کی

صلاحیت نہین رکھتی یہی وجہ ہی کہ جملۂ انشائیہ شرط اور ظرف اور صفت نہین ہوتا مگر بہت ہی کم۔

محمد اسحاق خان تمنا

اپنی تو یہ صورت ہی کہ جون بلبل تصویر
پرواز کی طاقت نہین اور پاس چمن ہے

جملہ پاس چمن ہے جو معطوف ہی جملۂ پرواز کی طاقت نہین پر اور حال بھی ہی چونکہ یہ دونون جملے افادے مین متصل ایک دوسرے کے ہین تو ربط کلام اور افادے کے واسطے عطف کیا گیا تاکہ جمعیت پر دلالت کرے یعنی پرواز کی طاقت کا نہونا اور چمن کا پاس ہونا دونون ایک وقت مین تھے۔

غالب

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکران کے لیے

مدح باقی ہی جملہ حالیہ ہی یعنی ایسی حالت مین ورق تمام ہوا ہی کہ مدح باقی ہی۔

حالی

در کلینا ہون اور رہون بے آب
ماہ کامل ہون اور رہون بے نور

چشمہ پیدا و کاروان تشنہ
بادہ پر زور و انجمن مخمور ؛

وصل کا حسن اور خوبی

یہ بات ضرور ہی کہ دونون جملون مین کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہو جو عطفون کی صحت کو چاہتی ہو مثلاً دونون جملے لفظاً و معناً انشائیہ ہون یا صرف معناً انشائیہ ہون یا لفظاً و معناً خبریہ ہون یا صرف معناً خبریہ ہون اور ان مین کوئی جامع عقلی یا وہمی یا خیالی پایا جاتا ہو اور دونون جملون کی خوبی مین یہ بات داخل ہی کہ ان مین آپس مین تناسب قائم ہو اور تناسب یہ ہی کہ دونون اسمیہ ہون جیسے۔

ناسخ

پان دسی کو دیکھکے بولا حجت ظریف
ثابت ہوا کہ مرد ہی سرخ اور زن کبود

معصوم علی

تو رحیم اور گنہگار رہون مین
مغفرت کا امیدوار رہون مین

العالم

دقت ساز خال چہرہ دست کو نسبت ہی کیا
روم ہی نزدیک زنگ اور زنگ ہی لندن کے پاس

فگار

کہا یوسف ہے گو تو مجھ پہ عاشق
اور اپنی عاشقی مین بھی ہے صادق

ظفر

ہو وہ جان جہان نہ ہرگز دوست	اور دشمن ہو اک جہان اپنا

ولہ

کیا تماشا ہی کہ ہو خرقہ سے آلودہ تمام	اور ہے اسیر غرور پاک دامانی مجھے

ولہ

دان ارادہ آج اُس قاتل کے دلمین ور ہی	اور یان کچھ آرزو بسمل کے دل مین ور ہے

ممتاز

سکونت ہند کی میرے ستانیکو نہ کچھ کم ہے	اور اسپر دریے آزار بار بے چرخ ظلم ہے

محمد یحییٰ الیقین

ہی خواہش دل نامے کی تحریر سے باہر	اور یا رے طلب جادہ تقریر سے باہر

یا دونوں فعلیہ ہوں اور پھر فعلیوں کا تناسب یہ ہے کہ دونوں جملوں مین ایک سے فعل ہوں شلاً دونوں جملوں مین فعل ماضی مطلق ہو جیسے۔

سودا

دل یار کی ہرگز نہ سر زلف سے چھوٹا	اور اُس کو سر بار مجھ عشق نے کوٹا

حسرت

حسرت اب دیوانگی تیری ہی کا ہی دور دورہ	دن گئے فرہاد کے اور دور مجنون ہو چکا ؎

گلزار نسیم

گلچین نے وہ پھول جب اُڑایا	اور غنچہ صبح کھل کھلایا ؎

یا دونوں مین فعل ماضی بعید ہو جیسے۔

آزاد

تھا انھون نے ابھی دفتر نہ سمیٹا اپنا	اور نہ تھا علم نے طومار لپیٹا اپنا

یا دونوں جگہہ فعل ماضی استمراری ہو جیسے۔

ولہ

تھا کوئی دوش پہ خورجین اٹھائے آتا	اور بغل مین کوئی بیگ اپنا دبائے آتا

اگرچہ لاتا تھا اور آتا تھا ماضی استمراری کے صیغے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فاعل سے وہ فعل چند مرتبہ صادر ہوا ہے مگر یہاں اُنسے معنی اتفاق کے تراوش پاتے ہیں یعنی اتفاقات سے کسی کا خود جبین دوش پر اُٹھائے لانا اور کسی کا بغل میں اپنا بیگ بائے آنا دیکھا یا بجسب اتفاق کسی کا دوش پر خود جبین اُٹھائے لانا اور کسی کا بغل میں بیگ دبائے آنا واقع ہوا۔

حالی

اُسکے استغنا سے جھک جاتا تھا سر مغرور کا ۔۔ اور عنایت سے کنول کھل جاتا تھا مزدور کا

یہاں جھک جاتا تھا اور کھل جاتا تھا سر کے مکرر جھک جاتے اور کنول کے مکرر کھل جانے پر دلالت کرتے ہیں

ولہ

پاؤن اُٹھتا تھا اُس کا بن کی طرف ۔۔ اور کھنچتا تھا دل وطن کی طرف

یا دونون جگہ فعل مضارع ہو جیسے۔

بیان

سو برس میں نہ نکلے دل کی خلش ۔۔ اور نکلے تو آن میں نکلے

ظفر

ساتھ غیرونکے پیے تو بادۂ عشرت کے گھونٹ ۔۔ اور ہم تجھ بن پئین خونابۂ حسرت کے گھونٹ

میر حسن

یون رکھے تو اپنا زانو ناکسان کے زیر سر ۔۔ اور نہووے سنگ بھی مجھ ناتوان کے زیر سر

یا دونون جگہ فعل حال ہو جیسے۔

ناسخ

منھ کا سامان کرتی ہے پیدا ۔۔ اور باران کرتی ہے پیدا

محی الدین فوق

ہیچ ہو کرنے ہی سے کچھ کام ہوا کرتا ہے ۔۔ اور پھر کام ہی سے نام ہوا کرتا ہے

ظفر

یا تو وہ جانتا ہی جو ہی مرے جی کا خیال ۔۔ اور یا بار خدایا مرا جی جانتا ہے

ولہ

مے گلرنگ ترے ساتھ عدو پیتے ہین ۔۔ اور ہم رشک سے یان اپنا لہو پیتے ہین

غالب

بسکہ لیتا ہون ہر مہینے قرض | اور رہتی ہے سود کی تکرار

یا دونون جگہ استقبال ہو جیسے۔

ظفر

دوگے جو اک بوسہ برابر سو کے صنم ہم سمجھینگے | اور تمھین بھی حاتم عہد اللہ کی قسم ہم سمجھین گے

مولوی عبدالرحمن راسخ

صبر پڑجائیگا تیری جان پر | اور رہیگا قید خانہ تیرا گھر

مگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ معطوف علیہ یا معطوف مین سے کسی ایک کے ساتھ کوئی خاص مطلب متعلق ہوتا ہے تو اس تناسب لفظی کو ترک کر دیا جاتا ہے مثلاً ایک مین تجدد مقصود ہو اور دوسرے مین ثبوت تو ایک جگہ فعل لائینگے اور دوسری جگہ اسم جیسے۔

انیس

مائل بہ سفیدی ہوا رنگ رخ مہتاب | اور دیدۂ مردم سے سفر کرنے لگا خواب

پہلے جملے مین ثبوت مقصود تھا اسلیے اسم لائے اور دوسرے مین تجدد مقصود تھا اسلیے فعل ذکر کیا

ذوق

بزم رنگین مین تری رنگ طرب ہو سرزد | اور تری خاطر اقدس پہ کبھی آئے نہ رنج

اس مین بھی وہی حال ہے۔

مومن

کب گل کھلے گا دیکھیے ہے فصل گل تو دور | اور سوے دشت بھاگنے مین کچھ ابھی سے ہم

اِس مین بھی وہی حال ہے۔

جرأت

آہ غیرون کو میسر ہو ترے وصل کا دن | اور یون ہجر کی اس دل کو شب تار رہے

میر

جب ہوا کچھ شعر کا رتبہ بلند | اور مولانا لگے کرنے پسند

گویا

گولی سی لگی آکے جو ٹوٹا کوئی تارا | اور ہے مہ نو خنجر عریان کے برابر

یہان پہلے مین تجدد ہی اور دوسرے مین ثبوت۔

حالی

مصر مین قحط جب پڑا آ کر | اور ہوئی قوم بھوک سے مضطر

کبھی ایک جگہ ماضی مقصود ہوتی ہی اور دوسری جگہ حال جیسے۔

اُسکی کمند زلف نے باندھے کسی کے پانون | مولفہ | اور کاٹتا ہے خنجر بران کسی کے ہاتھہ

باندھے صیغۂ جمع ماضی مطلق ہے اور کاٹتا ہے صیغۂ واحد حال ہے۔

غالب

نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب | لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہی

کبھی ایک مین ماضی کا ارادہ ہوتا ہی اور دوسرے مین مستقبل کا جیسے۔

آزاد

لیجائیگا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئے گا | دیکھو کمایا کسنے ہی اور کون اُڑائے گا

کبھی ایک مین اطلاق اور دوسرے مین تقیید کا ارادہ کرتے ہین مثلاً ایک جگہ شرط کیساتھ مقید کردیتے اور دوسری جگہ مقید نہین کرتے اور ظاہر ہی کہ شرط جزا کے لیے قید ہوتی ہی جیسے۔

مولوی عبد الرحمن راسخ

رات کو کم سو اگر ہے تجھکو ڈر | اور وقت صبح استغفار کر
زہر اگر کھاوے ولی تو نوش ہو | اور طالب کھاتے ہی بیہوش ہو

دونون مثالون مین معطوف علیہ شرط کے ساتھ مقید ہی اور معطوف مطلق ہی۔

سودا

بس ہو تو رکھون آنکھ نہین اُس آفت جان کو | اور دیکھنے دون مین نہ زمین کو نہ زمان کو

اس مین بھی معطوف علیہ شرط کے ساتھ مقید ہی اور معطوف مطلق۔

ذوق

تم کو ہم کرم مجھے جفا کو ہم وفا سمجھے | اور اسپر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بت سے خدا سمجھے

معطوف علیہ مطلق ہی اور معطوف شرط کے ساتھ مقید ہی۔

جرأت

بات ہی دل تو وہ کرتا نہین مجھ سے کبھی | اور جو بولے بھی کبھی منھ سے تو شرمایا ہوا

معطوف علیہ مطلق ہی اور معطوف شرط کے ساتھ مقید ہی۔

ظفر

بند کر کھنا چشم کا غافل ہی عین مصلحت | اور اگر کھولے تو کھول آنکھیں خبرداری سے پھر

اس میں بھی معطوف علیہ مطلق ہی اور معطوف مقید ہی۔
کبھی دونوں کو مقید کرتے ہیں جیسے۔

حالی

سر سری فیصلہ تو یہ ہے اگر تم مانو | اور نہیں مانتے گر بات مری تم جانو

درد

ہی خوف اگر جی میں تو ہی تیرے غضب سے | اور دل میں بھروسا ہی تو ہی تیرے کرم کا

ظفر

روئے جو دل کھول کر ٹکڑے جگر ہونے لگا | اور اگر رونے کو روکا درد سر ہونے لگا

الستا

گر بھروسا ہی ہمیں اب تو بھروسا ہے ترا | اور تکیہ ہے اگر تیرے ہی در کا تکیہ

متفرق فوائد

وصل میں یہ ضرور نہیں کہ حرف عطف مذکور ہی ہو کیونکہ اکثر وزن شعر کی ضرورت سے ساقط کر دیا جاتا ہی اور کہیں بغیر ضرورت کے بھی حذف کر دیتے ہیں بعض مقام پر اس کے حذف سے حسن پیدا ہو جاتا ہے جیسے۔

انیس

عنقا گوگرد سُرخ پارس اکسیر | یہ سب ملتے ہیں دوست کم ملتا ہی

ولہ

نازک مزاج نسترن اندام تیز رو | گردوں مسیر بادیہ پیما و برق دو
ھر ھرے تند بو سے سبک رو ہوا سے تیز | چالاک فہم دنگرسے ذہن رسا سے تیز
ذی جاہ تھا سعید تھا فیروز بخت تھا | رہوار کیا ہوا یہ سلیمان کا تخت تھا

سمٹا جما اڑا اودھر آیا ادھر گیا
چمکا پھرا جمال دکھایا ٹھہر گیا

یار محمد خان شوکت

رنگ گل حسن چمن بوے سمن لطف بہار | چشم بد دور مرے یار گل اندام مین ہین

امیر

دیکھیے جس کو وہ ہے حسن مین یکتاے جہان | لب دہن چشم مژہ زلف مژہ عارض

خاصکر اعداد کے درمیان نہین نہ لانا زیادتی فصاحت و بلاغت کا موجب ہے جیسے۔

انشا

ایک دو تین چار پانچ چھ سات | آٹھ نو دس ہوے بس اکتالیس

اگر اعداد مین حرف عطف لائین تو فصاحت مین فرق آجائے۔
واو عطف کو تلفظ مین نہین لاتے کیونکہ اسکا تلفظ مخل فصاحت ہی جیسے۔

سودا

یک دم ترے چچا کو نہ دیتی تھی خلق چین | دار الامارت آگے یہ گیتی تھی دن و رین

ولہ

محمد عادل و کامل و عاقل | محمد ہے جو کچھ تھا اُس کے قابل

باوجودیکہ واؤ دو کلمون یا دو جملون کو ایک حکم مین شامل کرتا ہے اور یا تردید کے لیے آتا ہے یعنے دو مین سے ایک کے ہونے کو منع کرتا ہے مگر کبھی ان دونون کو جمع کر دیتے ہین اور اسوقت مین واو زائد ہوتا ہے جیسے۔

ظفر

منزل مقصود تک حسرت مجھے پہونچا گئی | اور یا ادل مری قسمت مجھے پہونچا گئی

ناسخ

ہو رنج مرے دل کو دیا ہو آرام | جز ذکر خدا مجھکو نہین ہے کچھ کام

ضرورت وزن یا رعایت قافیہ کیلیے جس لفظ کے ساتھ رابطہ لگانا چاہیے اسکے ساتھ تو نہین لگاتے اور لفظ کے ساتھ لگا دیتے ہین اور سر جملہ پر بھی فقط وزن یا رعایت قافیہ کی وجہ سے آسکتا ہی جیسے۔

سودا

ہے متوطن وہ لعین روم کا | بستی مین رکھتا ہے اثر بوم کا

ہو سکے وصف تری کرچ کا کس سے پورا | انشا ہے نمونہ اسی کا مہر درخشان کی کرن

رابطہ کبھی تامہ ہوتا ہی یعنے موجود ہی کے معنے دیتا ہی جیسے۔

داغ

جشن نوروز ہے دربار شہ والا ہے | اہل دربار ہزارون ہین یہان کم سے کم

اور رابطے کا بعد خبر کے ہونا ضرور نہین جیسا کہ توبۃ النصوح کی اس عبارت مین "سوچا کہ چلنا اب تو رکتا نہین پھر قلق سے فائدہ اور اضطراب سے حاصل"۔

حالی

اب نہ سید کا افتخار صحیح | نہ برہمن کو شدر پر ترجیح

میر

شور مطلق نہین کسو سر مین | زور باقی نہ اسپ و اشتر مین
بھوک کا ذکر اقل و اکثر مین | خانہ جنگی سے امن لشکر مین

نہ کوئی رند ہے نہ کوئی اوباش

گھر

مزاج غریبان کو کیا پوچھتے ہو | خدا کا کرم مہربانی تمھاری

ہر جملے کے بعد رابطہ لانا ضرور ہی مگر یہ کہ تمام کلمۂ سابق کو رابطہ سمجھین اور لاحق کو سابق پر معطوف کرین جیسے اس فقرے مین توبۃ النصوح کے "نہ تو ہر وقت گھر مین گھسے رہنے کی اسکی خو تھی نہ بال بچون ہی سے بہت اختلاط کرنے کی عادت"۔

ایضاً

"ادھر ان فرزند کا فریفتہ ہی ادھر مال و متاع کا دلدادہ"۔

خواجہ احسن اللہ بیان

جز خدا آشنا نہین کوئی | کشتی ٹوٹی ہے اور ساحل دور

جب معطوف علیہ اور معطوف مین نہایت اتصال منظور ہوتا ہی تو بعض لفظ جو معطوف علیہ پر لگے ہوتے ہین وہ دوبارہ معطوف پر نہین لگاتے جیسے۔

ذوق

عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم مین | با شکوہ و حشم و جاہ و نعم و صحت

اصل مین یون ہی باشکوہ و باحشم و باجاہ و بعمر و بصحت لیکن چونکہ نہایت اتصال منظور ہی اسلیے سب معطوفون کے اوپر سے با کو الگ کردیا۔

	ہوس	
باحشمت وجاہ وبُرد باری		خود چلیے براے خواستگاری

آٹھوان باغ ایجاز و اطناب ومساوات کے بیان مین

اصل مراد کے بیان کرتے ہین جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہین یا تو مدعا کے مساوی ہوتے ہین اُسکو مساوات کہتے ہین یا اُس سے کم اور ناقص الفاظ سے مدعا ادا کیا جاتا ہے مگر اُن الفاظ سے مدعا نکل آتا ہو اسکو ایجاز کہتے ہین یا اداے مدعا مین کچھ الفاظ بڑھ جاتے ہین مگر بے فائدہ نہین ہوتے اسکو اطناب کہتے ہین طراز مین لکھا ہے کہ کلام اپنے معنے کے واسطے ایسا ہے جیسا لباس قد کے واسطے پس اگر لباس قد پر درست بیٹھے کہ نہ ڈھیلا ہو نہ تنگ ہو تو یہ حال مساوات کا ہے اور اگر قد سے بڑھ جاے تو یہ حال اطناب کا ہے اور جو قد سے کم اور اُس پر تنگ ہو تو یہ حال ایجاز کا ہے الخواطر الحسان مین بیان کیا ہے کہ ایجاز دو قسم پر ہے ایک ایجاز قصر اور وہ یہ ہے کہ معنے زائد ہون لفظ سے اور حذف وہان نہو دوسرا ایجاز تقدیر اور وہ یہ ہے کہ لفظ اپنے معنے کے مساوی ہو اگر الفاظ کم ہوے اور اداے مدعا کو بھی کافی نہوے تو اس کو اخلال کہتے ہین جیسا کہ اصغر کے اس مصرع مین۔ ؎

ماناشراب مین ہی تو طاعت مین ہی ریا

اصل مراد متکلم کی یہ ہی کہ فرض کیا کہ شراب مین شر ہی تو طاعت مین بھی ریا موجود ہے الفاظ اس کلام کے ایسے ناقص ہین کہ اُن سے وہ مدعا نہین حاصل ہو سکتا اسی قبیل سے ہی غالب کے اس شعر کا دوسرا مصرع۔ ؎

داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے		ہمسے رنج بیتابی کس طرح اُٹھایا جائے

مطلب یہ ہی کہ داغ بزبان حال اظہار عجز کر رہا ہے اور شعلہ بھی بزبان حال اظہار عجز کر رہا ہے اور دونون بیتابی کی تکلیف برداشت نہین کرسکتے تو بھلا ہم سے رنج بیتابی کیونکر اُٹھے گا۔

	ولہ	
رُک گیا دیکھ روانی میری		متقابل ہے مقابل میرا

عود ہندی مین غالب کا ایک خط مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام نظر سے گزرا جس مین اس شعر کے متعلق لکھا ہی تقابل و تضاد کو کون نہ جانے گا نور ظلمت شادی و غم و راحت و رنج وجود و عدم لفظ مقابل اس مصرع مین بمعنی مرجع (دوست) ہے جیسے حریف کہ بمعنی دوست کے بھی مستعمل ہی مفہوم شعر یہ ہے کہ ہم اور دوست از روے خود عادت ضد ہمدگر مین وہ میری طبع کی روانی دیکھکر رک گیا انتہے مگر الفاظ اس کلام کے ایسے ناقص ہین کہ اُن سے مدعا حاصل نہین ہو سکتا۔ میرے نزدیک مرزا نے اس شعر کا اصلی مفہوم بیان نہ کر سکے متقابل سے مقصود بیان حریف اور عدو ہے اور مراد اس سے وہ ہے جو بتکلف مقابلے کو کھڑا ہو گیا ہو حقیقت مین قوت مقابلہ نرکھتا ہو مطلب یہ ہے کہ حریف چونکہ واقعی طور پر میرے مقابلے کے قابل نہ تھا اسلیے تاب مقابلہ نہ لا سکا اور میری روانی کے سامنے عاجز ہو گیا متقابل بتکلف مقابلہ کرنے والا اور مقابل بمعنے حریف و عدو ہے۔

ولہ

	نقش ناز بت طناز بہ آغوش رقیب		پاے طاؤس پے خامۂ مانی مانگے	

مرزا کا یہ مطلب ہی کہ آغوش رقیب مین اُس بت طناز کی تصویر ناز لینے کے لیے خامۂ مانی کے بجاے پائے طاؤس کی ضرورت ہی طاؤس حسین ہوتا ہے لیکن پاے طاؤس بدنما ہوتے ہین اسی طرح نقش ناز بت طناز خوب ہی لیکن بہ آغوش رقیب ٹھیک نہین اس مطلب کے ادا کرنے کے لیے الفاظ کافی نہین۔

ولہ

	زخم گر دب گیا لہو نہ تھما		کام گر رک گیا روا نہ ہوا	

یعنے اگرچہ ہمارا زخم دب گیا ہی لیکن ہنوز اُس سے خون جاری ہی اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارا کام رکا نہین کیونکہ اگر زخم دب جاتا اور خون بھی تھم جاتا تو اُس وقت البتہ کہہ سکتے تھے کہ کام اگر رک گیا تو بہتر نہوا یہ مضمون الفاظ کلام سے بخوبی ثابت نہین ہو سکتا اسلیے اخلال مین داخل ہے اگر لفظ مدعا سے زائد ہو اور کچھ فائدہ نہ دے تو اسکی دو صورتین ہین

ایک یہ کہ لفظ زائد متعین نہوا سے **تطویل** کہتے ہین الخواطر الحسان مین لکھا ہے کہ تطویل مین طوالت کے لیے نکتہ ضرور ہوتا ہی اور غیر متعین ہونے سے یہ مراد ہی کہ اُن مین سے کسی ایک کے گرا دینے سے معنی مطلوب متغیر نہون اور تطویل کبھی تکرار لفظی و معنوی دونون سے پیدا ہوتی ہے اس طرح کہ ایک لفظ کی بغیر کسی نکتے کے تکرار کی جاتی ہی۔

بہار دانش

چلاچل چلاچل کئی دن کے بعد ۔ اٹھا رحمت و باد و باران و رعد

کبھی صرف تکرار معنوی سے پیدا ہوتی ہے اسطرح کہ دو مترادف بغیر کسی نکتے کے جمع کیے جاتے ہیں جیسے

منور علی آشفتہ

میرا ہی کیا قصور ہے بیتاب و بیقرار ۔ جز غیر اور کون نہین تیرے واسطے

بیتاب اور بیقرار ایک معنے مین ہین انکی جمع کرنے مین کچھ فائدہ نہین لپس تطویل ہے اسی قبیل سے ہے میرانیس کا یہ شعر ؎

ہر دم ہے عنایات خدا سے مدد غیب ۔ شک اس مین نہین بندہ شبیر ہون لاریب

شک اس مین نہین اور لاریب غیر متعین زائد ہین۔

بشارت اللہ بیتاب

عاصی و گنہگار و خطاوار ہے بیتاب ۔ بسیار ہے تو دامن رحمت مین چھپالے

عاصی و گنہگار و خطاوار یہ تینون ایک معنی مین ہین۔

داغ

خسرو نامور و بادشہ نام آور ۔ شان مین جسکی کیا داغ نے مطلع یہ رقم

حالی

رہ گئے جو نئے پندار کے تھے متوالے ۔ پڑھ گئے پیشہ و مزدوری و محنت والے

ملتفی

بہت مین نے دیکھا فراز و نشیب ۔ نکو مجھ سے گفتار مکر و فریب

ولہ

سوار اُس پہ ہو کر پل شیر زاد ۔ نہایت ہوا دل مین مسرور و شاد

مثنوی سعدین

پاس احباب روز و شب ہیتے ۔ بات اندر ز و پند کی کہتے

ہوس

بستر ہے پر آب یہ اسے خرد مند
مت مجھکو نہ کر نصیحت و پند

واسطی

چھپا ہے مطبع مین دیوان امیر احمد کا — کہین زمانے مین جسکا نہین شبیہ و نظیر

مشتاق

دیکھ کر عقد ثریا کو فلک پر اے ماہ — سر پر نور وضیا کا ترے جھوم جانا

مہر

ہارے ہین نہ ہارین اُنسے جیتے گا کوئی کیونکر — وہ اِک اِک بات پر انکار کرتے ہین مکرتے ہین

ظفر

ہمنے جون طفل دبستان محبت مین ظفر — پھینکا آخر ورق دانش و فرہنگ مڑوڑ

ناسخ

ناز رفتار سے پاتے ہین جسد روح روان — گرد رہ خاک شفا ہے ترے بیمارون کو

داغ

نام لیجے اگر اُس کا تو اُسی دم کھلجائے — عقدۂ کار ہو کیسا ہی جو دشوار و اہم

دوسرے یہ کہ متعین ہو اور متعین ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر ایک کے گرا دینے سے معنی متغیر ہون اور دوسرے کے گرا دینے سے متغیر نہون تو دوسرا زائد ہوگا اور اس مین اس بات کا اعتبار نہین ہے کہ فلان آگے ہو اور فلان پیچھے ایسے لفظ کو حشو کہتے ہین حشو کے لغوی معنی بھرتی کے ہین جو تکیون کے اندر بھرتے ہین اور اصطلاح مین اُس لفظ سے مراد ہے جو قبل از تمام کلام ذکر کرین اور معنی مقصود بے اُس کے بھی پورے ہو سکتے ہون یعنی مطلب کو ایسے الفاظ سے ادا کیا جائے کہ اُس سے کم الفاظ مین ادا ہو سکتا ہو پس وہ لفظ جو ادائے مدعا کے واسطے ضرور نہین یعنی مطلب بغیر اُسکے پورا ہو گیا وہی حشو ہے اور یہ بھی دو قسم ہے ایک **حشو مفسد** یعنی کلام مین فساد پیدا کرنے والا جیسے۔

میر حسن

بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے — خدا نے کیا اپنا محبوب اُسے

سمجھ بوجھکر حشو ہے کیونکہ معنے بدون اُسکے تمام ہوتے ہین اور زیادتی کے لیے متعین بھی ہے اور مفسد اسلیے ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ فاعل حقیقی کبھی بے سمجھے بوجھے بھی بنایا کرتا ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قسم کی مخلوقات سے ہین جسکو سمجھ بوجھکر اُسنے بنایا۔ دوسرا

حشو غیر مفسد اور اسکی تین قسمین ہین۔

(الف) حشو قبیح کہ کلام اُسکے سبب سے بے لطف اور کم رتبہ ہوجائے جیسے۔

نفستی

سخن گو ے روشن دل ہوشمند
یہ کہتا ہے زیر سپہر بلند

ولہ

وہ سفتے ہین تو بیہودہ ہین دان فلک
زیادہ نمود ہیرزیر فلک

ولہ

لگا کرنے صید افگنی بعد جنگ
خوشی سے تہ چرخ فیروزہ رنگ

شعر اول ہین زیر سپہر بلند اور شعر دوم مین زیر فلک اور شعر سوم مین تہ چرخ فیروزہ رنگ حشو قبیح ہے اور یہ زیادتی کے لیے متعین بھی ہی اور مفسد نہین۔

منہ

بناچار چاہا کہ پھر جائیے
طرف اپنے لشکر کے پھر آئیے

پھر آئیے حشو قبیح ہے۔

دبیر

دو حرف لفظ لب مین ہین اک لام ایک با
ہوتے ہین میرلام کے دو بجے کے واہ وا

واہ وا حشو قبیح ہے۔

منہ

شہ نے کہا یہ ضربت ہوش و حواس ہے
واللہ واہ حق ترا جوہر شناس ہے

واہ زائد محض اور حشو قبیح ہی۔

ولہ

تا سال ابد ہو نہ اس آئینے کی تمثال

سال حشو قبیح ہے۔

منہ

آنکھون کی تری روغن بادام سے بہتر
عارض کا پسینہ ہی گلاب گل احمر

گل احمر حشو قبیح ہے

عباس

گرے گر خواب مین قندیل روشن | ترا ہو نام بے تمثیل روشن

بے تمثیل حشو قبیح ہے۔

مثنوی یوسف زلیخا

کہا تب شاہ نے یون اُس گھڑی آہ | نہین یہ آدمی ہے حاشا اللہ

آہ حشو قبیح ہی۔

آفتاب رائے رُسوا

ہی زندگی کا لطف تب اے خضر خوش اوقات | جب ہاتھ مین ساقی کے صراحی ہو سبو ہو

خوش اوقات حشو قبیح ہی اور دلیل اس پر یہ ہی کہ جب خضر کو یہ چیزین میسر نہین تو اُنکی اوقات خوش کب ہوگی۔

واجد علی شاہ

لیئے لیکر طلاق وہ گلفام | میرے پاس آئی وہ بت خود کام

بُت خود کام حشو قبیح ہی۔

رنگین

سرا ہین اپنی ہم قسمت کو رنگین | ہوے اُمت مین ایسے کی جو بے کین

لفظ بے کین حشو قبیح ہی۔

آتش

سودا ہی سر کو زلف گرہ گیر یار سے | دل بستگی ہی کافر خوش اعتقاد سے

ولہ

چہرۂ محبوب پر گیسو نہین لہرا رہے | بُت کے آگے کرتے ہین کفار ناقوس جام رقص

ناقوس جام کا لفظ حشو قبیح ہی۔

تپش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ ہے
جو ہے وارث تاج و تخت و کلاہ

جبکہ تاج کا لفظ موجود ہی تو کلاہ کا لفظ حشو قبیح ہی۔

منیر

یہ بلندی ہے اگر طاق سے شیشہ گر جائے | پہونچے بالائے زمین حشر مین بے عیب و خلل

لفظ بے عیب و خلل حشو قبیح ہی کیونکہ غرض یہان بلندی مین مبالغہ ہی اور وہ بالائے زمین حشر تک پہونچنے سے پورا ہو جاتا ہی اور شیشے کے ایسی بلندی پر سے بے عیب و خلل زمین تک پہونچنے سے کوئی غرض مقصود نہین ہی اور نہ اسکی کوئی وجہ بیان ہوئی ہی۔

(ب) **حشو متوسط** کہ نہ باعث قباحت کلام ہو نہ موجب خوبی کلام مثال اسکی۔

حالی

تندرستی کا شکر کیا ہی بتاؤ | رنج بیمار بھائیون کا بٹاؤ

جبکہ استفہام موجود ہی تو امر کے ذکر سے کچھ فائدہ نہین اور نہ نیاوتی کے لیے متعین بھی ہی اور مفسد بھی نہین۔

دبیر

کی پیمبر تو نبی نے یہ دعا بادل تغیر | کہ اے جلوہ دہ شمس و قمر مالک تقدیر

بادل تغیر حشو متوسط ہی۔

(ج) **حشو ملیح** اور وہ وہ ہی کہ کوئی کلمہ زائد مبالغہ یا دعا یا مدح یا ذم وغیرہ کے لیے لایا جائے اور اسکے لانے سے ایک نوع کی خوبی حاصل ہوتی ہی۔

مولوی جلال الدین احمد خان جلالی

ہم جلالی کو سمجھتے تھے سدا کافر عشق | یہ تو لے واے برا گبر مسلمان نکلا

مقصود بالتمثیل لفظ لے واے ہی۔

سودا

کہنے لگا وہ مجھسے کہ سودا ہزار حیف | اخاہ مین نے تجھکو نہ سمجھا تھا یان تلک

اخاہ حشو ملیح ہی جو سودا کی نسبت مبالغہ اور تعجب کا فائدہ بخشتا ہی۔

ولہ

اس آستان فلک مرتبت کی تا بہ ابد | رہے کنیز شب قدر و روز عید غلام

فلک مرتبت کا کلام کے اتمام مین کچھ دخل نہین کیونکہ جملہ دعائیہ فقط اس قدر ہی شب قدر کیطرف

روز عید غلام اس آستان کا رہے مگر حسن کلام کا موجب ہی۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

آئینہ بھی ہے تو ہی شخص تو ہی عکس تو ہی	اصل میں ایک ہیں سب تیری قسم غیر نہیں

تیری قسم کو کلام کے پورا ہونے مین کوئی دخل نہین کیونکہ تاکید کیلیے ہی فقط اتنا ہی کہ اصل مین سب ایک ہین غیر نہین مگر اس سے کلام مین خوبی پیدا ہوگی کیونکہ تاکید سے معشوق کو وثوق پیدا ہوجائیگا

بیان مساوات

اس کو اس لیے مقدم کیا کہ یہ اصل ہی اس بات مین کہ اس پر ایجاز و اطناب قیاس کیے جاتے ہین مثال اس کی۔

ذوق

ہمنے جانا تھا کف پا مین تمھارے خال ہے	لیکن اب دیکھا سویدائے دل پامال ہے

اس شعر مین کوئی لفظ ایسا نہین جو اصل مراد سے زائد ہو یا کم بلکہ پورے پورے ہین۔

سودا

کیفیت چشم اسکی مجھے یاد ہے سودا	ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

اگر کوئی کہے کہ اس شعر مین حرف ندا محذوف ہی اسلیے ایجاز کے قبیل سے ہوگا تو جواب یہ ہی کہ اس حذف سے معنی مراد کے سمجھنے مین کوئی حرج نہین ہے۔

وله

ناوک نے ترے صید نہ چھوڑا زمانے مین	تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین

ناسخ

مرا سینہ ہی مشرق آفتاب داغ ہجران کا	طلوع صبح محشر چاک ہی میرے گریبان کا

مومن

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا	جب کوئی دوسرا نہین ہوتا

قائم

قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہے جاکر کہاں کمند	دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

بیان ایجاز

ایجاز دو قسم پر ہے ایک ایجاز قصر دوسرا ایجاز حذف۔

ایجاز قصر یہ ہی کہ حذف کے ساتھ التباس ہو یعنی عبارت مین کوئی ایسا لفظ محذوف ہو جو اصل مراد کو ادا کرتا ہو جیسے۔

غالب

دہان ہر بت پیغارہ جو زنجیر رسوائی

یعنے بتان بیوفا کے حلقہائے دہن ملکر زنجیر رسوائی بنگئے ہین یا یہ کہ حدیث بیوفائی کیا ایک بت سے دوسرے تک اور دوسرے سے تیسرے تک پہونچی ہی اور اس طور پر ایک زنجیر رسوائی کی شکل نمودار ہو گئی ہے۔ اس مصرع کے معنی تو بہت سے ہین اور لفظ تھوڑے سے ہین۔

ولہ

ملنا ترا اگر نہین آسان تو سہل ہے	دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین

تحصیل دشوار آسان نہین ہوتی ہے مگر ممکن ہوتی ہے اور تحصیل محال سرے سے ممکن ہی نہین ہوتی شاعر کہتا ہی ملنا ترا آسان نہ ہو یعنے دشوار ہو تاہم سہل ہی مگر مشکل تو یہ ہی کہ دشوار بھی نہین محال ہے جس مین میرا کسی طرح قابو نہین مجبور ہون۔

ولہ

نکوہش مانع بے ربطی شور جنون آئی	ہوا ہے خندۂ احباب بخیہ جیب و دامن مین

یعنی نکوہش میرے شور جنون کی بے ربطی سے مانع آئی اور خندہ احباب کے خیال سے مین جیب و دامن کے چاک کرنے سے باز رہا پس گویا احباب کا خندہ جیب و دامن مین بخیہ ہوا ہی۔

ایجاز حذف وہ ہے کہ کوئی چیز محذوف ہو اور وہ محذوف دو حال سے خالی نہین۔

(۱) جزو جملہ ہو مثلاً مضاف محذوف ہو جیسے۔

نواب نیو تنوی

ہون وہ بیمار محبت کہ نہین تاب و توان	پنج وقتہ مری آنکھون سے ادا ہوتی ہی

یعنی نماز پنج وقتہ۔

مولوی عبد الرحمن راسخ

صدقہ ہے یہ غیر کی خوشی کا	جلتا مری قبر پر ہے گھی کا

یعنی گھی کا چراغ۔

یا موصوف محذوف ہوتا ہی جیسے۔

جرأت

کافر وہ بلا زلف سیہ ہے تری کافر
جا زیر زمین جسکے چھپا خوف سے کالا

یعنے کالا سانپ۔

حالی

کال کیا تھے ہی کس کو کہتے ہین بھوک
بھوک مین کیونکہ مرتے ہین مفلوک

یعنی مفلوک آدمی۔

نسیم

زنجیر جنون کڑی نہ پڑیو ٹھ
دیوانے کا پانٔون درمیان ہے

دیوانے کا موصوف محذوف ہی یعنی عاشق دیوانہ کا پانٔون درمیان ہی۔

امیر

ساقیا ہلکی سی لا انکے لیے
تند مے اور ایسے کم سن کے لیے

یا مضاف الیہ محذوف ہو جیسے۔

نظیر

ہر چند بھی نشے مین وہ شوخ تو بھی اُسنے
ہرگز ہمارے لب کو آنے دیا نہ لب تک

یعنے اپنے لب تک۔

غالب

یک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا
جادہ اجزائے دو عالم دست کا شیرازہ تھا

جادہ سے مراد جادۂ وحشت ہے۔

انشا

وہ جو معمار کا لڑکے تنا
مین نے پتھر بھی ڈھوے پر نہ منا

یعنے معمار کا لڑکا۔

ہوس

یارب .. سر مین شور غم رکھہ
بے غم نہ مجھے صاحب الم رکھہ

یعنے میرے سر مین شور غم رکھہ اور دوسری چیزون سے بے غم رکھہ۔

خوشتر

قسم ہے رام کی گر جان مانگو ؛
تو حاضر ہی نہین افسوس مجھکو

یعنی اگر میری جان مانگو۔

بیخود دہلی

آنکھ کہتی ہی کہ اب برباد کرتے ہین تجھے
منھ سے یہ ارشاد ہی دل مین ترا گھر ہوگیا

یعنی یا تنکی آنکھ اور میرے دل مین۔

نشاط

لطف ابرو کا تری جبکہ مجھے یاد آیا
پھر نہ محراب حرم پر دل ناشاد آیا

یعنی میرا دل ناشاد۔

یا شرط محذوف ہو جیسے۔

اسیخ

لازم ہے گرد مسافرون کا اعزاز
اعزاز نہین تو آؤ اضرار سے باز

یعنی اگر اعزاز نہین کرتے تو اضرار سے باز آؤ۔

ذوق

زیادہ ہوگا توکل سے بھی کہین روزہ
کہ اس مین آیا تو روزی ہی اور نہین روزہ

یعنی اگر نہین آیا تو روزہ ہی۔

یا جزا محذوف ہو اور یہ کبھی صرف اختصار کے لیے محذوف ہوتی ہے کوئی نکتہ معنوی مدنظر نہین ہوتا جیسے۔

حالی

کہا در ہو یہ بھی اگر بند اُس پر
کہا اُسپہ بجلی کا گرنا ہے بہتر

پہلے مصرع کے بعد جزا محذوف ہی اور وہ یہ ہے تو کیا کرنا چاہیے اور دلیل اسپر دوسرا مصرع ہے۔ اور کبھی اس غرض سے حذف کرتے ہین کہ اُسکا حذف اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ جزا ایک ایسی چیز ہی جسکو کوئی وصف گھیر نہین سکتا یا سامع جس طریق ممکن کو چاہے اختیار کرے جیسے۔

ذوق

اے ذوق شہید اُسکو کرتے ہین کئی عاشق
گرنی ہے اگر سبقت کیا دیر لگائی ہے

گرنی اہے اگر سبقت کی جزا محذوف ہی۔

یا مسندالیہ محذوف ہو چنانچہ انیس حضرت امام حسینؑ کی زبان سے حضرت زینبؑ کے سامنے کہتے ہین۔ ؎

پُرسا تمھین شہید کا دینے کو آئے ہین | کس کس کے داغ آج جگر پر اٹھائے ہین

ضمیر جمع متکلم کہ مسندالیہ ہے وہ یہان محذوف ہے۔
یا مسند محذوف ہو جیسے۔

موقوف غم میر کہ شب ہو چکی ہم دم | کل بات کو پھر باقی یہ افسانہ کہین گے

یعنی غم میر کا بیان موقوف کرتے ہین۔

ظفر

کوئی کہتا ہے جو وہ آتے ہین + | پوچھتا اُس سے جا نکر ہون کون

یعنے کون آتے ہین۔

منشی

غرض اب جیجون رہے درمیان | اِدھر ہم اُدھر تم رہو حکمران ؎

یعنی اِدھر ہم حکمران رہین اور ادھر تم حکمران رہو۔

مرزا جعفر علی شرر

اے عشق جگر سوز شرر کی تجھے سوگند | اِک شعلۂ جان سوز کہ مشتاق فنا ہون

حسرت

لخت دل گرنے لگے اب اشک گلگون ہو چکا | رحم اے آنکھو کہ جتنا تم مین تھا خون ہو چکا

یا مفعول محذوف ہو جیسے۔

جُرأت

جُرأت اب بند ہی تنخواہ تو یون کہتے ہین | کہ خدا دیوے نہ جب تک تو سلیمان کب دے

خدا نہ دیوے اور سلیمان کب دے کے مفعول محذوف ہین۔

مثنوی یوسف زلیخا

نہ کوئی یوسف کی قیمت خوب جانے | زلیخا جانے یا یعقوبؑ جانے

زلیخا جانے یا یعقوب جانے کے مفعول محذوف ہین۔
یا ظرف محذوف ہو جیسے۔

غالب

نکتہ چین ہے غمِ دل اُسکو سنائے نہ بنے | کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے

یعنی وہان کیا بات بنے۔

یا معطوف مع حرف عطف کے محذوف ہو جیسے۔

ناسخ

اُڑ وای جراح پہلے باندھ پٹی چشم سوزن پر | کسی کا درد ہوتا ہے کسی کو کب زمانے مین

یعنی پہلے چشم سوزن پر پٹی باندھ پھر ٹانکے لگا کیونکہ کسی کا درد زمانے مین کسی کو کب ہوتا ہے

احسان رامپوری

اُٹھو مین اللہ کے واعظ سے نہ بولو زندو | لیچلو اس کو اُٹھا کر مع منبر باطشہر

دوسرے مصرع کے بعد اور وہان اُسکو مار دیا اسکی خبر لو محذوف ہے۔

جرأت

تلق سے مجھے دل مضطر کا مارے ڈالے ہے | جو پیار سے جھوٹ سمجھتے ہو تم تو لاؤ ہاتھ

یعنی لاؤ ہاتھ اور دیکھ لو۔

مولوی محمد اسمٰعیل

یہ سنتے ہی چاندی کی انگوٹھی بھی گئی جل | اللہ ری طمع کی انگوٹھی تری چنچل بل

پہلے مصرع کے بعد یہ عبارت محذوف ہے اور بیٹنے لگی۔

(۲) وہ محذوف پورا جملہ ہو بلکہ کبھی جملے سے بھی زیادہ حذف کر دیتے ہین۔

سوال شرط و جزا اور معطوف بھی تو جملہ ہوتے ہین پس یہان جملے سے کیا مراد ہے۔

اب یہان جملے سے ایسا کلام مراد ہے جو فائدہ پہونچانے مین مستقل ہو دوسرے کلام کا جز نہو اور ظاہر ہے کہ شرط و جزا کا مجموعہ فائدہ پہونچاتا ہے نہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ یہی حال معطوف مع حرف عطف کا ہے۔

اور جملہ محذوف یا **سبب** ہوتا ہے مسبب مذکور کا جیسے۔

ناسخ

کہربا مین ہے کشش آہن ربا مین جذب ہے | دل نہ کیونکر ہمارا دلربا کے سامنے

یہان یہ جملہ محذوف ہے کیونکہ اُس مین بھی دلربائی ہونا ضرور ہے پس یہ جملہ محذوف سبب ہے اُس جملے کا جو دوسرے مصرع مین مذکور ہے۔

غالب

وہ مہربان ہو تو انجم کہین الٰہی شکر
وہ خشمگین ہو تو گردون کہے خدا کی پناہ

ان دونون مصرعون مین سبب محذوف ہی مطلب یہ ہی کہ اگر وہ مہربان ہو تو ستارے خدا کا شکر ادا کرین کیونکہ اس سے ان کو ترقی حاصل ہوگی اور اگر وہ ناراض ہو تو آسمان خدا سے پناہ مانگے کیونکہ اسکو اپنی تباہی کا اندیشہ ہوگا۔

یا **مسبب** ہوتا ہی سبب مذکور کا جیسے۔

آتش

دین و دُنیا و نام و عز و تمکین
خلقت کو اپنی تو نے سب کچھ بخشا
تسکین دل و قناعت و صبر و یقین
اللہ مگر ہم ترے بندے ہی نہین

چوتھے مصرع کا مسبب محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ اے اللہ تو نے ہمکو یہ چیزین اس لیے نہین بخشین شاید ہم تیرے بندے نہین ہین۔

ناسخ

پروانہ کا خون شمع پہ ثابت ہے وگرنہ
کٹتی ہے کہان شمع سر طور کی گردن

پہلا مصرع سبب ہے اور مسبب اس کا محذوف یعنی پروانہ کا خون شمع پر ثابت ہی اسلیے اُس کا سر کٹتا ہی وگرنہ الخ۔

کبھی بغیر سببیت اور مسببیت کے بھی جملے کو حذف کر دیتے ہین۔

گلزار نسیم

کل آپ بھی چلیے بہر سیر
وعدہ کر آیا ہون کہا خیر

یعنی کہا خیر ہم بھی چلینگے۔

غالب

ہر سنگ و خشت ہے صدف گوہر شکست
نقصان نہین جنون سے جو سودا کرے کوئی

یعنی ہر سنگ و خشت (جو لڑکے دیوانونکو مارتے ہین) گویا ایک صدف ہی جس سے گوہر شکست حاصل ہوتا ہی اسلیے جنون سے معاملہ کرنے مین نقصان نہین

امیر

ملنے کا وعدہ مُنھ سے تو انکے نکل گیا
پوچھی جگہ جو مین نے کہا ہنسکے خواب مین

یعنی ہنسکے کہا کہ ہم خواب مین ملینگے۔

عبدالرحمن خان احسان

کسی نے پوچھا کہ احسان غلام ہے کس کا | لبون پہ لاکے تبسم کو یہ کہا میرا

یعنی وہ میرا غلام ہے۔

حالی

تندرستی کا شکر کیا ہے بتاؤ | رنج بیمار بھائیون کا بٹاؤ

استفہام کے بعد ایک جملہ محذوف ہے یعنی تندرستی کا شکر یہ ہے کہ رنج بیمار الخ۔

سودا

جب عزم کرون گھر سے کوے دوست کو یارو | دشمن ہی مرا وہ جو کہے یہ کہ کہان کو!

یعنے تم کہان کو جاتے ہو۔

دبیر

افزون ہوا ناگہ قلق تشنہ دہانی | اعدا کی طرف دیکھ کے فرمایا کہ پانی

یعنے تم مجھکو پانی پلادو۔

شیخ الٰہی بخش تبسم

اپنے میخوار کو یون دفن نکر اے ساقی | ہو ادھر قبر مین شیشہ تو ادھر جام شراب

یعنی اے ساقی متعارف طور پر جیسا کہ رواج ہے اپنے میخوار کو دفن نکر بلکہ یون دفن کر کہ اُسکی قبر مین ایک پہلو کو شراب کا شیشہ رکھا ہوا ور دوسرے پہلو کو جام رکھا ہو بس دبلکہ یون دفن کر جملہ مبین محذوف ہے اور بیان اُسکا دوسرا مصرع ہے۔

فطرت

جب کہا دل سے نہو خوار کہا تجھکو کیا | زلف مین مست ہو گرفتار کہا تجھکو کیا

یعنی جب مین نے دل سے کہا زلف مین مست ہو گرفتار الخ۔

دو جملون کے حذف کی مثال۔

غالب

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئی | اُٹھا اور اُٹھکے قدم مین نے پاسبان کے لئے

یعنی پہلے وہ گدا سمجھ کے خاموش تھا لیکن میری جو شامت آئی تو مین اُٹھا اور مین نے اُٹھکے قدم

پاسبان کے ٹلیے (جس سے وہ مجھکو جان گیا اور مجھے اپنے روبرو نہ رہنے دیا)۔ کبھی شرط و جزا کے دونوں جملے محذوف ہوتے ہیں جیسے میر حسین تسکین دہلوی کے قول میں ؎

اُس بزم میں آتا نہیں توبہ کا ذرا پاس | ناصح مجھے ساقی نے دیا جام نہ ہوگا؛

یعنی اگر جام دیتا تو توبہ کا پاس نہ کرتا۔

تکرار مفعول کے مقام پر بھی جملۂ محذوف ہوتا ہے جیسے پیاسا کہے پانی پانی یعنے مجھے پانی دو مجھے پانی دو۔ ؎

ساقی مے دے کہ اہل مجلس | پانی پانی پکارتے ہیں ؎

سودا

اس کو ہرگز نہیں حیا سے لگاؤ | جائے تو یہ کہے بلاؤ بلاؤ ؎

ناسخ

ساقیا دے مجھے شتاب شراب | کب سے کرتا ہوں میں شراب شراب

داغ

ہم بادہ کشوں کی خاک سے بھی | آئے گی صدا سُبو سُبو کی

اور محاورے میں روابط کا حذف اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے۔

میر

تر حلق دم آب سے اُس کا نہوا | اے آب فرات خاک تیرے سر پر

غالب

رو سے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ | سودا نہیں جنون نہیں وحشت نہیں مجھے

مولوی محمد اسمٰعیل

یہ تن و توش اور یہ رفتار | ایسی رفتار پر خدا کی مار

انیس

شہ نے کہا کہ بند ہیں راہیں پدر نثار | پھیلی ہوئی ہے چار طرف فوج نابکار

بیان اطناب

اطناب کبھی الیضاح کے ساتھ کرتے ہیں جو ابہام کے بعد واقع ہوتا ہے اور وہ اسواسطے ہوتا ہے کہ ایک معنی دو مختلف صورتوں میں بیان کیے جائیں یا اسواسطے ہوتا ہے کہ وہ معنی ذہن

مین خوب جم جائین یا تکمیل لذت کے واسطے ہوتا ہی جو ان عنوان سے حاصل ہوتی ہے اور بیان مبہم کے بعد موضح عطف کے ساتھ نہین آتا۔

تسلیم

ہر چند سنا گیا ہی اس کو	اردو کی زبان مین سخن گو

سنا یا گیا ہی اسکو مبہم ہی یہ نہین معلوم ہوتا کہ کس زبان مین سنا گیا ہی اور اسکی تفسیر اردو کی زبان مین کرتا ہی۔

تپش

اسی کا یہ فیض ہی عام کو	نباتات کو اور اجرام کو

عام مبہم تھا اسکی تفسیر نباتات اور اجرام نے کردی۔

ہوس

طبیعت کو تھا ایک تب اضطراب	جگر تفتہ تھا اور انکھین پُر آب

اضطراب مبہم اور نکرہ ہے دوسرے مصرع نے اسکی تفسیر کی ہی۔

مثنوی یوسف زلیخا

سدا اس ماہ رو سے کام ہے تو	پلنگ اوپر اُسے ہر شام ہے تو

کام ہے مبہم ہی اسلیے کہ نکرہ ہی دوسرے مصرع نے اسکی تفسیر کی ہی۔

انیس

نکلا ادھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا	پیدل ہو یا سوار ہو یہ دو وہ چار تھا

حالی

مجھ سے جو کام چاہیے لیجے	جھوٹ ہو یا فریب ہو یا زور
حسد و بغض و غیبت و بہتان	بخل و حرص و ہوا و فسق و فجور

اور ایضاح بعد الابہام کے قبیل سے توشیع بھی ہے **توشیع** شین معجمہ اور عین مہملہ سے لغت مین روئی کو دھن کر پونی بنانے کے معنے مین ہے اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ ابتدائے کلام مین کئی چیزین بلفظ تثنیہ یا جمع کے ساتھ مبہم ذکر کرین پھر اُنکی تفسیر کی جائے اور مفسر مین سے دوسری چیز پہلی پر معطوف ہو مثال اسکی۔

دو چیز ہین یادگار دوران	**قائم**	تیرا ستم اپنی جانفشانی

اول دو چیزون کو مبہم ذکر کیا پھر اُنکی تفسیر کر دی اور تیر استم کے بعد حرف عطف محذوف ہی۔

ہمفدر

خدا جانے کہ کیا لذت ملی دونون کو مقتل مین
ادھر حیرت ہی بسمل کو اُدھر سکتہ ہی قاتل کو

حسرت

دو شے کا لطف نہایت دو شے بہت ہے لطف
طلب کے ساتھ قناعت طمع کے ساتھ انکار
دو شے ہون مانع یک شے دو شے نہون مانع
بلا کو جود و سخا سیل کو در و دیوار

محمد عبد الودود واحد

یہ دونون جا ملے اُس خاک رہ مین
ہوا اب فیصلہ دل کا جگر کا

مضطر خیر آبادی

قتل مین تیرے فوائد سوچ رکھے ہین کئی
غیر کی تسکین میری شوق تیرا امتحان

میر حسن

گئے دیکھتے ہی سب آپس مین مل
نظر سے نظر جی سے جی دل سے دل

کبھی **اطناب** عام کے ذکر کے بعد خاص کے ذکر سے پیدا ہوتا ہی اور خاص کو عطف کے ساتھ ذکر کرتے ہین نہ بطریق بدل یا وصف کے اور اس سے غرض اُسکی مزیت کا جتانا ہوتا ہی کیونکہ باوجود اس بات کے کہ وہ ماقبل مین داخل ہوتا ہی پھر بھی اُسکو علٰحدہ ذکر کرتے ہین تو اُس مین اُسکی مزیت کی طرف تنبیہ ہوتی ہے گو وہ اُسکی جنس سے نکلجاتا ہے اور ایک مغائر چیز سمجھا جاتا ہی اور اُسکا تغائر وصفی ذاتی مان لیا جاتا ہے کیونکہ جب وہ چیز عام کی تمام افراد سے اپنے اچھے یا بُرے اوصاف کی وجہ سے ممتاز ہوتی ہی تو اُسکو ایک علٰحدہ شے عام کے مغائر قرار دے لیا جاتا ہی اور یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ وہ عام اُس خاص کو شامل نہین ہے بس خاص کا حکم عام سے معلوم نہین ہو سکتا ہے اور اس قدر تغائر کی بنا پر اس خاص کا عطف عام پر صحیح ہوتا ہی جیسے۔

منشی

گریزان ہوے ترک و سالار ترک
ہوئی سرد گرمی بازار ترک

سودا

زبان پر اُسکی گذرے حرف جس جا گہ شفاعت کا
کرے دان ناز نا آمرزش ہر اک فاسق و زانی

اسی قبیل سے ہے وہ جو مولوی سید مہدی علی خان نے آیات بینات مین صحابہ کی نسبت لکھا ہے کہ جس طرح اہل سنت اُنکو تمام اُمت سے مرتبے مین اعلی اور افضل اور ایمان اور اسلام مین سب سے بہتر اور کامل جانتے ہین اسی طرح شیعہ و خوارج اُنکو سب سے بدتر اور خراب حتی کہ کافر اور مرتد کہتے ہین سب سے بدتر اور خراب عام ہے کافر اور مرتد اس سے خاص ہین اور کافر عام ہے مرتد اس سے خاص ہے حتی بھی حرف عطف ہے جو عطف کے ساتھ انتہا کے معنی بھی دیتا ہے اور ترتیب و مہلت کا فائدہ بھی بخشتا ہے مگر اس مین مہلت بہ نسبت پھر کے کم ہے پس حتی بحسب معنی کے پس اور پھر مین متوسط ہے اور حتی کا معطوف جز ہوتا ہے معطوف علیہ کا یا جز کی شل ہوتا ہے حکم سابق مین داخل ہونے مین۔

کبھی اطناب تکرار سے حاصل ہوتا ہے اور یہ تکرار کسی نکتے کے لیے ہوتی ہے اگر نکتے کے لیے نہ ہو تو وہ اطناب نہین تطویل ہے اور نکتۂ عامہ یہ ہے کہ اس سے فائدہ تاکید کا نکلتا ہے مثلاً۔

ذوق

بُرائی مین ہماری تُو اگر اپنا بھلا سمجھے	بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے

بُرا سمجھے کی تکرار نے یہان ڈرانے کی تاکید کا فائدہ بخشا ہے بُرا سمجھے جب کئی بار کہا تو اس بات کی زجر و تہدید ہو گئی کہ بُرائی مین اپنا بھلا سمجھنا خطا ہے ایسا نہ سمجھنا چاہیے۔

ولہ

ندکور تری بزم مین کس کا نہین آتا	پر ذکر ہمارا نہین آتا نہین آتا

مومن

نہ جاؤنگا کبھی جنت مین مین نہ جاؤنگا	اگر نہووے گا نقشہ تمھارے گھر کا سا

ہری تذکرہ برق

آئینہ تمھارے روبرو ہے	سچ سچ کہو کون خوبرو ہے

شایان

چمک کر جدھر تیغ برقی چلی	اجل نے پکارا چلی مین چلی

انشا

دو چار سن کے تیرے سخن ہم کٹے کرے	اُٹھتے ہین کوئی دربہ ترے سبب اُڑے اُڑے
جور خزان سے آہ جوانان باغ دہر	اوراق منتشر کی طرح جو جھڑے جھڑے
انشا ورائے عرش کا رتبہ ہے اس طرف	ہین اب خیال اور بھی ہم کو بڑے بڑے

افسانہ

ایدل سدا اس شمع پر پروانہ ہو
اُس نوبہار حُسن کا دیوانہ ہو

ایدل اگر منظور ہے یان آشنائی عشق کی
ہر آشنائے عشق سے بیگانہ ہو بیگانہ ہو

میر

دل مین رہ دلمین کہ معمار قضا سے ابتلک
ایسا مطبوع مکان کوئی بنایا نہ گیا

غلام اکبر مسلم

تو اور آپ کا یہ ثنا خوان نہین نہین
رہنے دے ریزہ بلبل بستان نہین نہین

چلدے حرم کو چھوڑ کے سب دیر ق و برق سنئے
اس بات مین بنا مگر دل نادان نہین نہین

انشا

کیا دخل تیرے غم مین رہے تن مین جان غلط
حاشا غلط غلط غلط غلط اے مہربان غلط

مین اور ترک عشق بھلا کچھ بھی ربط ہے
ای مہربان غلط غلط ای قدردان غلط

جُرأت

امشب کسی کاکل کی حکایات ہے واللہ
کیا رات ہے کیا رات ہے کیا رات ہے واللہ

عالم ہے جوانی کا جو ابھرا ہوا سینہ
کیا گات ہے کیا گات ہے کیا گات ہے واللہ

جُرأت کی غزل جسنے سنی اُسنے کہا واہ
کیا بات ہے کیا بات ہے کیا بات ہے واللہ

کبھی کثرت مقصود ہوتی ہے جیسے۔

رند

ایک دو ساغر کرینگے نشہ کیا
خم کے خم پیتا رہون مین ساقیا

انیس

صحرا صحرا ہین گو کہ عصیان میرے
دریا دریا مگر ہے رحمت تیری

میر

تظلم کہ کھینچے الم بر الم
ترحم کہ مت کر ستم پر ستم

جو سو سر کی ہو آزماؤن نہ مین
عبث کھاتے ہو تم قسم پر قسم

کئی بار آنا ادھر لطف سے
عطا پر عطا ہے کرم پر کرم

کبھی تکرار سے تعمیم نکلتی ہی جیسے۔

مرزا محمد رضا خان برق

وا جو گلشن مین ترا عقدۂ گیسو ہو جائے
غنچہ غنچہ گرہ نافۂ آہو ہو جائے

سودا

برگ برگ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہے
گُل کو دیکھے تو نگہ جائے ہی سنبل پہ پھسل

مؤلف

مانند روے یار نہ آیا کوئی نظر
گُل گُل پہ عندلیب پھری گو چمن چمن

کبھی اطناب ایغال کے ساتھ ہوتا ہی لغت مین ایغال اُسے کہتے ہین کہ دُور دُور شہرون مین۔ چلا جانا اور اصطلاح مین خواہ نظم ہو یا نثر اُس کو ایسے لفظ پر کسی نکتے کی وجہ سے ختم کرین کہ اصل معنے بغیر اُسکے تمام ہوتے ہون جیسے۔

میر

دلّی جو ایک شہر تھا عالم مین انتخاب
رہتے تھے منتخب ہی جہان روزگار کے
اُسکو فلک نے لُوٹ کے ویران کر دیا
ہم رہنے والے ہین اُسی اُجڑے دیار کے

چوتھے مصرع کے آخر مین اُجڑے دیار کا لفظ ایسا ہی کہ معنے بغیر اُس کے تمام ہو سکتے ہین کیونکہ تیسرے مصرع نے اس مطلب کو بخوبی ادا کر دیا ہی مگر یہان اُس کو اس لیے ذکر کیا کہ سامعین کی ہمدردی اُس کی طرف بہ سہولت ملتفت ہو جائے۔

منشی

مرے ملک سے خصم کو دور کر
الم سے چھڑا مجھکو مسرور کر

مسرور کر یہان مخاطب کو کام پر آمادہ کرنے کی تاکید کا فائدہ بخشتا ہی۔

حالی

بجتا ہے فقط چرچ مین اتوار کو گھنٹا
اشلوک اور اذان گونجتے ہین روز برابر

یہان برابر اس بات کی تاکید کا فائدہ بخشتا ہی کہ اشلوک اور اذان کا گونجنا کسی روز ناغہ نہین ہوتا۔

سودا

ہجو کی ہے اُن کی تو نے آج تک
جون بھی جن سے مر نہین سکتی ہی چٹے

رنگین

صبح کو صیّاد نے اُٹھتے ہی بس
جال کو پانی مین پھینکا کر ہوس

کبھی اطناب تذییل کے ساتھ ہوتا ہے تذییل لغت مین ایک چیز کو دوسری چیز کا دامن بنانے کے معنے مین ہی اور اصطلاح مین یہ ہی کہ ایک جملے کے بعد دوسرا جملہ بیان کرین اور

دوسرے جملے کے معنے قریب قریب پہلے جملے کے معنوں کے ہوں یعنی جو مقصود پہلے جملے سے ہوا تھی کا افا
دوسرا جملہ کرتا ہو اور یہ مراد نہیں کہ جو معنے پہلے جملے کے ہوں وہی بعینہ دوسرے جملے کے بھی ہوں
ورنہ یہ تکرار ہو جائے گی اور یہ بھی جملے کی تقویت کرتا ہے اور اس دوسرے جملے کے لیے محل اعراب
نہیں ہوتا اس مین اور ایغال مین یہ فرق ہے کہ یہ عام ہے اور ایغال خاص ختم کلام مین ہوتا ہے
اور تذئیل ہر جگہ ہوتا ہے اور ایغال کے لیے یہ ضرور نہیں کہ جملہ ہی ہو یا تاکید ہی کے لیے ہو اور
تذئیل کے لیے یہ دونون باتین ضرور ہین اور یہ کئی قسم ہے۔

ایک یہ کہ دوسرا جملہ مراد کا فائدہ پہونچانے مین مستقل نہو بلکہ اپنے ماقبل پر موقوف ہو
میر کے اس مصرع مین۔ ؎

شیوہ یہی سبھون کا یہی سب کا طور ہے

جو مضمون پہلے جملے کا ہے وہی دوسرے کا ہی مگر دوسرا جملہ یعنی یہی سب کا طور ہی اپنے ماقبل سے
تعلق رکھتا ہی کیونکہ جس شیوے اور طور کا شاعر نے پہلے جملے مین حال بیان کیا ہی اُسی کا ذکر دوسرے
جملے مین بھی منظور ہی پس دوسرا جملہ فائدہ پہونچانے مین مستقل نہوا اسی قبیل سے ہی۔

ناسخ

اس سے ہے زندگانی ابدان	اس سے ہے نفع صحت انسان

پہلے جملے مین جس بات کا بیان ہی اُسی خاص بات کا بیان دوسرے جملے من بھی ہی اور وہ ہوا ہی۔

محمد باقر

اُلفت اُنکی ہے اصل مایۂ سُود	اُلفت اُنکی ہے اصل ہر بہبود

اگرچہ دوسرے جملے کے معنے پہلے جملے کے قریب قریب ہین اور جو مطلب پہلا جملہ رکھتا ہی وہی
دوسرا بھی مگر فائدہ پہونچانے مین دوسرا جملہ پہلے جملے پر موقوف ہی کیونکہ تنہا اس سے یہ نہین معلوم
ہوسکتا کہ کس کی الفت ہر بہبود کی حاصل ہی۔

دوسری قسم یہ ہے کہ جملۂ ثانی سے حکم کلی مقصود ہو اور ماقبل اپنے سے منفصل ہو بلکہ استقلال
مین اُسکا قائم مقام ہو خلخالی نے شرح تلخیص المفتاح مین لکھا ہی کہ اُسکی دو قسمین ہین۔

(الف) جملۂ اول و ثانی مواد الفاظ مین متفق ہوں یعنے جملۂ اول کے معنی کو جس مادے کے ساتھ
بیان کیا جائے اُسی مادے کے ساتھ جملۂ ثانی کے مضمون کو بھی بیان کرین جیسے۔

مولوی عبد الحکیم

اے خدا تو خالق و رزاق ہے	اے خدا تو رازق و خلّاق ہے

جو مضمون جملۂ اول یعنے مصرع اول کا ہی وہی جملۂ دوم یعنی مصرع دوم کا ہی اور دونون جملون کے مادے کے الفاظ متحد ہونے مین شریک ہین اور نسبت مین بھی متفق ہین کیونکہ دونون جملے اسمیہ ہین۔

(ب) جملۂ ثانی سے صرف جملۂ اول کے مفہوم کی تاکید ہوتی ہو یعنے دونون جملون کے مسندالیہ و مسند ایک مادے مین شریک نہون جیسے۔

شایان

یہی بھیم سے اسکا ہر دم سخن	بنا مجھکو زوجہ بنا مجھکو زن

جو مضموم پہلے جملے بنا مجھکو زوجہ کا ہے وہی مضمون دوسرے جملے بنا مجھکو زن کا ہے مگر دونون جملون کے اطراف مادے مین شریک نہین باوجودیکہ صورت دونون جملون کی ایک ہی کیونکہ دونون فعلیہ ہین اسی قبیل سے امثلۂ ذیل ہین۔

بہار دانش

فلک بے رضا اُسکی کب پھر سکے	اجازت اُسی کی ہو تب پھر سکے

ناسخ

جو رطوبات و خلط فاسد ہین	جتنے فضلات و خلط فاسد ہین

کبھی اطناب تکمیل کے ساتھ ہوتا ہی اور اسکو احتراس بھی کہتے ہین اور وہ یہ ہی کہ کلام مین خلاف مقصود کا شبہہ ہو تو اُسکے ساتھ ایسی چیز لائی جائے جو اُس شبہہ کو دفع کرتی ہی پس یہ چیز تکمیل کہلاتی ہی اس مین اور تذئیل مین یہ فرق ہی کہ تذئیل مین تین باتون کی قید ہی ایک جملہ ہونا چاہیے دوسرے کلام کے آخر مین ہو تیسرے نسبت کے شبہہ کو دفع کرے اور تکمیل ان چیزون مین سے کسی کے ساتھ خصوصیت نہین رکھتی اور تکمیل کی تین قسمین ہین۔

ایک وسط کلام مین ہو جیسے۔

منشی

ہوا ہم پہ بارے خدا مہربان	کہ بھیجا بجاہ و حشم مجھکو یان

بجاہ و حشم مفعول معہ ہی جو مجھکو کی کہ مفعول بہ ہو مشارکت و مصاحبت کے لیے آیا ہے چونکہ بھیجا جانا ذلت کی حالت مین بھی ہو سکتا ہی اور یہ مقصود کے خلاف تھا اسلیے اس وہم کے دفع کرنے

کے لیے بجاہ وحشم لایا۔

مثنوی یوسف زلیخا

یہ ہوں مصنوع اُس صانع کا بے عیب | کہ کہتے ہیں جسے سب شاہد غیب

یہاں یہ وہم ہوتا تھا کہ شاید صانع کا مصنوع عیب دار ہو اسلیے بے عیب کہکر اس توہم کو دور کر دیا

نسیم

باتوں پہ فدا ہوا شہنشاہ | لایا بصد امتیاز ہمراہ

بصد امتیاز مقصود بالتمثیل ہے۔

ناسخ

جسم حیوان سے ہوتے ہیں تحلیل | سب بتدریج پاتے ہیں تبدیل

مقصود بالتمثیل بتدریج ہے۔

دوسرے اول کلام میں ہوتی ہے جیسے۔

منشی

ملا دوں گا تجھکو تہ خون و خاک | بنامردی آخر تو ہو گا ہلاک

بنامردی ضمیر مخاطب کا مفعول معہ ہی یہاں دشمن کو اپنی مردی کے ساتھ ہلاک ہونیکا توہم ہو سکتا تھا اسلیے بنامردی کا لفظ لاکر اُسکے اُس وہم کو دفع کر دیا۔

غلام سرور

کشتی جو ہوئی غرق تھی سالم نکل آئی | ویسی ہی بحکم شہ عالم نکل آئی

یہاں یہ توہم ہو سکتا تھا کہ شاید غرق شدہ کشتی ویسی ہی نہ نکلی ہو بلکہ کسی قسم کا تغیر و تبدل اُس میں آگیا ہو اسلیے ویسی ہی کا لفظ لاکر اس توہم کو دفع کر دیا اور سالم بھی اسی فائدے کے لیے ہے مگر وسط کلام میں واقع ہوا ہے۔

منشی

نہ پہونچا اُسے کچھ ضرر زینہار | سلامت وہ نکلا بہ انجام کار

تیسرے آخر کلام میں ہوتی ہے جیسے۔

منشی

خدا سے کیا عہد اب استوار | کہ تجھکو رکھوں جاوداں باوقار

پہلے جملے مین استوار اس توہم کے دفع کرنے کے لیے ہی کہ شاید عہد ناپائدار کیا ہو اور دوسرے جملے مین یہ توہم ہوتا تھا کہ شاید بے وقری کے ساتھ رکھنا چاہتا ہو اس لیے باوقار کا لفظ اس وہم کے دفع کرنے کے لیے لایا۔

ولہ

زنان شبستان گشتاسپ شاہ	ہوئین قید یک سر بحال تباہ

مقصود بالتمثیل بحال تباہ ہی۔

آتش

دیا ہاتھ مین ایلچی کے شتاب	کہا جا جواب اس کا لا با صواب

مقصود بالتمثیل با صواب ہی۔

نسیم

کافور سی جل اٹھی سراپا	ٹھنڈی ہوئین تھا جنھین جلایا

مقصود بالتمثیل سراپا ہی۔

کبھی اطناب تتمیم کے ساتھ ہوتا ہے اور تتمیم یہ ہے کہ کلام مین ایک فضلہ یعنی مفعول یا حال یا مجرور ایسا لادین جو خلاف مقصود کا شبہہ نہ رکھتا ہو اور اس سے مبالغہ مقصود ہوتا ہے مثلاً کہتے ہین کہ مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا ہی اور اپنے کانون سے سنا ہی اور اپنے ہاتھ سے لکھا ہے الفاظ اپنی آنکھون سے اور کانون سے اور ہاتھ سے تتمیم کے لیے ذکر کیے گئے ہین اور ان سے دیکھنے اور سننے اور لکھنے مین مبالغہ منظور ہی۔

حالی

ملک روندے گئے ہین بیرون سے	چین کس کو ملا ہے غیرون سے

لفظ بیرون سے تتمیم کے واسطے مذکور ہوا ہی اور ان سب مثالون مین فضلہ مجرور واقع ہوا ہی۔

سوز

جو جو سنا ہو کان سے دیکھا ہو آنکھ سے	اچپکا ہی رہو تو لب اظہار دیکھنا

دبیر

بیچارگی کا وقت ہے اکبر خدا گواہ	رہ جائینگی گھر مین باپ یہ بیان زرخیہ کجاہ

لفظ گھر مین تتمیم کیلیے مذکور ہے اور اس سے مان کے صاحب پردہ و عصمت ہونے مین مبالغہ

مقصود ہے۔

منیر

خدا فرزند با اقبال بخشے میرے آقا کو	کرے فرمان روائی سارے عالم کی حکومت سے

لفظ حکومت سے تتمیم کے لیے اور فرمان روائی مین مبالغہ مقصود ہے۔

ہوس

ابر غم عشق دلبہ برسے	ریزان رہین اشک چشم تر سے

چشم تر تتمیم کے لیے ہی۔

تپش

سدا یاد مین اُس کی مرغ سحر	مُوظف ہے ہر شاخ و ہر نخل پر

ہر شاخ و ہر نخل پر تتمیم کے لیئے ہی اور یہ مجرور ہے۔

یکایک ایسا ہی عالم ہوا کہ عقل کے	**انشا** کھاڑے پر یونکے گویا اتر پڑے جھٹ پٹ

جھٹ پٹ حال ہی۔ ناسخ کے شعر کے پہلے مصرع مین زیر پا بھی تتمیم کیلئے ہی ہے۔

باغ مین روندے بہت پھولو نکے خرمن زیر پا	لا ابھی اپنے شہید دن کے بھی مدفن زیر پا

اسی قبیل سے ہی آتش کے شعر مین ترازو مین۔ ہے

بوسۂ خال کے سودے مین ہوا ہون یہ زار	تو لیے مجھکو ترازو مین تو ہو تل بھاری

فقیر

ہم غیر ہو گئے وہ تمھارے ہوئے مین دوست	اسر گوشی تم جو کرتے ہو غیرون سے کان مین

کان مین تتمیم کے لیے ہی اسلیئے کہ سرگوشی کے خود کسی کے کان مین آہستہ بات کہنے کے معنے ہین

کبھی اطناب اعتراض کے ساتھ کرتے ہین اور **اعتراض** یہ ہی کہ کلام کے درمیان مین یا ایسے دو کلامون مین جو معنوی طور پر باہم اتصال رکھتے ہون مثلاً دوسرا جملہ پہلے جملے کا بیان یا تاکید یا معطوف ہو ایک جملہ یا جملے سے زیادہ لاوین جسکو اعراب سے محل نہو اور نہ پہلے جملے سے خلاف مقصود کا شبہہ دفع کرنے کے لیے ہو اور کلام سے مراد فقط مسند الیہ و مسند کا مجموعہ نہین بلکہ تمام وہ چیزین بھی مراد ہین جو مسند الیہ و مسند سے تعلق رکھتی ہون جیسے فضلات اور توابع اور یہ جملہ معترضہ کئی طرح کے فائدے کے لیے ہوتا ہے۔

(۱) تنزیہ کا فائدہ بخشتا ہے جیسے۔

منیر

یہ بات تو ہے مسلم دلیل کیا لاؤن
کہ مدح آپکی ہے از قبیل استحباب
مرا گواہ ہے حق لا الٰہ الا اللہ
نہین ہے کوئی طمع مجھکو غیر کسب ثواب

لا الٰہ الا اللہ یہان تنزیہ کے لیے واقع ہے۔

(۳) تعجب کے لیے آتا ہے۔

گویا

بوقت ذبح منھ کو پھیر کر تکبیر کہتا ہے
عدو قاتل ہے کیا اللہ اکبر اپنے بسمل کا

ولہ

جسے یہ ذبح کرتے ہین نہین پھر دیکھتے اسکو
یہ بت اللہ اکبر کسقدر بیداد کرتے ہین

اللہ اکبر تعجب کے وقت یا عظمت کے مقام پر بولتے ہین اور یہان مقام تعجب کا ہے۔

(۴) دعا کے واسطے آتا ہے جیسے۔

شیخ نبی بخش حقیر

عین نور نظر گبر و مسلمان ہو تم
چشم بد دور تو قدرت یزدان ہو تم

تم عین نور نظر گبر و مسلمان ہو معطوف علیہ ہے اور تم قدرت یزدان ہو معطوف اور چشم بد دور ان مین جملۂ معترضہ ہے دعا کے لیے جو مسند اور مسند الیہ کے درمیان واقع ہوا ہے۔

نہین معلوم اک مدت سے قاصد حال کچھ وانکا
مزاج اچھا تو ہے یادش بخیر اس آفت جان کا

یادش بخیر جملۂ معترضہ دعا کے لیے ہے۔

میر

داغ ہے تابان علیہ الرحمۃ کا چھاتی پہ میر
ہو نجات اسکو بچارہ ہمسے بھی تھا آشنا

علیہ الرحمۃ جملۂ معترضہ ہے دعا کے لیے۔

ناسخ

ناسخ ہے میر سلمہ اللہ کی زمین
اک معنی شگفتہ کو باندھا ہزار رنگ

(۴) تعظیم کے لیے آتا ہے جیسے مذاہب الاسلام کے اشعار۔

محمد کہ الفت سے جنپر مدام
خدا بھیجتا ہے درود و سلام
کوئی ان سے رتبے مین بڑھکر نہین
خدائی مین ایسا پیمبر نہین

تحمد کے بعد درود و سلام تک جملۂ معترضہ تعظیم کے لیے واقع ہوا ہے۔
(۵) مدح و تحسین یا مذمت و نفرین کے لیے جیسے۔

منیر

نواب دولہ زینت ایوان سروری | ہے جسکے التفات سے نشو و نمائے عید
مصروف جشن عیش ہی وہ آسمان شکوہ | ہوتا ہے گرد پھر کے تصدق ہمائے عید

دوسرا مصرع جملۂ معترضہ ہے تعریف کے لیے۔

ولہ

حضرت کلب علی خان خسرو خورشید جان | فرش پا انداز ہے جن کا ردائے صبح عید
جلوہ فرما جشن مین ہیں آج وہ کیوان جناب | کیون نہ بزم پاک مین آنکھین بچھائے صبح عید

دوسرا مصرع جملۂ معترضہ مدح کے لیے ہی کیونکہ پہلا مصرع مبتدا ہے اور تیسرا مصرع اسکی خبر ہے۔

میر تقی

دلی جو ایک شہر تھا عالم مین انتخاب | رہتے تھے منتخب ہی جہان روزگار کے
اسکو فلک نے لوٹ کے ویران کر دیا | ہم رہنے والے ہین اُسی اُجڑے دیار کے

دلی کے بعد دوسرے مصرع کے آخر تک جملۂ معترضہ ہے مدح و صفت کے لیے۔

امیر مینائی

نعت مولا مین کہے شعر نے تو نے امیر | واہ کیا صل علی حسن طبیعت پایا

صل علی تعریف کے لیے ہی۔

ولہ

کیا یہ بہکاتا ہی مستون کو تجھے ہوش بھی ہے | جو عطا پاش ہی واعظ وہ خطا پوش بھی ہے

تجھے ہوش بھی ہے کا جملہ مذمت کے لیے ہے۔
(۶) مخاطب کو تنبیہ کے لیے یعنی غفلت و بے پروائی پر آگاہ کرنے کے واسطے ہوتا ہے۔

غالب

وان نالہ ہائے زار سے میرے خدا کو مان | آخر نوائے مرغ گرفتار بھی نہین

خدا کو مان جملۂ معترضہ تنبیہ کے لیے ہی کیونکہ یہان مخاطب محبوب ہی اُسے تہدید نہین کی جاتی۔

(۷) تہدید کے لیے جیسے۔

مومن

ہم نکالینگے سُن اِی موج ہوا بل تیرا	اسکی زلفوں کے اگر بال پریشان ہونگے

مقصود بالتمثیل سُن ہی۔

امیر

خواب میں آگے وہ بولے کہ مرا رمانون سے	بے خبر کو نہ خبر دار خبر ہوئے دو

خبردار تہدید کے لیے ہے۔
(۸) تقویت اور تشدید کلام کے لیے ہوتا ہی جیسے۔

حالی

اب دعا یہ ہے اے شفیع امم جالگے تیرے در پہ کشتی عمر	بسکہ بیتاب ہے دل رنجور جب کرون بحر زندگی سے عبور

ای شفیع امم منادے ہی اور دوسرا شعر جواب ندا ان مین مصرع دوم جملۂ معترضہ ہی تقویت کلام کیلیے
(۹) اظہار حسرت وافسوس کیلئے جیسے۔

ذوق

عدو آیا ہے بنکر نامہ بر لکھا نصیبون کا	کرینگے لیکے کیا خط مدعی سے مدعا سمجھے

مقصود بالتمثیل لکھا نصیبون کا ہی۔

دوسرا شہر علم بیان مین

علم بیان ایسے قاعدون کا نام ہے کہ اگر کوئی اُن کو جانے اور یاد رکھے تو ایک معنی کو کئی طریق کسے عبارات مختلفہ مین ادا کر سکتا ہے جن مین سے بعض طریق کی دلالت معنی پر بعض طریق سے زیادہ واضح ہوتی ہی پس اگر کوئی شخص بعض معانی ایسے مختلف طریقون مین ادا کرے کہ اُن مین وضوح دلالت کا اختلاف نہو بلکہ صرف الفاظ کا اختلاف ہو اس طرح کہ الفاظ مترادف مین معنی کو ادا کرے جیسے کہے زید کریم ہے اور زید سخی ہے یا زید بہادر ہے اور زید جری ہے تو یہ بیان کے قبیل سے نہوگا اور موضوع (سبجکٹ) اُس علم کا لفظ ہے معنی مقصود پر دلالت کی حیثیت سے دوسری عبارت موضوع اسکا ایسی عبارت ہی جس مین وضوح اور غیر وضوح

دلالت کا تفاوت جاری ہوسکے اور غرض اسکی یہ ہے کہ دلالت عقلی کے ساتھ فائدہ دینے کا علم حاصل ہوجائے اور دلالت عقلی کے مدلولات کو سمجھ لے اور غایت اسکی یہ ہے کہ ذہن ایک معنی کو متعدد طریقون کے ساتھ ادا کرنے مین خطا کرنے سے محفوظ رہے اور بعض مبادی اسکے عقلی ہین جیسے دلالت کی قسمین اور تشبیہین اور علاقے اور بعض وجدانی ذوقی ہین جیسے تشبیہون کی وجہین اور استعارون کی قسمین اور انکی خوبی کی کیفیت۔

علما نے علم بیان مین وضوح دلالت کو اسلیے اختیار کیا ہے کہ اسکی بحث دلالت عقلی یعنی تضمنی اور التزامی پر موقوف ہے اور یہ دلالت خفی ہے خاصکر جبکہ لزوم عادت اور طبائع کے مطابق ہو پس ان دونون کی تعبیر ایسے لفظون کے ساتھ کرنا واجب ہوا جو زیادہ واضح ہون نظیر اسکی یہ ہے کہ جب کوئی شئے نہایت باریک ہو تو قوت باصرہ اسکے دیکھنے کے واسطے تیز روشنی کی محتاج ہوتی ہے اور جبکہ موٹی چیز ہوتی ہے تو تیز روشنی کی ضرورت نہین یہی حال رویت عقلیہ یعنے فہم و ادراک مین ہے حاصل کلام یہ ہے کہ علم بیان مین جو معانی معتبر ہین جیسے استعارہ اور کنایہ اُن کا دقیق ہونا چاہیے اور ساتھ ہی اسکے جو لفظ ان معانی پر دلالت کرتا ہو وہ دلالت کرنے مین واضح ہو۔

دلالت اصطلاح مین کسی چیز کے ایسی حالت پر ہونے کو کہتے ہین کہ اگر اُس چیز کو جان لین تو اُس سے دوسری چیز کا جاننا لازم آجائے چنانچہ دھوان ایسی حالت پر ہے کہ اُسکے معلوم ہونے سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ وہان آگ ہے پس دھوان آگ پر دلالت کرتا ہے اور جو دلالت کرے اُسکو دال کہتے ہین یعنی دلالت کرنے والا اور جس پر دلالت کرے اُسکو مدلول بولتے ہین یعنی دلالت کیا گیا چنانچہ دھوان دال ہے اور آگ مدلول اور دلالت کرنے والا اگر لفظ ہو تو اُس دلالت کو **دلالت لفظی** کہتے ہین اور اگر سوائے لفظ کے کوئی اور شئے ہو تو اس دلالت کو **دلالت غیر لفظی** کہتے ہین جیسے رقم لفظون پر اور منار فرسنگ میل پر اور دھوان آگ پر دلالت کرتا ہے ان کی دلالت غیر لفظی ہے کیونکہ یہ سب چیزین لفظ نہین ہین اور دلالت لفظی تین قسم پر ہے۔

ایک قسم یہ کہ اُس لفظ کو جس شے پر دلالت کرنے کے واسطے واضع نے وضع کیا ہے وہ لفظ اُسی شے پر دلالت کرے مثلاً شیر کہ مقابل جانور درندہ مشہور کے اصل مین بنایا گیا ہے اور اسی جانور پر دلالت کرے اس دلالت کو **دلالت وضعی** کہتے ہین اسلیے کہ اس مین وضع کو دخل ہے۔

دوسرے یہ کہ طبیعت کے چاہنے سے وہ لفظ سرزد ہو جیسے بیمار آہ آہ کرتا ہے اور اس لفظ سے

معلوم ہوتا ہے کہ اسکے درد ہے پس طبیعت بولنے والے کی درد کے وقت خواہ مخواہ تقاضا کرتی ہو کہ یہ لفظ زبان سے نکلجائے اس دلالت کو **دلالت طبعی** کہتے ہیں کیونکہ اس لفظ کے بولنے میں طبیعت کے چاہنے کو دخل ہے۔

تیسرے یہ کہ نہ واضع نے اُسکو اُس شئے پر دلالت کے واسطے وضع کیا ہو اور نہ بولنے والے کی طبیعت کے تقاضے سے زبان سے نکلا ہو بلکہ جسوقت وہ لفظ بولا جائے تو عقل اُس سے کوئی شے سمجھے مثلاً کوئی شخص دیوار کے پیچھے کھڑا ہوا لفظ دیز کلکہے اور اُس سے معلوم ہو کہ دیوار کے پیچھے کوئی شخص بولتا ہے پس دیز نے فقط بولنے والے کے وجود پر دلالت کی اس دلالت کو **دلالت عقلی** کہتے ہیں کیونکہ اس میں عقل کو دخل ہے علوم میں زیادہ تر دلالت لفظیہ وضعیہ کام آتی ہی کیونکہ طبیعت اور فہم مختلف ہوتے ہیں اس سبب سے دلالت طبعیہ اور عقلیہ منضبط نہیں ہوتیں اور نہ اُنسے کوئی معتد بہ فائدہ متعلق ہی اب معلوم کرو کہ دلالت وضعیہ لفظیہ کی تعریف یہ ہی کہ وہ سمجھنا معنی کا ہی لفظ سے جسوقت بولا جائے اور یہ سمجھنا بہ نسبت ایسے شخص کے ہی جو اُس لفظ کے اُس معنے کے لیے وضع ہونے پر آگاہ ہو کیونکہ اگر آگاہ نہوگا تو اُسکے نزدیک وہ معنے مجہول ہونگے اور یہ دلالت تین طرح پر ہے۔

(۱) یہ ہی کہ لفظ جس شئے کے مقابل میں وضع ہوا ہے اُس تمام شئے پر دلالت کرتا ہے جیسے انسان جب اُسکے بولنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مراد بولنے والے کی فقط حیوان ہے بلکہ یہ سمجھا جائے کہ مراد اُس کی وہ شئے ہی جس میں حیوان ہونا اور ناطق ہونا جمع ہو اس دلالت کو **دلالت مطابقی** کہتے ہیں اس لیے کہ لفظ اور معنے مطابق ہیں۔

(۲) یہ کہ اُس شئے کے ایک جزو پر دلالت کرے مثلاً انسان سے حیوان کے معنی سمجھے جائیں اسکو **دلالت تضمنی** کہتے ہیں اسلیے کہ جزو اُسکے ضمن میں ہی جسکے واسطے وہ لفظ بنایا گیا ہی اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ ایک معنے کسی شئے کا جز ہوں اور کسی دوسرے شئے کے جز کا جز ہوں مثلاً جسم حیوان کا جز ہی اور حیوان انسان کا جز ہے پس جسم انسان کے جز کا جز ہے۔

(۳) لفظ ایسے معنے پر دلالت کرے کہ نہ وہ اُس معنی کے واسطے بنایا گیا ہو اور نہ وہ معنی اُس لفظ کے سارے معنی کا ٹکڑا ہوں بلکہ یہ معنی اُسکو خارج سے لازم ہو گئے ہوں مثلاً انسان کا دلالت کرنا ہنسنے والے یا لکھنے والے پر کیونکہ ہنسنا اور لکھنا انسان کی ذات میں داخل نہیں بلکہ خارج سے ایک امر اُسکو لازم ہو گیا ہی اس دلالت کو **دلالت التزامی** کہتے ہیں بسبب لازم ہونے اس امر خارجی کے پھر اگر لوازم کسی شئے کے قریب ہونگے تو اُسکی دلالت واضح ہوگی اور اگر لوازم اُسکے بعید ہو نگے تو دلالت

اُسکی واضح نہوگی۔

یہ اصطلاح علماے منطق کی ہی اور علماے بیان کی اصطلاح مین مطابقی کو وضعیہ کہتے ہین اسلیے کہ واضع نے اُس لفظ کو اُس تمام معنی پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا ہے پس یہ دلالت وضع کی طرف منسوب ہے اور دلالت تضمنی و التزامی کو عقلیہ کہتے ہین تضمنی کو اس لیے کہ عقل اس بات پر حکم کرتی ہے کہ جب کل ذہن مین حاصل ہوجاتا ہے تو جز بھی ذہن مین حاصل ہوجاتا ہے اور التزامی کو اس لیے کہ عقل اس بات پر بھی حکم کرتی ہے کہ جب وہ شے جس کو کوئی اور شے لازم ہو ذہن مین حاصل ہوجاتی ہے تو وہ شے لازم بھی ذہن مین حاصل ہوجاتی ہی دونون اصطلاحون مین فرق یہ ہے کہ منطقیون کے نزدیک وضعیہ اور عقلیہ دونون قسمین مطلق دلالت کی ہین اور یہ تینون قسمین جو علماے بیان کی اصطلاح کے موافق ہین وضعیہ مین داخل ہین اور علماے بیان کی تقسیم کے موافق وضعیہ اور عقلیہ ایک دوسرے کے مقابل ہین لیکن مطلق دلالت کی قسمین نہین ہین۔

یہ تمکو معلوم ہوچکا کہ دلالت التزامی مین لازم ایک امر خارجی ہوتا ہو اور دلالت تضمنی مین لازم کل کا جز ہوتا ہی جس طرح لوازم کو ملزوم کے ساتھ دلالت التزامی مین لزوم ہی اسی طرح جز کو کل کے ساتھ دلالت تضمنی مین لزوم ہی اور لزوم بعض موقعون پر دونون طرف سے ہوتا ہے جیسے امام اور مقتدی کا لزوم کہ امام جب کہین گے کہ مقتدی موجود ہونگے اور مقتدی جب کہین گے کہ امام موجود ہی کیونکہ اگر امام نہو تو کسکے پیچھے کھڑے ہونے والے کو مقتدی کہین گے اور اگر مقتدی نہون تو کسکے آگے کھڑے ہونے والے کو امام کہا جائے گا اور بعض جگہ ایک طرف سے لزوم ہوتا ہی جیسے علم اور زندگی مین ایک طرف سے لزوم ہے علم کو زندگی لازم ہی جس جگہ علم ہوگا زندگی ضرور ہوگی کیونکہ علم بے زندگی کے نہین ہوتا اور زندگی کو علم لازم نہین کیونکہ یہ ضرور نہین کہ جو زندہ ہو اسکو علم بھی ہو دلالت التزامی مین لزوم ذہنی شرط ہے اور لزوم ذہنی اُسے کہتے ہین کہ معنی خارجی اس طور پر ہون کہ جس وقت لفظ کے معنی موضوع لہ ذہن مین آئین تو وہ معنی بھی جو اس معنی موضوع لہ سے خارج ہین ذہن مین حاصل ہوجائین اور یہ حاصل ہونا دو حال سے خالی نہین اس طرح کہ اگر لازم و ملزوم مین واسطہ نہوگا تو ملزوم کے ساتھ لازم فوراً حاصل ہوجائے گا اور جو واسطے ہونگے تو اُن مین غور و تامل کے بعد حاصل ہوگا مثلاً جس وقت انسان کے معنی موضوع لہ کہ حیوان ناطق ہین ذہن مین آتے ہین تو یہ بھی ذہن مین آجاتا ہی کہ یہ ہنسنے والا ہے پس ہنسنا انسان کے لیے لازم ذہنی ہی لزوم ذہنی سے علماے بیان بھی مراد لیتے ہین اور

منطقین کے نزدیک لزوم ذہنی یہ ہے کہ مسمےٰ کے تعقل سے مدلول التزامی کا تعقل ذہن مین سے کسی طرح جدا نہو سکے اور یہ معنی علماے بیان کے نزدیک معتبر نہین کیونکہ اس صورت مین بہت سے مجازات وکنایات کے معانی مدلولات التزامیہ مین سے نکلجائینگے۔

اب معلوم کرو کہ ایک معنی کو کئی مختلف طریقون پر دلالت لفظی کے ساتھ ادا نہین کر سکتے کیونکہ اس دلالت مین الفاظ ایک ہی طور پر دلالت کرتے ہین کمی بیشی متصور نہین اور یہ امر بھی جب ہی کہ سننے والا یہ جانتا ہو کہ یہ الفاظ ان معنے کے واسطے بنائے گئے ہین اور یہ اگر نہ جانتا ہوگا تو وہ الفاظ دلالت ہی نہین کرینگے کیونکہ الفاظ کے معنے کا سمجھنا وضع الفاظ کے جاننے پر موقوف ہے مثلاً جب ہم کہین کہ اس کے رخسار سیب کی طرح ہین پس اگر سننے والا رخسار اور سیب اور طرح کے معانی جانتا ہوگا اور ہیئت ترکیب کو بھی سمجھتا ہوگا یعنے اُسے یہ معلوم ہوگا کہ اس عبارت کا مفاد رخسار اور سیب کے درمیان مشابہت کا ثابت کرنا ہے تو ممکن نہین کہ کوئی اور کلام اس معنی مین بشرطیکہ دلالت وضعی رکھتا ہو بہ نسبت کلام مذکور کے واضح ہونے مین کم وزیادہ ہو کیونکہ جسوقت ان الفاظ کی جگہ دوسرے الفاظ لائے جائینگے جو اُن کے مرادف ہونگے تو سننے والا اگر ان مرادفات کی وضع سے واقف ہوگا تو معنے کے سمجھنے مین اُس کے نزدیک کوئی تفاوت نہ ہوگا بلکہ کلام ثانی سے وہی معنے سمجھے گا کہ جو کلام اول سے سمجھتا ہے اور اگر اس بات کو نہ جانتا ہوگا تو یہ نئے الفاظ بھی وہی معانی رکھتے ہین جو پہلے الفاظ رکھتے تھے تو کچھ بھی نہ سمجھے گا اور دونون صورتون مین زیادہ ظاہر ہونے اور کم ظاہر ہونے کے اعتبار سے تفاوت نہوگا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دلالت وضعی کے ساتھ ایک معنی کا مختلف طریقون مین ادا کرنا ممکن نہین ہے اور دلالت عقلی کے ساتھ ممکن ہے کیونکہ جائز ہے کہ لزوم کے مراتب ظہور مین مختلف ہون مثلاً ممکن ہے کہ دلالت تضمنی مین کل کے لیے اجزا کا لزوم مختلف مراتب رکھتا ہو چنانچہ حیوان اور جسم اور جواہر یہ تینون انسان کے جز ہین لیکن ان مین سے بعض بعض کے ذریعہ سے انسان کا جز ہے اور بعض بغیر ذریعہ کے پس جو بغیر ذریعہ کے جز ہوگا اُس کا لزوم واضح ہوگا اور جو بذریعہ دوسرے کے جز ہوگا اُسکا لزوم بہ نسبت اُسکے خفی ہوگا اسی طرح دلالت التزامی مین ملزوم کے لوازم کا لزوم مختلف مراتب رکھتا ہے اس طرح کہ بعض کے لزوم کی دلالت بہت ظاہر ہو اور بعض کے لزوم کی دلالت کم ظاہر ہو مثلاً وصف سخاوت کے لیے کئی لوازم ہین جن مین

بعض کی دلالت سخاوت پر زیادہ واضح ہے اور بعض کی دلالت اُس پر کم واضح ہی چنانچہ کہین
زید کے یہان مہمان آتے ہین یا زید کے باورچی خانے سے راکھ زیادہ نکلتی ہی یا زید کے یہان
گھی اور دوسری کھانے کی چیزین زیادہ خرچ ہوتی ہین یا زید رضائیان بہت تقسیم کرتا ہی یا زید کے
مہمان اُسکی بڑی تعریف کرتے ہین یا زید نے راستون مین بہت سے کنوئین اور مسجدین بنوائی ہین
پس ان مین بعض لوازم کی دلالت سخاوت پر واضح ہی اور بعض کی خفی ہی۔

مراتب وضوح کا اختلاف دلالت التزامی مین ظاہر ہی اسلیے کہ جائز ہی کہ ایک شے کے لیے ایسے
متعدد لوازم موجود ہون جن مین سے بعض لوازم بسبب کم ہونے واسطون کے اُس شے سے قریب ہون
اور بعض بسبب زیادہ ہونے واسطون کے اس سے بعید ہون پس جس مین واسطے کم ہون گے
وہ زیادہ واضح ہوگا اور جس مین واسطے زیادہ ہونگے وہ اُسکی بہ نسبت کم واضح ہوگا جیسے سخاوت
کے لیے لوازم مختلف ہین مثلاً کہا جائے کہ زید بڑا مہمان نواز ہے یا اسکے یہان باورچی خانے مین
ایندھن زیادہ جلتا ہے یا اُسکے باورچی خانے سے راکھ زیادہ نکلتی ہے ان لوازم مین سے مہمان نوازی
ایسا لازم ہے کہ سخاوت کی طرف اُس سے ذہن جلدی انتقال کرتا ہے بخلاف اسکے کہ باورچیخانے
مین لکڑیون کے زیادہ جلنے سے ذہن کا انتقال سخاوت کی طرف جلد نہین ہو سکتا کیونکہ اول مین
واسطہ نہین ہے اور باورچیخانے مین زیادہ لکڑیان جلنے سے جتنی جلدی سخاوت کی طرف انتقال
ہوتا ہے اُتنی جلدی باورچیخانے سے راکھ زیادہ نکلنے سے سخاوت کی طرف انتقال نہین ہو سکتا
کیونکہ سخاوت مین اور باورچیخانے مین زیادہ لکڑیان جلنے مین دو واسطے ہین اور سخاوت مین
اور باورچیخانے مین زیادہ راکھ ہونے مین تین واسطے ہین کیونکہ بہت لکڑیون کا جلنا بہت کھانا
پکنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور بہت کھانا پکنا مہمانون کی کثرت پر دلالت کرتا ہے اور مہمانون کی
کثرت سخاوت پر دلالت کرتی ہے اور باورچیخانے سے بہت سارا راکھ کا نکلنا موقوف ہے زیادہ
لکڑیون کے جلنے پر اور زیادہ لکڑیون کا جلنا بہت کھانا پکنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور بہت کھانا
پکنا مہمانون کی کثرت کے سبب سے ہوتا ہے اسی طرح جائز ہی کہ لازم ایک ہو اور ملزوم بہت سے
ہون پس اُس لازم کا لزوم بعض ملزوم کے ساتھ بہت واضح ہو اور بعض کے ساتھ کم واضح ہو جیسے
گرمی سورج اور آگ اور حرکت کو لازم ہے اور ظاہر ہے کہ گرمی کا لزوم آگ کے ساتھ بہت ظاہر
ہے اور بہ نسبت اُسکے سورج کے ساتھ کم ظاہر ہے اسی طرح گرمی کا لزوم جتنا سورج کے ساتھ
ظاہر ہے اُتنا حرکت کے ساتھ ظاہر نہین۔

اور دلالت تضمنی مین اختلاف مراتب لزوم کا ظہور وخفا مین ظاہر نہین ہے بلکہ بیان کی طرف
محتاج ہے کیونکہ جائز ہے کہ ایک معنی ایک شے کا جز ہون اور دوسری شے کے جز کا جز ہون پس
اُس شے کی دلالت اُن معنی پر جو اُسکا جز ہین بہت ظاہر ہوگی اور اُن معنی پر اُسکی دلالت زیادہ واضح
نہ ہوگی جو اُس کے جز کا جز ہین چنانچہ حیوان کی دلالت جسم پر زیادہ واضح ہے بہ نسبت انسان کی
دلالت کے جسم پر کیونکہ جسم حیوان کا جز ہے اور حیوان انسان کا جز ہے پس جسم مین اور حیوان مین واسطہ
نہین ہے اور انسان اور جسم مین واسطہ ہے اور وہ حیوان ہے اسی طرح دیوار کی دلالت مٹی پر جتنی واضح
ہے اُتنی مکان کی دلالت مٹی پر واضح نہین ۔

اس مقام پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جز اپنے کل سے پہلے سمجھ مین آتا ہے
چنانچہ انسان سے اول جسم مفہوم ہوتا ہے پھر حیوان پھر حیوان ناطق جواب اس کا یہ ہے کہ اس قول
کی صداقت مین شبہہ نہین مگر یہان مراد یہ ہے کہ ذہن اول جز کی طرف انتقال کرتا ہے اور علیحدہ ملاحظہ
اُس کا کل کے سمجھنے کے بعد کرتا ہے پس جب آدمی کوئی لفظ سنتا ہے اور اُسکی وضع سے واقف ہوتا
ہے اور موضوع لہ کے تمام اجزا کو سمجھتا ہے تو اول وہ بر سبیل اجمال کے لفظ کے معنی موضوع لہ سمجھتا ہے
پھر اُس کا ذہن اس معنے کے جز کی طرف بشرطیکہ جز ہو انتقال کرتا ہے اور اگر اس جز کے لیے بھی جز ہو
تو پھر جداگانہ اُسکی طرف انتقال کرتا ہے پس اس تقریر سے ثابت ہے کہ ہمارا وہ قول صحیح ہے کہ لفظ کل کی
دلالت جز پر نہایت واضح ہے اور اُسکی دلالت اپنے جز کے جز پر کم ظاہر ہے کیونکہ جز کا جز پیچھے سمجھا جاتا ہے
اور جز پہلے سمجھ مین آتا ہے اس تمام بحث سے یہ بات ثبوت کو پہونچ گئی کہ علم بیان مین معنی کے لوازم کو اعتبار کرتے ہین
لفظ جس معنی کے واسطے بنایا گیا ہو اگر اس سے وہی معنی مراد ہون تو اُسکو حقیقت کہتے ہین اور اگر
وہ معنی مراد نہون بلکہ ایک ایسے معنی مراد ہون جو معنی موضوع لہ کو لازم ہون پس اگر وہان کوئی قرینہ
اس بات پر قائم ہو کہ یہان معنی موضوع لہ مراد نہین ہین تو اُس لفظ کو مجاز کہتے ہین اور اگر معنے
موضوع لہ کا بھی ارادہ جائز ہو تو اُسے کنایہ بولتے ہین اور مجاز کو کنایے کے ساتھ وہ نسبت ہے جو
مفرد کو مرکب کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ مجاز مین ارادہ لازم کا عدم ارادہ ملزوم کے ساتھ شرط ہے اور
کنایے مین دونون کا ارادہ معتبر ہے پس مجاز مثل جز کے ہے اور کنایہ مثل کل کے کیونکہ مجاز مین صرف
لازم مراد ہوتا ہے اور کنایے مین دونون کا مقصود ہونا جائز ہے اور ہر جز اپنے کل پر مقدم ہوتا ہے
اسلیے علم بیان مین مجاز کو کنایے سے پہلے بیان کرتے ہین اور مجاز مین معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان
علاقے کا ہونا ضرور ہے پس اگر دونون مین تشبیہ کا علاقہ ہے تو ایسے مجاز کو استعارہ کہتے ہین اور اگر تشبیہ کے

سوا کوئی دوسرا علاقہ ہو تو اُسے **مجاز مرسل** بولتے ہین اس بیان سے واضح ہوا کہ **تشبیہ** مقدمہ ہی
استعارے کا جو مجاز کی ایک قسم ہے۔ علم بیان کا مقصد اصلی صرف دو چیزین ہین مجاز اور کنایہ مگر
استعارے کے سمجھنے کے لیے تشبیہ کا سمجھنا ضرور ہوا اور اُسکو تمام اقسام مجاز سے اسلیے پہلے بیان
کرتے ہین کہ مجاز کی ایک قسم تشبیہ پر موقوف ہے اور چونکہ مجاز مرسل کو استعارے کے ساتھ اتصال
حاصل ہے اسلیے اُسکو اور استعارے کو بمنزلے ایک باب کے قرار دیکر تشبیہ کو مجاز مرسل سے بھی پہلے
لاتے ہین اور تشبیہ کو کنایے پر اسلیے مقدم کرتے ہین کہ خود مجاز کو کنایے پر تقدیم حاصل ہی اور چونکہ
تشبیہ مین بہت سی فائدے کی باتین ہین اور اُسکے مباحث کثیر ہوگئے ہین اسلیے اُسکی بحث کو
استعارے کا مقدمہ نہین بناتے بلکہ علم بیان مین ایک علٰحدہ مقصد ٹھہراتے ہین۔ اور یہ بھی کہہ سکتے
ہین کہ تشبیہ بھی علم بیان کا ایک مستقل مقصد ہی استعارے کا مقدمہ نہین کیونکہ دلالت کے بہت
ظاہر ہونے اور کم ظاہر ہونے کا اختلاف اس مین بھی موجود ہے پس یہ بھی علم بیان کا مقصد اصلی
ہے اور علم بیان کے بعض مقاصد اُسپر موقوف بھی ہین لیکن اس مین کچھ مضائقہ نہین کیونکہ بعض مقاصد کا
بعض دوسرے مقاصد پر موقوف ہونا اسبات کو واجب نہین کرتا کہ متوقف علیہ فن کا مقدمہ بنجائے۔ اور حقیقت
و مجاز دونون چار چار قسم پر ہین حقیقت لغوی حقیقت شرعی حقیقت عرفی خاص حقیقت عرفی
عام یعنی کوئی لفظ اگر لغت مین کسی معنے کے واسطے وضع کیا گیا ہی تو اُسکو **حقیقت لغوی** کہتے ہین
اور اگر شرع مین وضع کیا گیا ہی تو اُسکو **حقیقت شرعی** کہتے ہین اور اگر کسی خاص فرقے کی اصطلاح
مین وضع کیا گیا ہے جیسے نحوی یا صرفی یا منطقی وغیرہ وغیرہ تو اُسکو **حقیقت عرفی خاص**
اور **حقیقت اصطلاحی** کہتے ہین اور اگر کسی خاص فرقے کی اصطلاح مین وضع نہین کیا گیا
بلکہ عام اشخاص اُس لفظ سے وہ معنی سمجھتے ہین اُسکو **حقیقت عرفی عام** کہتے ہین اسی طرح مجاز
کی قسمین ہین یعنی اگر لفظ لغت کی اصطلاح مین موضوع تھا ایک معنی کے لیے اور اُسکو استعمال
کیا کسی اور معنی مین تو وہ مجاز لغوی ہی اور اگر شرع کی اصطلاح مین موضوع تھا ایک معنی کے لیے
اور اسی اصطلاح مین استعمال کیا گیا کسی اور معنی مین تو وہ **مجاز شرعی** ہی اور اگر اصطلاح خاص
مین کسی معنی کے واسطے موضوع تھا اور اُسی اصطلاح مین اسکے غیر مین مستعمل ہوا تو وہ **مجاز عرفی خاص**
ہے اور اگر عام کی اصطلاح مین موضوع تھا کسی اور معنی کے واسطے اور اسی اصطلاح مین مستعمل ہوا
اور معنے مین تو وہ **مجاز عرفی عام** ہی اسکی مثال یہ ہی کہ شیر لغت مین جانور درندہ مشہور کے واسطے
بنایا گیا ہے اسی معنی مین استعمال کرنے کو حقیقت لغوی کہتے ہین اور مرد بہادر کے معنے مین

استعمال کرنے کو مجاز لغوی اور لفظ صلوٰۃ شرع کی اصطلاح مین نماز کے واسطے موضوع ہی اور
لغت مین دعا کے معنی مین آیا ہی شرع کی اصطلاح مین نماز کے معنی مین استعمال کرنا حقیقت شرعی
ہے اور اسی اصطلاح مین دعا کے معنی مین مجاز شرعی اور لفظ فعل علم نحو مین اُس لفظ خاص کے لیے
موضوع ہی جو مسند ہونے کی صلاحیت رکھے اور معنی مستقل پر دلالت کرے اور علاوہ معنے مصدر سے جو
اُسکے جوہر مین تین زمانون سے کوئی زمانہ اُسکے ساتھ پایا جائے اور لغت مین لفظ فعل کے معنی کرنا
ہین پس نحو کی اصطلاح مین لفظ خاص کے معنے مین حقیقت عرفی خاص ہی اور اُسی اصطلاح
مین کرنے کے معنے مین مجاز عرفی خاص اور لفظ تعزیہ عام کے نزدیک تابوت حضرت امام حسین
کے معنے مین ہی چنانچہ۔ ؎

آج دنیا سے حسین ابن علی جاتے ہین	ہو منور یہ زمین تعزیے دفناتے ہین

پس اس معنی مین حقیقت عرفی عام ہے اور اُسی اصطلاح مین ماتم پُرسی کرنے کے معنی مین مجاز عرفی
عام ارزانی جو منسوب ہی ارزان کی طرف حقیقی معنے اُسکے ارزندہ کے ہین یعنے لائق ہونے والا
لیکن یہ معنی متروک ہوکر مجازاً عرف عام مین نرخ اشیا کی گرانی کی ضد مین استعمال ہونے لگا۔
مجاز شرعی اگرچہ مجاز عرفی خاص مین داخل ہی مگر شرع کی تعظیم اور شرف کی وجہ سے اسکو جداگانہ
قسم قرار دیا ہے۔

حقیقت و مجاز در اصل الفاظ کے عوارض مین سے ہین کبھی معنی اور استعمال کو بھی حقیقت و مجاز
کے ساتھ متصف کر دیتے ہین چنانچہ کہتے ہین کہ یہ معنی حقیقت ہین اور وہ مجاز ہین اور یہ استعمال
حقیقت ہے اور وہ استعمال مجاز ہے۔

علما نے اس بات مین اختلاف کیا ہی کہ جو لفظ معنی مجازی مین مستعمل ہو اُسکے لیے معنی حقیقی مین
مستعمل ہونا شرط ہی یا نہین مذہب تحقیق یہ ہی کہ یہ امر شرط نہین۔ اور حقیقت و مجاز جس طرح مفرد مین
جاری ہوتے ہین جملے مین بھی جاری ہوتے ہین اور اس سے بحث علم معانی مین کرتے ہین جس طرح مفرد
کے حقیقت و مجاز سے علم بیان مین بحث ہوتی ہے اور مجاز کا یہ حکم ہے کہ جس چیز مین اُسکو استعمال
کرین وہ ثابت ہو خواہ عام ہو یا خاص اور مجاز کے عام ہونے سے یہ مراد نہین ہی کہ ایک لفظ سے تمام
علاقے جو مجاز و حقیقت مین ہونا چاہئین سمجھے جاتے ہین بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایک قسم کے علاقے کی
تمام فردون کو عام ہوتا ہے جو لفظ جس معنی کے لیے بنایا جاتا ہے اُس سے وہ معنی ساقط نہین ہوتے
اور معنی حقیقی کی نفی اُس چیز سے جس پر وہ صادق آتے ہون نہین ہوتی اور غالب کے قول مین ؎

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا	آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

بشر سے جو بشریت کی نفی ہے اس سے غرض تحقیر ہے یعنی انسان کو لائق اور اچھا ہونا میسر نہیں معنی حقیقی کی نفی مقصود نہیں اسی قبیل سے ہے برق کا شعر ؎

سگ اصحاب ہوا صحبت انسان سے بشر	آدمی ہو کے بھی انسان تو انساں نہوا

بخلاف معنی مجازی کے کہ وہ اپنے مصداق پر صادق بھی آتے ہیں اور اُس سے منتفی بھی ہو جاتے ہیں چنانچہ باپ کو باپ کہتے ہیں اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ وہ باپ نہیں ہے برخلاف دادا کے کہ اُسکو باپ کہہ سکتے ہیں مگر یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ وہ باپ نہیں ہے اسی طرح اُس جانور درندہ کو جو لفظ شیر کا موضوع لہ ہے شیر کہنا صحیح ہے اور اس نام کی اُس سے نفی نہیں ہو سکتی یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ شیر نہیں ہے بخلاف بہادر آدمی کے کہ اُس کو مجازاً شیر کہتے ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ شیر نہیں ہے۔

علم بیان کا مدار ان چار چیزوں پر ہے۔ تشبیہ[۱]۔ استعارہ[۲]۔ مجاز مرسل[۳]۔ اور کنایہ[۴]۔ ان میں سے ہم ہر ایک کو علحدہ علحدہ ایک ایک باغ میں بیان کرتے ہیں۔

پہلا باغ تشبیہ کے بیان میں

تشبیہ لغت میں دلالت ہے اس بات پر کہ ایک شے دوسری شے کے ساتھ ایک معنی میں شریک ہے اور علم بیان کی اصطلاح میں تشبیہ سے مراد دلالت ہے دو چیزوں کی جو آپس میں جدا جدا ہوں ایک مطلب میں شریک ہونے پر اس طرح کہ بطور استعارہ کے نہ ہو اور نہ بطور تجرید کے ہو تجرید کا بیان علم بدیع میں آتا ہے اور تشبیہ کے بیان میں پانچ چیزوں سے بحث ہوتی ہے (۱) مشبہ بہ اور مشبہ ان کو طرفین تشبیہ کہتے ہیں (۲) وجہ تشبیہ (۳) غرض تشبیہ (۴) ادات تشبیہ۔ یہ چاروں تشبیہ کے ارکان کہلاتے ہیں (۵) اقسام تشبیہ۔ اور یہ پانچوں چیزیں ہم پانچ چمنوں میں بیان کرتے ہیں۔ اور تشبیہ کے قوت و ضعف کے حال کو علحدہ چھٹے چمن میں ذکر کرینگے۔

پہلا چمن طرفین تشبیہ کے بیان میں

طرفین تشبیہ دو چیزیں ہیں ایک مشبہ وہ جسکو تشبیہ دی جائے دوسرے مشبہ بہ وہ ہے

جس سے کسی چیز کو تشبیہ دین اور شبہ سے اس صفت مین زیادہ ہو جسکی وجہ سے تشبیہ دی جائے اور یہ زیادتی خواہ از روے حقیقت کے ہو خواہ از روے ادعا کے اور اگر ایسا نہو بلکہ وہ صفت دونون مین برابر ہو تو تشبیہ صحیح نہو گی کیونکہ تشبیہ مین ایک کی زیادتی اور ایک کے نقصان کا قصد ہوتا ہے اور جہان دونون کی مساوات کا قصد ہو تو اُسکو **تشابہ** کہتے ہین یعنی یہ اُسکے مشابہ ہے اور وہ اُس کے مثلاً۔

سودا

دشمن و دوست بد و نیک زمانے کے بیچ — حکم رکھتے ہین ترے پیش کرم چارون ایک

تشبیہ دشمن کی بد سے اور دوست کی نیک سے منظور نہین بلکہ دونون چیزون مین مساوات منظور ہے۔

ولہ

انوری سعدی و خاقانی و مداح ترا — رتبۂ شعر و سخن مین ہین ہم چارون ایک

ان چارون شعرا مین سے کسی ایک کی دوسرے کے ساتھ تشبیہ منظور نہین بلکہ مساوات مقصود ہے اور

ولہ

سنبل و زلف سیہ کاکل و شب چارون ایک — غمزہ و ناز و ادا جنبش لب چارون ایک ہا

گویا

گھر تیرا ہے جنت کے گلستان کے برابر — چاوُش ہین دروازے پہ رضوان کے برابر

ہے ایک ترا آئینہ بردار سکندر — دارا ترے دروازے کے دربان کے برابر

قطرہ جو کبھی ابر کف جود سے ٹپکے — رُتبے مین ہو وہ گوہر غلطان کے برابر

اِک دم مین جسے چاہے فلک پر تو چڑھا دے — ذرّے کو کرے مہر درخشان کے برابر

گر خرمن بخشش سے کرے دانہ عطا تو — ہر مور کہے مین ہون سلیمان کے برابر

آتش

یہ خوش اسلوب جسم اُس نوجوان کا ہے کہ جو نا مین — برابر نکلے ڈورا اُس کمر کا عدہ گردالمین کا

ظفر

نہ گیسوے عرق افشان مین اور سحاب مین فرق — نہ تاب رخ مین ترے اور آفتاب مین فرق

نہ فرق یک سر مو مشک در بوے کاکل مین — نہ کچھ پسینے مین عارض کے اور گلاب مین فرق

نہ کچھ شراب و نگہ مین تری کمی بیشی ٭ نہ تیزی چشم مین اور ساغر شراب مین فرق

ولہ

نہ خون دل مین مرے اور ہے شراب مین فرق ٭ نہ میرے سینۂ بریان مین اور کباب مین فرق

نہ میرے اشک مین اور تار چنگ مین دوئی ٭ نہ میرے نالے مین اور نالۂ رباب مین فرق

نہ داغ سینہ مین اور آفتاب مین دوئی ٭ نہ دود دل مین مرے اور کچھ سحاب مین فرق

نہ سوز سینہ مین اور برق مین ہی فرق ظفر ٭ نہ کچھ ہی پارے مین اور دل کے اضطراب مین فرق

تشابہ مین عکس صحیح ہوتا ہی یعنی مشبہ بہ کو مشبہ بنا سکتے ہین جیسے۔

داغ

حسن آئینہ عشق ہو عشق آئینہ حسن ٭ مین تجھکو نظر آؤن مجھے تو نظر آوے

مقصود بالتمثیل پہلا مصرع ہے۔

ظفر

خاک کو مسند کمخواب سمجھتے ہین فقیر ٭ اور وہ جانتے ہین مسند کمخواب کو خاک

نصرت

جیحون کو دشت کو جیحون بنائین یہ ٭ گردون کو ارض ارض کو گردون بنائین یہ

یار محمد خان شوکت

سر کو سودائے زلف معتبر ہو گیا ٭ گھر مجھے صحرا ہو صحرا مجھے گھر ہو گیا

صفیر

سحر پر آئے اگر یہان متی کی صورت ٭ پر کبوتر کو کرے پر کو کبوتر گیسو

مولوی محمد اسمٰعیل

حقیقت مین ہوگی دور نئی کہان ٭ جہان ذرہ ہی اور ذرہ جہان

ذوق

نیت نیک تری آئینہ حسن عمل ٭ عمل خیر ترا جلوۂ حسن نیت

امیر

زندے مردہ مردے زندہ ہو چلے ٭ حشر برپا کر چکی رفتار یار

پس جہان وجہ شبہ مین مشبہ اور مشبہ بہ دونون کا ملا ہونا مقصود ہو اور یہ مقصود نہو کہ ایک نا ملا

اور دوسرا ناقص ہے عام ہے اس سے کہ زیادتی اور کمی پائی جائے یا نہ پائی جائے تو بہتر یہ ہے کہ وہاں تشبیہ کو ترک کردین کیونکہ تشبیہ مین ایک کی زیادتی اور ایک کے نقصان کا قصد ہوتا ہی پس اس شعر مین۔

حالی

اُن کی عزت تمھاری عزت ہے	اُنکی ذلت تمھاری ذلت ہے

ایک کی عزت کی دوسرے کی عزت کے ساتھ اور ایک کی ذلت کی دوسرے کی ذلت کے ساتھ تشبیہ مقصود نہوگی کیونکہ دونون کا برابر ہونا مطلوب ہے۔

مشبہ اور مشبہ بہ دو قسم کے ہوتے ہین۔

(۱) حسی جسے حواس خمسۂ ظاہری سے دریافت کرسکیں اور حواس خمسۂ ظاہرہ پانچ ہین۔ بصر۔ سمع۔ شم۔ ذوق اور لمس۔

(۲) عقلی جسے حواس ظاہرہ سے معلوم نہ کرسکیں پس یا مشبہ اور مشبہ بہ دونون ایکسے ہی ہونگے یا مختلف یہان مختصر طور پر مثال ہر ایک کی لکھی جاتی ہی۔

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق باصرہ کی ناد کہتا ہے۔

بڑھ چلا رخ سے یہ اُنکے خط اخضر کیسا	پر طاؤس ہی قرآن سے باہر کیسا

صبا

لوگ کہنے لگے کندن مین جڑھا ہے مینا	سبزہ خط سے وہ خوشرنگ ترا گال ہوا

تصدق حسین خان

سرو ساق تو گل سے رخسار ہے	شانے بازو بھرے بھرے سارے

صفدری

آنکھ اپنی کسی کے دُرِ دندان سے لڑی ہے	جو اشک مسلسل ہی سو موتی کی لڑی ہے

ناسخ

ذقن یار مین کی خط نے رسائی پیدا	چاہ یوسف مین خضر بھر تماشا اُترا

امانت

دیکھیں اُن پستان پہ زلفون کو تو کچھ بھی کہے	دودھ پینے کے لیے بیٹھا ہی جوڑا سانپ کا

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق بہ سامعہ کی محسن کاکوروی کہتا ہے۔

نوبت ہے صداے قمریان کی ۔ تیاری ہے باغ مین اذان کی ۔

وزیر

نالۂ مرغ سحر ہوگی صریر خامہ ۔ لکھنی ہے اب صفت دُرِّ بناگوش مجھے ۔

سودا

بُلبُل خموش نغمہ ہون لیک اُس گلستان مین جہان ۔ نالۂ مرغ چمن سے کم نہین فریاد زاغ ۔

مومن

دم مصاف ترے دشمنون کے لشکر مین ۔ صداے نوحہ و شیون ہے شور و غلغل کوس ۔

غالب

پُر ہون مین شکوے سے یون راگ سے جیسے باجا ۔ اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے ۔

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسّی متعلق شامہ علی کہتا ہے۔

علی بھرا ہے یہ عطر بہشت شیشے مین ۔ تصور عرق روے یار دل مین ہے ۔

یار کے عرق کی بو کو عطر بہشت کی بو سے تشبیہ دی ہے۔

گویا

کہون مین کیون نہ گُل اندام ان حسینون کو ۔ گلاب کی سی مجھے آتی ہے بُو پسینے مین ۔

حسینون کے پسینے کی بو کو گلاب کی بو سے تشبیہ دی ہے۔

قدسی

لگایا مین نے جو شب زُلف پُر شکن مین ہاتھ ۔ شمیم مشک لگی گلشن ختن مین ہاتھ ۔

زلف کو مشک کے ساتھ تشبیہ باعتبار خوشبو کے دی ہے۔

برق

عطر گلاب شیشے مین رکھا ہے کھینچ کر ۔ دل مین خیال ہے عرق روے یار کا ۔

ظفر

گرے جو اُس لب میگون سے قطرہ دریا مین ۔ شراب کی سی حبابو نکے ہوا باغ مین بُو ۔
دل برشتہ کی اس طرح بو ہے سینے مین ۔ کہ جیسے سوختہ دانے کی ہو اَجاغ مین بُو ۔

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسّی متعلق ذائقہ سودا کہتا ہے۔

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھی پھر پئین تو مزہ دے شراب کا

اُجاغ بفتح اول بمعنے چولھا دیگدان انگیٹھی ۱۲ از تسہیل اللغات مولفہ مولف این کتاب

پانی کے مزے کو شراب کے مزے سے تشبیہ دی ہے۔

مومن

جھوٹی شراب پینی مجھے مرتے دم تو دے	یہ آب تلخ شربت قند و نبات ہے

ذوق

بدل گئی ہے حلاوت سے تلخی دارو	شراب تلخ بھی ہے میکشوں کو شکر و شیر

شایان

میں کیوں منت کش پیر مغان ہوں	نہ آب تلخ کو کیوں زہر سمجھوں

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق لامسہ تعلق کہتا ہے۔

پیٹ نرمی سے صورت مخمل	صاف مانند تختۂ صندل

پیٹ کو نرمی میں مخمل سے تشبیہ دی ہے اور صفائی میں تختۂ صندل سے۔

عبرت

کہوں کیا جلد کی اُس کے صفائی	ہو جیسے دودھ پر ہلکی ملائی

پیٹ کو ملائمت میں ملائی کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

حریق

دل ہے جیسا سخت ہیں ویسی ہی پتھر چھاتیاں	کیا کرینگی جز جفا یہ اور یہ پھر چھاتیاں

بحر

آسیاسی ہیں چلیا اور پتھر چھاتیاں	مونگ چھاتی پر دلینگی یہ ستمگر چھاتیاں

پستان کو سختی میں دل اور پتھر سے تشبیہ دی ہے۔

ذوق

یہ خار دشت بھی نرمی میں خواب مخمل ہے	ہر ایک تار رگ سنگ بھی ہے تار حریر

میر

جس کف پا کو برگ گل ہے خار	میدان ہے خار سے وہ ہووے فگار

مثال مشبہ اور مشبہ بہ عقلی کی۔

حالی

وہ طبیب جسے عشق میں ہمارے اطبا	سمجھتے ہیں جس کو بیاد مسیحا

بتانے مین ہی بخل جسکے بہت سا ۔۔۔ جسے عیب کی طرح کرتے ہین اخفا

علم طب کو عیب سے تشبیہ دی ہی اور ان دونون کے معلوم کرنے مین حواس کو دخل نہین بلکہ عقل سے معلوم ہوتے ہین اور علم طب سے مراد وہ ملکہ ہی جسکی وجہ سے آدمی اُسکے جزئیات کے ادراک پر قادر ہو جاتا ہے اور ملکہ سے مراد ایک حالت بسیط ہی جو کسی فن کی مزاولت سے حاصل ہو جاتی ہی اور جس شخص کو جس فن کا ملکہ حاصل ہوتا ہی جب اُسکے سامنے اُس فن کے جزئیات آتے ہین تو اُن جزئیات کے احکام کو بخوبی ادراک کر سکتا ہی۔ سه

ست مردمک دیدہ مین سمجھو یہ نگاہین ۔۔۔ ہین جمع سویداے دل چشم مین آہین

نگاہ مشبہ اور آہ مشبہ بہ اور یہ دونون عقلی ہین۔

منشی جگنا تھ اظہر

نطق سے میرے ہی طبع سامعہ عاشق مزاج ۔۔۔ شوخیان مضمون مین ہین ناز حسینانکی طرح

شوخیان مشبہ اور ناز حسینان مشبہ بہ اور یہ دونون عقلی ہین۔

مولوی محمد اسمٰعیل نے لکھا ہے جب انسان نے اپنے عیب کو سمجھ لیا تو گویا مرض کو پالیا اور جب مرض کو پالیا تو پھر علاج کرنا چندان دشوار نہین۔

عیب کو مرض سے تشبیہ دی ہی اور دونون عقلی ہین۔

مثال مشبہ حسّی اور مشبہ بہ عقلی کی۔

نسیم

جب نام خدا جوان ہوا وہ ۔۔۔ مانند نظر روان ہوا وہ

وہ شخص یعنی تاج الملوک مشبہ اور نظر مشبہ بہ ہی۔

ولہ

گھر چھوڑ کے چل بسے سب انسان ۔۔۔ پھر تن مین نہ آئے صورت جان

ولہ

پریان کہ ہزار ہا بھری تھین ۔۔۔ ارمان سی سب وہان سے نکلین

ولہ

پھر پانسے نے کی نہ پاسداری ۔۔۔ ہمت کی طرح وہ دل سے ہاری

ولہ

پیارا یہ مرا ہے آدمی زاد ۔۔۔ رکھیو اسے جس طرح مری یاد

ولہ

ہیبت سازین کے دل مین آیا		اندیشے کی طرح سے سمایا	

ولہ

یون سیج پہ آکے سوئی بیتاب		جس شکل سے آئے آنکھ مین خواب	

ولہ

اٹھی اُسے جی کی طرح چھوڑا		بدلا مانند رنگ جوڑا ؎	

مقصود بالتمثیل مصرع اول ہی جس مین جی مشبہ بہ عقلی ہی اور تاج الملوک مشبہ حسی۔

مومن

بات کرنے مین رقیبون سے ابھی ٹوٹ گیا		دل بھی شاید اُسی بدعہد کا پیمان ہوگا ؎

انیس

گویا کہ تھا شبیہ الم سر بسر نشان		ڈوبا تھا خون سے پنجہ پُرنور اور نشان

نشان مشبہ حسی ہی اور الم مشبہ بہ عقلی۔

دبیر

ان شیر دلونکی شمشیرین ہین یاقوت غفار		یہ میان مین خوابیدہ اجل خوف سے بیدار

شمشیر مشبہ حسی اور قوت غفار مشبہ بہ عقلی۔

فائدہ سوال تشبیہ محسوس کی معقول کے ساتھ ممنوع ہی اسلیے کہ محسوس معقول سے قوی ہی جہ یہ کہ وہ معقول کے لیے اصل ہی کیونکہ علوم عقلیہ حواس سے مستفاد ہوتے ہین اور انھین کی طرف منتہی ہوتے ہین پس محسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ دینا فرع کو اصل بنانا ہی اور یہ ناجائز ہی۔

جواب اسوقت مین معقول کو بھی محسوس مان لیتے ہین اور مبالغے کے طور پر اسکو محسوس کی اصل قرار دیتے ہین پس اس صورت مین تشبیہ تقدیری طور پر دو محسوسون مین ہوتی ہی۔

مثال مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی کی۔

ناسخ

بدن شراب کشی سے خم شراب بنا		ہے اپنی روح بدن مین برنگ بوئے شراب

روح مشبہ عقلی ہی اور بوئے شراب مشبہ بہ حسی۔

منتظر نہ ہو دماغ کبھی	ولہ	گل نہ ہو عقل کا چراغ کبھی

عقل مشبہ عقلی اور چراغ مشبہ بہ حسّی۔

بیدار

آگئی دل مین ناگہان بیدار	نگہ اُس کی خدنگ کے مانند

نگہ مشبہ عقلی اور خدنگ مشبہ بہ حسی۔

دبیر

فرعون کی مانند ہوا غرق حیا ظلم	پڑھتا ہوا توبہ کی دعا بھاگ گیا ظلم

ظلم مشبہ عقلی اور فرعون مشبہ بہ حسی ہے۔

مومن

رنگینی بزم کا بندھا دھیان	جون بوے گل اُڑ گئے سب اوسان

اوسان مشبہ عقلی ہی اور بوے گل مشبہ بہ حسی۔

سرشار بریلوی

آثار نفس نے دی خبر کاروان عمر	یعنی عدم کو چھوٹنے والی یہ ریل ہے

عمر مشبہ عقلی ہی اور کاروان مشبہ بہ حسی۔

ناسخ

فرقت کی بیکسی مین جو ساقی گزک نہین	لے لینگے لخت دل کو ہم سیخ آہ سے

آہ مشبہ عقلی ہے اور سیخ مشبہ بہ حسی آہ اگرچہ سنائی دیتی ہی مگر بذریعہ آواز کے عقل سے مدرک ہوتی ہے۔

حالی

اب ان گلے فسانے فراموش کردو	تعصب کے شعلے کو خاموش کردو

تعصب مشبہ عقلی ہے اور شعلہ مشبہ بہ حسی۔

غالب

پاتے نہین جب راہ تو چڑھ جاتے ہین نالے	رُکتی ہی مری طبع تو ہوتی ہی روان اور

طبع مشبہ عقلی اور نالے مشبہ بہ حسی ہین۔

شوق

مثل گل گو کہ رکھیے پردے مین	بوے اُلفت چھپی نہین رہتی

اُلفت مشبہ عقلی ہے اور گل مشبہ بہ حسی۔

امیر

گھر دیکھنے کا ہے انس نقطہ شکل آئینہ ❊ آ رہے ہین دل مرادہ مرے رو برو پسند

صدر الدین عاصی

جہان مین یہ ملی کیمیا ہمین عاصی ❊ کہ خاک بن کے رہی اپنی کوے یار مین روح

روح مشبہ عقلی اور خاک مشبہ بہ حسی

وزیر

ہون وہ بلبل جو کرے ذبح خفا تو ہو کر ❊ روح میری گل عارض مین رہے بو ہو کر

تنبیہ (۱) علم بیان والون نے تشبیہ خیالی کو حسی مین داخل کیا ہے اسلیے کہ حسی سے مراد وہ چیز ہے کہ یا وہ خود حواس سے ادراک کیجاتی ہو یا اُسکا مادہ پس خیالی سے تشبیہ کی بحث مین وہ مرکب مراد ہے کہ وہ خود تو حواس خمسہ ظاہرہ کے ذریعہ سے محسوس نہو لیکن جن اجزاے اُسکی ترکیب فرض کی ہو وہ تمام خارج مین موجود ہون اور حواس خمسہ ظاہرہ سے محسوس ہون جن مین قوت متخیلہ تصرف کرکے ایک ایسا مرکب تیار کرتی ہے جو خارج مین معدوم ہوتا ہے اور اس فرضی مرکب کو خیالی اسلیے کہتے ہین کہ اسکے اجزا کی صورتین حس خیال مین مرتسم ہوتی ہین یا یہ وجہ ہے کہ اسکی ترکیب دینے والی قوت متخیلہ ہے مثلاً ایک نیزہ تصور کرین جو یاقوت کا ہو یا ایسا جانور تصور کرین جسکے پر زمرد کے اور منقار یاقوت کی اور آنکھین موتی کی ہون پس یہ دونون چیزین خارج مین نہین پائی جاتین اور معدوم ہین لیکن متخیلہ نے اُن کو تین چیزون سے مرکب کیا ہے۔ مثلاً تیر ہ اور یاقوت اور مرغ اور پر اور منقار اور آنکھین اور زمرد اور یاقوت اور موتی یہ چیزین البتہ خارج مین موجود ہین حواس سے مدرک ہوتی ہین اور حس مشترک کے ذریعہ سے خیال مین پہونچی ہین۔

نصیر احمد خان سحاب

پڑا کلی چوٹی مین کوڑی کا موباف ❊ نظر آئے دو سانپ اک کیچلی مین

اک کیچلی مین دو سانپ کا ہونا اگرچہ خارج مین نہین پایا جاتا اور معدوم ہے لیکن متخیلہ نے اسکو جن چیزون سے مرکب کیا ہے وہ سانپ اور کیچلی ہے یہ چیزین البتہ خارج مین موجود ہین اور حواس سے ادراک کیجاتی ہین پس سانپ اور کیچلی جو حواس سے مدرک ہوے متخیلہ نے اُن مین [illegible]

شاداب

قریب رخ کے جو وہ زلف پر شکن دیکھی | حلب کی صبح شب وادی مین دیکھی

حلب کی صبح اور شب وادی مین ایسے اُمور ہین کہ حواس سے مدرک ہوتے ہین متخیلہ نے اُن کو ترکیب دیکر جمع کیا ہی گو خارج مین ایک جگہ نہین پائے جاتے اور معدوم ہین۔

کوثر

سر کے تعویذ و نپہ تیرے مین کہون پھبتی نئی | خوشۂ پروین ہی یہ ای مہربان بالائے سر

خوشۂ پروین کا سر پر واقع ہونا خیال محض ہی۔

شاداب

مانگ مین کب ہی یہ سیندور کا قشقہ ظالم | سامنے کھینچ کے لے آئے ہین خنجر گیسو

گیسو کا خنجر کھینچکر سامنے لانا خیال محض ہی خارج مین موجود ہونا اسکا ممکن نہین۔

منیر

ای پری زلفو نکی اُلجھن مانگ سے موقوف کی | حد فاصل ناگنون مین کھنکھو را ہو گیا

سید اصغر علی ابرو

زلف جانان ہو اگر سایہ فگن پانی مین | نظر آنے لگے سنبل کا چمن پانی مین

تعیش

تشبیہ دے جھکا ہون مین مار دو سر کے ساتھ | زلفونکو اسکی ہاتھ لگاتا ہون ڈر کے ساتھ

آتش

چھٹے ہین گیسوے مشکین جو اُس رخسار روشن پر | بغل مین ظلمت شب نے لیا ہی نور کا تڑکا

ظفر

ہی عشق کا دریا دل پر سوز مین پنہان | حیران ہون کہ ہی آتش سوزان کے تلے آب

یہ مثالین ترکیب کی تخمین تفریق کی مثال یہ ہی۔

شائق

زلف تیری تا کمر پہونچی نہ پھر آگے بڑھی | سورۂ واللیل کی تفسیر آدھی رہ گئی

سکندر

گرا ہے مانگ مین دل میرا آہ ڈھونڈ ھو نکو کدھر | کہ آدھی رات اُدھر ہی اور آدھی رات اِدھر

(۲) تشبیہ وہمی کو عقلی مین داخل کیا ہی کیونکہ وہ بھی مثل معقولات کے حواس سے ادراک نہین کیجاتی لیکن ایسی ہی کہ اگر پائی جائے تو البتہ حواس سے مدرک ہو اور اسی وجہ سے عقلی اور وہمی مین امتیاز ہوتا ہے اور وہمی سے مراد وہ چیز ہے جس کو تخیلہ اپنی طرف سے اختراع کرے کہ اُسکی کچھ اصل نہو مثلاً سُنا جاتا ہے کہ غول ایسی چیز ہے کہ آدمیون کو راہ مین ہلاک کرتا ہے متخیلہ نے یہ اختراع کیا کہ وہ جانور درندہ کی شکل پر ہوگا اور اُسکے واسطے دانت تجویز کر لیے پس متخیلہ کے اختراع کی مثال دندان غول ہین۔

زار

ہم کو چشم غول ہے گویا سر مدفن چراغ	کون کرتا ہے کسون کے گور پر روشن چراغ

چشم غول بھی دندان غول کی طرح متخیلہ کے مخترعات سے ہے۔

شاداب

یا نمایان ہین ترے رخ پہ پری رو گیسو	دود بالاے چراغ مہ کامل ہین یہ

چراغ مہ کامل کے دھوین کی کچھ حقیقت نہین متخیلہ نے اپنی طرف سے اختراع کر لیا ہی

حیدر

زلف کی افشان کا ستارہ ہمین	دیدۂ افعی اجل بن گیا

زلف کی افشان کے ستارے کو افعی اجل کے دیدے سے تشبیہ دی ہی جس کی کچھ اصل نہین ہے متخیلہ نے اپنی طرف سے اختراع کر لیا ہی

امانت

راہ ظلمات مین یہ دلدل ہے	صندل اُسکی ہے مانگ مین کیا خوب

راہ ظلمات مین دل دل تصور کرنا وہم کا کام ہے اور یہ چیز حس مشترک کے ذریعہ سے خیال مین نہین پہونچتی ہے۔

لطافت پسر امانت

آتش رنگ حنا کا ہے دھوان ہر گیسو	پانون مین یار کے مہندی ہی تو سر پر گیسو

عبد الصمد حضور

سُنبل سی زلف چھوڑ کے رُخ پر وہ گلعذار
دکھلا رہا ہی آتش گل کا دھوان مجھے

اصغر

تری اس مانگ سے کیا معنئ دلخواہ پیدا ہے
شب معراج کی اس خط سے گویا راہ پیدا ہے

مانگ کے خط کو شب معراج کی راہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ ایسی چیز ہے جسکا تصور کرنا وہم کا کام ہے اور خیال اس قسم کے تصور سے عاجز ہے۔

کلامی

حشر میں دیکھ کے وہ زلف سیہ کہدونگا
یہ سیہ نامۂ اعمال کا دفتر آیا

اسیر

گیسوے حور جنان ہے اسی توسن کی عنان
حلقۂ چشم ملک ہے اسی مرکب کی لجام

(۳۳) بعض چیزیں ایسی ہین کہ اُن کو انسان دل مین پاتا ہے مثلاً شیرین چیز کے کھانے سے یا ایک شے ملائم کے ہاتھ لگانے سے یا آواز ملائم اور پسندیدہ کے سُننے سے یا ایک خوشنما چیز کے دیکھنے سے یا خوشبو کے سُونگھنے سے دل مین ایک مزہ اور لذت حاصل ہوتی ہے یا ان چیزون کے اضداد سے دل مین ایک الم پہونچتا ہے اور مثلاً بھوکا ہونے یا سیر ہونے کو ادراک کرنا ان سب چیزون کو وجدانیات کہتے ہین علماے بیان نے ان کو بھی مثل وہمیات کے عقلیات مین داخل کیا ہے اور یہ چیزین ایسی ہین کہ ادراک ان کا نفس کی اُن قوتون سے ہوتا ہے جنکو وجدان کہتے ہین پس وجدان اندرونی قوتین ہین جو نفس کے ساتھ قائم ہین اور وہ قوتین یہ ہین مثلاً وہ قوت جو بھوک کو دریافت کرتی ہے اور وہ قوت جو سیری کو ادراک کرتی ہے اور وہ قوت جس سے خوف معلوم ہوتا ہے اور وہ قوت جس سے غم و رنج مدرک ہوتے ہین پس لذت، الم، بھوک، سیری، خوف، غم اور رنج کے دریافت کرلینے کی قوتون کا نام وجدان ہے اور لذت، الم، بھوک، سیری، خوشی، غم، رنج وجدانیات کہلاتے ہین اور ظاہر ہے کہ ایسے معانی ہین کہ نہ تو حواس ظاہرہ ان کا ادراک کر سکتے ہین اور نہ محض عقلیات ہین کیونکہ محض عقلیات معانی کلیہ ہوتے ہین اور لذت، الم، خوشی، غم، خوف، غضب بھوک اور سیری ایسے جزئیات ہین جو حواس باطنہ کی طرف منسوب ہوتے ہین اور یہان لذت و الم سے وہ لذت و الم مراد ہین جو حس سے پیدا ہوتے ہین نہ وہ لذت و الم جو عقلی ہین کیونکہ یہ وجدانیات سے نہین بلکہ محض عقلیات مین داخل ہین جو حس سے پیدا ہوتے ہین اُنھین کا شمار وجدانیات مین ہے۔ سے۔

عبث دیتا ہے لالچ جنت الفردوس کا واعظ
مے گلگون مین آتا ہے ہمین یان لطف کوثر کا

مے گلگون کا لطف وہ لذت ہی کہ اُسکے پینے کے بعد دل مین حاصل ہوتا ہے۔

دلگیر

آب کوثر کا مزہ ہے خنجر بے آب مین	وقت سر کٹنے کے یہ نکلی صدائے استادون

دوسرا چمن وجہ تشبیہ کے بیان مین

وجہ مشابہت وہ معنے ہین کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون اُس مین شریک ہون اور وہ معنی مقصود بھی ہون اور مشبہ اور مشبہ بہ سے بہت خصوصیت رکھتے ہون اُسکو وجہ شبہ بھی کہتے ہین اگرچہ شیر اور رستم بہت سی باتون مین شریک ہین مثلاً حیوانیت اور جسمیت اور وجود اور حدوث دونون مین پائے جاتے ہین مگر ان مین سے کوئی شے وجہ شبہ نہین کیونکہ ان چیزون کا قصد نہین کیا جاتا ہی پس وجہ مشابہت کے لیے قصد کا ہونا ضرور ہی۔ شایان نے ایک عابد کو شیر کے ساتھ فقط جنگل مین رہنے کی وجہ سے تشبیہ دی ہے پس یہان یہی خبر مقصود ہے بخلاف رستم اور شیر کی تشبیہ کے کہ وہان شجاعت مقصود ہوتی ہے۔ ع

چلے آتے تھے پاس اُس کے کبیر	وہ جنگل مین رہتا تھا مانند شیر

مشبہ اور مشبہ بہ حقیقت مین مشترک ہون تو چاہیے کہ صفت مین جدا ہون اور اگر صفت مین مشترک ہون تو چاہیے کہ حقیقت مین جدا ہون اگر دونون کی حقیقت وصفت ایک ہوگی یا دونون کی حقیقت وصفت بالکل مغائر ہوگی تو تشبیہ باطل ہوگی **مثال** شریک حقیقت کی گدھا مانند ہاتھی کے ہی گدھا اور ہاتھی حقیقت مین شریک ہین یعنی دونون حیوان ہین مگر صفت مین علٰحدہ علٰحدہ ہین **مثال** شریک صفت کی زید گھوڑے کی طرح سو کوس راہ جاتا ہے **مثال** حقیقت وصفت متحد ہونے کی زید کا ایک گھوڑا جو کمیت ہے اور سو کوس راہ جاتا ہی ایسا ہی جیسا کہ زید کا دوسرا کمیت گھوڑا جو سو کوس جاتا ہے اُس مثال مین دونون کی حقیقت وصفت ایک ہی کیونکہ دونون گھوڑے حقیقت مین جانور ہین اور صفت مین بھی یکسان ہین کہ سو کوس راہ چلتے ہین پس تشبیہ کا فائدہ کچھ نہین **مثال** حقیقت وصفت مین غیر ہونے کی بوعلی سینا درخت چنار کی طرح اچھا ذہن رکھتا ہی اس صورت مین بھی تشبیہ صحیح نہین۔

وجہ مشابہت مشبہ بہ اور مشبہ کی حقیقتون سے یا تو خارج نہین ہوتی ہی یعنی دونون کی تمام ماہیت ہوتی ہی یا ماہیت کا جز ہوتی ہی تمام ماہیت ہونے سے مراد یہ ہی کہ دونون کی نوع ہوتی ہی جیسے

کہین یہ اچکن اُس اچکن کی طرح کشمیرے کی ہی اور ماہیت کا جز ہونے سے مراد یہ ہی کہ اُن دونون کی جنس یا فصل ہوتی ہی جنس کی مثال یہ ہی کہ یہ اچکن اُس اچکن کی طرح کپڑے کی ہی اور فصل کی مثال یہ ہی کہ یہ اچکن اُس اچکن کی طرح ریشم کی ہی یا دونون کی حقیقتون سے خارج ہوتی ہے اور یہ ایک صفت ہوتی ہی کہ دونون کی ذاتون کے ساتھ قائم ہوتی ہی اور اس صفت کی تین قسمین ہین

ایک حقیقی کہ ذات مین متمکن اور متقرر ہو اور پھر یہ بھی دو طور پر ہی۔

(الف) حسی اور وہ کیفیت جسمانی ہے کہ حواس خمسہ ظاہری سے مدرک ہو سکتی ہی جیسے رنگ اور شکل اور مقدار اور حرکات اور حُسن و قبیح اور ہنسنا اور رونا اور سیدھا ہونا اور ٹیڑھا ہونا اور آواز اور مزہ اور خوشبو اور بدبو اور سختی اور نرمی اور اونچا ہونا اور نیچا ہونا اور چکنا ہونا اور کھردرا ہونا اور گرمی اور سردی اور تری اور خشکی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ وجہ شبہ مین طرفین تشبیہ شریک ہوتے ہین اور جو چیز ایسی ہو کہ اُس مین دو سرے شریک ہون وہ کلی ہے کیونکہ جزئی مین شراکت ممتنع ہے اور جو چیز حسی ہوتی ہے وہ کسی طرح کلی نہین ہوتی کیونکہ جو حسی ہی وہ جسم مین موجود ہے اور مدرک کے نزدیک حاضر بھی ہی اور ہر ایسی چیز جو جسم مین موجود اور مدرک کے نزدیک حاضر ہو وہ جزئی ہوتی ہی پس وجہ شبہ حسی کیسے ہو سکتی ہی تو ہم اسکا جواب یون دینگے کہ وجہ شبہ کے حسی ہونے سے مراد یہ ہی کہ اُسکے جزئیات اور افراد حواس ظاہرہ سے مدرک ہوتے ہین جیسے سُرخی کہ اُسکے جزئیات حس سے مدرک ہوتے ہین مثلاً گلاب کے پھول اور معشوق کے چہرے کی سُرخی کہ یہ مطلق سُرخی کے افراد ہین دیکھنے مین آتے ہین البتہ مطلق سُرخی کہ وہ کلی ہی نہ حس بصر سے مدرک ہو سکتی ہی نہ کسی دوسری حس سے۔

(ب) عقلی اور وہ کیفیت نفسانی ہی کہ عقل سے ادراک کی جاتی ہی جیسے فہم کی تیزی اور علم اور معرفت اور قدرت اور کرم اور سخاوت اور حلم اور غضب اور شجاعت۔

دوسرے اضافی اور وہ ہی کہ ذات مین متمکن اور متقرر نہو بلکہ دو چیزون سے متعلق ہو مثلاً کوئی شخص دلیل کو آفتاب سے تشبیہ دے اس نظر سے کہ دونون مین ازالہ حجاب کی صفت ہی اور یہ صفت دلیل اور آفتاب کی ذات مین ثابت نہین بلکہ دونون سے متعلق ہے۔

تیسرے اعتباری اور وہ ہی کہ اُسکا مفہوم واقع مین نہو اور صرف عقل نے اُسکا اعتبار کر لیا ہو جیسے درندے کی شکل اور دانت کا اختراع کرنا غول کے واسطے کہ یہ صرف صورت وہمیہ ہی اور واقع مین اُس کے واسطے کچھ تحقق نہین۔

دوسری تقسیم وجہ مشابہت کی یہ ہے کہ وہ یا تو واحد ہوتی ہی اور واحد سے مراد یہ ہی کہ اُس کو
عرف مین واحد سمجھتے ہون نہ یہ کہ اُس کے لیے مطلقاً اجزا نہون یا بمنزلے واحد کے ہوتی ہی اور
وہ وہ ہے کہ کئی چیزین ملکر ایک چیز کے حکم مین ہو جائین یا متعدد ہوتی ہے پہلی دونون قسمون مین
سے ہر ایک دو حال سے خالی نہین یا حسّی ہے یا عقلی اور تیسری قسم کے تین حال ہین ایک یہ کہ
حسّی ہوتی ہی دوسرے عقلی تیسرے یہ کہ مختلف ہوتی ہی کہ بعض حسّی ہوتی ہی بعض عقلی وجہ شبہ
حسّی مین لازم ہی کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون حسی ہون اسلیے کہ وجہ شبہ مشبہ اور مشبہ بہ سے حاصل
ہوتی ہے اور اُن دونون مین موجود ہوتی ہی اور جو چیز عقل مین موجود ہوتی ہی تو اُسکو حس سے
ادراک نہین کر سکتے عقل ہی سے ادراک ہو سکتی ہے کیونکہ جو چیز حس سے مدرک ہوتی ہے وہ
یا تو جسم ہوتی ہے یا جسم کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور اگر وجہ شبہ عقلی ہو تو مشبہ اور مشبہ بہ کا عقلی ہونا
ضرور نہین بلکہ جائز ہی کہ وہ دونون عقلی ہون خواہ دونون حسّی خواہ ایک عقلی ہو ایک حسّی اسلیے کہ یہ امر
جائز ہے کہ کسی شئے حسّی کے ساتھ بعض وصف عقلی قائم ہو جیسے جرأت کہ ایک وصف عقلی ہے
اور زید و شیر کے ساتھ قائم ہوتی ہے باوجودیکہ یہ دونون حسی ہین حاصل کلام یہ ہی کہ وجہ تشبیہ
سولہ قسم پر ہے (١) واحد حسی (٢) مرکب حسی (٣) متعدد حسی (٤) متعدد مختلف یعنے
بعض حسی اور بعض عقلی (٥) واحد عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون (٦) واحد عقلی
جس مین مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (٧) واحد عقلی جس مین مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی (٨)
واحد عقلی جس مین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی (٩) مرکب عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون
(١٠) مرکب عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (١١) مرکب عقلی جس مین مشبہ حسی ہو اور
مشبہ بہ عقلی (١٢) مرکب عقلی جس مین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی (١٣) متعدد عقلی جس مین مشبہ
اور مشبہ بہ حسی ہون (١٤) متعدد عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (١٥) متعدد حسّی جس مین
مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی (١٦) متعدد عقلی جس مین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسّی۔
تنبیہ واحد حسی اور مرکب حسی اور متعدد حسی مین ہمیشہ مشبہ اور مشبہ بہ حسّی ہوتے ہین۔

اب انکی امثلہ پر غور کرنا چاہیے۔
وجہ شبہ واحد حسّی جیسے حلقے کی صورت پر ہونا بالے اور ہالۂ مہ کی تشبیہ مین اور
چمک بالے اور بجلی کی تشبیہ مین۔

ہالۂ مہ سا جو پہنا اُس نے بالا کان مین	نادر	بالا بجلی سا چمک اُٹھا دو بالا کان مین	

اور شکل غنچے اور عطر دان کی تشبیہ مین۔

سودا

چمن مین کسکی مدارات ہے بتا تو نسیم | کہ صبح غنچون کے سب عطر دان گھولدیے

اور رونا خزانے والون اور فوارے کی تشبیہ مین۔

خوش نہون دولت دنیا سے زمانیوالے | رو ینگے صورت فوارہ خزانے والے

اور پر آب ہونا چشمے اور چشم منتظر کی تشبیہ مین۔

نسیم

وان سے جو بڑھا تو ایک چشمہ | پر آب تھا چشم منتظر سا

اور ہلالی ہونا ابرو کی تشبیہ مین کمان اور تیغے کے ساتھ وجہ شبہ ہی۔

برق

دو کمانین ہین کہ ہین تیغے یہ ای قاتل | ہمنے دیکھے نہین اسطرح کے زنہار ابرو

اور قطع مسافت قاصد اور مرغ کی تشبیہ مین۔

وزیر

خط پہ خط لائے جو میرے نامہ بر | بولا ان مرغون کا دڑبہ کھل گیا

اور آواز کا بھاری ہونا گجنال اور رعد کی تشبیہ مین اسی طرح بھاری ہونا آواز شتر نال اور آواز طاؤس کی تشبیہ مین۔

سودا

گجنال مثل رعد کڑکتے تھے دم بدم | آواز شتر نال تھی طاؤس کی جھنکار

اور خوشبو معشوق کے گیسو اور مشک و عنبر کی تشبیہ مین۔

مولوی سرور علی سرور

کیون معطر نہ کرے بزم ترا ہر گیسو | دونون مین ایک ہے مشک ایک ہے عنبر گیسو

اور تلخی شراب اور کف مار سیہ کی تشبیہ مین۔

مومن

بادہ کش ایسی تلخ کام کہ ہے | کف مار سیہ مے احمر

اور شیرینی بادہ اور شربت کی تشبیہ مین۔

ناسخ

ترے ہونٹوں کی دولت مثل شربت | ہوا ہے بادۂ گلفام شیرین

اور مزیدار ہونا خون جگر اور شراب کی تشبیہ مین۔

سودا

خون جگر شراب ترشح ہے ابر تر | ساغر مرا اگر نہین ابر بہار کا

اور نرمی پیٹ اور مخمل کے تکیے کی تشبیہ مین۔

ناسخ

جی مین ہے رکھ کے سر مین سو جاؤن | تکیہ مخمل کا ہے تمھارا پیٹ

اور نرمی زانو کی تشبیہ مین تکیے کے ساتھ۔

مثنوی سعدین

آگے دل کو کوئی کرے گی گرم | زانو ہوگا کسی کا بالش نرم

اسی طرح نرمی پیٹ اور شیر کی تشبیہ مین۔

ناسخ

گو وہ رعنا غزال ہے لیکن | نرم ہے مثل شیر سارا پیٹ

اور نرمی دشمن اور موم کی تشبیہ مین اور سختی دشمن اور آہن کی تشبیہ مین۔

نسیم

کڑی مین اثر یہ ہے کہ دشمن | بنجاتا ہے موم اگر ہوا آہن

وجہ شبہ واحد عقلی اور اُسکے استعمال کی کئی صورتین ہین۔

(الف) مشبہ اور مشبہ بہ دونون حسی ہون۔

جیسے جرأت زید اور شیر کی تشبیہ مین اس لیے کہ وہ غیر محسوس متعلق عقل کے ہے اور یہان مشبہ اور مشبہ بہ دونون حسی ہین۔

نعیم

چتونون مین جان لے لی عاشق ناشاد کی
تیغ ابرو یار کی تلوار ہے جلاد کی

یار کی ابرو کو جلاد کی تلوار سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شباہت فنا کرنا ہے۔

اسیر

لب شیرین کے وصف کرتے ہین | بات گویا نبات اپنی ہے

بات اور نبات مین وجہ شبہ رغبت ہے۔

وزیر

اپنی ہستی مین تو آثار فنا سارے ہین | شام کو ذرے ہین اور صبح کو ہم تارے ہین

متکلم نے اپنے آپکو ذرے اور تارے سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ معدومیت ہے۔

ولہ

گلزار ہوا ہے پانی پانی | بلبل پانی کا بلبلا ہے

بلبل اور بلبلے کی تشبیہ مین قریب الفنا ہونا وجہ شبہ ہے۔

شہیدی

حدیث جان فزا کے ہین سخن انس و جان تسخیر | تمھارا لعل لب ہے یا نگینہ اسم اعظم کا

لعل لب اور اسم اعظم کے نگینے مین وجہ شبہ تسخیر ہے۔

ناسخ

دیکھکر قبرون کو اے دل کوچ اپنا یاد کر | سب یہ گویا میل ہین راہ فنا کیواسطے

قبرین مشبہ حسی اور میل مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ دونون مین ہدایت ہے۔

استاد

کہین کیونکر نہ شاہ حسن تم کو | مشابہ زلف ہے بال ہما سے

زلف کی تشبیہ مین بال ہما کے ساتھ وجہ مشابہت عزت و شرف ہے اور یہ عقلی ہے اور مشبہ و مشبہ بہ دونون حسی ہین۔

سودا

تیرے پہلو سے جو مجلس مین ہٹے جاتے ہین | شمع رو نظرون سے جون شمع گھٹے جلتے ہین

عاشق مشبہ اور شمع مشبہ بہ وجہ شبہ بے عزتی ہے۔

خوشتر

زمین پر اس طرح تھا شاہ کا حال
ہما غلطان ہو جیسے بے پر و بال

شاہ کو ہما کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ ہمایون ہونا ہے۔

ذوق

ہو مغز جان کا فرنعمت کے واسطے	منطنیح میں اُس کے پشہ نمرود پر ذباب

ذباب و پشہ مشبہ و مشبہ بہ حسی ہین اور ہلاکت وجہ شبہ عقلی۔

امیر مینائی

دیکھا نہین ہی بسکہ کئی دن سے روے پاک	بلبل کی طرح باغ مین ہی بے قرار گل

گل مشبہ حسی اور بلبل مشبہ بہ حسی اور بے قراری وجہ شبہ ہی اور یہ عقلی ہی۔

(پ ۱) مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ واحد عقلی۔

سودا

بس اب جہان مین کوئی ہو جو تجھسے کا بدخواہ	ہے زہر مرگ حلال اُسپہ شہد زیست حرام

مرگ و زلیست مشبہ عقلی ہین اور زہر و شہد مشبہ بہ حسی در اول مین فنا کرنا وجہ شبہ ہی اور دوم مین رغبت وجہ شبہ ہی اور یہ دونون واحد عقلی ہین۔

ذوق

مومیائی ہو حمایت تری حق مین اُسکے	سخت گیری سے فلک توڑے کسی کی گر اُس

حمایت مشبہ عقلی ہی اور مومیائی مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ درستی ہی جو عقلی ہی۔

غالب

رگ و پے مین جب اُترے زہر غم تب دیکھیے کیا ہو	ابھی تو تلخی کام دہن کی آزمایش ہے

غم مشبہ اور زہر مشبہ بہ اور وجہ شبہ ہلاکت ہی ظاہر ہی کہ مشبہ اور وجہ شبہ عقلی ہی

احمد حسین خان بی اے

اسلام ایک نور ہی اور پاک نور ہے	اسلام پاک نور ہی اور رشک طور ہی

حالی

یہی شمع اسلام روشن کرین گے	بزرگون کا یہی نام روشن کرین گے

پہلے شعر مین اسلام کو نور یعنی روشنی سے اور دوسرے شعر مین اسلام کو شمع سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ ہدایت ہی ان مثالون مین مشبہ عقلی ہی اور مشبہ بہ حسی اسلام کے ساتھ مطلوب حاصل ہوتا ہی اور حق و باطل کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہی جیسے نور و شمع کے ذریعہ سے مطلوب کا ادراک ہو جاتا ہے اور اشیا مین تمیز حاصل ہو جاتی ہی پس اسلام اور نور و شمع مین وجہ شباہت

ہدایت ہے کہ ایسے راستے کی طرف دلالت کو کہتے ہیں جو مطلوب کی طرف پہونچاتا ہے۔

ولہ

بس اگلے فسانے فراموش کردو | تعصب کے شعلے کو خاموش کردو

تعصب مشبہ عقلی ہے اور شعلہ مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہے۔

مثنوی سعدین

طعنۂ کج بکج اقارب کے | نیش بیجائیں کے عقارب کے

طعنۂ اقارب مشبہ عقلی اور نیش عقارب مشبہ بہ حسی اور ایذا وجہ شبہ واحد عقلی اگر کوئی کہے کہ طعنہ اقارب بوجہ سنائی دینے کے چاہیے کہ مسموعات سے ہوں تو جواب اسکا یہ ہے کہ سنائی دینا شان سے آواز کی ہے اور طعنہ اقارب بذریعۂ اس آواز کے عقل سے مدرک ہوتے ہیں اسی قبیل سے نسیم کا یہ شعر ہے

جو آکے سڑن بکارتا تھا | پتھر سا کھینچ مارتا تھا

سڑن بکارنا مشبہ عقلی اور پتھر کھینچ مارنا مشبہ بہ حسی کیونکہ چھونے کی چیزوں سے ہے اور وجہ شبہ ایذا رسانی ہے۔

میر

پایا نہیں جانے گا وہ دُرِ نایاب | گر ڈھ گڑھ کے عبث جان کو مت کھو یا کر

جلن مشبہ عقلی ہے اور دُرِ نایاب مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ گرامی ہونا ہے۔

امانت

زہر کھائیں نہ بات پر کیونکر ہم | قند کی ہے ڈلی تمھاری بات

بات مشبہ عقلی ہے اور قند کی ڈلی مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ رغبت ہے اور یہ بھی عقلی ہے۔

بیدار

خار سی آہ دل میں کھٹکے ہے | آہ ہر آن گلرخان کی ادا

ادا مشبہ عقلی ہے اور خار مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ الم ہے جو عقلی ہے۔

ناسخ

اے حور جاؤں میں ترے دروازے سے کہاں | دوزخ تمام شہر ہے تیرا ہی گھر بہشت

شہر کی تشبیہ میں دوزخ کے ساتھ تکلیف وجہ شبہ ہے اور گھر کی تشبیہ میں بہشت کے ساتھ آسایش وجہ شبہ ہے۔

انیس

لنگر ہے جو دل تو ہر نفس باد مراد ۔ سینہ کشتی ہے ناخدا ایمان ہے

ایمان مشبہ عقلی اور ناخدا مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ رہبری ہے۔

ناسخ

مستغفر اللہ نہ ہو دماغ کبھی ۔ گل نہ ہو عقل کا چراغ کبھی

عقل کو چراغ سے تشبیہ دی ہے مشبہ عقلی ہے اور مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ انکشاف ہے اور یہ بھی عقلی ہے

(ج) مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ واحد عقلی جیسے۔

ظفر

قیامت قامت و رفتار آفت ۔ زبان سحر و بیان نور علی نور

رفتار کی تشبیہ میں آفت کے ساتھ مشبہ بہ حسی ہے اور مشبہ بہ عقلی اور تکلیف کا پہونچنا وجہ شبہ واحد عقلی ہے۔

تسلیم

وہ اگر جسم تھا تو یہ تھی جان ۔ یہ اگر جان تھی تو وہ ایمان
چشم مشتاق یہ تھی وہ تھا نور ۔ دل رنجور وہ تھا یہ تھی سرور

عاشق معشوق مشبہ حسی ہیں اور جان و ایمان اور نور یعنی بینائی اور سرور مشبہ بہ عقلی ہیں اور جان کے ساتھ تشبیہ میں وجہ شبہ مدار حیات ہوتا ہے اور ایمان کے ساتھ تشبیہ میں ضروری ہونا ہے اور نور کے ساتھ تشبیہ میں وجہ شبہ ذریعۂ انکشاف ہونا اور سرور کے ساتھ تشبیہ میں وجہ شبہ موجب راحت ہونا ہے۔

حسرت

تو بجلی ہے کہ شعلہ ہے تو مہر و ہے کہ آفت ہے ۔ غضب تو ہے کہ فتنہ ہے بلا تو ہے کہ آفت ہے
نہ دل چھوڑے نہ جان چھوڑے نہ چھوڑے دین نے ایمان ۔ بلا کہیے کہ زلف اس کو یہ گیسو ہے کہ آفت ہے

معشوق مشبہ حسی اور آفت و غضب و فتنہ و بلا مشبہ بہ عقلی ہے ۔ اسی طرح زلف مشبہ حسی اور بلا مشبہ بہ عقلی اور گیسو مشبہ حسی اور آفت مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تکلیف رسانی ہے اور یہ واحد عقلی ہے۔

گلزار نسیم

تختہ ہے زمردیں کہ مینو ۔ گلشن ہے جواہرین کہ جادو

تاج الملوک نے جو شہر آباد کیا تھا اسکو جادو سے تشبیہ دی ہے اور وجہ مشابہت عجائبات پر مشتمل ہونا ہے۔

(د) مشبہ اور مشبہ بہ دونون عقلی ہون اور وجہ شبہ واحد عقلی جیسے علم کو زندگی سے اور جہل کو موت سے تشبیہ دین اور کہین علم زندگی کی طرح ہی اور جہل موت کی مثل ہی پہلی مثال مین وجہ شبہ زندہ کرتا ہے اور دوسری مین مارنا۔

محمد حسین علی نسیم ساکن ہیسوپر

نگہ بدلی ہی مہوش یا بلاے آسمانی ہے	ستارہ میری قسمت کا تمھاری مہربانی ہی

بدلی ہوئی نگہ کو بلائے آسمانی کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور وجہ مشابہت دونون مین تکلیف پہونچانا ہے اور یہ تینون عقلی ہین۔

مومن

رکھے مجھکو جیسا مین اُسکو عزیز یا	نہ معشوق و عاشق مین ہووے تمیز

قائل نے معشوق کے عزیز رکھنے کو اپنے عزیز رکھنے کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ محبت ہی اور یہ تینون عقلی ہین۔

امیر

میرے بالین پہ روتی ہی حسرت	عشق بھی مرگ نوجوانی ہے

عشق کو مرگ نوجوانی سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ کثرت الم ہی اور یہ تینون عقلی ہین۔

ولہ

اس قدر غالب نہوای خواب مرگ	آئیگا ہے وعدۂ دیدار یار

مرگ کو خواب سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ بیخبری ہے۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

ہے زبان حضور کی جو بات	سحر و افسون ہی یا کرامت ہے

بات مشبہ عقلی ہی کیونکہ بذریعہ آواز کے عقل سے مدرک ہوتی ہی اور سحر و افسون و کرامت مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تاثیر ہے۔

قلندر

اے قلندر یہ نظم یا جادو	تونے تو لعل سا اُگا لدیا

نظم جو بذریعہ آواز کے عقل سے مدرک ہوتی ہی مشبہ عقلی ہی اور جادو مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تاثیر ہے اور نظم کی تشبیہ مین لعل کے ساتھ مشبہ بہ حسی ہی دیکھنے کی چیزون سے اور وجہ شبہ عمدگی ہی۔

دیا شنکر نسیم

ہو تجھ سی پری جو خصم جانی | انسان کی ہے مرگ زندگانی

زندگانی کو موت سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ عدم نفع ہے یعنی جس طرح کہ موت قابل نفع نہیں اسی طرح ایسی زندگی بھی قابل نفع نہیں ۔

احسان اللہ بیان

جادو تھی کہ سحر تھی بلا تھی | ظالم یہ تری نگاہ کیا تھی

نگاہ مشبہ عقلی ہے اور جادو اور سحر اور بلا مشبہ عقلی اور وجہ شبہ نگاہ اور سحر اور جادو کی تشبیہ میں اثر ہے اور نگاہ اور بلا کی تشبیہ میں ایذا و تکلیف دہی وجہ شبہ ہے اور وجہ شبہ دونوں جگہ واحد عقلی ہے ۔

مومن

عیش وطن اندوہ غریبان | دست جنون سے چاک گریبان

وطن کے عیش کو مسافرون کے اندوہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور یہ دونوں عقلی ہیں اور وجہ شبہ طبیعت کا مکدر رہنا ہے یہ بھی عقلی ہے ۔

حالی

طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا | نہ صوفی کو چھوڑا نہ ملا کو چھوڑا

ورع مشبہ عقلی اور طلسم مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تلبیس ہے ۔

رسا

اے ستمگر تیری ابرو بھی دم شمشیر ہے | جو کرشمہ ہے بلا ہے جو کشش ہے تیر ہے

کرشمے کو بلا سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ ایذا رسانی ہے ۔

وجاہت جھنجھانوی

جہل ہے اک متعدی مرض اللہ بچائے | یہ کبھی لکھے پڑھے کو بھی چمٹ جاتا ہے

جہل کو مرض متعدی سے تشبیہ دی ہے وجہ شبہ ہلاکت یا نقصان رسانی ہے اور یہ تینوں عقلی ہیں وجہ شبہ مرکب اور یہ بھی کبھی حسی ہوتی ہے کبھی عقلی اول وجہ شبہ **مرکب حسی** اس کی دونوں طرفین یعنی مشبہ اور مشبہ بہ مثل وجہ شبہ واحد حسی کے حسی ہوتی ہیں کیونکہ وجہ شبہ جبکہ حسی ہوتی ہے تو ہر حالت میں اُس کی طرفین حسی ہوا کرتی ہیں واحد اور متعدد اور مرکب ہونے کی وجہ سے فرق نہیں پڑتا اور اسکی چار قسمیں ہیں ۔

(۱) اس مین مشبہ اور مشبہ بہ دونون مفرد حسی ہون جیسے۔

سودا

رنجک ہی بہر مشق اُڑایا کرے ہی برق	گولی ہی ڈھالتا ہی سحاب تگرگ بار

مصرع اول مین رنجک اور برق دونون مفرد ہین اور اسی طرح مصرع ثانی مین گولی اور تگرگ سرد ہین لیکن اول مین روشنی اور دفعۃً چمکنا اور پھر بعد اس کے جاتے رہنا اور اس کا انعکاس فضا مین اور اس سے دیکھنے والون کی آنکھون کا جھپکنا پانچ چیزین مرکب ہوکر وجہ شبہ واقع ہوئی ہین اور دوسرے مین مدور ہونا اور مقدار مخصوص فقط دو چیزین۔

رند

بہر وش یار نے افشان جو چنی ماتھے پر	رُخ خورشید پہ ہے عقد ثریا مجھکو

افشان مشبہ اور عقد ثریا مشبہ بہ اور یہ دونون مفرد حسی ہین اور وجہ شبہ ایک ہیئت ہی جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوتی ہے جو افشان اور ثریا کے ساتھ قائم ہین اور وہ صفات یہ ہین قریب قریب واقع ہونا ایسی صورتون کا جو سفید اور براق اور گول ہین اور چھوٹی چھوٹی نظر آتی ہین گو واقع مین بڑی بڑی ہین اور وہ صورتین نہ تو نہایت شدت کے ساتھ باہم ملی ہوئی ہین اور نہ زیادہ دور ہین اور یہ تمام صفات و کیفیات ایسی مقادیر سے منضم ہین جن مین سے ہر ایک مقدار کو طول و عرض حاصل ہے پس شاعر نے وجہ شبہ مین کئی ایسی چیزون کی طرف نظر کرکے جو عقد ثریا اور افشان کے ساتھ قائم ہین اور وہ قریب قریب ہونا گول ہونا اور چھوٹا ہونا ہے اُس ہیئت کی طرف قصد کیا ہی جو اُن سے حاصل ہوتی ہے یہی صورت ہی امین الدولہ مشتاق کے شعر مین عقد ثریا کی تشبیہ مین جھومر کے ساتھ۔ ع

دیکھکر عقد ثریا کو فلک پر اے ماہ	سر پر نور و ضیا کا ترے جھومر جانا

امیر

دار بست تاک مین خوشے نظر آنے لگے	جسطرح جھرمٹ ستارون کا فراز آسمان

خوشے مشبہ اور ستارے مشبہ بہ اور یہ دونون مفرد حسی ہین اور وجہ شبہ ایک ہیئت ہی جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوئی ہے جو خوشون اور ستارون کے ساتھ قائم ہین اور وہ یہ ہین قریب قریب واقع ہونا ایسی چیزون کا جو سفید اور براق اور گول اور متعدد ہین اور چھوٹی چھوٹی نظر آتی ہین اور وہ نہ تو باہم بالکل متصل ہین اور نہ زیادہ منفصل ہین اور انمین سے ہر ایک چیز ذی مقدار ہے

ولہ

نہین اشک مسلسل بالیان ہین خرمن دل کی	یہی دو چار دانے حاصل کشت محبت ہین

اشک مسلسل مشبہ اور بالیان مشبہ بہ اور یہ دونون مفرد حسی ہین وجہ شبہ ایک ہیئت ہے جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوتی ہی جو اشک مسلسل اور بالیون کے ساتھ قائم ہین وہ یہین دراز اجسام مین گول گول اجسام کا واقع ہونا اور ان گول اجسام کا چھوٹا چھوٹا نظر آنا اور ان گول اجسام کا نہ تو بالکل باہم پیوستہ ہونا اور نہ زیادہ منفصل ہونا۔

(۲) مشبہ اور مشبہ بہ دونون مرکب حسی ہون جیسے

جرار

پڑا ہی تیرے روے صاف پر کیا پیچ کاکل کا	کیا سیماب کے چشمے مین مسکن آکے ناگن نے

روے صاف پر کاکل کے پیچ کا پڑنا مشبہ ہی اور سیماب کے چشمے مین ناگن کا رہنا مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک چمکدار اور شفاف مسطح چیز مین ایک سیاہ اور دراز چیز کا رہنا ہی۔

رسا

ہی بچھایا جال کاہی رنگ کا گلزار پر	کاکل مشکین نہین ہین چہرۂ گلنار پر

کاکل مشکین کا چہرۂ گلنار پر ہونا مشبہ اور گلزار پر کاہی رنگ کے جال کا بچھانا مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک رنگین اور خوشنما چیز پر ایک ایسی سیاہ چیز کا جسکے اجزا مین کشادگی ہو پھیل جانا ہی۔

امانت

سر تن پہ یون ہے آبلہ ہو جیسے خار پر	دیوانہ تیرا سوکھ کے کانٹا ہوا ہے کیا

تن اور اس پہ سر کا ہونا مشبہ ہی اور خار پر آبلے کا ہونا مشبہ بہ ہی وجہ شبہ ایک باریک اور لاغر اور دراز چیز پر ایک مدور چیز کا واقع ہونا ہی۔

لمؤلفہ

برج عقرب مین یا ستارہ ہے	چین گیسو مین گوشوارہ ہے

چین گیسو مین گوشوارے کا ہونا مشبہ ہی اور برج عقرب مین ستارہ کا ہونا مشبہ بہ وجہ شبہ ایک چمکدار اور روشن اور خوشنما چیز کا ایک ٹیڑھی اور پیچدار چیز مین واقع ہونا ہے رنگ کو یہان وجہ شبہ مین مداخلت نہین اسلیے کہ گیسو اگرچہ سیاہ ہوتے ہین مگر برج عقرب سیاہ نہین ہے بلکہ وہ روشن ستارون سے بنا ہے۔

ظفر

چشم مخمور تری سُرخ اور اُس مین کاجل
واہ کیا ساتھ شفق کے ہی گھٹا سی چھٹی

سُرخ آنکھ مین سیاہ کاجل کا واقع ہونا مشبہ ہی اور شفق کے ساتھ سیاہ بادل کا ملحق ہونا مشبہ بہ ہے اور وجہ شبہ ایک سُرخ رنگ شے مین سیاہ شے کا واقع ہونا ہی۔

شوکت

خال ہے اُس کے روے تابان پر
حبشی جلوہ گر فرنگ مین ہے

خال اور گورا چٹا منھ مشبہ اور حبشی اور ملک فرنگ مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک سیاہ فام چیز کا ایک سفید چیز مین واقع ہونا ہے۔

سودا

سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پر
ساغر لعل مین جون کیجے زمرد کو حل

وجہ شبہ یہان کئی چیزون سے مرکب ہے اور وہ ایک سُرخ چیز کا سبز چیز کے درمیان مین واقع ہونا ہی اور مشبہ اور مشبہ بہ دونون مرکب ہین۔

گویا

روتا ہون مرے ساتھ ذرا ہنستے رہو تم
بجلی بھی چمکتی رہے باران کے برابر

عاشق کے رونے کے ساتھ معشوق کا ہنسنا مشبہ ہے اور باران کے ساتھ بجلی کا چمکنا مشبہ بہ ہے اور وجہ شبہ ایک سیال اور روان چیز مین جسکی وجہ سے تاریکی پیدا ہو جاتی ہی ایک چمکدار چیز کا نمایان ہونا ہی۔

میر اعظم علی اعظم

عرق اُس چہرۂ رخشان پہ نہ لفون کے تلے یون ہے
شعاع برق مین جون ابر گوہر بار ہو پیدا

ظفر

زلف اپنے رخ پہ دیکھ ذرا لے کے آئینہ
دریا پہ گر نہ دیکھا ہو تو نے سحاب صبح

جلال

آرہی زلف ہوا سے جو تری پستان پر
ابر نے لیلیا آغوش مین کہسارون کو

خلیق

دو چراغ حسن ہین فانوس محرم مین نہان
کعبہ مین یا ہی شمع سوا نگلیا کے اندر چھاتیان

ناسخ

پڑتی ہی روشن دلونکو تیرہ جاڑون سے غرض — جس طرح ہی شمع کو حاجت شب دیجور کی

(۳) مشبہ مفرد حسّی ہو اور مشبہ بہ مرکب حسّی اور مفرد سے مراد وہ چیز ہی جو ایسی ہیئت پر نہ ہو کہ کئی چیزون سے منتزع ہو بخلاف مرکب کے کہ وہ کئی چیزون سے منتزع ہوتا ہی پس مقید و قیدہ کا مجموعہ بھی مفرد سمجھا جائے گا۔

شباب

آجکل ہے گل لالہ پہ کچھ اس طرح بہار — سبز نیزونپہ ہون جسطرح پھریرے خوشرنگ

گل لالہ مشبہ مفرد حسی ہی اور خوشرنگ پھریرون کا سبز نیزون پر نصب ہونا مشبہ بہ مرکب حسّی ہی اور ایسی ہیئت کہ سبز اور دراز اجسام کے سرون پر خوشرنگ اور بسوط اجسام کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہی وجہ شبہ ہی۔

معجز

نئی تشبیہ مری فکر نے پیدا کی ہے — لب رنگین نہین گلشن مین شفق پھولی ہے

لب رنگین مشبہ مفرد حسی اور گلشن مین شفق کا پھولنا مشبہ بہ مرکب حسی وجہ شبہ اس مین ایک سرخ چیز کا ایک ایسی فضا مین ہونا ہی کہ وہان طراوت اور شگفتگی ہو اسی قبیل سے ہین شہید کے یہ فقرے "دو حرف ہین یا کافور کے قرص پر مشک کے دانے پڑے ہین لفظ ہین یا نیلم کی تختی پر نگینے جڑے ہین"

شاداب

کہتے ہین لوگ اُسکے مہاسے کو دیکھکر — شبنم کی بوند ہے یہ گل آفتاب پر

مہاسہ مشبہ مفرد حسی اور شبنم کی بوند کا سورج مکھی کے پھول پر ہونا مشبہ بہ مرکب حسّی ہے اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہے جو ایک گول چمکدار چھوٹی سی چیز کے ایک خوبصورت اور مدور چیز کے درمیان مین واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہی۔

ظفر

سفید قرص قمر دیکھ شب خیال آیا — تنور چرخ مین یارب یہ کیون ہی نان سفید

چاند مشبہ مفرد حسی اور تنور چرخ مین نان سفید کا ہونا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ اس مین ایک شے سفید رنگ مدور کا ایسی چوڑی چیز مین واقع ہونا ہی جو محدب ہو۔

سادہ نگین حدید کا ڈر نجف مین ہے — آنسو ہتیلی بیچ نجانیو ڈر مکنون صدف مین ہے

پتلی مشبہ مفرد حسی اور سادہ نگین حدید کا در نجف مین ہونا اور دُر مکنون کا صدف مین ہونا یہ دونون مشبہ بہ مرکب حسی ہین اور وجہ شبہ اس مین ایک شے گول اور چمکدار اور عزیز الوجود کا ایسے جسم مین کہ بیضاوی شکل پر ہو ہے۔

برق

ابرو بھی اک نمونہ ہی اُسکے کمال کا — کھینچا ہے آفتاب پہ نقشہ ہلال کا

ابرو مشبہ مفرد حسی ہی اور آفتاب پر ہلال کا نقشہ کھینچنا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہی جو ایک براق اور مدور چیز مین ایک باریک اور خمدار چیز کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔

سودا

آگے بحر بحر کرم کے صدف پر گوہر — مٹھی اُسکی ہے جسے نکلے بشدت چیچک

صدف پر گوہر کو اُس مٹھی کے ساتھ تشبیہ دی ہی جسکو نہایت سخت چیچک نکلی ہو یہان وجہ شبہ وہ ہیئت ہی جو ایک مدور شے مین سوراخون کی وجہ سے بھڑونکے چھتے کے خانون کی طرح ہوتی ہے۔

وہ جھنڈیان نظر پڑین اک دم مین اسطرح **ولہ** گاذر بچھا دین پارچہ جون نہر کے کنار

جھنڈیان مشبہ مفرد حسی اور گاذر کا پارچہ نہر کے کنارے بچھانا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہی

شاداب

حلقۂ گیسو مین یار ہی اک بلائے جان ستان — یا پئے تسخیر دل دام عنبر دوش پر

حلقۂ گیسو مشبہ مفرد حسی ہی اور تسخیر دل کے لیے دام معنبر کا دوش پر ہونا مشبہ بہ مرکب حسی ہی اور وجہ شبہ ظاہر ہے۔

محمود

خال ہے عارض جانان پہ کہ ہی آگ پہ عود — چشم ہے کون ہی کہ کوثر پہ ہی خونبار گھٹا

سُرخ آنکھ کو اُس گھٹا سے تشبیہ دی ہی جو کوثر کے چشمے پر خونبار ہو اور وجہ شبہ ظاہر ہی۔

دبیر

تیغین ہین کہ شق القمر احمد نے کیا ہے — اک ٹکڑا انھین ایک اُنھین حق نے دیا ہے

تیغین مشبہ مفرد حسی اور احمد کا شق القمر کرنا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہی جو فضا مین دو اجسام ہلالی شکل کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔

اُسکے جوڑے کو بھلا کیونکر لگاؤن ہاتھ مین **کوثر** سانپ گنڈلی مارے بیٹھا ہی وہان بالائے سر

جوڑا مشبہ مفرد حسی ہے اور سانپ کا کنڈلی مار کر سر کے اوپر بیٹھنا مشبہ بہ مرکب حسی ہے اور وجہ شبہ اس میں ایک سیاہ اور مدور چیز کا ایک سطح چیز پر واقع ہونا ہے۔

میر حسن

وہ دست حنا بستہ خوبی کا باب	شفق میں ہوں جوں پنجۂ آفتاب

دست حنا بستہ مشبہ مفرد ہے اور شفق میں آفتاب کا موجود ہونا مشبہ بہ مرکب ہے اور یہ دونوں حسی ہیں اور وجہ شبہ ایک ہیئت ہے۔ جو ایک ایسے گول اور براق جسم کے کہ جس میں سے چمکدار دراز اجسام نکلے ہوے ہوں ساتھ ایک سرخ جسم کے موجود ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔

عبرت

نظر آتا ہے اُس کا وہ پسینہ	جڑا کندن پہ ہیرے کا نگینہ

پسینہ مشبہ مفرد حسی اور کندن پہ ہیرے کا نگینہ جڑا ہونا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہے۔

(۴) مشبہ مرکب حسی اور مشبہ بہ مفرد حسی ہو۔

ظفر

برنگ خانۂ زنبور ہیں لے ناوک انداز	ترے تیروں نے میرے دل میں گھر نزدیک نزدیک

یار کے تیروں کے دل میں سوراخ نزدیک نزدیک ہونے کو بھڑوں کے چھتے کے ساتھ تشبیہ دی ہے پس مشبہ مرکب حسی ہے اور مشبہ بہ مفرد حسی اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہے جو سوراخ دار شکل پر چھلنی کے خانوں کی طرح ہوتی ہے یہی حال اس شعر میں ہے۔

دلگیر

جس وقت ہوا فرط جراحت سے بہت چور	اور سینہ پُر از زخموں سے جوں خانۂ زنبور

محشر

یہ ہمسری کا ترے مکھڑے کے ہے خیال رکھے	عبث نہ شمع نے سر پر دھوئیں سے بال رکھے

شمع کے سر پر دھوئیں کا دراز ہونا مشبہ مرکب حسی اور بال مشبہ بہ مفرد حسی اور اس میں وجہ شبہ ایک دراز اور راست اور گوری گوری چیز پر ایک سیاہ اور دراز چیز کا موجود ہونا ہے۔

داغ

ہے سیہ ابر میں اس روپ پہ بگلوں کی قطار
انجم کا ہکشاں کی ہو لڑی جیسے بہم

سیہ بادل مین سفید بگلون کی قطار کا ہونا مشبہ مرکب حسی ہی اور کاہکشان کے ستارے مشبہ بہ مفرد حسی ہین اور اس مین وجہ شبہ وہ ہیئت جو بہت سی چیزون کے سیاہ چیز مین مجتمع ہونے سے حاصل ہوتی ہی۔

امانت

چوٹی مین متصل جو لپیٹا ہی یار نے ۔۔۔ ہے کینچلی کا شبہہ چنبیلی کے ہار پر

کینچلی مشبہ بہ مفرد حسی اور چنبیلی کے ہار کا چوٹی مین متصل لپٹا ہونا مشبہ مرکب حسی ہی اور وجہ شبہ ایک دراز و سفید چیز کا سیاہ و دراز چیز پر لپٹا ہونا ہی۔

نجاف

یار نے افشان جو چھڑکی زلف مین تو غم نہیا ۔۔۔ کوڑیالا سانپ ہی کچھ اس مین اتنا سم نہین

یار کا زلف مین افشان چھڑکنا مشبہ ہی اور یہ مرکب ہی اور کوڑیالا سانپ مشبہ بہ ہے اور یہ مفرد ہی اور وجہ شبہ ایک سیاہ شے مین ایک سفید چیز کا موجود ہونا ہی۔

سید تفضل حسین شجاع

ذرے افشان کے درخشندہ نہین بالون مین ۔۔۔ توڑ کر لائے ہین یہ چرخ سے اختر گیسو

افشان کے سفید ذرون کا سیاہ بالون مین چمک دکھلانا مشبہ مرکب حسی ہی اور اختر مشبہ بہ مفرد حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہے۔

دوم وجہ شبہ مرکب عقلی اسکی مثال یہ ہے۔

ظہیر

اے ظہیر ہیچ مثل ہی جو عالم ہے بے عمل ۔۔۔ گویا وہ اک گدھا ہی کتب سے لدا ہوا

اس شعر مین عالم بے عمل کی حالت یعنی اُس ہیئت کو جو علم کے پڑھنے اور اُسکی تحصیل مین محنت اٹھانے اور اُس سے منتفع نہونے سے منتزع ہو گدھے کی حالت سے یعنی اس ہیئت سے تشبیہ دی ہی جو بڑی بڑی کتابون کا بوجھ اُسپر لدا ہونے اور اُن کتابون مین علم موجود ہونے اور اس گدھے کے اُنسے منتفع نہونے سے منتزع ہے اور جامع دونون مین فائدہ مند نہوتا ہی بڑا نفع کرنیوالی چیز سے باوجود متحمل ہونے مصائب کے اور کھینچنے تعب کے اور پاس رکھنے ایسی نافع چیز کے۔

میر

جھکا ابرو سے قدم سر خرو مین بے جان کا ۔۔۔ زمین پہ تاج گرا ہدہد سلیمان کا

وجہ شبہ بیان ذلیل و خوار ہونا چیز خوب و گرامی کا ہی۔

ذوق

مطلب سے اپنے کون ہی آگاہ جز خدا	جون خط سرنوشت ہین پیشانیون مین ہم

متکلم نے اپنی حالت کو یعنی اُس ہیئت کو کہ ہم مطلب تو رکھتے ہین مگر سوا خدا کے کوئی اُس کو جان نہین سکتا اُس خط سے تشبیہ دی ہی جو قضا و قدر کی طرف سے پیشانیون پر لکھا ہوتا ہی اور وجہ شبہ دونون مین یہ ہی کہ باوجود موجود اور متعین ہونے کے کوئی حال اور راز کو معلوم نہین کر سکتا۔

مہاراجہ سرکشن پرشاد تخلص بہ شاد

اس زمانے مین تو ہی ہے یکتا	جیسے کثرت مین ایک وحدت ہے

اس شعر مین وجہ مشابہت اقل کا اکثر پر فوقیت رکھنا ہے۔

غالب

مثال یہ مری کوشش کی ہی کہ مرغ اسیر	کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لیے

وجہ شبہ بیان کوشش کا ایسے طور پر واقع ہوتا ہی کہ وہ کوشش کرنے والے کے حق مین فضول اور غیر مفید ثابت ہو۔

امانت

لوکر رقیب یار کے گھر سے نکل گیا	مریخ آج برج قمر سے نکل گیا

وجہ شبہ بیان ایک منحوس اور بد وجود سے ایک مبارک اور اچھے وجود کا پاک و صاف ہو جانا ہے۔
تنبیہ جب وجہ شبہ کوئی ہیئت ہو مرکب کئی چیز سے عام اس سے کہ وہ اجزا حسی ہون یا عقلی اگر اُن مین سے بعض اجزا کو لین اور بعض کو چھوڑ دین تو تشبیہ مین غلطی ہو جاتی ہی اسلیے سارے اجزا مین مشبہ کو مشبہ بہ سے تشبیہ دینا چاہیے۔
وجہ شبہ متعدد اسکی تین قسمین ہین اس طرح کہ یا حسی ہوتی ہی یا عقلی یا مختلف۔
مثال اول جیسے سیب کی تشبیہ مین بہی کے ساتھ رنگ اور مزہ اور خوشبو وجہ شبہ ہی اور زلف و سنبل کی تشبیہ مین درازی اور باریکی اور پیچیدگی۔

برق

گول گول اس تری پستان کے تصدق خورشید	جڑ دیے صانع عالم نے بدن مین مہتاب

پستان کو مہتاب سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ گولائی اور خوبصورتی ہی

کھل گئی نشہ کے عالم مین جو اُسکی پستان	ولہ	تجھے میخوار کہ بلور کا ساغر چمکا

پستان کو ساغر بلور سے تشبیہ دی ہے وجہ شبہ گول اور ابھرا ہوا ہونا اور شفاف ہونا ہے۔

قلق

سرو سا قد تو گل سے رخسار
شانے بازو بھرے بھرے سارے

قد کی تشبیہ مین سرو کے ساتھ راستی و بلندی وجہ شبہ ہے اور رخسار کی تشبیہ مین گل کے ساتھ رنگ کی سرخی اور ملائمت وجہ شبہ ہے۔

وزیر

مر ہی جاؤنگا اگر صبح کا تارا نکلا
یاد آئے گا کسی مہ کا دُرِ گوش مجھے

دُرِ گوش اور صبح کے تارے مین گولائی اور چمک وجہ شبہ ہے۔

آباد

کیا معطر ہے پسینہ پھول سے رخسار کا
جسکے آگے عطر مٹی ہو گیا گلزار کا

فارغ

قطرۂ اشک جو نکلا سو وہ گوہر نکلا
بعد مدت کے مری چشم کا جوہر نکلا

قطرۂ اشک اور موتی مین گولائی اور آبداری وجہ شبہ ہے۔

سودا

یار کی بیت ابرو پر خال نہین وہ ہے نقطہ
آفرین ہے صد آفرین صاحب انتخاب کو

خال کو نقطے سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ دونون مین رنگ کی سیاہی اور شکل مخصوص ہے

قلق

کیا وصف حسن کا مین کہ دن اسکے غسل کے
موتی کا دانہ بنگیا ہر قطرہ آب کا

قطرہ آب کی تشبیہ مین موتی کے ساتھ مدور ہونا اور چمکدار ہونا وجہ شبہ ہے۔

مہدی علی زکی

جمال یار پہ مینے یہ ٹکٹکی باندھی
کہ اپنی آنکھ کا تل اسکے منھ کا خال ہوا

آنکھ کے تل کی تشبیہ مین خال رخ محبوب کے ساتھ وجہ شبہ سیاہی اور شکل مخصوص ہے۔

جیسے کسی پرند کی تشبیہ مین کوّے کے ساتھ نظر کی تیزی اور دشمن سے نہایت بچنا اور مجامعت کو چھپانا وجہ شبہ ہے اور یہ سب امور عقلی ہین۔

ضیاء الدین ضیا

جون چنار اس جا نہ پھولے ہین نہ پھل لاتے ہین ہم | جب مراد اپنی کو پہونچے ہین تو جل جاتے ہین ہم

وجہ شبہ اُس مین دو چیزین ہین ایک یہ کہ اُن چیزون کا حاصل نہ ہو سکنا جو موجب کمال و عزت ہین اور دوسرے سرحد کمال کے قریب پہونچکر ایسا نقصان اُٹھانا کہ جس کی تلافی ممکن نہین اور یہ دونون باتین علحدہ علحدہ ہین اور اپنے کام کے دونون حال کو چنار کے دونون حال سے جدا جدا تشبیہ دی ہے۔

سودا

بسان دانۂ روئیدہ ایک بار گرہ | کھلی جو کام سے میرے پڑی ہزار گرہ

وجہ شبہ اس مین ایک کام کا تھوڑا آسان ہونا پہلی دفعہ اور بعد اُسکے زیادہ تر دشوار ہو جانا ہے اور یہ دو باتین علحدہ علحدہ ہین اور اپنے کام کے دونون حال کو دانے کے دونون حال سے جدا جدا تشبیہ دی ہے نہ مجموع کو مجموع سے۔

امیر مینائی

دل مین ہے مثل ہیزم و آتش | جو گھٹائے اُسے بڑھائین ہم

وجہ شبہ اس مین دو چیزین ہین ایک تو مخالف کے ہاتھ سے تنزل حاصل کرنا پہلی دفعہ اُس کے بعد اپنے تنزل کے ذریعہ سے مخالف کو ترقی کو پہونچانا اور یہ دو باتین علحدہ علحدہ ہین اور اپنے دونون حالون کو ہیزم و آتش کے دونون حالون سے تشبیہ دی ہے نہ مجموع کو مجموع سے۔

تنبیہ وجہ شبہ مرکب اور وجہ شبہ متعدد مین یہی فرق ہے کہ متعدد مین چند چیزین وجہ شبہ ہوتی ہین جن مین سے ہر ایک بنفسہ مستقل ہوتی ہے بخلاف مرکب کے کہ اس مین سب چیزون کے مجموعے سے جو حقیقت واحدہ نہین بن جاتا عقل ایک چیز یعنے ہئیت اختراع کر لیتی ہے۔

مثال سوم جیسے۔

مومن

بار انداز ہوا روز سپید | نکلی وہ گھر سے کہ نکلا خورشید

سراج

نہین ہے تاب مجھے تیرے سامنے جانان

کہان سراج کہان آفتاب عالم تاب

معشوق کی تشبیہ مین سُورج کے ساتھ دو چیزین وجہ شبہ ہین ایک مُنھ کی خوبصورتی اور یہ حسی ہی دوسرے شان کا شرف اور یہ عقلی ہی کیونکہ شرف کا ادراک حواس ظاہرہ مین سے کسی حس کے ساتھ نہین ہوسکتا بلکہ اسکو عقل ادراک کرتی ہی گو اُسکا سبب کبھی حس ہوتا ہے۔

اشرف

ابرو عقرب ہین تو ہین آپکے اژدر گیسو — ڈر کے مارے نہین چھوٹے ہین فسونگر گیسو

ابرو کی تشبیہ مین عقرب کے ساتھ باریکی اور کجی اور ایذا رسانی وجہ شبہ ہین اور گیسو کی تشبیہ مین اژدر کے ساتھ سیاہی اور درازی اور ایذا رسانی وجہ شبہ ہین جن مین سے بعض حسی ہی بعض عقلی۔

رافت

نہانے کو جاتا ہے وہ سوے آب — کہ ہر نقش پا جس کا ہے آفتاب

نقش پا کی تشبیہ مین آفتاب کے ساتھ ایک وجہ شبہ تو خوبصورتی ہی اور دوسرے وجہ شبہ شرف مرتبہ ہے۔

محتشم

ہی دکھ کے دل مین جدا روح نکلتی ہی جُدا — نیش عقرب ہی کہ موے رُخ ضیغم ابرو

ابرو کی تشبیہ مین نیش عقرب اور شیر کی مونچھ کے بال کے ساتھ وجہ شبہ دو چیزین ہین ایک نوکدار ہونا اور دوسرے ایذا رسانی۔

آتش

بالائے بام خانہ وہ عالی جناب ہے — منزل سے اپنی جلوہ نما آفتاب ہے

انوار حسین تسلیم

بیٹھے جلسے مین اس طرح نوشاہ — جیسے انجم کی انجمن مین ماہ

حسرت

وقت نظارہ کسی کی مردمک — عین گولی ہے مجھے بندوق کی

مردمک کو بندوق کی گولی سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ اس مین کئی چیزین ہین ایک گول ہونا اور یہ امر حسی ہی دوسرے جان لے لینا اور یہ امر عقلی ہی۔

نعیم

جنونون نے جان لے لی عاشق ناشاد کی — تیغ ابروے یار کی تلوار ہے جلاد کی

وجہ شبہ ابرو کی تشبیہ مین تلوار کے ساتھ ہلالی شکل ہونا اور جان لینا ہی اول حسی ہی اور دوم عقلی

سودا

یا وہ مجون بہی کی ہین ڈبیان دونون | آتی ہی جان مین چھونے سے جنھین روح تلک

پستان کو مجون بہی کی ڈبیا سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ اس مین کئی چیزین ہین ایک مدور ہونا اور دوسرے اُبھرا ہونا یہ دو امر حسی ہین اور تیسرے رغبت دلانا مرد کو عورت کی یہ امر عقلی ہین۔

آفتاب صبح محشر داغ پر دل کے مرے | حکم رکھتا ہے طبیبو مرہم کافور کا

اس مین وجہ شبہ رنگ کی سفیدی اور گول ہونا ہی کیونکہ جب داغ پر مرہم لگاتے ہین تو پھاہا گول تراشتے ہین اور یہ دونون امر حسی ہین اور تیسری وجہ شبہ راحت کا پہونچانا ہی اور یہ عقلی ہی۔

انشا

اور سقنقور ہر دو بادہ ہین دونون ساعد | مست ہون دیکھ جنھین مرد سے لیکر تا زن

ساعد کو سقنقور سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ اس مین ایک تو شکل ہی اور یہ حسی ہی اور دوسرے رغبت دلانا مرد کو عورت کی یہ امر عقلی ہی۔

وجہ شبہ کو تضاد سے حاصل کرنا

علماے بیان کبھی ایسا کرتے ہین کہ وجہ شبہ کو تضاد سے حاصل کرتے ہین اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ دو ضد کو باہم تشبیہ دیتے ہین اور اُن دونون مین جو معنی متضاد مشترک ہوتے ہین اُنھین وجہ شبہ اعتبار کرتے ہین اور ضدیت کو بمنزلے تناسب کے سمجھتے ہین اور اس قسم کی تشبیہ سے غرض دل لگی اور خوش طبعی یا تمسخر اور استہزا ہوتا ہی جیسے نامرد کو شیر سے تشبیہ دین اور کنجوس کو حاتم سے۔

میر

کیونکہ پہونچی ہے جن کو اُمرائی | سب وہ اولاد حاتم طائی ؎

اُمراے بخیل کو حاتم طائی کی اولاد سے تشبیہ دی ہے اور اس مین ظرافت و استہزا دونون کی صلاحیت ہی اور فرق شاعر کے قصد پر منحصر ہی۔

حالی

نہ بد خواہ مجھو بس اب یاورون کو | لٹیرے نہ ٹھہراؤ تم رہبرون کو

رہبرون کی تشبیہ لٹیرون کے ساتھ بطریق استہزا کے واقع ہوئی ہی۔

ظفر

لبون کا بوسہ ترے لیکے جان کی مین نے | یہ میرے واسطے تریاق زہر کیونکہ ہوا

تریاق کو زہر سے تشبیہ دی اور یہ تشبیہ بطور استہزا کے واقع ہوئی ہے۔

اس مقام پر بعض اہل علم نے یہ خیال کیا ہے کہ وجہ شبہ نامردی کا تشبیہ مین شیر کے ساتھ تضاد ہے جو مشبہ اور مشبہ بہ مین باعتبار نامردی و شجاعت کے مشترک ہے اسی طرح کنجوس کی تشبیہ مین حاتم کے ساتھ وجہ شبہ تضاد ہے جو مشبہ اور مشبہ بہ مین باعتبار کرم و بخل کے ساتھ مشترک ہے اور یہ رائے اُنکی غلطی سے خالی نہین کیونکہ جب ہم کہینگے کہ نامرد شیر کی طرح ہے تضاد مین یعنی نامرد شیر کی طرح ہے اس وجہ سے کہ ایک دوسرے کی ضد ہے تو اس طرح کہنے سے کسی طرح ظرافت اور استہزا کا فائدہ حاصل نہ ہوگا اور یہ کہنا ایسا ہے جیسے کہین سیاہی سفیدی کی طرح ہے رنگ یا تقابل مین کیونکہ یہان تو ضدیت کو بمنزلے تناسب کے مانا گیا ہے اور نہ وجہ شبہ تضاد سے حاصل ہوئی ہے بلکہ نفس تضاد ہے اور اُن کی رائے کے غلط ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ تشبیہ مین وجہ شبہ کی تصریح صحیح ہے اور تضاد کی تصریح نامردی کی تشبیہ مین شیر کے ساتھ ظرافت و استہزا کے طور پر اسی طرح کنجوس کی تشبیہ مین حاتم کے ساتھ ظرافت و استہزا کے طور پر درست نہین کیونکہ جب ہم اس طرح کہین گے کہ نامرد شیر کیطرح ہے تضاد مین اور کنجوس حاتم کی طرح ہے تضاد مین تو ایسی حالت مین ظرافت و استہزا نہ رہے گا اور جب یون کہین گے کہ نامرد شیر کی طرح ہے شجاعت مین اور کنجوس حاتم کی طرح ہے سخاوت مین تو اب یہ تشبیہ ظرافت و استہزا کے طور پر درست ہوگی اسی قبیل سے ہے ناسخ کے شعر مین کافور کی تشبیہ مین مشک کے ساتھ سیاہی کی تصریح ہے۔ ؎

کر دیے خط نے ترے عارض پُر نور سیاہ	ہوگیا مشک کی مانند یہ کافور سیاہ

سوال وجہ شبہ کے لیے یہ ضرور ہے کہ اس مین مشبہ اور مشبہ بہ مشترک ہون اور ظاہر ہے کہ نامرد شجاع نہین ہوتا اور نہ کنجوس سخی ہوتا ہے پس جبکہ یہان اشتراک نہین ہے تو شجاعت کو نامرد اور شیر کی تشبیہ مین اور سخاوت کو کنجوس اور حاتم کی تشبیہ مین وجہ شبہ بنانا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے وجہ شبہ کا تو حق یہ ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون پر صادق آئے اگر ایک پر صادق نہ آئے گی تو تشبیہ فاسد ہوجائے گی۔

جواب مشبہ اور مشبہ بہ کے معنی متضاد کو بمنزلے تناسب کے قرار دے لیتے ہین پس نامرد و شیر کی تشبیہ مین نامردی کو بمنزلے شجاعت کے مان لیتے ہین اور کنجوس و حاتم کی تشبیہ مین بخل کو بمنزلے سخاوت کے سمجھ لیتے ہین پس نامرد مان لینے کی وجہ سے شجاع ہے اسی طرح کنجوس سمجھ لینے کی وجہ سخی ہے اور اس طور پر اشتراک حاصل ہوجاتا ہے۔ اور وجہ شبہ کے لیے یہ ضرور نہین کہ تحقیقی طور پر مشبہ و

شبہ بہ مین پائی جائے جیسے شجاعت مرد شجاع اور شیر مین تحقیقی طور پر پائی جاتی ہی بلکہ کبھی تخییلی اور تاویلی طور پر پائی جاتی ہے دونون مین یا ایک مین جیسے کہ مین علم نور کی طرح ہی یا شرع اسلام نور کے مانند ہی اور جہل تاریکی کی طرح ہی یا کفر سیاہی کے مثل ہی پس یہان یہ خیال کر لیا ہی کہ علم اور شریعت اسلام ایسے اجسام مین سے ہین جو سفیدی اور چمک رکھتے ہین اسی طرح یہ خیال کر لیا ہے کہ جہل وکفر اُن اجسام مین سے ہین جو ظلمت و سیاہی رکھنے والے ہین پس بسبب تخییل کے علم شرع اور اسلام اُن چیزون مین سے ہو گئے جو سفیدی و چمک رکھتی ہین اور جہل وکفر اُن چیزون مین سے ہو گئے جو سیاہی اور تاریکی رکھتی ہین۔

تیسرا چمن غرض تشبیہ کے بیان مین

غرض تشبیہ وہ ہی کہ تشبیہ ایک چیز کی دوسری چیز سے اُسکے واسطے ہو اسلیے کہ اگر غرض تشبیہ کچھ نہو تو تشبیہ فعل عبث ہو گی چنانچہ ناسخ کے اس شعر مین غرض تشبیہ صاف طور پر معلوم نہین ہوتی۔ شعر

دہن یار کی مانند ہوا ہے معدوم	ڈھونڈھتے پھرتے ہین ہم اپنا دہن ان روزون

ناسخ کا دہن معشوق کے دہن کے مانند کیون ہو گیا اسکی غرض معلوم نہوئی۔ تشبیہ کی غرض دو چیزونکی طرف رجوع کرتی ہے۔

ایک مشبہ کی طرف یعنی اکثر غرض اُس سے یہ ہوتی ہی کہ مشبہ کا حُسن و قبح یا کوئی دوسرا حال بیان کیا جائے اور تشبیہ مین زیادہ تر یہی ہوتا ہی اور یہ کبھی حال سے خالی نہین۔

(۱) تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہی کہ بیان کیا جائے کہ مشبہ کا وجود ممکن ہی اور یہ بات وہان ہوتی ہی جہان اُسکے ممتنع ہونے کا بھی دعوے کر سکتے ہین اور اس صورت مین یہ ہونا چاہیے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ مشہور اور امکانیت مین مسلم ہو تا کہ مشبہ کے ممکن ہونے پر دلیل ہو۔

ذوق

تجھسے دیکھا سب کو اور تجھکو نہ دیکھا جون نگاہ	تو رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا

مراد شاعر کی یہ ہی کہ معشوق باوجود آنکھون مین ہونے کے آنکھون سے پوشیدہ ہی اور یہ ادعا ظاہر مین ممتنع معلوم ہوتا ہی اسلیے کہ محال سا ہی کہ کوئی چیز آنکھون مین رہے اور پھر دکھہ نہ سکے اسلیے شاعر نے نگاہ کے ساتھ اُسکو تشبیہ دے کر اس امر کا امکان بیان کر دیا اسلیے کہ نگاہ باوجود آنکھون مین ہونے کے آنکھون سے پوشیدہ ہے۔

ولہ

علم ہے کچھ اور شے اور آدمیت اور ہے	کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

شاعر نے دعویٰ کیا ہے کہ آدمیت کا حاصل ہونا علم کی تحصیل پر موقوف نہیں اور یہ دعویٰ ظاہر میں ممتنع ہے اسلیے کہ محال ہے کہ علم کی تحصیل سے آدمیت حاصل نہو جب شاعر نے طوطے کے ساتھ تشبیہ دی تو یہ امر ممکن ہو گیا کیونکہ طوطے کو کتنا ہی پڑھایا جائے مگر آدمیت حاصل نہیں کر سکتا۔

آتش

برنگ شمع ہم دل سوختوں نے بزم عالم میں	زبان کھولی نہ لیکن بات کرنے کا محل پایا

شاعر نے یہ دعوے کیا ہے کہ ہمنے زبان کھولی مگر بات کرنیکا محل نہ ملا اور یہ دعویٰ ظاہر میں ممتنع معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ محال ہے کہ کوئی زبان کھولے اور پھر بات نہ کرے جب شاعر نے شمع کے ساتھ تشبیہ دی تو یہ امر ممکن ہو گیا۔

درد

جوں شمع جمع ہوں اگر اہل سخن ہزار	آپس میں چاہیے کہ کبھو گفتگو نہ ہو

مراد شاعر کی یہ ہے کہ اہل سخن بہت سے جمع ہوں اور بات نہ کریں اور یہ امر ظاہر میں ممتنع معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ محال ہے کہ اہل سخن جمع ہوں اور بات نہ کریں اس لیے شاعر نے شمع کے ساتھ اس کو تشبیہ دے کر اس امر کا امکان بیان کر دیا ہے۔

(۲) تشبیہ سے غرض مشبہ کا حال بیان کرنا ہو یعنی یہ دکھانا مقصود ہو کہ وہ کس وصف کے ساتھ متصف ہے مثلاً سفید ہے یا سیاہ ہے یا سُرخ وغیرہ وغیرہ جیسے کسی چیز کو سیاہی یا سفیدی میں دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ دیں اور اس قسم میں یہ بھی شرط ہے کہ مشبہ بہ وجہ تشبیہ کے ساتھ مشہور ہو ورنہ تشبیہ بیان حال کے لیے نہو گی اور جب مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ مشہور ہو گا تو اُسکے حال سے مشبہ کے حال پر آگاہی ہو گی جیسے سودا آسمان کی مذمت میں کہتا ہے۔ ؎

رکھتا ہے پر غرور کو جوں نیزہ سربلند	جوں جادہ خاکسار کو دے ہے زمیں پہ ڈال

پر غرور کے سربلند رکھنے کا اور خاکسار کے زمین پر ڈالنے کا حال نیزے اور جادے کی تشبیہ سے واضح ہو گیا۔

نادر

چہرے سے پڑھکے خال ہے آتش خانہ جنگ کا	زلف سیاہ دود ہے گویا تفنگ کا

یہ شعر خال اور زلف کے گول اور سیاہ اور نیز جان ستان ہونے کے بیان میں ہے اور خال کے گول اور

زلف کے سیاہ اور دونون کے جان ستان ہونیکا حال چہرے اور بندوق کے دھوین کی تشبیہ سے واضح ہوگیا

نسیم

اک شب کہ وہ زلف مہ خان تھی | یا آتش مہر کا دخان تھی

یہان تشبیہ سے غرض شب کے اندھیرے کا حال بیان کرنا ہی پس زلف اور دھوین کے ساتھ تشبیہ دینے سے بخوبی ظاہر ہوگیا۔

مومن

اک داغ سیاہ خال سا تھا | یہ لطف فغان تعلہ زا تھا

داغ کی سیاہی کا حال اُسکو خال سیاہ کے ساتھ تشبیہ دینے سے بخوبی ظاہر ہوگیا۔

شہیدی

سوسن صفت کبود تھے لب اُسکے بے کسی | تھا سرخ غنچہ سان وہ دہن رنگ پان تھا

لب کے کبود ہونیکا حال اور دہن کے سرخ ہونیکا حال سوسن اور غنچے کی تشبیہ سے ظاہر ہوگیا۔

سودا

جون سگ لیے پھرتا ہو ہڈی کسی لیتی مین | قاصد کنے ہے میرا یون نامہ پیچیدہ ؛

انیس

لازم ہے کفن کی یاد ہر وقت انیس | جو مشک سے بال تھے وہ کافور ہوئے

جوانی کے بالونکو سیاہی مین مشک سے اور بڑھاپے کے بالون کو سفیدی مین کافور سے تشبیہ دی ہی اور غرض اس سے دونون عمرون کے بالون کا حال بیان کرنا ہے۔

ناور

سیاہی ای پری رو یون عیان ہی تیرے پستان پہ | سیہ زنبور ہووے جیسے مخفی نار بستان مین

پستان کے سرے مشبہ ہین اور سیہ زنبور مشبہ بہ ہی اور وجہ شبہ سیاہی ہی اور غرض تشبیہ سے پستان کے سرون کی سیاہی کا حال بیان کرنا ہی۔

آتش

حلب رُخ مین ترے خالون سے | لشکر زنگ رہا کرتا ہے

خالون کو لشکر زنگ سے تشبیہ دی ہی اور غرض خالون کی سیاہی کا حال بیان کرنا ہی۔

(سوم) مشبہ کے حال کی مقدار بیان کرنا منظور ہو تاکہ مشبہ کا حال قوت اور ضعف اور زیادت

اور نقصان مین معلوم ہوجائے اور یہ ایسی حالت مین ہی کہ سامع مقدار مشبہ بہ کی جانتا ہو نہ مشبہ کی اور اس صورت مین چاہیے کہ مشبہ بہ کے حال کی مقدار مشبہ کے حال کی مقدار کے برابر مشہور ہو نہ کم نہ زیادہ تاکہ مشبہ کے حال کی مقدار جیسی نفس الامر مین ہی ویسی ہی معین کی جائے مثلاً کالے کپڑے کو کوے کے پر سے تشبیہ دین سیاہی کی شدت مین یا سفید کپڑے کو برف سے تشبیہ دین سفیدی کی شدت مین اور دہن معشوق کو نقطے سے کمی مین اور زلف کو روز حشر سے درازی کی زیادتی مین اور کمر یار کو عنقا یا بال سے تشبیہ دین اور غرض اول سے نایابی مین اور دوم سے باریکی مین مبالغہ ہو اور شراب کو خون کبوتر سے تشبیہ دین اور غرض اس سے اُسکی سُرخی مین مبالغہ ہو۔

میر

کہان ہی وہ خون کبوتر سی مے

سودا

دارھی ایسی ہی تری روئی کا جیسے گالا	تیری کہتی ہی نئی تجھکو مین چاہون سو کیا

غرض تشبیہ سے یہان دارھی کی سفیدی مین مبالغہ ہے۔

نظیر اکبر آبادی

لال دستار دوپٹہ بھی ہرا جون طوطا	وان کوئی آیا لیے ایک مرصع پنجرا

غرض تشبیہ سے یہان دوپٹے کی سبزی مین مبالغہ ہی۔

میر

جیسے چشم خروس انکھین لال	اُسینہ کیا سینہ بال کیا پرو بال

آنکھ کی سُرخی مین مبالغہ منظور ہے۔

نادر

جسم فرط لاغری سے بال ہی تلوار کا	اس قدر ہون زار اُسکی ابروے خمدار پر

یہان غرض تشبیہ سے جسم کی لاغری مین مبالغہ ہی۔

مومن

جیسے شجر خزان رسیدہ	یہ حالت قامت خمیدہ

غرض تشبیہ سے یہان کمزوری اور ناطاقتی اور لاغری مین مبالغہ ہے۔

جون رعد بشدت آہ و زاری	ولہ	جون ابر بنہایت اشکباری

جو نالہ کہ زینت زبان ہے | جون نوحۂ مرگ نوجوان ہے

ولہ

دم گلگشت وہ سبک رفتن | اہتزاز نسیم بستانی ہے
روز جنگ اسکے نیم جولان مین | صرصر عاد کی سی طغیانی

سید شاہ محمد اکبر

کشیدہ تھا کبھی شکل الف جو قد سہی | وہ منحنی ہوا ایسا کہ بنگیا ہمزہ

نسیم

یہ کھلکے باہم ملے وہ ایسے | صفحے خط توامان کے جیسے

دبیر

بس شاعری مین ختم کمر کی یہ شان ہے | اصد ہون کے سبب آئینہ مین بال پڑا ہے

برق

حسرت رہی کہ دام مین عنقا کو لائیے | مشتاق ہین ازل سے تمھاری کمر کے ہم

ظاہر

تیری کمر کو بال سے تشبیہ تام ہے | اس مین نہین ہے فرق سر مو کسی طرح

افضل

عنقا دہان یار کو سمجھا تو ہے بجا | ہے نام تو سنا نہین ملتا نشان مجھے

غرض تشبیہ سے مبالغہ دہن کی ناپیدی مین ہے۔

میر علی اوسط رشک

نام دہن سے جب نہ دہن کا پتا ملا | لفظ دہن کے نقطے کو سمجھا ترا دہن

وزیر

غدار یار یہ زلف سیاہ فام نہین | اگر یہ حشر کا دن ہے کہ جسکی شام نہین

نفیس

گرز دیو بھی جس سے کرے وہ جثہ اشوم | سیہ کلائی تھی یا فیل مست کی خرطوم

(۴) غرض تشبیہ سے یہ ہو کہ مشبہ کا حال سُننے والے کے ذہن نشین ہو جائے اس مین اور پہلی قسم مین یہ فرق ہے کہ اس مین مطلقاً بیان ہوتا ہے اور اس مین بیان خاطر نشین کرنے کے ساتھ

ہوتا ہی اور اس قسم مین اکثر غرض تشبیہ بطور تمثیل کے واقع ہوتی ہی اور یہان یہ چاہیئے کہ مشبہ سے مشبہ بہ اکمل اور اشہر ہووے کیونکہ طبیعت کامل اور مشہور کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہی جیسے مولوی ذکاءاللہ کی اس عبارت مین "ساری دنیا سمندرون بحرون بحیرون خلیجون دریاؤن ندی نالون سے بھری پڑی ہی اسلیے پانی کاروبار تجارت اور آمدورفت مین تمام اُسکی کوششون کو نقش برآب بناتا" کوشش کو پانی پر کھچے ہوے نقش سے تشبیہ دی ہے اور اس مین کوشش کا بے فائدہ ہونا اچھی طرح ثابت ہوتا ہے بے فائدہ ہونا اور جلد مٹنا اس نقشے کا ظاہر ہے جب کسی کام کو اس سے تشبیہ دی جائے گی تو اس کا بے فائدہ ہونا اچھی طرح خاطرنشین ہوجائے گا کیونکہ بہ نسبت عقلیات کے حسیات اچھی طرح فکر مین آجاتے ہین کیونکہ حسیات کے ساتھ نفس کو زیادہ رغبت ہوتی ہی اور نفس کو وہ عقلیات سے پہلے حاصل ہوتے ہین۔

امیر

لے گئے ہین جہان کو سیلاب	نقش عالم کا نقش تھا برآب

عالم کی چیزون کو پانی کے نقش سے تشبیہ دی ہی۔

ذوق

مے عشرت طلب کرتے تھے ناحق آسمان سے ہم	کہ آخر جب اُسے دیکھا فقط خالی سبو نکلا

آسمان کا مے عشرت سے خالی ہونا خالی سبو کی تشبیہ سے دل نشین ہوگیا۔

ہم باٹ کے روڑے ہین اِدھر کے نہ اُدھر کے	**ولہ**	نے بام کی ہین زیب نہ زینت کسی در کے

قائل کا بیکار محض ہونا باٹ کے روڑے کی تشبیہ سے بخوبی ثابت ہوگیا۔

سودا

نہین ہون طالب رزق آسمان سے کہ مجھے	یقین ہی کاسۂ واژون مین کچھ نہین ہوتا

آسمان کا نعمت سے خالی ہونا کاسۂ واژون کی تشبیہ سے دل نشین ہوگیا۔

غالب

مثال یہ مری کوشش کی ہی کہ مرغ اسیر	کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لیے

خیرالدین یاس

ہون وہ ثابت رہ الفت مین کہ جون نقش قدم	جب تلک مٹ نہین لیتا نہین اصلا ہلتا

درد

میں وہ افتادہ ہوں کہ بغیر از فنا مجھے | نقش قدم کی طرح نہ کوئی اُٹھا سکے

برق

شعلہ عالی مرتبہ بڑھنے سے پائے وصل کیا | جادۂ پامال خط کہکشاں ہوتا نہیں
اہل رفعت کے لیے برگشتگی بھی دور ہے | گردشوں سے پست کوئی آسماں ہوتا نہیں
ظرف عالی ہو تو اعلیٰ سب سے بنجاتے ہیں پست | اُس جگہ نیچے زمیں کے آسماں ہوتا نہیں

(۵) تشبیہ سے غرض یہ ہو کہ مشبہ سننے والوں کی نظر میں اچھا معلوم ہو جیسے روے سیاہ کو آنکھ کی پتلی سے تشبیہ دی جائے۔

حیرت

جوں برگ شجر سے چھن کے نکلے مہتاب | یوں دیتے ہیں لطف اُسکے داغ سپید

محسن لکھنوی

داغ چیچک کے نہیں اے گل رعنا منھ پر | غنچے جوہی کے ہوئے ہیں یہ شگفتہ منھ پر

صفدری

چیچک کا ستمگر تری ابرو پہ ہر داغ | یا قبضۂ شمشیر میں چنی یہ جڑی ہے

اباد

نظر آتے ہیں تبخالے لب رنگین جاناں میں | گہر پیدا ہوئے ہیں پارۂ لعل بدخشاں میں

امانت

خون اُسکے مہاسے سے جو عارض پہ ہے نکلا | یاقوت کی چنی مہ کامل میں جڑی ہے

امیر

تن پہ کیا اسلحۂ جنگ نے پایا ہے فروغ | خود ہے شعلۂ طور زرہ رخت حرم

یادگار

چشم بد دور عجب طرح کا جوبن نکلا | مثل خورشید درخشاں رخ روشن نکلا

ضامن

گوہر نایاب دنداں ہیں دہان یار میں
سرخی لعل بدخشاں ہے زبان یار میں

برق

لال ہونٹوں سے نمایاں دانت موتی سے نہیں	کان ہیرے کی نہاں یاقوت کی معدن میں ہے

آزاد شاگرد عارف

رخ روشن پہ جم گئی بجلی	سب کو ناحق گمان ہے تل کا

بیدار

لعل پر منصوب جیسے ہو گہر اس لطف سے	اس لب رنگین پہ خوش خوش حسن سے تبخالہ تھا

ذوق

اُس کی خرطوم کسی دلبر لیلیٰ وش کی	جعد مشکین ہے کہ ہر کاکل عنبر افشان

(۶) تشبیہ سے یہ غرض ہو کہ مشبہ سننے والوں کو برا معلوم ہو جیسے بد صورت کی تشبیہ دیوے۔

نسیم

زنبور سیاہ خال اُس کے	برگد کی جٹائیں بال اُس کے

اس مثال میں خال کو زنبور سیاہ سے اور بالوں کو برگد کی جٹا سے تشبیہ دی ہے اور غرض تشبیہ سے برائی بیان کرنا خال اور بالوں کا ہے۔

مومن

تفرقۂ لب چاک گریبان تھا	رخ کی سیاہی شام غریبان
خرس کی پشم اشعار خمیدہ	سخت غبار آلا ژولیدہ
نقش اجل تصویر وبا تھی	صورت فتنہ شکل بلا تھی
بات میں وہ آواز مسلسل	صور کا جیسے نفخۂ اول

میر

شکل مت پوچھ کھانے کا ہی بلی	منہ ہے چٹوں سے جیسے روٹی جلی
صد منی دیگ ہے شکم اُس کا	نفس اژدہا ہے دم اُس کا
گال کلّے سے پھر توے سے سیاہ	اکا سہ سر ہے جیسے اوندھا کڑاہ
توند کالی جو کھول جاوے لیٹ	آہنی ہے تنور اُس کا پیٹ

میر

زر دوز نگاری کوئی ڈبہ ہے ہاتھ	حیض کے سے ایک دو لتے ہیں ساتھ

مصحفی

غرض، دیوں کے ملیں مجھکو گالیاں لاکھوں | عوض دوشالے کے خلعت بشکل نقش حصیر

سوداضاحک کی ہجو مین

یہ تو ہین بوڑھے خرس وہ ہی شوخ اچپلی + | ماری بھبو تو دھول کبھو ڈاڑھی نوچ لی

انشا

کسی حسین کا اک منھ تو تھا ہی کلچا سا | رچاوٹ اور ہوئی اب کہ اُسپہ تل بیٹھے

ولہ

کچھ نہ پوچھو غرض کہ تھے کیسے + | سر تھا اُن کا چکوترا جیسے +
چڑھا رہتا تھا اُسپہ کالا بھوت | اُنکی دونون بھوین تھین جون شہتوت
چاٹ کھانا ہی اُن کا تھا پیشہ | اُنکی پلکین تھین آم کا ریشہ
رکھتے تھے آپ کے وہ دونون گال | سُوکھے ساکھے انار کی سی چھال
ہو بیان کس سے وہ شکوہ وشان | مثل اخروٹ تھے وہ دونون کان
مین کرون عرض آپ جو پوچھین + | تھین کسیرو کے بالون کی موچھین
جب اُنھین سوجھتا لطیفہ تھا + | تب وہ منھ کھلتا جون شریفہ تھا
بھٹے کی داڑھی جیسی تھی داڑھی | بلکہ کچھ اور اُس سے تھی گاڑھی
بسکہ پینگ کا اُن کو تھا آسیب | ٹھڈی جو بن گئی تھی جیسے سیب

(۷) تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہی کہ مشبہ کا نادر اور طرفہ ہونا ثابت ہو جائے یعنی مشبہ تشبیہ کی وجہ سے ایسی صورت پر واقع ہو کہ عادت کے طور پر اسکی صورت کا ذہن مین حاضر ہونا ممتنع ہو اور یہ بیشتر تشبیہ خیالی اور وہمی مین پایا جاتا ہی اور مشبہ کے نادر اور طرفہ ہونے کی دو صورتین ہین۔

(الف) مشبہ بہ جسکی وجہ سے مشبہ نادر اور طرفہ ہو جاتا ہے فی نفسہ نادر اور طرفہ ہو۔

مجھو

جام مے مین ہے عکس چہرۂ یار | یا بہ چراغ آفتاب مین روشن

اُسکے گورے بدن مین لال لباس
دیکھو آتش ہے آب مین روشن

چراغ کا آفتاب مین اور آتش کا آب مین روشن ہونا فی نفسہ نادر اور عجیب ہے۔

میر مہدی حسن مخلص

ہوا ہے حلقۂ زلف دوتا مین گھر جو ابرو کا
نظر آتا ہے اُفعی ان دنون ہم خانہ بچھو کا

حلقۂ زلف مین ابرو کے واقع ہونے کی حالت کو سانپ اور بچھو کے ہم خانہ ہونے کی حالت سے تشبیہ دی ہے اور یہ نہایت عجیب بات ہے۔

اسحاق

سوے سر بالو نہ اے رشک صنوبر یہ نہین
سرو کی چوٹی سے نکلا ہے نہال کاکل

سرو کی چوٹی سے نہال کاکل کا نکلنا فی نفسہ نادر ہے۔

ضیا

کھلی عارض پہ زلف یار کیونکر
حلب سے مل گیا تاتار کیونکر

حلب سے تاتار کا ملنا فی نفسہ نادر ہے۔

شاداب

عارض و پیشانی وابروے قاتل دیکھنا
زیر خنجر چاند ہے بالاے خنجر آفتاب

خنجر کے نیچے چاند اور اوپر آفتاب ہونا فی نفسہ نادر ہے۔

ظفر

دیکھے گر اپنی بھوین وہ مہ جمال آئینے مین
کھیلین طاق اور جفت ملکر دو ہلال آئینے مین

دو ہلالون کا ملکر طاق اور جفت کھیلنا فی نفسہ نادر ہے۔

ولہ

خال مشکین آتش رخسار پر پیدا ہوا
چشمۂ خورشید مین بھی نیلوفر پیدا ہوا

جرم خورشید مین نیلوفر کا پیدا ہونا فی نفسہ نادر ہے۔

ذکی

اُسنے ہونٹون مین دبائی تار سے زلف سیاہ
زہر گویا آب حیوان مین نچوڑا سانپ کا

آب حیوان مین سانپ کا زہر نچوڑنا فی نفسہ نادر ہے۔

انوار حسین تسلیم

سنبلستان مین دکھائی دیے دو تازہ انار
آئے اُس گل کے جو پستان کے برابر گیسو

سنبلستان میں دو تازہ اناروں کا پیدا ہونا فی نفسہ نادر ہے۔

سودا

قندرقِ بانگی کہنے کہ نہ دیکھا ہوگا | سرو کی بیخ سے پھولا گل اورنگ ابتک

سرو کی بیخ سے گل اورنگ کا کھلنا فی نفسہ نادر اور عجیب و غریب ہے۔

شاداب

آپ کہتا ہے کھلا ہے سرو پر لالے کا پھول | رکھ کے تاج سرخ وہ خوش قد جوان بالا سر

سرو پر لالے کا پھول کھلنا فی نفسہ نادر ہے۔

نصیر

ہے عجب جھومر کا عالم اپنے رشک حور کا | سرو میں خوشہ لگا دیکھا نہ تھا انگور کا

سرو میں انگور کا خوشہ لگنا فی نفسہ نادر ہے۔

(ب) مشبہ بہ فی نفسہ نادر اور طرفہ نہ ہو بلکہ جس وقت مشبہ حاضر ہو اُس وقت مشبہ بہ کی ندرت اور طرفگی متحقق ہو۔

محشر

عشق کیوں پارۂ دل ہاتھ میں آنسو کے نہ دے | بن کھلونے بھی کہیں طفل بہلتا دیکھا

بن کھلونے کے بچے کا نہ بہلنا فی نفسہ کچھ نادر نہیں لیکن جب عشق کے پارۂ دل آنسو کے ہاتھ میں دینے کا اور کھلونے کے ساتھ بچے کے بہلنے کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتوں کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

اسیر

تری آنکھوں کی گردش دیکھ کر سب لوگ کہتے ہیں | یہ پتلی پھر رہی ہے واہ کس انداز سے گل پر

پتلی کا گل پر پھرنا کوئی عجیب بات نہیں لیکن جب آنکھوں کی گردش کا اور پتلی کے گل پر پھرنے کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتوں کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

بیخود

یہ لٹکی ہوئی لٹ جو کاکل کی ہے | نئی شاخ نخل سنبل کی ہے

نئی شاخ کا نخل سنبل میں ہونا فی نفسہ کچھ نادر نہیں لیکن کاکل کی لٹکی ہوئی لٹ کا اور نئی شاخ نخل سنبل کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتوں کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

قلندر

نہین ہی تل تری آنکھون کے نزدیک ۔ یہ بھونرا پاس بیٹھا ہے کنول کے

بھونرےکا کنول کے پاس بیٹھنا فی نفسہ کچھ نادر نہین مگر جبکہ تل کے آنکھون کے نزدیک ہونیکا اور بھونرے کے کنول کے پاس بیٹھنے کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتون کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی ۔

قلق

سیندور اُسکی مانگ مین دیتا ہی یون بہار ۔ جیسے دھنک نکلتی ہی ابر سیاہ مین

سودا

چشم و ابرو کو تری یون دیکھکر کہتی ہے خلق ۔ تل رہے ہین کھینچکر آپس مین دو تلوار مست

ولہ

مژدہ وصل ترا یار مجھے یون پہونچا ۔ جون مہ عید کی صائم کو خبر آخر شب

عقیل

شانہ نہین ہی زلف کے بل مین پڑا ہوا ۔ لٹکا ہوا ہے سانپ پھن اپنا نکال کر

میر

پھرتی ہین ادہر اُدھر وے سرخ آنکھین ایسی ۔ دو ہرن مست جیسے ہون راہ مین بہکتے

آتش

بال اُس زلف بریدہ کے گرے یون وقت قطع ۔ تیغ سے اُڑ جائے جون گردن معلق سانپ کی

بیخود

عیان یون موے سر تھے عنبر آلود ۔ کہ جیسے شمع کے شعلے پہ ہو دود

ظفر

یون ترے لب پہ ہے خط مشک فشان اوپر سے ۔ ہو تا جس طرح سے آتش کے دھوان اوپر سے

ولہ

دیکھنا انگشت مین اُس گل کی انگشت حنا ۔ نیشکر کی شاخ پھوٹی نیشکر کی شاخ مین

ولہ

سبز خط مین کیا مہاسہ گال پر پیدا ہوا ۔ بچۂ طاؤس ہی بے بال و پر پیدا ہوا

ہو گے اس کھیل مین دل صید یونکے بند ایسے ۔ **ولہ** دام صیاد مین ہو جیسے گرفتار بٹیر

ولہ

زلفین یون روے عرق آلودہ پر لہراتی ہین ۔ صبح جون ناگن گلون پر چاٹنے اوس آتی ہی

شاداب

چشم بد دور نہین موتیون سے مانگ بھری ۔ شب تاریک مین ہین خوشۂ پروین نکلے

معروف

یون ہی دل زلفون مین زلف اُس تم ایجاد کے ہاتھ ۔ صید جون دام مین ہو دام ہو صیاد کے ہاتھ

سرگشتہ

سانپ دو لہرا رہے ہین بہر حفظ گنج حُسن ۔ یا مگر افعی نکلکر جاتے ہین گلزار سے

رعبرت

کوئی کس طرح دیکھے وہ بنا گوش ۔ نظارے کا اُڑا جاتا ہے وان ہوش

کہ وہ زلف اور لڑیان موتیون کی ۔ سیہ ناگن ہے جون انڈونپہ بیٹھی

جسقدر مشبہ بہ مخفی اور نادر تر ہوتا ہی اُسی قدر تشبیہ کی ندرت اور طرفگی ہونیکی غرض زیادہ حاصل ہوتی ہی اور ان پچھلی تینون صورتون مین وجہ شبہ کا نہ اکمل ہونا لازم ہی نہ بہت مشہور ہونا مثلاً ہندی کے چہرے کو کہ بہت سیاہ ہو آہو کی آنکھ سے تشبیہ دنیا زینت کے واسطے صحیح ہے باوجودیکہ نہ سیاہی ہرن کی آنکھ مین کامل ہے اور نہ ہندی کے چہرے کی سیاہی کی بہ نسبت مشہور زیادہ ہے۔

ذوق

اُسکی خرطوم ہے گر طرۂ لیلے کی مثال ۔ تو ہین دندان صفا ساعد سیمین کی صفت

ہاتھی کی سونڈ کو طرۂ لیلے کے ساتھ سیاہی مین زینت کیلیے تشبیہ دی ہی اور اُسکے دانتون کو لیلے کے بازو کے ساتھ سفیدی مین اسی غرض سے تشبیہ دی ہی حالانکہ نہ سیاہی طرۂ لیلے کی ہاتھی کی سونڈ کی سیاہی سے اور نہ سفیدی لیلے کے بازو کی اُسکے دانت کی سفیدی سے کامل ہی اور نہ ان دونون کی سیاہی و سفیدی کی بہ نسبت اُنکی سیاہی و سفیدی مشہور زیادہ ہی۔

ولہ

پتلی سیاہ دیکھیو اُس چشم مست کی ۔ بھونرا عجب ہی یون گل عنبر مین گھر کرے

سیاہ پتلی کو بھونرے سے زینت کیلیے تشبیہ دی ہی اور ظاہر ہی کہ بھونرے کی سیاہی پتلی کی سیاہی کی بہ نسبت مشہور بھی زیادہ ہی اور اُس سے اکمل بھی ہی۔

دوسرے تشبیہ کی غرض مشبہ بہ کی طرف رجوع کرتی ہے یعنی تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہے کہ مشبہ بہ کا حسن یا قبح یا اور امر بیان کیا جائے اور یہ دو قسم پر ہے۔

(۱) جس مین صفت کم ہوتی ہے اُسکو مشبہ بہ قرار دے کر بطور ادعا کے اُسکی زیادتی قرار دیتے ہین جیسے

غالب

صبح آیا جانب مشرق نظر	اِک نگار آتشین رُخ سر کھلا
تھی نظر بندی کیا جب رد سحر	بادۂ گلرنگ کا ساغر کھلا

اوپر سے آفتاب کا ذکر ہے پہلے شعر مین آفتاب کو نگار آتشین رُخ سے اور دوسرے شعر مین ساغر بادۂ گلرنگ سے تشبیہ دی ہے اور اس تشبیہ سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ نگار آتشین رُخ کے چہرے کی تاب اور رونق اور زیادتی حسن یا بادۂ گلرنگ کی سُرخی اور جھلک اور روشنی اس مرتبہ پر ہے کہ آفتاب کو اُس سے مشابہت دے سکتے ہین غرض کہ اُن دونون مثالون مین نگار آتشین رُخ اور ساغر بادۂ گلرنگ کو جو صفت مین کم ہین اور حقیقۃً مشبہ بہ نہین ہوسکتے بطور ادعا کے مشبہ بہ قرار دیا ہے اور صفت کی زیادتی ثابت کی ہے۔

یون سر پہ ہو مہر آتشین خو	ٹوپی پہ کسی کی جیسے جگنو

وحید

سُنبل لباس زُلف پریشان ہے سر بسر	سکتے مین ہے کھلی ہوئی نرگس کی چشم تر

اسیر

تشبیہ دی جو مینے لب لال یار سے	یاقوت آبدار کی رنگت چمک گئی

ناسخ

ماہ تو ہے مثل ابرو لیکن اُسکے رو نہین	ماہ کامل صورت رو ہے مگر ابرو نہین

(۲) جس شے کی شان کا اہتمام منظور ہو اُسکو مشبہ بہ بنا مین یہان تشبیہ سے غرض مشبہ بہ کی شان کا اہتمام بیان کرنا ہوتا ہے اور اسکو اظہار المطلوب کہتے ہین مثلاً ہلال عید کو روٹی کے ٹکڑے سے تشبیہ دین

سودا آسمان کی مذمت مین

ہاتھ ہے تخت اُسکے جگ مین مثل خاص و عام	حال روشن دل کرے یون مطلع ثانی بیان
ماہ کی خاطر مقرر وقت شب ہے ایک نان	پر جو یہ چاہے سدا ساری ہو دے پھر کہان

اک لب ناں کے لیے حیران ہوتم شہر شہر
مثل ماہ نو پڑے پھرتے ہیں عالی خاندان

مومن

صورت وہی عظمت کی گردش ہی گئی
حیران ہے کہ یہ چرخ ہے یا آئینہ اپنا

غالب

ہیں زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام
مہر گردون ہے چراغ رہگذار باد یہان

چوتھا چمن ادات تشبیہ میں

ادات لغت میں آنے کو کہتے ہیں یہاں وہ چیز مراد ہے جو ایک کو دوسرے سے مشابہ کرنے کا واسطہ ہو خواہ اسم ہو یا فعل یا حرف ادات تشبیہ اردو میں یہ ہیں سا مفرد مذکر کے لیے آتا ہو جیسے۔

آتش

لباس سرخ سے کرتا ہے یار خونریز کم
حسینوں میں بھی آخر مریخ سا جوان ہنا

اور سے مجموع کے لیے جیسے۔

مومن

جلوے خورشید کے سے ہوتے ہیں
نغمے ناہید کے سے ہوتے ہیں

میر

رخنے ہمیشہ آتے رہتے سر پہ تیر سے
ہر چند التجا کی صغیر و کبیر سے

اور سی واحد مونث کے لیے آتا ہو جیسے۔

نسیم

کافور سی جل اٹھی سراپا
ٹھنڈی ہوئیں تھا جنھیں جلایا

وہ مست مے فسانہ گوئی
مہتابی پہ چاندنی سی سوئی

آغوش کی موج سے وہ مضطر
مچھلی سی نکل گئی تڑپ کر

جمع مونث کے لیے بھی سی فصیح تر ہے جیسے۔

میر

ہیں معذب عنصر صغیر و کبیر
گھیاں سی گریں ہزاروں فقیر

اور جمع مونث کے لیے سیاں بھی لاتے ہیں جیسے زہرہ اور مشتری سیاں رنڈیاں ہندوستان میں کسی نے دیکھی ہیں اور سا وغیرہ ذوی العقول کے آخر کے الف کو یائے مجہول سے بدل دیتا ہو جیسے

خربوزے سا لذیذ میوہ میرے نزدیک دوسرا نہین " خربوزہ موافق قاعدۂ ہندی کے خربوزا لکھا جاتا ہی جب حرف تشبیہ اُس سے ملا تو الف یاے مجہول سے بدل گیا اور جہان الف کو اپنے حال پر بحال رکھتے ہین وہان مشبہ اور مشبہ بہ کی عینیت بولنے والے کو منظور ہوتی ہی جیسے " وہ بوٹا سا قد کیا جانے کیا قیامت برپا کریگا یعنی " وہ قد کہ ایک بوٹا ہی کیا جانے کیا قیامت برپا کریگا قد مشبہ اور بوٹا مشبہ بہ۔

ذوق

عشق ہی ہے ذوق وہ کافر کہ جسکے ہاتھ سے	شیخ صنعا سا مسلمان رند مشرب ہو گیا

یعنی شیخ صنعا کہ ایک مسلمان ہی الخ۔

ناسخ

نمازون مین مسیحا سا پیمبر مقتدی ہو گا	تمہی رتبہ ہی تیرا بھی جو رتبہ تمھارے جد کا

یعنی مسیحا کہ ایک پیمبر ہے الخ۔

نوازش

یہ سانس ہی پیکان ہی نشتر ہی کہ دل ہے	کانٹا سا کھٹکتا ہے یہ دیکھو مری بر مین

یعنی دل کہ ایک کانٹا ہے الخ۔

قاعدہ ہی کہ مشبہ بہ باعتبار وجہ شبہ کے مشبہ سے کامل تر ہوتا ہی اور اس مقام مین مشبہ اور مشبہ بہ کی عینیت مشبہ کے علو مرتبہ پر دلالت کرتی ہی اسی وجہ سے بلغاے اُردو کے نزدیک حرف تشبیہ کا عمل کہ آخر لفظ کے الف کو یاے مجہول سے بدل دینا ہی لغو ہو گیا ہی اور اُسکے عمل کے لغو ہونیکا فائدہ یہ ہی کہ سا جو حرف تشبیہ ہی اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ دونون لفظون مین تشبیہ واقع ہوئی ہی بلکہ ایک دوسرے کا عین جانا جاتا ہی جون بھی حرف تشبیہ ہی جیسے۔

مومن

گاہ آواز خوش سُنا دینا	جون سحر گاہ مسکرا دینا

سودا

بات اس طرح سے نکلی بھی دہن سے اُسکے	بادہ جون ساغر لبریز سے جاتا ہی چھلک

اور یہ حرف گویا کے معنی مین بھی آسکتا ہی لیکن اس کا استعمال گویا کی جگہ اہل اُردو کے نزدیک ثابت نہین بلکہ تشبیہ کے لیے بھی دہلی کا حرف نہین ریختہ گویون نے بزور اُردو کا لفظ بنا لیا ہے لیکن کسی کو اس حرف مین کلام نہین پس اس کو اُردو کہہ سکتے ہین اور جیسا مفرد مذکر کے لیے اور

جیسے جمع مذکر کے لیے اور جیسی مفرد مؤنث اور جمع مؤنث دونون کے لیے اور جمع مؤنث کے لیے جیسیان بھی لاتے ہین اور یہ سا کی طرح تشبیہ کے حروف ہین چنانچہ کہتے ہین ع ترے قد جیسا ایک بوٹا باغ مین نہین ؎ علیٰ ہذا القیاس۔

سودا

غرض انسان نہ کبھی ہوئے مبہم تجھ جیسا ۔۔۔ آسمان گرکرے خلقت کو جہان کی غربال

اور بعض کے نزدیک جیسے گویا کے معنی مین بھی ہوتا ہے مثلاً فلان ایسا آتا ہے جیسے شیر۔

شیخ نبی بخش عاشق

یون جنون سے اضطراب رگ ہر نشتر کے تلے ۔۔۔ مضطرب ہو صید وحشی ہے جیسے خنجر کے تلے

ظفر

بگولا دود دل کا خاک سے زلفون کی یاردن سے ۔۔۔ اُٹھا ہون جیسے چوٹی دار مار اُٹھتا زمین سے ہے

رضا

سبزے ہین اُسکے کانون مین اس آب و تاب سے ۔۔۔ جیسے کہ برگ سبز ہون نیچے گلاب کے

حالی

کنیز اور بانو تھین آپس مین ایسی ۔۔۔ زمانے مین ماں جائی بہنین ہون جیسی

لیکن صاحب فہم اس کو بھی تشبیہ کا اک حرف جانتے ہین اگرچہ گویا بھی اسی قبیل سے ہے۔
لیکن استعمال کے موقع جدا جدا ہین فارسی مین جہان چون استعمال پاتا ہے وہان گویا استعمال مین نہین آتا اور جو لفظ چون کا مرادف ہے وہ چون کا قائم مقام ہوگا مثلاً اس عبارت مین کہ فلانے چون شیر ژیان می غرد میتوان گفت کہ فلانے بسان شیر ژیان و برنگ شیر ژیان و مثل شیر ژیان و شیر ژیان آسا و شیر ژیان وار مے غرد و بخلاف اسکے فلانے گویا شیر ژیان مے غرد یا فلانے پنداری شیر ژیان سے مے غرد اور گویا کے مقام مین جیسے اس عبارت مین کہ از پردہ بر انداختن فلانے خانۂ تاریک جگر سوختگان روشن می شود گویا روشن شمع فروزان ست حرف تشبیہ لانا بیجا ہوا اگر گویا کی جگہ عبارت مین چون داخل کیا جائے گا اس طرح کہ روشن چون شمع فروزان ست تو عبارت کی تالیف برہم ہو جائے گی اسلیے کہ لفظ چون کے ذکر کرنے سے شمع فروزان دوسرا فقرہ جسکے شروع مین کاف بیانی ہوا اپنا تتمہ بننے کے لیے چاہتا ہے اور لفظ گویا کی صورت مین اُسکو ما قبل کے ساتھ ربط ہوتا ہے پس بیان سے معلوم ہوا کہ گویا کا موقع استعمال تشبیہ نہین ہے اور حق تحقیق یہ ہے کہ گویا بیان مشابہت کے لیے ہے جیسے زید ایسا غصے

سے چلا آتا ہے گویا کہ شیر چلا آتا ہے یعنی سر اور گلے اور ہاتھ اور بازو اور گردن اور شانہ اور زور اور شجاعت مین شیر کیطرح ہی لیکن آدمی ہے شیر نہین۔

ناسخ

خنجر جو ہے حضور کے آگے ہاتھ مین
گویا یہ کہکشان ہے ثریا کے ہاتھ مین

اور مانند اور مثل اور سا بھی اردو مین تشبیہ کے لیے آتے ہین اور اکثر فصحاے اردو شعراے فارس کی اتباع سے لفظ برنگ اور نظیر اور بسان اور مشابہ اور ہمانا وغیرہ کو بھی استعمال کرتے ہین ادات تشبیہ کے استعمال کی مثالون پر غور کرو۔

سودا

ہما آسا ہے پرواز رخ اوج سعادت پر
اگر سایہ ہی مور چڑھکر سینۂ دود پر سلیمانی

دلی

سبز محرم مین دکھائے گر لطافت حسن کی
خام انار آسا ہیت رنگین کی پستان سبز ہو

تجمیم

نرگس کی طرح شوق مین سب تن ہمہ دیدہ ہو دن
حسرت سے گل کے رنگ گریبان دریدہ ہون

منیر

تاریخ مہ و مہر انھین آمون سے آگے
بد رنگ برنگ ثمر خام ہوے ہین

غالب

ہستی آلودہ سر انگشت حسینان لکھیے
سر پیکان پریزاد سے مانا کہیے

سودا

یاسمن رنگ جو رکھتی ہے خزان سے مانا
چاہتی ہی بسماجت کرے سبزے سے بدل

نعیم

گئے تھے کل ہم جو سیر کرنے عجب طرح کی بہار دیکھی
بمثال آتش کے کوہ و صحرا گلون سے سارا دمک رہا تھا

گلزار نسیم

جب نام خدا جوان ہوا وہ
مانند نظر روان ہوا وہ

ترانۂ شوق

طاقت چٹکی مین صورت تیر
نصرت قبضے مین مثل شمشیر

رحمت اللہ رعد

ہاتھ عنقا کی طرح آئی نہ دلبر کی کمر
گرچہ پھیلایا کیے جال مگر گیسو

ذوق

زلف افعی وش کو دھووے گر وہ پرفن آب میں
ہو بجائے موج پیدا مار رہزن آب میں

بدھ سنگھ شگفتہ

پروانہ وار جلکر گو خاک ہو گئے ہم
پر شعلہ رو نہ چوکا اپنی شرارتوں سے

گلزار نسیم

ٹوپی جو بنائی چھیل کر چھال
دکھلائی نہ دی نظر کی تمثال

غلام دستگیر نامی

اے عید تو ہے شوکت اسلام کی دلیل
تیوہار ایک بھی تو نہیں ہے ترا عدیل

ظفر علیخان

مرے جد امجد شہنشاہ پٹھیر
عدیل فریدون مثیل سکندر

عبد اللہ خان خستہ

سایہ ساں پہونچے تو تھے پانوں تلک گر گر کے ہم
اُسنے دامن کو بھی پر ہاتھ لگانے نہ دیا

انشا

بلسان بید مرے بند بند جکڑے ہیں
دفور درد یہاں تک کہ ہوں بشکل سطیح

ماہ

پیرہن سے چھوٹ نکلا یار کا جسم لطیف
حسن شکل بوئے گل جامے سے باہر ہو گیا

مجروح

مرا استاد کہ ہے جس کا سخن عالمگیر
ہے ظہوری کا ظہور اور نظیری کا نظیر

گویا

حروف سے خط مسطر ہوں جیسے پوشیدہ
اسی روش سے روش زیر سبزہ پنہاں ہے

انیس

یہ شوق شہادت کا تھا اُس عاشق رب کو
یعقوب نمط جاتے تھے یوسف کی طلب کو

ظفر

مشابہ ہم بھی سب ڈھنگوں میں ہیں فرہاد سے لیکن | اگر شیرین سے تم ایجان سب باتوں میں ملتے ہو

شاداب

انہیں کیونکر نہ شاہ حسن تم کو | مشابہ زلف ہے بال ہما سے

کبھی تنہا کاف جو حروف معنوی میں سے ہی حرف تشبیہ کی جگہ کام دیتا ہی جیسے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

جب ستارہ طلوع ہو دم دار | دم ہوا ایسی کہ چھوٹا ہوا انار

یہاں کاف جیسے کے معنی میں ہی۔

کبھی دوسری عبارت کو اداۃ تشبیہ کے قائم مقام بنا دیتے ہیں۔

مفتون

اُس قمر نے جو پرافشاں کیے یک سر گیسو | ہو گئے وہیں ہم طالع اختر گیسو

گیسو کو اختر سے تشبیہ دی ہی اور ہم طالع ہونیکو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام بنایا ہی۔

فہمی

دیکھکر سنبل گلزار کو ہمسر اپنا | بل پہ بل کاکل پیچاں نے تری کھائے بہت

کاکل پیچاں کی تشبیہ سنبل سے منظور ہی اور ہمسر دیکھنے کو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام کیا ہے۔

طوبےٰ

چہرۂ یار پہ بکھری ہوئی کیا خوب ہے زلف | دستۂ سنبل گلشن سے یہ منسوب ہی زلف

سودا

بلبل خوش نغمہ ہوں لیک اُس گلستاں میں جہاں | نالۂ مرغ چمن سے کم نہیں فریاد زاغ

زاغ کی آواز کو مرغ چمن کی آواز سے تشبیہ دی ہی اور کم نہیں کو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام بنایا ہی۔

اصغر

مضمون دقیق وصف سراپا میں ہی رقم | تار نظر کو باندھا ہی موئے کمر کے ساتھ

موئے کمر کی تار نظر کے ساتھ تشبیہ مقصود ہے۔

ظفر

کوئی کہتا ہی مینی کو کہ ہی رشک گل زنبق | کوئی کہتا ہی چشم سرمگیں ہمچشم عنبر ہے

چشم سُرمہ گیں کی تشبیہ عنبر سے مقصود ہی اور چشم کو اداۃ تشبیہ کی جگہ استعمال کیا ہے۔

ولہ

کوئی کہتا ہی اک سیف کشیدہ ہی وہ دُنبالہ | کوئی کہتا ہی جو مژگان ہی وہ ناوک سے سوا ہی

مژگان کی تشبیہ ناوک سے منظور ہی اور سوا اداۃ تشبیہ کی جگہ آیا ہے۔

پانچواں چمن اقسام تشبیہ کے بیان میں

کبھی مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مفرد ہوتے ہیں اور اُن میں کسی طرح کی قید بھی نہیں لگی ہوتی یا مفرد ہوتے ہیں مگر کوئی قید لگی ہوتی ہی پہلی شق کی مثال تشبیہ چہرے کی آفتاب سے۔

ناسخ

اُسکے ہاں آفتاب عارض ہے | دن ہی آٹھوں پہر ہے رات نہیں

رند

توڑیں چوڑی کی طرح ہتکڑیاں پا | کیا ہی زور رونیہ دست وحشت ہی

میرحسن

زبس مثل آئینہ تھا اُس کا تن | کہے تو کہ تھی ناف عکس ذقن

ولہ

کلیجہ پکڑ ماں تو بس رہ گئی | کلی کی طرح سے بکس رہ گئی

نادر

ڈوب جائے دل عاشق تو تعجب کیا ہی | لب اگر ہیں یم خوبی تو ہی گرداب ذقن

دوسری شق کی مثال۔

میر عارف علی عارف

وہ ہوا گرد سے جب وقت شکار آلودہ | تیر خاکی بنے مژگان غبار آلودہ

مژگان مشبہ میں غبار آلودہ کی قید اور تیر مشبہ بہ میں خاکی قید لگائی ہی۔

مومن

یہ حالت قامت خمیدہ | جیسے شجر خزاں رسیدہ

کوئی کہتا ہی وہ شفاف عارض صبح صادق ہی | ظفر | کوئی کہتا ہی وہ درکان کا تابندہ اختر ہی

ضمیر

اس نیزۂ سیاہ سے تھا سب کو بیم جان | تھا اژدہائے موسیٰ عمران وہ زبان

منشی دیبی پرشاد ربط

اداؤ عشوہ و ناز و غمزہ ہین یہ چار رُکن اُسکے | قد موزون جانان بھی عجب برجستہ مصرع ہے

شاہ نصیر

تو ہمکو دکھاتا ہے مہ نو عبث اے چرخ | ناخن جو ترا شیدہ ہو کب عقدہ کشا ہو

یا صرف مشبہ مفرد ہوتا ہی اور مشبہ بہ مفرد مقید یا اُسکے برعکس مثال پہلی صورت کی۔

مہدی علیخان حسن

شعر برجستہ ہین ترے ابرو | کیون نہ اُن پر پڑے ہماری آنکھ

ابرو مشبہ مفرد شعر مقید بہ برجستہ مشبہ بہ۔

میر حسن

غرض وہ مرغی جب دکھائے بال | تو گویا کہ مارا محبت کا جال

بال مشبہ مفرد ہی اور محبت کا جال مشبہ بہ مفرد مقید ہے۔

آتش

واہ ری شانے کی قسمت کس کو یہ معلوم تھا | پنجۂ شل سے کھلینگے عقدہ ہائے موے دوست

شانہ مشبہ مفرد اور پنجۂ شل مشبہ بہ مقید۔

عاشق

اپنے باغ حسن کا اُسنے تماشا دیکھکر | آئینہ جب رکھدیا پھولون کی چادر ہو گیا

آئینہ مشبہ مفرد ہی اور پھولون کی چادر مشبہ بہ مفرد مقید۔

دبیر

یہ رُخ ہے کہ آئینۂ طاق دل زہرا | حسن اپنا انھین آئینون مین شرع نے دیکھا

رُخ مشبہ مفرد اور آئینۂ طاق دل زہرا مشبہ بہ مقید۔

ظفر

کوئی کہتا ہی اُسکی جعد کو ہے یہ شب یلدا
کوئی کہتا ہی اُسکے رُخ کو یہ خورشید محشر ہی

مثال دوسری صورت کی

محمد عارف جوشش

جون آئینہ یہ ستم رسیدہ | رہتا ہے مدام آب دیدہ

یہ ستم رسیدہ مفرد مقید مشبہ اور آئینہ مفرد مشبہ بہ۔

داغ

لہو کے چشمے ہین چشم پُر آب کی صورت | شکستہ کاسۂ سر ہین حباب کی صورت

مقصود بالتمثیل دوسرا مصرع ہی جس مین کاسۂ سر شکستہ مشبہ مقید ہی اور حباب مشبہ بہ مفرد۔

ظفر

ہے یہ ڈر دل کو نہ چشم مست مہوش کھینچ لے | اپنے مذہب مین نہ اس صوفی کو میکش کھینچ لے

مہوش کی چشم مست مشبہ مفرد مقید ہی اور میکش مشبہ مفرد ہی۔

نسیم

بدلی سی چھپی وہ ماہ روشن | بجلی سا عیان ہوا وہ پر فن

ماہ روشن مشبہ مفرد مقید اور بدلی مشبہ بہ مفرد۔

رسا

رنگ عارض سے ہی کیف مے گلرنگ عیان | یہ صراحی ہی کہ ساقی کی ہی گردن دیکھو

گردن ساقی مشبہ مفرد مقید اور صراحی مشبہ بہ مفرد۔

کبھی مشبہ اور مشبہ بہ دونون مرکب ہوتے ہین اور مرکب ہونے سے یہ مراد ہی کہ ہر ایک ایک ایسی ہیئت ہوتا ہی جس مین چند چیزین مجتمع ہوتی ہین۔

صوفی

زلفون کا گورے گالون پہ کیا اجتماع ہے | لندن پہ جا کے کالون نے باندھا یہ لام ہے

اس مثال مین زلفون کا گورے گالون پہ جمع ہونا مشبہ مرکب اور لندن کے ملک پر جہان کے باشندے سب سفید رنگ مین کالون کا چڑھ جانا مشبہ بہ مرکب ہے۔

لمؤلفہ

کاکل سے نہ ربط اُس رُخ تابان نے کیا ہے
کافر کو ہم آغوش مسلمان نے کیا ہے

ضمیر

پنہان زرہ مین ہوتی تھی اس طرح سے سنان	بجلی چمک کے ہوتی ہی جون ابر مین نہان

وحید

شاخ سنان سے ہوا اسطرح پھل جدا	پیرون کے قد سے جیسے جوانی کا بل جدا

ذوق

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ	کہ جیسے جائے کوئی فیل مست بے زنجیر

امیر

دل مین وہ سخت دلون کے بھی اثر کرتا ہی	سنگ پر جیسے پیمبر کے پڑے نقش قدم

ناسخ

سمجھے ہم ابر سیہ سے نکل آیا تارا	کھل گئی بالون سے جو تیری جبین تھوڑی سی

وله

حیران بیٹھے ہین گرد سارے مونس	تصویر کی جس طرح کھنچی ہو مجلس

کبھی مشبہ مفرد ہوتا ہی اور مشبہ بہ مرکب جیسے۔

شاداب

کہتے ہین لوگ اُسکے مہاسے کو دیکھکر	شبنم کی بوند ہے یہ گُل آفتاب پر

مہاسہ مشبہ مفرد ہی اور شبنم کی بوند کا سورج مکھی کے پھول پر ہونا مشبہ بہ مرکب۔

ظفر

مانگ ہے یا کوئی سیدھی راہ ہی ظلمات مین	یا عیان ہی کہکشان کا خط اندھیری رات مین

مانگ مشبہ مفرد ہے اور ظلمات مین سیدھی راہ کا ہونا اور اندھیری رات مین کہکشان کے خط کا ہونا دونون مشبہ بہ مرکب ہین۔

یا مشبہ مرکب ہوتا ہی اور مشبہ بہ مفرد جیسے اس شعر مین ناطق کے مشعل مشبہ بہ مفرد ہی اور درختون کی چوٹیون پر سرخ پھولون کا مجتمع ہونا مشبہ مرکب ہی۔

چوٹیون پر جو نہالون کی ہجوم گل ہے	دور سے یون نظر آتے ہین وہ جیسے مشعل

ناسخ

ہے ستارہ ذوذنب یا رخ ہے زلف یار مین	خال ہی خورشید مین یا تل ہی یہ رخسار مین

زلف یار مین رُخ کا واقع ہونا مشبہ مرکب ہی اور دم دار ستارہ مشبہ بہ مفرد۔
اور جو کئی مشبہ ایک جگہ ذکر کرین بعد اس کے کئی مشبہ بہ لاوین تو ایسی تشبیہ کو تشبیہ ملفوف کہتے ہین جیسے۔

ظفر

بچھوے پانو مین ہین نمایان تو سر پہ داغ جنون فروزان
نہ دیکھین دیوانے تیرے کیونکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

ذرا جبین عرق فشان پر تو اپنی افشان کھا دے چن کر
کہ تا نظر آوین ماہ پیکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

شاہ نصیر

غضب ہی چین بر جبین وہ کیا ہی بدن سے ٹپکے بھی ہی پسینا
عیان ہی یاروئے ہنر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

دوپٹہ سر پر ہی بادلے کا گلاب پاش اسکے ہاتھ مین ہی
نہ کیونکہ چمکے نہ کیونکہ برسے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

اکبر شاہ خان فرحت رام پوری

جو ہو وا س آہ و اشک تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
تو پھیر چمکے نہ اور برسے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

ہنسے ہی گھوڑے پہ دیکھ مجھکو جلو مین ہے وہ ہشک نیزان
کہین نکیون سب اِدھر اُدھر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

ہنسے نہانے مین وہ جو مہر اور آب اسکے ہو تن سے ریزان
تو بولین سب آئے یہ کدھر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

کناری چہرے پہ ہی نمایان اور اُسکا چہرہ عرق فشان ہی
یہ سیر دیکھے کوئی نظر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

وہ برق وش بام پر ہی خندان مین نیچے جون ابر رو رہا ہون
عجب ہی یہ لطف اک نظر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

رسا

مُہاسے اور داغ چیچک اس روے منور پر
لب تنگ شکر پر مور قائم ہین شکر پیدا

ناسخ

بندہ بالون مین نہین تعویذ بالون مین نہین
وہ ستارا صبح کا ہے یہ ستارا شام کا

میر وارث علی جوش

جبین گیسو سے عیان رُخ مانگ مین سلک گہر
یہ شب مہتاب ہی وہ کہکشان بالائے سر

آشفتہ

ہے ہجوم داغ سوزان اور دل مایوس ایک
ہر طرف جلوہ چراغان کا ہی اور فانوس ایک

شاداب

یہ زلف و چشم غیرت شمشاد دیکھنا
نرگس کے پھول یہ ہین وہ نافہ غزال کا

کبھی ایسا کرتے ہین کہ شعر مین ایک مشبہ اور ایک مشبہ بہ باہم ذکر کرین پھر ایک اور مشبہ بہ بیان کرین۔ اِسی طرح دو بار یا تین بار لائین اُسکو تشبیہ مفروق کہتے ہین مثال اسکی۔

محسن

نگہ پاک الف صاد ہے چشم زیبا
لام گیسو ہین سر مو نہین کچھ فرق اصلا

نسیم

تو برق دمان مین خرمن خار
تو جوشش یم مین مور کے پر
تو سیل روان مین خستہ دیوار
مین نقش قدم تو باد صرصر

طور

وہ گیسو خط جدول ہین وہ ابرو مد بسم اللہ
وہ رخ قرآن ہی خط تفسیر ہی زیر و زبر پلکین

میر دوست علی خلیل

گل فندقین ہین دزد حنا موتیا کے پھول
گلدستہ جنان ہین ترے اے نگار ہاتھ

احمد

عارض ہین گل انار ہین پستان قن ہی سیب
ہین نخل قد یار مین گل بھی ثمر کے ساتھ

انیس

پھل فن مین تھا پھول تجلی مین نخل طور
آسیب سایہ چال پری قبضہ چشم حور
گرمی سن محض نار تو نرمی مین صاف نور
خود مہر آب زہر تڑپ قہر شور صور

ناسخ

روز نور وز جبین ہی شب معراج ہی زلف
ذو الفقار ابروے محبوب ہی قرآن عارض

ولہ

اشک آتش حلکردہ ہے بجلی نالہ
ہر لخت جگر ہے آگ کا پرکالہ

وحید

زیر و زبر مین ناوک سر کردہ کمان
تشدیدون پیرایہ ہی طرۂ دستار کا گمان
ہین پیش راہوار دنگی گویا کنوتیان
حرفون کے سر پہ خود ہین یا جزم ہین عیان

سطرین تمام شان دکھاتی ہین فوج کی
مد ہین کہ بیرقین نظر آتی ہین فوج کی

میر محمود خان روج

ابرو ہلال بدر جبین خال ہے زحل
کیونکر نہو فلک یہ تمھارا بھلا دماغ

ابرو

نرگس ہے چشم سرو ہے قد غنچہ ہے دہن
رخ رشک گل ہے غیرت ابر بہار زلف

بابل ہے چشم ہونٹھ بدخشان ہے رخ ہے روم
گیسو ہے چین جبین ختن ہے تتار زلف

خالق بخش خالق

سرو قد زلف بنفشہ گل نرگس آنکھیں ہیں
تن ہمین غنچہ دہن اور گلستان عارض

اگر کسی تشبیہ مین کئی مشبہ اور ایک مشبہ بہ ہو تو اسے تشبیہ تسویہ کہتے ہین جیسے۔

مسعود

دلکو میان خط و زلف تو جو رکھے ہے عدو ہم
ایک ہی مرغ ناتوان جسکے لیے ہین دام دو

مشبہ میان خط و زلف دو چیزین ہین اور مشبہ بہ یعنی دام ایک چیز ہے۔

حالی

بے حقیقت ہے بشکل موج سراب
تاج جمشید و راج ریحانی ہے

مشبہ دو چیزین ہین تاج جمشید اور راج ریحانی مشبہ بہ ایک ہے یعنی موج سراب۔

ذوق

عجب نہین ہے کہ آرائش زمانہ سے
حنائی پنجہ ہون تاک کے چنار و بید انجیر

حسرت

بدن کو جان کو دلکو جگر کو آگ لگی ہے
غم فراق مرے گھر سے گھر کو آگ لگی

مشبہ یعنی بدن اور جان اور دل اور جگر چار چیزین ہین اور مشبہ بہ یعنی گھر ایک چیز ہے۔
اگر اسکے برعکس ہو یعنی مشبہ ایک ہو اور مشبہ بہ متعدد تو اسکو تشبیہ جمع کہتے ہین جیسے۔

کیا جگہ کوچۂ محبوب ہے سبحان اللہ
کوئی جنت کوئی کعبہ کوئی گلشن سمجھا

آباد

دل مین چبھ جاتی ہین اُس حور کی اکثر پلکین
کبھی خنجر کبھی ناوک کبھی نشتر پلکین

ظفر

کیا وصف جبین مین کہون اُس ماہ جبین کا
اک تختہ سنگ مرمر ہے وہ فردوس برین کا

یا صبح ہے یا آئینہ یا ہے ید بیضا
یا صفحۂ رخسار کسی شوخ جبین کا

یا مشتری و زہرہ ہے یا مہر درخشان
یا جلوۂ پُر نور ہے یہ ماہ جبین کا

یا تخت بلورین ہے کہ ہے لوح یہ سیمین
یا صفحۂ سادۂ کسی انمول نگین کا

انیس

دامن وہ سبز اور وہ نیچے کا اُسکے نور
نکلا ہوا ہے قصر زمرد سے روے حور

فرق جناب خضر پہ روشن ہی شمع طور
بے شبہہ دو امام کے ہے نور کا ظہور

احمد

تشبیہ کیون نہ ابرو سے قاتل کو دیجیے
خنجر کے ساتھ تیغ کے ساتھ اور تیر کے ساتھ

مومن

خنجر تھا الٰہی یا زبان تھی
خنجر سے زیادہ تر رواں تھی

تھی یا کوئی تیغ آتشین دم
یا شعلۂ آتش جہنم

امانت

دوست کے حق مین رگ برگ گل تر ہی مژہ
مدعی کے رگ جان کے لیے نشتر ہی مژہ

شعبدہ باز ہی ساحر ہی فسونگر ہے مژہ
کبھی نیزے کی انی ہی کبھی خنجر ہی مژہ

کبھی ایسا کرتے ہین کہ سلسلہ بہ سلسلہ تشبیہ دیتے جاتے ہین یعنی ایک چیز کو ایک چیز سے تشبیہ دی پھر اس مشبہ بہ کو کسی اور چیز سے تشبیہ دی پھر اُس دوسرے مشبہ بہ کو بھی کسی اور چیز سے تشبیہ دی اگرچہ یہ قسم تشبیہ مفروق مین داخل ہو سکتی ہی مگر چونکہ سنسکرت کے علم بیان مین اسکو علیحدہ بیان کیا ہی اور نام اسکا شِیرَنکھلُو پمَان (آخر مین نون غنہ سے) رکھا ہی اسلیے ہم بھی اسکو علیحدہ بیان کرتے ہین مثال اسکی یہ ہی۔

ذوق

ہر ایک خار ہی گل ہر گل ایک ساغر عیش
ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظر

ہر ایک قطرۂ شبنم گہر کی طرح خوش آب
ہر اک نگہ گہر شب چراغ پر تنویر

کبھی ایک شے کو دوسری کے ساتھ تشبیہ دیتے ہین پھر اُس سے رجوع کرکے مشبہ کو مشبہ بہ پر ترجیح دیتے ہین اس کا نام تشبیہ تفضیل ہے مجمع الصنائع مین اسی طرح لکھا ہے مثال۔

مومن

خنجر تھا الٰہی یا زبان تھی	خنجر سے زیادہ تر رواں تھی

اول زبان کو خنجر سے تشبیہ دی پھر اُس سے رجوع کرکے زبان کو خنجر پر ترجیح دی۔

مثنوی پدماوت

کھول کیا جس گھڑی وہ درۃ التاج	کرے زلفوں میں اپنی شانۂ عاج
نمایاں شانۂ و زلف گرہ گیر	ہے ابیض فیل کے دانتوں میں زنجیر
غلط میں نے یہ دی ساتھ اسکے تمثیل	کجا زنجیر و دندان و کجا فیل
ہے زلفوں میں اُسکی شانۂ عاج	رواں مانند مہتاب شب داج

کبھی ایسا کرتے ہیں کہ ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دیتے ہیں اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قائل کا مقصود تشبیہ نہیں بلکہ دوسری چیز ہے اور حقیقت میں غرض تشبیہ ہوتی ہے اس کا نام تشبیہ اضمار ہے جیسا کہ المعجم میں ہے مثال غلام علی خان وحشت کہتا ہے ؎

دل ترا سنگ ہے پر آگ نہ نکلی گا ہے	رخ ترا آئینہ ہے پر کبھی حیران نہ ہوا

مرزا نوشہ غالب چکنی ڈلی کی تشبیہات میں کہتے ہیں۔

کیوں اسے قفل در گنج محبت لکھیے	کیوں اُسے نقطۂ پرکار تمنا کہیے
کیوں اسے گوہر نایاب تصور کیجے	کیوں اسے مردمک دیدۂ عنقا کہیے
کیوں اسے تکمۂ پیراہن لیلےٰ لکھیے	کیوں اسے نقش پئے ناقۂ سلمےٰ کہیے

اگرچہ بظاہر انکار معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں ان اشیا کے ساتھ تشبیہ مقصود ہے چنانچہ ان کے اشعار ماقبل میں بھی تشبیہ بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہیں۔

خاتم دست سلیماں کے مشابہ لکھیے	سر پستان پریزاد سے مانا کہیے
صومعے میں اسے ٹھہرائیے گر مہر نماز	میکدے میں اسے خشت خم صہبا کہیے

بیان تشبیہ قریب

بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ وجہ شبہ اُس میں جلد سمجھ میں آجاتی ہے اسکو تشبیہ قریب کہتے ہیں ایسی تشبیہ مبتذل ہوتی ہے اور اُسکے کئی سبب ہیں۔

(۱) وجہ شبہ واحد ہو جیسے۔

محسن

کہتے ہین حسرت سے خود بین دیکھکر اے سادہ رو
ہین مصفا تیرے تلوے یا کہ مجلی پانون مین

تلوونکی تشبیہ مین آئینے کے ساتھ وجہ شبہ واحد ہے اور وہ صفائی ہے۔

ناسخ

ہو مبارک اُسے دنیا مین سعادتمندی
زلف پیچیدہ جو ہے بال ہما ہو جائے

یہان زلف کی تشبیہ مین بال ہما کے ساتھ مبارک ہونا وجہ شبہ ہر شکل و وضع کو اس مین دخل نہین۔

اسیر

لب شیرین کے وصف کرتے ہین
بات گویا نبات اپنی ہے

بات کی تشبیہ مین نبات کے ساتھ وجہ شبہ فقط رغبت ہے۔

قلندر

اے قلندر یہ نظم یا جادو
تو نے تو لعل سا اگال دیا

نظم کی تشبیہ مین جادو کے ساتھ وجہ شبہ فقط تاثیر ہے اور لعل کے ساتھ وجہ شبہ فقط عمدگی ہے۔

سودا

گھنال مثل رعد گرجتے تھے دم بدم
آواز شترنال تھی طاؤس کی جھنکار

آواز گھنال اور رعد کی تشبیہ مین اسی طرح آواز شترنال اور آواز طاؤس کی تشبیہ مین۔ مہیب ہونا وجہ شبہ ہے۔

قلق

پیٹ نرمی سے صورت مخمل
صاف مانند تختۂ صندل ہے

شکم اور مخمل کی تشبیہ مین وجہ شبہ فقط نرمی ہے اور شکم اور تختۂ صندل کی تشبیہ مین وجہ شبہ فقط صفائی ہے۔

(۲) مشبہ مشبہ بہ سے نسبت قریب کی رکھتا ہو جیسے ناشپاتی کی تشبیہ بہی سے یا بہی کی تشبیہ سیب سے اور لباس کی خلعت سے۔

تسنیم

شہزادے نے کرکے پاس اُن کا
خلعت سا دیا لباس اُن کا

میر

انت شیطان کی ہے اسکی آنت
دانت اُسکا ہی ہاتھی کا سا دانت

مومن

لبریز بہار صد جنون تھا | ہر سنگ وہان کا بے ستون تھا

ہر سنگ مشبہ اور بے ستون مشبہ بہ ہی اور بے ستون ایک پہاڑ کا نام ہی۔

خرس کی پشم اشعار خمیدہ قد لہ | سخت غبار الاڑ ولیدہ

رند

اب نہین دل مین کدورت رند حاصل ہی صفا | جیسے اشراقی کا سینہ میرا سینہ ہو گیا

امیر

ہی سپر پشت مبارک یہ کہ حمزہ کی سپر | ذوالفقار اسد اللہ کہ شمشیر دودم

(۳) مشبہ بہ اکثر ذہن مین گذرتا ہو جیسے زلف کی تشبیہ سانپ سے۔

وصف

پھرتی ہی زلف یار آنکھون مین | پیچ کرتے ہین مار آنکھون مین

اور آنکھ کی تشبیہ نرگس سے اور قد کی سرو سے۔

عشرت

رہون دیدار کو لے مہرتا چند | سراپا چشم مین نرگس کی مانند
اور اُس مین وہ صنم باعزت وشان | ادھر اودھر پھرے سرو خرامان

یاس

کہکشان رنگ کرے اُترے ہوے ہار روبر | چاندنی محو ہی ان پھول سے رخسار وبر

اور زلف کی تشبیہ زنجیر سے۔

زلف چھوڑ کر اُس بت کافر کی قیدی ہم ہوے | جو ہمارے دل مین پڑ گئی زنجیر اپنے ہاتھ سے

اور ابرو کی تشبیہ ہلال و تیغ سے اور مژہ کی تشبیہ برچھی سے جیسے۔

فراست

گھائل تو ہو چکا ہی دل ابرو کی تیغ سے | مژگان کی کیون لگاتے ہو اب برچھیان مجھے

اور جبین کی تشبیہ ماہ سے جیسے۔

غنی

پریون کو بھی ملی نہین یہ نازنین جبین | ابرو تری ہلال ہے ماہ مبین جبین

اور بال کی تشبیہ سنبل سے جیسے۔

میرحسن

کسی نے دیے کھول سنبل سے بال	لپیا پچون جون گل کیے سرخ گال

اور زنخدان کی تشبیہ سیب یا بہی یا کنوین کے ساتھ۔

تسلیم سہسوانی

وہ زنخ اسکی مثل سیب و بہی	بلکہ سیب و بہی کو اُس سے بہی

اور کاکل کی تشبیہ اژدہا کے ساتھ۔

عبرت

ذقن چاہ وصف مژگان وہ خونخوار	وہ کاکل اژدہا زلف سیہ مار

اور لب کی تشبیہ برگ گل سے اور رخسار کی تشبیہ لالہ سے اور زلف کی تشبیہ سنبل سے۔

میرحسن

تری چشم اور لب پیارے تری زلف اور رخسار	وہ نرگس ہی یہ برگ گل وہ سنبل ہے یہ لالہ ہی

اور دانتوں کی تشبیہ موتی کے ساتھ جیسے۔

ضامن

گوہر نایاب ہین دندان دہان یار مین	سرخی لعل بدخشان ہے زبان یار مین

اور عقل کی تشبیہ چراغ سے جیسے۔

ناسخ

منتظر رنہو دماغ کبھی	گل نہو عقل کا چراغ کبھی

اور رخ کی تشبیہ خورشید سے جیسے۔

یادگار

چشم بددور عجب طرح کا جوبن نکلا	مثل خورشید درخشان رخ روشن نکلا

بیان تشبیہ بعید

بعض تشبیہ ایسی ہوتی کہ اُس مین وجہ شبہ بعد تامل کے معلوم ہوتی ہے اس کو تشبیہ بعید اور غریب کہتے ہین اور اسکے کئی سبب ہین۔

(۱) وجہ شبہ متعدد ہو جیسے۔

جرأت

تشبیہ رگِ گل سے انھیں دون تو ہے زیبا
ڈورے ہیں تری آنکھ کے اے رشکِ چمن سُرخ

آنکھ کے ڈورون کو رگِ گل سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ ایک تو سُرخی ہے اور دوسرے باریکی۔

آتش

سُرمہ منظورِ نظر ٹھہرا ہے چشمِ یار کو
نیلگون گنڈا پنھایا مردمِ بیمار کو

سُرمے کی تحریر کو نیلگون گنڈے سے تشبیہ دی ہے اس میں وجہ شبہ دو چیزین ہیں ایک رنگ دوسرے باریکی۔

آتش

بل نہ نکلا تری زلفون کا صنم شانے سے
واقعی زور نہیں پنجۂ شل سے ہوتا

شانے کی تشبیہ میں پنجے کے ساتھ وجہ شبہ متعدد ہے ایک تو صورت اُسکی کہ اُس میں دندانے اُنگلیون کی طرح ہوتے ہیں دوسری وجہ شبہ بے حس و حرکت ہونا ہے۔

(۲) وجہ شبہ مرکب ہو جیسے۔

سودا

یون منعکس صفائے عمارت سے ہو چمن
جو ایک رو مکان ہو سو معلوم ہو دو رو

جادو تلے ہو آب کے یون سنگِ آبشار
جلین بر جبین نقاب تلے جون رُخِ نکو

یون جلوہ گر ہو سرو کا سایہ کہ جس طرح
کوئی سیاہ مست پڑا ہو کنارِ جو

ولہ

بخشتی ہے گل نو رستہ کی رنگ آمیزی
یو شتن جھینٹ فلک کا رہِ دشت و جبل

تا بارش میں پروتے ہیں گہر ہائے تگرگ
ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل

سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پہ
ساغرِ لعل میں جون تہِ جے زمرد کو حل

آتش

ذقنِ یار میں کی خط نے رسائی پیدا
چاہِ یوسف میں خضر بہرِ تماشا کودا

انیس

یون برچھیان تھین چار طرف اُس جناب کے
جیسے کرن نکلتی ہے گردِ آفتاب سے

(۳) مشبہ کو مشبہ بہ کے ساتھ دو دو کی نسبت ہو جیسے۔

آتش

گورے گالون پر ترے زیبا ہے خالِ عنبرین
تھا یہی مینا سزاوار ایسی لوحِ سیم کا

ظاہر ہے کہ گورے گالون اور سیاہ خال کو لوح سیم اور مینا کے ساتھ عدم اعتبار تشبیہ کی صورت مین مناسبت نہین۔

سُرمے کا چشم یار کے دل گشتہ ہو گیا ‖ ولہ لارا پڑا ہے زنگی ابلق سوار سے

لطف

جو پریزاد کا خال تہ گیسو ہو گا ‖ جان لو سانپ کے نیچے کا وہ بچھو ہو گا

مصحفی

حق نے کیا اُس کو تازگی دی ہے ‖ ہر بنا گوش گل کی پتی ہے

وزیر

جا کے دل بھول گیا راہ نہ آیا پھر کر ‖ کوچۂ زلف ہے یا بھول بھلیان سر پر

(۴) شبہ بہ ذہن مین ندرت کے ساتھ آئے بسبب اُسکے کہ وہمیات سے ہو یا خیالات سے۔

رند

دہان یار مین دیکھی زبان تو یہ خیال آیا ‖ کسی نے چھوڑ دی ہے لال مچھلی حوض کوثر مین

خلیق

موے سر یا تو نے اے رشک صنوبر یہ نہین ‖ سرو کی چوٹی سے نکلا ہے نہال کاکل

امانت

جلوہ کاکل کا نہین رُخ پہ نظر آتا ہے ‖ کان کی لو کا دُھوان ناز سے بل کھاتا ہے

ولہ

بخشی کیا زیور نے اُس رشک چمن کو تازگی ‖ کان کا پتا نہال تن کو کونپل ہو گیا

قلق

نظر آیا جو اُس کے کان مین یاقوت کا بندہ ‖ کہی یہ بات دل نے بھین ہے مار زلف پیچان کا

وزیر

لگا مضمون ہاتھ اُس کان کی مچھلی کی بالی کا ‖ یہ سمجھے چشمۂ خورشید سے مچھلی نکالی ہے

گوکل پرشاد رسا

بکھرے رُخسار و پہ گیسو جو ترے سیم بر آج ‖ سانپ اُڑتے نظر آئے مجھے خورشید پر آج

کوکلا

بنہین گیسوے عنبرین اُن کے	دود بخت سیاہ عاشق ہے

امانت

ناک کے پاس بھوین سر نہین نہوڑائے ہین	شاخ بلورین مین تلوار کے پھل آئے ہین

تشبیہ مین وجہ شبہ جس قدر ترکیب زیادہ رکھتی ہوگی اُسی قدر اُس مین بعد اور غرابت زیادہ ہوگی اور جتنی کم تفصیل اور ترکیب رکھتی ہوگی اُتنی ہی زیادہ قریب اور مبتذل ہوگی۔ تشبیہ مین جس قدر بعد و غرابت زیادہ پیدا ہوتے ہین اُسی قدر زیادہ **بلیغ** ہوتی ہے اور بہ نسبت قریب و مبتذل کے اُس مین بہت لطف ہوتا ہے پس مولوی شبلی نے جو موازنہ مین تشبیہ قریب الفہم کو تشبیہ کا بڑا کمال سمجھا ہے تحقیق کے خلاف ہے۔

کبھی تشبیہ مبتذل تھوڑا سا تصرف کرنے سے غریب ہوجاتی ہے جیسے زلف کو شانہ پر افتادہ ہونے کے سبب سے دل خانہ بدوش کہین۔

ذکی

شانو نپہ اُس پری کے پریشان جو زلف تھا	انداز اُڑائے ہے دل خانہ بدوش کا

یا زلف کے دونون رخسار دنپر آویختہ ہونے کی وجہ سے اُسکو مار دوسر ہسے کے ساتھ تشبیہ دینا۔

نفیس

تشبیہ دے چکا ہون مین مار دوسر کے ساتھ	زلفو نکو اُسکی ہاتھ لگاتا ہون ڈر کے ساتھ

یا دونون ابروون کو دو ہلالون سے تشبیہ دے کر اُن کے یک جا نظر آنے کا ادعا کرنا۔

ظفر

ابروین تماشا ترے اے رشک قمر دو	یک جامہ تو سامنے آتے ہین نظر دو

مرزا محمد اسمٰعیل طپش

کہا دل سے کہ چل تجھکو تماشا ایک دکھلاؤن	تہ کاکل عرق آلودہ وہ گردن جھلکتی ہے
لگا کہنے طپش مین گھر سے باہر کسطرح نکلون	اندھیری رات ہے برسات ہے بجلی چمکتی ہے

اگرچہ تنہا کاکل کی تشبیہ اندھیری رات سے اور عرق کی برسات سے اور جھلکتی ہوئی گردن کی چمکتی ہوئی بجلی سے عامیانہ ہے مگر تینون کے ایک جا جمع ہونے سے نادر ہوگئی ہے۔

جھکا بار پستان سے چلنے مین قد	برق	اناروں سے خم شاخ تر ہوگئی

بستان کو انار سے تشبیہ دی ہو اور یہ کوئی غریب تشبیہ نہیں مگر تصرف کرنے سے غرابت آگئی ہو۔

ولہ	
کندن کی طرح جسم دمکتا ہے یار کا	پھبتی کمر پہ سوجھی ہی سونے کے تار کی

سونے کے تار کے ساتھ تشبیہ کمر یار کی مبتذل تھی مگر کندن کیطرح دمکنے کی مناسبت سے نادر ہوگئی۔

آباد

شک ہے کمر یار کے اور رگ جان کا	کیسی رگ گل رشتۂ باریک کمان کا

شاعر کو کمر یار کی تشبیہ رگ گل اور رشتہ باریک کے ساتھ بھی منظور ہے اور یہ تشبیہ مبتذل تھی مگر استفہام انکاری کے طور پر بیان کرنے سے غرابت ہوگئی۔

عاشق

دانتوں میں زلف کو جو دباتے ہو بار بار	کاٹے گا ڈاک سانپ کا جب سر کچل گیا

زلف کی تشبیہ سانپ کے ساتھ مبتذل تھی مگر شاعر کے تصرف سے اس میں غرابت آگئی۔

عجیب

مشک ختن زلف کو میں نے کہا	مجھ سے یہ اک کار خطا ہوگیا

تشبیہ زلف کی مشک کے ساتھ مبتذل تھی مگر خطا کے ذکر سے غرابت آگئی۔

مملو

مصحف رخسار پر رکھتی قدم ہے بار بار	زلف کافر کو عبث سر پر چڑھایا آپنے

رخسار کی تشبیہ مصحف کے ساتھ اگرچہ مبتذل ہو مگر کافر کے ذکر نے اسے نادر کردیا۔

حسام

ہندوے زلف کی صحبت ہی انکھیں آنکھ پھر	نہیں معلوم کہ کیسے ہیں مسلمان عارض

زلف کی تشبیہ ہندو کے ساتھ ہے اور مسلمان کے ذکر کی وجہ سے اس میں غرابت آگئی ہو۔

میر قاسم علی شوکت

کسنے دکھلایا ہے یہ چاند سا تلوا مجھکو	ایڑیاں گھستے ہی گذرا یہ مہینا مجھکو

اگرچہ تلوے کی تشبیہ چاند کے ساتھ مبتذل ہی مگر ایڑیاں گھسنے اور مہینے کے ذکر نے اسے بلیغ کردیا ہے۔

نسیم

موسیٰ کا عصا تھا لٹھ جوان کا	ایک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکا

لٹھ کی تشبیہ عصائے موسیٰ کے ساتھ غریب نہ تھی مگر جب یہ کہا کہ ایک ہی لاٹھی سے سب کو

بانکا تو اس مین غرابت آگئی ۔

آصف الدولہ

زلف مشکین مین پرو کے یہ دل کیون نہ تھلے ۔ ایسا صیاد ہو اور ہاتھ مین دام ایسا ہو

زلف کی تشبیہ دام کے ساتھ اور معشوق کی تشبیہ صیاد کے ساتھ اگرچہ مبتذل ہی مگر ان کے اجماع سے غرابت آگئی ۔

الہام

نگہ وہ دشنہ کہ طعنہ کٹار پر مارے ۔ مژہ وہ تیر کہ خنجر کو دھار پر مارے

اگرچہ نگاہ کی تشبیہ دشنے کے ساتھ اور مژہ کی تشبیہ تیر کے ساتھ بلیغ نہین مگر کٹار پر طعنہ مارنے اور خنجر کو دھار پر مار نیکے ذکر سے غرابت آگئی ۔

عاصی

دل مبتلا ہے عشق زنخدان یار مین ۔ کافی ہے ڈوبنے کے لیے یہ کنوان مجھے

زنخدان کی تشبیہ کنوین کے ساتھ مبتذل ہی مگر ڈوبنے کے ذکر نے ندرت پیدا کر دی ۔

عشقی

خدا جانے ہوا ہی بت کیا بلا چاہ زنخدان مین ۔ نہ مانگا اُسنے پانی جو گرا چاہ زنخدان مین

پانی نہ مانگا کے ذکر نے اس تشبیہ مین ندرت پیدا کر دی ہے ۔

رسا

دیتے ہین قد یار سے کیون سرو کو تشبیہ ۔ وہ بے ثمر ہو اس مین ہی سیب ذقن کا پھل

سرو اور قد یار کی تشبیہ مین بوجہ اپنے مفردات کے کوئی غرابت نہین مگر ثمر کے ذکر کی وجہ سے غرابت آگئی

سلام

حدیث زلف چشم یار سے پوچھ ۔ درازی رات کی بیمار سے پوچھ

اگرچہ زلف کی تشبیہ رات سے اور آنکھ کی بیمار سے علیحدہ علیحدہ کوئی خوبی نہین رکھتی مگر ان کے اجماع سے ندرت آگئی ۔

گویا

کیونکر کہون پیشانی کی افشان کو ستارے ۔ جب ماہ نہ ہو چہرۂ تابان کے برابر

اور اگر تشبیہ مبتذل مین تصرف بطریق شرط کے ہو تو اُسکو تشبیہ مشروط کہتے ہین جیسے یون کہین کہ تجھکو سرو کہہ سکتے ہین اگر سرو مین ماہ کا ثمر لگتا ہو یا تجھکو ماہ کہہ سکتے ہین اگر ماہ مین سرو کا قد ہو ۔

شباب صاحب جاورہ

برگ گل کی طرح ہین لب اُسکے
اُس مین اعجاز کا اثر ہوا گر
اُس کی آنکھین ہین صورت نرگس
اُس مین بینائی کا گذر ہوا گر

اسی قبیل سے ہے۔

وقار

اُس صبح رُخ کے ناخن پا کا جواب تھا
ہوتین بلندیان اگر ابروے شام مین

انیس

رُخسار کو قمر جو کہون اُس مین داغ ہے
خورشید ہی تو کیا ہو وہ دن کا چراغ ہے

غلام علیخان وحشت

دل ترا سنگ ہی پر آگ نہ نکلی کا ہے
رُخ ترا آئینہ ہی پر کبھی حیران نہ ہوا

مفردات اُسکے تبتذل ہین مگر بوجہ استدراک کے غرابت پیدا ہوگئی۔

دبیر عون و محمد کے سراپا کے بیان مین کہتے ہین

رو دار ہے خورشید پہ ابرو نہین رکھتا
ابرو مہ نو رکھتا ہے پر رو نہین رکھتا
قد رکھتا ہی طوبےٰ پہ یہ گیسو نہین رکھتا
سنبل ہے کہ ہین گیسو قد دلجو نہین رکھتا

گر آنکھ ہی نرگس کی تو بینائی نہین ہے
غنچہ کے دہن ہی تو یہ گویائی نہین ہے

گو ہے گل جنت مین یہ رخسار نہین ہے
یمن مین تجلی ہی یہ دیدار نہین ہے
قد رکھتا ہی طوبےٰ پہ یہ رفتار نہین ہے
شیرین لب کوثر ہی یہ گفتار نہین ہے

آئینے مین رو ہے یہ خط سبز کہان ہی
غنچے کے دہن ہی نہ زبان ہی نہ بیان ہے

شائل پر پوشیدہ نہین ہی کہ ان اشعار مین چہرے کی تشبیہ خورشید کے ساتھ اور ابرو کی تشبیہ مہ نو کے ساتھ اور قد کی تشبیہ طوبیٰ کے ساتھ اور آنکھ کی تشبیہ نرگس کے ساتھ اور دہن کی تشبیہ غنچے کے ساتھ اور رخسار کی تشبیہ گل کے ساتھ اور ہونٹ کی تشبیہ لب کوثر کے ساتھ اور رو کی تشبیہ آئینے کے ساتھ ملحوظ ہی مگر اس طرح بیان کیا ہی کہ غرابت آگئی ہے۔

اسی قبیل سے ہی ناسخ کا یہ شعر۔

مشک مین خوشبو ہے پیچ وتاب شمل نہین	پیچ ہین سنبل مین شمل ہو مگر خوشبو نہین

المعجم فی معاییر اشعار العجم مین شمس الدین محمد بن قیس الرازی نے تشبیہ مشروط کے بعد تشبیہ معکوس لکھی ہے اور اسکی تعریف مین کہا ہے کہ **تشبیہ معکوس** یہ ہے کہ اول ایک چیز کے ساتھ دوسری چیز کو تشبیہ دین پھر بعد اسکے مشبہ بہ کو دوسری وجہ سے مشبہ کے ساتھ تشبیہ دین جیسے گھوڑون کی ٹاپون سے میدان جنگ کی زمین ہلال کی طرح ہو گئی اور ہلال زمین کی طرح اول زمین کو گھوڑون کے نعل کی وجہ سے ہلال کے ساتھ تشبیہ دی پھر ہلال کو کثرت غبار سے زمین کے ساتھ تشبیہ۔ دوسری مثال۔ ممدوح کی تعریف مین کہیے اُس کے حلم کے آگے بھاری زمین ہوا کی طرح ہلکی ہے اور اسکی طبع کے مقابل ہلکی ہوا زمین کی طرح بوجھل ہے۔ تیسری مثال۔ روے زمین ہتھیارون کی کثرت سے پشت فلک کی طرح ہو گیا اور غبار کی وجہ سے روے فلک پشت زمین کی طرح بن گیا۔

ظفر

خاک کو مسند کمخاب سمجھتے ہین فقیر	اور وہ جانتے ہین مسند کمخاب کو خاک

منیر

لقالت آب دریا مین تری سنگ ساحل مین	کلیجا پانی کا پتھر ہے پتھر کا جگر پانی

بیان تشبیہ تمثیل و تشبیہ غیر تمثیل

اگر وجہ شبہ کئی چیزون سے حاصل ہوئی ہو تو اُسکو **تشبیہ مرکب** کہتے ہین اور **تشبیہ تمثیل** بھی اسی کا نام ہے مگر بغیر قید تشبیہ کے صرف تمثیل نہین کہتے اور سکاکی نے یہ قید بھی لگائی ہے کہ وجہ شبہ وصف حقیقی نہ ہو بلکہ امر متوہم ہو اور شیخ عبدالقاہر جرجانی کے نزدیک تشبیہ تمثیلی وہ تشبیہ ہے جس مین وجہ شبہ مرکب عقلی ہو اور اگر مرکب حسی ہو تو اُسکو **تشبیہ تمثیلی** اور **ضرب المثل** نہ کہنا چاہیے جیسے مہر کے اس شعر مین ؎

اے مہر سچ مثل ہی جو عالم ہے بے عمل	گویا وہ اک گدھا ہے کتب سے لدا ہوا

اس مثال مین عالم بے عمل مشبہ اور گدھا کتابون سے لدا ہوا مشبہ بہ ہے اور محنت اُٹھانا اور پھر ایسے بڑے نفع کی چیز سے محروم رہنا صفت مجموعی کہ مرکب کئی چیز سے ہے وجہ شبہ ہے اور یہ صفت حقیقی نہین ہے اور عقلی بھی ہے پس یہ سب کے نزدیک تمثیل ہے سکاکی کے نزدیک باعتبار

غیر حقیقی ہونے کے اور شیخ کے نزدیک باعتبار عقلی ہونے کے اور جمہور کے نزدیک اس واسطے کہ اُن کے نزدیک یہ قیود معتبر نہیں بلکہ عام ہے اس سے کہ حسی ہو یا عقلی اور حقیقی ہو یا غیر حقیقی پس اس شعر میں۔

محشر

چمن میں گُل پہ یون ہی قطرۂ شبنم پڑا چمکے ۔۔۔ انگوٹھی پر گویا سونے کی اک الماس ہے دمکے

بقول شیخ کے تمثیل نہین ہی کیونکہ اس شعر مین ایک سرخ اور مدور چیز کے درمیان ایک سفید و براق چیز کا لحاظ ہونا وجہ شبہ ہی اور یہ امر مرکب حسی ہی اور چونکہ یہ وصف حقیقی ہی اس لیے سکاکی کے نزدیک بھی تمثیل نہین۔

عبرت

دردندان دہن مین یون ہین باہم ۔۔۔ نہان غنچے مین جون قطرات شبنم

اس شعر مین بھی وہی حال ہے کیونکہ ایک گول اور سرخ فام چیز مین ایک سفید اور براق چیز کا لحاظ ہونا وجہ شبہ ہی اور یہ مرکب حسی اور وصف حقیقی ہے۔

سودا

بلند ہمت اگر ہون سزیر چرخ ضعیف ۔۔۔ ہلال عید ہو عالم کا کیونکہ روزہ کشا
جو ناتوان نہ کرین دست گیری دشمن ۔۔۔ تو خار و خس نہ کرے شعلے کو کبھو برپا
فتادگی مین یہ عزت ہی دیکھ اے سرکش ۔۔۔ کہ نیک و بد نے کیا نقش پا کو راہ نما

سب کے نزدیک ان اشعار مین تمثیل ہے۔

اور اگر وجہ شبہ مرکب نہوگی بلکہ واحد یا متعدد ہوگی تو اُسکو تشبیہ غیر تمثیل کہین گے مثال اول جیسے خوشبو معشوق کے گیسو اور مشک و عنبر کی تشبیہ مین اور جرأت زید اور شیر کی تشبیہ مین مثال دوم جیسے بہی کی تشبیہ مین سیب کے ساتھ رنگ اور مزہ اور خوشبو اور زلف و سنبل کی تشبیہ مین درازی اور باریکی اور پیچیدگی۔

بیان تشبیہ مفصل ومجمل

جس تشبیہ مین وجہ شبہ مذکور ہو اُسکو تشبیہ مفصل کہتے ہین جیسے فلان آدمی شجاعت مین شیر کی طرح ہے۔

گلزار نسیم

دستور کہ عرض کر چکا تھا ۔۔۔ آشُل دل بدگمان مرکا تھا

ولہ

وہ طفل بھی گر پڑا قدم پر | مانند سرشک چشم مادر

ولہ

لرزہ سا چڑھا وہ دیونی پر | مانند حواس اڑگئی وہ مضطر

ظفر

اُس شعلہ خو سے بزم جہان مین لگا کے لو | مانند شمع آپ کو ہم نے گھلا دیا

دبیر

سیماب سا سینے مین تڑپنے جو لگا دل | گر گر کے کئی بار اُٹھی صورت بسمل

نفیس

چمک رہے ہین دُر نظم اخترونکی طرح | ادا ہے شاہد مضمون مین دلبرونکی طرح

ذوق

ہوا مین ہی یہ طراوت کہ دود گلخن بھی | برستا اُٹھتا ہو آتش سے مثل ابر مطیر

ناسخ

ایسی تاریکی ہی مانند زحل ہووے سیاہ | آئے گر خورشید میرے بیت احزان کیطرف

ناسخ

حویلی ہو گئی لنکا کی طرح اے یار سونے کی | ترے پرتو سے ہوتی ہے گلی دیوار سونے کی

اسی قبیل سے ہی وہ تشبیہ بھی جس مین وہ چیز مذکور ہو جسکو وجہ شبہ لازم ہو جیسے۔

ظفر

حلاوت اس شوخ لعل لب کے نہ پوچھو بوسے کی ہی یہ شیرین
کہ جو کوئی انگبین خالص کو گھول دے کے آب خالص

ولہ

لکھائے ہی کس کس حلاوت سے دل عاشق نے | شیر غم شیرین مثال نیشکر پیدا ہوا

بیت اول مین لب معشوق کے بوسے کو شہد مین گھلے ہوئے آب خالص سے تشبیہ دی اور دوسری بیت مین شیر غم کو نیشکر سے تشبیہ دی ہی۔ اور وجہ شبہ دونون جگہہ شیرینی بیان کی ہی اور درحقیقت وجہ شبہ دونون جگہہ رغبت ہے اور وہ شیرینی کو لازم ہے اور یہ بوسۂ لب معشوق اور

شہد مین حل کیے ہوے آب خالص مین مشترک ہے اسی طرح غم اور نیشکر مین بھی رغبت مشترک ہے اور شیرین دونون جگہ وجہ شبہ نہین کیونکہ وہ مطعومات کے خواص مین سے ہے پس شیرینی بوسے اور غم مین موجود نہ ہوگی کیونکہ وہ کھانے کی چیزون مین سے نہین ہین اور جامع کے لیے یہ ضرور ہے کہ وہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون مین موجود ہو اور حق یہ ہے کہ ایسی چیز کو وجہ شبہ کی جگہ ذکر کرنا جو خود وجہ شبہ نہو بلکہ وجہ شبہ کا ملزوم تسامح اور تساہل ہے اسی قبیل سے ہے ان دو شعرون مین۔

شہیدی

کبھی عمداً جو ہکلا کر وہ مجھ سے بات کرتا ہے	مزہ دیتا ہے اُس کا ہر سخن قند مکرر کا

وجاہت

کیا ذائقہ بیان کرون اُسکی بات کا	جو بات ہے پس اُس مین مزہ ہے نبات کا

ظفر

حرف جانے کا زبان پر لاؤ اے جانان مرے	ہے وہ میرے حق مین جیسے موت کا پیغام تلخ

معشوق کے جانے کی بات کو موت کے پیغام کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مذکور بیان تلخی ہے حالانکہ درحقیقت وجہ شبہ ناگواری ہے جو تلخی کو لازمی ہے۔

مومن

درد شراب و سختی قاتل	تلخ سخن مانند ہلاہل

سخن کی تشبیہ مین ہلاہل کے ساتھ وجہ شبہ ناپسندیدگی ہے اور وہ تلخی کو لازم ہے۔

عبرت

پر اُسکے سبز مثل بخت کامل	یہ منقار اُسکی پر خون صورت دل

پرون کی تشبیہ مین بخت کامل کے ساتھ وجہ شبہ عمدگی ہے اور وہ سبزی کو لازم ہے اور یہ پر اور بخت کامل مین مشترک ہے اور سبزی وجہ شبہ نہین کیونکہ وہ اجسام کے عوارض مین سے ہے جو محسوسات مین داخل ہے اور بخت عقلیات مین سے ہے پس سبزی بخت مین موجود نہو گی۔

ولہ

اگرچہ سبز ہے ظاہر مرا رنگ	یہ باطن مین مرے آتش ہے جون سنگ

طوطے کے باطن کی تشبیہ مین سنگ کے ساتھ وجہ شبہ سوز ہے جو آتش کو لازم ہے۔

غلام حسینخان قدیر

جلایا جو پروانہ سان اُسنے مجھکو ۔ کہا مین نے بھی شمع رو اُس کو جلکر

متکلم کی تشبیہ مین پروانے کے ساتھ وجہ شبہ تکلیف ہے جو جلنے کو لازم ہے۔

ذوق

عقل مین شمس ہی تو علم مین کان گوہر ۔ فضل مین کعبہ ہی تو حلم مین کوہ رحمت

انسان کی تشبیہ مین شمس کے ساتھ عقل وجہ شبہ نہین بلکہ انکشاف ہے جو عقل کو لازم ہی اور یہ انسان و شمس دونون مین موجود ہی اور عقل وجہ شبہ اسلیے نہین کہ وہ انسان سے مخصوص ہے اور اجرام علوی غیر ذی روح مین اسی طرح انسان کی تشبیہ مین کان گوہر کے ساتھ وجہ شبہ کثرت منفعت ہی جو علم کو لازم ہے اور یہ ذی علم انسان اور کان گوہر مین مشترک ہی اور علم وجہ شبہ نہین کیونکہ وہ ذی روح ذی عقل کی شان سے ہی پس علم کان گوہر مین موجود نہوگا اور کوہ رحمت کے ساتھ تشبیہ مین وجہ شبہ برداشت کرنا ہے اور یہ امر انسان اور کوہ مین مشترک ہی اور حلم وجہ شبہ نہین کیونکہ حلم عذاب مین آہستگی کرنے کو کہتے ہین اور یہ امر پہاڑ مین پایا نہین جاتا۔

ناسخ

غمخانہ تیری یاد مین ہی بہ از بہشت ۔ زہر غم فراق مزے مین ہے دز بہشت

زہر غم فراق کی تشبیہ مین دز بہشت کے ساتھ کہ ایک قسم کی مٹھائی ہی وجہ شبہ در حقیقت مزہ نہین بلکہ مرغوبی ہی جو مزہ کو لازم ہے۔

اور وجہ شبہ مذکور نہو تو اس تشبیہ کو **تشبیہ مجمل** کہتے ہین اور یہ کئی طرح ہے۔

(۱) یہ کہ وجہ شبہ غیر مذکور اُس مین ایسی ہو کہ ہر ایک کو بے تامل معلوم ہو سکتی ہو جیسے۔

مرزا حاتم علی مہر لکھنوی

بھوین تلوار ہین تو تیری نگاہین ہین تیر ۔ موے مژگان جنھین سب کہتے ہین دو بھالے ہین

جنون

کسی نے تارے نہین دیکھے چاند مین ابتک ۔ تمھارا چاند سا چہرہ ہی اور تارے گال

گل سماتے نہین چاند مین خوشی کے مارے چترار جب سے دیکھا ہی ترے پھول سے رخساروں کو

مومن

داغ اُسکے زبس مثال گل تھے ۔ ہاتھ کمان نہال گل تھے

نسیم

ہم بستر آدمی پری تھی ؛ سائے کی بغل مین چاندنی تھی

نادر

سی ہی مثل سرکہ لب اُسکا انگبین ہے ؛ بوسہ جو آج لیجے لطف سکنجبین ہے

عبرت

نکل کر جب چلی گلشن سے وہ ماہ ؛ تدرو باغ بولا بھر کے اک آہ
مین کہتا تھا کہ سرو بوستان ہے ؛ نہ سمجھا یہ کہ تو سرو روان ہے

(۲) وجہ شبہ غیر مذکور پوشیدہ ہو اور سوا خواص کے اسکو کوئی اور معلوم نہ کر سکے جیسے۔

مومن

ہے رگ خواب سے غفلت محسوس ؛ ہوگئی طرز تجاہل کابوس

وجہ شبہ تشبیہ تجاہل مین کابوس کے ساتھ نیند مین ڈر کر چونک پڑنا اور چلانا اور آواز مین اختلال آجانا ہی اور ظاہر ہے کہ یہ اُمور ہر آدمی پر فوراً ظاہر نہین ہو سکتے۔

اسرار

وہ جب ہنستے ہین یہ کہتا ہون یارب ؛ یہ بجلی دیکھیے گرتی کہان ہے

یہان ہنسنے کی تشبیہ برق کے ساتھ واقع ہوئی ہی ہنسنا معشوق کا بسبب شوخی کے واقع ہوتا ہی یا بسبب اسکے کہ ہنسنے مین دانت کی سفیدی اور چمک ظاہر ہو جاتی ہی اسواسطے اسکو برق سے تشبیہ دیتے ہین اور یہ اُمور سوا ے خواص کے اور کوئی دریافت نہین کر سکتا۔

ذوق

واہ وا کیا معتدل ہی باغ عالم کی ہوا ؛ مثل نبض صاحب صحت ہی ہر موج صبا

موج صبا کو صاحب صحت کی نبض کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور وجہ مشابہت ایسی چیز ہے جس کو سوائے طبیب کے دوسرا نہین جان سکتا مثلاً صاحب صحت کی نبض طول مین چار اُنگل سے نہ کم ہوتی ہے نہ زیادہ اور اُنگلیون کو اُسکی حرکت زور سے صدمہ نہین دیتی اور نہ جلد چلتی ہی نہ آہستہ اور چھونے مین نہ گرم معلوم ہوتی ہے نہ سرد اور نہ انگلیون کی چوڑائی سے اُسکی حرکت زیادہ ہوتی ہے نہ بہت کم اور اُسکی حرکت ایک ہی طور پر ہوتی ہی اور ڈاکٹرون کے قول کے مطابق بلوغت مین صاحب صحت کی نبض ایک منٹ مین نوے مرتبہ چلتی ہے اور جوانی مین بہتر مرتبہ۔

ولہ

پاس رہن تیرا جو زنار کی چاہے تبدیل	روش گردون پہ خط منطقہ ہو خط نطاق

خط منطقہ ایک دائرہ ہے کہ بارون برج اُسی دائرے پر واقع ہین اور نطاق کمر بند یعنے پٹکے کو کہتے ہین دائرہ منطقۃ البروج کا اپنی حمائلی شکل جو پہنی ہوئی زنار سے مشابہت رکھتی ہے چھوڑ کر ایسے خط کی شکل اختیار کر لینا جو کمر سے بند ھے ہوے پٹکے کی طرح جس مین زنار کی شکل نہین ہوتی وجہ شبہ ہے اور یہ باتین عوام کی سمجھ سے دُور ہین۔

دل افگار کا ہے سودۂ الماس علاج	ولہ	سنگ ہی سنگجراحت لبِ زخم جہان

سنگ کو سنگجراحت سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ زخم سے خون کا بند کرنا خشکی پیدا کرنا اور رطوبت کو سکھانا وغیرہ افعال ہین جنکو سوائے طبیب کے دوسرا نہین سمجھ سکتا۔

ولہ

افعی زلف کے کاٹے کو ہی جون مُہرۂ مار	گوش خوبان مین تو زلف سمن سا گوہر

گوہر کو مُہرۂ مار سے تشبیہ دی ہی جو ایک پتھر ہے جسے سانپ کے کاٹے ہوے زخم پر لگاتے ہین تو چپک کر زہر چوس لیتا ہی وجہ شبہ اپنی تاثیر سے سانپ کے زہر کو دفع کرتا ہی اور یہ امر سوائے طبیب کے دوسرے کو معلوم نہین ہو سکتا۔

گر سحاب قہر تیرا ہو تگرگ افشان تو ہو وادی بطحا مین جیسے بر سر اصحاب فیل	ولہ	حال اہل قاف وہ ای خسرو عالی مقام معجز طیر ابابیل آیا وقت انہزام

ممدوح کے سحاب قہر کی تگرگ افشانی کو اہل قاف پر اُس واقعہ کے ساتھ تشبیہ دی ہی جو کعبے کے پاس اصحاب فیل کو ابابیل سے پیش آیا تھا اور وجہ مشابہت اس مین جو بات ہے اُسکو عوام مشکل سے جان سکتے ہین۔

امیر

دل صاف زبان صاف سخن صاف ہی میرا	موتی کی لڑی ہی کہ مسلسل ہی مری تقریر

یعنی جسطرح لڑی کا ہر موتی اچھا معلوم ہوتا ہی اور لڑی کے کسی حصے مین کچھ برے ہونے کا تفاوت نہین پایا جاتا یہی حال میری تقریر کا ہی کہ اُسکے کسی حصے مین تفاوت اور نقصان نہین ہوتا وجہ شبہ مشبہ اور مشبہ بہ مین ایسا تناسب ہی جس مین تفاوت ممتنع ہی مگر فرق اسقدر ہی کہ مشبہ بہ مین یہ تناسب فقط صورت کے اعتبار سے ہی اور مشبہ مین صورت یعنی لفظا و معنے دونون کے اعتبار سے اور ظاہر ہے کہ اس وجہ کو سوائے خاص کے

دوسرا آدمی نہیں جان سکتا۔

یہی دو چار دانے حاصل کشت محبت ہین	ولہ انہیں اشک مسلسل بالیان ہین خرمن دل کی

(۳۳) تشبیہ مین مشبہ اور مشبہ بہ کا وصف مذکور نہو اور مراد وصف سے وہ چیز ہو جس سے وجہ شبہ پر دلالت ہوتی ہو۔

صبا

ہلال ابروے قاتل نے معرکہ مارا	نیام شب مین نہان تیغ آفتاب ہوئی

ابرو کو ہلال کے ساتھ اور شب کو نیام کے ساتھ اور آفتاب کو تیغ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور کسی کے ساتھ کوئی ایسا لفظ مذکور نہیں جس سے وجہ شبہ پر اشارہ ہوتا ہو۔

امانت

پیستا ہی دانت سوتے مین وہ دریاے مراد	خواب مین دیکھے نہ تھے پہنے تو گوہر ہوتے

چونکہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون مین سے ایک کے لیے بھی کوئی وصف مناسب مذکور نہیں ہے اس لیے وجہ شبہ پر ایما نہیں ہوتا۔

عیشی

دندان ولب کے وصف مین تشبیہ ہے نئی	دو لعل ہین ازل سے یہ کان گہر کے ساتھ

قلق

یاقوت کان مین جگر سنگ مین ہے لعل	صورت یہ ہے صنم ترے منھ مین اگال کی

یہان مشبہ اور مشبہ بہ دونون مین سے کسی کا وصف مذکور نہیں اسلیے وجہ شبہ پر اشارہ کسی لفظ سے نہیں ہو سکتا۔

سرفراز علی خان وحید

افعی کہو ناگن کہو اژدر نہ بناؤ	اتنا نہ بڑھاؤ سخن مختصر زلف

(۴۴) صرف مشبہ کا وصف مذکور کرین جیسے۔

اختر

کبھی مرجان کبھی یاقوت کبھی لعل لکھا	چوری کرتا ہون مین اے دست حنائی تیری

مشبہ یعنی دست کا وصف حنائی ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وجہ شبہ دست کی تشبیہ مین مرجان اور یاقوت اور لعل کے ساتھ سرخی ہے۔

دل یہ کہتا ہے بدخشان مین شفق پھولی ہے	سرخ جب ہو خط ترے پان سے ہم دیکھتے ہین

ہونٹ مشبہ ہے اور شفق مشبہ بہ ہے اور سُرخی دہان وصف مشبہ کے ہین جن سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ وجہ شبہ یہان سُرخی ہی۔

نادر

گوندھا چوٹی کو جو موباف سبہ سے اے پری | لے ہو گیا رہ اک اور جوڑا سانپ کا

مومن

تھی پشت خمیدہ یا کمان تھی | تھا تیر کہ آہ خون چکان تھی

(۵) فقط مشبہ بہ کا وصف مذکور کرین جیسے۔

رند

دہان یار مین دیکھی زبان تو یہ خیال آیا | کسی نے چھوڑ دی ہی لال مچھلی حوض کوثر مین

لال کہ وصف مشبہ بہ کا ہی اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ زبان کو مچھلی کے ساتھ تشبیہ سُرخی مین دی ہی۔

سید اصغر علی آبرو

کسی مین اسطرف یارب ہو اُرخ ابروے جانان کا | الٰہی ہم بھی دیکھ لین جوہر کہین اُس تیغ بُران کا

ابرو مشبہ ہے اور تیغ بُران مشبہ بہ اور جوہر و بران مشبہ بہ کے مناسبات ہین جن سے معلوم ہوتا کہ ابرو کو تلوار کے ساتھ کاٹ کی وجہ سے تشبیہ دی ہی۔

امیر

عشق ابرو مین سر اُترا دوش سے | چڑھ گئے ہم دم پہ اس تلوار کے

ابرو مشبہ اور تلوار مشبہ بہ ہے دم اور سر اُترنا جو مشبہ بہ کے مناسب ہین اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ یہان وجہ شبہ کاٹ ہے۔

ولہ

تجھکو قاتل ہی کے لعل لب خندان کی قسم | نیم جان چھوڑ نہ اے تیغ تبسم مجھکو

تبسم مشبہ اور تیغ مشبہ بہ اور نیم جان چھوڑنا مناسب مشبہ بہ کے ہی اس سے معلوم ہوا کہ تبسم کی تشبیہ مین تیغ کے ساتھ وجہ شبہ قتل کرنا ہے۔

قلق

چمکی جو اُسکی برق تبسم تو شرم سے | بجلی نے منھ پہ لے لیا دامن حجاب کا

تبسم مشبہ اور برق مشبہ بہ ہی اور چمکنا مشبہ بہ کے مناسب ہے جس سے اس بات پر ایما ہوتا ہے کہ

معشوق کے ہنسنے مین جو دانت کی سفیدی اور چمک ظاہر ہو جاتی ہی وہ وجہ شبہ ہے۔

رند

مار سیاہ زلف سے ایدل پناہ مانگ	یہ سانپ تجھکو ڈس کے نہ جائے کہین الٹ

سیاہ اور ڈس کے الٹ جانا وصف ملائم مشبہ بہ کے ہین اور اس سے اس بات پر اشارہ ہی کہ زلف کی تشبیہ مار کے ساتھ سیاہی اور ایذا رسانی مین ہے۔

ولہ

جانبر نہین ہوتے ہین جنھین ڈستے ہین کالے	اللہ کبھی پیچ مین زلفون کے نہ ڈالے

زلف مشبہ ہی اور کالا سانپ مشبہ بہ اور کاٹنا اور ڈسنا وصف ملائم مشبہ بہ کے ہین اور یہ ایما اس بات پر ہے کہ زلف کی تشبیہ مار سیاہ کے ساتھ سیاہی اور ایذا رسانی مین ہے۔

میر انیس

روشن تھا مدینے کا ہر اک کوچہ و بازار	جو راہ تھی خوشبو جو محلہ تھا وہ گلزار
کھولے ہوے تھا آہوے شب نافہ تاتار	معلوم یہ ہوتا تھا کہ پھولون کا ہی انبار

میر انیس اُس رات کا حال بیان کرتے ہین جس مین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوے تھے اس رات ہر گلی مین خوشبو پھیلنا بیان کیا پھر رات کو آہوے تشبیہ دی اور نافہ تاتار جو وصف ملائم مشبہ بہ ہی ذکر کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس تشبیہ مین وجہ شبہ خوشبو ہے۔

(۶) مشبہ اور مشبہ بہ دونون کا وصف ذکر کرین جیسے۔

ذوق عجب کیا مہ رخ پہ تیرے زلف شبگون ہی بکھر	سچ کہا ہی آگے کالے کے نہین جلتا چراغ

زلف کے مناسب شبگون ہی اور سانپ کے مناسب کالا ہونا اور چراغ کا نہ جلنا اور یہ چیزین اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ وجہ شبہ سیاہی ہی۔

صبا ہر اک حلقہ ہی کالا جیلخانہ زلف شبگون کا	دل سودا زدہ میرا نہ چھوٹے گا نہ چھوٹے گا

لفظ شبگون حلقہ زلف کا وصف ہی اور جیلخانے کا وصف کالا ہی اور یہ دونون وصف اس بات پر دال ہین کہ وجہ شبہ سیاہی و تاریکی ہے۔

امانت

سنہری جب چنی اُس مصحف رخسار نے افشان	جبین پر جھپتیان ہونے لگین لوح طلائی کی

لفظ سنہری وصف مناسب افشان کے ہی جو مشبہ ہی اور طلائی وصف مناسب لوح کے ہی اور یہ مشبہ بہ ہے

اور یہ دونون وصف اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ افشان اور لوح مین وجہ شبہ سنہرا رنگ ہی۔

شایان

عالم ہے تاب چہرہ سے چشم سیاہ پر	ہوتا ہے آفتاب سے کالا ہرن کا رنگ

چہرہ مشبہ ہے اور آفتاب مشبہ بہ اور تاب چہرہ کے مناسب ہی اور ہرن کا رنگ کالا ہونا آفتاب کے مناسب ہی اس سے معلوم ہوا کہ ان دونون مین وجہ مشابہت تابش حرارت ہی اور چشم مشبہ ہے اور ہرن مشبہ بہ اور سیاہ چشم کا وصف ہی اور کالا ہرن کا اور دونون اس امر پر دلالت کرتے ہین کہ ان مین وجہ شبہ سیاہی ہے۔

بیان تشبیہ مرسل و مؤکد و مطلق و مردود و مقبول

جس تشبیہ مین حرف تشبیہ مذکور ہوتا ہی اسکو تشبیہ مرسل کہتے ہین اسی کا نام تشبیہ صریح بھی ہے جیسے۔

گلزار نسیم

دیکھا تو وزیر زادہ بہرام	بوتے مین تھا شکل نقرۂ خام

غالب

خدا نے اسکو دیا ایک خوبرو فرزند	ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوے ماہ

امیر

کندن سا چہرہ دیکھو کبھی آئینے مین تم	سونا ملا ہے مہر کا چاندی مین ماہ کی

تمنا

سر مو ہے وہ مثل تار نظر	کمر یار مثل مو نہ سہی

اور اگر حرف تشبیہ مذکور نہو تو اسکو تشبیہ مؤکد کہتے ہین اور یہ دو قسم پر ہے

(۱) صرف حرف تشبیہ محذوف ہی ہو المعجم مین ایسی تشبیہ کا نام تشبیہ کنایت لکھا ہے۔

عاشق

روشن سواد زلف سیہ فام ہو گیا	رخ ان کا چراغ سر شام ہو گیا

رخ کو چراغ سر شام سے تشبیہ دی ہی حرف تشبیہ محذوف ہے۔

یہ حلقہ مار کے بیٹھا ہے پاس بانی کے	**قلق**	بنا ہے کان کا اُس ماہ رو کی بالا سا

رسوا

زلفون سے چھوٹ کر دل عشاق ٹنگے ہین
بالون مین بحرِ حُسن کے یہ جھمکیان نہین

مومن

ابر رحمت تپ عذاب الیم
سایۂ مادر احتراقِ جحیم

قطرہ قطرہ سرشک خالِ غمین
دانہاے سلاسل بجبین

(۲) مشبہ بہ مشبہ کی طرف مضاف ہو جیسے۔

ناسخ

ہواے بال اُڑ کر آتے ہین جو اُسکے چہرے پر
غزالِ چشم شوخی کر رہے ہین چین گیسو مین

اس مثال مین چشم کو غزال سے تشبیہ دی ہی چشم مشبہ غزال مشبہ بہ اور مشبہ مضاف ہے طرف مشبہ بہ کے یہی حال چین گیسو کا ہے۔

خلیق

روتے تھے لے کے بوسۂ سیبِ ذقن کبھی
یوسف کا اپنے سونگھتے تھے پیرہن کبھی

ذقن کو سیب سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ مضاف ہی مشبہ بہ کی طرف۔

لالہ رادھا کشن بشکر

دیکھ تو اے چشم سیل اشک طغیانی مین ہے
گھر سنبھال اپنا کہ دیوارِ مژہ پانی مین ہے

حرف تشبیہ اکثر حذف ہو جاتا ہی اُسکے ذکر کرنے سے حذف ابلغ ہی اسکا حال آگے آئیگا جس تشبیہ مین چارون رکن مذکور ہون اُسکو "تشبیہ مطلق" کہتے ہین جیسے زید کا چہرہ روشنی مین مانند آفتاب کے ہی چہرہ مشبہ آفتاب مشبہ بہ مانند حرف تشبیہ اور روشنی وجہ مشابہت کی۔

قلق

شاخِ گل سے ہین نازکی مین ستون
صورتِ سروِ باغ ہین موزون

ستون مشبہ شاخِ گل مشبہ بہ نازکی وجہ شبہ سے حرف تشبیہ۔ دوسرے مصرع مین صورت حرف تشبیہ ہے اور وہی ستون مشبہ اور سرو باغ مشبہ بہ اور موزون وجہ شبہ۔

دگار

چشمِ بد دور عجب طرح کا جوبن نکلا
مثلِ خورشید درخشان رُخِ روشن نکلا

رُخِ روشن مشبہ خورشید مشبہ بہ مثل حرف تشبیہ اور درخشان وجہ شبہ ہے۔

آتش

شمع سان اظہار کا یارانہ آتش کو ہوا ‏ سر گذشت اپنی زبان تک اپنی لاکر رہ گیا

میر حسن

نے رہیگا جوشِ گل نے گلستان ہیجائیگا ‏ داغ ہی اک اپنے دلپر لالہ سان رہجائے گا

جس تشبیہ کی غرض اچھی طرح ظاہر ہو اور اُس مین مشبہ بہ ایسا ہو کہ وجہ شبہ مین وہ مشہور اور کامل ہو اور اُسکا حکم مسلم ہو اور بیان امکان مین مخاطب کے نزدیک معروف ہو تو ایسی تشبیہ مقبول ہے ورنہ مردود۔

چھٹا چمن بیان مراتب تشبیہ مین باعتبار قوت وضعف کے مبالغے مین

تشبیہ کا استعمال علی العموم آٹھ طور پر ہوتا ہے۔
پہلا یہ کہ مشبہ اور مشبہ بہ اور وجہ شبہ اور حرف تشبیہ چارون کو ذکر کرین جیسے زید جرأت مین شیر کی مثل ہے زید مشبہ شیر مشبہ بہ جرأت وجہ شبہ مثل حرف تشبیہ ایسے ہی اس شعر مین۔

غلام حسن خان خیال

جھلک ایسی کوئی دکھلا گیا مہ پارہ غرفے مین ‏ کہ جون چلمن مشبک ہوگیا نظارہ غرفے مین

نظارہ مشبہ اور چلمن مشبہ بہ اور مشبک وجہ شبہ اور جون حرف تشبیہ۔

دُلھن بیگم

اتنے کم ظرف نہین ہم جو بہکتے جاوین ‏ گل کی مانند جدھر جاوین مہکتے جاوین

ولی

نہووے چرخ کی گردش سے اسکی چال مین گردش ‏ بجا ہے قطب کی مانند استقلال عاشق کا

وزیر

ہین پیٹ کے ہلکے وہ صدف سان ‏ موتی کی طرح نکل پڑی بات

غافل

اُسکے روے حیرت افزا کا پڑا ہے جب سے عکس ‏ مثل آب آئینہ دریا کا آب ستادہ ہے

دوسرا یہ کہ چارون مین سے حرف تشبیہ کو حذف کردین جیسے کہین زید حسن مین چاند ہے۔

انیس

پھل فرزند مین تھا پھول تجلی مین نخل طور ‏ گرمی مین محض نار تو نرمی مین صاف نور

ولہ

بستی مین سیل ہے تو بلندی مین ہی سحاب | سرعت مین برق گرم روانی مین جو آب

مشبہ گھوڑا ہے اور مشبہ بہ یہ تمام اشیا۔

ولہ

رفتار مین ہوا تھا اشارے مین برق تھا | سرعت مین کچھ کمی تھی تو چھل بل مین فرق تھا

ذوق

عقل مین شمس ہی تو علم مین کان گوہر | فضل مین کعبہ ہی تو حلم مین کوہ رحمت

تیسرا یہ کہ وجہ شبہ کو حذف کردین جیسے زید شیر کی مانند ہے۔

امیر علی حیرت

رخ اُسکا تمام گرچہ ہی جون خورشید | اور اُسکے نہال قد سے جی کو امید

اسیر

گھٹا کے بدر کو ہر ماہ مین ہلال کیا | تمھارے چاند سے چہرے نے بھی کمال کیا

جرار

گل سماتے نہین جامے مین خوشی کے مارے | جب سے دیکھا ہی ترے پھول سے رخساروں کو

چوتھا یہ کہ استخبار کے جواب مین شبہ کو حذف کردین یعنی کوئی پوچھے کہ زید کون ہی تو جواب دیا جائے کہ شیر کی مانند ہے۔

پانچوان یہ کہ وجہ شبہ اور حرف تشبیہ دونوں کو حذف کردین جیسے زید شیر ہے۔

مظفر علی اسیر

شکر ہی وہ لب شیرین جو تل ہی خال سیاہ | بجا ہے تل شکری کا گمان ہونٹون پر

لب کو شکر سے اور خال کو تل سے تشبیہ دی ہی اور حرف تشبیہ و وجہ تشبیہ کو ذکر نہ کیا۔

مشتاق

نرگس ہے چشم سرو ہی قد گلعذار ہے | نام خدا وہ شوخ سراپا بہار ہے

لعل لب دانت گہر پاؤن عقیق یمنی | ولہ | سر سے تا پا وہ صنم کان جواہر نکلا

اشرف

ابرو عقرب ہین تو ہین آپکے اژدر گیسو | ڈر کے مارے نہین چھوتے ہین فسونگر گیسو

ناسخ

روز نور روز جبین ہی شب معراج ہی زلف	ذوالفقار ابروے محبوب ہی قرآن رخ ہی

چھٹا یہ کہ مشبہ اور حرف تشبیہ کو حذف کردین جیسے پوچھین کہ زید کون ہی جواب دین چاند ہی حسن مین۔

ساتوان یہ کہ مشبہ اور وجہ شبہ کو حذف کردین مثلاً دریافت کرین کہ زید کیسا ہی تو کہین کہ شیر کی مانند ہی

آٹھوان یہ کہ حرف تشبیہ اور وجہ شبہ اور مشبہ تینون کو حذف کردین مثلاً کوئی پوچھے کہ زید کون ہی تو جواب دین کہ شیر ہے۔

اقسام مذکورۂ بالا مین سے آٹھوین اور پانچوین قسمین بہت بہتر ہین اور دوسری۔ تیسری۔ چھٹی اور ساتوین قسمین متوسط ہین اور پہلی اور چوتھی نہایت ضعیف وجہ شبہ اور حرف تشبیہ کے حذف کرنے مین قوت کی وجہ یہ ہی کہ جس وقت حرف کو حذف کیا مثلاً زید حسن مین چاند ہی تو گویا زید کو بعینہ چاند فرض کرلیا اور جس وقت وجہ شبہ کو حذف کیا اور کہا زید چاند ہی تو عمومیت حاصل ہوگئی پس جس تشبیہ مین ان دونون کو ترک کرین گے وہ بہت قوی ہوگی اور جس مین ان دونون مین سے کوئی مذکور ہوگا وہ بہ نسبت اول کے ضعیف ہوگی اور جس مین دونون مذکور ہونگے وہ زیادہ ضعیف ہوگی

دوسرا باغ استعارے کے ذکر مین

یاد رکھو کہ استعارے مین مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ ٹھہرا لیتے ہین یعنی بہادر کو بعینہ شیر سمجھ لیتے ہین مشبہ بہ خواہ مذکور ہو جیسے استعارۂ بالتصریح مین مثلاً شیر کہین اور اُس سے بہادر مراد ہو خواہ مشبہ بہ متروک ہو اور مشبہ مذکور ہو اور وہ شے کہ مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہو اُسکو مشبہ کے واسطے ثابت کرین جیسے استعارہ بالکنایہ مین جس کا دوسرا نام استعارہ مکنیہ بھی ہی۔

علماے فن بلاغت کا اختلاف ہی اس مین کہ استعارہ کونسا مجاز ہی آیا مجاز لغوی ہی یا عقلی بیان عقلی سے مراد یہ ہی کہ ایک امر عقلی مین تصرف کیا گیا ہو۔ جمہور کا یہ مذہب ہی کہ استعارہ مجاز لغوی ہی یعنی وہ ایسا لفظ ہی کہ جس معنی کے واسطے بنایا گیا ہی اس معنی کے غیر مین مستعمل ہوا ہی مشابہت کے علاقے سے اور اس بات پر دلیل یہ ہی کہ جب کسی آدمی کو شجاعت کی وجہ سے شیر کہا تو اس سے یہ مراد نہوگی کہ ہیکل مخصوص کا استعارہ اُسکے لیے ہی بلکہ مشبہ یعنی مرد شجاع کو مشبہ بہ یعنی شیر کی جنس مین بطریق تاویل داخل کرلیا جاتا ہی اور تاویل کی یہ صورت ہی کہ مشبہ بہ کے افراد کو دو قسم پر مقرر کیا جاتا ہی۔

(۱) ایک قسم متعارف و مشہور ہی یعنی جانور درندہ جو نہایت شجاعت کے ساتھ ہیکل مخصوص مین

پایا جاتا ہے۔

(۲) دوسری قسم غیر متعارف اور وہ ایسا شیر ہے کہ جس کو درندۂ معروف کی سی شجاعت حاصل ہے لیکن اُس خاص ہیکل مین ہوکر حاصل نہین مرد شجاع اسی قبیل سے ہی مگر لفظ شیر اصل لغت مین قسم دوم کے لیے موضوع نہین ہی بلکہ قسم اول کے لیے موضوع ہوا ہی پس اس لفظ کا استعمال قسم ثانی مین باعتبار مجاز کے ہی اور یہ اطلاق اُس شے پر ہی جو معنی لغوی کی غیر ہی پس مجاز لغوی ہوا اور صحیح یہی مذہب ہے اور بعض نے کہا ہی کہ وہ مجاز عقلی ہی پس استعارہ امر عقلی مین تصرف کرنے کا نام ہی اس لیے کہ جب کسی کو شیر کہتے ہین تو اُسکو بعینہٖ شیر (جانور درندہ) ٹھہرا لیتے ہین نہ مثل شیر کے اس صورت مین گویا شیر کے لفظ کا وہ شخص موضوع لہ ہوا پس یہ دعوے کرنا عقل سے تعلق رکھتا ہی نہ لغت سے حاصل یہ ہے کہ زید واقع مین شیر نہ تھا اور اُسکو اپنے نزدیک شیر ٹھہرا لیا ہی اور جو چیز کہ واقع مین نہو اُسکو واقعی ٹھہرا لینے ہی کو مجاز عقلی کہتے ہین پس استعارہ مجاز لغوی نہوا بلکہ مجاز عقلی ہوا اگر مشبہ کو بعینہٖ مشبہ بہ نہ ٹھہراتے ہون تو آتش کے اس شعر مین معشوق کا کذب کیسے ثابت ہو۔ ع

وعدۂ شب نہ کرا ی ماہ لقا جھوٹھ نہ بول	جلوہ گر رات کو خورشید کہان ہوتا ہے

اس مثال سے مقصود یہ ہی کہ اگر قائل معشوق کو بعینہٖ خورشید نہ سمجھ لیتا تو معشوق کی وعدہ خلافی اور دروغ گوئی اس جگہ صحیح نہ ہوسکتی کیونکہ جلوہ گر ہونا ایسے آدمی کا کہ جو حسن مین مشابہت خورشید سے رکھتا ہو شب مین ناممکن نہین ہی بلکہ طلوع خورشید ہی کا ناممکن ہے۔

بدھ سنگھ قلندر

جس جگہ خورشید ہی طالع نہ ہو	روسیہ روز دن کا دن اور رات کیا

یہان خورشید معشوق سے استعارہ ہی اور قائل نے معشوق کو بعینہٖ سورج سمجھ لیا ہی اسی طرح ناسخ کی اس رباعی مین خدا اور بت کا مقابلہ درست نہو سکتا۔

رباعی

ہے جسم مرا اور نہ جان ہے باقی		تربت مین نہ کوئی استخوان ہی باقی
کرتا ہے خدا تو امتحان تا دم زیست		پر بت کا ہنوز امتحان ہے باقی
دشمن مومن ہی رہے بت سدا	مومن	مجھ سے مرے نام نے یہ کیا کیا
وقت بے وقت آگیا ہی بشتر دہ آفتاب	ناسخ	ہوگئی ہی بارہا شام شب دیجور صبح

اسی طرح اس شعر میں تعجب ثابت نہو سکتا کہ تلوار کی تعریف میں ہے۔ ؎

دان شور تھا پیدا مرے نوے منہ نو ہے ۔ یان غل تھا جدا شمع سے یہ شمع کی لو ہے

اسی طرح امانت کے اس شعر میں۔ ؎

فلک یہ تو ہی بتا دے کہ حسن و خوبی مین ۔ زیادہ تر ہے ترا چاند یا ہمارا چاند

اگر قائل معشوق کو بعینہ چاند نہ سمجھ لیتا تو مقابلہ دونون چاندون کا درست نہوتا۔

محققین نے اس مذہب کو اس طرح رد کیا ہی کہ مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ ٹھہرا لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مشبہ موضوع لہ ہو جائے کیونکہ یہ امر ظاہر ہی کہ لفظ خورشید جرم روشن معروف کے لیے بنایا گیا ہی اور شخص حسین کے معنی مین استعمال کر لیا گیا ہی اور تعجب کرنا اسلیے ہی کہ گویا مشابہت کو قطعاً فراموش کیا ہی تاکہ مبالغہ کما حقہ ادا ہو جائے یہی حال اور امثلہ کا ہے اس سے ثابت ہوا کہ استعارہ مجاز لغوی ہی یعنے موضوع لہ کے غیر مین استعمال کیا گیا ہی۔

محسن التوصل الے صناعۃ الترسل کے مؤلف نے کہا ہی کہ استعارہ اُسے کہتے ہین کہ تشبیہ مین مبالغے کی غرض سے حقیقت کے معنی کا کسی چیز مین ادعا کرنا اور مشبہ کے ذکر کو لفظاً یا تقدیراً ترک کر دینا دوسری عبارت مین استعارہ اسے کہتے ہین کہ تشبیہ مین مبالغے کی غرض سے ایک چیز کو دوسری چیز کر دینا یا ایک چیز کو دوسری چیز کے واسطے کر دینا پس اگر کوئی یون کہے کہ مین نے شیر کو دیکھا اور مراد اسکی شیر سے مرد شجاع ہو تو یہ استعارہ ہی اور اگر یون کہے کہ زید شیر ہے تو یہ استعارہ نہوگا اسلیے کہ اسوقت لفظ مین ایک ایسی چیز ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ بعینہ شیر نہیں ہے پس مبالغہ حاصل نہوگا یہان حرف تشبیہ محذوف ہی اور اس قسم کو **تشبیہ مضمر الاداۃ** کہتے ہین۔ تشبیہ مضمر الاداۃ مین اور استعارے مین یہ فرق ہی کہ اول الذکر مین اداۃ تشبیہ کا ظاہر کرنا درست ہے اور آخر الذکر مین درست نہیں اسلیے کہ استعارے مین مستعار لہ کا ذکر بالکل متروک ہوتا ہی لفظاً مذکور ہوتا ہے نہ تقدیراً کیونکہ اسکے اظہار سے استعارے کی خوبی جاتی رہتی ہی پس حرف مستعار منہ کے ذکر پر کفایت کرتے ہین بخلاف تشبیہ مضمر الاداۃ کے کہ اس مین مشبہ اور مشبہ بہ مذکور ہوتے ہین مثلاً زید شیر ہے پس استعارے مین حرف تشبیہ کے اظہار سے کلام پایۂ فصاحت و بلاغت سے گر جاتا ہی اور تشبیہ مضمر الاداۃ مین فصاحت و بلاغت مین فرق نہیں آتا بلکہ ذکر کرنا اور نہ کرنا دونون برابر ہین چنانچہ زید شیر ہے اور زید مثل شیر کے ہی ان دونون ترکیبون مین کوئی فرق نہیں۔

سوال جو فرق تمنے بیان کیا یہ مسلم نہیں بلکہ فرق کا مدار حرف تشبیہ پر ہے جس مین حرف

تشبیہ مذکور نہو گا وہ استعارہ ہے اور جس مین مذکور ہو گا وہ تشبیہ ہے اور اس تقدیر پر
زید شیر ہے استعارہ ہی اور زید مثل شیر کے ہے تشبیہ ہے۔

جواب اگر اس ترکیب کو کہ زید شیر ہی تشبیہ مضمر الاداۃ قرار نہ دیا جائیگا تو معنی مستحیل ہو جائینگے اسلیے کہ زید بعینہ
شیر نہین بلکہ شجاعت مین شیر کی طرح ہی پس اداۃ تشبیہ کو مقدر ماننا ضرور ہوا تاکہ معنی مین استحالہ نہ پڑے اگرچہ اداۃ تشبیہ کی
تقدیر استعارے مین بھی لابد ہی لیکن اُس مین اُسکا اظہار درست نہین بخلاف تشبیہ کے اس مین اداۃ کا اظہار درست ہی
مثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر مین اسی طرح لکھا ہی اور توضیح کے مؤلف نے استحالے کی وجہ علمائے
بیان سے جو کچھ سمجھی ہی وہ یہ ہی کہ استعارہ ایسی چیز ہی جو اسم جنس جامد مین جاری نہین ہوتا مثلاً زید
شیر ہے استعارہ نہین کیونکہ اس صورت مین حقایق اشیا کا انقلاب لازم آتا ہے اور وہ بیان یہ ہی
کہ زید شیر ہے کہنے سے انسان کی حقیقت شیر کی حقیقت سے بدل جاتی ہے پس مثال مذکور
تشبیہ کی قسم سے ہی جس مین حرف تشبیہ مضمر ہے البتہ مشتقات مین جاری ہوتا ہی جیسے میر حسن تسکین
کے اس شعر مین ہے ؎

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے	کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

(یعنی نقش پا کی شوخی دلالت کرتی ہے) جرأت کے شعر مین بھی۔

میان جرأت کسی پر تم نہین عاشق نمانون مین	کہے دیتی ہے خاموشی عبث صاحب بگڑتے ہین

(یعنی خاموشی دلالت کرتی ہی) بالاتفاق استعارہ ہی کیونکہ یہان استعارہ اسم جنس مین نہین اور
پہلی مثال مین اسم جنس مین تھا پس دوسری اور تیسری مثال مین قلب حقائق لازم نہین آتا کیونکہ
اس مین حقیقت کے لیے وصف کا ثابت کرنا مقصود ہی جو اسکے لیے ثابت نہ تھا اور اس قول مین نظر ہی
اسلیے کہ کہنے کا وصف نقش پا اور خاموشی کے لیے ثابت کرنے مین بھی جو استحالہ ہی وہ انسان کے لیے
اسدیت ثابت کرنے سے کم نہین اس کا نام خواہ قلب حقائق رکھین یا نہ رکھین علاوہ اس کے
محققین کے نزدیک قلب حقیقت یہ ہی کہ واجب و ممکن و ممتنع مین سے ایک دوسرے کے ساتھ
بدل جائے اور اس مین شک نہین کہ نقش پا اور خاموشی کے لیے گویائی کا ثبوت ممتنع ہی پس ان کو
کہنے والا قرار دینا ممتنع کو ممکن بنانا ہی۔ اور زید شیر ہی اور مین نے شیر کو تیر اندازی کرتے ہوے دیکھا
ان دونون قولون مین سے پہلے کو تشبیہ اور دوسرے کو استعارہ ثابت کرنے کے لیے جو علمائے بیان نے
یہ توجیہ کی ہی کہ دوسرے قول مین اگرچہ استحالہ ہی لیکن وہ غیر مقصود ہے کیونکہ مقصود بیان دیکھنا ہے
پس امر مستحیل کا دعوے قصداً نہوگا بخلاف پہلے قول کے کہ اُس مین زید پر شیر کے حمل کرنے سے

امر متخیل کا دعوی قصداً ہوتا ہے یہ فرق بالکل واہی ہے کیونکہ جس کلام مین امر محال ہو خواہ وہ محال مقصود ہو یا غیر مقصود وہ کلام ہر طرح باطل ہے پس امر محال کے ایک جگہ مقصود اور دوسری جگہ غیر مقصود ہونے کا فرق نکالنا عقل و دانش سے بعید ہی اور یہ کہنا بھی خلاف تحقیق ہی کہ چونکہ امر محال وہان مقصود نہین ہی اسلیے اُسکو استعارہ مانا گیا ہی کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہی کہ استعارہ ایسے امر محال کو شامل ہوتا ہی جو مقصود ہوتا ہی مثلاً انیس بہادر کی تعریف مین کہتے ہین۔ ؎

اس شیر کی شمشیر کا غل تھا ابھی رن مین	پیاسا وہ کوئی اور ہی اس قتل کے بن مین

اور ظفر معشوق کی شان مین کہتے ہین۔ ؎

ہنسکے بولا وہ صنم شان خدا بھی بن گئی تھا	مین نے پوچھا اُس پری کیا ہوا حسن و شباب

دیکھو یہان امر محال مقصود بھی ہی اور پھر استعارہ بھی ہی ورنہ ہر جگہ امر محال کا دعوی کرنا ناجائز ہوتا ہی کیونکہ اکثر اغراض اور اعتبارات لطیفہ کی وجہ سے اسکا دعوی جائز ہوتا ہی اگر اُس کے ساتھ اس بات کا کوئی قرینہ موجود ہو کہ واقع مین اُس کا ثبوت مقصود نہین ہے۔

اور علامہ تفتازانی نے تلویح حاشیہ توضیح مین لکھا ہی کہ علماے بیان کے نزدیک استعارہ یہ ہی کہ مشبہ بہ کو مشبہ مین استعمال کرین اور کلام مشبہ کے ذکر سے خالی ہو اور قرینہ نہونے کے وقت مین مشبہ بہ کے ارادہ کی صلاحیت رکھتا ہو۔ یہانتک کہ اگر مشبہ لفظاً مذکور ہو جیسے اس مثال مین کہ زید شیر ہی خواہ تقدیراً مذکور ہو مثلاً کوئی پوچھے کہ زید کون ہی تو جواب دین کہ شیر ہی استعارہ نہین ہے کیونکہ زید پر شیر کا حمل ممتنع ہی اسلیے یہان حرف تشبیہ کا محذوف ماننا واجب ہی اور مبتدا کی خبر ہونے وغیرہ امورات کا علماے بیان کے نزدیک کوئی لحاظ نہین۔ اور اس مثال مین کہ اُس کے نقش پا کی شوخی کہے دیتی ہی یا خاموشی کہے دیتی ہے قطعاً استعارہ ہی اس لیے کہ یہان مشبہ بالکلیہ متروک ہی اور وہ دلالت کا لفظ ہی جسکی تشبیہ کہنے کے ساتھ واقع ہوئی ہی پس اس مثال کو اُس مثال سے یعنی زید شیر ہے سے کوئی تعلق نہین۔

مجمع الصنائع کے مؤلف نے کہا ہی کہ یہ بھی استعارے کی قبیل سے ہی کہ غیر ذوی العقول سے خطاب کرین اور شعرا جو مناظرات ان مین باندھتے ہین جیسے مناظرہ تلوار اور قلم کا اور عقل و عشق کا اور گل و مل (شراب) کا اور عدل و انصاف کا یہ سب استعارے مین داخل ہی مگر اس مین تامل ہے اسلیے کہ استعارے کا مبنی تشبیہ پر ہے اور وہ یہان نہین۔

استعارہ اور کذب مین یہ فرق ہی کہ استعارے کی بنا تاویل پر ہی یعنی مشبہ کے مشبہ بہ کی

جنس سے ہونے کا دعوے کرتے ہین اور اُس مین اس بات کا قرینہ قائم ہوتا ہی کہ یہان معنی موضوع لہ مراد نہین ہین اور کذب مین تاویل و قرینہ نہین ہوتا بلکہ جھوٹا آدمی اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ اپنے ظاہر قول کی صحت سامع کے نزدیک ثابت کرے بخلاف استعارے کے کہ اس مین اس بات پر قرینہ قائم کیا جاتا ہو کہ یہان ظاہر کے خلاف مراد ہی۔

استعارے مین مشبہ بہ کے معنی کو **مستعار منہ** کہتے ہین اور اُس لفظ کو جو مشبہ بہ کے معنی پر دلالت کرے **مستعار** کہتے ہین اور مشبہ کے معنے کو **مستعار لہ** کہتے ہین اور وجہ شبہ کو استعارہ کی بحث مین **وجہ جامع** کہتے ہین جیسے اس مثال مین۔ ؎

مذاق

خرام ناز سے او بُت نہ آنا میرے مرقد پر	تری ٹھوکر مین ہی انداز اعجاز مسیحائی

لفظ بُت اپنے حقیقی معنی مین استعمال نہین کیا گیا بلکہ یہان بُت سے معشوق مراد ہے اور علاقہ تشبیہ کا ہی یعنے بسبب سنگدلی کے معشوق کو بُت کہا گیا اس مثال مین بت یعنی صنم جسکی کفار عبادت کرتے ہین اور جو اکثر پتھر کا ہوتا ہے اُسکے معنی مستعار منہ ہین یعنی اُن سے مانگا ہوا یعنی وہ لفظ مستعار اُن سے مانگ کر لائے ہین کیونکہ واضع نے لفظ بُت کو اُنھین معنی کے واسطے وضع کیا تھا اور خود لفظ بت مستعار ہی یعنی مانگا ہوا کیونکہ بت اصل مین خاص ہے اُس چیز کے واسطے جس کی کفار عبادت کرتے ہین اور جب معشوق کے معنے مین کہا گیا تو گویا اس لفظ کو اس چیز سے مانگ لیا اور معنی معشوق کے یعنے شخص خاص مستعار لہ ہے یعنی اُسکے واسطے مانگا ہوا کیونکہ لفظ بت کا معشوق کے لیے مانگا گیا ہے اور معشوق کے لفظ کا کچھ نام نہین اور وجہ جامع وہ سبب ہے جس سے علاقہ تشبیہ کا پایا گیا اور وہ سنگدلی ہے پس اتقان مین جو سیوطی نے کہا ہے کہ لفظ مشبہ کو مستعار منہ کہتے ہین یہ صحیح نہین اسی طرح اُن کا معنی جامع کو مستعار لہ قرار دینا بھی صحت کے خلاف ہے۔

استعارہ کی بحث کو ہم پانچ چمنون مین بیان کرتے ہین **پہلے** چمن مین طرفین استعارہ یعنے مستعار منہ و مستعار لہ کا مذکور ہے **دوسرے** چمن مین وجہ جامع کا ذکر ہے **تیسرے** چمن مین ان تینون کا مجموعی طور پر بیان ہے **چوتھے** چمن مین استعارے کی قسمون کی تفصیل ہے **پانچوین** چمن مین استعارے کی حُسن و خوبی کے شرائط کا حال ہی۔

پہلا چمن طرفین استعارہ کے بیان مین

طرفین استعارہ دو چیزین ہین ایک مستعار منہ دوسرے مستعار لہ۔ بس اگر مستعار منہ اور مستعار لہ اس قسم کے ہونگے کہ انکا باہم جمع ہونا ایک جگہ ممکن ہو تو اُسکو استعارہ وفاقیہ کہتے ہین کیونکہ دونون طرفون مین موافقت اور اتفاق ہوتا ہے جیسے۔

اندھے ہین جہان کے لوگ سارے میر | سُوجھے نہ جسے اُسے کہتے ہین بصیر

جاہل کا استعارہ اندھے سے کیا ہی نابینائی مستعار منہ ہی اور جہالت مستعار لہ ہی اور جہالت ونابینائی کا ایک شخص مین جمع ہونا ممکن ہی کیونکہ جائز ہی کہ جاہل ہو اور نابینا ہو۔

حالی

وہ جادو کے جملے وہ فقرے فسون کے | تو سمجھے کہ گویا ہم اب تک تھے گونگے

اُن لوگون کا جو آتش زبانی اور شیوا بیانی سے عاری تھے گونگے کے ساتھ استعارہ کیا ہی اور عدم فصاحت وبلاغت اور گونگا ہونا ایک شخص مین جمع ہو سکتا ہی

ولہ

ترقی کا جسدم خیال اُن کو آیا | اک اندھیر تھا ربع مسکون پہ چھایا

جہالت کا استعارہ اندھیرے سے کیا ہی اور ایک جگہ اندھیر کا اور جہالت کا جمع ہونا جائز ہی۔

ولہ

یہ سنتے ہی تھرّا گیا گلہ سارا | یہ راعی نے للکار کر جب پکارا

پیغمبر کا استعارہ راعی سے کیا ہی اور ایک شخص مین راعی ہونا اور پیغمبر ہونا جمع ہو سکتا ہی جیسا کہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے حضرت شعیب کے کہنے سے بکریان چرائی تھین۔

ولہ

مناقب سے بدلے گئے سب مثالب | ہوے بہرہ ور روح سے اُنکے قالب

کمال کا استعارہ روح سے کیا ہی اور ان دونون چیزون کا ایک جگہ جمع ہونا ممکن ہی۔

ولہ

گرے مثل پروانہ ہر روشنی پر | گرہ مین لیا باندھ حکم پیمبر

روشنی سے مراد علم وحکمت ہی اور ان دونون کا ایک جگہ جمع ہونا جائز ہی۔

ولہ

نہ وان مصر کی روشنی جلوہ گر تھی | نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی
نکلنے کا رستہ نہ بچنے کی جا ہی | کوئی اُن مین سوتا کوئی جاگتا ہے

غفلت کا استعارہ سونے سے کیا ہی اور ہوشیاری کا جاگنے سے اور ایک شخص مین غفلت اور سونا دونون جمع ہونا ممکن ہی اسی طرح ہوشیار ہونے اور جاگنے کا ایک شخص مین جمع ہونا ممکن ہے اور اگر جمع ہونا محال ہو تو اُسکو استعارہ عنادیہ کہتے ہین کیونکہ دونون طرفون کا اجتماع اُس مین ممتنع ہوتا ہی جیسے کسی شخص نابینائے محض کو باعتبار اُسکے کمال علم و عقل کے آنکھون والا کہین ظاہر ہی کہ اندھا ہونے اور آنکھون والا ہونے مین باہم عناد ہی ایک شخص مین یہ دونون امر جمع نہین ہوسکتے مرزا غالب نے ایک خط مین لکھتے ہین "والی رام پور نے بھی تو مرشدزادے کی شادی مین بلایا تھا یہی لکھا گیا کہ مین اب معدوم محض ہون" باوجودیکہ مرزا موجود تھے مگر بوجہ کسر نفس کے اپنے آپ کو کسی کام کے قابل نہ سمجھ کر معدوم محض کہا اور ظاہر ہی کہ موجود معدوم مین باہم تنافی ہی یہ دونون باتین ایک شخص مین جمع نہین ہوسکتین۔ ~~جیسا~~ ہے ہزاہیں بیغیرت

پہونچے اُنھین لیکر جو وہ ظالم سر دربار | خدام نے کی عرض کہ حاضر ہین گنہگار

یہ ذکر صاحبزادگان حضرت مسلم کا ہی وہ گنہگار یعنی مجرم نہ تھے لیکن قتل کرینگے واسطے لائے گئے تھے اسلیے گنہگار کہا گنہگاری اور بےگناہی مین عناد ہی۔

اور عنادیہ کے قبیل سے ہی کہ ظرافت اور خوش طبعی اور طنز کے طور پر دو ضدون یا دو نقیضون کا باہم استعارہ کرین ضدین اور نقیضین مین یہ فرق ہی کہ ضدین ایسی وجودی چیزون کو کہتے ہین کہ وہ جمع نہین ہوسکتین مرتفع ہوسکتین ہین اور دو نقیض باہم نہ جمع ہوسکتے ہین اور نہ مرتفع ہوسکتے ہین اور اُن مین سے ایک وجودی ہوتا ہی ایک عدمی اور ایک قسم کے استعارے مین بوجہ ظرافت و استہزا وغیرہ کے تضاد و تناقض کو تناسب کی جگہ سمجھ لیا جاتا ہی مثلاً نامرد کو شیر یا رستم کہا جائے اور بخیل کو حاتم بولا جائے یا ظالم کا استعارہ نوشیروان کے ساتھ کیا جائے اسی قبیل سے ہی میر کے اس شعر مین آسمان کی نسبت مہربان کا اطلاق کیا جانا ہے

کوئی آج سے ہی فلک مدعی کیا | ہمیشہ مرے حال پر مہربان ہے
گالی ہی ڈھول ہے یہ عزت ہے | ولہ نہین غیرت کا سر مین کچھ بھی خیال

ذلت کا استعارہ عزت سے کیا ہے۔

میر حسن

تم ہی کچھ ایسے نہ دُنیا مین جفاکار ملے	جو ہمے مجھکو سو ایسے ہی وفادار ملے

بیوفا کا استعارہ وفادار سے کیا ہے۔

حالی

شریعت ہوئی ہے نکونام اُن سے	بہت فخر کرتا ہے اسلام اُن سے
نہ گفتار مین اُنکی کوئی خطا ہے	نہ کردار اُن کا کوئی ناسزا ہے

بدنام کا استعارہ نکونام سے اور ننگ وعار کرنے کا استعارہ فخر کرنے سے اور خطا ہونے کا استعارہ خطا نہونے سے اور ناسزا ہونے کا استعارہ ناسزا نہ ہونے سے کیا ہے۔

درد

اُٹھ چلے شیخ جی تم مجلس رندان سے شتاب	ہمسے کچھ خوب مدارات نہونے پائی

مدارات اپنے خلاف سے استعارہ ہوا ہی اسی قبیل سے ہی سودا کے اس شعر مین معقول کا لفظ

سودا

اُنکا غرض اعتراض دیکھو تو معقول ہے	بات جو معروف ہی اُنپہ وہ مجہول ہے

نامعقول کا استعارہ معقول سے کیا ہے۔

ولہ

نہو دے کیونکہ مرا رُتبہ شعر مین یا ننگ	مین کیسے پیر کی کرتا ہون اب ثنا خوانی

ہجو و مذمت کا استعارہ ثنا سے کیا ہے۔ ع

بات ہمسے تو نہ کی اور غیر دان سے تپاک	ہم مگر اس بزم مین آئے تھے ذلت کیلیے

بزم مین آنے سے غرض تحصیل عزت تھی اس غرض کو بطریق استہزا کے ذلت کے لیے آنے سے استعارہ کیا جب حضرت عباس نے پانی لانے کے لیے نہر پر جانا چاہا تو حضرت زینب نے خطرے کے لحاظ سے اُن کو روکنا چاہا امام حسینؑ بھی انکا جانا گوارا نہین کرتے تھے اُس وقت حضرت عباس کی زوجہ حضرت زینب سے کہتی ہین۔

انیس

ہر وقت کبریا سے طلبگار خیر ہون	آگے جو کچھ بھون کی رضا ہین تو غیر دان

زوجہ غیر نہین مگر اسوجہ سے غیر کہا کہ انکی بات کا نہ ماننا گویا غیر سمجھنا ہی۔

حالی

قید خانون مین جہان کے ہی پڑا غل شرا | جتنے قیدی ہین تری جان کو دیتے ہین دعا

دعا کا استعارہ بددعا کے لیے کیا ہے۔

دوسرا چمن وجہ جامع کے بیان مین

وجہ جامع کی چار صورتین ہین۔

(۱) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے معنی کا جز ہوگی جیسے۔

حالی

رجال اور اسانید کے جو ہین دفتر | گواہ انکی آزادگی کے ہین یکسر

مطلب یہ ہی کہ رجال و اسانید کے دفتر انکی آزادگی کے ثابت کرنیوالے ہین پس ثابت کرنیوالے کا استعارہ گواہ کے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع یہان ثابت کرنا ہی اور وہ دونون کے مفہوم مین داخل ہی۔

ولہ

مجرمون کے جرم پر دیوار و در تھے سب گواہ | پر نہ تھا کوئی شفیع انکا کہ جو تھے بیگناہ

ولہ

زمین انکھون کے گواہ حُبِّ وطن | در و دیوار پر حسرت برس رہی ولندن

ولہ

تیری صناعی کا یہ سب ہے اثر | تیری قدرت پہ تیری صنع گواہ

میر

اس احوال کا رنگ رو ہی ہی شاہد | جو دل مین ہی میرے سو منھ پر عیان ہے

برق

ای پری چشم سیاہ و رخ تابان ہی دلیل | دھوپ وہ پڑتی ہی جس سے کہ ہرن ہو کالا

یعنے چشم سیاہ اور رخ تابان اس بات کو ثابت کرنے والے ہین کہ دھوپ ایسی پڑتی ہی کہ جس سے ہرن کالا ہو پس ثابت کرنے والے کا استعارہ دلیل سے کیا ہی اور وجہ جامع یہان بھی ثابت کرنا ہی جو دونون کے مفہوم مین داخل ہے۔

قدیر

تقدیر نے کی مدد شتابی	اغیار کٹے بصد خرابی

کٹنا جو موضوع ہی اُن اجسام کا اتصال زائل ہونے کے لیے جن مین سے بعض بعض کے ساتھ متصل اور پیوستہ ہون اسکا استعارہ اجتماع اغیار کے متفرق ہو جانے اور اُن مین سے بعض کے بعض سے جُدا ہو جانے کے لیے کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین اجتماع اور اتصال کا زائل ہو جانا ہی اور یہ کٹنے اور متفرق ہو جانے کے مفہومون مین داخل ہی البتہ کٹنے کے مفہوم مین زوال اجتماع شدید ہی اور متفرق ہونے کے مفہوم مین کم ہی کیونکہ کٹنے کے متفرق ہونے سے قوی ہونے ہی کی صورت مین یہ بات صحیح ہوتی ہی کہ متفرق ہونے کی تشبیہ کٹنے کے ساتھ دیجائے اور کٹنے کا استعارہ متفرق ہونے کے لیے کیا جائے اگر کہا جائے کہ فن حکمت مین یہ بات ثابت ہو چکی ہی کہ جزو ماہیت شدت و ضعف کے ساتھ متصف نہین ہو سکتا پس یہان جزو ماہیت یعنے زوال اجتماع کیسے جامع بن سکتا ہے اور حال یہ ہی کہ جامع کے لیے مستعار منہ مین اقوے ہونا واجب ہی تاکہ استعارہ مبالغے کا فائدہ دے جواب اسکا یہ ہی کہ اختلاف کا ممتنع ہونا ماہیت حقیقی مین معتبر ہی جیسے انسان وحیوان اور جو ماہیت لفظ سے مفہوم ہوتی ہی اُسکا حقیقی ہونا واجب نہین بلکہ کبھی امر اعتباری ہوتی ہی یعنی ایسے اُمور سے مرکب ہوتی ہی جن مین سے بعض شدت کے قابل ہوتے ہین اور بعض ضعف کے قابل اس صورت مین جامع کا طرفین کے مفہوم مین داخل ہونا اور باوجود اس کے مستعار منہ کے مفہوم مین اشد و اقوے ہونا جائز ہے ۔

میر

طفل مطرب جو میرے ہاتھ آتا	چٹکیون مین رقیب اُڑ جاتا

اُڑنے کا استعارہ نکل جانے کے لیے کیا ہی وجہ جامع اس مین قطع مسافت ہی جو اُڑنے اور نکلجانے دونون کے مفہومون مین داخل ہی کیونکہ نکل جانا اور اُڑنا حرکت ہی جس سے مسافت قطع ہوتی ہے لیکن اسقدر کہ مستعار منہ مین شدید ہی اور مستعار لہ مین بہ نسبت اُسکے ضعیف ۔

وجاہت جھنجھانوی

قوم کے واسطے بلکو نہین اُڑتے پھرتے آزاد	باوجودیکہ نہین رکھتے ہین پر آغاخان

جلد اور شتاب جانے کا استعارہ اُڑتے پھرنے کے ساتھ کیا ہی وجہ جامع ان مین قطع مسافت ہی جو اُڑنے اور جلد جانے کے مفہومون مین داخل ہی کیونکہ جلد جانا اور اُڑتے پھرنا ایسی حرکت کو کہتے ہین

جس سے مسافت جلد قطع ہو۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اڑنا مسافت کا پرون کے ساتھ قطع کرنا ہی جلد ہو یا دیر مین اور سرعت اُسکے مفہوم مین داخل نہین بلکہ اغلبًا لازم ہے جواب اسکا یون دیا جائے گا کہ اڑنا مسافت کو جلدی قطع کرنا ہے پرون کو اختیاری طور پر ہوا مین ہلانے کے ساتھ اور یون بھی جواب دے سکتے ہین کہ جامع مین ملتفت الیہ فقط مسافت کا قطع کرنا ہو نہ قطع کرنا مسافت کا سرعت کے ساتھ۔

حالی

جھوڑو افسردگی کو جوشش مین آؤ	بس بہت سوئے اُٹھو ہوش مین آؤ

غافل رہنے کا استعارہ سونے کے ساتھ کیا ہی اور غفلت و بے پروائی وجہ جامع ہی جو دونون کے مفہومون مین داخل ہی فرق اس قدر ہی کہ مستعار منہ مین شدید ہے اور بہ نسبت اُسکے مستعار لہ مین ضعیف ہے۔

(۲) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے مفہوم کا جز نہو گی جیسے منور چہرے کو آفتاب کہین اور بہادر آدمی کو شیر کہین ظاہر ہے کہ نورانیت سورج اور خوبصورت چہرے کو عارض ہین اُن کے مفہوم مین داخل نہین اسی طرح شجاعت شیر اور بہادر آدمی کو عارض ہی دونون کے مفہوم مین داخل نہین پس جامع دونون مثالون مین طرفین سے خارج ہی۔

غلام امام شہید

جب چلا چاند مدینے کا سوے رب جلیل	بجھ گئی مہر درخشان کی فلک پر قندیل

پیغمبر خدا کا استعارہ چاند کے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین خوبصورتی ہی اور یہ وجہ جامع دونون کے مفہومون کا جز نہین بلکہ اُن کو عارض ہی۔

انیس

ہشیار کہ وقت ساز و برگ آیا	ہنگام یخ و برف و تگرگ آیا

بڑھاپے کو یخ و برگ و تگرگ کے ساتھ استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع سفیدی ہی اور وہ دونون کے مفہوم سے خارج ہے۔

ذوق

خواب غفلت سے ہو بیدار کہ آئی پیری	نہین مہتاب یہ ہی روشنی صبح رحیل

مہتاب یعنی چاندنی استعارہ سفید بالون سے ہی اور وجہ جامع سفیدی ہی اور وہ دونون کے

مفہوموں سے خارج ہے۔

گلزار نسیم

بر جوبن پر سے چاندنی تھی سرکی	سمٹی جو تھی محرم اُس قمر کی

یہان پستان مستعار لہ ہی اور برج مستعار منہ اور وجہ جامع دونون مین گول اور اُبھر ہونا اور وہ دونون کے مفہوم مین داخل نہین۔

ولہ

جھنجھلا کے پلنگ سے اُٹھا شیر	حاجت کے گمان سے جب بعنی دیر

بحر

اودی اودی ٹوپیان لگتی ہین سر پر چھاتیان	رنڈیون کو بھی پسند آیا ہی مردون کا لباس

چھاتی کے سرون کو اودی ٹوپی سے تشبیہ دی ہی اور وجہ جامع گولائی اور رنگ ہی اور یہ دونون مفہوم سے خارج ہی یا جیسے نامرد کو روباہ کہین اس مین وجہ جامع بزدلی اور خوف ہی اور یہ ایک صفت ہے آدمی اور اُس جانور کی اُنکے مفہوم مین داخل نہین۔

انیس

غل تھا کہ اسد لشکر روباہ مین آیا	اس شان سے غازی صف جنگاہ مین آیا

(۲) وجہ جامع ایسی ہو کہ بہت جلد سمجھ مین آجاتی ہو جیسے محبوب کے رُخسارے کو چاند کہنا یا آفتاب سے استعارہ کرنا یہ بات ظاہر ہے کہ روشنی جامع ہی اسی طرح معشوق کے رخسارے کو گل سے استعارہ کرنے مین رنگینی جامع ہی ایسے استعارے کو عامیہ کہتے ہین اسلیے کہ بسبب ظہور کے اسکو عامۃ الناس جانتے ہین اور اسکو مبتذلہ بھی بولتے ہین کیونکہ ابتذال بہت صرف کرنے مین ہی اور ایسا استعارہ بہت مستعمل ہوتا ہی اور کچھ نادر نہین ہوتا کہ سوا ایک دو جگہ کے اور کہین استعمال مین نہ آیا ہو۔

مسکین

پر ملا ہوتا تو کیا جانے خدا کیا ہوتا	اُس صنم نے کیا پردے مین جہان کو شیدا

اس بیت مین صنم کا استعارہ معشوق کے واسطے ہی اور یہ نادر نہین بہت مستعمل ہی اسلیے وجہ جامع اسکی بسبب ظہور کے سب پر ظاہر ہے۔

یاوا م بنات کو دکھایا	نسیم	یہ کہکے اشارے سے بلایا

آنکھ کا استعارہ بادام سے کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین ظاہر ہی اور بنفشہ نام ہی مالن کا۔

ولہ

طوق اُسکو طلسم کا پنھایا | قمری اُسے سرو نے بنایا

روح افزا پری کا استعارہ سرو کے ساتھ کیا ہی جسنے بہرام وزیرزادے کو جو اُسکا عاشق تھا طلسم کے ذریعہ سے قمری بنایا تھا اور وجہ جامع روح افزا و سرو مین موزونی قامت ہی جو ظاہر ہی۔

ولہ

اے شمع نہ سوچی گر بد و نیک + | رشتہ کاٹے گا تجھ سے ہر ایک +

بکاؤلی کا استعارہ شمع سے کیا ہی اور وجہ جامع عیان ہی۔

نفیس

چھپے نگاہ سے نور نگاہ زینب کے | غروب ہوگئے دو مہر و ماہ زینب کے

نور نگاہ اور مہر و ماہ زینب کے فرزندون سے استعارہ ہی اور وجہ جامع ظاہر ہے۔

مومن

در نایاب تو کیا خاک سے بھی مُنھ نہ بھرے | جسکے در پر مین کرون لولوے شاداب نثار

اس بیت مین اشعار بلیغ کا استعارہ لولوے شاداب سے کیا ہی اور وجہ جامع ظاہر ہی۔

ولہ

میرے گوہر تمام ناسُفتہ | میرے یاقوت سب بدخشانی

اس شعر مین گوہر و یاقوت استعارہ اشعار سے کیا ہی اور وجہ جامع ہر شخص پر ظاہر ہے۔

ظفر

سُنکے نالون کو مرے ہوگئے پتھر پانی | سر مژگان بھی ترا نم نہوا پر نہ ہوا

پتھر سخت دل بیرحم سے استعارہ کیا ہی اور پانی ہونا استعارہ ہی ترس کھانے اور غمخواری کرنے سے اور وجہ جامع ظاہر ہے۔

غلام محمد خان رہا

شیر روباہ ہون کو ہم پر پا کر دیا تو نے فلک | اب تو جیتا تیرا اے گردون گردان ہوگیا

شیر استعارہ بہادر سے ہی اور روباہ نامرد سے اور وجہ جامع دونون مین ظاہر ہی۔

شکست چرخ سے ہی اپنے آبگینے کی | نعیم | الٰہی ٹوٹے کمین گردن اس کمینے کی

دل کا استعارہ آبگینے سے کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین ہر شخص پر ہویدا ہے

آتش

بیکلی سے ترے کچھ دل کو سروکار نہو ۔ تیری نرگس بھی الٰہی کبھی بیمار نہ ہو

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کیا ہی اور یہ استعارہ تبنذل ہی۔

فقیر

تونے او بت دلکو اپنے کر لیا فولاد حیف ۔ کچھ اثر کرتی نہین تجھکو مری فریاد حیف

ولہ

ہو بہار حسن پہ نازاں نہ بہت ۔ اے گل ترے رہیگا ترا جوبن کب تک

امجد علی اصغر

خوبرو بت کے آشنا ہین ہم ۔ عاشق مذہب خدا ہین ہم

آباد

واللہ کیا ہے حسن بت پر غرور کا ۔ بندون کو شک ہوا ہی خدا کے ظہور کا

(۴) وجہ جامع بوجہ نادر ہونیکے ہر ایک پر ظاہر نہو سکے بلکہ بدقت سمجھ مین آتی ہو اور سوا خواص کے عامۃ الناس اُسکے سمجھنے سے قاصر ہون اس قسم کو **استعارہ غریبہ** کہتے ہین۔

میر

مغان مجھ مست بن پھر خندہ ساغر نہو ویگا ۔ مے گلگون کا شیشہ ہچکیان لے لیکے رووےگا

شیشے کی آواز کو ہچکی سے استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع اس مین شیشے کے اندر سے شراب وغیرہ کا نکلنا اور رُک رُک کر آواز پیدا ہونا ہی اور یہ بات یکایک خیال مین نہین آتی۔

ذوق

جس کی آواز سے ہون رونگٹے سوہان کے کھڑے ۔ وہ محبت نے دیا سلسلۂ باہم کو

سوہان کے دندانے ابھرے ہوئے ہونے کو رونگٹے کھڑے ہونے سے استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع اس مین بدن مو کا اندک اندک اونچا ہو جانا ہی رونگٹے کھڑے ہونے کے وقت چنانچہ یہ امر تجربہ اور مشاہدہ پر موقوف ہی اور اسطرح کی حالت سوہان کے اندر بعینہ پائی جاتی ہی اور خفا اس کا ظاہر ہی۔

سودا

ہوا یہ جوش مین سودا کہ میری آنکھون سے ۔ بجائے لعل نکلتے ہین اب سلیمانی

جوشِ سودا سے سیاہ ہونیکے سبب اشکِ خونین کو دانۂ سلیمانی سے استعارہ کیا ہی اور سودا ایک خلط ہی
اسکا رنگ سیاہ ہی اور چونکہ دانۂ سلیمانی قدرے سفیدی بھی رکھتا ہی اس مین اشک کی رطوبت کا لحاظ
بھی معتبر ہی یہ بات بجز خواص کے اور کسی کو معلوم نہین ہوسکتی۔

امیر

دم بدم رُک رُک کے ہی مُنھ سے نکل پڑتی زبان — وصف اُسکا کہہ چکے فوارے یا کہنے کو ہین

فوارے کے سوراخ سے پانی کی دھار کے نکلنے کو زبان کے نکل پڑنے سے استعارہ کیا ہی وجہ جامع
اس مین دھار کا کبھی نیچا ہونا کبھی اونچا ہونا کبھی رُک جانا کبھی نکلنے لگنا ہی اسی طرح زبان کبھی منھ سے باہر
نکل آتی ہی اور کبھی اندر چلی جاتی ہی کبھی زیادہ نکل آتی ہی کبھی کم نکل آتی ہی۔
کبھی استعارۂ عامیہ متبذلہ مین تصرف کرنے سے غرابت حاصل ہوجاتی ہی جیسے۔

بجائے قصد ہی کس خون گرفتہ کا کہ رستی ہی — علم شمشیر زہر آلودہ سر پر چشم فتان کے

ابرو کا استعارہ تیغ سے کیا ہی اور یہ استعارہ متبذل ہی لیکن زہر آلودہ کہنے سے ایک طرح کی
غرابت اس مین آگئی کیونکہ زہر کو سبزی سے نسبت ہی اور سبزی و سیاہی مین چندان تفاوت نہین
لیس ابرو کو بسبب سیاہی رنگ کے تیغ زہر آلودہ سے استعارہ کرنا امر غریب ہی۔

گلزار نسیم

غولون نے بزور پھول اُڑایا — اُس خضر کو راستہ بتایا

تاج الملوک کے بھائیون کو غولون سے استعارہ کیا ہی اور چھین لینے کو اڑا لے سے اور تاج الملوک
کو خضر سے استعارہ کیا ہے اور تاج الملوک سے پھول چھین کر بھگا دینے کا استعارہ راستہ بتانے سے
کیا ہے حاصل معنی یہ ہین کہ تاج الملوک کے بھائیون نے زبردستی پھول اُس سے چھین کر
وہان سے بھگا دیا اگرچہ یہ استعارہ اپنے مفردات کی وجہ سے متبذل ہے لیکن ترکیب کی وجہ
سے اس مین غرابت پیدا ہوگئی ہے۔

ولہ

آنکھون سے اُس انجمن کو دیکھا — یک جا بت و برہمن کو دیکھا
لعل و گہر ایک دُرج مین ہے — شمس و قمر ایک برج مین ہے

تاج الملوک کا استعارہ برہمن سے کیا ہی اور بکاؤلی کا بت سے اسی طرح لعل و گہر اور شمس و قمر سے
ان دونون کا استعارہ کیا ہی اور بیٹھک کا استعارہ دُرج اور بُرج کے ساتھ کیا ہی اور یہ استعارے اگرچہ

اپنے مفردات کے اعتبار سے مبتذل ہین لیکن بسبب ترکیب کے غرابت حاصل کرلی ہے۔

ولہ

بولی وہ کہ بخت تھا زبردست	خورشید کو ذرے نے کیا پست

بکاؤلی کا استعارہ خورشید سے کیا ہی اور تاج الملوک کا ذرے سے اور یہ استعارہ اگرچہ اپنے مفردات کے اعتبار سے نادر نہین مگر بسبب ترکیب کے غرابت آگئی ہے۔

عاشق

تماشا دیکھتا ہون مین تری قدرت نمائی کا	خدا کی شان دعویٰ ہی بتون کو بھی خدائی کا

بتون کا استعارہ معشوق کے لیے تبتذل ہے مگر یہ کہدینے سے کہ خدا کی شان بتون کو بھی خدائی کا دعویٰ ہی کسی قدر ندرت آگئی ہے۔

کیونکہ اس بت سے رکھون جان عزیز	کیا نہین ہے مجھے ایمان عزیز

ایمان کے ذکر نے بت کے استعارے مین معشوق کے لیے غرابت پیدا کردی۔

تیسرا چمن استعارے کے بیان مین باعتبار مستعار منہ اور مستعار لہ اور وجہ جامع تینون کے

اور یہ چھو قسم پر ہوا اسلیے کہ مستعار منہ اور مستعار لہ یا حسی ہوتے ہین یا ایک ان مین سے حسی ہوتا ہی اور ایک عقلی مثلاً مستعار منہ حسی ہوتا ہی اور مستعار لہ عقلی یا مستعار منہ عقلی ہوتا ہے مستعار لہ حسی پس یہ چار صورتین ہوئین جن مین وجہ جامع ہمیشہ عقلی ہوتی ہے کیونکہ وجہ شبہ جسکا نام جامع ہی وہ طرفین کے ساتھ قائم ہوتی ہے پس جبکہ دونون عقلی ہونگے تو انکے ساتھ وجہ جامع قائم ہوگی اور اگر ان مین سے ایک عقلی ہوگا اور ایک حسی تب بھی وجہ جامع کا عقلی ہونا ضرور ہے اس لیے کہ عقلی کا قیام حسی کے ساتھ مستحیل ہی اور جبکہ مستعار منہ و مستعار لہ دونون حسی ہوتے ہین تو وجہ جامع بھی عقلی ہوتی ہی کبھی حسی اور کبھی مختلف یعنے بعض حسی اور بعض عقلی اس طرح چھ قسمین ہوگئین تفصیل اسکی اس طرح ہی۔

(۱) مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع تینون حسی ہون اور چونکہ حواس پانچ ہین تو ان کی بھی پانچ حالتین ہونگی۔

(الف) حسی متعلق بباصرہ جیسے۔

دبیر

کی پشت سوے خیمہ رُخ اعدا کے سامنے	اُگلے دہن سے لعل شہ خاص و عام نے

منھہ سے خون ڈالنے کا استعارہ لعل اُگلنے سے کیا ہی خون مستعار لہ لعل مستعار منہ اور یہ دونون حسّی ہین اور وجہ جامع یہان سُرخی رنگ ہی جو حس باصرہ سے متعلق ہی۔

غالب

بجلی اک کوند گئی آنکھون کے آگے تو کیا	بات توکرتے کہ مین تشنۂ تقریر بھی تھا

معشوق کے صرف آن کر اپنی صورت دکھا دینے کو بجلی کے آنکھون کے سامنے کوند جانے سے استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع اس مین بہت ہی ہلکا ٹھہرتا ہی۔

(ب) حسی متعلق بسامعہ۔

ذوق

نہ موج مے کو ہوئی جنبش نہ شیشہ نے ہچکی	گئی جہان سے یہ بیماری فواق بے خیر

ولہ

اگر ترے فریادیون کے نامۂ پیچیدہ کو	لب پہ رکھکر پھونکیے پیدا ہو نالہ صور کا

ظفر

صراحی قہقہہ بھرتی ہی مینا مسکراتا ہے	ہمارا یار جس دم جانب میخانہ آتا ہے

پہلے شعر مین شراب کی آواز کو ہچکی سے اور دوسرے شعر مین دہن کی آواز کو صور کے نالے سے اور تیسرے شعر مین صراحی کی آواز کو قہقہہ سے استعارہ کیا ہی اور یہ سامعہ کے متعلق ہی۔

(ج) حسی متعلق بہ شامہ جیسے۔

امانت

صحن گلشن مین پریشان جو وہ سنبل ہو جائے	نافۂ مشک ختن غنچۂ ہر گل ہو جائے

سنبل سے بالون کا استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع درازی اور باریکی اور پیچیدگی نہین بلکہ خوشبو ہے کیونکہ بالون کی خوشبو کی تحصیل سے ہر غنچے کے نافۂ مشک ہو جانیکا دعوے کیا ہے۔

(د) حسی متعلق بذائقہ جیسے معشوق کے آب دہن کو شراب سے استعارہ کرین۔

معبود شاہ رند

کدھر ہے شتابی سے آ ساقیا	مجھے نوشدارو پلا ساقیا

شراب کو نوشدارو سے استعارہ کیا ہے اور یہان وجہ جامع مزہ ہے اور اگر شراب کا کمال مرغوب و مقبول ہونا مثل نوشدارو کے وجہ جامع ہو تو اس صورت مین وجہ جامع عقلی ہوتی ہے۔

(۲) حسی تعلق بلامسہ جیسے مخمل یا سطح آب سے شکم کا استعارہ کرین اور یہ چھونے کی چیزون سے ہے کیونکہ وجہ جامع اس مین ملائمت ہے۔

انیس

اک پھول سے رکھتے ہین خلش خار ہزارون	اک سر ہے فقط اور خریدار ہزارون

یہان پھول سے جسم شریف حضرت امام حسین کا استعارہ کیا ہے اور نرمی و نزاکت وجہ جامع ہے کیونکہ خار کا ذکر موجود ہے یہان سُرخی رنگ کی وجہ سے استعارہ نہین ہے ورنہ وہ حس بصر سے متعلق ہے۔

(۳) طرفین حسی ہون اور وجہ جامع عقلی جیسے شیر سے مرد شجاع کا استعارہ کہ جامع اس مین جرأت ہے اور وہ امر عقلی ہے میر صاحب نے کتے کی تعریف مین فرماتے ہین۔ ؎

چوہا گیا ہے جو سامنے آئے	گھونس سے بھی یہ شیر بھڑ جائے

کتا مستعار لہ ہے اور شیر مستعار منہ ہے اور وجہ جامع ان مین جرأت ہے۔

آتش

نسبت اُس فتنۂ دوران سے کوئی اندھا دے	یار کی آنکھ سیہ دیدۂ بادام سفید

شخص جاہل کا استعارہ اندھے سے کیا ہے اور جامع اس مین نافہمی ہے۔

ظفریاب خان راسخ

اُس آب حیات سے جُدا ہون	مچھلی کی طرح تڑپ رہا ہون

معشوق کا استعارہ آب حیات سے کیا ہے اور وجہ جامع نایاب مرغوب و مطلوب ہونا ہے۔

انیس

اس شان سے غازی صف جنگاہ مین آیا	غل تھا کہ اسد لشکر روباہ مین آیا

سپاہ شام کا استعارہ روباہ سے کیا ہے اور وجہ جامع نامردی ہے۔

مثنوی فسانہ عشق

ادھر ہے تو اے ساقی نیک نام	پلادے مجھے زہر گلگون کا جام
کہ پیتے ہی جی سے گذر جاؤن مین	یہی دل مین ٹھانی ہے مر جاؤن مین

شراب کا استعارہ زہر سے کیا ہے اور وجہ جامع قتل ہے۔

مومن

ہے مجھے بھی خیال طوف حرم | خضر رہ گر ہو فضل رحمانی

ممدوح کے قصر کا حرم سے استعارہ کیا ہے اور وجہ جامع دونوں مین عظمت ہے۔

محسن

زلف پر بھری نظر مائل ابرو ہو کر | ہم پھرے کعبے سے استقبلہ تو ہندو ہو کر

مخاطب کا استعارہ قبلے سے کیا ہے اور وجہ جامع دونوں مین علوشان ہے۔

(۳) مستعار لہ حسی اور مستعار منہ اور وجہ جامع عقلی ہون جیسے معشوق کو جان اور آفت جان سے استعارہ کرتے ہیں

شیخ محمد زمان بسمل

قیامت سایہ بنکر تیرے پیچھے ساتھ ہوئی ہے | گذر جس راہ سے ہوتا ہے میرے آفت جان کا

مومن

اے غارت جان وجان مومن | اے آفت خان ومان مومن

انیس

دنیا سے انتقال ہوا نور عین کا | ہنگامہ ظہر تھا لٹا گھر حسین کا

فرزند کو آنکھ کے نور سے استعارہ کیا ہے۔

میر

عاشق ترے لاکھوں ہوئے مجھسا نہ پیدا ہو | تجھپر کوئی اک کام جان دیکھا نہ یوں مرتا ہوا

اور کوئی شخص ایک امر کی تلاش اور تردد کو نہ چھوڑے تو کہین وہ باز نہین آتا نہ چھوڑتا حسی ہے اور باز نہ آنا عقلی اور وجہ جامع ان مین عدم سکونت واطمینان ہے۔

میر

پھر جائیے ہی غیر اُس سے ملنے | آتے نہین باز ایسے ویسے

ولہ

گریا تھا خانقہ مین وہ نور دیدگان کا | تہ کر گیا مصلے غزلت گزیدگان کا

میر محمدی بیدار

جلوہ دکھا کے گذرا وہ نور دیدگان کا | تاریک کر گیا گھر حسرت کشیدگان کا

نور دیدہ استعارہ معشوق سے ہی اور وجہ جامع لطافت ہے۔
(۴) مستعار منہ حسی ہو اور مستعار لہ و وجہ جامع عقلی ہوں جیسے کوئی شخص ایک امر کی تلاش سے بعد تردد کے مایوس ہو جائے تو کہیں اب اُس نے ہاتھ اُٹھا لیا ہاتھ اُٹھانا حسی ہی اور مایوس ہو جانا عقلی اور وجہ جامع اس مین انقطاع و عدم منفعت ہے۔

میر تقی

یون تو سو بار آؤ جاؤ گے	پیسے تدریج ہی سے پاؤ گے
اور اِس پر بھی جو ستاؤ گے	اپنے پیسون سے ہاتھ اُٹھاؤ گے

بوجھ مین آ اپنے سر سے دو ٹکا ٹال

اور جیسے قطع تعلق و ترک شے کو ہاتھ دھو بیٹھنے سے استعارہ کرین ہاتھ دھو بیٹھنا حسی ہی اور قطع تعلق و ترک شے عقلی اور وجہ جامع اس مین سکونت و اطمینان ہے۔

خواجہ درد

ہوا جو کچھ کہ ہونا تھا کہین کیا جی کو رو بیٹھے	بس اب اِک ساتھ ہم دونون جہان سے ہاتھ دھو بیٹھے

یعنی دونون جہان سے قطع تعلق کیا۔

صحرا مین جا صبا نے ہر چند خاک چھانی	ولہ	میرے غبار کا کچھ پایا نشان نہ ہرگز

تلاش اور جستجو کا استعارہ خاک چھاننے سے کیا ہی اور محنت و پریشانی وجہ جامع ہی۔

دبیر

سیدھی ہوئی جو تیغ تو دفتر اُلٹ گیا	میدان سے پاؤن جمنے سے دل سبکا ہٹ گیا

مہیا اور مستعد ہونے کا استعارہ سیدھے ہونے کے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع تہیہ اور استعداد ہی۔

انیس

ثابت ہوا کہ چہرۂ خورشید کٹ گیا	غل تھا کہ فوج شام کا دفتر اُلٹ گیا

دفتر اُلٹ جانا استعارہ ہی برباد ہو جانے سے اور وجہ جامع بربادی و تباہی ہے

غالب

درماندگی مین غالب کچھ بن پڑے تو جانون	جب رشتہ بیگرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

مشکلات کو رشتے سے اور اُنکے دفع کرنے کی طاقت کو ناخن گرہ کشا سے استعارہ کیا ہی اور محنت و تردد اور تشویش وجہ جامع ہے۔

سودا

تری وہ تیغ کہ فتنے کا رد ہو سوے عدم	سنتے جو چونکتے اسکو نجوابگاہ نیام

تیغ کے نیام میں چونکنے سے مراد نکلنے کے لیے مستعد ہونا ہی پس مہیا و مستعد ہونیکا استعارہ چونکنے سے کیا ہی اور وجہ جامع استعداد و تہیہ ہی پس مستعار منہ حسّی ہی کیونکہ چونکنے سے مراد حرکت کرنا ہی اور اُس کے حسّی ہونے مین شبہ نہین نہ احساس کا پیدا ہونا اور آنکھ کا کھولنا اور مستعار لہ مہیا و مستعد ہونا ہے اور وجہ جامع تہیہ و استعداد ہی اور ان دونون کے عقلی ہونے مین کلام نہین -

(۵) مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع تینون عقلی ہون اور یہان جامع کا عقلی ہونا لازم ہے کیونکہ محسوس کا قیام معقول کے ساتھ صحیح نہین -

میر

کیا کہیے کہ خوبان نے اب ہم مین ہے کیا رکھا	ان چشم سیاہون نے بہتون کو سُلا رکھا

یعنی بہت آدمیون کو فنا کر دیا - فنا کر دینے کا استعارہ سُلا رکھنے سے کیا ہی مستعار منہ سُلا رکھنا ہے اور مستعار لہ فنا کر دینا اور وجہ جامع ان مین افعال کا نہ ظاہر ہونا ہے اور یہ تینون عقلی ہین اس لیے کہ فنا کرنے اور افعال کے ظاہر نہونے کا تو عقلی ہونا ظاہر ہے اور سُلا رکھنے سے مراد اس احساس کا منتفی کر دینا ہے جو بیداری کی حالت مین حاصل ہوتا ہی نہ اسکے آثار جیسے خراٹے لینا اور آنکھون کا بند ہو جانا پس تینون کے عقلی ہونے مین کلام نہین -

حالی

چھوڑو افسردگی کو ہوش مین آؤ	بس بہت سوئے اُٹھو ہوش مین آؤ

غافل رہنے کا استعارہ سونیکے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع بے پروائی و غفلت ہی اور تینون عقلی ہین - اسلیے کہ غافل رہنے اور غفلت و بے پروائی کا عقلی ہونا ظاہر ہی اور سونے سے مراد اس احساس کا باقی نرہنا ہے جو بیداری مین حاصل ہوتا ہی اور اُسکے عقلی ہونے مین بھی شبہہ نہین -

(۶) طرفین حسّی ہون اور وجہ جامع مرکب ہو بعض امر حسی اور بعض امر عقلی سے چنانچہ شخص جلیل القدر کا استعارہ آفتاب سے کرین حُسن اور شان کی بزرگی کا مجموعہ وجہ جامع ہی ایسا استعارہ بہت کم واقع ہوتا ہی گویا درحقیقت دو استعارے ہین -

میر حسن

وزیرون نے کی عرض کاے آفتاب	نہو ذرہ تجھکو کبھی اضطراب

ولہ

کرون مختصر بیان سے اب غم کی بات | لگا رہنے اُس مین وہ آب حیات

بے نظیر کا استعارہ آب حیات سے کیا اور وجہ جامع اس مین عزیز الوجود ہونا اور لوگون کی نظرون سے مخفی رہتا ہے۔

نسیم

طالع سے کسے تھی ایسی اُمید | نکلا ہے کدھر سے آج خورشید

بکاؤلی نے تاج الملوک کا استعارہ خورشید سے کیا ہی حسن اور مطلوب ہونا یہ چیزین وجہ جامع ہین

مہاراجہ ونیچ سنگھ متخلص براجہ

مدام اپنی بغل مین وہ آفتاب رہا + | ہمارے دور مین دور شراب ناب رہا

آفتاب استعارہ معشوق سے ہی۔

یاد رکھو کہ جس صورت مین مستعار لہ مستعار منہ دونون حسی ہون تو وجہ جامع حسی اور عقلی دونون طرح آسکتی ہے اسلیے کہ یہ امر جائز ہی کہ کسی شے حسی کے ساتھ بعض صفت عقلی قائم ہو جیسے جرأت زید اور شیر مین کہ وہ وصف عقلی ہے اور ان دونون کے ساتھ قائم ہے باوجودیکہ وہ دونون حسی ہین اور اگر مستعار لہ اور مستعار منہ دونون عقلی ہون گے یا ایک عقلی اور ایک حسی تو وجہ جامع عقلی ہوگی نہ حسی کیونکہ وجہ جامع مستعار لہ اور مستعار منہ سے حاصل ہوتی ہی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عقل سے جو چیز حاصل ہوگی وہ عقلی ہوگی پس اگر مستعار لہ اور مستعار منہ عقلی ہون اور وجہ جامع حسی یعنی ایسی چیز ہو کہ اُسکو حس کے ساتھ ادراک کرسکین تو لازم آوے کہ حس سے اشیاے عقلی کو بھی ادراک کرسکین حالانکہ حس غیر حسی مین سے کسی کو ادراک نہین کرسکتا اور حال اسکا اوپر کی مثالون سے بخوبی منکشف ہوتا ہے یعنی جب خون کو لعل کہا تو اس مین وجہ جامع سرخی رنگ کی ہے یہ حسی ہی یا جب شیشے کی آواز کو ہچکی اور صراحی کی آواز کو قہقہہ سے استعارہ کیا تو اُس مین ترک مرک کے آواز کا نکلنا وجہ جامع ہی یہ بھی حسی ہے اسی طرح جب معشوق کے صرف آن کر اپنی صورت دکھادینے کو بجلی کا آنکھون کے سامنے کوند جانا کہا تو اُس مین نہ ٹھہرنا وجہ جامع ہی اور یہ حسی ہی اور بالون کے استعارے مین سنبل کے ساتھ وجہ جامع خوشبو ہے جو حسی ہی اور شراب کے استعارے مین نوشدارو کے ساتھ وجہ جامع مزہ مانا جائے تو یہ بھی حسی ہی اور جسم کے استعارے مین پھول کے ساتھ وجہ جامع نرمی ہے اور یہ بھی حسی ہی اور جب گئے گزشتہ کو شیر سا اور جاہل کو اندھے سے اور محبوب کو آب حیات سے اور قہر کو حرم سے اور سیاہ شام کو روباہ سے اور مخاطب کو

کعبے سے اور نہ چھوڑنے کو باز نہ آنے سے اور معشوق کو دیدودن کے نور اور آفت جان اور جان اور کام جان سے اور فرزند کو آنکھون کے نور سے اور مایوس ہوجانے کو ہاتھ اُٹھا لینے سے اور قطع تعلق وترک شے کو ہاتھ دھو بیٹھنے سے اور تلاش وجستجو کو چھاننے سے اور مشکلات کو رشتے سے اور اُن کے دفع کرنے کی طاقت کو ناخن گرہ کشا سے اور برباد ہوجانے کو دفر اُلٹ جانے سے اور مہیا اور مستعد ہونے کو سیدھا ہونے اور چونکنے سے اور مار ڈالنے کو سُلا رکھنے سے اور غفلت کو سونے سے استعارہ کیا تو ان سب مین وجہ جامع عقلی ہی۔

چوتھا چمن استعارے کی قسمون کے بیان مین

جس استعارے مین لفظ مستعار اسم جنس ہو اُسے اصلیہ کہتے ہین امام فخر الدین رازی کا مذہب یہ ہے کہ مجاز بالذات صرف اسم جنس جامد مین ہوتا ہی فعل واسم مشتق مین مشتق منہ کی تبعیت کی وجہ سے واقع ہوتا ہی حرف اور علم مین مجاز کسی طرح بھی نہین ہوتا اور امام غزالی کی رائے یہ ہی کہ اگر معنی مجازی کی طرف انتقال صحیح ہونے کے لیے کوئی علاقہ موجود ہو تو علم مین بھی مجاز داخل ہوتا ہی اور حق یہ ہی کہ اسم جنس جیسے شیر اور نرگس اور سرو اور مرد مین مجاز بالذات واقع ہوتا ہے اور اسی مین داخل ہی مصدر مثل قتل اور ضرب جیسے ایذاے شدید کو مجازاً قتل کہین۔

امانت

چھلے دیتا تھا کوئی ہاتھ پھنسانے کے لیے	مہندی لاتا تھا کوئی رنگ جمانے کے لیے

اس شعر مین ہاتھ پھنسانا اور رنگ جمانا مستعار منہ ہین اور اپنا استحقاق ثابت کرنا مستعار لہ اور یہ مصدر ہین۔

بے وجہ نہین ابر بہاری کا یہ رونا	**امیر**	دکھلاتا ہی داغ اپنے چمن مین پر طاؤس

برسنے کا استعارہ رونے سے کیا ہی اور یہ مصدر ہی اسی مثال مین ہی انشا کا یہ شعر ہے

برسے برسے ہی منھ نہ کیونکر برسے	کس طرح نہ بادلون کو رونا آوے

اسیر

دہر مین نیکون کی صحبت سے بدون کو ہے گریز
عدل ہی جس ملک مین فتنہ وہان رہتا نہین

اجتناب کا استعارہ گریز سے کیا ہی جو گریختن کا حاصل مصدر ہی۔

ظفر

مے سے ہے اجتناب زاہد کو — ہم تو پرہیز کچھ نہین کرتے

اجتناب کا استعارہ پرہیز سے کیا ہی - اور اسم جنس کے قبیل سے ہی علم بھی جس کو بسبب کسی وصف کے تاویل کر کے اسم جنس مین داخل کر لین مثلاً حاتم اور رستم کہ اول کو سخی کے معنی مین اور دوسرے کو بہادر کے معنی مین استعمال کرتے ہین چنانچہ متکبر آدمی کو کہین کہ وہ فرعون ہی یا بہادر کو کہین کہ وہ رستم ہی -

حالی

وہ جو کچھ کہ رہین کہہ سکے کون اُن کو — بنایا ندیمون نے فرعون اُن کو

میر

زال دُنیا کو جس نے چھوڑ دیا — وہی نزدیک اپنے رستم ہے

قلندر

حاتم ہے یہ گرچہ ہے قلندر — پر خانہ خراب کر گیا دل

اور بغیر اس تاویل کے جائز نہین کیونکہ علمیت جنسیت کے منافی ہی اور اعتبار افراد کا ہی اسلیے اعلام مین مجاز جاری نہین ہو سکتا اور اسم جنس مین اصالۃً مجاز کے داخل ہونے کی وجہ یہ ہی کہ یہان مجاز کی بنا تشبیہ پر ہی یعنی مستعار لہ کو مستعار منہ کے ساتھ مشابہت ہوتی ہی اور یہ ظاہر ہی کہ تشبیہ مشبہ کا وصف ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ مشبہ بہ کے ساتھ وجہ شبہ مین شریک ہی اور موصوف ہونے مین حقائق اور ذاتین اصل ہوتی ہین مثلاً جسم سفید اور آب صاف اور چونکہ شیر اور گل ورسرو وغیرہ ذاتین ہین اور تشبیہ کے وصف سے موصوف ہوتی ہین اسلیے ان مین مجاز اصالۃً داخل ہوتا ہی مثال اسم جنس مین استعارے کی -

انیس

کیون فاطمہ زہرا کو رلاتا ہی کفن مین — دو پھول تو رہنے دے محمدؐ کے چمن مین

صاحبزادگان حضرت مسلم کو پھول کہا ہی پھول اسم جنس ہی -

مذاق

مین اُس گل کو پیغام کہتا ہزارون — ہوا ہو گئی پر صبا کہتے کہتے

معشوق کو گل کہا ہی اور گل اسم جنس ہے -

نسیم

بلبل ابھی رشک گل کی ہون مین — تم کیا ہو ہزارون مین کہون مین

عاشق کا استعارہ بُلبُل سے کیا ہی اور بُلبُل اسم جنس ہی۔

دبیر

کس شیر کی آمد ہی کہ رَن کانپ رہا ہے	رَن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

حضرت امام حسین کا استعارہ شیر سے کیا ہی اور شیر اسم جنس ہی۔

فعل اور شبہ فعل (یعنی اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ اسم تفضیل) اور حرف مین مجاز بالاتباع داخل ہوتا ہی کیونکہ فعل ماضی یا مضارع یا امر یا نہی یا اسم فاعل یا اسم مفعول وغیرہ یا حرف کے معنی کو یہ صلاحیت نہین کہ تشبیہ کے وصف سے موصوف ہوسکین یعنی نہ فعل اور شبہ فعل کے معنی مشبہ ہوتے ہین اور نہ حرف کے معنے بلکہ فعل و شبہ فعل کا مصدر اور حرف کے معنی کا متعلق مشبہ ہوتا ہے اور حرف کے معنی کا متعلق وہ شے ہی کہ حرف کے معنے بیان کرتے وقت اُس معنی کو اُس چیز سے تعبیر کرین مثلاً کہتے ہین حرف سے ابتدا کے لیے ہی اور مین ظرفیت کیواسطے اور تک انتہا کیواسطے اور تو تا سے مفتوح سے غرض کیواسطے پس ابتدا اور ظرفیت اور انتہا اور غرض ان حرفون کے معنے کے متعلق ہین یعنی اُن کے معنے اِن سے تعلق رکھتے ہین پس فعل اور شبہ فعل اور حرف کو مستعار کہنا بطور تبعیت کے ہی نہ بطریق اصالت کے یعنی فعل اور شبہ فعل اور حرف مستعار ہونے مین مصدر اور متعلق کے تابع ہین اور خود مستعار نہین ہوسکتے۔ تفصیل فعل اور شبہ فعل اور حرف کے استعارہ ہونے کی یہ ہی کہ کبھی فعل ماضی یا مضارع یا امر یا نہی یا اسم فاعل یا اسم مفعول وغیرہ کے ساتھ کسی معنی کو تعبیر کرتے ہین اور مقصود اس سے وہ معنی نہین ہوتے جن معنی کے واسطے وہ بنائے گئے ہین بلکہ اُن کا غیر مقصود ہوتا ہے اور اُن لفظون سے غیر معنے موضوع لہ کا مستعار ہونا باعتبار اُن کے مصدر کے ہوتا ہی فعل اور حرف کے مستعار ہونے کو **استعارۂ تبعیہ** کہتے ہین۔

(لفظ مستعار کے فعل ہونے کی مثال)

امانت

رنگت مین بُو مین نزاکت مین جو یکتا پایا	اِک گُل تازہ سے دل مین نے غرض اٹکایا

دل اٹکایا فعل ماضی ہی مگر دل اٹکانے اور عاشق ہونے مین استعارہ ہی جو مصدر ہین۔

حسرت

مارا مجھے کنجنی کے اس نخرے نے
کہتی ہی وہ کام مین اجی چھوڑ دو جی

ہر چند مارا فعل ماضی ہی لیکن استعارہ یہان مار ڈالنے اور تکلیف شدید پہونچانے مین ہی۔

گلزار نسیم

ہمت نے مری تجھے اُڑا یا | غفلت نے تری مجھے چھوڑا یا

اُڑایا سے مراد یہ ہی کہ عقل کھودی پس یہان اُڑانے اور عقل کھودینے مین استعارہ ہی۔

امیر

بسی گور غریبان جس کسی کا گھر ہوا ویران | مسافر پڑ کے سوئے جاگ اُٹھی تقدیر منزل کی

یہان استعارہ سونے اور مر جانے مین ہی۔

میر

تر دامنون کو دیکھ کے لب خشک ہو گئے | احوال میکدہ پہ بہت ابر رو گئے

ابر کے برسنے کو رونے سے استعارہ کیا ہی اور لفظ مستعار فعل ماضی مُثبت ہے۔

سودا

اکل مت سمجھیو باغ مین اے عندلیب زار | غنچے کا دل دہن پہ کسی کے بکھر چلا

یہان بھی مستعار بکھر چلا فعل ماضی ہی اور استعارہ درحقیقت مصدرون مین ہی۔

حالی

علم والے علم کے دریا بہا کر چلدیے | واعظان قوم سوتون کو جگا کر چلدیے

یعنے مرگئے یہان استعارہ چلدینے اور مرجانے مین ہی۔

ذوق

کرتی ہی زیر برقعۂ فانوس تاک جھانک | پروانے سے ہے شمع مقرر لگی ہوئی

یہان لگی ہوئی ماضی کا صیغہ مذکور ہی لیکن استعارہ مصدر مین ہی۔

ظفر

وہ رشک گل چمن مین اگر اے صبا ہنسے | پھر منہ ہی کیا جو غنچہ کوئی کھلکھلا ہنسے

غنچے کے کھلنے کو ہنسنے سے استعارہ کیا ہی اور ہنسے صیغہ مضارع کا ہی۔

انشا

اگرچہ تجھے تو جی کو روکتے ہین لا | لیک پرنالے سارے اوکتے ہین

پرنالون کے بہنے کو اوکنے سے استعارہ کیا ہی اور لفظ مستعار فعل حال ہی۔

اس موسم برسات مین کیون گھر نہ رہین ہم | ولہ | آنکھین بھی برستی ہین تماوشا کی برابر

روئے کو برسنے سے استعارہ کیا ہی اور لفظ مستعار فعل حال ہی۔

میر

گھر کی صورت جو اور ہوتی ہے　　چھت بھی بے اختیار روتی ہے

درد

روتا نہین ہی شاہد مینا یہ بے سبب　　گردن پہ اُسکی خون کسی کا سوار ہے

پہلے شعر مین ٹپکنے کا استعارہ رونے کے ساتھ کیا ہی اور دوسرے مین شراب کے اوندھنے کا استعارہ رونے سے کیا ہی اور دونون شعرون مین مستعار حال کے صیغے ہین۔

ظفر

صراحی قہقہہ بھرتی ہے مینا مسکراتا ہی　　ہمارا یار جسدم جانب میخانہ آتا ہے

صراحی سے شراب کے آواز کے ساتھ نکلنے کا استعارہ قہقہہ بھرنے سے کیا ہی اور شراب کے مینا سے آہستہ نکلنے کا استعارہ مسکرانے سے کیا ہی اور دونون لفظ حال کے صیغے ہین۔

سودا

سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات　　اب آئی سحر ہونے کو ظالم کہین مر بھی رہ

ولہ

ہوتی نہین ہی صبح نہ آتی ہے مجھکو نیند　　جسکو پکارتا ہون وہ کہتا ہے مر کہین

ان اشعار مین امر کا صیغہ ذکر کیا گیا ہی مرنے اور سونے مین استعارہ ہی۔

بھاگ ان بردہ فروشون سے کنعان کے بھائی　　بیچ ہی ڈالین جو یوسف سا برادر پائین

بھاگنے اور اجتناب کرنے مین استعارہ ہی اور امر کا صیغہ ذکر کیا ہی (یہ فعل مین استعارے کی مثال)

امانت

سُرمہ دیتا تھا کوئی آنکھ لگانے والا　　مِسّی بھجواتا تھا کوئی کہ کرو منھ کالا

مومن

خندہ زن کس کا ہوا زخم درون　　شمارت گریۂ پنہان کیون ہے

چمن زار عالم کی خوبی پہ مت جا　　امیرا گل اس بے ثباتی پہ خندہ زنان ہے

ان شعرون مین آنکھ لگانے اور عشق کرنے مین اور خندہ زنی اور شگفتہ ہو جانے مین اور خندہ زنان ہونے اور کھلنے مین استعارہ ہی اور اسم فاعل کے صیغے مذکور ہین۔

میر

شہر میں جو نظر پڑا اُس کا بسمل
کشتۂ ناز یا تغافل تھا

آتش

رنگ زرد و لب خشک و قرہ گرد آلود
کشتۂ عشق ہیں ہم ہے یہ کفارہ اپنا

صدمہ رسیدہ ہونیکا استعارہ کشتہ سے کیا ہے اور اسم مفعول کا صیغہ مذکور ہے۔

نواب جہانگیر محمد خان دولہ تخلص

ہووے گا میرا حشر شہیدوں میں میں جو یاں
مقتول الفت خلف بوتراب تھا +

مقتول اسم مفعول کا صیغہ ہے عاشق کے معنے میں پس اسم مفعول کا عاشق سے استعارہ کیا ہے۔

میر

غم محبت میں میر مجکو ہمیشہ جلنا ہمشہ مرنا
صعوبت ایسی نہ بالغ رفتہ کہاں تلک ہم فگار کھینچے

بے قرار ہونے کا استعارہ رفتہ سے کیا ہے جو صفت مشبہ کا صیغہ ہے نہ اسم مفعول کا کیونکہ اسم مفعول فعل لازم سے نہیں آتا۔

میر

تو وہ نہیں کسو کا تہ دل سے یار ہو
یا مجکو دل شکستوں سے اخلاص پیار ہو

شکستہ صدمہ رسیدہ اور رنجیدہ ہونے کے معنی میں ہے۔

شہید

پس مصلے سے اُٹھکے وہ شہ دین
جا کے اس خستہ کے سرہانے

خستہ سے مراد عاشق ہے خستہ زخمی کو کہتے ہیں اور ستون حنانہ کو کوئی زخم نہ پہونچا تھا بلکہ وہ عشق رسول میں روتا تھا اور خستہ مشتق ہے خستن سے جو لازم ہے پس صفت مشبہ ہوگا نہ اسم مفعول

(حرف میں استعارے کی مثال)۔

غالب

ظلم سے باز آئے پر باز آئیں کیا
کہتے ہیں ہم تجھکو منھ دکھلائیں کیا

چھوڑ دینے کا استعارہ باز آنے سے کیا ہے اصل میں چھوڑ دینا مستعار لہ اور باز آنا مستعار منہ ہے

اور حرف سے چھوڑ دینے سے متعلق ہو مستعار لہ کو ترک کرکے حرف سے کے ساتھ استعارہ کیا ہو۔

درد

ہوا جو کچھ کہ ہونا تھا کہیں کیا جی کو رو بیٹھے	بس اب اک ساتھ ہم دونوں جہان سے ہاتھ دھو بیٹھے

یہان استعارہ حرف سے مین ہو اور اصل مین قطع تعلق کر دینا مستعار لہ ہو جو متعلق ہو حرف سے کا اور ہاتھ دھو بیٹھنا مستعار منہ ہو مراد اس جگہ یہ ہو کہ ہمنے دونون جہان سے قطع تعلق کیا اگرچہ بظاہر حرف سے مستعار لہ معلوم ہوتا ہو اور ہاتھ دھو بیٹھنا مستعار منہ لیکن واقع مین سے مستعار لہ نہین بلکہ اُسکا متعلق یعنے قطع تعلق کرنا مستعار لہ ہو پس واقع مین استعارہ ان دو معنی مین واقع ہوا ہے اور حرف سے متعلق کی اتباع سے مستعار لہ کہا گیا ہے۔

سودا

اُسکے کوچے مین تو کیون جاتا ہو اے سودا اگر	خلق کی سر اپنے لینے کو ملامت کے لیے

اس شعر مین لیے کا حرف غرض کے واسطے موضوع ہو جو بطریق استعارے کے واقع ہوا ہو اور استعارہ لیے مین نہین بلکہ معنی غرض مین ہو کہ لیے کا متعلق ہو اسلیے کہ غرض کوچۂ یار مین جانے سے راحت وعزت ہوتی ہو نہ لعنت و ملامت مگر بوجہ اس بات کے کہ انجام کار وہان سے پھرنے سے لوگ مطعون کرنے لگتے ہین اسلیے راحت وعزت کو ملامت کے ساتھ استعارہ کیا ہو یعنے کوچۂ یار مین سودا کا واسطے حصول راحت وعزت کے جانا گویا کہ واسطے لعنت و ملامت کے جاتا ہو اور مستعار لہ یہان راحت وعزت ہو اور مستعار منہ ملامت ہو اور لفظ مستعار لیے ہو پس استعارہ معنی غرض مین ہو کہ لیے کا متعلق ہو اور اطلاق اسکا لیے پر تبعیت کے طور پر ہو نہ اصالت کے طور پر یہ استعارہ بطریق استہزا کے واقع ہوا ہو۔

ظفر

کھانا اگر ہے زخم تو پانی ہو آب تیغ	مہمان کربلا کی ضیافت کے واسطے

اس شعر مین واسطے کا حرف غرض کے لیے موضوع ہو پس مستعار لہ ظاہر مین واسطے کا حرف ہے اور واقع مین غرض کے معنے مین جو واسطے کا متعلق ہو اسلیے کہ غرض زخم و آب تیغ سے ضیافت نہ تھی بلکہ بھوکا پیاسا قتل کرنا تھی اور مستعار منہ ضیافت ہو یہ استعارہ بطریق طنز کے واقع ہوا ہے۔

فائدہ انشاء اللہ خان نے دریاے لطافت مین لکھا ہو کہ واسطے اور لیے اُردو مین مضاف سمجھے جاتے ہین اور عربی مین لفظ کے جر کرنے والے حروف ہین۔

اور مولوی صہبائی نے حدائق البلاغت کے ترجمے مین حروف کی مثال جو لکھا تھا ہمنے بھی یہان اُنکی

اتباع کی ہے۔

مگر تلخیص المفتاح کے مصنف نے متعلق کو کہ متروک ہی مشبہ بہ اور اُس لفظ کو کہ مذکور ہی مشبہ قرار دیا ہی لیکن چونکہ اُسکے مذہب کے موافق استعارہ بالتصریح مین خواہ اصلیہ ہو خواہ تبعیہ مشبہ متروک ہوتا ہے اور مشبہ بہ مذکور غایت یہ ہی کہ استعارہ تبعیہ مین بعینہ لفظ کے مفہوم مین تشبیہ نہین ہوتی اور اصلیہ مین ہوتی ہی چنانچہ اوپر کی مثالون سے ظاہر ہے پس متعلق متروک کو مشبہ بہ قرار دینے مین استعارہ بالتصریح متصور نہین ہوتا اسلیے کہ مشبہ کا متروک ہونا چاہیے اور مشبہ بہ کا مذکور البتہ استعارہ بالکنایہ ہو سکتا ہے کیونکہ استعارہ بالکنایہ مین مشبہ مذکور ہوتا ہی اور مشبہ بہ متروک اور وہ چیز کہ مشبہ کے ساتھ خصوصیت رکھے اُسکو مشبہ کے ساتھ ذکر کرتے ہین اسی طرح یہان ہی کہ مشبہ بہ یعنی متعلق متروک ہے اور مشبہ یعنی باز آنا اور دھو بیٹھنا اور سلامت اور ضیافت مذکور ہی اور جو چیز کہ مشبہ بہ کے واسطے مخصوص ہی یعنی حرف سے اور لیے اور واسطے کہ اُس مشبہ بہ پر دلالت کرتے ہین مشبہ کے ساتھ ذکر کیے گئے ہین اس صورت مین یہ استعارہ تبعیہ نہوا بلکہ بالکنایہ ہوا اور یہی مذہب سکاکی کا ہی علامہ تفتازانی نے مطول مین اسکو تبعیہ مین داخل کرنے کے واسطے ایک تقریر کی ہی اُسکا بیان مثالون کے موافق یہ ہی کہ مثلاً دونون جہان سے ہاتھ دھو بیٹھنا مشبہ ہی اور دونون جہان سے قطع تعلق کرنا مشبہ بہ ہی یعنے دونون جہان سے اس طرح ہاتھ دھو بیٹھے جس طرح قطع تعلق کرتے ہین پھر مشبہ یعنی دھو بیٹھنے کے ساتھ وہ حرف ذکر کیا جو مشبہ بہ یعنے دونون جہان کو چھوڑ دینے پر دلالت کرتا ہی یعنی حرف سے جو دُور کرنے اور اعراض کرنے کے معنے مین ہی نہ ابتدا کے معنی مین جیسا کہ فارسی مین از اور عربی مین عن اعراض کے لیے آتے ہین اس صورت مین اول استعارہ اعراض اور دُور کرنے مین جاری ہوا ہی یعنی دونون جہان کے تعلقات سے اعراض کرنا اور اُن کو ترک کر دینا مشبہ بہ ہے بعد اسکے اس استعارے کی اتباع سے حرف مین استعارہ ہوا یعنی حرف سے کو ایسی شے کے واسطے استعارہ کیا جو قطع تعلق کرنے اور اعراض کرنے سے تشبیہ دی گئی ہی یعنے ہاتھ دھو بیٹھنا حاصل کلام یہ ہی کہ حرف سے سے موضوع لہٗ نہ سمجھا گیا بلکہ وہ چیز سمجھی گئی جو اُس سے شابہت رکھتی ہی جیسے شیر کے لفظ سے استعارے مین جانور درندہ نہین سمجھا جاتا بلکہ وہ چیز سمجھی جاتی ہے جو اُس سے شابہت رکھتی ہی یعنی مرد بہادر اور خلاصہ کلام یہ ہی کہ اگر تشبیہ اُس چیز مین فرض کرین کہ جس سے حرف سے متعلق ہی اور وہ قطع تعلق یا باز آنا ہی تو استعارہ بالکنایہ ہوا کیونکہ مشبہ بہ مضمر ہی اور حرف سے کا ہاتھ دھو بیٹھنے کے ساتھ کہ مشبہ ہے مذکور ہونا استعارہ بالکنایہ کا قرینہ ہو جائیگا اور اگر اس حرف کے معنے مین کہ وہ دور کرنا اور اعراض کرنا ہین اور یہان متروک ہین تشبیہ فرض کرین تو استعارہ تبعیہ ہو گا۔

استعارہ تبعیہ مین جہان مستعار فعل یا شبہ فعل ہو قرینے کا مدار فاعل یا مفعول پر ہی مثال اول۔

انیس

تھم گیا طبل وغا کے بھی وہ آواز کا جوش	ہو گیا جوڑ کے ہاتھون کو جلاجل خاموش

حقیقی طور پر خاموش ہو جانا جلاجل کی طرف منسوب نہین ہو سکتا پس اس استعارے نے اس بات پر دلالت کی کہ خاموش ہو جانے سے یہان وہ چیز مراد ہے جسکی اسناد جلاجل کی طرف صحیح ہو سکتی ہے اور معلوم ہی کہ وہ بند ہو جانا ہے جو خاموش ہو جانے کے ساتھ سکون مین مشابہت رکھتا ہے۔

جرأت

یہان جرأت کسی پر تم ہوے عاشق نہ مانو نہین	کہے دیتی ہی خاموشی عبث صاحب مکرتے ہین

یعنی خاموشی دلالت کرتی ہی اسناد کہنے کی خاموشی کی طرف استعارے کا قرینہ ہی اسلیے کہ حقیقی طور پر خاموشی کی طرف مسند نہین ہو سکتا اگر کہا جائے کہ ان مثالون مین حاصل قرینہ یہ ہی کہ مسند کا قیام مسند الیہ کے ساتھ محال ہی اور یہ مجاز عقلی کے قرائن سے ہی جس کا مذکور علم معانی مین ہوتا ہے تو ہم جواب یہ دینگے کہ اس سے کوئی نقصان نہین کیونکہ مقصود قرینے سے وہ چیز ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ معنی حقیقی مراد نہین اور یہان ایسا ہی ہی گو وہ مجاز عقلی کی بھی صلاحیت رکھتا ہی پس چونکہ ہاتھ جوڑ کر خاموش ہو جانے کی صلاحیت جلاجل مین نہین اور کہنے کی صلاحیت خاموشی مین نہین اس سے معلوم ہوا کہ ان فعلون مین استعارہ واقع ہوا ہے۔

خلیق منشی عبدالخالق دہلوی

حسرت سے کہ رہے ہین دالان ٹوٹے پھوٹے	ہم پر بھی نقش کاری ہم پر بھی بیل بوٹے

حالی

نصیب اُن کا اشبیلیہ مین ہی سوتا	شب و روز ہی قرطبہ اُن کو روتا

سونا نصیب کی طرف مضاف نہین ہو سکتا کیونکہ سونا حیوان کا خاصہ ہی پس معلوم ہوا کہ سونا یہان بر سبیل استعارے کے واقع ہوا ہے یہی حال قرطبہ کے رونے کا ہے۔

وله

اُس کے مرنے سے مر گئی دہلی	خواجہ نوشہ تھا اور شہر برات

مثال دوم۔

ناسخ

پھولون کو جو باغ مین ہنساتی ہے بہار | دیوانہ ہزارون کو بناتی ہے بہار

ہنسانا حقیقۃً پھولون کے ساتھ متعلق نہین ہو سکتا کیونکہ ان کے لیے روح نہین ہے مگر چونکہ پھول کا کھلانا ہنسانے کے ساتھ مشابہ ہے اور وجہ مشابہت دونون مین کھل جانا ہے اسلیے ہنسانے کا استعارہ کھلانے کے لیے کیا پس پھولون کو ہنساتی ہے استعارہ ہے پھولون کو کھلاتی ہے سے اور قرینہ اس مین پھولون کے ساتھ ہنسانے کا تعلق ہے اور ظاہر ہے کہ پھول مفعول ہے۔

حالی

ارسطو کے مردہ فنون کو جلایا | فلاطون کو پھر زندہ کرکے دکھایا

ظاہر ہے کہ جلانا حقیقۃً فنون کے ساتھ متعلق نہین ہو سکتا کیونکہ انکے نہ روح ہے نہ جسم مگر چونکہ علم کا پھیلانا جلانے کے ساتھ ظاہر کرنے مین مشابہ ہے اسلیے جلانے کا استعارہ پھیلانے کے لیے کیا پس فنون کو جلایا استعارہ ہے فنون کو پھیلایا سے اور قرینہ اس مین فنون کے ساتھ جلانے کا تعلق ہے اور ظاہر ہے کہ فنون مفعول ہے اسی قبیل سے ہے مذاق کا یہ مصرع۔

سشاعر و زندہ کیا ہے مین نے طرز میر کو

مردان علی خان رعنا

جگایا فتنۂ خواب عدم کو | قیامت ہے تری قم نے بپا کی

ظاہر ہے کہ جگانے کی نسبت فتنے کی طرف بطور استعارے کے ہے حقیقۃً جگانا فتنے کے ساتھ متعلق نہین ہو سکتا کیونکہ سونا اور جگنا حیوانات کا خاصہ ہے مگر فتنہ پھیلانے کو فتنہ جگانے کے ساتھ مشابہت ہے اسلیے فتنہ پھیلانے کا استعارہ فتنہ جگانے کے ساتھ کیا ہے۔

دبیر

کاٹا پلک مین آنکھ کو پتلی مین نور کو | پانون مین کجروی کو سرون مین غرور کو
سینے مین بغض و کینہ کو دل مین فتور کو | نیت مین معصیت کو طبیعت مین زور کو

ظاہر ہے کہ کاٹنے کی نسبت نور اور کجروی اور غرور اور بغض و کینہ اور فتور اور معصیت اور زور کی طرف بطور استعارے کے ہے حقیقۃً کاٹنا انکے ساتھ متعلق نہین ہو سکتا کیونکہ یہ عقلیات سے ہین چونکہ دور کرنے کو کاٹنے کے ساتھ مشابہت ہے اسلیے دور کرنے کا استعارہ کاٹنے کے ساتھ کیا۔

اور کبھی مضاف الیہ بھی اس استعارے کا قرینہ ہوتا ہے مثلاً جب دشمن قید ہو جائے تو کہین کہ ہماری خوش

سے قید ہونے کی مبارکباد پہونچے اس مثال مین مبارکباد قید ہونے کی طرف مضاف ہی اور مبارکباد کی نسبت قید کی طرف ظاہر ہی باعتبار حقیقت کے ممکن نہین ہان استعارے کے طور پر ممکن ہی۔

مومن

ساقیا زہر پلادے مجھکو   شربت مرگ چکھادے مجھکو

اس شعر مین شربت مرگ کی طرف مضاف ہی اور شربت کی نسبت مرگ کی طرف ظاہر ہے کہ حقیقی طور پر ممکن نہین ہان استعارے کے طور پر ممکن ہے۔

ظفر

جہان عیش رہتی تھی راتدن وہان مسند دد و دام ہی

اس مثال مین مسند کی اضافت دد و دام کی طرف ہی اور ظاہر ہی کہ مسند کی نسبت دد و دام کی طرف بطور استعارے کے ممکن ہی اس طرح کہ مسند سے آرام گاہ یا مسکن مراد ہی۔

حالی

ہر اک شہر و قریہ کو یونان بنایا   مزہ علم و حکمت کا سب کو چکھایا

اس مثال مین مزہ علم و حکمت کی طرف مضاف ہی اور نسبت چکھایا کی علم و حکمت کی طرف ظاہر ہے کہ باعتبار حقیقت کے ممکن نہین مگر استعارے کے طور پر پس چکھایا کا لفظ سکھایا کی جگہہ واقع ہوا ہی اور قرینہ اسکے استعارہ ہونے پر مزہ کا علم و حکمت کی طرف مضاف ہونا ہے۔

جس استعارہ مین مستعار لہ اور مستعار منہ کے مناسبات کچھ نہ ذکر کیے جائین تو اُسکو **استعارہ مطلقہ** کہتے ہین جیسے کہین ہمنے ایک شیر دیکھا تھا اور مراد شیر سے بہادر ہو اور بہادر و شیر کا کوئی مناسب ذکر نہین ہوا۔

انیس

بڑھتے تو کبھی صورت شمشیر نہ رکتے   غصے مین کسی طور سے وہ شیر نہ رکتے

آدمی کو شیر سے استعارہ کیا ہے اور کسی کے مناسبات مذکور نہین ہین۔

حالی

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا   شہر مین اک چراغ تھا نہ رہا

آدمی کا استعارہ چراغ سے کیا ہی اور دونون مین سے کسی کے مناسبات کو ذکر نہین کیا۔

دل احباب پر نہین چلتا   **وله**   سحر میرا کہ رہو غیر سے دور

نصیحت کا استعارہ سحر سے کیا ہے اور دونون مین سے کسی کے مناسبات کو ذکر نہین کیا ہے

ناسخ

ہین یاد وہ بے مثال آنکھین ۔۔۔ کیا ہین تری او غزال آنکھین

معشوق کا استعارہ غزال سے کیا ہے اور مناسبات کسی کے مذکور نہین۔
یا صرف مستعار لہ کے مناسبات کچھ مذکور ہون اور اسکو استعارۂ مجردہ کہتے ہین جیسے۔

ناسخ

بھیجنا خط کا کیا اُس بت نے بند ۔۔۔ اب خدایا موت کا پیغام بھیج

معشوق کا استعارہ بُت سے کیا ہے اور خط کا نہ بھیجنا جو مناسب معشوق کے ہے ذکر کیا ہے۔

یہ نگہ یہ تبسم یہ رنگت یہ مستی یہ لعل خندان ۔۔۔ انشا غضب ورتپہ لینا یہ زبان بزیر دندان

لب کا استعارہ لعل سے کیا ہے اور صرف لب کے مناسبات مذکور ہین۔

انیس

ان پھولون کو مقتل سے اُٹھا لینے دے مجھکو ۔۔۔ مٹی مین ستارون کو چھپا لینے دے مجھکو

آدمی کو پھولون اور ستارون سے استعارہ کیا ہے اور مقتل و مٹی کا لفظ جو مناسب آدمی کے ہے ذکر کیا ہے

ولہ

بیا سادہ کوئی اور ہے اس قتل کے بن مین ۔۔۔ اس شیر کی شمشیر کا غل تھا ابھی رن مین

آدمی کا استعارہ شیر سے کیا ہے اور شمشیر و رن مستعار لہ کے مناسب ہین۔

مومن

اقرار ہے صاف آپکے انکار سے ظاہر ۔۔۔ ہے مستی شب نرگس میخوار سے ظاہر

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کیا ہے اور آنکھ کے مناسب جو مستی و میخواری ہے اُسے ذکر کیا ہے اور نرگس کے مناسب کو ذکر نہین کیا۔

وحید

لو آمد اسد کا تلاطم سُنو لبس اب ۔۔۔ مضطر زمین تھی خوف سے لرزان ہے فوج سب

اسد استعارہ آدمی سے ہے اور فوج کا ذکر مناسب مستعار لہ کے ہے۔

سودا

گل نے شبنم سے ہے الماس تو کھلایا لیکن ۔۔۔ ہاتھ مین غنچۂ لالہ کے ابھی افیون ہے

داغ کو افیون سے استعارہ کیا ہے اور فقط مناسب مستعار لہ کا مذکور ہے یعنے لالہ ۔
یا صرف مستعار منہ کے مناسب ذکر کریں، اس قسم کو **استعارہ مرشحہ** کہتے ہیں جیسے ۔

انیس

اس دشت کے کانٹون مین چمن چھوڑ کے آئے ۔ نانا سے چھٹے قبر حسنؑ چھوڑ کے آئے

وطن کو چمن سے استعارہ کیا ہے اور اُسکے مناسب کانٹون کا مذکور ہے ۔

ولہ

گرتی تھی کوند کر جو وہ برق شرارہ ریز ۔ دوزخ کھلی تھی بند تھے سب کوچۂ گریز

برق شرارہ ریز سے مراد تلوار ہے برق کے مناسبات کو ذکر کیا ہے ۔

امانت

ہے تنفر مجھے ربط اُس گل کو ہے اغیار سے ۔ سوکھ کر کانٹا ہوا ہون بلبلو اس خار سے

معشوق کا استعارہ گل سے کیا ہے اور بلبل اور خار جو اُسکے مناسب ہین ذکر کیے ہین ۔

سودا

جب مین کچھ کونجڑی سے کہتا ہون ۔ ہو بی بی کے اپنا رہتا ہون
بچتی ہے مجھ سے یون وہ دو بردو ۔ لیجو ترکاری کی جگہ کدو

کدو عضو تناسل سے استعارہ ہے اور مستعار منہ کے مناسب ترکاری اور کونجڑی ہے ۔

نسیم

فریاد نہ کرنے پایا مضطر ۔ تابان ہوئی راکھ مین وہ اخگر

اخگر استعارہ بکاؤلی سے ہے مستعار منہ کے مناسب راکھ اور تابان ہونا ہے ۔

ولہ

تھالے مین یہان اُگا صنوبر ۔ وان شیشہ رہا ترس کے ساغر

صنوبر استعارہ عضو تناسل سے ہے اور ساغر استعارہ فرج سے ہے اور دونون مستعار منہ کے مناسبات مذکور ہین ۔

مومن

معشوق کے پرہیز سے بیمار رہا ہین ۔ بے جرم جفاؤن کا سزاوار رہا ہین

پرہیز سے مراد احتراز ہے اور پرہیز کے مناسب لفظ بیمار رہا ہے ۔

ولہ

یون شربت دیدار سم آمیز نہین تھا | کچھ نرگس بیمار کو پرہیز نہین تھا

پرہیز استعارہ ہی اجتناب سے اور مستعار منہ کے مناسبات شربت اور سم اور بیمار ہین یا دونون کے مناسبات مذکور ہون جیسے۔

ناسخ

جان بچنے کی کوئی صورت نظر آتی نہین | یہ جلی فردوس کو فرقت مجھے اک حور کی

معشوق کا استعارہ حور سے کیا ہی معشوق کے مناسب فرقت ہی اور حور کے مناسب فردوس ہے۔

چمن مین آتے سُن کر مجھکو باد سحر یہ گھبرائی | سودا | ساغر جب تک لا دین ہی لا دین تو رسبو کو جام کیا

مستعار لہ غنچہ اور گل اور مستعار منہ سبو اور جام ہی اول کے مناسب چمن اور باد سحر ہی اور دوم کے مناسب معشوق کا آنا کہ شراب نوشی اُسکو لازم ہی اور ساغر کا ذکر ہے۔

سودا

نہین جون گل طلب ابر سیاہ گاہے | خار ہون خشک ہین ای برق نگاہ گاہے

معشوق کا برق سے استعارہ کیا ہی معشوق کے مناسب نگاہ اور برق کے مناسب خار خشک ہی۔

مرزا علی محنت

محنت جو خط تراشی کی اُس شعلہ رو نے رات | شکر خدا کہ چاند گہن سے نکل گیا

چاند استعارہ ہی چہرہ محبوب سے خط تراشی اور شعلہ رو مناسب محبوب کے ہی اور رات اور گہن مناسب مستعار منہ کے۔

امانت

زبان موج سے تشنہ دیا جو دریا نے | برس پڑی مری ہر آنکھ ابر تر کی طرح

رونیکا استعارہ برسنے کے ساتھ کیا ہی اور رونیکے مناسب آنکھ ہی اور برسنے کے مناسب ابر ہے۔

امیر

جان مجھو لو مین پڑی زندہ ہوئی خاک چمن | ہی دم جان بخش عیسی یا نسیم بوستان

جان پڑنا استعارہ ہی ترو تازہ ہونے سے اور زندہ ہونا استعارہ ہی نباتات گتنے کے مقابل ہونے سے اور دونوکے مناسبات مذکور ہین

میر صفدر علی صفدر

شجر سوختہ شمع سے جب گل نکلے | چاہیے بیضہ فانوس سے بلبل نکلے

شمع کی لو کا استعارہ گل سُرخ سے کیا ہی اور لو کے مناسب شمع اور فانوس کا ذکر ہی اور گل سُرخ کے مناسب شجر اور بلبل کا ذکر ہے۔

سودا

واسطے خلعت نوروز کے ہر باغ کے بیچ ۔ آب جو قطع لگی کرنے روش پر مخمل

سبزی کا استعارہ مخمل سے کیا ہی اور مخمل کے مناسب قطع کرنے کا ذکر ہی اور سبزی کے مناسب آب جو اور روش اور باغ کا بیان ہے۔

گویا

کیوں نہیں تاکوں دم گلگشت گلشن تاک کو ۔ تاکنے والا ہوں اُس کی نرگس مخمور کا

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کیا ہی اور آنکھ کے مناسب مخمور کا لفظ ہی اور نرگس کے مناسب گلگشت اور گلشن اور تاک کا ذکر ہے۔

ناسخ

جان پائے گا چمن ای گل تری گلگشت سے ۔ ہر شجر میں مرغ جان کا آشیاں ہو جائے گا

معشوق کا استعارہ گل سے کیا ہی اور دونوں کے مناسبات مذکور ہیں۔

نسیم

حاصل ہوئی اُن گلوں کو بے خار ۔ اسیر شب زلف و صبح رخسار

روح افزا اور بہرام کا استعارہ گلوں کے ساتھ کیا ہی اور مستعار منہ کے مناسب بے خار ہی اور مستعار لہ کے مناسب سیر شب زلف و صبح رخسار ہے۔

ان اقسام میں سے استعارۂ مرشحہ بہتر ہے اس لیے کہ استعارہ تشبیہ میں مبالغہ کرنے اور مشبہ کے عین مشبہ بہ ادعا کرنے کو کہتے ہیں پس ان اوصاف کے ذکر سے جو مشبہ بہ کے مناسب ہوتے ہیں اس مبالغہ میں تقویت آجاتی ہے۔

استعارے کی ایک صورت اور ہی کہ اس میں مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع کئی چیزرے حاصل ہوتے ہیں اسکو استعارہ تمثیلیہ اور تمثیل بطریق استعارہ اور تمثیل اور مجاز مرکب کہتے ہیں اس میں اور تشبیہ تمثیلی میں اس طرح فرق کیا جاتا ہے کہ اسے تمثیل مطلقاً بھی کہتے ہیں اور وہاں تشبیہ تمثیلی اور تشبیہ تمثیل بولتے ہیں پس جہاں کہیں مطلقاً تمثیل کا لفظ پاؤ تو اُسے استعارہ سمجھو نہ تشبیہ اس میں چونکہ وجہ جامع کئی چیزرے حاصل ہوتی ہی اسلیے تمثیل ہے اور چونکہ ذکر مشبہ بہ کا اور ارادہ مشبہ کا ہوتا ہے

اور یہی طریق استعارے کا ہی اسلیے استعارہ ہی جیسے کوئی شخص کسی فعل کے ارتکاب کا کبھی اقرار کرے اور کبھی انکار اور اُس مین متردد ہو تو کہین کہ فلان اس کام مین پیش و پیش کرتا ہی اُسکے قبول و انکار اور شک و تردد کی مجموعی حالت کو ایسی حالت مجموعی سے استعارہ کیا ہی کہ کوئی شخص کسی جگہ جانے مین یا چلنے مین کبھی آگے کو بڑھے کبھی پیچھے کو آوے۔

ذوق

پی بھی جا ذوق نہ کر پیش و پس جام شراب
لب پہ توبہ ترے دل مین ہوس جام شراب

ایسے ہی جس شخص کو اوسے تکلیف و سختی برداشت نہو اور نہایت نازک یا ضعیف ہو تو کہتے مین کہ اُسکی ناک پکڑنے سے نکسیر پھوٹتی ہے

خندہ

کیا کوئی چھیڑے انھین اور کیا لگائے انگلیان
ناک کے پکڑے سے جن کی پھوٹتی نکسیر ہو

اسی قبیل سے ہی یہ مثل سر منڈاتے ہی اولے پڑے یہ اُسوقت مین کہتے ہین جب کوئی کام کرین اور اُسکے کرتے ہی یکایک کوئی امر ایسا واقع ہو جائے جس سے اُسکے نتیجہ برآنے مین فتور واقع ہو علی ہذا القیاس جب کوئی شخص ایک امر کی طرف توجہ کرے اور اُسکو ناتمام چھوڑ کر دوسرے کام کی طرف متوجہ ہو یا ایک امر کے حصول مین سعی کرے اور قبل اس سے کہ مطلب حاصل ہو دوسرے مقصود کے حصول کی طرف متوجہ ہو جائے تو ایسے مقام پر کہتے ہین دھوبی کا کتا ہی نہ گھر کا نہ گھاٹ کا، یعنی ان سب حالات کو اُس کتے کے حالات سے استعارہ کرتے ہین جو دھوبی کے یہان رہتا ہو اور اُسکے ساتھ کبھی مکان سے دریا کو جائے اور پھر دریا سے مکان کو آئے اور سارا دن یون ہی گذر جائے۔

مذاق

دنیا و دین مین رہتا ہے آلودہ جو فقیر
دھوبی کا کتا ہے نہ وہ گھر کا نہ گھاٹ کا

اسی قبیل سے ہے یہ مثل مشہور کہ کھلانے انگلی کے پکڑتے ہی پہونچا پکڑا یہ ایسے موقع مین کہتے ہین کہ کوئی شخص کسی سے اول ایک سہل بات چاہے جب وہ اُسکو پورا کر دے تو وہ بعد اسکے اُس سے زائد ایک اور سوال کرے یا کہین کہ اُسکا گھٹنی کھانے سے پہونچا اُترا، یہ ایسے مقام مین کہتے ہین کہ تھوڑے سے بوجھ اُٹھانے سے کمزوری پیدا ہو جائے یا کہین کہ چلتی گاڑی مین روڑا اٹکانا، یہ ایسے محل مین کہتے ہین کہ کوئی کام اچھی طرح سے جاری ہو اور ناگہان اُس مین ہرج واقع ہو جائے اسی قبیل سے ہی دو چھاتی پہ مونگ دلنا، یعنی مشقت پہونچانا۔

ظفر

مونگ چھاتی پہ جو دلتے ہین کسی کی دیکھنا | جوتیون مین دال انکی اے ظفر بٹ جائیگی

اور ہمارا وار چل گیا یعنی ارادہ پورا ہوا اور اُسکا چراغ گل ہو گیا یعنی اقبال جاتا رہا اور بربادی آئی۔

گلزارنسیم

جس کف مین وہ گل ہو داغ ہو جائے | جس گھر مین ہو گل چراغ ہو جائے

اور سنگ آمد و سخت آمد یعنی بہت مشکل در پیش آئی۔

وجیہ الدین منیر

فرہاد سے کیتی تھی تیشے کی زبان ہر دم | مغموم نہونا دان سنگ آمد و سخت آمد

میر

تھی لاگ اُسکی تیغ کو ہمسے سو عشق نے | دونون کو معرکے مین گلے سے ملا دیا

تلوار کے گلے پر رکھنے کو گلے ملانے سے استعارہ کیا ہے۔

محشر

خنجر سے اپنے کہ کہ گلے سے مرے ملے | کھینچے کھڑا ہے سر پہ مرے روزگار تیغ

خنجر کے گلا کاٹنے کو گلے ملنے سے استعارہ کیا ہے۔

آتش

روئے مژہ ان آنکھون نے دلکو دکھا دیا | صیاد نے شکار چھری سے لڑا دیا

شکار کے چھری سے ذبح کرنے کا استعارہ شکار کو چھری سے لڑا دینے کے ساتھ کیا ہے۔

گلزارنسیم

انسان و پری کا سامنا کیا | مٹھی مین ہوا کا تھامنا کیا

مٹھی مین ہوا کا تھامنا استعارہ ہے کار بیہودہ و محال کرنے سے۔

جہان مرکب اپنے موضوع لہ کے غیر مین مستعمل ہو اور علاقہ دونون مین مشابہت کا ہو تو وہ استعارہ تمثیلیہ ہے ورنہ مجاز مرسل مرکب ہے۔

بیان استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخییلیہ

ان دونون کی تحقیق مین تین مذہب ہین ایک ملخص المفتاح کے مؤلف کا دوسرا قدما کا تیسرا سکاکی کا

تلخیص المفتاح کا مؤلف کہتا ہے کہ استعارہ بالکنایہ اور استعارہ تخئیلیہ دونون امر معنوی ہین کیونکہ متکلم کے فعل ہین جو اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہین اسواسطے مجاز مین داخل نہین کیونکہ مجاز الفاظ کے عوارض مین سے ہے استعارے مین جو ان دونون کو بیان کرتے ہین تو اسکی وجہ یہ ہے کہ استعارے کا اطلاق جن جن معانی پر ہوتا ہی اُن سب کا ایک جگہ جمع کرنا مقصود ہوتا ہی اور وجہ اُنکے افعال متکلم سے ہونے کی یہ ہی کہ استعارہ بالکنایہ یہ ہی کہ ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ نفس مین تشبیہ دی جائے اور استعارہ تخئیلیہ یہ ہے کہ مشبہ بہ کے بعض خواص ولوازم کو مشبہ کے لیے ثابت کیا جائے پس تشبیہ دینا اور ثابت کرنا نفس کے افعال ہین حاصل کلام یہ ہی کہ استعارہ بالکنایہ یہ ہے کہ نفس مین تشبیہ دی جاتی ہے اور سوائے مشبہ کے کوئی چیز ذکر نہین کی جاتی اور بعض چیزین جو مشبہ بہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہین وہ مشبہ کے لیے ثابت کیجاتی ہین پس ان کا ثابت کرنا اُس تشبیہ پر جو نفس ہین مضمر ہے دلالت کرتا ہی اسی تشبیہ مضمر کو استعارہ بالکنایہ کہتے ہین یعنے ایسا استعارہ جو کنایے کے ساتھ ہو کیونکہ اس مین مشبہ بہ کی تصریح نہین ہوتی ہی اور وہ چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہی اُسکو مشبہ کے لیے ثابت کرنے کا نام استعارہ تخئیلیہ ہی کیونکہ جب کوئی ایسی چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہی مشبہ کیلیے مانگی جاتی ہی تو یہ خیال پیدا ہوتا ہی کہ مشبہ جنس سے مشبہ بہ کے ہی. مثلاً نعم ؎

وہ نوک مژہ جب سے مرے دل مین گڑی ہی	ایسی تو کھٹکتی ہے کہ جینے کی پڑی ہی

مژہ کو سنان و تیر سے تشبیہ دی ہے۔

ظفر

نگاہ یار نے اک دم مین دو ٹکڑے کیے دل کے	نہ دیکھا ہمنے کاٹ ایسا کسی شمشیر ان کا

نگاہ کو شمشیر سے تشبیہ دی ہے۔

آباد

تو ڑا ایسا تو کسی تیر کا دیکھا نہ سُنا	نکلین پشت دل عشاق سے باہر پلکین

پلکون کو تیر سے تشبیہ دی ہے۔

صل علی

جو بل کھائے ہوئے گیسو طرف شانہ زن جاتے ہین	یہ موذی کس کے ڈسنے کے لیے اڑتے آتے ہین

یہان گیسو کو سانپ سے تشبیہ دی ہے۔

ادب گر حضرت جبریل کا مانع نہو مجھکو الٹ دے	تو شاخ سدرہ سے میری یہ آہ ناتوان لپٹے

آہ کو طائر سے تشبیہ دی ہے۔

وہ چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہو اور مشبہ کیلئے مانگی جاتی ہو تین حال سے خالی نہین۔
(۱) وجہ شبہ بدون اُس لازم کے مشبہ بہ مین قائم نہین ہو سکتی مثال اسکی۔

میر

روشن ہے جیسے مرنا پروانے کا تو لیکن ——— ای شمع کچھ تو تو کہہ تیرے بھی تو زبان ہے

شمع کو شخص متکلم سے دل مین تشبیہ دی ہو اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دیا ہو اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے
اور مشبہ بہ کے لازم مقوم کو کہ زبان ہے اُسکے لیے ثابت کیا ہو اس کا نام استعارہ تخئیلیہ ہے۔
اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

حق تو یہ ہے یہ انانیت عجب غماز ہے ——— قصہ پہونچایا زبان دار تک منصور کا

دار کو شخص متکلم سے تشبیہ دے کر زبان کو اُسکے لیے ثابت کیا ہے۔
اسی قبیل سے ہو انیس کے شعر مین تیغ کے لیے زبان کا ثابت کرنا سہ

اصحاب نبی نے یہ اُسدم کیا خطاب ——— دیوے زبان تیغ سے اُسکو کوئی جواب

حالی

تسخیر فقط اگلون نے عالم کو کیا تھا ——— اور تو نے کیا ہے دل عالم کو مسخر

اس شعر مین عالم مستعار لہ ہے اور شخص مستعار منہ اور یہی متروک ہے چونکہ عالم مین صلاحیت
دل رکھنے کی نہین اس سے معلوم ہوا کہ عالم کو بجائے شخص کے بہ سبب تشبیہ کے ذکر کیا ہے دل کو جسکی
وجہ سے آدمی کو قوام حاصل ہوتا ہے عالم کے لیے ثابت کیا ہے پس اس مین عالم کی تشبیہ آدمی سے
نفس مین استعارہ بالکنایہ ہے اور دل کو جو آدمی کے لوازم اور خواص مقومہ مین سے ہو عالم کے لیے
ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے۔

میر

مرغ آہ کیا پر چھیاں مارتی ہے ——— دل شب کے ہر دم چھدا الامان ہے

شب کے لیے دل کا ثابت کرنا اور شخص کا ذکر چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ ہے۔

عشقی

روشن ہو مہر سے تری اے مہ جبین جہان ——— چشم فلک نے دیکھی ایسی کہین جبین

یہان فلک کو دیکھنے والے آدمی کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو کہ آدمی ہے ترک کر دیا ہے اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور چشم جو دیکھنے والے کے ایسے لوازم مین سے ہی جس کی وجہ سے وجہ شبہ اُس مین قائم ہے کیونکہ وجہ شبہ دیکھنا ہے اور دیکھنا بغیر چشم کے متصور نہین اُس کو فلک کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے ۔

امیر

قتل عشاق سے باز آنیکی کھاتی ہین قسم	طاق ابرو کی طرف ہاتھ اُٹھا کر پلکین

پلکون کو شخص قائل سے تشبیہ دی ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور پلکون کے لیے ہاتھ کا ثابت کرنا جسکے ساتھ مشبہ بہ کو قیام حاصل ہی استعارہ تخییلیہ ہے ۔

انیس

تھم گیا طبل وغا کے بھی وہ آواز کا جوش	ہو گیا جوڑ کے ہاتھون کو جلاجل خاموش

جلاجل کے لیے ہاتھون کا ثابت کرنا اور شخص کا ذکر جو مشبہ بہ ہی چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ و تخییلیہ ہے

جُرأت

گر دست قضا تو دل عاشق نہ بناتا	تو پھر یہ غم عشق کسی جا نہ سماتا

قضا کو بنانیوالے آدمی سے تشبیہ دی ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور دست کا اُسکے لیے ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے اور بنانے والے شخص کے قوام مین دست کو دخل ہے ۔

نسیم

نرگس کی کھلی نہ آنکھ یک چند	سوسن کی زبان خدا نے کی بند

نرگس کو دیکھنے والے شخص سے اور سوسن کو بولنے والے شخص سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دیا ہی پس نفس مین یہ تشبیہ دینا استعارہ بالکنایہ ہی اور دونون کے لوازم کو کہ آنکھ اور زبان ہی مشبہ کے لیے ثابت کیا ہی اور یہ استعارہ تخییلیہ ہی اور دیکھنے والے اور بولنے والے شخص کے قوام مین آنکھ اور زبان کو دخل ہی اور یہان آنکھ کی تشبیہ نرگس سے اور زبان کی تشبیہ سوسن سے منظور نہین جیساکہ ماہرین فن پر واضح ہے ۔

قلندر

دیکھے اُس زلف کے ہر پیچ مین سو سو دل بند	کھول کر آنکھون کے تئین رہ گئی حیران زنجیر

زنجیر کو دیکھنے والے شخص کے ساتھ تشبیہ دے کر اُس کے لیے آنکھون کا ثابت کرنا اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ ہے ۔

کرے گوش فہم عالم ورنہ کہتی ہے بہار	جو گل آیا اس چمن مین ایکدن گل جائیگا

فہم عالم کو شخص سامع سے تشبیہ دیکر گوش اُسکے لیے ثابت کیا ہے۔

غازی

تمھیں مژدہ ہو دیوانو نکر رہبر بہار آئی	کہ بوے گل سحر دوش ہوا اوپر سوار آئی

ہوا کو شخص حمال سے تشبیہ دیکر دوش اُسکے لیے ثابت کیا ہی۔

محسن رضا رضا

جگر غنچہ سے خون ٹپکے جو میری فریاد	دے ذرا نالۂ بلبل کو اثر اپنا سا

غنچہ کو شخص سے تشبیہ دیکر جگر اُسکے لیے ثابت کیا ہے۔

حالی

بطلیوس کو یاد ہے عظمت اُنکی	ٹپکتی ہے قادس مین سر حسرت اُنکی

حسرت کو آدمی سے تشبیہ دے کر اُسکے لیے سر ثابت کیا ہے۔

میر

اب جن کوئی بولتا ہی نہین	آسمان دیدہ کھولتا ہی نہین

آسمان کو رونے والے شخص سے تشبیہ دیکر اُسکے لیے دیدہ ثابت کیا ہی۔

ولہ

نئی گردش ہی اُسکی ہر زمان مین	خلل سا ہے دماغ آسمان مین

(۲) وجہ شبہ بدون اُن لوازم کے مشبہ مین کامل نہین ہو سکتی مثلاً کہین کہ موت کے چنگل سے بچنا محال ہی موت کی تشبیہ جانور درندہ کے ساتھ منظور ہی اور جو چیز درندے کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے اُس کو موت کے واسطے ثابت کیا ہی اور چنگل ایسی چیز ہے کہ اُس پر حیوان درندہ کا کمال موقوف ہے کیونکہ جب تک درندہ کے چنگل نہو شکار اچھی طرح پکڑ اور داب نہین سکتا پس موت کو جانداردرندہ کے ساتھ تشبیہ دینا نفس مین استعارہ بالکنایہ ہے اور چنگل موت کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے۔

انوار حسین تسلیم

نیلے کرتے ہو جسقدر عطر لگا کر گیسو	اُنکی بو باس سے ہین آپ معطر گیسو

گیسو کو اس بیت مین مشک و عنبر سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہے اور یہ استعارہ

بالکنایہ ہے اور بو باس کہ مشک و عنبر کے لوازم سے ہی اور اُن کی تکمیل کا موجب ہی اُس کو گیسو کے واسطے ثابت کیا ہی بس یہ استعارہ تخییلیہ ہے

سخ

سونگھ پائے گا اگر تیری شمیم زلف کو — پیٹ پکڑے آئے گا نافہ ابھی تاتار سے

زلف کو عنبر سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دیا ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور شمیم کا زلف کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہی اور شمیم عنبر کے لوازم غیر متقومہ مین سے ہی اور اُسکے کمال مین اُسکو دخل ہے

مومن

لطف سے اُسکے زمین غیرت باغ فردوس — خلق سے اُسکے زمان رشک دکان عطار

اس بیت مین لطف کو شہد سے اور خلق کو مشک و عنبر سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور زمین کو غیرت باغ فردوس کرنا اور زمان کو رشک دکان عطار بنانا کہ مشبہ بہ کے لوازم سے ہین انکو لطف اور خلق کی طرف منسوب کیا ہی اور یہ استعارہ تخییلیہ ہے۔

ذوق

سنوارتی ہی جو شام اپنی زلف مشکین کو — سواد مشک ختن پر ہے لاکھ آہو گیر

شام کو معشوق کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور معشوق کا ذکر ترک کر دیا ہی اور زلف کو جو معشوقہ کے لوازم مکملہ مین سے ہی اُسکو شام کے لیے ثابت کیا ہی۔

میر

موئے دلبر سے مشکبو ہے نسیم — حال خوش ہم اُسکے خستہ حالون کا

یہان موئے دلبر کو مشک و عنبر سے تشبیہ دیکر مشبہ بہ کے ذکر کو ترک کر دیا ہی اور نسیم کو معطر کرنا جو مشبہ بہ کے لوازم سے ہی اُسکے لیے ثابت کیا ہی۔

ظفر

بوئے عرق سے یار کے خوشبو ہی یہ دماغ — ہم سونگھتے نہین کبھی عطر گلاب کو

یار کے عرق کو مشک و عنبر سے تشبیہ دیکر مشبہ بہ کا ذکر ترک کر دیا ہی اور خوشبو جو مشبہ بہ کے لوازم سے ہے اُسکو مشبہ کے لیے ثابت کیا ہے۔

نسیم

ہمنے جس دن کہ بال و پر دیکھا — پہلے صیاد کا ہی گھر دیکھا

شاعر نے اپنی ذات کو پرندے سے تشبیہ دی ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور بال و پر جو مشبہ بہ کے لوازم مکملہ سے ہین اُسکے لیے ثابت کیے ہین یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

جرأت

کیا کرون بیرحمی صیاد کا جرأت گلہ
دام سے چھوڑا تو چھوڑا توڑ کر بازو مجھے

قاسم علی خان قاسم

رہنے نہ استخوان بھی رو سے جو تجھ پہ وقفہ پڑے
رہا کیا نہ مجھے صیاد نے کتر کے پر

سودا

بال و پر ہونے نہ پائے تھے نمودار ہنوز
جب سے ہم کنج قفس مین ہین گرفتار ہنوز

ولہ

آشیان سے نہ اُڑے پہونچے نہ ہم دام تلک
ہمتو بے بال و پری مجھے ہین پر سے بہتر

زین العابدین عارف

ہل کر کہان پھڑک مری نکلے ہی ہم صفیر
تنگ اس قدر قفس ہے کہ ہل سکتے پر نہین

میر

ناتوانی سے نہین بال فشانی کا دماغ
ورنہ تا باغ قفس سے مری پرواز ہے ایک

غالب

ہوس گل کا تصور مین بھی کھٹکا نہ رہا
عجب آرام دیا بے پر و بالی نے مجھے

محمد سلطان رمز

صیاد اب قفس سے ہمین چھوڑتا ہے کیا
گلشن مین ایک گل نہین ہان ایک پر نہین

ان تمام شعرون مین شاعرون نے اپنے کو پرندے سے تشبیہ دی ہے اور بال و پر جو اُسکی تکمیل کا موجب ہین مشبہ کے لیے ثابت کیے ہین۔

مومن

ہان جوش تپش چھیڑ چلی جائے کہ پر توڑ
چھٹ جاینگے فرسودہ اگر دام نہ ہوگا

شاعر نے اپنے کو پرندے سے تشبیہ دی ہے اور پر جو اس کی تکمیل کا موجب ہین اُنکو مشبہ کیلئے ثابت کیا ہے۔

حالی

یاد ایام کہ ہر رنگ تھی تصویر جہان
دسترس مشاطہ نہ تھا محرم زلف دوران

دوران کو معشوقہ سے تشبیہ دی ہی اور زلف کو جو اُسکے لوازم مکملہ مین سے ہی دوران کے لیے ثابت کیا گیا

تجلی

پیچ مین آیا جو اُنکے تو اُسے دے پٹکا ‖ خوب ہی جانتے ہین کشتی کا جو ہر گیسو ‖

اس بیت مین گیسو کو پہلوان کے ساتھ تشبیہ دی ہی یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور کشتی کرنے اور پیچ مار کر دے جھٹکنے کو جو پہلوانی کے لوازم مکملہ سے ہین گیسو کی طرف منسوب کیا ہی اور یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

میر محمد ہاشم ہاشمی

دماغ آشفتہ ہوتا ہی صبا نکہت سے سنبل کی ‖ مشام آرزو مین تو کسی کاکل کی بو پہونچا

اس شعر مین کاکل کو مشک و عنبر کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہی یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور بو کو کہ لوازم مشک و عنبر سے ہی کاکل کے لیے ثابت کیا ہی اور یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

اخگر

نہ کھلا ناخن تدبیر سے یہ عقدۂ دل ‖ ہمنے اُسکو گرۂ زلف معنبر جانا

روشن علی شوق

عقدۂ دل نہ کھلا ناخن تدبیر کے ساتھ ‖ آخرش کام پڑا پنجۂ تقدیر کے ساتھ

(۳) اُن لوازم کو نہ وجہ شبہ کے کامل کرنے مین کچھ دخل ہو اور نہ قائم کرنے مین۔

محشر

ہم نوا یو رہو خوش محشر نے ‖ آشیان باندھا ہے صحرا کے پرے

شاعر نے اپنی وفات کو پرندے سے تشبیہ دی ہی اور اُسکے واسطے آشیانہ ثابت کیا ہی اور گھونسلے کو وجہ شبہ کی تکمیل اور قوام مین کچھ دخل نہین کیونکہ وجہ شبہ یہان بیقراری اور جلدی پہونچنا ہے اپنے لیے گھونسلا ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے اسی قبیل سے ہی یہ شعر۔

جعفر علی حسرت

آشیان چھوڑ چلے اے چمن آرا ہم تو ‖ تو ہی لیجائیو سر پر یہ گلستان اُٹھا

ظفریاب خان راسخ

اے نخل بند گلشن یہان اپنا آشیان ہے ‖ اسکی نہ فصل گل مین زنہار توڑ ڈالی

میر

قید قفس مین ہین تو خدمت ہے نالگی کی ‖ گلشن مین تھے تو ہمکو منصب تھا روضہ خوان کا

ولہ

مزا دکھائینگے بیرحمی کا تری صیاد	گر اضطراب اسیری نے زیر دام لیا

ولہ

چمن کا نام سنا تھا ولے نہ دیکھا ہائے	جہان مین ہمنے قفس ہی مین زندگانی کی

ولہ

ہمنے بھی سیر کی تھی چمن کی پر اے نسیم	اُڑتے ہی آشیان سے گرفتار ہو گئے

سودا

لذت دی نہ اسیری نے صیاد کی بے پروائی سے	تڑپ تڑپ کر مفت دیا جی ٹکڑے ٹکڑے دام کیا

ان تمام اشعار مین شاعرون نے اپنے کو پرندے سے تشبیہ دی ہی اور اُسکے واسطے گھونسلا یا قفس یا دام وغیرہ ثابت کیا ہے۔

غلام محمد خان رسا

چلے ہین دل سلگتے یاد زلف شمر دہان مین	یقین ہی قبر سے اپنی دھوان محشر تلک نکلے

شاعر نے اپنے دل کو ہیزم سے تشبیہ دی ہی اور اُس کے ساتھ سلگنے اور دھوان نکلنے کو جو ہیزم کے لوازم سے ہین ذکر کیا ہے۔

درد

شام ہی ہو چکے کہین اب تو	آشیانے کو رات جاتی ہے

رات کو طائر سے تشبیہ دی ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور آشیانہ ثابت کرنا کہ مشبہ بہ کے لوازم غیر مقومہ وغیر مکملہ سے ہی استعارہ تخییلیہ ہے۔

میر

جو ہوگی قیامت تو آہ و فغان ہے	مرے ہاتھ مین دامن آسمان ہے

آسمان کو آدمی سے تشبیہ دے کے اُسکے لیے دامن ثابت کیا ہی جو مشبہ بہ کے ایسے لوازم سے ہی جو نہ مکمل ہے نہ مقوم

مرزا حسام الدین حیدر نامی

کام اُسکو نہین کچھ رخ نیکو سے کسی کے	وابستہ ہی جو حلقۂ گیسوے کسی کے

گیسو کو رسن سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور حلقہ اُسکے لیے ثابت کیا ہی یہ استعارہ تخییلیہ ہے اور حلقہ رسی کے نہ لوازم مقومہ سے ہی اور نہ مکملات سے۔

مرزا

اگر زلف دراز یار مین ہے صد گرہ مرزا | دل صد چاک ہم بھی یہ بسان شانہ رکھتے ہین

زلف کو رسن سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو چھوڑ دیا ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور گرہ کو جو رسن کے لوازم غیر متقومہ وغیر مکملہ سے ہے اُسکے لیے ثابت کیا ہے یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

انعام اللہ خان یقین

کیا قیدی شروع گل مین اور پرواز اول مین | نہ دی فرصت زمانے نے ہمین فرصت مین مچانے کی

متکلم نے اپنی جان کو بلبل سے تشبیہ دے کر اُسکے واسطے قید کو ثابت کیا ہے اور اسی مناسبت سے گل کا ذکر لایا ہے مگر اُس کو بلبل کے قوام اور تکمیل مین کوئی دخل نہین پرواز کو اُسکی تکمیل مین دخل ہے۔

بہر صورت ان مثالون مین جو جو لوازم مشبہ بہ متروک کے مشبہ کے لیے ثابت کیے گیے ہین وہ سب الفاظ حقیقی طور پر اپنے معانی موضوع لہ مین مستعمل ہین اور کلام مین مجاز لغوی نہین کیونکہ مجاز یہ ہے کہ لفظ معنی غیر حقیقی مین استعمال کیا جائے اور استعارہ بالکنایہ اور استعارہ تخئیلیہ متکلم کے افعال مین سے دو فعل ہین ایک یہ کہ وہ اپنے نفس مین تشبیہ دیتا ہے اور دوسرے یہ کہ مشبہ بہ کے لوازم کو مشبہ کے لیے ثابت کرتا ہے اور ان دونون مین سے ایک کو دوسرا لازم ہے اسلیے کہ تخئیلیہ کے لیے واجب ہے کہ مکنیہ کا قرینہ ہو اور مکنیہ کے لیے واجب ہے کہ تخئیلیہ کا قرینہ ہو۔

قدما کا مذہب یہ ہے کہ جو چیز متروک ہوتی ہے وہ مشبہ بہ ہے اور جو مذکور ہوتی ہے وہ مشبہ ہے جیسے اس شعر مین میر سید حسین ایما کے۔ ؎

سنکر زبان تیغ سے مجھ سخت جان کا حال | خنجر بھی اپنے جامے سے باہر نکل گیا

شخص متکلم کے ساتھ تیغ کو تشبیہ دی ہے پس لفظ مستعار شخص متکلم ہے اور مستعار منہ معنی اُسکے اور مستعار لہ تیغ بعینہ جیسے شیر کا استعارہ مرد شجاع کے واسطے مگر لفظ مستعار کی تصریح نہین کی فقط اُسکا لازم ذکر کیا ہے اور وہ زبان ہے تا کہ لازم کے سبب سے ملزوم کی طرف ذہن منتقل ہو جائے اور تصریح نہ کرنا کنایے کی شان سے ہے پس اب متکلم استعارہ بالکنایہ ہوا نہ وہ تشبیہ جو دل مین ٹھہرائی ہوئی ہے اور سکاکی صاحب مفتاح العلوم نے کہا ہے کہ استعارہ بالکنایہ لفظ مشبہ مذکور ہے جو مشبہ بہ محذوف مین مستعمل ہے بایں ادعا کہ یہ مشبہ عین مشبہ بہ ہے پس مثال مذکور مین تیغ سے مراد شخص متکلم ہے بسبب اس بات کے کہ متکلم کے ثبوت کا اُسکے لیے دعوے کیا جاتا ہے اور یہی سمجھ کر اُسکی طرف زبان کی نسبت کی جاتی کہ جو متکلم کے خواص مین سے ہے پس مشبہ یعنے تیغ کو ذکر کر کے مشبہ بہ یعنی متکلم کا ارادہ کیا جاتا ہے بخلاف

مؤلف تلخیص کے کہ اُسکے نزدیک تیغ سے تیغ حقیقی مراد ہی پس مثال مذکور مین سکاکی کے مذہب کے مطابق استعارہ بالکنایہ کی تقریر یون ہوگی کہ تیغ کو کہ وہ تیغ مجرد ہے حقیقی متکلم کے ساتھ تشبیہ دی ہی کیونکہ تیغ کے متکلم ہونے کا دعوے کیا ہے اور ہمارا دعوے یہ ہی کہ تیغ متکلم کے افراد مین سے ایک فرد ہی اور تیغ متکلم سے مغائر نہین اور متکلم کے لیے دو فرد مین ہین ایک فرد متعارف دوسری فرد غیر متعارف پس یہ دوسری فرد تیغ ہے جسکی نسبت متکلم ہونے کا دعوے کیا گیا ہی اور مشبہ یعنے تیغ کا لفظ اس فرد غیر متعارف یعنی تیغ کے لیے جسکے متکلم ہونے کا دعوے کیا ہی مانگا گیا ہے پس اس صورت مین یہ بات پایۂ صحت کو پہونچ گئی کہ تیغ جو تشبیہ کی ایک طرف یعنی مشبہ ہے بولے اور اس سے تشبیہ کی دوسری طرف یعنے مشبہ بہ کہ وہ متکلم ہی فی الجملہ مراد لی گئی سکاکی نے استعارے کی اس طرح تقسیم کی ہے ایک **استعارہ بالتصریح** جسکو **استعارہ مصرحہ** بھی کہتے ہین دوسرا **استعارہ بالکنایہ** استعارہ مصرحہ سے یہ مراد ہے کہ طرفین تشبیہ مین سے مشبہ بہ مذکور ہو اور پھر استعارہ مصرحہ کی دو قسمین کی ہین تحقیقیہ اور تخئیلیہ تحقیقیہ یہ ہے کہ مشبہ متروک متحقق ہو خواہ باعتبار حس کے خواہ باعتبار عقل کے اور تخئیلیہ یہ ہے کہ اُسکے معنے نہ باعتبار حس کے متحقق ہون نہ باعتبار عقل کے بلکہ محض صورت وہمی ہو جس کو متخیلہ نے وہم کی مدد سے اختراع کیا ہو مثلاً سید حسین ایما کے شعر مین جب تیغ کی تشبیہ شخص متکلم کے ساتھ حال کے بیان کرنے مین دی گئی تو وہم نے تیغ کو متکلم کی صورت پر سمجھ کر متکلم کے لوازم اسکے لیے اختراع کرلیے اور اسلیے اُسکے لیے متکلم کی سی زبان تجویز کی حالانکہ زبان کے معنے تیغ مین متحقق نہین نہ باعتبار حس کے اور نہ باعتبار عقل کے اور جبکہ وہم نے مشبہ کے لیے مشبہ بہ کی طرح زبان اختراع کرلی تو اس اختراعی صورت پر زبان کے لفظ کا اطلاق کیا گیا پس یہ استعارۂ تحقیقیہ کے قبیل سے ہوگا اسلیے کہ مشبہ یعنی زبان حقیقی کا نام مشبہ بہ پر کہ وہ صورت وہمی ہے اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ اس صورت وہمی کو زبان حقیقی سے مشابہت حاصل ہے اور اس بات کا قرینہ کہ یہان معنی حقیقی مراد نہین زبان کو تیغ کی طرف منسوب کرنا ہے سکاکی کے نزدیک تخئیلیہ استعارہ بالکنایہ کے بغیر بھی پایا جاتا ہے پس اُسکے نزدیک تشبیہ تیغ کی متکلم سے واقع ہوئی ہے اور استعارہ لفظ زبان مین ہے تیغ مین استعارہ بالکنایہ نہین مگر قدما کا یہ مذہب ہے کہ استعارہ تخئیلیہ استعارہ بالکنایہ سے نہین چھوٹ سکتا اور اُنکے نزدیک زبان تشبیہ کے لیے ترشیح ہی نہ استعارہ تخئیلیہ۔

بعض استعارہ تخئیلیہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں احتمال تحقیقیہ و تخئیلیہ دونون کا ہوتا ہی۔ مثلاً

آغا شاعر قزلباش دہلوی

ہاں تری خیر رہے پار یہ بیڑا لگ جائے	کہیں ایسا نہو موجوں کا تھپیڑا لگ جائے

برق تھارت

موجون کے تھپیڑے کھا رہی ہین	ناوین ہین کہ کوگ مگا رہی ہین

تھپیڑا ہاتھ سے وقوع مین آتا ہی اور ہاتھ شخص سے خصوصیت رکھتا ہی پس موجون کو دل ہی دل مین شخص کے ساتھ تشبیہ دے کر انکے واسطے ہاتھ ثابت کیا اور قرینہ ثابت کرنے کا لفظ تھپیڑا ہی کیونکہ ہاتھ سبب ہے تھپیڑے کا یہان سے ثابت ہوا کہ استعارہ تخئیلیہ مین جو چیز کہ مشبہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہی اسکی جگہ اسکا مسبب ہے بھی قرینے کے واسطے مذکور ہوتا ہے پس اگر یہان استعارہ موجون اور شخص مین فرض کرین تو استعارہ بالکنایہ ہی اور ہاتھ انکے واسطے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے اور اگر موجون کے صدمے کو تھپیڑے سے تشبیہ دین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہو جائے گا اور استعارہ بالکنایہ باقی نہین رہے گا کیونکہ یہان کسی کے واسطے ہاتھ ثابت نہین کیا۔

مولوی ذکاءاللہ صاحب تاریخ ہندوستان مین آصف الدولہ کی طرف سے وارن ہسٹنگز کے نام لکھتے ہین کچھ تھوڑی سی سپاہ میرے پاس رہ گئی ہی جو ملک سے خراج وصول کرتی ہی سب کے گھر مین فاقے کا گھر رہتا ہی، اگر فاقے کو شخص فرض کرین اور اسکے واسطے گھر ثابت کرین تو استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہی اور اگر فاقے کے اثبات اور تمکن کو گھر کرنے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

درد

غم ترا کتنے کلیجے کھا گیا	پی گئی کتنون کے لہو تیری یاد

اگر محبوب کی یاد اور غم کو جانور درندہ سے تشبیہ دین اور اسکے واسطے خون پینا اور کلیجہ کھانا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہی اور اگر لہو پینے اور کلیجے کھانے سے تشبیہ کے طور پر ہلاک کرنا مقصود ہو تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

ہوش

لٹا ہے شام کے رستے مین قافلہ دل کا	تمھاری مانگ نے لوٹا ہی ہوش و صبر و قرار

اگر مانگ کو شخص فرض کر کے اسکے واسطے لوٹنا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہے اور اگر صبر و قرار کے کھونے کو لوٹنے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

الٹی دوران سے جیتون پر نہ مثل آیا کبھی حالی	دل کسی یاد مخالف سے نہ کھلایا کبھی

اگر دل کو کلی فرض کرین اور اسکے واسطے نہ کھلانا ثابت کرین تو استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ ہے اگر دل کے رنجیدہ ہونے کو کھلانے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

ولہ

کانٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے | گل ہین نظرون مین داغ بن تیرے

اگر باغ کو حیوان درندہ سے تشبیہ دیکر اسکے لیے کانٹا ثابت کیا جائے تو یہ استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخئیلیہ ہے اور اگر باغ کے برا معلوم ہونے کو کانٹے کھانے سے تشبیہ دی جائے تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

وحید

طاری ہے بسکہ خوف علمدار نامور | اڑ اڑ کے برگ بھاگتے ہین ادھر ادھر

اگر پتون کو ذی روحون سے تشبیہ دیکر اُن کے لیے بھاگنا ثابت کیا جائے تو یہ استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخئیلیہ ہے اور اگر پتون کے اُڑنے کو بھاگنے سے تشبیہ دیجائے تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

سودا

اور میرا سخن آفاق مین تا یوم قیام | رہے گا سبز بہر مجمع و ہر یک نے گل

اگر سخن کو درخت فرض کرین اور اُسکے واسطے سرسبز رہنا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ ہے اور اگر قدر و منزلت پانے کو سرسبز رہنے سے تشبیہ دین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

درد

نظر میرے دل کی پڑے درد کس پر | جدھر دیکھتا ہون وہی روبرو ہے

دل کو آدمی فرض کرکے اُسکے لیے نظر ثابت کی یہ استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہے اور اگر دل کے ملتفت ہونے کو دل کی نظر پڑنے سے تشبیہ مانین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

میر

آہ جس وقت سر اُٹھاتی ہے | عرش پر برچھیان چلاتی ہے

اگر آہ کو شخص فرض کرین اور اُسکے واسطے سر اُٹھانا اور برچھیان چلانا ثابت کرین تو استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہے اور اگر زور کرنے کو سر اُٹھانے اور اثر کرنے کو برچھیان چلانے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

ولہ

بہت دور کوئی رہا ہے مگر | کہ فریاد مین ہے جرس زور سے

اگر جرس کو شخص فرض کریں اور اسکے واسطے فریاد ثابت کریں تو یہ استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ ہے
اور اگر آواز کو فریاد سے تشبیہ دیں تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

سودا

روز میدان قدم اپنا تو جہاں گاڑے ہی	کوہ کا سینہ پھٹے دیکھ ترا استقلال

اگر قدم کی تشبیہ نیزے سے فرض کریں اور اُسکے واسطے گاڑنا ثابت کریں تو یہ استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ اور اگر قدم کے اثبات و تمکن کو گاڑنے سے تشبیہ دیں تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔
یاد رکھو کہ ایسی صورتوں میں استعارہ تحقیقیہ کے احتمال کے وقت استعارہ بالکنایہ کا باقی نہ رہنا صاحب تلخیص کے مذہب کے موافق ہی کیونکہ اُسکے نزدیک استعارہ بالکنایہ کا قرینہ سوائے تخئیلیہ کے اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور جنکے نزدیک استعارہ تحقیقیہ بھی استعارہ بالکنایہ کا قرینہ ہو سکتا ہے اُن کے نزدیک استعارہ بالکنایہ باقی رہتا ہے مثلاً۔

ظفر

آکے در پر سے مرے پھر گیا وہ غیر کے گھر	عہد و پیمان تھا جو مجھ سے وہ بالکل ٹوٹا

عہد کے ٹوٹنے سے عہد کا باطل ہونا مراد ہی شاعر نے عہد کو ذہن میں رسی سے تشبیہ دی ہی اور باطل ہونا امر تحقیقی ہی کہ عہد اور ٹوٹی ہوئی رسی دونوں میں متحقق ہے۔

نسیم

ناتا پریوں سے اُس نے توڑا	رشتہ اک آدمی سے جوڑا

یہاں ناتے کے توڑنے سے اُسکا باطل کرنا مراد ہی یہاں بھی ناتے کو ذہن میں رسی سے تشبیہ دی ہی

مثنوی سعدین

ضعف نے پکڑا نبض چھوٹ گئی	بڑھ گئی یاس آس ٹوٹ گئی

شاعر نے آس کو ذہن میں رسی سے تشبیہ دی ہی اور اُس کے ٹوٹنے سے مراد اُسکا باطل ہونا ہی۔

سودا

جوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے	ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے

بشر کے پرکھنے سے بشر کی اچھی بری طرح لیاقت کا معلوم کرنا مراد ہی شاعر نے ذہن میں بشر کو زر و جواہر سے تشبیہ دی ہی اور اچھا برا ہونا امر تحقیقی ہی کہ زر و جواہر اور بشر دونوں میں متحقق ہے۔

جب کہ تیغ رکھنے لگا اپنے پاس میر	میر	اُمید قطع کی تھی تبھی اُس جوان سے

پانچوان چمن استعارے کے حُسن وخوبی کے شرائط مین

استعارۂ تحقیقیہ اور تمثیل بطریق استعارہ کی حُسن وخوبی اس مین ہو کہ وجہ شبہ مستعار لہا ور مستعار منہ
کو شامل ہو اور تشبیہ غرض مقصود کے بیان کرنے کے لیے کافی ہو اور وجہ شبہ مبتذل نہو اور اُس کے
الفاظ سے تشبیہ پر دلالت نہوتی ہو اگر الفاظ تشبیہ پر دلالت کرتے ہون گے تو استعارے کی غرض
فوت ہوجائے گی کیونکہ استعارے سے یہ غرض ہوتی ہے کہ مشبہ بہ کی جنس مین مشبہ کے داخل ہونے کا
ادعا کیا جائے اور تشبیہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مشبہ بہ وجہ مشابہت مین مشبہ سے اقوے ہے
پس اگر استعارے کے الفاظ تشبیہ پر دلالت کرتے ہونگے تو مشبہ کے بعینہ مشبہ بہ ہونے کا ادعا صورت
پذیر نہوسکے گا۔ اور وجہ مشابہت مستعار لہ اور مستعار منہ مین جلی ہونی چاہیے اگر جلی نہوگی تو استعارہ
چیستان اور معما بن جائے گا کیونکہ جب کہ لفظ مین کوئی ایسی چیز نہوگی جو تشبیہ پر دلالت کرتی ہو تو
تشبیہ مین پوشیدگی آجائے گی اور جبکہ وجہ شبہ مین بھی پوشیدگی ہوگی تو پوشیدگی پر پوشیدگی [illegible]
مین نہایت اشکال پیدا کردے گی اسوجہ سے استعارے مین وجہ شبہ جلی ہونی چاہیے اگر کوئی کہے کہ
مین نے شیر دیکھا ہو اور مراد لیگی ایسا آدمی ہو جسکے مُنھ سے بدبو آتی ہو تو یہان وجہ شبہ مستعار لہ اور مستعار منہ
دونون مین خفی ہو اسلیے کہ گو شیر کے منھ مین بدبو آتی ہے مگر جب انسان کو اُس سے تشبیہ
دی جاتی ہو تو مشابہت کی وجہ یہ منظور نہین ہوتی بلکہ شجاعت جو اُسکو لازم ہے وہ مقصود ہوتی ہو
اور سننے والے کا ذہن اسی طرف منتقل ہوتا ہو پس انشا پردازون کو خیال رکھنا چاہیے کہ جہان
وجہ مشابہت خفی ہو اُسے استعارے کے کام مین نہ لائین تشبیہ کے طور پر استعمال کرین اس سے
ظاہر ہوا کہ تشبیہ عام ہے اور استعارہ خاص ہو کیونکہ جن موادین استعارہ عمل مین آتا ہے وہان
تشبیہ بھی ہوسکتی ہو اور بعض صورتین ایسی ہین کہ وہان تشبیہ تو بن سکتی ہو مگر استعارہ نہین
بن سکتا کیونکہ جائز ہے کہ وجہ شبہ جلی نہو اور جب وہ جلی نہوگی تو وہان استعارۂ چیستان اور معما
ہوجائے گا پس جہان وجہ شبہ جلی نہو وہان استعارہ بہتر نہین تشبیہ کے طور پر استعمال کرنا چاہیے
اور جبکہ وجہ شبہ طرفین مین نہایت قوی ہو یہان تک کہ اُسکی وجہ سے دونون ایک سے سمجھے جاتے
ہون اور جو کچھ ایک سے سمجھا جاتا ہو وہی دوسرے سے سمجھ مین آئے تو ایسے موقع پر تشبیہ بہتر نہین
استعارے کے طور پر کام مین لانا چاہیے کیونکہ تشبیہ سے کلام مین خوبی حاصل نہوگی اور استعارہ
بنانے سے حُسن پیدا ہوجائے گا جیسے علم اور نور کہ ان دونون مین وجہ شبہ ہدایت ہے اور اُسکی وجہ

سے ان دونون مین بکثرت تشبیہ واقع کی جاتی ہے یہان تک کہ علم سے وہی معنی متبادر ہوتے ہین جو نور سے لیے جاتے ہین اس وجہ سے دونون لفظ متحد معلوم ہوتے ہین پس ایسے موقع پر استعارہ کرنا بہتر ہوتا ہے کیونکہ تشبیہ کی صورت مین بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شے کو اپنے نفس کے ساتھ تشبیہ دی ہے ۔ اور استعارہ بالکنایہ کی خوبی اس مین ہے کہ وجہ شبہ طرفین کو شامل ہو اور تشبیہ افادہ غرض کیلیے کافی ہو اور استعارہ تخییلیہ کی خوبی استعارہ بالکنایہ کی خوبی پر موقوف ہی کیونکہ وہ اسی کا تابع ہی علحدہ اُس مین تشبیہ نہین ہی پس استعارہ بالکنایہ اچھا ہوگا تو یہ بھی اچھا ہوگا ۔

تیسرا باغ مجاز مرسل کے بیان مین

مخفی نرہے کہ جو لفظ سوا ے معنی موضوع لہ کے اور معنی مین مستعمل ہو اور وہان کوئی قرینہ ایسا پایا جائے جو اصلی معنی مراد لینے سے مخاطب کو روک دے اور اُن دونون معنی مین کوئی علاقہ سوا ے علاقہ تشبیہ کے ہو اُسکو مجاز مرسل کہتے ہین اور جو علاقہ مجاز مرسل مین درمیان معنی اصل حقیقی اور معنی مجازی کے ہوتا ہے اُسکی قسمین ۲۴ کے قریب ہین اُن مین سے یہان تھوڑی سی کثیر الاستعمال قسمین ذکر کیجاتی ہین ۔

(۱) جو لفظ کل کے واسطے وضع کیا گیا ہو اُسکو جزکے لیے استعمال مین لائین جیسے ۔

ذوق

جون نبض شناخہ تو نہ جلا اُنگلیان طبیب	رکھ رکھ کے نبض عاشق تفتہ جگر پہ ہاتھ

ظاہر ہی کہ نبض پر سارا ہاتھ نہین رکھا جاتا صرف پورین ہی انگلیون کی رکھی جاتی ہین جنکا ذکر پہلے مصرع مین ہوا

مذاق

گر کہے کوئی یا علی حیدر	بھاگین کانون مین اُنگلیان رکھ کر

کان مین اُنگلیان ساری نہین رکھتے بلکہ پور رکھی جاتی ہی یا کہین فلان شخص کے ہاتھ مین سانپ نے کاٹا ظاہر ہے کہ کسی اُنگلی مین یا خاص ایک جگہ کاٹا ہوگا نہ سارے ہاتھ مین ۔

ناسخ

مستی سے ہو رہا ہی جو اُسکا دہن کبود	یان سنگ کودکان سے ہی سارا بدن کبود

دہن بولے اور مراد اُس سے دندان و لب ہین کیونکہ انھین دونون کو کبود کیا جاتا ہی نہ سارے دہن کو ۔

(۲) جو لفظ جز کے واسطے وضع ہوا ہو اُسکو کل کے واسطے بولین جیسے سورہ فاتحہ کو الحمد کہتے ہین

اور کلمے کا اطلاق اشہد ان لا آلہ الا اللہ پر کرتے ہین -

ظفر

حق سے رسائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو
اپنی بھلائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو
بگڑی بنائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو
غم سے رہائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو
دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

اور جیسے اس شعر مین عبرت کے لفظ سر سے سردار مراد ہے حالانکہ سر ایک جز ہے سردار کا - ؎

سر و سر خیل مقبولان درگاہ
ہے اپنے عصر کا سید حسن شاہ

انیس

سر مرسلین سرور جز و کل
شفیع الامم سرو باغ سبل

حسین علیخان نحو

سنگ پھینکے ہے مری قبر پہ گل کے بدلے
گالیان دے ہے پس مرگ بھی قل کے بدلے

قل مراد ہے فاتحہ یعنی آیات وکلمات معروف سے اور قل ایک جز ہے اُنکا -

ظفر

نہین گر صورت اخلاص اُس سے تو بلا دے تو
ظفر پڑھکر قل اعوذ برب الناس جانی پر

قل اعوذ برب الناس سے پوری سورت مراد ہے -

سلطان خان سلطان

جس جا ہجوم بلبل و گل سے جگہ نہ تھی
وان ہاے ایک برگ نہین ایک پر نہین

برگ سے مراد گل ہے اور پر سے مراد بلبل ہے -

رند

طول و عرض اتنا نہ دے تو آشیان کو عندلیب
مشت پر کے واسطے کافی ہی مشت خار و خس

مشت پر سے مراد تمام جسم بلبل ہے اور لفظ بارود شورہ کے معنے کیلئے وضع ہوا ہے اور اب اُس کا اطلاق اُس چیز پر ہوتا ہے جو شورہ اور کوئلے اور گندک سے ملکر بنتی ہے -

سودا

تجھ آتش غضب کے شرارے کے سامنے
بارود کا ہے تودہ زمین اور آسمان

اور بر کا اطلاق بدن پر بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ بر دراصل بغل اور سینے کے معنے مین ہے -

محمد حسین آزاد

جسم پُر نور میں پہنے ہوئے جامہ کالا	بر میں جبّہ عربی سر پہ عمامہ کالا

(۳۳) جو لفظ مسبب کے واسطے موضوع ہوا اُسکو سبب پر استعمال کریں اسی مثال میں ہے یہ فقرہ فسانہ عجائب کا گوشہ نشینی میں سالہاے دراز بسر کی گرم و سرد زمانہ دیکھا شام غم خوش ہوئے سحر کی" گرمی و سردی بسبب انقلاب زمانہ کے پیدا ہوتے ہیں انقلاب سبب ہے اور گرم و سرد مسبب ۔

مومن

ساقیا دے جلک آب آتش رنگ	گرم و سرد زمانہ سے ہوں بتنگ

حالی

ہنر کا جہان گرم بازار ہے اب	جہان عقل و دانش کا بیوار ہے اب

گرم بازاری سے مراد ترقی ہے ترقی سبب ہے گرم بازاری کا ۔

اُس کا کوئی گود کا پالا نہ تھا	گھر میں کوئی گھر کا اُجالا نہ تھا

گھر کا اُجالا فرزند کی جگہ لایا ہے فرزند اُجالے کا سبب ہے اُجالا مسبب ہے ۔

ذوق

ہر ایک خار ہے گل ہر گل ایک ساغر عیش	ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر

ساغر شراب کی جگہ ساغر عیش بولا شراب سبب ہے عیش مسبب ہے ۔

میر

بھاگے پھرے پلنگ نمر ہانپنے لگے	روکش جو ہونے کو تھے سو منھ ڈھانپنے لگے

ہانپنے سے مراد بھاگنا ہے ہانپنا بھاگنے کا سبب ہے اسی قبیل سے ہے یہ بھی جو بعض آدمی روزمرہ میں کہتے ہیں کہ "اناج برستا ہے" ظاہر ہے کہ پانی برستا ہے لیکن پانی کا برسنا سبب ہے اناج کے اُگنے کا ۔

(۳۴) سبب کو بجائے مسبب کے بولیں جیسے کہیں کہ یہ بادل خوب برسا برسنا شان سے پانی کے ہے اور بادل پانی کے برسنے کا سبب ہے ۔

شہیدی

تو شہیدی ابر سیہ سے کہ وہ شراب پیتے ہوں جس جگہ	وہیں جا برس وہیں جا برس وہیں جا برس وہیں جا برس

یا کہیں گرمیوں میں اس مکان میں سورج آجاتا ہے یعنی دھوپ آجاتی ہے سورج سبب ہے اور دھوپ مسبب ۔

ناسخ

اس قدر کھایا تری فرقت مین غم | دل ہمارا زندگی سے سیر ہے

سیر ہونا بیزار ہونے کے معنی مین ہی اور سیری غذا سے بیزاری کا سبب ہوتی ہی۔

درد

عاشق بیدل ترا یان تک تو جی سے سیر تھا | زندگی کا اسکو جو دم تھا دم شمشیر تھا

محمد بیگ شور

غضب آنکھین ستم ابرو عجب منھ کی صفائی ہی | خدا نے اپنے ہاتھون سے تری صورت بنائی ہی

ہاتھ سے مراد قدرت ہی قدرت مسبب ہی اور ہاتھ اسکا سبب۔

میر

تمکو ہے آٹھ پہر حرف و حکایت ان سے | بازو جانو ہو آنکھین چشم حمایت ان سے

بازو سے مراد مددگار ہی بازو سبب ہی مددگاری کا۔

وحید

ہے بازوے امام زمان عازم وغا | شیر آئے گا اسی طرف اے فوج اشقیا

امیر

جوانی اور پیری ایک رات اک دن کا وقفہ ہے | خمار و نشہ مین دونون کو کھویا ہاے کیا سمجھے

خمار و نشہ سے مراد غفلت ہی اور یہ غفلت کا سبب ہین۔

(۵) کسی چیز پر کسی اسم کا اطلاق باعتبار زمانہ سابق کے کرین مثال اسکی یہ ہی کہ کوئی شخص ایران کا رہنے والا عرصۂ دراز سے ہندوستان مین بود و باش رکھتا ہو اسکو ایرانی کہین چنانچہ سودا کا شاگرد اسکے حق مین کہتا ہے۔

تھا اہل ولایت سے وہ اور شاہ عالم | اسکا بجہان ہو نہ سکا کوئی گلو گیر

حالانکہ سودا نے دہلی مین پرورش پائی تھی انکے باپ مرزایان کابل سے تھے۔

اوج

اطاعت اور خداوندی کی جب نسبت ہم ٹھہری | تو اس ناچیز مشت خاک کا پھر امتحان کیون ہو

انسان کو مشت خاک سے تعبیر کیا ہی اور ظاہر ہی کہ وجود حاصل ہونے سے قبل خلق کے تھا خاک سے بنایا ہی۔

معصوم علی

تو نے برپا کیے ہین یہ افلاک | خاک کو تو نے دی یہ صورت پاک

شایان

عطا کی وہ مٹی کو عقل و تمیز	ہوئی شکل یوسف جوہر دل عزیز

(۶) کسی شے پر کسی ایسے نام کا اطلاق کرین کہ زمانہ آیندہ مین وہ نام اُس پر صادق آجائیگا جیسے کسی طالبعلم کو اس نظر سے کہ زمانہ آیندہ مین پڑھکر عالم ہوجائیگا مولوی کہین یا کسی مجرم کو جس کی نسبت سزاے موت کا حکم ہوگیا ہو متوفی کہین یا کوئی شخص ارادہ سفر کا رکھتا ہو اُسکو مسافر کہین

انیس

بیزار ہین سب ایک بھی شفقت نہین کرتا	سچ ہی کوئی مُردے سے محبت نہین کرتا

یہ قول ہی حضرت فاطمہ صغرے کا جو نہایت بیمار تھین اپنے آپکو مُردہ فرمایا ہی۔

ولہ

اب شہر مین اک دم ہی ٹھہرنا مجھے دشوار	مین پا برکاب اور ہو تم صاحب آزار

چونکہ قصد سفر تھا اس سبب سے پا برکاب فرمایا۔

(۷) ظرف کو بجائے مظروف کے استعمال کرین ظرفیت کے علاقے کی وجہ سے جیسے اس مثال مین

میرحسن

پلا ساقیا ساغر بے نظیر	پھنسی دام ہجران مین بدر منیر

ساغر سے مراد شراب ہی جو مظروف ہے۔

نظام احمد انداز

سوجھتی ہی نہین بوتل کے سوا کچھ ہمکو	لطف ہوتا ہی جو گھنگور گھٹا ہوتی ہی

بوتل سے مراد شراب ہے۔

منشی عبدالخالق خلیق دہلوی

اور قومون کو ترقی ہے تنزل انکو	لا سکے راہ پہ قندھار نہ کابل انکو

قندھار و کابل سے مُراد وہ لوگ ہین جو ان مقامون مین رہتے ہین۔

اور اسی قبیل سے ہی ہانڈی کا پکنا اور چراغ کا جلنا اور پرنالے کا چلنا اور نہر کا جاری ہونا اور ندی کا چڑھنا کیونکہ درحقیقت وہ چیز پکتی ہے جو ہانڈی کے اندر موجود ہوتی ہے اور چراغ مین تیل اور بتی جلتے ہین اور پرنالے مین پانی چلتا ہے اور نہر مین پانی جاری ہوتا ہی اور ندی کا پانی چڑھتا ہے۔

ناسخ

شب جلاتے ہین جس طرح پہ چراغ
بار یاتے ہین جس طرح پہ چراغ

میر حسن

لب نہر پر صاف جو غور کی پا
تو بڑی تھی وہ ایک بلور کی
گرے اُس مین فوارے چھٹتے ہوے
ہوا بیچ موتی سے لٹتے ہوے

پریم ناتھ رام

خون آنکھون سے نکلتا ہی رہا
دل کا فوارہ اُچھلتا ہی رہا

میر

آہ سحر نے سوزش دل کو مٹا دیا
اُس باد نے ہمین تو دیا سا بجھا دیا

مولوی عبد الحلیم شرر اپنے ایک مضمون مین لکھتے ہین "اُسکی کامیابیان زمانے کو چونکا چونکا کر بتانے لگین کہ انسان کا حوصلہ ان چھوٹے اور کمزور ہاتھ پیرون پر ترقی دینے سے کس درجہ وسیع ہو سکتا ہے" مطلب یہ ہی کہ اہل زمانہ کی جگہ زمانے کا استعمال کیا ہی یعنی اُسکی کامیابیان اہل زمانہ کو الخ۔

برکھا رت

ندی نالے چڑھے ہوے ہین
تیرا کون کے دل بڑھے ہوے ہین

میر

جیسے دریا اُبلتے دیکھے ہین
یان سویر نالے چلتے دیکھے ہین

مولوی محمد اسمٰعیل

قطرون ہی سے ہو گی نہر جاری
چل نکلینگی کشتیان تمھاری
وان سے چشمے بہت اُبل نکلے
ولہ ندی نالے ہزار چل نکلے

(۸) مظروف کو بجائے ظرف کے بولین جیسے۔

غلام مرتضیٰ جنون

تری چشم مست سے ساقیا یہ سیاہ مست جنون ہوا
کہ مے دو آتشہ طاق پر جو دھری تھی یون ہی دھری رہی

ظاہر ہے کہ شراب طاق مین نہین رکھی جاتی بلکہ اُس کا ظرف رکھا جاتا ہے پس ظرف مقصود ہے اور شراب مظروف ہے

آتش

گئے بتخانہ پو جا کو کیا طوف حرم ہم نے
اُٹھائی تیری خاطر خاک کن کن رہگذارون مین

بتخانے سے مراد محبت ہی۔

(۹) علاقہ آلہ اور واسطہ ہونے کا ہو یعنی آلہ اور واسطہ کسی شے کا مذکور کرین اور اُس سے خود وہی شے مراد ہو جسکا یہ آلہ ہی مثال اسکی۔

رند

ترے بیان کو سُن سُن کے کانپ اُٹھا ۔۔۔ غضب یہ ہی کہ سمجھا نہین زبان صیاد

زبان آلہ سخن ہی اور بیان خود سخن اور بولی مراد ہی یعنی میری بولی نہین سمجھا۔

داغ

اُردو ہی جسکا نام ہمین جانتے ہین داغ ۔۔۔ ہندوستان مین دھوم ہماری زبان کی ہی

رزق مل جائیگا لے سائل یہ بیجا ہی سوال ۔۔۔ اسیر دیکھے بے شیر طفل بے زبان ہوتا نہین

ایسے ہی خوشنویس کو خوش قلم کہنا تعریف اسکی تحریر کی مقصود ہی اور قلم آلہ ہی تحریر کا۔

میر حسن

ہوا جبکہ نو خط وہ شیرین رقم ۔۔۔ بڑھا کر لکھے سات سے نو قلم

نو قلم سے مراد نو طرح کے خط ہین۔

(۱۰) جو نام مقید کے لیے موضوع ہی اُسے مطلق کے لیے استعمال کرین مثلاً حرف بولین اور کلمہ مراد ہو اور منیر اپنے شعر مین شہیدون کا لفظ لایا ہے اور مراد اُس سے کشتے ہین اور شہید ایسے کشتے کو کہتے ہین جو بیگناہ یا راہ خدا مین مارا جائے۔

ہو تری محراب مین سجدہ شہیدون کا قبول ۔۔۔ طاق نسیان مین تو رکھدے زندگانی کی کتاب

ظاہر ہی کہ شہید مقید ہے اور کشتہ مطلق ہی یہ شعر حضرت علی کی تلوار کی تعریف مین ہی اور بیان غرض یہ نہین ہی کہ حضرت علی کی تلوار کے کشتے شہدا مین محسوب ہین۔

(۱۱) جو لفظ مطلق کے لیے وضع ہوا ہی اُسکو مقید پر اطلاق کرین مثلاً روز کہین اور مراد اس سے روز قیامت ہو یا کلمہ بولین اور مراد اس سے اسم یا فعل یا حرف ہو اسی قبیل سے ہی نامے پر کاغذ کا اطلاق

ناسخ

قاصد لکھے ہین اسرار محبت مین نے ۔۔۔ رکھیو اغیار کی نظرون سے تو پنہان کاغذ

(۱۲) مجاورت یعنی نزدیکی اس مین ایک قریب و نزدیک کا اطلاق دوسرے قریب و نزدیک پر ہوتا ہے جیسے صف کا لفظ عربی ہے قطار کے معنے مین اور صف ماتم مجازاً اس فرش کو

کہتے ہین جس پر اہل ماتم بیٹھتے ہین چونکہ اہل ماتم فرش سے قربت رکھتے ہین اسلیے فرش کو مجازاً صف ماتم کہتے ہین۔

خواجہ حیدر علی آتش

واقعہ دل کا جو موزون ہے تو مضمون غم ہے۔
صفحہ ہر اک مرے دیوان کا صف ماتم ہے

(۱۳) مضاف کو حذف کرکے اُسکی جگہ مضاف الیہ کو ذکر کرین جیسے۔

حالی

کیا برطرف پردہ چشم جہان سے	جگایا زمانے کو خواب گران سے

یعنی اہل زمانہ کو یا زمانے کے آدمیون کو خواب گران سے جگایا۔

(۱۴) مضاف الیہ کو حذف کرکے مضاف کو اُسکی جگہ ذکر کرتے ہین جیسے۔

برق

سنگ اصحاب ہوا صحبت انسان سے بشر
آدمی ہوکے بھی انسان تو انسان نہ ہوا

یعنی سنگ اصحاب کہف۔

فائدہ معنی مجازی کے استعمال کی دلیل کلام فصحا سے ضرور ہی اس طور پر کہ سبب کو بجائے مسبب کے یا برعکس اسکے اور ظرف کو بجائے مظروف کے یا اسکے برعکس (وقس علی ہذا) فصحا استعمال مین لاتے ہین یا نہین اور یہ ضرور نہین کہ جب کوئی خاص صورت پیش آئے اور کسی خاص موقع پر ان طریقون مین سے کسی لفظ کے معنی مجازی لیے جائین تو اس لفظ خاص کے استعمال کی نظیر بھی تلاش کرین۔

چوتھا باغ کنائے کی تصریح مین

کنایہ لغت مین پوشیدہ بات کہنے کو کہتے ہین اور علم بیان کی اصطلاح مین کنایہ اُس لفظ کو کہتے ہین جو اپنے معنے موضوع لہ مین مستعمل ہو لیکن مقصود وہ معنے نہون بلکہ ایک دوسرے معنے ہون جو ان پہلے معنی کے ملزوم ہون اور ان دوسرے معنے کا مقصود ہونا معنی موضوع لہ کے ارادہ کرسکنے

منافی نہین کیونکہ استعمال اُس لفظ کا موضوع لہ مین ہوا ہے تو ان معنی کے مقصود ہونے کے دوسرے معنے مین کوئی حرج پیدا نہوگا پس کنائے مین لازم یعنی موضوع لہ بھی مراد ہوتا ہے مگر فرق اتنا ہے کہ یہ بالعرض مراد ہوتا ہے اور دوسرے معنی جو ملزوم ہین وہ بالذات مراد ہوتے ہین کیونکہ موضوع لہ کا مراد ہونا محض اس غرض سے ہے کہ جب سُننے والے کے ذہن مین اسکی تصویر حاصل ہوجائے تو دوسرے معنی کی طرف جن سے کنایہ واقع ہوتا ہے انتقال ہوسکے جیسے۔

امیر

اس چمن مین طائر کم پر اگر مین ہون تو کیا	دُور ہے صیاد ابھی اور آشیان نزدیک ہے

کم پر اُس پرند کے معنی مین ہے جو پر تھوڑے رکھتا ہو پس کم پر سے اُسکے حقیقی معنی یعنی تھوڑے سے پر والا مقصود ہون گے تاکہ ان معنی سے ایسے معنی کی طرف انتقال کیا جائے جنکے لیے پرون کا کم ہونا لازم ہے اور وہ کم اُڑنا ہے بخلاف لفظ مجاز کے کہ اُس سے معنی موضوع لہ کا ارادہ کرنا جائز نہین کیونکہ اُسکا استعمال معنی غیر موضوع لہ مین ہوتا ہے پس اُس مین معنی غیر موضوع لہ بالذات مقصود ہوتے ہین اس لیے معنے موضوع لہ کا قصد کرنا اُنکے منافی ہوگا بعض کہتے ہین کہ کنایہ وہ لفظ ہے جسکے معنی حقیقی مراد نہون بلکہ معنی غیر حقیقی مراد ہون اور اگر معنی حقیقی مراد رکھین تو بھی جائز ہے جیسے کم پر سے کم اُڑنے والا مراد ہے اور اگر اس مراد کے ساتھ پرون کی مقدار کا تھوڑا ہونا مراد ہو تو بھی ہوسکتا ہے اسی قبیل سے ہے قلق کے اس شعر مین روشنی کا لفظ۔ ع

جانے دو دُور بھی کرو اُٹھ آؤ	شعلہ بولی کہ روشنی تو منگاؤ

روشنی سے مراد شمع ہے جو شمع کو لازم ہے لازم کو ذکر کرکے شمع مراد لی ہے اگر اس مراد کے ساتھ روشنی بھی مراد ہو تو ہوسکتا ہے۔

مومن

چاک پردہ سے یہ غمزے ہین تو اے پردہ نشین	ایک مین کیا کہ ابھی چاک گریبان ہونگے

چاک گریبان سے مراد عاشق دیوانہ ہے عاشق کے لیے گریبان کا چاک ہونا لازم ہے اگر اس مراد کے ساتھ گریبان کا چاک ہونا بھی مقصود ہو تو ہوسکتا ہے۔ ابن سراج مالکی نے لکھا ہے کہ کنایہ یہ ہے کہ شے کی تصریح ترک کرکے اُسکے لوازم مساوی مین سے کسی ایک کو ذکر کیا جائے تاکہ اُس سے ملزوم کی طرف ذہن منتقل ہوجائے اور لازم سے ملزوم کی طرف انتقال کرنے کی قید سے استعارہ نکل گیا اسی وجہ سے نہایۃ الایجاز مین لکھا ہے کہ کنایہ مجاز سے علیحدہ ہے اور حق یہ ہے کہ مجاز کو

کنایے کے ساتھ وہ نسبت ہی جو مفرد کو مرکب کے ساتھ ہوتی ہے۔
صاحب تلخیص المفتاح کے نزدیک مجاز اور کنایے کا بنیٰ ملزوم سے لازم کے قصد کرنے پر ہی مگر فرق اس قدر ہی کہ مجاز مین فقط لازم مراد ہوتا ہی ملزوم مراد نہین ہوتا جیسے طالبعلم کو مولوی کہنا علم کا پڑھنا فضیلت کو لازم ہے اور فضیلت ملزوم ہے یہان ذکر لازم کا بے ارادہ ملزوم کے ہی اور کنایے مین لازم مراد ہوتا ہی اگر ملزوم مراد نہین تو بھی جائز ہی جیسا کہ کم پر سے مراد کم اڑنے والا ہی اور اگر اس مراد کے ساتھ پرون کی کمی بھی مراد ہو تو بھی جائز ہی اسی طرح روشنی سے شمع اور چاک گریبان سے عاشق دیوانہ مراد ہے اگر ان مرادون کے ساتھ روشنی اور گریبان کا پھٹا ہوا ہونا مراد ہو تو بھی جائز ہے اور سکاکی صاحب مفتاح کے نزدیک مدار مجاز کا ملزوم سے لازم کی طرف ذہن کے انتقال کرنے پر ہو جیسے۔

حالی

ہم ہین نام وطن کے دیوانے	وہ تھے اہل وطن کے پروانے

پروانہ کہ عاشق کا ملزوم ہی اُس سے عاشق کی طرف انتقال کیا ہی اسی طرح۔

وحید

اُگلی ہی کہ سوجھتا نہین اندھیر آگیا	ہیبت پکارتی ہی کہ اب شیر آگیا

شیر کہ شجاع کا ملزوم ہی اُس سے شجاع کی طرف انتقال ہوتا ہی۔ اور کنایے کا مدار لازم سے ملزوم کی طرف انتقال پر ہے جیسے کم پر کے حقیقی معنی وہ پرندہ ہے جسکے پر تھوڑے سے ہون اور ان معنی سے ایک ایسے معنی کی طرف انتقال کیا جاتا ہے جسکے لیے پرون کا کم ہونا لازم ہی اور وہ کم اُڑنا ہے جو ملزوم ہی پس کم پر کا اطلاق کم اُڑنے والے پر لزوم کی رو سے ہی اور حق مذہب اول ہے اسلیے کہ لازم بحیثیت لازم ہونے کے ملزوم پر دلالت نہین کرتا ہی جائز ہی کہ ملزوم سے لازم عام ہو اور عام کی خاص پر دلالت نہین ہوتی پس جب تک لازم ملزوم سے خاص نہو اُس سے ملزوم کی طرف انتقال حاصل نہ ہوگا اور ملزوم اصل و متبوع ہے اس لیے کہ اس سے انتقال ہوتا ہے اور لازم فرع و تابع اسلیے کہ اُسکی طرف انتقال ہوتا ہی اور نوع لازم کو یہان علاقہ کہتے ہین اور اگر اصلیت و فرعیت جانبین سے ہوگی کہ ہر ایک ایک وجہ سے اصل ہوگا اور دوسری وجہ سے فرع تو طرفین سے مجاز جاری ہوگا ورنہ استعمال اصل کا فرع مین مجاز جائز ہے بدون عکس کے اول کی مثال علت و معلول ہے جیسے مالک ورخیہ بیداری شرع مین اور دوم کی

مثال سبب محض اور مسبب ہے اور لزوم سے مراد فی الجملہ انتقال ہو جیسے کل فی الجملہ جزکو لازم ہو
اسی طرح سبب فی الجملہ مسبب کو لازم ہو اسلیے کہ کبھی عام ہوتا ہو پس لزوم سے یہ مراد نہیں کہ ملزوم
سے اسکا چھوٹنا ممتنع ہو جیسا کہ اہل منطق و حکمت کی اصطلاح ہو اور کنایے مین معنی موضوع لہ کا ارادہ
باعتبار واقع کے ہے ہرچند کہ خارج مین نہو چنانچہ تنگ چشم کہین اور مراد اس سے کنجوس آدمی ہو گو کہ
شخص مذکور کی آنکھین نہون اور اگر ہون تو بڑی بڑی ہون

مرزا محمد تقی خان ہوس

نہین ہوس رقت جوش مستی قد خمیدہ سے تو حیا کر	بتون کا بندہ رہے گا کب تک خدا خدا کر خدا سے ڈر کر

اس شعر مین قد خمیدہ کنایہ عالم پیری سے ہی گو قائل کا قد بظاہر سیدھا ہو۔
کنایے مین مجاز باقی نہین رہتا چنانچہ نہین کہہ سکتے کہ تنگ چشم کنجوس کے معنی مین مجازی طور پر ہو
بخلاف استعارے کے جیسے مرد بہادر کو شیر کہتے ہین تو کہنے والے کو شیر کے اصلی معنی کہ حیوان درندہ
ہے ہرگز ملحوظ نہین ہوتے پس استعارہ مجاز کی ایک قسم ہوگا اور کنایہ اُس سے مباین باوجودیکہ یہ بھی
در اصل مجاز کی ایک نوع ہو نوعیت کنایے کی تو مجاز کے اس معنی عام کے اعتبار سے ہو جسکا وجود خارج مین نہین اور
اسکی مغائرت اسکی جنس کے ساتھ باعتبار مجازات مقیدہ کے ہو جیسے انسان باعتبار حیوان کے جسکو
وجود ظاہر خارجی حاصل نہین نوعیت رکھتا ہو اور باعتبار حیوان مقید کے جیسے گھوڑا اور شیر وغیرہ مین
مغائرت رکھتا ہو۔
بہرصورت کنایے اور مجاز مین دو طرح سے فرق ہو ایک تو یہ کہ کنایے مین لازم یعنی معنی غیر حقیقی
مراد رکھتے ہین اور اگر ملزوم یعنی معنی حقیقی مراد رکھین تو بھی جائز ہو اور مجاز مین فقط لازم مراد ہوتا ہے
دوسرا فرق یہ ہو کہ مجاز مین معنی حقیقی اور غیر حقیقی مین کوئی قرینہ بھی پایا جاتا ہو اور کنایے مین قرینہ
نہین علی العموم کنایے کی تین قسمین ہین۔
ایک یہ کہ کنایے مین صفت سے موصوف کی ذات مطلوب ہو اور صفت سے مراد وہ معنی ہین
جو غیر کے ساتھ قائم ہون نہ وہ صفت جو اہل نحو کی اصطلاح ہو اور وہ ایک تابع ہو جو اُن معنے پر دلالت
کرتا ہے جو متبوع کی ذات مین ہون مثلاً چالاک گھوڑا پس لفظ چالاک تابع ہے جو اپنے متبوع کی
چالاکی پر دلالت کرتا ہو اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین۔
(۱) صفت کو جو کسی موصوف معین سے خصوصیت رکھتی ہو ذکر کرین اور مراد اس سے
موصوف ہو اسکو **کنایہ قریب** کہتے ہین اسلیے کہ بسبب ایک ہونے صفت کے انتقال موصوف

تک دشوار نہیں ہونا چاہیے۔

گویا

رقص سے بس ہے اسی کا نام رقص	لوئی گردواج تنگ ہے وجد مین

لوئی فلک سے مراد زہرہ ہے۔

انشا

کہ نافہ شاہد حی کا کھڑا اجاڑ مین ہے	صبا یہ جاکے تو کہد یجو بید مجنون سے

شاہد حی کنایہ لیلی سے ہے۔

منیر

دیو سیہ ہو گیا شاہد پروین پرن ٹو	چاہ سیہ مین گرا یوسف زرین قبا

چاہ سیاہ کنایہ ظلمت سے اور یوسف زرین قبا آفتاب سے اور دیو سیہ شب سے۔

ولہ

زینت فانوس سبز شمع مرصع لگن	خیمۂ زرباف مین لیلی مشکین لباس

خیمۂ زرباف کنایہ آسمان سے اور لیلی مشکین لباس شب سے اور فانوس سبز آسمان سے اور شمع مرصع لگن آفتاب سے۔

ناسخ

کیون نہ نوروز کو دن رات برابر ہو جائے	زیب و رنگ ہوا ہی شہ عادل ناسخ

شہ عادل کنایہ آفتاب سے ہے کیونکہ آفتاب اُس دن برج حمل مین تحویل کرتا ہی اور یہی اُسکی تخت نشینی ہے۔

انیس

اس ناز سے رکھتا ہی نہین پانوٗن زمین پر	ہے دوش محمدؐ کا مکین خانۂ زین پر

دوش محمد کا مکین حضرت امام حسینؑ سے کنایہ ہی کیونکہ وہ آنحضرتؐ کے دوش مبارک پر چڑھا کرتے تھے۔

ولہ

گردش جو دی تو سب تہ و بالا ہو جہان	اُٹھا جو ہاتھ کانپ گیا شیر آسمان

شیر آسمان برج اسد سے کنایہ ہی۔

ولہ

دیکھے تو غش کرے ارنی گوے اوج طور	وہ صبح اور وہ چھانون ستارون کی اور وہ نور

ارنی گوے اوج طور سے مراد حضرت موسیٰ ہین۔

مومن

خون کے میرے ارادے سے ہوا ذابح سعد
قتل پر میرے کمر باندھے ہے شکل جبار

سعد ذابح سے قمر کی بائیسوین منزل مراد ہی اور وہ دو ستارے ہین کہ ستارہ جدی کے دونون سینگون پر واقع ہین اُن مین سے ایک کے پاس ایک چھوٹا سا تارا ہی اس ستارے کو شاۃ سعد یعنے سعد کی بھیڑ کہتے ہین وجہ اسکی یہ ہی کہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ گویا یہ سعد اُس چھوٹے تارے کو ذبح کرتا ہی اور یہی سبب ہی اُس کے سعد ذابح کہلانے کا۔

داغ

غیرتِ ماہ کہے خسرو انجم مجھکو
نام کو داغ ہون کیا جانتے ہو تم مجھکو

خسرو انجم کنایہ ہی سورج ہے۔

مومن

وہ قہرمان فلک توسن و نجوم حشم
کہ ترک چرخ غلام اُس کا مہر چاکر ہے

ترک چرخ کنایہ مریخ سے ہے۔

امیر

جس طرف دیکھو زر گل باغ مین انبار ہے
شکل فوارہ اُگلتی ہی زمین گنج نہان

زمین کا گنج نہان کنایہ ہی نباتات سے۔

قلق

نظر آتا تھا عالم بالا
وہ فلک سیر تھی کہ عرش نما

فلک سیر کنایہ بھنگ سے ہے۔

انشا

مرغان اولی اجنحہ مانند کبوتر
کرتے ہین سدا عجز سے غون غون ترے آگے

مرغانِ اولی اجنحہ کنایہ فرشتون سے ہی کیونکہ اُنکے دو یا تین یا چار بازو اور پر ہوتے ہین جیسا کہ اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔

ولہ

جب تلک چرخ کہن شکل گور زمین رہے
صاحب شرق مین جبتک ہی کہ جبرل کی چلین

صاحب شرق کنایہ ہے سورج سے۔

ذوق

طلسم طرفہ ترآنسو نے میرے مرد مان باندھا	گرہ ہر اک اِک گرہ میں حاصل صد بحر و کان باندھا

وہ چیز کہ بحر و کان کا حاصل ہے زر و جواہر ہے۔

مثنوی پدماوت

ستشہ زرین کلاہ چرخ چارم	ہوا اور دلق فزائے تخت عالم

مراد اس سے سورج ہے کیونکہ وہ آسمان چہارم پر رہتا ہے۔

ناسخ

ساقی بغیر شب جو پیا آب آتشین	شعلہ وہ بن کے میرے دہن سے نکل گیا

آب آتشین کنایہ شراب سے ہے۔

ولہ

لادون اسکی پشت پر اپنا اگر بار گناہ	ہے یقین ہر گز نہ گاؤ آسمان سے اٹھ سکے

گاؤ آسمان کنایہ برج ثور سے ہے۔

غالب

کیون رد قدح کرے ہے ساقی	مے ہے یہ مگس کی قے نہین ہے

مگس کی قے کنایہ شہد سے ہے۔

(۳) کئی صفتین ایسی ہین بلکہ سب کی سب ایک موصوف کے ساتھ مختص ہون اگرچہ الگ الگ اور چیزون مین بھی پائی جاتی ہون پس ایسی تمام صفات کا مجموعہ بول کر اُن سے وہ موصوف معین مراد لیا جائے اسکو کنایہ بعید کہتے ہین اسلیے کہ کئی صفات سے موصوف کی طرف انتقال سہولت سے نہین ہو سکتا اور موصوف مشکل سے سمجھ مین آتا ہے جیسے۔

شباب

ساقی نے آج چیز کچھ ایسی کری عطا	جس سے کہ اپنا رنگ طبیعت بدل گیا
آنکھین تو سرخ اور معطر ہوا دماغ	بگڑا ہوا مزہ بھی تو منھ کا سنبھل گیا

ان تمام صفات کے مجموعے سے شراب مقصود ہے۔

ساقی وہ دے ہمین کہ ہون جسکے سبب بہم	محفل مین آب و آتش و خورشید ایک جائے

ظاہر ہی کہ یہ ساری صفات شراب مین ہین کیونکہ شراب خود پانی ہی اور باعتبار سُرخی رنگ اور گرمی کے آتش ہی اور باعتبار روشنی کے اور پیالے مین شکل مدور پکڑنے کے آفتاب سے مشابہت رکھتی ہے۔

غالب

صبح آیا جانبِ مشرق نظر	اِک نگارِ آتشین رُخ سر کھلا

اِن تمام صفات سے سُورج مقصود ہی کیونکہ اُس مین یہ چارون صفات موجود ہین مشرق کی طرف سے طلوع ہوتا ہے اور خوبصورت بھی ہی اور اسکے رُخ مین سُرخی اور گرمی بھی ہی اور وہ کھلا ہوا بھی ہی

مفتون

بند شیشے مین جو ہے یہ لال لال	اس پری کو قید خانے سے نکال

ان صفات سے شراب مقصود ہے کیونکہ وہ شیشے مین بند بھی ہوتی ہی اور سُرخ بھی ہوتی ہی۔

دوسری قسم یہ کہ کنایے سے فقط صفت مقصود ہو اس طرح کہ ایک صفت ذکر کی جائے اور اُس سے ایک اور صفت مراد لیجائے اور اُسکی بھی دو قسمین ہین۔

(۱) **قریب** کہ اُس مین لازم اور ملزوم مین کوئی واسطہ نہو اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین۔

الف وہ کہ کنایہ اس مین واضح ہو اس طرح کہ لازم سے ملزوم تک ذہن بے تامل پہونچ جائے جیسے سفید ریش اور موے سفید سے پیری کا سمجھنا۔

مومن

مو سفیدی کے قریب اور ہی غفلت مومن	نیند آتی ہے بآرام مگر آخر شب

پنڈت برج نرائن

مٹے نہ بات کہین تم یہ چھٹنے والو کی	تمھارے ہاتھ ہی شرم ان سفید بالو کی

میر

دامن مین آج میر کے داغ شراب ہے	تھا اعتماد ہمکو بہت اس جوان پر

داغ شراب کنایہ ہی شراب خواری و رندی سے اور دامن مین داغ شراب ہونے سے شراب خواری و رندی تک ذہن فوراً پہونچ جاتا ہے۔

ولہ

اے ہمصفیر بے گل کس کو دماغ نالہ	مدت ہوئی ہماری منقار زیر پر ہے

منقار زیر پر ہونا کنایہ ہے خاموشی سے اور یہ امر واضح ہے۔

انیس

راحت نہ ملی بادشہ جن و بشر کو | ہر اک نے کسا قتل محمدؐ پہ کمر کو

کمر کسنا کنایہ ہی مستعد قتل ہونے سے۔

محشر

جن نے یون عرصۂ ہستی کو کیا محشر تنگ | وہ کمر کستا ہے کچھ تو بھی بیان سمجھے ہے

ولہ

مرے غبار سے دامن کشیدہ جاتا ہی | ہوا ہون خاک مین جس شہسوار کی خاطر

دامن کشیدہ جانا کنایہ ہی محترز جانے سے۔

انیس

دل دشمنون کے خنجر ابرو سے کٹ گئے | الٹی جو آستین تو پرے سب الٹ گئے

آستین الٹنا بمعنی خشم و غضب مین ہونا ہی اور پرے الٹنا بمعنی پیچھے ہٹ جانا اور بھاگنے لگنا ہے۔

شیخ عبد الغنی غنی

پڑتی ہے نظر خس پہ دم چشم پریدن | یان ہمنے پر کاہ بھی بیکار نہ پایا

خس پہ نظر پڑنے سے مراد یہ ہی کہ اُسکی احتیاج واقع ہوتی ہے۔

داغ

دامن سنبھال باندھ کمر آستین چڑھا | خنجر نکال دل مین اگر امتحان کی ہے

پہلے مصرع مین تینون الفاظ مستعد ہوجانے کا فائدہ بخشتے ہین۔

جرأت

آستین اُسنے چڑھائی تیغ کو عریان کیا | یہ ہمارے قتل کا سامان ہوا اچھا ہوا

میر

تمکو ہمسے آگ لگی ہی روتے ہین تو ہنستے ہو | اُسنے کمر کو کھول رکھا ہی اپنی کمر تم کستے ہو

مومن

جبین با بر رد ہوئی سماجت سے | سر گرانی بڑھی لجاجت سے

جبین بابرو ہونا کنایہ ہی آزردگی و غضبناکی سے۔

ولہ

موے سر سے شام غربت روسفید	ظلمت شبہاے ہجران روز عید

روز سفیدی کنایہ ہی شرمندگی سے۔

الٰہی بخش خان معروف

کی ٹک اک آب دم شمشیر قاتل نے کمی	ورنہ پیمانہ ہماری عمر کا لبریز تھا

عمر کا پیمانہ لبریز ہونا کنایہ ہی مرنے کے قریب پہونچ جانے سے۔

میر

شکر خدا کہ سر نہ فرو لاے ہم کہین	کیا جانے سجدہ کہتے ہین کس کو سلام کیا

سر فرو لانا کنایہ عاجزی کرنے سے ہی۔

ولہ

گر نقشہ اک دور سے مجھ داغ کو	آنکھ نیچی کر گیا گل باغ مین

آنکھ نیچی کرنا کنایہ ہی شرمندگی سے۔

ناسخ

باندھون ایسے مضمون رنگین غربت مین نہین ہے اور کچھ رنج	سنکر ہو عدو مرا سخن زرد کرتا ہے مجھے غم وطن زرد

پہلے شعر مین زرد ہونا کنایہ شرمندہ ہونے سے ہی اور دوسرے شعر مین زرد کرنا کنایہ بیمار و نزار کرنے سے ہے۔

شرر ساکن جلیسر

مین اک تکلیف دینے کی غرض سے آج آیا تھا	اگر اب کیا کہون صندل لگا ہی آپکے سر مین

صندل لگا ہونا کنایہ ہی درد سر ہونے سے۔

بقا

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین	اُسکا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

آئینہ دیکھکر اللہ رے مین کہنا کمال غرور پر دلالت کرتا ہے۔

حسرت

پیون کیا جام مے اغیار بھی بیٹھے ہین مجلس مین	مری آنکھون مین انکو دیکھتے ہی خون اُتر آیا

آنکھون مین خون کا اُتر آنا کنایہ ہو غصہ آجانے سے۔ یہ تمام اُمور نہایت واضح ہین۔

(ب) وہ کہ کنایہ اُس مین خفی ہو یعنی ذہن ملزوم تک تامل کے بعد پہونچے جیسے کوتاہ گردن اور کرنجی آنکھون والا دونون سے شریر مراد ہو اور لمبے قد والا اس سے مراد احمق ہو کیونکہ کہتے ہین کہ جسکی گردن کوتاہ ہو یا جسکی آنکھین کرنجی ہون وہ آدمی شریر ہوتا ہو اور جس کا قد لمبا ہو وہ احمق ہوتا ہے اور یہ ہر اک کو نہین معلوم ہوتا لیکن ان مثالون مین تمنا یہ بھی شرط ہے کہ معنی حقیقی بھی پائے جاتے ہون اگرچہ کنایے مین یہ بات لازم نہین۔

ترانۂ شوق

ہونٹون پہ تھے دانت سر پہ تھے ہاتھ ‌‌ ‌ سر سے جو ہٹے جگر پہ تھے ہاتھ

دانتون کا ہونٹون پہ ہونا اور سر و جگر پر ہاتھ کا ہونا کنایہ ہو کمال مغموم ہونے سے اور یہ اُمور تامل کے بعد معلوم ہوتے ہین اور ایسے موقعون پر معنی حقیقی بھی پائے جاتے ہین کیونکہ غم و فکر کی حالت مین اکثر دانتون سے ہونٹ کو کاٹنے لگتے ہین اور ہاتھ سے سر اور جگر کو پکڑ لیتے ہین۔

شباب

بس اس سے تو ناصحا سمجھ لے وہ ہو گا کیا اور حُسن اُس کا ‌ ‌ فرنگ کے مہ جبین بھی اُسکے ہی مُنھ پہ جب چاند دیکھتے ہین

مراد یہ ہو کہ فرنگ کے مہ جبین اُسکو بہت ہی گرامی جانتے ہین اسلیے کہ چاند ایسے شخص کے مُنھ پر دیکھتے ہین جسکو بہت ہی گرامی جانتے ہون۔

برکھا رت

لاہور مین شب ہوئی تھی لیکن ‌ ‌ کشمیر مین پہونچے جب ہوا دن

لاہور مین شب ہونا کنایہ ہو اس سے کہ رات کو گرمی تھی کیونکہ لاہور مین سخت گرمی پڑتی ہو اور کشمیر مین دن ہونا کنایہ ہو دن مین سخت سردی ہو جانے سے کیونکہ کشمیر مین سردی زیادہ ہوتی ہے۔

انیس

مطبخ ہو سرد آگ کا اُس مین نہین ہو نام ‌ ‌ بچے ہوائے گرم سے بیتاب ہین تمام

مطبخ کا سرد ہونا کنایہ ہو سب کے فاقے سے رہنے سے۔

محمد روشن جوشش

سفید ہو گئین آنکھین ہوا گریبان سُرخ ‌ ‌ ہمین تو رونے نے آخر یہ رنگ دکھلایا

آنکھین سفید ہو جانا کنایہ ہو اندھا ہو جانے سے اسلیے کہ جب آنکھون پر جالا آجاتا ہے تو سفید

ہو جاتی ہین اور اس وجہ سے آدمی کو کچھ نظر نہین آتا اور گریبان سرخ ہو جانا کنایہ ہی اشک خونین کے زیادہ بہانے سے ۔

انشا

بنی آدم کی ٹولی کی ٹولی ۔۔ بیٹھی بولے ہے شیر کی بولی

شیر کی بولی بولنا کنایہ ہی قے کرنے سے جب قے کرتے ہین تو حلق سے زور زور سے آواز رک رک کر نکلتی ہے ۔

دبیر

کشتون کو اپنے فوج عدو روندنے لگی ۔۔ جنگل مین برق قہر خدا کوندنے لگی

کشتون کو روندنا کنایہ ہی لڑائی مین شکست پانے سے کیونکہ جب آگے بڑھی ہوئی فوج پیچھے ہٹتی ہی تو اس فوج کے مقتول و زخمی جو پیچھے پڑے ہوتے ہین اسکے قدمون سے کچلنے لگتے ہین ۔

نعیم

جب دیکھتا ہون اس بت خونخوار کیطرف ۔۔ وہ دیکھتا ہے جمدھر و تلوار کی طرف

جمدھر و تلوار کی طرف دیکھنا کنایہ ہی قتل کرنے کے ارادے سے ۔

(۲) بعید یہ ہی کہ لازم و ملزوم مین کچھ واسطہ ہو یعنی اس طرح ہو کہ لازم سے اول کچھ اور چیز سمجھین اور بعد اسکے ملزوم اس امر کا نام **ارداف** ہے مثلاً سخی کو کہین کہ اسکے باورچی خانے سے بہت راکھ نکلتی ہے اس مثال مین ملزوم تک واسطے بہت ہین اس سبب سے کہ بہت راکھ بہت لکڑی جلنے سے ہوتی ہے اور لکڑیون کا بہت جلنا بہت کھانا پکنے سے ہوتا ہی اور بہت کھانا پکنا مہمانون کی زیادتی پر موقوف ہی اور مہمانون کی زیادتی سخاوت پر دلالت کرتی ہے یا کسی کی نسبت کہین کہ اسکے باورچیون پر بہت محنت رہتی ہی پس باورچیون پر بہت محنت کا ہونا جب ہوتا ہی کہ ان کو کام زیادہ کرنا پڑے اور یہ امر اس بات کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہی کہ باورچیخانے مین کھانا زیادہ پکتا ہی اور کھانے کا زیادہ پکنا بہت سے مہمانون کے واسطے ہوتا ہی اسی قبیل سے ہی ۔

شباب

کیا ہو بیان داد و دہش ایسے شخص کا ۔۔ بندھوا آتا ہو جو توڑون کا منھ کچے سوت سے

توڑون کا منھ کچے سوت سے بندھوانا کنایہ ہی اہتمام سخاوت مین نہایت تعجیل سے اور اس جگہ انتقال توڑون کا منھ کچے سوت سے بندھوانے سے اس بات کی طرف ہی کہ توڑون کے منھ کا بند

مضبوط نہین ہونا اور اس سے انتقال ہوتا ہے اس بات کی طرف کہ توڑون کا مُنھ جلدی کھل جاتا ہے اور اس سے انتقال جلدی بخشنے کی طرف ہوتا ہے۔

سودا

تیرا ہی اب بروے زمین ای فلک جناب ۔۔۔ بے قفل و بے کلید در فیض ہے مدام

بے قفل و بے کلید در فیض کا ہونا کنایہ ہی فیض مین اہتمام اور تعجیل سے یہان انتقال در کے بے قفل و بے کلید ہونے سے دروازے کے بند نہونے کی طرف ہوتا ہی اور اس سے انتقال در فیض مین جلدی پہونچ جانے کی طرف ہوتا ہی اور اُس سے جلدی فیضیاب ہونے کی طرف انتقال ہوتا ہی۔

ولہ

وہ اُس کا خوان نعم ہی کہ جس کے مطبخ مین ۔۔۔ صدا کھڑکنے کی ہی دیگ کے صدا کے عام ہا

دیگ کے کھڑکنے کی صدا کا عام ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اُسکے مطبخ مین بے روک ٹوک ہر آدمی کھانا کھا سکتا ہی یہان دیگ کے کھڑکنے کی صدا کے عام ہونے سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ اُس کے باورچیخانے مین چولھون پر دیگین ہمیشہ چڑھی رہتی ہین اور دیگون کا چولھون پر ہمیشہ چڑھے رہنا بہت کھانا پکنے کی وجہ سے ہوتا ہی اور بہت کھانا پکنا کھانا کھانے والون کی زیادتی پر موقوف ہی اور یہان کھانا کھانے والون مین کسی خاص آدمی کی قید نہین بلکہ جو چاہتا ہی کھاتا ہی اور یہ انتہاے سخاوت پر دلیل ہے۔

حالی

بند اس قفل مین ہے علم ان کا ۔۔۔ جس کی کُنجی کا کچھ نہین ہے پتا

نامعلوم کنجی کے قفل مین علم کا بند ہونا کنایہ ہی علم سے فائدہ نہ پہونچ سکنے سے اور اس جگہہ علم کے قفل کی کُنجی کا پتہ نہونے سے اس بات کی طرف انتقال ہوتا ہی کہ وہ قفل کھل نہین سکتا اور اس سے انتقال اس امر کی طرف ہوتا ہی کہ علم جو مقفل ہی اُس تک رسائی ممکن نہین اور اس سے انتقال اس امر کی طرف ہوتا ہی کہ اُس علم سے کوئی نفع نہین اٹھا سکتا۔

انیس

مطبخ ہی سرد آگ کا اُس مین نہین ہی نام ۔۔۔ بچے ہواے گرم سے بیتاب ہین تمام

پہلا مصرع کنایہ ہی اس بات کی طرف کہ سب فاقے سے ہین کسی کو کھانا نہین ملا ہی یہان انتقال مطبخ کے سرد ہونے اور اُس مین آگ کا نام نہونے سے اس بات کی طرف ہوتا ہی کہ باورچیخانے مین ایندھن

بالکل نہین جلا ہو اور اُس سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہو کہ پکنے کے لیے چولھون پر کوئی چیز نہین رکھی گئی ہو اور کسی چیز کے نہ پکنے سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہو کہ سب فاقے سے ہین لیس کمی و بیشی وسائط کی وجہ سے مقصود پر دلالت مختلف ہو جاتی ہو اگر وسائط کم ہون تو دلالت واضح ہوتی ہے اور جو زیادہ ہون تو خفی ہوتی ہے۔

تیسری قسم یہ کہ کنایے سے کسی صفت کا اثبات یا نفی کسی موصوف کے واسطے مقصود ہو۔

اثبات کی مثال یہ ہو کہین کہ "فقیر کا جامہ شیر کا ہو" یعنی فقیرون مین صفت شیر کی ہو اور یہ قدرت سے خالی نہین ہوتے یا جس وقت کوئی شخص کسی کی کمال حمایت اور رعایت کرے کہ ہر کلام اُسی کی بھلائی مین کہتا ہو تو کہین کہ یہ تو "اُسی کا جامہ پہنے ہوے ہو" ایسے ہی تاریخ ہندوستان مؤلفہ مولوی ذکاء اللہ کی یہ عبارت ہے:۔ "حافظ رحمت خان شجاع الدولہ کی خدائی کا بے ایمان جانتا تھا اگر وہ قرآن کا جامہ پہن کر آتا تو بھی اُسے جھوٹا جانتا" قرآن کا جامہ پہن کر آنے سے مراد یہ ہو کہ صفت اتقا و پرہیزگاری سے متصف ہو کر آتا۔

میر

مت مانیو کہ ہو گا یہ بے درد اہل دین — گر آوے شیخ پہن کے جامہ قرآن کا

اسی قبیل سے ہو ترجمہ تاریخ فرخ آباد کی یہ عبارت:۔

"بہادر خان چونکہ شجاعت کے باعث سب روہیلہ سردارون مین نمود رکھتا تھا بول اٹھا پھر کیا لے سردار دستار کے عوض زنانہ برقع کیون نہین پہن لیتے" زنانہ برقع پہن لینے سے مراد نامردی کا ثابت کرنا ہو

امانت

بتون کا نہ کلمہ پڑھا دوستو — امانت یہ فضل خدا ہو گیا

مثنوی سعدین

کلمہ اپنا ہی یہ پڑھا کے رہے — بول بالا مرا گھٹا کے رہے

اپنا کلمہ پڑھانا یعنی اپنا مطیع و منقاد کر لینا۔

عشق کے ہین مقام سخت کڑے — ولہ — تجھکو بھرنے پڑینگے کچے گھڑے

کچے گھڑے بھرنا کنایہ ہو محال کام کرنے سے کیونکہ کچے گھڑے مین پانی ٹھہر ہی نہین سکتا۔

حالی

کہا در ہو یہ بھی اگر بند اُس پر — تو کہا اُسپہ بجلی کا گرنا ہے بہتر

یعنی اُس کو مرجانا چاہیئے۔

سودا

روے نامحرم سے بہتر چشم کور ــ پر نہ دکھلائے خدا جز روے گور

یعنی مرجائے۔

میر

اب کے جنون مین فاصلہ شاید نہ کچھ رہے ــ دامن کے چاک اور گریبان کے چاک مین

دونون چاکون مین فاصلہ نہ رہنے سے مراد یہ ہو کہ گریبان بہت پھٹ جائے۔

نفی کی مثال۔ جیسے اس فقرے مین کتاب توبۃ النصوح مصنفہ مولوی نذیر احمد دہلوی کی بڑے بھائی نے کہا "کہین گھر بھر نے متوالی کو دون تو نہین کھالی" یہ کنایہ اس امر کی طرف ہو کہ کسی مین عقل نہین رہی اسلیے کہ جب سب متوالی کو دون کھالین گے تو سب کو نشہ حاصل ہوگا اور نشے سے سب کی عقل زائل ہو جائے گی۔

حالی

غرض عیب کیجے بیان اپنے کیا کیا ــ کہ بگڑا ہوا یان ہے آوے کا آوا

آوے کا آوا بگڑا ہونے سے مراد یہ ہو کہ سب ایک ہی طرح کے ہین کسی کو تمیز و سلیقہ نہین یا کہا نہین مانتے سب نالائق ہین۔

انوار حسین تسلیم

باتین ایسی نکر تو اوٹ پٹانگ ــ کہ کہین لوگ اسنے کھائی بھانگ

بھانگ کھانا ایسے محل مین کہتے ہین کہ کوئی امر نامعقول کا مرتکب ہو اور اسکی قباحت اُس کے ذہن مین نہ آئے کیونکہ جب بھنگ پیئے گا تو اُس سے نشہ حاصل ہوگا اور نشے سے عقل زائل ہو جائیگی۔

آزاد آب حیات مین لکھتے ہین:۔

"مگر اس حمام مین سب ننگے تھے ان کے ہان بھی سواے شہدپن کے دوسری بات نہین۔" اس حمام مین سب ننگے تھے کنایہ اس امر سے ہو کہ کسی مین تہذیب نہ تھی۔

بیان تعریض

اگر کنایے مین موصوف مذکور نہو تو اُسکو **تعریض** کہتے ہین طراز مین یحیی بن حمزہ بن علی نے لکھا ہے کہ تعریض یہ ہے کہ لفظ شے پر طریق مفہوم سے دلالت کرے نہ وضع حقیقی یا وضع مجازی کے طور پر جیسے کوئی

شخص پڑھے اور اُس پر عمل نہ کرے اُس وقت کہین "علم وہ ہی جو علم پر عمل کرے" اور مراد یہ ہو کہ شخص معلوم عالم نہین یا جیسے کوئی بادشاہ رعیت پر ظلم کرے تو کہین "بادشاہی اُسکو زیبا ہی جو رعیت کو آرام رکھے" مطلب یہ ہو کہ فلان بادشاہی کے لائق نہین یا کسی پر طعنہ زنی کے واسطے کہین کہ "اس زمانے کے یار آشنا کُش ہین" یعنی شخص معلوم ایسا ہے۔

بھرت رام چندر جی کا سوتیلا بھائی تھا جب کہ اُنکے باپ نے اُنکو اپنی جگہہ مسند نشین کرنا چاہا تو اُن کی سوتیلی ماں کی کنیز نے جسکا منتھرا نام تھا اپنی بی بی سے جا کر یون کہا۔

خوشتر

زمانے مین یہ روشن ہے سبھون پر	کہ دشمن ہو برادر کا برادر
خصوصاً جبکہ ہووے بادشاہی	مقرر ہو برادر پر تباہی

مطلب یہ ہی کہ رام چندر جی بھرت کے دشمن ہین اور جبکہ اُنکو بادشاہی ہو گی تو بھرت پر تباہی آویگی

انوار حسین تسلیم

یہ تو سچ ہے کہ پارسا ہے تو	کندی پر چھوٹی تھی مری خوشبو
تھی چھیڑی چوبدار کی مجھپر	تھی سواری سوار کی مجھپر
سدھور نگر پہ میرے آتا تھا	نئی رنگت کے جوڑے لاتا تھا
کنگھی والون نے شانے توڑے مرے	ہاتھ منہار نے مروڑے مرے
دی جلا مجھکو سان والے نے	جھنڈا گاڑا نشان والے نے
نوتی کا مجھی کو تھا سودا	دل تھا اس کی ٹکور پہ شیدا
مین کنواری کبڈی کھیلتی تھی	ڈنڈ لڑکون مین مین ہی بیلتی تھی

ان تمام اشعار مین موصوف مذکور نہین اور وہ مخاطب ہی بطور تعریض کے متکلم نے اپنی ذات کو ذکر کیا ہے

داغ

ہمین بدنام ہین جھوٹے بھی ہین ہین بیشک	ہم ستم کرتے ہین اور آپ کرم کرتے ہین

یعنی آپ ہی بدنام ہین اور آپ ہی جھوٹے ہین اور آپ ہی ستم بھی کرتے ہین۔

قلق

وہ ظلم کرتے ہین ہم پر تو لوگ کہتے ہین	خدا بُرون سے نہ ڈالے معاملہ دل کا

مطلب یہ ہی کہ لوگ اُنکو بُرا جانتے ہین اور کہتے ہین کہ خدا اُن سے معاملہ نہ ڈالے۔

ظفر

مرجائیے یا کچھ ہو کسے دھیان کسی کا | دنیا مین نہین کوئی مری جان کسی کا

یعنی تم ہمارے نہین ہو اور تمھین ہمارا دھیان نہین۔

ولہ

سوجھے ہی مجھے رونے سے دن رات کہ اک دن | گھر دینگے ڈبو دیدۂ گریان کسی کا٭

یعنی میرا گھر ڈبو دینگے۔

خورشید

انگیا جو مسک گئی تو بولے | آنکھین پھوٹین جو دیکھتا ہو

یعنی جو تو دیکھتا ہو تو آنکھین پھوٹین۔

ناسخ

ناسخ نہین ہے کام مجھے عمرو بکر سے | بس جانتا ہون بعد نبیؐ بوتراب کو

یعنی مجھکو اصحاب ثلثہ سے کوئی غرض نہین۔

غالب

روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیہ | سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے٭

یعنی روے سخن ذوق کی طرف ہو تو روسیہ غالب نے جب سہرے مین یہ مقطع کہا۔ ع

ہم سخن فہم ہین غالب کے طرفدار نہین | دیکھین اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

تو بہادر شاہ کو یہ خیال ہوا کہ اس مین ہم پر چشمک ہو کہ ہمنے جو شیخ ابراہیم ذوق کو اُستاد اور ملک الشعرا بنایا ہو یہ سخن فہمی سے بعید ہو بلکہ طرفداری ہو مرزا نے بادشاہ کا یہ خیال دُور کرنے کے لیے ایسا کہا ہو۔

رسوا

ہے زندگی کا لطف تب اے خضر خوش اوقات | جب ہاتھ مین ساقی کے صراحی ہو سبو ہو٭

یعنی تمکو زندگی کا لطف نہین کیونکہ تمھارے پاس یہ چیزین نہین۔

مومن

مین ہی تو رہا ہون کہین شب کو خوش و خرم | مین نے ہی تو کی بادہ کشی غیر سے باہم
میری ہی نظر سے تھا عیان نیند کا عالم | آتی ہو جمائی یہ جمائی مجھے ہر دم
انگڑائیان لیتا ہون یہ مین ہی تو پیہم | میری ہی تو گردن مین پڑا جائے ہو کچھ خم

میری ہی تو آنکھون مین غضب نیند بھری ہے	میری ہی جبین ہر جو یہ گھٹنے پہ دھری ہے
مین ہی تو کہین رات کو بیدار رہا ہون	مین ہی تو ہم آغوش طلبگار رہا ہون
مین ہی تو مے وصل سے سرشار رہا ہون	مین ہی تو کف غیر سے میخوار رہا ہون
ملک ہوس تازہ خریدار رہا ہون ہا	لذت دہ اوباش ہوس کار رہا ہون

بدمستیان میری ہی تو آنکھون سے عیان ہین
میرے ہی تو ہونٹون پہ یہ دانتون کے نشان ہین

بیان تلویح

اگر کنایے مین لازم سے ملزوم تک مراد لینے مین واسطے بہت ہون تو اُسکو **تلویح** کہتے ہین جیسے ٹھنڈے چولھے والا کنایہ بخیل سے ٹھنڈے چولھے کو لازم ہی کھانا نہ پکنا اور کھانا نہ پکنے کو لازم ہی کسی مہمان وغیرہ کا نہ آنا اور اُسکا خود بھوکا مرنا اور خود بھوکا رہنے اور کسی مہمان کے نہ آنے سے بخل ثابت ہوتا ہی۔

سودا

الغرض مطبخ اس گھرانے کا	رشک ہے آبدار خانے کا

مطبخ کا رشک آبدار خانہ ہونا کنایہ ہی نہایت بخل سے کیونکہ آبدار خانہ ہونے کو آگ کا نہ جلنا لازم ہی اور آگ کے نہ جلنے کو لازم ہی کھانے کا نہ پکنا اور کھانا نہ پکنے کو یہ بات لازم ہی کہ صاحب مطبخ نہ خود کچھ کھاتا ہی اور نہ دوسرون کو کھلاتا ہی اور اس سے بخل ثابت ہوتا ہی۔ اسی قبیل سے ہی یہ شعر بھی۔

ولہ

شادی پر شادی یان ہوئے ہی سدا	دستہ ہاون سے پر کبھو نہ بجا

بیان رمز

اگر کنایے مین واسطے بہت نہون لیکن تھوڑی سی پوشیدگی ہو تو اُسکو **رمز** کہتے ہین جیسے چھوٹے سر اور لمبی ڈاڑھی والا کنایہ ہے مرد احمق سے اور اُس مین لازم سے ملزوم تک بہت سے واسطے نہین ہین مگر کنایے مین تھوڑی سی پوشیدگی ہے جس کی وجہ سے ذہن کا انتقال ملزوم تک تامل کے بعد ہوتا ہے۔

مومن

بیٹھین لب آب جو پہ اک دم	پہونچائین سبو سبو پہ اک دم

سبو پہ سبو پہونچانا کنایہ ہی کثرت میخواری سے۔

حافظ عبد الرحمن خان احسان

دختِ رز سے کیا میخانے میں شب بے ندوں نے | آج تو خوب ہی چھنکے تری سوکن کے گلے

یعنی بھنگیڑ خانے میں بھنگیڑوں نے خوب سبزیاں گھونٹیں۔

انیس

خاک اُڑتی تھی منھ پہ حرم شیرِ خدا کے | تھا چین بہ جبین فرش بھی جھوکوں سے ہوا کے

فرش کا چین بہ جبین ہونا کنایہ ہے سمٹ جانے سے۔

راجہ بینی بہادر

سیاہی ہو گئی گئی دل کی آرزو نہ گئی | ہمارے جامۂ کہنہ سے مے کی بو نہ گئی

جامۂ کہنہ سے شراب کی بو کا نہ جانا کنایہ ہے اس سے کہ بڑھاپے تک مے خواری کرتے رہے۔

بیان ایما و اشارہ

اگر کنایے میں واسطوں کی کثرت نہو اور کچھ پوشیدگی بھی نہو تو اُسکو ایما و اشارہ کہتے ہیں جیسے سفید ریش کے لفظ سے پیری کا سمجھنا اور یہ امر واضح ہے

حالی

جنھوں نے مجسطی پہ ہیں ڈیرے ڈالے | حواشی ہیں تجرید کے سب کھنگالے

مجسطی پہ ڈیرے ڈالنا اشارہ ہے اُنکے مجسطی کی نہایت مزاولت کرنے سے اور تجرید کے حواشی کھنگالنا اشارہ ہے تجرید کے حواشی کی بخوبی تحقیقات کرنے سے۔

جو اُنکا دن رات کی دل لگی تھی | **ولہ** | شراب اُنکی گھٹی میں گویا پڑی تھی

شراب کا گھٹی میں پڑا ہونا اشارہ ہے ابتدائے عمر سے نہایت شرابخواری میں مبتلا رہنے سے۔

ولہ

ہوئی تر کی تمام خانوں کی | کٹ گئی جڑ سے خاندانوں کی

یہ اشارہ ہے اُنکی آبرو اور ثروت باقی نرہنے سے۔

میر

شرکت شیخ و برہمن سے میر | اپنا کعبہ جدا بنائیں گے ہم

اپنا کعبہ جدا بنانا اشارہ ہے سب سے علیحدہ رہنے سے۔

حالی

یاروں کو کرنی اغیار تو ہے | جلوانی گھر گھر تلوار تو ہے

گھر گھر تلوار جلوانا اشارہ عداوت اور جھگڑا پیدا کرنے سے۔

ولہ

لائق نہیں تمہارے مژگان خون نگاہان | مجروح دل کو میرے کانٹوں میں مت گھسیٹو

کانٹوں میں گھسیٹنا اشارہ ہی ایذارسانی سے۔

انیس

توڑا ہے علمدار کے ماتم نے کمر کو | چھوڑا ہے جو اُس بیٹے نے پیری میں پدر کو

کمر کو توڑنا اشارہ ہی صدمۂ عظیم پہونچانے سے۔

دبیر

خورشید نے دیکھا ہو نہ سایہ جس کا | وہ دادی زینب سر بازار پھرے

خورشید کا سایہ نہ دیکھنا اشارہ ہی نہایت پردہ پوشی سے۔

ظفر

لگی جو اُس بُت بے مہر کی جھلک سے پلک | نہ ذرہ بھر کبھی میری لگی پلک سے پلک

پلک سے پلک نہ لگنا ایما ہے نیند نہ آنے سے۔ **فائدہ** العمدہ فی صناعۃ الشعر و نقدہ میں جو لکھا ہے کہ اشارے کے اقسام سے حذف اور ایہام اور کنایہ اور تعریض اور ایما اور رمز ہے اور نہایت مخفی اشارہ پہیلی اسوقت اشارہ آواز کے مقابل سمجھنا چاہیے نہ اشارہ مصطلح۔

تتمہ

علمائے بلاغت کا اس امر پر اتفاق ہی کہ مجاز حقیقت سے اور کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہی اور استعارہ تشبیہ سے قوی ہی مجاز کے حقیقت سے اور کنایے کے تصریح سے زیادہ بلیغ ہونے کی وجہ یہ ہی کہ مجاز میں ملزوم سے لازم کی طرف انتقال کیا جاتا ہے مثلاً کوئی کہے کہ میں نے چاند کو دیکھا اور مراد اُس سے معشوق ہو تو یہ کہنا اس کہنے سے زیادہ بلیغ ہوگا کہ میں نے معشوق کو دیکھا اسلیے کہ پہلا قول مثل ایسے دعوے کے ہی جسکے ساتھ گواہ موجود ہو کیونکہ ہر ملزوم کا وجود اپنے لازم کے ہونے پر گواہ ہی یعنی ملزوم کا ہونا لازم کے ہونے کو چاہتا ہی یہ نہیں ہو سکتا کہ ملزوم ہو اور لازم نہو بخلاف اسکے کہ میں نے معشوق کو دیکھا کہ مثل ایسے دعوے کے ہی جسکے ساتھ گواہ نہو اور جس دعوے کے ساتھ گواہ موجود ہو وہ اس دعوے سے بلا جواب ترقی یافتہ ہی جسکے

ساتھ گواہ نہ ہو۔

استعارے کے تشبیہ سے قوی ہونے کی وجہ یہ ہی کہ وجہ شبہ مشبہ بہ مین مشبہ سے زیادہ کامل ہوتی ہے اور استعارے مین مشبہ کے بعینہ مشبہ بہ ہونے کا دعوے کرتے ہین یعنی معشوق کے بعینہ چاند ہونے کا دعوے کرتے ہین اور اُسکے الفاظ تشبیہ پر بھی دلالت نہین کرتے اور ایک قرینہ ایسا ہوتا ہی کہ معنی موضوع لہ کے مراد نہونے پر دلالت کرتا ہی پس یہ امر ایسے دعوے کی طرح ہوا جس کے ہمراہ گواہ موجود ہو۔

تیسرا شہر علم بدیع کے احوال مین

بدیع ایک علم یعنی ملکہ ہی جس سے چند اُمور ایسے معلوم ہو جاتے ہین جو خوبی کلام کا باعث ہوتے ہین مگر اول اس بات کی رعایت ضرور ہی کہ کلام مقتضاے حال کے مطابق ہو اور اُسکی دلالت مقصود پر خوب واضح ہو کیونکہ ان دونون خوبیون کے بعد ہی کلام مین محسنات سے حُسن و خوبی آسکتی ہے ورنہ بغیر ان اُمور کی رعایت کے علم بدیع پر عمل کرنا ایسا ہی جیسے بدشکل عورت کو عمدہ لباس اور زیور پہنا دینا اسوجہ سے اس علم کا مرتبہ علم معانی و بیان کے بعد سمجھا گیا ہے بلکہ بعض تو یہ کہتے ہین کہ یہ کوئی علم مستقل نہین انھین کے ذیل مین داخل ہی مگر یہ قول اُن کا تحقیق کے خلاف ہی اسلیے کہ اس علم کے رُتبے کے تاخر سے یہ لازم نہین آتا کہ یہ مستقل ایک علم نہو اگر ایسا ہی سمجھا جائے تو بہت سے علوم ایسے نکلین گے کہ اپنے مراتب کے تاخر کے لحاظ سے علٰحدہ علٰحدہ علم نہ رہین گے اس تقریر سے علم بدیع کا موضوع اور غرض اور غایت اچھی طرح روشن ہو گئی خیر البلاغت کے ایک رسالے مین لکھا ہے کہ علم بدیع وہ ہے جس سے کلام بلیغ کی عارضی خوبیون کا حال معلوم ہو جاتا ہے اس کا موضوع کلام بلیغ ہے اپنی خوبیون کے اعتبار سے غایت اسکی یہ ہی کہ ذہن کلام کی عارضی برائیون سے محفوظ رہے انتہی اور سیوطی نے اتمام الدرایہ مین کہا ہی کہ بدیع سے کلام کی خوبی بعد رعایت مقتضاے حال اور وضوح الدلالۃ یعنی تعقید سے خالی ہونے کے معلوم ہوتی ہے اور منفعت اسکی یہ ہے کہ کلام مین ایسی خوبی پیدا ہو جائے کہ کانون کو بھلا معلوم ہو اور دل مین اثر کر جائے اول جس نے اُن قواعد کا نام علم بدیع مقرر کیا عبداللہ بن معتز عباسی ہی کہ ۲۷۴؁ ہجری مین اُسنے علم بدیع کے قواعد اختراع کرکے ایک مستقل علم مقرر کیا۔ اسنے ایک کتاب مین سترہ قسم کی صنائع لکھی تھین پھر پچھلے آنے والے اُس پر اضافہ کرتے گئے۔ اس علم کو علٰحدہ اس لیے مقرر کیا ہو کہ یہ بھی ایک بڑے کام کی چیز ہے

اگرچہ علم معانی اور بیان سے کلام مین حُسن ذاتی آجاتا ہی اور اُنکے ہوتے ہوے محسنات بدیعی کی تحصیل کی کوئی حاجت نہ تھی لیکن انشاپردازون نے کلام مین حُسن عارضی کی طرف بھی توجہ کی ہے اسلیے کہ اچھی چیز اگر مزئیات سے خالی ہو تو اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ بعض کوتاہ فہم اُسکی ذاتی خوبیون کی تفتیش نہین کرتے اور اسلیے اُس سے فائدہ حاصل نہین کر سکتے اسکے بعد غور کرو کہ زائد خوبیان یا تو اصالۃً معنوی خوبیون کی طرف راجع ہوتی ہین گو بالاتباع لفظی خوبیون سے خالی نہین ہوتین یا لفظی خوبی کی طرف اصالۃً راجع ہوتی ہین پہلی صورت مین **معنوی**۔ کہتے ہین اور دوسری صورت مین **لفظی**۔

نثاری نے رسالہ چہار گلزار مین جو زبان فارسی کے قاعدون کے بیان مین ہی تھوڑی سی قسمین صنائع لفظی و معنوی کی بھی بیان کی ہین اور عجب خلط مبحث کیا ہی کہ لزوم مالایلزم اور تضمین المزدوج اور متلون اور مسمط اور مقطع وغیرہ صنائع لفظی کو صنائع معنوی مین ذکر کیا ہی حالانکہ کسی صاحب رسالہ نے ان صنعتون کو صنائع معنوی مین نہین لکھا اور کیونکر لکھتے کہ یہ سب صنعتین صنائع لفظی سے ہین ہان اگر نثاری گل اول صنائع لفظی مین اور گل دوم صنائع معنوی مین نہ قرار دیتا تب بھی ہم کہہ سکتے تھے کہ اُس نے صنعت کی قسمین بے ترتیب بیان کی ہین جیسا کہ اکثر چھوٹے چھوٹے رسالے والون نے کیا ہی قطع نظر اسکے اُس رسالے کے اکثر مسائل غلط ہین اور بہت سی جگہہ سہو و غلطی واقع ہوئی ہی جو نوآموزان مکتب فرہنگ سے بھی نہایت بعید ہی اس تقریر سے ہمارا یہ منشا نہین کہ نثاری پر خواہ مخواہ اپنی طرف سے عیب چپکا دین جیسا کہ سید وارث علی نے کیا ہی بلکہ جو بات اصلی ہوتی ہی وہ منصفانہ بیان کی جاتی ہی چنانچہ اُس رسالے کے ملاحظے سے یہ بات ہر ایک پر واضح ہو سکتی ہے۔

الغرض اس شہر مین دو باغ ہین ایک باغ صنائع لفظی کے بیان مین دوسرا صنائع معنوی کے ذکر مین وجہ تقدیم صنائع لفظی کی صنائع معنوی پر یہ ہی کہ اول لفظ سُننے مین آتے ہین پھر معانی سمجھے جاتے ہین بعض مصنفین نے اسکے برخلاف معنی کو الفاظ پر تقدیم دے کر اول صنائع معنوی کو بیان کیا ہی پھر صنائع لفظی کو کیونکہ مقصود اصلی اور غرض اولی معانی ہین اور الفاظ اُن کے توابع و توالب ہین۔

فائدہ اگر شعر مین کئی صنعتین مختلف ہون تو اُسے صنعت مرکب کہتے ہین اور غیاث علم پارسی بھی نام رکھا ہے۔

پہلا باغ صنائع لفظی کے بیان مین

صنعت تجنیس وہ ہی کہ دو لفظ تلفظ مین مشابہ ہون اور معنی مین مغائر اور اسکی کئی قسمین ہین۔
(۱) تجنیس تام اور وہ یہ ہی کہ دو لفظ انواع حروف اور اعداد حروف اور ترتیب حروف اور حرکات و سکنات مین متفق اور معنی مین مختلف آئین صلاح الصفدری جنان الجناس مین کہتا ہی کہ جناس کامل اور جناس معنوی یہی ہی اور اس کا مرتبہ سب اقسام جناس مین اعلیٰ ہی پس اگر تجنیس کے دونون لفظون کی نوع علٰحدہ ہو یعنی ایک اسم ہو ایک فعل یا ایک اسم ہو اور ایک حرف یا ایک فعل ہو اور ایک حرف تو تجنیس تام مستوفی کہتے ہین جیسے پاٹ ایک جگہ امر ہو مصدر پاٹنا سے اور یہ فعل ہے اور ایک جگہ پاٹ اسم ہو چکی کے پاٹ یا دامن کے پاٹ کے معنے مین۔

حسرت

جب سیر گلستان کو وہ شوخ گیا تڑکے	دل چاک ہوا گل کا غنچے کے جگر تڑکے

پہلے مصرع مین تڑکے صبح کے معنی مین ہی اور دوسرے مصرع مین ماخوذ ہی تڑکنے سے یعنی ماضی مطلق کا صیغہ ہے۔

انشا

کہا دل نے مرے دیکھی جو وہ مانگ	کہ ہی یہ رات آدھی کچھ دعا مانگ

پہلے مصرع مین لفظ مانگ اسم ہی اور دوسری مین فعل امر۔

شاہ حاتم

جب سُنا موتی نے تجھ دندان کے موتی کا بہا	آب مین شرمندگی سون ڈوب جون پانی بہا

پہلا بہا اسم ہی اور دوسرا بہا فعل ماضی۔

امانت

آبداری سے جو ملحوظ نظر آیا وہ گلا	رشک کی برف سے کیا جسم صراحی کا گلا

اول مصرع مین گلا اسم ہی اور دوسرے مصرع مین فعل۔

رنگین

ایکبیک گھبرا کے وہ اٹھا پکار	مار تیرے ہاتھ مین ہے اسکو مار

پہلا لفظ مار اسم ہی اور دوسرا فعل امر۔

محسن

کئی دن تیرے چھپ رہنے مین اشک آنکھون سے برسا ہے
نکل خورشید رو گھر سے کہ عالم خوب ترسا ہے

خدا نا ترس کیا کافر ہی دل تیرا کہ کیا کہیے
نہ ایسا گبر کوئی ہے نہ ایسا کوئی ترسا ہے

پہلے شعر کے دوسرے مصرع مین ترسا ماضی ہی ترسنے کی اور دوسرے شعر مین اسم ہی نصارے کے معنے مین

ناسخ

لبِ نہ ترسا بہت اے کافر ترسا مجھکو
لب جان بخش دکھا پھر مسیحا مجھکو

ظفر

جگر کے داغ پہ اشکون کو تینے ریل دیا
کہ یعنی جلتا نہین ہے بغیر تیل دیا

پہلا دیا ماضی ہی اور دوسرا دیا اسم ہے

خیراتی خان دلسوز

سب سہین گے ہم اگر لاکھ برائی ہوگی
پر کہین آنکھ لڑائی تو لڑائی ہوگی

پہلا لفظ لڑائی ماضی ہی اور دوسرا اسم۔

رحمت اللہ مجرم

چمن مین کسنے اپنی نگاہ ڈالی آج
جو کھل کھلاتی ہی گل کی ہر ایک ڈالی آج

پہلا لفظ ڈالی ماضی ہی اور دوسرا اسم ہے

محمد اکبر اکبر

لازم ہی رحم بلبل شیدا کی جان پر
فصل بہار ہے نہ کتر باغبان پر

انیس

خیبر مین کیا گذر گئی روح الامین پر
کاٹے ہین کس کی تیغ دو پیکر نے تین پر

دونون شعرون کے پہلے مصرعون مین لفظ پر حرف ہی اور دوسرے مصرعون مین اسم ہی۔
اور اگر دونون لفظ ایک نوع سے ہون تو **تجنیس تام مماثل** کہتے ہین جیسے لفظ کل ایک جگہ بمعنی
آرام و قرار اور دوسری جگہ بمعنی دیروز و فردا ہو۔

امانت

قرار سوز جگر سے بھلا مجھے کب ہی
تڑپ تڑپ کے گذاری فراق کی شب ہے

ہوا ہر گل سے بھی کچھ درد کل نہیں اب ہے — خدا ہی خیر کرے آج رنگ بے ڈھب ہے
ٹپک رہا ہے کئی دن سے آبلہ دل کا

ظفر

آدمی کہتے ہیں جس کو ایک پتلا گل کا ہے — پھر کہاں گل اسکو گر گل ہو ذرا بگڑی ہوئی

قلق

اسقدر زیست سے ہوا ہوں تنگ — ہو گیا ہے پلنگ مثل پلنگ

جانصاحب

وصف میں چوٹی کے اک شعر نہ چوٹی کا کہا — جانصاحب نے بکی کیا ہے یہ چوٹی چوٹی
کہتا ہے جو یاقوت زبان لال ہو اسکی — ولہ — گویا ہیں مرے یار کے لب لال کی صورت

ناسخ

خط کے آغاز میں گر مجھ سے ہوا صاف تو کیا — لطف تب تھا کہ صفائی میں صفائی ہوتی

شایان

طلائی وہ بندہ پڑا کان میں — زر خالص ایسا کہاں کان میں

مثنوی سعدین

کبھی دیکھے سنے نہ ایسے کان — لکھوں کانوں کو نازکی کی کان

گویا

حروف سے خط مسطر ہوں جیسے پوشیدہ — اسی روش سے روش زیر سایہ پنہان ہے

نظیر

وہ نیچی کافر سیاہ پٹی نہ دل کے زخموں پہ باندھی پٹی — پر ایسی ہی جسنے کہ اسکی پٹی وہ پٹی سے سر پٹک رہا ہے

داغ

سمندر میں سمندر ہوں صدف میں بن شرر پیدا — جو چمکے آتش قہر و غضب کی تیرے چنگاری

وزیر

خط عاشق سے جو نفرت تھی نکل آیا خط — کونسا جرم ہے جسکے لیے تعزیر نہیں

آغا حسن ازل

اسکو حجاب وصل میں بھی اس قدر رہا — محرم سے ہونے پائے نہ محرم تمام شب

عالم علیخان مست

بوسہ لیا ہے یار کی انگیا کے پان کا | کھایا ہے آج پان نئے خاصدان کا

وحید الدین خان فرد

وہاں چھاتی ہی گدرائی انکو کیونکر یہان کھٹکا | درخت بارور مین باندھتا ہی باغبان کھٹکا

ذوق

ماہ گہنے کے لیے ہے نہ کہ گہنے کے لیے | تیرے کنٹھے کا کہون کیا اُسے زیبا گوہر

پہلا گہنا خسوف ہونے کے معنی مین مصدر ہی اور دوسرا گہنا زیور کے معنی مین اسم جامد ہی

عبداللہ خان مہر

یہ شان ناز کی ہے کہ شانہ اُتر گیا | آیا اثر کے زلف سے جب شانہ دوش پر

حکیم میر محمدی ظاہر

مہر کی جس پہ نظر کی مہ سا ان چمکا دیا | آپ جاہا جب تو جلوہ ذرے مین دکھلا دیا

انشا

نیاز و ناز کے عالم مین سب انکے کڑے بولے | اکہ پاؤن پڑکے چھوٹوگے اگر تم یان کڑے بولے

پہلے کڑے زیور کا نام ہی اور دوسرے کڑے سخت کے معنی مین۔

مومن

یوسف سے عزیز کو کئی سال | زندان عزیز مین پھنسایا

نسیم

بہرام ہے تو ارے دہی چوڑ | ڈرہ تجھکو بتاؤن سحر سے گور
بدبین بچہ کے گور کا نام | بنجرہ اک لائی وہ گل اندام

پہلا لفظ گور صحرائی خر کے معنی مین ہی جسے گورخر بھی کہتے ہین اور دوسرا لفظ گور قبر کے معنے مین ہی۔

(۲) تجنیس مرکب یعنی تجنیس کے ایک لفظ کو دو کلمون کی ترکیب سے حاصل کرین اور ایک لفظ مفرد ہو اور یہ دو حال سے خالی نہین اگر کتابت و خط مین موافق ہون تو تجنیس مرکب متشابہ کہین گے جیسے۔

ایاز محمد خان بھوپالی

قاتل نے لگایا نہ مرے زخم پہ مرہم | حسرت یہ رہی جی ہی کی جی مین گئے مر ہم

حسرت

روٹھے ہوئے جاتے ہو ہم سے جو تم اب لڑکے ‖ ہم بھی نہ ملینگے پھر سنتے ہو میاں لڑکے

امانت

دھیان آتے ہین مجھکو ترے جوبن کے برابر ‖ معشوق یہان آتا ہے جوبن کے برابر

میر حسن

فقط موتیون کی پڑی پائے زیب ‖ کہ جسکے قدم سے گہر پائے زیب

انیس

خالی نہ گیا وار کوئی تیغ دو سر کا ‖ ہاتھ اُڑ گئے گر یانون بچا سر کوئی سر کا

رافت

لب لعل وہ رشک یاقوت بھتے ‖ پیئے جان عشاق یاقوت بھتے

مجبور

باتین دیکھو زمانے کی جی بات سے بھی کملاتا ہے ‖ خاطر سے سب یارون کی مجبور غزل کملاتا ہے

پہلا لفظ کملاتا ہو کاہلی کرتا ہے کے معنے مین ہے۔

اور اگر خط وکتابت مین مخالف ہونگے تو **تجنیس مرکب مفروق** بولینگے مثال اسکی۔

لمؤلفہ

کچھ ہمکو نظر یار کا دل آتا ہے میلا ‖ ساقی تو صفائی کے لیے شیشۂ مے لا

پہلے مصرع لیکن میلا لفظ مفرد ہی اور دوسرے مصرع مین مرکب ہی لفظ مے بمعنی شراب اور لا صیغۂ امر سے

ذوق

کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات ‖ یقین ہے صبح تک دے گی نہ جینے

پہلے مصرع مین لفظ جی نے مرکب ہے اور دوسرے مصرع مین جینے لفظ مفرد ہے۔

چھول بٹارے کا شعر ہے ؎

اے یار جو کوئی کسی کو کلیا دے گا ‖ یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل پا دے گا

نواب ببر علیخان زائر

کیونکر نہ ہو منکر بدیہی ‖ دل مین ہے بھری ہوئی بدیہی

پہلے مصرع مین لفظ بدیہی مفرد ہی اُس چیز کے معنی مین جسکا علم فکر پر موقوف نہ ہو اور دوسرے

مصرع مین بدی ہی مرکب ہای بدی اور لفظ ہی سے جو حصر کا فائدہ دیتا ہے۔
اسی کے قریب امثلۂ ذیل ہین۔

انشا

وہ جو کھاتے ہین پان مین زردا ٭ گھس گئی اُن کے کان مین زردا

پہلے مصرع مین زردا تمباکوے خوردنی کے معنی مین ہی اور یہ لفظ مفرد ہی اور دوسرے مصرع مین زردا ور آد و لفظ ہین آ صیغۂ ماضی مطلق ہے اور زرد اس کا فاعل ہے زرد سے مراد بیلی بھڑ ہے

غزنہ

آہو تو بھلا کیا ہے چکارہ ہے چکارہ ٭ دنیا مین کسی کی بھی نہین تجھ سے بڑی آنکھ

مومن

وان سے جواب صاف ہی لائی ٭ بات بنائی پہ نہ بن آئی

رافت

وہ لب شیرین تھے جنکے آگے نبات ٭ خجل اس قدر ہو کہ آوے نہ بات

میر

نہ قشقل نہ سلتی نہ سُرخاب ہے ٭ تمام اُنکے تو مُنھ سے سُرخ آب ہے

جرأت

کل آئی دل کو جو آئی تری کلائی ہاتھ ٭ خفا ہو مجھسے چھڑاتا ہے کیون میان پہونچا

میر امن

خواہ تم پانون گھسو یا کہ رکھو سر پہ سجود ٭ بات پیشانی کی جو کچھ ہو سو پیش آنی ہے

دبیر

سوے صف آئی کرکے صفائی روان ہوئی ٭ تن مین سمائی دل مین در آئی روان ہوئی

ولہ

صادق مثال شمس و قمر کی نہ آئی نہ ٭ کیا تاب منھ تو دیکھو جو برو ہو آئینہ

ولہ

ہوتی جو سر پہ تو نہ کٹتے سپر اُس کے ٭ پر حیف کہ پر تھے نہ بزیر سپر اُس کے

اگرچہ ان امثلہ مین غور کرنے سے اعداد حروف کے اعتبار سے بظاہر فرق معلوم ہوتا ہو مگر ہم نے بوجہ اسکے کہ تلفظ مین دونون لفظ ایک سے معلوم ہوتے ہین یہان لکھدیا ہے۔

(۳) **تجنیس مرفو** - وہ یہ ہے کہ ایک لفظ مفرد ہو اور دوسرا لفظ کسی دوسرے کلمے کے جز سے مرکب ہو بخلاف تجنیس مرکب کے کہ اُس مین ایک لفظ مفرد ہوتا ہے اور دوسرا متجانس پورے دو کلمون سے مرکب ہوتا ہو مثال تجنیس مرفو کی ۔

امانت

سینہ وہ سینہ کہ دیکھے تو تڑپ جائے بشر ۔ ایسے سینے نہین دیکھے ہین کسی نے سن بھر

لفظ کسی کا لفظ (سی) لفظ (نے) سے ملکر متجانس سینے کے ہوا۔

عبرت

ہجوم اُس آستان پر مردمک کا ۔ نہ ہو کیونکر کہ ہے وہ خنر دمکا

شاہ حاتم

ان سیم بردن کے ساتھ سونا معلوم ۔ قسمت مین لکھی ہو خاک سونا معلوم
حاتم افسوس دی وامروز گذشت ۔ فردا کی رہی اُمید سونا معلوم

دبیر

غل تھا کہ اب مصالحت جسم و جان نہین ۔ لو تیغ برق دم کا قدم درمیان نہین

لفظ برق کا قاف دم سے ملکر قدم کا متجانس ہوا۔

فائدہ یاد رکھو کہ یہ تینون بھی تجنیس تام کی قسمین ہین پس تجنیس تام کی کل پانچ قسمین ہونگی اور چونکہ اس مین دونون لفظون کا حقائق اور اعداد اور ہیئت مین متفق ہونا ضرور ہے پس اس وجہ سے تراب کا یہ شعر ؎

اگر دلی ہو یا لکھنؤ یا شہر بنارس ۔ جس شہر مین لغت نہو وہ تو ہے بنارس

تجنیس مرکب متشابہ مین داخل نہو سکیگا کیونکہ مصرع اول مین بنارس ایک شہر کا نام ہو بائے موحدہ کے فتح سے اور دوسرے مصرع مین بنارس سے مراد بے لطف وبیمزہ ہو۔

اور اس مین بائے موحدہ مکسور ہی یہ مرکب ہو لفظ بنا اور لفظ رس سے پس یہ دونون لفظ ہیئت حروف یعنی حرکات و سکنات مین متفق نہین۔

(۴) **تجنیس خطی** یعنی دو لفظ متجانس بغیر رعایت نقاط و حرکات وانواع حروف کے مشابہ

شکل مین واقع ہون جیسے مشکین اور مسکین اور خط وخط اور زر اور رزاور غرق اور عرق -

انشا

لی چٹکیے سے مین نے جبکہ اُسکے چٹکی	بولی کہ پڑے جان پہ تیرے بٹکی

مقصود بالتمثیل چٹکے اور بٹکی ہے -

ہوس

گوئی قطعہ خط سے خط اُٹھاتا	جون حرف غلط یہ مٹ ہی جاتا

دبیر

شہ غرق عرق دیکھکے خورشید ہوا تر	ابرو سے ٹپکتا ہی پڑا تیغ کا جوہر

سید درویش ثروت

قابل نہ تھے جفا کے اُٹھانے کے ہم ذرا	ثروت پناہ ہی یہ اُس آفت پناہ کی

مقصود بالتمثیل جاہ اور پناہ ہے -

بیدار

کسو تو کس سے مین پوچھون نشان خانۂ دوست	کہ آشیانۂ عنقا ہی آستانۂ دوست

آشیانہ اور آستانہ مین تجنیس خطی ہے -

حالی

شیخ اور بذلہ سنج شوخ مزاج	رند اور مرجع کرام وثقات

شیخ اور سنج مین تجنیس خطی ہے -

شایان

خرابہ مین خزانہ جو ملا ہے	وہ صرف میکدہ ہو تو بھلا ہے

دبیر

تیاری تیغ و تبر و تیر ہوئی ہے	تدبیر گرفتاری شبیر ہوئی ہے

تیر و تبر مین تجنیس خطی ہے -

داغ

تلافی ہو گئی عسرت کی عشرت از بسکہ قسمت	مبدل ہو گئی آسانیون سے میری دشواری

عسرت وعشرت مین تجنیس خطی ہے -

ذوق

شمیم عیش سے ہی یہ زمانہ عطر آگین	کہ قرص عنبر اگر ہے زمین تو گرد عبیر

عنبر اور عبیر مین تجنیس خطی ہے۔

ظفر

کھل گئی ہم پر کہ رندون نے کہین بگڑی ہو آج	سر پہ ہی پگڑی جو تیرے زاہدا بگڑی ہوئی

بگڑی اور پگڑی مین تجنیس خطی ہے۔

نحیف

وہ گرمی نظر سے پسینے مین تر ہوے	مین غرق ہوگیا عرق انفعال مین

(۵) تجنیس محرّف اور وہ یہ ہو کہ دونون لفظ بہمہ وجوہ نوع اور عدد اور ترتیب حروف مین مشابہ ہون لیکن ہیئت یعنی حرکات و سکنات مین مخالف واقع ہون، اور اسکو بعض تجنیس ناقص بھی کہتے ہین جیسے بیر بالکسر بمعنی میوۂ معروف اور بیر بالفتح بمعنی عداوت۔

تراب

اگر دلّی ہو یا لکھنؤ یا شہر بنارس	جس شہر مین اُلفت نہ ہو وہ تو ہی بنارس

احسان

گلے سے لگتے ہی جتنے گلے تھے بھول گئے	وگرنہ یاد تھین ہمکو شکایتین کیا کیا

یہ اُس وقت مین ہو کہ گلے کی جمع یا سے لکھی جائے۔

انیس

صدمون مین علاج دل مجروح یہی ہے	ریحان ہو یہی روح یہی رُوح یہی ہے

نسیم لکھنوی

مشکین زلفون سے مشکین کسوا دو	اُن کالے ناگون سے مجھکو ڈسوا دو

ناسخ

جب تک نہ آب پاک وہان نبی پیا	ابن شیر کے نہ دل مین خیال آیا شیر کا
یہ بھی نہ پوچھا کبھی صیاد نے	کون رہا کون رہا ہو گیا

علی احمد علی تخلص

چھوٹی ہے گالیون پر تری کس قدر زبان	چھوٹے سے منھ مین ہو یہ بڑی فتنہ گر زبان

نسیم دہلوی

مین تو کیا ہون کاروان کے کاروان ہونگے اسیر | بندہ لاکھون کو کرے گا آج بُندہ کان کا

کرم خان متخلص بہ کرم رامپوری کی ساری غزل اسی صنعت مین ہی جسکا مقطع یہ ہی سے

ترے قدمون پہ جو گرا کرم تو یہ بوڑھی تھو یہ مہاسے یٰین | ہوئی رِیش سَن بالخیر رین مجھے بھائے سُن ترے گھونگرو

پہلا سَن مفتوح الاول دوسرا مکسور الاول تیسرا مضموم الاول ہے۔

(۱۷) تجنیس زائد و ناقص یعنی ایک لفظ متجانس مین دوسرے لفظ سے ایک حرف زیادہ ہو اور دوسرے مین کم۔ اسی سبب سے اسکو تجنیس زائد و ناقص کہتے ہین اور یہ تین حال سے خالی نہین یا اول مین کوئی حرف زیادہ یا کم ہوگا جیسے بات و نبات یا درمیان مین کمی اور بیشی ہوگی جیسے گل اور گال دم اور دام یا آخر مین جیسے جاہ اور جابا اور پیمان اور پیمانہ۔

جیسے یہ شعر برشتہ تخلص شاگرد بھورے خان آشفتہ کا۔ سے

رشتہ توڑا برشتہ اُلفت کا | دیکھ اُسنے شکستہ حال ہمین

ناسخ

یون نہ باتین چبا چبا کے کرو | مہربان بات ہے نبات نہین

آذر

باریک بال سے بھی ہی تیری کمر میان | ہوگا وبال زلف بڑھانی کمر کمر

ضامن

ترنج اسلیے ہی ترش اُس مین بھی ہے رنج | برنج خور بھی ہوتے ہین مبتلائے رنج

دبیر

آزردہ جو تھی تیغ علی زندہ کے دم سے | دم ہو گیا اسوقت جُدا لفظ عدم سے

ولہ

عارض سے بدر ہووے معارض یہ کیا مجال | ابرو سے بڑھکے شہر بدر ہوا بھی ہلال

میر

کھول کر بال سادہ رو لڑکے | خلق کا کیون وبال لیتے ہین

داغ

جراحت کے عوض راحت ہوئی اس درد مین پیدا | بنا مرہم دل از دگاران غم کا جرح زنگاری

احمد خان غفلت رامپوری

جو وان کا قطرۂ آب زلال لال پیئے ۔ اگر وہ شرق مین بوے تو ہووے غرب مین شور

حالی

گلہ بانی کے لیے پایا جو ایماے شعیب ۔ بکریان اُسنے چرالے من نہ سمجھا کچھ عیب

لمؤلفہ

جل گیا آتش فرقت سے تنِ زار تمام ۔ حیف تو بھی نہ ہوا میرا یہ آزار تمام

دوسری قسم کی مثال۔

امانت

میرے نالون نے رقیبونکو جتایا راز عشق ۔ شور کر کے کوچۂ جانان مین تشہیر اگیا

آتش

ٹپکا کے زخم ہجر پراے ترک کیا کرین ۔ خالی ہین تیل سے ترے چہرے کے تل تمام

مثنوی نلدمن اُردو مؤلفہ راحت

از بس رہتا ہے ہمدوش الم وہ ۔ ہوا ہے نل سے اب نال قلم وہ

میر

زور و زر کچھ نہ تھا تو بارے میر ۔ کس بھروسے پہ آشنائی کی

ناسخ

غیب سے آ کے طائر دیکھنا ہون گے اسیر ۔ کھا کے بل موے کمر بنتا ہی پھندا بال کا

برق

وصف کس منھ سے کرون اُس ابروے خمدار کا ۔ بھول سے ہلکا ہی پھل قاتل تری تلوار کا

مومن

ہم نکالینگے سُن اے موجِ ہوا بل تیرا ۔ اُسکی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے

ظفر

لال ہی وجہ نہین منھ ہے چمن مین گل کا ۔ سیلی بادِ صبا سے ہی لگی گال پہ ضرب

درد

سلطنت پر نہین ہے کچھ موقوف ۔ جسکے ہاتھ آئے جام سو جم ہے

غالب

دیر نہین حرم نہین در نہین آستان نہین　　بیٹھے ہین رہ گذر پہ ہم کوئی ہمین اُٹھائے کیون

حسرت

ہندو بچہ وہ بُت برہمن خود کام　　زنار سے باندھ لیچلا سب آرام

مین نے کہا رم مجھسے نکر رام ہو تک　　کہنے لگا کیا چیز ہے رم جانے رام

رام اور آرام پہلی قسم کی مثال ہین اور رم و رام دوسری قسم کی اور دونون رام تجنیس تام کی مثال ہین

تیسری قسم کی مثال یہ فقرہ کتاب الف لیلی اُردو مترجمہ منشی عبدالکریم لکھنوی کا شہزادہ امین اپنے کو بڑے اعزاز و اکرام سے لیگیا۔

ناسخ

میکدہ تک محتسب کو میکشو آنے تو دو　　دیکھکر پیمانے کو پیمان شکن ہو جائے گا

ولہ

اُڑ نہین سکتی تری انگیا کی چڑیا اس لیے　　جالی کی کُرتی کا اُسپر اے پریرو جال ہے

حیدر

تیرے عارض سے خاک ہو ہمسر　　عارضی حسن ماہ کامل کا

گلزار نسیم

اس نام کے اس لقب کے صدقے　　اس نامے کے اس طلب کے صدقے

خواجہ وزیر

پریزادون نے مٹی دی جو مجھکو بعد مرنیکے　　کوئی تختہ لحد مین ہو نگر تخت سلیمان کا ؟

ولہ

ہاتھ مُنھ پر رکھکے وہ گل کھل کھلا کر ہنس پڑا　　ہل گئے موتی سے دندان موتیا کے ہار مین

صفیر

برنگ قطرۂ صہبا ٹپک کر خوشے گرتے ہین　　نگاہ قہر سے کنیے چمن مین تاک کو تاکا

امانت

ہوتا مُنھ دھو کے جو دریا سے روان جُو گل تر　　بنکے شور و فغان صورت بلبل گرتے

جرکین

خیال زُلف بُتان مین جو پیچ کھاتے ہین
مروڑے ہو ہو کے پیچش کے دست آتے ہین

قلق

سرکا کے زُلف چہرے سے ابرو دکھاتے ہین
ہوتی نہین ہے ابر مین رویت ہلال کی

نیاز

روان آنکھون سے ہے سیلاب گلگون
اکہی چشم ہے یا چشمۂ خون

شاداب

شب مہین جو افشان آپ چُن کر بام پر آئین
قمر غیرت سے ڈوبے انجمن انجم کی برہم ہو

ذوق

مارے گر سیلی وہ زُلف پہ عرق
جھڑپڑین دندان دہان مارکے

آباد

اوصاف سلک گوہر دندان یار مین
در ہو کے لفظ درج دہن سے نکل گیا

بعض اس قسم کی تجنیس کو کہ جس کے آخر مین بیشی ہوتی ہے تجنیس مُعرّف بھی کہتے ہین اور بعض کہتے ہین تجنیس مُطرّف وہ ہے جو بعض حرف کلمے کے تجانس ہون جیسے جبین اور جنین نا اور نواے۔

نیاز

کس کام کی یہ ہستی موہوم کائنات
سیراب کب کرے تجھے دھوکا سراب کا

تعشق

خال رُخسار بُتان کا جو خیال آتا ہے
کعبۂ دل بھی شوالہ ہے کسی ہندو کا

ولہ

کیا ہی ریاضت مین وہ بخابے ریا
جسم ہوا گھل کے مئے بوریا

مصحفی

مری آہ نے جو کھولی بیبوق بیرق آہ
دہین برق و رعد لیکر علم سحاب اُٹھا

دے تجنیس مذیّل یعنی دو لفظ تجانس مین سے ایک لفظ کے آخر مین دو حرف کی زیادتی ہو جیسے ملنگ ملنگی ترس اور ترسائی قل اور قلقل مثال نثر کی یہ فقرہ تو رتن جو رکا:-

دو مین اُسکے گلشن فراق مین شب کو شبنم کی طرح یون ہاتھ مل مل کے روتا ہون کہ اشکون سے میرا ترا ندام ہو جاتا ہے۔

مقصود بالتمثیل شب اور شبنم ہے اسی مثال مین ہی یہ شعر ذوق کا۔ ؎

محفل مین شور قلقل مینا دل ہوا	لاسا قیا شراب کہ توبہ کا قل ہوا

ولہ

مانگ سے اُسکی مانگتی ہی بھیک	مہ کا کاسہ لیے شب تاریک

خواجہ وزیر

منتظر رکھتی ہی غمزہ کرتی ہی آتی نہین	او بت ترسا تری فرقت مین ترساتی ہی نیند

سعید

دیکھا نہین ہی مار کو طاؤس مارتے	گیسو پڑا ہے پیچھے دل داغدار کے

دبیر

یہ شمس کہ روشن گر اشیاے جہان ہے	اس مدرسۂ نور کا اک شمسیہ خوان ہے

منشی

ہر اک طرح تھا گرچہ گرگین بزرگ		ولے کینہ آور تھا مانند گرگ
گئے جبکہ وہ سامنے سام کے	ولہ	تو پھر وون ہی تعظیم کے واسطے
سیامک کا اک پور ہوشنگ تھا	ولہ	کہ سرتا بپا ہوش و فرہنگ تھا

گویا

کیون شب مین تا کون ہم گلگشت گلشن تاک کو	تاکنے والا ہون اُسکی نرگس مخمور کا

منیر

او عزیزو ذقن یار سے کیا پوچھتے ہو	چاہ مین دیدۂ و دانستہ گرا چاہتے ہو

ذوق

چشم غضب سے نیم نگہ میرے واسطے	ایک نیچہ ہے زہر مین گویا بجھا ہوا

خلیفہ عبد الرزاق بمبئی سے مقدمۂ شرح سہ نثر ظہوری مین اس صنعت کی تعریف مین سہو واقع ہوا ہو کہ تجنیس زاید کی پچھلی قسم کو کہ اُس مین ایک لفظ متجانس کے آخر مین دوسرے لفظ سے ایک حرف زیادہ ہوتا ہے مذیل قرار دیا ہے۔

(۸) **تجنیس مضارع** اور وہ یہ ہو کہ الفاظ متجانس کے بعض حروف مختلف ہون مگر شرط یہ ہی کہ ایک حرف سے زیادہ مختلف نہو ورنہ دونون لفظون کے تشابہ مین تجدد واقع ہوجائے گا اور اس مین یہ شرط ہے کہ حرفِ مختلف متحد المخرج یا قریب المخرج ہون اور یہ تین صورتون سے خالی نہین اختلاف اول مین ہوگا یا درمیان مین یا آخر مین۔

مثال اول

ذوق

اعقل مین شمس ہی تو علم مین کان گوہر ۔۔ فضل مین کعبہ ہی تو حلم مین کوہ رحمت

علم وحلم مین تجنیس مضارع ہے۔

دبیر

اب مطلب ہمزہ ہمین ذاکر پہ سُنائے ۔۔ حمزہ کی سیر پشت پہ مولا تھے لگائے

ہمزہ اور حمزہ مین تجنیس مضارع ہے۔

میر

ترے لعل جان بخش کو ہمنے بتلا، ۔۔ گیا آب حیوان کو پانی سے پتلا

بتلا اور پتلا مین تجنیس مضارع ہی۔

نصیر

کبھی نہ اُس رُخ روشن پہ جھائیان دیکھین ۔۔ گھٹائین چاند پہ سو بار چھائیان دیکھین

جھائیان اور چھائیان مین تجنیس مضارع ہے۔

ظفر

ہوگئی پرسون کی برسون تم نہ آئے کیا سبب ۔۔ آپنے اچھا کیا وعدہ وفا اچھے تو ہو

پرسون اور برسون مین تجنیس مضارع ہے۔

منشی

سناتے اب اور یون ہے صلاح ۔۔ گر تو اور طوس آوے یان بے سلاح

صلاح اور سلاح مین تجنیس مضارع ہی۔

بیخود

نہ کیون اُسکو ہو گلشن رُخ سے میل ۔۔ نہین لٹ یہ ہے عشق پیچہ کی بیل

سیل اور سِیل مین تجنیس مضارع ہے لیکن یہان یہ بھی ہے کہ حرکات مین اختلاف ہے۔

ہاتھ مین تسبیح زبان پر عمل	قطع مگر رشتۂ طول امل

عمل اور امل مین یہ صنعت ہے۔

مومن

بن ترے بزم سور مین ہین یہ قیامتین کہ ہے	نغمۂ صور کا اثر نغمۂ نے نواز مین

سور اور صور مین یہی صنعت ہے۔

رجب علی سرور

ہر گام پر جو پھانس لیا مرغ دل مرا	کیا چال جال ہے بت محشر خرام کی

چال اور جال مین تجنیس مضارع ہے۔

میر مدد علی تپش

دین و دل عشق مین کھو بیٹھے تھے ہم برسون سے	طاقت صبر بھی جاتی رہی کل پرسون سے

برسون اور پرسون مین تجنیس مضارع ہے۔

انشا

اقرب سمجھکے اپنے سے وہ جائیے تو مین بس	عقرب کے نیش پر بھی جو رکھے حمل قدم

اقرب اور عقرب مین تجنیس مضارع ہے۔

مثال دوم

شوخ کے پان سے جب لال مین دندان دیکھا	فقیہ اسطرح کا مین نہین لعل بدخشان دیکھا

راسخ

لال کرتا ہے وہ رستہ لعل کو	اور شعلہ بخشتا ہے نعل کو

مقصود بالتمثیل لال اور لعل ہین۔

مثال سوم

حسن

منظور ہے گر زخم جگر کا تجھے سینا	آ سینے سے سینہ مرے اے یجان لگا دے

سینا اور سینہ مین تجنیس مضارع ہے۔

زلفون کے ہاتھ دولت حسن صنم لگی	قلق دو سانپ خوب بیٹھ رہے مال مار کے

مال اور مار مین تجنیس مضارع ہے۔

ارحمن بے نظیر

قانون وہی ساز وہی طبلہ وہی ہے	ہر تار مین بولا کہ ہر اک تان مین آیا

تار اور تان مین یہی صنعت ہے۔

انوار حسین تسلیم

ستھری آواز بجاؤ وہ انمول ہے	تان اور تال کانٹے مین لو تول

محمد جان شاد

بری بخت سے دانہ ملے نہ دانا کو	سپہر دون ہی کسے سفلہ پروری پہ کمر

دانہ اور دانا مین یہی صنعت ہے۔

فائدہ انتہائے حلق سے کہ سینے کے نزدیک ہی ظاہر لب تک جہان سے کوئی حرف نکلے اُس جگہ کو مخرج اُس حرف کا کہتے ہین اور اسکے دریافت کا ایک قاعدہ یہ ہی کہ جس حرف کا مخرج معلوم کرنا ہو اُسکو ساکن کرکے اور ایک الف متحرک سے ملاکر تلفظ کرین جس مقام سے آواز نکلے اُس حرف کا وہی مخرج جانین چنانچہ حلق سے ء ہ ا ع ح غ خ نکلتے ہین اور تالوسے ق ک نکلتے ہین اور زبان کے سرے ص س ز نکلتے ہین اور زبان کی نوک سے ظ ذ ث نکلتے اور میانہ زبان یعنی منھ کے اندر سے ج ش ی نکلتے ہین اور سوڑھون سے ل ن ر نکلتے ہین اور مُنھ کے شکم اور تالو سے ط د ت نکلتے ہین اور زبان کے کنارے سے ض نکلتا ہی اور ب م ف و ہونٹھ سے نکلتے ہین۔ اور خلیل بن احمد کہتا ہی کہ حروف علت یعنی ا و ی سکون کی حالت مین ہوائی ہین یعنی ہوائے دہن سے پیدا ہوتے ہین مخرج نہین رکھتے اور پ چ گ حروف فارسی کے مخرج وہی مخرج ب ج ک حروف عربی کے ہین مگر ان کے تلفظ مین اندک ثقالت ہی اور ژ کہ فارسی کا حرف ہی شین منقوطہ کے مخرج سے نکلتا ہی لیکن اسکے تلفظ مین زبان کسی قدر ثقیل ہوجاتی ہی اور ٹ ڈ ڑ ان سے بھی زیادہ ثقیل ہین

(۹) **تجنیس لاحق** اور وہ یہ ہی کہ الفاظ متجانس کے بعض حروف مین اختلاف ہو مگر یہان بھی شرط یہ ہو کہ ایک حرف سے زیادہ مختلف نہو ورنہ دونون لفظون کے تشابہ مین بعد واقع ہوجائیگا پس ان اشعار مین۔

یار محمد خان شوکت

دوبالا ہوئی آتش جنگ گرم	نہ دیکھی تھی بہرام نے بھی یہ رزم

سودا

نہایت اک گزند کہنہ عصر — کہ دلکش نظم سے جسکی ہر اک نثر

مہجور

ور جن کو نہین ہے اس مین دخل — اپنے نزدیک ہین وہی بے عقل

الفاظ گرم و رزم ۔ عصر و نثر ۔ دخل و عقل مین تجنیس لاحق نہوگی کیونکہ ہر اک مثال مین دو حروف کا اختلاف ہے اور اختلاف حروف کا عام ہے خواہ اول مین ہو خواہ درمیان مین خواہ آخر مین اور وہ حروف مختلف متحد المخرج یا قریب المخرج نہون جیسے سنگ چنگ اور رام روم اور شاہ شاد وغیرہ۔

پہلی شکل کی مثال۔

نعیم

تجھ سے جدا ہو دل مرا ہو سکے پہ نہو سکے — تیری جفا سے ہو خفا ہو سکے یہ نہو سکے

محمد جعفر مخمور

خواب مین پہونچا جو دان دست خیال — نیلا پیلا اُس کا زانو ہو گیا

عبد الرؤف شعور

فوق ہے اُسکو خود آرائی سے خود بینی سے شوق — آئینہ زانو پہ ہے زلف معنبر ہاتھ مین

انشا

تاک کے نیچے ہم اُس گل کی تاک لگائے بیٹھے ہین — اُونسے منھ پر غنچہ زنبق ناک لگائے بیٹھے ہین

حسن

کئی دن تیرے چھپ رہنے مین اشک آنکھون سے برسا ہے — نکل خورشید رو گھر سے کہ عالم خوب ترسا ہے

ذوق

یہ بھی اُس نازک بدن کو بار ہو — گر کمر باندھے نظر کے تار سے

نسیم

کمر کھلے بندون جی کی تنگی — بے ننگ ہوئی وہ شوخ ننگی

انیس

حقا کہ تھا ظفر کا وسیلہ سفر ترا — نام نکو قلم نے لکھا عرش پر ترا

وان بال سی وہ کمر ہے باریک — ہو گیا یان آنکھون مین دو جہان ہے تاریک

وان لمعۂ نور ران اور ساق	یان ضعف سے جنبش قدم شاق

حالی

رعیت کا اُسے خوف نہ کچھ شاہ کا ڈر	نہ اُسے چور کا خطرہ نہ لسے شاہ کا ڈر

محمد شاکر ناجی

زلف کے حلقے مین دیکھا جب سے دانہ خال کا	مرغ دل عاشق کا تب سے قید ہی اُس جال کا

منشی

ہوا اُس کا گھوڑا وہان سے فرار	لیا فوج خاقان مین اس نے قرار

جرأت

ناصح کتاب بندگی کر بند ہم سے آہ	یہ حرف عشق دل سے مٹایا نہ جائیگا

دوسری شکل کی مثال۔

مصحفی

انصاف کیا اُسکا مین اب شہ کے حوالے	جھکتی ہی جہان مار سے لے مور کی گردن
یا فاطمہ کا لاڈلا مقتول ہوا ہے **دبیر**	یا ذبح کوئی بندۂ مقبول ہوا ہے
یان تڑپی وان گری ادھر آئی اُدھر گئی **ولہ**	اس چال سے یہ موت کو بھی مات کر گئی

نسیم دہلوی

روے روشن کے شرار لے مجھکا جاتا ہی دل	آج مجھے نور مین بھی خاصہ ہی نار کا

ذوق

نیش کی جا نوش ہو دنبالۂ زنبور مین	کام مین افعی کے ہو مہرہ بجائے آبلہ

حالی

باپ کا حکم نہین مانتے فرزند رشید	اور نوکر نہین دیتے کبھی آقا کو رسید

ناسخ

غیر کوثر کسی دریا کا مین سباح نہین	بیشۂ شیر خدا بن کہین سیاح نہین

امیر اللہ تسلیم

ملون جلوۂ حسن بد نور سے	کرون بندگی دیر کو دور سے
خبر رکھتے ہین تیرے زور سے ہم **خوشتر**	نہین ہے کوہ کو کچھ کاہ کا غم

تیسری شکل کی مثال

از محسن مؤلف تذکرہ سراپا سخن

کیا صباحت ہے کہ یہ چاند ہے وہ ہالہ ہے — نہین پہونچی ہین ہے اس ماہ لقا کا پہونچا

مومن

سرمۂ تسخیر ہے ہم خود مسخر کیون نہون — آنکھ کی پتلی جو تھی جادو کا پتلا ہو گیا

سودا

نقد دل دیگر کہین جی کو ملامت مت دل لے — مان ای سودا نہین زنہار اس سے دکہین سودے

مقصود بالتمثیل لفظ سودا اور سودے ہے

منشی

یہ سنکر ہوا شاہ گشتاسب شاد — کہ حاصل ہوئی اُسکے دل کی مراد

امانت

شب ہے مین بچھا کر چاندنی بجتا کدارا ہے — چمک پر آج کل اُنکی ستاری کا ستارا ہے

ولہ

تری جالی کی کرتی کے تصور مین یہ روتا ہون — مبصر دیکھکر آنکھون کو کہتے ہین کہ جالا ہے

قلق

دشت وحشت کی خاک ہم چھانین — تلوے غربال خار سے کر لین

نطق

اُس آنکھ کا تل ماش ہے پتلا ہے وہ پتلی — چلتا ہوا اُن آنکھون سے جادو نظر آیا

اصغر علی خان آبرو

مل کے طوبے سے خلد مین رویا — جب ہوا یاد قد یار مجھے

تنبیہ مطلوب طالب مؤلفہ رحم علی خان بن بہرہ مند خان سکندر پوری مین مذکور ہے کہ تجنیس لاحق یہ ہے کہ اُس مین الفاظ مدور دار آتے ہین اور دوسری عبارت مین یون سمجھو کہ تجنیس لاحق مین وہ الفاظ دائرہ دار متواتر آتے ہین جیسے۔

مذاق

جان جانان جہان جان وجان دوجہان — روح روحانی بروان النبی وجانی علی ہے

حیف

پسند آئی ہے اُس بُت کی مجھے چین جبین ایسی
پہنتا ہون جو مین چُن کر گریبان آستین امن

شاداب

تجھ سا حسین بجز جہان مین کہین نہین
نظرین ہین لوح حُسن کی چین جبین نہین

میر تقی

کیا مین بھی پریشانی خاطر سے قرین تھا
آنکھین تو کہین تھین دل غمدیدہ کہین تھا

فائدہ یہ جتنی قسمین تجنیس کی بیان کی گئین باعتبار اتصال و انفصال کے یعنی جُدا جُدا یا پاس پاس واقع ہونے الفاظ متجانس کے دو قسم پر منقسم ہو سکتی ہین متصل و منفصل اور الفاظ متصل مین حرف ظرف یا عطف یا جر یا انکی مثل کا فاصل ہونا انکے اتصال کے منافی نہین۔

مثال تجنیس تام متصل کی۔

انشا

[illegible] زبان سے مدح کمان اُسکی ہو سکے
توصیف مین ہے جس کی زبان قلم قلم

تجنیس تام منفصل یہ ہی۔

وحید

تسکین درد دل کو نہ آج ہو نہ کل ہو
بے یار بیکلی ہے وہی سے ٹلے تو کل ہو

تجنیس زائد متصل کی مثال۔

ناسخ

دُور سے دیگی دکھائی روشنی جائے سواد
یادرکھ قاصد نشان ہے یہ دیار یار کا

توشتر

سدا ایا تن مین روشن آتش چشم
روان مانند دریا چشمہ چشم

ظفر

دیکھکر اُس مہ کو وقت بیحجابی آفتاب
ہو گیا منھ پر بجائے آفتابی آفتاب

المولفہ

دل کس سے اب لگائین یہان ہم چلے گئے
مینا بھی ہے بجی ساقی بھی و جام جم کے ساتھ
اشراف کا کرم سے ترے تا دم حیات
یارب نہ ڈالے چرخ کبھی کام کم کے ساتھ

میر وزیر علی صبا

تو تو مین گردش نگہ یار سے لبا
تل تیل ہو گئے یہ گیا چشم غزال کا

تجنیس زائد منفصل کی مثال۔

اسیر

لب شیرین کے وصف کرتے ہین
بات گویا نبات اپنی ہے

حیدر

تیرے عارض سے خاک ہو ہمسر | عارضی حسن ماہ کامل کا

راحت

زلبس رہتا ہے ہم دوش الم وہ | ہوا ہے نل سے اب نال قلم وہ

تجنیس مضارع متصل کی مثال۔

سرور

ہر گام پر جو پھانس لیا مرغ دل مرا | کیا چال جال ہے بت محشر خرام کی

تجنیس مضارع منفصل کی مثال۔

منشی

مناسب ہے اب دریون ہو صلاح | کہ تو اور طوس آوے یان بے سلاح

تجنیس لاحق متصل کی مثال۔

مخمور

خواب مین یہ ہو بجا جو دان دست خیال | نیلا پیلا اُسکا زانو ہو گیا

انشا

گا ہے جو اُسکی یاد سے غافل ہوا یک دم | مجھکو دہن مین اپنے لگے ہے زبان نہ بون
طوفان نوح آنکھ نہ ہم سے ملا سکے | آتے نظر ہین چشم سے ہر پل عیان عیون

تجنیس لاحق منفصل کی مثال۔

ہوس

وان بال سے وہ کمر ہے باریک | یان آنکھون مین دو جہان ہے تاریک

ناسخ

غیر کو تر کسی دریا کا مین سنتا نہین | بیشۂ شیر خدا بن کہین سیلاب نہین

تجنیس محرف متصل کی مثال۔

سودا

کہدیا مستقی سے جا فصد کر | لکھدیا مجنون کو سشیر شتر
سمجھے مرزا میر کو مرزا کو میر | میر | نے وہ رگ زن جو سمجھے شیر شیر

حسن

لب جو کے اڑنے لگی گرد گرد ؎ | گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد

احسان

لے گی خاک تو پیغام اے صبا میرا | ہوائے یار مین دم ہے ہوا ہوا میرا

تجنیس محرف منفصل کی مثال

نسیم دہلوی

مین تو کیا ہون گا روان کے کاروان ہونگے ہمسر
بندہ لاکھون کو کرے گا آج بندہ کان کا ؎

منشی

گئے جبکہ وہ سامنے سام کے | تو پھر دو ہین تعظیم کے واسطے

تجنیس مذیل منفصل کی مثال۔

ذوق

مانگ سے اُسکی مانگتی ہے بھیک | مہ کا کاسہ لیے شب تاریک

تجنیس خطی متصل کی مثال۔

دبیر

منھ غرق عرق دیکھکے خورشید ہوا تر | ابرو سے ٹپکتا ہے پڑا تیغ کا جوہر

ولہ

تیاری تیغ و تبر و تیر ہوئی ہے | تدبیر گرفتاری شبیر ہوئی ہے

سلیمان خان اسد

مژگان ہین لیس قتل پہ مردم کے مثل تیر | ابروے یار پر ہے گمان کمان مجھے ؎

تجنیس خطی منفصل کی مثال۔

ثروت

قابل نہ تھے جفا کے اٹھانے کے ہم ذرا | ثروت پناہ ہے یہ اُس آفت پناہ کی

تجنیس مرکب متصل کی مثال۔

آہو تو بھلا کیا ہے چہ کارہ ہے چہ کارہ | عزیز | دنیا مین کسی کی بھی نہین تجھسے بڑی آنکھ

ولی

یاد کرنے کو لیا ہاتھ مین من کا منکا | دل اُبہ پُوجھ پڑے من کا پھر آنا مشکل

تجنیس مرکب منفصل کی مثال ۔

رافت

وہ لب شیرین تجھے جنکے آگے نبات | خجل اس قدر ہو کہ آوے نبات

فائدہ دیگر اگر اقسام مذکورہ بالا سے کسی قسم کی تجنیس کے الفاظ متجانس کلام مین مکرر واقع ہونگے تو **تجنیس مکرر** کہین گے کیونکہ صرف تجنیس کے یہ معنی ہین کہ دو لفظ ایک سے آوین پس وہ لفظ متجانس جب مکرر واقع ہونگے تب تجنیس مکرر کہلائے گی ۔ بعض نے اُسکی قید لگائی ہی کو تجنیس خواہ کسی قسم کی ہو جب الفاظ متجانس مکرر متصل واقع ہونگے تب اُسکو تجنیس مکرر کہین گے اور جب متصل نہونگے تو اُسکو **تجنیس غیر مکرر** بولتے ہین ۔ بہر صورت مثال یہ ہی ۔

ضیا

صاف تھا جب تک تو ہمکو بھی جواب صاف تھا | ابتو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

اس مین تجنیس تام کی تکرار ہی ۔

ذوق

کبھی ہمت تھی مری قاعدہ صرف مین صرف | کبھی تھی نحو مین ہر نحو مجھے محویت

اس مین بھی تجنیس تام کی تکرار ہی ۔

نسیم دہلوی

لفظ تخنیق نہ تخنیق سمجھتے ہین کچھ | خرم اور خرم کی تحقیق مین اکثر حیران

اس شعر مین تجنیس خطی کی تکرار ہی ۔

نفیس

علی کا دبدبہ و رعب جرأت و صولت | حسن کا حُسن حسین جبین کی سب شوکت

یہان تجنیس محرف کی تکرار ہے ۔

نادر

ہرتال کی تاثیر ہے ہر تال مین تیری | جو سم سے ترے ہوتا ہی وہ سم سے نہوگا

اس شعر مین تجنیس تام کی تکرار ہی ۔

بعض رسالون مین تجنیس مکرر کے اسجاع نثر اور قوافی نظم مین آنے کی قید دیکھی گئی ہے مگر یہ قید بے اصل ہی۔ بہر صورت مثال یہ ہے۔

فگار

گر بزان اُسکے ہووے شور سے شیر | کرے دیودن کو اپنے زور سے زیر

اس شعر مین اجناس لاحق کی تکرار ہی۔ اس صورت مین غزل اور قصیدے مین الفاظ متجانس کا سوا مطلع کے باقی شعرون مین ایکبار ضرب مین آنا ہوتا ہی اور مثنوی و مسدس وغیرہ مین ہر شعر کے عروض وضرب مین مکرر آتے ہین۔ بعض نے کہا ہی کہ تجنیس مکرر کو تجنیس مُزدوَج اور تجنیس مُرَدَّد بھی کہتے ہین اور اکثر کا قول یہ ہی کہ الفاظ متجانس کے حرفون مین اختلاف کمی بیشی کا ہو تو اُس کا نام تجنیس مزدوج اور تجنیس مُرَدَّد ہے مثلاً۔

خوشتر

خوشی کے بیچ کیا شور و شر ہے | کہا سب نے یہ شر بحر بشر ہے

ولہ

زن و زور و زمین و زر سے مغرور | شراب شور و بنگ شر سے مسرور

نوا

یہ ابرو مینا و جام مے بن پکڑ بجائے کمان کمانہ | ہماری چھاتی کے داغ دلکا کرے ہی تنگ کر نشان نشانہ

نصرت

پوشیدہ اسکے ڈر سے وجام جم ہوا | عالم مین اور تیغ سے یہ کام کم ہوا

غزل بدھ سنگھ قلندر

بسکہ حضرت شیخ ہی رونے سے مجھکو کام کم | رہگیا آنکھون مین جج دو گوہر برائے نام نم
طرہ ہی طرار اور زلف سیہ پر پیچ و تاب | بن پھنسائے دلکو لینے دین ہین کب دام دم

مسدس دبیر

کھولا کسی نے جینے سے ہو کر تبنگ تنگ | گوشے مین کوئی رکھ کے کمان و خدنگ نگ
بے وقفہ ہوش اُڑ گیا اور بے درنگ رنگ | کیا ہی منزلون ہوے پائے پلنگ لنگ

پچھلے قول سے معلوم ہوا کہ خواہ کسی قسم کی تجنیس ہو اگر الفاظ متجانس مین حروف کی کمی بیشی نہ ہو تو تجنیس مکرر ہے اور اگر کمی بیشی ہو تو تجنیس مزدوج و مردد ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ کوئی قسم علٰحدہ

نہین اور جن لوگون نے تجنیس مکرر و مردد کو ایک ہی لکھا ہے وہ بہت درست ہی کیونکہ جس کو تجنیس مزدوج کہتے ہین وہ تجنیس زائد مکرر کی ایک شکل ہی اور تجنیس متصل و مکرر کو بھی علیحدہ علیحدہ قرار دینا کتب عربیہ کی اصطلاح کے خلاف ہی کیونکہ تلخیص المفتاح وغیرہ مین لکھا ہے کہ کسی قسم کی بھی تجنیس کے دو لفظ برابر واقع ہون - اُسکو تجنیس مزدوج اور تجنیس مکرر اور تجنیس مردد کہتے ہین جیسے انیس کے اس قول مین تجنیس محرف متصل ہے - ع

پہونچا جو مُہر مِہر سے فرمان عزل شب
گردون پر عاملان سحر کا ہوا نصب

مُہر اور مِہر مین تجنیس محرف ہے اور دونون لفظ برابر واقع ہین -

صنعت اشتقاق وہ یہ ہی کہ کلام مین ایک اصل کے چند لفظ لانا اس طرح کہ اُن لفظون مین اصل کے حروف ترتیب دار موجود ہون اور اصل مین جو معنی ہین اُن مین بھی باہم وہ اتفاق رکھتے ہون پس قمر اور رقم اس قبیل سے نہون گے کیونکہ گو دونون کلمے حروف مین متفق ہین مگر ترتیب مین متفق نہین مثال اشتقاق کی -

احسان

اے بخت تو جاگ اور جگا ہمکو کہ پھر ہم
جاگینگے نہ تا حشر جگائے سے کسو کے

جاگ اور جگا اور جاگینگے اور جگاے یہ چارون لفظ جاگنا سے مشتق ہین -

ولہ

مجھکو مت ٹھکراؤ بس چلیے سنبھل کر دیکھکر
چال سب چلتے ہین لیکن بندہ پرور دیکھکر

امین عظیم آبادی

دن کٹا فریاد مین اور رات زاری مین کٹی
عمر کٹنے کو کٹی پر کیا ہی خواری مین کٹی

ذوق

خنجر ناز نے کیا چاٹ لگا دی دل کو
چاٹتا ہونٹ ہی لیلے کے جراحت کے مزے

ولہ

تو مرے حال سے غافل ہی پر اے غفلت کیش
تیرے انداز تغافل نہین غفلت والے

رنگین

اُسے مین چھپ کے دیکھون بر ملا وہ غیر کو دیکھے
بھلا یون دیکھنا دیکھو تو دیکھا جائے ہی کس سے

آغا شاعر قزلباش دہلوی

کیا دیکھا ہی کیا دیکھینگے کیا کیا نہین دیکھا
آنکھون نے کبھی ایسا تماشا نہین دیکھا

فراق

اُلجھ اُس شوخ ستمگر سے لڑانے بیٹھے ہین ؛	بس چلے یا نہ چلے جی تو جلانے بیٹھے ہین .

غالب

مرحبا اے سرور خاص خواص	حبذا اے نشاط عام عوام

ولہ

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے	حیران ہون پھر مشاہدہ ہی کس حساب مین

جعفر علیخان فصیح

یہ تو قسمت مین کہان تھا کہ کرون کسب کمال	بے کمالی مین بھی افسوس مین کامل نہوا

نداق

نہ اُس سے کبھی مین نبھا ہا کیا	اُسی نے نہ چاہا مین چاہا کیا

صنعت شبہ اشتقاق وہ یہ ہو کہ کلام مین ایسے لفظ لائے جائین جو بظاہر نوعیت اشتقاق کی رکھتے ہون اور دراصل اُن کا ماخذ علحدہ ہو یعنی اُن مین بعض حروف یا کل حروف اس طرح اتفاق رکھتے ہون کہ جن کے دیکھنے سے بادی النظر مین یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ ایک اصل سے مشتق ہین اور حقیقت مین ایسا نہو اس لیے کہ نفس الامر مین اصل اُن کی مختلف ہو پس شبہ اشتقاق مین بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونون لفظ ایک ہی مادے سے نکلے ہین کیونکہ دوسرے لفظ مین پہلے لفظ کے سے حروف موجود ہوتے ہین مگر تامل کے بعد ظاہر ہو جاتا ہے کہ دونون ایک اصل سے نہین ہین۔ تصوفی کے مستزاد مین یہی صنعت ہاہے۔

کُہہ یہ کہتا تھا کہ کچھ دُور نہین باغ ارم + کرین آرام سے رم بعد ہم سب کے نہین کوئی مددگار حسین + اور نہ کوئی یار حسین	دور البتہ ہوا گردش ایام سے یم + اس کا دل پر ہی الم سخت مشکل مین پڑے کثرت اوہام سے ہم جا کس طرح حرم

تمنا لکھنوی

بعد پُراتون مین کتھائین ہین پرانی سب ہین +	وید کے منتر سے کم ان کا نہین جاہ ووقار

ذوق

جو دل قمار خانے مین بُت سے لگا چکے	وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے

ناسخ

رہ گیا مین مُسوس کر دل کو	کب میسر مجھے مساس ہوا +

نظیر

عشق کا دُور کرے دل سے جو دھڑکا تعویذ | اُس دھڑاکے کا کوئی ہمنے نہ دیکھا تعویذ

رشک

صبح سے روے صبیح یار پر آنے لگی | کرتی ہی سورج گہن کی ظاہر اغبر زلف

مومن

کیا کیا جلی ہی بزم مین تجھ بن نہ جب بچے | پروانے شمع شملہ شمائل کے آس پاس

انیس

ہو جائینگے یاقوت کے نگ کوئی گھڑی کو | دانتون سے لڑائے کوئی موتی کی لڑی کو

حسرت

گرچہ اس دل سے گیا ہی کرکے اب آرام رم | دور کرتا ہے ولیکن کچھ ترا پیغام غم
شوق غنچے کو ہوا ہے بولنے کا باغ مین | بول منھ سے ہی کہان تیرا بت گلفام کم
شاعری کی صنعتون مین ہے یہ حسرت غزل | ورنہ اچی کی طرح لکھتے ہین کب ایہام ہم

واسطی

پہنو کانون مین نہ تم لے مرے جانی سونا | منفعل ہوگا بنا گوش سے کانی سونا

بالمکند بے صبر

اُن کے ذکر چشم دیوانہ ہوا | حیف افسون مجھکو افسانہ ہوا

انیس

کبھی زینب کا ہے غم گاہ سکینہ کا خیال | دن جو ڈھلتا ہی تو حضرت ہوے جاتے ہین نڈھال

میر

اُسکی پلیدی شہرہ ہر شہر ہی رہی | کتے کے کاٹے کی سی سے لہری رہی

مولوی اسماعیل

رستے کو راستی کے نہ زنہار چھوڑنا | ہوتا ہے راستی ہی سے انسان رستگار

مذاق

نہو دینگے گوشہ نشین تیرے عاشق
نہ بیٹھینگے چلے مین چلانے والے

واجد علیشاہ اختر

جب سے بنگلے میں کی اپنے اقامت دیکھنا
ناوک سوزاں کا ہر بنگلہ نشانہ ہو گیا

میر

تکلف نہ مشتاق یار ہے اپنا
شاعری تو شعار ہے اپنا

ولہ

دشمنوں کے روبرو دشنام ہے
یہ بھی کوئی لطف بے ہنگام ہے

ولہ

ناسازی طبیعت کیا ہی جو الجھ ہوئے برا
اوباش وہ ستمگر لڑکا ہی تھا لڑاکا

صنعت تکریر یا تکرار۔ بدائع الافکار وغیرہ میں اس کی تعریف یوں لکھی ہی کہ دو لفظوں کو جو ایک ہی معنے رکھتے ہوں مصرعوں یا شعر میں برابر برابر جمع کرنا اور اس کی سات قسمیں گنوائی ہیں۔

(۱) تکریر مطلق یہ اس طرح ہے کہ ایک شعر میں لفظ مکرر آ دیں خواہ دونوں مصرعوں کے اول میں جیسے۔

مائل احمد حسین حیدرآبادی

روتے روتے کون سویا خاک پر
ہلتے ہلتے کس کا جھولا رہ گیا

یا۔ صرف مصرع اول کے شروع میں جیسے۔

قدر

آتے آتے ہونٹ تک ایسی جمی ہے
بات دانتوں سے بھی ہی کچھ سخت تر

یا صرف مصرع ثانی کے اول میں جیسے۔

مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی

آپ کے اوصاف قرآن مبین سے پوچھیے
نکتہ نکتہ جس کا معیار فصاحت ہو گیا

یا مصرع اول کے حشو میں جیسے۔

میجر جارج بیش متخلص بہ شور

مرے سوز جگر کا چرچا ہے گھر گھر یہ عالم میں
زمیں پھونکی زباں پھونکا اور اس نے آسماں پھونکا

یا دوسرے مصرع کے حشو میں جیسے

ولہ

پڑتا ہے خواب مین جب سے نظر وہ ناوک مژگان | چبھوتا ہے جگر مین چپکے چپکے برچھیان کوئی

یا دونون مصرعون کے آخر مین جیسے۔

ذوق

جن دانتون سے ہنستے تھے ہمیشہ کھل کھل | اب درد سے وہی رلاتے ہین ہل ہل

یا صرف مصرع اول کے آخر مین جیسے۔

ولہ

روشن شیشہ ہر اک سنگ ہو ریزہ ریزہ | پڑے البرز پہ گر گرز کی تیرے ضربت

یا صرف مصرع ثانی کے آخر مین جیسے۔

خسروا جلوہ ترا وہ طرب افزاے جہان | **ولہ** | کہ جسے دیکھ کے ہو عید بھی قربان قربان

مثنوی عشر

خون دل سے پُر ہوا گُل کا ایاغ | ہو گیا لالے کا سینہ داغ داغ

(۲) ہر مصرع مین علیحدہ علیحدہ دو دو لفظ آوین تو اسے **تکریر متلغی** کہتے ہین جیسے۔

ذوق

قطرہ قطرہ آنسو جسکی طوفان شدت ہی | پارہ پارہ دل ہی جس مین تودہ تودہ حسرت ہی

(۳) **تکریر مشتبہ** اس طرح ہی کہ پہلے مصرع مین دو لفظ ذکر کرین پھر اُن کی مناسبت سے دوسرے دو لفظ دوسرے مصرع مین لاوین پس یہ پچھلے لفظ اگلے لفظون سے علاقہ رکھتے ہین جیسے۔

خندان خندان جدھر پھرا وہ | **سہ** | گریان گریان اُدھر گئے ہم

پچھلے مصرع کے دونون لفظ اگلے مصرع کے دونون لفظون سے تضاد کا علاقہ رکھتے ہین۔

(۴) **تکریر مستانف** وہ یہ ہے کہ لفظ ایسے مکرر آئین کہ پہلے لفظ کے بعد دوسرا لفظ لانے سے معنے کی تجدید ہو جاے اسے تکریر مجدد بھی کہتے ہین اسلیے کہ لفظ تو وہی ہوتا ہی مگر اسکے آنے سے معنے مین نئی کیفیت پیدا ہو جاتی ہی جیسے۔

ذوق

ہم کافران عشق کو یہ ہے بڑا عذاب | دوزخ میں آتش آتش سنگ صنم نہیں

دوسرے آتش کے آنے سے معنے میں نئی کیفیت پیدا ہو گئی۔

از دیوان سید حسین

نئے انداز و نئے یہ ڈھنگ | دیکھ کر عقل عقل کل ہے دنگ

منیر

سرگریبان فکر فکر کی دل میں جگہ | خامہ میان دوات شمع میان لگن
عقل نختین کے نور نور پسین کے چراغ | طفل جبل روزہ کے پایۂ نور و بدن
خلق حسن پر نثار مشک فروشان دہر | عنبر لرزان کی مشک مشک جنان کی ختن
میری خطائیں کریں صاحب انصاف عفو | قید میں خود میں ہوں لوح لوح پاہی میرا سخن

حکیم عبد الماجد بداونی

غلام اسکے ہوئے شاہ شاہ اسکے غلام | وہ بُوریے پر تخت بخش عرش وقار

(۵) تکریر مع الوسائط یہ ہے کہ دو لفظ مکرر کے درمیان کوئی لفظ واسطہ واقع ہو جیسے مولوی عبد الحکیم سوز کے شعر میں۔

جان حاسد پہ برستی تھی تڑی نار پہ نار | دل پہ یان اپنے اُترتا تھا سدا نور پہ نور

امیر احمد مینائی

دوست آئے تو مے کش کیا ہیں ہے حس مست ہو جائیں | صراحی پر صراحی خم پہ خم ساغر ہو ساغر پر

خلیل تخلص نواب ابراہیم علی خاں والی ٹونک

تجھ پہ فدا ہزار کلی ہر کلی کا رنگ | تجھ پر نثار لاکھ چمن ہر چمن کے پھول

(۶) تکریر مؤکد اس طرح ہو کہ دوسرا لفظ پہلے لفظ کے معنی کی تاکید کرتا ہو جیسے۔

از دریائے لطافت

تو نے مجھے پیارے برا گر کہا کہا | یا مصلحت سے غیر کے منھ پر کہا کہا

امیر مینائی

غش میں گر نظم زلف سنگھاتے بھی نہیں | جائیے جائیے ہم آپ میں آتے بھی نہیں

میر سوز

تھے وقت نزع منتظر کلمہ سوز سے	جنبش لبونکی دیکھی تو کرتا تھا جام جام

برق

جان عاشق کی گئی نالے ہی کرتے کرتے	تم کہتے رہے کو ٹھے سے کہ اُترا اُترا

اُترا اُترا مقصود بالتمثیل ہے۔

(۷) تکریر حشو یہ کہ بعض الفاظ کی تکرار بے اعتبار معنے کے کرین اور یہ بات بطور ظرافت اور دل لگی کے ہوتی ہے پوربہائی جامی کا ایک قصیدہ فارسی مین اس طرح کا ہی جس کا مطلع یہ ہے۔

ای یہ مجلس پست من ترک چہ گل گل گل	۵	ست عاشق شود والٖہ وبے دل دل دل

اُردو میں مثال اسکی منشی علی امجد حسین امجد بدایونی کی نعتیہ غزل کا یہ شعر ہے۔

امجد ہو جسکے غنچۂ دل مین والا مے شاہ	قربان اُس گلے کے ہون ازہار ہار ہار

ازہار زہرہ کی جمع ہے جو پھول کے معنے مین ہے پس اسکے بعد کے دونون لفظ ہار تکریر حشو مین۔
عنایت علی زار نے ایک نظم اُردو کی پوربہائی جامی کی تتبع مین لکھکر اس صنعت کا حق ادا کیا ہی اور وہ بطور انتخاب کے یہ ہی۔

ہے کش مکش مین نزع کی بیمار مار مار	دکھلا دو اپنا جلوۂ رخسار سار سار
نامہ بھی بھیجا ہم کو تو اُس مدعی کے ہاتھ	زیبا نہیں یہ آپ کو کردار دار دار
اک بوسہ اور ہزار دن ہون دشنام اُسکے ساتھ	اے مہربان نہیں ہین ور کار کار کار
آخر تو رکھتا دانہ تسبیح مین چھپا	کیا رشتہ جوڑا توڑ کے زنار نار نار
کیا کاہلون نے نام توکل کیا خراب	بیٹھے ہین پانون توڑ کے ناچار چار چار
کس واسطے ہین کرتے یہ زردار سرکشی	سر بر زمین ہے شاخ ثمر دار دار دار
شب کو نہ ہے رقیب کے ہم سے تم کرتے ہو	جھوٹی نہ کیجئے اجی گفتار تار تار
نالون کا میرے طرز اُڑاتی ہو عندلیب	جلنے کہین نہ لگ اُٹھے منقار قار قار
انسان اپنے نام کو قائم رکھے مدام	نیکی سے زیر گنبد دوار وار وار
اس بے وفانے کی نہ کسی سے کبھی وفا	دنیا پہ دل نہ دیجیو زنہار ہار ہار
دورے مین تیرے ساقی یہ دور شراب ہے	دیکھا جسے وہ پھرتا ہے سرشار شار شار
تونے نہ دیکھا او بت خود کام کام کام	جان کھوئی ہم نے رو رو کے بیکار کار کار

کی دوستی مین دشمنی ہم کو مٹا دیا	دل سا نہوگا دشمن عیّار دار دار
مانوس ہم سے ہونے لگا کیون وہ بے وفا	صحبت مین اُسکی رہتے ہین اغیار یار یار
دنیا مین کچھ خوشی ہے تو دولت سے ہی ضرور	ہنستے نہ گل جو ہوتے نہ زردار دار دار
چمکی تھی کوہ طور پہ جو برق اے ندیم	وہ بھی تھا ایک پرتو رُخسار سار سار
لپٹا مین خواب مین تو وہ بولے الگ الگ	مُرجھا نہ جائین تازہ و تر ہار ہار ہار
آیا ہے ابر جھوم کے اے محتسب نزدیک	رہتے ہین مے پیے کہین میخوار خوار خوار
لاتی سدا ہین دولت دیدار لوٹ کر	آنکھین غضب ہماری ہین طرّار رار رار
اے دل حوادثات سے ہرگز نہو ملول	دُنیا مین ہے کہان گل بے خار خار خار

اے زار ضبط گریہ سے ہم کو یہ خوف ہے
توڑے نہ سیل اشک یہ دیوار وار وار

صنعت تصحیف لغت مین تصحیف کے معنے یہ ہین کہ صحیفے کو غلط لکھنا اصطلاح مین یہ ہے کہ شاعر ایسے الفاظ لاے کہ تغیر نقاط سے دوسرے لفظ بن جائین اور اگر مدح ہو تو ہجو ہو جاے مطلوب طالب مین اسکی تعریف یون کی ہے کہ ایسے الفاظ لاوین جو بے ملاحظہ نقاط و حرکات کے مدح سے ہجو ہو جائین امیر خسرو اعجاز خسروی کے تیسرے رسالے مین کہتے ہین کہ صنعت تصحیف اور تجنیس خطی مین یہ فرق ہے کہ تجنیس خطی مین دو لفظ ایسے مشابہ ہوتے ہین کہ حرکات و نقاط کے بدلنے سے اُن کے معنے بدل جاتے ہین جیسے مسکین اور مشکین پس ظفر کے اس قول مین۔ ع

تصور اُسکی مژگان کا مجھے سونے نہین دیتا	بچھا دیتا کوئی نشتر مرے بستر کے نیچے ہے

نشتر اور بستر مین تصحیف نہین پس جن لوگون نے بوسہ اور توشہ اسکی مثال مین لکھا ہے یہ اُنکی غلطی ہے اور تصحیف یہ ہے کہ تبدیل کے بعد مدح سے ہجو پیدا ہو جاتی ہو اور اول مین یہ بات نہین۔

فرائد غیاثیہ شرح فوائد غیاثیہ مین ملا محمود جونپوری نے اس صنعت کا نام تجنیس تصحیف لکھ کر عابث عائث (مفسد) مثال دی ہے حالانکہ اس کو جناس سے کوئی علاقہ نہین وہان دو لفظ ہم صورت آتے ہین یہان ایک ہوتا ہے جیسے نواب غوث محمد خان والی جاورہ کے سہرا نامہ نسخے بیہ سیر المحتشم مین ہے اگرچہ صاحب ریاست و حکومت ہین مگر نہایت عاقل لفظ عاقل کی تصحیف غافل کے ساتھ ہوتی ہے موقع ہجو بلیغ کا ہے۔

حدائق السحرافی دقائق الشعر مین اس صنعت کے بیان مین اس طرح پر لکھا ہے کہ۔
مصحف وہ ہے کہ شاعر نظم یا نثر مین ایسے الفاظ لائے کہ اُن کے نقاط یا حرکات کو بدلدین تو مدح کی جگہ ہجو پیدا ہو جاے اور یہ دو طرح پر ہی ایک **مصحف منتظم** اور وہ یہ ہے کہ ہر کلمے کو علیحدہ تصحیف کے ساتھ پڑھ سکین اور کلمات کی ابتدا و انتہا تصحیف مین ظاہر و معین ہو جیسے اس عبارت مین تعجب ہے کہ ابن حبیب عاقل کو کبر پسند ہے اسکی تصحیف یہ ہے تعجب ہے کہ اس خبیث غافل کو کیر پسند ہے دوسرے **مصحف مضطرب** یہ ہو کہ حروف ملے جلے ہون اس وجہ سے کلمات کے جوڑ غور و فکر کے بعد سمجھ مین آکر تصحیف حاصل ہو جیسے کنز ہست (بمعنی خزانہ ہے) کہ اسے غور کے بعد کیر اسپ (بمعنی گھوڑے کا عضو تناسل) بھی پڑھ سکتے ہین اور یہ ہجو ہے۔

صنعت توسیم لغت مین اسکے معنے ہین نشان کرنا اصطلاح علم بدیع مین اسے کہتے ہین کہ شاعر بنیاد قافیے کی ایسے حروف پر رکھے کہ ممدوح کا نام اُس مین آجاے اُسے توسیم اسلیے کہتے ہین کہ شاعر اپنا نشان قافیے مین دکھاتا ہی جیسے سودا کے اس قصیدے مین۔

گل حرص نام شخصے سودا پہ مہربان ہو — بولا نصیب تیرے سب دولت جہان ہو
گر اشرفی روپے کی خواہش ہو تیرے دلمین — ظاہر ترے پہ ہر جا گنجینۂ نہان ہو
لعل و گہر کی ہووے تجھکو اگر تمنا — معرف کے بیچ تیرے اشیاے بحر و کان ہو
جاہ و جلال یان تک دیوے تجھے زمانہ — جب ہو تری سواری صد فیل پر نشان ہو
سنکر یہ حرف بولا سودا کہ قدر و رتبہ — کب اشرفی روپے کا نزدیک عاقلان ہو
نام انکو بہتر دنیا مین کیا نشان ہے — یہ بھی کوئی نشان ہی جو فیل پر روان ہو
لعل و گہر جو پوچھو پتھر ہین اور پانی — رتبہ نہ انکو بیش ارباب ہمتان ہو
جو کچھ کہا ہی تونے یہ تجھکو سب مبارک — مین اور میرے سر پہ میر البنت **خان** ہو

شاہ نصیر الطاف علی خان کی تعریف کے قصیدے مین کہتے ہین۔

سرگرم صفت تیرا دنیا مین ہر انسان ہی — اے مظہر خوبی تو **الطاف علی خان** ہے

مرزا قربان علی بیگ سالک یاور علی خان کی مدح مین کہتے ہین۔

قدم بھر بڑھ کے رہے مشکل سے وہ میرے بیابان کو — بجاے سبزہ روندے جو کوئی خار مغیلان کو
عمل کی صفت دیکھ ہوا سے ہل نہین سکتا — لکھا ہے کلک نے جس صفحے پر **یاور علی خان** کو

ایضاً محمد علی خان کی تعریف مین -

لیے ساتھ عشرت کا سامان ہی سہرا	ترے سر محمد علی خان ہے سہرا

سودا نے حکیم میر محمد کاظم کی مدح مین کہا ہے -

علم طبی ہے طبابت تو یہ سُن رکھ ہمدم	متفق البتہ اطبا ہین جہان مین باہم

اس قسم کی باتین بیان کر کے پھر ایک شعر لکھا ہے -

سو توان باتون مین ہی خوض طبیبون مین کسے	اس زمانے مین بجز میر محمد کاظم

جرأت

بسکہ گلچین تھے سدا عشق کے ہم بستان کے	ہوے نوکر بھی تو نواب محبت خان کے

صنعت ایداع یاے تحتانی کے ساتھ لغت مین کسی کے پاس ودلیعت رکھنے اور کسی کی ودلیعت قبول کرنے اور قوم مین صلح کرانے کے معنے مین ہے - اصطلاح مین اسے کہتے ہین کہ ممدوح کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا کہ اُن سے اُس کا نام نکل آئے جیسے یوسف خان کی مدح مین کہین کہ رات جو مین نے تیرے مصحف حسن سے فال کھولی تو سورۂ یوسف فال مین نکلی حدائق الحقائق مین اسی طرح لکھا ہے سید غلام حسنین قدر بلگرامی نے ڈپٹی مرزا عباس کی مدح مین قصیدہ لکھا ہے اُس مین ہے -

جو یاعباس کہکر مین اُٹھاؤن نیزہ و خامہ	جو کہکر یا علی مین کھینچ لون تیغ ثنا خوانی
ابھی تو مدح کے میدان گرتا ہے مرا جھنڈا	ابھی تو جھولتی ہے عرش سے تیغ زباندانی

ذوق ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ کی تعریف مین کہتے ہین -

ابوظفر شہ والا گہر بہادر شاہ	سراج دین نبی سایۂ خدائے قدیر

انشا نے نواب سعادت علی خان کی مدح کے قصیدے مین لکھا ہے -

چشم و چراغ ہند ہی اک وزیر ہے	یعنی جناب عالی مستحسن الشیم
کیسا وزیر جسکو سعادت علی نے دی	برہان ملک اشجع و منصور و محتشم

حافظ عبدالرحمٰن احسان تہنیت جشن شاہ عالم بادشاہ کے قصیدے مین لکھتے ہین -

سحر عروس طرب نے دکھایا اپنا جمال	خوشی سے ہو متبسم کہا کہ انظر فی الحال
بصد نیاز کہا مین نے اے سراپا ناز	تو کون ہی مجھے بتلا باین شکوہ و جلال
کہا کہ نام ہے میرا خوشی خوشی ہو تو	کہ میرے نام سے بھاگے ہی درد و رنج و ملال

یہ مژدہ ہے کہ تو ہے مژدہ تہنیت اب کم	برائے جشن شہ خوش خصال و نیک اقبال
فلک جناب سحاب کرم شہ عالم	محیط فیض خجستہ سیر بلند اقبال

ذوق اکبر شاہ کی مدح مین کہتے ہین۔

نام کو اللہ اکبر کیا ترے توقیر ہے	ورد اقبال ہر بانگ ہے شامل ہر تکبیر ہے

صنعت متتابع لغت مین متتابع پے در پے کے معنے ہین ہیں اور اصطلاح مین اسے کہتے ہین کہ بات مین سے بات نکالین اور الفاظ اس طرح آوین کہ ایک کی متابعت کی وجہ سے دوسرا آوے جیسے۔

منیر

سوے میخانہ جو وہ دیکھے نگاہ قہر سے	تاک مین انگور انگورون مین نہان ہو شراب
شیشہ پتھر مین چھپے پتھر نہان ہو کوہ مین	گو وہ زیر خاک بھاگے خاک ڈھونڈھے قعر آب

ولہ

یاالٰہی رہین جب تک فلک ماہ و نجوم	تاکہ ہو سبز زمانے مین چمن خلقت کا
تا چمن مین ہو نہال اور نہالون مین شاخ	تاکہ ہو شاخون مین گل گل مین اثر نکہت کا
تاکہ رنگت مین لطافت ہو لطافت مین صفا	تا صفائی سے روان قافلہ ہے نکہت کا
تاکہ نکہت سے دماغون کو ہے کیفیت عطر	تاکہ ہو عطر سے روحون کو مزہ راحت کا
راحت و عیش بڑھے جاہ و حشم افزون ہو	تیرے قبضے مین خزانہ رہے ہر دولت کا

خلیق منشی عبدالخالق دہلوی

درگاہ قطب صاحب سنگ مزار دیکھیے	شہر دلی مین پھول دیکھیے پھولون مین خار دیکھیے

شیخ محمد جان شاد

الٰہی شاد ثنا خوان ہے یہی تجھ سے مدام	تو ہے تا تیری خدائی ہو خداوند زمین
ابر مین برق ہو تا برق جہند مین چمک	سیپ دریا مین ہو تا سیپ مین ہو گوہر عدن
خاک مین ذرے ہین تا ذرون مین ہو مہر ضیا	پتھرون مین ہین شرر تا ہو شررون مین جلن
خال ہین چشم مین تا چشم مین ہو نور بصر	نافہ آہو مین ہو تا نافے مین ہو مشک ختن

آسمان قدر مسیحا کی طرح ہو ممدوح
بعلی و لزہرا و حسین و حسن

منشی ہیرالال شہرت

جوش بہار غم الفت تو دیکھیے
داغ سے گل گل سے چمن ہوگیا

ذوق

بخار ارض سے تا ابر ہوا در ابر مین پانی
روان پانی سے تا دریا ہوا وہ دریا طغیانی
زمین مین تا ہو کان اور کان مین ہو جوہر کانی
بنے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی

تری شمشیر جوہر دار مین نصرت کا جوہر ہو
ترے قبضے مین بحر جیسے کہ ہو کان میسر ہو

رکھین تا عود کو آتش پہ اور آتش کو مجمر مین
رہے نافے مین مشک اذفر اور مشک اذفر مین
کل تر تا ہو گل دان مین تری تا ہو گل تر مین
صدف مین تا ہو گوہر اور ہو تا آب گوہر مین

ترے ابر کرم سے باغ عالم تازہ و تر ہو
شمیم خلق سے تیرے جہان یک سر معطر ہو

گلستان مین ہو تا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا
نیستان مین ہو تا نے اور نے سے نغمہ ہو پیدا
نہال تاک مین انگور ہو انگور مین صہبا
نشہ صہبا مین ہو اور ہو نشہ جبتک نشاط افزا

شراب عیش سے خالی کبھی تیرا نہ ساغر ہو
ہمیشہ جشن جمشیدی سے تیرا جشن بہتر ہو

ظفر

جی جلائین کیون نہ میرا یہ بتان سنگدل
دل ظفران کا ہے پتھر اور پتھر مین ہے آگ

صنعت تزلزل یا متزلزل ملا خیرالدین نے خیر البلاغت کے ایک رسالے مین لکھا ہے کہ یہ صنعت اس طرح ہے کہ حروف کی حرکت کے تغیر سے مدح مذمت ہوجاے جیسے

ہے دعا میری یہ تجھ سے کردگار
اُسکے سر کو رکھو ہمیشہ تاجدار

تاجدار مین اگر جیم کو ساکن پڑھین تو مدح ہے اور اگر اُس کو مکسور پڑھین تو مذمت ہوجاے سکون کی صورت مین مراد یہ ہے کہ سر پر تاج حکومت رہے اور دوسری صورت مین

یہ معنے ہوئے کہ مقتول ہو کر سر اسکا دار یعنی سولی پر ٹنگا رہے دوسری صورت مین سر مضاف ہے اور دار مضاف الیہ۔

صنعت قلب وہ یہ ہے کہ کچھ الفاظ اس طرح پر واقع ہون کہ دونون لفظون کے حروف ترتیب مین یکسان ہون اسطرح کہ نوع اور عدد اور ہیئت اُن کی متحد ہو مگر حروف کی تقدیم و تاخیر مین فرق ہو اس طرح کہ جو حرف پہلے لفظ مین مقدم ہون وہ دوسرے لفظ مین مؤخر ہون اسکو تجنیس قلب بھی کہتے ہین اور تجنیس کی قسم شمار کرتے ہین اور یہ صنعت کئی قسم پر مشتمل ہے۔

(۱) مقلوب کل یعنی سب حروف کلمے کے علی الترتیب منعکس ہون جیسے کاخ خاک اور فرش شرف اور عرش شرع اور حور روح اور تار رات اور زار راز اور فرق قرف۔

میر محمد تقی

وصف اُس صد رشک نسیم کا کوئی لکھے یا پڑھے — زبان وہ دوڑے صورت زعفران چلے فر فر زبان

ناسخ

کو بکو دن بھر وہ پھر جاتی ہے آکر رات کو روز — سو رہا ہے مانند خورشید درخشان بانون مین

ظفر

رات بھر مجھکو غم یار نے سونے نہ دیا — صبح کو خوف شب تار نے سونے نہ دیا

امانت

دنیا مین ہے خرابہ زراہی کے مگر سدا — اژدرے غور گنج کو الٹو تو جنگ ہے

خواجہ وزیر

خوبرویون کو ضرر ہو نہ سکے کیا امکان — حور ہو جائے جو لکھے کوئی الٹا نام روح

رشک

ابھی چھڑکائے بارش کوئی دست بھر کے نشہ — جو زمین پہ چھینٹ مارے قدح شراب الٹا

ولہ

جو تو باتون مین مجھے لگا تو مین جانونگا کہ سمجھا — مرے جان مجھ دل کے مالک نے مرا کلام الٹا
مجھے مار کیون نہ ڈالے تری زلف الٹ کے کافر — کہ لکھا دیا ہے تو نے اسے لفظ رام الٹا
سحر ایک باش پھینکا جو مجھے دکھا کے اُسنے — تو اشارہ مین نے تاڑا کہ یہ لفظ شام الٹا
فقط اس لفافے پر ہو کر خط آشنا کو بھیجا — تو لکھا ہو اُسنے انشا یہ ترا ہی نام الٹا

دبیر

اُٹھیں عقلا شرع کو تو عرش ہو پیدا
ایمان و شریعت پہ سدا قبضہ ہو ان کا

ولہ

سرتاج فلک فرش در شاہ نجف ہے
اُس عرش کو دیکھا جو اُلٹ کر تو شرف ہے

ولہ

سلطان صبح نے رخ آفاق فق کیا
اور دور نے قمر کو اُلٹ کر رمق کیا

(۲) مقلوب بعض اسے کہتے ہیں کہ کلمے کے بعض حروف کی ترتیب منعکس ہو جیسے قریب رقیب اور رشک شکر اور کمال کلام اور رحیق حریق اور علم عمل اور مرحوم محروم اور حامی ماحی۔
جیسے "صبح کا ستارہ" کی یہ عبارت۔
"جو شخص اس کتاب سے فائدہ پاوے اور نفع اُٹھاوے اُس سے اُمید ہے کہ اس مغموم کو اور اُن دونوں مرحوم کو اپنی دعا سے محروم نہ کرے"

ذوق

قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد
حامی شرع نبی ماحی شرک و بدعت

قلق

اُٹھ گیا پاس اب قرابت کا
رشتہ پیدا ہوا رقابت کا

شہیر

کمال بحث ہے علم کلام میں رہتی
دماغ میں لوگ بہت قیل و قال کرتے ہیں

مثنوی زائر

انسان کے لیے الم ہوا مال
جس نے پایا رہا وہ پامال

(۳) مقلوب مستوی یعنی تمام لفظ یا فقرہ یا مصرع یا شعر مقلوب کرنے سے وہی لفظ یا فقرہ یا مصرع یا شعر حاصل ہو الفاظ کی مثال جیسے باب بے عیب شاباش نادان کیک لعل گنگ بے زیب قلق نان، دید ددو ود یعنی دھوان توت تخت دید گرگ لیل لمک تنت لھم الا ایا ماقرق ہمہ نالان نازان واما دمو ہوم میم نون واو۔

ذوق

درد میں میں لوٹتا ہوں کس کو میرا درد ہو
ہواں میں نقطہ و رد جس پہلو سے اُلٹو درد ہی

انشا

اُٹھتی رہ اپنے دل سے کچھ ایسی ہی ہوک سی	پڑ جاتی جس سے دشت میں ہو ایک کوک سی

المولفہ

سر قفس سے دم بدم بیفائدہ ٹکرائے ہے	بلبل نادان نہیں ہیں ترے بس کی تیلیان

فقرے کی مثال۔

ظفر

یہ آنا جانا دم کا ہے فقط اُسکی عنایت پر	کسی کی آمد و رفت نفس میں کچھ نہیں چلتی

آنا جانا کو اگر آخر سے پڑھیں تو یہی عبارت حاصل ہوگی۔
شعر کی مثال۔

نظام ساکن جاورہ

تم شدت کا ہے وردہ ساکت دشمنا	اشک ہر گاہ گر کا خاک رہا گرہ کشا

تمام شعر مقلوب مستوی ہے۔

ضامن علی جلالی

وہ شرابی آئے بارش ہو خوش ہو وہ شوخ خوش ہو وہ شوخ	یارب ابر آئے یارب ابر آئے یارب صبر آئے یارب صبر آئے

مقلوب مستوی کی ایک قسم اور ہے اور وہ یہ کہ ایک عبارت کے قلب کرنے سے اور ایک عبارت حاصل ہوجائے لیکن دوسری عبارت بھی ایسی ہو کہ اگر اسکو قلب کریں تو عبارت اول حاصل ہوجائے جیسے۔

انشا

رواج اور یہ ہو وہ ہو آشنا آشنا	کہ ہو رہا ہو وہ آگاہ رسم اہل کلام

پہلے مصرع کے قلب کرنے سے یہ عبارت حاصل ہوتی ہے۔ آشنا آشنا وہ ہو یہ ہو رواج اور اور اس دوسری عبارت کے قلب کرنے سے وہی پہلی عبارت یعنی تمام مصرع حاصل ہوتا ہے۔

(۴) **مقلوب مجنح** لفظ مجنح مشروف کے وزن پر مفعول کا صیغہ ہے اسکے معنی بازو دار کے ہیں اور اصطلاح میں اُسے کہتے ہیں کہ الفاظ مقلوب میں سے ایک لفظ بیت کے اول میں واقع ہو اور دوسرا لفظ بیت کے آخر میں جیسے اس شعر میں ہو اکہ جو یہ ضاحک کی ہجو میں ہے۔ سے

ریگِ سوزاں پدر ہے تو شہ پر | رحم مادر میں اگٹ نکلا ہو مہر

فائدہ اگر دو لفظ مقلوب پاس پاس علی الترتیب واقع ہونگے اور ان میں کسی دو سرے لفظ کا سوائے حرف عطف یا حرف جر یا اُنکی مثل کے فاصلہ ہوگا تو اُسکو مقلوب مکرر اور مقلوب مُزدوج اور مقلوب مُردود کہیں گے جیسے ۔

علیؔ

دو تیرا دور ہے علم و عمل یکتا در یتیم ہیں | فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ و حافظ و قاری

علم و عمل مقلوب بعض ہیں اور دونوں پاس پاس واقع ہیں ۔

شبابؔ

صدمۂ فرقت سے تجھ اُس حور کے بیتاب ہے روح | آنسوؤں کا آنکھ سے اک دم نہ ٹوٹا تار رات

تار اور رات مقلوب کل ہیں اور دونوں قریب قریب واقع ہوئے ہیں اور حور روح بھی مقلوب کل ہیں ۔ اور یہ بھی ایک قسم قلب کل کی ہے کہ چار مصرعوں میں لفظ اول مصرع ثانی کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع اول کا اور لفظ اول مصرع سوم کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع ثانی کا اور لفظ اول مصرع چہارم کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع سوم کا اور لفظ اول مصرع اول کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع چہارم کا مثال ۔

از حسن صاحب لظفر

رات کو اُس گلبدن کے تھا گلے میں ہار | رام ہو کر آگیا وہ بر میں میری رشک حور
راہ میں تھا وصل کا مائل اگرچہ مثل مار | روح کو تھے کھینچتا اُسکی زلفن کا ہر ایک تار

از دریا ے لطافت

رت پر پیدا ہمیشہ ہو دست لو بر | رو جو کوئی یہ بات کرے اُس کا تن
ربع کی قدرت سے ہوتے ہیں اسب ور | نت تجھے تیمیاں لگا خون سے تر

اسی کے قریب ہے یہ بند

یعقوب علیخان نصرت

صمصام آبدار ہے رشک برق و جود | روم و عراق و شام میں ہے عالم شہود
رود فرات و دجلہ سے بھی بڑھ کے آب ہے | روح عدو سے شہ کو سرافیل کا ہے صور
روشن ہے سب پہ شہرہ ہو عالم میں فخر | یہ تیغ تیز وہ ہے کہ جو لا جواب ہے

صنعت رد العجز علی الصدر ۔ ناظرین کو علم عروض کے بیان میں معلوم ہو چکا ہے کہ عروضی بیت کے مصرع اول کے جزو اول کو صدر اور جزو آخر مصرع اول کو عروض کہتے ہیں اور جزو اول مصرع ثانی کو ابتدا اور جزو آخر مصرع ثانی کو ضرب و عجز بولتے ہیں اور درمیان بیت میں جو کچھ زیادہ حشو ہے پس اس صنعت میں یہ مراد ہے کہ جو لفظ عجز یعنی جزو آخر مصرع ثانی میں مذکور ہوا وہی صدر میں یعنی جزو اول مصرع اول میں مذکور ہو ہرچند کہ لفظ صدر سے جزو اول مصرع اول کا سمجھا جاتا ہے لیکن بیان عام ہے اور اس سے ہر جز ماقبل عجز کا مراد لیا گیا ہے خواہ حشو ہو خواہ عروض خواہ ابتدا اسی وجہ سے ابی ہلال حسن بن عبد اللہ نے کتاب صناعتین میں لفظ رد الاعجاز علی الصدور لکھا ہے اس لحاظ سے اس صنعت کی چار قسمیں قرار دی گئی ہیں

پہلی قسم رد العجز علی الصدر ۔ یہ صنعت نثر و نظم دونوں میں جاری ہوتی ہے نثر میں اس طرح کہ جو لفظ فقرے کے اول میں آوے وہی فقرے کے آخر میں آوے اور نظم میں اس طرح جاری ہوتی ہے کہ جو لفظ صدر یعنی جزو اول مصرع اول میں آیا ہو وہی عجز میں آوے اور یہ چار حال سے خالی نہیں خواہ وہ لفظ بطور تجنیس کے ہوں یعنی وہ دونوں لفظ صنعت تجنیس کی رکھتے ہوں خواہ بطور تکرار کے یعنی الفاظ مکرر بغیر رعایت تجنیس کے آویں خواہ رد العجز علی الصدر مع الاشتقاق ہو یعنی وہ لفظ ایک مادے سے مشتق ہوں خواہ رد العجز علی الصدر مع شبہ الاشتقاق ہو یعنی وہ لفظ شباہت اشتقاق کی رکھتے ہوں اور تجنیس میں کسی خاص قسم کی قید نہیں بلکہ عام ہے کہ کسی قسم کی بھی تجنیس ہو۔

رد العجز علی الصدر مع التجنیس

تراب

بال کھولے کیا تماشا کر گیا
خال کو کس طرح چومے مرغ دل

ہو گیا عشاق پر جینا وبال
رخ پہ اسکی زلف نے ڈالا ہے جال

لال لب پہ پان کی لالی غضب
وصف میں اسکے زبان ہوتی ہے لال

چونکہ جزو اول اور جزو آخر و جزو درمیانی سے مراد الفاظ کا اس قدر حصہ ہے جو کسی رکن کے مقابل واقع ہو تو اس صورت میں یہ شعر مذاق کا بھی اسی صنعت میں ہو گا ۔ ؎

پیر و مرشد خلق کا پیدا ہوا
خوش ہر اک طفل و جوان و پیر ہے

کیونکہ اسکے عجز مین جو لفظ ہے واقع ہے اگرچہ وہ رابطے سے پیشتر ہی مگر وہ اور رابطہ دونون فاعلن کے مقابل مین واقع ہوے ہین اسلیے یہ شعر کے جزو اخیر مین سمجھا جاتا ہی۔

ذوق

مارے گر سیلی وہ زلف پر عرق
جھڑ پڑین دندان دہان مار کے

ناسخ

دے لگا کو نہ مرے دیدۂ تر تیرے نسبت
آبرو میری نہ ہم چشمون مین ای یار گھٹا

ولہ

سودۂ الماس کھا کر شور ہون نہ
زندگانی ہجر مین بے سود ہے

نور

آرہ تو سر پہ چلا میرے ولیکن اتنا تو
شوق مین تیرے کٹے جاؤنگا ارارے

ردالعجز علی الصدر مع التکرار۔

نسیم دہلوی

خط نامہ بر کو پھیر دیا اور یہ کہا
کہنا کہ ہمنے جان لیا مدعاے خط

حالی

قیصر کے گھرانے پہ رہے سایۂ یزدان
اور ہند کی نسلون پہ رہے سایۂ قیصر

گویا

محمد سے صفت پوچھو خدا کی
خدا سے پوچھیے شان محمد

مومن

دل ابکی بار ہوا ایسی بے جگہ مائل
کہ جان کو بھی ٹھکانے لگا رکھیگا دل

ظفر

نکالے ہین یہ اشک گرم ہمنے
کہ چشم تر سے ہین اخگر نکالے

ولہ

چرخ کی بے مہریون سے ڈر ہی یہ ای مہروش
تو جو آوے میرے گھر ایسا نہو چڑھ جاے چرخ

چرخ ساغر مین بھرے کس کے مے گلرنگ عشق
ہو گیا زہر آب غم سے سبزۂ مینائے چرخ

گویا

رقص کی اُسکے صفت گویا نہ پوچھ | دل کو کر دیتا ہے بے آرام رقص

نشتی

دروغ آگے مردم کے ہے بے فروغ | بھلا کسلیے کوئی بولے دروغ

مؤلفہ

آئینہ خانے مین اُسکے دیکھ تو تجھی بشوق | ہے لگا دیوار رو در سے کس ادب سے آئینہ

ردالعجز علی الصدر مع الاشتقاق۔

النشا

مفرح اپنے شفاخانۂ عنایت سے | شتاب بھیج کہ النشا کو جلد ہو تفریح

ظفر

نکل جائے ظفر دم ساتھ اُس کے | جو دل سے تیر وہ دلبر نکالے

ولہ

سُنتے ہو جسکا ملک سلیمان مین شور حسن | دھوم اُس پری کی جاکے پرستان مین سُنو

غلام حسینخان قدیر

جلایا جو پروانہ سان اُس نے مجھکو | کہا مین نے بھی شمع رو اُس کو جل کر

نل سخ

بھیجنا خط کا کیا اُس بت نے ترک | اب خدایا موت کا پیغام بھیج

امراؤ مرزا نادان

کھینچ کر نالہ مصور رہ گیا | جب کہا تو یار کی تصویر کھینچ

تراب

توڑ کے پھر جوڑنا دشوار ہے ممکن نہین | شیشۂ دل کو مرے اے سنگدل ظالم نہ توڑنا

ضامن

مار ڈالو جو مارتے ہو جی | چشم خونخوار نے ہمین مارا

حالی

تسخیر فقط اگلون نے عالم کو کیا تھا | اور تو نے کیا ہو دل عالم کو مسخر

ردالعجز علی الصدر مع شبہ الاشتقاق۔

ذوق

چنبئی رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم ۔ ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل مین جنبیت

ولہ

چنبئی تو نے افشان جو اے مہ جبین ہے ۔ ستارون مین کیا کیا چنان اور جنبین ہے

ناسخ

سودۂ الماس کھا کر مر رہون ہا ۔ زندگانی ہجر مین بے سود ہے

دوسری قسم ردالعجز علی الحشو یعنی جو لفظ عجز مین واقع ہو وہی حشو مین واقع ہوا ور حشو یہان عام ہے خواہ مصرع اول کا ہو خواہ مصرع ثانی کا اور ہر ایک مین وہی چار صورتین مستذکرہ قسم اول پیدا ہو سکتی ہین۔ اولاً حشو مصرع اول کی صورتین لکھی جاتی ہین۔

ردالعجز علی الحشو مع التجنیس۔

حسن

مر دو تم پری پر وہ تم پر مرے ۔ بس اب تم ذرا مجھ سے بیٹھو پرے

اس شعر مین تجنیس محرف ہی مصرعۂ اول کے حشو مین پری یاے معروف سے اور مصرعۂ ثانی کے عجز مین پرے یاے مجہول سے ہی۔

حسرت

مین نے کہا رم مجھ سے نکر رام ہو ٹک ۔ کہنے لگا کیا خیر ہے رم جانے رام

پہلے مصرع کے حشو مین ایک رم ہی اور ایک رام ہی اور عجز مین رام ہی پس رم اور رام مین تجنیس زائد و ناقص ہی اور رام و رام مین تجنیس تام ہے۔

ذوق

یہ آفتابی و کرسی خدا کرے فرخ ۔ بحق سورۂ والشمس و آیۃ الکرسی

جانصاحب

وصف مین چوٹی کے اک فقرہ نہ چوٹی کا کہا
جانصاحب نے بھی کیا ہے یہ چوٹی چوٹی ہا

ردالعجز علی الحشو مع التکرار۔

عشرت

اسیر اُلفت گل مثل بُلبل ہے | بدل خار وصال حسرت گل

مولوی محمد حیات رامپوری شاگرد ذوق

مجھکو اُس چاند کے تصور نے | شب دیجور مین دکھایا چاند

ناسخ

وصل مین تھا صبح سے بیزار مین | ہجر کی شب مجھسے ہے بیزار صبح ہا

نظیر

سو بار حریر اُس کا مسکا نہ گل سے | شبنم سے کب اے بلبل پیراہن گل مسکا

ظفر

تمھارے پانؤن بھی دھوے پیے یہ عاشق زار | پہ اُس کو فائدہ کیا اور کیا سمجھ کے پیے

غالب

آصف کو سلیمان کی وزارت سے شرف ہے | ہے فخر سلیمان جو کرے تیری وزارت

ردالعجز علی الحشو مع الاشتقاق۔

غالب

ہم پکارین اور کھلے یون کون جائے | یار کا دروازہ پاوین گر کھلا

سودا

یقین تو جان گیا ٹوٹ دل مرا وونہی | جو خار چبھ کے ہے پانؤن مین ذرا ٹوٹا

ظفر

تمنے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمین | ہمنے تمھاری یاد مین سب کچھ بھلا دیا

ولہ

بہت سی آپکے ملنے کی ہم گھاتین لگاتے ہین | کہین جب ہے تو یکبار سو گھاتون مین ملتے ہین

سودا

کرنے پہ گر منفعل انکے ہو تیرا خیال | سو تو غلط ہے کبھو ان کو ہو انفعال

ردالعجز علی الحشو مع شبہ الاشتقاق۔

ظفر

مجھے ڈر ہے نہ پہونچے پہونچیون کے بوجھ سے صدمہ | گر نازک ہے نہایت ہی ترا اے نازنین پہونچا

انشا

جو اہل فقر شاہ کمھاری کے ہین مرید | پالے ہین اُن سبھون نے کبوتر کمھاری

ان سب مثالون مین حشو سے حشو مصرع اول مقصود تھا اب حشو مصرع ثانی کی مثالین دی جاتی ہین۔

ردالعجز علے الحشو مع التجنیس۔

دبیر

جس تشت گئی سوتا تھا وہ بندۂ حق بین | بہر عقد کو شیرین ملی کیا خواب تھا شیرین

ذوق

مثال خضر تو اے رہنمائے ملت و دین | جہان مین پیر ہو پیر ہو کر اُمتون سے پیر

قلق

اس قدر زیست سے ہوا ہون تنگ | ہو گیا ہے پلنگ مثل پلنگ

نواب مصطفےٰ خان شیفتہ

لیکن مبالغہ تو ہی البتہ اس مین کم | ہان ذکر خدو خال اگر ہو تو خال خال

شمس العلما مولوی نذیر احمد

اگر بیاد نہین آہوئے حرم کو بھی | کمین جہان مین جسے رم قضا بھلائے رم

ردالعجز علے الحشو مع التکرار

دبیر

پر پوچھنا مین بھول گئی وائے مقدر | تاریخ مقرر نہین آنا ہے مقرر

ناسخ

گلزار حسن یار کی بھی طرفہ ہے بہار | عارض پہ خط سبز نہین ہین یہ خار سبز

ولہ

ہوتا ہے قصد اور کسی بات کا اگر | کرتے نہین ہین میرے ہونٹھ ہی بات ہائے ہونٹھ

امانت

ناوان کی محبت مین ہے سو طرح کا دھڑکا | دل مین کسی لڑکے کو مین ایسا نہین لڑکا

نشتی

وہین پر جہاندار فیروز بخت | بچھا ایک تخت اپنے پہلوے تخت

داغ

تو غمزدہ ہے آپ سے نادان کس لیے | کر تو بھی خوب عیش جو ہو سازگار عیش

ردالعجز علی الحشو مع الاشتقاق۔

صفیر

وعدے پر اُنسے جو مانگون تو یہ فرماتے ہین | طلب بوسہ نہ ٹھہری یہ تقاضا ٹھہرا

میر

جسکے ہے پال تو نہین تمنا ت | جسکے ہے فرش تو نہین فراش

مومن

ہے طبع مین ہر روز فزون رنج فزائی | اپنے مین سماتے نہین کیا دلمین سمائی
کیون ہاتھ سے جاتے ہو تم اتنا بھی نہ آؤ | جو تم کو ستایا کرین تم اُن کو ستاؤ

انیس

جو تیرا محب ہے ہمین اُس سے ہی محبت | جو تیرا عدو ہے ہمین اُس سے ہی عداوت

ردالعجز علی الحشو مع شبہ الاشتقاق۔

بیدل

سینے پہ آکے رکھتی ہین وہ دست مرحمت | دیتی ہین دل بھگا و کو آرام گھائیان

انشا

ران پر دھر ہاتھ میرے آگ سی اک ٹھونکدی | اگر گدی آمیز چٹکی کا نیا تھا چٹکلا

انیس

تھالون نے اونٹون سے قناتون کو اُتارا | میدان کو ادھر باد بہاری نے بہارا

چودھری محمد سعید الدین حسین رئیس کھیڑہ بدایون

کیجیے گا سعید آپ تصور مین زیارت | اچھا یہ قرینہ ہے اویس قرنی کا

تیسری قسم ردالعجز علی العروض یعنے جو لفظ مصرع ثانی کے جزو اخیر مین واقع ہو وہی لفظ

جزو آخر مصرع اول مین ہو۔

ردالعجز علے العروض مع التجنیس

رقت

ہمارے سامنے مت ابر یار بار برس
جو ہم سے ہو سکے تجھ سے نہو ہزار برس

میر حسن

بھری تھی دلون سے زبس اُسکی مانگ
بہت دل لیے اُسکی کنگھی نے مانگ

دبیر

صدقے کیے بازو جو علمدار نے شہ پر
یاقوت کے بخشے اُسے غفار نے شہپر

ہدایت

سینے کے تیرے کھلتے ہی ہے میری جان بند
آئینہ ساز کر گئے اپنی دُکان بند

الشا

نجیبون کے گھر مین نہین کوئی نر
چماروں کے حصّے پڑی ہے نری

نسیم

بازو مین نہ تو مرے گرہ باندھ
سمجھاؤن جو پند اُسے گرہ باندھ

تسلیم

وہ زبان برگ گل سی اُسکی لال
جسکی تعریف مین زبان ہے لال

آغا اکبر آبادی

شوق زور و نیہ ہے ضعف دل بیمار گھٹا
آؤ میخانہ چلین آئی وہ دھوان دھار گھٹا

ردالعجز علے العروض مع التکرار

یہ صنعت ہر مطلع مردونہ مین ہوتی ہے۔

میر علی اوسط رشک

مجھکو نہین یقین کہ تجھکو ملا دہن
سچ بات ہے تو میرے دہن سے ملا دہن

ولہ

گرد عارض کیون نہ رکھے وہ بت بے پیر زلف
چہرہ ہے تصویر دن کا رات کی تصویر زلف

معروف

مے کے پینے سے تو ہر چند نباہی توبہ
ہر منہون سے یہ خجل ہون کہ الٰہی توبہ

نظام رامپوری

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اُٹھا کے ہاتھ | دیکھا جو مجھکو چھوڑ دیے مُسکرا کے ہاتھ

واسطی

خزان کا خوف کہان ہی عجب بہار مین روح | بسی ہی جا کے کسی گلبدن کے ہار مین روح

ردالعجز علے العروض مع الاشتقاق

خواجہ وزیر

دہن یار مین ہستی کی اودا ہٹ دیکھی | چمن ملک عدم مین گُل سوسن دیکھا

بیان

بیان کا یہ پیغام لے جائیو! | صبا اُسکے کوچے مین گر جائے گی

ظفر

ذرا بھی سامنے میرے اگر عدو بگڑے | تو منھ کو دون ابھی اُسکے مین ایک پل مین بگاڑ

قصۂ شاہ وگدا

جو دیکھا اُسکے تئین بس مضطرب حال | کہا پھر کرکے استفسار احوال!

سودا

مضطرب برق سے تھا یون حال | بادلون سے جو اُس کا تھا احوال

نواب کلب علیخان

بچائے گرد اعجاز تکلم اس کو تم جانو | اگر یون رنج مین نواب جانبر ہو تو مین جانون

ردالعجز علے العروض مع شبہ الاشتقاق۔

عشرت

تھی گہوارہ لوگون نے اُتارا | فلک سے جس طرح ٹوٹے ہے تارا

غفلت

فغان ہی بخت بد سے ایک تو بیمار خوبان ہون | بتاتے ہین اطبائے زمانہ اُسپہ خوبانی

ذوق

سمجھے شیر آپ کو ہزار غنیم | اُسکے پر سامنے ہے مثل غنم

چوتھی قسم ردالعجز علے الابتدا یعنی جو لفظ مصرع ثانی کے جزو آخر مین ہو وہی لفظ اُس مصرع

کے جزو اول مین ہو۔

رد العجز علے الابتدا مع التجنیس۔

خوشتر

بہت شادان ہوا شاہ زمانہ
خرابہ مین ملا اُس کو خزانہ

انشا

اِک گڑگڑی و روپے کے نیچے پہ تو ہرگز
پھبتی نہین اسکندر و داراب کی پھبتی

رنگین

یک بیک گھبرا کے وہ اُٹھا پکار
مار تیرے ہاتھ مین ہے اسکو مار

میر حسن

خواصون نے گھر کو دیا انتظام
تمامی کے پردے لگائے تمام

رد العجز علے الابتدا مع التکرار

روشن بیگ امی

جی دھڑکتا تھا کہ پہونچے مین نہ آجائے لچک
ہاتھ سے چھوڑ دیا مین نے ترا جان کے ہاتھ

ہلال

پانون تیرے کب مین پامال کر جائے نہین
ایڑیان ہمکو رگڑواتی ہین اکثر ایڑیان

غالب

وہ بھی دن ہو کہ اُس ستمگر سے
ناز کھینچون بجائے حسرت ناز

آباد

ہوگیا آگے تمہارے رنگ پریون کا سفید
رقص کہتے ہین اسے بس ہے اسی کا نام رقص

رند

قسم خدا کی ہے تو عشق پاک ہے تم سے
غرض کے ہے نہ مجھے مطلب مدعا سے غرض

ناسخ

کر رہا ہے ایک کافر مجھکو قتل
الغیاث اے اہل ایمان الغیاث

ساری غزل اسی صنعت مین ہے۔

ظفر

جگر کے کرتے ہین ٹکڑے یہ پارہ الماس
ہے جو اشک کوئی بتلا سمجھ کے پیئے

ردالعجز علے الابتدا مع الاشتقاق۔

انشا

جو مجھ مین اور اُس مین دھما چوکڑی مچی
فراش بولے تم رہوئی یہ تو جنگ فرش

ولہ

نظر آئے مسی آلودہ وہ دندان اُسکے
حسن کے سین کے دندانے بوجہ احسن

ذوق

جس طرح سے کہ ہنسا دینے کو بیدینوں کے
نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال

آتش

خط سے رہا نہ حُسن رُخ یار کا فروغ
بجھنے نے اُس چراغ کے دل کو بجھا دیا

سودا

عہد مین حسن کے تیرے جو پیمبر ہو کوئی
معجزات اُسکے مین ہو صبر بڑا ہی اعجاز

قلق

مجھ حزین پر تو اے قمر سیما
عقد کے بعد یہ کھلا عقدا

میر

جہان میر زیر و زبر ہو گیا
خرامان ہوا جب وہ محشر خرام

ردالعجز علے الابتدا مع شبہ الاشتقاق

حکیم ضامن علی جلال نے شہر رامپور مین سنہ ۱۳۰۲ھ مین یہ رباعی اس صنعت مین راقم آثم کی درخواست پر لکھی تھی۔

رباعی

عید آتی ہے ہوگا غم ہجران رخصت
شہر رمضان سے ہی اسی کی شہرت
عاشق سے گلے ملے گا اپنے وہ ضرور
غیروں سے اگر نہ ملنے دے گی غیرت

امیر

نہین سونا ہی ممکن ہجر مین نیند آ نہین سکتی
طلایہ پھر رہا ہی آنکھ مین طوق طلائی کا

انیس

اُس مین یہ نہر بھی ہے جو ہے فاطمہ کا مہر
شہرہ ہے تازیوں کی تواضع کا شہر شہر

مولوی محمد اسمعیل

صوفی کا بھی ہو گیا صفایا	عابد زاہد فقیر جوگی

ذوق

نظر ہو دیدۂ زرقا کی بھی نہ اس کا نظیر	ترا سمند رہے وہ تیز رو کہ وقت خرام

بعض شعرا نے یہ صنعت علیحدہ ہر مصرع مین لاکر نئی بات نکالی ہے یعنی جزو اول و آخر مصرع اول کا یکسان لاتے ہین اور جزو اول و آخر مصرع ثانی کا یکسان گویا ہر مصرع کے جزو اول اور جزو آخر کو صدر و عجز قرار دے لیا ہی اور اگر یہ کہین کہ مصرع ثانی مین سعلی العجز علے الابتدا اور مصرع اول مین رد العروض علے الصدر ہے پس صنعت علیحدہ ہو گی تو ہم کہین گے کہ اس صنعت کا علم بدیع کی کتابون مین کہین نام نہین پس بہتر قول اول ہے جیسے اس شعر مین۔

میر

دانت اُسکا ہے ہاتھی کا سا دانت	آنت شیطان کی ہے اُسکی آنت

انیس

بیداد ہوئی اسپہ تو مجپر ہوئی بیداد	شاد اس کو کیا جسنے مجھے اُسنے کیا شاد

حالی

جھکاؤ تو سر اُسکے آگے جھکاؤ	لگاؤ تو لو اپنی اُس سے لگاؤ

ولہ

سخاوت جہان چاہیے وان سخاوت	کفایت جہان چاہیے وان کفایت

صنعت محاذی یہ صنعت بھی رد العجز علے الصدر کے قبیل سے ہی اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ لفظ آخر مصرع اول کا لفظ اول مصرع ثانی ہو اور لفظ آخر مصرع ثانی کا لفظ اول مصرع ثالث ہو اور لفظ آخر مصرع ثالث کا لفظ اول مصرع رابع ہو ایسے ہی جہان تک اتفاق پڑے۔
مثال اسکی۔

از دریاے لطافت

جان جس چیز فدا کرتے ہین سب اور ایمان	آتا نہین کیون میرا وہ آسایش جان

ایمان ہے میرا محبت اُس کی دائم
دائم اُس کو بھی مجھپہ ہے لطف نہان

رنگین

فرہاد کو شیرین جو بہت آتی یاد	یاد اُسکی مین اپنے دل کو رکھتا وہ شاد
شاد اُس کا ہمیشہ ذکر رکھتا اُسکو	اُس کو کر یاد شاد رہتا فرہاد

اور حکیم ضامن علی جلال کی یہ رباعی بھی جو راقم کی تحریک سے لکھی ہے اسی صنعت مین ہے -

رباعی

گردن تری شیشہ آنکھ ہے پیمانہ	پیمانہ کی طرح چال ہے مستانہ
مستانہ ہر اک روش ادا مین سرشار	سرشار نگہ ہے ساقی میخانہ

صنعت قطار البعیر یعنے شعر مین لفظ آخر مصرع اول اور لفظ اول مصرع آخر ایک سے ہون - جیسے -

لطف

غربال ہوے پانون طلب مین تری ہیہات	ہیہات تو اے کعبہ مقصود کہان ہے

انشا

مفلسا بیگ جو عاشق ہین کہان یاد مین زر	زر ہو اُس پاس جو یارے کی رسائی مارے

ظفر

ہو گیا جس دن سے اپنے دل پر اُسکو اختیار	اختیار اپنا گیا بے اختیاری رہ گئی

تپش

سخن کو مرے بخش حسن قبول	قبول طبائع ہو مجھکو حصول

ناسخ

لازم ہے کرو مسافرون کا اعزاز	اعزاز نہین تو آو اضرار سے باز

ذوق

جوہر خوب کو درکار ہے آرائش خوب	خوب تو آپ کی خوبی سے ہے ٹھہرا گوہر

ہوس

دندان وہ اسکے سلک شبنم	شبنم سے میانہ غنچہ باہم

مثنوی یوسف زلیخا

نہ کر جلدی کہ اب دل مین صبوری	صبوری اب مجھے تجھسے ضروری

منشی عبد الرحمن خان شاکر مالک مطبع نظامی کانپور

نام تیرا ہے یا الٰہی نور
نور سے اپنے کر اسے معمور

صنعت تفریع یعنی شعر مین جزو صدر کا حرف آخر عجز کے حرف آخر کے موافق ہو مثال اسکی۔

سوز

ہیہات وہ ساعت بھی عجب بدبختی کہ جو وقت
لائی تھی صبا یار سے پیغامِ محبت

ہیہات صدر مین واقع ہوا اور محبت عجز مین اور دونون کا حرف آخر تاے فوقانی ہے۔

عنبر شاہ خان آشفتہ

آشفتہ نام عشق نہ لے پھر تمام عمر
دیکھے جو کوئی میرے دلِ زار کی تشبیہ

آغا علی نقی غنی

ہلجائے بے ستون دل فرہاد کی طرح
آئے جو اس سمند کی ٹھوکر کے سامنے

صنعت مبادلۃ الراسین یعنی دو لفظون مین حرف اول باہم تبدیل ہو دین جیسے سبل مائل ور میل سائل کار بندگی اور بار گندگی۔ باغ سلامت اور داغ ملامت قطب احمد بریلوی ولد احمد رضا روپ پوری نے مبادلۃ الراسین کی مثال مین دو لفظ عقل نجیب ور نقل عجیب لکھے ہین اس کا رسالہ زبان فارسی مین ہے اعجاز خسروی کے تیسرے رسالے مین اسکی بہت سی مثالین لکھی ہین۔

سحر

اگر حق نے بخشی ہے عقل نجیب
تو سن مجھ سے تو ایک نقل عجیب

صنعت تضمین المزدوج نہایۃ الایجاز فی درایۃ الاعجاز مین یون تعریف کی ہے کہ رعایت قوافی کے بعد اثناے کلام مین ایسے دو لفظ جمع کیے جائین جو وزن اور روی مین موافق ہون۔ جیسے

نثار

اُترے ملک فلک سے یوسف زمین سے نکلے
ممکن نہین کہ تجھ سا کوئی کمین سے نکلے

مراد ملک اور فلک سے ہے نہ زمین اور کمین سے کیونکہ یہ الفاظ قافیہ مین ہین۔

صفیر

جلاتا ہی مراد دل تل تمہارے روے تابان کا
اگر روغن اسی مین ہی چراغ داغ سوزان کا

پر تو پڑے جو اُسکے رخ بے حجاب کا
پیدا ہو رنگ سنگ مین لعل خوش آب کا

مخمور

خواب مین پہونچا جو وان دست خیال	نیلا پیلا اُسکا زانو ہو گیا

محمد حسن خان

مکرم معظم جناب احمد	کہ اقلیم مغنے کے ہین وہ امیر

صنعت ترافق یعنے چار مصرع اس طرح کے ہون کہ جس کو چاہین مصرع اول و دوم و سوم و چہارم کرلین جیسے۔

از دریاے لطافت

مفتون ہون مین اس شرم و حیا کا دل سے	عاشق ہون مین اس ناز و ادا کا دل سے
شیدا ہون مین اس زلف دوتا کا دل سے	کشتہ ہون مین اس طرز وفا کا دل سے

صنعت نظم النثر یعنی نظم کو اس طرح پر بنائین کہ اُسکو نثر بھی پڑھ سکین مگر حالت نثر مین بندش و نشست الفاظ و صفائی کلام بھی شرط ہی ورنہ بقول مرزا قتیل ہر نظم کو نثر پڑھ سکتے ہین اس واسطے کہ واو اور ہاے مختفی کا تلفظ اور کسرۂ اضافت و کسرۂ صفت کے کھینچنے کو ترک کرنا ہر نظم کو نثر بنا دیتا ہی اور دوسری ضروریات شعر جیسے تقدیم بعض الفاظ کی بعض پر اور حذف بعض روابط کا اور اخفاے نون بھی ناجائز ہے اور نظم مین وزن کی ضرورت سے جائز رکھا ہی کیونکہ جو نثر ایسے تغیرات کے بعد نظم سے حاصل ہوتی ہی وہ صنعت نظم النثر مین معتبر نہین بلکہ نظم النثر وہی ہی جو نظم تھوڑے تفاوت سے نثر ہو جائے اور بعض نے کسرے کا کھینچنا اور روابط کا حذف اور نون کا اخفا جائز رکھا ہی مگر تقدیم و تاخیر جائز نہین اور یہ صنعت حضرت امیر خسرو دہلوی کی ایجاد ہی مثال اسکی یہ رقعہ مولوی غلام امام شہید کا۔

نظم

جان اہل نیاز بندہ نواز	العبد تعظیم اور عجز و نیاز
یہ گذارش ہے آپ سے کہ دعا	آپ کے حق مین رات دن کرنا
اور ہمیشہ فراق مین مرنا	دل کو ہر وقت مضطرب کرنا
کب تلک آخر ایک دن جو قضا	آئی تو بندہ بیگناہ مرا

حال سے اپنے مطلع کیجے
اور جلدی مری خبر لیجے

نثر جان اہل نیاز بندہ نواز بعد تعظیم اور عجز و نیاز یہ گذارش ہی آپ سے کہ دعا آپ کے حق مین رات دن کرنا اور ہمیشہ فراق مین مرنا دل کو ہر وقت مضطرب کرنا کب تلک آخر ایک دن جو قضا آئی تو بندہ بیگناہ مرا حال سے اپنے مطلع کیجے اور جلدی میری خبر لیجے

رقعۂ ثانی دریاے لطافت سے

اجی صاحب سنو تو تم نے کل ٭	کیا کہا تھا اور آج کس لیے ٹل ٭
گئے اپنے کلام سے صاحب	ایسی اُلفت بھی کچھ نہین واجب
ہمتو سر دینے تک بھی حاضر تھے	پر تمہارے تو ڈھنگ دیکھے نئے
واہ جی واہ آپ کے قربان	ہو جیسے کیا ہی ننھے اور نادان

بنگئے ہو خدا سے ٹک تو ڈرو
یاد تو کیجے قرار دن کو

صنعت مثلث - اسکو کہتے ہین کہ رباعی کے تین مصرع اس طرح لکھے جائین کہ اگر سر ہر مصرع سے بعض الفاظ کو اٹھالین تو اُن کو جمع کرنے سے چوتھا مصرع خود پیدا ہو جائے مگر اکثر وہ الفاظ ہر مصرع مین سرخی یا کسی علامت خاص سے لکھے جاتے ہین - مطلوب طالب مین اس کا نام صنعت سکتہ لکھا ہے - اور صنعت مثلث دریاے لطافت مین - ہے جیسے -

رباعی لمؤلفہ

ہے مہر مین تیرے حسن سے پر تو نور	اور ماہ مین تجھسے روشنی ہی لے حور
تیرا ہی ظہور سارے عالم مین ہے	ہی مہر مین اور ماہ مین تیرا ہی ظہور

از دریاے لطافت

تجھسا نہین پیارا کوئی اے رشک قمر	محبوب کوئی نہو گا تجھسے بہتر
اے دلبر نازنین تجھے کہتے ہین سب	تجھسا نہین محبوب کوئی اے دلبر

صنعت مربع اسکو چہار در چہار بھی کہتے ہین یعنی چند سطر مین چار چار خانون مین ایسی لکھین کہ انکھین طول اور عرض مین یکسان پڑھ سکین کسی طرح کا تفاوت نہ واقع ہو۔
مثال اسکی صفحہ مابعد مین درج ہے۔

ازعقل و شعور			
کرون کیا	خفا ہے	الٰہی	وہ دلبر
خفا ہے	وہ مجھ سے	عبث کیون	سمن بر
الٰہی	عبث کیون	خفا ہے	غضب ہے
وہ دلبر	سمن بر	غضب ہے	ستمگر

از منشی علی امجد حسین امجد بدایونی			
کیون تجھے	عشق	ہوگیا	امجد
عشق	تجھکورہیگا	عاجزو	زار
ہوگیا	عاجزو	نزار	امجد
امجد	زار	امجد	ناچار

اور اگر آٹھ آٹھ خانون مین لکھا اور پڑھ سکین تو اُسے صنعت مثمن کہتے ہین۔

صنعت مُدَوَّر۔ یعنی مصرع یا شعر ایسا ہو کہ اسکو ایک دائرے مین چار یا آٹھ رُکن کرکے دائرے کے حضور مین علٰحدہ علٰحدہ لکھین اور جس رُکن سے چاہین پڑھ سکین اور ایک مصرع یا بیت سے باعتبار تقدیم و تاخیر رُکن کے کئی مصرع یا بیتین حاصل ہون۔

مثال

مصرع کی مثال از دریاے لطافت — **شعر کی مثال ازعقل و شعور۔**

سبھون مین
بھلا ہے
تو

مرا دل
ستانا
ترا دل
جلانا

صنعت اقسام الثلثہ - اگر مجملاً پڑھین تو ایک غزل ہی اور جو مطلع چھوڑ کر پہلے مصرعون کو پڑھین تو اور غزل ہو جاے اور جو مطلع چھوڑ کر پچھلے مصرعے پڑھین تو پانچ مرتب مطلع ہو جائین -

	ص	
خندۂ لب ہی اُسکے شمع خندان بے فروغ		جلوۂ دندان سے ہی سرو چراغان بے فروغ
نور بینائی ہی کم زلف بُت گلفام سے		ہے اندھیری رات مین شمع شبستان بے فروغ
ٹمٹماتا ہے چراغ خانہ اپنا شام سے		ہے سواد خط مین یعنی روے جانان بے فروغ
جون امام سبحہ گننے مجھکو سو کا پیشوا ہے		ہو نتو مین دانا پہ ہون پیش ندیمان بے فروغ
گرچہ مین گنتی سے باہر ہون پہ ہون آرام ہے		جون چراغ کشتۂ گور غریبان بے فروغ
ہے نہوردن سے ہمارے اُسکی نکتوری زیاد		وصل کی شب مین بھی انجم بخت ہی یان بے فروغ
کام ڈالا ہی خدانے کس بُت خود کام سے		ہے شرارت سے وہ کافر رو بدامان بے فروغ
لگ گئی ہین اس مریض غم کی آنکھین چھت کو آج		ہے وہ نور دیدہ اک گوشے مین نہان بے فروغ
دیکھکر بالا خرامی اُس کی سمت بام سے		مردم چشم اپنی ہین یان زیر ایوان بے فروغ
کیا ہی ہو نکلا ہے ابتر جو جو پوچھو ہین وہ شوخ		خجلت دشنام سے ہے روے انسان بے فروغ
لے کرم او دھم اُٹھا رکھی ہی اُسنے شام سے		اچپلاہٹ سے ہی اُسکی برق رخشان بے فروغ

اس صنعت کو رام پور کے رہنے والے کرم خان اور بقولے کریم اللہ خان کرم تخلص عرف لکھو خان نے ایجاد کیا ہے -

صنعت براعتِ استہلال اُس صنعت کا نام ہی کہ جو قصّہ بیان کرنا منظور ہو خواہ نظم ہو خواہ نثر اُسکا دیباچے یا اول داستان مین اشارہ کر دین بہت مثنویان اور قصیدے اور اکثر قصّے نثر کے اس صنعت مین ہوتے ہین نسیم مثنوی گلزار نسیم مین فرخ یعنی بکاؤلی کے غائب ہو جانے اور اور حمالہ کے طلب کرنیکے موقع پر لکھتے ہین - ص

کھُلنے پہ جو ہے طلسم تقدیر	اب خامہ نے یون کیا ہے تحریر

قلق گلشن آرا شاہزادی کی شادی کے بیان کے شروع مین لکھتے ہین - ص

ساقیا ہے یہ وقت میخواری	دخت رز کر رہی ہے عیاری
دیکھ مینائے چرخ کا نیرنگ	طرفہ دور زمانہ کا ہے رنگ
تاک کر اک پری صفت میخوار	سینہ زوری سے کرکے عشق اظہار

دخترِ رز آج بیاہی جاتی ہے ۔۔۔ پیر میکش تلک براتی ہے
یہ نیا چرخ داغ دیتا ہے ۔۔۔ غیر معشوق بیاہ ہے لیتا ہے
ایک کا تو بیاہ کرتا ہے ۔۔۔ ایک کا گھر تباہ کرتا ہے

تراب نے عاشق و صنم کی مثنوی کے دیباچے مین کہا ہے۔ ؎

خدا گر عشق کو پیدا نہ کرتا ۔۔۔ تو بندہ حسن پر کاہے کو مرتا
کوئی عاشق نہ دیتا جی صنم پر ۔۔۔ نہ سر دھرتا کوئی اُسکے قدم پر

اور مثنوی کام و ناکام مصنفہ مولوی محمد نظام الدین صاحب مرحوم ناطق ہاشمی بدایونی ابن مولوی صدر الدین صاحب کا یہ شعر بھی اسی صنعت مین ہے۔ ؎

دلانا مے سے پہلے لکھ تو وہ نام ۔۔۔ کہ ناکامان دل کو جس سے ہے کام

انشا اپنے اس قصیدے کے آغاز مین جو شاہ لندن کی سالگرہ کی تہنیت مین ہے کہتے مین۔ ؎

بگھیان نور کی تیار کرلے بوے سمن ۔۔۔ کہ ہوا کھانے کو نکلینگے جوانانِ چمن
عالمِ اطفالِ نباتات یہ ہوگا کچھ اور ۔۔۔ گورے کالے بھی ہل بیٹھینگے نئے کپڑے پہن

نسیم تاج الملوک کے صحراے ظلم مین جانے اور ظلم کی چیزین حاصل کرنے کی داستان کے شروع مین کہتا ہے۔ ؎

بھر گہر طلسم اخلاص ۔۔۔ ہے بحر سخن مین خامہ غواص

صنعت سیاق الاعداد یعنی کلام مین ذکر کرنا عددون کا خواہ ایک سے دس اور اس سے زیادہ تک خواہ برعکس اسکے ایک تک اور عدد خواہ ترتیب وار ہون یا بے ترتیب مثال اول کی۔

انشا

مین جو شب اُن سے راہ مین لپٹا ۔۔۔ ہیم جا کم رہا نہ خوف عسس
ہاتھا پائی ہوئی کچھ ایسی کہ بھر ۔۔۔ اُنکی انگلی کی چڑھ گئی جھٹ نس
لگی کہنے کہ میرے دامن کو ہٹ ۔۔۔ نہین ابتک کیا کسی نے مس
مفت جلجائے گا پرے بھی سرک ۔۔۔ ارے مین آگ اور تو ہے خس
جب کہ دیکھا کہ چھوڑتا ہی نہین ۔۔۔ تب تو ٹھہری کہ بوسے دینگے دس
گن کے سو لیلے گیا حوان نہ سہی ۔۔۔ نہ مجھے چیٹرے کرے جو اور ہوس
ایک دو تین چار پانچ چھ سات ۔۔۔ آٹھ نو دس ہوئے بس انشا بس

شاہ حسین حقیقت اپنی مثنوی ہشت بہشت میں کہتے ہیں۔ ؎

ایک دو تین چار پانچ چھ سات — آٹھ نو دس اتنگ تو تھی اک بات

مستقیم خان وسعت

وا ے قسمت وہ ایک گالی کی ہوئیں دو تین چار — وقت گفتن جب زبان اسکے لکنت آ گئی !!

انیس

گشتے ہوں ایک ضرب میں دو ہوں کہ چار ہوں — شش در تھے سب کہ موت سے کیونکر دو چار ہوں

میر

مرے ایک دل میں جو غم ہیں یہ سو فزوں ہیں میرے شمار سے — نہ تو دس ہیں یہ نہ پچاس ہیں نہ تو سو میں یہ نہ ہزار میں

مثال عکس با ترتیب کی۔

ایاز محمد خان ایاز بھوپالی

مجھ کو ملا ایاز سے بوسہ دیے جو ناز سے — بست پہ بست دہ بدہ پنج بہ پنج دو بدو

شایان

تمنا یہی دے ہے ششش و پنج — پلا سہ آتشہ تا دور ہو رنج

اعداد بے ترتیب کی مثال

الٰہی بخش عشقی

نہ چھوڑو گے کسی کو ربع مسکوں میں یہ ششدر ہوں — وہ دل ہیں کونسا جاتے نہیں دو چار کاندھے پر

نوازش

اس تند خو سے بوسے میں نے بصد منت جب — جب سو پچاس مانگے تب تین چار ٹھہرے

مومن

جز نہ سپہر ہیں مرے دشمن تو اور بھی — لیکن بڑے غضب یہی دو تین چار ہیں

ولہ

تو ہیں قتل عام کرنے وہ اغیار کے لیے — دس بیس روز مرتے ہیں دو چار کے لیے

صفدر میر صفدر علی

بارہ برج و ششش جہت ہفت آسمان — ماتم میں پنج تن کے ہیں شش و چار جدا جدا

انشا کی یہ ساری غزل اسی صنعت میں ہے۔ ؎

نو آسمان خور د مہ ساتوں طبق زمین کے
روح و حواس خمسہ در شش جہات تیسوں

بارہ بروج چودہ معصوم چار عنصر
ظاہر کرے ہیں تیری لاکھوں صفات تیسوں

صنعت مسمّط یعنے غزل یا قصیدہ وغیرہ میں سوائے مطلع کے تین تین یا زیادہ سجع یعنے فقرہائے ہموزن ایک طرح کے مذکور کریں اور جو تھا قافیہ اصل غزل یا قصیدے کا ہو مطلع کو اسلیے مستثنے کیا کہ اُس میں بسبب رعایت قافیہ وغیرہ کے یہ بات نہیں ہوسکتی اور اس میں شاعر کی قوت طبع دیکھی جاتی ہے۔

نسیم دہلوی

سرچشمۂ ہمت ہو وہ سر دفتر رحمت ہی وہ
سرمایۂ دولت ہو وہ باعزت و جاہ و حشم

قسمت ہو یاری پر اگر آجائے جو پیش نظر
بخشے یہاں تک سیم و زر سب بھولے گردونِ کرم

غلام امام شہید

آئی بہار اب ہر چمن ہے بلبل و گل کا وطن۔ دیر و حرم سے نعرہ زن۔ آتے ہیں شیخ و برہمن ؛
زاہد سے کہدو یہ سخن۔ ہو فصل گل توبہ شکن۔ گر چاہے عیش جان و تن میخواروں کا سیکھے چلن ؛
آئی بہار جانفزا۔ لائی گلستان میں صبا پیغام وصل دلربا۔ گل کھل کھلا کر ہنس پڑا ؛
موج ہوا نے وا کیا۔ ہر غنچے کا بند قبا۔ بلبل یہ کرتی ہے صدا۔ اب میں ہوں اور سیر چمن ؛
ساقی جو شوخ و شنگ ہے بیست سے گلرنگ ہی۔ مطرب جو خوش آہنگ ہے بہو نوائے چنگ ہے ؛
دل عیش کا اور رنگ ہی غم خستہ و دلتنگ ہی بلبل ہی خوش دل رنگ ہی شادی سے گل ہی خندہ زن ؛

مرزا عباس بیگ

یہ میں نے مانا کہ آج خنجر مرا گلو بھی نہیں رہے گا
مگر میں قاتل کی دشمنی ہمیشہ تو بھی نہیں رہے گا

چلیگا کبتک یہ کذب کب تک دبا رہیگا کبتک وہ شوخ رازِ غیب
لے ہاتھ نکلے مگر مصاحب رقیب تو بھی نہیں رہے گا

ابھی تو زندگی ہی پر خبہ کم ہم جیتے ہیں وہ ناعزیز و ہمدم
رہی جو چند یونہیں تپ غم تو پھر لہو بھی نہیں رہے گا

حسرت

مجھ سے نہ کہنا خبر وہ نہیں آتا اگر
سنتا ہے پیغام میں نے سنا اور موا

لب پہ ابھی جان زار آئی ہی ہو بیقرار
دل میں مرے ایکبار درد اٹھا اور موا

اُس سے لگے کہنے یار مرگیا عاشق وہ زار
کہنے لگا کتنی بار وہ تو جیا اور موا ؛

ناسخ

یہ نور ہے روئے مہ جبین کا خجل ہے چاند چودھوین کا
اگر ہو چاہا پر سمندر یقین ہے ہو خاک دم مین جل کر

جو حلقہ ہے زلف عنبرین کا وہ ایک نافہ ہے مشک چین کا
سنا جو ہو آفتاب محشر گھر ندہے داغ آتشین کا

مذاق

جو گرم ہے حسن اُس حسین کا نہ وہ پری کا نہ حور عین کا
تو میری آنکھون سے ابر نیسان دو چار ہو کر نہو دُر فشان

نقاب اُٹھے روئے آتشین کا تو چاند جلجائے چودھوین کا
اُٹھاؤن آب گہر کا طوفان نچوڑون گر تار آستین کا

انشا

ہوئے باندھ کے تکیہ جو گوشہ گزین وہی ہینگے زمانے مین اہل یقین
سنبھل ایسے غرور مین ہے پہ خلیل کہ گرے نہ تجھ کہین منہ کے بل
تجھے صدقہ خدائی کا میرے خدا بہ تصدق رتبۂ اہل ہما

کوئی سلطنت اسکو ہو نجتی نہین ہو سایۂ بال ہما کی قسم
بس اب اسسے بھی آگے تو بڑھکے نہ چل تجھے رفعت عرش علا کی قسم
نہ کرانی عیال سے مجھکو جدا تجھے نیت صدق و صفا کی قسم

ناسخ

پاس یار جانی ہے بادہ ارغوانی ہے
مُنھ سے گر لگے مینا آب خضر ہو مینا
سُننے والے روتے ہین ایسی نیند سوتے ہین

شغل شعر خوانی ہے عالم جوانی ہے
پی کے اک دم جینا عمر جاودانی ہے
اپنے نوحے ہوتے ہین اپنی وہ کہانی ہے

بابو غلام محمد طور

ذرات ترے گوہر الماس ترے کنکر
لے خاک تری عظمت ثابت ہے بلا حجت
ہر آنکھ تری جویا ہر سر مین ترا سودا ہے

پتھر ترے سیم و زر کیا طرفہ تماشا ہے
مشتاق تری خلقت آنکھون کو کیے وا ہے
ہر لب پہ ترا چرچا ہر دل مین تری جا ہے

امیر

کیون بسملون کو بھاگئی لاکھون گلے کٹوا گئی
راہ عدم کی سیر سے کب رنج اُٹھائے خیر سے
ساقی کو حیرت ہو گئی مطرب کو وحشت ہو گئی

یارب کہان سے آگئی ہو چوٹی چھری قاتل کے پاس
پہونچے ہین یارے غیر سے سوتے ہو منزل کے پاس
برباد صحبت ہو گئی پہونچا جو مین محفل کے پاس

ولہ

غافل سب ہو پیش و پس پر نہین کوئی ہمنفس
آئی نہ اپنے کام عمر غم مین کٹی تمام عمر

کون ترا ہے داد رس چیخ نہ اے درا عبث
تنکے سب چنے تمام عمر صورت کہربا عبث

حسن

دل و جان کا پوچھو ہو کیا نشان ہوئی رفتہ رفتہ یہ کل بیان — کہ اُجڑ گیا کبھی خان و مان نہ مکین رہا نہ مکان رہا
مجھے ربط کس سے ہی اس طرح تجھے چاہتا ہون مین جس طرح — مری زیست ہو سکے کس طرح ترے دل مین گر یہ گمان رہا

ولہ

بس ذکر بوسہ مت کرو کیون لاف کرتے ہو چلو — جانے دو بس چپکے رہو تم دے چکے مین پا چکا
جھگڑا تھا جسکا سو اٹھا کہدے کوئی یہ اُس سے جا — اے مرنے والا مر گیا قصہ مٹا جھگڑا چکا

ظفر

اٹھائے سوز غم ہر غلط ہین یہ خون کے دعوی کوئی غلط ہین — کہ مثل قط گیر خط یہ خط ہین ہنوز نلقے کے استخوان پر
کھایا سو بار دل کو روکر حریف مت ترک چشم کو کر — پر آخرش ٹکڑے ٹکڑے ہوکر بہا ہی مژگان کے ہر سنان پر

گویا

تجھے جہان مین عجیب نصیب ہے ہم کو سہا کیے تا دم زیست الم — ہمین کر چکے کشتہ تیغ ستم تو وہ کھاتے ہین جور و جفا کی قسم
گر مستی مین شب چودہ ماہ تھا وہین ساقی کے ہوش بجے نہ بجا — سبو ہاتھ سے پیر مغان کے گرا اُسی مست کی لغزش پا کی قسم
جو ہو نجد کے بن مین گذار مرا کے کانٹون سے جسم نزار مرا — کرے عضو ہر اک فگار مرا تمھین قیس برہنہ پا کی قسم

ولہ

بے بادہ ہے رنج و تعب آنسو روان مین روز و شب — ہے کشتی مے کی طلب ساقی اس طوفان مین
اُس لب کی سرخی دیکھکر سودا ہوا ہے اس قدر — ہے سب کو شوق نیشتر جتنی رگین ہین یان مین

مولفہ

ترے یاد مین قد کی اے سرو روان مجھے قمری کی صوت صدا کی قسم — نہین درد جدائی سے تاب و توان تن زار مین رنج و عنا کی قسم
گیا رو رو کے چشمون سے راز عیان گئی تا بہ فلک مری آہ و فغان — ملا تو بھی نہ ہے وہ غنچہ دہان ہمین اُسکی ہے شرم و حیا کی قسم
نہین ہاتھون پہ اُسکے یہ رنگ حنا کسی کشتہ ناز کا خون ہے لگا — سر مو نہین اس مین خلاف ذرا مجھے سرو کی فندق پا کی قسم

بعض شعرا ایسا بھی کرتے ہین کہ ہر شعر مین بجائے قافیہ کے مطلع کا سجع آخر بطور ردیف کے لے آتے ہین یعنے غزل یا قصیدہ مین تین تین یا سات سات سجع ایک طرح کے اور چوتھا یا آٹھوان سجع ایک مطلع سے لے کر مقطع تک لایا کرتے ہین اور اس قسم کے مسمط مین قافیہ تکرار تقدیری قرار دیتے ہین۔ نظام الدین احمد صاحب مجمع الصنائع اور رشید الدین وطواط صاحب حدائق السحر اور صفی الدین حلی اور عز الدین موصلی اور دوسرے علماے نامدار کی جماعت کثیر نے صنائع بدیعی مین مسمط کو لکھا ہے لہذا حدود شرائط قافیہ سے خارج ہے۔

مگر محقق طوسی کلمات متشابہ مسمط کو بھی قافیہ محدود مین شمار کرتے ہین اور مولانا جمال الدین حسین صنعت مسمط کے منکر اور کلام قدما مین اعتراض اُفر پاکر سہو قرار دیتے ہین مثال اسکی۔

جعفر زٹلی

ہر روز مجرا اٹھکر ہین درکار یک سو گز ٹین — بے شرم ایسے لڑمرین یہ نوکری کا ڈھنگ ہے

ترے ہمیشہ گھیو کو ترسائے رکھے جیو کو — جیسے پپیہا پیو کو یہ نوکری کا ڈھنگ ہے

علے ہذا القیاس اس نوحے مین گدائے۔

نوحہ

کر کے مجرا یہ زینب پکاری میرے مظلوم بھائی حسینا — تیرے لاشے کے مین جاؤن واری میرے مظلوم بھائی حسینا

اب مین کوفے کو جاتی ہون بھائی تجسے ہوتی ہے میری جدائی — یہ جدائی نہین آفت آئی میرے مظلوم بھائی حسینا

مجروح

رو کے کہتی تھی بالی سکینہ ظالمو میرے گوہر نہ چھینو — مین ہون بنت امام مدینہ ظالمو میرے گوہر نہ چھینو

مین لخت دل مصطفےٰ ہون مین جگر گوشہ مرتضیٰ ہون — گوہر گوش خیر النسا ہون ظالمو میرے گوہر نہ چھینو

احمد خان صوفی مصنف ذکر الشہادتین کا نوحہ ہے۔

ہائے جنت کو تم بھی سدھارے میرے بھائی کے فرزند قاسم — داغ فرقت ہے دلبر ہمارے میرے بھائی کے فرزند قاسم

کاش تم ساتھ میرے نہ آتے ہوکے رخصت میدان کو جاتے — بھوکے پیاسے نہ گردن کٹاتے میرے بھائی کے فرزند قاسم

یوسف

رموز آگاہ یزدانی محی الدین جیلانی — مدار فیض حقانی محی الدین جیلانی

گل گلزار وحدت ہین بہار باغ صفوت ہین — ہمارے حق مین رحمت ہین محی الدین جیلانی

سر و سردار مقبولان شہ افراد مجذوبان — ہین شمع جمع محبوبان محی الدین جیلانی

صنعت توشیح اس کو کہتے ہین کہ کچھ اشعار ایسے لکھے جائین جنکے ایک ایک حرف سر ہر مصرع یا شعر جمع کرنے سے کوئی نام یا عبارت پیدا ہو اور جو اشعار زیادہ ہون تو کوئی شعر ہویدا ہو مثال اس کی یہ اشعار منشی رلعم پرشاد ظاہر دہلوی کے۔

کر چکا جب تمام مین یہ کتاب — ایسی تاریخ کا خیال ہوا

نام ہو ساتھ ایک صنعت کے — تاکہ شائق جہان ہو اس کا

سال گجی ببی روشن ز رو در اصل گھیو پر دہ از دریائی لطافت۔

اس لیے لکھ کے قطعۂ تاریخ — رغبت دل سے خوب فکر کیا
ایک بیک بہ بصنعت توشیح — خوب برجستہ نام ہاتھ آیا

ان مصاریع کے حرف اول کے جمع کرنے سے کان تاریخ نام نکلتا ہی۔

منشی مظفر علی اسیر

ناظم مملکت جاہ و جلال — وارث تاج و سریر اقبال
آفتاب فلک جاہ و حشم — بدر تابندۂ الطاف و کرم
مالک کشور صد شوکت و شان — حاصل مزرع سرسبز جہان
معدن جود و سخا و ہمت — داور عادل کسریٰ رفعت
کرم وجود ہے ہمیشہ اُن کا — تلطف دستور ہمیشہ اُن کا
بارگہ اُن کی عجب عالی ہے — عرش پر جائے خوش اقبالی ہی
لب لعلین جو سخن مین کھولے — یار و اغیار نے موتی رولے
خلق مین کون ہے ثانی اُن کا — اسم خلاق معانی اُن کا
نہ فصاحت نہ بلاغت مین جواب — بحر ہے اہل زبان قطرۂ آب
ہین ہر اک علم و ہنر مین یکتا — ایک عالم مین نہیں ہے ایسا
دل آفاق فدا ہے اُن پر — رحمت خاص خدا ہے ان پر
دین و دولت کو انھین سے ہی چمک — ابر رحمت ہین وہی زیر فلک
مادہ لطف و عطا کا ہین وہ — آسرا خلق خدا کا ہین وہ
قالب خاک ہے ہر چند بدن — بزم دل نور خدا سے روشن
آب خضر اُن کی ہے گفتار فصیح — لب اعجاز نما رشک مسیح
ہاتھ مین دامن مقصود مدام — بس ان اشعار سے آئینہ ہے نام

حرف سر ہر مصرع لینے سے (نواب محمد کلب علیخان بہادر دام اقبالہٗ) حاصل ہوتا ہے۔

سودا

نغمہ جو بیان کیجیے انصاف کا اُسکے — جو خوبی ہر دُنیا مین لگے اُسکے نہ یا سنگ
الطاف و کرم کا جو شمار اُسکے کرون مین — عاری ہی رہین امواج کو گنگ جو لب گنگ
انصاف یہ اب عہد مین اُسکے ہے کہ فریاد — لایا نہ لبون تک کوئی غیر از جرس و زنگ

دیکھا نہ مین یہ حوصلہ جز اُسکے بشر کا ‏ ‏ وسعت بھی نہ انکی حضور اُسکے ہی کچھ تنگ
لعل اُسکے تئین بخشنے کنکر سے ہین کمتر ‏ ‏ ہمت کا جہان بیچ بھلا کس کے ہی یہ ڈھنگ
بازو کا اُسے زور شہ ہند کا کہیے ‏ ‏ ہیبت یہ جہان اُسکی ہر صاحب ورنگ
آمد کی خبر اُسکی جو ہووے طرف روم ‏ ‏ دہشت سے لرزتی ہی رہے مملکت زنگ

سر ہر مصرع کے حروف کے جمع کرنے سے شجاع الدولہ کا نام حاصل ہوتا ہی کبھی ایسا ہوتا ہی کہ سر ہر مصرع یا سر شعر پر ایسے حرف لائے جاتے ہین کہ معانی اُنکے علحدہ تو مقصود نہین ہوتے لیکن اُنکے عدد بحساب جمل جمع کرنے سے کوئی سنہ ہجری یا عیسوی یا فصلی یا سمت وغیرہ پیدا ہوتے ہین اور تاریخ بھی واقعہ کی ظاہر ہوتی ہی اور کبھی وہ حروف ایسے ہوتے ہین کہ اُنکے جمع کرنے سے کوئی فقرہ یا مصرع یا شعر با معنی حاصل ہوتا ہی اور اُس فقرہ یا مصرع یا شعر کے اعداد تاریخ کے واسطے مراد ہوتے ہین اسکو تاریخ بہ صنعت توشیح کہتے ہین پس یہ صنعت بھی اسی قبیل سے ہی اور اسکا حال ہم صنعت تاریخ مین بھی بیان کر چکے۔

کبھی نام یا عبارتین کسی نظم یا عبارت الفاظ کے بیچ کے حروف سے حاصل کرتے ہین یہ بھی داخل صنعت توشیح ہی مثال اسکی یہ عبارت ہے۔ **لمؤلفہ**

حمد و ثنا اُس خالق کون و مکان خداے پاک کو شایان ہی جو تمام عالم کل مخلوقات کو بحکم کن عدم سے وجود مین لایا نعت و صفت اُس سرور دو جہان محمد مصطفے کی زیبا ہے کہ جمیع بندگان خدا کو طریقۂ اسلام بتا کر اپنا تابع فرمان بنایا منقبت حضرات اہلبیت کرام نبوی کی واجب ہی جنھون نے رہ گم کردگان بادیہ ضلالت کو ہدایت کا چراغ دکھایا مدحت صحابۂ احباب کبار مصطفوی کی لازم ہی جنھون نے کشتی امت کو طوفان بلا و گرداب عذاب سے بچایا اما بعد مؤلف اس رسالہ کا یہ عبارت بطور مثال صنعت توشیح کے لکھکر درج کرتا ہے اور فصحاے عصر و بلغاے دہر سے داد اپنی محنت و غور کی چاہکر عرض رسا ہے کہ اس ہیچ میرز و نادان کو ایک مدت سے نظم و نثر اردو و فارسی کا کمال شوق ہے اور حسب استعداد و لیاقت خود تھوڑا بہت شعر گوئی اور عبارت آرائی کا بھی ذوق ہے بہت عرصے سے یہ فکر و خیال مین تھا کہ کوئی رسالہ فارسی خواہ اردو فن شعر و سخن مین ترتیب دون اور مضامین جدید و بہیم تازہ و کہن متعلق عروض و قافیہ و صنائع و بدائع و معانی وغیرہ یکجا جمع کرون الحمد للہ علی جبار کہ شاہد مطلب جلوہ گر ہوا یعنے یہ نسخۂ نادر مرتب ہو کر قریب انجام و اختتام پہونچا

نجم الغنی خان ‏ ‏ عبد الغنی خان ‏ ‏ عبد العلی خان
ابن ‏ ‏ اب ‏ ‏ جد

اس عبارت سے نام مؤلف و جناب والد ماجد مرحوم اور حضرت جد امجد مغفور کا اس طرح سے نکلتا ہے کہ وسط کلام سے ایک ایک حرف جاے معین سے جو بعلامت خاص لکھے گئے ہین لیکر جمع کیا جاتا ہے ایسے ہی ایک عبارت سے دوسری عبارت پیدا ہو سکتی ہے۔

محمود شاہ خان بی اے ال ال بی ساکن رامپور نے ایک عبارت لکھی ہے جس مین اس صنعت کو ادا کیا ہے مگر اس مین تکلف بہت کرنا پڑا ہے نمونے کے طور پر اُس سے کچھ بیان نقل کرتا ہون سیدھی طرف سے اُلٹی جانب پڑھو تو ایک نظم ہے اس وزن پر مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن جو تھوڑی دُور چل کر نثر ہو گئی ہے اسکے بعد پھر کچھ نظم ہے کچھ نثر ہے ان نظمون اور نثرون سے چار مثنویان مختلف اوزان اور مضامین کی نکالی گئی ہین جن کو اوپر سے نیچے کی طرف پڑھنا چاہیے نام اس کا جوے شیر ہے۔

یاد	خدا کی دل ہے کر یہی شہد ادھرا	دہر	عمر کر اس طرح بسر جیسے ۔	کسی	کا ہو سفر دہر کی ہے ہو	لے
ہی	رسم جہان بھی ہو یہی ۔ جشن	مین	دل کہین لگا ہو کہین ہائے چشم تر + دست قضا	نے مجھکو	جب رہ رو زندگی گیا	مائے
لذتِ	فنا دل کے بے بھی سیہ آنگار شوق	کی کس نے	دل خراب مین پھونک دیا ۔	کل	ہم کا ایک ہی آنچ مین جگر	عیش
پیے	خاک ڈال کر بام فلک کی سیر کیجئے	افسونگری	اے دل ناصبور کر + باغ وفا مین دیکھ	اگر	کے نثار جان و دل وعدۂ وصل شب	جا
مان	یہ قول معتبر شاخ نہال آرزو	خشک ہے	انتظار مین ۔ باد سحر کو یہ ۔	خبر دی	کہین جاکے نامہ بر + عہد قلم	وِ
الست	بھول گیا ہر ایک مست جیسے کو دل	سارا	روا ور وہ بھی خطا کرے اگر جیے	کہ	ئے ۔ یہ ۔ ا ۔	دانی
دل	بر ہے نیاز کج بھول کو خود گرویا	چمن	مین توڑ کر + رس	مجنون	کی دیکھ کر ہم ہوے زلف مین آ	سیرآب
نشین	کو کچھ نہین سوجھ بجز کا خط بخت	سا	نے دل ربا دیکھ لیئے ہز	ارہا	لیکن ادا و ناز مین کون ۔	ہے تجھکو
خوب	ترست کو قیس سا	مری	کو عدم رواں ہوا ۔ وہ	ہے اس	ہی جہان مین ۔	زندہ
ہے فر	ش خاک پر + دیر سے	محفل	صنم مجمع غیر سے ہو گرم + گوشے مین دیکھ کون ہے اس	طرف بھی	ہو نظر + رشتۂ زند	گانی
مان	بہت جنگ جو گست جان جہاں	خاک کی	ابر باد شہ گر + وہ جو لیا تھا کل چمن تھمنے	دور خوشی	ہے ۔ یاد کسان ہزار	گو دل تنگ
الست	کی خبر +					

سیدھی طرف سے اُلٹی طرف پڑھنے مین یہ حاصل ہوتا ہے۔

یاد خدا کی دل سے کر پھیر نہ منھ اِدھر اُدھر	عمر کر اس طرح بسر جیسے کسی کا ہو سفر
دہر کی ہی ہوا یہی رسم جہان بھی ہی یہی	جشن مین دل کہین لگا اور کہین ہی خیمہ تر
دست قضا نے مجھکو جب رہبر زندگی کیا	مایۂ لذت فنا دل کے لیے بنی سپر
آگ لگا کے شوق کی کس نے دل خراب مین	پھونک و یا کلیم کا ایک ہی آنچ مین جگر
عیش پہ خاک ڈال کر بام فلک کی سیر ہو	آج یہ افسون گری اے دل ناصبور کر
باغ وفا مین دیکھ آکر کے نثار جان و دل	وعدۂ وصل یہ نہ جا مان یہ قول معتبر
شاخ نہال آرزو خشک ہی انتظار مین	باد سحر کو یہ خبر دے کہین جا کے نامہ بر
عہد ظلم داست بھول گیا ہر ایک مست	حیف کہ دل سارا زدار دہ بھی خطا کرے اگر
دیکھئے یہ ادائی دلبر بے نیاز کی	بھول کو خود گرا دیا صحن چمن مین توڑ کر
رسم جنون کی دیکھکر ہم ہوے زلف مین اسیر	آب نشین کو کچھ نہین موجۂ بحر کا خطر
بخت رسا نے دلربا دیکھ لیے ہزار ہا	لیکن ادا و ناز مین کون ہے تجھ سے خوبتر
ست کمو قیس عامری سوے عدم روان ہوا	وہ ہوا اس ہی جہان مین زندہ ہی فرش خاک پر
دیر سے محفل صنم مجمع غیر سے ہے گرم ؛	گوشے مین دیکھ کون ہے اسکی طرف بھی ہو نظر
رشتۂ زندگانیم آن بت جنگجو گسست	جان حباب یا بہ خاک یا بر باد شد مگر
وہ جو لیا تھا کل سبق تمنے وفور شوق سے	یاد کمان ہزار گو دو دن مین الست کی خبر

المعجم مین اس کا نام **موشح تحییز** لکھا ہے کیونکہ ہر حیز سے اُسکے ایک وزن نکلتا ہے لغت مین حیز جگہ اور مکان اور کنارے کے معنے مین ہے۔

پہلا حیز

یاد ہے لذت پیمان الست ؛	دل نشین خوب ہے فرمان الست
فاعلاتن فعلاتن فعلان ؛	فاعلاتن فعلاتن فعلان

دوسرا حیز

دہر مین کس نے یہ افسون گری	خشک ہے سارا چمن سامری

مفتعلن مفتعلن فاعلن ؛
مفتعلن مفتعلن فاعلن ؛

تیسرا حیز

کسی نے مجھکو کل آکر خبر دی ؁	کہ مجنون آرہا ہے اس طرف بھی ؁
مفاعیلن مفاعیلن فعولن ؁	مفاعیلن مفاعیلن فعولن ؁

چوتھا حیز

لے مایۂ عیش جاودانی ؁	سیراب ہے جس سے زندگانی ؁
مفعول مفاعلن فعولن ؁	مفعول مفاعلن فعولن ؁

پہلے حیز سے تو صرف ایک شعر حاصل ہوتا ہی دوسرے اور تیسرے اور چوتھے حیز سے ایک ایک شعر پر کچھ الفاظ زیادہ حاصل ہوتے ہین جو آیندہ کے متعلق ہین۔

المعجم مین کہا ہی کہ جس کو پرندکی شکل پر لکھین وہ **موشح مطیر** ہی اور جس کو اشکال ہندسی ہین سے کسی گرہ کی شکل پر بنائین وہ **موشح معقد** ہے۔

صاحب کتاب مثل السائر فی ادب الکاتب الشاعر اپنی کتاب کے مقالۂ ثانیہ مین صنعت توشیح کو یون لکھتے ہین کہ شعر دو بحرون اور دو قافیون مین ہو اگر پہلے قافیے تک پڑھین تو ایک وزن ہو اور دوسرے قافیہ تک پورا شعر پڑھین تو دوسرا وزن ہو جائے مگر صاحب دریائے لطافت وغیرہ نے ایسی قسم کا صنعت منقوص نام رکھا ہی اور صنعت متلون کے قبیل سے شمار کیا ہے

صنعت مشجر وہ یہ ہی کہ اشعار کو بطور ایک درخت کے لکھا جائے یعنی ایک شعر مثل درخت کی فرض کرکے اُس کے بہت سی شاخین موقع مناسب مصرعون کی نکالی جائین اور ہر جگہ سے ملا کر پڑھنا ممکن ہو اور شعر بامعنے حاصل ہوتا جائے بعض نے صنعت مشجر کو بھی صنعت توشیح مین داخل کیا ہی مثال اسکی یہ مشجر منشی امجد حسین امجد بدایونی کا ہے۔

[illegible]

صنعت ترصیع۔ یہ صنعت اس طرح ہے کہ ایک مصرع موزون کرین اور اُس کے مقابل دوسرا مصرع اس طریق پر لاوین کہ پہلے مصرع کا پہلا لفظ دوسرے مصرع کے پہلے لفظ کا قافیہ ہو اور پہلے مصرع کا دوسرا لفظ دوسرے مصرع کے دوسرے لفظ کا قافیہ ہو اسی طرح پہلے مصرع کے اور الفاظ بھی ترتیب وار دوسرے مصرع کے الفاظ کا قافیہ ہون مثلاً۔

از تاریخ بدیع

وحید یگانہ ریاضت مین تھے	جنید زمانہ عبادت مین تھے

وحید کے مقابل دوسرے مصرع مین جنید ہے اور یگانہ کے مقابل زمانہ اور ریاضت کے مقابل عبادت ہے۔

منشی

اُدھر سے جہاندار کشورستان	اودھر سے سپہدار مازندران

نسیم

ہمت نے مری مجھے اُڑایا	غفلت نے تری مجھے چھوڑایا

یعقوب علیخان نصرت

عالم ہین یہ علیم ہین باخبر ہین یہ راحم ہین یہ رحیم ہین یہ راہبر ہین یہ	حاکم ہین یہ حکیم ہین یہ دادگر ہین یہ سالم ہین یہ سلیم ہین یہ باہنر ہین یہ

باصر ہین یہ بصیر ہین اہل وفا ہین یہ
قادر ہین یہ قدیر ہین اہل سخا ہین یہ

اور اگر الفاظ مین رعایت تجنیس کی بھی ہو یعنے مصرع ثانی مین بعینہ وہی الفاظ ہون جو پہلے مصرع مین ہون مگر معنے جداگانہ ہون تو اسے **ترصیع مع التجنیس** کہتے ہین مثال اسکی یہ غزل کرم خان متخلص بکرم ساکن رامپور کی۔

نہ وہ پہونچا نہ کلائی ہے ہات برسے کیون جائے ہی رہ رہ برسات	نہ وہ پہونچا نہ کل آئی ہیہات برسے کیون جائے ہی رہ رہ برسات

بول میٹھا تو سنا جائے نہ بات
آپ بس جائین نہ گھر ہوتا رات
کہ کرم سے وہ بس آوے دے بات

بول میٹھا تو سنا جائے نبات
آپ بس جائین نہ گھر ہوتا رات تاراج ۱۲
کہ کرم سے وہ بساوے دیہات

صنعت متلون یہ ہے کہ ایک شعر کئی وزنون مین ہو مثال اس کی یہ بیت شیخ امداد علی بحر کی ہے۔ ؎

دود دل پنا شرر افشان ہوا
ابر اٹھا صاعقہ رخشان ہوا

ایک وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن اور دوسرا وزن یہ ہے مفتعلن مفتعلن فاعلن مؤلف کا یہ شعر بھی انہی دو بحرون مین ہے۔ ؎

مجھ سے وہ جب سے جدا گلفام ہے
چین ہے دل کو نہ کچھ آرام ہے

سید آغا علی خان

داغ ہے شمع شب تار فراق
فرش ہے مجھکو سر خار فراق

جب نظر آتا ہون مین لوگون کو میر
کہتے ہین مجھکو سبھی زار فراق

یہ اشعار تین وزنون مین ہین ایک فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوسرا مفتعلن مفتعلن فاعلان تیسرا فاعلاتن فعلاتن فعلان۔

طالب علیخان عیشی لکھنوی

کون پابند جنون فصل بہاران مین نہ تھا
اس برس ننگ جوانی تھا جو زندان مین نہ تھا

ایک وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دوسرا وزن یہ ہے فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن اور انھین دونون وزنون مین ایک قصیدہ منشی مظفر علی اسیر کا ہے اُس کے دو شعر یہ ہین۔ ؎

آبدار ایسی ہے تیغ اُس کی کہ ہنگام نبرد
بخت منعم ہے چمکنے مین ضیا مین ہے وہ مہر

عمر دشمن کا جو خالی ہو تو بھر دیتی ہے جام
عقل دانا ہے وہ تیزی مین بلندی مین ہے نام

	الضاً	
نرگستان کی بھی نگہ دیکھو بھین آئینے مین		باغ مت جاؤکہ ہر امن و چمن آئینے مین

یہ تمام غزل دونون وزن مذکور مین ہے۔

	ولہ	
بیٹھے جہان مین غیر سب مجھکو بلاتے ہو عبث		دل کو کڑھاکر اور بھی جی کو جلاتے ہو عبث

اسکا ایک وزن یہ ہے مفتعلن فاعلن مفتعلن مفاعلن ۲ دبار دوسرا وزن یہ ہے مستفعلن مستفعلن مستفعلن دوبار۔ نواب یوسف علی خان ناظم کی ایک غزل دو وزن پر ہے فاعلاتن فعلاتن فعلن اور فاعلاتن فاعلاتن فاعلن چنانچہ یہ شعر اُسی غزل کا ہے۔ ؎

تم نہ گھبراؤ نہ تہمت سے ڈرو		روز مرجانے کی عادت ہے مجھے	

اور مولوی محمد علی بخش شرر بدایونی کی ایک غزل چار بحر وزن مین ہے یہ شعر اُسکا بطور مثال کے یہان لکھا جاتا ہے۔ ؎

ضعف سے پانو پہ سر آتا ہے آہ		ہو گئے نالون سے ہم اپنے تباہ	

ایک وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوسرا وزن فاعلاتن فعلاتن فعلان تیسرا وزن فاعلاتن مفاعلن فعلان چوتھا وزن مفتعلن مفتعلن فاعلان۔ جلال نے ایک بڑا قصیدہ اس صنعت مین لکھا ہے یہ شعر اسی کا ہے۔

طرفہ موسم ہے مہکتے ہین گل نقش و نگار نخل تصویر دن ہین مانند شجر لائے ہین بار	

کرم رام پوری نے اس صنعت مین کئی قسم کے تصرفات کیے ہین۔

(۱) پوری غزل اس بحر مین ہے فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن دوبار اور صرف اول مصرع اگر پڑھین تو یہ وزن ہے مفعول مفاعلن فعولن دوبار دوسرا مصرع پڑھین تو یہ وزن ہے مفاعیلن مفاعیلن فعولن دوبار۔

یہ زیست کے دن ہین بسکہ اندک سو وصل کی دل کو اب ہے چیٹک

برب کہیہ تم آؤ یان تک + یہ مردہ جان پائے گا یکایک

جو سینے سے تم ملاؤ سینہ + دل آتش غم سے پائے ٹھنڈک

ملادو لب میرے لب سے پیارے + نہ پایا ایک بوسہ مین نے اب تک

سرگشتہ نیم جان ہین ہین، اک آفت تازہ ہے وہ چشمک،
ہوے ہین پار ایسے تیر مژگان + کہ سینہ اور دل ہے سب مشبک
وہ خلوتین جلوتین وہ جلسہ + وہ صحبتین پھر بھی ہون مبارک
عدوے جان پھرتے ہین ہزارون + کہو مین کس طرح جاؤن وان تک
وہ شعبدہ لاؤن اب کرم مین + جو تک رہین گنبد بزرگ دکو چک
مین توڑدون شعر اپنی شکل کوئی + بناؤن ایک ایک کے پندرہ تک

شاعر نے اس کا نام قطب الفرقد مین رکھا ہے -

(۲) پوری غزل اس وزن پر ہے فعول فعلن فعول فعلن فعولن فعلن فعول فعلن دو بار صرف پچھلے مصرعے پڑھین تو یہ وزن نکلے مفعول مفاعلن فعولن دو بار جو ایک غزل پوری ہوجائیگی اور تمام غزل بھی اس آخری وزن مین پڑھی جاتی ہے

یہ عاشق زار نیم جان ہے + اور آنکھون سے سیل خون روان ہے
اب اسکی ہی یاد ہر زبان ہے + وہ دلبر خوش ادا کہان ہے
وہ الفت و پیار سب بھلایا + اک آن ہی مین ہمین اٹھایا
دل آپنے جس سے جا لگایا + اب آمد و شد اسی کی یان ہے
یہ دل شب و روز ہے خفا سا + اب آیئے کیجئے دلاسا
یہ سوختہ دل شرار آسا + اک آن کے آن میہمان ہے
وہ موے سر اور جبین یہ افشان + ہیں رات مین تارے ہین نمایان
مین آپ کی آن پر ہون قربان یہ دیدۂ تر گہر فشان ہے
رکھ اس بت بادہ کش سے صحبت + کر اب لب نہر سے رغبت
جو دم ہے کرم سو ہے غنیمت + یہ زندگی اک حباب سان ہے

(۳) پوری بیت اس وزن پر ہے فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن دو بار اور ہر ہر مصرع علیحدہ علیحدہ بھی ایک بیت ہی مفعول مفاعلن فعولن -

یہ شیفتہ گشتہ ادا ہے + بس اب حق دوستی ادا ہے
وہ کشتے کو دیکھ کر اپنے بولا + اک آن مین قصہ مٹ گیا ہے
مین صدقے ہون اس پری سے مجھ پر دل ایک ہی جلوے مین لیا ہے
یہ قامت دل کش اور یہ گیسو + اک آفت تازہ اور بلا ہے

دل آنکھوں ہی آنکھوں مین چرا کر + یہ غمزہ بھی کیا الگ ہوا ہے
وہ زُلف ہی کش مکش مین دیکھو + یہ شانہ تو دانت پیستا ہے
ہر اک قرہ ہے ہوگی پیاسی + کن آفتون سے یہ دل بھرا ہے
یہ مور جل اب جو خط نے باندھا + مین سوچ ہون کیا مری خطا ہے
یہ آئینہ بنی اور ہی ہے + کچھ اُسکو تو ہم سے عکس سا ہے
وہ آئینے مین دیکھتا ہی ہے مُنھ + یہ ہم سے تو اے کرم حیا ہے

صنعت محذوف صاحب دریاے لطافت نے لکھا ہی کہ یہ صنعت بھی صنعت متلون کے قبیل سے ہی محذوف اُس شعر کو کہتے ہین کہ اگر سر ہر مصرع سے کوئی لفظ دُور کر دیا جائے تو موزونیت مین فرق نہ آئے اور وزن دوسرا پیدا ہو جائے جیسے۔

دریاے لطافت

مجھکو رسوا نہ کر اے آفت جان بہر خدا اس مین کیا فائدہ گر مجھکو کیا تو نے قتل	بندہ تیرا ہون مین کر رحم میان بہر خدا کچھ بھی انصاف کر ای سرو روان بہر خدا

بعد حذف لفظ مجھکو اور بندہ اور اس مین اور کچھ بھی چارون مصرعون سے وزن رباعی کا باقی رہتا ہے۔ **رباعی**۔

رسوا نہ کر اے آفت جان بہر خدا کیا فائدہ گر مجھکو کیا تو نے قتل	تیرا ہون مین کر رحم میان بہر خدا انصاف کر اے سرو روان بہر خدا

صنعت منقوص دریاے لطافت مین لکھا ہی کہ یہ صنعت بھی متلون کے قبیل سے ہے اور منقوص مراد اُس شعر سے ہی کہ اگر لفظ آخر ہر مصرع کا دُور کر دیا جائے تو وزن دوسرا پیدا ہو جائے جیسے یہ رباعی دریاے لطافت کی۔

بیرحم جلا نہ جی کو میرے چپ رہ کس واسطے اسقدر رہتو ہے بس بس	معلوم ہین مجھکو مکر تیرے چپ رہ تو آوے گا ہاے میرے ڈیرے چپ رہ

لفظ بس بس مصرعۂ ثالث اور لفظ چپ رہ مصرعہ اول و ثانی و رابع کے آخر سے دُور کر دے اس وزن ہو جائیگی۔ مفعول مفاعلن فعولن جیسا کہ۔

بیرحم جلا نہ جی کو میرے کس واسطے اسقدر رہتو ہے	معلوم ہین مجھکو مکر تیرے تو آوے گا ہاے میرے ڈیرے

اور اسی قبیل سے یہ رباعی آغا محمد احسن عرف نادر مرزا المخاطب بہ نور الدولہ متخلص بہ صفائی کی۔

رباعی

اے حسرت وصل یار بس کر بس کر	وے صدمۂ انتظار بس کر بس کر
اتنا نہ تڑپ کہ سینہ شق ہو جائے	بس اے دل بیقرار بس کر بس کر

نظم

اے حسرت وصل یار بس کر	وے صدمۂ انتظار بس کر
اتنا نہ تڑپ کہ سینہ شق ہو	بس اے دل بیقرار بس کر

بروزن مفعول مفاعلن فعولن۔ صاحب مثل السایر نے اس قسم کا نام توشیح لکھا ہے۔

ایضاح اور تلخیص المفتاح مین بیان کیا ہے کہ **صنعت تشریع** اسے کہتے ہین کہ بیت کا ہر مصرع دو قافیے رکھتا ہو جن مین سے اگر پہلے قافیون پر توقف کیا جائے تو معنی کی صحت درست ہو اسکو توشیح اور ذو القافیتین بھی کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ توشیح مین یہ ضرور نہین کہ اگر پہلے قافیون پر توقف کیا جائے تو شعر کا وزن بھی باقی رہے ہان اگر بیت ایسی ہو کہ اگر پہلے قافیون پر توقف کیا جائے اور وزن مستقیم ہو اور معنی صحیح ہون تو جائز ہے اور یہی منقوص کی صورت ہے اس سے معلوم ہوا کہ توشیح عام ہے اور منقوص خاص ہے اس لیے کہ توشیح کے واسطے یہ ضرور نہین کہ پہلے قافیون پر توقف کرنے سے شعر باوزن بھی رہ جائے بلکہ معنے کا صحیح ہونا چاہیے باقی ماندہ الفاظ موزون ہون یا غیر موزون علامۂ تفتازانی اپنی شرح مین کہتے ہین کہ ایسا ہونا شعر ذو القافیتین کی خوبی مین داخل ہے کہ آخر کے قافیون کے گرا دینے کے بعد باقی الفاظ جو ہین وہ کسی وزن پر ہون اور معنی دار ہون۔

ذو القافیتین کی تعریف شعرائے عجم نے جو مقرر کی ہے وہ آگے معلوم ہو گی۔

صنعت ذو القافیتین اور ذو القوافی۔ اُسے کہتے ہین کہ ایک شعر مین دو یا زیادہ قافیے لائین۔

(مثال دو قافیون کی)

نیاز علیہ الرحمتہ بریلوی کی یہ غزل ساری اسی صنعت مین ہے۔ ؎

جب بردردل حضرت عشق آن پکارے	جاتی رہی عقل او رہو ہوش و حواس کنارے
گر حسن مین ہمسر ہین تمھارے مہ و خورشید	دن رات یہ کیون ہوتے ہین قربان تمھارے

جو سلسلۂ زلف کے ہین دست گرفتہ — پھرتے ہین سراسیمہ پریشان بچارے
کل دورۂ مجنون تھا نیا آج ہین اپنے — نوبت کے بجے بر سر دوران نقارے

اسی صنعت مین ہی یہ غزل انشا کی۔ ہے

ہنسنے ساقی کے کہین ہونٹ جو تمک چوس لیئے — خوش ہو سب اہل خرابات کے پابوس کیئے
دل صد چاک کو فریاد سے وہ منع کرے — اے برہمن جو دہان ولب ناقوس سیئے

خوشتر

سکندر طالع و جمشید اقبال — ہمایون صورت و خورشید تمثال
ندے گا تو یہان گر داد میری — ولہ — کرون گی حشر مین فریاد تیری

نصرت

بندے ہین کہین حیدر و احمدؐ ایسے — رتبے دیے اللہ نے بیحد کیسے
یون احمدؐ و حیدرؑ ہین بہم اے نصرت — اللہ مین ہے لام مشدد جیسے

(مثال تین قافیون کی)

جرأت

جب مین نے کہا او بت خود کام سے آ — تب کہنے لگا چل بے او بدنام پرے جا
ہجر صبح سے عاشق کا ترے حال بہت تنگ — معلوم یہ ہوتا ہے کہ تا شام مرے گا
جب مین نے کہا ایک تو بوسہ تو مجھے دے — بولا وہ زبان اپنی کو تو تھام ارے ہا
گر دیدۂ و دل فرش کرون راہ مین جرأت — ممکن ہی نہین جو وہ دلارام دھرے پا

ان اشعار مین تین تین قافیون کا ہونا ظاہر ہے۔

صنعت ذوقافیتین مع الحاجب - اُسے کہتے ہین کہ دو قافیون کے درمیان ردیف لائین حاجب نام اُس ردیف کا ہے جو اُن دو قافیون کے بیچ مین آتی ہو جس شعر مین حاجب ہو اُسے محجوب کہتے ہین یہ صنعت اشعار فارسی اور ریختہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہو عربی مین نہین پائی جاتی

مثال۔

اکھین آنکھون سے خون ہو کے بہا — میر — کہین دل مین جنون ہو کے رہا

پہلے مصرع مین خون اور بہا قافیہ ہو اور دوسرے مصرع مین جنون اور رہا قافیہ ہو اور دونون مصرعون مین ہو کے ردیف حاجب ہے۔

انیس

مضمون صفات قد کا قیامت سے لڑ گیا	قامت کے آگے سرو خجالت سے گڑ گیا

پہلے مصرع مین قیامت اور لڑ گیا دو قافیے ہین اور دوسرے مصرع مین خجالت اور گڑ گیا دو قافیے ہین اور دونون جگہ سے ردیف حاجب ہے۔

دبیر

خون مین ڈوبے ہوے شہ جو ابھی آئے ہین	تیرے بیٹے ہی کا لاشہ تو ابھی لائے ہین

پہلے مصرع مین جو اور آئے ہین قافیہ ہین اور دوسرے مصرع مین تو اور لائے ہین قافیہ ہین اور دونون جگہ ابھی ردیف حاجب ہے۔

راحت

کہا ہمدم ترا کوئی کہین ہے	کہا اب غم سوا کوئی نہین ہے

پہلے مصرع مین ترا اور کہین ہے قافیہ ہین اور دوسرے مصرع مین سوا اور نہین ہے قافیہ ہین اور لفظ کوئی دونون جگہ ردیف حاجب ہے۔

ترانۂ شوق

رنگین سخنی مین لعل احمر ؛	شیرین دہنی مین حوض کوثر ؛

مین ردیف حاجب ہے اور پہلے مصرع مین سخنی اور لعل احمر قافیہ ہین اور دوسرے مصرع مین۔ دہنی اور حوض کوثر قافیہ ہین۔

حالی

جو نکلے جہاز اُن کا بچ کر بھنور سے	تو تم ڈالدو ناؤ اندر بھنور کے

بھنور ردیف حاجب ہی اور پہلے مصرع مین بچ کر اور سے اور دوسرے مصرع مین اندر اور کے قافیہ ہین

انشا

وہ جو کھاتے ہین پان مین زردا	گھس گئی اُنکے کان مین زردا

پہلے مصرع مین پان اور زردا قافیہ ہے اور دوسرے مصرع مین کان اور زردا قافیہ ہے اور دونون مصرعون مین لفظ مین ردیف حاجب ہے۔

صنعت لزوم مالایلزم اور اسکو التزام اور تضمین اور تشدید اور اعنات بھی کہتے ہین یہ صنعت اس طرح ہی کہ شاعر ایک امر یا چند اُمور کا جو ضروری نہون غزل یا قصیدہ وغیرہ کے ہر شعر مین

التزام کرے جیسا کہ سودا نے ایک قصیدہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی منقبت مین لکھا ہی اور چار چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی یہ اُسکے شعر ہین ۔ ٭

یار گر کلبۂ احزان مین نہووے تو ہمین … خلوت و شمع و دل و داغ الم چار دن ایک
آہ کس کس سے نہ بچے دل کہ ہوئے ہین تیرے … غمزہ و ناز و ادا عشوۂ صنم چار دن ایک
گرد بابل مین کرشمے نے تری آنکھون کے … مسجد و میکدہ و دیر و حرم چار دن ایک
جسکے تو پاس نہووے تو اُسے عالم مین … مجلس و شادی و تنہائی و غم چار دن ایک

اور ایک قصیدے مین دو لفظ رنگ اور ڈھنگ کا ردیف مین لانا لازم پکڑا ہی یہ اُسکے شعر ہین ۔

مین نے در سخن کو دیا سنگ رنگ ڈھنگ … تھا ورنہ اس رقم مین کب اس رنگ تنگ ڈھنگ
کس کو ہے فن شعر مین مجھ ساتھ ہمسری … قطرہ نیا دے پیش لب گنگ رنگ ڈھنگ

اور اس غزل کے قافیہ مین ایک امر کا التزام کیا ہی ۔ ٭

خون کے مجھ بے گنہ کو بس نہین تیغ نگاہ … باندھ آیا ہی یہ کس کے قتل کو ہتھیار یار
باغ تو جاتے ہو تم لیکن خدا کے واسطے … گل کو مت اپنے گلے کا کیجیو زنہار ہار
مجھ مریض عشق کی دارو نہین کچھ غیر اجل … اے طبیب اپنی دوا سے تو نہ یہ بیمار مار

فطرت نے اس غزل مین چشم کے ذکر کا التزام کیا ہی ۔ ٭

چشم یہ رکھتی ہی میری چشم تیری چشم سے … کشتۂ چشم آئے جب یہ چشم بھر وہ دیکھ لے
سیر چشمی کس طرح ہو چشم کے دیکھے بغیر … چشم کو عاشق کے ہین وہ چشم چشمے فیض کے

اندرمن نے اصول دین احمد مین ایک نظم لکھی ہی جسکے ہر شعر مین لفظ خاک کا التزام ہی یہ دو شعر اُسکے ہین ۔ ٭

جو ہووے خاک بیز کوے دلدار … اُسے ہے خاک سے ہر دم سروکار
جیسے زر خاک سے حاصل ہوا ہے … بلے خاک اُسکے حق مین کیمیا ہے

مولف کے اشعار ذیل مین چار چیزون کے ذکر کا التزام ہے ساری غزل اسی صنعت مین ہے ٭

بس عشق مین اُسکے دلا تو نے مجھے رسوا کیا … مجنون کیا وحشی کیا والہ کیا شیدا کیا
زلف سیاہ یار نے اپنا دکھا جلوہ مجھے … ملحد کیا بے دین کیا کافر کیا ترسا کیا

جرات نے بھی اس غزل کی ردیف مین رنگ ڈھنگ کا التزام کیا ہی ۔

بدخوئی مجھ سے کرتا ہے ہر دم تری طرح … سیکھا ہی تجھ سے دل بھی مرا جنگ رنگ ڈھنگ

جو رنگ و مخنی شعر مین جرأت کے ہی سُو یہ — پاوے نہ کوئی سیکڑون فرسنگ تک ڈھنگ

انشاء اللہ خان نے اپنے ایک قصیدے کی ردیف مین چار لفظون کے ذکر کا التزام کیا ہی سہ

نوع بشر مین تھے نہان آتش و باد و آب و خاک — عشق نے کر دیے عیان آتش و باد و آب و خاک
تن مین ہمارے جلوہ گر جب نہ تھے تب اِدھر اُدھر — پھرتے تھے مثل یکسان آتش و باد و آب و خاک

ولہ

چشم و ادا و غمزہ شوخی و ناز پانچون ہا — دشمن ہین میرے جی کے بندہ نواز پانچون

تمام غزل مین پانچ چیز کا ذکر ہے۔

سج دھج نگہ اکڑ چھب حسن و ادا و شوخی — ولہ نام خدا ہین تجھ مین اے نوجوان آٹھون

اس غزل مین آٹھ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی۔ اور یہ غزل بھی اسی صنعت مین ہی۔

ولہ

چھبن اکڑ چھب نگاہ سج دھج جمال طرز خرام آٹھون — نہو وین اُس مست کو بچاری تو کسون ہو میلے کا نام آٹھون

حسرت نے اس قصیدے مین سات چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی۔

ہو وین کب پانچون حواس اور دل و جان ساتون ایک — پر تجھے دیکھ کے ہو تے ہین میان ساتون ایک
قبر پوشی کو مری سبزہ و گل و رمخمل — گزی و اطلس و کمخاب و کتان ساتون ایک
بیچ مین طوطی کے تیرے غزل و صوت و صدا — نغمہ و نالہ و آہنگ و فغان ساتون ایک
خم و مے جام و سبو شیشہ صراحی ساقی — تجھکو سجدہ کرین ای پیر مغان ساتون ایک

اسی قبیل سے ہی حسرت کا یہ قصیدہ۔

دو شے کا لطف نہایت دو بہت شے نے لطف — طلب کے ساتھ قناعت طمع کے ساتھ انکار
دو چیز آگے نہ جاوے دو چیز جاکے نہ آئے — بلائے فرقت و پیری جوانی اور بہار
دو نور ظلمت و دو ظلمت اس جہان مین نور — وہ روز محشر و ہجران یہ زلف و شام حرار
دو غم خوشی دو خوشی غم ہی رند عاشق کو — وہ غم عم دل و دین یہ خوشی ۔۔۔ تبار

آغا علیخان مہر نے اس غزل کے مصرع ثانی مین پانچ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی اور مطلع کے دونون مصرعون مین بھی رعایت ہے۔ سہ

تیرے لب مین سرخی ایسے جن سے اُڑ جاتا ہی رنگ — لعل و مرجان و عقیق و لالہ و عناب کا
میری چشم اشک افشان نے مٹایا نام تک — نہر کا چشمے کا یم کا حوض کا تالاب کا

پیش طاق ابروے قاتل خم و چم کچھ نہین
توس شمشیر و ہلال و خنجر و محراب کا!

ظفر نے اس غزل مین ردیف متفق اللفظ و مختلف المعنی لانے کا التزام کیا ہے۔

لخت دل شاخ مژہ سے گئے اس صورت جھڑ
موسم سردی مین گئے نخل کے ہون جیون پت جھڑ

ہمدم نالہ و فریاد سے ہان عاشق کی
درِ جانان پہ صدا سے ہے رہی نوبت جھڑ

طوق و زنجیر کو توڑا نہ یہ پر ٹوٹی وہ
قفل زندان کی ہر دیوانون کو بی آفت جھڑ

خانۂ دل مین مرے آن کے نور ہوے اگر
تو مکان جائے ابھی یہ بت مہ طلعت جھڑ

ابر مژگان کے برسنے کا وہی عالم ہے
یعنی برسات مین کہتی ہے جسے خلقت جھڑ

پیچھا مجنون کا کوئی چھوڑتی ہے تو للہ
جب تلک گرد بنجا دے گی تری وحشت جھڑ

مارے پتھر مری تربت پہ ظفر یہ اُس نے
کہ گیا صدمے سے تعویذ سر تربت جھڑ

اس غزل کے مصرع ثانی مین پانچ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہے۔

ولہ

ہمیشہ کنج تنہائی مین یہ مونس سمجھتے ہین
الم کو یاس کو حسرت کو بیتابی کو حرمان کو

جگہ کن کن کو دون دل مین ترے ہاتون سے اے قاتل
کٹاری کو چھری کو بانک کو خنجر کو پیکان کو

نہین قلقل دعا دیتا ہے شیشہ دم بدم ساقی
سبو کو خم کو مے کو میکدہ کو مے پرستان کو

اور جرأت نے اس غزل مین چار چیز کے ذکر کا التزام کیا ہے۔

پھرتا ہون تجھ بغیر مین ہو کے دوانہ ہو بہو
شہر بہ شہر دہ بدہ خانہ بخانہ کو بکو

واے نصیب ایک شب اُس سے ہوئے نہ آہ ہم
دست بدست لب بہ لب سینہ بسینہ رو برو

روئے ہین ہم جو نوحہ گر پہونچے ہین اشک چشم تر
بحر بہ بحر یم بہ یم دجلہ بہ دجلہ جو بہ جو

یہ غرض لالہ بلاقی رام فائق کی بھی اسی صنعت لزوم مین ہے۔

ترے عارض سے ہین شرمندہ اے سیمین ذقن پانچون
گل و آئینہ و خورشید و ماہ و نسترن پانچون

نہ رکھو فائق قدم کوے محبت مین کہ رہزن ہین
لب و دندان و خال و خط و زلف پر شکن پانچون

نظیر نے اس غزل کے مصرع ثانی مین چھ چیزون کے ذکر کا التزام کیا ہے۔

اب دیکھین پھر ہم اے ہمدم کس روز وہ منہ اُسکا دیکھینگے
وہ زلف وہ تل وہ خال وہ خندہ رنگ وہ نقشا دیکھینگے

جب پاس صنم کے بیٹھینگے خوش ہو تو اُسکے لطف سے ہم
وہ بزم وہ خط وہ عیش وہ مے وہ جام وہ مینا دیکھینگے

اسی قبیل سے ہے نظیر کی اس غزل کا قافیہ۔

دیکھی جو اُس محبوب کی ہمنے جھلک بیکل کی کل ۔ یانی ہر اک تعویذ مین اپنے دل بیکل کی کل
جب نازنین ہنسکر کہا اُسنے ارے چل کیا ہو تو ۔ کیا کیا پسند آئی ہمین اُس نازنین چنچل کی چل
ہے وہ کف پا نرم تر اُسکی کہ وقت ہمسری ۔ ڈالے کف پائے الم نرمی مین مخمل کی مل

شہیدی کی غزل مین لفظ دو کا ہر جگہ ذکر ہے ۔

سونہ دو تم دو ہی دو بوسے دے اس شب دم ۔ قول ہر مشہور ہن مطلب کے سو طلب کے دو

ترانۂ شوق کے ان اشعار مین چار چیز کے ذکر کا التزام ہے ۔

منظور نظر جو چار تھے یار نبی ۔ کاشانۂ دین کے تھے ستون چار
بحر رفعت کے چار تھے دُر ۔ جسم ایمان کے چار عنصر
افلاک رضا کے چار اختر ۔ دیوان قضا کے چار دفتر

حالی

ہلاکت جسے کہیے اُم الجرائم ۔ نہین رہتے ایمان پہ دل جس سے قائم
بناتی ہے انسان کو جو بہائم ۔ مصلی مین دل جمع جس سے نہ صائم

ان اشعار مین حرف دخیل کی موافقت کا التزام ہے ۔

حکیم ضامن علی جلال نے اس رباعی کے سر حرف مین ثائے مثلثہ لانے کا التزام کیا ہی

ثعبانِ عظیم گیسوے دلبر ہے ۔ ثانی مسیحا لب جان پرور ہے
ثابت ہے کہ رخسار مین ماہ تابان ۔ ثاقب ہے جو خال یار کا اختر ہے

اور اس رباعی مین ہر مصرع کے اول مین جیم فارسی کے لانے کا التزام کیا ہی ۔

چال اُسکی ہے فتنہ ز اشرارت آفت ۔ چتون ہے ستم چشم عنایت آفت
چالاکی و چابکی و شوخی و ادا ۔ چارون یہ بلا قہر قیامت آفت

انگریزی کی صنعت ایلی ٹریشن اس سے بھی فائق ہے جس مین یہ لازم قرار دیا جاتا ہے کہ فقرے کے تمام الفاظ ایک ہی حرف سے شروع ہون ۔

مثلاً سردار سیام سنگھ ۔ سکریٹری سنگھ سبھا لاہور ۔ ایک صاحب نے اگر مولوی غلام رسول مہر سے کہا مولانا ۔ مہر ۔ مقبول محمود ۔ ممبر منتخب ہو گئے ۔

سید انشاء اللہ خان نے ایک داستان نثر مین جسکی مقدار ۵ صفحہ کی ہوگی لکھی ہی اُس مین یہ التزام کیا ہی کہ ایک لفظ بھی عربی فارسی کا نہین آنے دیا جائے باوجود اسکے اُردو کے مرتبے سے

کلام نہین مگر تھوڑی سی عبارت نمونے کے طور پر لکھتا ہون۔

"اب یہان سے کہنے والا یون کہتا ہے ایک دن بیٹھے بیٹھے یہ بات اپنے دھیان چڑھی کوئی کتاب ایسی کہیے جس مین ہندوی چھٹ اور کسی بولی کی پٹ نہ ملے باہر کی بولی اور گنواری کچھ اسکے بیچ مین نہو تب میرا جی پھول کر کلی کے روپ کھلے اپنے ملنے والون مین سے ایک کوئی بڑے پڑھے لکھے پرانے دھرانے ڈھاگ بڑے ڈھاگ یہ کھٹراگ لائے سر ہلا کر منھ تھوتھا کر ناک بھون چڑھا کر گلا پھلا کر لال لال آنکھین پھیر کر کہنے لگے یہ بات ہوتی دکھائی نہین دیتی ہندوی پن بھی نکلے اور بھاکا پن بھی نہ ٹھس جائے جیسے بھلے مانس اچھون سے اچھے لوگ آپس مین بولتے چالتے ہین جون کا تون وہی سب ڈول رہے اور چھاؤن کسی کی نہ پڑے یہ نہین ہونیکا مین نے انکی ٹھنڈی سانس کی پھانس کا ٹہوکا کھا کر جھنجھلا کر کہا مین کچھ ایسا بڑ بولا نہین جو رائی کو پربت کر دکھاؤن اور جھوٹ سچ بول کر انگلیان نچاؤن اور بے سری بے ٹھکانے کی الجھی سلجھی تانین لیے جاؤن مجھسے نہو سکتا تو بھلا منھ سے کیون نکالتا جس ڈھب سے ہوتا اس بکھیڑے کو ٹالتا اب اس کہانی کا کہنے والا یہان آپکو جتاتا ہے اور جیسا کچھ اسے لوگ پکارتے ہین کہہ سناتا ہے اپنا ہاتھ منھ پر پھیر کر مونچھون کو تاؤ دیتا ہون اور آپکو جتاتا ہون جو میرے داتا نے چاہا تو وہ تاؤ بھاؤ اور راؤ چاؤ اور کود پھاند اور لپٹ جھپٹ دکھاؤن آپکے دھیان کا گھوڑا جو بجلی سے بھی بہت چنچل اچپلاہٹ مین ہے دیکھتے ہی ہرن کے روپ اپنی چوکڑی بھول جائے۔

[illegible]

گھوڑے پہ اپنے چڑھکے آتا ہون مین	کرتب جو جو ہین سب دکھاتا ہون مین
اُس چاہنے والے نے جو چاہا تو ابھی	کہتا جو کچھ ہون کر دکھاتا ہون مین

اسی قبیل سے ہین وہ صنعتین جن مین ترک نقاط یا کسی حرف کے ترک یا وصل و قطع حروف وغیرہ کا التزام کرتے ہین چنانچہ انکو ہم یہان ذکر کرتے ہین۔

صنعت حذف اسکو **قطع الحروف** بھی کہتے ہین یعنی نظم یا نثر مین کسی حرف کے نہ لانے کا التزام کیا جائے پس اگر عبارت مین الف نہوگا تو قطع الالف کہین گے اور جو بے نہو گی تو قطع الباء کہینگے اور جو صنعت قطع الالف سب سے زیادہ مشکل ہے جیسے۔

الو

عشق ہی قفل دل تنگ چمن	عشق ہی بوے گل و رنگ چمن

ناسخ

کی مین نے جو غم سے سینہ کوبی	نوبت یہ صبح کی بجی ہے

صحبتین جب تھین تو یہ فن شریف	میر	کسب کرتے جنکی طبعین تھین لطیف

انیس

منظور ہے پھر دیکھ لین ہم شیر کی صورت — پھر لیگئی ہی گھر مین عزیزون کی محبت

ترک نون کی صنعت مین ایک عبارت نثر مرزا قتیل کی جو خالی از لطف و مذاق نہین ہے ہدیۂ ناظرین کیجاتی ہی نثر جسکا جی چاہے ہمارے پاس آوے گھر ہی اُسکا اور کوئی آتا آتا یکبارگی رک جائے تو ہمکو کیا غرض اگر چاہے کہ ہمارے لیاقت بھی کبھی کبھی آیا کرے تو یہ بات بہت مشکل ہی اسواسطے کہ یہ عاصی پر از معاصی ایسا عہد کر کر بیٹھا ہی کہ اس گوشے کے بیچ اس طرح جما رہے کہ اگر ہزار بار دورۂ کامل فلک ہشتم کا جسکو خلق خدا کی کرسی کہتی ہی سر پر سے گذر جائے تو بھی اس جگہہ سے اُٹھکر جو بہت جاوے تو اس دوسرے حجرے تک جاوے سو بھی دیکھا چاہیے یہ بھی اسوقت کا ایک زٹل قافیہ ہی۔

صنعت عاطلہ اسکو مہملہ اور غیر منقوطہ بھی کہتے ہین یعنی ایسی عبارت یا نظم لکھین جس مین حروف منقوطہ نہون صرف حروف مہملہ ہون مرزا سلامت علی دبیر نے ایک مرثیہ تین سو شعر کا اس صنعت مین لکھا ہی یہ اُسکے اشعار ہین۔ ؎

ہم طالع ہما مراد ہم رسا ہوا — طاوس کلک مدح اُڑا اور ہما ہوا

ولہ

اول سرور دل کو ہو اس دم وہ کام کر — ہر اہل دل ہو محو وہ مدح امام کر
حاصل صلہ کلام کا دار السلام کر — کر اس محل کو طور وہ اس دم کلام کر

کہہ آہ آہ سرور والا گہر کا حال
حال وداع اہل حرم اور سحر کا حال

اور یہ بند دوسرے مرثیے کا ہے۔

ولہ

ہمدم دم حسام کا اعدا کا دم ہوا ؛ — درد و الم سوا ہوا آرام کم ہوا ؛
صمصام سکہ اور سر اعدا ورم ہوا ؛ — وہ سر اگر ورم ہوا مال عدم ہوا ؛
مداح محمد کا سرور والا گہر ہوا — اور رہرو عدم وہ گروہ عمر ہوا

انیس

اس طرح کا والا ہمہ اس طرح کا سردار — اس طرح کا عالم کا ممد اور مددگار
وہ مصدر الہام احد محرم اسرار — وہ اصل اصول کرم داد و دادار

حاصل اگر اک مرد دل آگاہ کو مارا | مارا اگر اس کو اسد اللہ کو مارا

انشائے ایک دیوان تمام اس صنعت مین لکھا ہی یہ بیت ابتدائے دیوان کی ہے۔ ع

اور کس کا آسرا ہو سرگروہ اس راہ کا | آسرا اللہ اور آل رسول اللہ کا

ولہ

سلسلہ گر کلام کا وا ہو +
دل کو سو سو طرح سرور ہو آہ +
کر موحد دعا کہ آشنا کا

سامع درد دل کو سودا ہو +
وہ دلآرام گر ہمارا ہو +
کار ہر دوسرا آسما ہو

ولہ

ہو عطر سہاگ لگا کر مسرور
وہ طور دکھا کہ ہم کو کل ہو معلوم

آرام محل رکھ اسم دل کا ادھر
ہوئے کا عالم اور وہ لمحہ طور

اور ان کی ایک مثنوی اس صنعت مین ہی اور ایک قصیدۂ منقبت بھی صنعت عاطلہ مین ہی اور اسکا نام طورالکلام ہے یہ شعر اسی کا ہے ع

وہ مرد معرکہ آرا، دور کو وہ احد | دلاور ہمہ عالم محرک اعلام

صنعت منقوطہ یعنی نظم و نثر مین تمام حروف ایسے لائے جاوین کہ سب نقطہ دار ہون اور یہ فارسی و عربی مین بہت مشکل ہی اور اردو مین زیادہ دشوار ہی اس صنعت مین معنی بھی تکلف کے ساتھ پیدا ہوتے ہین مثال اسکی یہ فقرہ مولوی غلام امام شہید کا۔

فقرہ شفیقی شیخ فیض بخش ختی نے جتنے تخت یشب بخشی جی نے بنے بنے تخت جن جن بیچے جب تین تخت بچے تب نہ بیچے ایسے ہی یہ فقرہ سروش سخن کا بطور خلاصہ کے۔

فقرہ دکھا کہ ایک شیخ جی چپ تخت نشین۔ نے جق جق نے بق بق۔ جنت بن بجین جین غضب نقش جبین فیض بخش غیب بین۔ شب خیز ذی فن الے آخرہ۔

نظم کی مثال یہ شعر نظام ساکن جادرہ کے قصیدۂ اردو کا۔ ع

بیشں بین تخت نشین بہ زینت بخشش ذی فیض | بغضب تیغ زن چین جبین زیبا

نصرت

[illegible]

بنی بجی خبین جبین نے ذقن نبچے
بیٹھے بچے نہ جبین بجی نے ختن نبچے

نے بیش تیغ تخت شفی نے شقی نچے — شبت شقی نجت شفی نے شقی نچے

از کتاب حیات دبیر جلد اول سے

تیزی تپ تیغ نے تجشی نئی خفت — بے چین شقی نجت لبقی جنبن سنیت
چینی خفتی چین عبین لشیت بجنت ؛ — نے جی نچے نے تن نچے نے زین زینت

نے چین جبین نے وقن زشت نبینی ؛
نے نبض بجنبش نہ تن زشت نبینی ؛

میر انشاء اللہ خان کے اس شعر کا ایک مصرع صنعت مہملہ مین ہی اور ایک صنعت منقوط مین سے

آہ کل دل کو ہوا درد کہ رکھا ہم کو — جنبش چین جبین بت چین نے بچین

صنعت رقطا یہ ہے کہ عبارت یا مصرع یا بیت یا پوری غزل مین ایک حرف بے نقطہ اور ایک حرف نقطہ دار علے الترتیب واقع ہو مثال اس کی نثر مین یہ رقعہ مولوی غلام امام شہید کا۔

رقعہ حضرت میرے ابھی سنا ہی کہ تم فوج کے مقابل چلے سب کے سب آپ کی وضع پر بہت ہنسے کپڑے رنگے خوب کیا شاباش کیا بات ہی خلق سب آپ کی قائل ہی ۔ مثال نظم کی یہ قول نصرت کا۔ سہ

کیا غرب شرق و چرخ ہی کیا فرش بن ہی کیا — دشمن کی ہی اجل یہ بری و بری لقا
بس لب یہ برق و ش ہی و یا جان شان و یا — صنعت ہی حق کی آب ہی کیا شان کبریا
یہ برق کی ہی مثل بہت آب تاب ہے — کیا قرب کیا بعید یہ پرش عذاب ہے

صنعت خیفا یہ ہی کہ علے الترتیب ایک کلمے کے کل حروف مہملہ یعنی غیر منقوط اور ایک کلمے کے سب حروف نقطہ دار ہون مثال نثر کی یہ رقعہ شہید کا۔

رقعہ شفیق والا بخت معلی تخت سلمہ شیخ محمد بخش سوداگر جتنے مال بچین گل چیزین لو ٹپ لکھدو جب دام پٹے مال تب لو ۔ مثال نظم کی یہ شعر مولوی صہبائی کا۔

شب کو جشن سرور تخت ہا — کار فیض مدار بخت رہا

انشا کے اس شعر کا مصرع اول صنعت رقطا مین ہی اور مصرع ثانی صنعت خیفا مین۔

شہ بلند لسب ب تجھے سبھی دیوے — جبین لامع زینت حصول جشن مرام

صنعت فوقانیہ اسکو فوق النقاط بھی کہتے ہین یہ اسطرح ہی کہ عبارت مین یا نظم مین اس امر کا التزام کیا جائے کہ کوئی حرف ایسا نہ آئے جسکے نیچے نقطہ ہو بلکہ جسقدر حروف نقطہ دار ہون سب کے اوپر نقطے ہون مثال عبارت کی یہ رقعہ مؤلف کا جو ایک دوست کو لکھا تھا۔

رقعہ مخدوم من سلامت ۔ نوازش نامہ صادر ہوا حال معلوم ہوا امانت کو اگر کوکر رکھنا منظور تھا تو اول ضمانت داخل کرانا ضرور تھا نہ معلوم کون شخص تھا مسافرانہ وارد ہوا اور دغا کر کر فرار ہوا آدم معقول و معتمد کا ملنا دشوار ۔ اگر کہو تو ملازم خاص مٹھو خان کو روانہ کردون والسّلام" مثال نظم کی یہ شعر نظام کا ہے

مظہر صدق و صفا قدر شناس مردم	معدن عدل و سخا مظہر الطاف و عطا

نصرت

وہ خون فشان وہ شعلۂ آتش وہ دم وہ خم	وہ قہر حق وہ آفت تازہ وہ تازہ دم
وہ طرز اُسکا اور وہ فن اُس کا اور وہ دم	وہ غمزۂ عشوہ قہر نگاوٹ ادا ستم
فخر ہلال و شمس و قمر شان کردگار	فرد زمانہ اہل ہنر شان کردگار

صنعت تحتانیہ جسکو صنعت تحت النقاط بھی کہتے ہین وہ یہ ہے کہ تمام عبارت یا نظم مین جتنے حروف نقطہ دار ہون ایسے ہون جو نیچے کا نقطہ رکھتے ہون اوپر کا نقطہ نہو مثال عبارت یہ رقعہ مؤلف کا
رقعہ میرے پیارے لڑکے بعد دعا کے معلوم کرو آج کل میرا ارادہ بمبئی کی سیر کا ہے اُس جگہ سے ایک گھڑی بڑی عمدہ لیکر بھیجی جائے گی رسید سے مطلع کیجیو اور جو اسباب درکار ہو لکھو اللہ چاہے جلد اور اچھا ارسال ہوگا عبداللہ کو دعا اور بڑے بھائی صاحب کو سلام" مثال نظم کی ۔

دبیر

مارا جو اُسے حیدر کرار کو مارا	سردار کو مارا جو علمدار کو مارا

تپش

یہ سب جا کے کہہ آمرے یار سے	میرے دلبر و میرے دلدار سے

نصرت

جس دم چلی حسام عدو کی سپاہ پر	اک آگ سی لگی جو گئی کوہ و کاہ پر
چمکی کبھی گری کبھی ہر روسیاہ پر	لپکی کبھی عدو پہ کبھی مہر و ماہ پر

بجلی کی طرح دور کبھی گاہ پاس ہے
عالم کو اسکے ڈر سے عجب اک ہراس ہے

عبدالرحمٰن راسخ

لا الٰہ کہکے الا اللہ کہا	اور پھر احمد رسول اللہ کہا

اور یہ غزل مؤلف کی دو صنعتوں مین ہے پہلا مصرع صنعت فوق النقاط مین ہے اور دوسرا مصرع

تحت النقاط ہین۔

غزل بطور انتخاب کے

دل گلہ ہرگز نہ کر اُس نرگس سرشار کا
کیا اسے پروا ہے پوچھے حال جو بیمار کا

درد و غم سوز و الم اور آہ نالہ رات دن
حال ہے اب آپکے بے طالب دیدار کا

کون ہمسر ہو دلا اُس عامل کامل کا کہ
ورد ہو صبح و مسا جس کو کہ اسم یار کا

ترکش مژگان کمند زلف صمصام نگہ
ہے ارادہ کیا کسی سے آپکو پیکار کا

دل ندوان اسکو اگر وہ رشک حور خلد ہو
مکر و حیلہ ہو سدا سے کام جس عیار کا

امتحان طالع واژون ہوا ہم کو ضرور
اس سبب سے ہے ارادہ کوچۂ دلدار کا

صنعت واصل الشفتین یعنی ایسی عبارت یا مصرع یا شعر ہو کہ جسکے ہر کلمے مین لب سے لب ملتے جاوین مثال اسکی یہ عبارت مؤلف کی۔

رقعہ مشفق من سلامت۔ معلوم ہوا کہ بمبئی من سٹر مین صاحب بہادر مریضون کا مداوا بہت عمدہ فرماتے ہین بدین وجہ تم کو بتاتا ہون کہ مقام بمبئی محلہ بھنڈی بازار مین صاحب ہین تم اپنے بیٹے کو صاحب موصوف کے پاس بمبئی مین بھیجو مگر تمھاری ہمراہی مناسب ہے مجھکو اُمید قوی ہے کہ بسبب تبدیل آب و ہوا بمبئی پہونچتے پہونچتے آرام معلوم ہوگا اور صاحب معالجے مین بہت محنت فرمائین گے نظم کی مثال۔

نظام

مرا ممدوح امیر ابن امیر ابن امیرؒ
مین کمر بستہ کمین خادم مدحت ہمیشہ

صنعت واسع الشفتین یعنی عبارت کو پڑھیں تو لب سے لب نہ ملے جیسے یہ شعر میر محمد امین بخاری کا ہے

جی سے کہدو کہ آہ سرد کے ساتھ
ٹھنڈے ٹھنڈے چلے تو چل نکلے

میر نجف علی بیباک

داد خواہون سے گھر گئے رستے
اُس کا جس کوچے سے گذار ہوا

نظیر کی ایک غزل تمام اس صنعت مین ہے یہ شعر اُسکے ہین۔

آیا نہین جو کر کر اقرار ہنستے ہنستے
جُل دے گیا ہے شاید عیار ہنستے ہنستے

لے کر صریح دل کو وہ گلعذار یارو
ظاہر کرے ہے کیا کیا انکار ہنستے ہنستے

نظام

اس طرح کا ہے سخن سنج کہ جس کا ثانی
آج تک اہل جہان نے کہین دیکھا نہ سنا

الشا

ہو جو کوٹھے تلے کھڑا اُس سے	ٹھنڈے ٹھنڈے کہو کہ گھر جاے

صنعت معرب یعنی اگر عبارت متضمن فتحہ کی ہو تو اُس مین ضمہ اور کسرہ نہ لاوین اور اگر متضمن ضمے کی ہو تو اُس مین فتحہ اور کسرہ نہ لاوین اور جو کسرے کا التزام ہو تو ضمہ و فتحہ نہ لاوین مثال ضمے کے التزام کی۔

ہوشیار

کُلکُل و سُنبل گُل و بُلبُل	مجھکو جو ہون حصول خوب ہویار

لفظ یار مین فتحہ بسبب رعایت قافیہ قصیدہ کے ہے۔ التزام فتح کی مثال۔

از تلخص تسلیم

قبول اُسکی تاریخ پر فتح کر کے	خطا کار کا قول سارا چھپ آیا

مقصود بالتمثیل دوسرا مصرع ہے۔

نسخہ

کل کا وعدہ کر گیا ہے کل صنم	گر نہ آیا آج تو ہے بس غضب

کسرے کے التزام کی مثال۔

اسماعیل خان صبر

ضد سے کی یہ فکر بسمل کے لیے	تیر بھی تھے اس مرے دل کیلئے

ولہ

دل لیے تھے پھیر دینے کے لیے	پھینکنے کی چیز تھی یہ پھینکدی

از تلخص تسلیم

دل کی اقلیم کس نے کی اشعرے زیر

صنعت افراد بدیع الافکار مین لکھا ہے کہ افراد لغت مین تنہا کرنے کو کہتے ہین اصطلاح مین یہ ہے کہ شاعر بیت کے آخر مین حروف مفردہ کو ذکر کرے اور الفاظ مرکب سے متعرض نہو اس قسم کے شعر کو **مفرد القوافی** کہتے ہین کہ گویا آخر ابیات کے حروف ترکیب سے تنہا رہ گئے ہین۔

یہ دو قسم پر ہے مطلق اور جامع **مفرد مطلق** یہ ہے کہ حروف تہجی مین سے جو حرف

قافیے مین مذکور ہوے ہون اُن کا مرکب کہین نہ آیا ہو **مفرد جامع** یہ ہے کہ جو حروف مفرد آئے ہون اُن کا مرکب پچھلے مصرع یا بیت کے اول مین آجاے چونکہ مفرد اور مرکب دونون اس مین جمع ہین اسلیے اسے جامع کہتے ہین اُردو مین یہ صنعت اس طرح پائی جاتی ہے کہ کسی اسم کے حروف تہجی کو ترتیب وار لکھتے ہین اور تلفظ مین اُن حروف کے اسما آتے ہین اُنکو سلسلہ وار جمع کرنے سے اسم مطلوب حاصل ہوتا ہے اور اُردو کے اشعار کے بیت اول مین اور درمیان مین اور آخر مین تینون جگہ ایسے حروف ذکر کیے جاتے ہین اسی کے قریب **صنعت مُہَجَّا** بھی ہے تہجی لغت مین شمار کرنے کو کہتے ہین مہجا کے معنے ہوے گنا ہوا اور خاص اس قسم کو جس مین آخر شعر مین حروف مفرد واقع ہون شعر **مفرد القوافی** کہتے ہین کیونکہ اسکے قوافی مفرد حروف سے قرار پاتے ہین مفرد جامع کی مثال یہ شعر ہے فاضل تخلص صاحب دیوان کا۔

ف

بن ترے ہون جان بلب اب ع دو س و ے ‖ دے ملا لب سے مرے جلدی تو اپنے ل و ب

ل و ب سے مراد لب ہے اور اس کا مرکب اس سے پہلے مذکور ہو چکا چنانچہ مصرع دوم کے ملاحظے سے معلوم ہوتا ہے۔

مفرد مطلق مین سے ایسی مثال جس مین حروف مفردہ اول مصرع مین آئے ہون یہ ہے۔

انشا

مدرسے مین اہل حرف اس نحو سے کہتے تھے کل ‖ ا ز د ل و ف سے ہو ترکیب مشتق سانپ کی

اور درمیان مصرع مین آنے کی مثال یہ ہے۔

ولہ

رہے گا چار سو ستر برس انشا زمانے مین ‖ کہ اُس پر سج سا ہی ع د ش و ق کا جوڑا

آخر مصرع مین آنے کی مثال۔

فاضل

بن ترے ہون جان بلب اے ع د ی و س ا د ے ‖ دے ملا لب سے مرے جلدی تو اپنے ل و ب

آرزو میری یہ ہے ساقی کہ پہلے دور مین ‖ ہاتھ سے پاؤن ترے لبریز جام ہم و ے

حسن ہے ایسا ترا دیکھے زلیخا گر تجھے ‖ بھول جاوے وہ جمال ی س و ف

جس کا ہووے یار ایسا پھر تو ہی اُسکو بتا — چھوڑ کر جاوے کہان فاضل ترا یہ دور

مؤلف نے بھی چند غزلین اس صنعت مین لکھی ہین یہ اُنکے اشعار ہین۔

پھر نظر دیکھا ہے جب سے ماہرو کا روے رخ — زرد ہے خجلت سے تب سے روے مہ دور
یان تلک چپکے لبون سے لب کہ پھر نکلی نہ بات — لعل نوشین آپ کے ہین رشک شہد و در
ہین یہ عارض تیرے شیشہ بادۂ گلگون سے پر — ہین ذقن بھر رنگ خوشتر رس وی وب
کیون نہ ہر حلقے مین اُسکے دل ہین عشاق کے — دیکھ تو دام بلا ہے اُس کی زلف
ایک مدت سے ہین سائل تجھ سے اے بحر سخا — کاش ہمکو بھی عطا ہو بوسہ
دل دیا تھا ہمنے تجھی جان بھی دینا پڑی — کچھ نہین چلتی یہان اب فوطہ روت

ولہ

کیون نہ ہون خجلت زدہ لے میرے مہ دور — اس رو و قد سے رو رخ سے مہ دہ
مہ و شاہ و ک کو کیونکر نہ شرمندہ کرے — رنگ و بو رکھتی ہے تیری اور رو ولف
ع و ش و ق نے تیرے کیا دل کو کباب — اور رخ و دل کو بھی بنایا مہ وے
ل و ب کو ل و ب پر شام سے رکھے رہون — جب تلک ہووے نہ اے دلدار صل و ب وح
غ و سے ورنہ آنے پائے کوئی اس جگہ — صن و ن دم جلدی بند کردے دور
ب د رو دہ دم ون ہو جاوے وہین — ش وے رخ ہمارا دیکھ لے گر ب دت

صنعت موصل اسکو صنعت متصل الحروف بھی کہتے ہین یعنی عبارت یا نظم کے سب حرف ملکر لکھے جائین اور یہ کئی قسم ہے موصل دو حرفی موصل سہ حرفی موصل چہار حرفی اور زیادہ اس سے جہانتک ہوسکے مثال دو حرفی کی یہ شعر مثنوی نالۂ شوق کا۔

نالۂ شوق

غم فرقت سے کوفت ہے جی پر — ہم سے غافل ہے تو بت کافر

مثال سہ حرفی کی۔

ظلم کیا کیا جفائین کیا کیا ہین — منہ — عشق مین بھی بلائین کیا کیا ہین

مثال موصل چہار حرفی کی۔

نالۂ شوق

چھپکے چھپکے کبھی نہ تجھے کہنا — ہمپہ کیسا پھبا ہمبھی گہنا

علے ہذا القیاس پنج حرفی فقرہ اور نظم بھی لکھتے ہین بلکہ ایک فقرہ یا ایک مصرع یا ایک بیت پوری موصل ہوتی ہی جیسے یہ دو شعر میر کے ۔

عشق ہی عشق ہے نہین ہے کچھ
عشق بن تم کہو کہین ہے کچھ

عشق حق ہے کہین نبی ہے کہین
ہے محمد کہین علی ہے کہین

ان شعرون کے مصرع ثانی ہین ایک ایک حرف ایسا ہی کہ جس سے حرفون کی علحدگی ہو جاتی ہی ۔

یعقوب علیخان نصرت

مقتل مین سب کہتی تھی یہ تیغ بے بہا
یہ جنگ کی ہی مین نے فلک لہی کی ثنا

کہتے ہین یہ فلک سے ملک تمنے کچھ سنا
ہم سب کہ حق مین بس غضب حق ہے یہ بلا

کہتی تھی یہ تیغ تجھ سے یہ جسم لعین بچے
کیسے لعین جنگ مین جن بھی تا لکین بچے

کرم رام پوری

بے تکلف بھی شب عجب تھے ہم
کس بت جبین سے لب بلب تھے ہم

بخشی صحت کسی کی ہمت نے
عشق کی تپ سے چنگے کب تھے ہم

چشم مغنے کے کھلنے سے چیتے
یعنی غفلت مین کس سبب تھے ہم

خط کے نکلے سے کم ہو عشق کی تپ
غش کسی بت پہ جب نہ تب تھے ہم

ان اشعار کے سب حروف متصل لکھے جاتے ہین ناسخ کے اس شعر کا پہلا مصرع صنعت متصل الحروف مین ہے ۔

مفلسی مین ہے مغتنم شب ہجر
ہے طلبگار سیم و زر شب وصل

صنعت منشاری اسکو کہتے ہین کہ کوئی فقرہ یا مصرع یا سارا شعر ملکر لکھا جاوے اور اس کے حروف دندانہ آرہ کی شکل پیدا کرین ۔

کیفیتین تھی ہین جو ہوتا ہو تال پر
تن تن تنن تنن تنن تنن و در تنن مین رقص

پچھلے مصرع کی تقطیع اس طرح ہو تن تن تن ت مفعول تن تنن تن ت فاعلات تنن و در ت مفاعیل تنن مین رقص فاعلان ۔ اور پورا شعر امجد کا ۔

سب سمٹتے ہین یان سمٹے سے
سب سمیٹین گے جب شرابرار

ملا کر لکھنے سے آرے کے دندانے پیدا ہوتے ہین ۔

صنعت مقطع اسکو منفصل الحروف بھی کہتے ہین کہ نثر یا نظم کے تمام حروف کتاب مین علیحدہ علیحدہ اور جدا جدا لکھے جائین - جیسے -

یعقوب علیخان نصرت

وہ آبدار اور وہ دم دار واہ واہ ۔ وہ درد دار اور دل آزار واہ واہ
وہ زور دار اور وہ اک دار واہ واہ ۔ وہ رن وہ بزم اور وہ دوار واہ واہ

وہ آب اور وہ دم وہ وان واہ واہ وا
وہ آن وہ ادا وہ روان واہ واہ وا

امجد

دو دوا ے درون آزاری ۔ ہر وک دو درد اور وہ آزار ہے

اور مصرع ثانی نسیم کے اس شعر کا بھی مقطع ہے -

کہنے لگا کیا مزا ہے دل خواہ ۔ اے آدم زاد واہ واہ واہ

منشی

ولیکن بروز جزا ے گمان ۔ کرے داوری داور داوران

دوسرا مصرع مقصود بالتمثیل ہے - اور سوز کے اشعار کا چوتھا مصرع اس صنعت مین ہے -

گئے گھر سے جو ہم اپنے سویرے ۔ سلام اللہ خان صاحب کے ڈیرے
وہان دیکھے کئی طفل پریرو ۔ ارے رے رے ارے رے رے ارے رے

فیض کے اس شعر کا مصرع اول صنعت مقطع کی مثال ہے اور دوسرا مصرع صنعت موصل کی -

در دو داغ در رخ زرد اور وہ دل ۔ فیض ہٹی مین گئے ہین سب مل

صنعت تلمیع جسکو ذو لسانین اور ذو لغتین بھی کہتے ہین یہ صنعت اس طرح پر ہے کہ کلام مین زبانہا ے مختلف کو جمع کرین اگر ایک شعر ہو تو دو زبانین اور مخمس مین پانچ اور غزل وغیرہ مین ایک شعر زبان اُردو مین دوسرا فارسی مین تیسرا عربی مین وقس علیٰ ہذا یا ایک مصرع مین بعض ارکان فارسی زبان مین بعض اُردو مین یا کسی اور زبان مین غرض کہ جہانتک جتنی زبانین چاہین غزل خواہ قصیدہ وغیرہ مین جمع کر سکتے ہین مگر اکثر زبانین مروج و مستعمل ہندوستان کی لکھی جاتی ہین پس اگر ایک شعر مین دو زبانین جمع ہون تو اُسے تلمیع مکشوف کہتے ہین چنانچہ راقم الحروف کی ایک تمام غزل اسی صنعت مین ہے کہ ایک مصرع فارسی ہے اور ایک اُردو -

ای سرو خوش خرام گلستان دلبری	غلمان ترے غلام کنیزک تری پری
در گلشن دلم بامید بر وصال	رہتی ہے شاخ نخل تمنا سدا ہری
باد صبا بکوچہ جانان چو بگذری	کر دینا وانپہ ذکر ہمارا بھی سرسری
ہر دم بسینہ تیغ ادایش ہمے خورم	مجھ سا نہین زمانے مین مجہ سا کوئی جری

حسرت

پوچھا اعجاز ہے تیرے جو مسیحائے سخن	قال احییت عظاما ہی قد کان رمیم

ترجمہ مصرعہ دوم عربی

کہا مین ایسی ہڈیون کو زندہ کرتا ہون جو گل جاتی ہین

ولہ

کیا حمد کہون تیری مجھے کچھ نہین یارا	یا من خلق الخلق ولیلاً ونہاراً

ترجمہ مصرعۂ دوم عربی یعنی ای وہ ذات کہ جس نے مخلوق کو اور شب و روز کو پیدا کیا ہی۔

امیر

دہ در شود کشادہ اگر بستہ شد درے	رہتا نہین کسی کا زمانے مین کام بند

رند

حبابم بر سر موج زنبیادم چہ مے پرسی	فقط بحر جہان مین رند غافل دم کی مہلت ہی

شاہ نصیر

لکھی ہین ہر ورق گل پہ بقول شخصے	ان فی الجنۃ نہر لبن

یعنی تحقیق جنت مین دودھ کی نہر ہے۔

والا ملمع محجوب کہتے ہین چنانچہ معزز نے ایک مستزاد مین کئی زبانین اس طرح جمع کی ہین کہ ہر شعر جداگانہ زبان مین ہی مگر چونکہ پنجابی و پشتو وغیرہ زبانین غیر مانوس ہین اس لیے اُسکا لکھنا فضول سمجھا۔

سوز

مروت دشمنا غفلت پیناہا	ادھر بھی دیکھنا ٹک مڑ کے آہا
گئی اوقات سب بطلان مین افسوس	خداوندا کرامت دستگاہا
صرفت العمر فی لہو ولعب ترجمہ	فاہاً ثم آہاً ثم آہا +

مین نے اپنی عمر کھیل کود مین برباد کی پس افسوس ہے بجز افسوس ہی بجز افسوس ہے

میر انشاء اللہ خان نے ایک قصیدہ مدح نواب سعادت علیخان مین لکھا ہو اُس مین بہت سے اشعار مختلف زبانون مین پائے جاتے ہین یہان پر بطور مثال کے فارسی عربی مارواڑی اور بھاشا کے کچھ اشعار درج کیے جاتے ہین اور ترکی بخوخراسانی انگریزی سنسکرت کشمیری اور مرہٹی کے اشعار بسبب غیر مانوس ہونے کے ترک کیے گئے ہے

شاہ ایران بہی لکھتا ہے تجھے عرضی مین ۔۔۔ بو کہ من ہم ز عنایات تو حظے ببرم

ترجمہ مصرعہ دوم اُمید کہ مین بھی تیری مہربانیون سے کوئی فائدہ اٹھاؤن

بخداوندی آنکس کہ مرا شاہی داد ۔۔۔ بندۂ حلقہ بگوش تو و چاکر استم

اُس ذات پاک کی خداوندی کی قسم جسنے مجھکو شاہی دی ہے کہ مین تیرا غلام مطیع اور خدمت گذار ہون +

مدح مین تیری زبان عربی مین اشعار ۔۔۔ شعرا پڑھتے ہین مسرور رہا کیں مین ہم
مثلہ لیس شجاع و امیر فی الدھر ۔۔۔ خصہ اللہ مغیثا لجمیع العالم +

ترجمہ شعر دوم اُس کی طرح کوئی بہادر اور امیر دنیا مین نہین ہو اللہ نے تمام عالم کی فریاد رسی کے لیے اُسکو مخصوص کیا ہی۔

حق مین دشمن کے ترے تو نے کہین ہین کیا جیوٹ ۔۔۔ کا ئین باندھا چھری ہیری جو نشو جائے بھسم

ترجمہ مصرعہ دوم کیا چھری باندھی جبکہ دشمن تباہ و فنا نہو جائے ⁂

تیری آنکھون کو کنھیا سمجھ اور اُسکا عکس ۔۔۔ گوپیین برج کی کرتی ہین یہ منتی ہر دم

تیری آنکھون کو کنھیا (نام کرشن) سمجھ رکھا ہی اور گوپیین (برج کی عورتین) ہر وقت یہ آرزو کرتی ہین -

ڈھونڈری درم کی نکھٹ ہون تجھی کی جو ۔۔۔ جھوم سے شیام ہرن کیسے پیچ چھٹ کے تم
یعنی تمام نکھٹ کو ڈھونڈھکر آئی ہون ۔۔۔ اپنا نند رانہ لے لقب کنھیا۔
اور دولت جو وہ تجھی ہو سو گنتی ہے یہ ۔۔۔ تورے چرنون لگی ہون چھا ٹاو نے سگرو کٹم

ترجمہ مصرعہ دوم یعنی تمھارے قدمون سے لگی ہون تمام کنبہ گھر بار وہان چھوڑکر -

اور جو اشعار اسطرح کے ہین کہ آدھا مصرع زبان فارسی مین اور آدھا اُردو مین یا آدھا فارسی مین آدھا بھاکا وغیرہ مین ہی یہ ایجاد امیر خسرو دہلوی کی ہو مثال اسکی

مولوی سلامت اللہ کشفی

کیا نور خدا از رخ خوب تو عیان ست ۔۔۔ کہتے ہین اسی رو سے عیان راچہ بیان ست
کیا یوسف مصری ہے نظیر شہ بطحا ۔۔۔ وہ چشم کہان اور کہان جان جہان ست

یہ صورت حق ہے کہ صورت بشر شد — اُس کا ہی ظہور این ہمہ در کون و مکان ست
اب تاب نہین ہجر کی از پردہ بدر آ — مشتاق ترے وصل کا ہر پیر و جوان ست
اب آ گے بھلا کشفی دل خستہ چہ گوید — تو جلد خبر اسکی کہ بیتاب و توان ست

زتیغ عشقش شہید گشتم نہ تاب ہجران قسم خدا کی ضما کن خراب وحشی بنادے ساقی شراب حسرت پلا کے ہم کو
تو سرو آزاد و ناز نینی تمھارے قامت کا ہون مین سایہ — بزیر پایت ہون اوفتادہ گرانہ چندان اُٹھا کے ہم کو
چو عشق آمد درون جانم تو شور برپا ہوا قیامت — جگایا تو نے جنون وحشت مزار مین بھی سُلا کے ہم کو

اور یہ ایک شعر امیر خسرو کا زبان فارسی مین ہے اور ترجمہ اُسکا باعتبار زبان ہندی کے ایک عجیب طرح ہوتا ہے

ماہ در فتہ بہ تنماند ست ز ہجر تو مرا — دم بہ یک موے خدارا کہ چہ حال ست ترا

ماہ کو ہندی مین ماس کہتے ہین اور ماس کو گوشت بھی بولتے ہین پس ماہ سے گوشت مراد ہے قرب کو دس کہتے ہین اور دیہ ہندی مین بدن کو کہتے ہین وہی یہان مراد ہے مطلب یہ ہوا کہ گوشت بدن مین نہین رہا تیرے ہجر مین سدم کو ہندی پوچھ کہتے ہین اور پوچھ صیغہ امر کا بھی ہے پرسیدن کے معنی مین موے کو ہندی مین بار کہتے ہین اور بار بمعنی مرتبہ اور دفعہ کے بھی ہے پس مصرع ثانی کا یہ مطلب ہوا کہ پوچھ ایکمرتبہ خدا کے واسطے کہ تیرا کیا حال ہے۔

صنعت جامع الحروف یعنی ایک بیت یا فقرہ ایسا لکھین کہ جس مین تمام حروف تہجی سما جائین مثال اسکی یہ شعر نظام کا۔ ؎

مظہر فیض و عطا منعم ذی جود و سخا — مُصلح کل شرف ثابت قدم روز وغا

اس شعر مین حرف عربی سب جمع ہین۔

صنعت تنسیق الصفات یعنی کسی چیز یا کسی شخص کا ذکر صفات متواترہ کے ساتھ کرین خواہ وہ صفات مدح کی ہون یا مذمت کی کیونکہ صفت وہ چیز ہے جو کسی چیز کے اُن معنی کو بیان کرے جو اُس مین ہون خواہ وہ معنے اچھے ہون یا بُرے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ صفت سے فقط خوبی ہی مراد ہوتی ہے بلکہ بُرائی ہو تو بھی صفت کہلاویگی۔ جیسے مُنیر گھوڑے کی صفت مین کہتا ہے۔ ؎

سنبلہ دم ماہ سم لاغر میان فربہ کفل — طالع شہبانہ اقبال ہما اوج عقاب
کہکشان تنگ آسمان رنگ ابر سایہ برق تگ — تیز دم آتش قدم گیسو لجام ابرو رکاب

اسی کا یہ شعر بُراق کے وصف مین ہے۔ ؎

اسد ہیبت فلک پیکر قمر سم — عنانین دو تون جوزا سنبلہ دم

ذوق

وہ شہنشاہ بہادر شہ کسرے انصاف | خسرو جم خدم و داور دارا حشمت
قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد | حامی شرع نبی ماحی شرک و بدعت

انیس

ہے ہے مرے سعید و رشید و متین جوان | خوش رو جوان غریب جوان مہ جبین جوان

تپش

بوسہ لیتا ہے جو منھ چڑھ کے برابر گیسو | کتنا گستاخ ہے بیہودہ ہے خود سر گیسو

میر

کروان اک جوان تھا پر سرام نام | خوش اندام و خوش قامت و خوش خرام

سودا

بس یداللہ بے شک و لا ریب بازوئے نبی | قوت ہر اک ضعیف و طاقت ہر ناتوان
گوہر بحر حقیقت لعل کان معرفت | نور مہر لامکان چشم و چراغ قدسیان

صنعت مافی الضمیر اسکو اظہار مضمر بھی کہتے ہین یعنی پرائے دل کی بات ظاہر کرنا یہ صنعت مشکل ترین صنائع لفظی سے ہے اور یہ اس طرح پر ہے کہ اول ایک مصرع پندرہ حروف کا کہین اور اُسمین کوئی حرف مکرر نہو پھر ایک رباعی خواہ سوا وزن رباعی کے اور وزن مین چار مصرع کہین اور اس امر کا لحاظ رکھین کہ وہ پندرہ حروف جو اس ایک مصرع مین جمع ہین وہ متفرق طور پر اُن چار مصرعون مین بھی موجود ہون نیز کوئی حرف کسی مصرع مین کوئی حرف کسی مصرع مین اور کسی مصرع مین مکرر۔ کوئی حرف اُن مین کا رہ نہ جائے اور اُن کے تحریر کرنے کی یہ صورت ہے کہ اول وہ مصرع پندرہ حروف والا اوپر لکھا جائے اور پھر رباعی و قطعہ کے طور پر وہ چارون مصرع لکھین اور مصرع اول کے کنارے پر (۱) کا ہندسہ اور دوسرے مصرع پر (۲) کا ہندسہ اور تیسرے مصرع پر (۴) کا ہندسہ اور چوتھے مصرع پر (۸) کا ہندسہ یہ کل عدد پندرہ ہوے اور پندرہ ہی حروف مصرع اول کے تھے۔ اور طریقہ بتانے مافی الضمیر کا یہ ہے کہ مخاطب سے کہے کہ ایک حرف مصرع اول جامع الحروف (یعنی پندرہ حرف والے مصرع) مین سے ذہن مین لے تو پھر اُن چار مصرعون کو پڑھے اور پوچھے کہ جو حرف تمنے ذہن مین لیا ہے وہ کون کون سے مصرع مین ہے وہ اگر جواب دے کہ دوسرے اور تیسرے مصرع مین ہے تو اُن مصرعون کے سرے پر جو عدد ہین اُن کو جمع کرنا چاہیے جو حاصل جمع ہو اُسی کے مطابق مصرع جامع الحروف مین سے حرف گن لے

وہی حرف اُسنے لیا ہو مثال اُسکی یہ مصرع اور یہ رباعی ہی مصرع

ہے لب دوست مخزن شکر

رباعی

عاشق سا مہر دار راز دل زار	سو طرح کا زیور اور خال رخسار
شب آ کر و غور نشان دو صاحب	مشتاق کا عزم جان کر آخر کار

مخاطب سے پوچھے کہ تمنے اُس مصرعۂ مرقومۂ بالا مین سے جو حرف ذہن مین لیا ہی وہ رباعی کے کون کون سے مصرعون مین ہی اگر وہ کہے کہ پہلے اور دوسرے مصرع مین ہی تو چاہیے کہ مصرع اول اور دوم کے آغاز کے عددون کو جمع کرین یعنی ایک اور دو تین ہوے اور تیسرا حرف مصرع جامع الحروف کا (ل) ہی معلوم ہوا کہ مخاطب نے لام لیا ہی کیونکہ دیکھا جاتا ہی تو لام سواے مصرع اول اور دوم کے اور کسی مصرع مین نہین اور اگر کہے دوسرے اور تیسرے مصرع مین یا تیسرے اور چوتھے مین یا پہلے اور چوتھے مین ہے تو انھین مصرعون کے سرے کے اعداد جمع کرکے اُسکے مطابق حرف مصرع جامع الحروف سے گن لینگے اور قاعدہ اس صنعت کی ایجاد اور برتنے کا یہ ہی کہ ایک مصرع پندرہ حرف کا ایسا کہا جاوے کہ اُس مین کوئی حرف مکرر نہو اُسکے بعد رباعی یا اور کسی وزن پر چار مصرع کہے جاوین اور اُن مین یہ التزام کیا جاوے کہ مصرع جامع الحروف کا پہلا حرف اُن چار مصرعون مین سے پہلے مصرع سے خصوصیت رکھتا ہو تین مصرعون مین نہو اور اُس مصرع کا دوسرا حرف اُن چارون مصرعون مین سے دوسرے سے خصوصیت رکھتا ہو پہلے اور تیسرے چوتھے مصرع مین نہو تیسرا حرف اُس پندرہ حروف والے مصرع کا اُن چار مصرعون مین سے پہلے اور دوسرے سے مخصوص ہو تیسرے اور چوتھے مین نہو اور چوتھا حرف اُس مصرع کا تیسرے مصرع مین ہونا چاہیے پہلے دوسرے اور چوتھے مین نہو اور پانچوان حرف اُس مصرع کا پہلے اور چوتھے مصرع مین ہو اور کسی مصرع مین نہو چھٹا حرف اُس مصرع کا رباعی کے دوسرے اور تیسرے مصرع مین ہو ساتوان حرف پہلے دوسرے اور تیسرے مصرع مین ہو آٹھوان حرف صرف چوتھے مصرع مین ہو نوان حرف پہلے اور چوتھے مصرع مین ہو دسوان حرف دوسرے اور چوتھے مصرع مین ہو گیارھوان حرف پہلے دوسرے اور چوتھے مصرع مین ہو بارھوان حرف تیسرے اور چوتھے مین ہو تیرھوان پہلے تیسرے اور چوتھے مین چودھوان دوسرے تیسرے اور چوتھے مصرع مین پندرھوان حرف اُس مصرع کا اُن چارون مصرعون مین واقع ہو تعجب ہے کہ مرزا قتیل نے صنعت اظہار مضمر کو دریاے لطافت مین صنائع معنوی مین لکھا ہی حالانکہ یہ صنعت اصالۃً معنوی خوبی کی طرف کسی طرح راجع نہین ہو سکتی سواے سہو کے اور کیا کہا جاوے۔

صنعت معمّا امیر خسرو نے اعجاز خسروی کے تیسرے رسالے مین لکھا ہی کہ موجد اس کا مولانا
بہار بخاری ہی معما اُس صنعت کو کہتے ہین کہ کلام سے باشارۂ لفظی یا بدلالت حرفی وغیرہ کوئی نام یا
عبارت حاصل ہو مگر اکثر وہ کلام موزون ہوتا ہے اور نثر شاذ و نادر اور اکثر نام حاصل ہوتا ہی عبارت
کبھی کبھی - سید وارث علی نے جو اعتراض نثاری پر کیا ہی اور معما کو اسماء الرجال ہی پر منحصر رکھا ہی بالکل
بیجا ہی ہان اکثر اسم ہوتا ہی اور یہی زیادہ تر رائج ہے لیکن یہ غلطی نثاری کی بہت بڑی ہے کہ معمّا کو
صنائع معنوی مین لکھا ہی جیسا کہ ہفت قلزم کے جامع نے کیا ہی - الحاصل معما مین اسم مقصود بدلالت
حروف و باشارت الفاظ حاصل ہوتا ہی اور اسم حاصل ہونے کی بہت سی صورتین ہین ایک یہ کہ
حروف اسم مطلوب بترتیب موجود ہون اور حرکات و سکنات اسم پر بھی اشارہ ہو دوسرے یہ کہ
حروف اسم مطلوب بترتیب پائے جائین مگر حرکات و سکنات کی طرف کوئی اشارہ نہو تیسرے یہ کہ
حروف اسم مطلوب معمّا مین مذکور ہون لیکن ترتیب نہو اور حرکات و سکنات کا بھی کچھ اشارہ نہو
چوتھے یہ کہ حروف اسم بھی مذکور نہ ہون بلکہ کسی اور طرح سے اُن حروف کی جانب اشارہ ہو
اور اخراج و حصول اسم کی الفاظ سے کئی صورتین ہین ازانجملہ ایک یہ ہے کہ ہر ایک لفظ تین حال
سے خالی نہوگا اول اوسط آخر اگر حرف مطلوب سر کلمہ مین ہوگا تو اُسکی تعبیر مطلع - تارک - سر لب -
اول - تاج - افسر کلاہ - رُخ - ابتدا غرق وغیرہ سے کرتے ہین جیسا کہ اس معمّاے نغز مین کتاب فسانۂ عجائب
کی نغز شہزادی نے کہا طبیعت کی جودت اس شخص کی مشہور ہی - ایک معما پوچھتی ہون بدیہہ اگر جواب دیگا
تو شک بے شک رفع ہوا جلادہ کیا شے ہے جسکو گبر و مسلمان یہود و نصارے سب فرقہ انسان کا آشکارا
کھاتا ہے مگر جب سر کاٹ ڈالو تو زہر ہو جائے کوئی نکھائے اور جو غصے مین کھائے تو فوراً مر جائے
جوان نے ہنسکے کہا شہزادی قسم ہے حرف قاف کو سر قرار دیا ہے - امیر اللہ تسلیم نے اس معمے کے مضمونکو
محدود کر کے یون باندھ دیا ہے ؎

اگر عدو کھائے سر شہ کی کبھی جھوٹی قسم	آتے آتے تا زبان پیدا کرے تاثیر سم

اور اگر حرف وسط کلمہ مین ہو تو قلب - درون - دل - مغز - مرکز - میان - توسط - کمر - موضع - مقام وغیرہ
کہتے ہین اور انتہاے کلمہ مین ہو تو لفظ پا - قدم - حد - دامن - دم - پایان - انجام - انتہا - آخر - ذیل -
غایت - تمام وغیرہ سے اشارہ کرتے ہین اور غرہ و سلخ - اوج و حضیض - فراز و نشیب - پوست
و جامہ - بالا و زیر - صاف و درد - شاخ و بیخ - جیب و دامن وغیرہ الفاظ سے فن معما مین حرف
اول و آخر مراد ہوتے ہین - سید انشا نے جرأت کے نام کا معما کہا تھا مصرع

مصرع ۔ سرمونڈی نگوڑی گجراتن **ترجمہ** نگوڑی وہ عورت جس کے پانو کن نہون ۔

لطیفہ اس مین یہ تھا کہ گجراتن جرأت کی مان کا نام تھا اور لفظ جانب ۔ لب ۔ سو ۔ طرف ۔ گوشہ ۔ کنار ۔ اور پہلو سے کبھی حرف اول کبھی حرف آخر مراد لیتے ہین اور الفاظ ناقص ۔ مختصر ۔ کوتاہ ۔ ابتر حرف آخر کے نقصان پر دلالت کرتے ہین اور الفاظ مجوف ۔ تہی ۔ خالی ما بین الطرفین کے نقصان پر اور سر ۔ نیزہ ۔ علم ۔ نخل ۔ خدنگ ۔ ناوک ۔ تیر ۔ خار ۔ قد ۔ بالا حرف الف سے کنایہ ہی اور دندان ۔ انگشت ۔ شنگ ۔ حرف سین مہملہ سے کنایہ ہی اور ابرو ہلال وغیرہ نون و جیم و دال سے کنایہ ہے اور خال ۔ ستارہ ۔ قطرہ ۔ گرہ ۔ گوہر ۔ ذرہ نقطون سے عبارت ہے ۔ اور کبھی صرفیان عرب کے طریق پر کلمے کے حرف اول کو فا اور دوم کو عین اور سوم کو لام کہتے ہین ۔ کبھی کوئی لغت عربی بیان کرکے فارسی مین اُسکے معنی مراد رکھتے ہین اور کبھی فارسی بیان کرنے سے عربی مقصود ہوتی ہی جیسے ۔ مومن کے اس معما مین ۔

معما باسم مومن

کیفیت وصال لب اب کچھ نہین رہی	کیونکر نہون ملول مین شب کچھ نہین رہی

الفاظ (ملول مین) مین سے شب کا نکلنا بیان کیا ہی شب فارسی ہی اُس کا مرادف لیل عربی ہی جب لام اور ی اور لام الفاظ مذکور مین سے نکالے تو مومن رہ گیا مگر ایک عیب اس معما مین واقع ہوا ہے وہ یہ کہ کلام سے یہ سمجھا جاتا ہی کہ ملول کے لفظ مین شب نہی اور مراد یہ ہے کہ (ملول مین) کے لفظ مین سے لیل نکلی غرضکہ ایک مین اور چاہیے ۔

کبھی لفظ فارسی سے ترکی کبھی فارسی سے ہندی مراد لیتے ہین ۔ جیسے :-

سامنے رکھدے سر و پا کاٹ بوتیمار کو	ہی اگر اے باغبان تو مہربان عندلیب

بوتیمار کو ہندی مین بگلا کہتے ہین جب اُسکے سر و پا کو کاٹ ڈالا یعنی حرف با اور الف کو دُور کردیا تو گل رہ گیا کبھی عدد بیان کرکے اُس سے بحساب جمل کوئی حرف بنا لیتے ہین جیسا اس قطعہ مین ۔

گرچہ ہے نام اُسکا تین حرف سے ترکیب لیک	تین سو چالیس و ساٹھ مول ہے یہ ایک ایک

تین سو عدد شین نقطہ دار کے ہین اور چالیس میم کے اور ساٹھ سین بے نقطہ کے پس تینون حرف لیکر شمس حاصل ہوا کبھی نجومیون کی اصطلاح سے کام پڑتا ہی اور سبعہ سیارہ کا حرف آخر مراد ہوتا ہی مثلاً شمس سے (س) اور قمر سے (ر) اور مشتری سے (ی) اور عطارد سے (د) اور زہرہ سے (ہ) اور زحل سے (ل) اور مریخ سے (خ) اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ حروف ابجد کے اُن حروف سے جو

ہفتے کے دنون کے شمار کے موافق ہون ہفتے کا دن مراد لیتے ہین جیسے (الف) سے یکشنبہ اور (ب) سے دوشنبہ اور (ج) سے سہ شنبہ اور (د) سے چہارشنبہ اور (ہ) سے پنجشنبہ اور (و) سے جمعہ اور (ز) سے ہفتہ۔ کبھی سال بولتے ہین اور تین سو ساٹھ مراد لیتے ہین اور ماہ سے تیس مقصود ہوتے ہین علے ہذا القیاس اعراب وغیرہ بھی اسی طرح ثابت کرتے ہین چنانچہ کھولنے کو عربی مین فتح کہتے ہین اور فتح صرفیون کی اصطلاح مین زبر کا نام ہے اور شکستگی عربی مین کسر کو کہتے ہین اور کسر صرفیون کی اصطلاح مین زیر کا نام ہے اور تسکین سکون سے مراد ہوتی ہے اور سکون صرفیون کی اصطلاح مین جزم کو کہتے ہین جیسے اس بیت مین قتیل کے آگے لانے سے پیش دینا مراد ہے یعنے مضموم کرنا حرف کا۔

کوئی سر نیشکر کا آگے لاؤ	کہ ظاہر ہو پری ہندوستان کی

نیشکر کو ہندی مین گنا بالفتح کہتے ہین اور سر اسکا گاف ہے اسکو ضمہ دینے سے گنا ہوتا ہے اور یہ نام ہے محبوبۂ قتیل کا۔ کبھی لفظ کا مقلوب مراد ہوتا ہے جیسے یہ معما مومن خان کا۔

بنے کیونکر کہ ہے سب کار اُلٹا	ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا

ہم کا مقلوب مہ اور بات کا مقلوب تاب اور یار کا مقلوب راے ہے پس مہتاب راے ہو گیا۔ کبھی کبھی کسی لفظ کا ہم عدد دوسرا لفظ اُسی لغت کا یا کسی اور لغت کا مقصود ہوتا ہے جیسے اس شعر مین مومن کے۔

قید بیحد ہے خانہ بے در ہے	تو بھی صاحب غلام سے ملیے

قید بیحد ہے حد سے مراد حرف آخر دال ہے جب دال کو دور کیا تو قے رہ گیا اُسکے ایک سو دس عدد ہوتے ہین اور اتنے ہی عدد لفظ علی کے ہین اور یہان بھی مراد ہے۔ خانہ بیدر ہے در سے حرف آخر (ہ) مراد ہے جب ہاے ہوز کو گرا دیا تو خان رہ گیا اور غلام کا لفظ جو مصرع ثانی مین ہے وہ ان لفظون کے اول مین ملا دیا غلام علیخان ہو گیا۔ یہان مختصر طور پر صنعت معما کا بیان کیا گیا اگر غور کیا جائے تو برا یہ ایک علم علیحدہ ہے اور نہایت طوالت اور تفصیل چاہتا ہے بخوف طول کتاب اور بلحاظ کم مروج ہونے اس فن کے اسقدر پر اکتفا کی گئی۔

صنعت لغز[^1] اسکو چیستان اور پہیلی بھی کہتے ہین اس مین باعتبار علامات اور صفات اور خواص کے کوئی چیز دریافت ہوتی ہے فرق معما اور چیستان مین یہ ہے کہ مقصود اصلی معما مین حروف و الفاظ ہین اور چیستان مین مقصود اصلی اشیا کی ذاتین ہین۔ جیسے۔

پہیلی افیون۔

[^1]: بضم لام و فتح غین معجمہ و سکون زاے معجمہ ۱۲

منشی اسمٰعیل حسین منیر

مگر وہ طبع اہل خرد اس کی کم سنی ہے | پیری میں اسکی قدر جوانی سے بھی ہوا
ہے بیگناہ پر یہ تعجب کی بات ہے | آسکا ہی پوست کھینچتے ہین اُسکے آشنا

پہیلی لفظ آہ۔

انشا

ہے نصف تو اسم ذات کی سی صورت | دن کی صورت نہ رات کی سی صورت
کام آوے وہ درد مین جو لکھے انشا | تو ہو قلم و دوات کی سی صورت

پہیلی گھڑیال۔

مومن

نہ بولے وہ جب تک کہ کوئی بلائے | نہ لفظ اور معنے سمجھ مین کچھ آئے
نہین چور پر وہ لٹکتا رہے | زمانے کا احوال بکتا رہے
شب و روز غوغا مچایا کرے | اسی طرح سے مار کھایا کرے

پہیلی چراغ۔

امیر خسرو

بالا تھا تو سب کو بھایا ہے | بڑا ہوا تو کام نہ آیا ہے
مین نے کہدیا اُس کا ناؤن | ارتھ کہو یا چھوڑو گانؤن

پہیلی موری۔

ولہ

ساون بھادوں بہت چلت ہے ماہ پوس مین تھوڑی | میر خسرو یون کہین بتا پہیلی موری

پہیلی قلمدان۔

ظفر

ایک تابوت اور کتنے مُردے | کٹے کٹے کیا دل گُردے
تال مین بیچ مین کالا پانی ہے | یہ ہے ظفر اُس کی نشانی

پہیلی آسمان اور تارے۔

ظفر

ایک تھال موتیون سے بھرا | سب کے سر پر اوندھا دھرا

چارون طرف وہ تھال پھرے ۔۔۔ موتی اُس سے ایک نا گرے

پہیلی چشم و مژگان۔

مجمل سوال جان مجمل

دو تالاب اور کتنی تریان ہ ۔۔۔ جب دیکھو جب ننگی کھڑیان
تال کے اوپر دِن بھر مشکین ہ ۔۔۔ نظرون مین وہ سب کی کھٹکین ہ
رات کو وہ سب مِل جُل کر ۔۔۔ سوتی ہین اُن تالابون پر

پہیلی بالا۔

کان مین رکھ تو یہ ایہام ۔۔۔ نیچے لٹکے اوپر نام ہ

پہیلی خرگوش۔

آدھا رہے کمہار کے آدھا سب کے پاس ۔۔۔ جو تجھے مارا چاہے جنگل اُس کا باس

پہیلی آئینہ۔

فارسی بولی آئی نا ہ ۔۔۔ ترکی ڈھونڈی پائی نا ہ
ہندی کہون عارسی آئے ۔۔۔ خسرو کہے کوئی نہ پائے

صنعت تاریخ مولوی غلام علی آزاد صاحب سبحۃ المرجان کہتے ہین کہ ادیبان عرب نے تاریخ کو بدائع مین جگہ نہین دی ہے اصطلاح مین تاریخ اسکو کہتے ہین کہ کوئی لفظ یا فقرہ یا عبارت مصرع یا بیت ایسی تجویز کرین کہ اُسکے مکتوبی حروف کے عددون سے بحساب جمل سنہ اور سال کسی واقعہ شادی یا وفات کے معلوم ہون یا نکاح خواہ تولد فرزند یا تصنیف کتاب خواہ لڑائی یا بادشاہ کے جلوس یا کسی اور امر کے وقوع کا زمانہ سمجھا جائے حروف مکتوبی کی قید اسلیے ہو کہ جو حروف لکھنے مین نہین آتے اُنکے عدد محسوب نہین ہوتے اور جو لکھے جاتے ہین اگرچہ پڑھنے نہ جاوین عدد اُنکے لیے جاتے ہین مثلاً لفظ اللہم اور فرخ مین ایک میم اور ایک رے کے عدد لیے جائینگے اور نصیر الدین اور عبداللہ مین الف کا ایک عدد ملیا جائےگا اور الف ممدودہ کے بھی دو عدد لیے جائینگے اسلیے کہ وہ ایک الف متحرک اور دوسرا الف ساکن ہو اور بعض محققین الف ممدودہ کا ایک عدد لیتے ہین اور ہمزہ کا کہ اُسکی یہ صورت ہو (ء) بعض ایک عدد شمار کرتے ہین بعض بشکل یا لکھکر دس عدد محسوب کرتے ہین بعض مہمل چھوڑ دیتے ہین عدد نہین لیتے تینون صورتین جائز ہین چہ اور کہ مین ہائے مختفی کے بھی عدد لیے جاوینگے۔ اور حرف تا کے عدد دو طرح کے لیے جاتے ہین

جورت) دراز لکھی جاتی ہو خواہ جمع کی ہو خواہ ضمیر کی خواہ مصدری اُسکے چارسو عدد لیتے ہین جیسے
عنایات وحشمت وغیرہ مین اور جو (ۃ) باملاے عربی یا فارسی مدور بہ شکل ہاے ہوز لکھی جاتی ہی اُسکے پانچ
عدد ہاے ہوز کے سے لیے جاتے ہین جیسے ت خستہ اور صلوٰۃ وزکوٰۃ وغیرہ کی اور معنی تاریخ کے
لغت مین وقت ظاہر کرنا ہین پس تاریخ سے بمقابلۂ زمانۂ حال کے مدت اُس واقعہ گذشتہ کی ظاہر
ہوتی ہے اور مادہ تاریخ عام ہے خواہ نظم ہو خواہ نثر اور تاریخ دو قسم ہوتی ہے - ایک صوری اور
ایک معنوی اور معنوی غرض معما کے قبیل سے ہے اور صوری وہ ہے جس سے لفظاً کوئی زمانہ معلوم ہو -
مثال اسکی -

تاریخ بدیع مصنفۂ تسلیم

ہزار وصد و شصت و دو مین غرض — اجل کا بہانہ ہوا وہ مرض

منہ

گیارہ سو اکیاسی ہجری کی تھی — یہی سال تاریخ رحلت کی تھی

منہ

گیارہ سو اسی مین تھے چار کم — کہ پیدا ہوے تھے وہ انجم حشم

اور معنوی وہ ہی جسکے عددون سے بحساب جمل کوئی سنہ و سال پیدا ہو اگر مادہ تاریخ معنوی
سے عدد مطلوب بغیر کمی و بیشی کے نکل آوین تو اُسکو تاریخ بے کم وکاست کہتے ہین اور تاریخ کامل
بھی بولتے ہین - تاریخ کامل و بے کم وکاست کی مثال یہ تاریخ نتیجۂ فکر جناب مخدومی مولوی نورالدین احمد
صاحب ابن مولوی نظام الدین مرحوم ہاشمی بدایونی کی ہی - ؎

حضرت صولت نے لکھی یہ کتاب — مدح حضرت مین عجب نادر غریب
لائق تعریف اور تحسین ہے — صاحب ممدوح کی رائے مصیب
قطعۂ تاریخ لکھنے کے لیے — مجھکو بھی ایما ہوا جاگے نصیب
جب ہوئی تاریخ کی مجھکو تلاش — ہاتف غیبی نے آ میرے قریب
مصرع تاریخ یون موزون کیا — نعت محبوب خدا ہے یہ عجیب
۱۲۹۸ ہجری

اس مین بارہ سو اٹھانوے عدد بے کم وکاست نکلتے ہین -

محمد رضا خان برق

فصل گل ہے گلشن ایجاد کی — دھوم ہے ہر سو مبارک باد کی

خسرو عادل کا ہوا اب دور دور	داد بلبل پاتی ہے فریاد کی
قمریون کو سرو کی پروا ہے کیا	قدر بندون کو نہین آزاد کی
بے خطر عاشق ہین جور عشق سے	جان شیرین بچتی ہے فرہاد کی
قہ[illegible] عالم نے طبع پاک سے	آج کل کوٹھی عجب ایجاد کی
برق نے تاریخ اسکی یہ کہی	خلد ہے کوٹھی حسین آباد کی

۱۲۵۶ ہجری

محققین فن کا اتفاق ہے کہ صوری و معنوی تاریخون مین ترجیح اُس تاریخ کو ہے جس مین بھرتی کا کوئی لفظ نہو واو عاطفہ کو بھرتی نہین کہہ سکتے اور اس کا ترک کرنا جائز نہین۔

سنہ یا سال کا لفظ اُس وقت قابل اعتراض نہوگا جبکہ مصرع مین داخل اور الفاظ بیانیہ مادہ سے متعلق نہو۔ مہینے کے عوض لفظ ماہ یا شہر اسی طرح ایام کے عوض لفظ روز یا یوم داخل مادہ ہوسکتا ہے علے ہذا شب یا صبح کے الفاظ کے ساتھ ان کے موزون اور مناسب الفاظ کا استعمال بھی خوبی مین داخل ہے۔ مثلاً اول شب یا آخر شب یا شب قدر یا شب برات یا صبح عید وغیرہ باعتبار لفظ تاریخ کی دو قسمین ہین (۱) تاریخ مفرد (۲) تاریخ مرکب۔

تاریخ مفرد۔ وہ ہے جو کسی حرف کے عدد جمل سے حاصل ہو فرض کرو کہ کسی کا نام غالب ہو اور اُسکی وفات ۱۲۸۵ ہجری مین واقع ہو اور سر نام حرف کو سال قرار دیا جائے یا کسی کے نام سے حرف اول و آخر لیکر اُسکے متعلق کسی واقعہ کی تاریخ قرار دی جائے جیسے ایک حکیم کی معزولی کی تاریخ ہے ؎

اٹھ جائے حکیم سے تو لے لے	سہ مرتبہ نصف نصف کم کر

حرف ح کے عدد جمل ۸ ہین اسکی تنصیف کیجئے تو ۴ ہوے پھر تنصیف کیجئے تو ۲ اور تنصیف سوم مین ۱ رہ گیا ان چارون ہندسون کو ایک سطر مین لکھیے ۸۴۲۱ سنہ واقعہ کا مساوی ہے۔

تاریخ مرکب وہ ہے جو ایک یا کئی الفاظ کو شامل ہو جیسے۔

لمؤلفہ

پوچھی تاریخ اسکی مجھی سے	جب ہوئی یہ کتاب چھپکے عیان
لب ہاتف سے یون ہوا ارشاد	گنج مقصود و مخزن درمان

۱۳۱۶ ہجری

باعتبار کلام تاریخ کی دو قسمین ہین (۱) تاریخ منثور (۲) تاریخ منظوم۔

تاریخ منثور - وہ تاریخ ہے جو ایک یا کئی جملوں یا فقروں کی عبارت سے حاصل ہو جیسے نواب رام پور کے بیاہ کی تقریب مین فیروز شاہ خان فیروز رام پوری نے ایک چھوٹا سا رسالہ بنام تحفۂ تحریر اس طرح کا نثر مقفّے مین لکھا ہے اس مین ایک عجب موسم خوش ہے عجیب ڈھنگ ہے۔ آرائش بازار کا نرالا رنگ ہے - اچھے اچھے مناسب جوڑے تقسیم ہو رہے ہین - اچھے اچھے اصیل گھوڑے تقسیم ہو رہے ہین - جا بجا بازار کی بے مثل دکانین سج رہی ہین - گھر گھر دل آویز نوبتین بج رہی ہین - شہر مین دل پسند نفیس رواق بنائے ہین - اور دستکاری سے کیسے کیسے سجائے ہین - شادی مین عجیب عید ہے اور طرفہ بات ہے - کیا عالی قدر دن ہے کیا لطف کی رات ہے - فوج کا اور ہی بوستان ہے اور ہی بہار ہے - یہ نوشہ کی سیاہ ہے یا شیان کردگار ہے -

تاریخ منظوم وہ تاریخ ہے جو ایک مصرع یا جزو مصرع یا شعر سالم سے پیدا ہو جیسے قطعۂ تاریخ میر گھسیٹا نتیجہ فکر شیخ امام بخش ناسخ۔

جب میر گھسیٹا مر گئے ہائے	ہر ایک نے اپنے منھ کو پیٹا
ہاتف نے کہی یہ اُسکی تاریخ	افسوس کہ موت نے گھسیٹا

مادہ تاریخ منثور پر منظوم کو ترجیح ہے۔

باعتبار مادہ بھی تاریخ کی دو قسمین ہین (۱) مستقل (۲) غیر مستقل۔

مستقل مادّہ وہ ہے جو بنفسہ کامل ہو عام اس سے کہ مفرد ہو یا مرکب منثور ہو یا منظوم جیسا کہ اوپر کے مادون مین۔

غیر مستقل مادّہ وہ ہے جو تعمیہ یا تخرجہ کا محتاج ہو۔

تعمیہ و تخرجہ

صاحب معدن الجواہر کہتا ہے کہ جمل کا اصطلاحی لفظ تعمیہ ہے اور نیز اُس کا قول ہے کہ اصطلاح اہل بدیع مین معما کہنے کو تعمیہ کہتے ہین اور اصطلاح اہل جمل مین تعمیہ وہ ہے جسکے ذریعے سے تاریخ کے اعداد کو درست اور برابر کرین خواہ زیادتی کے ذریعے سے یا کمی کے ذریعے کے پس اُسکے قول کے بموجب تعمیہ کی تین قسمین ہین (۱) اگر مادۂ تاریخ مین کمی ہو تو

اُسکو پورا کرین جس کا نام **تدخلہ** ہے (۲) یہ کہ اگر مادہ تاریخ مین اعداد کی زیادتی ہو تو اُسکو کم کرین جس کا نام **تخرجہ** ہے ایک یہ کہ مادے کی تکمیل عمل تخرجہ و تدخلہ دونون سے کرین الیٰ آخرہ۔

بعض اہل جمل نے کہا ہے کہ تعمیہ کی قسم اول کا نام **تعمیہ داخلی** ہے اور قسم دوم کو **تعمیہ خارجی** کہتے ہین اور یہ صرف لفظی اختلاف ہے تعمیہ داخلی کہین یا تدخلہ۔ تعمیہ خارجی کہین یا تخرجہ بہرحال دو اقسام ہین تعمیہ کے بعض کا قول ہے کہ اہل جمل نے تدخلہ کا نام تعبیہ رکھا ہے۔ تعبیہ کے لغوی معنے آراستہ کرنے اور ڈھانپنے اور عجیب چیز بنانے کے ہین اور تعمیہ کے معنے اندھا کرنے اور چھپانے اور چھپنے اور عجب چیز بنانے کے ہین اگرچہ تعبیہ اور تعمیہ کے معنے قریب قریب ایک ہین لیکن اہل جمل نے کسی مادۂ تاریخ کی کمی کو مٹانے اور اُسکے عیب نقص کو ڈھانپنے کا نام تعبیہ رکھا ہے اس کا عکس تخرجہ ہے جس کی تعریف اوپر بیان ہو چکی ہے۔

بہرحال ہماری رائے مین تعمیہ اور تعبیہ کو مرادف قرار دے کر اس کے ذیلی اقسام کا نام تدخلہ اور تخرجہ رکھین یا تعبیہ اور تخرجہ کو بنفسہ دو مستقل اصطلاح قرار دین دونون کا نتیجہ معناً ایک ہے صرف لفظی فرق ہے اگرچہ ان الفاظ کی حقیقت کی بنا کسی قدیم تصنیف سے نہین ملتی لیکن یہ عمل قدیم الایام سے عربی اور فارسی اور اردو شاعری مین لطمن تاریخ جاری ہے۔ تاریخ گوئی مین عمل تعمیہ مستحسن نہین اور مجبوری کی حالت مین کیا جاتا ہے تاہم تاریخ مستقل کو اس پر ترجیح ہے اسلیے کہ مادہ غیر مستقل غیر کا محتاج ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر مادۂ تاریخ مین کچھ عدد کم ہون تو کوئی حرف اُن عددون کا ملا دیتے ہین اور اُسکو باشارۂ لطیف بیان کرتے ہین اور اس عمل کو **تعمیہ** کہتے ہین مثلاً تاریخ شادی یا تولد فرزند وغیرہ مین خوشی کے مقام پر ایک عدد مادۂ تاریخ مین کم ہو تو سرانبساط اور دو عدد کم ہون تو از روے عجب یا بشارت وغیرہ اور علیٰ ہذا القیاس رنج کے مقام مین ایک کے واسطے از سرآہ اور دو کے واسطے از روے لگا اور چار کے واسطے از سر درد لکھکر تعمیہ کرتے ہین مثال تاریخ تعمیہ کی یہ اشعار قطعۂ تاریخ تولد ایک لڑکے کے نتیجۂ طبع جناب مکرمی مولوی نورالدین احمد صاحب۔

چودھوین تاریخ تھی پندرھوین شب		جبکہ دُنیا مین قدم اُس نے رکھا	

بولا ہاتف یہ سن کے از روے طرب	چودھوین کا چاند اب ظاہر ہوا

مصرع آخر کے عدد بارہ سو چوراسی ہین اور ضرورت بارہ سو ترانوے کی تھی از روے طرب
کہکر نو عدد حرف طوے کے ملائے بارہ سو ترانوے ہوگئے۔

ایسے ہی یہ تاریخ وفات و شہادت حضرت میرزا مظہر جان جانان رحمۃ اللہ علیہ کی۔

مظہر کا ہوا جو قاتل اک مرتد شوم	اور اُنکی ہوئی خبر شہادت کی عموم
تاریخ وفات اُنکی کہی بار وے درد	سودا نے کہ ہاے جان جانان مظلوم

ہاے جان جانان مظلوم کے عدد گیارہ سو اکانوے ہوتے ہین ضرورت گیارہ سو بچانوے کی تھی
بار وے درد کہکر چار عدد دال کے اور ملائے گیارہ سو بچانوے ہوگئے۔

قربان علی بیگ سالک

برس دن مین مرے یہ تین شاعر	کہ جو تھے حضرت دہلی کے ساکن
نہ ہاتھ آئی کوئی تاریخ رحلت	رہی فکر اسکی سالک کو بہت دن
کہا دل نے کہ داخل ہوگئے سب	ارم مین عارف و تسکین و مومن

ارم کے عدد دون ہین کہ ۲۴۱ ہین عارف و تسکین و مومن کے اعداد داخل کرنے سے
۱۲۶۸ نکلتے ہین جو سال وفات ہے۔

ولہ

کس قدر خوش نما ہے یہ مسجد	جس سے شرمندہ مسجد اقصےٰ ہے
سال زاہد نہ پوچھ سالک سے	آپ تو خانۂ خدا مین آ ہے

خانۂ خدا کے ۱۲۶۱ عدد مین زاہد کے ۱۷ عدد اُس مین داخل کرنے سے ۱۲۷۸ ہوگئے
جو سال بنا ہے۔

تعمیہ آحاد تک تو روا ہے اور عشرات کا عیب سے خالی نہین اور سیکڑون کا زیادہ تر معیوب
ہے ہان اگر کوئی خوبی یا نئی بات نکلتی ہو تو روا ہے۔ اگر مادۂ تاریخ مین کچھ عدد اعداد مطلوبہ سے
زیادہ ہوجائین تو باشارۂ مناسب وہ بہتر اُتنے اعداد گھٹا دیتے ہین اس عمل کو تخرجہ کہتے ہین
مثال۔

قاضی محمد امداد علی جمالی

منشی خوش خصال ہیرا لال ہے	راجح الورسین ہین جو حاکم مال ہے

جودت طبع سے اُنھون نے لکھا	کیا ہی دیوان ریختہ امسال
فکر تاریخ تھی مجھے کہ کہا!	مجھ سے ہاتف نے ہوکے گرم مقال
عیسوی سال نظم شہرت سے	سرحاسد کو قطع کرکے نکال

نظم شہرت سے ح کے عدد کہ آٹھ ہین خارج کرو تو ۱۸۶۷ء پیدا ہوجاے - اور تخرجہ تاریخ تولد مین فال بد سمجھتے ہین اور تخرجہ آحاد تک جائز اور عشرات وغیرہ کا نازیبا ہی اور بشرط عمدگی خوبی سوا ہی جیسے اس تاریخ مین -

مومن

دُخت روشن روان ہوئی پیدا	کیا ہی چمکا ہے اختر مومن
نال کٹنے کے بعد ہاتف نے	کہی تاریخ دختر مومن

دُختر مومن کے عدد تیرہ سو چالیس ہوتے ہین اور مطلوب بارہ سو اُنسٹھ ہین اور نال کٹنے کے بعد یعنی نال کے عدد اکاسی دُور ہوجانے کے بعد بارہ سو اُنسٹھ باقی رہے یہی تاریخ ولادت ہی - خوبی تاریخ کی یہ ہی کہ تاریخ بے کم و کاست بغیر تعمیہ و تخرجہ کے ہو اور تاریخ کے مادے کو اکثر مصرع کے آخر مین اس طرح موزون کرتے ہین کہ ہاتف یا سروش فلک یا ملہم غیب یا خضر یا مسیح وغیرہ نے یون کہا اور یون ارشاد کیا اور یہ ندا دی اور یہ کان مین کہا اور شعرون مین یا اوپر کے مصرع مین اکثر یہ مضمون لکھتے ہین کہ مجھے تاریخ کی فکر تھی اور مین تاریخ کی تلاش مین تھا اُس وقت یہ آواز آئی یا ایسا ہاتف نے کہا -

اور کبھی ایک ہی مادے سے باعتبار الفاظ و اعداد کے صوری و معنوی دونون طرح کی تاریخین برآمد ہوتی ہین خواہ مادہ بے کم و کاست ہو یا تعمیہ یا تخرجہ کے ساتھ اور خواہ صوری و معنوی دونون تاریخین ہجری ہی ہون یا ایک ہجری اور ایک عیسوی مثلاً یہ فقرہ ایک لڑکے کی تاریخ تولد کا نتیجہ فکر جناب مولوی نورالدین احمد صاحب **فقرہ** بارہ سو ترانوے ہجری مین پیدا ہوا اس مین لفظاً و عدداً تاریخ ہجری نکلتی ہے -

ولہ

کہا یہ ہاتف غیبی نے میرے کانمین اُسدم	اٹھارہ سو پچھتر اِسکی تاریخ ولادت ہے

باعتبار الفاظ کے ۱۸۷۵ء عیسوی معلوم ہوتے ہین اور باعتبار اعداد کے اُس مین بارہ سو بانوے ہجری نکلتی ہے -

	منیر	
دوشنبہ اول شہر صیام نیک اقبال		کہی منیر نے صوری و معنوی تاریخ

اعلیٰ ترین اقسام تاریخ سے یہی ہے یعنی کہ باعتبار الفاظ کے سنہ ہجری یا عیسوی معلوم ہون اور باعتبار اعداد کے دوسرے سنہ اُسکے مخالف پیدا ہون۔ یہان بنظر مزید احتیاط طریقہ استخراج تاریخ مفصل لکھا جاتا ہے۔

یاد رکھو کہ تاریخ بہ حساب جمل۔ حروف ابجد سے نکلتی ہے اور تمام حروف تہجی آٹھ کلمون مین جمع ہین۔

ابجد۔ ہوز۔ حطی۔ کلمن۔ سعفص۔ قرشت۔ ثخذ۔ ضظغ۔

الف سے ط تک آحاد ہین ی سے ص تک عشرات ق سے ظ تک مآت اور غ ہزار ہے۔

مگر تا بہ سعفص دے دس دس بڑھا		تو ابجد سے حطی تک ایک ایک گن
دل اپنا حساب جمل سے چھڑا		پھر آگے سے سو سو فزون کر کے یار

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ابجد سے لیکر حطی تک ایک ایک عدد بڑھایا جائے گا مثلاً الف کا ایک بائے موحدہ کے دو جیم کے تین دال مہملہ کے چار ہے کے پانچ واو کے چھ زائے معجمہ کے سات حائے مہملہ کے آٹھ طائے مہملہ کے نو یائے تحتانی کے دس اور کلمن سے آگے دس دس بڑھائے جائینگے جیسے کاف کے بیس لام کے تیس میم کے چالیس نون کے پچاس سین مہملہ کے ساٹھ عین مہملہ کے ستر فے کے اسی صاد بے نقطہ کے نوے اور پھر قرشت سے آگے سو سو بڑھائے جائینگے اس طرح کہ قاف کے سو رائے مہملہ کے دو سو شین نقطہ دار کے تین سو تائے فوقانی کے چار سو ثائے مثلثہ کے پانسو خائے نقطہ دار کے چھ سو ذال منقوطہ کے سات سو ضاد منقوطہ کے آٹھ سو ظائے نقطہ دار کے نو سو غین نقطہ دار کے ہزار۔ اور خاص فارسی اور ہندی کے حروف کے بھی وہی عدد ہین جو اُنکے اصلی حروف عربی کے ہین یعنی پ چ ژ گ اور ٹ ڈ ڑ اعداد مین ب ج ز ک اور ت د ر کے موافق ہین۔

اور حروف و اعداد مقررہ سے تین طرح تاریخ نکلتی ہے یعنی تاریخ معنوی خواہ تعمیہ کے ساتھ ہو خواہ تخرجہ کے ساتھ تین طور پر کہی جاتی ہے۔

ایک۔ طریقے کا نام جمل صغیر ہے جسے زبر بھی کہتے ہین اور یہی طریقہ متعارف ہے کہ حروف ابجد سے اعداد مقررہ لیے جائین جیسے ابو المظفر کے عدد بارہ سو ساٹھ لیے گئے اور یہ بہت رائج ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خود حرف کے نام کے حروف لیکر اُن مین سے سر ے کا حرف چھوڑ دیا باقی جو حروف بچے اُنکے عدد لیے مثلاً لفظ عبد اللہ مین عین اور با اور دال وغیرہ حروف ہین پس لفظ عین سے جو نام

حرف کا ہے خاص عین کو چھوڑکر ے کے (۱۰) اور ن کے (۵۰) جملہ ساٹھ عدد لیے اور با سے خاص بے کو چھوڑ کر الف کا ایک عدد لیا اور دال سے خاص دال کو چھوڑ کر الف اور لام کے اکتیس (۳۱) عدد لیے اور اسی طرح اعداد جمع کرنے سے سنہ مطلوب پیدا ہو گئے اسکو جمل وسیط اور بینات کہتے ہین مثال اسکی تاریخ اتمام تذکرہ سراپا سخن طبعزاد محمد حسن خان طبیب تخلص شاگرد منیر۔

میرے مشفق نے لکھا ہے تذکرہ کس نور کا
ہو سکے کیونکر کسی سے ای طبیب اسکا جواب

ہے شمار بینہ سے مصرع سال آشکار
واہ دیکھا تذکرہ وہ شاعرون کا لاجواب

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ حرف کے نام کے سب حرفون کے اعداد شمار کرین جیسے کریم کے لفظ مین ایک کاف ہے دوسرا را تیسرا یا چوتھا میم پس کاف کے عدد ایک سو ایک اور را کے عدد دو سو ایک اور یا کے عدد گیارہ اور میم کے عدد نوے ہوے اسکو جمل کبیر اور زبر و بینات طانا کہتے ہین اور لفظ اللہ کے عدد بحساب زبر و بینات و جمل کبیر دو سو آٹھ ہین گلبن تاریخ مین لکھا ہے کہ بینات کو اسم اور زبر کو بلفظتین کو مسمٰے کہتے ہین اور زبر و بینات وہ ہے کہ مسمے اور اسم حرف دونون کے عدد نکال کر تاریخ کہی جاے مہر مہدی حسن الم تخلص نے ایک کتاب کی تاریخ زبر و بینات مین کہی ہے ؎

چھپ چکا استاد کا دیوان جب
عیسوی تاریخ الم نے یون کہی

بینات و زبر مین دیکھو عدد
گلشن بے خار ہے دیوان یہی

کبھی تاریخ مین کئی طرح کے التزام کرتے ہین مثلاً کوئی فقرہ یا مصرع یا عبارت وغیرہ مادہ تاریخ کی لکھین اور اس مین یہ اشارہ کرین کہ سب حروف مہملہ کے اعداد سے تاریخ لیجاوے یا سب منقوطہ حروف ہمکو لینا مقصود ہین غرض کہ اشارہ کردیتے ہین۔

مثال ایسی تاریخ کی جسکے سب حروف مہملہ مقصود ہون نتیجہ طبع محمد منظر حسین تخلص شفق۔

ہوا مطبوع وہ دیوان کہ اسکو شوق سے جو لے
تو اسکا طوطی خامہ بھی بلبل کی طرح بولے

نہین دیوان لکھا واسطے نے طبع رنگین سے
در گنج معانی شاعرون کے واسطے کھولے

شفق تاریخ فصلی بے نقط لکھنے کو جب بیٹھا
بڑی فکر رسا مین طلا مضمون نے پر کھولے

مثال ایسی تاریخ کی جسکے سب حروف منقوطہ مقصود ہین انکے جمع کرنے سے تاریخ نکلتی ہے۔

نظام ساکن جاورہ

عقل و شعور بن کے عروس پری جمال
آراستہ بنور عقل و شعور ہے

ہر نقرہ اُسکا ہے ہمہ تن دانش و خرد — یہ امتحان جوہر عقل و شعور ہے

تاریخ ہجریہ ہے یہ منقوطہ اے نظام
عقل و شعور دفتر عقل و شعور ہے

کبھی ایسا کرتے ہین کہ ایک قطعہ مین مادہ تاریخ بھی ہوتا ہے اور بطور توشیح ہر مصرع قطعہ کے حروف جمع کرکے اُنکے عدد لیے جاوین تو بھی تاریخ پیدا ہوتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ مادہ تاریخ مین سنہ ہجری یا عیسوی نکلین اور صنعت توشیح سے دوسرے سنہ اُسکے سوا پیدا ہون مثلاً مصرع اول کے شروع کے حروف جمع کرنے سے سنہ ہجری نکلین اور مصرع اول کے آخر کے حروف جمع کرنے سے سنہ عیسوی پیدا ہون اور مصرع ثانی کے شروع کے حروف کے اعداد جمع کرنے سے سنہ فصلی اور مصرع ثانی کے آخر کے حروف کے اعداد یکجا ہونے سے سمت ظاہر ہون جیسے کہ منشی شیخ عنایت حسین بلگرامی نے آغاز کتاب تاریخ حضرت سالار مسعود غازی مسمّے بہ غزانامہ مسعود مین دو قصیدے نواب کلب علیخان والی رامپور کی مدح مین لکھے ہین اور اُن مین صنعت توشیح سے تاریخ سنہ ہجری و عیسوی و فصلی و سمت مین نکالی ہے۔

جارج بیش متخلص شور نے صنعت توشیح مین یہ تاریخ لکھی ہے۔

ص

ترا بخت یاور شہنشاہ ہند — خدا ظل گستر شہنشاہ ہند
شتامی کو آیا ہے پیش نظر — یہ خورشید خاور شہنشاہ ہند
ترا نام روشن ہی جون آفتاب — تو ہے ذرہ پرور شہنشاہ ہند

ہوے لارڈ لٹین گورنر یہان
بنے فخر اکبر شہنشاہ ہند

تمام مصرعون کے حروف اول کے اعداد جمع کرنے سے ۱۸۷۶ء عیسوی حاصل ہوتے ہین جو ملکہ کوئن وکٹوریہ کے خطاب شہنشاہ ہند اختیار کرنے کی تاریخ ہے۔

باعتبار تصنیف تاریخ کی دو قسمین ہین (۱) تاریخ مصنفہ مورخ (۲) وہ تاریخ جو مورخ کی مصنفہ نہو اور تاریخ کا سہرا مورخ کے سر پر قائم کرے پچھلی قسم وہ تاریخ ہے جو کسی اُستاد کے مشہور مصرع یا ضرب المثل یا حدیث رسول یا قرآن سے حاصل ہو اگرچہ اس قسم کی تاریخ مین

مورخ کو کلام پر ملکیت کا حق حاصل نہین لیکن اہل عمل نے اس قسم کی تاریخ کو نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور عموماً عمل بہ رہا ہے کہ جس مصرع کی شہرت عام اُسکے نام سے نہو اُسکے متعلق ذکر کر دینا چاہیے کہ فلان اُستاد کے کلام سے ہم یہ تاریخ پیدا کی ضرب المثل یا حدیث یا آیۂ قرآنی کی نسبت اس صراحت کی ضرورت نہین ہے۔ اُستادان فن کا قول ہے کہ ایسے مادے مین بھی خفیف سا لفظی تصرف اصل کلام کے مقابلے مین باغراض تکمیل عدد جائز ہی بشرطیکہ اس تغیر کے بعد بھی سامع کا خیال سُنتے ہی اصل کلام کی جانب رجوع ہو جائے جیسے حالی نے خود غالب کے مشہور مصرع سے اُنکی تاریخ وفات نکالی ہے۔

ناگاہ دی یہ غالب مرحوم نے صدا	سچ ہے کہ خواجہ راہ نمائی مین فرد تھا
تاریخ ہم نکال چکے پڑھ بغیر فکر	حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

باعتبار طرز بیان کے تاریخ کی تین قسمین ہین (۱) بیان واقعی (۲) بیان بذریعۂ کنایہ و استعارہ (۳) دعائیہ۔

قسم اول وہ تاریخ ہے جس مین کسی تقریب یا واقعہ کا بیان بغیر کسی مبالغہ یا بھرتی کے صاف الفاظ مین کیا جائے اگرچہ بعض تاریخون مین کنایہ یا استعارہ کی وجہ سے لطف سخن دوبالا ہو جاتا ہے لیکن اس کا درجہ بیان واقعی سے کبھی بڑھ نہین سکتا۔

بیان واقعی مین الفاظ زائد سے بالکل پرہیز کرنا چاہیے۔ رئیسون کی تقاریب غسل صحت مین بیان واقعی سے کام لینا ترک ادب ہی ایسے موقع پر مادۂ تاریخ مین بصراحت نام صرف دعا دینی چاہیے جس مین ترقی عمر و اقبال یا رد بلا کا مضمون ہو یا غسل صحت پر مبارکباد۔

اور تاریخ مین بامحاورہ الفاظ کا لحاظ رکھا جاوے اس لیے کہ خوبی زبان کا درجہ سب پر مقدم ہی عمدہ مضامین نقصان زبان کی وجہ سے خاک مین مل جاتے ہین۔

سب سے بڑی چیز یہ ہی کہ مادۂ تاریخ بدون تدخلہ و تخرجہ ہو تاکہ مصرع تاریخی کسی دوسرے کا محتاج نہ رہے اور مادۂ تاریخ مین حتے الوسع بھرتی کے الفاظ نہ آنے پائین مادے کی تکمیل کے لیے مربوط الفاظ سے کام لینا چاہیے جو منشاے تاریخ کے خلاف نہون اور مضمون سے مناسبت رکھتے ہون مثلاً موت کی تاریخ مین افسوس یا آہ یا ہیہات۔

کبھی تاریخ کے صرف حروف متحرک کے عدد شمار کیے جاتے ہین اور ساکن حروف چھوڑ دیتے ہین جیسا کہ تمنیر شاگرد مرزا جلال نے ایک تصنیف کی تاریخ لکھی ہے۔

میرے اُستاد نے حقیقت مین	یہ رسالہ لکھا عجیب و غریب ؛
فکر تاریخ اے تمیز جو کی	مادہ ملگیا عجیب و غریب
متحرک حروف کو جو لیا	ہوئی تاریخ کیا عجیب و غریب ۱۳۲۳ھ

مورخ نے اس مادۂ تاریخ سے حروف ک ع ج غ ر کو محسوب کیا ہے۔

کبھی صرف حروف ساکنہ سے تاریخ حاصل کرتے ہین ایک مورخ دکن نے اس صنعت مین کیا خوب تاریخ لکھی ہے۔

جہان سے چلا بندۂ نیک ذات	کرم اس پہ کرا ے غفور الرحیم
ملی حرف ساکن سے تاریخ فوت	خدا بخش کو بخشدے اے کریم ۱۸۷۶ع

اس مادۂ تاریخ مین جو سنہ عیسوی مین لکھا گیا ہے صرف حروف ساکنہ یعنی ا س خ ش ا د خ ش ۔ ے ۔ ے ۔ م ۔ ک ۔ عدد محسوب ہوے ہین جو مساوی ہین ۱۸۷۶ع سنہ کے

کبھی صرف مفرد حروف سے تاریخ حاصل کرتے ہین اور کبھی ۔ صرف حروف مرکبہ سے اول کو اہل جمل صنعت منفصل اور دوم کو متصل بولتے ہین۔

کبھی ایسا کرتے ہین کہ جب مادے کے حروف کو اُلٹ دین تو صوری سنہ ظاہر ہو جب حیدرآباد دکن مین نواب سہراب معزول ہوے تو کسی اُستاد نے اس واقعہ کی تاریخ لکھی سے کیا چرخ نے نوابی سہراب کو اُلٹا ؛ اگر نوابی سہراب کے حروف کو اُلٹ دین تو بارہ سو باون کے الفاظ حاصل ہوتے ہین اور یہ نہایت دقیق اور لطیف صنعت ہے لیکن اسکو فن جمل سے کچھ تعلق نہین ہے۔

کسی شخص کے نام کو کسی فقرہ یا مصرع مین اس طرح لاتے ہین کہ اُس فقرے یا مصرع کے معنون کے لحاظ سے علَم کے طور پر مستعمل نہین ہوتا جیسا کہ کسی شخص نے میر الٰہی بخش کی رحلت کی تاریخ اس مصرع سے حاصل کی ہے۔ سے الٰہی بخشدے اپنے کرم سے ؛ اس تاریخی مصرع مین الٰہی بخش کا نام علَم کی حیثیت سے نہین مستعمل ہوا ہے بلکہ اجزا اپنے خاص معنون مین مستعمل ہین اسی صنعت کی ایک تاریخ محمد کا نے نام ایک شخص کی شہادت کے متعلق منگلور مین لکھی گئی تھی سے گلستان بہشت مین جا پہونچا وہ نام محمد کا نے کر ؛

کبھی ایک قطعہ یا قصیدہ یا عبارت وغیرہ کے ہر رکن یا ہر مصرع یا جملہ سے ایک ہی سنہ یا مختلف سنون کے مادے پیدا کرتے ہین جیسے بے حد مسرت سے حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔ ۱۳۲۳ ۱۹۰۶ع

کر تاریخ بلند پایہ اودھ اخبار نے ایک قطعہ گیارہ شعر کا لکھا ہے جس کے ہر مصرع سے ایک تاریخ نکلتی ہے جس سے ۱۲۸۲ عدد برآمد ہوتے ہین وہ یہ ہے۔

بھر کر شراب صاف پلا آج جام مین ساقی ہے انجمن کی زبان پر ترانہ آج

پریون کا جمگھٹ اور حسینون کا جلسہ ہے کیا ایک رنگ پر ہے یہ جشن شہانہ آج

فانوس جھاڑ آئینے تصویر لمپ بھی چمکا ہے بزم جشن سے دیوان خانہ آج

قدر بلگرامی

کیا مقدم نواب کی بس شہرت ہے حقا نازل یہ آیۂ رحمت ہے

ذی حجہ مین ہے نزول اول اے قدر جب تو حج اکبر مین نہین حجت ہے

تاریخ ختم کے ننگ کالج۔

ایضاً

سلامت یا خدا احکام منصور اور یہ کالج ہین جبتک نجم و مہ افلاک پر ہیرو قسمندر مین

مکمل نظم دیکھی ہے قدر بلگرامی نے ہین سال عیسوی مقصود ہر ایک مصرع تر مین

میر علی اوسط رشک

چھپ چکے دیوان دونون جب مرے استاد کے جن کا اک اک شعر اہل طبع کو مرغوب ہے

مصرع واحد مین لئے تیری تاریخین کہین کیا بجا تاریخ ہے۔ ہر اک غزل مرغوب ہے

کبھی صرف احاد یا صرف عشرات یا صرف مآت یا صرف الوف سے تاریخ حاصل کرتے ہین جیسے۔

پھر آج جشن سالگرہ ہے حضور کا کل جس طرح تھی دھوم زمانے مین پار سال

سنتے ہین سیکڑون کی زبان سے یہی دعا قائم ہمارے سر پہ رہو تم ہزار سال

مورخ نے سیکڑے سے مآت کا اشارہ تو کر دیا ہے لیکن تاریخی اشارہ صراحت کے ساتھ نہین ہے۔

کبھی مندرجہ ذیل حروف مہملہ کو جو مادۂ تاریخ مین واقع ہون نقطہ دار فرض کر کے اُنکے عدد محسوب کرتے ہین یعنی ح کو خ فرض کیا جائے اور د کو ذ اور ر کو ز اور س کو ش اور ص کو ض اور ط کو ظ اور ع کو غ جس مصرع یا فقرے یا لفظ کو مادہ قرار دیا جاتا ہے اُس کے مجموعی حروف سے صرف حروف مندرجۂ بالا حساب مین شمار کیے جاتے ہین اور باقی حروف حساب مین داخل نہین ہوتے بعض نے کہا ہے کہ باقی حروف بحال خود رہ کر داخل حساب

ہوتے ہین جیسے اس تاریخ مین جو کسی دکنی کی طبع زاد ہے۔

نوکری ٹھوکر سے بنے محتاط آپ
کر دکھایا ایک تنکے کو پہاڑ
جو ہوا قاصد تری امداد کا
پھنس گیا آفت مین بے چارہ غریب
صنعت تنقیط مین ہے اس کا سال

دشمنون نے آپ کو جو کس کیا
ان حریفون نے تمھین بے بس کیا
دیکے جُل بیرنگ اسے واپس کیا
گھر گیا حملون مین اور بس بس کیا
ایک کو نقطہ لگا کر دس کیا

مصرع تاریخی مین صرف ط کے عوض ظ محسوب ہوئی ہے اور ر کے عوض ز اور د کے عوض ذ اور س کے عوض ش حروف معینہ سے صرف اسی قدر حروف اس مصرع مین قابل تنقیط تھے

کبھی۔ حروف نقطہ دار سے نقطے کو سلب کر لیتے ہین مثلاً مادۂ تاریخ مین ج یا خ واقع ہو تو اس کا نقطہ سلب کر کے دونون کے لیے ح کے عدد محسوب ہونگے اسی طرح ذ کو د فرض کرتے ہین اور ز کو ر اور ش کو س اور ض کو ص اور ظ کو ط اور غ کو ع۔

کبھی ایسا کرتے ہین کہ حروف تاریخی کے اعداد جدا جدا ایک سطر مین ترتیب کے ساتھ لکھتے ہین اور بغیر میزان دینے کے سنہ مطلوب حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ نواب عبد الباری خان مدراسی نے نواب محبوب علی خان والی حیدر آباد دکن کی سالگرہ چہل سالہ کی تاریخ لفظ جُبلی سے پیدا کی ہے جو زبان انگریزی کا کلمہ ہے کہ چارون حروف لفظ جبلی کے اعداد سے تاریخ حاصل ہے اس طرح کہ عشرات کا صفر دُور کر دیا ہے۔

ج ب ل ی
۳ ۲ ۳ ۱

صفر دُور ہونے کے بعد سنہ ۱۳۲۳ رہتے ہین اس سے بھی صاف مثال اس مقام کی یہ ہے۔

شہ نے کیا جو قلعہ مفتوح دشمنون سے ہاتف سے جبکہ مین نے تاریخ اسکی پوچھی	سب احباب کے دلون کو یک لخت پہونچی تسکین بتلانے کی غرض سے چار انگلیان اُٹھا دین

چار انگلیون کو جو حرف الف سے مشابہ ہین اُٹھا دینے سے ۱۱۱۱ کی شکل معلوم ہوتی ہے اور یہی سنہ مطلوب ہین۔

مثال دیگر

شہ نے جو کیا حصار مفتوح ہاتف سے جو پوچھی مین نے تاریخ	حاصل ہوئی سب دلون کو تسکین دو انگلیان چار مین سے خم کین

اگر چار انگلیون مین سے دو کو کھڑا رکھین اور دو کو خم کردین تو ہر کھڑی انگلی کی شکل ایک کے عدد ا کی سی ہوگی اور خم شدہ کی آٹھ ۸ کے عدد کی سی اسی طرح دو کے کھڑے اور دو کے خمیدہ ہونے سے ۱۸۱۸ کی شکل پیدا ہوتی ہے۔

کبھی بطریق جمع وتفریق وضرب تاریخ نکلتی ہے چنانچہ حافظ محمد ممتاز علی خان حافظ تخلص نے دیوان مہتاب داغ کی تاریخ بطریق جمع کہی ہے۔

مین نے جب چاہا لکھون از روے جمع وارد خاطر ہوے الفاظ ذیل ؎	سال طبع اس گلشن اشعار کا خوش بیانی حسن معنے یہ جو چلا

سنہ ۱۳۱۱ ہجری

بطریق تفریق

ولہ

چھپا دیوان ثالث داغ کا ہے التجا حق سے سنہ فصلی اگر درکار ہو تفریق کی رو سے	حسد کا داغ دل سے شاعران ہند کے دھوئے سیاہی داغ سے۔ لاف عدد۔ اشعار سے کھوئے (۱۹۱) (۵۰۰) (۵۷۲)

بطریق ضرب

سنہ ۱۳۰۷ فصلی

الم

شاہ اقلیم سخن استاد شاہ نسرادیوان ہے ان کا زیر طبع ؎ مجو تھا مین فکر مین تاریخ کی سال فصلی یون بھی نکلے اے الم	داغ عالی قدر صاحب اختیار انتخاب دہلے مثال و بے بہار یہ ندا ہاتف کی آئی ایک بار تین چکر گر لگا دے روزگار

تین کو روزگار کے اعداد مین کہ ۴۳۶ ہین ضرب دینے سے ۱۳۰۸ حاصل ہوتے ہین اور یہی مطلوبہ سنہ فصلی ہے۔

نصیر احمد خان شوق کی یہ تاریخ بھی اسی قبیل سے شمار ہونے کے قابل ہے۔

ولہ

جب یہ دیوان جہان معنے ہے نکلے ہر چیز سے زمانے کی ؎ پہلے اُس چیز کے عدد لکھ لے پھر اُسے ضرب کر تو بارہ سے بعد ازان اُسکو چھ پہ کر تقسیم	اسکی تاریخ ہو وہ مشفق من ؎ شوق سے سن لے یہ شگرف سخن جس سے ہو حل مدعا روشن اور تاریخ اُس مین جوڑ دے پُرفن اور باقی کو دے وحید زمن

دو سے باسٹھ میں ضرب دیجے شک	حاصل ضرب ہوگا ہجری سن

تصریح مثلاً لفظ آب سے اگر تاریخ نکالنی منظور ہے تو اس کے تین عدد ہیں تین کو بارہ میں ضرب دیا تو ۳۶ ہوئے اس پر پانچ بڑھائے اکتالیس ہوئے اکتالیس کو چھ پر تقسیم کیا پانچ بچے پانچ کو دو سو باسٹھ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب سنہ ۱۳۱۰ ہجری ہوئے یہی سال مطلوب ہے۔

کبھی مادہ تاریخ کے اعداد کو دوچند کرنے سے سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے۔ جیسے

ضیائے حیدرآبادی

مبارک ہو دلہن کو رونمائی	حبیب اللہ مسرت سے ہیں مخمور
ضیا نے عرض کی جلوے کی تاریخ	مضاعف ہو گیا نور علےٰ نور

نور علےٰ نور کے اعداد ۶۲۲ ہیں جنکو مضاعف کرنے سے ۱۲۴۴ حاصل ہوتے ہیں اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

رفعت حیدرآبادی

سرکار کو ملی ہے وکالت حضور کی	دربار شہ میں آپ کا رتبہ ہوا بلند
جب نذر دی تو شاہ نے تلوار کی عطا	ہاتف نے دی ندا کہ مراتب ہوے دوچند

لفظ مراتب کے عدد ۶۴۳ کو دوچند کرنے سے سنہ مطلوب ۱۲۸۶ حاصل ہوتا ہے۔

کبھی مادہ تاریخ کی تنصیف سے سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے جیسے۔

جب کمان اتری تو سرداری رگھوجی کو ہوئی	جو لعد الگو رسکے معنے ہوئے سب پر عیان
کی جو فکر جان گزا تاریخ کا یہ وگل بجا	گھٹ کے آدھے رہ گئے بخشی ذکاء اللہ خان

بخشی ذکاء اللہ خان کے اعداد ۲۳۵۰ ہیں جن کی تنصیف سے سنہ ۱۱۷۵ ہجری حاصل ہوتا ہے اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

کبھی ایک مادے سے ایک سے زیادہ تاریخیں پیدا کرتے ہیں ملک الشعرا ذکی نے اردو کا ایک قصیدہ لکھا ہے جس کے ہر مصرع سے سنہ ۱۲۴۴ ہجری نکلتے ہیں اور ہر شعر کے حروف منقوطہ سے بھی یہی سنہ برآمد ہوتے ہیں اسی طرح ہر شعر کے غیر منقوطہ حروف سے بھی اور ہر مصرع کے منقوطہ سے دوسرے مصرع کے غیر منقوطہ کے ساتھ بھی یہی تاریخ پیدا ہے۔

کبھی دائرے سے تاریخ حاصل کرتے ہیں اور اس سے بہت سی تاریخیں نکلتی ہیں ہر ایک خانے میں ایک لفظ اور ہر لفظ کے ذیلی خانے میں اس کا عدد لکھا جاتا ہے۔ مثال اسکی مادہ تاریخ

یہ مصرع ہے۔

از غرائب الجمل

نونہال گلشن شاہی گرامی ہین سیدونون

یہ مصرع اس دائرہ مین تقسیم پاتا ہے۔

دائرہ مثمنہ
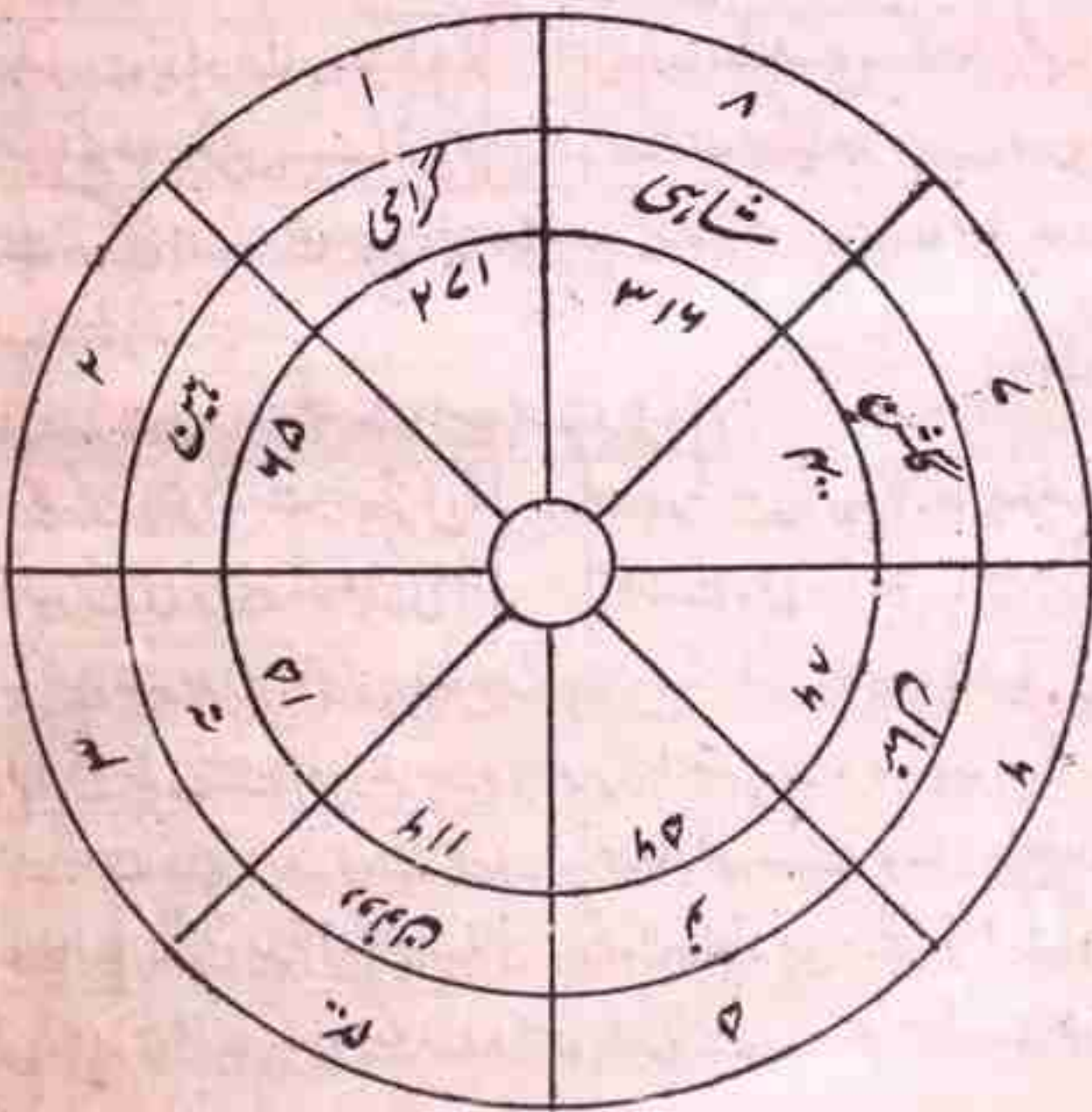
اس دائرے سے قاعدۂ مقررہ سے بے شمار تاریخین حاصل ہوتی ہین جن کے حاصل کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ ان خانون مین سے کسی ایک خانے کو مبدء قرار دیا جاے یعنی شمار اس خانۂ مبدء سے شروع کیا جاے اور ایک ایسا عدد دل مین فرض کیا جاے جو ۱۱۲ اور چودہ کے اضعاف (یہاڑون) اور نیز پندرہ کے سوا ہو بعد ازان عدد مفروض کو دیکھا جاے اگر وہ طاق ہے تو شمار کا آغاز خانۂ مابعد مبدء سے ہوگا پس جس خانے پر عدد مفروضہ کا شمار ختم ہو اُس خانے کا عدد ایک کاغذ پر لکھ لو پس اسکے مابعد کے خانے سے شمار کا سلسلہ جاری کر و جس خانے پر شمار ختم ہو

اُس کا عدد اسی کاغذ پر لکھتے جاؤ پھر اسکے بعد کے خانے سے شمار کا سلسلہ جاری رکھو یہ دور شمار اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ شمار کی انتہا خانۂ ماقبل مبدء پر نہو پھر اس کے بعد اُن اعداد کو جو آپ الگ کاغذ پر لکھتے رہیں جمع کرو تو سال مطلوب حاصل ہوگا۔

اگر عدد مفروضہ جفت ہے تو شمار کا آغاز ہمیشہ اُسی خانے سے ہوگا جس خانے کو مبدء قرار دیا ہے اور یہ دور شمار اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک شمار کا اختتام خانۂ مبدء پر نہو۔

بہر صورت یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو عدد فرض کیا جائے گا اُسی کے مطابق خانوں کا شمار ہوگا اگر پانچ کا عدد فرض کیا ہے تو پانچویں خانے کے اعداد لیئے جائیں گے اور چھے کا عدد فرض کیا ہے تو چھٹے خانے کے عدد لیے جائیں گے مثلاً ہم نے ایک فرضی عدد (۵) قرار دیا اور نقشۂ بالا سے خانہ (۳) کو مبدء تجویز کیا اور بدین وجہ کہ عدد مفروضہ طاق ہے شمار کا آغاز خانۂ مابعد مبدء یعنی خانۂ (۴) سے کیا تو پانچ کا شمار خانۂ (۸) پر ختم ہوا یعنی چوتھے خانے سے آٹھواں خانہ پانچویں نمبر پر ہے اور اسکے عدد (۳۱۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے مابعد کے خانہ سے آغاز شمار ہوا اور شمار کا اختتام خانہ (۵) پر قرار پایا کیونکہ آٹھ کے بعد پہلے نمبر سے پانچ تک پانچواں نمبر ہے جس کے اعداد (۵۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے بعد کے خانے سے آغاز شمار ہوا اور شمار کا اختتام خانۂ (۲) پر ہوا کیونکہ یہ پانچ کے بعد چھٹے خانے سے پانچویں نمبر پر ہے جسکے اعداد (۶۵) محفوظ کیے۔ غرضکہ اسی طرح خانہ مندرجہ کے بعد سے چار چار خانے چھوڑ کر پانچویں خانے کے اعداد لیے جاتے ہیں چنانچہ دو کے مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانۂ (۷) پر ہوا جسکے اعداد (۴۰) محفوظ کیے گئے۔ پھر اسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانۂ (۴) پر ہوا جسکے اعداد (۱۱۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانہ (۱) پر ہوا جسکے اعداد (۲۷) محفوظ کیے گئے پھر اسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانہ (۶) پر ہوا جسکے اعداد (۸۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے خانہ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانہ (۳) پر ہوا جو ماقبل مبدء تھا اور اسکے اعداد (۱۵) محفوظ کیے گئے اب شمار کی ضرورت نہیں رہی اسلیے کہ مبدء پر اختتام ہوا پس جتنے اعداد محفوظ کیے تھے جمع کیا تو ۳۱۶ + ۵۶ + ۶۵ + ۴۰ + ۱۱۶ + ۲۷ + ۸۶ + ۱۵ مساوی ہیں ۱۳۲۵ کے اور یہی مطلوب ہے۔

اب ہم نے دوسرا عدد فرض کیا جو (۶) ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عدد جفت ہے اور مبدء خانہ (۵) کو قرار دیا اور حسب قاعدۂ متذکرۂ بالا اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو چھے کا شمار خانہ

(۲) پر ختم ہوا جسکے اعداد (۶۵) کو ہم نے محفوظ کیا کیونکہ اب چھٹا خانہ لیا جاتا ہو اور بیچ مین پانچ خانے چھوڑ دیے جاتے ہین اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۷) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۴۰۰) محفوظ کیے گئے کیونکہ دوسرے نمبر نے ساتوین خانے کا نمبر چھپا ہے۔ اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۴) پر شمار ختم ہوا جس کے اعداد (۱۱۶) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۱) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۲۷۱) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۶) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۸۶) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۳) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۱۵) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۸) پر شمار ختم ہوا اور اسکے اعداد (۳۱۶) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز ہوا تو خانہ (۵) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۵۶) ہین جو محفوظ کیے گئے۔ چونکہ شمار خانہ مدور پر ختم ہوا لہذا اب شمار زائد کی ضرورت نہین پس ہم نے اعداد محفوظ کو جمع کیا تو ۶۵ + ۴۰۰ + ۱۱۶ + ۲۷۱ + ۸۶ + ۱۵ + ۳۱۶ + ۵۶ مساوی ہین ۱۲۲۵ کے اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

تنبیہ

مورخ مجاز ہے کہ چاہے کسی طرح تاریخ کہے لیکن اسکی تصریح کردینی ضرور ہے اور یہ سب صورتین خالی از تکلف نہین جس قدر تاریخ صاف الفاظ مین ہوگی اتنی ہی موجب آئندہ دمرغوب ومطبوع ہوگی اور اظہار زور طبیعت کے واسطے ممکن ہے کہ کوئی ایک قاعدہ فرضی مقرر کرکے اس مین تاریخ کہے جیسے میر نادر علی رعد تخلص مؤلف گنجینۂ تواریخ نے اپنی کتاب کی تاریخ نکالی ہے اور وہ یہ ہے۔

صد شکر کہ یہ کتاب نادر	مطبوع ہوئی بزیب و زینت
مطلوب ہوا جو سال اس کا	سوجھی اسے رعد طرفہ صنعت
جتنے الفاظ ہین جہان مین	پیدا ہو ہر اک سے سال ہجرت
جو دت کھے گا یہی کہے گا	تاریخ نہین یہ ہے کرامت
ایسی تاریخ ہم کو کہنی ہے	آسان ہے ریاضی کی بدولت
جو چاہو فرض کرلو الفاظ	قلت سے ہون یا کہ ہون بکثرت
جس طرح سے چاہو ان کے اعداد	محسوب کرو نہوگی دقت

پھر نقطے بڑھاؤ سیدھی جانب	جتنے تم چاہتے ہو حضرت ؛
چار اس پہ زیادہ کرکے فوراً	مجموعہ یہ پانچ پر ہو قسمت ؛
باقی پہ بڑھاؤ نصف اس کا	جو کچھ بچ جائے بعد قسمت
حاصل جو ہو اس عمل سے آخر	محسوب ہو اسکی چوتھی قوت
اور اس پر بڑھائے جو سترہ ۱۷	پیدا ہو جائے سال ہجرت

تصریح فرض کرو لامساوی ہے ۲۷ کے اگرچہ صحیح عدد اسکے اس سے بہت کم ہیں پھر اس دوسو چہاتر پر ایک نقطہ بڑھایا تو ۲۷۰ ہوئے اس پر چار زیادہ کیے تو ۲۷۴ ہوئے اسکو پانچ پر تقسیم کیا باقی رہے (۴) اس پر چار کا نصف زیادہ کیا تو (۶) ہوئے اب یعنی چھۃ کی چوتھائی قوت مساوی ہے ۶×۶×۶×۶ کے اور یہ مساوی ہے ۱۲۹۶ کے اس پر ۱۷ کا اضافہ کیا تو ۱۳۱۳ہجری حاصل ہوئے۔

مرزا قربان علی بیگ سالک نے ایک تاریخ نئی وضع کی لکھی ہے جس کی تصریح کردی ہے۔

ہے غضب رحلت شنا اﷲ	توڑے اے چرخ کی یہ کیا بیداد
خانۂ دوستاں ہے غم خانہ	دشمنوں کا گھر نشاط آباد
مجھکو سال وفات کی تھی فکر	ہاتف غیب نے کیا ارشاد
جان نے جبکہ نکلی جان عزیز	بلی ہے شبہ سلے خجستہ نہاد
خاک میں خاک اور آگ میں آگ	پانی میں پانی اور باد میں باد
گر کہے کوئی کیا ہوئی تاریخ ؛	تو یہ کہہ اس سے اے سخن نقاد
یہ عناصر کہے جو میں نے بیان	ایک کے ایک پر بڑھا اعداد
جتنے جان عزیز کے ہیں عدد	گھٹو سے اور سال مرگ کر ایجاد

دوسرا باب صنایع معنوی کے ذکر میں

صنعت طباق اسکو صنعت تضاد اور مطابقت اور تکافو بھی کہتے ہیں یعنی ایسے الفاظ استعمال میں لائیں جن کے معنی آپس میں ایک دوسرے کے فی الجملہ ضد اور مقابل ہوں۔ اور فی الجملہ کی قید اسلیے لگائی ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہاں متضاد سے مراد ایسی ضد

چیزون مین ہین جو ایک محل مین وارد ہو سکتی ہین اور اُن مین انتہا درجے کا خلاف ہوتا ہے جیسے سیاہی وسفیدی بلکہ صنعت طباق مین تضاد سے مراد معنے عام ہین اور وہ یہ کہ دونون مین تنافی وتقابل ہو اگرچہ بعض صورتون مین ہو اور وہ تقابل عام ہے اس سے کہ حقیقی ہو جیسے قدم وحدوث مین یا اعتباری ہو جیسے جلانے اور مارنے مین اور نیز عام ہے اس سے کہ تقابل تضاد ہو جیسے حرکت وسکون مین یا تقابل ایجاب وسلب ہو جیسے ہونے اور نہ ہونے مین یا عدم وملکہ کا تقابل ہو جیسے بینائی اور نابینائی مین یا تقابل تضائف ہو جیسے باپ ہونے اور بیٹا ہونے مین یا کسی اور قسم کا تقابل ہو جیسے گرمی وسردی وغیرہ۔

اور یہ دو قسم ہے ایک ایجابی دوسرے سلبی **طباق ایجابی** وہ ہے کہ الفاظ متضاد کے ساتھ حرف نفی نہو جیسے آیا اور گیا کہ ان مین طباق کے واسطے نفی واثبات کی حاجت نہین انکا اختلاف خود طباق کے باب مین کافی ہے اور لفظ متضاد خواہ دو حرف ہون یا دو فعل یا دو اسم یا ایک اسم اور ایک فعل مثال دو حرفون کی سے اور تک کہ سے ابتدا کے لیے ہے اور تک انتہا کے لیے اور ابتدا وانتہا مین تضاد ہے۔

سودا

یہ غزل سودا لکھی ہے تونے اس انداز سے	ہند سے پہونچے گی ہاتھون ہاتھ نیشاپور تک

ناسخ

کچھ تری بات کو ثبات نہین	ایک ہان ہے تو پانچ سات نہین

ہان اقرار کے لیے ہے اور نہین انکار کے لیے اور اقرار وانکار مین تضاد ہے۔
مثال دو فعلون کی گیا آیا اور مارا جلایا۔

آتش

دل دیکے بوسۂ لب لعلین کیا خرید	بازار عشق مین سے یہ آکر لیا دیا

ولہ

دن رات کھیلتے ہین باہم تمار اُلفت پوشاک ہر طرح کی حاضر ہی کشتیون مین	وہ ہمسے جیتتے ہین ہم اُن سے ہارتے ہین اسکو پہنتے ہین وہ اُسکو اُتارتے ہین

ظفر

نے گل کو ہان ثبات نہ شبنم کو ہی قرار	کیا رو ئے اس چمن مین کوئی اور کیا ہنسے

مہربان خان رند

بہے کب تلک چشم تر جائے گی / یہ ندی چڑھی ہے اُتر جائے گی

عزت

ضعف سے ہر رگ تن جسکے ہو تار بستر / کیونکہ بستر پہ وہ بیمار اُٹھے اور بیٹھے

محمد حفیظ

محبت آہ کیا کیا رنگ عاشق کو دکھاتی ہے / اگر اک دم ہنساتی ہے تو پہروں رُلاتی ہے

حالی

شریعت کے جو ہمنے پیمان توڑے / وہ لیجا کے سب اہل مغرب نے جوڑے

ذوق

اگر اُٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے / لگا یا روگ جی کو اپنے جب سے دل لگا بیٹھے

رند

سانس دیکھی تن بسمل مین جو آتے جاتے / اور چرکا دیا جلاد نے جاتے جاتے

وحید

غیر ہم بزم تھا ہم پھر گئے شکوہ کیا ہے / ہمسے بیٹھا نہ گیا تمسے اُٹھایا نہ گیا

بقا

تونے اس طرح کا اے چرخ گرایا مجھکو / کہ موے پر بھی کسی نے نہ اُٹھایا مجھکو

جرأت

گاہ مرتا ہون گاہ جیتا ہون / آنا جانا ترا قیامت ہے

پہلا مصرع مقصود بالتمثیل ہے۔

ولہ

جبکہ روتا ہون مین اُسکے ہجر مین بے اختیار / دیکھکر ہنستا ہے یار و اپنا بیگانہ مجھے

دو اسمون کی مثال ہنسنا اور یار اور اپنا اور بیگانہ اور آنا اور جانا۔

فدا حسین

تیری جو نگاہ مین سبک ہین / ہر ایک کے جی پہ بار ہین ہم

ناسخ

ابتدا و انتہا موج ازل ہے اور ابد | کیا بتاؤن مین نشان ساحل دریائے دل

تسلیم

تھا یہ سنجوگ ناؤ نالے کا | بیٹھنا اٹھنا کیا ہے چھالے کا

شیدا

کرتے ہو کیون سبک تم ورنہ مجھے اٹھا کر | کیا میرے بیٹھنے کا خاطر پہ بار گذرا

عاشق

موتیون سے در دندان نہ لڑاؤ گے اگر | منھ پہ سچا کہینگے لوگ تو جھوٹا دل مین

انشا

آنے جانے مین کبھی تو دھیان مجھپر کیجئے | بندہ پرور مفت کا احسان مجھپر کیجئے

ولہ

جو دم کہ کٹے خوشی سے سو بہتر ہے | آخر تو یہ لگ رہا ہے مرنا جینا

ولہ

شادی و غمی وصل و ہجر اے انشا | کیا کیا دیکھینگے اور کیا کیا دیکھے

سودا

انکا غرض اعتراض دیکھو تو معقول ہے | بات جو معروف ہے انپہ وہ مجہول ہے

رشک

زہر پائین تمنے انکھین قند پائے تمنے ہونٹھ | نرم پائے سارے اعضا سخت پائین چھاتیان

عبرت

نہین خاطر مین لاتا عشق سرکش | کہ ہین کیا خاک و باد و آب و آتش

اربع عناصر متضاد ہین۔

میر کفایت علی تنہا

ہر گھڑی مجھکو ترقی و تنزل ہے نصیب | درد سر کم ہو تو درد جگر افزون ہو جائے

نسیم

دائین دیکھا نظر نہ آئی | بائین دیکھا کہین نہ پائی

حشمت علیخان حشمت

ستم شعار جفاجو یہ کیا غضب ہی کہ تو | بعید مجھسے ہو بیٹھے قریب غیرون کے

مومن

جب تلک باعث نشاط و ملال | ہے وصال و فراق جانانی

دبیر

ادنے سے جو سر جھکائے اعلیٰ وہ ہے | جو خلق سے بہرہ ور ہی دریا وہ ہے
کیا خوب دلیل ہی یہ خوبی کی دبیر | سمجھے جو برا آپ کو اچھا وہ ہے

سعد اللہ شاہ متخلص بہ شاہ

کھبی ہی اسقدر آنکھون مین خوبصورت یار | کہ رہ گیا نظر آنے سے خوب و زشت مجھے

مثال ایک اسم اور ایک فعل کی۔

عبد الحکیم بسمل ہوشیارپوری

گھٹنے سے بڑھ گیا ہی اور اقتدار تیرا | مقصد زوال سے تھا رتبہ ترا بڑھانا

گھٹنا اسم ہے اس وجہ سے کہ مصدر ہی اور بڑھ گیا ہی فعل ماضی قریب ہے اور دونون کے معنی مین تقابل ہے۔

نظام رامپوری

مین اسی آرزو مین مرتا ہون | انھین دعوے ہو پھر جلانے کا
مجھے کیا بیٹھے روتے ہین احباب | کرین سامان اب اٹھانے کا

مرتا ہون فعل ہی اور جلانا اسم اسی طرح بیٹھے فعل ہی اور اٹھانا اسم۔

ولہ

شب وصل ہوتا سبب کوئی ایسا | کہ آگر یہان اُس کا جانا نہ ہوتا

ماہر کنتوری

ہاتھ اب بڑھتے نہین اپنے گریبان کیطرف تا | ہنستی ہی خلق خدا آتا ہی جب رونا ہمین

میر

جینا کیا ہے جہان فانی کا | مرتے جاتے ہین کچھ مرے کچھ تو

طباق سلبی وہ ہی کہ دو لفظ ایک مصدر سے مشتق ہون ایک مثبت ہو دوسرا منفی چونکہ

ایک مصدر کے دو فعلون مین طباق بجز نفی اور سلب کے ممکن نہین اسلیے اسکو طباق سلبی کہتے ہین اور پہلی قسم مین نفی و سلب کو طباق مین کچھ دخل نہین ہوتا اسلیے اُسکے مقابل مین اسکو طباق ایجابی کہتے ہین اور طباق سلبی کے قبیل سے ہے امر و نہی کا ایک جگہہ جمع کرنا۔ مثبت و منفی کے ساتھ طباق سلبی کی مثال۔

امداد

زُلف مین کرتا ہی اغیار جو اُسکے شانہ	پھر کہو دل یہ پریشان رہے یا نہ رہے

رہے اور نہ رہے اگرچہ ایک ہی مصدر سے مشتق ہین مگر ایک مثبت ہی اور دوسرا منفی۔

مومن

بات اپنی وہان نہ جمنے دی	اپنے نقشے جمائے لوگون نے

نہ جمنے دی اور جمائے ایک ہی مصدر سے مشتق ہین مگر ایک کے معنی مین اثبات ہی اور دوسرے کے نفی

سہراب

ہم آئے بتنگ زیست سے یہ	اے خانہ خراب تو نہ آیا

آئے اور نہ آیا مین بسبب اثبات و نفی کے تضاد ہے۔

حسرت

تجھسے رخصت ہو چلا جیوے نہ جیوے دیکھیے	یار اب حسرت کا ملنا پھر خدا کے ہاتھ ہے

شیفتہ

کوئی بیجان جہان مین نہین جیتا لیکن	تیرے رنجور کو جیتے ہوے بیجان دیکھا

ذوق

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے	جو اسپر بھی نہ وہ سمجھے تو اُس بُت سے خدا سمجھے

میر

سونا جہان کا اپنی آنکھون مین ہی نہونا	آتا نہین نظر کچھ جاوے نظر جہانتک

ولہ

صبر کہان جو تمکو کہیے لگ کے گلے سے سو جاؤ	بولو نہ بولو بیٹھو نہ بیٹھو کھڑے کھڑے ٹک ہو جاؤ

صادق رامپوری

یون تو تمھین سب عیش زمانے کے ملینگے	پر چاہنے والا کوئی مجھ سا نہ ملے گا

مثنوی یوسف زلیخا

مری قسمت اسے یاد دے نہ یا دے	مرے ہاتھوں میں یہ آوے نہ آوے

غالب

دل سے نکلا نہ نکلا دل سے	ہے ترے تیر کا پیکان عزیز

مثال امر و نہی کے ساتھ طباق سلبی کی۔

غالب

پلا دے اوک سے ساقی جو ہمسے نفرت ہے	پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے شراب تو دے

نہ دے نہی ہے اور دے امر ہے۔

نعیم

دل تو کہتا ہے نہ مل عقل کہے ہے کہ مل	سخت خرابی میں ہوں کس کا کہا کیجے

نطق

ہم غریبوں کے تو دل میں ہے کیا پائیگا نکل	چل پرے سرو روان ناز سے یہ چال نہ چل

حسرت

ہمیں تو ہاتھ سے کھوتا تو ہی پر پھیر مناویگا	سمجھ یا مت سمجھ تو ہم تجھے آگاہ کرتے ہیں

میر محمدی بیدار

فتراک سے باندھ خواہ مت باندھ	اب تیرے شکار ہو گئے ہم

طباق کی ایک قسم اور ہے جس کو صنعت تدبیج بائے موحدہ سے کہتے ہیں لغت میں اسکے معنی آراستہ کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں یہ ہے کہ کوئی مطلب رنگوں میں بطریق کنایہ یا بطور ایہام کے بیان کریں اور رنگوں کی کثرت شرط نہیں بلکہ ایک سے زیادہ رنگ ہونا چاہییں جو باہم تقابل رکھتے ہوں۔ جیسے۔

امانت

گل کو ہاں زرد کردے اے رخ یار	کر کے منھ لال لال آتا ہے

زرد اور لال میں طباق ہے اور مقصود بطریق کنایہ کے حاصل ہوتا ہے کیونکہ زرد کرنا کنایہ ہے شرمندہ کرنے سے اور منھ لال لال کرنا کنایہ ہے بشاش ہونے سے۔

مثل گل احباب تیرے اس چمن میں سرخ رو	امیر اور ہوئے دشمن زرد یارب صورت باد خزان

سُرخ وزرد مین طباق ہی اور مقصود بطور کنایہ کے حاصل ہوتا ہی کیونکہ سُرخ رو ہونا کنایہ ہی عزت وآبرو اور حُرمت حاصل کرنے سے اور زرد رُو ہونا کنایہ ہی مغموم اور پژمردہ ہونے سے۔

ناسخ

گلعذار ونکی جو محفل مین گیا وہ گُل تر	ہو گئے زرد جو دو چار تو دو چار سفید

زرد اور سفید ہونا کنایہ شرمندہ ہونے سے ہے۔

خوشتر

ہوا لڑکی پر اپنی لال پیلا +	بنا رنگ بدن بھی غم سے نیلا

لال پیلا ہونا کنایہ ہی نہایت ناراض اور غصہ ہونے سے۔

میرحسن

اُٹھے پیکے باہم شراب اُمید	کوئی سُرخ رو اور کوئی رو سفید

سُرخ وسفید مین تضاد ہی سُرخرو کنایہ ہی بشاش سے اور سفید رو کنایہ ہی شرمندہ سے۔

محشر

ہنستی آتی تھی بہت ناز سے گلشن مین سحر	ہو گئی دیکھ ترا چہرۂ گلفام سفید

گلفام یعنی سُرخ وسفید مین تضاد ہی اور سفید ہونا کنایہ شرمندہ ہوجانے سے ہے۔

مولوی صہبائی

دیکھنا مُنھ لال ہوجائینگے کِس کِس کے ابھی	سامنے میرے جو برگ سبز پان تونے دیا

یہان مقصود بطریق ایہام کے حاصل ہوتا ہی اسلیے کہ مُنھ لال ہونے کے دو معنی ہین ایک قریب یعنے مُنھ کا سُرخ ہونا بسبب پان کے اور دوسرے بعید یعنی مُنھ کا لال ہونا طپانچون سے اور ایہام اسی کو کہتے ہین کہ سامع کا خیال معنی قریب کی طرف جاوے اور قائل کی مراد معنی بعید ہون۔

شباب

کیا بیان اُس کی نزاکت کا ہو تجھ سے ہمنشین سبز منہدی ملنے سے ہوجاتے ہین سُرخ ہاتھ پانُون

اور یہ بھی طباق کے قبیل سے ہی کہ کلام مین دو لفظ ایسے جمع ہون جنکے معنے مین آپس مین تضاد و تقابل نہو لیکن ایک کو دوسرے کی ضد کے ساتھ سببیت یا لزوم وغیرہ کی وجہ سے علاقہ ہو جیسے۔

غالب

مہربانی ہاے دشمن کی شکایت کیجیے	یا بیان کیجے سپاس لذت آزار دوست

ازروے معنی کے آزار مہربانی کے مقابل نہین بلکہ آزار کو ایک علاقہ نامہربانی و عداوت کے ساتھ ہے۔

تسلیم

آپ کو دعوے مسیحائی | اور ہین مرگ کی تمنائی

مرگ اور مسیحائی مین کچھ تضاد نہین بلکہ مرگ اور زندگی مین تضاد ہے اور زندگی کے ساتھ مسیحا کو علاقہ ہے یعنی زندہ کرنا حضرت مسیحا کا معجزہ ہے۔

ڈاکٹر محمد اقبال

ملا اللہ مین مجھکو رولاتی ہے یاد فصل بہار | خوشی ہو عید کی کیونکر کہ سوگوار ہون مین

رولانے اور خوشی مین کچھ تضاد نہین بلکہ رونے اور ہنسنے مین تضاد ہے اور ہنسنے کے ساتھ خوشی کو علاقہ ہے۔

صنعت ایہام تضاد اسے کہتے ہین کہ کلام مین دو معنی ایسے جمع کیے جائین جن مین باہم تضاد و تقابل نہو لیکن جن الفاظ کے ساتھ اُن کو تعبیر کیا جائے اُنکے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد پایا جائے اور یہ عام ہے اس سے کہ ایک کے معنے مجازی دوسرے کے معنی حقیقی کے ساتھ جمع کیے جائین اور اُن مجازی معنی کو حقیقی معنی کے ساتھ تضاد ہو یا دونون کے معنے مجازی کو جمع کیا جائے اور اُن دونون کے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد ہو اور اس صنعت کا شمار بھی اقسام تضاد مین ہے مثال اسکی۔

غلام محمد خان رہا

اللہ ری عداوت کہ بگڑنے لگے ہنس کر | کچھ وصف کیا مین نے جو بیساختہ پن کا

بناوٹ سے مراد تصنع ہے اور بگڑنے سے مراد خفا ہونا ہے اور ان دونون معنے مین کوئی تضاد نہین البتہ بناوٹ مین جس کے ساتھ تصنع کو تعبیر کیا ہے اور بگڑنے مین جسکے ساتھ خفا ہونے کو تعبیر کیا ہے باعتبار معنے حقیقی کے تضاد ہے۔

نوازش

مجھے رونا نہ اپنے حال پر کس طرح سے آوے | نوازش برق بھی ہنستی ہے میری بیقراری پر

اگرچہ برق کے چمکنے اور آدمی کے رونے مین کچھ تضاد نہین مگر درصورتیکہ برق کے چمکنے کو ہنسنے سے تعبیر کیا تو تضاد پایا گیا۔ اور یہ معنی مجازی ہین اور اسکے مقابل والے حقیقی۔

امیر اللہ آزاد

بن تیرے سیر چمن کو نہ گئے ہم ورنہ | خندہ گل نے ہمین خوب رلایا ہوتا

گل کے کھلنے کو ہنسنا قرار دیا ہے اسلیے ہنسنے اور رونے مین تضاد واقع ہو گیا اور یہ معنی مجازی

ہین اور دوسرے حقیقی۔

چار دیواری سو جگہ سے خم	میر ترز را ہو تو سو کھتے ہین ہم

خوف کھانیکو سوکھنے سے تعبیر کیا ہی اسلیے تر ہوتے ہین اور اس مین تضاد ہو گیا۔

گویا

بس ایک رات کا مہمان چراغ ہستی ہی	سرہانے روئیگی اب شمع گو ہنستی ہے

شمع کی جربی کے پگھل کر بہنے کو رونے کے ساتھ اور اُسکے روشن ہونے کو ہنسنے کے ساتھ تعبیر کیا ہی اس لیے دونون مین تضاد پیدا ہو گیا ہی۔

کشن نرائن بیتاب

کون ہوتا ہے وقت بکا مین شریک	ابر روتا ہے برق ہنستی ہے

ابر کے برسنے کو رونے کے ساتھ اور برق کے چمکنے کو ہنسنے کے ساتھ تعبیر کیا ان دونون لفظون کے معنی حقیقی مین تضاد ہے۔

حسرت

کہے ہی گل سے شبنم باغ مین دونون تھے ہم لیکن	تری قسمت مین ہنسنا تھا مری قسمت مین رونا تھا

پھول کے کھلنے اور شبنم کے ٹپکنے مین تضاد نہین لیکن چونکہ اول کو ہنسنے اور دوسرے کو رونے سے تعبیر کیا ہی اسلیے دونون مین تضاد ہو گیا ہے۔

گلزار نسیم

بولا جب اُسنے باندھے بازو	کھلتا نہین کس طرح یہ ہے تو

باندھنے اور بیان کرنے مین کچھ تضاد نہین لیکن چونکہ بیان کرنے کو کھلنے کے ساتھ تعبیر کیا ہی اس لیے باندھے اور کھلنے کے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد ہو گیا۔

فدا

مین کیون اُس شک گل سے سر کو تشبیہ دی	راستہ ہی ٹیڑھا جو دہ شمشاد بالا ہو گیا

سچ اور غصے مین تضاد نہین مگر چونکہ سچ کو راست کے ساتھ اور غصہ ہونے کو ٹیڑھا ہونے سے تعبیر کیا اس لیے ان مین تضاد ہے۔

صنعت ایہام اسکو توریہ بھی کہتے ہین ایہام کے معنی وہم مین ڈالنے اور توریہ کے معنی چھپانے کے ہین جیسا کہ تجرید البنانی مین لکھا ہی اور اصطلاح مین ایہام اسکو کہتے ہین کہ ایک لفظ

ایسا کلام مین واقع ہو جسکے دو معنی ہون ایک قریب ایک بعید کے اور سامع کا گمان معنی قریب کیطرف جاوے اور شاعر کی مراد معنی بعید ہون معنی قریب سے مراد یہ ہی کہ وہ معنی اُس مقام کے مناسب ہون اور معنی بعید سے یہ مراد ہے کہ وہ معنی اُس مقام کے مناسب نہون لیکن اُن کا مقصود ہونا باعتبار کسی قرینۂ خفی کے ہو یہان تک کہ وہم تامل سے قبل معنی قریب کی طرف جاوے پس اگر قرینہ واضح ہوگا تو لفظ توریہ نہوگا کیونکہ معنی قریب معنی بعید کو نہین چھپا سکین گے۔

جیسے مثنوی ترانۂ شوق کے اس شعر مین۔

مبکش کو ہوس ایاغ کی ہے	پروانے کو لو چراغ کی ہے

لفظ لو کے دو معنی ہین ایک شوق و آرزو دوسرے شعلہ پہلے معنی بعید ہین اور دوسرے قریب مگر یہان یہ لفظ توریہ نہین کیونکہ صرف شوق کے معنی مین ہونے پر قرینہ واضح ہی اور وہ یہ ہی کہ پروانہ عاشقی مین ضرب المثل ہی اور پہلے مصرع مین ہوس کا جو لفظ ہی وہ بھی ان معنی پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر معنی قریب کے (جو مراد نہین ہوتے) کچھ مناسبات کلام مین مذکور نہون تو اسکو **ایہام مجرد** کہتے ہین اور اگر مذکور ہون تو **ایہام مرشحہ** بولتے ہین۔ کبھی ایک لفظ دوسرے لفظ کے ساتھ ملنے سے ایہام کا فائدہ دیتا ہی۔ ایہام مجرد کی مثال۔

ظفر

نشہ ہو جس کو محبت کا سبزہ رنگونکی	عجب نہین جو وہ مشہور سب مین بھنگی ہو

بھنگی کے دو معنی ہین ایک قریب اور وہ حلال خور کو کہتے ہین دوسرے بعید اور وہ وہ شخص ہے جو بھنگ کا استعمال رکھتا ہو اور مناسبات حلال خور کے کہ معنی قریب ہین کچھ مذکور نہین۔

واسطی

تشبیہ تیرے چہرۂ روشن سے کھاکے مین	ہم دیکھتے ہین شمع کا سارا بدن سفید

بدن کے سفید ہونے کے دو معنے ہین ایک قریب اور وہ بدن کا چٹا اور بھورا ہونا ہی دوسرے بعید اور وہ بدن کا مبروص ہونا ہی کیونکہ برص اُن سفید داغون کو کہتے ہین جو ظاہر جلد مین پیدا ہوتے ہین اور گوشت کے اندر گھسے ہوتے ہین اور مناسبات معنی قریب کے کچھ مذکور نہین۔

درد

بستے ہین ترے سائے مین سب شیخ و برہمن	آباد تجھی سے تو ہے گھر دیر و حرم کا

سائے کے معنی قریب دھوپ کی ضد ہین اور معنی بعید حمایت ہین یہی معنی یہان مراد ہین۔

ناجی

محبت سے علی کی دیکھ ناجی | ہوا ہے دل مرا اب حیدرآباد

ایہام مرشحہ کی مثال۔

وزیر

ہجر میں گھل گھل کے آدھا ہوگیا | اے مسیحا اب میں موسیٰ ہوگیا

لفظ موسیٰ سے وہم اسم پیغمبر علیہ السّلام کا ہوتا ہے اور یہان وہ معنی مقصود نہیں ہین۔ بلکہ مو کے معنے بال ہین اور سا حرف تشبیہ ہی یعنی مین بال کی طرح ہوگیا اور مناسبات مین سے پہلے معنے کے لفظ عیسےٰ ہے۔

میر تقی

کعبے مین جان بلب تجھے ہم دوری بتان سے | آئے ہین پھر کے یارو اب خدا کے ہان سے

خدا کے ہان سے پھر کر آنے کے دو معنی ہین ایک قریب اور وہ بیت اللہ سے واپس آنا ہے دوسرے بعید اور وہ جان بلب ہو کر جی جاتا ہی اور یہان یہ دوسرے معنی مراد ہین نہ پہلے اور پہلے معنی کے مناسب کعبہ ہے۔

ناسخ

کیونکر زبان سے اُسکی نزاکت کا ہو بیان | مہندی ملے سے لال ہون جس مہ لقا کے ہاتھ

رنگ مہندی سے ہاتھون کا سُرخ ہونا مراد نہین جو معنی قریب ہین بلکہ ملنے کے صدمے سے ہاتھون کا سُرخ ہوجانا مقصود ہی اور یہ معنی بعید ہین جو مقصود ہین اور مہندی کا ذکر معنی قریب کے مناسب ہے۔

لقا

سیلاب اشک اپنا گر سر بادج مارے | طوفان نوح تنہا گوشے مین موج مارے

دبیر

تیغین ہین نیاموں مین مگر آب نہین ہے | تا اوک ہین ملے چلون پہ پرتاب نہین ہے

ترانۂ شوق

آنکھین دکھلاتی تھین تماشا | ارباب نظر کو پتلیون کا

ولہ

سُلطان کے غبار اُسکا تاڑا | دامن کی طرح سے خوب جھاڑا

امانت

سنی کسی نے نہین غم کی داستان میری
وہ کم سخن ہون کہ گویا نہین زبان میری

قائم

جو تری چشم کے گوشے مین تل ہی اے یار
نظر پڑا ہے کہین خال خال آنکھون مین

سودا

ہوئی ہی بیخوری یہ دور مین ساقی کے رائج
بجا ہی اب جو ہر ملا کو کہیے مولوی جامی

وله

داڑھی ملا کی جون گیہون کا کھیت
لے گئے لڑکی لڑکے اک اک بال

گویا

چھیڑنا زلف کا مشاطہ برا ہوتا ہے
ہاتھ اس جرم پہ شانے سے جدا ہوتا ہی

ریاض

تو وہ آہو چشم ہو جائے اگر گلزار مین
نکل ہین شاخین نکالین نرگس بیمار مین

شاہ مبارک آبرو

نہ ہووے کیلئے دل وہ مجعد مشکین
اگر باور نہین تو مانگ دیکھو

نسیم

واغا تو چلے تفنگ سے وہ
اچھوٹے قید فرنگ سے وہ

اکبر

بنو گے خسرو اقلیم دل شیرین زبان ہوکر
جہانگیری کریگی یہ ادا نور جہان ہوکر

درد

ہر جز کو کل کے ساتھ بھی ہے اتصال
دریا سے در جدا ہی پہ ہی غرق آب مین

عبدالرحمن خان احسان

نہین ہی خرمی زیر نگین تاجداران بھی
اگر شاہ جہان یان ہی برائے نام خرم ہی

میر

شفق سے ہین در و دیوار زرد شام و سحر
ہوا ہی لکھنؤ اس رہگذر مین پیلی بھیت

انیس

ایسا کوئی طفلی مین نمودار نہ ہوگا | ہاتھ ایسا تو جعفر کا بھی طیار نہ ہوگا

ولہ

اصغر سے اگر اکبر مہرو نہ ملے گا | تم ہاتھ سے جاؤگے تو بازو نہ ملیگا

ولہ

کونسا باغ تجھے شاہ نے دکھلایا ہے | کہین کوثر کے تو چھینٹون مین نہین آیا ہے

غالب

ہمسے عبث ہے گمان رنجش خاطر | خاک مین عشاق کی غبار نہین ہے

امیر

کبوتر نہ ہوتا تھا جانے پہ راضی | تو بھیجا اُسے روغن قاز مل کر

ذوق

ہو کے اک بوسے پر ترش ابرو | بات کو ڈالنا کھٹائی مین ہے

گویا

عالم ہون علم عشق کا مین کر نہ ہمسری | اے عندلیب تو ہی پڑھی بوستان تلک

لمؤلفہ

آرسی اُسکے پیار پر مت بھول | بس یہ منھ دیکھنے کی اُلفت ہے

صنعت مراعات النظیر اسکو تناسب اور توفیق اور ایتلاف اور تلفیق

بھی کہتے ہین یعنی ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے معنے آپس مین ایک دوسرے کے ساتھ سوائے نسبت تضاد کے کچھ مناسبت رکھتے ہون جیسے چمن کے ذکر کے ساتھ گل و بلبل و باغبان و سرو و قمری وغیرہ کا ذکر کرنا یا اور کسی چیز کے ذکر مین اُسکے مناسبات کو بیان کرین شیخ قلندر بخش آفرین ساہارنپوری مصنف رسالہ تحفۃ العشاق کہتا ہے۔

نہ جا چمن مین تو اب آفرین کہ جون غنچہ | لبون مین اُسکے نہان ہی بہار خندۂ گل

خواجہ عاصمی

چمن کے تخت پر جسدن شہ گل کا تجمل تھا | ہزارون بلبلون کی فوج تھی اور شور تھا غل تھا
خزان کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن مین | بتاتا باغبان رو رو کے یان غنچہ یہان گل تھا

خواجہ وزیر

جبین و الفجر ہی و اللیل گیسوے عنبر ہے — خط رخ سورۂ یوسف ہی انکے مصحف رخ مین

مصحف کی رعایت سے سورۂ والفجر اور واللیل اور یوسف کا ذکر بسبب مناسبت کے کردیا۔

ولہ

چشم بادام دہن پستہ زنخدان ہی سیب — کتنے پھل ایک نہال قد جانان مین لگے

درخت کی مناسبت و رعایت سے بہت سے میوون کا ذکر کیا۔

نواب کلب علیخان

شبنم ہی عرق کان ہی گل غنچہ دہن — نسرین ابرو نسترن گلو لالہ ذقن
بینی شبو لب ارغوان سنبل زلف — آنکھین نرگس بنفشہ خط رخ ہی سمن

میر مہدی مجروح

رخسار دونون مہر ہین ابرو ہلال ہین — گو مانگ کہکشان ہی تو ماہ مبین جبین

حسرت

تو جو چھن لگی نرم چرم جب دکھلانے — مین نے کہا شاید میرا کہنا مانے
اتنا کہا جوڑا جو دہوان مجھکو سینا — کہنے لگی چلیے میری جوتی جانے

ذوق

ہوا ہے مدرسہ بھی درسگاہ عیش و نشاط — کہ شمس بازغہ کی جا پڑھین ہین بدر منیر
اگر پیالہ ہے صغرے تو ہے سبو کبرے — نتیجہ یہ ہے کہ سرمست ہین صغیر و کبیر

امانت

سیہ موباف پاجامہ گلابی چنپئی نیفہ — دوپٹہ سرخ انگیا سبز کرتی زعفرانی ہے

انیس

دنیا دریا ہے اور ہوس طوفان ہے — مانند حباب ہستی انسان ہے
لنگر ہے جو دل تو ہر نفس باد مراد — سینہ کشتی ہی ناخدا ایمان ہے

مصحفی سقنی کی تعریف مین

پانی بھرے ہی یار دیان فرفری دو شالہ — لنگی کی سج دکھاکر سقنی نے مار ڈالا
کاندھے پہ مشک لیکر جب قد کو خم کرے ہی — نکاذر کا نشۂ حسن ہو جائے ہی دو بالا

دریائے غم مین کیونکر ہم نیم قد نہ ڈوبین — نیلی کے رنگ سے جب شان تا کمر ہو لالا

وحید

زیر و زبر ہین ناوک سرکردہ کمان — ہین پیش راہوارون کی گویا کنوتیان
تشدیدون پر ہی طرۂ دستار کا گمان — حرفون کے سر پہ خود ہین یا جزم ہین عیان
سطرین تمام شان دکھاتی ہین فوج کی — مد ہین کہ بیرقین نظر آتی ہین فوج کی

المؤلفہ

کس کمان ابرو پہ تو قربان ہوا — نالے سر کرتا ہے جو تو تیر سے

ولہ

کاکل ہی رشک لام تری زلف جیم ہے — مثل الف ہی قد دہن تنگ میم ہے

ولہ

پستہ لب غنچہ دہن سرو قد لالہ غدار — سیم بر سیب ذقن نام ہین کتنے اُنکے

صنعت ایہام تناسب یعنی دو لفظ ایسے بیان کرین کہ اُنکے معنی مین کچھ مناسبت مقصود نہو یعنی ایک لفظ کے معنی دوسرے لفظ کے معنی سے اُس کلام مین کچھ مناسبت نہ رکھتے ہون لیکن اُن مین سے ایک لفظ کے اور معنی ایسے بھی ہون کہ دوسرے لفظ کے معنی سے مناسبت رکھتے ہون جیسے ایک کلام مین لیلی و مجنون دونون لفظ مذکور ہون اور مجنون دیوانہ اور سڑی کے معنی مین لایا گیا ہو پس ظاہر ہی کہ وہان لیلی و مجنون کے معنے مین کچھ مناسبت نہو گی لیکن مجنون کے ایک معنی اور بھی ہین یعنی قیس عاشق لیلی کا لقب بھی مجنون ہی اس معنی کو لیلی کے معنے سے مناسبت ہی اور چونکہ بادی النظر مین وہم ہوتا ہی کہ مجنون بمعنے عاشق لیلے مراد ہو گا اس جہت سے اس صنعت کا نام ایہام تناسب رکھا کیونکہ دوسرے معنی تناسب کا وہم دلاتے ہین یہ صنعت مراعات النظیر کے ملحقات سے ہی چنانچہ مثال مذکور مین مجنون کا ذکر لیلی کی مناسبت سے مراعاۃ النظیر ہی اور اسوجہ سے کہ یہان اُس سے دیوانے کے معنی مراد ہین نہ قیس ایہام تناسب ہی غرضکہ ایہام تناسب کو مراعاۃ النظیر کے ساتھہ وہ نسبت ہی جو ایہام تضاد کو طباق کے ساتھہ ہی صنعت ایہام مین اور ایہام تناسب مین یہ فرق ہی کہ ایہام مین دونون معانی کا ارادہ جائز ہوتا ہی اور ایہام تناسب مین دوسرے معنی منظور و ملحوظ نہین ہوتے مثال اسکی۔

امانت

نہ کیونکر بید مجنون تازہ ہو مثل دل لیلی — کہ ہر جا دشت وحشت مین مرے اشکون کا نالا ہے

بید مجنون درخت مشہور کے معنی مین ہی قیس مُراد نہین لیکن لیلیٰ کے معنی سے مجنون کے دوسرے معنی مناسبت رکھتے ہین۔

ولہ

گندمی رنگ کو بنکر نہ کھرا کرتے تھے	دھانی جوڑے سے کبھی دل نہ ہرا کرتے تھے

ہرا کرنے سے مراد خوش کرنا ہی اور اس معنی کے اعتبار سے اُسکو گندمی اور دھانی رنگون کے ساتھ کوئی مناسبت نہین البتہ ہرے کو اپنے معنی حقیقی کی وجہ سے انکے ساتھ مناسبت ہی۔

نسیم

کر یاد کہین چہ ذقن کو	کودے نہ کنوئین مین باؤلی ہو

باؤلی سے مراد دیوانی ہی اور اس معنی کے اعتبار سے اسکو کنوئین کے ساتھ کوئی مناسبت نہین البتہ باؤلی کے ایک اور معنی مین اُنکے اعتبار سے دونون مین مناسبت ہی۔ اور وہ یہ ہے کہ باؤلی ایک قسم کا لمبا اور چوڑا کنواں ہوتا ہی جس مین سیڑھیان بنی ہوئی ہوتی ہین۔

ناسخ

رسم ملک حُسن ہی یہ گلفروشون کی طرح	داغ سودا بیچتے ہین لالہ رو بازار مین

سودا کے معنے کہ سیاہ کے ہین لالہ سے مناسبت رکھتے ہین لیکن یہان سودا عشق کے معنی مین ہے ان معنی کو لالہ سے کچھ مناسبت نہین۔

محزون

اہل دُنیا تو نہین دیتے ہین محزون غم کی داد	کوہکن کو خواب شیرین سے جگاؤن تو سہی

اس شعر مین شیرین سے جو معنی مقصود ہین ان معنی کو کوہکن کے معنی سے کچھ مناسبت نہین مگر شیرین معشوقۂ مشہور کا نام بھی ہی اسوجہ سے فرہاد کے ساتھ مناسبت ہی۔

امیر

بید سا کانپتا تھا مرتے وقت	امیر کو رکھیو مجنون کے تکیے

اس شعر مین درخت مشہور اور مجنون کے معنی یعنی عاشق لیلیٰ کو باہم جمع کیا ہی اور ان دونون مین کچھ مناسبت نہین لیکن مجنون کے دوسرے معنی یعنی ایک قسم بید کی جسکو بید مجنون کہتے ہین بید کے ساتھ البتہ مناسبت رکھتی ہے۔

یون دیکھ ایک دو کو کنارے کرے شتاب	ولہ	میدان کارزار سے رستم برنگ زال

خوشتر

بر اُنکے عدل کی ہے حکمرانی	کہ رُستم زال کا بھرتا ہے پانی

دونون شعرون مین زال بمعنی پہلوان معروف پدر رستم نہین ہو بلکہ پیرزن مراد ہے۔

میرانیس

مجلس کو رشک نظم سے رشک چمن کرون	مداحی حسین بوجہ حسن کرون

حسن سے مراد خوب ہو اور اس معنی کے اعتبار سے اسکو حسین کے ساتھ کوئی مناسبت نہین البتہ حضرت امام حسن کا نام ہونے کی وجہ سے حسین کے ساتھ مناسبت ہے۔

صنعت تشابہ الاطراف اُسکو کہتے ہین کہ کلام کو ایسے الفاظ پر تمام کرین کہ اُنکے معنی اُن معنی سے مناسبت رکھتے ہون جو ابتداے کلام مین مذکور ہوے ہین مثلاً انتہاے کلام کے الفاظ علت ہون ابتداے کلام کے یا اُسکے معلول ہون یا اُسپر دلیل ہون یا اور اسی طرح سے ہون پس گویا دونون طرفین کلام کی یعنے ابتدا اور انتہا باہم مشابہت و مناسبت رکھتی ہون اور انتہاے کلام کے الفاظ خواہ جملہ ہون یا جملے سے زیادہ ہون جیسے۔

وزیر

رہی یہان گردش اور جامہ دری	کاش لاتے نہ دست و پا ہمراہ

مصرع ثانی کے آخر مین پا کا لفظ ذکر کیا ہو اور یہ مناسب ہو گردش کے جو مصرع کے اول مین واقع ہوا ہو ایسے ہی ہاتھ کو جامہ دری سے نسبت ہو لیکن اس قدر رہو کہ ان دونون کا ذکر بطریق لف و نشر معکوس الترتیب کے ہو۔

مومن

زبان گنگ ہو خشق مین گوش گر ہے	بُرا سُنتے سُنتے بھلا کہتے کہتے

بُرا سننا مناسب ہے کان کے اور بھلا کہنا مناسب ہو زبان کے یہان بھی دونون کا ذکر بطریق لف و نشر معکوس الترتیب کے ہو۔

ذوق

تجھسے دیکھا سب کو اور تجھکو نہ دیکھا جون نگاہ	تو رہا آنکھون مین اور آنکھون سے نہان ہی رہا

آنکھون مین رہنا مناسب ہو اس قول کے تجھسے دیکھا سب کو اور آنکھون سے نہان رہنا مناسب ہے اس قول کے تجھکو نہ دیکھا اسلیے کہ جو چیز ایسی ہو کہ اُس سے سب کو دیکھین تو چاہیے کہ وہ آنکھون مین

رہے اور آنکھون مین رہنا اُردو مین محاورہ ہی قریب کے معنی مین اور جو چیز دکھی نہ جائے چاہیے کرد
آنکھون سے پنہان ہووے۔

غالب

ایمان مجھے روکے ہی تو کھینچے ہی مجھے کفر	کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

کعبہ مرے پیچھے ہے مناسب ہے اس قول کے ایمان مجھے روکے ہے اور کلیسا مرے آگے
ہے مناسب ہی اس قول کے کفر مجھے کھینچے ہے۔

بلونت سنگھ متخلص براجہ

وہ پیام یار لایا اُسنے کھولی فال نیک	پائے قاصد چومیے اور دست عامل چومیے

پیام یار لانے کے مناسب پائے قاصد کا چومنا ہی اور فال نیک کھولنے کے مناسب دست
عامل کا چومنا اور پیام یار لانا علت ہی پائے قاصد کے چومنے کی اور فال نیک کھولنا علت ہے
دست عامل کے چومنے کی۔

مولوی غضنفر علی ضیغم

وہ در گذر کرے گا شفاعت کرینگے وہ	اللہ سے ہے کام پیمبر سے ہی غرض

اس مین اور مراعاۃ النظیر مین یہ فرق ہے کہ مراعاۃ النظیر مین الفاظ متناسب کو مطلقاً جمع کر دیتے
ہین خواہ اُن مین سے ایک انتہا مین ہو اور دوسرا ابتدا مین خواہ دونون ساتھ ساتھ ابتدا مین واقع ہون
یا اختتام مین آئین یا درمیان مین ہون بخلاف تشابہ الاطراف کے کہ اُس مین یہ ضرور ہی کہ دو متناسب
مین سے ایک ابتدا مین ہو اور دوسرا انتہا مین بہر صورت تشابہ الاطراف کو مراعاۃ النظیر کے قبیل
سے سمجھتے ہین۔

صنعت سوال وجواب یہ صنعت کبھی ایک مصرع مین ادا ہوتی ہی کبھی ایک بیت مین
کبھی دو بیتون مین مطلع السعدین مین لکھا ہی کہ صنعت سوال وجواب کو مراجعہ بھی کہتے ہین۔
مثال پہلی قسم کی۔

نسیم

پوچھا کہ طلب کہا قناعت	پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت

وہ کہتا ہی مین توڑ دونگا مین کہتا ہون لے ست توڑ آہ	وہ کہتا ہی کھلونا ہی مین کہتا ہون مراد دل ہے

سید توفیق مہدوی حیدرآبادی

اُسنے کہا جو نام ابین نے کہا مری اجل	اسکو گرا بھی زندگی کا بین تجھ کو خدا نہ ترا

اُسنے کہا شام بلا مین نے کہا گیسو ترے — اُسنے کہا صبح صفا مین نے کہا چہرا ترا
اُسنے کہا تو کون ہی مین نے کہا نقش قدم — اُسنے کہا منزل تری مین نے کہا کوچا ترا
اُسنے کہا کیا کام ہی مین نے کہا خدمت تری — اُسنے کہا کیا نام ہے مین نے کہا بندا ترا

فطرت

جب کہا دل ہے نہو خوار کہا تجھکو کیا — زلف مین مت ہو گرفتار کہا تجھکو کیا

مثال دوسری قسم کی۔

صفدر

اُسنے جب پوچھا کہ تو نے قتل عاشق کو کیا — غمزہ بولا وہ نزاکت تھی ادا تھی مین نہ تھا

قصۂ شیرین خسرو

کہا شیرین مری حرم سے خاص — کہا تجھکو بھی اُس سے ہے اخلاص
کہا چپ جب گدا بحال تباہ — کہا بس بس نہ مغز کھا اے شاہ

حسرت

مین کہا جان بخش عیسیٰ یاے گلفام ہے — بولا دونون سے زیادہ مجھ مری دشنام ہے
مین کہا مشہد ہوا ہی کربلا مقتل بڑا — بولا دونون سے مرے کوچے مین قتل عام ہے
مین کہا بلبل کا نغمہ خوب یا صوت رباب — بولا ان دونون سے بھی بہتر مرا پیغام ہے
مین کہا مجنون ہوا تھا خوار یا کوہکن — بولا ان دونون سے کچھ بدتر ترا انجام ہے

میر محمدی بیدار

جب کہا مین کہ نہین بولتے ہن گالی تم — یار یہ کون زبان ہی تو کہا تجھکو کیا
جب کہا مین نے کہ ای سرو ریاض خوبی — کس کی تو آفت جان ہی تو کہا تجھکو کیا
چشم گریان سے شب وصل مین مین نے پوچھا — ابتو کیون اشک فشان ہے تو کہا تجھکو کیا
جب کہا مین نے کہ ای شوخ تری صورت کا — شیفتہ پیر و جوان ہے تو کہا تجھکو کیا
دل سے بیدار نے پوچھا کہ ترے سینے پر — کسکے ناوک کا نشان ہی تو کہا تجھکو کیا

مثال تیسری قسم کی۔

غفلت

آیا سواد نجد سے جو کوئی اس طرف — مین نے کہا کہ قیس کے کیا کیا نشان ملے

کہنے لگا کہ لپٹے ہوئے برگ بید سے	جیون تار عنکبوت کٹی استخوان سے

ظفر

رخ نے جو زلف سے کہا شب کو	تو شب تار ہے سحر مین ہون
زلف بولی کہ صید تو مین دام	بیچ مین تو ادھر اُدھر مین ہون

کامل

مژگان گر بچے دال پرو کرے ہی ٹکڑے	یہ بات مین نے کہکر جب اُس سے داد چاہی
کہنے لگا کہ ترکش جس وقت ہووے خالی	تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی

داغ

کہا جو مین نے کہ مجنون اگرچہ عاشق تھا	پر اُسپہ تو کبھی لیلی کے یہ ستم نہوے
مرے جلانے کو کہنے لگے شرارت سے	ہزار حیف کہ لیلی کے پاس ہم نہوے

صنعت اطراد یعنی جس شخص کی مدح یا مذمت بیان کرنا منظور ہو تو اسکے آباؤ اجداد کے نام بترتیب ولادت یا معکوس کی ترتیب یا غیر مرتب بیان کریں اور جہان تک ممکن ہو اس بات کا خیال رکھیں کہ درمیان مین اُن اسماکے کوئی ایسا لفظ فاصل واقع نہو جو نسبت پر دلالت نہ کرتا ہو جیسے زید فاضل بن عمرو یا زید بن عمرو تاجر بن خالد پس پہلی مثال مین فاضل کا لفظ اور دوسری مین تاجر کا لفظ فاصل ہی اگرچہ اِس سے کوئی حرج نہین مگر نظم الفاظ مین تکلف پیدا ہوتا ہی۔
مثال علی الترتیب کی جس مین کوئی فصل نہو۔

دبیر

یہ مرتبہ مظلوم حسین ابن علی ہے	مداح کا مداح خدا سے ازلی ہے

ولہ

اب راوی صادق سے یہ ہی وارد اخبار	فضل ابن شعیب ابن اویس ویک تھا دیندار

اگر کہا جاوے کہ دوسری مثال مین اضافتین پے درپے آئی ہین جو عیب مین داخل ہے پھر کیون محسنات بدیعی مین شمار کیا ہے تو ہم اس کا جواب یہ دین گے کہ اضافات کا پے درپے آنا سوقت مخل فصاحت ہے کہ اُس مین ثقل و استکراہ ہو اور جبکہ اس سے سالم ہو تو اُس کی خوبی مین کلام نہین اور اس مثال مین نہ ثقل ہے نہ استکراہ علاوہ اس کے اس مین صرف دو ہی اضافتین ہین۔

مثال معکوس ترتیب کی۔

مذاق

حسین و عابد و باقر سے جعفر اور کاظم تک	ہر اک معصوم ہی دادا معین الدین چشتی کا
ہین ادریس اور ابراہیم اور عبدالعزیز اجداد	ہے طاہر جد پاکیزہ معین الدین چشتی کا
ہین نجم الدین غیاث الدین احمد جد داب اسکے	یہ ہے نام جد و آباد معین الدین چشتی کا
غیاث الدین و ماہ نور سے زہرا و حیدر تک	عجب پر نور ہی شجرا معین الدین چشتی کا

آباد نے ایک نظم مین جناب سرور کائنات اور حضرات علیؑ کی اولاد کو سلسلہ وار بیان کیا ہی اور یہ ترتیب معکوس ہے۔

محمدؐ کا بے فصل حیدر وصی ہے	ہم اُمت ہین اُسکی وہ سرور ہمارا
حسنؑ کی غلامی مین ہین بعد حیدر	سمجھتے ہین آقا ہے شبیرؑ ہمارا
امام سوم ہے حسین ابن حیدر	فدا ہے ازل سے دل اُس پر ہمارا
امام چہارم ہے سجاد بے شک	نثار اُسپہ دل ہو نہ کیونکر ہمارا
پسر اُس کا باقر امام ہدا ہے	غلام اُسکے ہم ہین وہ سرور ہمارا
نہیں اس مین ہرگز تفاوت سرمو	دو عالم مین مولا ہے جعفر ہمارا
غلامی مین موسیٰ کاظم کی ہین ہم	عجب کیا کہ جنت مین ہو گھر ہمارا
امام رضا کے ہین اوصاف بے حد	قلم تنگ ہے ذہن ششدر ہمارا
تقی پیشوا ہین نقی سب کے ہادی	سلام اُنپہ پہونچے مقرر ہمارا
حسن عسکری مقتدائے جہان ہے	سوا خضر کے بھی ہے رہبر ہمارا
امام دو عالم ہے مہدی ہادی	ہے قائم زمانے مین سرور ہمارا

غیر مرتب کی مثال چنانچہ منیر نے ایک قصیدہ امام علی رضا بن موسیٰ کاظم کی مدح مین لکھا ہی اور اُنکے بزرگون کے نام سلسلہ وار درج کیے ہین جو غیر مرتب ہین۔

امام ضامن و معصوم و طیب و طاہر	کریم ابن کریم و رحیم ابن رحیم
نسب مین پاک مقدس حسب مین فرزانہ	فروغ عرش و مجسم رضائے رب کریم
علی کے نور نظر فاطمہ کے لخت جگر	خدا کے نور ریاض رسول حق کے نسیم
حضور کے جد امجد ہین سید الشہدا	تفیل جود و مراد صحیح و ذبح عظیم

سپہر کرم دلبر حسین و حسنؑ — چراغ خانہ سجاد و واجب التکریم
نگاہ دیدۂ حق ہین باقر معصوم — نہال گلشن صادق امام ہفت اقلیم
جناب موسیٰ کاظم ہین والد ماجد — اُمیدگاہ مسیحا و افتخار کلیم!

انشانے اس صنعت مین یہ لطیفہ پیدا کیا ہے کہ نواب سعادت علی خان والی اودھ کے باپ دادا کو دو معنے الفاظ مین لکھا ہے معنی قریب لفظی معنے ہین اور معنی بعید نواب کے اسلاف کے نام ہین اور سب غیر مرتب ہین۔

کیسا دزیر جس کو سعادت علی نے دی — بُرہان ملک و اشجع و منصور و محتشم
اُس سے جلال دین محمد ہی آشکار — اُسکو کیا ہے حیدر و صفدر نے محترم

نواب سعادت علی خان کے باپ کا نام جلال الدین حیدر اور شجاع الدولہ خطاب ہی اور ابو المنصور خان صفدر جنگ نام ہے شجاع الدولہ کے باپ کا اور بُرہان الملک صفدر جنگ کے چچا اور خسر کا خطاب ہی جو ریاست اودھ کے بانی ہین۔

صنعت ارصاد اسکو کہتے ہین کہ نثر کے فقرے اور نظم کی بیت مین کلمۂ آخر کے قبل ایسا لفظ لادین کہ جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ نثر مین پچھلا لفظ یہ ہوگا یا بیت کا قافیہ یہ ہوگا بشرطیکہ روی کا حرف پہلے سے معلوم ہو پس ارصاد کی وجہ سے اُس کلمۂ آخر کا مادہ معلوم ہو جاتا ہے اور روی کی وجہ سے اُسکی صورت معلوم ہو جاتی ہے اور ذہین آدمی کے قیاس مین جاتا ہے کہ ایسا حرف ہونا چاہیئے۔ صاد لغت مین راستے مین نگہبان مقرر کرنے کے معنے مین ہے جیسے ڈاکو اپنی جانب سے راستے پر آدمی اسلیئے مقرر کر دیتے ہین کہ وہ اس بات کی اطلاع دے کہ قافلہ جو آرہا ہے اُسکے آدمی ان سے مقابلہ کر سکتے ہین یا نہین اور وہ ہتھیار بھی رکھتے ہین یا نہین اور یہان معنی لغوی اور اصطلاحی مین مناسبت ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ لفظ جو کلمۂ آخر سے قبل آتا ہی وہ اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اس نظم کا قافیہ یہ ہے اور اس نثر کا لفظ آخر یہ ہی۔ اس صنعت کو تسہیم بھی کہتے ہین لغت مین تسہیم دھاری دار چادر بننے کے معنے مین ہی۔ اس صنعت کو تسہیم اسلیے کہتے ہین کہ جیسے چادر کے خطوط ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت رکھتے ہین اسی طرح اس صنعت مین بھی الفاظ کلام کے ایک دوسرے کے ساتھ ملائم اور موافق ہوتے ہین مثال اسکی۔

نہین قول سے فعل تیرے مطابق — رکھون کس طرح تجھکو اے یار صادق

نہ جنت کے قابل نہ دوزخ کے لائق	مجھے کیون کیا خلق اے میرے خالق
کہا حُسن کے افسانۂ قیس و لیلےٰ	عبث کرتے ہو حال مین ذکر سابق
گیا وہ زمانہ وہ لوگ اُٹھ گئے سب	نہ معشوق ویسے رہے اب نہ عاشق
عبث فوق دیتا ہے تو خود کو نادان	کیا ایک کو ایک پر اُسنے فائق

ان اشعار مین شعر اول کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ قاف حرف روی ہی پس دوسرے شعر مین خلق کے لفظ سے خالق اور چوتھے شعر مین معشوق سے عاشق اور پانچوین مین فوق سے فائق خود بخود معلوم ہو گیا پس خلق اور معشوق اور فوق ارصاد ہین ۔

واسطی

جو بعد مرگ پھر آکوے یار سے قاصد	تو دوستون نے مرے رکھدیا مزار مین خط
مجھے یہ ڈر ہے کہ قاصد کمال مضطر ہی	کہین کمر سے نہ گرجائے اضطرار مین خط

دوسرے شعر کے پہلے مصرع مین مضطر کا لفظ ارصاد ہے ۔

مومن

غیر بیمروت ہے آنکھ وہ دکھا دیکھین	زہر چشم دکھلائین پھر ذرا مزا دیکھین
کچھ نظر نہین آتا آنکھ لگتے ہی ناصح	گر نہین تقین حضرت آپ بھی لگا دیکھین

تیسرے مصرع مین لگتے کا لفظ ارصاد ہے ۔

ولہ

نہ تن ہی کے ترے بسمل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین	ہو پاش پاش جگر دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین
درازدستی یہ کس بے ادب کی دم قتل	تمام دامن قاتل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین
کیے نہ ملنے کی اُس سنگ دل نے گر قاصد	تو سنگ و سر ابھی یان مل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین

دوسرے شعر مین قتل کا لفظ اور تیسرے شعر مین نہ ملنے کا لفظ ارصاد ہی ۔

(۲) یہ بھی اسی قبیل سے ہی کہ نظم کے ایک مصرع سے دوسرے مصرع کی طرف ذہن منتقل ہو جائے جیسے ۔

ذوق

لاشے کو دفن تیجیے میرے کہ پھینک دیجیے	مردہ بدست زندہ جو چاہے سُو کیجے

پہلے مصرع کے سُننے سے دوسرے مصرع کے مضمون پر خود بخود ذہن منتقل ہو جاتا ہے

ایضاً	
پلا مے آخکار اکس کی ہمکو ساقیا چوری	خدا کی جب نہین چوری تو پھر بندے کی کیا چوری

امیر احمد مینائی	
کل کوچ ہے کچھ لیتے ہوے بن پڑیگی	لینا ہے مسافر کو تو لے زاد سفر آج

صنعت تاکید المدح بما یشبہ الذم یعنی تعریف کی تاکید ایسے لفظون کے ساتھ کرنا کہ وہ ہجو سے مشابہت رکھتے ہون یعنی وہ لفظ ظاہر مین تو ہجو پر دلالت کرتے ہون لیکن فی الحقیقت مدح پر تاکید کرتے ہون اور اسکی ۲ دو قسمین ہین -

(۱) یہ کہ کسی چیز مین سے تمام بُری باتون کی نفی کیجائے جس سے اُسکی مدح ہو پھر ادات استثنا کے ذریعہ سے ایک اچھی بات کا جو مدح پر دلالت کرتی ہو اُن بُری باتون مین سے استثنا کیا جاوے اس طرح کہ اس اچھی بات کو اُن بُری باتون مین داخل مان لیا جائے مثال اسکی یہ شعر مثنوی پدماوت مصنفہ عبرت کا ہے ؎

نہین کوئی عمل مین اُسکے قزاق	بغیر از غمزۂ چشم ستمناک

شاعر نے مصرع اول مین بیان کیا کہ ممدوح کے عہد مین ایک بھی قزاق نہین پس تمام قزاقون کی نفی کرنا مدح ہی پھر غمزۂ چشم ستمناک کو ان قزاقون مین داخل ٹھہرا کے اسکا استثنا کیا ہی حالانکہ چشم ستمناک کا غمزہ کسی کے عہد مین موجود ہونا بُرائی نہین بلکہ مدح مین داخل ہی اسلیے کہ معشوقون اور خوبرویون کا موجود ہونا امنیت اور آسائش اور حُسن خیزی پر دال ہی اور یہ طریقہ تاکید المدح کا نہایت عمدہ ہی اور اسکی عمدگی کی دو وجہین ہین ایک یہ کہ اس طرح مدح کا ثابت کرنا ایسا ہی جیسے دعوے کے ساتھ گواہون کا موجود ہونا اسلیے کہ شاعر نے اپنے مطلوب کے نقیض کو اور وہ ممدوح کے عمل مین قزاق کا موجود ہونا ہے ایک محال شے سے معلق کیا ہی اور وہ محال یہ ہی کہ غمزۂ چشم ستمناک قزاق ہی اور جو چیز محال پر معلق ہوتی ہی وہ محال ہوتی ہی پس قزاق کا نہ موجود ہونا ممدوح کے عمل مین متحقق ہی کیونکہ غمزۂ چشم ستمناک کا جبکہ قزاق ہونا محال ہوگا تو ممدوح کے عہد مین قزاق کا موجود ہونا بھی محال ہوگا - یاد رکھو کہ تعلیق بالمحال اُسی صورت مین بن سکتی ہی کہ غمزۂ چشم ستمناک کو قزاقون مین داخل ٹھہرا لیا جائے - دوسری وجہ یہ ہے کہ مطلق استثنا مین اصل اتصال ہی یعنی مستثنیٰ منہ اس طرح کا ہو کہ مستثنیٰ اُس مین داخل ہو اور اُسکی افراد مین سے ایک فرد ہو اور اگر ایسا نہو تو وہ استثنائے منقطع ہے اور اسکو مجازاً استثنا سمجھتے ہین اور مجاز اصل کے خلاف ہی اور شاعر نے ادات استثنا کو مستثنیٰ سے پہلے ذکر کرنے سے یہ بات خیال کی گئی تھی کہ شاید ان قزاقون

مین سے جنکی اس سے قبل نفی کی گئی ہے کوئی فراق خارج کرکے ممدوح کے عمل مین فراق کا ہونا ثابت کرے گا تاکہ ممدوح کی مذمت ثابت ہو جائے اور یہ خیال اسلیے پیدا ہوا تھا کہ جب تمام فراقون کی نفی کرکے حرف استثنا کو ذکر کیا تو سُننے والے کو یہ توہم ہوا کہ استثنا متصل ہی اور اب مستثنےٰ منہ کے افراد مین سے کوئی فرد مستثنےٰ کرکے ممدوح کے عمل مین اسکا موجود ہونا ثابت کیا جائے گا مگر جبکہ شاعر نے حرف استثنا کے بعد کسی ایسی چیز کا ذکر نہین کیا جو واقع مین مستثنےٰ منہ کی فرد ہوتی بلکہ بجائے اُسکے ایک مدح کی بات کو ذکر کیا تو سامع کو معلوم ہو گیا کہ یہان استثنا متصل نہین منقطع ہی اور ارادۂ استثنا کے بعد شاعر کا اس حرکت کو اختیار کرنا جو باعث مدح ہی شاعر کی جانب سے اس بات کی طرف اطلاع ہی کہ مین نے ممدوح کے عہد مین کسی فراق کا وجود نہ پایا جسکا مین اُن فراقون مین سے استثنا کرتا جن کا اُسکے عمل مین ہونا بیان کیا ہی اسلیے مین نے مجبور ہو کر کلام کے پورا کرنے کو صفات مدحیہ کیساتھ استثنا کیا اور ایک خوبی کی بات کو مستثنےٰ قرار دیا اور استثنا کو اُس کی اصل سے پھیر کر استثنائے منقطع کے ساتھ بدل دیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اصل مدح تو یہ ہی کہ شاعر نے ممدوح کے عہد مین تمام فراقون کے وجود نفی کی ہی اس حیثیت سے کہ کہا ہی مصرع ؎

	نہین کوئی عمل مین اُس کے فراق	

اور اس مدح کی تاکید اسطرح استثنا کرنے سے ہو گئی اسی قبیل سے ہی یہ بیت دبیر کی ؎

	بے مہری افلاک سے گو خاک بسر ہون		ہان عیب بڑا یہ ہی کہ مین اہل ہنر ہون	

گویا شاعر نے تمام عیبون کی اپنی ذات سے نفی کی ہی پھر ایک اچھی صفت کو اُن بُری صفتون مین داخل ٹھہرا کر اُن سے استثنا کیا ہی۔ ہنرمندی کا عیب ہونا محال ہی پس ہنرمندی کو عیب بتا کر اپنی ذات مین عیب ثابت کرنا معنوی طور پر تعلیق بالمحال ہی اسلیے کہ اُسکے اس قول کے ؎

	ہان عیب بڑا یہ ہے کہ مین اہل ہنر ہون	

یہ معنی ہین کہ مجھ مین مطلقاً کوئی عیب نہین مگر ہان بڑا عیب مجھ مین یہ ہی کہ مین صاحب ہنر ہون اگر ہنر عیوب مین داخل ہو لیکن ہنر کا عیوب مین داخل ہونا محال ہی تو اس صورت مین عیب کا ثبوت بھی میری ذات مین محال ہوگا اور اسطرح مدح کا ثابت کرنا ایسا ہی جیسے دعوے کے ساتھ گواہون کا موجود ہونا اور یہ اُسکی خوبی کی ایک وجہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہی کہ اس طرح مدح کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاعر بے عیبی مین اتنا کامل ہی کہ کوئی فرد عیب کی ایسی نہین نکلی کہ اُسکے ذریعہ سے استثنا کیا جاتا اس لیے کلام کے تمام کرنے کے واسطے مجبور ہو کر ایک تعریفی بات کو مستثنےٰ بنا لیا۔ اگرچہ مستثنےٰ منہ اور ارادۂ استثنا کو

ذکر نہین کیا لیکن سوق کلام سے شاعل پر ظاہر ہے یہ مضمون ماخوذ ہی میر کے اس شعر سے۔

سب چاہتے ہین رشد مرا یون تو ہر ای میر	شاید یہی اک عیب ہی طالع کہ ہنر ہے

(۲) دوسری قسم تاکید المدح بمایشبہ الذم کی یہ ہی کہ ایک صفت بیان کی جائے پھر حرف استثنا مذکور کرین جس سے یکایک یہ معلوم ہو کہ اب کوئی مضمون مخالف مضمون جملۂ اول کے لکھے گا لیکن جو جملہ استثنا کے بعد لائے وہ مدح کا متضمن ہو جیسے۔

انیس

نوح اُسکا ہے اقلیم امامت کا شہنشاہ	پر دولت دُنیا سے ہی ان دونون کو اکراہ

پر استثنا کا حرف ہی وجہ تاکید مدح کی اس مثال مین یہ ہی کہ اول اُسکے نوح کو اقلیم امامت کا شہنشاہ بتایا اور ظاہر ہی کہ یہ صفت مدح کی ہی اور جب حرف استثنا لایا تو اس سے شبہہ جاتا تھا کہ اب کوئی مضمون مخالف مضمون اول کے مذکور ہوگا لیکن جبکہ اُسکے بعد یہ ذکر کیا کہ دنیا کی دولت سے اکراہ ہی تو مدح کو تاکید حاصل ہو گئی اور یہ صورت مدح بمایشبہ الذم اسلیے کہلاتی ہی کہ اصل حرف استثنا مین یہ ہی کہ اُسکا مابعد ماقبل سے مخالفت رکھتا ہو اور یہ بات یہان ہی نہین بلکہ یہان مابعد ماقبل کے موافق ہی پس یہ طریقہ ایسی مدح ہوگا جو مذمت کی صورت رکھتا ہی اس قسم مین بھی استثنا منقطع ہوتا ہی مگر فرق اتنا ہی کہ پہلی قسم مین اُسکو متصل ٹھہرا لیتے ہین اور یہان اپنے حال پر باقی رہتا ہی اسلیے کہ یہان کوئی ایسی بُری عام صفت نہین ہوتی کہ جس کی نفی کرکے اس مین ایک اچھی صفت داخل ٹھہرا سکتے اور جبکہ ایسا نہین تو یہان تعلیق بالمحال بھی پیدا نہین ہو سکتی کیونکہ اُسکے لیے مستثنے منہ کا عام ہونا چاہیے جس مین مستثنے کو داخل ٹھہرا سکین پس یہ قسم اُس دعوے کی طرح نہین سمجھی جاسکتی جسکے ساتھ گواہ موجود ہون اسی وجہ سے پہلی قسم کو افضل سمجھتے ہین اسی قبیل سے ہی۔

مثنوی سعدین

نظم مین خوبیون کی ہے تقریر	مثنوی ہے مگر پری تصویر

حالی

تم ہر اک حال مین ہو یون تو عزیز	تھے وطن مین مگر کچھ اور ہی چیز

فائدہ تاکید المدح بمایشبہ الذم کے باب مین اناداة مراد مین استدراک بھی استثنا کی طرح سمجھا جاتا ہی کیونکہ دونون کی حالت قریب قریب ایک سی ہی کیونکہ دونون اُس چیز کے نکالنے کے لیے ہین جو اپنے ماقبل مین حقیقۃً داخل سمجھی جاتی ہی یا دہما مثلاً کسی شخص نے ایک صفت بیان کی

پھر حرف استدراک کے بعد ایک دوسری صفت ذکر کی تو اُس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ متکلم نے صفت اول کے خلاف کوئی ایسا حال نہ پایا کہ اُسکا استدراک صفت اول پر کرتا اسلیے کلام کے تمام کرنے کے لیے دوسری صفت کے ساتھ استدراک کرنے پر مجبور ہوا۔ یاد رکھو کہ مگر استثنائے منقطع مین لیکن کے معنی مین ہوتا ہی اور بعض کے نزدیک لیکن فقط استدراک کے واسطے آتا ہی اور مگر استثنا کے واسطے اور حق یہ ہی کہ لیکن اور مگر مین نازک سا فرق ہی۔

فائدہ دیگر فصحاے فارسی و اُردو نے اس قسم پر ایک دوسرا لطف بڑھایا ہی اور وہ یہ ہے کہ دوسری صفت جو اداۃ استثنا یا استدراک کے بعد مذکور ہوتی ہی وہ ایسی ہوتی ہے کہ جو مدح مین صفت اول سے کامل تر ہوتی ہے جیسے۔

ناسخ

رفتار مین اورنگ سلیمان ہے یہ گھوڑا	پر صورت و سیرت مین تو انسان ہی یہ گھوڑا

پر استثنا کا حرف ہی اول گھوڑے کو رفتار مین تخت سلیمان بتایا اور ظاہر ہی کہ اورنگ سلیمان کی رفتار نہایت تیز تھی پھر اداۃ استثنا کے بعد ایک ایسی صفت بیان کی جو صفت اول سے بھی کامل تر ہے اور وہ گھوڑے کا صورت و سیرت مین انسان قرار دینا ہی اور ظاہر ہی کہ تخت سلیمان پر انسان کو بدرجہا افضلیت حاصل ہے۔

ممنون

تفاوت قامت یار اور قیامت مین ہی کیا ممنون	وہی فتنہ ہی لیکن یان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہے

لیکن حرف استدراک ہی پہلے کہا وہی فتنہ ہی اور بعد اسکے کہا لیکن اس سے وہم ہوا کہ اب شاید کچھ اُس سے کم کہنا منظور ہے جب بعد اُسکے کہا کہ یہان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے بھی زیادہ ہے۔

تسلیم

عام انعام پر نوازش ہے
پر نوازش کو اُسپہ نازش ہے

فائدہ دیگر شعراے فارسی و اُردو نے اس قسم مین ایک اور لطف پیدا کیا ہی اور وہ یہ ہی کہ دوسری صفت اسطرح کی لاتے ہین کہ بادی النظر مین ہجو معلوم ہوتی ہی لیکن ادنے تامل سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ بھی تعریف ہے مثال اسکی۔

شباب

عدل سے اُسکے زمانے مین ہی گو معموری | اپنے اعدا کو مگر رکھتا ہی برباد مدام

کسی کو مدام برباد رکھنا ہجو معلوم ہوتی ہی لیکن جب غور کیا تو عین مدح نکلی کس لیے کہ اپنے اعدا کو برباد رکھنا نہایت کامیابی پر دلیل ہے۔

سودا

انصاف یہ اب عہد مین اُسکے ہی کہ فریاد | لایا نہ لبون تک کوئی غیراز جرس فرزنگ

ولہ

میخانۂ جہان مین کرم سے ترے نہین | کوئی شکستہ حال بجز توبۂ و خمار

صنعت تاکید الذم بما یشبہ المدح یہ ضد ہی تاکید المدح بما یشبہ الذم کی یعنی ہجو کی تاکید ایسے لفظون کے ساتھ کرنی کہ وہ مدح سے مشابہت رکھتے ہون اور جب غور کرین تو ہجو و مذمت کی تاکید ہوتی ہو اور اسکی بھی کئی صورتین ہین۔

(۱) کسی شے کی اچھائی کی نفی کی جائے جس سے ہجو ثابت ہو پھر اور ایک بری بات کو اُس اچھی بات مین داخل ٹھہرا کر بذریعۂ کلمۂ استثنا کے اُس مین سے مستثنےٰ کرلین کلمۂ استثنا کو سننے سے سامع کو یہ معلوم ہو کہ اب تعریف مقصود ہے لیکن بعد کوئی برائی کی بات معلوم ہونے سے وہ استثنا عین ہجو ہو جائے مثال اسکی۔

میر تقی

کیے ہر اک کو دینے سو سو بار | پر نہ دے جز فریب تا دہ سال

مقصود بالتمثیل مصرع دوم ہی شاعر نے اول اُس شخص سے جسکا ذکر اوپر کے شعرون مین ہی تمام اُن چیزون کے دینے کی نفی کی جن کے دینے کے لیے ہر اک کو سو سو بار کہتا ہی پھر اُن چیزون مین سے فریب کے دینے کو مستثنےٰ کرلیا جب حرف استثنا کو ذکر کیا تو متوہم ہوا کہ شاید اسکے ذریعہ سے اُن چیزون مین سے جن کے دینے کی نفی کی ہے کسی چیز کا دینا ثابت کرے گا اور جب فریب کا ذکر کیا تو فی نفسہ مذمت نکلی فریب کا اُن چیزون مین سے ہونا محال ہے جنکے دینے کا وہ ہر ایک کو سو سو بار وعدہ کرتا تھا پس فریب کو اُن چیزون مین سے بتا کر اُسکے دینے کو ثابت کرنا معنوی طور پر تعلیق بالمحال ہے اسلیے کہ شاعر کے اس قول کے مصرع

پر نہ دے جز فریب تا دہ سال

یہ معنی ہین کہ وہ جن چیزون کے دینے کے لیے سو سو بار کہتا ہو اُن مین سے مطلقاً کوئی چیز نہین دیتا مگر فریب دیتا ہو اگر فریب اُن چیزون مین داخل ہو لیکن فریب کا اُن چیزون مین داخل ہونا محال ہے تو اس صورت مین اُن چیزون مین کے دینے کا ثبوت جنکی نسبت بھی محال ہو جنکے دینے کے لیے وہ کہتا ہو اور اسطرح مذمت کا ثابت کرنا ایسا ہو جیسے دعوے کے ساتھ گواہون کا موجود ہونا اور اس مثال کی تاکید کا فائدہ بخشنے کی یہ ایک وجہ ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ استثنا مین اصل یہ ہو کہ مستثنےٰ مستثنےٰ منہ مین داخل ہو اسی کو استثناے متصل کہتے ہین بخلاف استثناے منقطع کے کہ وہ اصل نہین پس جبکہ شاعر نے اداۃ استثنا کو ذکر کرکے استثنا کرنا چاہا تو سُننے والے کو یہ توہم ہوا کہ اب ایسی چیز کا ماقبل سے استثنا کرے گا جس سے اُس شخص کی نسبت اُن چیزون مین سے کسی چیز کا دینا ثابت ہوگا جنکے دینے کے لیے سو سو بار کہتا ہو پھر جبکہ فریب تادہ سال کہا تو اس سے مذمت کی تاکید ہوگئی سُننے والے کو جو استثنا متصل کی اُمید تھی اُسے چھوڑکر شاعر نے استثناے منقطع کا طور اختیار کیا تاکہ سُننے والا سمجھ جاے کہ اُس شخص نے جن چیزون کے دینے کے لیے سو سو بار کہا تھا اُن مین سے ایک چیز بھی نہین دیتا اگر اُن مین سے ایک چیز بھی دیتا تو شاعر اُس کا استثنا کرکے اپنے کلام کو استثناے متصل بناتا ناچار کلام تمام کرنے کی غرض سے اُن چیزون مین سے فریب کا استثنا کرلیا گیا اور اگر ایسا نہ کرتا تو کلام غیر مفید رہتا کیونکہ جب شاعر نے یہ کہا پر ندے جز تو اُس سے کوئی فائدہ حاصل نہوگا اسی کے قریب بحر نوازش کی یہ بیت ہے ؎

کسے تیغ جفاے چرخ سے اُمید ہنسنے کی	جو ہووے بھی تو ہان شاید دہانِ زخم خندان ہو

اول چرخ سے ہنسانے کی نفی کی اور اس امر کا بیان کیا کہ اُسکی جفا سے کسی کو ہنسنے کی نہین اور پھر دہان زخم کے ہنسنے کا اُس سے استثنا کیا چرخ کی جفا سے کسی کو ہنسنے کی اُمید نہونا کھلی ہوئی مذمت ہے پھر کہا ہان جو ہووے بھی تو سامع کو اس سے توہم ہوا کہ اب کسی اچھی بات کا پہلی بات سے استثنا کیا جائے گا اُسکے بعد شاعر نے بیان کیا ہان شاید دہان زخم خندان ہو اور یہ مذمت ہے اسلیے دہان زخم کا ہنسنا یعنی اُس کا شگفتہ ہونا اور جراحت کا بڑھنا نہایت موجب تکلیف ہے پس اس قول سے بھی آزار دہی اور جفا کاری چرخ کی ثابت ہوئی اول چرخ کی جفا کاری بیان کی اور یہ مذمت ہے اور جب دہان زخم کے شگفتہ ہونے کو مستثنےٰ کیا تو یہ جفا کاری کی تاکید ہوگئی کیونکہ اس صورت مین مذمت اوپر مذمت کے ثابت ہوتی ہے اور یہان بھی تاکید کا فائدہ دو طور پر اسطرح حاصل ہوتا ہے جس طرح میر کے شعر مین بیان ہوا کہ ایک وجہ تعلیق بالمحال ہو اور دوسری وجہ

استثنائے منقطع کا طور اختیار کرنا اور اگرچہ اداۃ استثنا کو شاعر نے ذکر نہیں کیا ہی لیکن سیاق کلام سے متامل پر ظاہر ہے۔

(۲) دوسری صورت تاکید الذم بمایشبہ المدح کی یہ ہی کہ اول کسی شے کی مذمت کیجائے پھر استثنا کا کوئی حرف مذکور ہو اسکے بعد اور بُرائی کا ذکر کرین اور بظاہر حرف استثنا کے مذکور ہونے سے یہ شبہہ جاتا ہو کہ آگے کوئی تعریف بیان کیجائے گی لیکن وہ جملہ بھی ہجو ہی کا متضمن ہو مثال اسکی مصرع چہارم اس بند کا۔

	میر	
در پہ عمدون کے روز و شب شر و شور بے لیے دیکھین نے کسی کی اور		صرف یک سر فریب و رشوت خور مُردہ شو پر وہ سب کفن کے چور
	رحمۃ اللہ بر اولین بناش	

مُردہ شو ہجو ہی اُسکے بعد پر حرف استثنا کے مذکور ہونے سے یہ شبہہ گیا کہ اسکے بعد کوئی جملہ متضمن تعریف کا ہوگا مگر دیکھا تو وہ بھی ہجو ہی اور یہ استثنائے منقطع ہی اور چونکہ اُسکو متصل نہین ٹھہرایا ہی اسلیے یہان تاکید ایسی نہین جیسے دعوے شے کا گواہی کے ساتھ ہوتا ہی کیونکہ یہ تعلیق بالمحال پر مبنی ہی اور تعلیق بالمحال استثنائے متصل پر مبنی ہی پس اس مین تاکید مذمت کی صرف ایک وجہ سے ہی اور اُسکی تقریر یہ ہے کہ جب مستثنے امنہ یعنی مُردہ شو کے بعد حرف استثنا کو ذکر کیا تو سُننے والے کو یہ توہم ہوا کہ اب کوئی دوسری مذمت کی بات بیان کر کے اُسکی نفی مستثنےٰ منہ سے کرے گا کیونکہ اثبات سے استثنا نفی ہوتا ہی پس جبکہ یہ بیان کیا کہ وہ سب کفن کے چور ہین تو اس سے معلوم ہوا کہ شاعر عمدون مین ایک اور عیب کردہ کفن کا چرانا ہے ثابت کرنا چاہتا ہی اور اس سے اُنکی مذمت کو تاکید حاصل ہو گئی اور اس اسلوب کلام سے سامع کی سمجھ مین یہ بھی آگیا کہ شاعر کے لیے ممکن نہ تھا کہ عمدون مین سے کسی مذمت کی بات کی نفی کر سکے اسلیے اُسنے کلام کے تمام کرنے کے لیے مجبوراً مذمت سے مذمت کی طرف استثنا کیا اور استثنائے متصل کو منقطع کی طرف پھیر دیا۔

(۳) تیسری صورت تاکید الذم بمایشبہ المدح کی اور ہی جو شعرائے فارسی و اُردو نے اس صنعت مین تصرف کر کے نکالی ہی اور وہ یہ ہی کہ اول ایک شے کی تعریف و خوبی بیان کرین پھر دوسری تعریف اسکے ساتھ ایسی شامل کرین جس سے وہ صفت مدح بالکل ہجو و مذمت ہو جائے جیسے میر کے مخمس کے اس بند مین ہے

ایک مُدت تھی آج کل پر بات ہے بہت شیخ کی غنیمت ذات	ابتو ہے صبح اب ہوئی ہے رات جمع آدم مین اتنے کب ہون صفات

مفتری ودروغی دمحتال

مصرع سوم وچہارم سے صفت ثابت ہوئی مصرع یکم مین جو صفات بیان ہوئیں انسے بالکل ہجو ہوگئی۔

حالی

مجھ سے جو کام چاہیے تبیجے حسد وبغض وغیبت وبُہتان	جھوٹ ہو یا فریب ہو یا زور بخل وحرص وہوا وفسق وفجور

اول جو یہ کہا کہ مجھسے جو کام چاہیے تبیجے تو اس سے تعریف پیدا ہوئی کیونکہ یہ امر ہمہ دانی اور ہر فن مولا ہونے پر دلالت کرتا ہو مگر دوسرے اور تیسرے اور چوتھے مصرعون کے مضمون سے وہ تعریف مذمت سے بدل گئی۔

جُرأت

کب وہ صیاد اسیرون کی خبر لیتا ہے	اور جو لیتا ہو تو مقراض سے پر لیتا ہے

اسیرون کی خبر لینا صفت مدح کی ہو جب پھر بیان کیا مقراض سے پر کترتا ہو تو وہ مدح بعینہ ہجو ہو گئی۔

مہر

اسیران قفس پر جب عنایت آپ کرتے ہین	کسی کو ذبح کرتے ہین کسی کے پر کترتے ہین

میر

پھر آج میر مسجد جامع کے تھے امام	داغ شراب دُھوتے تھے کل جانماز کا

مسجد جامع کا امام ہونا ایک امر عظیم ہی دوسرے مصرع کے ذکر کرنے سے وہ تنظیم مبدل بہ تحقیر ہو گئی۔

فائدہ یہ پچھلی صورت ہر چند لوگون نے تاکید الذم بمایشبہ المدح کی اقسام مین داخل کی ہے لیکن غور کیا جاتا ہے تو یہ شکل الذم بمایشبہ المدح ہو نہ تاکید الذم بمایشبہ المدح۔

صنعت الحاق الجزی بالکلی شرح بدیعیہ ابن حجر اور انوار الربیع فی انواع البدیع تصنیف سید علیخان مین مذکور ہی کہ اطلاق کل کا جز پر تعظیم کے لیے کرتے ہین جیسا کہ اس آیت مین ان ابراہیم کان اُمتہ اسکے معنی مفسرین نے یہ بیان کیے ہین کہ ابراہیم بوجہ اس بات کے جمیع صفات خیر ان مین جمع تھین تنہا اُمت تھے متنبی کہتا ہے۔

ہو الغرض الاقصے در دستک المنا	ومنزلک الدنیا وانت الخلائق

یعنی اے ممدوح تو تنہا خلائق ہے اسلیے کہ اوصاف کثیرہ تجھ مین جمع ہین اسی قبیل سے ہی نواب اور میران کا اطلاق ایک شخص پر یا کسی کو بندگان حضور کہنا اسی طرح اولاد حسن اولاد علی نظام الدین اولیا بابا حسن ابدال کعب احبار عبید اللہ احرار۔

دبیر

ارباب سخن پر جو سخن ور ہے ہمارا	القاب سخن سنج سخن ور ہے ہمارا

پہلے مصرع مین ور غالب کے معنی مین ہے اور القاب کا اطلاق ایک لقب کی جگہ کیا گیا ہی۔

میر

سُنیو یارو بلا سرائے کا حال	ایک تجا ہے وہ عجائب مال

بلا سرائے کو مجموعۂ عجائب ہونے کی وجہ سے عجائب کہا۔

غلام سرور تخلص بہ سُرور

صدق دل سے جو پکڑے تیرے قدم	ایک ہی دم مین اولیا بن جائے

یعنے ایک شخص مین تمام ولیون کی خوبیان اور کمالات جمع ہونیکی وجہ سے اولیا ہو جائے۔

فگار

کہا بھر را ایک نے اُسدم یکایک	عجب آدم ہے یہ شکل ملائک

صنعت تجرید یہ صنعت اس طرح ہی کہ ایک شے ذی صفت سے ایک اور شے اُسی طرح کی ذی صفت حاصل کرین اور غرض اس سے مبالغہ ہوتا ہی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ پہلی شے اُس صفت مین ایسی کامل ہے کہ اُس سے ایک اور شے اُسی طرح کی حاصل ہو سکتی ہی اور یہ صنعت کئی طرح مستعمل ہوتی ہے۔

(۱) جس چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرین اُسکے ساتھ حرف سے کہ اُردو مین از کا ترجمہ ہے ذکر کرین جیسے۔

صہبائی

آتش غم ایسی کچھ بھڑکی کہ یکدم مین ہو گیا	داغ دل سے آفتاب روز محشر آشکار

اس جگہ دل کے داغ کی سوزش مین مبالغہ منظور ہے یعنی داغ دل کا سوزش مین اس مرتبے کو پہونچا ہی کہ اُس سے آفتاب حاصل ہو گیا ہے۔

غلام محی الدین

چہرۂ انور سے تیرے ماہ کامل آشکار	اور گیسوے معنبر سے شب یلدا عیان

چہرے کو نورانیت مین کامل مانا ہی اور اس سے ماہ کامل حاصل ہوسکتا ہی ایسا ہی گیسو معنبر سے شبِ یلدا کو حاصل کیا ہے۔

داغ

گو فرق صبح و شام ہے ظلمت کو نور سے	دونون کا ہی ظہور ہمارے ظہور سے
ہو جائے رات دود دلِ ناصبور سے	دکھلائین روز حشر کو بین السطور سے
اپنے سیاہ نامے کی طولانیون مین ہم	

پہلے شعر کا مفاد یہ ہی کہ اپنے آپ کو نور و ظلمت مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اپنے سے نور و ظلمت کو حاصل کیا ہی اور تیسرے مصرع کا مفاد یہ ہی کہ اپنے دل ناصبور کے دود کو تاریکی مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے رات کو حاصل کیا ہی اور چوتھے مصرع کا حاصل یہ ہی کہ سیاہ نامہ ایسی طوالت کو پہونچا ہی کہ اُسکے بین السطور سے روزِ حشر حاصل ہوتا ہے۔

رمضان علی

اشک جاری رات دن ہی چشم گریان سے مری	اسقدر رویا کہ اشکون سے گُہر پیدا ہوا

اس جگہ اشکون سے گہر کو حاصل کیا ہی اور اس سے اشکون کی حالت مین مبالغہ منظور ہے۔

وزیر

اُسکی شمع رُخ سے ہی روشن چراغ آفتاب	ان دنون کچھ آسمان پر ہی دماغ آفتاب

معشوق کے رُخ کو نورانیت اور حُسن مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے آفتاب تحصیل روشنی کرتا ہے۔

دوست

روش گریہ مری چشم سے سیلاب نے لی	بیقراری دل بیتاب سے سیماب نے لی

نصرت

خورشید نے ضیا رُخ انور سے پائی ہے	بُو مشک نے یہ زُلف معنبر سے پائی ہے
رنگت عقیق نے لبِ احمر سے پائی ہے	موتی نے آب دانتون کے گوہر سے پائی ہے

یہ قسم ظاہر مین تشبیہ معلوم ہوتی ہی لیکن جو معنی مشابہت کے بطریق تجرید کے مستفاد ہون انھین اصطلاح مین تشبیہ نہین کہتے۔

(۲) جس شے سے کوئی اور شے حاصل کرین اُس شے کو حاصل شدہ شے کا ظرف مقرر کرین جیسے اِس شعر مین۔

حسرت

گر کہے کوئی بہشت مین کیونکہ یہ لوگ جائینگے	بیمار سے عاشقون کو تو گھر مین بلا کہ اُس طرح

مُراد یہ ہے کہ مخاطب یعنی معشوق کا مکان خود بہشت ہے لیکن معشوق کے گھر سے بہشت کو حاصل کیا ہے گویا بہشت اُس مین تیار و مُہیّا ہے -

نظیر اکبرآبادی

جو صحن باغ کا ہے وہ ایسا ہے دلکشا	آتی ہے جس مین گلشن فردوس کی ہوا

آزردہ

نہ دیکھا ہو جو کسی نے حباب مین دریا	وہ دیکھ لے مری چشم پُرآب مین دریا

مُراد یہ ہے کہ چشم پُرآب خود دریا ہے لیکن چشم پُرآب سے دریا کو حاصل کیا ہے گویا وہ اُس مین آمادہ رہتا ہے -

مومن

سُوزِ غضب سے ہے کرۂ نار سینے مین	اک مشت خاک ورنہ کہین ای فلک دریغ

اس جگہ سینے کی سوزش مین مبالغہ منظور ہے یعنی سینہ سوزش مین اس مرتبے کو پہونچا ہے کہ اس سے کرۂ نار حاصل ہو گیا ہے -

ناسخ

رندزیان سیکڑون بیہوش پڑے رہتے ہین	ہے مگر خانۂ خمار ترے کُوچے مین یا

باعتبار بیہوش کردینے کے معشوق کے کوچے کا مبالغہ مقصود ہے یعنی معشوق کا کوچہ بیہوش کردینے مین ایسا کامل ہے کہ گویا خانۂ خمار اُس مین آمادہ و موجود ہے -

محمد اشرف

آتش دل سے ہوا ہے یہ مجھے ڈر پیدا	اکہ مرے سینے مین ہو وے نہ سمندر پیدا

آتش دل کی وجہ سے سینے کی سوزش مین مبالغہ منظور ہے یعنی آتش دل سینے مین ایسی جڑ پکڑ گئی ہے کہ اُس مین سمندر کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے سمندر ایک جانور ہے کہ جسکی نسبت مشہور ہے کہ ایسی آگ مین جو عرصۂ دراز سے روشن ہو پیدا ہو جاتا ہے اور آگ مین رہتا ہے -

(۳) حرف نے کے ساتھ جو علامت فاعلیت ہے ایک شے سے دوسری شے اسی صفت کی حاصل کرتے ہین - جیسے

ظفر

تیرے دندان نے کیے گوہرِ غلطان پیدا	لب رنگین سے ہوے لعل بدخشان پیدا

اس جگہ دانتون کی صفائی اور آبداری مین مبالغہ منظور ہی یعنی دانت صفائی اور چمک مین اس درجے کو پہونچے ہین کہ اُن سے گوہر غلطان حاصل ہو گئے ہین اور دوسرا مصرع پہلی قسم کی مثال مین ہے۔

(۴) ایک شے ذی صفت سے دوسری شے ذی صفت حرف کو کے ساتھ جو مفعولیت کی علامت ہے حاصل کرین جیسے یہ شعر دبیر کا ہے

فردوس مین پہونچے جو نجف مین پہونچے	جنت کو دیکھا جو کربلا کو دیکھا

مُراد یہ ہی کہ کربلا خود جنت ہی لیکن کربلا سے جنت کو حاصل کیا ہی گویا جنت اُس مین تیار و مہیا ہے اور پہلا مصرع دوسری قسم کی مثال مین ہے۔

(۵) کسی حرف کا واسطہ نہو جیسے۔

امیر مینائی

یاد جو وقت مدینے کی فضا آتی ہے	سانس لیتا ہون تو جنت کی ہوا آتی ہے

فضاے مدینہ کو ایسا کامل قرار دیا ہے کہ اس سے ہواے جنت کو حاصل کیا ہے مطلب یہ ہی کہ فضاے مدینہ ایسی عمدہ ہی کہ جب وہ یاد آتی ہے تو سانس سے ہواے جنت کی کیفیت معلوم ہونے لگتی ہے۔

ولہ

جس مسافر کو مدینے کا دیار آئے نظر	جیتے جی روضۂ جنت کی بہار آئے نظر

ناسخ

وہ شوخ فتنۂ انگیز اپنی خاطر مین سمایا ہے	کہ اک گوشہ ہی صحراے قیامت جسکے دامان کا

معشوق کے دامن سے صحراے قیامت کو حاصل کیا ہے۔

ضو

جلوۂ طور دکھاتا ہی تمھارا عارض	سچ تو یہ ہی کہ ہے مرآت تجلے عارض

عارض کو تجلی مین ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے طور کا جلوہ حاصل کیا۔

رام پرشاد تجرید

آفتاب حشر بھی تو ہے جبین یار کا	روز رستاخیز ہے سایہ قدِ دلدار کا

ناسخ

دور سے دیکھی جھلک جو عارض پر نور کی | بام جاناں پر نظر آئی تجلی طور کی

معشوق کے عارض کو نورانیت مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے کوہ طور حاصل کیا ہی۔

داغ

عشق کے کوچے نے ہمکو وہ دکھایا ہی بہشت | حضرت آدم نے جو دیکھا نہ اپنی یاد مین

مراد یہ ہے کہ کوچۂ عشق خود بہشت ہے کوچۂ عشق کو ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے بہشت حاصل کی ہے۔

ظفر

نہ ہوتا گر یہ ترا خط سبز و خال سیاہ | گلستان طوطی کا ہوتا کہین نہ زاغ کا نام

معشوق کے خط کو سبزی مین اور خال کو سیاہی مین ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے طوطی اور زاغ کو حاصل کیا ہے۔

ولہ

کوچۂ یار مین تو بھرتا ہے جسدم دم سرد | اے ظفر آئے ہی اک باد کا جھونکا ٹھنڈا

عاشق نے اپنے دم سرد کو تاثیر سردی مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے ہوائے سرد کو حاصل کیا ہی

ولہ

جلا جی نہ دل مُفت لیکر کسی کا | کہا بھی تو مان اے ستمگر کسی کا

یعنی غرض یہ ہے کہ میرا جی نہ جلا حاصل یہ ہی کہ اپنے آپ کو ناحق جی جلنے کی صفت مین ایسا کامل قرار دیا کہ اپنے سے اور شخص حاصل کیا اور یہان واسطہ کسی حرف کا نہین نہ حرف سے کا نہ مین کا نہ نے کا نہ کو کا اسی طرح دوسرے مصرع مین لفظ کسی کا حال ہی کہ یہان بھی اپنی ذات کو معشوق کا ملتفت الیہ ہونے کی صفت مین ایسا کامل قرار دیا کہ اپنے سے اور شخص حاصل کیا اور یہان بھی کسی حرف کا واسطہ نہین اگر کہا جائے کہ یہ مثال التفات کے قبیل سے ہی یعنی تکلم سے غیب کی طرف رجوع کیا ہے پس اس صورت مین تجرید نہو سکے گی کیونکہ التفات مین پہلے طریق کے ساتھ جس معنی کی تعبیر کی جاتی ہی وہ وہی ہوتے ہین جن کی تعبیر دوسرے طور پر کی جاتی ہی اور تجرید مین جو لفظ اُس شے پر دلالت کرتا ہے جس سے کوئی شے حاصل کیجاتی ہی اُسکے معنی وہ نہین اعتبار کیے جاتے جو معنی اس لفظ کے اعتبار کیے جاتے ہین جو اُس شے پر دلالت کرتا ہی جو حاصل کیجاتی ہی کیونکہ مقصود یہ دکھانا ہوتا ہی

جو شے حاصل کی گئی ہے وہ اور ہے اور جس شے سے حاصل ہو وہ اور ہے تو ہم جواب دین گے کہ التفات تجرید کے منافی نہین ہے کیونکہ التفات مین ایک ہوتے سے مراد ہی کہ نفس الامر مین ایک ہون نہ یہ کہ نفس الامر اور اعتبار دونون مین ایک ہون اور تجرید مین علیحدہ علیحدہ ہونا اعتباری طور پر ہی نہ نفس الامر اور اعتبار دونون مین تاکہ التفات کے منافی ہو حاصل کلام یہ ہے کہ تجرید مین دونون کا علیحدہ علیحدہ ہونا ادعائی طور پر ہوتا ہے اور التفات مین دونون واقعی طور پر ایک ہوتے ہین اور جبکہ یہ بات ہے تو تجرید کا التفات کو جامع ہونا نامناسب نہین -

(۶) کوئی شے بطریق کنائے کے حاصل ہو جیسے اس شعر مین -

شباب

آئینہ دیکھتا ہی کیون ہر وقت اُنکے سامنے	وہ بھی کھو بیٹھے ہین دل کیا کوئی صورت دیکھکر

آئینہ دیکھکر کسی صورت پر دل کھو بیٹھنا ظاہر ہی کہ اپنے اوپر دل کھو بیٹھنا ہی کیونکہ آئینے مین اپنی صورت نظر آتی ہی پس معشوق سے ایک درصورت خوب ایسی حاصل کی کہ وہ اُسپر عاشق ہوا ہی -

جرأت

دیکھکر روتے مجھے پوچھے ہی وہ آپ ہی ہنسکر	تو نے دل جسکو دیا ہی وہ ستمگار ہے کیا

ظاہر ہی کہ جس ستمگر کو دل دیا ہی وہ خود سائل ہی مگر سائل نے ستمگاری مین اپنے آپکو ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے ایک معشوق ستمگار حاصل کیا -

وحید

ہمچشم تمھارا نہین دُنیا مین کوئی اور	باریک کمر تنگ دہن اور بڑی آنکھ

جو باریک کمر اور تنگ دہن اور بڑی آنکھ معشوق کے ہمچشم ہین یہ سب چیزین اُسی کی ہین مگر معشوق کو باریکی کمر اور تنگی دہن اور کلانی چشم مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے ان صفات کے ساتھ متصف ایک اور ذات حاصل کرکے اُسے معشوق کا ہمچشم قرار دیا ہی -

(۷) کوئی اپنے سے آپ باتین کرے مثلاً پہلے کسی ایسی شے کا عزم کرے کہ وہ ممکن الحصول ہو اور پھر اُسکو محال سمجھکر اپنے آپ کو کہے کہ تیری مجال کیا ہی کہ اُسکو حاصل کرے اسی قبیل سے ہی یہ بھی کہ شعرا مقطع مین اپنا تخلص ذکر کرکے اپنی ذات سے خطاب کرتے ہین جیسے اس مقطع مین -

غالب

لون وام بخت خفتہ سے اِک خواب خوش ولے	غالب یہ خوف ہی کہ کہان سے ادا کرون

انعام اللہ خان یقین

تو نہ تھا حیف یقین ورنہ دوانا ہوتا
آج اس طرح کا دیکھا ہی طرحدار کہ بس

مومن

ترکِ صنم بھی کم نہیں سوزِ جحیم سے
مومن غمِ مآل کا آغاز دیکھنا

حسرت

پھنسایا تو نے حسرت دل کو اس چاہِ زنخدان میں
مرا جی خوش ہوا ایسی ہی جا اسکو ڈوبنا تھا

سودا

کب سے ای سودا شراب اس بزم میں پیتے ہیں ہائے
تو نے ای کم ظرف کی پیلے ہی پیالے میں دھوم

صنعت مقابلہ اُس کو کہتے ہیں کہ دو یا زیادہ معانی متوافق لائے جائیں پھر بعد انکے اُسی قدر معانی ذکر کریں اور یہ تمام معانی پہلے معانی کی ضد ہوں اور بیان اُن کا علے الترتیب ہو یعنی اس طرح کہ جو معنے اول بیان کیے جائیں جو انکے مقابل کے معنی بھی اول لائے جائیں اور جو معنے دوسرے نمبر پر بیان ہوں اُنکے مقابل کے معنی بھی دوسرے نمبر پر مذکور ہوں اور جو معنی تیسرے نمبر پر ہوں اُنکے مقابل کے معنی بھی تیسرے نمبر پر واقع ہوں اور متوافق ہونے سے یہ مراد ہی کہ وہ باہم تقابل نہ رکھتے ہوں اور یہ شرط نہیں کہ باہم تماثل و تناسب ہوں پس پہلے جو دو یا زیادہ معانی ذکر کیے جائیں اُن میں سے ایک دوسرے کی ضد نہونا چاہیے اور یہ ضرور نہیں کہ باہم تماثل یا تناسب رکھتے ہوں بخلاف مراعات النظیر کے کہ اُسمیں معانی کا تناسب و تماثل ہونا شرط ہی پس صنعت مقابلہ میں اور مراعات النظیر میں یہی فرق ہی سکاکی نے اس صنعت کو ایک علیحدہ قسم قرار دیکر طباق سے علیحدہ بیان کیا ہی اور صاحب تلخیص نے اس کو طباق میں داخل کیا ہی کیونکہ اس میں بھی دو یا زائد معانی کو جو فی الجملہ یعنی بغیر تعیین اور تفصیل کے باہم تقابل رکھتے ہیں جمع کیا جاتا ہی اور یہی حال صنعت طباق کا ہی۔

دو دو کے مقابلے کی مثال۔

اسیر

رات گزری دن ہوا وہ ماہ پہلو سے گیا
دل جلانے کو فقط اب داغ پہلو رہ گیا

رات اور گذری دو لفظ ذکر کیے پھر دن اور ہوا دو لفظ اور بیان کیے رات کے مقابل دن اور گذری کے مقابل ہوا ہے۔

مر گئے ہم وہ روانہ ہو گئے
وزیر رات بھر جاگے تھے دن کو سو گئے

رات کے مقابل دن جاگنے کے مقابل سونا ہے۔

امیراللہ تسلیم

تھے اُس دم سے دانائے رازِ صمد | کہ صبح ازل تھی نہ شام ابد

صبح کے مقابل شام اور ازل کے مقابل ابد ہے۔

ناسخ

اے دل زار نذر کوہِ غم عشق سے تو | کہ اواخر ہی سُبک اور اوائل بھاری

اواخر کے مقابل اوائل ہے اور سُبک کے مقابل بھاری۔

قلق

کہ ارے او ستمگر او پُر فن ہٹ | او جفا دوست او وفا دشمن ہٹ

جفا کے مقابل وفا ہے اور دوست کے مقابل دشمن۔

اوج

جو نکا تو نہ ابتک اوج سوتے سوتے | دن ڈھلگیا اور رات ہونے آئی

اس شعر میں دن کے مقابل رات اور ڈھلنے کے مقابل ہونے آیا ہے۔

شمس الدین فیض

صبح ہوآئی ہے اور رات چلی جاتی ہے | تیری ابتک بھی وہی بات چلی جاتی ہے

سودا

چہرۂ مہروش ہے ایک سُنبل شک فام دو | حُسن بُتاں کے دور میں ہے سحر ایک شام دو

سحر کے مقابل شام ہے اور ایک کے مقابل دو ہے۔

دبیر

یہ مطلع اقبال ہے یہ مقطع ادبار | دن کو دو ہلال آج دکھائینگے یہ اکبار

مطلع کے مقابل مقطع ہے اور اقبال کے مقابل ادبار ہے۔

مومن

ہوا ان میں سیہ روز کہ وہ شمع رو ہٹ
شام کو آیا تھا سحر کو گیا

اول شام اور آیا کو ذکر کیا پھر شام کے مقابل سحر اور آیا کے مقابل گیا کو ذکر کیا۔

المؤلفہ

ہی کام بس اتناہی دلا ترک جہان مین | جب ہاتھ لیا کھینچ دیا پانون کو پھیلا

ہاتھ اور پانون مقابل ہین اور لینا اور دینا بھی مقابل ہین۔

ولہ

پھینک کے پگڑی جھاڑ کے داڑھی ہاتھ کو پھیلا پانون کو کھینچ | وجد مین آ گئے شیخ جی صاحب مطرب کی آہنگون سے

اور تین تین کا مقابلہ نظام کے اس شعر مین ہے۔

اُسکے احباب کی آبادی ہو گلشن گلشن | اُسکے بدخواہ کی ویرانی ہو صحرا صحرا

احباب کے مقابل بدخواہ آبادی کے مقابل ویرانی گلشن کے مقابل صحرا ہے۔

سودا

بس اب جہان مین کوئی ہو جو تجھسے بدخواہ | ہو زہر مرگ حلال اُسپہ شہد زیست حرام

زہر کے مقابل شہد ہے اور مرگ کے مقابل زیست اور حلال کے مقابل حرام۔

انیس

جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا | جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

آکے مقابل جاکے ہے اور جائے کے مقابل آئے ہے اور بڑھاپے کے مقابل جوانی ہے اور ظاہر ہے کہ تین تین کا مقابلہ ہے۔

اور مرزا غالب کا یہ شعر جس مین چار چار لفظ کا مقابلہ ہے تمام صنعت مقابلہ مین ہے۔

ہے ازل سے روائی آغاز | ہو ابد تک رسائی انجام

ازل اور ابد سے اور تک روائی اور رسائی آغاز اور انجام سب باہم مقابل ہین۔

صنعت محتمل الضدین اسکو صنعت توجیہ بھی کہتے ہین یعنی نظم یا نثر مشتمل بر مدح یا ذم وغیرہ کسی قسم کے کلام مین دو وجہ مختلف کا احتمال ہو سکتا ہو اور وہ دونون جہتین باہم تضاد کا علاقہ رکھتی ہون اور کسی کو ترجیح نہو اور برائی اور بھلائی اُن کی یعنی مناسبت اور نامناسبت مقام ہونا کسی قرینے سے معلوم ہو سکے اور بعض جگہ قرینہ بھی گم ہو جائے اور سامعین کو دو معنی بر سبیل اختلاف کے دریافت ہون مثال اس کی۔

آتش

جب سنبھالا اُس پری پیکر نے کچھ حسن و شباب | شیعہ سُنی ہو گئے ہندو مسلمان ہو گئے

دوسرے مصرع مین دو وجہین ہین ایک یہ کہ شیعہ نے مذہب اہل سنت کا اختیار کیا اور ہندوؤن نے اسلام قبول کر لیا دوسری یہ کہ اہل سنت نے مذہب تشیع اختیار کر لیا اور مسلمانون نے اسلام چھوڑ دیا ہندو ہو گئے۔

میر حسن

لکھا اُسکے نامہ یہ اک درجواب
کہ عاقل کو نکتہ لگے ہے کتاب

یعنی عاقل ایک نکتے کو کتاب کی برابر سمجھتا ہے اور اُس سے اتنا فائدہ اُٹھاتا ہی جتنا دوسرے کتاب سے اُٹھاتے ہین اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہین کہ عاقل کے نزدیک کتاب ایک نکتے کی برابر وقعت رکھتی ہے وہ کتاب کو نکتے کی برابر سمجھتا ہے۔

جرأت

مانوس یان طبع جس سے ہو یارب حبیب کی
ہو جائے کاش شکل مری اُس رقیب کی

یعنی یار جس رقیب سے اُنس رکھتا ہے مین اُسکی شکل پر ہو جاؤن تاکہ یار مجھسے محبت کا برتاؤ کرنے لگے اور دوسرے معنی یہ ہین کہ وہ رقیب میری شکل پر ہو جائے تاکہ یار اُس سے نفرت کرنے لگے۔

غالب

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

ایک معنی یہ ہین کہ دشت اس قدر ویران ہی کہ اسکو دیکھکر خوف معلوم ہوتا ہی اور گھر یاد آتا ہی اور دوسرے معنی یہ ہین کہ ہم تو اپنے گھر ہی کو سمجھتے تھے کہ ایسی ویرانی کہین نہو گی مگر دشت بھی اس قدر ویران ہے کہ اسکو دیکھکر گھر کی ویرانی یاد آتی ہی پہلی صورت مین گھر کی آبادی ثابت ہوتی ہی اور دوسری صورت مین ویرانی۔

منیر

سر اُڑانے کے جو وعدے کو مکرر چاہا
ہنسکے بولے کہ ترے سر کی قسم ہے مجھکو

اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ تیرے سر کی قسم ہی ہم ضرور سر اُڑا دینگے اور دوسرے یہ کہ ہمکو تیرے سر کی قسم ہے یعنی کبھی ہم تیرا سر نہ اُڑا دینگے جیسے کہتے ہین کہ آپکو ہمارے ہان کھانے کی قسم ہے۔

حالی

آگے بن جاتا تھا یان نقصان انسان کا کمال
تیرے پر چھاوین سے موتی بن گجاتے تھے سفال

امیر

فقیر دلی گلی کا ہون مین عجب کیا ہے
جو تاج شاہ ہو کاسہ مری گدائی کا

صنعت ہجو ملیح یہ بھی صنعت محتمل الضدین کے قبیل سے ہی مگر ہر کلام محتمل الضدین ہجو ملیح نہیں ہو سکتا اسلیے کہ محتمل الضدین عام ہی خواہ مدح و ہجو پیدا ہوتی ہو یا اور کبھی مضمون جو باہم تضاد رکھتے ہون اور ہجو ملیح مین ہجو کا ہونا ضرور ہی جیسے اس بند مین میر کے مخمس کے جو ہجو مین ہے۔

یک بیک گر کسی کی موت آئی ۔ اسکے مُردے کی پھر ہے رُسوائی
کیونکہ پہونچی ہے جن کو آمرائی ۔ سب وہ اولاد حاتم طائی
کون دیکر کفن اُٹھاوے لاش

اولاد حاتم طائی مراد بخل و فقر سے ہی پس یہ ہجو ملیح ہے۔

ولہ

ایک صف خاک دھول اُڑاتی ہے ۔ سنگ و خشت ایک صف چلاتی ہے
لُو ہے پتھر کی اُس کی چھاتی ہے ۔ اِک قیامت جلو مین آتی ہے

جعفر علی فصیح

مجھ مین اک عیب بڑا ہے کہ وفادار بھی ہون ۔ تم مین دو وصف ہین بدخو بھی ہو مغرور بھی ہو

سودا

وارد احمد نگر ایک ہین مرد عزیز ۔ فہم مین سر تا قدم اور سراپا تمیز
شعر پہ ہر ایک کے کرتے ہین وہ اعتراض ۔ جامی کے دیوان کے خوب جانتے ہین اپنی بیاض

ہجو ملیح کی سب سے بہتر مثال منیر کا یہ شعر ہے۔

عدالت ان دنون ایسی بڑھائی ہی زمانے نے ۔ کہ شمشیر و گلو پیتے ہین ایک ہی گھاٹ پر پانی

صنعت تدارک واستدراک۔ اسکی تعریف خیر البلاغت مین یون کی ہے کہ شاعر مدح اس طرح کرے کہ گمان ہو کہ مذمت کرتا ہی پھر جان لین کہ مدح کرتا ہے جیسے ذوق کے شعر مین ہے۔

اگر ہے سہو کو کچھ دخل حافظے مین تو یہ ۔ نہ اپنا یاد ہے احسان نہ اور سکی تقصیر

دبیر

بے مہری افلاک سے گو خاک بسر ہون ۔ ہان عیب بڑا یہ ہی کہ مین اہل ہنر ہون

المعجم مین یون لکھا ہی کہ کسی مطلب کو نفی مطلق یا اثبات صریح کے ساتھ مخصوص کرین پھر ایک خاص وجہ کے ساتھ اُس کا تدارک کرین اور ایسی شرط درمیان مین لاوین کہ وہ وصف اُس شرط

کے ساتھ متبدل ہو سکے جیسے۔

قدیر

نہین ہی ُانکی سزا کا کسی طرح مقدور	دے اگر ہون مددگار بندگان حضور

ایضاً

مین کہان جلوہ گہ کوچہ دلدار کہان	ہان اگر لطف سے وہ اپنے بلالیوے وہان

ظفر

آپ غصّے ہون تو غصہ مرے سر آنکھون پر	بہ شرطیکہ نہو اور کسی کے باعث

ولہ

سیکڑون ہین جگر افگار ہزارون دلریش - تیرے ہاتھون لیکن
پاس تیرے کوئی خنجر کوئی تلوار نہین - ہان مگر ناز و ادا ؎

اسی کے قریب ہے یہ بات بھی کہ شاعر اپنی مدح کے بعد حرف استثنا لائے جس کو سنکر آدمی سمجھین کہ بعد اسکے مذمت کرے گا اور اسکے بعد دوسری صفت مدح کی بیان کرے جیسے۔

میر

سب چاہتے ہین مرشد مرا یون تو جگر کو	شاید یہی اک عیب ہے مانع کہ ہنر ہے

غالب

اگرچہ از روے ننگ بے ہنری ؎	ہون خود اپنی نظر مین اتنا خوار
کہ اگر اپنے کو کہون خاکی ؎	جانتا ہون کہ آئے خاک کو عار
شاد ہون لیکن اپنے جی مین کہ ہون	بادشہ کا غلام کارگذار

صنعت قبیح و ملیح یہ بھی صنعت محتمل الضدین کے قبیل سے ہی وہ یہ ہی کہ ایک کلام متضمن ہزل کا ہو دوسرا کلام ایسا مذکور ہو کہ وہ ہزل کے شبہہ کو دور کرے اکثر یہ بات اشعار مین پائی جاتی ہے جیسے۔

مطلب

مارتا ہون تمھاری مین ہر بار	آشناؤن مین سب جدائی یار
تمکو لازم ہے پکڑلوگے میرا	ہاتھ مین ہاتھ با محبت و پیار

مجھے پیاری لگی تمہاری رات		چال دیکھی اے سرو خوش رفتار
خوب کروایا ابتو مست کروا		مجھکو رسوا بکوچہ و بازار
حکم ہووے توآج مارون مین		کھینچ کر پیٹ مین عدو کے کٹار
گرچہ مطلب کا خوش لگے تم کو		لو پڑھو ریختہ سجن للکار

صنعت تجاہل عارف اور سکاکی نے مفتاح العلوم مین اسکانام سوق المعلوم مساق غیرہ یعنی روان کرنا معلوم کا بجائے روان کرنے غیر معلوم کے رکھا ہے۔ اور تجاہل العارف کہنا مناسب نہ سمجھا ہے اس سبب سے کہ اس طرح کا کلام قرآن شریف مین بھی واقع ہے پس تجاہل سے نام زد کرنا اچھا نہین کتاب صناعتین مین مزج الشک بالیقین اس کا جونام رکھا ہے شاید وہ بھی اسی بنا پر ہو اور یہ صنعت اس طرح سے ہے کہ کسی چیز کی نسبت باوجود علم کے اپنی بے خبری ظاہر کی جائے بہر صورت جاننے والے کے تجاہل سے کوئی فائدہ اور نکتہ منظور ہوتا ہے اور یہ دو قسم ہے ایک حرف تردید کے ساتھ۔ دوسرے یہ کہ بے حرف تردید کے ہو۔ مثال حرف تردید کے ساتھ تجاہل العارف کی۔

مظفر الدولہ صاحب تخلص

ہے زلف حلقہ زن خط دلبر کے آس پاس	یا اژدہا ہے فوج سکندر کے آس پاس

ہر چند یہ شخص خوب جانتا ہے کہ خط دلبر کے آس پاس زلف حلقہ زن ہے مگر اپنے آپکو انجان قرار دیا ہے اور فائدہ یہان زلف کے خط دلبر کو احاطہ کرنے مین مبالغہ ہے۔

فرد

پازیب نرگسی ہے ترے یار پانون مین	یا ہے ہجوم چشم طلبگار پانون مین

مقصود اس تجاہل سے پازیب کی مدح مین مبالغہ ہے۔

ناسخ

ہے ستارہ وہ ذنب یا رخ ہے زلف یار مین	خال ہے خورشید مین یا تل ہے یہ رخسار مین

یہان تجاہل سے غرض رخ اور خال کی تعریف مین مبالغہ ہے۔

ابر و

اس زلف سیہ کا ہے یہ نقشا رخ کے آگے	یا کھیل رہا ہے کوئی کالا مرے آگے

تجاہل سے زلف کی سیاہی مین مبالغہ ہے۔

وقار

مُو شگافی تو بہت کی نہوا پر معلوم | گیسوؤن مین ہے کمر یا ہین کمر پر گیسو

یہان تجاہل تحیر و تعجب کا فائدہ دیتا ہے۔

دبیر

چمکا وہ ہلال ابروے یوسف کا کنوئین سے | یا برق جدا ہوگئی بادل کے دھوئین سے

نعیم

یہان گلاب ہی یا عطر یا کہ نافہ مشک | عجب ہی لطف کی بو ہی ترے پسینے مین

المولفہ

عارض پہ ترے زلف ہی یا سنبل تر ہے | یا ابر سیہ مہ کے اِدھر اور اُدھر ہے

ولہ

معلوم نہین بجلی تھی یا تھا دلِ بیتاب | بالے مین لٹکتا ہوا کچھ اُسکے گہر تھا

مثال بغیر حرف تردید کے تجاہل العارف کی ہے۔

جرأت

صنم کہتے ہین تیری بھی کمر ہے | کہان ہے کس طرف ہی اور کدھر ہے

یہان تجاہل سے کمر کے باریک ہونے مین مُبالغہ منظور ہے۔

شاہ تجلی

دامن کا عکس کسکے پڑا ہی کہ آج تک | پھیلا رہا ہی سرو لب جوئبار ہاتھ

ہر چند شاعر یقینی طور پر جانتا ہی کہ سرو لب جوئبار معشوق کے دامن کا عکس دیکھ کر تمناے ہم آغوشی مین ہاتھ پھیلا رہا ہی مگر انجان بنکر پوچھتا ہی اور یہان تجاہل نکتہ تحیر کیلیے ہی۔

ثابت

ٹوٹتے ہین شب وصل دست شوق انگین | یہ گول گول ہی کیا سخت تیرے سینے مین

یہان بھی وہی نکتہ منظور ہی۔

غالب

نصرة الملک بہادر مجھے بتلا کہ مجھے | تجھ سے جو اتنی ارادت ہی تو کس بات سے ہے

یہان تجاہل مخاطب کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور اپنی غایت عقیدت کو جتلانے کے لیے ہے۔

جلال الدین عاشق

یہ کس کی نوک مژگان ہے پڑا ناسور سینے میں
کہ بند ہنے کا بھی نپایا زخم کا انگور سینے میں

نصیر احمد خان سحاب

سودا ہے کسکی زُلف پریشان کا اے سحاب
پھرتے ہو ساری رات جو آشفتہ حال ہے

مومن

تارے آنکھیں جھپک رہے تھے
تھا بام پہ کون جلوہ گر رات

نواب یوسف علیخان ناظم

نہیں محرم ہوں میں محرم کے اندر
چمکتے کیا ہیں دو شمس و قمر سے

صنعت لف ونشر لف سے یہ مُراد ہے کہ چند چیز کا ذکر کیا جائے اور نشر کا یہ مطلب ہے کہ اُن چیزون کے مناسبات کو بغیر تعیین کے بیان کریں بغیر تعیین کی قید اس لیے ہے کہ تعیین کی قید تقسیم میں ہوتی ہے اور یہ صنعت تین قسم پر ہے۔

ایک **لف ونشر مرتب** اس مین تفصیل ترتیب کے ساتھ ہوتی ہے اس لف ونشر کی دو دو تین تین الف اول ایک لف اور اُسکے بعد ایک نشر بیان کرین مثلاً۔

میر محمدی بیدار

سرو و گل پر نظر قمری و بلبل نہ پڑے
آوے گر باغ مین وہ سرو گلستان میرا

سرو گل دو چیزون کا ذکر کیا اور پھر علے الترتیب سرو کی رعایت سے قمری و گل کی مناسبت سے بلبل کو بیان کیا

ولہ

تیرے رُخسار و قد و چشم کے ہیں عاشق زار
گل جدا سرو جدا نرگس بیمار جُدا

رُخسار کے مناسب گل ہے اور قد کے مناسب سرو اور چشم کے مناسب نرگس۔

میر

شرکت شیخ و برہمن سے میر
کعبہ و دیر سے بھی جایئے گا

شیخ کے مناسب کعبہ ہے اور برہمن کے مناسب دیر ہے

محشر

سحر گھر سے وہ رشک ماہ و شمع و گلستان نکلا
ہنسا کبک اور جلا پروانہ بلبل سے فغان نکلا

ماہ کے مناسب کبک اور شمع کے مناسب پروانہ اور گلستان کے مناسب بلبل ہے۔

نظیر

دیکھو آئے رنگ بہار و سرو و گل اور جوئبار	اِک اُڑا اِک گِر گیا اِک جل گیا اِک گیا

شاداب

الف و مُصحف و آئینہ و نون حلقہ لام	بینی و عارض و پیشانی و ابرو گیسو

غالب

آتش و آب و باد و خاک نے لی	وضع سوز و نم و رم آرام

منیر

آئینے میں کان میں گلشن میں دل میں آنکھ میں	عکس ہے آواز ہے نکہت ہے اندیشہ ہے خواب

نواب جہانگیر محمد خان والی بھوپال دولہ تخلص

گمان ہے خال و دُرِ گوش و پیشانی و عارض پر	سہا کا مشتری کا مہر کا ماہِ درخشان کا

(ب) ایک لف و نشر بیان کریں پھر اُسی لف و نشر کو لف قرار دیکر اُسکا نشر مذکور کریں اسی طرح دو تین یا زیادہ جہانتک ہو سکے جیسے۔

امانت

چشم و گوش یار سے دُنیا میں تا دعوے نہ ہو	نرگس و گل کو خدا نے کور و کر پیدا کیا

اول چشم و گوش کو ذکر کیا پھر چشم کی مناسبت سے نرگس کو اور گوش کی رعایت سے گل کو مذکور کیا پھر چشم و نرگس کے سبب سے کور کو اور گوش و گل کی وجہ سے کر کو بیان کیا۔

ناسخ

عیاں ہی مہر و مہ کا فرق تجھ میں اور یوسف میں	بھلا سونے کے آگے خاک ہو توقیر چاندی کی

اول مہر و مہ کو ذکر کیا پھر مہر کی مناسبت سے معشوق کو اور ماہ کی مناسبت سے یوسف کو ذکر کیا پھر مہر اور معشوق کی رعایت سے سونے کو اور ماہ و یوسف کی رعایت سے چاندی کو بیان کیا۔

ظفر

نماز فجر و مغرب ہے یہ عاشق کی کہ اُٹھ اُٹھ کے	بلائیں اُس رُخ و گیسو کی صبح و شام لیتا ہے

اول فجر و مغرب کو ذکر کیا پھر فجر کی مناسبت سے رُخ کو اور مغرب کی مناسبت سے گیسو کو بیان کیا پھر فجر و رُخ کے سبب سے صبح کو اور مغرب و گیسو کی وجہ سے شام کو لایا۔

پیرہن رات یا کہ ہندو ترک نیاز کہ ہمدوش ہین زلف و رخسار کے

اول رات کو ذکر کیا پھر رات کی رعایت سے ہندو کا ذکر کیا اور دن کی رعایت سے ترک کا پھر رات اور ہندو کی مناسبت سے زلف کو ذکر کیا اور دن اور ترک کی مناسبت سے رخسار کو۔

بیدار

سرو و گل تیرے قد و عارض رنگین کے حضور | نظر قمری و بلبل سے گلستان مین گرا

دوسرا لف و نشر غیر مرتب۔ اس مین مناسبات ہر ایک چیز کی بلا ترتیب درہم و برہم مذکور ہوتی ہین مثال اسکی۔

نیاز

نہ تو کچھ بولو نہ دیکھو نہ سنو مثل نیاز | دیدہ و گوش و زبان یار دیہی سب لائے

بولنے کی مناسبت سے زبان کا ذکر اور دیکھنے کی رعایت سے دیدہ کا اور سننے کی مناسبت سے گوش کا ذکر کیا مگر بے ترتیب ہے۔

نظیر

رخ و جبین و مژہ تیر و چشم و ابرو کو | سنان و بدر و مہ و نرگس و ہلال لکھا
ترنج و دام و لب و دندان کو روے خکرت سے | عقیق و سیم و در و سنگ کی مثال لکھا
ذقن کو چاہ زنخدان کو گوش و گردن کو | صراحی سیب و گل و چشمۂ زلال لکھا

انیس

چھپتی تھین بھاگی جاتی تھین گرتے تھے خاک پر | قبضون سے تیغین جسم سے روحین تنون سے سر

چھپتی تھین کے مناسب جسم سے روحین ہی اور بھاگتی تھین کے مناسب قبضون سے تیغین ہے اور گرتے تھے خاک پر کے مناسب تنون سے سر ہے۔

تیسرا لف و نشر معکوس الترتیب اس مین ہر ایک چیز کی مناسبات کی ترتیب الٹی ہوتی ہے مثال اسکی یہ قول انیس کا ہے۔

مصرع

واللیل و والضحیٰ رخ روشن خط سیاہ

اول واللیل کو ذکر کیا پھر والضحیٰ کو اور یہ لف ہی بعد اسکے رخ روشن اور خط سیاہ کو ذکر کیا یہ نشر ہے واللیل کو خط سیاہ سے مناسبت ہی اور والضحیٰ کو رخ روشن سے۔

مرزا محمد دہلوی

کبھی جو زلف اُٹھاوے تو مُنھ نظر آوے	اسی اُمید پہ گذری ہے صبح و شام ہمین

اول زلف کا ذکر ہوا اور پھر مُنھ کا اور دوسرے مصرع مین اول صبح کا پھر شام کا زلف کو شام سے اور چہرے کو صبح سے مناسبت ظاہر ہے۔

حسرت

باغ مین جاکر تو نے ظالم حُسن سے قد و عارض کے	گل اور بلبل سرو اور قمری کا کام تمام کیا

اول قد اور عارض کو بیان کیا پھر قد کی مناسبت سے سرو و قمری کو ذکر کیا اور عارض کی رعایت سے گل و بُلبل کو لایا۔

صنعت جمع یعنی کئی چیزون کو ایک حکم مین جمع کرنا جیسے۔

شاہ گھسیٹا عشق

تری چین ابرو مرا غنچۂ دل	یہ عقدے ہین وہ جنکو کھلتے نہ دیکھا

چین ابرو اور غنچۂ دل کو نہ کھلنے کے حکم مین جمع کیا ہے۔

شیخ کلیم اللہ کلیم

درازی شب ہجران و زلف یار کلیم	مجھی سے پوچھ کہ کاٹی ہے رات آنکھوں مین

شب ہجران اور زلف یار کو درازی کے حکم مین جمع کیا ہے۔

غالب

بوئے گل نالۂ دل دود چراغ محفل	جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

تینون چیزون کو پریشانی کے ساتھ نکلنے مین جمع کیا ہے۔

شاد

ایک ملک کے ٹھکانے ہین یہ دونون واعظ	مشرب شاد مین کچھ دیر و حرم غیر نہین

منظفر خان گرم شاگرد ذوق

واعظ کا روزہ اور مرا ہجر ایک ہے	ہم دونون پوچھتے ہین کہ دن کسقدر رہا

آتش

عشوہ و غمزہ و ادا ہے ناز و انداز	واسطے تیرے گنہگارون کے جلاد ہین سب

اوج

روے گُل رنگ خزان جوشِ جنون فصلِ بہار | چار دن کے لیے اس باغ مین کیا کیا دیکھا

احمد حسین خان جوش

سُنبل و گُل دلِ عشاق و نسیم و بُلبل | ہو گئے زلف تری دیکھ پریشان پانچون

حسرت

حُسن مین لیلی و عذرا و ایاز و شیرین ہے | دسن و یوسف و وہ جان جہان ساتون ایک
عشق مین وامق و محمود و زلیخا و رنل ہے | قیس و فرہاد ہین خاک نشان ساتون ایک

بسمل

عشوہ کرشمہ شوخی و غمزہ ادا و ناز | قاتل یہ ایک ایک ہے قاتل برا دل

جوہر

سہ نوا بروے پُر خم نگہ برگشتہ | ہمنے ٹیڑھا جسے دیکھا اُسے خنجر جانا

سودا

دشمن و دوست بد و نیک زمانے کے بیچ | حکم رکھتے ہین ترے پیش کرم چار دن ایک
خلق سمجھے ہے کہ ہین نزد تری بخشش کے | اشرفی روپیہ اور دام و درم چار دن ایک

مولف

رہنے کے کچھ بیان کے خوشی ہے نہ دان کا غم | وحشت زدون کو بستی و ویرانہ ایک ہے
جب سے اُٹھا دیا ہے دوئی کو نگاہ سے | نزدیک اپنے کعبہ و بتخانہ ایک ہے
جلوہ نظر پڑے ہے اُسی کا ہر ایک جا | اپنی نظر مین مسجد و میخانہ ایک ہے

صنعت تفریق یعنی ایک نوع کی دو چیزون مین فرق ظاہر کرین جیسے اس شعر مین۔

جعفر علیخان زکی

عشق مین نسبت نہین بُلبل کو پروانے کیساتھ | وصل مین وہ جان دے یہ ہجر مین جیتی رہے

بُلبل اور پروانہ نوع عشق مین شریک ہین اُن مین فرق بیان کیا کہ پروانہ وصل مین جان دیتاہے اور یہ ہجر مین بھی جیتی رہتی ہے۔

ظفر

تو بہائے اشک خون اور یانی وہ برسائے فقط | رونے مین کب بر و چشم پُر غم ایک ہی طور کے ہین

مرزا احمد علی کوکب

آدمی کا ہے لکھا وہ خطِ تقدیر ہے یہ | خطِ گلزار جدا ہے خطِ رخسار جدا

شمیم

سیاہ داغ وہاں یاں تر داغ چیچک تک | فروغ پائے گا کیا روبرو عذار کے چاند

سحر

تری آنکھوں کی شوخی ہو کماں چشم غزالان میں | زمین و آسمان کا فرق ہے انسان و حیوان میں

نبی بخش حقیر

مجھ میں اور قیس میں ہے فرق یہ حقیر | وہ مقید ہے اور میں وارستہ

میر

تجھکو مسجد ہے مجھکو میخانہ | واعظا اپنی اپنی قسمت ہے

احسن علی

اشک گلگون کو نہیں لعل و گہر سے پیوند | یہ رکھے سنگ سے نسبت وہ جگر سے پیوند

خواجہ وزیر

رگ گل سے کمر ہے کچھ نازک | فرق دونوں میں اک سر مو ہے

غالب

مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہیں غالب | فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

ناسخ

سر عشاق یہاں بکتے ہیں معشوق وہاں | کوے قاتل ہی جدا مصر کا بازار جدا

حکیم مرزا آغا حسن زلل

قیس میں ہم میں فرق اتنا ہے | پیشوا وہ تھا رہنما ہیں ہم

آصف

عاشق و معشوق کی دلگی لگی میں ہے یہ فرق | شمع گھلتے ہی گھلی پروانہ جل میں خاک تھا

آتش

کوچۂ محبوب میں میں خانہ کعبہ میں شیخ | بتکدے میں برہمن آتش کدے میں گبر ہے

عاشق اور شیخ اور برہمن اور گبر عشق اور پرستش میں مشابہ ایک دوسرے کے ہیں لیکن ان میں باعتبار اسکے کہ ہر ایک کا منظور نظر علیحدہ ہے فرق ظاہر کر دیا۔

میں صبح کر کے اٹھونگا محفل سے شمع رو | **ایما** | پروانہ میں نہیں ہوں کہ آتے ہی جل گیا

نظیر

مری اس چشم تر سے ابر باراں کو ہی کیا نسبت
کہ وہ دریا کا پانی اور یہ خون دل ہی برساتی

حسرت

حریف احمق کا کمان اور تری بات کہاں
آب زمزم ہے ترا شعر وہ ہی نار جحیم

سودا

ای ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے
ٹپکا تری آنکھوں سے کبھی لخت جگر بھی

آنکھ اور ابر پانی کے گرانے میں مشابہ ایک دوسرے کے ہیں مگر ان میں باعتبار لخت جگر ٹپکنے کے فرق کیا

قلق

مثال اس شوخ کی آنکھوں سے اندھا ہی کوئی دیگا
یہ جیون یہ شرارت یہ نگہ ہی چشم آہو میں

ولہ

ابروے جاناں میں اور کعبے میں ظاہر ہی یہ فرق
یہ خدا کی ہے بنا بندے کی وہ تعمیر ہے

صنعت تقسیم یعنی چند چیزوں کا ذکر کرنا اس طرح پر کہ ہر ایک کو انکے منسوبات پر بقید تعیین کے تقسیم کرنا اس میں اور لف و نشر میں یہی فرق ہی کہ لف و نشر میں تعیین متکلم کی طرف سے نہیں ہوتی مخاطب اپنے ذہن سے ہر چیز کے مناسب کو اس سے متعلق کر لیتا ہی اور تقسیم میں خود متکلم مناسبات بتا دیتا ہے جیسے اس بیت میں۔

ذوق

تیرا ہاتھی ہے فلک کا ہاکستاں ہے خرطوم
ذنب و راس وہ جس سے ہوں سیہ بخت عدو
کان دونوں مہ و خورد م ہی ذنب سر ہی راس
ماہ و خور وہ کہ ہوا خواہ ہوں روشن انفاس

اول مہ و خور اور ذنب و راس کا ذکر کیا پھر ذنب و راس کی طرف اعدا کا سیہ بخت ہونا بطور تعیین کے منسوب کیا اور ماہ و خور کی طرف خیر خواہوں کا روشن انفاس ہونا بطور تعیین کے منسوب کیا۔

ولہ

بوٹی اکسیر کی اور پارس اگر ہاتھ آوے
بلبے ہمت ترے نزدیک یہ پتھر وہ گھاس

یہاں کوئی یہ خیال کرے کہ تعیین نہیں کیونکہ یہ اور وہ دونوں اسم اشارہ متساوی نہیں ہیں بلکہ یہ اشارہ قریب کے لیے ہی اور وہ اشارہ بعید کے لیے پس یہ کا مشار الیہ پارس ہی جو اس سے قریب ہی اور وہ کا اکسیر کی بوٹی جو ذکر میں بعید ہے۔

حالی

نفس امّارہ اور دیو مرید ہے
یہ ہے افعی تو وہ ہے کلب عقور

شوریدہ

سینے کے داغ سوزاں آنکھوں کے اشک خونیں
اس نخل عاشقی کے وہ گل ہیں یہ ثمر ہیں

صہبائی

زلف اُس مہوش کے رخ پر اک دخان ہے گ ہے
اور رخ اُس مہروش کا شعلہ زیر دخان ہے
ہائے یوں ہو اُس دخان سے تیرہ اپنا روز عیش
اور اُس شعلے سے یوں روشن ہو شام دشمنان

مقصود بالتمثیل اس قطعہ میں مذکور ہونا دخان اور شعلے کا اور پھر مذکور ہونا تیرہ ہونے روز عیش کا دخان سے اور روشن ہونا شام دشمنان کا شعلے سے ہی۔

دریاے لطافت

وہی دیوے گا مجھے صبر و سکون جس نے دیا
رخ زیبا تجھے اور دیدہ گریان مجھکو ہے

مورد قسمت رخ زیبا اور دیدہ گریان ہی۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا
غم ہمکو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

یہ بھی اسی قبیل سے ہی کہ ایک ایسی شے کو جو اجزا رکھتی ہو ذکر کرنا اور پھر ہر ایک جز کو اس کے منسوبات پر تقسیم کرنا جیسے۔

اکبر

چلا آتا ہے تنہا کیا سجیلا میرا قاتل ہے
دہن پان خوردہ آنکھیں سُرمگین رخسار پر تل ہے

سجیلے قاتل کو ذکر کرکے اُسکے ہر ایک جز کے ساتھ ایک چیز کو منسوب کیا ہی چنانچہ پان خوردہ ہونا دہن کے ساتھ منسوب کیا ہو اور سُرمگین ہونا آنکھوں کے ساتھ اور رخسار پر تل کا ہونا بیان کیا ہی۔

حسینی

جب لکھی حق نے تری تصویر اپنے ہاتھ سے
ہاتھ ملتی رہگئی تقدیر اپنے ہاتھ سے
والضحیٰ رخ کو لکھا والقمر پیشانی لکھی
زلف کو واللیل کی تفسیر اپنے ہاتھ سے
دانت کو گوہر لکھا لب کو لکھا انجبات
چشم کو کوثر کیا تحریر اپنے ہاتھ سے

معشوق کی تصویر کا لکھنا ذکر کرکے اُسکے ہر ایک جز کے ساتھ ایک ایک چیز کو منسوب کیا ہی۔

تقسیم کی دو قسمین اور ہین۔

ایک یہ کہ کسی شے کے احوال بیان کرین اور ہر حال کی طرف ایک ایسی چیز جو اُس حال کے مناسب ہو مضاف کرین جیسے کریم خان مشتاق کے اس شعر مین۔

ولہ

کہان اتنی بلاؤن سے بچا سکتا ہی کوئی دل
قیامت قد غضب آنکھین نگہ جادو بلا کاکل

قد اور آنکھین اور نگہ اور کاکل معشوق کے حالات ہین ان مین سے ہر ایک حال کی طرف اُسکے مناسب ایک چیز کو منسوب کیا ہی چنانچہ قد کی طرف قیامت کو منسوب کیا ہی اور آنکھون کی طرف غضب کو نسبت کیا ہی اور نگہ کی طرف جادو کو اور کاکل کی طرف بلا کو منسوب کیا ہی۔

مہر

غضب کا سامنا ہی آج ہمکو وہ نکھرتے ہین
دھڑی جمتی ہی مہندی ملتے ہین گیسو سنورتے ہین

معشوق کے نکھرنے کے احوال بیان کیے ہین دھڑی جمانا مہندی ملنا گیسو سنوارنا یہ سب اُس کے حالات ہین پھر ہر ایک حال کی طرف ایک چیز کی نسبت کی ہی چنانچہ دھڑی کی طرف جمنا منسوب کیا ہے اور مہندی کی طرف ملنا اور گیسو کی طرف سنورنا۔

نظیر

نظیر حضرت دل کا نہ کچھ کھلا احوال
خدا ہی جانے یہ ندرت مآب ہی کیا چیز
جو سخت ہووے تو ایسا کہ کوہ آہن کا
جو نرم ہووے تو برگ گلاب ہی کیا چیز

دل کے احوال بیان کیے ہین سختی کو اُسکی کوہ آہن سے نسبت دی ہی اور نرمی کو برگ گلاب سے۔

ذوق

ترا آوازۂ دولت ہے مقام اُمید
ترا ایوان عدالت ہے محل عبرت

بیان

قفس مین ہون رہائی کے لیے کیا کیا نہین کرتا
تڑپتا ہون پھڑکتا ہون کوئی پروا نہین کرتا

ناصر

ایک سے ایک زیادہ ہی جفا کاری مین
کج ادا یار کی چتون ہی تو خود سر پلکین

حجاب

عجب جوڑے کی بندش ہی قیامت قد بالا ہی
ستم چتون پری مکھڑا بدن سانچے مین ڈھالا ہی

مولوی غضنفر علی ضیغم

ہوا ہی زرد چہرہ خشک لب ہین اشک جاری ہین	ترے ہاتھون یہ صورت بیدل اندوہگین دیکھی

دوسری قسم یہ ہی کہ ایک شئے کو ذکر کرین پھر اُسکی قسمین ایک جگہ بیان کرین جیسے۔

انشا

شادی کے شادیانے ترے در پہ بجتے ہین	قرنا و طبل و بوق و دہل جھانجھ زیر و بم

پہلے مصرع مین شادیانے کا ذکر کیا دوسرے مصرع مین اُسکے اقسام بیان کیے۔

احسان رامپوری

تمھین چاہا ہی بیشک ہون اسی تعزیر کے قابل	جگر ہے تیر کے قابل گلا شمشیر کے قابل

تعزیر کی قسمین مصرع ثانی مین مذکور ہین۔

حالی

رہا کوئی اُمت کا ملجا نہ ماوا	نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ ملا
رہا کوئی ساماں نہ مجلس مین باقی	صراحی نہ طنبور مطرب نہ ساقی

پہلے شعر کے مصرع دوم مین ملجا و ماوا کی قسمین بیان ہین اور دوسرے شعر کے دوسرے مصرع مین سامان مجلس کی قسمین مذکور ہین۔

داغ

مجھ سا نہ دے زمانے کو پروردگار دل	آشفتہ دل فریفتہ دل بیقرار دل

دوسرے مصرع مین دل کی قسمین مذکور ہین۔

ولہ

پھر دین عجب ادائین اُس شوخ سیم تن مین	ایک ٹیڑھ سادگی مین ایک سیدھ بانکپن مین

دوسرے مصرع مین ادا کی قسمین بیان ہوئی ہین۔

انیس

کٹ کٹکے ذوالفقار سے گرتے تھے خاک پر	پہونچون کے ہاتھ شانون کے بازوتون سے سر

قبضے سے تیغ برے زرہ ہاتھ سے سپر
برچھی سے نخل کمان سے زہ زین سے تبر
کٹ کٹکے گرنیوالی چیزونکی تمام قسمون کو تینون مصرعون مین بیان کیا ہے۔

حسن

کس کس سے ہون ہین عہدہ برآ ناتوان عشق — حسرت سے غم سے درد سے یا داغ یاس سے

سوز

کوچے مین اُسکے لاکھون پڑے ہین — مذبوح مجروح مقتول بسمل

نظیم

تیرے بھی مُنھ کی روشنی رات گئی تھی مہ سے مل — تاب سے تاب رُخ سے رُخ نور سے نور ظل سے ظل
یوسف مصر سے مگر ملتے ہین تیرے سب نشان — زلف سے زلف لب سے لب چشم سے چشم تل سے تل

صنعت جمع و تفریق یعنی دو یا زائد چیزونکو ایک حکم مین جمع کرکے پھر ان مین کچھ فرق ظاہر کرنا گویا صنعت جمع اور صنعت تفریق کو یکجا کرنا جیسے ۔

غالب

کم نہین جلوہ گری مین ترے کوچے سے بہشت — یہی نقشہ ہے وے اسقدر آباد نہین

کوے محبوب اور بہشت کو جلوہ گری مین یکسان قرار دیا پھر فرق یہ نکالا کہ بہشت اسقدر آباد نہین ہی

تاریخ بدیع

کیے خلق دو راز دان قدیم — نبی بہر دین بہر دنیا حکیم

مہر

ترے سینے سے تو نسبت برابر کی ہے سینے کو — وہان جوبن اُبھرتا ہے یہان چھالے اُبھرتے ہین

داغ

شوخ تم شیفتہ ہم دونون ہین بے چین مگر — پھر ذرا صبر جو کرتے ہین تو ہم کرتے ہین

ناظم

منظور ہے بیان دو کی ثنا خوانی ایک — ہے نام و نشان مین ایک کا ثانی ایک
یعنے حسنؑ و حسینؑ اللہ اللہ — پانی سے مُوا ہے ایک بے پانی ایک

حسنؑ و حسینؑ کو پانی کی وجہ سے مرنے مین جمع کرکے یہ فرق نکالا کہ ایک پانی پانے سے مرے اور دوسرے پانی نہ پانے سے مرے ۔

ذوق

نگہ گیا اور مژہ گیا ہمتو دونونکو بلا سمجھے — اسے تیر قضا اُسکو ہیں تیر قضا سمجھے

نگہ اور مژہ کو بلا ہونیکے حکم مین جمع کیا اور پھر یہ فرق نکالا کہ نگہ قضا کا تیر ہی اور مژہ تیر قضا کا پر ہے۔

مومن

آئینہ ہے صفا سے دل میرا | کیا ہوا اگر نہین ہے حیرانی

اول دل کو صفائی مین آئینے کی برابر قرار دیا اور پھر دونون مین یہ فرق قرار دیا کہ آئینے مین حیرانی ہے اور دل مین حیرانی نہین۔

آتش

صاف آئینہ سا رخسار ہو اُس دلبر کا | یہ خدا کا ہے بنایا تو وہ اسکندر کا

رخسار اور آئینے کو وجہ تشبیہ یعنی صفائی مین جمع کرکے دوسرے مصرع مین فرق بتایا ہی۔

امیر

غنچہ و سوسن سے کیا ہو شکر احسان بہار | وہ زبان بے دہن ہی یہ دہان بے زبان

ظفر

دل و مسجد ہین دونون گھر خدا کے فرق یہ ہی | وہ تعمیر اُسکے ہاتھونکی یہ تعمیر اپنے ہاتھون کی

حالی

ایک ڈالی کے سب ہین برگ و ثمر | ہے کوئی اُن مین خشک اور کوئی تر

آتش

اسیر اے یار تیرے عاشق و معشوق دونون ہین | گرفتار آہنین زنجیر کا یہ وہ طلائی کا

صنعت جمع و تقسیم اور وہ یہ کہ کئی متعدد چیزون کو ایک حکم مین جمع کرین پھر ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کر دین جیسے اس مثال مین۔

ظفر

یہ دو ہی نور چشم رسالت پناہ تھے | سو اُنکو ظالمون نے کیا جا بجا شہید
یان یون حسین ابن علی پر چھری چلی | وان زہر سے ہوے حسن مجتبےٰ شہید

دونون نور چشم مصطفےٰ کو شہادت کے حکم مین جمع کیا پھر اُنکی تقسیم کر دی کہ ایک حسینؑ اُنکا یہ حال ہوا دوسرے حسن مجتبےٰ اُن کا وہ حال ہوا۔

گویا

ہے حیات و موت مین بار گران بالاے سر | وان زمین بالاے سر یان آسمان بالاے سر

پہلے مصرع مین صنعت جمع ہی اور دوسرے مین صنعت تقسیم۔

صفدر

قضا تیغ دونون اُسی کی طرف ہین ... یہ قاتل کے آگے وہ بسمل کے پیچھے

مصرع اول مین قضا اور تیغ کو قاتل کی طرفداری کے حکم مین جمع کیا اور دوسرے مصرع مین ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کیا۔

دریاے لطافت

تیغ و افسر کا ہی تو مالک عنایت سے تری ... تیغ رستم لے گیا افسر سکندر لے گیا

انیس

جنت انعام کر کہ دوزخ مین جلا ... وہ رحیم ترا ہے یہ عدالت تیری

جنت کے انعام کرنے اور دوزخ مین جلانے کو خدا کے اختیار مین ہونے کے حکم مین جمع کیا پھر دوسرے مصرع مین ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کر دیا ہے۔

صہبائی

تجھے اور تیرے دشمن کو سدا ہی اوج عالم مین ... تجھے تخت خلافت پر اُسے دار سیاست پر

یہ بھی اسی قبیل سے ہی کہ کئی چیزون کو اول تقسیم کرین یعنے ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کرین پھر انکو ایک حکم مین جمع کر دین جیسے۔

ناسخ

اُس کے پاتے ہین حلاوت ہونٹ تیرا اس سے کام ... کیون نہ مین سمجھون برابر بوسہ و دشنام کو

اول بوسہ کی طرف حلاوت کو منسوب کیا اور دشنام کی طرف کام کو پھر دونون کو برابر سمجھنے کے حکم مین جمع کیا۔

روشن ہوا اس مین عارض نما بان تو اُسمین داغ دل ... لم کیا کم شب فراق ہے زلف سیاہ سے

شیخ امداد علی امداد خیر آبادی

وہان سینہ پہ وہ اُبھرے یہان سینہ مین یہ اُبھرے ہین تنا ... ہمارے داغ ملتے ہین تمہارے اُٹھتے جوبن سے

شیخ محمد بہار

تھی زلیخا مبتلا یوسف کی اور لیلیٰ کا قیس ... یہ عجب منظر ہی جسکے مبتلا ہون مرد و زن

ذوق

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا ۔ دلِ بیمار کے ہین دو ہی عیادت والے

میر

اِک رہا مژگان کی صف مین ایک کے ٹکڑے ہوئے ۔ دل جگر جو میر دونون اپنے غمخوارون مین تھے

مومن

دوست کرتے ہین ملامت غیر کرتے ہین گلہ ۔ کیا قیامت ہے مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہین

امیر

جان پر صدمہ جگر مین درد دل کا حال زار ۔ گھر کا گھر بیمار کس کس کے پرستارون مین ہون

لمؤلفہ

وہ گُل پہ مبتلا ہے یہ عاشق ہے شمع کا ۔ اے دل خیال بلبل و پروانہ ایک ہے

صنعت جمع و تفریق و تقسیم - یعنی کئی چیزون کو اول ایک حکم مین جمع کرین پھر اُن مین تباین و فرق ظاہر کیا جائے پھر ان مین سے ہر ایک کی طرف ایک چیز کو منسوب کرین اور ان تینون باتون کا کلام مین جمع کرنا صعوبت سے خالی نہین مثال اسکی یہ ہے -

غلام محی الدین مؤلف تقویم زبان اُردو

سب سخی ہین ابر و دریا اور وہ عالیجناب ۔ پائین فیض ان سے نباتات اور غواص و گدا
بر کرے ہے نالہ دریا ابر روئے وقت فیض ۔ بالب خندان وہ بخشے لعل و گوہر دائما

اول ابر و دریا اور ممدوح کو سخاوت مین جمع کیا بعد ازان سخاوت مین تفریق کر دی پھر تقسیم منسوبات کو بیان کیا۔

شباب

صورت یار و دل زار مین دونون یکسان ۔ آتش عشق ہے یہ حُسن ہے وہ ہو روشن
روشنی اسکی تو ہو بخشاتی ہے راحت دل کو ۔ اور اس آگ سے جاتا ہے جلا اپنا بدن

شعر اول کے مصرع اول مین صنعت جمع ہے اور دوسرے مصرع مین صنعت تفریق ہے اور دوسرے شعر مین صنعت تقسیم ہے -

نکلا اُدھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا ۔ **انیس** ۔ پیدا ادھر ہوا سو ادھر ہوئے وہ جار تھا

پہلے مصرع مین اجل کا شکار ہونے کے حکم مین ہر ایک نکلنے والے کو جمع کیا ہو پھر اُن نکلنے والون مین پیدل اور سوار ہونے کی بابت تفریق کی ہو پھر اُن دونون کو یون تقسیم کیا ہو کہ پیدل کے دو ٹکڑے ہو جاتے تھے اور سوار کے چار۔

صنعت رجوع اس طرح ہو کہ ایک شے کی کوئی صفت بیان کرین اور پھر اس صفت کو باطل کر کے دوسری صفت پر کہ اگلی سے بہتر ہو رجوع کرین کسی فائدے اور نکتے کی غرض سے۔

المعجم فی معاییر اشعار العجم مین صنعت تفریع کی نسبت لکھا ہو کہ شاعر ایک چیز کی نسبت کہے کہ ایسی ہے پھر انکار کر کے کہے کہ ایسی نہین مثلاً چہرۂ معشوق کی نسبت کہے کہ چاند ہے پھر کہے کہ چاند نہین آفتاب ہے اور یہ صنعت اشعار عرب مین بہت جاری ہے فارسی مین ایسا کرتے ہین کہ نفی تشبیہ سے کرتے ہین اور غلط کہکر پہلی بات کو رد کر دیتے ہین اس تعریف سے ثابت ہو کہ صنعت رجوع اور یہ ایک چیز ہے چنانچہ امثلۂ آیندہ سے یہ بات ذہن نشین ہوتی ہے۔

سودا

ہے یہ صورت وسیرت کراست جیسے کی ہوتے	بجا ہو کہیے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی
معاذ اللہ یہ کیا حرف بے موقع ہوا سرزد	جو اسکو پھر کہون تو ہون مین مردود سلمانی
کدھر اب فہم ناقص لے گیا مجھکو نہ یہ سمجھا	کہ وہ مہر الوہیت ہے یہ ہر ماہ کنعانی

اول ممدوح کو بوجہ حسن صورت وسیرت کے یوسف ثانی کہا پھر اس قول سے رجوع کر کے یوسف پر ممدوح کی فوقیت ثابت کی اور مقصود رجوع سے یہان ترقی مدح مین ہے۔

انیس

اختر سے بھی ابرو مین بہتر ہین اشک	اللہ رے مشتری وہ گوہر ہین اشک
آنکھون سے لگا کے انکو کہتے ہین ملک	گوہر نہین نور چشم کو تر ہین اشک

اول اشکون کو گوہر کہا پھر اس قول سے رجوع کر کے نور چشم کو تر قرار دیا اور غرض رجوع سے یہان اشکون کی مدح مین ترقی ہے۔

غیرت

کہون کیا جس گھڑی وہ درۃ التاج	گرے زلفون مین اپنی شانہ عاج
نمایان شانہ و زلف گرہ گیر	ہے ابیض فیل کے دانتون مین زنجیر
غلط مین نے یہ دی ساتھ اسکے تمثیل	کجا زنجیر و دندان دکجا فیل

سینہ زلفون مین اُس کی شانہ عاج | روان مانند مہتاب شب داج

دبیر

باقی نہ تھا دم خوف سے تیغین یہ گھٹی تھین | تیغین نہ کہو بضین نیلمون کی چھپی تھین

فائدہ رجوع کا یہان خوف مین ترقی ہے۔

رؤف احمد رافت

وہ آنکھین کہ آہو بہ جادو چلائین | نہ آہو بہ جادو بہ جادو چلائین

غرض رجوع سے یہان ترجیح چشم معشوق کی آہو پر ہے۔

گوہر

نظر بھر جب دیکھا ہو کے وحشی وہ گیا بن کو
خطائے عین ہی حیوان مطلق سے جو نسبت دین | بجا ہی گر کہون آہو مین اُسکی چشم پُرفن کو
گُل نرگس کہون تازہ کرون مٹی کے گلشن کو

مومن

خنجر تھا الٰہی یا زبان تھی ؛ | خنجر سے زیادہ تر روان تھی ؛

یار محمد خان شوکت

زمین مثل شنجرف از جوش خون | غلط بلکہ گلنار سے بھی فزون ؛

صنعت حسن التعلیل یعنی ایک چیز کو کسی چیز کی صفت کے لیے علت ٹھہرانا اور دراصل وہ اُسکی علت نہو اور وہ صفت معلول ہین خواہ فی نفسہ ثابت ہو یا نہو اگر وہ صفت فی نفسہ ثابت ہوتی ہے تو وہان اس صفت کیواسطے فقط علت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہی اور اگر وہ صفت فی نفسہ ثابت نہین ہوتی تو وہان علت کے بیان سے اُس صفت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہی اور جو صفت کہ فی نفسہ ثابت ہو اور اُسکے واسطے علت کا ثابت کرنا مقصود ہو وہ دُو طرح پر ہے ایک یہ کہ سوا اُس علت ٹھہرائی ہوئی کے اُس صفت کے واسطے کوئی اور علت بھی ظاہر ہو دوسرے یہ کہ سوا اُسکے کوئی اور علت ظاہر نہو اور جو صفت کہ فی نفسہ ثابت نہین اور علت کے بیان کرنے سے اُس صفت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے وہ بھی دُو طرح پر ہے ایک یہ کہ اُس صفت کا موجود ہونا ممکن ہو دوسرے یہ کہ محال ہو پس اس صفت کی چار قسمین ہین اور اُسکے لطائف مین سے یہ ہی کہ تشبیہ اور استعارے کے ذریعہ سے حاصل ہو۔

(۱) وہ صفت ثابت ہو اور علت مذکورہ کے سوا اور علت بھی ظاہر ہو مثال اسکی۔

پیاسی جو تھی سپاہ خدا تین رات کی | ساحل سے سر پٹکتی تھین موجین فرات کی

ساحل سے موجون کے ٹکرانے کو اس بات کی علت بتایا ہی کہ ہمراہیان حضرت حسینؑ کی تشنگی کی وجہ سے بیتاب تھین اور یہان دوسری علت بھی موجود ہی اور وہ یہ ہے کہ ہوا لگنے سے موجین پانی مین پیدا ہو کر کنارے سے ٹکراتی ہین۔

ولہ

ڈر سے ہوا فرات کی موجون کو اضطراب	اور آب مین سرون کو چھپانے لگے حباب

موجون کے اضطراب اور حباب کے سر چھپانے کی علت ڈر اور خوف کو قرار دیا ہی لیکن موج کے اضطراب اور حباب کے پانی مین سر چھپانے کی علت اور بھی ہی اور وہ ہوا لگنا ہی ہوا کے جھکورون سے موج کو حرکت ہوتی ہی اور ہوا کی ضرب اور موجون کی حرکت سے حباب بھی ٹوٹ جاتا ہی مگر شاعر نے اپنی طرف سے موج کی حرکت کو خوف کی وجہ سے اضطراب قرار دیا ہی اور حباب جو ٹوٹ جاتا ہی تو اسکی یہ علت قرار دی ہی کہ وہ ڈر کی وجہ سے پانی مین منھ چھپاتا ہی۔

ولہ

ہر غول مین علم سے علم جھک کے لڑ گیا	جو رہ گیا نشان وہ خجالت سے گڑ گیا

شاعر نے نشان کے زمین مین گڑ جانے کی یہ علت بیان کی ہی کہ وہ خجالت سے ایسا ہو گیا تھا اور اُس کے لیے دوسری علت بھی موجود ہی کہ سپاہی علم کو کھڑا رکھنے کے لیے گاڑ دیتے ہین۔

انیس علی اکبر کی تلوار کی تعریف مین کہتے ہین۔

دریا نہ تھمتا خوف سے اس برق تاب کے	لیکن پڑے تھے پانون مین چھالے حباب کے

شاعر کا مطلب یہ ہی کہ دریا اُس تلوار کے خوف سے بھاگ جاتا اگر اسلیے نہ بھاگ سکا کہ اُس کے پانون مین چھالے پڑ گئے تھے حباب کو شاعر نے دریا کے چھالے فرض کر کے اُسکے نہ بھاگ سکنے کی علت قرار دیا ہی حالانکہ اسکی علت حقیقی دوسری ہی اور وہ یہ ہی کہ دریا چارون طرف اونچی زمین سے گھرا ہوتا ہی اسلیے اپنا مقام نہین چھوڑ سکتا۔

میر حسن

نہ لے جب تلک شمع پروانگی اگر آپ سے آ سپہ وہ آگرے گرا جیا نا اُس کے جلین بال و پر	پتنگے کے پر کو نہ چھیڑے کبھی تو فانوس مین شمع چھپتی پھرے تو گلگیر لے شمع کا کاٹ سر

شمع کے فانوس مین چھپنے اور گلگیر کے شمع کا سر کاٹنے کی شاعر نے جو وجہ بیان کی ہی اسکے سوا

دوسری وجہ جو حقیقی اور اصلی ہی وہ بھی ظاہر ہے۔

ناسخ

کیون نہین ہوتا تجھے غم عاشق جانباز کا | دیکھ روتی ہی بروے لاشۂ پروانہ شمع

پگھلی ہوئی چربی کے ٹپکنے کا استعارہ رونے کے ساتھ کیا ہی اور یہ صفت شمع مین ثابت ہی اور علت اسکی حرارت ہی اور شاعر نے علت اسکی یہ ٹھرائی ہی کہ پروانے کے غم مین شمع روتی ہے۔

ولہ

وہ سہی قد شانہ بنواتا ہے اُسکی چوب کا | اسلیے رکھتی ہی اُلفت فاختہ شمشاد سے

ظاہر ہی کہ فاختہ کی الفت شمشاد سے بسبب عشق کے قرار دیگئی ہی اور شاعر نے اسکے لیے اپنی علت کا ادعا کیا ہی۔

ولہ

عاشق کو رنج ہو تو معشوق کو بھی رنج | یوسف گرا کنوئین مین زلیخا کی چاہ سے

حضرت یوسف کے کنوئین مین گرنے کی علت انکے بھائیون کا حسد سے ڈالدینا ہی اور شاعر نے اسطرح معلل کیا ہی کہ وہ زلیخا کے عشق مین گرے تھے۔

مولوی حبیب الرحمان خان بیدل

رہتا ہی سیہ پوش سدا خانۂ کعبہ! | اس غم مین کہ تھا پہلے جلو خانہ کسی کا

خانۂ کعبہ کا سیاہ پوش رہنا بسبب سیاہ غلاف کے ہی اور شاعر نے اسکی علت اور بیان کی ہی۔

میر جواد علی ہادی

گلچہرہ ج شکستہ ہی بہت رنگ رخ گل | صیاد نے کس بلبل شیدا کو ستایا

رنگ گل کا شکستہ ہونا صفت ثابت ہی اور علت اُسکی گل کا مُرجھانا ہی اور شاعر نے یہ علت بیان کی کہ بلبل شیدا کے غم مین گل کا رنگ شکستہ ہوا ہے۔

جوہر

دل شکنجے مین جو کھنچے تھے یہ تغیر ہوئی | خوب موباف سے باندھے گئے گسکر گیسو!

گیسوؤن کو موباف سے کسکر باندھنا وصف ثابت ہے اور علت اسکی معشوق کی آرائش اور تزئین ہے مگر شاعر نے اُسکے لیے دوسری علت کا ادعا کیا ہے۔

امیر

بے سبب زلزلہ عالم مین نہین آتا ہے | کوئی بیتاب تہ خاک تڑپتا ہوگا

زلزلے کا آنا فی نفسہ ثابت ہے لیکن جو علت شاعر نے اسکی بیان کی ہے وہ اُس کا خیال ہے درحقیقت اسکی علت یہ ہے کہ زمین کے اندر آگ ہے پس جہاں اُسکی سطح کمزور ہے اُس مین سے گذر کر بعض چیزین آگ مین پہونچ جاتی ہین جس سے وہ بھڑک اُٹھتی ہے اور وہان کی زمین ہلنے لگتی ہے

(۲) وہ صفت ثابت ہو اور جو صفت شاعر نے ٹھہرائی ہے اُسکے سوا کوئی دوسری علت ظاہر نہو جیسے اس شعر مین ۔

میر عبد الحی

گل زمین سے جو نکلتے ہین برنگ شعلہ	کون جان سوختہ جلتا ہے تہ خاک ہنوز

گل کا زمین سے یعنی درختہاے زمن سے برنگ شعلہ سُرخ نکلنا فی نفسہ ثابت ہے لیکن علت اسکی شاعر نے یہ بیان کی کہ کوئی جان سوختہ تہ خاک جل رہا ہے حالانکہ یہ علت محض شاعر کے تخیل پر مبنی ہے اور کوئی دوسری علت بھی اس جگہ ظاہر نہین ۔

بیان

نکلا ہے لالہ خاک کے نیچے سے سُرخ سُرخ	رنگین ہوا شہیدون کے خون مین نہا نہا

مومن

خمیدہ کس لیے نو آسمان بنے تھے بھلا	نہ تھا ازل سے جو مد نظر ترا پا بوس

آسمانون کا خمیدہ ہونا صفت ثابت ہے اور علت اُنکے خمیدہ ہونے کی بظاہر معلوم نہین اور شاعر نے اس خمیدگی کی یہ علت ٹھہرائی ہے کہ ممدوح کی پابوسی کے لیے خمیدہ بنے ہین ۔

قلندر

رنج و غم اہل ہنر ساتھ لگے پھرتے ہین	دامن گل کو نہین ہاتھ سے کانٹون کے فراغ

گل کے ساتھ کانٹون کا ہونا صفت ثابت ہے اور علت اسکی بظاہر معلوم نہین لیکن شاعر نے گل کو اہل ہنر سے تشبیہ دیکر یہ علت بیان کی کہ جس طرح اہل ہنر کو رنج و غم سے چھٹکارا نہین اسی طرح گل کو کانٹون سے جو اُس کے لیے رنج و غم کا موجب ہین فراغ نہین ۔

خمیدہ فلک دیدۂ مہر و مہ سے رسا	جہان مین تمھاری کمر ڈھونڈھتا ہے

اس شاعر نے فلک کے خمیدہ ہونے کی یہ علت بیان کی ہے کہ وہ میرے معشوق کی کمر ڈھونڈھنے کے لیے جھکا ہے ۔

(۳) وہ صفت ثابت نہو اور موجود ہونا اُس صفت کا ممکن ہو جیسے ۔

مومن

اُس نقش پا کے سجدے نے کیا کیا کیا ذلیل	مین کوچۂ رقیب مین بھی سر کے بل گیا

معشوق کے نقش پا کو سجدہ کرنا اُسکی تعظیم ہو اور ظاہر و متعارف ہو کہ کسی معتقد فیہ کی تعظیم سے ذلیل نہو پس تعظم سے ذلیل ہونا ایک صفت ہے کہ فی نفسہ ثابت نہین لیکن محال بھی نہین بلکہ ممکن ہو کہ وہ امر کسی کے حق مین موجب ذلت کا ہوجائے چونکہ یہ امر غیر ثابت تھا اسواسطے مصرع ثانی مین اُسکی علت بیان کی یعنی معشوق کوچۂ رقیب مین تھا اور جب عاشق نے اُس جگہ نقش پا ے معشوق کو سجدہ کیا تو رقیب کے کوچے مین سر کے بل جانا واقع ہوا اور ایسے مقام مین اس طرح کا امر ظہور مین آنا ننگ کا موجب ہو۔

برق

سر پہ اعلےٰ کے بلا آئی تو ادنےٰ بڑھ گیا	دھوپ جب ڈھلنے لگی قامت سے سایا بڑھ گیا

ادنےٰ کا بڑھ جانا صفت غیر ثابت ہو کیونکہ متعارف یہ ہو کہ اعلےٰ درجے والون پر خرابی وارد ہو تو ادنےٰ بدرجۂ اولےٰ خراب ہوجائین جس چیز کی اعلیٰ زند نہین اُٹھا سکتے ادنےٰ کب اُٹھا سکینگے۔ لیکن یہ امر ممکن ہو اور اس کی علت دوسرے مصرع مین بیان کی ہو اور وہ یہ ہو کہ جب دن ڈھلنے لگتا ہو تو سایہ قامت سے بڑھ جاتا ہو اور قامت کے مقابلے مین سایہ ایک ادنےٰ چیز ہے۔

سودا

جفاے دہر کرے سنگدل کو نازک دل	بنے ہو شیشہ جہان مین گداز ہو خارا

جفاے دہر سے سخت مزاج آدمی کا نرم مزاج ہوجانا صفت غیر ثابت ہو کیونکہ متعارف یہ ہو کہ آدمی جس قدر سختی پڑتی ہو اُتنا ہی سخت ہوتا جاتا ہو لیکن یہ بات ممکن ہو اور اسکی علت مصرع دوم مین بیان کی ہو یعنی پتھر کو گلا کر شیشہ تیار کیا جاتا ہو پس جفائے دہر سے سنگدل کا نازک دل ہونا ثابت ہوگیا۔

ناسخ

مرتبہ کم حرص رفعت سے ہمارا ہوگیا	آفتاب اتنا ہوا اونچا کہ تارا ہوگیا

رفعت کی حرص سے مرتبے کا کم ہونا صفت غیر ثابت ہو کیونکہ تبادر یہ ہو کہ رفعت کی حرص کرنے سے افزونی ہو لیکن یہ امر ممکن ہو اور اسکی علت مصرع ثانی مین مذکور ہو یعنی جب آفتاب اپنی حد سے اور زیادہ اونچا ہوجائے تو البتہ بہت چھوٹا معلوم ہونے لگے گا پس حرص رفعت سے مرتبے کا کم ہونا ثابت ہوگیا۔

ولہ

کرتے ہین سالک ترقی سے تنزل اختیار	جبکہ منزل پر سوار آیا پیادہ ہوگیا

حیدر حسن تصور

تصور گرم جوشی یار کی مجھکو رولائے گی	بہت گرمی کا ہونا مینھ برسنے کی علامت ہے

(۴) وہ صفت ثابت نہو اور موجود ہونا اُس کا محال ہو جیسے اس شعر مین۔

ناسخ

ٹلتا ہی نہین ہجر کا دن کیا ہی کڑی دھوپ	خورشید قیامت نے مرے گھر مین جڑی دھوپ

ہجر کے دن کا نہ ٹلنا محال ہی کیونکہ زمین یا سورج کی گردش کی وجہ سے ایک حالت پر وقت رہ ہی نہین سکتا مگر پچھلے مصرع مین جو علت بیان کی وہ اس بات کو ثابت کرتی ہی۔

شعوری

پھر تا رہے ہی چار پہر مضطر آفتاب	روشن ہی یہ کہ محو ہوا تجھپر آفتاب

آفتاب کا محو ہونا صفت غیر ثابت و ممتنع ہی اور اُسکے چار پہر گردش کرنے کو محویت کی علت قرار دے کر اس بات کو ثابت کیا ہے۔

افضل

قاتل خلق ہو کیونکر نہ ترا ہر گیسو	حُسن شمشیر ہے شمشیر کے جوہر گیسو

گیسو کا قاتل ہونا صفت ہی غیر ثابت اور ممتنع ہی اور اُسکے اثبات و امکان کے لیے اسکی علت یہ قرار دی کہ حُسن شمشیر ہے اور گیسو شمشیر کا جوہر ہے۔

سودا

مے پرستی ہی مری باعث آمرزش خلق	توبہ صد قوم نے کی ہی مری مےخواری سے

کسی کی مے پرستی کا خلق کی بخشش کا باعث ہونا ایک صفت غیر ثابت اور محال ہی مگر شاعر نے دوسرے مصرع مین جو علت بیان کی اُسنے اُس صفت کو ثابت کر دیا ہی۔

امیر

وقت رفتار ہی زرریز عجب فیض قدم	نقش پا راہ مین نجاتے ہین جو دینار و درم

کسی کی رفتار مین زرریزی ہونا ایک صفت غیر ثابت و ممتنع ہی مگر مصرع ثانی مین جو نقش پا کا دینار و درم نجاتا بیان کیا ہی اس علت سے رفتار مین زرریزی کا ثبوت ہوتا ہی۔

میر

شہر مین کس منھ سے آئے سامنے تیرے کہ شوخ	چھائیون سے بھر رہا ہی سارا چہرہ ماہ کا

چاند کا معشوق سے شرما کر سامنے نہ آنا صفت غیر ثابت و ممتنع ہی اور اُسکے اثبات و امکان کیلئے چاند کے داغون کو چھائیان مان کر اُسکی علت قرار دیا ہے۔

مصحفی

جو علی کا حکم نافذ نہ فلک پہ تھا تو پھر کیون | بگہ غروب آیا نکل آفتاب اُلٹا

حضرت علی کا حکم فلک پر نافذ ہونا صفت غیر ثابت و ممتنع ہی مگر وہ علت کہ مصرع ثانی مین مذکور ہوئی اُس صفت کو ثابت کرتی ہے۔

امیر

مجھکو زاہد نہین شراب حرام | تیسرے دن میسر آئی ہے

اور حسن التعلیل سے ملحق ہی یہ امر بھی کہ کلام مین علت بطور شک کے مذکور ہو چونکہ اس مین علت مشکوک طور پر ہوتی ہی اور حسن التعلیل مین اُسکا ادعا ہوتا ہی اور علت کو علت حقیقی ٹھہرانے مین اصرار ہوتا ہے اسلیے یہ قسم اخیر حسن التعلیل مین داخل نہین بہر صورت مثال اسکی یہ ہی۔

انشا

کیا کسی باغ مین ہی آج پڑی سوتی صبح | کیون مرے سامنے کمبخت نہین ہوتی صبح

صبح کے سامنے نہونے کی علت اُسکا سونا بطور شک کے بیان کیا ہی۔

ناسخ

سُنسان مثل وادیٔ غربت ہے لکھنؤ | شاید کہ ناسخ آج وطن سے نکل گیا

غلام مصطفیٰ تحیر

فکر اطفال کو ہی سنگ اُٹھا لانے کی | آمد آمد ہوئی شاید ترے دیوانے کی

قدرت اللہ قدرت

کچھ دیر ہوئی اشک نہین آنکھون سے گرتے | شاید تہ مژگان کوئی لخت جگر آیا

گویا

قلم مین پتّے ہی بالیدگی سے وقت رقم | ہر اک سطر کر شاخ عشق پیچان ہے

صنعت مشاکلہ وہ یہ ہی کہ دو چیزین ذکر کرین اور اُن دونون کو ایک جگہ مذکور ہونے کی مناسبت سے ایک ہی لفظ سے تعبیر کرین اگر کوئی یہ کہے کہ صنعت مشاکلہ کو صنائع لفظی مین داخل کرنا چاہیے کیونکہ اسکا تعلق لفظ سے ہی تو ہم اسکا جواب یہ دینگے کہ مشاکلہ مین ایک معنی کو

ایک ایسے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہی جو اُس سے غیر ہوتا ہی اگرچہ اُس معنی کے لفظ کو بدلا جاتا ہی مگر یہ امر تابع ہے جیسے۔

ناسخ

خط مجھے لشکر سے بھیجا یار نے | فوج غم برآج دل فیروز ہے

لشکر کی مناسبت سے غم کو بھی فوج کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

واجد علی شاہ

لگاکر کبھی پان لاتی تھی وہ ؛ | محبت کا بیڑا اٹھاتی تھی وہ ؛

محبت کے اقرار اور وعدے کو پان کی مناسبت سے بیڑے کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا ہی۔

میر

گئی دن مین ہند وزن آنے لگی | لیے پانی اس راہ جانے لگی ؛
نگاہین ہوئین ہمدگر آشنا | محبت کا دونون نے پانی بھرا

پانی کے ذکر کی مناسبت سے محبت کرنے کو پانی بھرنے سے تعبیر کیا ہے۔

ولہ

مین وہ رونے والا جہان سے چلا ہون | جسے ابر ہر سال روتا رہے گا

ابر کے برسنے کو رونیکے ساتھ تعبیر کیا ہی اسلیے کہ رونے والے کے ساتھ اسکا مذکور ہوا ہے۔

رشک

اُسکی آنکھون سے بھلا کرتی ہی کیا ہم چشمی | جاکے بنواے کہین نرگس بیمار آنکھین

آنکھون کی مناسبت سے برابری کرنے کو ہمچشمی کرنے سے تعبیر کیا ہے۔

انشا

نصیحت کا لنگوڑا ہر گھڑی کیون پیناہیے | بڑا دانا جو ہو چکی مین کیا چھوٹون کو دل ڈالے

چکی اور دانے کی مناسبت سے نصیحت کرنے کو پینے سے تعبیر کیا ہے۔

شیفتہ

کیا کہون احباب کی آہن دلی | پانون مین فولاد کی زنجیر ہے

فولاد کی زنجیر کی مناسبت سے بے مہری کو آہن دلی کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

نسیم

مین جاکے جلی تو غم نہین ہاے | ڈر ہے کہ نہ تجھپہ آنچ آجائے

جلنے کی مناسبت سے صدمہ پہونچنے کو آنچ آنےکے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

یاس

زانوے یاس گمان اور سر دلدار گمان	ہمنشین بات وہ کرجسکا ہو کچھ بھی سر پانون

زانو اور سر کی مناسبت سے بات مین کچھ بیچ ہونے کو سر پانون سے تعبیر کیا ہے۔

صنعت مزاوجہ یعنی دو معنی شرط و جزا مین ایسے واقع ہون کہ جو امر پہلے معنی پر مترتب ہو وہی دوسرے پر بھی مثال اسکی۔

داغ

وہ جو بولین تو بات جاتی ہے	چپ رہون مین تو رات جاتی ہے

بولنا اور چپ رہنا دو معنی اور ان دونون پر کسی شے کا جانا مترتب ہوا ہے یعنی اول پر بات کا اور دوسرے پر رات کا۔

رنگین

آہ کیجے تو آن جاتی ہے	ورنہ کیجے تو جان جاتی ہے

آہ کا کرنا اور نہ کرنا دو معنی ہین اور ان دونون پر کسی شے کا جانا مترتب ہوا ہے یعنی اول پر آن کا اور دوسری پر جان کا۔

محمد حسین تجلی

جب رات تھی دراز ملاقات کم ہوئی	ملنے کے دن جو آئے تو پھر رات کم ہوئی

رات کا دراز ہونا اور ملنے کے دنون کا آنا دو معنی ہین اور ان دونون پر کسی شے کا کم ہونا مرتب ہوا ہے یعنی اول پر ملاقات کا کم ہونا اور دوسری پر رات کا کم ہونا۔

میر

اچنبا ہے اگر چپکا رہون مجھپر عتاب آوے	دگر قصہ کہون دل کا تو سنتے اسکو خواب آوے

چپکا رہنا اور دل کا قصہ کہنا دو معنی ہین اور ان دونون پر کسی شے کا آنا مترتب ہوا ہے یعنے اول پر عتاب کا آنا اور دوسرے پر خواب کا آنا۔

ظفر

روئے جو دل کھولکر ٹکڑے جگر ہونے لگا	اور اگر روئے کو روکا درد سر ہونے لگا

صنعت عکس یعنی کلام کے بعض اجزا کو مقدم و موخر کرکے دوسرا فقرہ یا مصرع وغیرہ بنالین اور

وہ معنی دیتے چلے جائیں ہمنے عکس کو محسنات معنویہ مین اسلیے شمار کیا ہی کہ اس مین اول عکس معنی کا اور اُسکی تبدیل ہی پھر لفظ مین تبدیل کا واقع ہونا اُسکے اتباع سے ہی بخلاف ردالعجز علے الصدر کے کہ اُس مین دو لفظ وارد کیے جاتے ہین جن مین سے ایک کلام کے اول مین ہوتا ہی اور دوسرا کلام کے آخر مین صنعت عکس کبھی دو لفظون مین ادا ہو جاتی ہے کبھی دو فقرون مین اور کبھی ایک بیت مین۔

مثال دو لفظ کی۔

غالب

وفور اشک نے کاشانے کا کیا یہ رنگ | کہ ہو گئے مرے دیوار و در در و دیوار

نصرت

جیحون کو دشت کو جیحون بنائین یہ | گردون کو ارض کو گردون بنائین یہ
پستی کو اوج اوج کو پستی بنائین یہ | ہستی کو نیست نیست کو ہستی بنائین یہ

شایان

درختون کی باہم ہوئی حرب و ضرب | لڑے خوب باہم ہوئی ضرب حرب

نسیم

باقی ساقی جو کچھ ہوے نے | ساقی باقی شراب دیدے

انیس

استادہ آب مین ہے روانی خدا کی شان | پانی مین ہے آگ مین پانی خدا کی شان

مثال دو فقرون کی۔

نعیم

کس طرح تجھے یاد ہین اب ہم کو بتا ظالم | یان کہتے ہین وان ہوگا وان کہتے ہین یان ہوگا

ناسخ

وہ خدا کا دوست ہی اور دوست ہے اُسکا خدا | کیون نہو ناسخ محبت حیدر کرار کی

امیر مینائی

گلا کٹوا مرے لیکے پھر ایدل کمان تا دن | کبھی گردن ہو خنجر پر کبھی خنجر ہو گردن پر

ولہ

دونون بیتاب ہین حضرت کی زیارت کے لیے | دل کو سمجھاتا ہون مین دل مجھے سمجھاتا ہے

دبیر

قابل میں سخن کے ہوں سخن میرے ہی قابل	لیکن سخن شہرۂ فگن میرے ہے قابل

جرات

تو بموج بر تو ماہ سان کیوں اضطراب میں دلگا گیا	کبھی یار تھا کبھی وار تھا کبھی وار تھا کبھی یار تھا

صبا

صبا یہ اس کل ہر موجد وہ اسکا موجد ہے	بشر ہے غم کے لیے اور غم بشر کے لیے

مثال پوری بیت کی۔

ظفر

یہی ایک غم ہے یہی اک الم ہے مری چشم نم ہے اسی رنج و غم میں خفا کیوں صنم ہے نہیں بھید کھلتا	یہی اک الم ہے یہی ایک غم ہے اسی رنج و غم میں مری چشم نم ہے نہیں بھید کھلتا خفا کیوں صنم ہے

ساری غزل اسی صنعت میں ہے۔

منشی

ہوا پہلوان عاشق دل ستان	ہوئی دل ستان عاشق پہلوان

ذوق

بے شکایت نہیں اے ذوق محبت کے مزے	بے محبت نہیں اے ذوق شکایت کے مزے

میر حسن

یہ گھر کو کہ میرا ہے تیرا نہیں	بر اب گھر یہ تیرا ہے میرا نہیں

سودا

شفا کو ہر طرف اس طرح سے کرے نہ اجل	اجل کو ہر طرف اس طرح سے کرے نہ شفا

ان تمام اشعار میں دوسرا مصرع پہلے مصرع کا عکس ہے اور اسی صنعت سے قبیل سے یہ امر بھی ہے کہ ایک بیت کو تقدیم و تاخیر الفاظ سے کئی وزن کر لیں جیسے یہ مصرع۔

بتاؤ مرے جانی ہوئے کیوں خفا مجھ سے

اسکی تقطیع یون ہی فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن ۔ وزن دوسرا ۔ ع

جانی بتاؤ مرے تجھسے ہوے کیون خفا

مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن یہ بحر بسیط مثمن سالم ہی ۔ وزن تیسرا ۔ ع

مرے بتاؤ جانی خفا کیون ہوے تجھسے

تقطیع مفاعلن مفعولن مفاعلن مفعولن یہ وزن بحر بسیط مثمن مزاحف ہی ۔ وزن چوتھا ۔ ع

جانی بتاؤ مرے تجھسے ہوے کیون خفا

تقطیع مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن ۔ وزن پانچوان ۔ ع

جانی مرے بتاؤ تجھسے خفا ہوے کیون

مفعول فاع لاتن مفعول فاع لیان ۔ سدریاے لطافت مین اس صنعت کو صنائع لفظی مین لکھا ہے ۔

صنعت القول بالموجب یہان موجب جیم کے کسرے اور فتحہ دونون طرح سے جائز ہی مراد اس سے یہ ہی کہ کسی شخص کے کلام مین کوئی لفظ واقع ہو تو اُس لفظ کے معنی کو خلاف مراد اس کہنے والے کے محمول کرین ۔

لطیفہ ایک امیر کی دولتسرا مین محفل رقص و سرود گرم تھی اور ایک رنڈی خوش الحانی مین غیرت ناہید حسن صورت مین رشک خورشید زلیخا طبیعت مجنون صفت اپنے ناچ کی چمک دمک دکھا رہی تھی ہر ایک ساز اس اصول و قانون کے ساتھ بج رہا تھا کہ صوفیان صافی مذاق بیخود ہوکر وجد مین آ گئے تھے وفور مذاق اور حصول ذوق و شوق مین سرون کو جنبش گویا اضطراری ہو گئی تھی سارنگیون کی آواز خوش انداز پر عاشق زار دل افگار دست وحشت سے اپنا گریبان تا بدامان تار تار کرتے تھے اور طبلے کی تھاپ پر دائین بائین کے لوگ عالم حیرت مین بیٹھے تھے حالت رقص مین اُس ماہ رو کا کبھی آگے بڑھنا اور کبھی پیچھے ہٹنا اور ہاتھ دراز کرنا اور پھیری لینا اور سمٹ کر بیٹھ جانا دلہاے عشاق کو تہ و بالا کرتا تھا اتفاقاً ایک جوان پری پیکر زیبا شمائل شیرین خصائل اُس محفل مین ناز و انداز سے سج دھج بنائے بیٹھا ہوا تھا اس مغنیہ کا دل اُس شمع جمال پر پروانے کی مانند قربان ہوا اور ذرے کی طرح اُس خورشید آسمان خوبی پر دل و جان سے فریفتہ ہوئی بار بار اُس کے مُنھ کو تکتی اور لاکھ جی سے اُس پر فدا ہوکر اُسکے خط و خال کا تماشا دیکھتی اہل مجلس مین سے ایک شخص یہ حال دیکھکر صاف تاڑ گیا اور چرب زبانی سے بولا کہ بی جی آنکھ تو آنکھ لگ گئی وہ مسکرا کر بولی کیا تجھے صاحب نیند آئی ہی اُس شخص کی مراد آنکھ لگ گئی کہنے سے یہ تھی کہ تم عاشق ہو گئیں مگر مغنیہ نے اخفاے حال کے واسطے اس بات کو خواب کی طرف لیجا کر اُسکے مناسب جواب دیا کہ

نیند آئی ہے ۔ مثال نظم کی ۔

داغ

آنکھ لگتی ہے تو کہتے ہین کہ نیند آئی ہے	آنکھ اپنی جو لگی چین نہین خواب نہین

لوگونکی مراد آنکھ لگنے سے نیند آنا ہوتی ہے اور قائل نے آنکھ لگنے کے معنے عاشق ہونا لیے ہین ۔

نعیم

کہتے ہین مرگ کو وصال نعیم	انہوا وصل ہنے مر دیکھا ہے

قائل نے وصال سے معشوق کی ملاقات مراد رکھی ہے اور لوگ حق سے وصل ہونا مراد رکھتے ہین ۔

ولم

جب کہا اُن سے کہ مرتا ہون تو ہنسکر بولے	منھ تو دیکھو یہ بڑے آئے ہین مرنےوالے

عاشق کی مراد مرنے سے یہ تھی کہ مین جان سے جاتا ہون اور معشوق نے مرنے سے مراد عاشق ہونا رکھا ہے

جرأت

وہ نہ آئے تو یہ ہو جائے غلط ہے	کہ بن آئے نہین مرتا کوئی ہے

بن آئے مرنے سے مراد یہ ہے کہ بغیر موت کے آئے کوئی نہین مرتا اور قائل نے اس شعر مین بن آئے مرنے سے بغیر عشوق کے آئے مرنا مراد رکھا ہے ۔

ذوق

جب کہا مرتا ہون وہ بولے مرا سر کاٹ کر	جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

مرنے سے عاشق کی مراد یہ تھی کہ مین تجھپر شیدا ہون معشوق نے اس سے حقیقی موت مراد رکھی ۔

ذوق

گر ایکے پھرے جیتے وہ کعبہ کے سفر سے	تو جانون پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

شاعر کی مراد اللہ کے گھر سے پھرنے کی یہ ہے کہ مرتے مرتے بچے اور لوگ کعبے سے پھرنا سمجھتے ہین ۔

کرم رام پوری

بولا مین نہ بیٹھو وان اُٹھ جائین جہان سے ہم	بولے کہ جہان سے تو اُٹھ جاے حسرت ہے

آبحیات مین لکھا ہے کہ نواب جھجر نے شاہ نصیر سے کہا کہ وعدہ فرمایئے کہ آپ جھجر مین کب آئیگا سنکے بولے کہ جھجر کی جاہ تو وہی گرمی ہین ۔

صنعت احتجاج بدلیل یعنی کسی دلیل سے کلام کو مدلل کرنا اور اُسکی دو صورتین ہین ۔

(۱) بطور متکلمین کے کلام مین نتیجہ مطلوب کا حاصل ہونا کیونکہ متکلمین کا کلام دلیل اور برہان پر مشتمل ہوتا ہی اس قسم کو مذہب **کلامی** کہتے ہین غرضکہ صنعت ہونا اسکا اسوجہ سے ہی کہ دلیل اہل کلام کے طریق پر لائی جائے اور اہل کلام کے طریق پر دلیل لانے سے یہ مطلب ہی کہ دلیل کی صورت قیاس استثنائی یا اقترانی کے طور پر ہو کہ جسکے مقدمات کے تسلیم کر لینے سے عقلی طور پر مطلوب کا تسلیم کر لینا لازم آئے پس جو حجت اسطرح نہ لائی جائے کہ قیاس استثنائی یا اقترانی کی صورت اُس سے پیدا ہو سکتی ہو وہ صنعت مذہب **کلامی** مین داخل نہو گی لیکن مراد اس سے کہ حجت اہل کلام کے طریق پر ہو یہ ہی کہ اُس کلام سے دلیل اقترانی یا استثنائی کی صورت پر مقدمات کا ترتیب دینا صحیح ہو نہ یہ کہ صورت بالفعل بھی پائی جاتی ہو مثال اسکی یہ شعر شاہ جہان بیگم والیہ بھوپال شیرین تخلص کا ہی۔

دنیا مین بڑا شور رہا ہی شکر شکنی کا ۔۔۔ شیرین جو تخلص مین ہوا نام ہمارا

اس شعر سے مطلوب اسطرح ثابت ہوتا ہی کہ دنیا مین متعلق محمول یعنی بڑا کلمہ ہے شور موضوع ہے رابطہ غیر زمانی **شکر شکنی** کا مرکب تقییدی اضافی متعلق یعنی مضاف الیہ موضوع قضیہ حملیہ خارجیہ ثبتیہ اور دلیل اس پر مصرع آئندہ قیاس اقترانی حملی شکل پہلی اور تیسری اور چوتھی سے اور اشارات اس دلیل پر لفظ جو تو اس تقریر پر حاصل مصرع ثانی یہ ہوا اسلیے کہ نام ہمارا شیرین تخلص ہوا اور یہ قضیہ حملیہ موجبہ شخصیہ صغرے ہوا اور شیرین تخلص کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہے کبرے اور یہ شکل اول نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہے اور ترتیب شکل ثالث کی اس طرح ہے شیرین تخلص نام ہمارا ہوا صغرے اور شیرین تخلص کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہی کبری نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہی اور تقریر شکل رابع کی اس وضع پر ہے شیرین تخلص نام ہی ہمارا صغرے اور شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہی شیرین تخلص کا کبرے نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا اور یہی مطلوب تھا۔

مومن

شبہ کیا عصمت لخت جگر احمد مین ۔۔۔ جب مسلم ہی کہ معصوم ہی جزو معصوم

شاعر نے اپنا مطلب یون ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ہین اور حضرت امام حسین ع انکا جز ہین اور معصوم کا جز معصوم ہوتا ہی تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت امام حسن ع بھی معصوم ہین۔

سودا

اگر عدم سے نہ ہو ساتھ فکر روزی کا ۔۔۔ تو آب و دانہ کو لیکر گہر نہ ہو پیدا

اس شعر مین دلیل کی صورت اس طرح پر ہی کہ اگر عدم سے فکر روزی کا ساتھ نہو تو گوہر آب و دانہ کو لیکر

عدم سے پیدا نہو لیکن وہ آب و دانہ کو ایک پیدا ہوتا ہے اس سے نتیجہ حاصل ہوا کہ فکر روزی کا عدم سے ساتھ ہی اسی طرح ہین یہ دو شعر اسی قصیدے کے۔

ولہ

بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف
جو ناتوان نہ کرین دستگیری دشمن

ہلال عید ہو عالم مین کیونکہ روزہ کشا
تو خار و خس نہ کرے شعلے کو کبھو برپا

(۳) جو کلام تمثیل پر مشتمل ہو اس کو مذہب فقہی کہتے ہین فقہا یعنے علمائے اُصول اپنی اصطلاح مین سے قیاس بولتے ہین تمثیل مین استقرار اور قیاس منطقی کچھ کچھ دونون پائے جاتے ہین اس کو ناکامل استقرار سمجھو استقرار مین جزئیات سے کلیہ پر دلیل لاتے ہین مثلاً جب چند مرتبہ ہمنے دیکھا کہ جب ایک امر ہوتا ہی تو اُسکے ساتھ فلان صورت بھی ہوتی ہی پس اس سے ہم نتیجہ نکال لیتے ہین کہ اس قسم کی جتنی باتین ہین سب ہمیشہ اسی طرح پر ہوتی ہین اور ایک عام قاعدہ ان سب باتون کے واسطے نکل آتا ہی چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ سیسہ لوہا چاندی وغیرہ جب خوب گرم کیے جائین تو پگھل جائین پس قاعدہ عام یہ نکلا کہ دھاتین پگھل جاتی ہین دوسری مثال ہمنے دیکھا کہ گائے بھینس بکریان اور سینگ والے جانور جگالی کرتے ہین پس قاعدہ عام نکلا کہ سینگ والے جانور جگالی کرتے ہین قیاس مین کلی کے قرینے سے جزئی پر حکم صادر کیا جاتا ہی اور یہ ٹھیک استقرار کے برعکس ہے استقرار سے ہمکو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فلان چیزین زہردار ہین پس اس عام قاعدے سے جو ہمکو معلوم ہوا ہی یہ حکم لگائین گے کہ اگر ان زہردار چیزون مین سے کوئی بھی کسی شخص نے کھالی ہی تو اُس پر زہر نے اثر کیا ہوگا اسے قیاس کہتے ہین اسی طرح اگر کوئی نیا جانور سینگدار کہین ملے تو ہم رائے لگائین گے کہ یہ جگالی کرنے والا ہی کیونکہ یہ عام قاعدہ دلیل استقرار سے معلوم ہو چکا ہی کہ سینگدار جانور جگالی کرتے ہین غرضکہ قیاس کلی سے جزئی پر دلیل لانے کو کہتے ہین اور استقرار جزئی سے کلی پر دلیل لانے کو بولتے ہین اور تمثیل مین جزئیت سے جزئیت ثابت کی جاتی ہی یعنی ایک چیز سے دوسری چیز پر حوالہ دیا جاتا ہی مثلاً کوئی نتیجہ نکالے کہ فلان مشرک کا انجام بُرا ہوگا کیونکہ ابوجہل مشرک کا انجام بُرا ہوا یہان پر استقرار اور قیاس دونون پائے جاتے ہین کیونکہ تمثیل ابوجہل مشرک سے استقرار کے طور پر یہ بات نکلتی ہی کہ کل مشرکون کا انجام بُرا ہوتا ہی پس چونکہ یہ آدمی مشرک ہی اس سبب سے اُس عام قاعدے سے قیاس کے طور پر یہ بات نکلتی ہی کہ اسکا انجام بُرا ہوگا یہ طریقہ دلیل لانے کا بہت صاف اور صحیح ہی کہ حاجت اور مثال لانے کی یہان پر نہین ہی مگر جب تک وجہ مناسبت جس کو علت اور وجہ جامع کہتے ہین قطعی نہو

تمثیل یقین کا فائدہ نہین بخشتی جب علت قطعی ہوتی ہو اُسوقت قیاس کی طرف رجوع کرکے یقین کا فائدہ دیتی ہو جیسے کہین بھنگ حرام ہو اس وجہ سے کہ مسکر ہو اور ہر مُسکر حرام ہے پس علت حرمت کی سکر ہو جو خمر مین تھا سبزی نہ سیلان نہ بو کہ اور چیزون مین بھی جو حلال ہین پائے جاتے ہین لہذا تعین ہوا کہ نشہ بوجہ حرمت کے ہو جو خمر مین تھا اور یہ علت قطعی ہو قیاس ایسے دو قضیون سے بنتا ہو کہ اُن کے مان لینے سے ایک دوسرا قضیہ لازم آجائے اور اس دوسرے قضیہ کو نتیجہ کہتے ہین اور پہلے دو مقدمات کہلاتے ہین بھنگ مسکر و ہر مسکر حرام ہے دو قضیے ہین کہ جنکے مان لینے سے یہ نتیجہ لازم آیا کہ بھنگ حرام ہو مثال نظم کی۔

سید محمود علی برتر

ہم آپکے کوچے سے جو نکلے تو عجب کیا	آدم بھی ہوے خلد کی تعمیر سے باہر

اپنی ذات کو آدم پر قیاس کیا ہو۔

ظفر

تو کہین ہو یہ دل دیوانہ وان پہونچے ہی گا	شمع ہوویگی جہان پروانہ وان پہونچے ہی گا

دل دیوانہ کے حال کو پروانے کے حال پر قیاس کیا ہو۔

ولہ

بے شرارت کوئی ہوتے ہین ہم دو سنگدل	دیکھو پتھر پر گرا پتھر شرر پیدا ہوا

مؤلف عفی عنہ نے رامپور مین حکیم ضامن علی جلال سے اس مثال مین شعر کہدینے کی استدعا کی تو انھون نے نمونے کے لیے فارسی کی مثال طلب کی راقم نے یہ رباعی ابوالفرج رونی کی دیدی۔

رباعی

گفتم کہ ز خردی دل من نیست پدید گفتا کہ ز دل بدیدہ باید نگرید	اندوہ بزرگ تو درو چون گنجید خرد ست بدو بزرگہا بتوان دید

جلال نے اسی رباعی کا ترجمہ کر دیا اور کہا کہ ترجمہ بھی صنائع مین داخل ہو۔

رباعی

مین نے جو کہا کہ تو ذرا سا ہے دلا دل بولا کہ آنکھ بھی ہو اک چھوٹی سی شے	کیونکر غم بسیار نے کی تجھ مین جا اور اُس مین سما جاتا ہے دیکھو کیا کیا

دل کو دیدہ پر قیاس کیا ہو جلد ہفتم ہفت قلزم وغیرہ سے معلوم ہوتا ہو کہ کسی مضمون کا ایک

زبان سے دوسری زبان مین قصداً ترجمہ کرنا اور پھر رعایت نظم و موزونیت کا رکھنا صنائع معنوی مین داخل ہے اور نام اسکا صنعت ترجمہ ہی بدر جاجرمی شاگرد محمد ہمگر فارسی گو نے ابوالفتح بستی کے قصیدۂ عربی کا ترجمہ فارسی مین نہایت عمدہ موزون کیا ہی کہ ایک ایک بیت کا ترجمہ ایک ایک بیت واقع ہوئی ہے مطلع اُن دونون قصیدون کا بیان درج کیا جاتا ہی۔

زِیَادَۃُ الْمَرْءِ فِی دُنْیَاہُ نُقْصَانُ ۔۔۔ وَرِبْحُہٗ غَیْرُ مَحْضِ الْخَیْرِ خُسْرَانُ
ہر کجاے کہ زدنیاست ہمہ نقصان ست ۔۔۔ سود کان محض نکوئی نبود خسران ست

اور شیدا نے سعدی کے قصیدۂ فارسی کا ترجمہ اُردو مین کیا ہی کہ ایک ایک بیت کا ترجمہ ایک ایک بیت واقع ہوئی ہی چنانچہ۔

ترا ز کوے اجل کے فرار خواہد بود ۔۔۔ قرارگاہ تو دار القرار خواہد بود
اجل کے کوچے مین تیرا گذار ہووے گا ۔۔۔ ترا قرار بدار القرار ہووے گا
ترا بہ تختۂ تابوت در کشند از تخت ۔۔۔ گرت خزانۂ و لشکر ہزار خواہد بود
دھرینگے تجھکو جنازے مین تخت شاہی سے ۔۔۔ اگر خزانہ و لشکر ھزار ہووے گا
ترا بہ کنج لحد سالہا باید خفت ۔۔۔ تن تو طعمۂ ہر مور و مار خواہد بود
لحد کے گوشے مین تجھکو برسون یہ سونا ہے ۔۔۔ بدن ترا خورش مور و مار ہووے گا

عمر خیام

درچشم محققان چہ زیبا و چہ زشت ۔۔۔ منزلگہ عاشقان چہ دوزخ چہ بہشت
پوشیدن بیدلان چہ اطلس چہ پلاس ۔۔۔ زیر سر عاشقان چہ بالین چہ خشت

منشی رام سہاے تمنا لکھنوی یون ترجمہ کرتے ہین۔

محققون کی نظر مین ہی خوب زشت سب ایک ۔۔۔ ہی عاشقون کے لیے دوزخ و بہشت سب ایک
لباس ٹاٹ کا اطلس کا بیدلون کو ہی ایک ۔۔۔ سر فدا کو ہین بالین اور خشت سب ایک

عمر خیام

عشقے کہ مجازی بود آبش نبود ۔۔۔ چون آتش نیم مردہ تابش نبود
عاشق باید کہ سال و ماہ و شب و روز ۔۔۔ آرام و قرار و خورد و خوابش نبود

تمنا

ہو عشق مجازی مین نہ رونق کا ظہور ۔۔۔ جو آگ بجھی ہوئی ہے کب ہو پُر نور

عاشق وہ ہی جسنے ساں او ماہ و شب بار وز		خواب وخور وتاب ضبط وآرام ہو دودا

صنعت استتباع اسکو المدح الموجہ بھی کہتے ہین اور یہ اسطرح ہی کہ ممدوح کی تعریف اس طور پر کرین کہ اُس سے ضمناً دوسری تعریف اور ثابت ہوتی ہو جیسے اس مثال مین۔

ذوق

زیر ران تیرے ہی وہ توسن چالاک کہ تو یون کرے جست کہ جیسے سر میدان نبرد		چھیڑ دے ایک ذرا اُسکو جو وقت صف جنگ مُنھ سے اُڑ جاے حریفون کے ترے خوف سے رنگ

اس قطعہ کے مضمون سے ایک تو یہ تعریف پیدا ہوئی کہ گھوڑا ممدوح کا نہایت عمدہ و تیز و چالاک ہے جست ایسی بھرتا ہی جیسے چہرے سے رنگ اُڑتا ہی دوسری یہ نکلی کہ تو ایسا بہادر ہی کہ دشمن کے چہرے کا رنگ تیرے خوف سے اُڑ جاتا ہی۔

سودا

خو گر تو خلق و حلم و حیا سے اگر نہ ہو تجھ آتش غضب کے شرارے کے سامنے		اور ہو تری نگاہ مین اعمال عاصیان بارود کا ہے تو وہ زمین اور آسمان

غرض اس قطعہ مین مدح حلم اور خلق اور حیا سے ہی اور اُسکو اس طرح سے بیان کیا کہ مدح غضب کی بھی حاصل ہو گئی۔

میر

تو ہے کہ تو لے دوش نبی پر قدم رکھا		بُت توڑ توڑ شرک کی صورت دیے مٹا

اس سے دو مدح نکلین ایک بتون کا توڑنا دوسرے شرک کا مٹانا۔

صنعت ادماج (بکسر الف وسکون دال مہملہ) یعنی کلام سے دو معنی حاصل ہون اور تصریح دوسرے معنی کی نکلی ہو یہ بہ نسبت استتباع کے عام ہی یعنی استتباع سے تو یہ مراد ہی کہ ایک مدح سے دوسری مدح پیدا ہو اور ادماج مین مدح کا ہونا کچھ ضرور نہین اور ایہام و ادماج مین یہ فرق رہا کہ ایہام مین ایک لفظ دو معنی رکھتا ہی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین اور ادماج مین پورے کلام کے دو معنے ہوتے ہین اور توجیہ یعنے محتمل الضدین اور ادماج مین بھی فرق ہی یعنے وہ بہ نسبت ادماج کے خاص ہی اسلیے کہ اُس مین ایک کلام سے ایسے دو معنی پیدا ہوتے ہین کہ دوسرے معنے پہلے معنی کی ضد ہوتے ہین چنانچہ اُسکے بیان مین معلوم ہوا اور ادماج مین ایک معنی دوسرے معنی کی ضد نہین ہوتے مثال ادماج کی یہ شعر قصیدۂ نطق مسمّی بہ خیابان خلد کا ہے۔

جود نے دو دیے معنی مرے اس مصرع کو | اب فقیروں کے ہین گھر معدن دریا و جبل

ایک معنی یہ ہین کہ اسقدر بخشش کی کہ فقیرون کے گھر معدن دریا و جبل ہو گئے یعنی وہ لوگ زرد گہر و لعل سے مالا مال ہو گئے دوسرے معنی یہ کہ اتنی داد و دہش کی زر و گوہر و لعل کے صرف ہو جانے سے معدن دریا و جبل خالی ہو کر فقیرون کے سے گھر ہو گئے اُن مین کچھ نہ رہا یہ شعر مدح مین ہی اور ایک کلام سے دو معنی نکلتے ہین مگر ایک مدح سے دوسری مدح نہین نکلتی ورنہ استتباع کی مثال مین لکھا جاتا۔

غالب

کیونکہ اُس بت سے رکھون جان عزیز | کیا نہین ہے مجھے ایمان عزیز

ایک معنی تو یہ ہین کہ اس سے جان عزیز رکھونگا تو وہ ایمان لے لیگا اسلیے جان کو عزیز نہین رکھتا تاکہ ایمان بچ جائے دوسرے معنے یہ ہین کہ اُس بت پر جان قربان کرنا عین ایمان ہے پھر اُس سے جان کیونکر عزیز رکھی جا سکے۔

ولہ

اُلجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ | جو تم سے شہر مین ہون ایک دو تو کیونکر ہو

اسکا ایک مطلب تو یہ ہی کہ تم جیسے نازک مزاج ایک دو شہر مین اور ہون تو شہر کا کیا حال ہو اور دوسرے معنی یہ ہین کہ جب تمکو عکس کا بھی اپنی مانند ہونا گوارا نہین تو شہر مین اگر فی الواقع تم جیسے ایک دو حسین موجود ہون تو تم کیا قیامت برپا کردو۔

ولہ

مجھکو دیار غیر مین مارا وطن سے دور | رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ دیار غیر مین میرا کوئی شناسا نہ تھا بس اگر وہان بیکسی و بیکس میرسی کی حالت مین موت آئی تو کچھ زیادہ ذلت نہوئی دوسرے معنے یہ ہوتے ہین کہ وطن سے دور مارنے مین بیکسی کی شرم رہگئی کیونکہ اگر وطن مین موت آتی تو بیکسی کی تکمیل نہوتی۔

ولہ

زندگی مین تو وہ محفل سے اُٹھا دیتے تھے | دیکھون اب مر گئے پر کون اُٹھاتا ہی مجھے

اسکے دو معنی ہین ایک تو یہ کہ زندگی مین آپ مجھے محفل سے اُٹھا دیتے تھے اب مرنیکے بعد دیکھون مجھے وہان سے کون اُٹھاتا ہی اور دوسرے معنی ہین کہ محفل سے تو اُٹھا دیتے تھے دیکھون اب جنازہ میرا کون اُٹھاتا ہی۔ اسی قبیل سے ہی یہ شعر۔

مومن

تیرا اقبال روز افزون ہو	جیسے مومن پہ فضل رحمانی

ولہ

ایک دن یون ہجوم یاران تھا	جیسے اب مجمع پریشانی

ناسخ

سلک گوہر سخن اپنا ہے ولیکن ناسخ	دہن یار کے مانند نہان کیا کیجے

ولہ

کافی ہی فقط ظل الٰہی کا اشارہ	ناسخ کی طرح تابع فرمان ہی یہ گھوڑا

میر

دولت اُسکی موج زن جیسے محیط	خاک بر سر مدعی جیسے سراب

معیار البلاغۃ مین ادماج کی مثال دینے مین غلطی کی ہی یعنی ادماج مین ایہام کی مثال دی ہی۔

صنعت مبالغہ یعنی کسی امر کو شدت وضعف مین اس حد تک پہونچا دینا کہ اس حد تک اُس کا پہونچنا محال ہو یا بعید ہو تاکہ سُننے والے کو یہ گمان نہ رہے کہ اس وصف کا اب کوئی مرتبہ باقی ہی اور مبالغے کی تین قسمین ہین تبلیغ اغراق۔ غلو۔

تبلیغ۔ اُسے کہتے ہین کہ مُدعا یعنی کسی امر کا انتہا تک پہونچا دینا عقل و عادت کے نزدیک ممکن ہو مثلاً

شہیدی

وعدۂ شام پہ کی ہمنے عبث جاگ کے صبح	وہ اسی وقت نہ آتے اگر آنا ہوتا

یہ بات عقل و عادت کی رو سے ممکن ہی کہ عاشق اپنے معشوق کے انتظار مین رات بھر جاگے۔

مومن

دم مصاف ترے دشمنوں کے لشکر مین	صدائے نوحہ و شیون ہی شور و غلغل کو بس

ممکن ہی کہ لڑائی کے وقت ایک سمت کے لشکر کو ہزیمت ہو اور بہت سی فوج ماری جائے اور رونا پیٹنا مچے۔

سودا

پہونچے ہم آرزوے وصل مین نزدیک مرگ	سو تجھے ہی مشکل ملاقات بہت دور ہمین

معشوق کے وصل کی آرزو مین قریب مرگ ہو جانا عقلاً و عادۃً ممکن ہی۔

اغراق اُسے کہتے ہین کہ مبالغہ قریب العقل بعید العادت ہو مثال اسکی۔

مومن

گرگ نے دورِ عدل مین اُسکے | سیکھ لی راہ و رسم چوپانی

ممکن ہو کہ بھیڑیا گوسفند وغیرہ کو نہ مارے اور محافظت کرے مگر عادۃً یہ بات محال ہو۔

ولہ

آشیان عقاب و شاہین مین | روز کنجشک کی ہے مہمانی

قلق

یہ عدالت سے ہے جہان معمور | بازِ سیتا ہے بچۂ عصفور

شمس الدین قسمت

مقدور ہے کس کا جو ترے حکم کو ٹالے | رستم جو نہ آوے تو وہین اُس کا سر آوے

رستم کا سر کاٹ کر لانا باعتبار اُسکی بہادری کے عادۃً محال ہو لیکن ممکن ہو کہ کوئی شخص اُسکا سر کاٹ لائے۔ یہ دونون قسمین مبالغے کی مقبول ہین اور یہی محسنات بدیعی مین سے ہین۔

غلو ایسے مبالغے کو کہتے ہین کہ خلاف قیاس و بدیہی البطلان اور عقل و عادت دونو کے نزدیک ممتنع اور محال ہو۔ مبالغے کی یہ قسم نامقبول ہے جیسے۔

منشی

غرض اس طرح ترک کشتے ہوے | کہ کشتون کے تا چرخ پشتے ہوے

لاشون کے انبار چرخ تک لگ جانا نہ از روے عقل کے ممکن ہو نہ از روے عادت کے۔

مظفر علی اسیر

برق پہونچے نہ کبھی دوڑ مین ہمراہِ رکاب | گرد کی طرح رہے سائے کے پیچھے صرصر

برق و ہوا کا گھوڑے سے رہجانا عادت و عقل دونون کے نزدیک محال ہو۔

ولہ

چمکے جو تیغ قہر کسی روز جنگ مین | ٹھہرے نہ سایہ خوف کے مارے بدن کے پاس

ولہ

یہ ریزہ ریزہ کیا اُسنے جسم اعدا کو | کہ روز حشر ہوا اُس کا اجتماع محال

احمد خان غفلت

خوانِ انعام ترا مہر اگر سر پہ اُٹھائے | نانِ تہ کردہ کی صورت ہو دوتا اُسکی کمر

انشا گھوڑے کی تعریف مین

ہی اس آفت کا سبک سیر کہ راکب اُسکا ۔ حاضری کھائے جو کلکتہ تو لندن مین ٹفن

آزاد

ایسے جس جا پہ مسافر کے لیے گھر ہی دامین ۔ شیر گنجشک جو جا ہو تو سرای دامین

دبیر

سب رود ہے تھے زور کو دان مین بھی گھٹ گیا ۔ مانند ناف خوف سے سینہ سمٹ گیا

بہرصورت مبالغۂ غلو محسنات بدیعی مین سے نہین ہان جبکہ مقبول ہوجائے اور یہ اُس صورت مین مقبول ہوتا ہی کہ جب ایسا کوئی لفظ ذکر کرین جس سے وہ مقرون بہ صحت ہوجائے اور امکان کی صورت پیدا ہو۔ جیسے ۔

سودا

اس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن ۔ جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہی خزان کا

مقصود بیان اس امر کا بیان ہی کہ بہار اس گلشن دنیا کی آنکھ کھولنے کے عرصے مین جاتی رہتی ہی اور یہ امر قرین صحت کے نہین ہو سکتا کس لیے کہ ایک ساری فصل کا عرصہ قلیل مین بسر ہوجانا نہ باعتبار عادت کے ممکن ہی اور نہ عقل مین آتا ہی لیکن جب آنکھ کھلنا گل کی طرف منسوب کیا تو وہ امر صحت سے مقرون ہو گیا کیونکہ گل بعد کھلنے کے ٹوٹ کر گر پڑتا ہی اور یہ امر اُسکے واسطے خزان ہے۔

ولہ

عشق کی بھی منزلت کچھ کم خدائی سے نہین ۔ ایک سا احوال یان بھی ہی گدا و شاہ کا

عشق کی منزلت اور مرتبے مین مبالغہ حد سے زیادہ بڑھ گیا اور یہ امر قرین صحت کے نہ تھا جب کہا کہ یہان بھی گدا اور شاہ کا ایک سا احوال ہی تو وہ امر صحت کے قریب ہو گیا کیونکہ اللہ جل شانہ کے نزدیک بھی گدا و شاہ برابر ہین۔

یا خیالات نازک و لطیف اُس سے ظاہر ہون جس سے مقبول و پسند طبائع ہو جیسے اس شعر مین مومن کے قصیدے کے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح مین ہی۔

دست یاقوت فشان دھوو کے جو دہ اگر ۔ آگرہ سیلان پہ ہنسنے خاک فضائے گلزار

یعنی ممدوح اپنے ہاتھون کو جن سے جواہر جھڑتے ہین اگر لب جو دھووے اور ریانی ہاتھون کا

دریا مین گرے اور دریا کے پانی سے گلزار کی آبیاری ہو تو خاک گلزار مین اس قدر یاقوت وغیرہ جواہر پیدا ہون یا یہ کہ وہ خاک بالکل جواہر ہو جائے اور کوہ سیلان یعنی لنکا کے پہاڑ جو معدن لعل و یاقوت ہین اُن پر وہ خاک ہنسے کہ تجھ مین کچھ بھی نہین ہے یہ بات عقلاً و عادۃً محال ہو لیکن چونکہ خیالات نازک و لطیف ہین طبیعت کو پسند ہے۔

اِسی قبیل سے ہو یہ شعر امیر کا۔

گمیت کشتو نکا نہ تیار بھی ہونے پائے	ہو چلے تیغ و قضا مین برضا بیع و سلم

اسی عالم سے ہو انیس کا یہ بند تلوار کی تعریف مین۔

کاٹا پلک مین آنکھ کو پتلی مین نور کو	بازؤن مین کجروی کو سرون مین غرور کو
سینے مین بغض و کینہ کو دل مین فتور کو	نیت مین معصیت کو طبیعت مین زور کو

ذات اک طرف مٹا دیا بالکل صفات کو
کیسی زبان زبان مین یہ کاٹ آئی بات کو

یا مبالغہ بطور ہزل کے ہو جیسے سودا گھوڑے کی ہجو مین کہتا ہے۔

کم رو ہے اس قدر کہ اگر اُسکے نعل کا	لوہا بنا کے تیغ بنائے کبھی لوہار
ہو دل کو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ	رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار
اگر باندھکر سہ منزلہ سے پھینکدین اُسے	جھٹکے بغیر تین نہ اُترے گا زینہار

پہلے دو شعرون مین مبالغہ کم روی مین ہو اور یہ ظاہر ہو کہ ایسا نہین ہو سکتا کہ کم روی کی تاثیر سے نعل مین وہ اثر ہو جائے کہ اُسکے لوہے کی تلوار بھی ہو تو چل نہ سکے اور تیسرے شعر مین مبالغہ ہے گھوڑے کے ضعف مین اور یہ ظاہر ہو کہ باندھ کر ڈالدینے کے وقت بسبب ضعف کے تین جھٹکے لیکر اُترنا ممکن نہین کیونکہ اُس وقت گرنا بے اختیاری ہو اور ضعف مین توقف کرنا اختیاری ہوتا ہی لیکن چونکہ یہ بطور ہزل کے ہو اسلیے طبیعت کو پسند آتا ہے۔

صنعت تعجب یعنی کسی چیز پر تعجب ظاہر کرین کسی فائدے اور غرض کے واسطے جیسے۔

محمد پناہ خان حلیم

کہتے ہین حلیم آیا میخانے سے مسجد مین	ہمکو تو تعجب ہو وہ گبر مسلمان ہو

اس شعر مین قائل نے تعجب کیا کہ حلیم اتنا تو بڑا رند تھا پھر وہ کیسے تائب ہو کر مسجد مین آیا۔
فائدہ تعجب کا حلیم کی رندی مین مبالغہ ہے۔

مومن

زخم کھایا زہر کھایا تو بھی کچھ ہوتا نہین | دیر گذری مرگ کو کیا جانیے کیا ہو گیا

موت کے نہ آنے پر تعجب ہے اور گران جانی مین مبالغہ۔

مرزا مہر

سیہ چوٹی زرافشان مانگ سبز اُسپہ دوشالا ہی | تماشا ہی پر طاؤس نے کالے کو پالا ہے

یہ بات تعجب کی رو سے بیان کی گئی کہ کالے کو پر طاؤس نے پالا ہی۔

فائدہ تعجب کا مبالغہ عداوت مار و طاؤس مین ہے۔

آباد

پیاس بجھ جاتی ہی دیکھے سے عجب حیرت ہے | بوند بھر بھی نہین رکھتا ہے مگر آب ذقن

اس امر پر تعجب ظاہر کیا ہی کہ چاہ ذقن مین پانی ایک بوند بھی نہین اور پیاس اُس سے بجھ جاتی ہی

سودا

فندق پا لگی کہئے کہ نہ دیکھا ہوگا | سرو کی بیخ سے پھولا گل او رنگ ابتک

برق

شہرہ ہو کیوں نہ ابروے جانان کے خال کا | دیکھا کسی نے زاغ کمان ہلال کا

صنعت جامع اللسانین یعنی ایسی عبارت یا فقرہ یا مصرع ہو کہ اُسکو پڑھین تو دو زبانون مین معلوم ہو جیسے یار آجائے تو بہتر یہ فقرہ فارسی اور اُردو دونون زبانون مین معلوم ہوتا ہی اور معنی بھی دیتا ہی فارسی مین الف مقصورہ ساکن سے یہ معنی ہوے کہ اے یار تیری جگہ بہتر ہے اور اس شعر مین۔

احسان دہلوی

فائدہ تم جو مجھے نزع مین یار آے نظر | ہے نہ یارا ے سخن اور نہ یارا ے نظر

مقصود بالتمثیل لفظ یارا ے نظر ہے۔

مہر

موت بھی آئے کہین جاے فراق | گوشۂ دل مین نہین جاے فراق

اس شعر مین مقصود بالتمثیل جاے فراق ہے۔

نسیم

اس جنگلے مین جا پڑا جہان گرد | صحراے عدم بھی تھا جہان گرد

مقصود بالتمثیل لفظ جہان گرد ہے۔

صنعت ذو رو بتین اُسے کہتے ہین کہ کلام کو باعتبار صورت حروف کے بغیر لحاظ نقاط کے دو زبانون مین پڑھ سکین مرزا غالب اپنے ایک خط مین لکھتے ہین "تازہ شے بہتر بارہ سے بہتر"، عربی و فارسی اور عربی و ہندی مین بھی یہ صنعت جاری ہوتی ہے مثلاً عربی اِنَّ بَانِی بَابِ بَیتِ جَاءَنِیْ یعنی تحقیق مکان کے دروازے کا بنانے والا میرے پاس آیا **ہندی** ان پاپی باپ بیت جانی۔ (از رسالۂ عبد الواسع)۔

صنعت ذو ثلثہ اُسے کہتے ہین کہ کلام بہ تغیر نقاط و حرکات تین زبانون مین پڑھا جائے جیسے یہ فقرہ۔

عربی بَیْتِیْ خُودٌ تُرِیْدُ یعنے خوبصورت نازک اور نوجوان عورت میرے گھر آنے کا ارادہ کرتی ہے۔

فارسی بینی خود برید **ہندی** بیٹی چھ دیز ید (از رسالۂ عبد الواسع)

اس صنعت کو **محتمل اللغات** بھی کہتے ہین بعض نے ان تینون صنعتون کو صنائع لفظی مین داخل کیا ہے۔

فائدہ اس بحث سے ایک اور صنعت نکلتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک زبان کے شعر کا کوئی لفظ بدل دیا جائے تو وہ شعر دوسری زبان مین ہوجائے لیکن مطلب مین فرق نہ آئے بشرطیکہ وہ لفظ پہلے لفظ کا ترجمہ ہو مثال اسکی مرزا نوشہ غالب کا یہ شعر۔

شمار سُبحہ مرغوب بُت مشکل پسند آیا ؎

تماشاے بیک کف بُردن صد دل پسند آیا ؎

اگر دونون مصرعون سے لفظ آیا کو نکال کر اُس کا ترجمہ آمد لکھا جاے تو شعر فارسی کا ہوجائے ؎

شمار سُبحہ مرغوب بُت مشکل پسند آمد

تماشاے بیک کف بُردن صد دل پسند آمد

صنعت ترجمۃ اللفظ ایک لفظ کے بعد دوسرا لفظ ایسا لاوین جو اُس کا ترجمہ ہو اسکی دو صورتین ہین۔

(۱) یہ کہ بطور لطیفے کے پہلے کا ترجمہ ہو جیسے۔

میر محمد سوز

کہتے تھے پہلے میر میر تب نہ موے ہزار حیف	اب جو کہے ہین سوز سوز یعنی سدا جلا کرو

ابتدا مین میر محمد سوز میر تخلص کرتے تھے بعد کو سوز تخلص اختیار کیا اس ترجمے مین یہی لطیفہ ہے کہ اُنکے دونون زمانون کے تخلصون کی طرف بھی اشارہ ہو۔

منیر

اگر اسکی ٹھوکر دلون کو ہلاوے	ضمیر ایک بھی پاے اپنی نہ غائب

دل کا ترجمہ ضمیر ہے اور یہان غائب کے لفظ سے اُس سے ایک لطف پیدا ہو گیا ہو کیونکہ ضمیر صرف ونحو کی اصطلاح مین وہ اسم ہے جو اسم ظاہر کا قائم مقام ہوتا کہ جس اسم کا نام پہلے لے چکے ہین دوبارہ نہ لینا پڑے اور یہ تین قسم پر ہے اسلیے کہ اگر بولنے والا اپنی ذات کے لیے اُسے لائے تو ضمیر متکلم کہتے ہین اور جو دوسرے سامنے والے کو اُس سے مخاطب کرے تو وہ ضمیر مخاطب ہو اور جو شخص غیر حاضر کی ذات کے لیے استعمال کرے تو ضمیر غائب ہو۔

ذوق

تیرا ہاتھی ہو فلک کا ہکشان ہے خرطوم	کان دونون مہ و خور دم ہو ذنب سر ہو راس

لطیفہ اس مین یہ ہو کہ ذنب وراس ایک شکل ہے آسمان پر بصورت اژدہے کے اسکو تنین فلک بھی کہتے ہین اسکی ایک طرف کو راس اور دوسری طرف کو ذنب بولتے ہین۔

ایضاً

یہ روز بہ سے ترے ہے جوان جہان کہن	کہے نہ کوئی دو شنبے کو بھی جہان مین پیر

یہان لطیفہ ہو کہ پیر ہندی مین دو شنبے کا ترجمہ ہے اور پیر بوڑھے کے معنے مین بھی ہو جسکی یہان جوان کے مقابلے مین ضرورت ہے۔

(۲) معمولی طور پر ترجمہ ہو جیسے۔

میر

موسم گل مین چمن کیا پری میخانہ تھا	پھول جو تھا وہ کسی محبوب کا پیمانہ تھا

قدر

جو ہاتھ ہمکو خدا بناتا تو دست افسوس ہوتے اپنا
جو پانون ہمکو خدا بناتا تو پا پاے فگار ہوتے

مرزا اسد اللہ خان غالب

لیتا ہون مکتب غم دل مین سبق ہنوز	لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

شیخ امان علی سحر

میل اپنے ہاتھ کا مجھے روپے پیسے کو ہم	کام تھیلی سے نکالا کیسہ دلاک کا

صنعت مسلسل لغت مین مسلسل ملے ہوے کے معنے مین ہے اصطلاح مین مراد اس سے یہ ہے کہ شاعر چند الفاظ ملے ہوے لاوے پھر آگے جاکر اُن کو دوسرے معانی ساتھ لاوے جیسے۔

ذوق

ہے آج جو یون خوشنما نور سحر رنگ شفق	پرتو ہے کس خورشید کا نور سحر رنگ شفق ہے
حُسن گل مہتاب لے جوش گل سیراب نے	کیا باغ مین چمکا دیا نور سحر رنگ شفق ہے
دیکھے چمن مین برگ گل آلودہ شبنم جو گُل	خجلت سے پانی ہوگیا نور سحر رنگ شفق ہے
ہے شوق کو بالیدگی ہے ربط کو چسپیدگی	کس رنگ ہون ملکر جُدا نور سحر رنگ شفق
جشن بہادر شاہ ہے روز علو جاہ ہے	ہے اسلیے بہجت فزا نور سحر رنگ شفق
وہ خسرو والا گہر جسکو خجل ہون دیکھ کر	ماہ و ثریا و سُہا نور سحر رنگ شفق

شاعر مصرع اول مین نور سحر رنگ شفق کو متصل لایا پھر اگلے مصرعون مین ان دونون لفظون کو ہر ایک جگہہ علیحدہ علیحدہ معانی کے ساتھ لایا ہے سید غلام حسین قدر بلگرامی نے لکھا ہے کہ میری یہ غزل اسی صنعت مین ہے مگر اصطلاح کے موافق اسپر مسلسل کا اطلاق صادق نہین ہوتا البتہ ناواقف لوگ ایسے اشعار کو بھی مسلسل کہتے ہین۔

جو ہاتھ ہمکو خدا بناتا تو دست افسوس ہوتے اپنا	جو پاؤن ہمکو خدا بناتا تو آبلہ پاے فگار ہوتے
جو پہلو ہمکو خدا بناتا تو ہوتے ہم چاک چاک پہلو	جو ہمکو سینہ خدا بناتا تو سینۂ رخنہ دار ہوتے
جو گرد کرکے خدا اُڑاتا تو اُڑتے گرد ملال ہوکر	جو سنگ کرکے خدا جماتا تو جمکے لوح مزار ہوتے
خدا کسی کے گلے لگاتا تو پڑتے اپنے گلے اُلجھ کر	خدا کسی کا جو ہار کرتا گلے کا اپنے ہی ہار ہوتے
خدا جو اُلفت کو آگ کرتا تو آگ کے بنتے ہم سمندر	خدا جو اُلفت کو سنگ کرتا تو الفت کے ہم شرار ہوتے

صنعت تقسیم مسلسل طرز اس صنعت کا یہ ہے کہ شاعر ایک مصرع یا ایک بیت مین چند چیزین درج کرے دوسرے مصرع یا بیت مین چند لفظ لاے کہ ہر ایک کی تطبیق مناسب ہوجا جیسے

معیار البلاغة

تیری مجلس مین زہرہ و کیوان
اک دعا گو دوم ہے خدمتگار

حسرت

وہ غم خوشی وہ خوشی غم ہے رند عاشق کو
وہ غم غمِ دل و دین یہ خوشیِ خویش و تبار

میر محمد رضا ظہیر

عُریان بدنی اشک عزا طوق سلاسل
وہ رخت یہ پردہ ہی یہ زیور ہے ہمارا

امیر مینائی

مرا دل جگر جو دیکھا تو ادا سے ناز بولا
یہ ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا

ولہ

ظاہر گل و بلبل سے ہی نیرنگ گلزار جہان
یہ نوحہ گر وہ خندہ زن اک اس طرف اک اس طرف

ذوق

کوئی ہے کافر کوئی مسلمان جدا ہر ایک کی ہی راہ ایمان
جو اُسکے نزدیک رہبری ہی وہ اسکے نزدیک رہزنی ہی

ضامن علی جلال کے یہ اشعار بھی اسی قبیل سے ہین۔

اب لکھے جائین بہم وصف دلہن دولہ کے
ایک ہے کوکبۂ بخت تو اک کوکبۂ جاہ

برج اقبال مین ہی آج قران السعدین
وہ مہ حسن ہی یہ رونق وہ منزل گہ شاہ

وہ ہی جوہر تو یہ آئینہ وہ گوہر تو یہ لعل
آرسی وہ تو یہ مصحف وہ ستارہ تو یہ ماہ

وہ صنوبر ہی یہ شمشاد وہ نرگس یہ ہی گل
جو وہ ہی سرو سمن پوش تو یہ لالہ کلاہ

وہ اگر فخر زلیخا تو یہ رشک یوسف
اُسکو بلقیس حشم کہیے تو اسکو جم جاہ

شمع خلوت ہی وہ مہرو یہ چراغ خلوت
بوے گلشن ہی دلہن رنگ گلستان نوشاہ

عباس علی خان بیتاب رامپوری

محمد و علی لطف و کرم سے اپنے دیتے ہین
اِدھر سے ساغر تسنیم اُدھر سے جام کوثر کا

ظفر

تیر نگہ و مژگان کیون کر نہون اب قاتل
یہ ناوک پران ہی وہ خنجر بران ہے

لخت دل و اشک اپنی آنکھون سے روان کرتے ہین
یہ لعل بدخشان ہی وہ گوہر غلطان ہے

کیا کہیے دلا کیا ہی اُس کا دہن و قامت
یہ غنچہ شگفتہ ہے وہ سرو گلستان ہے

زلف و رخ جانان کا مت پوچھ ظفر مجھسے
یہ ابر بہاران ہے وہ برق درخشان ہے

صنعت ابداع لغت مین ابداع بائے موحدہ کے سکون سے ایجاد کرنے اور نیا بنانے کے معنے مین ہے اصطلاح مین اسے کہتے ہین کہ شعر مین معنی خوب اور الفاظ مرغوب لائے اگر سچ پوچھو تو حقیقت مین یہ کوئی صنعت نہین بلکہ اُستادون کا کلام ایسا ہی ہوتا ہے۔

سودا

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین

ولہ

کیفیت چشم اُسکی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجیو کہ چلا مین

منیر

مجمع ضدین اگر عدل سے منظور ہو
ہو نہ سکے سنگ سخت دہر مین مینا شکن

بقا

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین
اُسکا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

ذوق

اتنا عالم مین حذر خون سے ہے خونخوارون کو
خون فاسد کو بھی ہرگز نہ کرے نوش علق ہے

برق

کف نگار مین جام شراب ناب رہا
ہمیشہ ماہ کی منزل مین آفتاب رہا

امیر

دے کہین حکم نہ وہ گھر سے نکلوانے کا
بے خودی جلد مجھے آپ سے باہر کر دے

ناسخ

مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجران کا
طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا

یاد رکھو کہ صنعت ایداع جو صنائع لفظی مین مذکور ہوئی وہ یائے تحتانی سے ہے۔ بدائع الافکار کے مؤلف نے غلطی کی ہے کہ بائے موحدہ کے ساتھ ابداع لکھ کر اور اُسکے لغوی معنی بتاکر تعریف ایداع بیائے تحتانی کی کرکے مثالین اسکی دی ہین۔

صنعت سحر حلال یہ ہے کہ بیت کے اندر ایک لفظ یا زیادہ جو بظاہر کلمات سابقہ کا تتمہ ہو اور کلمات آئندہ کے مقدمات سے شمار ہو سکے لا دین۔ سحر حلال اسے یون کہتے ہین

کہ سحر مین عجیب غریب چیزین ظاہر کی جاتی ہین اور شرع مین اُسے حرام قرار دیا گیا ہے لیکن ایسے موقع پر اُس لفظ کا لانا سحر کاری سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ اُسکے سُننے سے طبائع کو تعجب ہوتا ہے اور باوجود اسکے حرام نہین شعر مین حلال ہے غرضکہ ایسا لفظ بمنزلے جادو کے ہوتا ہے۔

نواب یوسف علی خان ناظم

پڑھتا ہے شراب پیکے لاحول	ناظم رندون مین پارسا ہے

لفظ لاحول سحر حلال ہے۔

آصف نواب حیدر آباد

عاشق و معشوق کی دل کی لگی مین ہے یہ فرق	شمع گھلتے ہی کھلی پروانہ پل مین خاک تھا

دل کی لگی کا لفظ سحر حلال ہے۔

خاکسار

کیا ہے حاصل تجھے ناصح مرے سمجھانے مین	آہ جون شمع ہے راحت مجھے جل جانے مین

لفظ راحت سحر حلال ہے۔

ذوق

خط بڑھا زلفین بڑھین کاکل بڑھے گیسو بڑھے	حسن کی سرکار مین جتنے بڑھے ہندو بڑھے

لفظ سرکار سحر حلال ہے۔

برق

روبرو سوختہ جانون کے نہ آؤ صاحب	گرمیان خوب نہین طیش کھاؤ صاحب

گرمیان سحر حلال ہے۔

منہ

حسن وہ رکھتے ہو جس کا نہین عالم مین جواب	تمکو زیبا ہے سب اس سن مین کہ ہے عہد شباب

سن کا لفظ سحر حلال ہے۔

صنعت موقوف لغت مین موقوف ٹھہرا گیا اور تھانبا گیا کے معنے مین ہے اصطلاح مین یہ ہے کہ ایک مصرع یا شعر کا مضمون دوسرے پر موقوف ہو جیسے۔

رہی اس طرح ابد از مرگ دنیا کی ہوس ناکی	ذوق شرابی گر کرے تو بہ جس طرح ہو جاے ترپا کی

ولہ

آبلے دکھلاے جب اس دل رنجور نے
دانتون مین تنکا لیا خوشۂ انگور نے

امیر

مرے پھولون مین جو آتے تو نئے وہ گل کھلاتے
کہ کلائیون مین گجرے تو گلے مین ہار ہوتا
تری ناوک اداے کبھی ہارتا نہ ہمت
جگر اُس سے آگے ہوتا جو جگر کے پار ہوتا

شعر کی مثال۔

ذوق

ابر ہے گرچہ مثالِ نمدِ نمدیدہ
گر تری برق غضب جھاڑ دے اُسپر تحقیق
تو شتابے سے بھی جل اُٹھے زیادہ وہ شتاب
آگ لگ جانے مین دیر اُسکو نہووے مطلق

صنعت تصلیف۔ لغت مین تصلیف کہتے ہین شیخی مارنے کو اصطلاح مین مراد یہ ہے کہ شاعر اپنے حق مین نہایت مبالغہ اور تعلی کرے حیدر تخلص حیدر علی خان بن نواب یوسف علی خان والی رامپور اپنی تعلی مین کہتے ہین۔

اللہ نے بخشی ہے زبان کو مری تاثیر
الہام کے مضمون ہین اعجاز کی تقریر
مین طوطی شکر شکن ہند ہون گویا
ہے بلبل شیراز کو واجب مری توقیر
سلطان فصاحت ہون شہنشاہ بلاغت
باتین مری جوہر ہین زبان ہے مری شمشیر
ہر شعر پہ اصلاح ہے استاد ازل کی
ہے نظم پہ میری نظر ناظم تقدیر
آلودگی دہر سے دامن ہے مرا پاک
ہے بادۂ کوثر سے مری خاک کی تخمیر
پہونچے نہ تعلی کو مری عقل فلاطون
جاتی ہے کہین عرش پہ آواز عصافیر
آزاد ہون با این ہمہ اسباب تعلق
پابند ہون بے سلسلہ لنگر د نہ زنجیر
ہمنام ہون اُس کا جو ہے اژدر کا درندہ
گردون کو ہلاتی ہے مرے نام کی تاثیر

سودا

کرون چمن مین اگر جا کے مین غزل خوانی
تو بلبلین ہون مرے جیسے کی دیوانی
نہال میرے سخن کا اگر یہ کھینچے قد
برنگ سایہ پڑے پانون سرو بستانی
کرے طلوع اگر مہر فکر کا میری
نہ آفتاب مین ذرہ رہے درخشانی
سوا نہین وہ مری صیت شعر کو سنکر
زمین مین شرم سے اب گڑ گیا ہے خاقانی

مری یہ فکر سخن صفحۂ زمانہ پر ؛ | کرے ہی مدح و مذمت مین جو ہر افزانی
ضیاے مہر یہ کھینچے ہی نقش تاریکی | کرے ہے ظلمت حیوان کو یل مین نورانی

لمؤلفہ

اس گلستان سخن کی زیب و زینت کے لیے | اے چمن پیرا ہوے چننے ہمین کس کس کے پھول
جو سنا تھا وہ ہی لکھا ہم نے نجمی واقعی ؛ | بلبل بزم سخن ہو نطق کی مجلس کے پھول

صنعت سلب وایجاب ابی ہلال حسن بن عبداللہ نے کتاب صناعتین مین لکھا ہے کہ سلب وایجاب یہ ہی کہ کلام مین ایک شے کی نفی ایک وجہ سے اور اُس کا ثبوت دوسری وجہ سے ہو مثال اسکی ۔

شکیبا

نیم بسمل اُسنے گر چھوڑا شکیبا غم نہین | پر یہ غم ہی اعتبار دست قاتل اُٹھ گیا

قاتل نے غم کی نفی نیم بسمل چھوڑنے کی وجہ سے کی ہے پھر غم کو ثابت اس وجہ سے کیا ہی کہ قاتل کی ضرب کا اعتبار جاتا رہا ۔

مثنوی یوسف زلیخا

نہ کوئی یوسف کی قیمت خوب جانے | زلیخا جانے یا یعقوب جانے

اگرچہ دوسرے مصرع مین کئی لفظ محذوف ہین مگر اس مین شک نہین کہ پہلے مصرع مین یوسف کی قیمت کی نفی عام آدمیون کی ناشناسی کی وجہ سے کی گئی ہے اور دوسرے مصرع میں اس کا اثبات زلیخا اور یعقوب کی یوسف شناسی کی وجہ سے کیا گیا ہے ۔

غالب

جو عقدۂ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو | تو وا کرے اُس عقدے کو سو بھی باشارت

اول عقدے کی کوشش سے وا ہونے کی نفی کی ہی پھر اُس عقدے کے ممدوح کے اشارے کی وجہ سے کھلنے کا اثبات کیا ہے ۔

صنعت کلام جامع یعنی شاعر افسوس و تاسف و غم و رنج و شکایت ایام اور اپنی تکالیف بیان کرے چنانچہ شہر آشوب اور دہر آشوب اسی مضمون مین ہوتے ہین ۔

منیر

رخ احباب سے ظاہر ہوا ہی بغض نہانی | صفائی لگے گواہون مین ہی کاذب جبین پیشانی

حکایت بخت کج کی لکھنے پر آئین جو زندانی — الف آزادون کے ماتھے سے مانگے خط پیشانی
ملوث ہو چلے اہل صفا بھی صحبت بد مین — نہین رہنے کی آب صبح دم مین پاک دامانی
سوا استخوان زانوے فکرت مین نہین باقی — بھلا کس تکیے پر سر رکھ کے سوئے بخت پیشانی
سیہ کارون کے سر پر افسر عزت نظر آئے — بنے ہین مرغ عیسی ان دنون مرغ سلیمانی
پھنسا ہے موذیون کے قبضے مین حسن جہان آرا — قمر در عقرب ان روزون بنا ہے ماہ کنعانی
غنی ہین اژدہا و سیل و جغد و بوم ان روزون — گئے دینگے سلاطین جہان جاگیر ویرانی
چنے کھانے کو ترسین صاحبان گوہر عالی — صدف کو دے نوالہ موتیون کا ابر نیسانی
پھنسے ہین یک جا ادنے و اعلی دور قسمت — برابر خانۂ زنجیر مین ہے سب کی مہمانی
بچھونا ٹاٹ کمبل اوڑھنا ٹھہرا ہے ان روزون — کوئی اوڑھے بچھائے کیسے ایسا رحم سلطانی
اسیرون کے بلاے عذر پہونچی ان غریبون تک — کہ بے قدری و ضعف حال ہین جنکا نہین ثانی
مٹا ہے نام شاہی ہند سے اس درجہ ان روزون — نہین ممکن کہ اب بانات بھی کہلائے سلطانی
جو کل مزدور تھے وہ آج ٹھہرے راج کے مالک — جو شب کو مہترانی تھی ہوئی دن کو مہارانی
عدالت ان دنون ایسی بڑھائی ہے زمانے نے — کہ شمشیر و گلو پیتے ہین ایک ہی گھاٹ پر پانی
ہوا جیتر ہما عنقا سے بھی معدوم ان روزون — پڑے ہین دھوپ مین محتاج سایۂ ظل سبحانی
پڑے ہین ٹھوکرون مین کاسۂ سر بادشاہون کے — الٰہی رو دے کس کا سر پکڑ کر تاج سلطانی
کسی نے کوڑیون کے مول بھی پوچھا ان روزون — چڑھی نیلام پر سلطانی و نوابی دخانی

محمد جان شاد ریاست اودھ کی ضبطی کے متعلق لکھتا ہے۔

زوال پر جو ہوا نجم شاہی اختر — رہا نہ تخت سلیمان نہ تاج اسکندر
ایک اہلکار جواری کی بدقماشی سے — تمام گنجفۂ شاہی کا ہو گیا ابتر
بلند چرخ سے جو قصر خسروانی تھے — وہ کھود کھاد سے ٹیلے ہوئے ہین ڈھے ڈھے
چقین پڑی ہوئی رہتی تھین جن مکانون مین — تو ٹکڑے ٹاٹون کے ہین جائے وہان کے پردۂ در
سوائے خاک بچھونا وہان نہین کوئی — جہان تمام تمامی کے تھے بچھے بستر
ٹپک رہی در و دیوار سے اداسی ہے — برس رہی ہے خرابی ہر اک عمارت پر
ہمیشہ رہتے جہان جمگھٹے تھے پریون کے — مدام بھوت پریتون کا اب وہان ہے گذر
بجا کی رات دن آٹھ پہر جہان نوبت — نفیر جغد ہے شہنا نواز شام و سحر

پرندہ پر نہیں جس جا پہ مار سکتا تھا
وہاں پڑے ہوئے ڈھیر دن ہیں زاغ و بوم کے پر

چھتیں وہ جن میں تھیں چھت گیریاں گل تصویر
اب آشیان ہیں چمگادڑوں کے ہیں یکسر

اب اُس مکان میں جاروب تک نہیں ہوتی
جہاں سدا تھے مگس راں ہما کے پر

چمن چمن جو بسا تھا گلوں کی خوشبو سے
روش روش ہے وہاں خاک اُڑا رہی صرصر

جہاں تھے پھول وہاں خار و خس کے ہیں انبار
جہاں تھے نخل وہاں جھنڈیاں بجائے ثمر

سوائے عجب نہیں یاد کچھ امیروں کو
جو مالدار ہیں پھولے ہوئے ہیں دولت پر

بدی بخت سے دانہ ملے نہ دانا کو
سپہر دوں ہے کسے سفلہ پروری پہ کمر

عزیز رکھتے کمینوں کو ہیں کمینہ پرست
ذلیل کرتے ہیں ذی آبرو کو بدگوہر

شراب عیش ہے بے جوہروں کے پینے کو
برنگ تیغ ہے خون شرب صاحب جوہر

ہنر پسند نہ جوہر شناس ہے کوئی
نہ ذی کمال کی عزت نہ قدر اہل ہنر

لبوں پہ مہر خموشی دیے ہیں اہل سخن
زباں دراز ہیں خونخوار صورت خنجر

سکوت میں صفت مردمک ہیں عالی ظرف
چھلک رہے ہیں تنگ ظرف مثل دیدۂ تر

سماؤں کیا میں گدا چشم اہل نخوت میں
غرور و کبر کے پردے پڑے ہیں آنکھوں پر

مفتی صدرالدین خان آزردہ

جنکو دنیا میں کسی سے بھی سروکار نہ تھا
انکی خلوت سے کوئی واقف اسرار نہ تھا

اہل نا اہل سے خلطہ انھیں زنہار نہ تھا
آدمی کیا ہے فرشتہ کا بھی واں بار نہ تھا

وہ گلی کوچوں میں پھرتی ہیں پریشان دردر
خاک بھی اُن کو نہیں ملتی کہ ڈالیں سر پر

زیور الماس کا سب جن سے نہ پہنا جاتا
کانچ کا جن سے دوپٹہ نہ سنبھالا جاتا

بھاری جھومر بھی کبھی سر پہ نہ رکھا جاتا
لاکھ حکمت سے اُٹھاتے نہ اُٹھایا جاتا

سر پہ وہ بوجھ لیے چار طرف پھرتی ہیں
دو قدم چلتی ہیں مشکل سے تو گر پڑتی ہیں

طبع جو گہنے سے پھولوں کے اذیت پاتی
شام سے صبح تلک نیند نہ جن کو آتی

مہندی ہاتھوں میں لگا سوتی تو کیا گھبراتی
ایک سلوٹ بھی بچھونے میں اگر پڑ جاتی

اُن کو تکیہ کے بھی قابل نہ خدا نے رکھا
سنگ پہلو سے اُٹھایا تو سرہانے رکھا

روز وحشت مجھے صحرا کی طرف لاتی ہے
ٹکڑے ہوتا ہے جگر جانیہ بن جاتی ہے
سر ہے اور جوش جنون سنگ ہے اور چھاتی ہے
مصطفےٰ خان کی ملاقات جو یاد آتی ہے

کیون نہ آزردہ نکل جائے نہ سودائی ہو
قتل اس طرح سے بے جرم جو صہبائی ہو

صنعت ایرادالمثل اسکو ارسال المثل بھی کہتے ہین یہ ہے کہ شعر مین مثل کو باندھین جیسے۔

نادر

دھیان آیا جو ذقنون کا غذا کھانے مین مجھکو
مین کیا کہون کیا دال حین کالا نظر آیا

ولہ

زلف کی ناگن سے دل ڈرتا نہین
بھوت بھاگے ہے وگرنہ مارے

تعشق

جو کہ دانا ہین بجا جاتے ہین وہ گولی کی چوٹ
عین نادانی ہے اُسکی آنکھ کا تل دیکھنا

فراق

تم گالیان جو دوگے مین کیا چٹکیان لون
پیارے کسی کا ہاتھ کسی کی زبان چلے

اسیر

دہان یار سے غنچے کو دعوے
مثل سچ ہے کہ چھوٹا منھ بڑی بات

قلق

پھر گئی آنکھ بھی ہمسے تری مژگان کی طرح
یہ مثل سچ ہے کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے

ذوق

سوال بوسہ کو ٹالا جواب چین ابرو سے
برات عاشقان بر شاخ آہو اسکو کہتے ہین

حسرت

دشمن کو نہین تیغ تو منگا تو ہے
حسرت پھینک اُس طرف کو تو نالہ وآہ
یہ بھی نہین تو خاک کا تکا تو ہے
لگ جائے تو تیر ورنہ تکا تو ہے

میر محمدی مائل

کیا کیا کہون مین تجھسے دلِ زار کی ہوس
مشہور ہی جہان مین بیمار کی ہوس

ذوق

مجھ مین کیا باقی ہی جو دیکھیگا تو آنکے پاس
بدگمان وہم کی دارو نہین لقمان کے پاس

نوا

رات کو کہنے لگا جورو کے مُنھ پر ہاتھ پھیر
قدرت حق سے لگی ہی ہاتھ اندھے کے بٹیر

میر نصیر رنج

کھڑکی نکال جانب دشمن نہ بام پر
کوٹھے چڑھی جو بات کھلی خاص و عام پر

اکرم رامپوری

چرخ کج باز کے حق مین یہ مثل سیدھی ہی
اونٹ رے اونٹ تری کونسی کل سیدھی ہی

انشا

اے اشک گرم کر مرے دل کا علاج کچھ
مشہور ہی کہ چوٹ کو پانی سے دھاریے

صنعت استخدام وہ یہ ہی کہ ایک لفظ ایسا کلام مین لاوین جس کے دو معنے ہون اور ان مین سے ایک معنی مراد ہون پھر اُسی کلام مین بسبب ضمیر کے پھیرنے کے دوسرے معنے بھی اُس لفظ کے لیے جاوین مولوی غلام یحیٰی بہاری میرزاہد رسالہ کے حاشیہ مین لکھتے ہین کہ صنعت استخدام اُس صورت مین محسنات معنویہ سے ہی کہ مراد دریافت ہونے کے لیے کوئی قرینہ بھی پایا جائے اور یہ بھی یاد رکھو کہ لفظ کے دونون معنی عام ہین اس سے کہ حقیقی ہون یا مجازی یا مختلف ہون یعنی ایک حقیقی ہون اور دوسرے مجازی مثال اسکی آغا مرزا شاغل برادر خرد و شاگرد نواب مرزا خان داغ کا یہ شعر ہے

نہ اُس گلی سے اُڑا اے صبا غبار مرا
کہ اُسکا خاطر دلدار مین کبھی گھر تھا

اول مصرع مین غبار سے خاک مراد ہی پھر دوسرے مصرع مین اسی غبار سے کدورت مراد لی گئی ہی اور یہ معنی ضمیر غائب کی وجہ سے لیے گئے ہین پہلے معنے حقیقی ہین اور دوسرے معنی مجازی۔

حالی

یہ جشن مبارک ہو بہت جشن سدہ سے
وہ آگ نکلنے کا یہ بجھنے کا ہی منظر

دوسرے مصرع مین بجھنے کے قبل ضمیر واحد غائب محذوف ہی اسطرح کہ وہ آگ نکلنے کا اور یہ [illegible]

بجھنے کا ہو مظہر پہلی جگہ آگ سے آتش مراد ہو اور دوسری جگہ فتنہ و فساد مقصود ہو۔

داغ

زبان دے نہ عدو کو کہ یہ تو وہ شے ہے	ترے دہن میں ہے یا مرے دہن میں رہے

اول مصرع میں زبان دینے سے مراد وعدہ کرنا ہے۔ جیسے محمد شیر علی خان سرور جنگ تخلص بہ شرر کے اس مصرع میں مصرع۔

دلاسا خاک دو گے جب زبان اصلا نہیں دیتے

پھر دوسرے مصرع میں زبان سے مراد عضو مخصوص ہو اور یہ معنی ضمیر غائب کی وجہ سے لیے گئے ہیں پہلے معنی مجازی ہیں اور دوسرے حقیقی۔

ولہ

ملے مجھ سے تو فرمایا تمھیں کو داغ کہتے ہیں	تمھیں ہو واہ کامل ہیں تمھیں سے ہو لائے ہیں

اول مصرع میں داغ سے شاعر کا تخلص مراد ہے پھر اس داغ سے دوسرے مصرع میں نشان کے معنی مراد لیے گئے ہیں اور یہ معنی ضمیر مخاطب کی وجہ سے حاصل ہوئے ہیں۔

صنعت الہزل الذی یراد بہ الجد۔ ہزل بفتح اول و سکون زائے معجمہ و لام سخن بیہودہ اور مسخرگی کے معنی میں ہو اور جد جیم کے کسرے سے ہزل کی ضد ہو لغوی معنی اس کے یہ ہیں کہ ایسی ہزل جس سے جد مقصود ہو اور اصطلاح میں یہ ہو کہ کلام ظاہر میں بطور تمسخر اور ہزل کے ہو لیکن مراد اس سے ہزل نہو بلکہ کوئی اور امر مقصود ہو استہزا میں اور اس میں یہ فرق ہو کہ استہزا میں بظاہر جد ہوتی ہو اور باطن میں ہزل ہوتی ہو اور اس میں ظاہر میں ہزل ہوتی ہو اور باطن میں جد مقصود ہوتی ہے جیسے۔

قلق

کچھ اسکا اعتبار نہیں ہیوفا ہے یہ	نادان نہو جو زن دنیا کی چاہ پر

ظاہر میں یہ کلام بطور ہنسی اور مذاق کے معلوم ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت ایک نصیحت ہو۔

آتش

دنیا سی خانگی کوئی ہوگی نہ بیسوا	شوہر سے اپنے رہتی نہ دیکھی یہ زن درست

میر

دنیا کی نہ کر تو خواستگاری	اس سے کبھی بہرہ ور نہ ہوگا

آخانہ خرابی اپنی مت کر	قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا

چرکین

تبرا بھیج دنیا پر عدم کی راہ لے ناداں	نہ کر اس مزبلے مین بیٹھ کر آلودہ داماں کو

صنعت تلمیح جسکو تملیح بھی کہتے ہین اور یہ مناسب نہین اسلیے کہ تملیح میم کی تقدیم کے ساتھ لام پر شے ملیح کے لانے کے معنی مین ہی جیسے تشبیہ واستعارہ مین اور تلمیح تقدیم لام کے میم پر کسی چیز کی طرف نظر کرنے کو کہتے ہین پس یہ معنی خاص ہین یا اسلیے کہ شے ملیح کا لانا عام ہی کسی شعر یا قصے یا مثل کی طرف نظر کرنے سے تلخیص المفتاح مین تلمیح کو ان چیزون کے ضمن مین لکھا ہی جو سرقات شعریہ سے اتصال رکھتی ہین اور یہ مناسب نہین اسلیے تلمیح مین عیب کی کونسی بات ہی اطول مین جو بیان کیا ہے کہ سرقات شعری کے ساتھ اسکو جو جمع کیا ہی تو جامع ان مین یہ ہی کہ دونون اُن چیزون مین سے ہین جن سے مزید احتیاط واجب ہی مگر یہ جامع نہایت رکیک ہی پس رائے انھین لوگون کی درست ہے جنھون نے اُسے صنائع مین شمار کیا ہی بہر صورت یہ صنعت اسطرح ہی کہ شاعر اپنے کلام مین کسی مسئلہ مشہورہ یا کسی قصے یا مثل شائع یا اصطلاح نجوم وغیرہ کسی ایسی بات کی طرف اشارہ کرے جسکے بغیر معلوم ہوے اور بے سمجھے اس کلام کا مطلب اچھی طرح سمجھ مین نہ آئے۔

آتش

عاشق اُس غیرت بلقیس کا ہون مین آتش	بام تک جسکے کبھی مرغ سلیمان نہ گیا

اس شعر مین اشارہ ہی قصہ بلقیس کی طرف جو مفصل کلام الٰہی مین مذکور ہی ہدہد کا خبر دینا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط بلقیس والیہ ملک سبا تک پہونچانا اور پھر بلقیس کا حاضر آنا یہ مشہور قصہ ہی۔

ناسخ

حکم خدا سے حق ہی اُدھر ہی جدھر علی	کیا غم سقیفہ بندئی جم غفیر کا

سقیفہ کا واقعہ یہ ہی کہ جناب سرور کائنات کے انتقال کے بعد آپکی تجہیز وتکفین کا سامان ہو رہا تھا کہ اس اثنا مین انصار بنی ساعدہ کے چبوترے پر جسکو سقیفہ کہتے ہین سعد بن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو جمع ہوگئے اس امر کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کو ہوئی یہ دونون بزرگ سقیفے کو روانہ ہوے اور وہان جا پہونچے اور جب یہ دلیل بیان کی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہی الائمۃ من قریش کل امام قریش سے ہونگے عام انصار نے اسکو تسلیم کیا اور سب کی رائے حضرت ابوبکرؓ کے

ہاتھ پر بیعت کی ہوگئی حضرت علی اُس موقع پر موجود نہ تھے اور آنحضرت کی تدفین کے بعد بھی ارشاد
اُنھوں نے اُس بیعت سے تخلف کیا کیونکہ اُنکو یہ شکوہ تھا کہ سقیفے مین میری عدم موجودگی مین بیعت
کیون کی گئی اور مجھ سے مشورہ تک نہ لیا گیا۔

غالب

دُر منفے سے مرا صفحہ لقا کی داڑھی	غم گیتی سے مرا سینہ عمرو کی زنبیل

مشہور ہی کہ لقا کی داڑھی کے ہر ہر بال مین موتی پروئے جاتے تھے اور عمرو کی زنبیل مین جو کچھ
پڑتا تھا غائب ہوجاتا تھا وہ کبھی پُر نہوتی تھی۔

ولہ

کاو کاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ	صبح کرنا شام کا لانا ہی جوئے شیر کا

اشارہ ہی فرہاد و شیرین کے قصے کی طرف فرہاد کا شیرین پر عاشق ہونا اور کوہ بے ستون سے
نہر کا ٹنا تاکہ اس مین دودھ بھر کر آوے اور فرہاد کا غلط خبر پانے سے تیشہ مار کر مرجانا ایک مشہور قصہ ہی۔

ذکی

یوسف کا اپنے دھیان ہی تحریر خط کے وقت	ڈر ہی کٹا انگلیان نہ قلم ہون قلم کے ساتھ

اس شعر مین تلمیح ہی قصۂ حضرت یوسف علیہ السّلام کی طرف زلیخا کا مجمع زنانِ مصر مین حضرت یوسف کو
بلانا اور اُنکو دیکھکر فرطِ بیہوشی سے اُن عورتون کا بجائے لیموں کے ہاتھ کاٹ لینا مشہور ہے۔

عبد اللہ خان اوج

بجا ہی شیرین اگر چھوڑ دلی حج کو چلی	مثل ہی نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی

دلی مین شیرین ایک بڑی نامی رنڈی تھی وہ حج کو چلی تو اُسکے متعلق یہ شعر کہا تھا۔

معروف

ناتوان مجھ سے کو کس طرح کرے قاتل دو	ہون مین وہ جزو کہ جو لا تجزّے ہووے

جزو لا تجزّے اُسکو کہتے ہین کہ بسبب کمال خردی اور باریکی کے اُسکے حصے نہو سکین یعنی اس قابل نہو
کہ اُسکو دو یا تین حصے پر تقسیم کرین علمائے متکلمین نے اُسکی تقسیم کو ثابت کیا ہو پہلا مذہب فلاسفہ کا ہی۔

ناسخ

ہم آدمی ہین وصل میسر نہین کبھی	ہوتا ہی غم نظارۂ مردم گیاہ سے

عوام مین مشہور ہی کہ مردم گیاہ کو جو اکھیڑتا ہی ہلاک ہوجاتا ہی اسلیے اُسکی جڑ کے اطراف کو خالی کرکے جڑ مین

رسی باندھ کر کتے کی گردن میں باندھ دیتے ہیں اور اُسکو چلاتے ہیں کہ اُسکے چلنے سے جڑ اکھڑ جاتی ہے اور اکھڑتے ہی کتا مر جاتا ہی شیخ صاحب نے اسی امر کی طرف تلمیح کی ہی۔

انشا

روشنی چاند سے گھٹ کے بڑی چاہ سے ہی	چاہ نخشب ہے اب میں کھولوں یا چاہ ذقن

تلمیح ہی ایک قصے کی طرف اور وہ یہ ہی کہ حکیم بن عطا کے جسے حکیم المقنع کہتے ہیں شہر نخشب کے پاس ایک کنواں تیار کرا کے ایک بڑا طاس پارسے بھروا کے اُس میں رکھوا دیا تھا اور انعکاس شعاع قمر سے ایسا عمل کیا تھا کہ آسمان پر دو چاند نظر آتے تھے۔

ولہ

جیت کر آوے لڑائی جو مہابھارت کی	تو جدھشٹر بھی کرے نذر سر جیو دھن

مہابھارت کی لڑائی کا واقعہ یہ ہے کہ چندر بنسی راجپوتوں کے دو خاندانوں کورووں اور پانڈوں میں کہ چچازاد تھے کورو چھیتر یعنی کرنال کے میدانوں میں تھانیسر ضلع پنجاب کے قریب بھاری جنگ ہوئی یدھشٹر پانڈوں کا بڑا بھائی تھا اور جُدھشن کورووں کا تھا تنک کر کورو قتل ہوے یہی یدھشٹر شہر دہلی کا بانی ہے۔

عبرت

جسے بیماری داء الاسد ہو	کرے روباہ تریک نفع اُس کو

اس شعر میں مسئلہ طب کی طرف اشارہ ہی داء الاسد جذام کو کہتے ہیں چونکہ اس مرض کا ہجوم حملۂ شیر کی طرح ہوتا ہی یا یہ کہ مجذوم کا چہرہ شیر کی صورت یہ ہو جاتا ہی یا یہ کہ یہ مرض اکثر شیر کو ہوتا ہی اس لیے داء الاسد کہلاتا ہی اور روباہ تریک ایک دوا کا نام ہے۔

غالب

مری تعمیر میں مضمر ہی اک صورت خرابی کی	ہیولے برق خرمن کا ہی خون گرم دہقان کا

اس شعر میں فلسفہ کی اصطلاح کو بیان کیا ہی فلاسفہ کے نزدیک ہیولے ایک جوہر ہے کہ صورت جسمیہ کا محل ہوتا ہے۔

مومن

ہر آہ کہ لب پہ ہے مشرر ریز	دیپک کا ہے نغمہ جنوں خیز

دیپک ایک راگ کا نام ہے جسکی تاثیر سے کہتے ہیں کہ آگ لگ جاتی ہے

میرحسن

نظر کی جو تسدیس و تثلیث پر ۔ تو دیکھا کہ ہے نیک سب کی نظر

تسدیس و تثلیث نجوم کی اصطلاحین ہین تسدیس منجمین کی اصطلاح مین دو ستارون کے درمیان تفاوت تین یا زیادہ برجون کا ہونا ہے مثلاً قمر حمل مین ہو اور مشتری جوزا مین یا قمر جوزا مین ہو اور مشتری حمل مین اور یہ نصف دوستی ہے اور تثلیث منجمین کی اصطلاح مین یہ ہے کہ قمر کو سعد سے پانچ یا نو برجونکا فاصلہ ہو مثلاً قمر حمل مین ہو اور مشتری اسد مین یا مشتری قوس مین ہو اس صورت مین حمل سے اسد تک پانچ خانے ہین اور حمل سے قوس تک نو خانے ہین اور یہ نظر تمام دوستی ہوتی ہے اور ستارہ سعد قمر کا خادم و ناظر ہوتا ہے۔

آتش

آتش عشق نے راون کو جلا کر مارا ۔ گرچہ لنکا سا تھا اُس دیو کا گھر پانی مین

قصہ یہ ہے کہ رام سورج بنسی راجہ دسرت کے فرزند تھے وہ اپنی سوتیلی مان کے مکر و فریب کے سبب جنگل مین بھیجے گئے وہ اپنی بی بی سمیت بیابانین چلے گئے وہان سے سنگل دیپ کا راجہ راون اُنکی زوجہ کو اپنی قلمرو مین لے گیا رام نے بہت سی فوج کیساتھ اُس پر حملہ کیا اور سمندر کا پل باندھ کر سنگل دیپ کو فتح کرلیا اور راون کو مار کر اپنی بی بی پھیر لی راون کو راکشش اور دیو مانتے ہین

میرحسن

عروس الخطوط اور ثلث و رقاع ۔ شکستہ لکھا اور تعلیق سب
خفی اور جلی مثل خط شعاع ۔ رہے دیکھ حیران آتالیق سب

یہ سب خطون کے نام ہین ابن مقلہ نے خط معقلی و کوفی وغیرہ سے چھ خط ایجاد کیے تھے ثلث توقیع محقق نسخ ریحان رقاع۔ ثلث و نسخ مین دو دانگ دور ہوتا ہے اور چار دانگ سطح جلی کو ثلث کہتے ہین اور خفی کو نسخ اور توقیع و رقاع مین ساڑھے چار دانگ دور ہے ڈیڑھ دانگ سطح جلی کو توقیع کہتے ہین اور خفی کو رقاع اور محقق و ریحان ساڑھے چار دانگ سطح اور ڈیڑھ دانگ دور جلی کو محقق خفی کو ریحان کہتے ہین پھر رقاع و توقیع سے استنباط کر کے ایک خط تعلیق ایجاد ہوا تعلیق کا سطح نہایت کم ہے پھر نسخ اور تعلیق سے آٹھوان خط نستعلیق ایجاد ہوا اور وہ تمام دور ہے بعدہ خوشنویسون نے خط نستعلیق اور تعلیق کو ملا کر خط شکستہ ایجاد کیا۔

حالی

توپھر گھاٹ کے آپ ہین اور نہ گھر کے	چڑھا بھوت عشق و جوانی کا سر پر

اس شعر مین اشارہ ہی اس مثل مشہور کی طرف کہ دھوبی کا کتّا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔

مصحفی

ہنگام غروب آیا نکل آفتاب اُلٹا	جو علی کا حکم نافذ نہ فلک پہ تھا تو پھر کیون

اس شعر مین ایک مشہور معجزہ کیطرف اشارہ ہی شاعر نے بوجہ ناواقفیت کے غلط باندھا ہی طحاوی نے مشکل الغرائب مین اسما بنت عمیس زوجہ جعفر بن ابی طالب سے روایت کی ہی کہ ایک بار مقام صہبا ضلع خیبر مین جناب سرور کائنات سر مبارک حضرت علیؑ کی گود مین رکھے لیٹے تھے کہ وحی نازل ہوئی اور حضرت علیؑ نے ابھی عصر کی نماز نہین پڑھی تھی کہ آفتاب غروب ہو گیا پیغمبر خدا نے حضرت علیؑ سے پوچھا کر کیا تمنے ابھی نماز نہین پڑھی ہی جواب دیا نہین اُس وقت حضرت رسولؐ نے دعا کی الٰہی علیؑ اگرچہ تیری عبادت مین نہ تھا مگر تیرے رسول کی طاعت مین تھا تو آفتاب کو اسکے لیے لوٹا دے اسما کہتی ہین کہ آفتاب ڈوب چکا تھا کہ یکایک پھر ظاہر ہوا اور دھوپ پھیل گئی اور حضرت علیؑ نے وضو کر کے نماز عصر ادا کی۔

ظفر

لشکر تباہ کعبے پہ اصحاب فیل کا	اُسکی مدد سے فوج ابابیل نے کیا

اسکا قصہ یہ ہی کہ ابرہہ حاکم یمن ایک جرار اور کثیر فوج لیکر مع ہاتھیون کے مکّے کی طرف اس غرض سے روانہ ہوا کہ کعبے کو منہدم کر دے اور بنی کنانہ کو قتل کر ڈالے اُس وقت عبد المطلب مع ہمراہیون کے پہاڑ پر چڑھ گئے ابرہہ کعبے کے گرانے کی غرض سے حملہ آور ہوا اللہ جل شانہ نے اُن پر ابابیل کا ایک جھنڈ بھیجا جو اس لشکر پر سنگباری کرنے لگا جسپر وہ پتھر پڑتا تھا وہ اُس مقام پر رہ جاتا تھا۔

صنعت نسبت یعنی درمیان دو چیزوں مخالف کے مناسبت بیان کرنا جیسے کوئی پوچھے کہ کنوئین اور آتشبازی مین کیا نسبت ہی جواب دینا چاہیے کہ چرخی یعنی یہ ایک چیز ایسی ہی کہ کنوئین مین بھی ہوتی ہی اور آتشبازی مین بھی ایسے ہی اگر پوچھے کہ بندوق اور مہاجن اور فرنگی مین کیا نسبت ہے تو جواب مین کہنا چاہیے کہ کوٹھی اس لیے کہ کوٹھی بندوق مین بھی ہوتی ہے اور کوٹھی مہاجنون کی بھی کہلاتی ہی اور کوٹھی صاحب لوگ بھی بنواتے ہین مثال نظم کی یہ مستزاد انشا کے۔

مستزاد

نسبت وہ جو آرام سے ہی ہاتھ کو سُوگیا	کچھ سُوچ کے بتلا + ہی اُس مین کلائی

ولہ

نوبت کو ترے نام سے ہی میل یہ کیسا	مت کرتو اچنبھا + کہدے اری باجی

ولہ

وہ کونسی ہی چیز کہ ان جانوروں سے کیڑوں کے بدن میں جو بنے سُوئی کی جیسے بتیا	اک ہی اُسے نسبت + اور جی نہیں آئمین یعنی تری انگیا + اے جان زناخی

ولہ

لو کاجی بھلا یہ کہو تھی کونسی نسبت جو لوٹ گیا دیکھ کے کل تیلیون والا +	کس واسطے کل کیون + آنکھو نہ تمھاری کرنے مین تماشا + اُس مین بھی ہی تیلی +

ولہ

جھنڈ لیے بھلا دھان کو ہی کونسی نسبت گو بوجھ چکے اور بس اب کھائیے خشکا	بتلائیے صاحب + اس کو بھی نہ سمجھے ہو جبکہ بھیریرا + تو اب بھی نہ سمجھے +

ولہ

ہی مردون کے ناموں میں خط سے کسے نسبت پہلے وہ لکھا جائے بنے جب کہ لفافہ	پر اُس سے کہ جس بن + کچھ کام نہووے + ہے یہ ترے انشا + اللہ کی قدرت +

صنعت ذو سخنہ یعنے دو باتون کا ایک جواب دینا مثال اسکی۔

مسافر پیاسا کیون ۔ گدھا اُداس کیون ۔ جواب لوٹا نہین ۔

ایضاً گھوڑا کیون اڑا ۔ پان کیون سڑا ۔ جواب پھیرا نہ تھا ۔

ایضاً بڑا کیون نہ کھایا ۔ جوتا کیون نہ پہنا ۔ جواب تلا نہ تھا ۔

ایضاً گوشت کیون نہ کھایا ۔ ڈوم کیون نہ گایا ۔ جواب گلا نہ تھا ۔

ایضاً ہاتھی کیون رو رکھا ۔ کلال کیون بھوکا ۔ جواب مدھ نہین ۔

ایضاً دہی کیون نہ جما ۔ نوکر کیون نہ رکھا ۔ جواب ضامن نہ تھا ۔

ایضاً دیوار کیون ٹوٹی ۔ راہ کیون چھوٹی ۔ جواب راج نہین ۔

ایضاً ستار کیون نہ بجائی عورت کیون نہ نہائی ۔ جواب پردہ نہ تھا ۔

چوتھا جزیرہ اقسام نثر عیوب کلام اور سرقات شعر کے بیان مین

اس جزیرے مین ایک شہر لطافت خیز اور دو صحراے وحشت انگیز ہین۔

شہر نثر کی قسمون کے ذکر مین

پوشیدہ نہ رہے کہ کلام ناموزون نثر ہو اور موزون نظم ہو اور فقرہ نثر مین مثل بیت کے ہی نظم مین مثلاً مردم دیدہ آج گھر بیٹھے بہشت کی سیر کرتے ہین" ایک فقرہ ہے" اللہ اللہ صفحہ قرطاس کیا جوش بہار معانی ہی" دوسرا فقرہ ہی" تار نگاہ مین بے تکلف موتی پروے جاتے ہین" تیسرا فقرہ ہے۔ واہ واہ کلک گہر بار کی کیا دُر فشانی ہی" چوتھا فقرہ ہی یہ چارون فقرے ملکر نثر ہی غفان تحریر کی اس شہر مین دو باغ ہین۔

پہلا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار الفاظ کے

نثر کی باعتبار الفاظ کے چار قسمین ہین۔ مُرجَّز۔ مُقفّےٰ۔ مُسجَّع۔ عاری۔

بیان مُرجَّز

مرجّز وہ نثر ہی کہ جس مین وزن شعر ہو اور قافیہ نہو یہ قسم بہت کم پائی جاتی ہی مثال اسکی یہ فقرہ فارسی سہ نثر ظہوری کا نثر راتش سردین گلشن فتح۔ خنجرش نہی دریاے ظفر اس کا یہ وزن ہی فاعلاتن فعلاتن فعلاتن یا فعلن بکسر عین کا بتون نے بغیر سمجھے اس عبارت مین تصرف کیا ہو اور مقفےٰ کرنیکے لیے فتح کے آگے نصر کا لفظ اور بڑھا دیا ہی اس سے نہ نثر مرجز رہی نہ مقفےٰ۔

ولہ

رقمش مشتیغ چہرہ مہر	قلمش باسنطہ صفحہ دہر

اسکا یہ وزن ہی فعلاتن فعلاتن فعلان بکسر عین۔ اُردو مین آغا غنی کی یہ نثر جسکا وزن مفعول۔ مفاعیلن ہی یہ نثر انتخاب یادگار ۔ مولفہٗ امیر مینائی کی تقریظ مین ہی نثر دیوان حقیقت کے مطلع کے ہین دو مصرع ۔ اک حمد الٰہی ہی۔ اک نعت پیمبر ہی اس مطلع روشن کے ۔ معنی منور سے ہر ذرہ بھی ہی واقف۔ سنتے ہین ازل سے سب ۔ یہ مطلع نورانی ۔ پر اسکے سوا ابتک ۔ اس ساری غزل مین سے اک شعر نہین پایا۔ لیکن مجھے ہاتھ آیا۔ اسوقت غنی موقع مین سب کو سناتا ہون۔ اس مطلع یکتا کا۔ جو حُسن ازل سے ہی۔ اسوقت موافق ہین۔ کیونکر نہ ثنا خوان ہون۔ سامان غزل خوانی۔ کیا خوب مہیا ہے۔ دربار مین حاضر ہین۔ نقاد زر معنے۔ عالم کو سخن میرا ۔ سننے کی تمنا ہی" یہان یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ وزن مین قید ضرور نہین۔ ملا غیاث الدین کتاب غیاث اللغات مین لکھتے ہین "و پس مرجز نثرے باشد کہ کلمات فقرتین اکثر جاہا ہمہ ہموزن باشند در تقابل یک دگر بدون رعایت سجع" اور مثال مین یہ نثر لاتے ہین "خیال ناظم بے تعلق قاست دلربا ے ناموزون ست و قیاس ناثر بے تمسک کاکل سو یا ے نامربوط" اور احسن القواعد کا مؤلف اس تعریف کا ترجمہ یون کرتا ہی "مرجز وہ نثر ہی کہ جسکے دو فقرون کے کلمات مقابل باہم ہموزن ہون اور قافیہ نہ رکھتے ہون جیسے دو صرف اوقات بے ذکر واہب کارساز و خروج انفاس جز شغل خالق کردگار عین نقصان ست" یہ مثالین نثر مرجز کی کسیطرح نہین بلکہ موازنہ کی وہ قسم ہین جسکو مماثلہ کہتے ہین اور بیان اسکا سجع مین آتا ہی نثر مرجز مین وزن شعر کا ہونا اور قافیہ نہونا مشروط ہی خدا جانے یہ حضرت سجع کسکو کہتے ہین سجع ہموزن ہونا دو لفظون کا ہی فقرتین یا مصرعین مین وہ یہان موجود ہی پھر بدون رعایت سجع کے کیا معنی شاید یہ بزرگ وزن کو برابر ہونا کلمات کا سمجھتے ہین اور سجع تقطیع شعر کو کہتے ہین سبحان اللہ بہت ٹھیک فرماتے ہین اور خوب سمجھتے ہین اگر وزن شعر وارد و قافیہ ندارد فرماتے تو کیا حرج تھا ناحق مورد طعن ارباب دانش ہوے اور مرزا غالب وغیرہ کو اعتراض کرنے کا موقع ملا اور ناظرین کو غلطی مین ڈالا۔

بیان نثر مقفےٰ

نثر مقفےٰ وہ جو مرجز کے برعکس ہو یعنی قافیہ رکھتی ہو اور وزن نہو مثال اسکی یہ عبارت جادہ تسخیر کی معشوق کی ہنستی پیشانی مین بوستان مسرت کی شان ۔ عاشق کی جبین گلستان کے باب پنجم کا عنوان۔ اس کی سرنوشت رنگین مین حسن کا افسانہ اسکے سر خط گلزار مین عبارت عاشقانہ۔ اس کی چوٹی بنفشے کا جواب اسکی زلفون مین عشق پیچے کا پیچ و تاب۔ اسکی شمیم غالیہ بیز اسکی ہوا دخت انگیز اسکا چہرہ ارغوانی۔ اسکا رنگ زعفرانی اسکی بھوین شاخ بادام سے بہتر ۔ اسکی ابرو داغ لالہ احمر ۔ اس کی

آنکھین نرگسی اُس کی گلابی۔ اسکی پلکین نقاب دار عروس چمن اُس کی موے مژہ آئینہ دار بےحجابی رخسارے دونون کے صحیفہ گلستان شباب مگر یہ مصراع اُن پر اعراب۔ ہو نہ ہو گلبرگ انتخاب۔ لیکن جو خشک یہ شاداب ہے یاد رکھو کہ نثر مقفےٰ کے دونون فقرے الفاظ مین متساوی ہون اور ایک دوسرے سے زیادہ نہ ہو یا فقرۂ ثانی فقرۂ اول سے طویل ہو مگر نہ اس قدر کہ اعتدال سے بالکل نکل جائے کیونکہ قافیے مین عمدہ تو اعتدال ہی ہے اور قطع نظر قافیہ سے اعتدال ہر اک شے مین مطلوب ہوتا ہے اور نفس بالطبع ادھر میل کرتا ہی جہان تین فقرے واقع ہون تو جائز ہی کہ پہلے اور دوسرے فقرے مین چار چار لفظ ہون اور تیسرے فقرے مین دس یا گیارہ اور تینون فقرے متساوی بھی لکھتے ہین یا فقرۂ ثانی فقرۂ اول سے چھوٹا ہو مگر یہ عیوب مین داخل ہی اسلیے کہ سامع کو چھوٹے فقرے کے سن لینے کے بعد بھی اُس شخص کا سا انتظار رہتا ہی جو کسی شے کی انتہا اور غایت کا منتظر ہو۔ نثر مقفےٰ دو حال سے خالی نہین ہوتی یا مقفاے قصیر ہوتی ہی یا طویل۔ قصیر کے دونون فقرون مین کم الفاظ ہوتے ہین اور اُسکے ہر ایک فقرے کے الفاظ کی حد دو سے دس تک ہی اور جتنا قصیر ہو احسن ہے کیونکہ قوافی قریب قریب واقع ہونگے جیسے اس نثر مین یار محمد خان شوکت کی نثر تقصیر معاف ہو۔ بڑے بے انصاف ہو کل کی بات بھول گئے۔ جو آج پھول گئے۔ خوش تقریر ہو۔ تحریر کے شریر ہو۔ اور مقفاے طویل مین ہر فقرے کی تالیف گیارہ سے بیس لفظون بلکہ اس سے بھی زیادہ تک ہوتی ہے۔

بیان نثر مسجع

نثر مسجع وہ ہی کہ الفاظ فقرتین وزن مین برابر ہون اور حرف آخر مین بھی موافق ہون یعنے پہلے فقرے کے تمام الفاظ دوسرے فقرے کے تمام الفاظ سے وزن و حرف آخر مین موافقت رکھتے ہون نظم مین یہ صنعت آ پڑے تو مرصع اور نثر مین آوے تو مسجع کہینگے اور اس صناعت کے بعض ماہرون نے جو سجع کی مذمت کی ہو تو اُن کی طبیعتون کی کمزوری کے سوا ظاہر اکوئی وجہ نہین معلوم پڑی کیونکہ اگر یہ صنعت فی الحقیقت مذموم ہوتی تو قرآن شریف مین کیون واقع ہوتی ہم تو کوئی سورۃ سجع اور موازنہ سے خالی نہین پاتے علی بن عیسیٰ نے جو کہا ہے کہ کلام مین قافیہ ہو اور وزن نہو تو مراد یہ ہی کہ وزن شعری نہو اس طرح کہ نظم نہ بن جاے اور ہمنے جو لکھا ہے کہ فقرون کے الفاظ وزن مین برابر ہون اس سے مراد یہ ہے کہ ایک لفظ دوسرے لفظ کا ہم وزن ہوئے نثر مسجع مین فقرے طویل بھی ہوسکتے ہین اور قصیر بھی۔ اور فقرون کے طویل و قصیر ہونے کی کیفیت یہان بھی وہی ہی جو نثر مقفےٰ مین ہوتی ہے

مثال نثر مسجع کی کانِ ملاحت معدوم و مہجبان معدن بیوفائی چالاک یگانۂ دلبر عیار کے شوق مین بیقرار ہون اور جانِ صباحت موہوم دہانِ مخزنِ دلربائی سفاک زمانہ کا فرطراز کے ذوق مین اشکبار ہون دریاے لطافت کے مؤلف نے اسکی مثال مین یہ عبارت لکھی ہے "پونڈا ایسا اتنا بڑا کہ جسکی بڑائی بیان سے باہر ہے پونڈا میٹھا ایسا بھلا کہ اُسکی بھلائی گمان سے باہر ہے" باوجودیکہ ایک فقرے کا لفظ دوسرے فقرے کے لفظ کا ہم وزن ہے نظم سے ہر ایک فقرہ خارج ہے اگر نثر مسجع کے الفاظ مین رعایت صنعت تجنیس کی بھی ہو یعنے فقرۂ ثانی ہوبہو فقرۂ اول کی نقل ہو مگر معنی جداگانہ ہون تو یہ نہایت خوبی ہے اور اسکو صنعت ترصیع مع التجنیس کہتے ہین مثال یہ فقرہ دریاے لطافت کا "مقصود بیگ دو مقصود بیگ دو"

واضح ہو کہ اس صنعت کا حسن یہ ہے کہ دونون فقرون مین کوئی لفظ مکرر نہ واقع ہو۔

بعض کے نزدیک سجع نثر مین مرادف ہے قفیے کا یعنی اُنکے نزدیک سجع کی یہ تعریف ہے کہ پہلے فقرے کے آخر کا کلمہ دوسرے فقرے کے آخر کے کلمے سے قافیہ مین موافق ہو چنانچہ سکاکی نے کہا ہے کہ سجع نثر مین ایسا ہے جیسے نظم مین قافیہ اور جو تعریف سجع کے واسطے مذکور ہوئی وہ اُن لوگون کے نزدیک مرصع کی تعریف ہے خواہ نظم مین جاری ہو یا نثر مین دونون جگہ مرصع ہی کہتے ہین اور اس کو مثل متوازی اور مطرف اور موازنہ کے سجع کی ایک قسم قرار دیتے ہین۔

سجع متوازی وہ ہے کہ فقرون کے آخر کے دو لفظ وزن اور حرف آخر مین متفق ہون جیسے دکار حصار از مذہب عشق معروف بہ قصۂ گل بکاولی "جس کوچے و بازار مین جاتی وہان اسباب جشن مہیا پاتی" جاتی اور پاتی دونون لفظ وزن اور حرف آخر مین موافق ہین۔

"جسکی طرف چشم سرمہ سا اُٹھاتی آئے نقش پا کی طرح مٹاتی اور جس دم تیغ ابرو یا خنجر مژگان دکھاتی اہل نظر کو بسمل کی طرح لٹاتی۔"

اُٹھاتی مٹاتی کے اور دکھاتی لٹاتی کے مقابل ہے اور یہ رعایت نظم مین بھی ہو سکتی ہے جیسے اس شعر مین۔

صابر شاہ دہلوی

جو ہم بستر نہو ہمسے تو اُسکی کیا شکایت ہے	نظر بھر کر کبھی اک دیکھنا اُسکا کفایت ہے

بختاور سنگھ غافل

بیمار عشق کی نہ دوا ہو طبیب سے	مر جائے یا جیے کوئی اپنے نصیب سے

غالب

ملے دو مرشدوں کو قدرت حق سے ہین دو طالب ۔ نظام الدین کو خسرو سراج الدین کو غالب

اگر ہمارے الفاظ اسیطرح ہوں تو مرصع کہینگے۔

سجع مطرف یہ ہو کہ فقرے کے کلمات اخیر وزن مین مختلف اور حرف آخر مین متفق ہوں مثال اسکی گل بکجاؤلی۔ اگر حکم ہو تو چند روز کے واسطے ہمجنسوں کی صحبت مین جاؤں اور اُن کے آب وصال سے اس آگ کو بجھاؤں ۔ جاؤں اور بجھاؤں کا وزن ایک نہین لیکن حرف آخر ایکسا ہی اور یہ رعایت نظم مین بھی ہو سکتی ہے جیسے اس شعر مین۔

مکند لال آرام

ہمدمو مجھ سے یہ کہتے ہو نہ تو یار سے مل ۔ اسکو سمجھاؤ کہ تو بھی تو نہ اغیار سے مل

یار و اغیار وزن مین مختلف ہین لیکن حرف آخر دونوں مین راے مہملہ ہے۔

سجع موازنہ اُسے کہتے ہین کہ دونوں فقروں کے الفاظ آخر متفق الوزن ہوں لیکن حرف آخر مختلف ہو جیسے اس فقرے مین کتاب **توبۃ النصوح** کے دیکھو روح یہ ایک جوہر لطیف ہو اور بہت عزیز ۔ لطیف اور عزیز ہموزن ہین لیکن حرف آخر مختلف ہی۔

اسی مثال مین ہو نواب غوث محمد خان والی جاورہ کی سیر محتشم کی یہ عبارت غرض جس کسی نے عدم سے وجود مین آکر تماشاے موجودات نہین کیا وہ کالمعدوم ہے اور جس مرد نے اپنی زندگی ایک گوشے مین بیٹھکر بسر کی وہ گویا زن مستور ہے۔

تنبیہ یہان یہ امر لائق غور ہو کہ سجع کی تعریف تو یوں کی گئی ہو کہ دونوں فقروں کے اخیر کے الفاظ باعتبار وزن اور حرف اخیر کے موافق ہوں اور موازنہ کو سجع کی ایک قسم قرار دے کر اُسکی تعریف مین لکھا ہے کہ دونوں فقروں کے کلمات اخیرہ وزن متفق رکھتے ہوں اور حرف اخیر مختلف حالانکہ سجع کی تعریف موازنہ پر صادق نہین آتی کیونکہ اُس مین فقروں کے آخر کے کلمات مین قافیہ موجود ہو اور اُس مین مفقود بنابران صاحب تلخیص المفتاح کے نزدیک موازنہ اور سجع مین مباینت ہو اور کتاب مثل السائر کا مصنف کہتا ہے کہ موازنہ سے سجع اخص ہو اسواسطے کہ سجع مین الفاظ آخر متحد الوزن والقوافی ہوتے ہین اور موازنہ مین الفاظ آخر صرف متساوی الوزن ہوتے ہین اُن کے حروف آخر ایک نہین ہوتے جداگانہ ہوتے ہین یہی یحیی ابن حمزہ بن علی نے طراز مین لکھا ہے پس موازنہ شرط اتحاد وزن الفاظ آخر مین تو سجع کا مشارک ہو اور حرف روی کی موافقت مین مخالف اس صورت مین ہر ایک سجع موازنہ

ہے اور ہر ایک موازنہ سجع نہین مولوی امام بخش صہبائی اس مقام کی توضیح مین لکھتے ہین کہ اس صنعت کی تعریف مین اگر الفاظ اخیرہ کے فقط وزن مین موافق ہونے سے یہ مراد ہی کہ موازنہ مین الفاظ اخیر کا حرف اخیر مین مخالف ہونا واجب ہی تو اس صورت مین سجع اور موازنہ مین تباین ہوا یعنی نہ صفت سجع کی موازنہ پر صادق آئے گی اور نہ صفت موازنہ کی سجع پر کیونکہ سجع مین حرف اخیر کی موافقت واجب ہی اور یہان مخالفت اور اگر یہ مراد ہی کہ موازنہ مین وزن کی موافقت شرط ہی اور حرف اخیر کی موافقت شرط نہین یعنے ہو یا نہ ہو تو اس صورت مین ایک جگہ سجع اور موازنہ دونون صادق آجاوینگے جیسے وصال دوست کا محض خیال ہی اور رحم کرنا رقیب کا محال ہی" شرط سجع اور موازنہ دونون کی پائی جاتی ہی یعنی موافقت حرف اخیر کی اور یہ شرط سجع کی ہی اور موافقت وزن کی اور یہ شرط موازنہ کی ہی اور ایک جگہ موازنہ پایا جائے گا بدون سجع کے جیسے دل سعادت سے غافل ہی اور جان ذکر سے فارغ اور ایک جگہ سجع پایا جائے گا بدون موازنہ کے جیسے رقیب کی طرف سے خار ہے اور سینہ دوست کے جور سے افگار ہی" خار اور افگار بطور سجع کے ہین نہ بطور موازنہ کے اور حدائق البلاغت کے مصنف سے تعجب ہی کہ موازنہ کی تعریف مین آپ ہی لکھا ہی کہ موازنہ وہ ہی کہ دونون فقرون کے الفاظ اخیر وزن مین متحد ہون اور حرف اخیر مین مختلف اور پھر اسکو ایک قسم سجع کی قرار دیا ہی حالانکہ سجع مین شرط یہ ہی کہ حرف اخیر مین موافقت ہو نہ مخالفت اس تحقیق سے واضح ہوا کہ موازنہ سجع کی قسم نہین اب رہی یہ بات کہ آیا موازنہ نثر کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہی یا نظم مین بھی جاری ہوتی ہی اس باب مین بھی ہمکو مولوی امام بخش صہبائی کی تحقیق کامل پسند ہی کہ انھون نے میر شمس الدین فقیر کے اس قول پر کہ یہ صنعت نظم مین نہین آتی کیونکہ نظم کے اخیر مین قافیہ واجب ہی اعتراض کرکے توجیہ وجیہ کے ساتھ لکھا ہی کہ جن لوگون نے یہ توہم کیا ہے کہ موازنہ مختص نثر کے ساتھ ہے محض بیجا ہی کیونکہ وہ نثر اور نظم دونون مین جاری ہوتی ہی اور یہ توہم نثر سے خصوصیت رکھنے کا اس سبب سے ہی کہ عربی کتابون مین اس صنعت کی تعریف مین لکھا ہے کہ وہ مساوی ہونا دو فاصلون کا ہی وزن مین اور فاصلہ نثر کے الفاظ اخیرہ ہی کو کہتے ہین اور یہ نہ جانا کہ ذکر فاصلے کا بطریق احتراز کے نہین ہی تاکہ اس سے نظم خارج ہو جائے بلکہ بطریق مثال کے ایک کا ذکر کر دیا ہی اور اختصار کی وجہ سے مصرع کا ذکر چھوڑ دیا ہی اور چونکہ یہ صنعت نظم مین جاری ہوتی ہی شرح کرنے والون نے فاصلے کے آگے لفظ مصرع کا بھی لاحق کر دیا ہی الحاصل یہ موازنہ نثر اور نظم دونون مین آسکتی ہی اور اگرچہ نظم مین مقفے ہونا شرط ہی لیکن سوا مطالع و مثنوی و مسمط و ترکیب بند و ترجیع بند کے ہر ایک شعر مین لانا ممکن ہی مثال اسکی۔

مرزا محمد علی لکھنوی گستاخ

جی لگایا تھا مجھے ہووے گی فرحت حاصل ۔ یہ نہ جانا تھا کہ آوے گی قیامت لازم

منیر

ملک نظم لشکر مین اس طرح خادم ۔ ردیف و قوافی مین جس طرح حاجب
نمک زخم دل پہ ہوا بحر مالح ۔ سفائن مین طوفان کا خوف غالب

غالب

بوسہ دینے مین اُن کو ہے انکار ۔ دل کے لینے مین جن کو تھا ابرام

میر تقی

رہے ہمیشہ تیرے دوستون کے ساتھ اقبال ۔ عدو کو تیرے نہ دے فرصت ایکدم ادبار

موازنہ مین اگر تمام الفاظ نثر یا نظم کے اندر ایسے ہی واقع ہون کہ وزن مین موافق اور حرف آخر مین مختلف ہون تو اُسکو **مماثلہ** کہتے ہین اور یہ مماثلہ موازنہ مین ایسے ہی جیسے سجع مین ترصیع اور یہ بھی نثر اور نظم دونون مین آتی ہی اور جن لوگون نے یہ گمان کیا ہی کہ مماثلہ مختص نثر کے ساتھ ہی غلط ہی مثال نثر کی فارسی مین وہی ہی جو ملا غیاث الدین نثر مرجز کی مثال مین تحریر فرماتے ہین اور اُنکی اتباع سے مولوی حفظ اللہ مصنف انشاے فیض رسان اپنی انشا مین لائے ہین (خیال ناظم بے تعلق قامت دلربا ے ناموزون ست و قیاس ناثر بے تمسک کاکل مویاے نامربوط) اللہ اللہ کیا لیا نسبت اور کیسی ہمہ دانی ہی کہان نثر مرجز کی تعریف اور کہان مماثلہ کی مثال بھلا غالب کیون نہ رو گئین اور کس طرح نہ جلا مین اور نظم کی مثال یہ ہی۔

اسیر

گیسوے حور جنان ہی اسی توسن کی عنان ۔ حلقہ چشم ملک ہی اسی مرکب کی لجام

غالب

اے شہنشاہ فلک منظر و بے مثل و نظیر ۔ اے جہاندار کرم شیوہ و بے شبہ و عدیل

تیر انداز سخن سشانہ زلف الہام
تیری رفتار رقلم جنبش بال جبریل

یاد رکھو کہ عبارت مسجع و مرصع و مقفے ہر وقت معاملات مین بولنا منع ہی کیونکہ تکلف سے خالی نہین البتہ دعاؤن اور خطبون اور کتابون وغیرہ مین جائز و مناسب ہے۔

سجع نگین

سجع کے لغوی معنی آواز کبوتر و قمری کے ہین اور اصطلاح مین سجع وہ ہی جو اوپر بیان ہوا اور سجع نگین کو بھی کہتے ہین یعنے کسی شخص کا نام فقرہ یا آیت کلام الٰہی یا مصرع وغیرہ مین مندرج کرکے نگین پر کھدواتے ہین اسکو بھی سجع بولتے ہین مثال اسکی لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اس آیت سے رحمۃ اللہ نام مراد ہے۔

ایضاً در شہر علم محمد علی ؛ یہ سجع محمد علی کے نام کا ہی اور اس مین تلمیح ہی اس حدیث کی طرف انا مدینۃ العلم و علیؓ بابہا۔

ایضاً بروز قیامت محمد شفیع ؛ یہ سجع محمد شفیع کے نام کا ہی معلوم کیا چاہیے کہ اُستادان فن نے یہ بات قرار دی ہے کہ سجع مین فعل ماضی و مضارع و ضمیر و حرف رابطہ وغیرہ حتی المقدور نہ آنے پائے اور اگر سواے ماضی کے فعل مضارع یا ضمیر آئے تو کچھ مضائقہ بھی نہین اور اس زمانے مین اس کی کچھ قید نہین ہے۔

سجع من غلام قنبرم قنبر غلام حیدر ست + اس سجع مین لطف یہ ہی کہ مولوی غلام قنبر جنکے نام کا یہ سجع ہے اُنکے والد کا نام غلام حیدر ہی۔ اور یہ سجع زبان اُردو مین اور بھی زیادہ لطیف ہوتا ہی **مولف** مین ہون غلام قنبر قنبر غلام حیدر + حافظ احمد یار کا انشا نے سجع کہا ہی ؎ اللہ حافظ احمد یار ؛

سجع نام محمد کالے + یہ سجع محمد کالے کے نام کا ہے۔

سجع ایک شخص کا نام غلام علی اور باپ کا نام غلام محمد ہی ذوق نے سجع کہا ہی ؎ پدر غلام محمد پسر غلام علی + سید احمد حسن کے نام کا سجع غالب نے یون لکھا ہے ؎ دل حیدر و جان احمد حسن۔

بیان نثر عاری

اس کے الفاظ مین نہ وزن کی قید ہی نہ قافیہ کی یعنی ان سب باتون سے عاری ہوتی ہے اور اس کو روزمرہ اُردو بھی کہتے ہین اور آج کل اُردو مین اس قسم کی نثر بہت مروج ہی مثال عبارت دیباچہ آبحیات کی ہی **نثر**۔ آزاد ہندی نہاد کے بزرگ فارسی کو اپنی تیغ زبان کا جوہر جانتے تھے مگر تخمیناً سو برس سے کل خاندان کی زبان اُردو ہی بزرگون سے لیکر آجتک زبانون کی تحقیقات مین بکمال سرگرمی اور جستجو رہی۔ اب چند سال سے معلوم ہوتا ہی اس ملک کی زبان ترقی کے قدم آگے بڑھا رہی ہی یہان تک کہ علمی زبانون کے عمل مین دخل پیدا کر لیا اور عنقریب بارگاہ علم مین درجہ خاص کی کرسی پر جلوس کیا چاہتی ہی ایک دن اسی خیال مین تھا اور دیکھ رہا تھا کہ کس طرح

اس نے ظہور پکڑا کس طرح قدم بہ قدم آگے بڑھی کس طرح عہد بہ عہد اس درجے تک پہونچی تعجب ہوا کہ ایک بچہ تھا بھولا بھالا بازار مین پھرتا تھا کہ شعرا اُسے اُٹھا لیئن اور ملک سخن مین پال کر پرورش کرین انجام کو یہانتک نوبت پہونچی کہ وہی ملک کی تصنیف و تالیف پر قابض ہو جائے۔

یہ بات بھی افسوس سے ساتھ لکھنے کے لائق ہو کہ کتاب ہفت قلزم جو ایک کتاب ضخیم فن لغت مین غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کے نام سے مرتب ہوئی ہو اُس مین مثال نثر عاری مین یہ دو فقرے ظہوری کے مندرج ہین " آتش سرد بن گلشن فتح خنجر شاہی دریاے ظفر" اللہ ہر ایک شخص کو غلطی سے بچائے۔

دوسرا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار معنی کے

نثر کی بلحاظ معنی کے دو قسمین ہین سلیس اور دقیق سلیس وہ ہو کہ جسکے معنی بسہولت سمجھ مین آجائین اور دقیق وہ ہو جسکے معنی دقت سے سمجھے جائین ان مین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین سادہ اور رنگین سادہ وہ ہی جس مین مطلب کو بدون رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو اور رنگین وہ ہو کہ ادا سے مطلب مین ایک طرح کے الفاظ کی رعایت کی ہو مثلاً اگر شام کا ذکر آئے تو شام غریبان کی اُداسی کبھی رات کا سناٹا کبھی تارون کی چھاؤن کو چاندنی اور اندھیری کے ستھ دکھایا جائے اور جو صبح کا بیان ہو تو رات کی رخصت سیاہی کا پھٹنا نور کا ظہور آفتاب کا طلوع مرغزار کی بہار مذکور ہو اور بہار کا ذکر آیا ہی تو آخر تک اُسی کے مناسب لکھدین یا علم کا ذکر آئے تو اُسکے مناسب لکھین غرض جس حالت کو لین اس کا سمان باندھ دین۔ خلاصۂ کلام یہ ہی کہ معنے کے اعتبار سے نثر کی چار قسمین ہین۔

سلیس سادہ

جسکے معنی بسہولت سمجھ مین آئین اور مطلب کو اُس مین بدون رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو جیسے سر سید احمد خان مرحوم کی اس عبارت مین نثر آمدنی کے ذریعون مین ظاہرا دو ذریعے ایسے معلوم ہوتے ہین جو تمام ذرائع کو حاوی ہین ایک زراعت اور دوسرا تجارت مگر ان دو ذریعون مین زراعت تو ایک ایسی چیز ہو کہ اُس مین انسان ایک خاص قسم کی ترقی کر سکتا ہی اور وہ بھی ایک حد معین تک مگر تجارت ایک ایسا عام اور قابل ترقی ذریعہ ہی کہ اسکے سبب سے انسان کو اصناف و انواع کی ترقی حاصل کرنے کا موقع مل سکتا ہی اور اسکے واسطے کوئی ایسی حد نہین نکلتی جسکے آگے ترقی نا ممکن ہو بلکہ جہانتک انسان کی عقل کی رسائی ممکن ہے وہان تک اس کی بھی ترقی ممکن ہے

اور یہی ایک ایسی چیز ہی جس مین انسان اپنے ہر طرح کے کمالات اور خوبیان ظاہر کر سکتا ہی اور وہی تمام صناعیون دستکاریون اور ہنر مندیون کی جڑ ہے۔

دقیق سادہ

وہ ہی جس کے معنی دقت سے سمجھے جائین اور اُس مین مطلب کو بدون رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو جیسے یہ عبارت حضرت اُستادی مولوی عبد الحق صاحب خیر آبادی مرحوم کی امیر اللغات کی تقریظ مین۔

نثر ہر زبان جو ما فی الضمیر کی ترجمان ہی اپنی خصوصیات مین ضرور امتیاز رکھتی ہے اگرچہ وہی مفردات وہی مرکبات وہی کنائے وہی تمثیلین وہی مقام استعمال وہی شلین وہی مقولے ہین جو لغات مین مستعمل ہین لیکن خصوصیات لسانی کا بتانا نہایت مشکل اور نکتہ لا ینحل ہی یہ مسلم ہی کہ لغت کا موضوع لفظ مفرد ہی مفرد اکے اصلی مادے کی جستجو اشتراک لفظی یا معنوی حقیقت یا مجاز کا بتانا اسکے عوارض ذاتی اور محل بحث ہین لیکن اسکے موضوع کو جو مختلف خلطون سے مخلوط ہو کر ہر خاص وعام کی زبان پر آتا ہی اس طور پر ملحوظ رکھنا کہ خاص زبان اور اُسکے الفاظ اور مستعملات ان خلیط ناگہانی سے الگ ہو کر ممتاز رہین یا بحث کے مقامات اُن عوارض سے الگ ہون جو عوارض ذاتی یا نوع عوارض ذاتی سے جدا اور اغراض غریبہ مین داخل یا اُس کے عین ہین کوئی آسان امر نہین کبھی کبھی اس عموم موضوعیت کے علاوہ خاص خاص وہ پہلو بھی بحث عنہ ہو جاتے ہین جو خاص ایک زبان سے متعلق اور دوسری زبان کے موضوع یا عنوان موضوع کے خلاف ہوتے ہین مثلاً بعض جملے جو ہیئت ترکیبی کی وجہ سے مفردات کے حکم ہین اور مفردات اسکے جزو ہین بظاہر موضوع کی نوعیت اور تخصیت سے الگ اور جدا ہوتے ہین جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ کیون یہ محل بحث اور موضوعیت مین داخل ہین

سلیس رنگین

وہ ہی جس کے معنی سہل ہونے کے ساتھ ادائے مطلب مین مناسبات الفاظ کی رعایت ہو جیسے فسانہ عجائب کی اس عبارت مین **نثر** اس سال نیا ساز و سامان ہے ہولی شب برات بہارے دست و گریبان ہی باغبان ازل دفعۃً چمن نکالے گا بوٹا بوٹا جوبن بکھالے گا نسیم سحر غنچون کی گانٹھ ٹٹولنے لگی عبیر اور گلال گرہ سے کھولنے لگی تختہ لالہ چراغان کا ڈھنگ دکھاتا ہی نہر دان مین فوارہ پچکاری کا رنگ دکھاتا ہی کوسون تک سبز مخمل کا فرش بچھا ہی شاداب کوہ و صحرا ہی پتا پتا کان زمرد کا بتا دیتا ہی شبنم کا قطرہ دُر بے بہا کا آویزہ ہی کوہ مین کبک دری کا قہقہہ باغ مین بلبل کا نارے

صحن گلزار مین سبزے نے سر نکالا ہی جس قلمتراش مین شاخ کا دستہ ہے قوت نامیہ کے فیض سے یک قلم گلدستہ ہی اس گلشن ایجاد مین کیا نمونۂ قدرت پروردگار ہی کہ دست و گریبان خزان و بہار ہی اگر شاخ سے کوئی پتی مرجھا کر ٹوٹتی ہی تو برابر سبز کونپل پھوٹتی ہے گل کی ہنسی پر گریۂ شبنم ہی کہ مہلت یہان بہت کم ہی بشر کو لازم ہی کہ فرصت کو غنیمت جان کر اِن خیالون سے درگذرے جو امر ضروری ہو اُسکو کر گذرے لہذا صدر نشینان بزم طرب و سرور انجمن آرایان جلسۂ شادی و سور کی خدمت مین اُمیدوار ہون کہ ازراہ دوستانہ بے عذر و بہانہ رونق بخش جلسۂ احباب ہون خاکسار رہین منت ہوگا۔

ہندوستان کی اصطلاح مین ایسے لوگون کو کہ گفتگو مین مناسبات کا استعمال بالالتزام کرتے ہین **جگت باز** اور **ضلع بولنے والا** کہتے ہین کوئی کلام اُن کا خالی تجنیس اور مراعات نظیر اور ایہام سے نہین ہوتا ایسے شخص کو فارسی مین **بذلہ سنج** اور **لطیفہ گو** بولتے ہین۔

مولوی غلام امام شہید کے اس رقعہ مین شطرنج کا تلازمہ ہی۔

درشہسوار میدان صفوت و صفا زینت افزاے بساط محبت و ولا سلامت بندہ حرارت قلب کے عارضے سے تو حیران اور ششدر رہتا ہی تھا اب ضعف دماغ کی بیماری نے اور بھی عاجز اور زچ کر دیا ہے ہر دم یہی سوچ اور منصوبہ آتا تھا کہ کدھر جاؤن اور کون ایسی چال چلون کہ یہ عارضہ بڑھنے نہ پائے بارے اِن دنون حکیم شاہرخ مرزا صاحب اس شہر مین وارد ہوے تعریف اُن کی اور سادگی مزاج کی بہت سُنی جاتی تھی کہ اُنکے نزدیک بادشاہ اور وزیر اور فقیر مسکین اور امیر فیل نشین دونون برابر ہین مریضون کی خبر گیری کے واسطے صبح سے پہر رات گئے تک بارہ دری مین شطرنجی بچھائے بیٹھے رہتے ہین یون تو حیات ممات پر کسی کا اختیار نہین ہی اور زہر مہرہ اور شربت انار اور خطمی خبازی کون طبیب نہین جانتا لیکن دست شفا بھی رکھتے ہین اور عطارون کو بیمارون کا مال مار لینے اور اپنی منفعت اور خرد و برد کے واسطے گران چیز بیچنے کی اجازت نہین دیتے اس واسطے چاہتا ہون کہ اُن کی خدمت مین رجوع لاؤن لیکن مکان اُن کا فاصلے پر ہے پیادہ پا نہین جاسکتا اگر کسی طرح کا حرج نہو تو صبح کو گھوڑا خواہ پالکی بھیج دیجیے اور جو کچھ تامل ہو تو یار شاطر ہون نہ بار خاطر ہمت نہین ہارا ہون یون بھی جا سکتا ہون نہین تو لالہ اندرجیت چودھری یا مظفر زین والے کی گاڑی کرایہ کو منگا لیا کرون گا۔

ایضاً قرابت کے تلازمہ مین۔

حافظ صاحب کرم فرما میرے زیادہ ہون الطاف آپ کے بعد شوق ملاقات مسرت آیات کے گرم ہکی تمنا مین موے آتش دیدہ کی طرح پژمردہ رہتا ہون گذارش یہ ہے کہ آج خدمت مین حاضر ہونے کا عزم بالجزم تھا لیکن واقعہ عجیب یہ پیش آیا کہ قاری محمد حسن صاحب کے انتقال سے جلسہ کا جلسہ درہم برہم اور سارا مدرسہ زیر اور زبر ہوگیا اسی سبب سے متوقف ہوکر صحیفۂ معذرت ارسال کیا چاہتا تھا کہ حافظ محمد شاکر صاحب ایک جلد کلام مجید لکھنؤ کے چھاپے کی آپکے پاس سے لائے سبحان اللہ جیسا کہ کلام اللہ مین چاہتا تھا ویسا ہی میسر ہوا اگرچہ حافظ محمد لیسین صاحب بمبئی کے چھاپے کی تعریف بہت مد اور شد کے ساتھ کرتے تھے لیکن اُسکے خط کو اسکے خط کے ساتھ مطلق مناسبت نہین ہے اب مجھے وقف کرنا چند جلدون کا منظور ہے سوداگر کا اگر چند روز ٹھہراؤ ہو تو ویسا مطلع فرمایئے الٰہی طبع عالی ہمیشہ مصحف کی تلاوت کی طرف مائل اور دست آرزو گردن مقصود کے ساتھ حمائل رہے۔

دقیق رنگین

یعنی عبارات کے معنی مشکل ہونے کے باوجود اداے مطلب مین مناسبت الفاظ کی رعایت بھی ہو جیسے تذکرۃ الشعرا کی اس عبارت مین نثر ذوق تخلص طوطی شکرستان شیرین زبانی بلبل چمن زار رنگین بیانی صیرفی نقود کمال دستہ بند رنگینی مقال بانی بناے فصاحت میراب گلشن بلاغت فارس مضمار سخن وری شہسوار عرصۂ معنی پروری مسند نشین ایوان دانش و آگاہی اُستاد حضرت ظل الٰہی شیخ ابراہیم مخاطب بہ خاقانی ہند سایہ تربیت ظل سبحانی مین شب جوانی کو صبح پیری تک پہونچایا اور رضاے مرشد آفاق مین اپنے ہواے نفسانی کو یک قلم مٹا دیا۔

ایضًا بلندی مرتبہ کو لباس خاکساری مین ایسا چھپایا تھا جیسے گردین آسمان، رعونت تونگری کو بلکہ کوب فقر مین ایسا دبایا تھا جیسے زمین کے نیچے گنج شایگان اگر حلم کا پانون قلہ کوہ میر نیز تاج کوہ گرانی بار سے پشت گاؤ زمین پر تکیہ کرتی اور اگر علم کی انکھ باریک بینی کی طرف متوجہ ہوتی کثرت مین معنی وحدت کو صورت کثرت سے روشن تر مشاہدہ کرتی۔

ایضًا ایک جانب ہجوم امراض گوناگون اور افراط عوارض بوقلمون نے عافیت مزاج پر ایسا عرصہ تنگ کردیا کہ دائرہ صحت نقطۂ موہوم کے حوصلے سے ہم آغوش ہوگیا تفرج گلزار شباب کے آغاز سے سیر مقامات شیخوخت تک حوادث دہر سے بھی نشیب فراز پیش آتے رہے اور نقطے بھی اشباب تشویش کے حرف احوال ہوتے رہے ان دانو دھوالق کی مزاحمت کیا روا رکھتی تھی کہ پاے ثبات کو دامن فراغ خاطر مین

تردد سے باز رکھے اور خامہ ودوات کی دستیاری سے ذخائر طبیعت کو کبھی نظر ثانی کے زیور اصلاح سے مزین کرے اور کبھی گنجینۂ کتاب مین مخزون۔ روزگار کی اسقدر ناساعدی سے زمانۂ حال مین پا شکستگان مواضع دور دست اور استقبال مین متوقعان نقود ہستی کے حق مین زیان عظیم متصور تھا۔

ایضاً ادب اور تواضع ایک جامہ ہے اُسکے قامت احوال پر راست اور خلق ومروت کا ایک ذخیرہ ہے اُسکے گنجینۂ طبع مین بے کم وکاست۔ ضمیر صافی اور فروغ مشرق اور آفتاب شوخی فکر اور طبع لمعۂ برق اور سحاب۔

اُتّبِسَہ ایسا سننے اور دیکھنے مین آیا ہے کہ بعض صاحب طبع نظم یا نثر مین جس خوبی کے ساتھ مدح لکھتے ہین اُس طرح ہجو نہین لکھ سکتے۔ یا جس عمدگی کے ساتھ ہجو لکھتے ہین اُس طرح مدح نہین لکھ سکتے یا جس شوکت سے مرثیے تحریر کرتے ہین اُس طرح تہنیت کے مضمون نہین تحریر کر سکتے یا جو زور اُن کی تہنیتون مین ہوتا ہے وہ زور مرثیون مین نہین ہوتا اور جو لوگ خیالی مضامین لکھنے کے عادی ہوتے ہین وہ واقعات کو اُس خوبی سے ادا نہین کر سکتے جس خوبی سے فرضی قصے کہانیان لکھ دیتے ہین کیونکہ حکایتون اور قصون مین اپنی طبیعت کے لگاؤ کے موافق جو مناسب معلوم ہوا لکھا بخلاف واقعات کے کہ وہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے اُس مین معانی کا تجدد حوادث ایام کے تجدد پر منحصر ہے اور اس کا تجدد تجدد انفاس پر مقرر ہے۔

صحرائے اول عیوب کلام مین

خیر البلاغت مین لکھا ہے کہ نظم ونثر مین دو قسم کے عیوب ہوتے ہین۔

ایک ذاتی اور وہ سات چیزین ہین (۱) تنافر کلمات (۲) ضعف تالیف (۳) تعقید لفظی ومعنوی (۴) غرابت الفاظ (۵) مخالفت قیاس لغوی (۶) اثقال (۷) اخلال۔

دوسرے عارضی یہ ہے کہ اُس سے حسن کلام مین تو خلل واقع نہو مگر بذلہ سنجون کی طبیعت پر گران گذرے اور وہ ناپسندیدہ سمجھین مثلاً (۱) مخاطب کسی مرض مین مبتلا ہو تو اُس قسم کے الفاظ نہ لائے مثلاً ممدوح کانا ہو تو اُسکے سامنے یہ نہ کہے کہ ایک نگاہ سے آپ کی میرا بیڑا پار ہے یا بد و نیک کو ایک آنکھ سے دیکھتے ہو (۲) مخاطب مین اگر کوئی بدعادت موجود ہو مثلاً بدخو ہو تو کوئی ایسا لفظ نہ لکھے جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہوتا ہو (۳) مدح کے مقام مین کوئی ایسا لفظ نہ لکھے کہ وہ برے اور اچھے معنے مین مشترک ہو یا تصحیف یا ایہام یا تقطیع یا تحلیل یا ترکیب کے ساتھ مذمت کا مضمون اُس سے نکلتا ہو (۴) عورت سے خطاب کرے تو ایسے لفظ سے بچے جو حجاب کا باعث ہو

جیسے بوسہ۔مساس۔شاخ در شاخ۔انزال وغیرہ الفاظ سے احتراز کرے ہان خوش طبعی اور دل لگی کے موقع کی اور بات ہے (۵) تہنیت اور شادی کے موقع پر ایسا لفظ نہ لائے جو نحوست اور شومی پر دلالت کرتا ہو۔

اساتذہ نے چند اُمور کے استعمال سے جو فصاحت و بلاغت مین بٹہ لگاتے ہین منع کیا ہے اُن سے احتراز چاہیے کہین بر سبیل وجوب کے کہین بر سبیل جواز کے اور وہ یہ ہین۔

ایک **ضعف تالیف** یعنی محاورے کے خلاف الفاظ کا استعمال کرنا یا ضمائر و حروف ربط کو ایسی تقدیم و تاخیر سے لانا کہ کلام روزمرۂ اہل زبان کے خلاف ہوجائے جیسے یہ شعر۔

میر

آدمی اب نہین جہان مین میر	اُٹھ گئے اس بھی کاروان سے لوگ

محاورہ یون ہے کہ اس کاروان سے بھی لوگ اُٹھ گئے۔

جرات

چودہ ہین طبق چاردہ معصوم سے قائم	ہر ایک اُنھون مین سے ہے سرورِ دو جہان کا

محاورہ یون ہے کہ چودہ طبق چاردہ معصوم سے قائم ہین۔

رجب علی سرور

نیک و بد زمانہ نہین اختیار مین	ہوتا وہی سر در ہے جو سر نوشت ہو

محاورہ یہ ہے کہ ہوتا وہی ہے جو سر نوشت ہو لفظ ہے کو بہت دُور جاکر بیان کیا۔

آتش

کیا کیا گلون نے کان مین اپنے کھڑے کیے	آمد کو سُنکے یار کی فصل بہار مین

مین کھڑے کیے کے بعد چاہیے تھا اور اپنے کا کان سے پہلے ذکر ہونا چاہیے تھا۔

امیر

لیکے نالون کے علم ہم بھی ضرور آئینگے	ہوگی جس روز محرم مین ترے گھر محفل

گو کہ محفل و مجلس مترادف ہین لیکن محاورے مین محرم کی مجلس ہے نہ محرم کی محفل۔

اخلاص

یاد جیرے کی زبان صبح و مسا کرتی ہے	بس تری آنکھون مین تصویر پھرا کرتی ہے

تری آنکھون مین کہنے سے مطلب بدل گیا اسلیے یون کہنا چاہیے آنکھون مین تری تصویر۔

ناسخ

یون نزاکت سے گران ہی سُرمہ چشم یار کو ۔ جسطرح ہو رات بھاری مردم بیمار کو

یہان بیمار پر ہو تو ٹھیک ہی ۔

ولہ

جو تمگو ہین کبھی وہ بھولتے پھلتے نہین ۔ سبز ہوتے کھیت دیکھا ہی کہین شمشیر کا

محاورے مین تلوار کا کھیت کہتے ہین شمشیر کا کھیت نہین ہے ۔

نواب شاہ جہان بیگم شیرین تخلص

قلقل کی جو شیشے سے صدا کان مین آئی ۔ شیرین ہی یہی دختر انگور کی آواز

محاورے مین دختر رز اور دختر تاک ہی شراب ور خوشہ انگور کے معنے مین ۔

ذوق

منھ اُٹھائے ہوئے جاتا ہی کہان تو کہ تجھے ۔ ہی ترا نقش قدم چشم نمائی کرتا

تجھے دوسرے مصرع کا حق ہی تخیص علی مین اسی طرح لکھا ہی ۔

آتش

آرزو ہے پاؤن پر اُسکے ہمارا سر ہو اور ۔ دست شفقت پھیرے وہ شوکت نشان بالائے سر

اور دوسرے مصرع کا حق ہی کیونکہ حرف معطوف پر آتا ہی نہ معطوف علیہ پر ۔

غالب

گلہ ہی شوق کو بھی دل مین تنگی جا کا ۔ گہر مین محو ہوا اضطراب دریا کا
دل اُسکو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے ۔ ہمین دماغ کہان حُسن کے تقاضا کا

یہان تقاضے کی جگہ تقاضا کا بالکل بے قاعدہ اور محض بضرورت قافیہ استعمال کیا گیا ہی ۔

ناسخ

سنی غنچون کے وہ صفا ہے ۔ آئینۂ قدرت خدا ہے

مصرع اول مین ہی کی جگہ ہین چاہیے کیونکہ تمام اردو دان سنی کو جمع کے طور پر بولتے ہین ۔

آتش

کشاکش دم کی مار آستین کا کام کرتی ہی ۔ دل بیتاب کو پہلو مین اک گرگ بغل پایا

بغلی گھونسا اردو کا محاورہ ہی مار آستین فارسی محاورہ ہی گرگ بغل محاورے کے خلاف ہے

ولہ

لکھے ہین سرگذشت دلکے مضمون یک قلم ایسین ‏— تماشا قتل گہ کا ہی مطالع میرے دیوان کا

مطالع یہان بے محاورہ ہی۔

ولہ

نہین غم تیغ ابروے صنم سے قتل ہونیکا ‏— شہادت بھی بمنزل فتح کے ہی مرد غازی کو

محاورہ بمنزلے ہے۔

ولہ

عہد طفلی مین بھی تھا مین بسکہ سودائی مزاج ‏— بیٹریان منت کی بھی پہنین تو مین نے بھاریان

محاورے مین بھاری بیڑیان ہی۔ دربار اکبری مین میان فہیم کے حالات مین لکھا ہی کمائین خان خانان لٹائین میان فہیم اور یہ محاورے کے خلاف ہی محاورہ یہ ہی۔ اڑائین میان فہیم آزاد نے خود بھی دوسرے مقامون مین کمانے کے ساتھ اڑانے کو جمع کیا ہی چنانچہ کہتے ہین۔ ؎

لے جائیگا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئے گا ‏— دیکھو کمایا کسنے ہی اور کون اڑائے گا

ولہ

تھا کوئی دوش پہ خورجین اٹھائے آتا ‏— اور بغل مین کوئی پیک پنادبائے آتا

خورجین جسکو اہل ہند خورجی کہتے ہین ایک چیز ہی جسکو ٹاٹ وغیرہ سے بناتے ہین اور سامان اُس مین رکھکر ٹٹو پر لادتے ہین اسلیے یہان صندوق اُسکی جگہ مناسب ہے کیونکہ آدمی دوش پر خورجین نہین اٹھاتے صندوق اٹھاتے ہین۔

یا ترکیب کلام مین کسی لفظ مناسب مقام کا ترک کرنا جیسا کہ۔

اشرف

ابرو عقرب ہین تو ہین آپکے اژدر گیسو ‏— ڈر کے مارے نہین چھوتے ہین فسونگر گیسو

سبب مین ابرو کا عقرب ہونا اور گیسو کا اژدر ہونا بیان کیا ہی اور مسبب مین ابرو کا ذکر چھوٹ گیا ہے حالانکہ مناسب مقام یہ تھا کہ ابرو اور گیسو دونون کے نہ چھونے کا حال مذکور ہوتا۔

دوسرے توالی اضافت یعنے پے در پے چند اضافتین لانا اگر یہ اُس وقت عیب ہے جبکہ برا معلوم ہو اور ثقالت پیدا کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ایک مزیدار چیز ہے۔

شاداب

دودِ بالاے چراغ مہ کامل یہ ہیں
یا نمایاں ہیں ترے رخ پہ بہ پیچ گیسو

انیس

میں ہوں سردارِ شباب چمنِ خلد بریں
میں ہوں خالق کی قسم دوش محمد کا مکیں

دبیر

دیکھو دو مصرع خطِ لبشت لبِ خوش آب
گویا ہیں یہ کہ مطلع ابرو ہیں انتخاب

وله

بازو پہ بجے جوش الماس ضیا بار
اور اک وہ دُرِ نجف حیدرِ کرار

انیس

قربانِ صنعتِ قلمِ آفرید کار
تھی ہر ورق پہ صنعتِ ترصیع کردگار

منیر

سجودِ نشانِ سمِ بادپایان
رکوعِ نقوشِ نعالِ مراکب

نواب جہانگیر محمد خان شوہر سکندر بیگم والیہ بھوپال

ہووے گا میرا خنجر شہیدوں میں جو پایاں
مقتولِ الفت خلفِ بوتراب تھا

انشا

آہ کل دل کو ہوا درد کہ رکھا ہم کو
جنبشِ چینِ جبینِ بُتِ چین نے بےچین

وله

آتا ج گاہ کبھے گا اور مجھپر آپ
دم پڑھ کے کبھے صیغۂ الفت تو ایکبار
صد تیر ناوکِ نگہ ژرف توڑیے
صد قفل علت کتب صرف توڑیے

ظفر

پایانہ بجز داغ سیہ کاری یک عمر
نقش قدم قافلۂ عمر رواں ہیچ

راجہ شنکر ناتھ صبا

دل جب اُسکی نگہ مست کا مخمور ہوا
سر خوش کیفیت بادہ انگور ہوا

امیر

چراغ کعبۂ دین شہسوار دوش رسول
امام سبحۂ خاصان ایزد قدوس

تیسرے ابتذال یعنی ذلیل وخوار وبے قدر الفاظ کا استعمال کرنا اور محاورہ عوام لانا۔ جس سے خواص پرہیز کرین جیسے شبرات کی رات اور چاہ زمزم کا کنوان اور آبحیات کا پانی اور من ابتداے فلان تاریخ سے لغایت فلان تاریخ تک اور پس غیبت تاریخ قیصری مؤلفہ مرزا محمد اکبر علی خان دہلوی کی عبارت ہے **نثر** چنانچہ بہ تعمیل اس حکم کے من ابتداے ۲۸ نومبر لغایت ۲۲ دسمبر سنہ مذکور تک الخ۔

منہ اور چھبیس تاریخ سے لغایت ۳ تاریخ تک لارڈ صاحب بہادر نے رؤسا وصاحبان ممدوح الصدر سے ملاقاتین فرمالین۔

سودا

کہتے ہین نیلم جسے تھا فی الحقیقت مین وہ لعل ۔ ہو گیا ہی رشک سے تجھ لب کے رنگ اس کا کبود

نعیم

شام سے تا صبح تک آنکھین ملا کیجیے ۔ رکھ کے سر اپنے کے تئین اُسکے کف پا اوپر

یہان ٹک بمعنی ذرا کا موقع نہین ہے اسلیئے تک بمعنی تا پڑھنا چاہئے۔

طپش

کہ تو بیٹھ جا کر فلانی جگھے ۔ بُلالون گی مین گھر مین جا کے تجھے

جگھے عامیانہ محاورہ ہے۔

سودا

بکانے کی نہین اُسکے کوئی بات ۔ نصیبون سے مگر آجائے تبرات

شبرات نہایت مبتذل لفظ ہی صحیح شب برات ہے۔

انیس

جو خوبیان کہ چاہیین وہ سب حصول ہین

حصول عامیانہ محاورہ ہی حاصل چاہیے جیساکہ مولوی شبلی نے کتاب موازنہ مین تصریح کی ہی۔

میر

یہ عرضیان حضور کی پہونچے ہین صبح وشام
دستخط جو ہوکے آئے کوئی نسواسی کے نام

دسخط نہایت عامیانہ ومبتذل محاورہ ہی دستخط صحیح ہے۔

ولی

مت ان نمازیونکو خانہ ساز دین جانو | کہ ایک اینٹ کی خاطر یہ ڈھاتے ہونگے مسیت

مسجد کی جگہ مسیت مبتذل اور نہایت عامیانہ محاورہ ہے۔

چوتھے تغیر یعنے الفاظ کو بصورت دیگر استعمال کرنا جیسے المضاف بجائے المضاعف جیسے کہ۔

آتش

زہر پرہیز ہو گیا مجھکو | درد درمان سے المضاف ہوا

مثنوی زائر

دیدون گا مضاف اُس کا تمکو | بالفعل امین مجھکو جانو

میر خلیق

لیلاف پڑھی اور اُسے دودھ پلایا

صحیح لئیلاف ہے (مستفاد از آبحیات)۔

میر سوز

او مار سیاہ زُلف پیچ کہ | بتلا دے دل جہان چھپا ہو
کنڈلی تلے دیکھیو نہ ہو دے | کاٹا نہ ہفی ترا بُرا ہو

صحیح افعی ہے چنانچہ اس قول مین آتش کے۔

سیاہی دور کردیگی تو پیدا نور عرفان ہو | سر افعی کو گلاب جسنے مال اُسکا خزانہ ہے

میر تقی

غم زمانہ سے فارغ ہین مایہ باختگان | قمار خانۂ آفاق مین ہی ہارے جیت
ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے | ہمارے عندیہ مین تو ہے وہ خبیث پلیت

آب حیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ اصل مین پلید ہے میر نے قافیہ کی رعایت سے پلیت استعمال کیا ہے اگرچہ پلید اور پلیت مین باہم تبادل دال سکتے ہین جیسا کہ فرہنگ آنندراج سے مستفاد ہوتا ہے مگر اسکے لیے اساتذہ فارسی کا استعمال شرط ہے یہی وجہ ہے کہ صاحب غیاث نے کہا ہے کہ جو لوگ پلید مین دال مہملہ کی جگہ تاے فوقانی سمجھتے اور پڑھتے ہین یہ انکی خطا ہے۔ یہ لفظ مین نے کسی مرثیہ گو کے نیہان سوا میرزا دبیر کے نہین دیکھا میر کے علاوہ غالباً سودا نے

بھی کہا ہے۔

ناسخ

غرور اوج دو روزہ عبث ہی تجھکو اے اسفل
مین مثل ماہ گردون ہون تو مثل ماہ مقنع ہے

مقنع مین میم مضموم اور قاف مفتوح اور نون مشدد مفتوح چاہیے کیونکہ دراصل اسی طرح ہے جیساکہ تمام کتب لغت اور تواریخ سے ثابت ہی اور وجہ تسمیہ اسکی ابو الفدا نے یون لکھی ہی و کان لا یسفر عن وجہ اتخذ لہ وجہا من ذہب فتقنع بہ ولذلک قیل المقنع یعنی مقنع اپنا منہ نہین کھولتا تھا بلکہ اُسنے ایک منھ سونے کا بنوا لیا تھا جس سے اپنے مُنھ کو چھپائے رہتا تھا اسی لیے اُسے مقنع کہنے لگے تھے۔

ظفر

پیدا کیا وہ اُسنے بشر عوج بن عنق
پل جسکی ساق پا ہے بنا رود نیل کا

عوج بن عنق غلط ہی عوج بن عوق چاہیے اور یہ ایک طویل القامت آدمی کا نام ہی جس کی کمر تک طوفان نوحؑ کا پانی پہونچا تھا یہ شخص آدم علیہ السلام کے عہد سے حضرت موسےٰ کے عہد تک ساڑھے تین ہزار سال تک زندہ رہا تھا۔

پانچوین ثقالت و تنافر حروف یعنی واقع ہونا ایک سے حروف کا آخر کلمۂ اول ور اول کلمۂ آخر مین یا ایسے حروف کا استعمال کرنا جنکے پڑھنے مین دشواری ہو اور زبان پر ثقل پیدا کردین اور یہ بات متعلق مذاق طبیعت کے ہی جیسے شیخ خورم، نفع علم، طلاق قبر۔

میر

اُفتادگی پر بھی نہ چھوا دامن انکھون کا
کوتاہی نہ کی دلبرون کے سامنے ادب مین

ولہ

رہتا ہی ہمیشہ دیدۂ تر آہ کا سبھاؤ
جیسے مصاحب ابر کی ہوتی ہی کوئی باؤ

پہلے شعر مین دامن انکھون کا اور دوسرے شعر مین مصاحب ابر کی طبع سلیم کو ناگوار معلوم ہوتے ہین۔

غیرت

اگرچہ مین طائر فلاطون زمان ہون
ہین میرے بال و پر اوراق قانون

انیس

اشقیون کو اپنے فوج عدو روندنے لگی
جنگل مین برق قہر خدا کوندنے لگی

بعض لوگون نے جو یہ قید لگائی ہی کہ حروف ثقیل لانے سے یا ایک جنس کے حروف کے استعمال سے

کلام ثقیل ہو جاتا ہے محض بے اصل ہے ہان اس مین شک نہین کہ بعض اوقات یہ بھی باعث تنفر ہوتا ہے نہ ہر جگہ اور تنافر حروف کچھ ثقل کلام ہی پر منحصر نہین - ضابطہ بیان یہ ہے کہ جس کو طبع سلیم اُس موقع پر گوارا نہ کرے ثقیل اور متعسر النطق جانے وہی تنافر ہے خواہ وہ حروف قریب المخرج ہون یا بعید المخرج یا ثقیل - آتش کے اس شعر کے -

زار ہون ایسا کسی کو مین نظر آتا نہین
عشق مین گھل گھل کر کا یار کے مُو ہو گیا

مصرع ثانی مین چھ کاف جمع ہین مگر تنافر پیدا نہین ہوا -

چھٹے غرابت لفظی یعنی غیر مانوس اور نامشہور لفظ استعمال کرنا جیسے استعمال الفاظ دکھنی اور پوربی اور بنگالی اور کوہی وغیرہ کا زبان اُردو مین یا ایسے الفاظ لانا جنسے بہت سے اہل زبان ناواقف ہون جیسے اکثر شعرا قصائد کے قافیون مین لاتے ہین اور یہ بات فصحاے دہلی و لکھنؤ دونون کے یہان دیکھی گئی - انشا کے قصیدے اور مومن و ذوق وغیرہ کے قصائد اکثر ایسے ہین جن کے قافیون مین مشکل الفاظ اور لغت غیر مانوس موجود ہین مگر قصائد مین ایسے الفاظ کا قافیے کی ضرورت سے لانا روا ہے -

انشا

بسان بید مرے بند بند جکڑے ہین
وفور درد یہانتک کہ ہون بہ شکل سطیح

گے تھی زیج الغ بیگ ہاتھ مین میرے
مطالعہ مین سطرلاب کی سگے تسطیح

کسی کی ہجو کبھی فارسی مین گہ مین نے
قصیدہ عربی مین کسی کی کی تمدیح

فساد لقمہ رشک سے مجھے نہ تھا پرہیز
علیل ایسے ہون مین بالکل خبر صحیح

سوائے تیرے وے کب کسی کو سمجھا ہون
محمدی ہون نہین تابع سطیح و فلیح

جھک یہ موج مین محسوس ہو مرے کہ خیال
کرے ہے یون کہ مفاصل مین تشنج ہے تیج

بروح حیدر صفدر مجھے نہ کر محتاج
بہ چوب چینی و قیصوم و وج و عشبہ و شیح

علم

کیجیے گر نظر غور بانواع صفات
خیرہ ہو ذہن کہ ہے یہ مسائل ہین ادق

واسطے فائدے کے سب یہ بنائے عقلا
عائق و کتف و ید و ساعد و رسغ و مرفق

بحر مواج حقائق سے گذر کون سکے
ہان مگر فضل جو تیرا ہو بجائے زورق

ہے سوا اید ثلثہ کا علے قدر الحال
تیرے ہی فضل سے حصول ہے مد و سد رمق

توتم فیض نہ چھڑکے تو میاہ الابحار — اثر طلبین ابخرۂ ارض سے مثل زیبق

منیر

مجمل قوادح ممر قبائح — آب مطاعن مقرمثالب
صدا شیرون کی امنگے رشتون کے آگے — صیاح ذباب و نباح اکالب
مری قید و تکلیف و ذلت کے باعث — اقارب اباعد احبا اجانب
عرق ہو کر شربت لعاب افاعی — حشائش عقاقیر نیش اقارب

انشا کے ایک مستزاد مین قافیہ پٹ کھچاوٹ سماوٹ گھٹ ملاہٹ نٹ کھٹ غٹاغٹ رٹ وغیرہ ہم اسیطرح غزلون مین بھنڈ چوتھے کھنڈ بجھیڑے اکنڈا درسوکھے ڈنڈ کنڈ برہما کے رنڈ لنڈ منڈ وغیرہ لائے ہین ذوق نے ایک قصیدے مین ایاق مہراق اتراق (منزل مین اترنا) خلاق ییلاق مہراق نطاق تبقاق غماق شلتاق مطراق استنشاق استبرق مذاق محاق ازہاق حراق قافیہ کیا ہی ۔

ناسخ نے بھی سنگین اور نہایت سخت الفاظ کا استعمال کیا ہی جیسے ثعبان موسی ۔ مولاک ۔ حرباسیر ۔ غم ۔ استعلاج خالق الاصباح ۔ محول اکال ۔ عاطل ۔ سباح (رباے موحدہ سے) تطاول ۔ انجاح ۔ استحالہ ۔ انحنا ۔ سودا نے آصف الدولہ کی تعریف مین ایک قصیدہ کہا ہی جسمین لڑنت ۔ گرنت ۔ ساٹرنت ۔ مرغ کی پھڑکنت ۔ جلکر بھسمنت ۔ تیر کی کمان سے سرکنت ۔ زمین مین کھدنت ۔ گھوڑے کی کڑکنت ۔ ڈپٹنت ۔ جودھنت ۔ (مقابل) دبکنت ۔ ڈر کر دبکنا ۔ روباہ شیر بھی ہی کیا بھسمنت ۔ بچنت ۔ (بیگرا رد ہونگی) بکھرنت ۔ تار دن کی چھٹکنت ۔ بٹنت (لپٹنا) پڑھنت (پڑھنا) گھسنت (گھسنا) ۔ اور ایک قصیدے مین لپک اور جھپک کے ساتھ کٹک کہ زبان مارواڑی مین لشکر کے معنے مین ہی قافیہ کیا ہی جیسا کہ دریاے لطافت سے مستفاد ہوتا ہے ۔

منیر نے بھی ایک قصیدے کے قافیے لڑنت ۔ پڑھنت ۔ گرنت اور بھسمنت وغیرہ کیے ہین ۔

میر سوز

نہین تکتے ہمرے دل کی آیا ہے گاہے — اے فلک بہر خدا رخصت آہ گاہے

دبیر

نزع مین تین روز سے پیاسا نہین ہون مین — جلنے سے آج اپنے نراسا نہین ہون مین

نواب جعفر علی خان رئیس شمس آباد نے مجھے ایک خط مین لکھا ہی کہ دوسرے مصرع مین ہراسا نہین کیونکہ اسکے آخر مین نون ہی بلکہ دراصل نراسا ہی نون سے جو قدیم لفظ بمعنی ناامید ہی (انتہی) لیکن اِس صورت مین غرابت لفظی کی حد مین داخل ہوا جاتا ہی اور یہ لفظ مرکب ہی نر حرف نفی اور آسا بمعنی امید سے مگر نراسا ہونا بھی غلط ہے نراس بمعنی ناامید ہونا صحیح ہے جیسا کہ فرہنگ آصفیہ مین مذکور ہے ۔

ساتوین مخالفت قیاس لغوی یعنی محاورۂ اہل زبان کے خلاف یا قاعدۂ صرف و
نحو کے خلاف کوئی لفظ استعمال کرنا یہ کئی قسم ہے (۱) وصل یعنی زیادہ کر لینا کسی لفظ کا جیسے
ہاے ہوز سودا کے اس شعر مین۔

سجود در سے ترے بہرہ ور ہون اہل زمین	رہے رکوع مین تا قامت سپہر دوتاہ
بسان رشتہ کہ دانون مین سبحہ کے ہو دے	تری ولا کو رہے اس طرح دلون مین راہ

اگرچہ خواجہ جمال الدین اور علی خراسانی کے فارسی اشعار مین بھی دوتاہ آیا ہو مگر لغت کی رو
سے ہا زائد ہے اور عیب اُنکے کلام مین بھی مانا جائے گا اگر ہم یہ کتاب زبان فارسی مین لکھتے
تو اس مقام مین انھین کے شعر لاتے۔

سودا

جان عقل کامل و شور سر دیوانگان	رونق آبادگی اور وحشت ویرانہ ہم

آبادگی کی کاف فارسی زائد ہے اسلیے کہ یاے مصدری اور یاے نسبت کے قبل
وہان کاف فارسی لگاتے ہین جہان لفظ کے آخر مین ہاے مختفی ہو اور یہان آباد کے آخر مین
ہا نہین۔ نسیم دہلوی کے شعر مین خوشی بھی اس عالم سے ہے۔

جس طرف دیکھیے دو مین پھرتے ہین اسیر	کیون نہ صیاد خوشی ہو چمن آباد ہین سب

آتش

بہار گلستان کی ہے آمد آمد	خوشی پھرتے ہین باغبان کیسے کیسے

دبیر کا قول ہے ؎ جب کاغذ و داوات و قلم سامنے آیا + مولوی عبد الغفور نساخ
انتخاب نقص مین لکھتے ہین کہ داوات مین الف زائد ہے صاحب تطہیر الاوساخ کہتے ہین کہ
مصرع یون ہے ؎ جب سامنے قرطاس و دوات و قلم آیا +
نواب سید جعفر علی خان جعفر رئیس شمس آباد نے اپنے مطول خط مین مجھکو لکھا ہے کہ مین
ایسے جوابات کو پسند نہین کرتا بہت پرانا مرثیہ ہے اُس وقت عموماً داوات کہتے ہون گے
وہی مرزا ے مرحوم نے بھی نظم کیا اس کی دلیل یہ ہے کہ آئندہ کے مرثیون مین ترک کر دیا
ہے دبیر ایک ہی دن مین دبیر نہین ہوے بارہ برس کے سن تھے کہ اُس وقت مین ضمیر مرحوم کے
شاگرد ہوے۔ اُستاد بھی کم علم تھے لہذا ایسی غلطی کا سرزد ہونا کوئی تعجب نہین انتہی کلامہ۔

اپنے گیلاس شگوفے بھی کرینگے حاضر	انشا	غنچہ و گل بھی وان کھولینگے بوتل کے دہن

اُردو کا محاورہ گلاس بغیریا کے ہے۔

بدھ سنگھ قلندر صاحب دیوان

ہمکو تو بہت آرزوئین تھین	تمنے اِک ہی نگہ مین ٹال دیا
اے قلندر یہ نظم یا جادو	تو نے تو لعل سا اُگال دیا

اصل مین اُگل دیا ہے۔

محشر

ممکن ہی نہین دل مین ترے راہ کسیکی	ہر چند کہ ہو سنگ ستمگن آہ کسی کی
مر جاوُ کوئی یا کوئی رہ جاوُ تڑپتا	قاتل کو مرے کچھ نہین پرواہ کسی کی
دی ریختہ کے شوق نے محشر تجھے تکلیف	مین ورنہ کہان مانے تھا باللہ کسی کی

اصل مین پروا ہی ہاے ہوز زیادہ کرکے پرواہ استعمال کیا ہے۔
(۳۰) قطع یعنے کوئی حرف اصل کلمے سے خارج کردینا جیسے۔

سوز

کیون مشفق و مہربان کسی کے	ہمسے بھی اگر ملو تو کیا ہو
مانوگے نہین غرض یہ باتین	تم اپنی ہی ہٹ کے بادشا ہو

قلندر

نرا ہوتا ہون بندہ اِک نگہ مین	بھلا اس مُول کو مین کیا بُرا ہون
گدا ہون اُسکے کوچے کا قلندر	صحیح ہی گر کہون مین بادشا ہون

انیس

یہ اوج یہ مرتبہ ہما کو نہ ملے	یہ دلق مرقع اُمرا کو نہ ملے
بخشی ہے خدا نے ہمکو یہ دولت فقر	برسون ڈھونڈے تو بادشا کو نہ ملے

ان تمام اشعار مین بادشاہ کی ہا گرادی ہے اگرچہ اس لفظ کو بعض اساتذۂ فارسی نے بھی حذف ہا کے ساتھ استعمال کیا ہے جیسے۔

سعدی

زن نیک و خوش سیرت و پارسا	کند مرد درویش را بادشا

لیکن اس مین شبہ نہین کہ اس لفظ سے حذف ہا کا حرف کرنا مخل فصاحت ہی جیسا کہ مرزا قتیل نے شجرۃ الامانی مین لکھا ہی کہ "حذف ہا از لفظ سیاہ موجب مزید فصاحت ست واز گواہ و گیاہ و بادشاہ مخل فصاحت باشد" اور یہی ایران کے فاضل رضا قلی خان ہدایت نے انجمن آرائے ناصری مین کہا ہے اگر سعدی کا بادشاہ کو بغیر ہا کے استعمال کر لینا مخالفت قیاس لغوی کے عیب سے پاک کرنے کے لیے کافی ہوتا تو اُنکا دل کو گل کا قافیہ کر لینا بھی عیب مین شمار نہ پاتا۔ جس کو میر شمس الدین فقیر نے حدائق البلاغۃ مین عیوب مین شمار کیا ہے۔

نیامد در ایام او برد لے	نگویم کہ خارے کہ برگ گلے

میر تقی

داغ ہی تابان علیہ الرحمہ کا چھاتی پہ میر	ہو نجات اُسکو بچارہ ہمسے بھی تھا آشنا

دراصل بیچارہ تھا یائے تحتانی حذف کرکے بچارہ استعمال کیا ہے۔

عبرت مؤلف مثنوی پدماوت

ولیکن جتنے دان خسرو کلاہین	بسان عاشقان اہل وفا ہین

کلان کا نون گرا دیا ہے۔

سودا

سن گروہ یہ کہے کہ نہین ریختہ ہی یہ	اور ریختہ بھی ہی تو فرزشہ کی لاٹ کا

فیروز کو فرز استعمال کیا ہی یائے تحتانی اور واو کو قطع کر دیا ہے۔

(۳) **تخفیف** یعنے حرف مشدد کو بے تشدید کے استعمال کرنا جیسے حج و رب وغیرہ مرزا دبیر کہتے ہین ع۔

بچپن مین حج کعبہ کیا شہ نے پیادہ

حج مشدد ہی اور یہان بے تشدید کے استعمال کیا گیا ہی جیسا کہ مولوی عبد الغفور خان نساخ نے اپنے رسالے مین لکھا ہے۔

رسالہ عبد الواسع مین مذکور ہی کہ اگر لفظ عربی مشدد الآخر تنہا مستعمل ہو تو اُسکو تخفیف کے ساتھ پڑھنا چاہیے جیسے غم و ہم بمعنی اندوہ و قد و خد وغیرہ لیکن ترکیب کی صورت مین اصل کلمے کی رعایت کرنا اور تشدید ظاہر کرنا واجب ہی جیسے حج کعبہ۔

پس قطعہ الا دساخ اور رسان دخراش کے جوابات تحقیق کے خلاف ہین کیونکہ مرزا ناصح

یا کسی اور شاعر فارسی کا حج مبرور یا حج و عمرہ بتخفیف لکھنا مخالفت قیاس لغوی ہے اسکو نکال نہین سکتا کیونکہ مرزا دبیر کے کلام مین جس طرح زبان اُردو کے اعتبار سے عیب ہے اُسی طرح جب فارسی مین عیب گنوائین گے تو ایسے شعرا کا کلام ہی تو ہیچ کر ینگے بعض اہل تحقیق کہتے ہین کہ دبیر کا قول یون ہے ؎ بچپیش حج کعبہ کیے شہ نے پیادہ ؛ لیکن تخفیف کا اعتراض اب بھی باقی ہے (تقطیع یون ہے) بچپیش مفعول حج کعب مفاعیل کیے شہ ن مفاعیل پیادہ فعولن + پس حج کعب کا حا اور جیم مقابل ہین میم اور فا کے اور ظاہر ہے کہ فا مخفف متحرک ہی نہ مشدد انیس کا قول ؎ کرار ہے وہ شخص نہ غیر فرار ہے + فرار بہ تشدید را چاہیے مستفاد از مواز[illegible]

آتش

رنگ زرد و لب خشک مژہ گرد آلودہ	کشتۂ عشق ہین ہم ہے یہ کفارہ اپنا

کفارہ اصل مین تشدید فا کے ساتھ ہے۔

میر سید علی غمگین

بتا ساقی کفارہ کیا ہو کیش می پرستی مین	قسم پیر مغان کی جھوٹ کھا بیٹھا ہون مستی مین

فارسی مین میر معزی نے بھی تخفیف فا کے ساتھ باندھا ہو اور وہ فارسی کے اعتبار سے عیب ہی

مصحفی

مری آہ نے جو کھولی بعیوق برق آہ	تو ہین برق و رعد لیکر علم سحاب اُٹھتا

آب حیات مین اسی طرح لکھا ہے عیوق اصل لغت مین یاے تحتانی کی تشدید سے ہے جیسا کہ غیاث اللغات مین منتخب اللغات کے حوالے سے لکھا ہے کہ عیوق تشدید یاے تحتانی مضموم کے ساتھ ایک ستارے کا نام ہی جس کا رنگ سُرخ و درخشن ہی اور وہ کہکشان کی سیدھی طرف ہو ثریا سے پیچھے نکلتا ہے اور اُسکے آگے ہوتا ہے۔

(۱۴) تشدید یعنے حرف غیر مشدد کو تشدید کے ساتھ لانا جیسے۔

سودا

یعنے نواب سلیمان فر و نام آصف جاہ	عہد مین جسکے یہ غیور بزرگ و کوچک

میر حسن

اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے	ولے پرورش سب کی منظور ہے

غیور غفور کے وزن پر ہی مگر ان دونون شعرون مین یاے تحتانی کی تشدید کے ساتھ استعمال

کیاہی - حالی اور میر نے درست لکھا ہے -

حالی

خاک ہون اور عرش پر ہی دماغ	مجھ سے برتر ہے میری طبع غیور

میر

عاشق غیور جی دے اور اس طرف نہ دیکھے	وہ آنکھ جو چُھپاوے تو تو بھی ٹک کنارہ

(۵) قصر یعنے الف ممدودہ کو مقصور کر کے لانا جیسے -

سودا

کہا اُس سے کہ بھر کے افتابا	صحن کے جا ضرورمین رکھوا

آفتابہ اصل مین بالمد ہے -

نعیم

اخر ہیر اضطرابی دل ہے	دل ہے یا رب کہ مرغ بسمل ہے

آخر اصل مین الف ممدودہ کے ساتھ ہے -

(۶) مد یعنے حرف مقصور کو ممدود پڑھنا جیسے آناج اور آبرہ - الشیخ نے طومار اغلاط مین ناسخ کا یہ شعر لکھا ہے - ؎

دل ملک آنگریز مین جینے سے تنگ ہے	رہنا بدن مین روح کا قید فرنگ ہے

اور آنگریز کو فاع لات کے وزن پر لکھا ہی پس مثال مد کی ہی اسی قبیل سے ہی یہ شعر -

منیر

کمال فارسی و انگریزی و اُردو	عروض و قافیہ و فن شعر سے ماہر

منشی امیر احمد مینائی امیر اللغات مین لکھتے ہین کہ ناسخ کے شعر مین انگریز فاعلان کے وزن پر ہے مگر زبانون پر بروزن مفعول ہی جیسے انشا کے شعر مین ؎

انگریز کے اقبال کی ہے ایسی ہی	او بختہ ہی جس مین فرانسیس کی ٹوپی

(۷) تحریک یعنی حرف ساکن کو متحرک لانا جیسے -

سودا

بنیے کا دیوال بند ایک قرضدار تھا	اُسکے ادا کرنے مین سخت وہ ناچار تھا

قرض بسکون رائے مہملہ ہی مگر یہان رائے متحرک کے ساتھ استعمال کیا ہی -

ولہ

ہی مجھے فیض سخن اُسکی ہی مداحی کا | ذات پر جسکی مبرہن ہی کنہ عزوجل

کنہ ساکن الاوسط کو متحرک الاوسط موزون کیا ہے۔

تپش

خصم تیرا احمق ہے اور بے ہنر | نہین شاستر سے اُسے کچھ خبر

خصم حرف اول کے فتحہ اور دوم کے سکون سے مالک اور صاحب کے معنی مین بھی آیا ہی اور اس وجہ سے شوہر کو بھی کہتے ہین۔

دبیر

ہی سخت مجھے شرم بتول عذرا سے

عذرا اصل مین حرف دوم کے سکون سے ہی نہ فتحہ سے۔

میر انیس

دیکھا نہین کیا صبر بتول عذرا کو

سید

ختم ابن ابی طالب پہ ہین حرب شجاعت کے

ممتاز جہان ممتاز

بسم اللہ لکھ کے نعت کا اسپر کیا حصر | بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حصر اصل مین صاد کے سکون سے ہی۔

مثنوی زائر

حاجت تعلیم کی نہین ہے | حیوان عجم کو بھی یقین ہے

عجم عین کے ضمے اور جیم کے سکون سے کند زبان اور گونگے کے معنے مین ہی مگر یہان جیم کی تحریک سے آیا ہی۔

اعظم

منطقی اسرار اثبات و نفی مین رہ گئے
اُس دہن سے آگئی آواز عقدہ کھل گیا

نفی اصل مین بفتح نون و سکون فا ہے۔

دبیر

شرط ذبح ہی کہ کارد نہ دکھاؤ اُسکو | ذبح کے پہلے قضاے نڈراؤ اُسکو

منیر

اگرچہ گندمی رنگون کو پیسا اس جزیرے نے | نہ پائی ایک دن بھی رد گندم کی ارزانی

پہلے شعر مین کارد اور دوسرے شعر مین آرد کی را کو مفتوح باندھا ہی حالانکہ ساکن ہی۔

دبیر کے مصرع کی تقطیع یون ہی شرط ذبح فاعلاتن ہ کہ کارَ فعلاتن دکھاؤ فعلاتن اُسکو فعلن ظاہر ہی کارد کی رے فعلاتن کی تاے متحرک کے مقابل واقع ہوئی۔ تقطیع مصرع منیر ان پائی ای مفاعیلن ک دن بی آ مفاعیلن رَدِ گندم مفاعیلن ک ارزانی مفاعیلن اس مصرع مین آرد کی رے مفاعیلن کی میم کے مقابل واقع ہوئی ہی جو متحرک ہی۔

گلزار نسیم

اشتر کئی جاتے تھے اُدھر سے | بر مہ آرد و روغن و شکر سے

یہان بھی آرد کی را متحرک ہے کیونکہ مفعول کے لام کے مقابل ہی جو متحرک ہے۔

عظیم

نادانی کا مری نہو دانا کر احتمال | گو ہم بقدر فکر یہی کر عمل چلے

عمداً یعنی ارادے سے کام کرنا بفتحتین جو بعض کی زبان پر جاری ہی وہ صحت سے عاری ہی

انشا

غصّے مین ترے ہمنے بڑا لطف اُٹھایا | اب تو عمداً اور بھی تقصیر کرینگے

اصل لفظ بفتح اول و سکون دوم ہی اور شعراے فارسی و اُردو کے اشعار مین بھی سکون دوم سے آیا ہی۔

جلال اسیر

از طاقت من رنجش بےجا نہ بیرسی | شاید کہ بگویم بتو عمداً نہ بپرسی

ظہوری

درد نداری نہ مداوا چہ حظ | دم بکش از نالہ عمداً چہ حظ

میر

میر عمداً بھی کوئی مرتا ہے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

شہیدی

کبھی عمدًا جو بگلا کر وہ مجھسے بات کرتا ہی	مزہ دیتا ہو اُسکا ہر سخن قند مکرر کا

دبیر

یہ حق ہی یہ باطل ہی یہ سُبحت ہی یہ خطا ہی	عمدًا نہ سُنے کوئی تو یہ بات جُدا ہے

(۹) اسکان یعنی حرف متحرک کو ساکن لانا جیسے قسم بسکون سین لکھنا۔

ہوس

وہ بے غم و بے فسوس و بے قلق +	مین خاک فتادہ رہ خلق +

قلق بفتحتین چاہیے کیونکہ یہان بیقراری اور بے آرامی کی نفی مقصود ہی۔

شاہ حاتم

دیکھ سرو چمن ترے قد کون	خجل ہے یا بگل ہے بے برہے

خجل دراصل حرف اول کے فتح اور جیم کے کسرے کے ساتھ چاہیے کیونکہ شرمندہ کے معنی مین انھین حرکات کے ساتھ ہے اور سکون جیم کے ساتھ شرم و حیا رکھنے کے معنے مین ہی جو یہان نہین بنتا۔

تپش

رُخ مہر و مہ اُسنے تابان کیا +	کمان اور ذرے کو نگران کیا +

نگران مین کاف فارسی دراصل متحرک ہی۔

قلندر

کہان ہینگے آنسو کہ آنکھون سے نکلین	لگے برسنے ٹکڑے اب دل کے کٹ کر

برسنے مین دراصل رائے مہملہ مفتوح ہی۔

مولوی صدرالدین خان آزردہ

اُس شوخ سے مربوط بہت سہل سے ہوتے	گر ہم بھی سُبک حرکت نااہل سے ہوتے

حرکت دراصل رائے مہملہ کی تحریک سے ہی۔

تراب

ہر اک کہتے تھے تدبیر اپنے لائق	خبر مین تھے سب حکمائے حاذق

حکیم کی جمع حکما کاف کے فتح سے ہی اور شاعر نے کاف کو ساکن باندھا ہی۔

سودا

داغ ہوں اُن سے اب زمانے مین ‏ ‏ بزم شعرا کے ہین جو صدر نشین

شاعر کی جمع شعرا عین کے فتح سے ہے۔

ولہ

لب ولہجہ ترا ساہیگا کب خوبان عالم مین ‏ ‏ یہ غلط العام ہے جگ مین کہ سب مصری کی ڈلیان ہین

غلط دراصل لام کے فتحہ سے ہے۔

میر

سب غلطی ہی بازی طفلانہ کی یک سو ‏ ‏ وہ یاد فراموش تجھے ہمکو نہ کیا یاد

غلط لام کی تحریک سے ہے۔

ولہ

کیونکہ پہونچی ہے جن کو اُمرائی ‏ ‏ سب وہ اولاد حاتم طائی

امیر کی جمع امرا میم کی تحریک سے ہے۔

ممتاز جہان ممتاز

اب تو للہ کرد نظر کرم یا مولا ‏ ‏ خون برساتے ہین یہ دیدۂ نم یا مولا

نظر اصل مین بفتحتین ہے۔

میر تقی

مت مانیو کہ ہوگا یہ بیدرد اہل دین ‏ ‏ گر آوے شیخ پہن کے جامہ قرآن کا

قرآن بروزن عثمان کو زبان کے وزن پر باندھا ہے۔

تقطیع گر آو مفعول شیخ پہن فاع لات کے جا ماق مفاعیل ران کا فاع لن۔

خاقانی نے بھی تحفۃ العراقین کے تیسرے مقالے مین قرآن کو زبان کے وزن پر ضرورت شعر کی وجہ سے نظم کیا ہے ؎

فردان چار ند مملکت دو ‏ ‏ یزدان و قرآن و کعبہ و تو

مولوی سید اکبر حسین اکبر

انکو کہے ہین شاغل حضرت اکبر کے ان وزن ‏ ‏ الم ترکیف جیسے پڑھ رہے ہین فیلخانے مین

آٹھون اقسام مذکورۂ بالا متقدمین کے نزدیک جائز تھین مگر اب یہ محاورات بالکل متروک

ہو گئے ہین اور استعمال ناجائز ہی اگر ابتدائی حالت پر نظر کرین تو عیب نہین ورنہ ناجائز اور عیوب کلام سے ہی بعض ہٹ دھرم شاعرون نے یہ مسئلہ گڑھ رکھا ہی کہ ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن باندھنا اور الفاظ مخالف قیاس لغوی کا استعمال کرنا درست ہی چنانچہ اپنے کلام مین اس قسم کے بہت الفاظ لاتے ہین اُن سے کوئی یہ پوچھے کہ جب اُس لفظ کے ترک کرنے مین یا اُس مصرع کے بدلنے سے آپ عاجز ہین تو آپ کو شعر کہنے کی کیا ضرورت ہے۔

نقل کسی شخص نے ایک شعر میرزا فطرت کے روبرو پڑھا کہ جس مین ایک لفظ غلط و بدنما موزون ہوا تھا فطرت نے وجہ اُسکی پوچھی جواب دیا بضرورت شعر فطرت نے فرمایا شعر گفتن چہ ضرور۔ ہر چند کہ اُستادان مسلم الثبوت متقدمین نے ایسا کر لیا ہی مگر یہ بات اُنھین کو زیبا تھی ہمکو استعمال کرنا ضرور نہین کیونکہ ان چیزون کی قباحت ایک زمانے کے گذرنے کے بعد عقلا و فصحا کے اتفاق سے طالب فن کے ذہن نشین ہوا کرتی ہی۔

(۹) کلمے کو بے موقع استعمال کرنا جیسے اگر کی جگہ اگرچہ اور اگرچہ کی جگہہ اگر (مثال اول)

ظفر

تجھے دیکھین تو پھر اور ونکو کیا آنکھون سے ہم دیکھین	یہ آنکھین پھوٹ جائین گرچہ ان آنکھون سے ہم دیکھین

مثنوی سعدین

گرچہ وہ بُت نہ رام ہو میرا	کھانا پینا حرام ہو میرا

حسینی بیگم امراؤ تخلص دہلوی

گرچہ منظور نہ تھی خانہ نشینی میری	تو نے مجھے ساکن ویرانہ بنایا ہوتا

ہر چند لفظ اگرچہ صحیح ہی مگر اسکا استعمال اور موقع پر ہوتا ہی ہے (مثال دوم)

علی گوہر

کہو بلبل سے لیجائے چمن سے آشیان اپنا	پڑھے گر صد ہزار افسون نہوگا باغبان اپنا

غالب

قیامت ہی کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب	وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہی مجھسے

ولہ

شبنم بہ گل لالہ نہ خالی ز ادا ہے	داغ دل بیدرد نگر گاہ حیا ہے

دونون شعرون مین لفظ نہ بے موقع واقع ہوا ہے اسکی جگہہ نہین چاہیئے۔

ترابؔ

نام لینے سے ہین بدنام ہو ہوں جس کے	پھر کوئی لائے ترابؔ اُسکو یہ بدنام تلک

یہ بے موقع واقع ہوا ہے اس جا ہیے۔

غالبؔ

اور وہ مین ہون کہ گر جی مین کبھی غور کرون	غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

یہان پر قاعدے کی رو سے مجھے کے بعد اپنی اوقات سے آنا چاہیے تھا مگر مرزا نے خلاف قاعدہ مجھے میری اوقات سے نفرت ہے نظم کر دیا ہے۔

حالیؔ

قیصر کے گھرانے پہ رہے سایۂ یزدان	اور ہند کی نسلو نپہ رہے سایۂ قیصر

ارشدؔ

یہ جنازہ حضرت شہزادۂ وکٹر کا ہے	جو بڑا پوتا ہماری ہند کی قیصر کا ہے

دونون شعرون مین لفظ قیصر بے موقع استعمال ہوا ہے قیصرہ کا موقع ہے کیونکہ دونون نظمون مین ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ مراد ہین۔

مصحفیؔ

گیسو تھے جس کے گردن خورشید کی کمند	بے سر پڑا ہوا ہے کٹا گردہ بند بند
اب کوئی سرہانے اُسکے جلاتا نہین سپند	بنتی بخور جسکے تھی مجمر کے واسطے

سپند یا اسپند ایک قسم کا تخم ہے جو نظر بد کے دفع کرنے کی غرض سے جلاتے ہین اور بزرگون کے مزارون پر لوبان سلگایا جاتا ہے (۱) لفظ ہندی کو طرف لفظ ہندی یا عربی یا فارسی کے مضاف کرنا جیسے دبیرؔ کے اس مصرع مین سے پہونچی سکینہ لاش چچا پر لب فرات +

ولہ

بازو پہ بیچے جوشن الماس ضیا بار	اور اگر در نجف حیدر کرار ؛

لاش چچا اور اگر در نجف یہ الفاظ بحالت ترکیب اضافی درست نہین کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ مین سے ایک لفظ ہندی ہے دوسرا ہندی یا فارسی یا عربی اور یہ ترکیب ناجائز ہے۔

جیسا کہ مولوی عبدالغفور خان نساخ نے تحقیق کیا ہے۔ نواب جعفر علی خان مجھے لکھتے ہین کہ مین نے تفسیر الالاد ساخ مین اس طرح دیکھا ہے سے پہونچی سکینہ لاشۂ عم پر لب فرات ؛ واللہ اعلم میری رائے

مین اعتراض صحیح ہی انتہی کلامہ۔

مثنوی تحفۃ لقا مصنفہ علی

بھری تھی مزاحون سے ہر ایک بول	وہ محفل سراسر تھی محو ٹھٹول

محو کی اضافت ٹھٹول کی طرف درست نہین۔

منیر

کہین بچھی تھی دل کشتہ کی صف ماتم	کہین نکلتے تھے تابوت ہاے صبر و قرار

صف بمعنی بوریہ لفظ ہندی ہی اسلیے ماتم کی طرف مضاف نہین ہو سکتی جیساکہ طومار اغلاط مین مرقوم ہی

امیر مینائیؒ

جب تک صدف مین قطرۂ نیسان گہر بنے	تا آہن آبیاری پارس سے زر بنے

پارس لفظ ہندی ہے آبیاری کا لفظ اُس کی طرف۔ مضاف ہی اور یہ عبارت درست نہین ہے جیساکہ طومار اغلاط مین بیان کیا ہے۔

اور اس باب مین شعراے متقدمین مثل میر و مرزا و انشا و مصحفی و جرأت وغیرہ کا کلام بھی مستند نہین ہو سکتا **شیخ امام بخش ناسخ** کے عہد سے جو جو سقم اس قسم کے تھے ترک ہوگئے اور جو کچھ رہ گئے تھے وہ اُنکے شاگرد میر علی اوسط رشک اور اُنکے شاگرد اسماعیل منیر نے ترک کر دیے ہان یہ ترکیب اعلام مین درست ہے اور شعراے متوسطین و متاخرین نے مثل ناسخ وغیرہ کے استعمال کیا ہی اور اب تک یہ قاعدہ جاری ہی مؤلف کی راے مین جو لفظ ایسا ہو کہ سواے ہندی کے فارسی مین نام نہ رکھتا ہو ایسے لفظ کی اضافت لفظ فارسی کی طرف اور اظہار کسرۂ اضافت جائز ہی کیونکہ ایسا لفظ حالت عطف و اضافت مین حکم فارسی رکھتا ہی ہماری اس تقریر سے ثابت ہوگیا کہ طومار اغلاط کے مؤلف کا اعتراض امیر مینائی کے شعر پر تحقیق کے خلاف ہے۔ اسی قبیل سے ہی سودا کے شعر مین۔ فوجداری کی اضافت کول کی طرف دھو ہڑا۔

جو ایک شخص ہی بائیس صوبے کا خاوند	رہی نہ اُسکے تصرف مین فوجداری کول

(۱۱) **فک اضافت** یعنی کسرۂ اضافت کا آخر مضاف سے ساقط کر دینا جیسے۔

نسیم

سو رو کے بکاؤلی دل افگار
بولی کہ خدا علیم ہے یار

بکاؤلی دل افگار مین اضافت ترک ہوگئی۔

ایاز محمد خان ایاز ساکن بھوپال

جب آلہ حمد رب خدا کا یہ حال ہو ✦ شر میں شریک شرک ہی کیونکر لکھے بشر

آلہ حمد رب میں اضافت ترک ہو گئی ہے۔

میر

زیر دست اُسکے رہیں گردن کشاں ✦ تا قیامت وہ رہے مالک رقاب

مالک رقاب میں اضافت ترک ہو گئی ہے۔

اموجان مفتون

جس کا ہمسر ہی نہیں آتا نظر ✦ شاہ انگلستان مالک بحر و بر

ولہ

عادل و باذل کریم و داد گر ✦ فیض بخش و قدردان اہل ہنر

قدردان اہل ہنر میں اضافت محذوف ہے۔

میر

عاشق غیور جی دے ادھر اُسطرف نہ دیکھے ✦ وہ آنکھ جو چھپاوے تو تو بھی ٹک کھچا رہ

نعیم

بند و بست اُس زلف کا ہے اپنے دل کے ہاتھ میں ✦ خانہ زنجیر کا دیوانہ صاحب خانہ ہے

صاحب خانہ میں فک اضافت ہے۔

میر

مری آہ کیا برچھیاں مارتی ہے ✦ دل شب ہے ہر دم صدا الامان ہے

صدائے الامان چاہیے۔

ولہ

رہوں جا کے مرحضرت یار میں ✦ یہی قصد ہے بندہ درگاہ کا

بندۂ درگاہ چاہیے۔

انشا

سیر کی ہراُس نے عجب جسنے کہ آتے ہی چڑھا ✦ سیکڑے میں دو سہ قرطہ گلفام لیے

اصل قرطۂ گلفام اضافت کے ساتھ چاہیے۔

ولہ

اسطقسات ومو الید وجواہر خمسہ پہ	ہفت اقلیم جہان معدن زر بسون ایک

جواہر خمسہ مین فک اضافت ہی۔

ہوس

گر نا تھا وہ گفتگو پریشان	کرتی تھی یہ جمع موپریشان

دراصل گفتگوے پریشان اور موے پریشان ہونا چاہیے۔

داغ

جمشید عصر کلب علیخان فلک جناب	ہوتا ہی جسکی ذات سے صاحب وقار عیش

کلب علی خان موصوف ہی اور فلک جناب صفت اور یہان کسرۂ صفت ساقط ہوگیا ہی۔
اسی طرح صاحب وقار سے اضافت ساقط ہو گئی ہی۔
زبان فارسی مین بھی الفاظ عاشق اور مالک اور صاحب کو فک اضافت کے ساتھ ضرورت شعر کی وجہ سے استعمال کیا ہی جیسے۔

سعدی

ز صاحب غرض تا سخن نشنوی	وگر کار بندی پشیمان شوی

ظہوری

درین انجمن کیست عاشق سخن	کہ عشقے نورزید با شعر من

بدر چاچی

جملہ بدین داوری بردر عنقا شدند	کوست خلیفہ ظہور داور مالک رقاب

اسی سبب سے مرکب اضافی مقطوع نثر مین واقع نہین ہوتا۔

زین العابدین خان عابد

مجرائی جسے عشق حسین بن علی ہے	حاصل اُسے دنیا سن سعادت ازلی ہے

لفظ سعادت ازلی مین اضافت محذوف ہی۔

ظفر

پیدا کیا وہ اُسنے بشر عوج بن عنق	پل جسکی ساق پاسے بنا رود نیل کا

بن کی اضافت عنق کی طرف چاہیے۔

ناسخ

ہاتھ سے اُس قاتل عالم کے کیونکر جی بچے	جسکا ہر ناخن بُریدہ غیرت شمشیر ہے

ناخن بُریدہ اضافت کے ساتھ چاہیے کیونکہ موصوف کے حرف آخر کو بھی کسرہ ہوتا ہے۔

آتش

روسیہ دشمن کا یون پاپوش سے کیجے نگار	جیسے سلہٹ کی سپر زخم ہو شمشیر کا

دراصل روے سیہ چاہیے۔

زاہد اگر کہے ہے مجھے مست روز الست	قلندر ہون آج ہی نہین ہون زروز الست ہون

مصرع اول مین روز الست مین کسرۂ اضافت ساقط ہوگیا ہے

احمد علی صادق

حضرت سعدی کا ہی کیا قول راست	کرا عادہ اسکا صادق پر محن ؛

صادق موصوف اور پر محن صفت ہے اور کسرۂ صفت ساقط ہوگیا ہے عجب کہ صاحب رسالہ صنعت الشعر نے فک اضافت کو صنعت تجرید لفظی کے قبیل سے لکھا ہے۔

(۱۲) اضافت زائد جیسے۔

صاحبزادہ علیم اللہ خان

شہ کلب علیخان بہادر خسرو نامی	کہ جسکے در کی دارا جانتا ہے فخر دربانی

شہ کلب علی خان مین اضافت زائد محض ہے اسلیے کہ شہ مبدل منہ ہے اور قاعدہ ہے کہ اُسکے حرف آخر کو کسرۂ اضافت نہین دیتے ہین۔

میر حسن

ہوا وہ جو اس شکل سے دلپذیر	رکھا نام اُس کا شہ بے نظیر

شہ بے نظیر مین اضافت زائد ہے اسلیے کہ اول مبدل منہ ہے اور دوم بدل۔

جرأت

خداوندا بحق چاردہ معصوم سُن لیجو	یہ انکھین دیکھین جرأت ہے اسی اُمیدواری مین

کہ شب کو تو پریزادون کا مجمع ہووے اور دن کو

پرے نوجون کے ہون شاہ سلیمان کی سواری مین

شاہ سلیمان مین اضافت زائد ہے کیونکہ ایک مبدل منہ ہے اور دوسرا بدل۔

ناسخ

جو کانپور سے ناسخ چلو بنارس کو | مزار پاک جناب علی حزین دیکھو

جناب کے حرف آخر پر کسرۂ اضافت زائد ہی کیونکہ مبدل منہ ہی اور علی حزین بدل ہے۔ مزار موصوف ہی پاک صفت موصوف صفت سے ملکر مضاف ہے اور جناب مضاف الیہ پس پورا مرکب اضافی مُبدل ہے۔

امیر

بوے یوسف مصر سے کنعان مین لائی ہے صبا | اب دماغ حضرت یعقوب مین بُو اور ہے

ولہ

تو نہالان چمن مین تھا کہان یہ حسن امیر | حضرت یوسف سے ہی ساری فضا برسات کی

حضرت مبدل ہی نہ مضاف اور یعقوب و یوسف بدل پس اضافت زائد ہے۔

مرزا عبد الغنی ارشد

یہ جنازہ حضرت شہزادہ وکٹر کا ہے | جو بڑا پوتا ہماری ہند کی قیصر کا ہی

یہان حضرت شہزادۂ وکٹر مین حضرت اور شہزادے کی اضافت زائد محض ہی کیونکہ دونون مبدل منہ ہین اور وکٹر بدل ہے۔

میر حسن

دھری اک بیاض اور رشک چمن | پر از شعر سودا و میر حسن

میر حسن مین اضافت زائد ہی کیونکہ اول مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل۔

صادق

تیرا تھا اک اعلے پایے کا کلام | تجھکو ہم کہتے ہین اُستاد ظہیر
بادہ خواران سخن روتے ہین سب | تجھکو اے میخانے کے پیر ظہیر

اُستاد ظہیر اور پیر ظہیر مین اضافت زائد ہی کیونکہ اول مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل۔

رند

سُلطان ابوالظفر بہادر | خاقان ابوالظفر بہادر
من جانب خدا رحیم و عادل | ہمشان ابوالظفر بہادر
احکام قضا کے ہے مطابق | فرمان ابوالظفر بہادر

سلطان اور خاقان کے بعد اضافت زائد ہی کیونکہ دونون مبدل منہ ہین۔

مثنوی سعدین

سید احمد حسین خان قمر	آفتاب سپہر علم و ہنر

خان اور قمر کے درمیان اضافت زائد ہی کیونکہ اول مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل اور مبدل منہ و بدل کے درمیان اضافت نہین دیجاتی پس مرزا کلو بیگ اور میر منو اور شیخ رحیم بخش مین مرزا اور میر اور شیخ کے حرف آخر کو کسرہ نہین دینا چاہیے اسی طرح شاہ اور امام اور بابا اور لالہ اور مسر اور پنڈت اور کاکا اور نواب کے حرف آخر کو کسرہ دینا غلطی ہی مثلاً شاہ کلو اور امام ابو حنیفہ اور بابا فغانی اور لالہ بہاری لال اور مسر کرپا رام اور پنڈت منسا رام اور کاکا سندر داس اور نواب نظام الملک کو مبدل منہ کے سکون سے پڑھنا چاہیئے۔ دریاے لطافت کے بیان نحو مین انشا نے یون ہی لکھا ہے۔

داغ نے جو اپنے اس شعر مین۔ ؎

میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم	صاحب طبل و علم مالک شمشیر و قلم

شہ کو اضافت کے ساتھ استعمال کیا ہی تو اسکی وجہ یہ ہی کہ یہان شہ موصوف ہی نہ مبدل منہ یہی حال مثنوی گلزار نسیم کے اس شعر کا ہی۔

یعنے تاج الملوک مضطر	وہ بادشہ حباب افسر

بادشہ موصوف ہی اور حباب افسر صفت۔

یہ کہنے کا حق کسی کو حاصل نہین کہ شاہ سلیمان یا سُلطان ابوالظفر وغیرہ مین اضافت صحیح ہی اور عوام مین کثرت کے ساتھ ایسی غلط ترکیبون کا شائع ہو جانا قابل سند نہین خواص مبدل منہ و بدل کے درمیان کسرہ لانے سے ہمیشہ محترز رہے ہین چنانچہ صاحب گلزار نسیم کہتا ہی ؎

روح افزا جسکی ہون مین دختر	فردوس کا بادشہ مظفر

تقطیع فردوس مفعول ک بادشہ مفاعلن مظفر فعولن۔

ولہ

باپ اُس کا بادشہ مظفر	حُسن آرا اُس پری کی مادر

تقطیع باپ اُس ک مفعول بادشہ فاعلن مظفر فعولن۔

سُلطان زمین الملوک ذی جاہ	پورب مین ایک تھا شہنشاہ منہ

تقطیع سلطان زے مفعولن تمگو فاعلن ک ذی جاہ مفاعیل۔

زبان فارسی و اُردو میں ترکیب مضاف مضاف الیہ و ترکیب مبدل منہ و بدل کا لفظی فرق سب سے بڑا یہی ہے کہ اسم مضاف کا حرف آخر مکسور ہوتا ہے اور مبدل منہ کا حرف آخر ساکن اور مضاف مضاف الیہ کے مصداق میں تغائر ضروری ہے کیونکہ مضاف الیہ معنی مضاف میں تعریف یا تخصیص کا فائدہ و بدل کی ترکیب بخشتا ہے اور شے کی تعریف و تخصیص اپنے نفس کیلیے صریح البطلان ہو جیسے پسر زید و مبدل منہ و بدل کی ترکیب اگرچہ ترکیب مضاف و مضاف الیہ کے مشابہ ہوتی ہے مگر اس میں حرف آخر مبدل منہ پر کسرہ نہیں پڑھتے بلکہ دونوں اسموں کے آخر حرف ساکن تلفظ میں لاتے ہیں اور ان میں مقصود بالذات نسبت بدل کی طرف ہوتی ہے مبدل منہ کا ذکر محض تمہید کے طور پر ہوتا ہے اور مصداق دونوں کا ایک ہوتا ہے جیسے امام حسین اور شہزادہ ہرمز علامہ نور اللہ احراری شرح گلستان میں لکھتا ہی کہ سعدی کے اس قول میں شہزادہ ہرمز را گفتند از وزیران پدر چہ خطا دیدی کہ بند فرمودی بدون اضافت کے ہرمز بدل شہزادے کا ہی اور مصداق دونوں کا ایک ہے نہ مدلول اس لیے کہ جس ذات پر ہرمز صادق آتا ہی اسی پر شہزادہ بھی صادق آتا ہی۔ ابن مالک نے اس قسم کا نام بدل مطلق رکھا ہی۔

منتخب النحو میں مولوی میر حیدر حسین بلگرامی نے لکھا ہی کہ میں نے مکتب کے ایک علم کی زبان سے جو دوسرے علموں سے ممتاز تھا سُنا کہ حرف آخر مبدل منہ کو مکسور پڑھنا چاہیے اور سعدی کے اس قول میں یکے از ملوک خراسان سلطان محمود سبکتگین را بخواب دید لفظ محمود کو مبدل منہ اور لفظ سبکتگین کو بدل جانتا تھا حالانکہ یہ امر نہایت غلط ہی کیونکہ یہاں لفظ محمود مضاف ہی اور سبکتگین مضاف الیہ ہے محمود بیٹے کا نام ہے اور سبکتگین باپ کا اور مبدل منہ و بدل کی ترکیب میں دونوں اسموں کا متحد ہونا شرط ہے اور ظاہر ہے کہ باپ اور بیٹا متحد نہیں ہو سکتے پس لفظ محمود کے حرف آخر کو کسرہ بوجہ اضافت کے ہی نہ بسبب بدل کے کیونکہ اہل فارس حرف آخر مبدل منہ کو ہرگز مکسور نہیں پڑھتے پس نظم فارسی یا اُردو میں حرف آخر مبدل منہ پر کسرہ لانا ضرورت شعر کی وجہ سے ہوتا ہے اسی قبیل سے ہی جامی کے اس قول میں۔

قاآنی

خواجہ نقشبند بند کشاے	نقش غیر از دل مرید زداے
شہزادہ اعظم حسین آن اصفہان را نور عین	اعدا از و در شور و شین احباب از و با قدر و شان

(۳۱) اسقاط سین اور ہاے غیر ملفوظ اور حاے حطی اور دال مہملہ وغیرہ کا۔

فائدہ جیسے الف کا گرانا جائز ہے ویسے ہی ان حروف کا گرانا عیب ہے ہرچند کہ بعض متقدمین فارس مثل حکیم فردوسی اور شیخ فریدالدین عطار وغیرہ نے ایسے حروف کا اسقاط بھی جائز رکھا ہے لیکن متاخرین اس کو سخت عیب جانتے ہیں کسی غلط نسخے میں یہ شعر ظہوری کا ؎

بدہ ساقی آن رشک یاقوت را	کہ سازم جوان عقل فرتوت را

یون لکھا تھا۔

بدہ ساقی آن رشک یاقوت را	کہ سازم علاج عقل فرتوت را

لوگون نے بیچارے ظہوری کو کیسا تکو بنایا کہ معاذاللہ مگر حاشا وکلا اُسنے ایسا نہ لکھا تھا اصل شعر ظہوری کا اُسی طرح ہی جیسا ہمنے اوپر لکھا۔

فارسی اشعار مین مرزا طاہر وحید ۔ حکیم عبداللہ خان علوی اور صہبائی وغیرہ کے اشعار مین جو عین کا سقوط ہوا ہے یہ بھی عیب ہے اور ایسے اشعار فارسی زبان کے عیوب کی بحث مین لکھے جانے کے قابل ہین۔

نعیم

مجنون کی کیا سند ہو عشق عاشقون کے آگے	دیوانے کو ہم ایسے مجذوب جانتے ہین

عاشقون کا عین ساقط ہوتا ہے۔

شاہ حاتم

یہان طالعون سے ملتا ہے پیار لے	عبث دیکھے ہے زاہد استخارا

طالعون کا عین ساقط ہوتا ہے۔

ظفر

ظفر خار کیون گل کے پہلو مین ہوتے	جو اچھے نصیب عندلیبون کے ہوتے

عین عندلیبون کا تقطیع مین ساقط ہوتا ہے۔

ولہ

کہا غیر کو نہ بلائیو کہا شوق سے مین بلاؤن گا	تمھین رشک ہو تو نہ آئیو یہ کہا اور ہمکو اٹھا دیا

یہ کہا ادھر بروزن متفاعلن ہم کی ہو تقطیع مین نہین آتی۔

نظیر

نہ مانا کبھی دل نے کہنا ہمارا	نہایت ہم عاجز ہوے بکتے بکتے

عاجز کا عین گرتا ہے۔

سودا

اِک عالم انکے گرد اگرد ہوا جمع ؛	ہو پروانون کی جون کثرت سرِ شمع

عالم کا عین اور ہوا کی ہے تقطیع مین گرتے ہین۔ اگر ہوا کی ہے نگرائین تو گرد اگرد کے آخر سے دال گرجائے گی۔

ولہ

سودا تجھے کہتا ہون نہ خوبان سے مل اتنا	تو اپنا غریب عاجز و دل بیچنے والا

عاجز کا عین گرتا ہے۔

مثنوی عابد

آقریب عابد کے وہ کہنے لگا	السّلام اے رہروِ راہ ہدا

عابد کا عین ساقط ہوتا ہے۔

فصیح

ای فصیح یہ گھر بغیر از یار کے زندان ہے	ہر در و دیوار پر لکھد یجئے اس بات کو

فصیح کی حاے حطی گرتی ہے۔

قلندر

گدا ہون اُسکے کوچے کا قلندر	صحیح ہے گر کہون مین بادشا ہون

صحیح کی حاے حطی گرتی ہے۔

تفسیر منظوم سورۂ یوسف مؤلفہ اشرف

عظیم آپ کو اک جگہ ہے کہا	و خلقے عظیم ہے کہا دوسرا +

دوسرے مصرع مین حرف ربط کی ہا ساقط ہوتی ہے۔

انیس

تصویر سی بستر پہ کشیدہ تھی تن زار	باہین جو گلے مین تھین تو بندھ دیدۂ خونبار

ذوق

بندھ سکا ہے نہ مضمون اُس دہان تنگ کا	یا تھا اپنا فکر مین زیر زنخدان ہی رہا +

سودا

کم بولنا ادا ہے ہر چند پر نہ اتنا | مند جائین چشم عاشق تو بھی وہ منھ نہ کھولے

پہلے دونون شعرون سے بندھ کی دال اور اس تیسرے شعر سے مند کی دال گرتی ہے یہان یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ بندھ اور مند کا نون غنہ ہے کیونکہ نون غنہ اصطلاح صرف مین اُسکو کہتے ہین جو حروف علت یعنے واو ساکن ماقبل مضموم اور یاے ساکن ماقبل مکسور اور الف ساکن کے بعد واقع ہو جیسے کہان۔ کہون کہین اور بندھ و مند کے نون ساکن بہ سکون جلی ہین اور یہ دونون مخرج مین متفاوت ہین کیونکہ غنہ ناک کی آواز سے پیدا ہوتا ہے اور ساکن بسکون جلی کا مخرج وہی ہے جو مخرج نون متحرک کا ہے پس غنہ سے صرف ایک بو معلوم ہوتی ہے اور ساکن بسکون جلی تلفظ مین آتا ہے اور چونکہ تقطیع مین حروف ملفوظ معتبر ہین اسلیے اہل عروض ایسے نون کو جو حروف علت کے بعد واقع ہو اور جس کا نام نون غنہ ہے واجب الحذف سمجھتے ہین جیسا کہ مجد قوی نے رسالۂ سکتہ مین لکھا ہے البتہ حالت عطف و اضافت و توصیف مین نون غنہ کا اعلان ضرور ہے۔

میر سجاد

دل کی وحشت کے کوئی لائق نہین | جنگل اب بن گیا ہے سبز گھنا

لائق کا قاف گرتا ہے۔

حالی

شودر کہلائے راکش کہلائے | رنج پردیس کے مگر نہ اُٹھائے

راکش کا شین تقطیع مین گرتا ہے۔

نعیم

دل اس قدر نعیم مرا محو یار ہے | معلوم نہین جہان چمن خزان یا بہار ہے

معلوم کی واؤ ساقط ہوتی ہے۔

قلندر

ایک بوسے سے قلندر ستی منھ مت موڑو | ایسا بندہ کہین اس مول کو نہین پانے کے

مول کی واؤ تقطیع مین گرتی ہے۔

ولہ

مین نہین ہونیکا عاقل مت پڑو میرے خیال | یہ جنون جائیگا نہین یہ سب خیال خام ہے

جائیگا نہین ہین یا تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔

امو جان مفتون

آج ہے وہ مسند آرائے جہان ؛ جارج پنجم قیصر ہندوستان

جارج کی جیم گرتی ہے۔

راضی

ہوئی جارج پنجم تری تاجپوشی ؛ رہے کس طرح منھ پہ مہر خموشی

(۱۴) الفاظ فارسی یا ہندی کو بطور عرب کے بنانا جیسے شلول بمعنی شل اس بیت مین مرزا دبیر کے ہے۔

جنبش نہ ہاتھون کو تھی نہ تیغون کے درمیان ؛ شلول کے ہون پنجے مین جیسے چھنگلیان

اور طبیب بمعنی لبالب اور مزیب بمعنی زیبا اور مترش مرد ریش تراشیدہ شدہ صاحب فسانۂ عجائب و آرائش محفل نے اکثر ایسے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔

آتش

کلفت ایام سے بڑھا نہین کچھ حسن کو ؛ خوبرویونکو مزیب ململی پوشاک ہے

ظفر

خط نہین روئے مترش پہ ترے بیخبر نکلا ؛ ہر لا قرآن کی ہے تغیر کا پہلا کاغذ

منشا اغا خربکین کہتے ہین کہ زیب سے مزیب اور ترتیب اور زلف سے مزلف اور روغن سے مرغن درست نہین لیکن یہ قول ان کا ضعیف ہی کیونکہ یہ ایک قسم کی صناعی ہی جو اُستادان عرب اور عجم دونون کے یہان مروج ہے۔

(۱۵) کسی لفظ کے اصلی معنی چھوڑ کر اور معنی اپنی طرف گھڑ لینا جیسے

بہار عشق

مت سمجھنا یہ کوہ شملہ ہے ؛
شاہ واجد علی کا عملہ ہے

فائض المعانی مین لکھا ہے کہ عملہ تحریک اول و دوم بروزن و معنی فعلہ جمع عامل کی ہے جس کے معنی ہین کارکن لیکن شاعر نے بمعنی دور حکومت استعمال کیا ہے اور اسی قسم سے اہل عملہ بمعنے اہل عملا نشی۔

صبا

عوض اللہ اسکا محکمے مین حشر کے لیگا | کریگا جو سیاست حاکم ظالم رعیت پر

یہان سیاست کے معنی اصلی چھوڑ کر ظلم و جبر کے معنے مین استعمال کیا ہی اور اسکے اصلی معنی ملک کی حفاظت کرنے اور انتظام کرنے اور آدمیون کو ڈرا دھمکا کر فسق و فجور سے روکنے کے ہین اگرچہ قہر کرنے اور ہیبت کرنے کے معانی مین بھی لکھا ہی مگر عرف مین وہی معانی لیے جاتے ہین جو ہمنے اوپر بیان کیے۔

اسی قبیل سے سمجھنا چاہیے اشعار ذیل ہین۔

منیر

ضیائے ریش مقدس مین چہرۂ انور | کنار رحل مین قرآن جس طرح اظہار

ودیم

بتنگ ہین نقش کے کانون کے تو یاؤن مین اظہار | پھر آج پہنے دون ہین زنجیر گرانبار

آتش

لعب بازیکی بھی حسرت نہ رہی ای آتش | میرے اللہ نے بازیچۂ تن مجھکو دیا

لعب بفتح لام بازی کو کہتے ہین مگر شاعر نے لعبت کے معنی مین کہ گڑیا کو کہتے ہین استعمال کیا ہی۔

ولہ

چار ابرو مین تری حیران ہین سارے خوشنویس | کس قلم کا قطعہ ہی یہ کاتب تقدیر کا

چار ابرو بمعنی چہرہ لیا ہی اور محاورے مین چار ابرو سے مراد ابرو و ریش و بروت ہی اور یہ لفظ بغیر صفائی کے نہین آتا جس سے مراد یہ ہی کہ ان کو منڈا دین اور قلندرون کے لیے خاص ہی نہ کہ معشوق کیلیے

(۱۶) ترکیب کی صورت بدل دینا مثلاً۔

آتش

لعل شکر بار کا بوسہ مین کیونکر نہ لون | کوئی نہین چھوڑتا حلوۂ بے دود کو

صحیح حلوائے بے دود ہی۔

منشی

لگا گینے یون شیدۂ نامدار | مجھے میل کشتی ہے اے شہریار

اصل مین شیدائے نامدار چاہیے کیونکہ جب ایسا لفظ جسکے آخر مین الف ہو موصوف یا مضاف۔

ہوتا ہی تو ایک یاے تحتانی اُسکے آخر اظہار کسرۂ صفت و اضافت کے لیے لگا دیتے ہین۔
(۱۷) نون ساکن کو بطور غنہ کے اور غنہ کو بطور ساکن کے استعمال کرنا مثلاً۔

سودا

لے سیل تا بہ تشنۂ دبر جہی سے تا خنجر

خنجر کا نون ساکن ہی مگر یہان بطور غنہ آیا ہی۔ اسی قبیل سے ہی۔

آتش

سرِ طے ہو رتبۂ مردان خدا کا انصاف
ڈوبا فرعون ہین موسیٰ ہین پایاب اُترا

ولہ

موسیٰ کو تیرے حکم سے دریا نے راہ دی
فرعون کو تو نے غرق کیا رود نیل کا

مقصود بالتمثیل لفظ فرعون ہی۔
(۱۸) اُس نون غنہ کا اعلان جو لفظ مضاف الیہ کے آخر مین واقع ہو جیسے

ظفر

لختِ جگر و اشک مین حاضر ترے آگے
یہ لعل ہین وہ گوہرِ غلطان ہمارے
جمعیتِ دل تیرے سبب سب ہین وہ برہم
کیون ضد مین پڑے زلفِ پریشان ہمارے

ہوس کی غزل ہے سے

اکبار ہم صفیرون نے دیکھا اُسکو رو دیا
میرا قفس جو سوے گلستان لے گئے
کیسے چمن مین آئے کہ چمن چمن کے باغ سے
دامن مین اپنے ہم گُلِ حرمان لے گئے
ہم رو کے گُل ہی دیکھنے پائے نہ یا نصیب
ہم کو بہار مین سوے زندان لے گئے
طوفان اُٹھے گا قبر سے ہم خاک مین اگر
ساتھ اپنے اپنے دیدۂ گریان لے گئے
تازہ ہوا پھر از سرِ نو اسکو داغِ قیس
ناحق ہوس کو سوے بیابان لے گئے

انشا

لالہ مراد خمین ہی ابھی اُسپہ نہ تجھے
گر دو تجھے کسی مردِ مسلمان پہ جھٹی
انشا کو معافی ہوئی ہو باغ جنان کی
حاضر ہی یہ لیجے شہِ مردان یہ چھٹی

ظفر

نہین عذر عزیزون سے سُرخ سد ہرگز
ہوے ہین ایسے لہو زیرِ آسمان سفید

ولہ

روز گھر غیر دن کے رہنا تجھے مہمان طریق	یہ بھی کوئی ہے بھلا اے بت نادان طریق

عبد القادر وفا

کاہش تمام تابع فرمان ہو گئے	دفتر مضمون کے پریشان ہو گئے

قلندر

ذوق مے نوشی گلشن ہے بجانوں کس کو	حسن چمن میں نرگس کے طلائی ہے ایاغ

غالب

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار میں	فرمان روائے کشور ہندوستان ہے

دبیر

مین گھر کیا ن نہ کھاؤن گی ثمر لعین کی

بعض الفاظ ایسے ہین کہ ان مین بغیر اضافت کے بھی اعلان نون عیب ہے۔

تعیش

دھرے سر پہ زانو کو حیران تھا	تفکر کے عالم مین غلطان تھا

ولہ

کہان ہووے شکل ایسی انسان کی	نہ جب تک عنایت ہو یزدان کی

تسکین

تمکو بھی تو غیرون سے یہ اخلاص نہین ہے	جو ربط کہ اس دست و گریبان مین دیکھا

رند

سامنے جنت و دوزخ مین کہین بھیج ہی جب	مجھکو عریان میان صف محشر نہ پھرا

(۷) دو ہندی لفظون کو کسی فارسی یا عربی لفظ کے ذریعے سے اتصال دینا جیسے ارشد کے قول مین۔

یہ جوانی اور مرنا سخت تر افسوس ہے	یورپ سے تا ہند جس کا گھر یہ گھر افسوس ہے

آٹھوین تناقض یعنے ایک معنے کے خلاف دوسرے معنے کلام مین لانا جیسے کسی کی تعریف مین باوفا دستمگر کہنا۔

اسی قبیل سے میر کے اس قول کو سمجھنا چاہیئے۔

جانشینی پیمبر کے سنرا تو ہی تو تھا ۔ قالب خاکی کے پردے مین خدا تو ہی تو تھا

پہلے مصرع سے یہ ثابت ہی کہ ممدوح خدا کا بندہ اور ایک بشر ہی کیونکہ پیمبر کا جانشین بتایا ہے اور پیمبر خدا کے بندے تھے اور بندۂ خدا کا جانشین بھی بندۂ خدا ہوگا اور دوسرے مصرع سے ثابت ہے کہ ممدوح خدا تھا کیونکہ مطلب اس مصرع کا یہ ہی کہ خدا نے آدمی کی صورت مین ظہور کیا ہی اور ممدوح کو جو بظاہر آدمی دیکھتے ہین یہ درحقیقت خدا ہی کہ اُسنے آدمی کا جسم اختیار کر لیا ہے۔

آفتاب رائے رسوا

ہے زندگی کا لطف تب خضر خوش اوقات ۔ جب ہاتھ مین ساغر ہو صراحی ہو سبو ہو

غرض اس شعر سے یہ ہی کہ خضر کی زندگی تنہائی مین بے لطف گذرتی ہی لطف کے ساتھ زندگی گذارنے کے لیے ان چیزون کا ہونا ضرور ہی اور خضر کو یہ چیزین حاصل نہین اور خوش اوقات کہنے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ خضر کی زندگی لطف سے گذر رہی ہے۔

اختر

اک زن فاحشہ تھی گنا نام ۔ راحت جان بھی تھی وہ خوش انجام

اس شعر مین گنا کو خوش انجام کہا ہی اور آگے جا کے اُسکا ایسا قصہ بیان کیا ہی جس سے بدانجامی ثابت ہوتی ہی چنانچہ یہ شعر اُسی کے بیان مین ہے۔

ولہ

چھوڑ کر سلطنت وہ اندر کی ۔ ٹھوکرین کھاتی ہی وہ بندر کی

آتش

سودا ہی دل کو زلف گرہ گیر یار سے ۔ دل بستگی ہی کافر خوش اعتقاد سے

کافر ہونے اور خوش اعتقاد ہونے مین تناقض ہی۔

نوین تنافر کلمات یعنی عبارت مین ایسے الفاظ لائے جائین کہ متکلم سے اُن کے بیان کرنے مین خطا واقع ہو یا سرعت کے ساتھ ادا نکر سکے مثال اُسکی یہ عبارت ہی ننھا اونٹ کی پیٹھ کچھ اونٹ کی اونچائی سے اونچی نہین ہے اونٹ کی پیٹھ کچھ اونٹ کے ڈھانچ کی طرح قدرتی اونچی ہے منقول از دریائے لطافت۔

منیر

نغان خوک خنوق و نخیق زاغ سنتے ہین

ولہ

حضوری مین ہردم قصیدہ پڑھونمین رہون مین اسی کا مؤظف مواظب

مقصود بالتمثیل مظف مواظب ہے۔

شہیدی

ایک مین نے کب لیا دینا ہی گر تو دو تو دو خواہ دو سیب ذقن کے خواہ دو غبغب کے دو

ولہ

کیفیتین تجھی مین جو ہوتا ہو تال پر تن تن تنن تنن تننن در تن مین رقص

دسوین تعقید تعقید کے معنی اصطلاح مین کہ کلام اپنے معنون پر بظاہر دلالت نہ کر سکے یعنی دلالت تو ہوتی ہو مگر صریح نہو اور یہ دو قسم ہی تعقید لفظی اور تعقید معنوی۔

تعقید لفظی یہ ہی کہ بہ سبب تقدیم و تاخیر و وصل و فصل الفاظ کے کلام مین خلل واقع ہو جیسے

غالب

لیتا نہ اگر دل تجھین دیتا کوئی دم چین کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغان اور

اصل مطلب یون ہی کہ اگر تجھین دل نہ دیتا تو کوئی دم اور چین لیتا اور جو نہ مرتا تو کوئی دن اور آہ و فغان کرتا۔

داغ

زمین کے حال پہ اب آسمان روتا ہے ہر اک فراق مکین مین مکان روتا ہے

اصل مطلب یون ہی ہر اک مکین کے فراق مین مکان روتا ہے۔

مثنوی یوسف زلیخا

سو مین پالونگا اُس کو کر کے فرزند کرونگا اُس کو اپنا یے کے دلبند

یعنی اُسکو لیکے اپنا دلبند کرونگا۔

ناسخ

مرغ وہ کرتا تو ہی بیجا ہے اے مرغ دل دم پھڑک جائے تڑپنا دیکھکر صیاد کا

اصل مطلب یون ہی تڑپنا دیکھکر صیاد کا دم پھڑک جائے۔

ولہ

لعل مین لال اُسکے گویا ہونٹ لعل کا کیا گمان ہونٹوں پر

مطلب یہ ہی کہ اُسکے لال ہونٹ گویا لعل ہین۔

ولہ

دوستون کے روندتا ہی دل پہنکر کفش تو ‏‏ ‏ اے پری کہنا ہی زیبا تجھکو دشمن زیرپا

اصل مطلب یون ہی کفش تو پہنکر دوستون کے دل روندتا ہی۔

حسرت

وہ طفل مؤذن کا مصلی حسرت ‏ ‏ دینے کو اذان چلا جو مسجد مین سحر

ولہ

تلاکا پڑھے ہے طفل فاعل مفعول ‏ ‏ مین نے کہا کچھ حرف مجھے کہہ معقول

عزیز بریلوی

نور و ظلمت کو وہ دانتون مین لگا کر کی ‏ ‏ صورت مردمک دیدہ بہم کرتے ہین

آتش

سر کو سودا ہے کسی کاکل کا ‏ ‏ دل ہے زنجیر کا پابند اپنا

تعقید معنوی یہ ہے کہ عبارت مین خیالات باریک یا قصہ ناشہور یا کسی طرح کی شکل بات لکھین اور جب تک بہت خوض و تامل نہ کرین اُسکا سمجھنا دشوار ہو جیسے اس شعر مین۔

آتش

اگل کو قبا مین کے تو اے کج کلاہ کاٹ ‏ ‏ مار سیاہ زلف سے سنبل کی راہ کاٹ

شاعر کا یہ مطلب ہی کہ قبا مین گر گل کو شرمندہ کر اور اپنی زلف کے مار سیاہ کو دکھا کر سنبل کو خجل کر لیکن راہ کاٹنا کنایہ خجل کرنے سے نہین ہو سکتا پس یہ تعقید معنوی ہی عجب اُن لوگون سے جنھون نے کہا ہی کہ تعقید فارسی مین احسن صنعتون مین سے ہے۔

غالب

یک الف بیش نہین صیقل آئینہ ہنوز ‏ ‏ چاک کرتا ہون مین جب سے کہ گریبان سمجھا

مطلب شاعر کا یہ ہی کہ صیقل سے جو خط آئینے پر پڑتا ہے وہ ہو بہو الف کی مانند ہوتا ہے تو گویا آئینہ ابھی الف ہی کی مشق کر رہا ہے یعنے ہنوز روز اول ہے مگر چاک گریبان اپنا کہ وہ بھی بصورت الف تھا سیکڑون شکلین اسکی بدل گئین تو معلوم ہوا کہ مشق گریبان دری مین آئینہ مبتدی ہے اور شاعر کا گریبان منتہی۔

ولہ

یک ذرۂ زمین نہین بیکار باغ کا
یان جادہ بھی فتیلہ ہی لالے کے داغ کا

موسم بہار کا ذکر کرتا ہی کہ آج کل باغ کا ایک ذرہ زمین بھی بیکار نہین مثلاً باغ کی روشون پر آمد و رفت مردم کی وجہ سے کچھ نہین اُگتا لیکن اس زمانے مین جوش گل کی یہ کیفیت ہے کہ اُس مین بھی گلہاے سرخ کی کثرت کی وجہ سے گویا لالے کے داغ کا فتیلہ بنی ہوئی ہی فتیلہ اس بتی کو کہتے ہین جو بہت جلد آگ قبول کرے یہان جادۂ چمن کو فتیلہ کہا گویا اس سے لالے کے داغ روشن ہوتے ہین۔

ولہ

حُسن بے پردہ خریدار متاع جلوہ ہے
آئینہ زانوے فکر اختراع جلوہ ہے

خریدار متاع جلوہ یعنی خواہشمند جلوہ گری فکر اختراع جلوہ یعنی اس بات کی فکر کہ جلوہ گری کی خواہش کس طور پر پوری ہو آئینے کو اس فکر یعنی فکر اختراع جلوہ کا زانو قرار دیا اس لحاظ سے کہ بوقت آرایش آئینہ استعمال کیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ حسن باوجودیکہ بے پردا ہوتا ہے لیکن جلوہ گری کی فکر اس کو بھی رہتی ہے چنانچہ آئینہ گویا اس خواہش جلوہ گری کا زانوے فکر ہوتا ہے۔

غالب

یک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا
جادہ اجزاے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

یک قدم وحشت یعنی تھوڑی سی وحشت دو عالم دشت سے کثرت مراد ہے اور جادے سے مراد جادۂ وحشت ہے جادہ وحشت کو اجزاے دو عالم دشت کا شیرازہ اس بنا پر کہا کہ یک قدم وحشت سے تمام دفتر امکان کی حقیقت معلوم ہو گئی مطلب یہ ہے کہ دفتر امکان کا درس بہ صحت عقل و ہوش بر بناے خوف و کم ہمتی مشکل تھا وحشت نے اُسے آسان کر دیا کیونکہ وحشت نے اُس پست ہمتی کو مٹا دیا۔

حالی

وہ بکر اور تغلب کی نامی لڑائی
قبیلون کی کر دی تھی جسنے صفائی
نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ
صدی جسمین آدھی اُنھون نے گنوائی
تھی اک آگ ہر سو عرب مین لگائی
کرشمہ اک اُنکی جہالت کا تھا وہ

یہ لڑائی جاہلیت کے اشعار مین حرب بسوس کے نام سے مذکور ہے بنیاد اس کی یہ تھی کہ ایک شخص کا اونٹ کھیت مین چلا گیا کھیت والی عورت نے اُسے مارا اونٹ والے نے عورت کی چھاتی کاٹ ڈالی اس بات پر ۴۹۴ء سے ۵۳۴ء تک برابر لڑائی رہی اول یہ لڑائی بنی بکر اور بنی تغلیب مین ہونی شروع ہوئی مگر رفتہ رفتہ تمام عرب کے قبیلے اس مین شریک ہو گئے اور ابتدا سے آخر تک ستر ہزار آدمی مارا گیا۔

گیارھوین کراہیت سمع یعنے عبارت مین ایسے الفاظ لانا جنمین فحش صریح ہو جیسے۔

چرکین

تھا گرفتاری مین خطرہ جو نہ مجھے بیداد کا		کر دیا بیت الخلا ہگ کے گھر صیاد کا

ولہ

وعدے تو کیا کرتے ہین عشاق سے جھوٹے		بو گہ کی نہ آنے لگے غنچے سے دہن کے

ولہ

آندہ ہے خون حیض کی نیتی ہین گدیان		گودڑ کی لعل سے بھی زیادہ خرید ہے

ولہ

سمند گوز بھی صاحب عجب منھ زور گھوڑا ہے		بچے ہے شہ سوارون کی بھی جسکی بدلگامی سے

میر حسن خلف ضاحک نے اپنے باپ کی ہجو کے جواب مین مرزا سودا کی مذمت مین ایک مخمس لکھا ہے جس کے نقل کرنے کی موجودہ تہذیب اجازت نہین دیتی بلکہ شائستگی اُسکے سننے سے کانون پر ہاتھ دھرتی ہے۔

غرض اس مخمس مین سودا کی مان بہن جورو بچے کسی کو نہین بخشا ہے اور ایسا کلام سراسر تہذیب اور شائستگی کے خلاف ہے اسلیے ایسے الفاظ اور مضامین سے بچنا چاہیے اور اگر کبھی اس قسم کے الفاظ و مضامین کے لکھنے کی ضرورت واقع ہو تو بطریق استعارہ اور مجاز اور کنایے کے ادا کرنا چاہیے جیسا کہ فقہا اعضاے کریہہ کو قبل اور دُبر اور سبیلین سے کنایہ کرتے ہین اور انشا نے آلہ تناسل شست در فرج کو مردہ اور قبر سے استعارہ کیا ہے۔

بن نہ تو میری جان کو بندر		رکھدے مردہ ہی قبر کے اندر

اور نسیم نے آلۂ تناسل کو تیر اور فرج کو ترکش سے تعبیر کیا ہے۔

مردی نے جو پھر وجود پایا		پستان کو نے نمود پایا

ترکش یہ نگاہ کی تو تھا تیر	قبضے میں پھر آئی کھو کے شمشیر

اسی طرح اس شعر میں۔

ولہ

بولی وہ کہ یہ خیال ہے خام	خنجر کا ہو گیا نیام سے کام

مرد کے عضو تناسل کو خنجر سے اور عورت کی شرمگاہ کو نیام سے تعبیر کیا ہے۔
مثنوی سحر البیان میں فعل مباشرت کو یون ذکر کیا ہے۔

غم و درد دامن کشیدہ ہوے	وہ گل نار سیدہ رسیدہ ہوے

اور اسی مضمون کو سرور نے یون بیان کیا ہے نثر آخرکار جب غمزہ و ناز کی نوبت بڑھ گئی تھک کر ڈھب پر چڑھ گئی تو غنچہ سربستہ تمنائے دیرینہ بحرکت نسیم وصل شگفتہ و خندان ہوا درج شہریاری رشک عقیق یمنی غیرت وہ لعل بدخشان ہوا رشک و حسرت سے جگر صدف چاک ہوا قطرۂ نیسان گرا دشمن در پردہ ہلاک ہوا۔

انشا نے مباشرت کے سوال کو کیسے پردے میں بیان کیا ہے۔

آج کیا ٹھہرے گی ہان یا کہ نہیں تم سے تو جھوٹ	ہو گی وہ بات وہان یا کہ نہیں تم سے تو جھوٹ

واجد علیشاہ اپنے ایک مصاحب کی بہنون کے پیشۂ زناکاری کو یون بیان کرتے ہین۔

خمرچیان اسکی بہنیں چلتی تھیں	رات بھر سب کا دانہ دلتی تھیں

اور مثنوی سعدین مین فعل مباشرت کو یون ادا کیا ہے۔

آخر کار کام مین لایا ؎	آڑتی چڑیا کو دام مین لایا ؎
حلقۂ دام بن گئی آغوش	خط توام ہوے کنار و دوش
ہوے یکجا جو دونون مین نے کہا	مہر و مہ ملکے ہوگئے جوڑا
سمن و لالہ جب ہوے یک جا	گل رعنا کی پھبتی کہ اٹھا
تیر حکمی نشانے پر بیٹھا	تا بہ سوفار کام کر بیٹھا
قصہ کوتہ وہ غنچہ ہو گیا گل	جس کو کہتے ہین نیمۂ بلبل
گوہر آبدار سفتہ ہوا ؎	غنچۂ تنگ دل شگفتہ ہوا
جام یاقوت ٹھہرا شیر کا ظرف	ساغر لالہ مین جمائی برف

بارھوین لفظ واحد کی کثرت تکرار یہ بھی عیب ہے خواہ اسم ہو یا فعل ہو یا حرف ہو واحد

اسم خواہ ظاہر ہو یا ضمیر ہو اور بغیر کثرت کے عیب نہین اگر بغیر کثرت کے عیب ہوتی تو تاکید لفظی بھی قبیح ہوتی اور کبھی بغیر کثرت کے بھی تکرار فصاحت کے خلاف ہوتی ہی پس اگر تاکید منظور نہو تو تکرار عیب ہی جیسے شاہنامۂ منشی کے شعر مین پھر کی تکرار۔

تو پھر ہاتھ سے بچّہ دیو کے
نہ ہرگز ہوئی پھر رہائی اُسے

بیدار

خار سی آہ دل مین کھٹکے ہے
آہ ہر آن گلرخان کی ادا ٭

آہ کی تکرار معیوب ہی جیساکہ اس شعر مین۔

شایان

کہ جب تک آہ مین آؤنگا پھر کر
یہ حمزہ آہ رہجائے گا مر کر

احمد حسین خان بی اے

دنیا کا حال دیکھکے لیکن کبیدہ ہون
رنجیدہ ہون کبیدہ ہون خاطر کشیدہ ہون

بہار دانش منظوم

وے کوئی اُس مین نہ انسان ہے
نہ انسان ہے اور نہ حیوان ہے

یہان انسان کی تکرار عیب سے خالی نہین۔

تیرھوین اخلال یہ ہی کہ نظم مین موقع کا لفظ چھوڑکر دوسرا لفظ اُسکی جگہ لایا جاے جیساکہ خیر البلاغت کے ایک رسالے مین لکھا ہے مثال اسکی۔

حالی

اثر فیض عام سے اُس کے
کعبہ آباد دو مے کدہ معمور

دوسرے مصرع مین مے کدے کی جگہ بُت کدہ مناسب ہے۔

امیر مینائی

دو کی جگہ دیے مجھے تو سے بہک کے چار
تھے نیند مین پڑا انھین دھوکا حساب مین

اگر نیند کے بدلے نشے کا لفظ کہتے تو باموقع تھا کیونکہ نیند مین دو کے بدلے شو بوسے بھی لیے جائین تو بھی دھوکا نہین پڑسکتا علاوہ اسکے بہکنے کے مناسب بھی نشے کا لفظ ہے۔

ولہ

پائی ہی برہمن نے جو دریہ ترے جگہ
بیٹھا ہے لات مار کے عزی ولات پر

برہمن عزت ولایت سے جبکہ سروکار ہی نہین رکھتے تو اُنکے عزا و لات کو لات مارنے سے معشوق کے دروازے کی اہمیت کب پیدا ہوسکتی ہے اُنکی جگہ سری کرشن یا شِو یا رام ہوتا تو برہمنون کے معتقدات کے موافق ہوتا مگر قافیہ اور لات مارنے کی رعایت اور اصل حال سے ناواقفیت نے غلطی مین ڈالا ہے۔

منہ

رگ رگ پے تو خود پھیرتے ہین حلق پہ خنجر	اور مجھ سے شکایت ہے کہ بسمل نہین ہوتا

یہان بسمل کا لفظ بے موقع ہے اُسکی جگہ ذبح ہونا چاہیے رگ رگ کے خنجر پھیرنے سے بسمل ہوجاتا ہے ذبح نہین ہوتا۔

شیخ مشیر حسین قدوائی رئیس گدیہ

کون کہتا ہے وہ جفا نہ کرین	ذکر غیرون سے ہان کیا نہ کرین

دوسرے مصرع مین ہان کا لفظ بے موقع ہے یہ ایجاب کا محل نہین یہان لفظ پر بمعنے لیکن چاہیے۔

ضمیمہ جو الفاظ محاورہ روزمرہ مین اور اہل علم کی نظم مین علی العموم اپنی اصل سے کچھ مختلف ہوکر مستعمل ہین اور اُنکے استعمال کی تخصیص کچھ شعرا ہی کے ساتھ نہین بلکہ اہل زبان اُردو نے عام سے خاص تک اُن کو قبول کرلیا ہے تو وہ اُس وقت وہ مُہنّد سمجھے جائینگے مُہنّد وہ لفظ فارسی و عربی ہے جو تصرف لفظی یا معنوی کے ساتھ زبان اُردو مین استعمال کیا جائے اور اس عمل کا نام تہنید ہے جو مقابل تعریب اور تفریس کے ہے جیسا کہ خان آرزو نے چراغ ہدایت مین لکھا ہے مثلاً تپاک بمعنی گرمجوشی وارتباط مہندی ہے در اصل لغت مین اضطراب و بے قراری کے معنے مین ہے اسی طرح رسید بمعنی نوشتہ جو کسی چیز کے پہونچنے کے بعد دوسرے سے لیتے ہین مہند ہے اہل ایران کے کلام مین نہین آیا وہ اس کی جگہ یافتہ بولتے ہین اسی طرح رسد بمعنی آذوقہ و ذخیرہ جو لشکر اور قافلے کے ہمراہ ہوتا ہے اور احتیاج کے وقت کام مین لاتے ہین مہند ہے اُستادان ایران کے کلام مین نہین آیا ابو طالب کلیم نے جو شاہجہان نامے مین لکھا ہے وہ روزمرہ دربار سلاطین دہلی کے موافق لکھا ہے بہار عجم سے اسی طرح مستفاد ہوتا ہے خان آرزو کے نزدیک لفظ روزنامچہ بھی مہند ہے یہی حال سرپرست کا ہے کہ عربی اسکے معنے مین مہند ہے ورنہ در اصل

خادم اور مہماندار کو کہتے ہین یہ تو معنوی تصرفات ہین لفظی تصرفات یون سمجھو کہ بمش عام طور سے دودھ کے چھاگون کے معنے مین مستعمل ہے جس کی قفلیان فروخت کرتے ہین اور تمیز بروزن عزیز تمییز بروزن تکمیل کی جگہہ یہ دونون لفظ مہند ہین اور تشنہ بمعنی تشنیع مثلاً کیون طعنے تشنے دیتے ہو۔ مہند ہے اور مرزا نوشہ کے اشعار ہین۔

دل گذرگاہِ خیال مے و ساغر ہی سہی	گر نفس جادۂ سرمنزل تقوے نہ ہوا
کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجے	ہمنے چاہا تھا کہ مرجائین سووہ بھی نہ ہوا
مرگیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب	ناتوانی سے حریف دم عیسے نہ ہوا

باعتبار محاورۂ اُردو کے تقوے اور عیسے الف بصورت یاے چاہیئے ایسا الف مقصورہ کہلاتا ہے یاے معروف سے کبھی کبھی فارسی مین آجاتے ہین مگر اُردو مین مرزا کے وقت سے اس وقت تک یاے معروف سے استعمال نہین کرتے پس مرزا کے استعمال کرلینے سے ایسے الفاظ مہند نہین ہوسکتے۔

صحراے دوم سرقات شعری کے بیان مین

سرقے سے بُرا مانیے کیون مصحفی سچ ہے	کہتے ہین جسے شاعری ہے آپ یہ فن چور
مت باندھیو اے مصحفی مضمون کسی کا	ہے ننگ خلائق وہ جو شاعر ہو سخن چور

بدترین عیوب کلام سرقۂ شعری ہے اور یہ عیب ذات شاعر تک متعدی ہوتا ہے یعنے بخلاف اور عیوب کے اس مین شاعر سارق کی بھی ایک قسم کی بدنامی ہے۔ عبدالواسع بانسوی نے اپنے رسالے مین اس عیب کو صنعت سرقۂ شعری لکھا ہے۔ سبحان اللہ یہ کیا عمدہ صنعت ہے کہ دوسرے کا شعر یا مضمون یا الفاظ چرالین۔

اگر دو شاعر کسی ایسی صفت وغرض پر اتفاق کرلین جو عموماً سب آدمیون کو مقصود ہو اور علے العموم لوگون کا اُس سے تعلق ہو جیسے شجاعت یا سخاوت کی تعریف اور بخل و نامردی کی ہجو تو یہ چوری نہین البتہ فصاحت وغیر فصاحت دیکھی جاتی ہے کیونکہ یہ اُمور عقول وعادات مین داخل ہوگئے ہین اور اُن کو فصیح وغیر فصیح اور شاعر وغیر شاعر کام مین لاتے ہین تو ایسی چیزون پر دو شاعرون کا اتفاق کرلینا اور اپنے کلام مین باندھنا سرقے مین داخل نہین کیونکہ ان مین تمام شریک ہین اسلیے ایک کو دوسرے سے اخذ کرنے اور چرانے کی احتیاج نہین ہے اور جو دو شاعر

ایسے لفظ پر اتفاق کرلین جو اُس غرض عام پر دلالت کرتا ہو خواہ بطور حقیقت یا بطور مجاز یا کنایے یا تشبیہ کے تو اُس صورت مین دیکھنا چاہیئے کہ اگر وہ لفظ ایسا ہے کہ خاص و عام مین اُس کے متداول ہونے کی وجہ سے سب اُسکے سمجھنے مین شریک ہین جیسے رُخ کی تشبیہ ماہ و مہر سے اور قد کی تشبیہ سرو شمشاد سے اور آنکھ کی تشبیہ بادام سے اور جری و شجاع کی تشبیہ شیر سے اور سخی کی تشبیہ دریا سے تو یہ بھی داخل سرقہ نہین اور نہ اُن الفاظ کا استعمال داخل سرقہ ہے جو محاورات اور ضرب المثل بن گئے ہین۔ جیسے حساب دوستان در دل ان شعرون مین۔

ذوق

حساب دوستان در دل اگر وہ دلربا سمجھے | حساب بھلا نہ پوچھے مجھسے میرے دل کے زخمون کا

میر نسیم اللہ

پھر اب آزردہ کیون ہی تو حساب دوستان در دل | سمجھین سو گالیان اک بوسہ لیکر اے پری پیکر

اور ٹٹی کی اوٹ مین شکار کھیلنا ان شعرون مین۔

ذوق

کرتی ہو قصد ٹٹی کی اوجھل شکار کا | ہر دل کے داؤن گھات مین مژگان سے چشم یار

اسیر

اُسکو چھپائے رکھتے ہین اپنے نقاب مین | ٹٹی کی اوٹ مین وہ کیا کرتے ہین شکار

سعادت خان

ٹٹی مین خوب کھیل رہی ہے شکار زلف | پردے مین خط کے لیتی ہی بوسے وہ آپکا

اور لہو لگا کر شہیدون مین داخل ہونا ان اشعار مین۔

میر

لوہو لگاکے وہ بھی شہیدون مین مل گیا | ناخن سے بوالہوس کا گلا یون ہی چھل گیا

ذوق

یہ بھی لہو لگاکے شہیدون مین مل گیا | گل اُس نگہ کے زخم رسیدون مین مل گیا

امانت

صنم مین ہون قتیل ابروے خدار پہلے سے | لگا کر اب لہو داخل ہوئے ہین سب شہیدون مین

اور ہاتھ ملنا ان اشعار مین۔

میر تقی

ہو وہ دن تئین تم جسدم سج نکلے تھے اک جیرا
اُس دن ہی نجھین دیکھے ماتھا مرٹھنکا تھا

انتظار

ہم آگے ہی سمجھے تھے وہ گھر کو سدھارینگے
جسوقت گجر باجا ماتھا مراٹھنکا تھا

اسی قبیل سے ہی۔

نصیر

خیال زلف دوتا مین نصیر پیٹا کر
گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

تمنا

سانپ تو بھاگ گیا پیٹتے ہین لوگ لکیر
خوب پوشیدہ کیے تمنے دکھا کر گیسو

رند

سر دے دے مار گیسوے جانان کی یاد مین
پیٹا کرو لکیر کو کالا نکل گیا +

اسی قبیل سے ہی۔

سودا

سودا بُرا نما نیو واعظ کی گفتگو
آوازہ دہل ہی خوش آیندہ دور کا

ناسخ

سینہ کوبی مین نے دُوری مین جو کی ہو لا نغم
کیا خوش آیندہ یہ آواز دہل ہے دُور کی

اور اگر وہ لفظ ایسا نہو کہ اُسکے سمجھنے مین سب آدمی شریک ہون اور سب کا ذہن اُس تک نہ پہونچ سکتا ہو اس وجہ سے کہ وہ ایک خاص قسم کا مجاز ہو یا کوئی خاص کنایہ ہو یا تشبیہ دقیق ہو جو بغیر فکر و غور کے سمجھ مین نہ آسکے تو ایسے لفظ کی نسبت یہ کہنے کا حق پہونچتا ہے کہ ان دو شاعرون مین سے جنھون نے اُسکو استعمال کیا ہے ایک نے کامل طور پر باندھا ہے اور دوسرے نے ناقص طور پر اور ایک نے دوسرے پر بڑھا دیا ہے اور دوسرے نے اُس سے کم کر دیا ہے اور اس قسم کے لفظ کی جس کے سمجھنے مین تمام آدمی شریک نہون دو قسمین ہین ایک یہ کہ عامۃ الناس اُسکو نہ سمجھ سکتے ہون بلکہ نہایت فکر و غور کے بعد سمجھ مین آتا ہو دوسری قسم یہ ہے کہ ہر ایک شخص اُسکو سمجھتا ہو غریب نہو مگر شاعر نے اُس مین تصرف کر کے غرابت پیدا کر دی ہو اور ابتذال اُسکا دُور کر دیا ہو جیسے زلف کو بسبب دوش پر افتادہ ہونے کے شب دوش کہے یا ابرو کو شمشیر زہر آلودہ سے استعارہ کرے گو ابرو کا تیغ

سے استعارہ بتبذل عامیانہ ہی لیکن زہرآلودہ کہنے سے ایک قسم کی غرابت اُس مین آجاتی ہے کیونکہ زہر کو سبزی سے نسبت ہے اور سبزی اور سیاہی مین چندان تفاوت نہین ہے پس ابرو کا بسبب سیاہی رنگ کے تیغ زہرآلودہ سے استعارہ کرنا امر غریب ہے خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سرقے کی دو قسمین ہین ایک سرقۂ ظاہر اور دوسرا سرقۂ غیرظاہر۔

بیان سرقۂ ظاہر

سرقۂ ظاہر وہ ہے کہ اگر دونون شعرون کو کسی عاقل کو سُنایا جائے تو وہ حکم لگادے کہ ان مین سے ایک کی اصل دوسرا ہے بشرطیکہ اُس لفظ کو جو غرض وصف پر دلالت کرتا ہو تمام آدمی نہ جانتے ہون اور یہ تین قسم پر ہے۔

ایک انتحال و نسخ یعنی کسی کے کلام کو بغیر اختلاف الفاظ و معانی کے اپنا کرلین جیسے یہ بیت

جانین مشتاقون کی لب تک آئیان	بل بے ظالم تیری بے پروائیان

میر محمدی بیدار اور خواجہ میر درد دونون کے کلام مین موجود ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ دونون صاحبون مین سے ایک نے سرقہ کیا ہی علی ہذا القیاس یہ اشعار۔

اعجاز لب اُسکا دم عیسےٰ سے نہین کم معدوم کو کیونکر کوئی ثابت کرے دانا	وہ پنجہ سیمین ید بیضا سے نہین کم مضمون کمر یار کا عنقا سے نہین کم

نواب عماد الملک غازی الدین خان نظام تخلص کے کلام مین بھی موجود ہین اور والہ فیض آبادی کے یہان بھی لکھے ہین اور تیسرے مصرع مین دانا کی جگہ والہ لکھا ہوا ہے۔

رند

دو گیسو چھونے دیتے ہین نہ رُخ کا بوسہ دیتے ہین	یون ہی اک عمر گذری ہی کہ صبح و شام کرتے ہین

صاحب تذکرۃ النساء لکھتے ہین کہ یہ شعر نزاکت تخلص کند و نام بنت حسینی خوشحال والی بھی مشہور ٹوڑھہ دار بالفعل وارد جیپور شاگرد میر واجد علی لکھنوی شیفتہ تخلص مقیم جیپور نے پڑھکر اپنی طرف منسوب کیا اور یہ بیت۔

اک خواب مین دیکھا تو بظاہر بھی ملینگے	قسمت سے نہ گر خواب کی تعبیر اُلٹ جائے

فرا سو نام زوجہ شمروفرانسیس مقرب بہ خدمت زیب النسا بیگم اور خیراتی خان دلسوز دونو کی طرف منسوب ہی۔

میر ضیاء الدین ضیا

دل جلے ہی غم سے اور آنسو بہانا منع ہے	لگ رہی ہی آگ گھر کو اور بجھانا منع ہے

سینے مین شورش ہے اور ضبط فغانکو حکم ہے	ہین جگر مین شعلے اور نالہ اُٹھانا منع ہے

مصحفی

سینے مین شورش ہے اور ضبط فغانکو حکم ہے	آگ گھر مین لگ گئی ہے اور بجھانا منع ہے

ضیا کے اشعار کا دوسرا اور تیسرا مصرع ملانے سے مصحفی کا پورا شعر ہوتا ہے۔

میر

کرے کیا کہ دل ہی تو مجبور ہے	زمین سخت ہے آسمان دور ہے

میر حسن

جُدائی تری کس کو منظور ہے	زمین سخت ہے آسمان دور ہے

حکایت ایک روز شہر بھوپال مین یار محمد خان صاحب شوکت کے مکان پر چند احباب کا جلسہ تھا مؤلف بھی حاضر تھا خان صاحب موصوف نے ان اشعار کو اپنے نام پر پڑھا اور بجائے صابر اپنا تخلص شوکت کر دیا۔

ہو فنا ذات مین کہ تو نہ رہے	تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے
اسقدر ڈوب اس مین اے صابر	کہ بجز ہو کے غیر ہو نہ رہے

تذکرہ گلشن بیخار مین لکھا ہے کہ فضل مولے خان افضل تخلص لکھنوی کی یہ عادت تھی کہ آپ شعر کم کہتے تھے اور دوسرے شعرا کا شعر اپنی طرف منسوب کر لیتے تھے آخر نتیجہ رسوائی اور بدنامی ہوا الغرض ایسا سرقہ نہایت معیوب و سخت عیب ہے کیونکہ سرقہ محض ہے جس مین کچھ بھی دوسرا شاعر اپنی طرف سے شعر سرقہ مین نہین ملاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا سرقہ جس مین کچھ بھی اپنی طرف سے نہ ملایا جائے ایسے سرقے سے جس مین کچھ اپنی طرف سے بھی ملایا جائے نہایت بدتر ہے۔

اور اسی کے قریب ہے یہ بھی کہ پرائے شعر کا تمام مضمون لیکر اُسکے بعض الفاظ یا تمام کو بدل دین اور اُن کی جگہ دوسرے مترادف الفاظ رکھدین جیسے میر کا مصرع ہے ع

عاقبت بندۂ خدا ہین ہم

جرأت نے کہا ہے۔ ؎

آخرش بندۂ خدا ہین ہم

جرأت نے عاقبت کو آخرش سے بدل دیا ہے۔ یہی حال اشعار ذیل کے مصرع دوم کا ہے۔

مین نے جانا تھا قلم بند کرے گا دو حرف	سجاد اشوق کے لکھنے کا بجائے دفتر کھولا

میر

ہمنے جانا تھا لکھیگا تو کوئی حرف اے میر | پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا +

شیخ علی بخش بیمار

سانس آہستہ لیجیو بیمار | ٹوٹ جائے نہ آبلہ دل کا +

منشی واحد علی بسمل

نوک مژگان ذرا خیال رہے | پھوٹ جائین نہ آبلے دل کے

اسی قبیل سے ہی اشعار ذیل کا مصرع دوم -

میرے تغییر رنگ پر مت جا | اتفاقات ہین زمانے کے

دیگر

میرے تغییر رنگ کو مت دیکھ | تجھکو اپنی نظر نہ ہوجائے

میر

چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا | جمال یار نے منھ اُسکا خوب لال کیا
رہی تھی دم کی کشاکش گلے مین کچھ باقی | سو اُسکی تیغ نے جھگڑا ہی انفصال کیا
بہار رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو | چمن کو یمن قدم نے ترے نہال کیا

یہ تینون شعر دو ایک لفظون کے فرق سے پنڈت دیا شنکر نسیم کے دیوان مین بھی موجود ہین حالانکہ میر صاحب کی یہ سات شعر کی غزل ہی اور اُنکے دیوان اول مین موجود ہے مقطع یہ ہی -

نگاہ دل کو کہین کیا سُنا نہین تو نے | جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

اسی قبیل سے ہے -

خلیفہ محمد علی سکندر شاگرد ناجی

گرا ہی مانگ مین جی دل میرا آہ ڈھونڈون کدھر | کہ آدھی رات ادھر ہی اور آدھی رات ادھر

عماد الملک غازی الدین خان نظام

چھپا ہی مانگ مین دل اب سے مین ڈھونڈون کدھر | کہ آدھی رات ادھر ہی اور آدھی رات ادھر

اسی طرح -

شوریدہ

باتون کی گرمیون سے جلتے دل و جگر ہین | جو زندگی سے اپنی بیزار اس قدر ہین

تیغ نگاہ کس کی دیکھی ہے ہمنے یارب　　لب خشک ہو رہے ہیں کانٹے زبان پر ہیں

حیدر علی بیگ گرم

تیغ نگاہ کسکی دیکھی ہے ہمنے یارب　　جو زندگی سے اپنی بیزار اس قدر ہیں

شوریدہ کا دوسرا اور تیسرا مصرع ملکر گرم کا پورا شعر بنا ہے۔

امیر مینائی

غنچہ و سوسن سے کیا ہو شکر احسان بہار　　وہ زبان بے دہن ہے یہ دہان بے زبان

مہر

ترے منہ کے آگے بالکل نہیں قدر سوسن و گل　　وہ زبان بے دہن ہے یہ دہان بے زبان ہے

دوسری قسم سرقے کی مسخ اور اغارہ ہے یہ اُسے کہتے ہیں کہ کسی شخص کے کلام کے تمام لفظ و معنی لیکر صورت کلام کی بدل دیں یعنی ترکیب الفاظ میں تغیر و تبدیل کر دیں یا بعض الفاظ لیں تمام الفاظ نہ لیں جیسے۔

میر

کہیو قاصد وہ جو پوچھے ہمیں کیا کرتے ہیں　　جان و ایمان و محبت کو دعا کرتے ہیں

اس شعر کو اسیر نے اپنا یوں کر لیا ہے۔

وہ جو پوچھے ہمیں کیا کرتے ہیں　　کہیو قاصد کہ دعا کرتے ہیں

اور مرزا دبیر نے یوں لکھا ہے۔

آقا جو مرا پوچھے کہ کیا کرتے ہیں　　کہیو کہ شتاب آؤ دعا کرتے ہیں

اسی قبیل سے ہے۔

امیر ضمیر

پہچانتے ہو کس کی ہے سر پہ دستار　　دیکھو تو عبا کس کی ہے کاندھے پہ نمودار
یہ کس کی زرہ کس کی سپر کس کی ہے تلوار　　ہیں جس پہ سوار آیا ہوں کس کا ہے یہ رہوار
باندھا ہے کمر میں جسے یہ کس کی ردا ہے
کیا فاطمہ زہرا نے نہیں اس کو سیا ہے

میر انیس

یہ قبا کس کی ہے بتلاؤ یہ کس کی دستار　　یہ زرہ کس کی ہے پہنے ہوں جو میں سینہ فگار

ہر مین کس کا ہے یہ چار آئینہ کجوہر دار | کس کا رہوار یہ ہے آج مین جس پہ جوان سوار

کس کا یہ خود ہے یہ تیغ دو سر کس کی ہے
کس جری کی یہ کمان ہے یہ سپر کس کی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

محمد یار بیگ

شاخ کو کوئی ہلادے تو ثمر جھڑتے ہین | اپنی ہر جنبش مژگان سے گہر جھڑتے ہین

سعادت یار خان رنگین

یون سرشک قرہ اب شام و سحر جھڑتے ہین | شاخ پر میوہ سے جس طرح ثمر جھڑتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

عشرت

کبھی تھی مجھکو یہان تک ناتوانی | کہ موے سر سے بھی تھی سرگرانی

آتش

اس قدر ہمیں ناتوانی ہے | موے سر تک بھی سرگرانی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

اوباش

دل و دیدہ اپنے جو یار تھے سو وہ درد و غم مین پھنس گئے | ہمین جن سے چشم امید تھی وہی آنکھ ہم سے چرا گئے

سید حسین شاہ افزون

چشم امید جن سے رکھتے تھے | وہی آنکھین چرا گئے ہم سے

اسی قبیل سے ہے۔

میر

اے بتو اس قدر جفا ہم پر | عاقبت بندۂ خدا ہین ہم

جرأت

کچھ تو کر رحم ای بت بیرحم | آخرش بندۂ خدا ہین ہم

گویا

اتنی تو جفائین کر نہ اے بت | آخر مین بندۂ خدا ہون

شاہ جہان بیگم شیرین

نہ کرو ہم پہ اتنی جور و جفا ۔ اے صنم بندۂ خدا ہین ہم

اسی قبیل سے ہے۔

خواجہ وزیر

دست نازک کی نزاکت جو سپر نے دیکھی ۔ ایسی سمٹی کہ ہتیلی کا بنی تل قاتل

مرزا دبیر

جوڑے ہوے ہاتھونکو ادب سے تہی جلاجل ۔ سمٹی سپر ایسی کہ ہتیلی کا بنی تل

اسی قبیل سے ہے۔

خواجہ محمد ناصر عندلیب

تھا بندھا جس مین نامہ دلبر کا ۔ وہی پر گر پڑا کبوتر کا

میر محمد تقی میر

قسمت کی خوبی دیکھو کبوتر کا گر پڑا ۔ وہ پر کہ جس مین تھا مرا نامہ بندھا ہوا

داغ

وائے ناکامی کہ جس مین تھے باندھا خط شوق ۔ وہ ہی مرغ نامہ بر کا ٹوٹ کر شہپر گرا

اسی قبیل سے ہے۔

مومن

کہا اُس بُت سے جا مرتا ہے مومن ۔ کہا مین کیا کرون مرضی خدا کی

وزیر

کہون جب مین کہ بے تیرے ہون مرتا ۔ تو کہتا ہے وہ بُت مرضی خدا کی

اسی قبیل سے ہے۔

وزیر

خواب مین تجھ سے ہم کنار رہا ۔ عین غفلت مین ہوشیار رہا

گویا

اپنی غفلت ہے عین ہشیاری ۔ خواب مین ہمنے یار کو دیکھا

اسی قبیل سے ہے۔

امانتؔ

جبث کرتا ہی ہے تو خیال یار کا شکوہ
جو بھولے آپکو ایدل اُسے پھر یاد کیا کیجے

بحرؔ

غم عبث شادی عبث نالہ و فریاد عبث
بھولے جو آپکو اُس شخص کی پھر یاد عبث

اسی قبیل سے ہے۔

مومنؔ

ہم نکالینگے سُن اے موج ہوا بل تیرا
اُسکی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے

حافظ الٰہی بخش شائقؔ

سُن لے اے باد صبا اور پریشان ہو گی
زلف جانان کا اگر بال بھی بانکا ہوگا

اسی قبیل سے ہے۔

سراجؔ

چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہیں سو ہری ہی

فطرتؔ

نہ سوکھی شاخ غم الحمد للہ
جسے کہتے ہین دل اب تک ہری ہے

شاہ نیاز احمدؔ

چلی باد گرم فراق ہی جلا سب وجود نیاز کا
مگر ایک عشق کی کشت غم جسے دل کہیں سو ہری ہی

اسی قبیل سے ہی۔

وصفیؔ

پا بوسی آپ کی کس دن ہوئی مجھکو نصیب
وصل مین بھی سُرخ رو اے گل حنا تھی مین نہ تھا

شیرینؔ

سُرخ رو ہو نیکے قابل کیا حنا تھی مین نہ تھا
آپکے قدمون کے نیچے اسکو جا تھی مین نہ تھا

اسی قبیل سے ہے۔

محمد حسن کلیم دہلویؔ

چھپا ہے آمری چشم پر آب مین دریا
کسی نے دیکھا ہی ابتک حباب مین دریا

مفتی صدرالدین خان آزردہ

نہ دیکھا ہو جو کسی نے حباب مین دریا | وہ دیکھ لے مری چشم پرآب مین دریا

فطرت

ازل سے بند ہی چشم پرآب مین دریا | عجب یہ ہی کہ بھرا ہے حباب مین دریا

اسی قبیل سے ہے۔

غالب

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے | تمھین بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے

نثار علی خان نثار

مجھ سے کہتے ہین وہ کہ تو کیا ہے | کوئی پوچھے یہ گفتگو کیا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

خواجہ درد

باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کے | وہان پہونچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

قصہ شاہ روم

خدا کو یاد کر اے پتلہ خاک | بنایا جس نے تجھکو ایسا چالاک
بغیر از پر تجھے ایسا اڑایا | فرشتون نے بھی وہ رتبہ نہ پایا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

بوے کباب سوختہ آئی دماغ مین | شاید جگر کو آتش غم نے جلا دیا

ظفر

خدا جانے کیا کیا حال دل کا آتش غم نے | کہ ہی بوے کباب سوختہ ہر آہ سوزآئین

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

کیونکہ بستر پہ کرے پانون وہ رنجور دراز | جسکو در خستگی بھی ہو سفر دور و دراز

عبدالواحد خان مسکین

کیون نہ اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو اُس رنجور کا | جسکو از خود رفتگی بھی اک سفر ہی دور کا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

ہاے اُس سے خدا جُدا نہ کرے | دور اُس سے جیون خدا نہ کرے

حسرت

مجھکو تجھ سے خدا جُدا نہ کرے | مین ہوان تجھ سے جُدا خدا نہ کرے

اسی قبیل سے ہے۔

میر حسن

الگ ہم سے یون رہنا اور چھوٹنا | یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا

گلزار نسیم

کیون جی یہ اکیلے شب کو جانا | اوپر اوپر مزے اُڑانا +

تیسری قسم سرقے کی سلخ اور المام ہے یعنی پرائے مضمون و مطلب کو اور الفاظ مین باندھنا اُسکے الفاظ چھوڑ دینا جیسے۔

شیفتہ

کس لیے لُطف کی باتین ہین پھر | کیا کوئی اور ستم یاد آیا +

نسیم دہلوی

منھ پر بلا آنے والی ہے کوئی | نہین بے سبب مہربانی تمھاری

اسی قبیل سے ہے۔

بادشاہ

گلستان مین جاکر ہر اک گل کو دیکھا | نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بُو ہے

شیرین

جہان مین پھرا مین بشکل صبا | کسی گل مین بُو تیری پاتا نہین

اسی قبیل سے ہے۔

میر

گلہ مین جس سے کرون تیری بے وفائی کا
جہان مین نام نہ لے پھر وہ آشنائی کا +

سودا

بگلہ آنکھون مین اگر تیری بے وفائی کا | لہو مین غرق سفینہ ہو آشنائی کا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

رات ساری تو کٹی سنتے پریشان گوئی | میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو

سودا

سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات | اب آئی سحر ہونے کو ٹک تو کہین مر بھی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

صبح گذری شام ہونے آئی میر | تو نہ چیتا اور بہت دن کم رہا

اوج خلف مرزا دبیر

چونکا تو نہ ابتک اوج سوتے سوتے | دن ڈھلگیا اور رات ہونے آئی

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

چارہ گر ہو جو ترا لطف تو پھر کیا ہے عجب | مشک سودہ کرے ہر زخم پہ کار مرہم

امیر

اشیاے جہان سے جو کرین دفع ضرر وہ | زخمون کے لیے مشک مین مرہم کی ہو تاثیر

اسی قبیل سے ہے۔

مومن

یہ ناتوان ہون کہ ہون اور نظر نہین آتا | مرا بھی حال ہوا ہے تری کمر کا سا

آتش

نزار ہون ایسا کسی کو مین نظر نہین آتا | عشق مین گھل گھل کر کمر کا یار کی مو ہو گیا

نواب کلب علی خان

کاہش غم سے ہجر مین نواب | کہین تیری کمر نہ ہو جائے

حسن مرزا قصد

اس قدر زار ہو رہا ہون مین | اکبر یار ہو رہا ہون مین

نجم الدین احمد نجم

کیا ہے ضعف نے پنہان نظر سے | اکمرسا مین ہوا عشق کمر سے

اسی قبیل سے ہے۔

مسکین

کل چمن مین ہمچو نعت مصطفےٰ کہنے لگا | کھول ہر غنچہ دہن صل علےٰ کہنے لگا

لطف علیخان لطف بریلوی

باغ مین جاکر پڑھا جب روح احمد پر درود | کھل گئے غنچون کے منہ صل علیٰ کے واسطے

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

کب وہ صیاد اسیرون کی خبر لیتا ہے | اور جو لیتا ہو تو مقراض سے پر لیتا ہے

مہر

اسیران قفس پر جب عنایت آپ کرتے ہین | اسی کو ذبح کرتے ہین کسی کے پر کترتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

فرحت علی اُمید

چھوجولی ہو زلف بے پیر اُسکی اپنے ہاتھ سے | ڈالی اپنے پاؤن مین زنجیر اپنے ہاتھ سے

دریا ناتھ جوہر

زلف چھو کر اُس بت کافر کی قیدی ہم ہوئے | پائے دل مین پڑ گئی زنجیر اپنے ہاتھ سے

اسی قبیل سے ہے۔

انشا

کیا ہنسی آتی ہے مجھکو حضرت انسان پر | فعل بد تو انسے ہو لعنت کرین شیطان پر

ظفر

شیطنت سے کرے انسان تو سب کام خراب | کیا تماشا ہے کہ شیطان کا ہو نام خراب

اسی قبیل سے ہے۔

میر تقی

کاسۂ چشم لیکے جون نرگس
ہمنے دیدار کی گدائی کی

آتش

آنکھین نہین ہین چہرے پہ تیرے فقیر کے
دو ٹھیکرے ہین بھیک کے دیدار کے لیے

اسی قبیل سے ہے۔

سوز

جنکے نامے پہونچتے ہین تجھ تک
کاش ان کا مین نامہ بر ہوتا۔

جرأت

جنھون کے نامے پہونچتے ہین یار تک دن رات
انھین کا کاشکے جرأت بھی نامہ بر ہوتا

اسی قبیل سے ہے۔

ذکی

کیسا کمال ہے کہ ستارے ہین بدر مین
افشان چنی ہوئی یہ تمھاری جبین نہین

شرم

تمنے افشان جو چنی چاند سی پیشانی پر
ہو گئے چہرۂ مہتاب پہ اختر پیدا

رند

مین بھی تو دیکھون چاند مین تارے جڑے ہوے
افشان چھڑک کے یار دکھا دے جبین مجھے

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

بند آنکھین کیے رہتا ہون پڑا
خواب مین آئے نظر تا کوئی

آتش

رات بھر آنکھون کو اس امید پر رکھتا ہون بند
خواب مین شاید کہ دیکھون طالع بیدار کو

اسی قبیل سے ہے۔

بدھ سنگھ قلندر

زلف مین چہرے کا کچھ اور ہی ہوتا ہے فروغ
رکھتے ہے روشنی شمع شب تار سے کام

ناسخ

پڑتی ہی روشن دلونکو تیرہ جانونسے غرض | جس طرح ہی شمع کو حاجت شب دیجور کی

اسی قبیل سے ہے۔

کمال

بل جو رخسار دنیہ کھاتے ہین یہ دلبر گیسو | قتل عاشق کو کرینگے یہ مقرر گیسو ہے

آفاق

خوب بل کھاتے ہین رخ پر ترے دلبر گیسو | ہی یقین پیچ کوئی ڈالین گے ہم پر گیسو

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

نہین شایان زیب گنبد دستار کچھ زاہد | مگر سوا اک ہی اُس پر کلس ہووے اگر ہووے

ناسخ

دیکھیو ناسخ سر شیخ معمم کی طرف | کیا کلس سوا اک کا ہے گنبد دستار پر

اسی قبیل سے ہے۔

آتش

واہ ری شانے کی قسمت کس کو یہ معلوم تھا | پنجۂ شل سے کھلینگے عقدہ ہاے موے دوست

فہیم

زنجیر توڑی پنجۂ شل نے غضب کیا | کنگھا نے سے اُس پری کی ہوئی تار تار زلف

اسی قبیل سے ہے۔

اسیر

شکر ہی وہ لب شیرین تو تل ہی خال سیاہ | بجا ہی تل شکری کا گمان ہونٹون پر

صفا

شکر و تل نظر آتے ہین لب و خال سیاہ | اُنکے ہم ذائقہ ہو تل شکری کا کیا منھ

اسی قبیل سے ہے۔

رند

گمان زلف سے نظارۂ سنبل نہین کرتے | ہمین کاٹا ہی جب سے سانپ نے رسی سے ڈرتے ہین

شفاعت

دھوکے مین گیسودن کے سنبل کے کا پنتا ہون ||| جس طرح سانپ کا ٹا ڈرتا ہے رسن سے

اسی قبیل سے ہے۔

دبیر

اب مطلب ہمزہ ہمین ذاکر یہ سنائے ||| حمزہ کی سپر پشت پہ مولا تھے لگائے

امیر

ہے سپر پشت مبارک پہ کہ حمزہ کی سپر ||| ذوالفقار اسداللہ کہ شمشیر دودم

اسی قبیل سے ہے۔

میر

شاید اُس سادہ نے رکھا ہے خط ||| کہ ہمین متصل لکھا ہے خط

میر ضیاء الدین ضیا

صاف تھا جبتک تو ہمکو بھی جواب صاف تھا ||| ابتو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

اسی قبیل سے ہے۔

امانت

شل ہاروت اسیر چہ بابل ہووے ||| دل اگر زہرہ جبینون پہ نہ مائل ہووے

سردار حسین سعید

عجب کیا ہے اگر مین بھی اسیر چاہ بابل ہون ||| کسی زہرہ شمائل کی ذقن پر دل سے مائل ہون

اسی قبیل سے ہے۔

امانت

پستان نمود ہین قد موزون یار مین ||| یہ کونسا ہے سرو کہ جس مین ثمر لگے

میر صاحب لقین

پھاتیون کا ہے نہال قد گلرو مین اُبھار ||| سرو مین بھی نظر آتی ہے ثمر کی صورت

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا ||| تو آب و دانہ کو لیکر گہر نہو پیدا

یحیی

عدم سے جانب ہستی جو مین روانہ ہوا — تگرگ وار مرے ساتھ آب ودانہ ہوا

یہ پچھلے شاعر نے گہر کی جگہ تگرگ بدل دیا ہے۔

مرزا کامل بیگ کامل

مژگان سے گرنچے دل بردگرے ہو ٹکڑے — یہ بات مین نے کہکر جب اُس سے داد چاہی
کہنے لگا کہ ترکش جس وقت ہووے خالی — تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی

خوش وقت رائے شادان

جب تلک ہو کام مژگان سے تو ابرو مت چڑھا — تیر کے ہوتے کوئی کھینچے بھی ہے تلوار کو

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین — تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین

آتش

یان تلک تو ہے ترا عالم تیر اندازی — کہ تجھے کہتے ہین اُستاد عرب اور عجم
طائر قبلہ نما پر بھی اگر کیجے خیال — تو وہ بھی تڑپے ہے گھر اپنے مین ور توڑے ہے دم

ذوق

تیر ناوک کو ترے دیکھ کے ہی لوٹ رہا — طائر قبلہ نما خاک کرے گا طیران

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

صنم سنتے ہین تیری بھی کمر ہے — کہان ہے کس طرف ہے اور کدھر ہے

اسعد

ہے جسم مین تمہارے مریجان اگر کمر — دکھین دکھاؤ کیسی ہے اور ہے کدھر کمر

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کیا کہیے کہ خوبان نے اب ہم مین ہے کیا رکھا
ان چشم سیاہون نے بہتون کو سلا رکھا

امیر مینائی

وہ سُرمہ بھری آنکھیں فتنہ ہیں کہ جادو ہیں | کتنوں کو لگا رکھا کتنوں کو سُلا رکھا

اسی قبیل سے ہے۔

مہر

ترے سینے سے تو نسبت برابر کی ہے سینے کو | وہاں جوبن اُبھرتا ہے یہاں چھالے اُبھرتے ہیں

امداد

وہاں سینے پہ وہ اُبھرے یہاں دل میں یہ اُبھرے ہیں | ہمارے داغ ملتے ہیں تمھارے اُبھرے جوبن سے

اسی قبیل سے ہے۔

شاہ حاتم

ہجر کی زندگی سے مرگ بھلی | کہ جہاں سب کہیں وصال ہوا

نعیم

کہتے ہیں مرگ کو وصال نعیم | نہ ہوا وصل ہم نے مر دیکھا

گویا

مرنے کو بھی لوگ کہتے ہیں وصال | یہ اگر سچ ہے تو مر جاتے ہیں ہم

اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ

خط جو ہم کر چکے تحریر تو پہونچانے کو | آشیانوں سے نکل آئے کبوتر باہر

نواب کلب علیخان

نامہ یہ کس کو لکھا ہے جو کبوتر سیکڑوں | میرے آگے بیٹھے ہیں مشتاق پر کھولے ہوئے

اسی قبیل سے ہے۔

تسکین

اب یہ حالت ہے کہ اُن سا بیدرد | میرے بچنے کی دعا مانگے ہے

نواب

اب تو یہ شکل ہے کہ اُن کو بھی | حال پر میرے رقت آتی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

ظفر

تو بہائے اشک خون اور پانی وہ برسائے فقط ۔ رونے مین کب ابر و چشم پُرنم ایک ہی طور کے ہین

نظیر

مری اس چشم تر سے ابر باران کو ہے کیا نسبت ۔ کہ وہ دریا کا پانی اور یہ خون دل ہے برساتی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

پیام اُس گل کو اُسکے ہاتھ دیتے ۔ سبک پائی نہ ہوتی گر صبا مین

مذاق

مین اُس گل کو پیغام دیتا ہزار دن ۔ ہوا ہو گئی پر صبا کہتے کہتے

اسی قبیل سے ہے۔

افضل

آئے ہین اُسکی کمر تک تو لٹک کر گیسو ۔ طرف راہ عدم ہین مجھے رہبر گیسو

نواب

زلف پہونچے گی تری تا بکمر کون سے روز ۔ آئے گی راہ عدم پیش نظر کون سے روز

اسی قبیل سے ہے۔

نادر

نفی و اثبات دہن مین گو کہ قیل و قال ہے ۔ گالیون کا دینا لیکن ناطق استدلال ہے

عاقل

دیتے ہو گالیان یہی کافی ثبوت ہے ۔ اب تو دہن کے ہونے مین حجت نہین رہی

اسی قبیل سے ہے۔

امیر

چوٹی مین نقرئی مُوباف عجب پیارا ہے ۔ دامن شب سے گریبان سحر ٹانکا ہے

رسا

نقرئی موباف کا کل مین نہین + ۔ صبح روشن ہے گریبان گیر شب

اسی قبیل سے ہے۔

طوطا رام شایان

جعد شکین میں نہیں موباف زر ہے	گر پڑی بجلی شب دیجور میں ہے

مفتون

دیکھکر موباف زریں اسکے مفتون جعد میں	خلق کہتی ہے پڑی بجلی شب دیجور میں

اسی قبیل سے ہے۔

مہدی علی زکی مرادآبادی

دل مجھ سے رہا جدا ہمیشہ	گویا وہ ضمیر منفصل ہے

مولوی سید محمد صدیق حسنخان نواب تخلص

دل مانند زمن جدا ہمیشہ	گوئی کہ ضمیر منفصل است

اسی قبیل سے ہے۔

شیخ علی حزین

نگہ از گوشہ چشمش چنان مستانہ مے آید	کہ ترسا زادہ بدست از میخانہ مے آید

ذوق

یون نگہ نکلے ہے چشم یار سے	مست جیسے خانۂ خمار سے

اسی قبیل سے ہے۔

مثنوی پدماوت مؤلفہ عبرت

نزاکت سے شکم میں بچہ اس کا	نظر آوے تھا جون مینا میں صہبا

غالب

چون صورت آئینہ ز افراط لطافت	آید بنظر بچہ ادا از شکم او

اسی قبیل سے ہے۔

انند رام مخلص

ندہد گرالم جدائی ہا	چیز خوبے است آشنائی ہا

میر

طریق خوب ہے آپس میں آشنائی کا	نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا

اسی قبیل سے ہے۔

صائب

بہار عمر ملاقات دوستداران ست / چہ حظ برد خضر از عمر جاودان تنہا

سنہا بجند لاہوری

ہمیں عزیزوں ہی کی صحبت سے تو جینے کی بہار / ورنہ کیا فائدہ ہی خضر سا تنہا رہنا

افضل علیخان افضل

حضرت خضر نہ رہ کے جو تنہا کیا لطف / زندگی وہ ہی جو ہو جائے بسر یاروں میں

قلق

ہم جو یاروں میں نہ بیٹھیں تو ہمیں صبر نہ آئے / حضرت خضر کو کیا زیست کی لذت ہوگی

شیخ امام علی سحر

بے لطف بسر کرتے ہیں یہ خضر ومسیحا / کچھ لطف نہیں زیست کا بے صحبت احباب

اسی قبیل سے ہی یہ شعر سعدی کا ہے۔

دوستان منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم / باید اول بتو گفتن کہ چنین خوب چرائی

خواجہ احسان اللہ بیان دہلوی

یہ لوگ منع جو کرتے ہیں عشق میں مجھکو / انھوں نے یار کو دیکھا ہی یا نہیں دیکھا

میر

چاہنے کا ہم پہ یہ خوباں جو دھرتے ہیں گناہ / اُنسے بھی پوچھو کوئی تم اتنے کیوں پیارے ہوے

اسی قبیل سے ہے۔

شیخ فریدالدین عطار

حمد بیحد مر خدائے پاک را / آنکہ ایمان داد مشت خاک را

علام امام شہید

حمد بیحد اُس خدائے پاک کو / نور ایمان جسنے بخشا خاک کو

اسی قبیل سے ہے۔

سراج الدین علیخان آرزو

شیخ ز تاریخ جہان آگہم	کعبۂ تو کہنہ صنم خانہ ایست

سودا

اپنے کعبے کی بزرگی شیخ جو چاہے سو کہے	از روے تاریخ تو بیش از صنم خانہ نہین

ولہ

تواریخ جہان سے شیخ جی ہم خوب ہین آگاہ	اُسے کعبہ اگر سمجھے ہو جو تھا دیر یون سمجھو

امیر احمد مینائی

دیر کی تحقیر کر اتنی نہ اے شیخ حرم	آج کعبہ بن گیا کل تک یہی بتخانہ تھا

اسی قبیل سے ہے۔

حاجی محمد گیلانی

از گداز شمع باشد شعلہ را پایندگی	میکند از پہلوے مظلوم ظالم زندگی

سودا

جو ناتوان نہ کرین دستگیری دشمن	تو خار و خس نہ کرین شعلے کو کبھو برپا

اسی قبیل سے ہے۔

انوری

تا عشق تو در سینہ مکان کرد کرا جا	کس دید در آفاق بیک شہر دو را جا

قلندر

دل مین خیال ایک ہی دلبر کا خوب ہے	اُجڑے ہی ملک آوے ہی جب شاہ دوسرا

اسی قبیل سے ہے۔

لا ادری

بسکہ در چشم و دلم ہر لحظہ اے یارم توئی	ہر کہ آید در نظر از دور پندارم توئی

درد

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ
بندہ گر آئے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ

اسی قبیل سے ہے۔

ابو علی سینا

گردم ہمہ مشکلات عالم را حل	ہر بند کشودہ شد مگر بند اجل

میر انیس

عقدے سب حل ہوئے مگر آہ انیس	یہ بند اجل کسی سے کھولا نہ گیا

اسی قبیل سے ہے۔

غنی

گشت چون رشتۂ عمرم کوتاہ	معنی سال گرہ فہمیدم

انیس

جب سالگرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا	یان اور گرہ سے اک برس جاتا ہی

اسی قبیل سے ہے۔

کاتبی

بودیم ہمچو نافہ ہمہ عمر در خطا	موے سفید بین و درون سیاہ را

انیس

نافے کی طرح عمر خطا مین گذری	بالون پہ سفیدی ہی سیاہی دل مین

اسی قبیل سے ہے۔

نظامی

سنان بر سنان رستہ چون نوک خار	سپر بر سپر بستہ چون لالہ زار

انیس

ہر سمت تھی سنان پہ سنان مثل خارزار	ہر صف مین تھی سپر پہ سپر مثل لالہ زار

اسی قبیل سے ہے۔

لاحد

چو نفی نفی اثبات ست از مردان نمی ترسم	بقاے من چو شمع کشتہ باشد در فناے من

انیس

خود پیام زندگی لائی قضا میرے لیے	شمع کشتہ ہون فنا مین ہی بقا میرے لیے

اسی قبیل سے ہے۔

مخلص کاشی

در فراق تو جہاں اے بُتِ محبوب کنم | صبرِ ایوب کنم گریۂ یعقوب کنم

شرف الدین مضمون

ہمنے کیا کیا نہ ترے عشق مین محبوب کیا | صبرِ ایوب کیا گریۂ یعقوب کیا

اسی قبیل سے ہے۔

بیدل

مستی آلودہ برِ لب رنگ پان ست | تماشا کن تہ آتش دخان ست

ناسخ

مستی مالیدہ لب پر رنگ پان ہے | تماشا ہے تہ آتش دُھوان ہے

اسی قبیل سے ہے۔

ناصر علی

گویند کہ شب بر سرِ بیمار گران ست | گر سُرمہ بچشم تو گران ست ازان ست

ناسخ

ناتوانی سے گران ہی سُرمہ چشم یار کو | جس طرح ہو رات بھاری مردمِ بیمار کو

اسی قبیل سے ہے۔

لا ادری

بروز بیکسی کس نیست غیر از سایہ یار من | اگر آنہم ندارد طاقت شبہاے تار من

ناسخ

سیہ بختی مین کوئی کب کسی کا ساتھ دیتا ہی | کہ تاریکی مین سایہ بھی جدا ہوتا ہی انسان سے

اسی قبیل سے ہے۔

صائب

خرد شمار گنہ را کہ گناہے ست بزرگ | گندمے کرد ز فردوس بردن آدم را

ہادی

گنہ کو مت گنو چھوٹا کہ جنت کے مدارج سے | گیہون چھوٹے سے دانے نے کیا برباد آدم کو

اسی قبیل سے ہے۔

قتیل

مالا بغمزہ کشت و قضا را بہانہ ساخت — خود سوے ما ندید و حیا را بہانہ ساخت

اس شعر کے پہلے مصرع کا مضمون مرزا رحیم الدین حیا کے شعر کے پہلے مصرع مین اور دوسرے مصرع کا مضمون روشن شاہ روشن کے شعر کے پہلے مصرع مین بندھا ہے۔

حیا

ادا سے جان لیتے ہین اجل کا نام کرتے ہین — وہ اپنے سر کی یہ تہمت پرائے سر پہ دھرتے ہین

روشن

دیکھ کے مجھکو منھ کو چھپایا اور حیا کا نام کیا — واہ ری تیری دانشمندی اس مین بھی اک کام کیا

اسی قبیل سے ہے۔

قدسی

آلودہ ز قطرات عرق دیدہ جبین را — اختر ز فلک می نگرد روے زمین را

سودا

آلودہ قطرات عرق دیکھ جبین کو — اختر پڑے جھانکین ہین فلک پر سے زمین کو

اسی قبیل سے ہے۔

واحد

بہار بے سپر جام یار مے گذرد — نسیم ہمچو خدنگ از کنار مے گذرد

سودا

بہار بے سپر جام یار گذرے ہے — نسیم تیر سی چھاتی کے پار گذرے ہے

فائدہ مرزا رفیع سودا سے اور فدوی و میر ضاحک و مولوی ندرت کشمیری وغیرہ سے رنجش تھی اور سودا ان لوگون کی ہجو بہت کیا کرتے تھے اس لیے یہ لوگ اُن سے عداوت رکھتے تھے اور چند مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ جب کوئی غزل یا شعر تازہ مضمون کا سودا نے کہا اور ان تک پہونچا اُنھون نے اُسی مضمون کی غزل یا شعر فارسی زبان مین تیار کر کے مشتہر کر دیا اور کہدیا کہ سودا نے چوری کی ہے اصل شعر فارسی کا تھا پس اصل یہ ہے جو وہ لوگ تھے نہ مرزا رفیع سودا اور جہان کہین سودا کے شعر کے مضامین کسی ایسے فارسی شعر مین جسکا شاعر اُنکے زمانے سے سابق نہو یا شاعر کا نام نہ معلوم ہو پائے جائین وہ شعر بلا شبہہ مخالفین کا ہوگا۔

بیان سرقۂ غیر ظاہر

سرقۂ غیر ظاہر اسے کہتے ہین کہ اگر دو شاعرون کے شعر کسی عاقل کو سنائے جائین تو وہ اُنکے سُننے کے بعد اس بات کا حکم کرنے مین کہ ایک کی اصل دوسرا ہے تامل و غور کی طرف محتاج ہو اگرچہ سرقۂ غیر ظاہر مین بھی پہلے شاعر کے معنی دوسرا شاعر لیتا ہے لیکن اس مین یہ بات مخفی ہوتی ہے کہ دوسرے نے پہلے سے معنے لیے ہین بخلاف سرقۂ ظاہر کے کہ اس مین یہ امر خوب ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے معنی سے دوسرے معنے لیے گئے ہین اور اسکی پانچ قسمین ہین۔

ایک قسم یہ ہے کہ کوئی شاعر ایسا شعر لکھے کہ اس کا مضمون دوسرے شاعر کے شعر سے مشابہت رکھتا ہو اور شاعر ماہر وہ ہے کہ مشابہت کے اخفا مین کوشش کرے اس طرح کہ شعر کی زمین بدل دے اور مضمون بھی بدل دے اس طرح کہ اگر پہلے کا شعر مدح مین ہو تو ہجو مین لکھے اور اگر پہلے کا شعر مرثیے مین ہو تو تہنیت کے موقع پر لائے۔

میر

کفر کچھ چاہیے اسلام کی رونق کے لیے ۔۔۔ حسن زنار ہے تسبیح سلیمانی کا

سودا

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغاے مسلمانی ۔۔۔ نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

اسی قبیل سے ہے۔

میر تقی

تھی لاگ اُسکی تیغ کو ہم سے سو عشق نے ۔۔۔ میدان معرکہ مین گلے سے ملا دیا

دبیر

کشتون سے بیابان بلا پاٹ رہی تھی ۔۔۔ مل مل کے لعینون کے گلے کاٹ رہی تھی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کعبے مین جان بلب تھے ہم دُوری بتان سے ۔۔۔ آئے ہین پھر کے یار و اب کے خدا کے ہان سے

ذوق

گر اب کے پھرے جیتے وہ کعبے کے سفر سے ۔۔۔ تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

ــہ

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی — بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر پائیں

حالی

زہر سقراط سے ناصح کو پلا دیتے ہیں — اور یوسف سے برادر کو دغا دیتے ہیں

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا — دل ستم زدہ کو ہمنے تھام تھام لیا

جرأت

پاس جا بیٹھا جو میں کل اک ترے ہمنام کے — رہ گیا بس نام سنتے ہی کلیجہ تھام کے

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

کیا اعتبار ہستی ناپائدار کا ہے — چشمک ہی برق کی کہ تبسم شرار کا

غالب

اک نظر بیش نہیں فرصت ہستی غافل — گرمی بزم ہے اک رقص شرر ہونے تک

اسی قبیل سے ہے۔

شرم

دنیا میں تیرے عارض گلگوں کو دیکھکر — جام حباب ہوگا کٹورا گلاب کا

ناسخ

معطر اسکے نہانے سے بسکہ آب ہوا — حباب بحر بھر اک شیشۂ گلاب ہوا

اسی قبیل سے ہے۔

اسیر

دست رنگین سے خون بہا میرا — یہی کافی ہے خونبہا میرا

میر بہادر علی محبت

اگر حنا ترے ہاتھوں سے خون بہا دل کا — تو ہوگا دست نگارین سے خونبہا دل کا

اسی قبیل سے ہے۔

میر کلو عرش

آسیا کہتی ہی ہر صبح بآواز بلند | رزق سے بھرتا ہی رزاق دہن پتھر کے

وزیر

مُنھ جس نے دیا وہ رزق دے گا | گویا یہ دہان آسیا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

اے ابر قسم ہی تجھے رونے کی ہمارے
ٹپکا ترے آنکھون سے کبھی لخت جگر بھی یا

ظفر

تو بہائے اشک خون اور پانی وہ برسائے فقط | رونے مین کب ابر چشم پر غم ایک ہی طور کے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

ممنون

تفاوت قامت یار اور قیامت مین ہی کیا ممنون | وہی فتنہ ہی لیکن یان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہے

غالب

ترے فتنہ قامت سے اک قد آدم | قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

ابروے جانان میں اور کعبے مین ظاہر ہی یہ فرق | یہ خدا کی ہی بنا بندے کی وہ تعمیر ہے

ظفر

دل و مسجد مین دونون گھر خدا کے فرق پر یہ ہے | وہ تعمیر اُسکے ہاتھونکی یہ تعمیر اپنے ہاتھونکی

اسی قبیل سے ہے۔

ولہ

ہو جائے ہی برا بھی بھلا وقت احتیاج
مردار ہے حلال اگر تین دن کے بعد

امیر

مجھکو زاہد نہیں شراب حرام	میسر ے دن میسر آئی ہے ؛؛

اسی قبیل سے ہے۔

سو

دُنیا کے جو مزے ہیں ہرگز یہ کم نہونگے	چرچے یہی رہینگے افسوس ہم نہ ہونگے

مولوی محمد اسمٰعیل

ہر اس انجمن میں یکسان عدم و وجود میرا	کہ جو میں یہان نہوتا یہی کاروبار ہوتا

سودا کا شعر ہے۔

سو

بلے ہی آشیان میں باز کے بچہ کبوتر کا	شبان نے گرگ کو گلے کی سونپی ہے نگہبانی

اس شعر کے پہلے مصرع کا مضمون قلق کے شعر کے دوسرے مصرع کے مضمون سے مشابہت رکھتا ہے اور دوسرے مصرع کا مضمون مومن کے شعر کے مضمون سے مشابہت رکھتا ہے۔

مومن

گرگ نے دور عدل مین اُس کے	سیکھ لی راہ و رسم چوپانی ؛؛

قلق

یہ عدالت سے ہے جہان معمور	باز سیتا ہے بچۂ عصفور ؛؛

دوسری قسم سرقۂ غیر ظاہر کی یہ ہے کہ ایک شاعر کی بیت میں ادعا عام ہو دوسرا اپنے شعر میں ادعا خاص کرے مثال اسکی۔

محمد یار خان امیر

ہاے سُرخی ترے رُخسار کی ہنگام عتاب	جتنا بگڑے ہے تو اُتنا ہی سنور جاتا ہے

شہیدی

غصے میں نیا رنگ نکالے ہیں پری رو	جیوان حیوان یہ بگڑتے ہیں سنور جاتے ہیں کیسے

پہلے شعر میں خاص اپنے معشوق کے رخسار کا عتاب میں سرخ ہو جانا اور جتنا اُسکا بگڑنا اُتنا ہی سنور جانا بیان کیا ہے اور دوسرے شعر میں یہ باتیں عام معشوقون کے واسطے ثابت کی ہیں داغ نے بھی اس مضمون کو باندھ لیا ہے اور اُنکے شعر میں ادعاے خاص ہے۔

داغ

غصے نے اور رنگ ترا شوخ کر دیا	اچھی بنی بگاڑ ہین صورت عتاب کی

اِسی قبیل سے ہے۔

خواجہ وزیر

ایک عالم نے جبہہ سائی کی	اے بتو تمنے بھی خدائی کی

نسیم دہلوی

جھکے زاہد سراپا ے صنم پر سجدہ کرنے کو	خدا کی شان بت کرنے لگے دعوے خدائی کا

پہلے شعر مین حکم سجدے کا عام ہے یعنے تمام عالم کا سجدہ کرنا بیان کیا ہے اور دوسرے شعر مین خاص زاہدون کے سجدے کے لیے لکھا ہے۔ عاشق نے اس مضمون کو یون باندھا ہے

تماشا دیکھتا ہون مین تری قدرت نمائی کا	خدا کی شان دعوی ہے بتونکو بھی خدائی کا

اسی قبیل سے ہے۔

ظفر

زلف یون روے عرق آلودہ پر لہرائے ہے	صبح جون ناگن گلون پر چاٹنے اوس آئے ہے

وزیر

نہین ہے روے عرقناک پر وہ مشکین زلف	یہ اوس چاٹنے نکلا ہے ملک چین کا سانپ

پہلے شعر مین عموماً ہر ایک ناگن کے گلون کی اوس چاٹنے کے لیے خاص صبح کے وقت نکلنے کا ادعا ہے اور دوسرے شعر مین خاص ملک چین کے سانپ کا اوس کو چاٹنے کے لیے دعوی کیا ہے اور اسکے نکلنے کا وقت معین نہین کیا ہے اور نہ کسی خاص قسم کی اوس کا ذکر کیا ہے۔

شیخ عبدالرزاق شاد نے اس مضمون کو اس طرح باندھا ہے۔

چھٹے ہوے عرق آلودہ رخ پہ گیسو ہین	کہ اوس چاٹنے نکلے ہین ماہتاب مین سانپ

اسی قبیل سے ہے۔

امیر خسرو

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف	بامید این کہ روزے بشکار خواہی آمد

میر

ہر سو سر تسلیم رکھے صید حرم ہین	وہ صید فگن تیغ بکف تا اِدھر آوے

پہلے شعر مین شتاق شکار ہونا عموماً تمام آہوان صحرائی کی نسبت بیان کیا ہے اور دوسرے شعر مین خاص حرم کے جانورون کی نسبت۔

تیسری قسم سرقہ غیر ظاہر کی یہ ہو کہ کسی خاص مضمون کو ایک محل سے دوسرے محل مین نقل کرین یعنی وہ خاص مضمون ایک شاعر نے کسی اور موقع پر لکھا تھا دوسرا اُسکو کسی اور موقع پر لائے مثال یہ قول دبیر کا ع

آنکھون مین پھرے اور نہ مردم کو خبر ہو

انیس

آنکھون مین یون پھرے کہ مژہ کو خبر نہو

اول مصرع مین خبر نہونے کی نسبت مردم دیدہ کیطرف ہو اور دوسرے مین مژہ کی طرف۔

میر تقی

جمال یار نے منھ اُسکا خوب لال کیا	چمن مین گل نے جو کل دعویٰ جمال کیا

حیدری

صبا نے مار طپانچہ منھ اُس کا لال کیا	برابری کا تری گل نے جب خیال کیا

حیدری کے شعر مین صبا کے طپانچہ مارنے سے گل کا منھ لال ہونا بیان کیا اور میر کے شعر مین جمال یار کے شرمندہ کرنے سے گل کا لال ہو جانا بیان کیا ہو پس منھ کے سرخ کر دینے کے معنے کو جمال یار سے کر صبا کی طرف منتقل کر دیا میر سوز نے اس مضمون کو یون باندھا ہے۔

مارین صبا نے دھولین شبنم نے منھ پہ تھوکا	دعوے کیا تھا گل نے اس رخ سے رنگ و بو کا

اس قبیل سے ہے۔

ہ

عصائے پیری و تیغ جوان ہو حرز طفلان ہے	علی کا نام بھی نام خدا کیا راحت جان ہے

ذوق

عصا ہو پیر کو اور سیف ہو جوان کے لیے	نہ چھوڑ تو کسی عالم مین راستی کہ یہ شے

پہلے شعر مین بیان کیا گیا ہو کہ علی کا نام بڑھے کے لیے عصا ہو اور جوان کے لیے تلوار ہو اور دوسرے شعر مین ان امور کو راستی کی طرف نسبت کیا ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

مداح خال روے بتان ہون مجھے خدا	بخشے تو کیا عجب کہ وہ نکتہ نواز ہے

مذاق بدایونی

عشق خال بتان سے ہوگی نجات	کیونکہ نکتہ نواز ہے اللہ

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

مشاطہ ترے گھر سے جب لیکے نبات آئی	لب بند ہوے سبکے کچھ منھ سے نہ بات آئی

ایاز محمد خان ایاز

گلشن مین صبا لیکر جب گل کی نبات آئی	غنچے کے ہوے لب بند کچھ منھ سے نہ بات آئی

پہلے شعر مین معشوق کی نبات کا لانا مشاطہ کی طرف منسوب کیا ہے اور لب بند ہونے کی نسبت آدمیون کی طرف کی ہے اور دوسرے شعر مین گل کی نبات کا لانا صبا کی طرف منسوب کیا ہے اور لب بند ہونے کی نسبت غنچے کی طرف کی ہے۔

غیاث الدین بلبن بادشاہ دہلی کا بیٹا محمد سلطان جب لاہور کے باہر راوی کے کنارے پر ترکان تاتاری کی لڑائی مین مارا گیا تو امیر خسرو نے اُس کا مرثیہ ترکیب بند مین لکھا ہے اُس مین کہتے ہین۔

بسکہ آب چشم خلقے شد روان در چارسو	پنج آبے دیگر اندر مولتان آمد پدید

شیخ ناسخ نے الہ آباد مین بیٹھکر اُس مین سے یہ مضمون تراشا

ایک تربینی ہی دو آنکھین مری	اب الہ آباد بھی پنجاب ہے

اول شعر مین مولتان کا آنسوؤن کی کثرت کی وجہ سے پنجاب ہو جانا بیان کیا ہے اور دوسرے شعر مین الہ آباد کا چونکہ اُس مُلک مین پانچ دریا ہین ستلج بیاس راوی جہلم چناب اِس لیے اس ملک کو پنجاب کہتے ہین بعض کہتے ہین کہ ناسخ کا مصرع یون ہے۔ ع

تین تربینی ہین دو آنکھین مری

تربینی یعنی تین بینی۔ گنگا جمنا سرستی۔ تربینی کو کہتے ہین مگر چونکہ تربینی تینون دریاؤن کا متحدًا ایک نام ہوگیا ہے اِس لیے تین اُسکے اوپر لگانا مضائقہ نہین کلیات قدر کے دیباچے مین جو کچھ لکھا ہے اُس کا حاصل یہی ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

مین بھی تو دیکھون چاند مین تارے جڑے ہوے | رند | افشان بھڑک کے یار دکھاوے جبین مجھے

میر مہدی جنون شاگرد رشک

کسی نے تارے نہین دیکھے چاند مین اب تک | تمھارا چاند سا چہرہ ہے اور تارے گال

اول شعر مین چاند مین تارے جڑے ہونے کے ساتھ افشان چھڑکی ہوئی جبین کو تشبیہ دی ہے اور مضمون کو بطریق استفہام کے ادا کیا ہے اور دوسرے شعر مین چاند مین تارے ہونے کے مضمون کو چہرے اور گال کی تشبیہ مین باندھا ہے اور اول اُس ہیئت کے وجود کا انکار کر کے پھر چہرے اور گال کی تشبیہ سے ثبوت کو پہونچایا ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

میر شمس الدین فقیر

خال اُس کی بیاض گردن کا | نقطۂ انتخاب ہے گویا

میر تقی

نقطۂ خال سے ترا ابرو | بیت اک انتخاب کی صورت

اسی قبیل سے ہے۔

میر

عجب صحبت ہے کیونکر صبح اپنی شام کریے اب | جہان ٹک آن بیٹھے ہم کہا آرام کریے اب

آتش

جب مین جاتا ہون تو منھ پھیر کے یون کہتے ہین | نیند آئی ہے مین آپ بھی آرام کرین

جرأت

مرتبہ گل بازی کا دلا کاش تو پاتا | ہاتھون سے جو گرتا تو وہ آنکھون سے اٹھاتا

ذوق

مرے زخمون مین پرکردو نمک اب کیا بچاؤ گے | اگر جا گر زمین پر یہ تو آنکھون سے اٹھاؤ گے

اول شعر مین نسبت آنکھون سے اٹھانے کی گل بازی کی طرف ہے اور دوسرے مین نمک کی طرف۔

انشا

اللہ ری رنگت تری بھلا ری نزاکت	بوسے سے تو ہم نے کیے ہونٹ ہیں نیلے

محسن مؤلف سراپا سخن

لیا تھا ہم نے تصور میں ایک دن بوسہ	غضب ہے آج تلک نیلگون ہیں رخ گال

پہلے شعر میں نیلے ہونے کی نسبت بوسے کے تصور سے ہونٹوں کی طرف ہے اور دوسرے میں گالوں کی طرف میر حسن نے اس مضمون کو یوں باندھا ہے۔

وہ رخسار نازک کہ ہو جائیں لال	اگر اسپہ بوسے کا گذرے خیال

اور میر ہادی علی بیخود نے اس مضمون کو اس طرح باندھا ہے۔

نیلگوں فرط نزاکت سے ہوا جاتا ہے	اب تو بوسے کا تصور بھی ہے بار عارض

اسی قبیل سے ہے۔

صمیم ساکن بلند شہر

سوز دل و جگر نے آخر یہ جوڑ ڈالے	اس بت کو کیا رلایا پتھر نچوڑ ڈالے

فرید احمد وفا

پتھرا گئیں جو آنکھیں مل مل کے سوز غم نے	اشک اُس نے کیا نکالے پتھر نچوڑ ڈالے

پہلے شعر میں رولانے کی نسبت معشوق کی ہے اور اُسی کے دل کو پتھر قرار دے کر نچوڑنے کی نسبت کی ہے اور دوسرے شعر میں عاشق کی طرف رونے کی نسبت کی ہے اور آنکھوں کو پتھر قرار دے کر اُن کی طرف نچوڑنے کی نسبت کی ہے اور یہ مضمون دراصل انشا کے شعر سے اخذ کیا ہے۔

آنکھیں پتھرا گئیں اور تسپہ بھی ٹپکے آنسو
ہائے ہجران تری قدرت کہ نچوڑے پتھر

چوتھی قسم سرقہ غیر ظاہری یہ ہے کہ ایک شاعر کا کلام دوسرے شاعر کے کلام کی ضد ہو جیسے

ع

منھ ڈھانک دیا خواب میں اُس رشک پری کا	کیا ہم نے بگاڑا تھا نسیم سحری کا

ع

منھ کھول دیا خواب میں اُس شکّر سی کا	ممنون ہوں میں آج نسیم سحری کا

اسی قبیل سے ہے۔

اختر

نہ دیکھی چشم ناز سے چھوئی نہ دست آز سے
گنا کیے ہین بارہا یار کے کمر نہین

برق

سب نے چلتے ہوے آنکھون سے اُنھین دیکھا ہی
پھر یہ کیونکر نہ کہین لوگ کمر رکھتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

وزیر

یوسف جو کہا اُنھین تو بولے
کیا آپ نے مول لے لیا ہے

اسیر

پہونچا ہی اب تو حسن کا رُتبہ یہان تلک
اکثر وہ بولا اُٹھتے ہین یوسف مجھے نام سے

خواجہ حیدر علی آتش نے اس مضمون کو یون باندھا ہے۔

کہے جو یوسف اُنھین کوئی تو یہ کہتے ہین
ہمین بھی سمجھے ہو تم بکنے کے قابل کا

اسی قبیل سے ہے

انیس

مثال بدر جو حاصل ہوا کمال مجھے
گھٹا گھٹا کے فلک نے کیا ہلال مجھے

سید عبدالوہاب وہاب

علی کی مہر سے ہے بدر کا کمال مجھے
مجال کیا جو بنائے فلک ہلال مجھے

اسی قبیل سے ہے۔

حافظ

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

ناسخ

اے دل زار نڈر کوہ غم عشق سے تو
کہ ادا خر ہے سبک در اوائل بھاری

اسی قبیل سے ہے۔

نشاط

نمود سبزۂ خط کیا عذار آتشین پر ہو
زمین شور سے کینے اگا دیکھا ہی سنبل کو

عزیز بریلوی

اُگا ہی سبزۂ خط رُخ پہ اُسکا ن ملاحت کے | زمین شور سُنبل بر نیارد کون کہتا ہے

ثابت نے اس مضمون کو اسطرح باندہا ہے۔

نمک پروردہ رُخ پر سبزۂ خط ہے | زمین شور مین سُنبل اُگا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

میر حسن

قسم مجھکو حضرت سُلیمان کی | ہوئی دُشمن اب اُسکی مین جان کی

تپش

دُہائی ہے مجھکو سُلیمان کی | کہ دُشمن نہین مین تری جان کی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق مین | ایک رہتا ایک کھوتے عشق مین

لغیرہ

کاشکے دل سو بھی ہوتے عشق مین | رفتہ رفتہ سب کو کھوتے عشق مین

اسی قبیل سے ہے۔

بقاء اللہ خان بقا

ان آنکھون کا نت گریہ دستور ہے | دوآبہ جہان مین یہ مشہور ہے

ولہ

سیلاب سے آنکھون کی رہتے ہین خرابے مین | ٹکڑے جو مرے دل کے بستے ہین دوآبے مین

میر

وے دن گئے کہ آنکھین دریا سے بہتیان تہا | سو کہا پڑا ہے ابتو مدت سے یہ دوآبہ

بقا نے تو اپنے شعرون مین کہا ہے کہ آنکھین ہمیشہ آنسو بہاتی رہتی ہین اور یہ دوآبہ ہمیشہ تر رہتا ہے اور میر نے بیان کیا ہے کہ آنکھین مدت سے آنسو نہین بہاتین یہ دوآبہ کبھی کا خشک پڑا ہے۔

اسی قبیل سے ہے

میر تقی

تیز رکھنا سر ہر خار کو اے دشت جنون | شاید آ جائے کوئی آبلہ پا میرے بعد

ظفر

خار صحرائے جنون یون ہی اگر تیز رہے ‖ کوئی آئے گا نہیں آبلہ پا میرے بعد

اسی قبیل سے ہے۔

میر

ایک محروم چلے میر ہمین دنیا سے ‖ ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ

سودا

سودا جہان مین آکے کوئی کچھ نہ لیگیا ‖ جاتا ہون ایک مین دل پر آرزو لیے

پہلے شعر مین اپنا دنیا سے محروم جانا اور زمانے کا عالم کو بہت کچھ دینا بیان کیا ہے اور دوسرے شعر مین عالم کا زمانے کے عطیہ سے محروم رہنا اور اپنا دنیا سے محروم نہ جانا ذکر کیا ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

محمدی بیداد

ہم تری خاطر نازک سے حذر کرتے ہین ‖ ورنہ یہ نالے تو پتھر مین اثر کرتے ہین

خواجہ امانی

اثر ہو سنگ مین کیونکر انھون کو رام کرنا ‖ بتون کے دل پہ تو یارب یہ آہین کام کرنا

اسی قبیل سے ہے۔

ٹیکچند بہار

اگر جلوہ نہین ہے کفر کا اسلام مین زاہد ‖ سلیمانی کے خط کو دیکھ کیون زنار کہتے ہین

ظفر

کفر و اسلام ایک ہین کس طرح ‖ دونون فرقون کا سلسلہ ہے اور

اسی قبیل سے ہے۔

نواب آصف الدولہ

ساقیا ے چھلکا دے کہ بہکتے جاوین ‖ برق کی طرح جدھر جاوین جھلکتے جاوین

دلھن بیگم

ایسے کم ظرف نہین ہم جو بہکتے جاوین ‖ شل گل جاوین جدھر کو تو مہکتے جاوین

اسی قبیل سے ہے۔

نواب آصف الدولہ

جہان مین جہان تک جگہ پایئے ۔ عمارت بناتے چلے جایئے

دلہن بیگم

مت کرو فکر عمارت کی کوئی زیر فلک ۔ خانۂ دل جو گرا ہووے سو تعمیر کرو

پانچوین قسم ۔ سرقہ غیر ظاہر کی یہ ہی کہ دوسرے شاعر کے مضمون سے کچھ لیکر اور چیزین ایسی بڑھادین کہ بہ نسبت اول کے زیادہ لطف ہوجائے جیسے ۔

مومن

خونبہا قاتل بیرحم سے مانگا کس نے ۔ کہ فرشتے مجھے یان داغ درم دیتے ہین

ذوق

لکھتی تھی ماہی بریان کہ دبیران قضا ۔ داغ دیتے ہین اُسے جس کو درم دیتے ہین

ظاہر ہی کہ مومن کے شعر مین داغ درم دینا اور خونبہا مانگنا محض ادعا ہے اور ذوق کے شعر مین داغ دینا اور صاحب درم ہونا ثابت ہے مومن کے شعر سے داغ و درم کا مضمون لیکر ایسی طرح سے ادا کیا ہی کہ اُسکی نسبت بہت بلیغ ہوگیا ہے ۔

اسی قبیل سے ہے ۔

مومن

کیا کیا جلی ہی بزم مین تجھ بن نہ جب پھرے ۔ پروانہ شمع شعلہ شمائل کے آس پاس

داغ

رُخ روشن کے آگے شمع رکھکر وہ یہ کہتے ہین ۔ اُدھر جاتا ہی دیکھین یا اِدھر پروانہ آتا ہے

اسی قبیل سے ہے ۔

ثناء اللہ خان فراق

آنا یہ ہچکیون کا ہمین بے سبب نہین ۔ بھُولے سے اُسنے یاد کیا ہو عجب نہین

مرزا محمد تقی خان ہوس

نزع مین ہنسنے عجب طرح سے دل شاد کیا ۔ آئی ہچکی تو کہا اُسنے ہمین یاد کیا

پہلے شعر مین صرف ہچکی کا آنا اور معشوق کا یاد کرنا بیان کیا ہی دوسرے شعر مین نزع کی ہچکی کا آنا اور نزع کے وقت دل کا شاد کرنا زیادہ کیا ہے جس سے شعر نہایت لطیف ہوگیا ۔

اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ

زُلف کو دیجیے کیا مار سیہ سے تشبیہ | سایۂ زُلف سے ہوجاتے ہین اژدر پیدا

برق

تیری زلفون کے اگر لکھنے لگون مین اوصاف | کشش حرف سے ہون سطر زمین اژدر پیدا

حسرت امام موسیٰ کاظم کی مدح مین کہتا ہے۔

حسرت

صلب آدم مین تو ہی تھا کہ تجھے سجدہ کیا | سب فرشتون نے بفرمان خداوند کریم

سودا

ملک سجدہ نکرتے آدم خاکی کو گر اُس کی | امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ

دیا میرے جنازے کو جو کاندھا اُس پری رو نے | گمان ہے تختۂ تابوت پر تخت سلیمان کا

وزیر

پریزادون نے مٹی دی جو مجھکو بعد مرنیکے | کوئی تختہ لحد مین ہے مگر تخت سلیمان کا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

امیر مینائی

وقت رفتار ہے زر ریز عجب فیض قدم | نقش پا راہ مین بنجاتے ہین دینار و درم

افضل

جو نقش پا ہے درہم زر سے نہین ہے کم | رکھتے ہین کیا قدم کہ زردار پانو ہین

اسی قبیل سے ہے۔

میر

چشم رکھتا ہے تو چل فیض ہوا کو ٹک دیکھ | نرگس اُگتی ہے جہان بوئی تھی دہقان نے بصل

نطق

طالب چشم تماشا ہے جو گلشن کی بہار | نرگس اُگتی ہے اگر باغ مین بوتے ہین بصل

پچھلے شعر مین نہایت ہی لطف ہوگیا ہے۔
اسی قبیل سے ہے۔

میر
قسم جو کھایئے تو طالع زلیخا کی | عزیز مصر کا بھی صاحب اک غلام لیا

سودا
کمال بندگی عشق ہے خداوندی | کہ ایک زن نے مہ مصر سا غلام لیا

اسی قبیل سے ہے۔

میر
مت رنج کر کسو کو کہ اپنے تو اعتقاد | دل ڈھائے کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا

سودا
کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ | یہ قصر دل نہین کہ بنایا نہ جائے گا

اسی قبیل سے ہے۔

ضمیر
جبتک کہ ذوالفقار نے کاٹے نہ تین پر | ہرگز نہ دم لیا پر روح الامین پر

انیس
خیبر مین کیا گذر گئی روح الامین پر | کاٹے ہین کسکی تیغ دو پیکر نے تین پر

اسی قبیل سے ہے۔

ضمیر
اک نیزہ ہوا پار وہ سو سو کے جگر سے | رشتے کا گذر ہوتا ہی جون سلک گہر سے

انیس
ہوتا تھا پار آکے وہ ہنگام دار و گیر | سو دل سے مثل رشتۂ تسبیح ایک تیر

اسی قبیل سے ہے۔

نظیر
ہوا جو اسکا وہ کوچہ چمن سرشت نصیب | خدا نے ہمکو اسی جا کیا بہشت نصیب

الفت
ہمیشہ کہتے تھے الفت کو لوگ زشت نصیب | سو آج کوچے مین تیرے ہوا بہشت نصیب

اسی قبیل سے ہے۔

فراغ

محو نظارہ ہوا گل کیا فقط نرگس کی آنکھ | چشم بد دور آپ پر پڑتی نہیں ہے کسکی آنکھ

فروغ

تجھپہ پڑتی ہے یار سب کی آنکھ | چشم بد دور ہے غضب کی آنکھ

اسی قبیل سے ہے۔

بیمار

یون چمکتے ہین وہ دندان لب خندان کے تلے | جسطرح سلک گہر پارہ مرجان کے تلے

اسیر

اُسنے اُنگلی جو دبائی کبھی دندان کے تلے | شاخ مرجان نظر آئی دُر غلطان کے تلے

اسی قبیل سے ہے۔

مجیب

مشک ختن زلف کو مین نے کہا | مجھسے یہ اک کار خطا ہو گیا ہے

عبادت

مشک ختن کہا تری زلفون کو کر معاف | پڑتا ہون پانؤن باندھو نہ مجھ بے خطا کے ہاتھ

اساتذہ کا قاعدہ ہے کہ جب وہ دیکھتے ہین کہ ایک مضمون کسی متقدم شاعر نے باندھا اچھی طرح نہ بندھ سکا یا اُسپر ترقی ممکن ہے تو وہ دانستہ اُس مضمون کو لیکر اس طرح ادا کرتے ہین کہ جو کسر تھی نکلجاتی ہے اور شعر بلند رتبہ جاتا ہے اور یہ عیب نہین بلکہ مستحسن ہے مولانا غلام علی آزاد کیا خوب فرماتے ہین۔ ؎

شاہد معنے کہ باشد جامہ لفظش کہن | نکتہ دانے گر حریر تازہ پوشاند خوش ست

سرقہ غیر ظاہر کی قسمین بلغا کے نزدیک مقبول ہین بلکہ سرقے کا اطلاق اُن پر نا روا ہے۔

فائدہ جلیلہ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ تذکرون مین جو کلام داخل ہوتا ہے وہ مختلف طریقون سے ملتا ہے جن شاعرون کے دیوان ہاتھ آتے ہین اُنکے اشعار دیوان سے منتخب کیے جاتے ہین اور جن کے دیوان دستیاب نہین ہوتے اُن کے اشعار معاصرین سے طلب کر لیے جاتے ہین بعض اساتذہ اپنے تلامذہ کے اشعار بھجوا دیتے ہین اور بعض تلامذہ اپنے اُستادون کے شعر

لکھوا دیتے ہین کوئی سخنور کسی شاعر کے شعر اپنی یاد پر لکھ دیتا ہے پس اس صورت مین اکثر دھوکا ہو جاتا ہے کہ کسی شاعر کے شعر کسی کے نام سے تذکرے مین درج ہو جاتے ہین۔

بیان توارد

ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ کسی شاعر کا کوئی شعر یا چند اشعار بغیر اختلاف لفظ و معنی کے ہوبہو دوسرے شاعر کے کلام کے مطابق ہو جاتے ہین یا مضمون بالکل مطابق ہوتا ہے اور قصد سرقہ کا نہین ہوتا۔ اس کو **توارد** کہتے ہین اور ایسا بعض اساتذہ کے کلام مین پایا جاتا ہے اگرچہ یہ بات بکمال جودت پر دلالت کرتی ہے اور اتفاقی ہے مگر مایۂ درد و الم ہے کیونکہ جب ایک جادو رقم کسی پریزاد مضمون کو بکمال محنت و جستجو تسخیر کرتا ہے اور پھر دیکھتا ہے کہ مجھ سے پیشتر دوسرا پری خوان اُسی دلربا کو مینائے عبارت مین اُتار چکا ہے تو کیا کچھ افسوس کرتا ہے غم کھاتا ہے اور خون جگر پیتا ہے۔ اور توارد و سرقہ مین فرق یہ ہے کہ توارد نادانستہ ہوتا ہے اور سرقہ دانستہ اور جو کلام کبھی نظر سے نگذرا ہو اور کانون تک نہ پہونچا ہو اُس مین اکثر توارد نہین ہوتا اور اگر کہین احیاناً ہو جاتا ہے تو مذموم نہین بلکہ پچھلے شاعر کی علو طبیعت پر دلالت کرتا ہے کہ اُس کی فکر اُستاد کی فکر سے جا ملی لیکن بدگمانون کی زبانون سے چھٹکارا کہان کہ وہ اُس بلند پروازی اور عنقا شکاری کو سرقے پر حمل کرتے ہین اور سنان طعن و تشنیع سے طلسم نگارون کے دلون کو چھیدتے ہین۔

نقل ایک مرتبہ لشکر گوالیار مین مشاعرہ ہوا اور یہ طرح ہوئی

کیا جانے لکھدیا اُسے کیا اضطراب مین

مولوی سید اکبر حسن صاحب محوؔ بریلوی ساکن بدایونی موطن کا مطلع تھا۔

ساقی کا عکس رُخ نہین جام شراب مین	ہر آفتاب جلوہ نما آفتاب مین ہے

انھین دنون مین چودھری سعید الدین حسین صاحب رئیس کھیڑہ بدایون نے مجلس مشاعرہ ترتیب دی تھی اور وہان بھی یہی طرح ہوئی مولوی احمد حسن صاحب رخشتؔ بدایونی جو پرانے شاعر اور ایک نامی آدمی ہین اُن کا بھی مطلع غزل یہی تھا۔

ساقی کا عکس رُخ نہین الخ

ایک کو دوسرے کے شعر سے اطلاع تو درکنار نام سے بھی واقفیت نہین تھی اور امتداد بھی نہین

گذرا تھا کہ اُن کا شعر ان تک پہونچا یعنے ایک ہی ہفتے مین دونون جگہ مشاعرہ ہوا تھا۔

نقل دیگر آبحیات مین لکھا ہی کہ ایک دفعہ قلعہ دہلی مین مشاعرہ تھا حکیم آغا جان عیش نے ایک شعر اپنی غزل مین پڑھا۔

تھوڑی سی رہ گئی ہی اسے بھی گذار دے	ای شمع صبح ہوتی ہی روتی ہی کیلیے

ذوق کی غزل مین بھی اس مضمون کا ایک شعر تھا۔

روکر گذار یا اسے ہنسکر گذار دے	ای شمع تیری عمر طبیعی ہی ایک رات

نقل آبحیات مین ناسخ کے حالات مین لکھا ہے کہ الہ آباد مین ایک دن مشاعرہ تھا شیخ صاحب نے جو غزل پڑھی اسکا مطلع تھا۔

یہ کعبہ کلیسا ہوا چاہتا ہے	دل اب مجو ترسا ہوا چاہتا ہے

ایک لڑکے نے غزل پڑھی جسکا مطلع تھا۔

خدا جانے اب کیا ہوا چاہتا ہے	دل اُس بُت پہ شیدا ہوا چاہتا ہے

اُس وقت شیخ ناسخ نے بہت تعریف کرکے کہا کہ بھائی تمھارا مطلع آفتاب ہے مین اپنا پہلا مصرع غزل مین سے نکال ڈالون گا۔

بیان تمغا

کبھی شعرا کا کلام انھین کے دوسرے کلام سے مل جاتا ہے اور مضمون مکرر بندھ جاتا ہے محققین کے نزدیک اُس کا کچھ مضائقہ نہین اور اس امر کو اصطلاح شعرا مین **تمغا** کہتے ہین لیکن حق یہ ہے کہ وہ مضمون مبتذل ہوجاتا ہے شعرائے فارس مین سے مرزا صائب کے کلام مین اور شعرائے ریختہ مین سے میر تقی میر کے یہان تکرار مضامین بہت پائی جاتی ہے۔

سودا

ٹھہرے جو ہووے شمع کے توجل مرے پتنگ	ناتنا حسد ہی عاشق و معشوق مین کہ نور

اس شعر کا مضمون ایک قصیدے کے مطلع سے لڑگیا ہی کہتے ہین۔

ولہ

اشجار کا بستان جہان مین ہے عجب ڈھنگ
جلتا ہی چنار اُس سے رُخ گل پہ جو ہی رنگ

سودا

لے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے	ٹپکا تری آنکھون سے کبھی لخت جگر بھی

ولہ

دیکھین تو کسکی چشم سے گرتے ہین لخت دل	تو اس طرح سے روسکے ای ابر تر کہ ہم

عشرت

یہ گرمی اسکی آہون سے تھی پیدا	کہے تو باغ سارا جل گیا تھا

ولہ

یہ آتش اُسکی آہون سے تھی پیدا	کہ جس سے دشت سارا جل گیا تھا

میر

چشم خون بستہ سے کل رات لہو پھر ٹپکا	ہمنے جانا تھا کہ بس اب تو یہ ناصور گیا

دوسری جگہہ لکھتے ہین۔

تجھے تھے میر ہم کہ یہ ناصور کم ہوا	پھر ان دنون مین دیدۂ خونبار نم ہوا

ولہ

چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا	جمال یار نے مُنھ اُسکا خوب لال کیا

دوسری جگہہ کہتے ہین۔

دعوے کیا تھا گل نے ترے رُخ سے باغ مین		سیلی لگی صبا کی سو مُنھ لال ہو گیا
حق صحبت نہ طیرون کو رہا یاد ہے	ولہ	کوئی دو پھول بھی یان تک نہ لایا
عجب نقشہ ہے نقاش ازل نے		کوئی ایسا نہ چہرہ پھر بنایا

دوسری جگہہ لکھتے ہین۔

گلشن کے طائرون نے کیا بیمروتی کی	اک برگ گل قفس مین ہم تک کوئی لالایا
نقشہ عجب ہو اُس کا نقاش نے ازل کے	مطبوع ایسا چہرہ کوئی نہ پھر بنایا

ولہ

سحر جام خون ہی جو مُنھ دھو چکون ہون	یہ مفلوک ایسے کے گھر میہمان ہے

دوسری جگہ کہتے ہین۔

جام خون بن نہین ملتا ہمین کچھ مجکو میر	جب سے اس چرخ تبہ کار کے مہمان ہوے

ولہ

بوے کباب سوختہ آئی دماغ مین	شاید جگر بھی آتش غم نے جلا دیا

دوسری جگہ کہتے ہین۔

آتش غم مین دل بھنا شاید	دیر سے بو کباب کی سی ہے

ولہ

غیر عزیز از جان نہین لکھتا وہ یوسف کو کبھی	کیا غرور میرزائی ہے ہمارے یار کو

دوسری جگہ کہتے ہین۔

جز برادر عزیز یوسف کو	نہین لکھتا کبھو غرور سے وہ

ذوق

جنکی شادابی کو گوہر کو اگر دیکھے تو دم	طرفۃ العین مین ہو کاہ ربا کا یرقان

دوسری جگہ کہتے ہین۔

اور گہر بھی ہون وہ خوش آب جنھین دیکھے دو دم	طرفۃ العین مین ہو کاہ ربا کا یرقان

ظفر

نہین عزیز عزیزون سے سرخ رو ہرگز	ہوے ہین ایسے لہو زیر آسمان سفید

منہ

عزیزون مین نہین پاتے ذرا ہم بو محبت کی	سفید ایسا زمانے نے کیا یکبار لوہو کو

غالب

زندگی اپنی جب اس رنگ سے گذری غالب	ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

یہ مضمون تھوڑے سے فرق کے ساتھ فارسی غزل مین بھی مرزا صاحب نے باندھا ہے۔

گفتنی نیست کہ بر غالب ناکام چہ رفت	میتوان گفت کہ این بندہ خداوند نداشت

ولہ

رفوے زخم سے مطلب ہے لذت زخم سوزن کی
سمجھیو مت کہ پاس درد سے دیوانہ غافل ہے

منہ

زخم سلوانے سے مجھپر چارہ جوئی کا ہی طعن ۔ غیر سمجھا ہی کہ لذت زخم سوزان مین نہین

آتش

اللہ ری رنگت تری بھلہ ری نزاکت ۔ بوسے لیے تو تم نے کئے ہونٹھ ہین نیلے

ولہ

صبح رُخسار اُس کے نیلے تھے ۔ شب جو گذرا خیال بوسے کا

مہاراجہ سرکشن پرشاد

ہر طرح اسکی خیر نیت ہے ۔ کفر و اسلام سے محبت ہے

ولہ

کفر و اسلام کا نہین ہے خیال ۔ ہر طرح خیر شہ کی نیت ہے

منشی

نہ پوچھو اُس پری کے حسن کا عالم کہ آفت ہے ۔ بلا شوخی غضب رفتار قامت اِک قیامت ہی

منہ

چشم ہی قہر بلا زلف قیامت قامت ۔ اسلیے لوگ تمھین آفت جان کہتے ہین

مختر

ڈرتا ہون لاگ جائے کسی کی نہ چشم زخم ۔ اس وجہ سے آگے سب کے تو میرے نہ لا تیغ

منہ

سب کے آگے اس ادا سے تیغ میرے مت لگا ۔ ناحق ای قاتل کسی کی ٹوک مین آجائے گا

انداز کلام کا ایک سا ہونا

ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو شاعرون کے کلام کا انداز ایک سا واقع ہوتا ہے مثلاً

شاہ مبارک آبرو

جہان اُس خو کی گرمی تھی نہ تھی وان آگ کو عزت ۔ مقابل گر سکے ہو جاتی تو آتش لکڑیان کھاتی

اسی انداز مین حافظ عبدالرحمٰن خان احسان نے ایک شعر کہا ہے۔

دخت رز سے کہا میخانے میں شب رندوں نے ۔ آج تو خوب ہی چھکے تری سوکن کو لگے

یعنی بھنگڑ خانے میں بھنگڑوں نے خوب سبزیاں گھوٹیں اور دڑے اڑائے تم بھی یاروں پر نظر عنایت کرو۔

اعظم

بڑھی ذقن سے خط روئے یار کی قیمت ۔ زیادہ ہوتا ہے محصول کشت چاہی کا

شایان

کیوں نہو چاہ ذقن سے سبزۂ خط کی بہار ۔ باغ وہ سرسبز ہی جسکے کنواں نزدیک ہی

اسی قبیل سے ہے۔

زکی

عشق میں نسبت نہیں بلبل کو پروانیکے ساتھ ۔ وصل میں وہ جان دیکے ہجر میں جیتی ہے

ٹیکچند بہار

کرے وہ سلطنت یہ عشق میں شیریں کے سر دیوے ۔ تکلف برطرف خسرو کو کیا فرہاد سے نسبت

اسی قبیل سے ہے۔

محسن

لیا تھا میں نے تصور میں ایک دن بوسہ ۔ غضب ہے آج تلک نیلگوں ہیں سارے گال

مخمور

خواب میں پہونچا جو واں دست خیال ۔ نیلا پیلا اُس کا زانو ہو گیا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

سرہانے میر کے آہستہ بولو ۔ ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہی

سودا

سودا کے جو بالیں پہ ہوا شور قیامت ۔ خدام ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

لا احد

بگرد تربتم امشب ہجوم بلبل بود ۔ مگر چراغ مزارم ز روغن گل بود

میر

خون بلبل چراغ مین گل کے	جاے روغن دیا کرے ہے عشق

اسی قبیل سے ہے۔

میر

تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہی دہان سے	کیا خوبی اُسکے مُنھ کی اے غنچے نقل کریے

سوز

ماریں صبانے دھولین شبنم نے مُنھ پہ تھوکا	دعوے کیا تھا گل نے اُس رخ سے رنگ و بو کا

تنبیہ

یہ بات قابل لحاظ ہے کہ جب تک پُورا پُورا حال معلوم نہ ہو جائے تب تک سرقہ نہ کہین اور یہی حال ہماری مثالون کا ہے چنانچہ علامہ تفتازانی نے مطول مین لکھا ہے کہ سرقے کا حکم اُس وقت کرنا چاہیے جب کہ ثانی کا اخذ اول سے یقینی ہو ورنہ سرقے کے احکام مترتب نہین ہو سکتے توارد کے قبیل سے ہوگا اور جس صورت مین کہ ثانی کا اخذ اول سے معلوم نہ ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ فلان شاعر نے یون کہا ہے اور دوسرے نے سبقت کر کے اِس طرح پایا ہے کیونکہ اس حسن تعبیر سے فضیلت صدق کی ہاتھ سے نہ جائے گی اور علم غیب کے دعوے اور غیر کی طرف نقص کی نسبت کرنے سے بھی محفوظ رہے گا اگر نظر تفتیش سے ملاحظہ کیا جائے تو توارد مضامین سے خالی کم شاعر پائے جائین گے اس لیے کہ احاطہ جمیع معلومات کا علم الٰہی کا خاصہ ہے معنی نگار کا خامہ اندھیرے مین تیر چلاتا ہے کیا جانئے کہ صید وارستہ ہے یا پابال دیرینہ ہے کلیم نے کیا خوب گوہر انصاف پروئے ہین۔

کہ استفادۂ معنے جز از خدا نہ کنم	نہم کلیم بطور بلندی ہمت
نظر بکاسۂ دریوزہ گدا نہ کنم	بخوان فیض الٰہی چو دسترس دارم

دلے علاج توارد نمے توانم کرد
اگر زبان بہ سخن گفتن آشنا نہ کنم

اور یہ نے فرض کیا کہ شاعر ایک زبان کے دیوانون کا احاطہ کرلے مگر غیر زبان کے دیوانون کا کیا علاج السنہ مختلفہ کا جامع ہونا تو بہت نادر ہے۔

ملحقات سرقہ

بحث سرقہ کے ملحقات مین سے تضمین اور اقتباس اور عقد وحل ہی اور انکے سرقہ کے ملحق ہونے کی یہ وجہ ہی کہ ان مین بھی کلام سابق کے معنی کو کلام لاحق مین داخل کیا جاتا ہے۔

بیانِ تضمین

تضمین اسے کہتے ہین کہ ایک شاعر دوسرے شاعر کا پورا شعر یا مصرع کا ٹکڑا لیکر اپنے کلام مین باندھے اور اسکا نام بھی لکھدے اور اس طرح نام لے دینے سے کوئی سرقے کا گمان نہین کرتا کبھی پورے شعر اور اُس سے زائد کی تضمین کو **استعانت** کہتے ہین اور مصرع اور مصرع سے کم کی تضمین کو **ایداع** اور **رفو** بولتے ہین اور اگر تضمین مین تھوڑا سا تصرف بھی کر دیا جائے تو مضائقہ نہین مگر تغیر کثیر مضر ہے کیونکہ تضمین سے نکل کر حد سرقہ مین داخل ہو جائیگا جیسے۔

نہالچند لاہوری مؤلف مذہب عشق

مسّی ملکر جو اُسنے پان کھایا + مسّی مالیدہ لب پر رنگ پان ہے	یہ مطلع پڑھکے ناسخ کو سُنایا تماشا ہے کہ آتش میں دھوان ہے

بعضے تضمین ایسے مشہور شعر کی کرتے ہین کہ اُسپر گمان سرقہ کا نہین ہوتا مثال۔

میر درد

پوچھا مین درد سے کہ بتا تو سہی مجھے کہنے لگا مکان معین فقیر کو	ای خانمان خراب ہی تیرا بھی گھر کہین لازم ہی کیا کہ ایک ہی جاگہ ہو ہر کہین

در دیش ہر کجا کہ شب آمد سرای اوست
تو لے منا نہین ہے یہ مصرع نگر کہین

یہ مصرع شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا مشہور ہے۔

ناسخ

اغیار کی جو سعی سے بالفرض جاؤن وطن مجکو نوائے بلبل شیراز یاد ہے	واللہ ہو نگاہ مین شکل سقر بہشت کیا لکھنؤ کہ منہ نکر دن ہوا گر بہشت

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابرست
رفتن بپاے مردی ہمسایہ در بہشت

یہ شہور شعر سعدی کا ہے۔

منیر

شب تاریک وبیم موج وگردابے چنین حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

ہجوم کرب جسمانی وفور رنج روحانی
اگر کس بحر بلامین کشتی ہستی ہے طوفانی

مصرعہاے اول حافظ کے ہین۔

صاحبقران

اے ساکنان عالم جو کسبیان کرو تم
اُسکی کچو نپہ جسب سے ہاتھ اپنا جا پڑا ہے
لے رند خانقہ مین لڑکون سے ربط کم کرا

با دوستان تلطف با دشمنان مدارا
دل مے رود ز دستم صاحب دلان خدارا
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

صاحب قران شتابی دو چار گھونٹ پی لے
تا بر تو عرض دارد احوال ملک دارا،

مصرعہاے آخر حافظ کے ہین۔
تذکرۂ شمع انجمن مؤلفہ نواب مولوی صدیق حسن خان مین سرور آزاد کے حوالے سے یہ لکھا ہے
کہ **تضمین چسپان** مقطع غزل مین مرزا محمد علی طرشی تخلص بہ سلیم شاعر فارسی کی ایجاد ہے اور
اُسکا مقطع یہ ہے۔

سلیم امشب بیاد تربت حافظ قدح نوشم
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا،

مؤلف کہتا ہے کہ انھین مولوی غلام علی آزاد نے تذکرۂ خزانہ عامرہ مین لکھا ہے کہ ہلالی جو
اُس سے مقدم ہے اور نوسو چھتیس ہجری مین مارا گیا ہے اُس نے بھی اس مصرع کو تضمین کیا ہے۔

ہلالی چون حریف بزم رندان شد بخوان مطرب
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا،

اسی طرح کمال خجند نے جو ہلالی سے بھی پیشتر گذرا ہے خسرو دہلوی کے چند مصرعون کو تضمین کیا ہے
یہ ایک مقطع اُس کا ہے۔

برد‌ی دل عشاق کمال از سخن خوب
خوبان عمل فتنہ زدیوان تو یابند

تعجب ہے کہ نواب صاحب کا تذکرہ مولانا غلام علی آزاد کے دونون تذکرون سے قدرے کمی بیشی کے ساتھ لفظاً و معناً ماخوذ ہے مگر اُنھون نے اس مقام پر کچھ بھی تتبع نہ کی۔

مثال اُردو۔

ناسخ

یاد آیا ہے مجھے مصرع گرم اے ناسخ
نفس سرد بھرون تو بھی نہو دم خالی

مذاق

اب اُن سے ہنسنے بولنے کی بات بھی گئی
رونے کی بات ہے کہ طاقات بھی گئی
جلسہ ہی رند مشربون کا ہوگیا خراب
مستون کے ساتھ بزم خرابات بھی گئی
شیخی مذاق کس کی رہی اب بقول میر
اِس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

امداد علی امداد رامپوری

گر خون سے نہ بل امداد بقول ناسخ
داغ حسرت کے سوا خاک حاصل ہوگا

غالب

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

رند

جگر یہ نقش ہے مصرع یہ مصحفی کا رند
لٹکتے ہین تری ہیکل کے تا کمر تعویذ

ناصر

جسم دگردن کا تری جب بزم مین افسانہ تھا
تھی کہی تا لب صراحی واژگون پیمانہ تھا
یک قلم شمشیر قاتل نے کیا اُس کو قلم
کیا نہال عمر اپنا سبزہ بیگانہ تھا
قبر ناصر سے بقول درد آتی تھی صدا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

لمؤلفہ

رہے گریہ کنان ہم عمر بھر افلاک کے نیچے
ملیگا چین کیونکر دیکھیے اب خاک کے نیچے

لگی ہے آنکھ شاید دخت رز سے ساقیا تیری
سمجھ کر دل مرے دل کو جلاتا تو نہ اے ظالم
پڑا رہتا ہے جو آنکھوں پہ ہر یہ تاک کے نیچے
دبی ہے آگ یہ تو تودۂ خاشاک کے نیچے

تجھے بھی آہ اے نجمی بقول برکت اللہ خان
بلی ہے جلے مرقد کوزہ گر کے چاک کے نیچے

ولہ

شب کو جو ماہ رو سے ملاقات ہو گئی
خورشید اُسکے رُخ کی چمک سے خجل ہوا
سمجھا نہ کوئی آنکھوں ہی آنکھوں میں بات کو
ساری مفارقت کی مکافات ہو گئی
زلفوں کا رنگ دیکھ کے شب بات ہو گئی
میری اور اُس پری کی عجب بات ہو گئی

نجمی کے دل پہ آج تو سودا کی طرح سے
ہونی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہو گئی

بیان اقتباس

کوئی آیت یا جزو آیت کلام الٰہی کی یا حدیث لائی جائے تو اُس کو اقتباس کہتے ہیں اور فرق تضمین و اقتباس میں یہی ہے کہ تضمین ہر ایک شاعر کے کلام کو اپنے کلام میں موزون کرنے کو کہتے ہیں اور اقتباس صرف کلام ربانی یا حدیث کے موزون کرنے سے عبارت ہے۔ مثال اس کی۔

انشا

اے عشق جلوہ گر ہے خود تجھ میں ذات جلا
والسابحات سبحا فالسابقات سبقا

سبزہ اگر خرچ جانا منظور صبح دم ہو
تو لیجے برگ کوئی والناشطات نشطا

ولہ

ضمابر رب کریم یاں وہ ہر ایک تیرا ہی مبتلا
کہ اگر الست بو کہو تو کہے کو کمدین ابھی بلےٰ

گویا

کیا کرے یہ عدو سوز آتش غم سے
جلا جلا وقنا ربنا عذاب النار

نصیر الدین حیدر بادشاہ

تیغ ابرو دیکھ کر آئی ندا اے بادشاہ	لافتے الا علی لاسیف الا ذوالفقار

ذوق

جوش روئیدگی سبزہ یہ یاد آئے کہ	آیت انبتہ اللہ نباتا حسنا

بیان عقد

عقد اُسے کہتے ہین کہ کوئی آیت یا حدیث اس طرح نظم کیجائے کہ اُس مین تغیر آجائے اور یہ تغیر خواہ بہت زیادہ ہو یا کم ہو لیکن اشارہ اس بات کی طرف کردیا جائے کہ یہ قرآن وحدیث کا ٹکڑا ہے اور کسی کے قول اور مثل وحکمت مشہورہ کو باندھنا بھی اسی قبیل سے ہے اور اس مین تغیر کا ہونا شرط نہین بغیر تغیر کے بھی اس طرح بیان کرنا درست ہے کہ فلان نے ایسا کہا ہو اور تغیر کے بعد بھی اشارہ کرنا اور نہ کرنا جائز ہے کیونکہ اس مین اقتباس کو دخل نہین اور حق یہ ہے کہ آیت وحدیث کو زبان اُردو مین نظم کیا جائے تو اشارہ کرنا کچھ ضرور نہین کیونکہ دونون زبانون مین فرق ہے البتہ عبارت عربی مین آیت وحدیث کو تغیر کے ساتھ نظم کرین تو اشارہ ہونا چاہیے۔

نشا

احرام مین لبیک وسعدیک ہے دل	خوش کرتے ہین گو کعبہ وہان وان سے بل

ناقوس صنم سے ہم بھی یان سنتے ہین
سبحانک ما خلقت ہذا باطل

اصل آیت اس طرح ہے ماخلقت ہذا باطلا سبحانک۔

سراج

جی سے یبقے وجہ ربک کی سدا سمرن کو جپ
درد کر من سے خیال من علیہا فان کا

اصل آیت اس طرح ہے کل من علیہا فان ویبقے وجہ ربک ذوالجلال والاکرام یہ مثال اُس قسم کی ہے جس مین آیت قرآن کو تغیر کے ساتھ نظم کیا ہے۔

حالی

ہے مرد سخن ساز بھی دنیا مین عجب چیز
باندھے کسی فن مین کہین بند نہ اس کو
موجود سخن گو ہون جہان وان ہین طبیب آپ
اور جاتے ہین بن آپ طبیبون مین سخن گو
دونون مین سے کوئی نہو تو آپ ہین سب کچھ
پر ہیچ ہین جس وقت کہ موجود ہون دونو

ان اشعار مین اس مثل مشہور کو تغیر کے ساتھ باندھا ہے کہ پیش ملا طبیب و پیش طبیب ملا و پیش ہر دو ہیچ۔

ولہ

سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا	وسیلہ ہے اب وہ سراسر ظفر کا

اس شعر مین اس حکمت مشہور کو تغیر کے ساتھ باندھا ہے السفر وسیلۃ الظفر۔ آبحیات مین سید انشا کے حالات مین لکھا ہے کہ اس معاملے مین میان بیتاب کا قول لکھ رکھنے کے قابل ہے کہ سید انشا کے فضل و کمال کو شاعری نے کھویا اور شاعری کو سعادت علیخان کی مصاحبت نے ڈبویا۔

بیانِ حل

یہ ہے کہ کسی کی نظم کو نثر کر کے استعمال کیا جائے جیسے۔

انشا

توریت کی قسم قسم انجیل کی نہ تجھے	تجھکو قسم زبور کی فرقان کی قسم

اس قول کو غالب نے یون حل کیا ہے بھائی قرآن کی قسم انجیل کی قسم توریت کی قسم زبور کی قسم۔

حالی

سرِرہ چراغ اک عرب نے جلایا
ہر اک قافلے کا نشان جس سے پایا

اس قول کو مولوی ذکاء اللہ صاحب نے شوکت سلطنت انگلشیہ کے بیان مین اس طرح حل کیا ہے۔ لڑکا تھم تھم کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر تھوڑی دور چلا تھا کہ تھک گیا اور گھٹیون کے بل ہار کر بیٹھ گیا ننھے ننھے قدمون سے آگے نہ چل سکا مگر اپنے ہاتھون سے ایک گپت راہ مین ایک مٹی کا دیا ایسا جلا گیا کہ زمانہ جتنا آگے چلتا گیا اور دیے اُس سے روشن ہوتے رہے غرضکہ ایک راہ پچھلون کو بنا گیا اور اُس راہ کا رہنما اور پیشوا ہو گیا کہ پیرون کی پیروی کرنی پڑی راہ ڈھونڈھنی نہ پڑی۔

سعدی

شتر بچہ با مادر خویش گفت	پس از رفتن آخر زمانے بخفت

بگفت ار بدست منستے مہار
ندیدی کسم بارکش در قطار

اس قول کو مولوی محمد اسمٰعیل نے اُردو کی چوتھی کتاب مین اس طرح حل کیا ہے کبوتر بولا ارے بیوقوف اگر ایسا حیلہ مجھ سے بن پڑتا تو مین اپنی ہی رہائی کی فکر نہ کرتا تیرا حال اُس اونٹنی کے بچے کا سا ہے جسنے سفر کی ماندگی سے اکتا کر کہا تھا "اے میری پیاری ماں کتنی دیر تو ٹھہر جا کہ ذرا مین دم لیلون ماں نے جوابدیا لے میرے بھولے بھالے بچے اگر مہار میرے ہاتھ مین ہوتی تو بھلا مین یون لدی لدی کیون پڑی پھرتی"

بیان تصرف

کسی کے کلام مین کچھ الفاظ کو تغیر دے کر اپنی مرضی کے مطابق کر دینے کو تصرف کہتے ہین جیسے میر کے اس مقطع مین۔

میر کو کیون نہ مغتنم جانین
اگلے لوگون مین اک رہا ہے یہ

مرزا غالب نے یون تصرف کیا ہے۔

کیون نہ میرن کو مغتنم جانئین
دلی والون مین اک بچا ہے یہ

میر کی جگہ میرن اگلے لوگون کی جگہ دلی اور رہا کی جگہ بچا بنا دیا ہے۔

وزیر

جانور جو ترے صدقے مین رہا ہوتا ہے
اے شہ حسن وہ چھٹتے ہی ہما ہوتا ہے

چونکہ اکثر صدقے مین کوا چھوڑا کرتے ہین اسلیے ذوق نے یون تصرف کیا ہے۔

زاغ بھی گر ترے صدقے مین رہا ہوتا ہے
اے شہ حسن وہ چھٹتے ہی ہما ہوتا ہے

آبحیات مین اسی طرح لکھا ہے ذوق نے اپنے نزدیک اصلاح دی ہے لیکن وہ اہل سنت تھے بادشاہ بھی اُن کے ہم مذہب تھے دوسرے کے مذہب سے ناواقف تھے فرقۂ امامیہ مین موافق اقوال رسولؐ خدا تین طریقے منجملہ متعدد طریقون کے رائج ہین غالباً جن سے تصبات کے قدیم شیعہ بھی بہت کم واقف تھے (۱) عمل گندم ایک صاع (وزن ہے) عمدہ اور صاف گیہون لیکر بیمار کو چت لٹاتے ہین اور اُس کے سینے اور شکم پر آہستہ آہستہ گیہون ڈالے جاتے ہین اور ادعیۂ ماثورہ پڑھے جاتے ہین جب گیہون ختم ہو جاتے ہین تو سمیٹ کر مستحقین نماز گذار کو دیے جاتے ہین۔ (۲) عمل گوسپند کہ ایک بکرا یا بکری بے عیب جوان عمر کچھ دعائین پڑھکر بیمار کے گرد پھرا کر شرعی طور سے ذبح کر کے مستحقین کو اُس کا گوشت تقسیم ہوتا ہے اور بعض مرتبہ پکوا کر روٹی کے ساتھ کھلایا جاتا ہے یہ عمل زمانۂ وبا مین بھی کیا جاتا ہے۔ (۳) عمل طائر ایک کبوتر کو ساٹے گولیان آٹے کی کھلائی جاتی ہین پہلے کاغذ کے پرچون پر آیات شفا لکھی جاتی ہین پھر اُس کبوتر کو بیمار کے سر سے اُتار کر چھوڑ دیتے ہین یہی عمل طائر ہے جس کا اشارہ وزیر نے کیا ہے اس کا ضمیمہ یہ طریقہ بھی ہے کہ خفیف خفیف بیماریون مین کبوتر کو تصدق کر کے چھوڑ دیتے ہین صوفیاے کرام کے یہان کوا تصدق کرتے ہین نجومین نحوست زحل کے واسطے سیاہ رنگ کی چیزین خیرات کراتے ہین اُس مین کوا ہوتا ہے۔

اور مصحفی کی غزل مین جسکا یہ مقطع ہے۔

تھا مصحفی یہ مائل گریہ کہ پس مرگ
تھی اُسنے دھری چشم پہ تابوت مین انگلی

انشاء اللہ خان نے مرزا سلیمان شکوہ کے اشارے سے تصرف کرکے اُلٹا ہے چنانچہ بیقطع یون بنایا ہے۔

تھا مصحفی کانا جو چھپانے کو بس مرگ تھی اُسنے دھری چشم پہ تابوت مین انگلی	

چونکہ یہ تصرف نہایت ہجو پر مبنی ہے اس سبب سے اُن دونون شاعرون کے باہم ایک عرصے تک خوب مناقشہ اور معرکہ آرائیان رہین اور طرفین سے ہجوگوئی اور رُسوائی ہوئی۔ فقط

اب یہان پر قلم نے نارسائی کی اور کاغذنے کوتاہی ناچار تحریر وتسوید سے ہاتھ اُٹھایا اور قلم جو ایک مدت سے گرم راہروی تھا اُس نے آرام پایا اللہ کا شکر ہے کہ یہ بوجھ اثنائے راہ مین کاندھے سے نہ گرا اور بخیر وخوبی منزل مقصود تک پہونچا۔

الحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً والصلوٰۃ والسّلام علے النبی وآلہ متوالیاً ومتواتراً

اس کتاب پر نظر سوم تمام ہوئی ۱۹ جولائی ۱۹۲۵ء مطابق ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ روز شنبہ کو مقام رام پور ملک روہیلکھنڈ مین قریب شام کے۔

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

ہزار شکر نثار بارگاہ ناظم مجموعۂ کن فکان تازگی بخش گلستان جہان کہ اس کساد بازاری علم وفن کے زمانے مین بھی ایسے ایسے صاحب عالم علوم قدیمہ وماہر فنون دقیقہ موجود ہین جو بلا اپنے کسی ذاتی فائدہ کے خیال کے صرف عام فوائد پر نظر کرکے علمی مشاغل وتصانیف مفیدہ مین منہمک ومشتغل رہتے ہین منجملہ اُن کے ذات ستودہ صفات جناب عالم اجل فاضل اکمل مولانا مولوی حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب رام پوری ابن مولوی محمد عبدالغنی صاحب اعلی اللہ مقامہ کی ہے جنکے فیوض نامتناہی سے حضرات برابر فیضیاب ہوتے رہتے ہین آپ کے قلم فیض رقم سے اس وقت تک بہت سی کتب عربیہ وفارسی واُردو وغیرہ تصنیف وتالیف ہوگر

شائع ہو چکی ہین اور پبلک مین خلعت قبولیت پا چکی ہین چنانچہ فی الحال کتاب فیض انتساب مجموعۂ لطافت و منبع بلاغت اعنی **بحر الفصاحت** جو پہلے ایک مرتبہ سنہ ۱۳۰۳ھ مین طبع ہو کر شائع ہو چکی تھی بعدہ بارہ سنہ ۱۳۳۵ھ مین بعد نظر ثانی طبع ہوئی تھی اب سہ بارہ بعد نظر ثانی وایزاد ضروریات فن مصنف صاحب موصوف کی محنت شاقہ سے تکمیل کو پہونچکر باخذ کل حقوق تصنیف بحق مطبع ازجانب مصنف صاحب حسب ایمائے عالی جناب مالک مطبع **منشی بشن نرائن صاحب بھارگو** مطبع **منشی نولکشور** واقع لکھنؤ مین باہتمام سیٹھ کیسری داس سپرنٹنڈنٹ بماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۶ء عیسوی مطابق ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۵ھ ہجری چھپوا کر شائع کی خداوند کریم شرف قبولیت بخشے اور طالبان فن کو اس سے فیضیاب کرے آمین ثم آمین

تمام شد

نوٹ

صفحہ ۶ کی سطر ۵ مین خلیف کی جگہ حلیف پڑھو۔ اور صفحہ ۱۰۰ کی سطر ۲۲ کی عبارت غلط ہے۔ اس کا موقع صفحہ ۱۸۱ کی چوتھی سطر ہے۔ اور صفحہ ۱۸۱ سطر ۱۶ مین معد اللہ غلط ہے سعد اللہ صحیح ہے۔